بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالها

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا اُنکے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

سورہ محمد آیت : ۲۴ (القرآن الحکیم)

تفسیرِ عزیزی

پارہ (٦) لا یحب اللہ

محمد لقیط خان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم نے آسان کیا، قرآن سمجھنے کے لئے
سو ہے کوئی جو سوچے سمجھے۔ (القرآن)

تفسیر عزیزی

پارہ لَا یُحِبُّ اللّٰهُ

آسان ترجمہ، بمعہ ضروری توضیح اور تشریحات کے ساتھ

*

ذوقِ قرآن فہمی اُجاگر کرنے کی سمت ایک کوشش

از

محمد لقیظ خان

ادارۂ نشریاتِ ولی
18/927 حسن آباد، فیڈرل بی ایریا۔ کراچی
فون: 6360656

Marfat.com

جُملہ حقوق محفوظ ہیں

طبع اوّل ......فروری ۲۰۰۷ء محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

تعداد ......ایک ہزار

سرورق ......رشید شاہد

باہتمام ......سلمان نشیط، عدنان لطیف و برادران

کمپوزنگ...... محمد جاوید اقبال ثاقب

مطبع ......عابد پریس کراچی

ہدیہ ......۱۵۰/ایک سو پچاس روپے صرف

۲۹۷۶۱۴
ل: ۱۱۵ ت
۷۶۶۹۵

تقسیم کنندگان

- ☆ احمد بک سینٹر اُردو بازار کراچی فون:۷۷۲۳۴۸۷
- ☆ ویلکم بک پورٹ اُردو بازار کراچی فون:۲۶۳۹۵۸۱_۲۶۳۳۱۵۱
- ☆ فضلی بک سپر مارکیٹ اُردو بازار کراچی فون:۵_۲۶۲۹۷۲۰
- ☆ رحمٰن بک ہاؤس اُردو بازار کراچی فون:۷۷۲۶۷۵۱
- ☆ دارالاشاعت اُردو بازار کراچی فون:۲۶۳۱۸۶۱_۲۲۱۳۷۶۸
- ☆ علمی کتاب گھر اُردو بازار کراچی فون:
- ☆ فرید پبلشرز اُردو بازار کراچی فون:۷۷۲۰۰۵۷
- ☆ البلال بک سینٹر اُردو بازار کراچی فون:۲۶۳۲۶۶۴
- ☆ البدر بک کارنر اُردو بازار کراچی فون معرفت:۲۶۳۳۱۴۰
- ☆ ہلال نیوز ایجنسی، ریگل صدر کراچی
- ☆ مکتبہ رحمانیہ اُردو بازار لاہور فون:۷۲۲۱۳۹۵_۷۲۲۴۲۲۸
- ☆ اشرف بک ایجنسی کمیٹی چوک راولپنڈی فون:۵۵۳۱۶۱
- ☆ جہانگیر بک ڈپو اُردو بازار کراچی فون:۷۷۲۵۰۸۶
- ☆ کتاب گھر اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی فون:۵۵۵۲۹۲۹_۵۵۳۹۳۸۰
- ☆ ماسٹر فوٹو اسٹیٹ ڈی ایچ اے phase.4 کراچی فون:۵۸۹۸۰۶۰

Marfat.com

فہرست مضامین

مضامین آیاتِ مُبارکہ پارہ (۶) لَا یُحِبُّ اللّٰہُ

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
۱۴۸	بُرائی کسی کی ہو، اس کا ظاہر کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں مگر مظلوم کو اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔	۱۱
۱۴۹	اگر تم کسی نیکی کو ظاہر کرو یا پوشیدہ رکھو، یا کسی کی بُرائی کو درگذر کرو تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے اور قدرت والا ہے۔	۱۱
۱۵۰	جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کُفر کرتے ہیں، کُفر اور ایمان کے مابین تیسری راہ نکالتے ہیں گو کہ ایسی کوئی راہ عمل نہیں۔	۱۱
۱۵۱	یہ سب لوگ دراصل کافر ہیں اور اُن کے لئے ذِلت کا عذاب تیار ہے۔	۱۱
۱۵۲	جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اور سب رسولوں کو تسلیم کرتے ہیں کسی میں باہم اختلاف رفرق نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ اُن کو پُورا پُورا ثواب دے گا، اللہ تعالیٰ رحمت والا اور بڑی مغفرت والا ہے۔	۱۱
۱۵۳	اہل کتاب کا سوال! حضور ﷺ اگر سچے ہیں تو آسمان سے لکھی ہوئی ایک کتاب ہم پر کیوں نہ اُتری، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ ہمیں اعلانیہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کراؤ اس ظلم پر اُن پر بجلی آپڑی، انہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا تب بھی اللہ تعالیٰ نے معافی دی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو صریح دلیل عنایت کی۔	۱۴
۱۵۴	اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور کو بلند کر دیا پکا قول وقرار لینے کے بعد سجدہ کرتے ہوئے دروازے میں سے جاؤ، حکم دیا گیا اور تلقین ہوئی قانون سبت رہفتہ نہ توڑو، اُن سے سخت ترین قول وقرار لئے گئے۔	۱۴
۱۵۵	انہوں نے عہد شکنی کی جس کی سزا اُن کو ملی، حق تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا، نبیوں کو قتل کیا اُن کے کُفر کے سبب مُہر اُن کے دلوں میں لگا دی گئی ان میں کم لوگ ہی ایمان لانے والے ہیں۔	۲۴
۱۵۶	یہود کی گُمراہی کا سبب حضرت مریمؑ پر بُہتان ہے، کُفریہ کلمات کے سبب اُن پر لعنت پڑی۔	
۱۵۷	اُن کا یہ کہنا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا اور کہنا اُنہیں صلیب پر چڑھا دیا ہے، دونوں باتیں درست نہیں حقیقت احوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرنے والے ان کے بارے میں شک میں مُبتلا ہیں۔	۱۴
۱۵۸	اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف زندہ اُٹھالیا، اللہ تعالیٰ بڑی حکمتوں والا ہے۔	۱۸
۱۵۹	روز قیامت سے قبل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے سب اہل کتاب اُن کو تسلیم کریں گے اور یوم قیامت وہ اللہ تعالیٰ کے حضور گواہی دینے والے ہوں گے۔	۱۸
۱۶۰	یہودیوں کے ظالمانہ طرزِ عمل کے سبب اور حد سے بڑھ جانے سے بہت سی پاکیزہ چیزیں اُن پر حرام کر دی گئیں۔	۱۸
۱۶۱	باوجود تاکید کے وہ سود لیتے اور لوگوں کا ناحق مال کھاتے، جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار رکھا ہے۔	۱۸
۱۶۲	جو کامل علم رکھنے والے ہیں اور ایمان والے ہیں، جن کا تمام کتابوں پر یقین ہے نماز کی پابندی کرنے	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین متن	صفحہ نمبر
	والے اور زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں یوم قیامت پر یقین رکھنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس اُن کے لئے اجرِ عظیم ہے۔	۱۸
۱۶۳	وحدتِ دین کا اعلان، رسول اکرم ﷺ پر وحی کا نزول ہوا، سب رسولوں پر یہ پیغام حق وحی کے ذریعے ہوا حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا ہوئی۔	۳۲
۱۶۴	سب انبیاء اور رسول بشارت دینے والے تھے کچھ کے واقعات کا ذکر ہوا کچھ کا نہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے صاف طور پر بات کی۔	۲۳
۱۶۵	ان سب رسولوں کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تا کہ لوگوں کے لئے کوئی حجت قائم نہ رہے، اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے۔	۲۳
۱۶۶	جو کچھ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا اللہ تعالیٰ اس کی شہادت دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی گواہی ہی کافی ہے۔	۲۳
۱۶۷	جنہوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکا وہ گمراہی میں بہت دُور جا پڑے۔	۲۳
۱۶۸	جنہوں نے راہِ کفر اختیار کی، شرک کیا اللہ تعالیٰ اُن کی بخشش ہرگز ہرگز نہیں کرے گا۔	۲۳
۱۶۹	راہِ حق کو دبانے والے/ظلم کرنے والوں کے لئے بجز جہنم اور کوئی راہ نہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان ہے۔	۲۳
۱۷۰	اے صاحبو! یہ رسول ﷺ رب کی طرف سے سچائی کے ساتھ آ گئے ہیں، بہتری یہ ہے کہ ان پر ایمان لاؤ اگر نہیں مانو گے تو اچھی طرح جان لو، زمین و آسمان میں سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے اللہ تعالیٰ دانا اور صاحبِ حکمت ہے۔	۲۸
۱۷۱	اہلِ کتاب/عیسائی دین میں حد سے نہ گزر جاؤ عیسیٰ مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کلمہ کُن سے اُن کی تخلیق ہوئی اللہ تعالیٰ کے سب رسولوں کو مانو ''عقیدۂ تثلیث'' سے باز آ جاؤ، عبادت کے لائق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وہ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کی اولاد ہو وہ زمین و آسمان کا تنہا مالک ہے۔	۲۸
۱۷۲	حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے بندہ ہونے میں کوئی عار نہیں ہے اور مقرب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی سے انکار نہیں ہے جو بھی حقِ بندگی سے انکار کرے اُن سب کو اللہ تعالیٰ کے یہاں اکٹھا ہونا ہے۔	
۱۷۳	راہِ بندگی اختیار کرنے والوں کو پورا پورا اجر ملے گا بندگی کے منکر اور تکبر کرنے والے اور سرکش کے لئے المناک عذاب ہے سرکش کسی غیر اللہ کو اپنا حمایتی نہیں پائیں گے۔	۳۲
۱۷۴	اے صاحبو! رَبّ کی طرف سے روشن دلیل آ پہنچی ''قرآن، نورِ مبین'' تاباں اور آشکار ہوا، گمراہی اور تاریکی چھٹ گئی۔	۳۲
۱۷۵	جن لوگوں نے نورِ حق کو پالیا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں آ گئے اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنی طرف کی سیدھی راہ دکھائے گا۔	۳۲
۱۷۶	اللہ تعالیٰ قرابت داروں کے حقوق یعنی کلالہ کے بارے میں حُکم صادر کرتا ہے کہ کوئی فوت ہو جائے اولاد نہ ہو صرف بہن ہو تو اس کے ترکہ کے مال کا نصف حصّہ ہے اگر کلالہ کے وارث مرد اور عورت ہیں تو پھر مرد اور عورت کے مساوی/برابر کے اصول پر ورثے کی تقسیم ہوگی اگر کلالہ کے کئی بھائی بہن ہیں تو مرد کو عورت سے دُگنا ملے گا	۳۲
	الحمدللہ سورہ نساء مکمل ہوئی	
	سورة المائدة	
۱	اے اہلِ ایمان! میثاق عہد پورا کرو مویشی چوپائے حلال کئے گئے حالتِ احرام میں شکار نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہے حُکم کرے۔	۳۶
۲	اے اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے شعائر کی بے حُرمتی مت کرو، حُرمت والے مہینوں میں لڑائی مت کرو قربانی اور نیاز کے جانور کو کسی سے نہ چھینا جائے،	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	احرام اتارنے کے بعد شکار کرسکتے ہو، نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی معاونت کرو، ظلم اور جبر کا ساتھ نہ دو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اللہ تعالیٰ سخت عذاب رسزا دینے والا ہے۔	۳۶
۳	مسلمانوں پر مُردار کا خون، خنزیر کا گوشت، ایسا جانور جس کا گلہ گھٹ کر مرا ہو، چوٹ کھایا ہوا جانور، اونچائی سے گر کر ہلاک ہونے والا جانور، سینگ مارنے سے مرا ہوا جانور، جس جانور کو کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو، یہ سب حرام ہیں، البتہ ایسا جانور جو زندہ ہو ذبح کرلیا گیا ہو تو حرام نہیں، اور جیسے آستانہ پر ذبح کیا گیا ہو، جو تیروں کے ذریعہ فال معلوم کرنے کے لئے پانسے پھینکے جائیں سب گناہ کے کام ہیں۔ آپ کے دین سے کافر نا اُمید ہوگئے پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو، آج اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دین کو کامل رمکمل کردیا، اللہ تعالیٰ کا انعام عطا ہوا اسلام کو ہمارے لئے چُن لیا گیا، پس جو شخص شدت بھوک سے بے چین ہوجائے اور حلال مُیسّر نہ آسکے تو ان محرمات سے زندگی بچانے کے لئے کچھ کھالے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کی اُمید رکھے تو اللہ تعالیٰ معافی دینے والا اور رحم کرنے والا ہے۔	۳۷
۴	ماسوائے محرمات تمام عمدہ اور پاکیزہ چیزیں حلال ہیں جس جانور کو سُدھایا گیا ہو اور جس جانور کو تمہارے لئے پکڑ لیا گیا ہو، اس کو کھالیا کرو، البتہ اللہ تعالیٰ کا نام اُس جانور پر لے لیا کرو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔	۴۳
۵	صاف ستھری چیزیں آج سے حلال ہیں، اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے اور ان کا کھانا تمہارے ساتھ حلال ہے، پاک دامن ایمان والی عورت اور وہ نیک عورتیں جن کو کتاب ملی تم پر حلال ہیں، اُن سے نکاح کرو، مہر دیا کرو، زناکاری سے بچو، پوشیدہ اور مخفی آشنائی مت رکھو، جو مسلمان کافر ہوا اس کا سب عمل اکارت گیا، اس کے لئے آخرت میں خسارہ ہے۔	۴۳
۶	وضو اور غسل کے احکامات، نماز ادا کرنے کے لئے اپنے چہرے دھولیا کرو، بازو کہنیوں تک دھوؤ، سر کا مسح کرو، پیر کو ٹخنوں تک دھوؤ، حالتِ جنابت میں ہو تو غسل کرو، عورتوں سے صُحبت رجماع کرنے کے بعد غسل کرلو، پانی دستیاب نہ ہو تو تیمم کیا کرو پاک مٹی سے پھر منہ اور چہرے پر مل لو، اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت تم پر پوری کردی، اللہ تعالیٰ کے شکر گذار بندے بنے رہو۔	۴۶
۷	اللہ تعالیٰ کی نعمت جو عطا ہوئی ہیں اُن کو یاد رکھو احکام حق کی تکمیل کے لئے عہد و پیمان پر قائم رہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ دلوں کے راز جانتا ہے۔	۴۶
۸	ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی خاطر مضبوطی سے حق و صداقت پر قائم رہو عدل کرو، وہ تقویٰ کے قریب تر ہے اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو۔	۴۶
۹	ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدۂ مغفرت ہے اور اجر اور ثواب بہت بڑا ہے۔	۴۶
۱۰	جنہوں نے راہِ کُفر اختیار کی اللہ تعالیٰ کے احکام کو جُھٹلایا وہ جہنمی ہیں۔	۴۶
۱۱	اہلِ ایمان پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جب ایک قوم نے دست درازی کی تو اللہ تعالیٰ نے تم کو اُن سے دُور کردیا، مؤمنوں کو صرف باری تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔	۴۷
۱۲	بنی اسرائیل سے بھی اللہ تعالیٰ نے عہد و پیمان لیا تھا لیکن انہوں نے فرمانبرداری کے بدلہ ظالمانہ روش اختیار کی، عہد شکنی کی، بارہ سرداروں کا تقرر ہوا اگر وہ	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	نماز قائم کرتے رہے، زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے رہے، اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اللہ کے رسولوں کی مدد اور تقدس کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیتے رہو تو اللہ تعالیٰ ان کی خطا معاف فرمائے گا اور انہیں جنتیوں میں داخل کرے گا، جس نے کُفر کی راہ اختیار کی وہ سیدھی راہ سے ہٹ کر دور نکل گیا۔	۵۱
۱۳	عہد شکنی کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور کر دیا گیا اُن پر لعنت کی پھٹکار ہوئی، نصیحت کا خاصا حصّہ وہ بھلا بیٹھے ان کی خیانت کی خبر رسول اللہ ﷺ کو ملتی رہے گی، اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔	۵۱
۱۴	نصارٰی سے بھی عہد و پیمان لیا گیا انہوں نے بھی ایمان و عمل کے عہد کو بھلا دیا، راہِ حق سے ہٹ گئے، باہم بغض وعداوت کی آگ اللہ تعالیٰ نے ان میں بھڑکائی جو قیامت تک باقی رہے گی جو کچھ انہوں نے کیا اللہ تعالیٰ سب کچھ انہیں بتا دے گا۔	۵۴
۱۵	اے اہلِ کتاب! ہمارے رسول تمہارے پاس آگئے تم بہت سی باتوں کو پوشیدہ رکھتے رہے یہ قرآن تاریکی اور گمراہی کے اندھیرے سے نکال کر علم وبصیرت کا نور عطا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن اور واضح کتاب آچکی ہے۔	۵۴
۱۶	اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی توفیق سے اندھیرے سے نکال کر روشنی کی سمت لے جاتا ہے اور صحیح راہِ ہدایت کی سمت ان کی راہنمائی کرتا ہے۔	۵۴
۱۷	کُفر کی راہ اختیار کی انہوں نے جو یہ کہا کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام ہی اللہ ہے، رب اگر ابن مریم اور مریم کو ہلاک کرنا چاہے تو کوئی بچانے والا نہیں ہے۔	۵۷
۱۸	قرآن میں حُکم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی گروہ کو نجات کا پروانہ عطا نہیں کیا نجات اور کامیابی رَبّ کے ہاتھوں میں ہے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بخشش عطا کرے اور جسے چاہے عذاب میں مُبتلا کر دے۔	۵۷
۱۹	یہود ونصارٰی کو بتایا جا رہا ہے کہ ہمارا رسول ایک وقفہ کے بعد آگیا ہے جو صاف صاف باتیں اور احکاماتِ باری تعالیٰ بیان کرتا ہے تم اُن کی پیروی کرو تا کہ یوم قیامت حُجت قائم رہے۔	۵۷
۲۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا تذکرہ کرو جس نے تم ہی میں سے انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہت دی تھی وہ کچھ دیا جو کسی کو نہیں دیا۔	۶۲
۲۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارضِ مُقدس (ملک کنعان) میں داخل ہونے کا حُکم دیا اور نُصرت باری تعالیٰ کی بشارت بھی سنائی، جہاد سے اعراض مت کرو، لیکن وہ خسارے میں جا پڑے۔	۶۲
۲۲	لیکن انہوں نے کہا وہاں بڑے طاقت ور لوگ ہیں اُن کے مقابلے کی ہم میں توانائی نہیں جب تک وہ نکل نہ جائیں ہم وہاں ہرگز نہیں جائیں گے، اُن کے نکلنے کے بعد ہم وہاں چلے جائیں گے۔	۶۲
۲۳	وہ افراد جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا تم اُن کے دروازے تک رسائی حاصل کرلو، پھر یقیناً غالب آجاؤ گے، مؤمن کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے۔	۶۲
۲۴	موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جواب دیا، جب تک وہ وہاں ہیں ہم وہاں جانے کو تیار نہیں، ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے آپ اور آپ کا رَبّ جائے اُن سے برسر پیکار رہے۔	۶۲
۲۵	موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرا اختیار صرف میری جان پر ہے، بجز اپنے اور بھائی کے کسی پر میرا اختیار نہیں، ہم میں اور اُن نافرمانوں میں جُدائی کر دے۔	۶۲
۲۶	پھر اللہ تعالیٰ کے حُکم سے ان پر زمین حرام کر دی گئی وہ جزیرہ میں چالیس برس تک پڑے رہے یہ خانہ بدوش اِدھر اُدھر بھٹکتے رہے۔ فاسق لوگوں کے انجام	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	کے بارے میں رنجیدہ ہونے کی آپ کو ضرورت نہیں۔	۶۲
۲۷	حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کے احوال سے انہیں مُطلع کرو، ان دونوں نے نذرانہ دیا، ایک کی نذر رقربانی مقبول ہوئی، دوسرے بیٹے کی نہیں، اس نے کہا کہ میں تمہیں قتل کردوں گا، اللہ تبارک وتعالیٰ پرہیزگاروں کا عمل ہی مبرور کرتا ہے۔	۶۷
۲۸	گوکہ تم میرے قتل پر آمادہ ہو لیکن میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گا میں ربّ کائنات سے خوف کھاتا ہوں۔	۶۷
۲۹	میری خواہش تو یہ ہے کہ تو میرا گناہ اور اپنے گناہ اپنے سر پر رکھ لے اور جہنم والوں میں شامل ہو جائے، ظالموں کا تو یہی صلہ ہے۔	۶۷
۳۰	ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو قتل کر دیا جس سے وہ خسارہ پانے والوں میں شامل ہو گیا۔	۶۷
۳۱	پھر باری تعالیٰ نے ایک کوّے کو بھیجا جو زمین کھود رہا تھا تاکہ اسے بتایا جائے کہ بھائی کی نعش کو کس طرح دفن کیا جائے، پھر بڑا پشیمان ہوا اور اپنے کئے پر ندامت ہوئی۔	۶۷
۳۲	بنی اسرائیل کے لئے یہ حُکم تحریر کر دیا گیا کہ کسی انسان کا ناحق قتل ایسا جرم ہے جیسا کہ گویا تمام نسل کو قتل کیا جس نے کسی ایک شخص کی جان بچائی گویا تمام انسانوں کو زندہ کیا، بہت سے رسولوں کے پاس واضح دلیل آنے کے باوجود اکثر لوگ ظلم اور زیادتی کرنے والے ہیں۔	۷۱
۳۳	جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول سے جنگ کریں رفساد برپا کریں ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے یہ تو دنیاوی سزا ہے اور آخرت میں اُن کے لئے شدید عذاب ہے۔	۷۱
۳۴	درِ توبہ کُھلا ہوا ہے ہاں جو لوگ اس سے قبل توبہ	

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	کرلیں انہیں آئندہ نیکی نصیب ہوگی اور آخرت کی بخشش نصیب ہوگی۔	۷۱
۳۵	مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے! ربّ کے قُرب کے متلاشی رہو تاکہ فلاح وصلاح پاؤ۔	۷۵
۳۶	جو لوگ راہِ کفر اپنائے ہوئے ہیں روزِ قیامت عذاب سے نجات پانے کے لئے کائنات کی تمام دولت بھی فدیہ کر دیں تو اُن کا عذاب سے بچنا ممکن نہیں۔	۷۵
۳۷	دُوزخ کی آگ سے نکل بھاگنے کی کاوش کریں تو بھی کامرانی نہیں پاسکتے۔	۷۵
۳۸	چور، مرد ہو یا عورت، چوری کرنے پر دونوں کے ہاتھ کاٹنے کا حُکم ہے یہ صلہ ہے اس کا جو عذاب انہوں نے مُول لیا۔	۷۵
۳۹	پھر توبہ کے بعد اصلاح کی جائے تو اللہ تعالیٰ کا نظر کرم اس پر ہوگا۔	۷۵
۴۰	جان جائیے! اللہ تعالیٰ کی حکومت آسمان و زمین پر ہے وہ سزا دینے اور معافی دینے کا کُلّی اختیار رکھتا ہے۔	۷۵
۴۱	اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! کفر میں سبقت کرنے والوں پر کبیدہ خاطر ررنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں، کسی کی بات کی کُھوج میں رہنا، دل میں کُچھ رکھنا، زبان سے کُچھ کہنا اور ادا کرنا، اِدھر کی بات اُدھر، اُدھر کی بات اِدھر پہنچایا یہ ایمان اور صداقت کے منافی عادت ہے، کلام اللہ کے الفاظ کو اُن کے صحیح مفہوم سے پھیر کر اس کے دیگر معنی بتانا اور دوسروں کو غلط سمت پر لے جانے والے لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پاک نہیں کرتا، ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں رُسوائی ہے اور یہ طرزِ عمل مُنافقین کا ہے آخرت میں اُن کے لئے سخت سزا ہے۔	۸۰
۴۲	یہ کان لگا لگا کر جھوٹ سننے والے، اور مالِ حرام کھانے والے ہیں، اگر یہ آپ ﷺ کے پاس فیصلہ	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	کے لئے آتے ہیں آپ ﷺ کو مجاز راختیار ہے کہ آپ فیصلہ کر دیجئے! فیصلہ کرنا ہے تو عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے اللہ تعالیٰ انصاف رعدل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔	٨٠
٤٣	جب اُن کے پاس تورات موجود ہے جس میں احکام الٰہی ہیں تو یہ فیصلہ اس کے مطابق کیوں نہیں کرتے، حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ایمان اور ایقان والے ہیں ہی نہیں۔	٨٠
٤٤	اللہ تعالیٰ نے پہلے تورات اُتاری، پھر انجیل اور اب قرآن نازل ہوا یہ سب کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کا نگہبان ہے، اللہ تعالیٰ کے تمام نبی اللہ تعالیٰ کے اطاعت گذار تھے، اس کے مطابق اہلِ یہود کے احبار کو حُکم دیا گیا، اے اہلِ یہود! اتباعِ حق میں انسانوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں! اللہ تعالیٰ کی آیات کو دینوی نفع کی خاطر سستے دام فروخت مت کرو، جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق حُکم نہ دے وہ کافر ہے۔	٨٤
٤٥	تورات میں اہلِ یہود کو بتا دیا گیا ہے کہ جان کے بدلے جان، ناک کے عوض ناک، اور کان کے بدلے میں کان، تورات میں قصاص کے حُکم کی تفصیل ہے جو لوگ اللہ کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔	٨٤
٤٦	عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیجا گیا، جو تورات کی تصدیق کرنے والے تھے انہیں اِنجیل عطا ہوئی جو سراپا نور اور ہدایت تھی۔	٨٤
٤٧	اِنجیل والوں کو چاہئے کہ اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اس کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ بدکار رفاسق ہیں۔	٨٨
٤٨	قرآن محمد ﷺ پر نازل ہوا، جو اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اب اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلہ کیا جائے اور لوگوں کی خواہشوں کی اِتباع نہ کی جائے ہر گروہ کے لئے ایک دین ہے شریعت ہے اور منہاج ہے اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو سب کو ایک دین بنا دیتا، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ جو کچھ تمہیں دیتا ہے اُس میں تمہیں آزمائے تو نیکی اپنانے میں جلدی کرو، تم سب کو اللہ کی طرف رجوع ہونا ہے وہ تمہیں سب کچھ بتا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہتے ہو۔	٨٨
٤٩	اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو حُکم دیا گیا کسی فریق کے مابین جو فیصلہ کیا جاتا ہے عدل کے ساتھ ہو، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہو، کو اُن کی خواہشات کی اتباع کرنے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ ان کی نافرمانی کے سبب ان کے گناہوں کی سزا دے گا کیونکہ بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔	٨٨
٥٠	کیا یہ عہدِ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں جو ایمان اور یقین رکھنے والے ہیں اُن کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر حُکم دینے والا اور کون ہے۔	٨٨
٥١	ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ جو اُن کو رفیق بنائے گا وہ اُنہی میں سے سمجھا جائے گا اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔	٩٤
٥٢	جو مُنافق ہیں وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر دوڑ دوڑ کر کافروں میں گھس رہے ہیں عنقریب اِن کو اپنے کئے پر پچھتاوا ہوگا۔	٩٤
٥٣	منافق کا طرزِ عمل بتایا گیا وہ قسم کھاتے ہیں اس میں بھی پُر خلوص نہیں ان کا انجام بُرا ہوگا ان کے اعمال ضائع ہوگئے۔	٩٤
٥٤	جو اپنے دین سے باغی ہو گیا تو اللہ تعالیٰ عنقریب ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ہوگی	

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھے گی مسلمانوں کی شان تو یہ ہے کہ آپس میں نرم خو ہیں اور دشمن کے لئے سخت، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی انہیں قطعی پرواہ نہ ہوگی۔	۹۷
۵۵	مسلمانوں کا رفیق اور معاون و مددگار اللہ تعالیٰ ہے اللہ کا رسول اور اہلِ ایمان جو نماز کے قیام کا اہتمام کرتے ہیں وہی خشوع خضوع کرنے والے ہیں۔	۹۷
۵۶	جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور اہلِ ایمان کو اپنا معاون (مددگار) بنائے گا وہ ''حزبُ اللہ'' ہے اور اللہ تعالیٰ کی جماعت انسانوں سے مغلوب نہیں ہوتی۔	۹۷
۵۷	مسلمانو! یہود، نصاریٰ اور مشرکین نے تمہارے دین کو ''ہنسی کھیل'' بنائے ہوئے ہیں تم انہیں اپنا دوست مت سمجھو اگر تم اہلِ ایمان ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔	۱۰۰
۵۸	جب تم نماز کے لئے ندا، اذان دیتے ہو تو یہ اسے ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں کیونکہ یہ عقل سے عاری ہیں۔	۱۰۰
۵۹	اہلِ کتاب کو بتایا جارہا ہے کہ قرآنِ حمید تمام سابقہ سچائیوں رکتابوں اور صحفِ سماوی کی تصدیق کرتا ہے پھر تم کیا اس وجہ سے ہم سے دشمنی کررہے ہو کہ ہم اس پر ایمان لے آئے اے یہودیو! نصرانیو! تمہاری اکثریت نافرمان ہے۔	۱۰۰
۶۰	اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی گروہ بدتر ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ کے احکامات سے سرکشی کی جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور غضب اُتارا ان میں بعض کو بندر اور سؤر بنادیا یہ راہِ ہدایت سے بھٹکنے والے لوگ ہیں۔	۱۰۰
۶۱	یہودیوں کا فریب اور نفاق یہ ہے کہ دعویٰ ایمان کا ہے اور دلوں میں کفر لئے آتے تھے اور کفر کے ساتھ چلے گئے جو کچھ یہ پوشیدہ رکھ رہے ہیں اللہ جل جلالہٗ اس سے واقف ہے۔	۱۰۲
۶۲	ان میں اکثر کو آپ دیکھیں گے یہ گناہ، ظلم اور حرام کھانے کی طرف مائل ہیں یہ سب بُرے اُمور انجام دے رہے ہیں۔	۱۰۲
۶۳	جانے ان کے علماء اور عابدوں کو کیا ہوگیا ہے انہیں جھوٹ کہنے اور حرام کھانے سے منع نہیں کرتے بڑا بُرا کام ہے جو یہ کررہے ہیں۔	۱۰۲
۶۴	اہلِ یہود کی گستاخی تو دیکھئے کہ جب حق تعالیٰ نے اپنی راہ میں خرچ کرنے کی تلقین کی تو کہا: ''اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ کو قرض دینے سے تعبیر کیا اور کہا فقیر ہوگیا ہے'' اس لئے ان پر لعنت ہوئی عیسائیوں کی طرح یہودی فرقوں میں تقسیم ہوگئے ان کے مابین بغض، عناد اور عداوت ڈال دی گئی، قیامت تک کے لئے۔	۱۰۲
۶۵	اگر اہلِ کتاب ایمان قبول کرتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کی تقصیر معاف کردیتا اور ان کو نعمتوں کی جنت نصیب ہوتی۔	۱۰۲
۶۶	اگر یہ توراۃ اور انجیل پر عمل پیرا ہوتے تو اُن پر اوپر سے اور قدموں سے برکت کی روزی ملتی ایک جماعت اُن میں درمیانہ روش اختیار کئے ہوئے ہے اور باقی ماندہ کے اعمال بُرے ہیں۔	۱۰۲
۶۷	اے اللہ کے رسول ﷺ! جو کچھ آپ پر نازل ہوا اللہ تعالیٰ کے بندوں تک پہنچا دیجئے اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو حق رسالت ادا نہیں کیا اللہ تعالیٰ آپ کو انسانوں کے شر سے محفوظ رکھے گا، اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔	۱۰۷
۶۸	جب تک اصل کتاب توراۃ اور انجیل پر قائم نہیں رہ سکتے اور جو کچھ اُترا اس پر عمل نہیں کرتے تو وہ کسی راہ پر نہیں، اس کے سبب یہ کفر اور سرکشی میں اور بڑھ گئے آپ ﷺ اس پر ملول نہ ہوں۔	۱۰۷

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
۶۹	جولوگ قرآن کریم پر ایمان لائے وہ یہودی نصاریٰ یا صابی ہوں جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان کامل رکھے گا اُن کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی حزن وملال۔	۱۰۷
۷۰	بنی اسرائیل خواہشوں کے تابع رہے جب بھی اُن سے عہد و پیمان لیا گیا اُنہوں نے سرکشی اختیار کی، اپنے اَنبیاء کو قتل کیا۔	۱۰۷
۷۱	انہوں نے گمان کرلیا کچھ بھی کرگذرو کچھ نہ ہوگا اور نابینا اور بہرے بن گئے اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف توجہ کی پھر بھی اُن کی اکثریت اور زیادہ اندھی اور بہری ہوگئی۔	۱۱۰
۷۲	بلاشبہ وہ کافر ہوگئے، یہ کہنا کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام اللہ ہے اور تثلیث کا باطل عقیدہ اپنا لیا مسیح علیہ السلام نے ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی، ایک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے پر جنّت حرام کردی گئی اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہے۔	۱۱۰
۷۳	عیسائیوں کے دوسرے فرقے کا تذکرہ ہے جو تین خداؤں کا قائل ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی والدہ مریم علیہا السلام کو الٰہ ومعبود سمجھ لیا یہ لوگ اس کُفر سے باز نہ آئے تو دردناک عذاب تیار ہے۔	۱۱۰
۷۴	آخر انہیں کیا ہوگیا ہے اللہ تعالیٰ سے بخشش نہیں مانگتے اللہ تعالیٰ کی طرف جُھکتے کیوں نہیں اور توبہ کیوں نہیں کرتے۔	۱۱۰
۷۵	حضرت مسیح علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کے مقام کا تعین ہوگیا۔	۱۱۰
۷۶	حضرت مسیح علیہ السلام پیغمبر کے سوا اور کچھ نہیں، یہ دونوں انسانوں کی طرح کھاتے تھے اُن کی والدہ ایک نیک صفت عورت تھیں تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی ہستیوں کو خدا مانتے ہو جو نقصان اور نفع دینے کی طاقت ہی نہیں رکھتے۔ اللہ ہی خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔	۱۱۰
۷۷	اے حبیب (ﷺ)! کہہ دیجئے کہ اہلِ کتاب دین میں غُلو نہ کریں ان کرو اُن لوگوں کے نقش قدم پر نہ چلو جنھوں نے دوسروں کو گمراہی پر مائل کیا وہ سیدھے راستے سے ہٹ گئے/برے ہوگئے۔	۱۱۰
۷۸	بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے کُفر کا راستہ اختیار کیا حضرت داوٗد علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے اُن پر پھٹکار/لعنت ہوئی کیونکہ وہ حد سے تجاوز کرگئے۔	۱۱۴
۷۹	یہودیوں کی طرح کوئی جماعت بُرائی میں ملوث رہے اور دوسروں کو بُرائیوں سے باز نہ رکھے اس گروہ میں گمراہی اور شقاوت بہت ہی بُرا عمل تھا۔	۱۱۴
۸۰	اے رسول ﷺ! آپ دیکھیں گے جو لوگ دوستی کافروں سے رکھتے ہیں یقیناً اُن کا انجام خراب ہے اُن پر اللہ کا غضب نازل ہوگا۔	۱۱۴
۸۱	ایمان والوں کے دُشمن یقینی طور پر یہودی اور مُشرک ہیں، اگر ان میں ایمان ہوتا تو کافروں سے رسم دوستی نہ کرتے ان میں سے اکثر بدکار/فاسق ہیں۔	۱۱۴
۸۲	ایمان والوں کی دشمنی اور عداوت میں یہود اور مُشرکوں کو زیادہ پاؤ گے مسلمانوں کے قریب تر نصاریٰ ہیں ان میں علماء اور مشائخ دین گوشہ نشین ہوئے اس لئے غرور نہیں کرتے۔	۱۱۴
	عذر ہائے من پذیر مطالعاتی مضامین پر ایک تجزیاتی اور اجمالی نظر۔	۱۱۷

الحمدللہ پارہ اختتام پذیر ہوا

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾

اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا، کسی بُری بات کا برملا اظہار کرنا، اِلّا یہ کہ کسی پر ظلم ہوا ہے تو اور بات ہے، مظلوم کو اجازت ہے، اور اللہ تعالیٰ تو سب کچھ سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ (۱۴۸)

اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾

اگر تم کھول کر، ظاہر کرو کوئی نیکی یا اُس کو پوشیدہ رکھو یا مخفی رکھو یا کسی کی بُرائی سے درگزر کرو تو بلا شبہ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور بڑی قدرت والا ہے۔ (۱۴۹)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۙ﴿۱۵۰﴾

بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں کے ساتھ ارتکاب کُفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دونوں کے مابین تفریق کریں اور کہا کرتے ہیں (کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر ایمان نہیں رکھتے، گویا کہتے ہیں) کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہ مانیں گے اور چاہتے ہیں کہ ایمان اور کُفر کے درمیان، اختیار کریں کوئی اور راہ۔ (۱۵۰)

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾

یہ ہیں ٹھیک ٹھیک کافر، گویا ایسے ہی لوگ اصل کافر ہیں، درحقیقت ہم نے کافروں کے لئے منکرین کے لئے ذِلّت کا رُذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۱۵۱)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾

اور جو لوگ ایمان لائے، اللہ تعالیٰ اور اُس کے تمام رسولوں پر اور اُن میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا، یہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اجر سے نوازے گا اور اللہ تعالیٰ تو بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔ (۱۵۲)

الفاظ ومعانی آیت ۱۴۸ تا ۱۵۲

﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ﴾ نہیں پسند کرتا اللہ تعالیٰ۔ ﴿الْجَهْرَ﴾ آشکار کرنا رظاہر کرنا۔ ﴿جَهْرَ﴾ زور سے کہنا رعلانیہ کہنا، دیکھنے یا سننے میں کسی بات کے رشتے کے کھلم کھلا ظاہر کرنے کو جَھْر کہا جاتا ہے قواعد کے مطابق اسم ہے۔ ﴿بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ﴾ بُری بات کو۔ ﴿اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾ مگر جس پر ظلم کیا گیا ہے ظالم کی بُرائی ظاہر کرے رمظلوم کو اجازت ہے۔ بُرائی کرنا یا کھلے عام بُرائی کرنا ناپسندیدہ فعل ہے مگر ظالم کا ظلم لوگوں سے بیان کیا جاسکتا ہے تاکہ وہ لوگ اس سے بچ کر رہیں۔ حدیث میں مذکور ہے کہ ایک آدمی نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں آ کر عرض کیا کہ میرا ہمسایہ مجھے ایذا پہنچاتا ہے آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ "تم اپنے مال اسباب نکال کر باہر راستے میں رکھ دو" اس نے اس پر عمل کیا ہر راستے پر گزرنے والا دریافت کرتا تو وہ بتاتا کہ ہمسایہ ظالمانہ برتاؤ کرتا ہے، ہر کوئی یہ سن کر پڑوسی پر ملامت کرتا، ہمسایہ نے اس صورتِ حال کو دیکھ کر معذرت طلب کی اور پھر تکلیف نہ دینے کا فیصلہ کیا اور اس سے اپنا سامان اندر رکھنے کی درخواست کی۔ (بحوالہ سنن ابی داؤد، کتاب الادب)

Marfat.com

﴿اِنۡ تُبۡدُوۡا خَیۡرًا اَوۡ تُخۡفُوۡہُ اَوۡ تَعۡفُوۡا عَنۡ سُوۡٓءٍ﴾ ''تُبۡدُوۡا'' ظاہر کرو، اگر تم عیاں کرو بھلائی اور اطاعت۔ ﴿تُخۡفُوۡہُ﴾ اسے پوشیدہ رچھپا کر کرو، ﴿تَعۡفُوۡا﴾ معاف کرو در گذر کرو، قواعد کے مطابق مضارع کا صیغہ ہے جمع مذکر حاضر معافی اور درگذر فرمانا۔ ایک احسن کام ہے جو اس کو اختیار کرے گا اللہ ﷻ کی رحمت کا حق دار ہوگا ﴿نَکۡفُرُ﴾ نہیں مانتے، ہم عہد کفر کرتے ہیں قواعد کے مطابق مضارع معلوم متکلم۔ ﴿وَنَکۡفُرُ بِبَعۡضٍ﴾ اور کفر کرتے ہیں بعض کے ساتھ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہودی کہتے ہیں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں موسیٰ علیہ السلام پر اور حضرت عزیر علیہ السلام پر اور کفر کرتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے ساتھ۔ (بحوالہ تفسیر قادری ۱۸۸۷ء)

﴿وَیُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّفَرِّقُوۡا﴾ اور چاہتے ہیں کہ جدائی ڈالیں، اور چاہتے ہیں کہ فرق پیدا کریں۔

﴿بَیۡنَ اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ﴾ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں کے مابین، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں کے درمیان تفاوت پیدا کرنا اس بات کی دیل ہے کہ اللہ تعالیٰ پر تو ایمان کا اقرار کرلیا، وحی اور رسالت کا انکار کیا اس انکار میں اُن کی انانیت کا عکس نظر آرہا ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری تو کرتے ہیں انہیں اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم ہے۔

﴿اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا﴾ کہ نکالیں بیچ اس کے ایک راہ، بعض انبیاء کی ضرورت کا اقرار اور بعض کا انکار کرکے جو یہ درمیانی راستہ کے متلاشی لوگ ہیں فی الحقیقت '' ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ '' یہی اَصل کافر ہیں اور کُفر کو اسلام بتانے پر تلے ہوئے ہیں'' عَذَابًا مُّہِیۡنًا ''......الخ ذِلّت کا عذاب ان ہی لوگوں کے لئے تیار کرکے رکھا گیا ہے۔ انہیں بھی صرف عذاب ہی نہیں بلکہ رُسوائی کا بھی سامنا ہے۔ ﴿اُجُوۡرَہُمۡ﴾ اجر اس کے وعدہ کے مطابق اور موافق۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۴۸ تا ۱۵۲

آیت ۱۴۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں کہ بدگمانی اور بُری بات کا پرچار برسرِ عام کیا جائے۔ بعض لوگوں کا تو شغل یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کی عیب جوئی میں لگے رہتے ہیں اور اپنی انا کی تسکین کے لئے لوگوں کی دل آزاری کرتے ہیں اس لئے اس آیت میں وضاحت کی گئی ہے کہ بدگوئی پر زبان کھولنے کی چنداں ضرورت نہیں، جس شخص پر کوئی ظُلم کرے تو مظلوم کو اس کے ظُلم کی شکایت کرنے کی اللہ تعالیٰ بھی اجازت دیتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ النحل آیت ۱۲۶ پارہ رُبَما (۱۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِہٖ ؕ

''اور تم کو اجازت دی جاتی ہے کہ تمہیں جتنا ستایا گیا ہو اس تکلیف رایذا پر اتنا ہی بدلہ لے سکتے ہو''

خیال رہے کہ بدلہ لینے میں زیادتی نہ ہونے پائے ورنہ تمہارا شمار ظالموں میں ہوجائے گا اس مفہوم سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ اس ظُلم کا اظہار لوگوں سے کرے تو یہ غیبت نہیں اللہ تعالیٰ تو سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

آیت (۱۴۹) میں بتایا جارہا ہے کہ کسی کے عیب تلاش کرنا اس کی بُرائی کا اظہار کرنا انتہائی نازیبا حرکت ہے اگر کسی پر ظُلم

ہوا ہے تو وہ حکایت اور شکایت تو بیان کرسکتا ہے لیکن حق تعالیٰ باوجود قدرت رکھنے کے سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ آدمی کو سدھرنے اور سدھارنے کا موقع دیتا ہے انسان بھی اسی طرح دیتا رہے، تو یہ زیادہ اچھی بات ہے اس لئے سورۃ الشوریٰ پارہ ۲۵ اِلَیْہِ یُرَدُّ میں ارشاد ہوا کہ '' وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا '' ''اور برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے''

اس آیت میں اصل مدعا تو یہ بیان ہوا کہ برائی کو معاف کردیا جائے۔ عفو اور درگزر سے کام لینا، خود ایک بڑی نیکی ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں مذکور ہے کہ ''معافی دینے سے حق تعالیٰ عزت میں اضافہ فرماتا ہے'' (بحوالہ صحیح مسلم کتاب البروالصلۃ والادب باب استحباب العفو والتواضع)

آیت ۱۵۰ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ ''ایمان باللّٰہ'' اللہ تعالیٰ کے سب کے سب رسولوں پر کامل ایمان لانے سے قائم اور دائم رہتا ہے جو کوئی ایک رسول کو تسلیم کرے اور دوسرے کا انکار کرے وہ کافر ہے ایمان والا تو وہی ہے جو تمام نبیوں پر اور رسولوں پر ایمان لائے کسی ایک رسول کے ایمان سے منکر ہونا عمارتِ ایمان کو منہدم کرنے کے مترادف ہے۔

آیت ۱۵۱ میں اظہار بیان ہے کہ چونکہ یہود میں نفاق کی عادت زیادہ ہوتی ہے وہ اس کوشش میں سرگرداں ہیں کہ اسلام اور کُفر کے درمیان ایک نیا مذہب اپنائیں، ایسے لوگوں کے لئے بتایا جارہا ہے کہ ایسے ہی لوگ دراصل کافر ہیں اُن کے لئے رُسوائی، خواری، اور ذِلّت کا عذاب تیار ہے گویا اس آیۃ کریمہ میں قرآن نے کافر کے جہنمی ہونے کا کُھلم کُھلا اعلان کردیا۔

آیت ۱۵۲ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام نبی اور رسولوں پر ایمان لائے اور کسی میں کوئی فرق نہیں برتا، جو تمام انبیاء کو مانتے ہیں اُن کے لئے انعام ہی انعام اور اکرام ہی اکرام ہے ایسے ہی لوگ کامیابی سے ہمکنار ہونے والے ہیں، جنہیں عنقریب اُن کے اَجر سے سرفراز کیا جائے گا، چونکہ باری تعالیٰ کی رحمت عام ہے اہلِ ایمان کے لئے، اس لئے ایمان لانے سے قبل جس قدر بھی زیادہ گناہ اور مَعصیّت سَرزد ہوگئی وہ تمام خطائیں اور گناہ بخش دیئے جائیں گے اللہ تعالیٰ کی ایک صفت رحیم ہے وہ ابرِ رحمت والا ہے اس لئے فیضِ ایمان کی برکت سے سب اہلِ ایمان اجر اور ثواب کے مستحق ہیں۔

آیت ۱۴۸ تا ۱۵۲ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

جماعتی زندگی میں کسی گُروہ رطبقہ کے اگر پُر خطر برائی اثر انداز ہو رہی ہے تو اس کا مُداوا کیا جانا ضروری ہے، برائی کی قباحت اور نتائج بد کو پیشِ نظر رکھ کر، انجام کار کی بہترین انداز میں وضاحت کی جائے یہاں یہ ہدایت کردی گئی ہے کہ برائی کا بَرمَلا اظہار اور بیان اس شخص کے لئے جائز ہے جس پر ظلم ہوا ہو، دوسروں کی برمَلا برائی کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا، نیکی کو پوشیدہ رکھنا چاہئے اور کسی برائی سے درگزر کیا جائے بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور قدرت والا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مکمل کُفر کے دائرے میں یہ اہلِ کتاب شامل ہیں درحقیقت جو اللہ تعالیٰ پر ایمان اپنے شرائط پر لانے کے لئے کوشاں ہیں اُن کو تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا چاہئے سچی بات تو یہ ہے کہ کسی بھی فرد کا صریح الفاظ میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں کا انکار صرف کُفر ہی نہیں صریحاً کُفر کی علامت ہے جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے اور اُن کے مابین کوئی تفاوت رتفریق نہیں رکھتے یہ وہی لوگ تو ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اجر دے گا۔

Marfat.com

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾

اے محبوب (ﷺ)! یہ اہلِ کتاب سوال کرتے ہیں کہ آپ اُن پر آسمان سے کوئی تحریر کتاب اتار لاؤ، وہ تو موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑے بڑے سوال کر چکے ہیں یہاں تک کہہ دیا دکھا ہمیں اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا / اعلانیہ دکھا دو، اُن کے اس ظُلم کے سبب، انہیں برق / بجلی کی کڑک نے پکڑ لیا تھا، باوجودیکہ اُن کے پاس بہت سی نشانیاں / دلیلیں آ چکی تھیں انہوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا اور اس کی پرستش کرنے لگے تو ہم نے تب بھی معاف کر دیا / بخش دیا اُن کا یہ سنگین جرم، اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو روشن غلبہ دیا اور صاف دلیلیں عطا کی تھیں۔ (۱۵۲)

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِى السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾

اور ہم نے اُن پر کوہِ طور کو بلند کر دیا، قول و قرار لینے کے بعد / پختہ عہد لینے کے بعد اور حُکم دیا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے، داخل ہو، اور اُن سے کہا کہ قانونِ سبت نہ توڑو اور ہفتہ کے دن حد سے نہ بڑھنا، اور ہم نے اُن سے پختہ وعدہ لے کر ہی چھوڑا۔ (۱۵۴)

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾

اُن کو جو سزا ملی، اُس کا سبب اُن کی عہد شکنی تھی اور انہوں نے انکار کیا حق تعالیٰ کی آیات کا، اور یہاں تک کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق قتل کیا اور گستاخانہ لہجہ میں کہنے لگے کہ ہمارے دل پر غلاف ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُن کے کُفر کی وجہ سے، اُن کے دلوں پر مہر ثبت کر دی، بس اُن میں کم ہی لوگ ایمان لائیں گے۔ (۱۵۵)

وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾

اور اُن کے کُفر کے سبب جو انہوں نے مریمؑ پر بڑا بہتان باندھا تھا ہم نے اُن پر لعنت کی پھٹکار برسائی۔ (۱۵۶)

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِىْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾

اور اُن کا یہ کہنا کہ ہم نے قتل کر ڈالا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرزند مریمؑ کو، جو اللہ تعالیٰ کے رسول تھے حالانکہ نہ تو انہوں نے قتل کیا انہیں، اور نہ صلیب / سولی پر چڑھایا، اُن کے آگے عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ بن گئی، جس کا اُن کو شبہ پڑ گیا، اور جو لوگ کئی باتیں اختلاف کی کرتے ہیں اُن کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں انہیں اس کی کچھ خبر نہیں! یہ اس گمان کی پیروی ہے کہ یہ بات یقینی ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہ کر سکے۔ (۱۵۷)

الفاظ و معانی آیت ۱۵۳ تا ۱۵۷

﴿ يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ ﴾ سوال / مطالبہ کرتے ہیں اہلِ کتاب آپ ﷺ سے۔ ﴿ تُنَزِّلَ ﴾ تو اتار لائے، اتارے، یہ

تَنزِیْلٌ سے مضارع کا صیغہ (واحد مذکر) گرائمر/قواعد کے مطابق۔

﴿فَاَخَذَتۡهُمُ الصّٰعِقَةُ﴾ سو آپڑی برقِ تپاں/پکڑ لیا تھا بجلی کی کڑک نے "اَخَذَتۡهُمُ" اُن کو پکڑ لیا قواعد کے مطابق اَخَذَتْ ماضی کا صیغہ (واحد مؤنث غائب)۔ ﴿تَعۡدُوۡا﴾ تجاوز کرو/حد سے بڑھو۔ ﴿لَا تَعۡدُوۡا﴾ تم حد سے نہ بڑھو، تم تجاوز نہ کرو، قواعد کے مطابق فعل نہی معروف جمع مذکر حاضر۔ باب نصر عدوٌ، عدوانٌ سے مضارع یَعدو ﴿نَقۡضِهِمۡ﴾ اُن کے توڑ دینے کی وجہ سے قواعد کے مطابق مصدر ہے۔

﴿وَمَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ﴾ اور نہیں قتل کیا اس کو اور نہ صلیب پر چڑھایا/اور نہ اسے سولی پر چڑھا سکے۔

﴿وَلٰكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ﴾ اور وہی شکل/صورت بن گئی اُن کے آگے ﴿شُبِّهَ﴾ تَشْبِیْہ، سے قواعد کے مطابق فعل ماضی مجہول کا صیغہ (واحد مذکر غائب) ﴿شَكٍّ﴾ شک، شَکَّ، یَشُکُّ (باب نصر) کا مصدر شکوک جمع، بطور اسم مستعمل ہوا ہے۔

﴿وَلٰكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت ضحاکؒ رقمطراز ہیں کہ جب اہلِ یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنایا تو آپ علیہ السلام کے حواری ایک جگہ اکٹھے ہو گئے حضرت مسیح علیہ السلام بھی اُن کے درمیان تشریف فرما ہوئے ابلیس کی چال دیکھیے، کہ اُن نے چار ہزار آدمیوں کے دستہ کے ساتھ چار ہزار آدمیوں کو جمع ہونے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ دیا، انہوں نے مکان کا محاصرہ کر لیا حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "تم میں سے کون اس بات پر راضی ہے کہ وہ باہر نکلے اور اُس کو مار دیا جائے اور پھر بہشت میں میرے ساتھ ہو" ایک آدمی نے اپنے آپ کو پیش کر دیا آپ علیہ السلام نے اس کو اپنا عمامہ اور کُرتا عطا کیا پھر آپ علیہ السلام کی مشابہت ڈال دی گئی جب وہ باہر نکلا تو یہود اس کو پکڑ کر لے گئے اور سولی پر چڑھایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُٹھا لیا گیا۔ (بحوالہ قرطبی)

بعض روایات میں مذکور ہے کہ یہودیوں نے "طیطلانوس" نامی شخص کو مسیح ابن مریم علیہ السلام کے قتل کے واسطے بھیجا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مکان میں نہیں پائے گئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اُٹھا لیا تھا یہ آدمی جب گھر سے نکلا تو ہمشکل عیسیٰ بنا دیا گیا تھا یہود یہ سمجھ بیٹھے یہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور انہوں نے اپنے ہی آدمی کو لے جا کر قتل کر دیا۔
(بحوالہ تفسیر مظہری، فتح القدیر)

﴿مِنۡ عِلۡمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ﴾ اُن کے پاس صحیح علم کی اساس پر کوئی بات یقینی نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ پیروی کرتے ہیں ظن کی/گمان کی۔ ﴿وَمَا قَتَلُوۡهُ يَقِيۡنًا﴾ اور نہیں قتل کیا انہوں نے اس کو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہم صورت شخص کو قتل کرنے کے بعد ایک گروہ کا تو یہ کہنا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا گیا ہے جبکہ دوسرا گروہ جنہوں نے اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا کہ مطلوب فرد عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نہیں کوئی اور فرد ہے بعض کا کہنا ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر جاتے ہوئے بھی دیکھا ہے "اِنَّ الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا" "جو لوگ اختلاف کرتے ہیں" اس اختلاف سے لوگ غلط خیال میں مبتلا ہیں۔ اس سلسلے میں نصاریٰ کے قول کی تو کوئی سند ہی نہیں امام رازیؒ نے تین مشہور فرقوں کی نشاندہی کی ہے۔ ❶......نسطوریہ۔ ❷......ملکانیہ۔ ❸......یعقوبیہ۔ نسطوریہ فرقہ کا خیال ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جسم کے ساتھ سولی دیئے گئے، لیکن ان کا "لاہوت" مصلوب نہیں ہوا۔ ملکانیہ کا خیال ہے کہ قتل و سولی،

Marfat.com

''لاہوت'' دونوں لحاظ سے مکمل ہوا۔ (بحوالہ فتح القدیر) یعقوبیہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں ناسوت اور لاہوت دونوں کو سولی دی گئی۔ (بحوالہ ضیاء القرآن از محمد کرم شاہ ازہریؒ) ارشادِ ربی ہے کہ اس بات کا صحیح علم کسی کو نہیں سب کچھ ظن وگمان کی نقش آرائی ہے بہر نوع وہ اختلاف اور شک کا شکار رہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۵۳ تا ۱۵۷

آیت ۱۵۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ بنی اسرائیل آقائے نامدار ﷺ سے سوال کرتے کہ آسمان سے تحریر کی ہوئی کتاب لے آؤ ہم اپنے ہاتھوں میں لے کر چھو کر پڑھ لینے کے بعد تب جا کر ایمان قبول کریں گے ان کا یہ مطالبہ محض عناد وبُغض کے سبب تھا۔ ربِّ جلیل نے فرمایا اُن سے قبل بھی لوگ موسیٰ (علیہ السلام) سے اس سے بڑھ کر سوال کیا کرتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار یعنی ربّ کو کھلم کھلا بلا حجاب دیکھنے کا مطالبہ کر دیا اس گستاخی عمل پر اُن پر برقِ تپاں آپڑی، بنی اسرائیل کا بھی عجیب حال ہے کہیں تو توحید پرستی کے طلب گار بنتے ہیں اور کہیں ایسی بدعقلی کی مثال کے گوسالہ پوجنے لگتے ہیں انہیں اتنا بھی احساس نہیں رہا کہ کس ذات نے اُن کے لئے سمندر میں خشکی کے راستے بنا کر انہیں فرعون کی گرفت سے آزاد کرایا، اُن کے عدو کو اُن کی نظروں کے سامنے غرق کر ڈالا حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ توراۃ جو آسمان سے لکھی ہوئی نازل ہوئی تھی اس کو کب انہوں نے تسلیم کیا اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے اِس سنگین جُرم کو معاف کر دیا گو کہ شرک، قبیح جُرم ہے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑا رُعب دیا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس گوسالہ کو ذبح کر کے نذرِ آتش کر دیا اس کی راکھ فضا میں دریا میں اُڑادی اور ستر ہزار آدمی گوسالہ کو سجدہ کرنے والے مارے گئے۔

آیت ۱۵۴ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اور ہم نے بلند کر دیا اُن کے اوپر کوہِ طور کو، اُن سے عہدِ میثاق لینے کے بعد، اور کہہ دیا تھا ❶ کہ شریعت کو تسلیم ہی کرنا ہوگا ورنہ پہاڑ کے نیچے دب کر کچل دیئے جاؤ گے اور اُن سے یہ کہا گیا تھا کہ جب ایلیاء شہر میں داخل ہونا تو عجز وانکساری اپنائے ہوئے، فرمانبرداری کے جذبہ سے سرشار ہو کر، سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے داخل ہونا اور سنیچر (سبت) کے دن مچھلیوں کا شکار نہ کرنا اور حد سے تجاوز نہ کرنا لیکن یہودیوں نے نافرمانی کی انہوں نے سربسجود ہونے کے بجائے سُرین پر سرکنا اور پھسلنا شروع کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب شہر پہنچے تو اُن پر دھوپ کے وقت وباء پھیلی، طاعون میں مبتلا ہوئے اور تقریباً ستر (۷۰) ہزار افراد مارے گئے۔ (بحوالہ تفسیر عثمانی علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)

آیت ۱۵۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ ان کی عہد شکنی اور آیات اللہ تعالیٰ کے ساتھ کُفر اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ناحق قتل کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اُن پر لعنت کی، اور یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہمارے قلوب تو غلاف میں محفوظ ہیں یہودی اپنی تعریف میں یہ کہتے ہیں کہ سوائے اپنے خیالات اور افکار کے کسی کی بات ہم پر اثر نہیں کرتی اسی موضوع کا بیان آیت ۸۸ سورۃ البقرہ پارہ الم میں آیا ہے۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝

---

❶ ......وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ''اور جب ہم نے اقرار لیا تھا تم سے اور اونچا کیا تم پر کوہِ طور'' (آیت ۶۳ سورۃ البقرہ پارہ الم) لیکن ان لوگوں نے باوجود اس قدر عہد پیماں کئے کہ اپنے وعدے سے پھر گئے۔

''اور کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلاف میں محفوظ ہیں! نہیں نہیں! اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار پڑی اُن پر، منکرین ہونے کے سبب، اب ان میں بہت تھوڑے ایمان لائیں گے''۔

جب حضور اکرم ﷺ نے اہلِ یہود کو ہدایت کی تو، انہوں نے کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں آپ کی بات وہاں تک نہیں پہنچ سکتی ربِّ جلیل کا ارشاد ہے کہ یہ بات نہیں بلکہ بہ سبب کُفر، اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر مُہر ثبت کردی ہے جس کے سبب اُن کو نعمتِ ایمان نصیب نہیں ہوسکتی البتہ چند لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے عبد اللہ بن سلام اور اُن کے رُفقاء۔

آیت ۱۵۶ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ یہودیوں کی سب سے بڑی سرکشی تو یہ تھی کہ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی دعوتِ حق سے انکار کیا اور حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان باندھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سنِ شباب کی عمر تک نہ کسی نے حضرت مریم علیہا السلام پر الزام لگایا اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ناجائز اولاد کا طعنہ دیا لیکن جب تیس برس کی عمرِ عزیز کو پہنچے اور نبوّت کے کام کا آغاز کیا اور یہودیوں کی بداعمالیوں پر ملامت کی تو انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کو مُوردِ الزام ٹھہرایا (بحوالہ تفہیم القرآن از سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ) '' بُهْتَانًا عَظِيمًا '' یہودیوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر زنا کا اتہام کیا، انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر یوسف نجار کے ساتھ زنا کرنے کا الزام باندھا نَعُوْذُ بِاللّٰہ' اُن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا۔

آیت ۱۵۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو قتل کردیا ہے اور اُن کو سولی دی ہے یہ دعویٰ ان کا سراسر دُروغ پر مبنی ہے عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ عیسیٰ علیہ السلام مریم کے بیٹے، اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اگر یہود کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ مانتے ہوئے انہوں نے آپ علیہ السلام کو قتل کرنے کی ٹھانی، سو وہ حضرت زکریا علیہ السلام اور یرمیا کو بھی نبی مانتے تھے لیکن اُن کو شہید کردیا، اتنا یقینی امر ہے کہ انہوں نے قتل نہیں کیا۔

آیت ۱۵۳ تا ۱۵۷ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

بھلا اس حقیقت سے کیا انکار کہ مدینہ منوّرہ کے منافق زیادہ تر یہودی ہی تھے اُن کا عجیب مطالبہ تھا سرکارِ دو عالم ﷺ سے، اگر آپ صادق ہیں تو آسمان سے ہمارے سامنے کتاب کا نزول کیوں نہیں ہوتا تاکہ ہم اپنی نظروں سے اُسے دیکھ لیں، ایسا مطالبہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی کرچکے تھے کہ وہ خود اپنی آنکھوں سے باری تعالیٰ کو دیکھ لیں، سچی بات تو یہ ہے کہ جو طالبِ حق ہوتا ہے وہ کبھی ایسی خواہشات اور فرمائش کا اظہار نہیں کرتا، بلکہ وہ تو یہ سوچتا ہے کہ جو احکامات صادر ہورہے ہیں وہ کیسے ہیں ان احکام کا صادر کرنے والا کون ہے اور اس کا عمل کیا ہے۔

ان آیات میں یہودیوں کی تاریخی سرکشی، اور گمراہی کی طرف نشاندہی کی گئی ہے جس سے یہ حقیقت آشکار ہوگئی ہے کہ حق کے مقابلے میں تکذیب اور فخر و افتخار میں مُبتلا گروہ اپنی شر پسندیوں میں مصروفِ عمل رہے تو، اگر اُن کا مطالبہ پورا بھی کر دیا جائے تب بھی وہ کسی بات کو تسلیم کرنے کے نہیں! اور کُفر کی تاریکی اور ظلمت میں وہ آگے بڑھتے ہی چلے جائیں گے ان آیات میں یہودیوں پر قرار داد جُرم عاید کردی گئی ہے انہوں نے اپنے عہد کو توڑا، انہوں نے باری تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا، انہوں نے انبیاء کو ناحق قتل کیا۔

❁❁❁❁❁

Marfat.com

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٥٨﴾

بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو (عیسیٰ علیہ السلام) کو اپنی طرف بلندی پر اُٹھالیا، اور اللہ تعالیٰ تو بڑا غالب اور پوری حکمت والا ہے۔ (۱۵۸)

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿١٥٩﴾

اور اہلِ کتاب میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو اپنی موت سے قبل عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لاچکے اور روزِ قیامت وہ اُن پر گواہ ہوں گے۔ (۱۵۹)

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿١٦٠﴾

پس (یہود) کے ظلم کے سبب اور حق تعالیٰ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے بہت سی پاکیزہ چیزیں جو اُن پر حلال تھیں اُن کو اُن پر حرام کردیا۔ (۱۶۰)

وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٦١﴾

اور اس لئے کہ وہ سود لیتے، حالانکہ اُن کو اس کی ممانعت ہو چکی تھی، اس سبب سے کہ وہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے اور ہم نے تو اُن کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۱۶۱)

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٦٢﴾

ہاں جو اُن میں علم میں کامل پختہ ہیں اور ایمان والے ہیں اور جو ایمان لاتے ہیں اُس پر جو آپ ﷺ پر نازل ہوا اور جو آپ ﷺ پر اتارا گیا، اس پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز کا صحیح اہتمام کرنے والے ہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں عنقریب ہم اجرِ عظیم عطا کریں گے۔ (۱۶۲)

الفاظ و معانی آیت ۱۵۸ تا ۱۶۲

﴿ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ﴾ بلکہ اُٹھالیا اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی طرف، اور محل کرامت پر لے گیا۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی بابت اظہار کئے گئے تمام نظریات کا بطلان ❶ کر کے اب قرآن خود بتاتا ہے کہ وہ کہاں گئے ارشاد ہوا انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ کبھی کبھی دل میں خیال آتا ہے کہ کہاں اُٹھالیا، تو اس کا سیدھا سادہ جواب ہے کہ آسمان پر رَفَعَ کے معنی بلند کرنا ہے اگر کسی شے کو نیچی جگہ سے اُٹھا کر اونچی جگہ رکھ دیا جائے یا کسی کا رُتبہ اور شانِ عظمت کو بلند کردیا جائے تو رَفَعَ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ آیت نمبر ۵۵ سورۂ آل عمران پارہ ۳ تِلْكَ الرُّسُلُ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ ...... الخ" اے عیسیٰ میں تم کو واپس بلانے والا ہوں اور اپنی بارگاہ میں بلند مرتبہ دینے والا ہوں۔"

❶ ......بطلان (ع) مذکر، تردید مٹانا، باطل ہونا بحوالہ فیروز اللغات، باطل، بے ثبات، جھوٹی بات، باطل، بطلان سے اسم فاعل واحد مذکر اس کو قیام ودوام حاصل نہیں ہوتا۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

اللہ ﷻ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اُٹھالیا احادیث صحیح مسلم شریف، صحیح بخاری شریف اور دیگر احادیث مُبارکہ میں تواتر کے ساتھ مذکور ہے کہ آسمان پر اُٹھائے جانے کے علاوہ قیامت کے قریب اُن کے نُزول اور دیگر کئی اُمور کے بارے میں تذکرہ ہے۔ آپ علیہ السلام کے دوبارہ جلوہ افروز ہونے کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دمشق میں منارہ شرقیہ کے قریب، اس وقت نزول فرمائیں گے جب صلوٰۃ الفجر کی امامت ہورہی ہوگی آپ علیہ السلام صلیب توڑ دیں گے جزیہ معاف فرمائیں گے اور خنزیر کو قتل کردیں گے اُن کے دور میں سب مسلمان ہوجائیں گے۔ دجال کا قتل بھی آپ علیہ السلام کے ہاتھوں سے واقع ہوگا یاجوج ماجوج کا بھی ظہور ہوگا اور ان کا فساد دفعۃً آپ علیہ السلام کی موجودگی میں رونما ہوگا بالآخران کی ہلاکت ہوجائے گی۔ (بحوالہ ابن کثیر)

﴿ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ اور اللہ تعالیٰ ہے غالب اور حکمت والا حق تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ کو کوئی ٹال نہیں سکتا جس کو اللہ تعالیٰ کی پناہ مل جائے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اللہ ﷻ کا یہ فیصلہ حکمت پر مبنی ہے۔

﴿ لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ﴾ ضرور ایمان لائیں گے اُن کی موت سے پہلے، اس آیت کی تفسیر حضرت ابو ہُریرہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ سے روایت ہے کہ قبل موته کا مفہوم قبل موت ابن مریم علیها السلام قرار پایا ہے اور یہ آیتِ مُبارکہ قُربِ قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں ہے۔ گویا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ابھی نہیں ہوئی بلکہ قیامت واقع ہونے سے پہلے وہ آسمان سے اتریں گے اور ربِّ جلیل کی تمام ترحکمتیں پوری ہوجائیں گی اس کے بعد اُن کی وفات ہوگی سورۃ زخرف آیت ۶۱ پارہ اِلَيْهِ يُرَدُّ ۲۵ میں ارشادِ ربی ہے:

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ

''اور یقینی طور پر عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی ایک نشانی/علامت ہیں پس تم قیامت کے بارے میں شک نہ کرو اور میرا کہا مانو!''

گویا اس آیتِ مُبارکہ سے اس بات کا علم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا، قیامت کی علامات میں سے ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو قیامت سے پہلے تشریف لائیں گے۔ (بحوالہ ابن کثیر)

﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴾ اور قیامت کے روز وہ گواہ ہوں گے اُن پر، گویا یہودیوں اور عیسائیوں نے مسیح علیہ السلام کے ساتھ، اور اس پیغام کے ساتھ جو دعوت آپ لائے اور جو معاملہ سرانجام دیا ہے اس پر آپ علیہ السلام حق تعالیٰ کی عدالت میں گواہی دیں گے یہ شہادت اُن کی اپنی زندگی کے حالات کے بارے میں ہوگی اس کا ذکر مزید سورۃ المائدہ آیت ۱۱۷، پارہ ۷ وَاِذَا سَمِعُوْا میں آیا ہے۔ '' وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ '' اور میں جب تک اُن میں رہا، گواہ رہا (ان کا حال پتہ رہا) اور پھر جب آپ نے مجھے اُٹھالیا (تو میں اُن کے حال سے بے خبر رہا) ﴿ حَرَّمْنَا ﴾ ہم نے حرام کردیا، تَحْرِيْم سے فعل ماضی کا صیغہ (جمع متکلم) قواعد کے مطابق۔

﴿ وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا ﴾ اور بوجہ اُن کے سود لینے کے، آج یہود گیتی کائنات میں بڑی سود خور قوم شمار کی جاتی ہے اس وقت بھی تورات میں واضح وضاحت موجود ہے جس میں سود لینے سے روکا گیا ہے ''اگر تو میرے لوگوں میں کسی محتاج کو جو میرے پاس

Marfat.com

رہتا ہو قرض دے تو اُس سے قرض خواہ کی طرح برتاؤ نہ کرنا، اور نہ اُن سے سود لینا'' (بحوالہ تورات خروج باب ۲۲-۲۵)

﴿نُهُوْا عَنْهُ﴾ منع کیا گیا اُن کو اُس سے ''نہی'' وہ روکے گئے ماضی مجہول (جمع مذکر غائب) قواعد کے لحاظ سے۔

﴿لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ﴾ لیکن جو پختہ رمضبوط رکامل ہیں علم میں، اُن میں سے وہ لوگ جو صحیح علم پر ہیں، بنی اسرائیل میں سے جن کا علم جامع اور مربوط ہے جیسے عبداللہ بن سلام جن کے پاس سطحی قسم کی معلومات نہ تھیں بلکہ وہ ٹھوس قابلیت رکھتے تھے، گویا جو اگلی پچھلی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۵۸ تا ۱۶۲

آیت ۱۵۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کرنے میں یہودی کامیابی حاصل نہیں کر سکے اور یہ کہ حق تعالیٰ نے اُن کو اپنی طرف اُٹھالیا قدرتی بات ہے ذہن ٹھیک میں سوال اُبھرتا ہے ''کہاں اُٹھالیا؟'' قرآن خود بتاتا ہے کہ آسمان پر، بات بالکل واضح ہے چنانچہ یہودیوں کا یہ کہنا اور عیسائیوں کی یہ رائے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی دے دی گئی تھی یہ دونوں دعوے اور عقیدے حرفِ غلط کی طرح غلط ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو پھانسی نہیں دی گئی تھی۔ قرآن اِس قول کی تکذیب کرتا ہے ''نہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا گیا نہ تختہ دار پر چڑھایا گیا'' یہ تمام پھیلے ہوئے نظریات کا بطلان ہے۔ اللہ جل جلالہ کی قدرتِ کاملہ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اُٹھالیا، آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد قیامت کے نزدیک اُن کا نزول ہوگا۔ یہ بات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ہے۔ اللہ جل جلالہ غالب اور حکمتوں والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے یہود لاکھ قتل کے منصوبے ترتیب دیتے رہے لیکن باری تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی حفاظت کا ذمہ لیا تو اللہ جل جلالہ کی قدرت، حکمت اور غلبہ کے سامنے اُن کے بنائے ہوئے منصوبوں کی قدر و قیمت ہی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ زبردست، قدرت والا اور حکمت والا ہے۔

آیت ۱۵۹ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اہلِ کتاب میں کوئی ایسا نہ ہوگا جو اپنی موت سے قبل عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر ایمان نہ لے آئے اور روزِ محشر عیسیٰ علیہ السلام ان اہلِ کتاب کے باطل عقائد اور نظریات کے خلاف گواہی دیں گے یہ لوگ اگرچہ فی الوقت، بغض وحسد میں مُبتلا ہونے کے سبب نظر شناس، آنکھوں سے دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں باطل خیالات میں گم ہیں اور دیکھا جائے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بھی انکاری ہو رہے ہیں لیکن ایک ایسی ساعت آنے والی ہے جب کہ اُن کی نگاہوں سے پردہ چاک ہوگا اور پھر انہیں یہ حقیقت آشکار ہو جائے گی کہ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو خیال تھا وہ گمان سب باطل تھا۔

یہ یہود اپنی موت سے چند لمحات پہلے جب عالم برزخ کی کیفیت کو دیکھیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لائیں گے گو کہ اس وقت کا ایمان لانا اُن کے حق میں سودمند نہیں ہوگا جیسے کہ فرعون کو اس کے اس ایمان نے نفع نہیں دیا جو وہ غرق ہونے کے وقت لایا تھا۔ (بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ)

اسلاف میں اکثر اس قول کے قائل ہیں کہ اہلِ کتاب کا ہر فرد و بشر اپنی موت سے ذرا قبل عالم نزع میں ہوتا ہے تو

Marfat.com

حضرت مسیح علیہ السلام کے نبی ہونے کی تصدیق کرتا ہے اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو جو اللہ تعالیٰ کا بیٹا دنیا کی زندگی میں تسلیم کرتا ہے اِس سے توبہ کرنے لگتا ہے لیکن عالم نزع میں تو یہ مبرور نہیں ہوتی اس لئے فرمایا گیا کہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام روزِ قیامت ایسے لوگوں کے خلاف گواہی دیں گے۔ (بحوالہ تفسیر کشف الرحمٰن)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں آسمان پر جب دجال کا ظہور ہوگا تب وہ اس جہان رنگ و بو میں تشریف آوری کے بعد اُسے قتل کریں گے اور یہود و نصاریٰ اُن پر ایمان لائیں گے کہ بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اُن پر موت وارد نہیں ہوئی تھی اور قیامت کے روز سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اُن کے حالات اور اعمال کو بتائیں گے کہ "یہود نے میری تکذیب کی اور مخالفت بھرپور کی، اور نصاریٰ نے تو حد کردی مجھ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہہ دیا۔ مُفسرین نے اس قول کو ترجیح دی کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اپنی وفات سے قبل زمین پر نزول فرمائیں گے اور اس دور میں جس قدر اہلِ کتاب ہوں گے آپ علیہ السلام پر ایمان لاکر دین اسلام قبول کریں گے۔ (بحوالہ ابن جریر، ابن حبان، تفسیر قرطبی)

آیت ١٦٠ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہود کے بڑے بڑے جرائم سرانجام دینے پر اس کارگہہ حیات میں بھی اُن کی گمراہی کے سبب بہت سی پاکیزہ چیزیں جو پہلے سے حلال تھیں بطورِ عتاب اور سزا کے طور پر اُن پر حرام کردی گئیں اِن حلال اور پاک اشیاء کو اُن پر حرام کرنا اُن کی مَعصیت اور نافرمانیوں کا نتیجہ ہے ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ سود لیتے تھے، حالانکہ توراۃ میں تو اس کی ممانعت کی گئی تھی گویا بنی اسرائیل پر وہ تمام جانور حرام کردیئے گئے جن کے ناخن ہوتے ہیں اُن پر گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کردی گئی سورۂ انعام آیت ١٤٦ پارہ ٨ وَلَوْ اَنَّنَا میں ارشادِ ربّی ہے:

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ

"اور اُن یہودی ہوجانے والوں پر، ہر ناخن والا جانور ہم نے حرام کردیا تھا اور گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کردی۔"

آیت ١٦١ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہودیوں کو سود لینے سے روکا گیا ہے لیکن وہ اس سے بھی قطعاً باز نہیں رہے اُن کے کرتوتوں کا تو یہ عالم کہ لوگوں کو نیکی اور فلاح سے اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے سے راہِ فرار اختیار کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہونے کی تلقین کرنا اور سود کھانا، یہ سب کچھ اُن کے جائز تھا اور ناجائز طور پر لوگوں کا مال ہڑپ کرلینا اُن کا معمول تھا اُنہی قباحتوں اور گمراہی کے سبب یہ کُفر اختیار کرکے اِس المناک عذاب کے سزاوار قرار پائے جو باریٔ تعالیٰ نے کافروں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ اس قوم کے جو لوگ ایمان اور اطاعت سے انکار کے مرتکب ہیں اور راہِ ہدایت چھوڑ کر بغاوت و انکار کی روش پر بے جا پر قائم اور دائم ہیں اُن کے لئے اللہ جل جلالہٗ کی طرف سے دردناک عذاب تیار ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، سورۃ آلِ عمران آیت ١١٢ پارہ ٤ لَنْ تَنَالُوْا میں ارشادِ ربانی ہے:

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ

"اُن پر ذلت کی مار ماردی گئی جہاں بھی پائے جائیں گے لیکن بجز اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا لوگوں سے کہیں پناہ مل جائے یہ اور بات ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہوگئے اور مُسلّط کردی گئی ہے اُن پر مفلسی محتاجی۔"

آیت ۱۶۲ میں وضاحت کی جارہی ہے کہ باوجودیکہ یہود برائیوں میں ملوث تھے لیکن بعض لوگ ضرور ایسے ہیں کہ جو علم دین میں کامل اور صاحبِ کرداروں میں جن کا شمار ہوتا ہے جو پہلے کتاب اُن کے پاس تھی، اس پر ایمان رکھتے تھے اور اس پر عمل پیرا بھی تھے سو قرآن الحکیم جو آپ ﷺ پر نازل ہوا اس پر بھی ایمان لے آئے ہیں نماز کا اہتمام بھی کرتے ہیں پوری حسنِ ادائیگی کے ساتھ اور دیگر لوگوں کو دعوتِ تلقین عمل بھی دیتے ہیں اور زکوٰۃ کی بھی ادائیگی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان اور ایقان رکھتے تھے، ایسے لوگوں کو باری تعالیٰ انعام واکرام سے سرفراز فرمائیں گے مگر یہ تعداد میں چند خوش نصیب تھے ورنہ اہلِ یہود کا تو یہ شیوہ رہا کہ دینِ برحق اور اہلِ ایمان کو خسارہ پہنچانے کے لئے سرگرم عمل رہے اکثر جنگ اور غزوات میں ان کی سازشیں کسی سے پوشیدہ نہیں اور دیکھا جائے تو کہیں فرقہ بندی ہے اور کہیں ذاتیں ہیں کہیں، کے مصداق اور گروہ بندی کی بُنیاد رکھی تاریخ کا کون سا ایسا طالب علم ہے جو ابنِ سبا یہودی کے گروہ سے واقف نہیں اُن کا گروہ آج تک اسلام اور مسلمانوں، دونوں کو مسلسل نقصان پہنچانے کی کارروائیوں میں مصروفِ عمل ہے۔

آیت ۱۵۸ تا ۱۶۴ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

یہودیوں کی سرکشی کا عالم تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی دعوت کی تکذیب کی اور حضرت مریم علیہا السلام پر بُہتان لگایا اور گویا ہوئے ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی لگا کر قتل کر دیا حقیقت احوال تو یہ ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہے نہ تو وہ تختہ دار پر چڑھا سکے اور نہ ہی قتل کر سکے واقعہ تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اُٹھالیا۔

حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری نے بنی اسرائیل کو اُن کی اصلاح کا موقع دیا لیکن ان کی سرکشی اور بغاوت نازو تکبّر کے سبب یہ موقع ضائع ہو گیا اور راہِ حق وسعادت سے وہ محروم رہے۔ آج یہ اہلِ کتاب قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی سچائی کو ماننے کے لئے یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ آسمان سے نازل کردہ کتاب دکھائیں لیکن وہ ساعت اور گھڑیاں دور بھی نہیں جب قرآن الحکیم اور نبی اکرم ﷺ کی بتائی ہوئی ایک ایک بات واقعات کی روشنی میں اپنی نظروں سے دیکھ نہ لیں گے قرآنِ حمید جس ذلّت، تذلیل، اور رُسوائی کی نوید سے باخبر کر رہا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے سے پہلے پہلے ان کے سامنے عیاں ہو جائیں اور پھر تکذیب کرنا، اُن کے لئے ممکن نہ ہو گا۔

جب کسی گروہ میں سچائی اور عمل تقویٰ مفقود ہو جائے تو وہ جائز اور مباح شے کا استعمال اس طرح کرنے لگتا ہے کہ وہ ہر قسم کی بُرائیوں کا موجب ہو جاتی ہیں اس صورتِ حال میں یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ جائز شے کو بھی عارضی اور وقتی طور پر روک دیا جائے، یہی کچھ یہودیوں کے ساتھ ہوا جتنی حلال شئے تھیں جن کے استعمال کی ممانعت نہ تھی انہیں مصلحتاً روک دیا گیا ان کو سود سے منع کیا گیا لیکن وہ اس سے باز نہیں آئے بلکہ لوگوں کا مال ناجائز طریقوں سے کھانے لگے آج تو ہمارا بھی یہ حال ہو رہا ہے کہ ایمان واطاعت کی زندگی سے بے نیاز ہو کر سرکشی کی روش پر گامزن ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آمین

266995

Marfat.com

اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِیْسٰى وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَیْمٰنَ ۚ وَ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾	اے حبیب (ﷺ)! ہم نے آپ کی طرف وحی اسی طرح بھیجی جیسے نوح علیہ السلام اور اس کے بعد پیغمبروں کو بھیجی اور ہم نے وحی کی تھی ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کو اور یعقوب علیہ السلام کو بھی اور اُن کی اولاد کو بھی اور عیسیٰ علیہ السلام ایوب علیہ السلام اور یونس علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اور ہم نے عطا کی حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور۔ (۱۶۳)
وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْكَ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِیْمًا ﴿۱۶۴﴾	اور اس سے پہلے، ہم نے بہت سے رسولوں کا احوال آپ کو سنایا/حال بیان کر دیا اور بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے آپ کو نہیں بتائے اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے حقیقتاً باتیں کیں/خاص کلام کیا۔ (۱۶۴)
رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۱۶۵﴾	اِن سب رسولوں کو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا تا کہ رسولوں کو مبعوث کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے، بہر نوع اللہ تعالیٰ بڑا زبردست ہے حکمت والا ہے۔ (۱۶۵)
لٰكِنِ اللّٰهُ یَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَیْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ یَشْهَدُوْنَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۱۶۶﴾	لیکن اے حبیب (ﷺ)! اللہ تعالیٰ اس پر خود گواہ ہے کہ جو اُس نے آپ کی طرف نازل کیا وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے اس کو اُتارا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں، اور حق ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ (۱۶۶)
اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ﴿۱۶۷﴾	اور وہ جنہوں نے راہِ کُفر اختیار کی، اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا، بے شک وہ بہک کر گمراہ ہوئے اور گمراہی میں یقیناً حق سے بہت دُور نکل گئے۔ (۱۶۷)
اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًا ﴿۱۶۸﴾	بلاشبہ جنہوں نے راہِ کُفر اختیار کی اور حق کو دبایا/ظلم کیا اللہ تعالیٰ ہرگز انہیں نہیں بخشے گا اور اُن کو ہدایت کا طریقہ/راستہ بھی نہیں بتائے گا۔ (۱۶۸)
اِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۱۶۹﴾	بجز جہنم کے، اُن کے لئے اور کوئی راستہ نہیں ہے اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بات/کام اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان/سہل ہے۔ (۱۶۹)

الفاظ و معانی آیت ۱۶۳ تا ۱۶۹

﴿ اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ ﴾ بے شک ہم نے وحی بھیجی آپ ﷺ کی طرف۔ ﴿ كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ ﴾ جیسی وحی اُتاری تھی

Marfat.com

نوح علیہ السلام کی طرف۔ ﴿وَالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِہٖ﴾ ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف، عربی لغت میں وحی کا معنی اشارہ کرنا ہے اس کا اطلاق مختلف اُمور میں اور مفاہیم میں ہوتا ہے۔ الہام کے مطابق کسی شے کو دل میں ڈال دینے کو وحی کہا جاتا ہے وَحی بمعنیٰ حکم اور پیغام الٰہی استعمال ہوتا ہے۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿اَوْحٰی﴾ اُس نے وحی بھیجی وحی کے معنیٰ ہیں اشارہ خفی کے اَوْحَیْنَا، ہم نے وحی کی، اِیحاء سے ماضی معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ قواعد کے مطابق۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ رقمطراز ہیں، وحی جو نبیوں پر اُترتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں:

اوّل ...... یہ کہ پیغمبر کے باطن کو عالم قدوس کی طرف مسخر کیا جائے اور اس میں پیغام الٰہی کا القاء کیا جائے اس صورت میں نہ فرشتہ واسطہ بنتا ہے اور نہ آواز سنائی دیتی ہے۔

دوئم ...... یہ کہ پیغمبر خدائی آواز سنے نہ اس میں مخارج ہوتے ہیں اور نہ تقطیع، وہ ہر طرف سے سنی جاتی ہے۔

سوئم ...... یہ کہ فرشتہ آئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام سنائے۔ (بحوالہ فیض الباری جلد اول)

وحی کی بابت تفصیلی بحث و بیان علامہ رشید رضا مصریؒ کی کتاب ''الوحی المحمدی'' میں دیا ہوا ہے۔ اس مفہوم سے معلوم ہوا کہ وحی اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کا پیام ہے جو پیغمبروں کی طرف نازل کیا جاتا ہے سابقہ انبیاء پر جس طرح وحی کا نزول ہوا ہے۔ ویسے ہی حضرت محمد ﷺ پر اللہ جل جلالہ نے وحی اُتاری، تو جس نے اُس کو تسلیم کیا، سبحان اللہ، جس نے اس کا انکار کیا گویا سب کا انکار کیا حضرت نوح علیہ السلام سے قبل انبیاء کی مخالفت پر عذاب نازل نہیں ہوتا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں نافرمانوں پر عذاب کی وعید آئی، طوفان نوح آیا، اس کے بعد حضرت ہود علیہ السلام حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانے میں کُفار پر طرح طرح کے عذاب آئے۔ اہلِ کتاب اور مشرکین کو بتایا گیا کہ جو آپ ﷺ کی ''وحی'' قرآن کو نہ مانے گا وہ عذابِ عظیم میں مُبتلا ہوگا حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی انسان پر اللہ تعالیٰ نے کچھ نہیں نازل کیا گویا حضرت محمد ﷺ کی وحی اور رسالت کے بھی منکر ہوئے جس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔ (بحوالہ ابن کثیر)

﴿وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰھُمْ عَلَیْكَ﴾ اور وہ رسول کہ اُن کی خبر کا تذکرہ اب تک ہم نے آپ ﷺ سے نہیں کیا اور اُن کے نام آپ ﷺ پر ہم نے ابھی ظاہر نہیں کئے اس سے قطعاً یہ مراد نہ لی جائے کہ دوسرے اَنبیاء کا رسول اللہ ﷺ کو پتہ نہیں تھا علامہ آلوسیؒ کا کہنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو سب انبیاء کے آنے کی خبر اور علم تھا، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ ''حق تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مبعوث فرمائے ہیں جن میں سے تین سو تیرہ اصحاب شریعت رسول تھے۔'' (بحوالہ قرطبیؒ)

﴿وَكَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَكْلِیْمًا﴾ اور بات چیت کی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے جس طرح کلام کیا جاتا ہے دوسرے اَنبیاء پر وحی کے نزول کا اندازہ تھا کہ ایک آواز آرہی ہے اور فرشتہ سے پیغام سنایا جارہا ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص کلام ہوا رَبّ تعالیٰ اور بندے کے درمیان دُو بدُو گفتگو ہورہی تھی ''جیسے کوئی شخص اپنے ساتھی/دوست سے ہمکلام ہوتا ہے ویسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے رُو برُو ہو کر کلام کیا'' (بحوالہ بائیبل خروج ۳۳:۱۱) اللہ جل جلالہ نے درحقیقت

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام سے فرشتے کے بغیر کلام کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو وادیٔ ایمن میں ہوئی ربِّ جلیل جس بندے کو اپنی رحمتِ خاص سے سرفراز فرماتا ہے اسے اپنے کلام سے مشرف فرماتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ سے بھی براہِ راست کلام اللہ تعالیٰ نے کیا بالائے عرش پر بقول شاعر:

موسیٰ بطورِ اگرچہ سخن گفت باخدا   بالائے عرش پایۂ طور محمدؐ است

﴿ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ﴾ اور اللہ گواہی دیتا ہے اس کتاب کے ذریعہ جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی وہ قرآن مجید ہے۔ کھلا ہوا معجزہ اور دلالت کرنے والا نبوت پر، اَنْزَلَهٗ نازل کیا۔ ﴿ بِعِلْمِهٖ ﴾ ملا ہوا علم خاص کے۔

﴿ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴾ تحقیق کہ گمراہ ہوئے وہ، گمراہی میں اس درجہ کو پہنچے کہ گمراہ کرنے والوں کو انہوں نے اکٹھا کرلیا ہے اور گمراہی میں بہت دُور نکل پڑے۔ ﴿ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴾ اور نہ دکھائے گا ان کو سیدھی راہ کیونکہ انہوں نے خود حق قبول کرنے کی صلاحیت اور استعداد کو اپنے اعمال سیّۂ سے خود کو سزا کا مستحق بنالیا۔

﴿ وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ اور روکا، اور باز رکھا لوگوں کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے۔ رسول اللہ ﷺ کی جو صفات وکمالات توراۃ میں بتائی گئی تھیں اُن کا انکار کیا اور انہوں نے دیگر لوگوں کو بھی دعوتِ اسلام قبول کرنے سے باز رکھا۔

﴿ وَصَدُّوْا ﴾ انہوں نے روکا، '' صَدٌّ '' اور '' صَدُوْدٌ '' سے فعل ماضی کا صیغہ (جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق)

تشریح وتوضیحات آیت ۱۶۳ تا ۱۶۹

آیت ۱۶۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ ہمیشہ انبیاء اور رسولوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی بھیجی جاتی رہی ہے گویا حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قبل بھی نبوت اور رسالت کا سلسلہ رہا ہے حضرت نوح علیہ السلام پر وحی اُتاری گئی اور اس کے بعد آنے والے رسولوں اور نبیوں میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی آل سے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا ہوئی، رسول اللہ ﷺ کا دعویٰ نبوت کوئی نئی بات تو نہیں، اہلِ کتاب اور مشرکین مکہ اور تمام کافر قرآن حمید کی حقانیت اور صداقت پر طرح طرح کے شبہات پیدا کرتے قرآن مجید پر عمل کرنے کا حکم دے کر مزید بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا سب پر فرض ہے اس آیتِ مُبارکہ کی شانِ نزول یہ ہے کہ یہود اور نصاریٰ نے محمد ﷺ سے یہ سوال کیا تھا کہ اُن کے لئے آسمان سے یکبارگی کتاب اتاری جائے تو وہ آپ ﷺ کی نبوت پر ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ اس آیتِ مُبارکہ کا نزول ہوا اور اُن پر حُجت قائم کی گئی اس آیۂ کریمہ میں گیارہ اَنبیاء کرام کے اسماء مبارکہ بیان کئے گئے ہیں، اہلِ کتاب ان سب کی نبوت کو مانتے ہیں۔ (بحوالہ کنز الایمان، مولانا احمد رضا خان بریلویؒ) یہ لوگ ان سب انبیاء پر اور ان کی نبوت اور رسالت کو مانتے ہیں اور آپ ﷺ پر ایمان لانے سے جانے کیوں گریزاں ہیں جبکہ ہر نبی اور ہر رسول اللہ تعالیٰ کی جانب سے نیکی پر انعام اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر نوید اور اطاعت نہ کرنے پر سزا کا خوف دلاتا ہے۔

Marfat.com

آیت ۱۶۴ میں بیان کیا جارہا ہے کہ اس سے قبل بہت سے رسولوں کے حالات سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا گیا ہے اور بہت سے رسولوں کے حالات کی ہم نے آپ ﷺ کو آگاہی نہیں دی گویا ہم نے ان رسولوں پر بھی وحی اُتاری جن کا تذکرہ اس سے قبل کیا جاچکا ہے اور اُن رسولوں پر بھی جن کا بیان آپ ﷺ سے نہیں کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس طرح سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا جس طرح گفتگو دوبدو کی جاتی ہے اگر ربِّ جلیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے براہِ راست بات چیت کی تو بھی وحی کا یہ ایک خاص انداز تھا یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی وہ خاص کمالِ صفت ہے جس میں وہ دیگر انبیاء سے ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ صحیح ابن حبان کی روایت سے کہ پتہ چلا ہے کہ ''اس صفتِ خاص ہمکلامی مین سیدنا آدم علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کو بھی شریک مانا ہے۔ (بحوالہ ابن کثیر)

آیت ۱۶۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہ رسول جن میں سے بعض کے نام بتائے گئے ہیں اور بعض کے نام نہیں لئے گئے ان تمام رسولوں کو نوید مسرت دینے والا، ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شفقت، رحمت اور انصاف کا تقاضا تو یہی تھا کہ وہ رسول مبعوث کرے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اہلِ ایمان اور اطاعت کرنے والوں کو بشارت دیں کہ ربِّ جلیل نے اُن کے لئے کیسی کیسی نعمتیں رکھ رکھی ہیں بے شمار نعمتیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا اُن کے انتظار میں ہے اور کافروں اور نافرمانوں کو خوف اور ڈر سے آگاہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا عتابِ غضب اور ایک المناک عذاب اُن کا منتظر ہے اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ رسولوں کو مبعوث کرنے کے بعد لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی حجت باقی نہ رہے یہ رسول مبشرین اور منذرین تھے تا کہ کسی کو یہ کہنے کی جرأت و ہمت نہ ہو سکے کہ ہم تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا ہی نہیں اس امر کی مزید تقویت سورۂ طٰہٰ آیت ۱۳۴ پارہ ۱۶/ قَالَ اَلَمْ سے ہو رہی ہے ارشادِ ربانی ہے:

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ۝

''اپنا پیغام پہنچانے سے قبل اگر اُن کو ہم ہلاک کر دیتے، تو اُن کو موقع مل جاتا یہ کہنے کا کہ اے اللہ! ہماری طرف اپنا رسول کیوں مبعوث نہ کیا تا کہ ہم ذِلّت و رُسوائی کے عذاب سے بچ جاتے، برباد ہونے سے پہلے تیری آیات کی پیروی / اتباع کرتے۔''

یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور تدبیر ہے اور رسول کو نہ بھیج کر چاہتا تو اعمالِ بد پر سزا دیتا، تو اللہ تعالیٰ اس پر قادر تھا لیکن ایسا نہیں کیا پہلے راستہ دکھایا / بتایا اور پھر الزام میں موردِ الزام ٹھہرایا۔

آیت ۱۶۶ میں خطاب محمد مصطفی ﷺ سے ہے لوگ نہیں تسلیم کرتے تو نہ تسلیم کریں مگر ربّ شہادت دیتا ہے کہ جو کچھ آپ ﷺ پر اُتارا گیا اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے نازل کیا ہے اور اس پر ملائکہ بھی شاہد ہیں اس آیت کریمہ میں قرآن حکیم کی سچائی پر اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے اس کے بعد فرشتوں کی گواہی ہے اِن فرشتوں میں اس فرشتہ کا بھی شمار ہے جس نے قرآن کو رسول اللہ

Marfat.com

ﷺ پر نازل کرنے کی سعادت حاصل کی یعنی حضرت جبریل امین علیہ السلام ان دو گواہی سے وہ دعوٰی باطل ہو جاتا ہے جو اہلِ کتاب کرتے ہیں، اس شہادت کا مُدعا یہ ہے کہ اہلِ اسلام کو اطمینان دلایا جائے تا کہ وہ اپنے موقف پر "بُنْیَانٌ مَّرْصُوْص" کی طرح ڈٹ جائیں، یہ یقین دہانی اُس وقت کرائی جارہی ہے جب اہلِ اسلام مدینہ منورہ میں نو وارد تھے اور یہود نے اسلام اور اہلِ ایمان کے خلاف طوفان برپا کر رکھا تھا اور یہود انکارِ حق کے شب و روز سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں مصروفِ عمل تھے تا کہ اسلام پروان نہ چڑھ سکے، لیکن باری تعالیٰ نے حق کو ظاہر فرمادیا، اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے انسانوں کو بہت ہدایت ہوئی۔

آیت ۱۶۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہ راہِ کُفر اختیار کرتے ہیں اور پھر حق کو دبانے کی سعی پیہم میں لگے رہتے ہیں بلاشبہ ایسے لوگ سیدھی راہ سے بھٹک کر، ظلمت و تاریکی میں ڈوبتے اور دھنستے چلے جاتے ہیں۔ پھر گمراہی میں مزید مبتلا ہوجاتے ہیں درحقیقت کفر ایسا مرض ہے کہ کافر، صرف خود کافر نہیں رہتا، بلکہ دوسروں کے لئے راستے کی رکاوٹ بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکنے کا مُوجب بنتا ہے یہ یہودی ہوں یا وہ لوگ ہوں جن پر علامت کُفر، اور راہِ کُفر اپنانے کا اطلاق ہوتا ہے وہ یقینی طور پر گُمراہ ہوگئے اور راہِ حق سے بہت دُور ہوگئے۔ انہوں نے وہ "راہِ ہدایت" چھوڑ دی جو راہِ مستقیم تھی وہ فکری، تصوراتی، اور اعتقادی لحاظ سے اپنے طرزِ عمل سے اس قدر تاریکی میں ڈوب گئے کہ اب اُن کی واپسی کی اُمید ہی نہیں رہی۔

آیت ۱۶۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ راہِ کُفر پر چلنے سے، ظُلم اپنانے سے، اور مسلسل نافرمانی کرنے سے اور شرک پر قائم اور دائم رہنے سے بخشش حرام ہوجاتی ہے اور ہدایت کا راستہ بھی بند کردیا جاتا ہے یہ لوگ جو روش کُفر و مخالفت کو اپنائے ہوئے ہیں یہ خود ہی اپنی جانِ حزیں پر ظلم ڈھارہے ہیں اب اُن کی روش نے اس بات کو ثابت کردیا ہے کہ ایمان وسعادت کی راہ اُن کے لئے کُھلے گی نہیں، اللہ کی بخشش اور مغفرت سے وہ یکسر محروم ہوگئے۔ قرآنِ حمید بعض مقامات پر کُفر پر ظلم کا اطلاق بھی کرتا ہے۔ چنانچہ آیت ۴۵ سورۃ المائدہ پارہ ۶ لَایُحِبُّ اللّٰهُ میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

"اور جو فیصلہ نہ کرے اس کتاب کے مطابق جیسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔"

آیت ۱۶۹ میں بتایا جارہا ہے کہ جن لوگوں نے کُفر و بغاوت کی رَوش اختیار کی، اور ظُلم و جور پر اُتر آئے، ایسے لوگوں کا مقدر جہنم کی راہ ہے جس میں وہ ہمیشہ قیام کریں گے اُن سب کو سزا دینا اللہ تعالیٰ کے لئے بہت ہی آسان ہے کسی بندے کے دائرۂ اختیار میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی طاقت ہے اور نہ کوئی تدبیر، جس کی وجہ سے وہ باریٔ تعالیٰ کے لئے کچھ مُشکلات پیدا کر سکے جنہوں نے اعمالِ بد کئے اور جنہیں توبہ و استغفار کی فرصت نہ ملی تو انہیں عذاب دیا جائے گا اور یہ حق تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

Marfat.com

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾

اے لوگو! تمہارے پاس رسول آ گیا ربّ کی طرف سے ٹھیک بات/حق کے ساتھ، پس تم ایمان لاؤ، یہ بہتر ہے تمہارے لئے اور اگر نہیں مانو گے تو خوب سمجھ لو! کہ آسمانوں اور زمین میں جو ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (۱۷۰)

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾

اے اہلِ کتاب تم اپنے دین کی بات میں مُبالغہ مت کرو/حد سے آگے مت نکلو، اور اللہ تعالیٰ کی شان میں حق اور سچ کے سوا کچھ نہ کہو، بے شک مسیح ابن مریم علیہ السلام کے بیٹے تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اور اُس کا کلمہ (فرمان/بشارت) جسے اللہ تعالیٰ نے پہنچایا تھا مریمؑ کی طرف اور اس کے یہاں کی روح میں سے ایک روح تھے، پس ایمان لاؤ، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں پر، تین مت کہو، باز رہو، تمہاری بھلائی اسی میں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ تو ایک ہی ہے جو عبادت کے لائق ہے وہ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کی اولاد ہو، اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ کافی ہے کام بنانے والا، کارساز۔ (۱۷۱)

الفاظ ومعانی آیت ۱۷۰، ۱۷۱

﴿ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ ﴾ تحقیق کہ آ گیا تمہارے پاس رسول حق کے ساتھ، گویا رسول اللہ ﷺ سچی بات، دلیلِ حق لے کر تمہارے لئے، ﴿ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾ ربّ جل شانہٗ کی طرف سے تشریف لائے ہیں۔ ﴿ وَاِنْ تَكْفُرُوْا ﴾ اگر تم کُفر کرو گے۔

﴿ فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ﴾ پس اس میں کیا شک ہے اللہ تعالیٰ ہی کے لئے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے گویا زمین اور آسمان کے مالک کی نافرمانی کر کے تم اس کا کچھ بھی تو نقصان نہیں کر سکتے جو کچھ خسارہ ہوگا تمہارا اپنا ہی ہوگا بھلا بتاؤ تو سہی! تمہارے انکار/کُفر سے اللہ تعالیٰ کا کیا کچھ بگڑے گا اس مفہوم کو سمجھنے کے لئے سورۃ ابراہیم آیت ۸ پارہ ۱۳ وَمَاۤ اُبَرِّئُ پر غور فرمائیے ارشاد ربانی ہے:

وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ حَمِيْدٌ

''اور موسیٰ نے کہا کہ اگر روئے زمین پر بسنے والے تمام لوگ منکر ہو جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور ہر طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ ہی کو زیبا ہے۔

﴿ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا ﴾ یہ خطاب یہود ونصاریٰ کی طرف ہے اے وہ لوگو! جن پر انجیل نازل ہوئی ہے تم اپنے دین کے بارے میں عقیدہ حق کی حد سے تجاوز مت کرو حضرت عزیر علیہ السلام کی مدح میں تم غلو نہ کرو عزیر کو ابن اللہ کہتے ہو۔

﴿ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﴾ بلا شبہ مسیح جو ہے عیسیٰ ابن مریم ہے اور وہ رسول اللہ ہے عیسیٰ علیہ السلام کی

Marfat.com

بُرائی اور مذمت میں غلو کرتے ہو یہاں تک کہ اسے بدکارہ کا بیٹا کہتے ہو اور نصاریٰ سے اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں کہ تم عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں اس درجہ غلو نہ کرو کہ اسے خدا کا بیٹا کہو۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اول اشاعت طبع ۱۸۸۷ء)

غُلو کے لفظی معنی حد سے نکل جانے کے ہیں گویا کسی شے کو اُس کی حد سے بڑھا دینا ہے۔ ''دین کے معاملات میں غُلو یہ ہے کہ جس شے کی جو حد متعین کی گئی ہیں اس سے آگے نکل جائے'' (بحوالہ احکام القرآن از امام جصاص)

﴿ كَلِمَتُهٗ ﴾ کا لغوی مفہوم تو یہ ہے کہ جس کے ساتھ نطق کیا جائے۔ مُفسرین نے لکھا ہے کہ کلمہ سے مراد وہ خوش خبری ہے جو حضرت مریم علیہا السلام کو ہوئی تھی کہ لڑکا پیدا ہوگا، کسی مرد کے ہاتھ لگائے بغیر۔ حضرت امام غزالیؒ رقمطراز ہیں کہ بچے کی ولادت میں دو عوامل کارفرما ہیں ایک عامل نطفہ ہے کہ شکمِ مادر میں مادّہ منویہ حمل کی صورت میں قرار پائے اور دوسرا سبب مولود کا یہ ہے کہ اللہ کا کلمہ ''کُــــنْ'' فرمانا جس کے بعد وہ بچہ معرضِ وجود میں آجاتا ہے گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادی اسباب کے واسطے کے بغیر صرف کلمہ کُنْ سے پیدا ہوئے۔

﴿ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ﴾ اور عیسیٰ صاحبِ روح ہیں، اور روح جو اللہ جل جلالہ سے بے واسطہ اسباب صادر ہوئی روح کے معنیٰ ہوتے ہیں جس کے ساتھ زندگی قائم و دائم ہو زندگی کی دو نوعیتیں ہیں ایک حسّی، دوسری معنوی۔ حسّی زندگی کی علامت میں گفتگو کرنا قوتِ سماعت رکھنا، یادداشت رکھنا اور چلنا، پھرنا، سمجھنے کے اُمور سرانجام پاتے ہیں اور معنوی زندگی کی علامت وہ ہے جس سے مکارم اخلاق وجود پاتے ہیں جیسے جذبۂ ایثار و رحم، سخاوت اور جذبۂ اُلفت کا اظہار، قرآنِ مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ میں نے اپنی روح آدم میں پھونک دی، صرف سیدنا آدم علیہ السلام پر ہی موقوف نہیں بلکہ تمام اولادِ آدم کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ ربّ کائنات نے ہر نسلِ آدم کی پیدائش مادہ منویہ سے کی اور اس کے اعضا کو درست کر کے اس میں اپنی روح پھونک دی ایک قول یہ بھی ہے کہ روح نفخ پھونک کے معنی میں مستعمل ہے حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریمؑ کے گریبان میں اللہ کے حُکم سے پھونک دیا تھا اسی سے حمل قرار پا گیا چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطورِ معجزہ صرف نفخ سے تخلیق ہوئے تھے اس لئے آپ کو روح اللہ کہا گیا۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد دوم مفتی محمد شفیعؒ)

انجیل متی میں ایسی آیات موجود ہیں جس سے قرآن حکیم کے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ روح الامین کے پھونک مارنے سے سیدنا یسوع مسیح کی پیدائش ہوئی۔ (بحوالہ انجیل متی ۱:۱۸)

تشریح و توضیحات آیت ۱۷۰۔۱۷۱

آیت ۱۷۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ اے لوگو! اذنِ عام ہے کہ ہمارا رسول سچّی کتاب اور سچا دین لے کر حق کے ساتھ مَبعوث ہوا ہے اور تمہاری بہتری کا راز اس میں مُضمر ہے کہ ایمان لاؤ اپنے بھلے کے لئے، رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار کرو گے تو اس میں اُن کا کوئی نقصان نہیں تمہارے تسلیم کرنے اور نہ ماننے سے اُن کا تو کوئی نقصان نہیں ہوگا آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اللہ جل جلالہ کا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کُل بنی نوع انسان کے نبی ہیں اور رسول ہیں، اللہ تعالیٰ کو تمہارے احوال، اعمال اور افعال کی خبر ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں رہتے ہوئے تم فتنہ و فساد اور کُفر

Marfat.com

کا ارتکاب کرو اور اللہ تعالیٰ کو علم نہ ہو، باری تعالیٰ نادان تو نہیں ہے کہ اپنے فرامین کی مخالفت کرنے والوں سے نمٹنے کا طریقہ نہ آتا ہو، تمہارے اعمال کا پورا پورا احساب و کتاب ہوگا اور اس کا صلہ ملے گا، یاد رکھو! وحی جو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر نازل ہوئی ہے اس کا تسلیم کرنا فرض ہے اور اس سے انکار کفر کا طریق عمل ہے۔

حدیث قدسی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''اے میرے بندو! اگر پہلے کے اور بعد کے تمام انس وجن اس ایک آدمی کے دل کی طرح ہو جائیں جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے تو اس سے میری سلطنت اور بادشاہت میں کچھ بھی اضافہ نہیں ہوگا اور اگر تمام تر انسان اور جن، وہ ایک فرد کے قلب کی طرح ہو جائیں جو تم میں سے سب سے بڑا سرکش رنافرمان ہو تو اس سے بھی میری بادشاہی میں کسی قدر کوئی کمی نہیں آئے گی اے میرے بندو! تم سب ایک میدان میں اکٹھے ہو جاؤ اور مجھ سے دستِ سوال دراز کرو اور میں ہر فرد کو اس کے سوال کے مطابق عطا کروں تو اس سے میرے خزانے میں صرف اس قدر ہی کمی واقع ہوگی جیسے کسی کو سمندر میں ڈبو کر نکالنے سے سمندر کے پانی میں آتی ہے۔ (بحوالہ صحیح مسلم کتاب البر، باب تحریم الظلم)

آیت ۱۷۱ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ یہود ونصاریٰ اپنے انبیاء کی تعریف اور توصیف میں حد سے نکل جاتے ہیں اُن کی ایک بڑی گمراہی دین میں غلو ہے مسیح لوگوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو غیر معمولی ولادت باسعادت پر بعد کے مخالف لوگوں کے اعتراض سے خوف زدہ ہو کر بہت سے باطل عقیدے تراش لئے۔ اللہ تعالیٰ کو باپ، مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ کی زوجہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا فرزند تصور کر لیا اور کبھی باپ بیٹا روح القدس اور کبھی تو حد یہ کردی کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بتانے لگے یہ تمام باطل عقائد اور فسق سے ربّ کائنات ناراض ہوا کیونکہ تمام باتیں دائرہ شرک میں شامل تھیں حقیقتِ حال تو یہ ہے کہ ساری کائنات میں دستورِ عمل یہ ہے کہ عورت مرد کے ملاپ سے حاملہ ہوتی ہے اور جب قرار حمل وقوع پذیر ہوتا ہے تو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اس میں اپنی طرف سے روح یعنی جان ڈالتا ہے تو آثارِ زیست نمایاں ہو کر زندہ انسان مُعرضِ وجود میں آتا ہے۔ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو کسی مرد کے نُطفے کے بغیر اپنا کلمہ رفرمان مریم کی طرف ڈال دیا اور عیسیٰ علیہ السلام مادرِ شکم میں وجود میں آگئے اور جیسی روحیں تھیں اُن میں ایک روح ان کی بھی تھی اُن کی پیدائش اللہ تعالیٰ کے حکم رفرمان سے ہوگئی ایسے ہونے سے بندہ خدا تو نہ ہوا اور نہ خدا کا فرزند! ایسا عیب جس نے باری تعالیٰ پر لگایا اس نے ارتکابِ شرک کیا ربِّ جلیل اپنے تمام تر اُمور کی دیکھ بھال کے لئے خود ہی کافی ہے اہلِ کتاب نے غضب تو یہ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا ہوئے تھے انہیں رسالت اور مقام بندگی سے اُٹھا کر اُلوہیت کے مقام پر پہنچا دیا اور ان کی ربِّ کائنات کی طرح عبادت کرنے لگے۔ اس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ یہ نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی جو کئی فرقوں میں بٹ گئے تھے نسطوری عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ مرقوسی کا یہ کہنا ہے کہ وہ تین میں تیسرے ہیں گو اس کلمہ کی توجیہات میں بھی اختلاف تھا وہ تین خدا کے معتقد ہوگئے تثلیث کے قائل ہوگئے ایک خدا، دوسرے عیسیٰ علیہ السلام تیسرے حضرت مریم علیہا السلام گویا وہ تثلیث فی التوحید کے چکر میں گرفتار تھے۔

Marfat.com

یہ فرقہ بندی، نصاریٰ میں ایک یہودی پُولس نے پیدا کی، اُس نے گمراہی میں مبتلا کرنے کے لئے اس نوعیت کے عقیدوں کو پھیلایا اس آیۂ مُبارکہ میں اہلِ کتاب کو تنبیہ کی گئی ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں افراط اور تفریط سے کنارہ کش رہیں خدا اور خدا کا بیٹا بھی کہنے کی ضرورت نہیں اور اُن کی تنقیص بھی نہ کریں۔ (بحوالہ کنزالایمان از احمد رضا خانؒ)

بھلائی اس میں مضمر ہے کہ اقنوم ثلاثہ یہ تین خداؤں کا تصوّر ترک کر کے اُس ذاتِ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لے آؤ اور اس کے تمام رسولوں کو رسول تسلیم کرو اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی خدا ماننے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا رسول مانو اور خاتم اَلانبیاء ﷺ کی ذاتِ اقدس پر بھی ایمان لے آؤ اور باطل عقائد کی پیروی سے باز آجاؤ، اچھی طرح سمجھ لو! اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ واحد ہے، تنہا ہے، ایک ہے وہ ان تمام باتوں سے پاک ہے کہ اس کے کوئی اولاد ہو اور ارض وسماء میں جو کچھ ہے سب ہی کچھ تو باری تعالیٰ کا ہے۔ سورۃ التوبہ آیت ۳۱ پارہ ۱۰ وَاعْلَمُوْا میں ارشادِ ربانی ہے کہ:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

''انہوں نے اپنے علماء اور درویش لوگوں کو اور مریمؑ کے بیٹے مسیحؑ کو خدا کے سوا اپنا ربّ بنالیا۔''

حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ربّ بنانا شرک ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہلِ کتاب کو دین میں اسی غُلو سے بچنے کا حُکم دیا ہے حضرت محمد ﷺ نے بھی نصاریٰ کے اس غُلو کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اپنی اُمت کو تاکید فرمائی:

''ولاتطرونی کمااطرت النصاری عیسی ابن مریم فانماانا عبده فقولوا عبدالله ورسوله''

''تم مجھے اس طرح حد سے نہ بڑھانا، جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھایا میں تو صرف باریٔ تعالیٰ کا بندہ ہوں پس تم مجھے ربّ کا بندہ اور رسول ہی کہنا۔'' (بحوالہ صحیح بخاری کتاب الانبیاء مسند احمد جلد اوّل)

آیت ۱۷۰، ۱۷۱ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

اے صاحبو! رسول اللہ ﷺ تمہارے پاس آئے ربّ کی طرف سے حق لے کر جلوہ فگن ہوئے ہیں پس اُن پر ایمان لاؤ اس میں ہی تمہاری عافیت ہے تمہارا کُفر پر قائم رہنا ٹھیک نہیں، سب کچھ جو زمین وآسمان میں ہے اللہ تعالیٰ کا ہے۔

اے کتاب والو! دین میں غُلو مت کرو، عجیب بات ہے اپنے انبیاء کی تعریف اور توصیف میں تم حد سے نکل جاتے ہو ربّ جلیل کی شان میں وہی بات کہو جو سچّی ہے تم تثلیث کے قائل ہوگئے یہ کیا غضب کردیا۔ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے حُکم سے پیدا ہوئے، اللہ ایک ہے، یکتا ہے، واحد ہے، لاشریک ہے، کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں یہ بات درست ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اُن کی ولادت باسعادت کلمہ کُن سے ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی طرف القاء کیا اور اُن کو روح اللہ کی طرف سے عطا ہوئی عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث، پال کی اختراع ہے اس فلسفہ عقیدہ میں اور الوہیت میں باپ اللہ تعالیٰ، فرزند عیسیٰ علیہ السلام اور روحُ القدس جبریل علیہ السلام تینوں شریک ہیں۔ یہ تین نہیں، ایک اللہ تعالیٰ ہے۔

Marfat.com

لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓىٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَؕ-وَ مَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا ﴿۱۷۲﴾

مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے میں کوئی عار/انکار نہیں ہوسکتا، اور نہ مقرب فرشتے اس کو اپنے لئے عار سمجھتے ہیں اور جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی کا انکاری ہو یا تکبّر کرے اور اپنی بڑائی جتائے تو اللہ تعالیٰ جلد ہی ان سب کو اکٹھا اپنی طرف جمع کرے گا۔(۱۷۲)

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ یَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖۚ-وَ اَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﳔ وَّ لَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ﴿۱۷۳﴾

پس جو ایمان لائے، اور نیک عمل اختیار کرے تو اُن کو باری تعالیٰ پورا پورا اُجر/ثواب دے گا اور اپنے فضل خاص سے اجر اور زیادہ عنایت کرے گا اور جن لوگوں نے عار سمجھا اور تکبّر کیا تو انہیں عذاب دیا جائے گا اور عذاب بھی دردناک، اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور، کسی غیر اللہ کو اپنا حمایتی اور مددگار نہ پائیں گے۔(۱۷۳)

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ﴿۱۷۴﴾

اے لوگو! تمہارے رَبّ کی طرف سے آچکی ہے ایک روشن دلیل، اور ہم نے تمہاری طرف نورِ درخشاں بھیج دی ہے۔(۱۷۴)

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ اعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ فَضْلٍۙ-وَّ یَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًاؕ ﴿۱۷۵﴾

پس جو لوگ ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس دلیل/دین کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو حق تعالیٰ بہت جلد اُن کو اپنی رحمت میں داخل کردے گا، اور اپنی طرف آنے کے سیدھے راستے پر گامزن کردے گا/ان کو سیدھے راستے پر پہنچادے گا۔(۱۷۵)

یَسْتَفْتُوْنَكَؕ-قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِؕ-اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَیْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَۚ-وَ هُوَ یَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهَا وَلَدٌؕ-فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَؕ-وَ اِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِؕ-یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْاؕ-وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۷۶﴾

اے حبیب ﷺ! آپ سے دریافت کرتے ہیں فتوٰی پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کلالہ/میراث کے بارے میں اللہ تعالیٰ حکم سناتا ہے کہ ایسا آدمی انتقال/مرجائے جس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اُس کی ایک ہی بہن ہو، تو اس کے نصف/آدھے مال کی وہ حق دار ہوگی اس کے ترکہ سے، اس طرح بہن فوت ہوجائے اور اُس کے اولاد نہ ہو، تو اُس بہن کے تمام مال کا وارث اُس کا بھائی ہوگا، پھر کسی کلالہ (ایسی میت جس کے والدین اور اولاد موجود نہ ہو) کی دو بہنیں ہوں تو اُس کے ترکہ سے ان دونوں بہنوں کو دو تہائی حصّہ ملے گا اور اگر کلالہ کے کئی بھائی اور کئی بہنیں ہوں تو مرد کو عورت سے دوگنا حصّہ ملے گا اللہ تعالیٰ صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہوجاؤ/اب بھٹکتے مت پھرنا، اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے۔(۱۷۶)

Marfat.com

الفاظ و معانی آیت ۱۷۲ تا ۱۷۶

﴿لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ﴾ ننگ و عار نہ رہے گا عیسیٰؑ ﴿لَنْ﴾ ہرگز نہیں۔ ﴿یَّسْتَنْکِفَ﴾ اس کو عار آتی ہے۔ اِسْتِنْکَاف، بصلہ مِن سے مضارع واحد مذکر، یہ ماخوذ ہے نَـکِفَ سے جس کے معنیٰ ہیں انگلی کے ذریعہ آنسوؤں کو رُخسار سے پونچھنا، اس اعتبار سے اس میں تَبْعِیْد دور کرنا کے معنیٰ پیدا ہو گئے پس استنکاف کے اصل معنیٰ ہوئے اپنے آپ کو کسی چیز سے دور رکھنا ﴿اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ﴾ نہ مسیح علیہ السلام کیلئے اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونا کچھ عار کی بات ہے ”وَلَا الْمَلٰٓئِکَۃُ الْمُقَرَّبُوْنَ“ اور نہ مقرب فرشتوں کے لئے۔ (بحوالہ قاموس القرآن) اس میں عیسائیوں کے ایک شبہ کا جواب دیا گیا ہے وہ یہ کہ عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اس لئے سمجھتے ہیں کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے، غیب کی باتیں بتادیا کرتے تھے، اندھوں کو بینا اور بیماروں کو شفا سے اچھا کر دیتے تھے۔ پس بتایا گیا کہ بغیر باپ کے پیدا ہونا الوہیت یا خدا کی ابنیت کو مُستلزم نہیں اور بندگی عبدیت کے منافی نہیں کیونکہ فرشتے ماں رکھتے ہیں نہ باپ۔ محض یہ علم وقدرت جو مسیح کو ملی، مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا نہیں بنا سکتی کیونکہ بارگاہ خداوندی کے مقرب فرشتے بھی مسیح سے زیادہ علم اور قدرت رکھتے ہیں، تاہم فرشتوں کو خدا کی بندگی اور اس کے احکام کی تعمیل سے عار نہیں بلکہ اسے اپنی عزت اور سعادت سمجھتے ہیں اسی طرح مسیح علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے کو اپنے لئے باعثِ عزت وشرف اور فخر و مُباہات سمجھتے رہے۔ (بحوالہ امام رازیؒ)

﴿یَسْتَکْبِرْ﴾ فخر و غرور کرے، سرکشی کرتا ہے۔ ﴿وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْکَفُوْا وَاسْتَکْبَرُوْا فَیُعَذِّبُھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ﴾ اور جنہوں نے عار سمجھا اور کبر ونخوت اختیار کی تو انہیں دردناک عذاب دے گا اللہ۔ اس مضمون کا ذکر آیت ۶۰ سورۃ المومن پارہ ۲۴ فَمَنْ اَظْلَمُ میں ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دٰخِرِیْنَ

”بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے استکبار انکار کرتے ہیں وہ یقینی طور پر ذلیل ورسوا ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔“

﴿بُرْھَانٌ﴾ اس کے لفظی معنیٰ دلیل کے ہیں ایسی دلیل قاطع، جس کے بعد کسی عذر کی ضرورت نہ رہے قواعد کے مطابق اس کی جمع بَـرَاھِیْن، روشن دلیلیں۔ ﴿نُوْرًا مُّبِیْنًا﴾ واضح اور صاف نور رنورِ درخشاں، مُفسرین نے لکھا کہ نور سے مراد قرآن حمید ہے جو کفر وشرک کی تاریکیوں میں ہدایت کا نور ہے۔ (بحوالہ معارف القران از مفتی محمد شفیعؒ) اس کی مزید وضاحت سورۃ المائدہ آیت ۱۵ پارہ ۶ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ میں ہو رہی ہے۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾

”بے شک تمہارے اللہ جل جلالہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔“

اور یہ کتاب واضح یعنی قرآنِ حمید ہے۔ (بحوالہ بیان القرآن) اس کتاب میں جس کو نور کہا گیا ہے آگے اسی کتاب کو مُبین کہا گیا ہے۔ ”اگر نور سے مراد حضور انور ﷺ کی ذات اقدس ہو اور کتاب سے قرآن الحکیم تو یہ بھی درست ہے لیکن اس سے رسول اللہ ﷺ کا ایسا نور محض ثابت نہیں ہوتا جو بشریت اور جسمانیت کے منافی ہو۔“ (بحوالہ معارف القرآن جلد دوم از مفتی محمد شفیعؒ)

Marfat.com

﴿فِی الْکَلٰلَۃِ﴾ کلالہ، میراث کے بارے میں، کلالہ اسے کہا جاتا ہے جس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں اور کوئی اولاد، لڑکی یا لڑکا بھی نہ ہو، حضرت جابر بن عبداللہ انصاری ؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں بیمار ہوا اور حضرت محمد ﷺ میری عیادت کے واسطے تشریف فرما ہوئے، میں نے عرض کی اے اللہ کے حبیب (ﷺ)! میرے پاس مال ہے اور میں کلالہ ہوں یعنی نہ میرے والدین ہیں اور نہ کوئی اولاد، البتہ بہنیں ہیں پس میں اپنا مال بہنوں کو کیونکر تقسیم کروں تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿فَاِنْ کَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَکَ﴾ پس اگر ہوں دو بہنیں پس اُن کے لئے دوتہائی اس چیز سے ہے جو چھوڑ گیا۔

﴿وَاِنْ کَانُوْۤا﴾ وہ اگر ہوں، ﴿اِخْوَۃً﴾ بھائی، قواعد کے مطابق، بعض علمائے لغت کی رائے ہے کہ اگر دوستی کے لحاظ سے بھائی مراد ہوں تو اس کی جمع اِخوَۃ، جیسے قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ" گویا مسلمان آپس میں سگے بھائی ہیں۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿اِخْوَۃً رِّجَالًا وَّنِسَآءً﴾ کئی (وارث) بہن بھائی مرد اور عورتیں۔ ﴿حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ﴾ حصہ دو عورتوں کے برابر۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۷۲ تا ۱۷۶

آیت ۱۷۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو تو بہ نفس نفیس اللہ تعالیٰ کا بندہ بننے پر فخر و افتخار ہے۔ زمینی زندگی تو خود اس پر شاہد ہے اور آسمانی زندگی میں انہیں حق بندگی پر کوئی استکبار نہیں، اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونا، ربّ کی اطاعت اور عبادت کرنا اُن کے احکامات کو بجالانا اعلیٰ درجہ کی عزت اور شرف وفخر و مبادیات کا باعث ہے قرآن الحکیم فیصلہ کُن انداز میں وضاحت کرتا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اسی طرح ملائکہ مقربین بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور انہوں نے بھی اپنے لئے اس حیثیت کو کبھی عار نہیں سمجھا البتہ ذِلّت اور رُسوائی کی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا، کسی دوسرے کی بندگی اختیار کی جائے، یہ جن لوگوں کو تم، گمراہ پاتے ہو، اللہ تعالیٰ کے آگے سر بہ سجود ہونے میں شرم آتی ہے انہیں اپنی نادانی کا احساس ہوتا ہے جس کے سبب یہ اظہار تکبّر میں مُبتلا ہیں ان سب کو بھی باری تعالیٰ کے حضور جمع ہونا ہے۔

آیت ۱۷۳ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ جن لوگوں نے حق کو جان لیا پہچان لیا اور جنہوں نے حق تعالیٰ کی عبودیت کا اقرار، باللّسان اور بالقلب کر لیا اور اعمالِ صالحہ سرانجام دیئے اُن کے لئے احسن کام کرنا، اللہ تعالیٰ کی عُبودیت کے اقرار کا لازمی انعام ہے تو باری تعالیٰ اُس کا صِلہ/اَجر پورا پورا مرحمت فرمائے گا اور اُن پر مزید فضلِ باری تعالیٰ ہوتا رہے گا جو فرمانبرداری کرنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروفِ عمل رہے، انہیں صرف صلہ ہی نہیں دیا جائے گا بلکہ عطا و بخشش میں اور انعام میں مزید اضافہ ہوتا جائے گا۔ جنہیں عبادت کرنے میں عار محسوس ہوتا ہے اور جو فخر و انبساط میں تکبّر کے مُرتکب ہوئے ہیں انہیں المناک عذاب کی سزا ملنی ہے ایسا دردناک عذاب جو اُن کی یاس اور اُمیدوں کو منقطع کر دے گا اور کسی کو بھی وہ اپنا حمایتی اور مددگار نہ پائیں گے اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کی اعانت اور سرپرستی پر وہ کامل اعتماد و بھروسہ رکھتے ہیں ان میں سے کسی کو بھی وہ وہاں نہ پائیں گے۔

آیت ۱۷۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ لوگوں کے پاس، پروردگار کی طرف سے روشن دلیل آ گئی ہے جو تمہیں صاف صاف

راستہ دکھانے والی ہے قرآن کلام اللہ ہے اور قرآن نورِ مُبین ہے اس میں دلیل حُجت اور نورِ واضح طور پر آشکار ہے اصل بات تو یہ ہے کہ بُرہان کے ساتھ، جہل، ظلمت اور ظن وگمان یکجا نہیں ہوسکتے اور نور کے ساتھ ظلمت وتاریکی کی دھند ٹھہر نہیں سکتی۔ اس نورِ مُبین میں ایسی روشنی کی شعائیں ہیں کہ اشیاء کی صحیح حقیقت نظر آنے لگتی ہے جس کی تابانی نور میں زندگی کے دورا ہے یا شب وروز کے معاملات میں انسان کو حق وباطل کے راستوں میں راہِ حق کا راستہ صحیح سمت میں نظر آتا ہے۔ نفس کی داخلی سطح پر اور زندگی کی خارجی سطح پر نفسِ قرآن کی روشنی سے منور اور تاباں ہو جاتا ہے تو اپنا ماحول بھی اچھی طرح نظر آتا ہے شرط یہ ہے کہ انسان پہلے سے قائم کئے ہوئے تصورات سے دل کی آلائش کو پاک کرے، اور کُھلے دل سے اس پر غور وفکر کرے اور صراطِ مستقیم کی منزل اسی وقت ملتی ہے جب انسان صدقِ دل سے کوشش کرے اور ذاتی ذوق وشوق سے براہِ راست قرآن سے روشنی پانے کی صلاحیت کا عزم رکھے۔

آیت ۱۷۵ میں واضح بیان ہے کہ وہ جو ایمان لائے میرے اللہ تعالیٰ پر اور اللہ تعالیٰ کی رسی ردین کو مستحکم انداز میں اپنا لیا تو عنقریب ربِّ جلیل اُنہیں رحمت اور فضل میں داخل کرے گا گویا جب کسی انسان کے اندر ذوقِ ایمان پیدا ہو جائے اور ربّ کی پناہ میں آنے کی جہد مسلسل میں سعی پیہم شروع کردے اس شرط کے ساتھ کہ ایمان صحیح ہو اور نفسِ انسانی اللہ تعالیٰ کی عرفانِ ذات اور حقیقت کو پاچکے تو اس گیتی کائنات میں بھی باری تعالیٰ کی رحمت سایہ فگن ہوتی ہے اور آخرت میں بھی اُن پر رحمت اور فضل وکرم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی طرف آنے کا سیدھا راستہ دکھادے گا۔

آیت ۱۷۶ میں ایک مسئلہ جائداد اور وراثت کا بتایا گیا ہے اے حبیب ﷺ! کلالہ کے بارے میں آپ سے سوال کیا جاتا ہے یعنی ایسا فرد جس کی اولاد نہ ہو اور والدین بھی فوت ہو جائیں تو وراثت یوں تقسیم ہوگی کہ اگر اس کی بہن ہو تو نصف مال کی حق دار ہوگی اس کے واجبات کی ادائیگی کے بعد جو باقی بچ جائے اور اگر کوئی عصبہ یعنی دُور نزدیک کا رشتہ دار رعزیز واقارب ہوگا تو اپنی حیثیت کے لحاظ سے پائے گا اور اگر بہن کلالہ انتقال کر جائے اور بھائی باقی بچے تو تمام ترترکہ کا وارث ہوگا اور اگر فوت ہو جانے والا مرد ہو اور بہنیں دو یا زیادہ ہوں تو وہ سب دو تہائی کے مالک ہوں گی اور اس رشتہ کے کئی بہن بھائی ہوں تو مرد کو عورت کے مقابلے میں دوگُنا ملے گا۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے واضح احکامات بتادیئے ہیں تاکہ لوگ گمراہی میں مُبتلا ہو کر راہِ راست سے بھٹک نہ جائیں اور ان کو عملی زندگی بسر کرنے میں ذاتی دشواری نہ ہو۔

سورۃ النساء اختتام پذیر ہوئی

فَالْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

Marfat.com

سلسلہ وار ترتیب ۵، ترتیب نزول ۱۱۲، آیات ۱۲۰، رکوع ۱۶

سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃِ

یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی
کل حروف ۱۲۴۶۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے آغاز کرتا ہوں جو نہایت مہربان رحم والا ہے

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ①

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے عہد و پیمان / قول و قرار کو پورا کرو۔ تمہارے لئے مُویشی چوپائے / بے زبان جانور حلال کر دیئے گئے بجز اُن کے جن کا حکم تم کو پڑھ کر سنایا جائے گا مگر حالتِ احرام میں شکار کو حلال نہ جانو بلاشبہ اللہ تعالیٰ حکم صادر کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ (۱)

يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَاۗىِٕرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَاۗىِٕدَ وَلَآ اٰۗمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۭ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۭ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَـنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ②

اے اہلِ ایمان! اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بے حُرمتی نہ کرو اللہ تعالیٰ کی شان / ادب اور عزت والے مہینہ کا پاس ادب رکھو، اور قربانی کے جانور، اور نیاز کعبہ / اللہ تعالیٰ کی نیاز کے، وہ جانور جن کے گلے میں علامتیں آویزاں ہیں پٹے ڈالے گئے ہیں اُن پر ہاتھ نہ ڈالو بے حُرمتی نہ کرو اور جو لوگ بیت حرم کا قصد کر کے اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کو آئیں اُن کا پاسِ ادب / تقدس رکھو، یہ لوگ اپنے ربّ کا فضل طلب کرنے اور اس کی رضا حاصل کرنے کو آتے ہیں اور جب احرام اُتار چکو، تو شکار کر سکتے ہو اور تمہیں کسی قوم کی عداوت / دشمنی کہ انہوں نے تم کو مسجدِ حرام میں آنے سے روکا تھا زیادتی کرنے پر نہ اُکسائے، نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور زیادتی اور گناہ پر ایک دوسرے کی معاونت مت کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اس میں کوئی شک نہیں! اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (۲)

❶ ......المائدہ عربی میں کھانے کے سجے ہوئے دسترخواں کو کہا جاتا ہے اس سورت سے قرآن کی دوسری منزل کا آغاز ہوتا ہے پہلی منزل کا اختتام سورۂ نساء پر ہوا اس سورۃ مبارکہ کی ایک آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ......الخ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر میدانِ عرفات ۹ / ذی الحجہ ۱۰ھ بروز جمعۃ المبارک نازل ہوئی اس سورۃ کی ابتداء تربیت اخلاق سے ہو رہی ہے ربّ جلیل نے اُمت مسلمہ سے آخری اُمت کے طور پر کامل شریعت برقرار رکھنے کے لئے عہد و پیمان کیا ہے اس سورۃ کا پیغام خاص یہ ہے کہ جس دین کی تکمیل معرضِ وجود میں آئی ہے اور جو نعمت عطا ہوئی ہے اس کو پانے کے لئے احکامات قوانین اور ضابطہ کو پابندی عمل اور استقلال کے ساتھ برتنا ہے۔

Marfat.com

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

حرام کردیا گیا تم پر، مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس جانور ذبح میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو اور جو گلہ گھونٹنے سے مرا ہو اور بے دھار کی چیز سے ہلاک ہوا ہو اور جو گر کر مرا ہو اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور ہلاک ہوا (یہ سب حرام ہیں) اور وہ بھی حرام ہے جس کو کسی درندہ نے پھاڑ کھایا ہو لیکن اس میں جان ہو اور تم نے ذبح کرلیا ہو حرام نہیں، اور جو ذبح کیا ہو تھان پر، وہ بھی حرام ہیں جو تقسیم کیا جائے جوئے سٹے کی طرح /جو تیروں کے ذریعہ فال معلوم کرنے کے لئے پانسے ڈالے جائیں یہ سب گناہ کے کام ہیں اور آج تمہارے دین سے کفار مایوس /نا اُمید ہوگئے، سو تم اُن سے نہ ڈرو اور صرف مجھ ہی سے ڈرتے رہنا، اور آج میں نے تمہارے دین کو کامل کردیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی اور تمہارے لئے دین اسلام کو بطور دین چُن لیا۔ پس جو شخص شدّت بھوک سے بے بس /بے قرار ہوجائے بشرطیکہ کسی گناہ کی میلان طبع نہ ہو تو اللہ معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔ (۳)

الفاظ و معانی آیت ا / تا ۳

﴿اَوْفُوْا﴾ پورا کرو۔ ﴿عُقُوْدِ﴾ قول و قرار /عہد یہ عَـقْـدٌ کی جمع ہے اس کا لغوی معنی گرہ لگانا ہے اب یہ مستعمل ہے اس پختہ عہد پر جو دو افراد کے مابین طے پائے۔ یہاں عقود سے مراد ہر نوعیت کے معاہدے خواہ انسان اور اس کے مالک کے مابین ہوں یا انسان اور دوسرے انسان کے درمیان ہوں، خواہ اس کا ربط دینی احکامات سے یا دینوی معاملات کا معاملہ ہو چونکہ سورۃ المائدہ کی پہلی آیت مبارکہ میں تمام معاہدہ تمام تر معاملات کی پابندی اور ایفائے عہد کو روبہ تکمیل لانے کی ہدایت ہے اس لئے سورۃ المائدہ کا ایک اور نام ''عقود'' بھی ہے۔ (بحوالہ بحر محیط)

امام راغب اصفہانیؒ نے فرمایا کہ ''عقود'' معاملات کی اقسام ہیں اس حکم میں شامل ہیں ان کی تین نوعیتیں ہیں:

❶ ...... ایک وہ معاہدہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے جیسے ایمان اور فرمانبرداری کا عہد یا حلال اور حرام کی پابندی کا عہد۔

❷ ...... وہ عہد /پیماں جو ایک انسان اپنی ذات /نفس کے ساتھ کرے حلف اُٹھا کر کوئی چیز اپنے اوپر /ذمّے لازم تصور کرے۔

❸ ...... وہ معاملہ جو دو فریق، جماعتوں اور حکومتوں کے مابین ہوتے ہیں گویا باہمی سمجھوتے یا میثاق۔

﴿بَهِيْمَةُ﴾ چار پائے، چرنے والے جانور، قواعد کے مطابق اسم ہے اس کا مادہ بَهـم ، اِبْهَام ہے۔ بَهِيمَةٌ کا مفہوم علامہ راغبؒ اصفہانی نے بتایا ہے کہ مـا لانـطق لـه، یعنی بے زبان، بعض علماء اس رائے پر متفق ہیں کہ ہر چوپائے کو بہیمہ کہا

Marfat.com

جاتا ہے۔ ﴿ الْاَنْعَامِ ﴾ انعام، اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ کو کہا جاتا ہے کیونکہ اُن کی چال میں قدرے نرمی ہوتی ہے۔ لفظ بہیمہ ہر جانور کے لئے مستعمل ہے۔ بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ چوپایہ جانوروں کے لئے لفظ بہیمہ بولا جاتا ہے ﴿ اَنْعَامِ ﴾ اس کا واحد نَعَم ہے۔ پالتو جانور، نر اور مادہ ملا کر جن کی آٹھ اقسام ہیں جو حلال کر دی گئیں۔

﴿ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ ﴾ سوائے اُن کے، جن کا حُکم پڑھ کر سنایا جائے گا گویا بجز ان جانوروں کے جن کی حُرمت قرآن مجید میں بیان کردی گئی ہے۔ ﴿ مُحِلِّي ﴾ حلال قرار دینے والے اسمِ فاعل جمع مذکر قواعد کے مطابق۔

﴿ لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللهِ ﴾ اللہ کی نشانیوں کی بے حُرمتی نہ کرو شَعَـآئِر، نشانیاں اس کا واحد شعیرۃ ہے۔ جس کے معنی علامت جس سے کسی شے کی پہچان ہو سکے۔ (بحوالہ امام ابن جریرؒ) ﴿ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ ﴾ حُرمت والے ماہ محرم، رجب، ذوالعقدہ، ذوالحجہ۔ ﴿ الْهَدْيَ ﴾ وہ قربانی کا جانور جس کو حدودِ حرم میں ذبح کے لئے کوئی اپنے ساتھ لائے۔ ﴿ الْقَلَآئِدَ ﴾ اس کا واحد قِلَادَۃٌ ہے گلے کے پٹے/ہار کو کہا جاتا ہے گویا قلائد سے مراد وہی جانور ہیں جن کو حرم سے لے کر جایا جاتا ہے، وضاحت یوں ہے کہ ان مویشی کو نہ کسی سے چھینا جائے اور نہ ان کے حدودِ حرم تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ ڈالی جائے۔

﴿ آٰمِّيْنَ ﴾ قصد کرنے والے ارادہ کرنے والے۔ ﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ ﴾ اور نہ آمادہ کرے دشمنی/عداوت کسی گروہ کی، کہ وہ کفار قریش میں سے ہو۔ (بحوالہ تفسیر قادری) جَرَمَ کے معنی کسی کام پر اُکسانا ہے۔ شنان، بمعنی عداوت اور بغض مستعمل ہے۔ ﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ﴾ اور معاونت اور مددگاری اختیار کرو ایک دوسرے کی۔ قرآنِ حمید نے ایک اصولی اور اساسی مسئلہ کے بارے میں حکمت سے پُر فیصلہ صادر کردیا ہے جو تمام تر نظامِ زندگی کی روح ہے جس پر بنی نوع انسان کی صلاح وفلاح پائی جاتی ہے وہ مسئلہ ہے تعاون وتناصر دائم وقائم رہنے کا اگر کوئی فرد کسی وجہ سے جوشِ انتقام میں زیادتی کا مرتکب ہو تو اس کو روکنے کی تدبیر یہ ہے کہ ''وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ'' اور باہم معاونت نہ کرو گناہ اور زیادتی پر۔ مفسرین کا قول ہے کہ جس کا حکم دیا گیا اس کی تکمیل بِــر اور جس سے منع کیا گیا اس کو چھوڑ دینا تقویٰ اور جس کا حکم دیا گیا نہ کرنا اِثْم (گناہ) اور جس سے منع کیا گیا اس کو کرنا عُدْوَان (زیادتی) کہلاتا ہے۔ (بحوالہ کنزالایمان از احمد رضا خانؒ)

﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ سب مل کر باہمی طور پر نیکی اور پرہیزگاری کا رُخ اختیار کرنے کا مظاہرہ کریں اور لوگوں کی زیادتی اور بے اعتدالیوں کا تدارک کریں۔ ﴿ وَاتَّقُوا اللهَ ﴾ اور ڈرتے رہو باری تعالیٰ سے، حق گوئی، عدل مساوات اور اخلاق حسنہ کی اساس تو خوف خدا ہے جب خوفِ خدا ہوگا تو اللہ تعالیٰ سے تعلق خاص ہوگا۔ ﴿ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ سخت سزا دینے والا، بُرائی میں تعاون کرنے والا ان ظالموں کے ظلم میں شریک ہو کر سزا پائیں گے، عذاب چکھیں گے۔

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ ﴾ تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، اور سؤر کا گوشت۔

﴿ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ ﴾ اور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے جس طرح مشرکین نے طریقہ اپنایا تھا کہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینے کے بجائے، لات اور عزیٰ کے نام لے کر ذبح کرتے۔ (بحوالہ علامہ بیضاویؒ)

اسی مضمون کا اظہار آیت ۱۷۳ سورۃ البقرہ پارہ ۲ سَيَقُوْلُ میں بیان ہوا ہے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ

''اور (اللہ تعالیٰ) نے تم پر حرام کر دیا مردار کو اور خون کو اور سُوّر کا گوشت اور ایسے جانور حرام کیے جس پر اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی دوسرے کا نام لیا گیا ہو۔''

﴿اَلْمَیْتَۃُ﴾ مردار جانور۔﴿ وَالدَّمُ ﴾خون، خون سے مراد ''اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا'' بہنے والا خون۔﴿لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ﴾ سُوّر کا گوشت، ''لَحْمُ '' سے مراد اس کا پورا بدن ہے اس میں پٹھے اور چربی بھی شامل ہے اور وہ جانور حرام ہے ''لِغَیْرِ اللّٰہِ'' جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو وہ تو کھلا شرک ہے وہ جانور جو غیر اللہ کے نام نذر کیا گیا ہو اور اس کی رضا کی خاطر ذبحہ کیا گیا ہو، جمہور فقہاء کی رائے تو یہ ہے کہ اس کو بھی ''وَمَآ اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ '' کے تحت حرام قرار دیا ہے۔﴿ اَلْمُنْخَنِقَۃُ﴾ وہ جانور جو گلا گھونٹ کر مار دیا جائے۔ اِنْخِنَاق، قواعد کے مطابق مصدر ہے، اسم ہے۔﴿ اَلْمُتَرَدِّیَۃُ ﴾حلال جانور جو بلندی سے گر کر ذبح سے پہلے ہلاک ہو جائے قواعد کے مطابق اسم فاعل ہے۔﴿ اَلْمَوْقُوْذَۃُ ﴾ وَقْذ قواعد کے لحاظ سے اسم مصدر ہے۔ چوٹ لگنے سے مرجائے جیسے پتھر یا لاٹھی کی ضرب پیہم سے ہلاک کیا جائے۔﴿ اَلنَّطِیْحَۃُ ﴾ وہ جانور جو کسی جانور کے سینگ لگنے سے مرجائے۔

﴿مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ ﴾ جو ذبحہ کیا گیا ہو تھان پر، ﴿ نُصُب ﴾ انصاب، جمع ہے قواعد کے لحاظ سے اسم ہے۔

نشان تھان، نصب وہ سنگ، پتھر ہے جس کو دورِ جاہلیت میں پوجا جاتا تھا اور اُن کیلئے جانور ذبح کیے جاتے تھے''۔(بحوالہ ابن جریرؒ)

''اور اُس سے مراد ایسی جگہ ہو سکتی ہے جو مشرکانہ رسوم کی ادائیگی کے لئے مخصوص ہو۔'' (بحوالہ ضیاء القرآن از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

''نُصُبٌ ، وہ پتھر جو کعبۃ اللہ کے گرد کھڑے ہوئے تھے اور اہلِ جاہلیت اُن کی پرستش کرتے اور اُن کے پاس جا کر جانوروں کی قربانی اُن کے لئے کرتے تھے اور اس کو عبادت سمجھتے تھے۔'' (بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ)

﴿بِالْاَزْلَامِ﴾ اس کا واحد زَلَمٌ ، تیر، اس تیر کو کہتے ہیں جس میں پر نہ ہو، استقسام بالازلام، ایسے تیر جس میں قسمت آزمائی جاتی ہے اس کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے یہ سات تیر تھے ایک پر نعم ٹھیک ہے اور ایک پر لا نہیں اور اس طرح کے دیگر الفاظ تحریر ہوتے اور یہ تیر بیت اللہ کے خادم کے پاس ہوا کرتے ہیں ان تیروں کو ترکش سے نکال کر قسمت کا حال بتایا جاتا تھا دورِ جاہلیت کی یہ رسم بھی حرام تھی، علماء کا فرمان ہے کہ مستقبل کے حالات دریافت کرنے اور غیب کی باتیں معلوم کرنے کے جس قدر طریقے خواہ علم جعفر کے ذریعہ ہوں یا ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر یا فال وغیرہ کا طریقہ یہ سب استقسام بالازلام کے دائرہ حُکم میں آتا ہے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری) ﴿ذٰلِکُمْ فِسْقٌ ﴾ یہ طریقہ قسمت کا حال معلوم کرنے کا گمراہی ہے۔﴿اَکْمَلْتُ﴾ میں نے کامل کر دیا اِکْمَالٌ جس کے معنیٰ کامل کر دینے کے ہیں قواعد کے مطابق فعل ماضی۔﴿لَکُمْ دِیْنَکُمْ ﴾ تمہارے لئے دین تمہارا۔﴿ وَاَتْمَمْتُ ﴾ میں نے پورا کر دیا، اِتْمَامٌ سے قواعد کے مطابق فعل ماضی واحد متکلم۔ باب افعال

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی اُمت کو تین خصوصی انعامات دینے کی بشارت سے سرفراز کیا۔

(۱)...... اکمال دین جس کا مفہوم ترجمان القرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے آج دین حق ردینِ مبین کے تمام آداب اور احکامات اور حدود و فرائض کی تکمیل کر دی گئی ہے اب اس میں کسی اضافہ کی ضرورت باقی نہیں رہی اور نہ کسی کمی

Marfat.com

کا احساس اور احتمال ہو کمال اور تکمیل اس کو کہا جاتا ہے جس سے کسی شے کا مدعا اور غرض پوری ہو جائے۔ (بحوالہ امام راغب اصفہانیؒ)

۲......اتمام نعمت کا مطلب ہے مسلمانوں کا غلبہ پانا اور عروج اور مسلمانوں کے مخالفین کا مغلوب ہو جانا اتمام کے معنی ہوئے اب کسی اور شے کی حاجت اور ضرورت نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ نے اقتدار اور قوتِ مرحمت کی، تاکہ دین حق کے احکام صادر ہو کر نافذ ہو سکیں۔

۳......شریعت اسلام کا اس اُمت کے لئے چناؤ! ربِّ کائنات نے دینِ اسلام کو چُن لیا جو ہر زاویہ فکر اور حیثیت سے کامل اور مکمل ہے اور جس پر نجات کا دارومدار ہے "وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا" "اور میں نے چُن لیا تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین"۔

دینِ اسلام جو تمہارے گذشتہ انبیاء اور رسولوں کا دین تھا وہی دینِ حق اپنی اکمل ترین صورت میں ہمارے لئے پسند کیا گیا ہے۔ یہ آیۂ مُبارکہ نبی اکرم ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کی ایک بیّن دلیل ہے کیونکہ جب تکمیل دین ہو گی اور اس کے احکامات میں ردوبدل کے مکانات باقی ہی نہیں رہے تو پھر دوسرے نبی کے آنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی۔

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِي﴾ بے بس ہوا، لاچار ہوا، بے تاب ہوا۔ ﴿مَخْمَصَةٍ﴾ ایسی شدت کی بھوک جس سے پیٹ لگ جائے یہ قواعد کے مطابق اسم ہے۔ ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ﴾ اس جملے سے مراد یہ ہے کہ ایک خاص حالت میں اگر کوئی شدت بھوک سے بے تاب اور نڈھال ہو جائے اور اس بات کا امکان لاحق ہو جائے کہ موت کہیں واقع نہ ہو جائے وہ مذکورہ بالا حرام جانوروں میں سے کچھ کھالے تو اس کے لئے کوئی گناہ نہیں معصیت نہیں۔

﴿غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ﴾ نہ مائل ہونے والا ہو گناہ کی سمت، مراد یہ لی گئی ہے کہ اس طعام کی حالت میں اس کا میلان گناہ کی جانب نہ ہو۔

تشریح و توضیحات آیت ا تا ۳

آیت نمبر ا میں اظہار بیان یہ ہے کہ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ جو عہد و پیمان باندھا جائے اسے پورا کیا جائے گویا باہمی معاہدات کا پایۂ تکمیل تک پہنچانا، لازمی اور ضروری امر سمجھو! رسول اکرم ﷺ نے بھی عہد شکنی کو منافق کی علامت قرار دیا ہے ایفائے عہد کی پابندی اس ہدایت کے ساتھ، مویشی جانور حلال کر دیئے گئے جیسے اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری وغیرہ اور اسی نوعیت کے پالتو اور جنگلی چوپائے مثال کے طور پر نیل گائے، ہرن وغیرہ وغیرہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے نام پر حلال ہیں سوائے اُن کے جن کے بارے میں اختلافی مصلحت کے تحت ممانعت آئی ہے۔

اگر احرام باندھے ہوئے ہو اور عمرے اور حج کا قصد ہو تو شکار کرنے کی اجازت نہیں گویا حالتِ احرام میں شکار محرم و غیر محرم کے لئے سب حرام تصور ہو گا۔

آیت نمبر ۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ صاحب ایمان اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانیوں کی بے حُرمتی نہ کرے جن چیزوں کے تحفظ ادب کے لئے باریِ تعالیٰ نے جو احکامات بتا دیئے ہیں ان احکامات کے خلاف کر کے اُن کی بے ادبی کے مرتکب نہ بنو تقدس و تکریم والے چار ماہ ہیں ذو القعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام، رجب المرجب، اُن کی تعظیم اور احترام کا تقاضا

Marfat.com

تو یہ ہے کہ ان ایام مبارک میں نیکی اور تقویٰ کو اپنا شعار بنالو۔ قربانی کے مخصوص کیئے ہوئے جانوروں پر دست درازی سے گریز کرو، ان جانوروں پر ہاتھ نہ ڈالو، جن کی گردن میں نذر اللہ کی علامت کے پٹے یا نشان پڑے ہوئے ہیں اور نہ ان کو تنگ کرو جو ربّ کی رضا اور خوشنودی اور فضل کی تلاش میں مقام محترم، بیت الحرام کی طرف جانے کے لئے رواں دواں ہیں جو مخلص مسلمان عمرہ اور حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں ان کی تعظیم اور تکریم کرو۔ حالتِ احرام میں شکار کی جو ممانعت تھی احرام کی پابندی سے نکلنے کے بعد اب شکار کرنے کی اجازت ہے۔

عداوت، بغض اور کینہ کے جذبہ جوش میں آ کر زیادتی مت کیا کرو سخت سے سخت ترین عداوت کے باوجود عدل اور انصاف کے دامن کو تھام رکھو اگر کوئی فردِ بشر جوش انتقام میں ظلم و جبر کا مرتکب ہو جائے، تو اس کے تدارک کا طریقہ کار یہ ہے کہ ظلم و جور کی اعانت سے محفوظ رہتے ہوئے نیکی کرو۔ نیکی اپناؤ اور عملی تقویٰ کا مظاہرہ کرو، حق گوئی، صداقت مساوات اور انصاف کو شعار بنالو، اگر خدا سے خوف کھا کر نیکی کو اپنایا نہ گیا اور بدی ترک نہ کی گئی تو عام عذاب اور عتاب کا اندیشہ ہے۔

آیت نمبر ۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو پسند کر لیا گو اس آیتِ مبارکہ میں تکمیل دین کا اعلان ہے اس بات کا مکمل تعین ہو گیا کہ ہمارا نظریہ حیات پایہ تکمیل کو پہنچ گیا شریعت مکمل ہو گئی اس کو اپنانے میں کمی و بیشی کی کوئی گنجائش نہیں اب نہ اس میں کسی زمان و مکان کا رنگ غالب ہو گا بلکہ اب سلسلہ رسالت بھی تکمیل کی منزل سے گزر چکا یہ ہدایت اور روشنی کے سفر کا آغاز ہے اور اس طویل سفر میں دینِ اسلام کی شمع فروزاں ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک آخری رسالت بنی نوعِ انسان کے لئے بھیجی ہے اور ایک رسول جو خاتم الانبیاء ﷺ ہیں رحمۃ للعالمین ہیں ان کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا اور جس دور میں قرآن مجید فرقانِ حمید نازل ہوا اس دور کی شریعت ہر دور کے لئے سرچشمہ ہدایت فیضانِ رحمت ہے اسلام کے احکامات میں اسلام کے جامع اصول ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے یہ دین چُن لیا ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنی شریعت کی نعمت تمام کر دی اب اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری لازم ہے اُمت محمدیہ اپنے تمام تر تکمیل مقاصد کے ساتھ ساتھ تمام اقوام عالم کے لئے بطور امام منتخب ہو گئی ہے۔

یہ آیت "اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ" "اور آج میں نے مکمل کر دیا تمہارا لئے تمہارا دین" ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ بمقام عرفات بوقت عصر بروز جمعہ حضرت محمد مصطفٰے سرورِ کائنات ﷺ پر نازل ہوئی جب اس آیۃ کا نزول ہوا تو عام مسلمان فرطِ مسرت سے ہمکنار ہو رہے تھے مگر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ گریہ میں تھے حضور پُرنور ﷺ نے اُن سے گریہ نم اور اشکبار ہونے کا سبب پوچھا تو جسارت کے ساتھ عرض اتنا کیا کہ اس آیت سے اس بات کا عندیہ محسوس ہوتا ہے کہ اب آپ ﷺ کا قیام اس کائنات گیتی میں کم ہے کیونکہ تکمیل دین اور اتمام دین کے ساتھ ارسال کی ضرورت بھی پایہ تکمیل تک پہنچی۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر اور بحر محیط)

چنانچہ آنے والی ساعتوں نے اظہار کر دیا اور اس کے صرف اکیاسی (۸۱) دن بعد رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رُخصت ہو گئے۔

جانوروں کے حلال اور احکامات کا تذکرہ تکمیل دین کے مرحلے پر اس لئے ہوا کہ عرب میں اسلام آنے سے پہلے کھانے پینے کے احکامات بہت سخت تھے، دینِ اسلام کا نظامِ رحمت اس بات کا متقاضی تھا کہ بے جا قید، توہم پرستی، کے عنصر سے

Marfat.com

دین کو پاک رکھا جائے اگر کوئی بھوک سے نڈھال ہو گیا اور دم آخر کی اُمید غالب آجائے اور حلال چیز میسر نہ ہو تو حرام شے کو کھا کر جان کی امان پا سکتا ہے آیت کے ابتداء میں اظہار کر دیا گیا تھا کہ تم پر حرام ہے مردار، خون، سؤر کا گوشت اور وہ جانور جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو جو گلا دبا کر چوٹ یا پتھر کے ریزے سے چوٹ لگنے سے یا بلندی سے نیچے گر کر یا ٹکر کھا کر ہلاک ہوا ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو سوائے اس کے جسے تم نے زندہ زندہ ذبح کر لیا ہو۔

''مَاذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ'' اور وہ جانور حرام ہے جو نُصُب کسی تھان ❶ پر غیر اللہ کے نام پر ذبح ہو، مشرکین کا عجب دستور تھا بتوں پر جانور ذبح کرتے اور جہالت سے خون بُتوں پر مَلتے تھے۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن، سید قطب شہیدؒ) تیروں سے قسمت کا حال دریافت کرنا یا ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر زائچہ بتانا اور کسی طرح سے اس کا پیشہ اپنانا حرام ہے۔

آیت ۱ تا ۳ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

سورۃ المائدہ مضامین کے لحاظ سے قرآن کی ایک جامع سورت ہے، اُمّت مُسلمہ سے آخری اُمّت ہونے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے تکمیل احکامات پر قائم رہنے کے لئے پیمانِ عہد لیا ہے اسی نوعیت کا عہد و پیمان اہلِ کتاب سے لیا گیا تھا لیکن قرآن کی آیات اس بات کی مظہر ہیں کہ وہ اپنے عہد و پیمان کو برقرار نہ رکھ سکے، اس سورت مبارکہ کا ایک واضح پیام یہ ہے کہ دین کے احکامات، دین کے قوانین کو پابندی اور استقامت کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے گزشتہ اُمّت کے لوگوں نے استقلال کا مظاہرہ نہیں کیا جس کے سبب ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور عتاب نازل ہوا اور اُمّت مسلمہ کو احکامات بڑی وضاحت کے ساتھ بتا دیئے گئے تاکہ کوتاہی عمل کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے۔

ایمان شرعی دو اُمور پر مشتمل ہے صحیح معرفت کی پہچان اور تسلیم و رضا، گویا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے جُملہ احکامات اور ارشادات کو درست طریقہ عمل سے سچا جان کر قبول کرے اور اخلاصِ عمل سے سرِ تسلیم خم کر دے ایمان کی حقیقت کا راز اس میں مضمر ہے کہ تمام تر باری تعالیٰ کے حُکم کو ماننے اور تمام تر حقوق کی ادائیگی کے لئے کامل ایقانِ عہد اور اقرار لازم ہے، گویا ربِّ جلیل کی کامل ربوبیت کا وہ اقرارِ عمل جو عہد الست کے بارے میں لیا گیا جس کا اثر خاص انسان کی فطرت اور سرشت میں بہ درجہ اتم آج تک موجود ہے جس کا براہ راست سلسلہ و تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو اس کے بندوں سے ہو، تربیت جسمانی سے ہو، یا اصلاح روحانی سے ہو۔

اس آیۃ مُبارکہ میں بتایا گیا کہ بھیڑ، بکری، اُونٹ، گائے، بیل، اور تمام چوپائے خواہ پالتو ہوں یا وحشی حلال قرار دیئے گئے اور ان کا شکار جائز ہے یہ ضرور ہے کہ عمرہ و حج کے لئے احرام باندھو تو حالتِ احرام میں شکار کی ممانعت ہے، حُرمت کے ایام (مہینوں میں) حاجیوں کی آمد و رفت کے موقع پر ان مہینوں میں خاص طور سے جنگ و جدال حاجی کے جان و مال کے نقصان پہنچانے کی ضرورت نہیں، احرام اُتارنے کے بعد شکار کیا جا سکتا ہے، قربانی اور اللہ تعالیٰ کے نیاز کے جانوروں کو مت لوٹو۔ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی معاونت کرو، آیت ۲ میں تکمیل دین کا اعلان ہے۔ ❀❀

❶ جو استھان پر، بیت اللہ کے قریب گرد بتوں کی جگہیں تھیں۔

Marfat.com

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ④

اے حبیب ﷺ! دریافت کرتے ہیں آپ سے اُن کے لئے کیا حلال کیا گیا ہے، آپ کہہ دیجئے! تمام پاک اور ستھری چیزیں حلال کر دی گئیں ہیں اور یہ جو تم شکاری جانوروں کو تربیت دے کر، سدھا کر، شکار کو زخم خوردہ کرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہو جیسا کہ باری تعالیٰ نے تم کو سکھایا ہے پس جس شکار کو وہ پکڑ کر تمہارے لئے روک رکھیں تو اس کو بھی تم کھا سکتے ہو، البتہ اللہ کا نام اُس جانور پر لے لیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو بے شک اللہ تعالیٰ کو حساب لینے میں قدرے دیر بھی نہیں لگتی۔ (۴)

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ⑤

آج کے دن تمہارے لئے پاک ستھری چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لئے حلال ہے، اور پاک دامن باعفت عورتیں ایمان والی تم پر حلال ہیں اور پارسا عورتیں بھی جن کو تم سے پہلے کتابیں عطا کی گئیں تھیں جبکہ تم اُن کے مہر ادا کرو، نکاح میں لا کر، یہ نہ ہو کہ مستی نکالنے کے لئے، زنا کاری کرو یا پوشیدہ چوری چھپے آشنائیاں کرو، اور جس کسی نے ایمان کی روشنی اپنانے سے انکار کیا یعنی جو مسلمان سے کافر ہو گیا اس کا سب کیا دھرا اکارت گیا بس اس کا سب کچھ ضائع گیا، اور ایسا آدمی آخرت میں خسارے اُٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ (۵)

الفاظ و معانی آیت ۴ اور ۵

﴿وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ﴾ اور حلال ہے شکار اس کا، جسے تربیت دی گئی ہو، شکار کرنے والے جانور کو۔ ﴿عَلَّمْتُمْ﴾ تم نے جسے سکھایا، تَعْلِیْم سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق، جَوَارِح، اس کا واحد جَارِحٌ ہے، شکاری جانور، زخمی کرنے والے، مراد شکاری کُتے، باز، شکرا وغیرہ۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

عدی بن حاتم اور زید الخیر نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا ہم کُتے اور باز کے ذریعہ شکار کرتے ہیں کیا ہمارے لئے حلال ہے اس پر اس آیۂ کریمہ کا نزول ہوا، شکاری کُتے اور باز وغیرہ کے ذریعے شکار حلال ہونے کی چار شرائط ہیں (۱)......کُتا یا باز سکھایا یا سدھایا ہوا ہو۔ (۲)......اس نے شکار کو زخم لگا کر ہلاک کیا ہو۔ (۳)......شکاری جانور کو شکار پر چھوڑتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھا گیا ہو۔ (۴)......اگر شکاری کے پاس اس وقت پہنچے جب وہ زندہ ہو تو شرعی طور پر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے۔)

﴿مُكَلِّبِيْنَ﴾ تکلیب سے مشتق ہے۔ قواعد کے مطابق اسم ہے جس کے اصلی معنی کُتوں کو تربیت سکھانے کے ہیں

Marfat.com

مکلبین کی تفسیر یہ ہے کہ شکار پر چھوڑنا۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ) اور شکار پر چھوڑنے سے قبل اُن کو شکار کے لئے سدھایا گیا ہو، سدھانے کا مفہوم یوں سمجھئے کہ جب اسے شکار پر چھوڑا جائے تو بھاگتا ہوا جائے، جب رُک جانے کا اشارہ کیا جائے، تو رُک جائے اور جب آنے کا اشارہ کیا جائے تو واپس لوٹ پڑے۔ لازم تو یہ ہے کہ اس کے شکار میں سدھانے اور چھوڑے ہوئے جانور کے علاوہ کسی اور جانور کی شرکت نہ ہو۔ (بحوالہ صحیح البخاری کتاب الذبائح والصید، مسلم شریف کتاب الصید)

﴿ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلد حساب کرنے والا ہے اور حلال حرام سے سوال کرے گا۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

﴿ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ﴾ آج حلال ہوئیں سب پاک اور ستھری اشیاء، آج سے مراد لیا گیا وہ دن جس میں اس آیت کا نزول ہوا لغت میں طیبات صاف ستھری اور پسندیدہ چیزوں کو کہا جاتا ہے۔ ﴿ طَيِّبٰت ﴾ پاکیزہ اشیاء نے حلت وحُرمت کے فلسفہ کی وضاحت کر دی اور اصول بھی بتادیئے۔

﴿ وَالْمُحْصَنٰتُ ﴾ کا معنیٰ پاک دامن، باعزت، پارسا عورتیں، علماء نے تفسیر کرتے ہوئے مفہوم لیا ہے کہ اہلِ کتاب کی نیک رآزاد عورتیں مسلمانوں کے لئے حلال ہیں کہ کنیزیں اُن کی حلال نہیں ہیں۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

قرآنِ حمید کی آیۃ مُبارکہ ہے کہ "وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ" مشرک عورتوں سے اُس وقت تک نکاح مت کرو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں یاد رہے کہ اہلِ کتاب کے علاوہ دوسری تمام قومیں سب مشرکات میں شامل ہیں اس آیۃ مُبارکہ سے کُلی طور پر معلوم ہوا کہ اہلِ کتاب کی عورت سے نکاح جائز ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب کوئی دریافت کرتا تو وہ فرماتے، مُشرک عورت سے نکاح مت کرو تاوقتیکہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور بھلا اس سے بڑا اور کون سا شرک ہے کہ وہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام یا کسی دوسرے بندہ کو اپنا رَبّ بنالیں۔ (بحوالہ احکام القرآن بصاص)

یہاں اس بات کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ آیات قرآن اور سنت کی اصطلاح میں اہلِ کتاب، کن لوگوں کو کہا جائے "لوح بھی تو قلم بھی تیرا وجود الکتاب" کے مصداق وہ کتاب جس کا نزول باریٔ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے وہ کتاب القرآن ہے جس کی تصدیق امر یقینی ہے اور آسمانی کتاب توراۃ، انجیل، زبور اور صحف موسیٰ وابراہیم بہر نوع، بالیقین جن کو بالاتفاق اہل کتاب میں شمار کیا جاتا ہے وہ یہود و نصاریٰ ہیں قرآنِ حمید میں جن کو اہل کتاب کہا گیا ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ اِۨبْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ

"یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا جانا۔"

﴿ مُتَّخِذِيْٓ ﴾ پکڑنے والے اسم فاعل جمع مذکر قواعد کے مطابق ﴿ اَخْدَانٍ ﴾ آشنا بناتے ہوئے۔ بات یہ ہے کہ عورت اور مرد کے باہمی ربط اور تعلقات کو اسلام نے صرف اس صورت حال میں جائز رکھا ہے کہ اس کی اساس نکاح پر ہو جو تعلقات ظاہری نوعیت کے ہوں یا پوشیدہ آشنائی یا شنائی کے، وہ بالکل حرام اور ممنوع ہیں نکاح کا مقصد، عصمت کو ہر نایاب کی مکمل حفاظت ہے۔ ﴿ حَبِطَ ﴾ اکارت گیا، ضائع ہوا، قواعد کے مطابق فعل ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ۔

﴿ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ﴾ باطل ہو گئے عمل اس کے۔

Marfat.com

تشریح و توضیحات آیت ۴، ۵

آیت ۴ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ تمام چیزیں جو پاک ہیں اور پاکیزہ ہیں حلال کردی گئی ہیں صرف نجس اور ناپاک چیزیں حرام کردی گئی ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ ہر شے حلال ہے جب تک کہ شرعی طور پر اس کے حرام ہونے کا ثبوت نہ مل جائے۔ شکاری جانور کُتے یا باز، جن کو اس نوعیت کی تربیت اور تعلیم دی جائے کہ جس کو شریعت مطہرہ نے معتبر سمجھا ہے۔ بلکہ شکاری جانور جو سدھائے ہوئے ہوں تو ان کا شکار بھی حلال ہے اور جو جانوروں کو سدھاتے ہو، یہ علم بھی تو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے یہ ذات باریٔ تعالیٰ ہے جس نے ان سب کو تمہارے لئے مسخر کردیا اور اپنی رحمت کاملہ سے یہ توفیق اور صلاحیت عطا کی کہ تم اُن کی تربیت کرو سچ تو یہ ہے کہ حکمت تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت ہے قرآن حکیم میں کس قدر دلکش، پُر کیف انداز تربیت ہے کہ وہ ہر مرحلے اور ہر مقام پر اہلِ ایمان کو ربّ کی طرف متوجہ ہونے کی دعوت دیتا ہے اللہ تعالیٰ حُکم صادر کرتا ہے سدھائے ہوئے جانور جو شکار تمہارے لئے روکتے ہیں اس پر اللہ کا نام لو اور نام اس وقت لیا جائے جب کسی جانور کو چھوڑ دیا جاتا ہے تو اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ دانتوں اور پنجوں سے وہ شکار کو ہلاک کردے اس لئے ذبیحہ کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے آخر کار یہ بتانا مقصود ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کو اپنا ماحصل زندگی بناؤ اور ربّ کے حساب و کتاب سے ڈرتے رہو گویا امر واقعہ یہ ہے کہ حرام اور حلال کے احکامات کو خوفِ باری تعالیٰ اور پرہیزگاری کے شعور سے مربوط رکھو، بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ جلد ہی حساب لینے والا ہے۔

آیت ۵ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ آج کے دن سے تمام پاک اشیاء حلال کردی گئیں ہیں اور اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال کردیا گیا ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لئے جائز ہے۔ اسلام کا اعجاز تو یہ ہے کہ وہ رواداری کا ایک ارفع اور اعلیٰ نمونہ پیش کرتا ہے اسلامی معاشرہ غیر مسلموں کے ساتھ ایک سلوک اور رویہ کی ایک خصوصی صورتِ حال بتاتا ہے اسلام اہلِ کتاب غیر مسلموں کو صرف مذہبی آزادی سے ہمکنار کرکے معاشرہ کے اندر مقید رہنے کی تلقین نہیں کرتا نہ انہیں قابلِ حقارت جانتا ہے بلکہ انہیں اجتماعی شرکت اور محبت وایثار کا احساس دلاتا ہے اہلِ اسلام اہلِ کتاب کے ساتھ طعام میں شریک ہوسکتے ہیں اور باہم ایک دوسرے سے ملاقات کرنے میں کوئی قباحت اور پابندی نہیں اہلِ کتاب کی پارسا اور پاک دامن، باعزت عورت سے نکاح کرنے کی بھی اجازت ہے حُکم دیا گیا کہ انہیں مہر کی ادائیگی کے ساتھ شرعی نکاح میں رکھو۔

اس بات کی قطعی اجازت نہیں کہ زنا کے مرتکب ہوجاؤ اور پوشیدہ اور مخفی انداز میں دوستی اور آشنائی رکھو، اہلِ کتاب کی عورت سے نکاح کے حُکم کے ساتھ، عورت کے پاک دامن کی قید ہے جو شخص اس اجازت سے استفادہ کرنے کا خواہاں ہے اس پر لازم ہے کہ اپنے ایمان اور اخلاق کی طرف سے احتیاط برتے، کہیں ایسا نہ ہوجائے کہ دورِ جدید کی رنگین مزاج تتلی کے زُلف کے اسیر ہوکر، سیمیں بدن، مہ جبیں نازک انداز، دیدۂ جاناں، لالۂ رُخسارے، پری وش، کافر بیوی کے عشق میں گرفتار ہوکر اس کے عقائد اور اعمال، شکل وصورت سے متاثر ہوکر ایسی روش اختیار کرے جو ایمان کے منافی ہو، اگر ایسا کیا گیا تو تمام تر ''سرمایۂ حیات'' اور اساسِ عمل ضائع ہوجائے گا اور آخرت میں سوائے نقصان کے کچھ ہاتھ آنے کا نہیں کہنے کا ماحصل یہ ہے کہ اگر ایسی عورت سے نکاح کرنے میں ایمان کے ضیاع ہونے کا خطرہ لاحق ہو تو یہ بہت ہی خسارہ کا سودہ ہوگا، قرآن اور سنت کی روشنی میں اور اسوۂ صحابہؓ کی تعلیمات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے لازم ہے کہ احتیاط کے مصداق اہلِ کتاب کی عورت کو نکاح میں لانے سے اجتناب کرنا ہی بہتر ہے۔ ❁❁

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا
وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ
وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ
وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ
الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا
طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ
عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ
عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٦

اے وہ لوگو، جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز ادا کرنے کے لئے اُٹھو تو اپنے چہرے دھولیا کرو، اور اپنے بازو کہنیوں تک دھولو، اپنے سر کا مسح کرو، اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھولو، اور اگر حالت جنابت میں ہو تو ناپاکی دور کرنے کے لئے سارا جسم پاک کرلو، اگر کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کے بعد آئے یا تم نے عورتوں سے صحبت/مراجعت کی ہو پھر پانی نہ پاؤ تو تیمّم کرلیا کرو پاک مٹی سے، اور ہاتھ پھیر لو اپنے چہرے پر اور ہاتھوں پر مل لو، اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رہے، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب صاف ستھرا، اور پاک کردے، اور اپنی نعمت تم پر پوری کردے تاکہ تم اس کے شکرگزار بنے رہو۔ (٦)

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ
بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٧

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو جو نعمتیں عطا کی ہیں اُسے یاد رکھو/اس کا خیال رکھو اور اس عزمِ صمیم/قول و قرار، عہد و پیمان کو فراموش مت کرو جو اُس نے تم سے لیا ہے، جب کہا تھا تم نے ”ہم نے سن لیا اور فرمانبرداری قبول کی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید/راز خوب جاننے والا ہے۔ (۷)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ
وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟
هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝٨

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی خاطر حق/انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور ہرگز تمہیں کسی قوم کی دشمنی نہ اُکسائے اس بات پر کہ تم عدل برقرار نہ رکھ سکو، ہر حال میں عدل اور انصاف پر دائم اور قائم رہو، کہ تقویٰ کے یہی قریب تر ہے، پس اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو! بے شک اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے جو سب کچھ تم کرتے ہو۔ (۸)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ
وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝٩

اور جو لوگ ایمان لائیں اور نیک صالح عمل کیے ہیں اللہ تعالیٰ کا اُن سے وعدہ ہے کہ اُن کے لئے گناہوں کی بخشش اور اجرِ عظیم ہے۔ (۹)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝١٠

اور جن لوگوں نے کفر کا ارتکاب کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، ایسے ہی لوگ آتشِ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ (۱۰)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ نے تم پر جو احسان کیا ہے اسے یاد کرو، جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کرے/

Marfat.com

اَنْ یَّبْسُطُوْٓا اِلَیْکُمْ اَیْدِیَھُمْ فَکَفَّ اَیْدِیَھُمْ عَنْکُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

بڑھائیں اپنے ہاتھ تمہاری طرف تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلے میں اُن کے ہاتھ روک دیئے صرف باری تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اہلِ ایمان کو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رتوکل کرنا چاہئے۔(۱۱)

الفاظ و معانی آیت ۶ تا ۱۱

﴿اِذَا قُمْتُمْ﴾ جب کھڑے ہوتو۔﴿فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ﴾ پس دھولو اپنے چہرے، اِغْسِلُوْا تم دھولو، غَسْلٌ سے جس کے معنی دھونے کے ہوتے ہیں فعل امر صیغہ (جمع مذکر حاضر)۔ جب تم نماز کا قصد کرو وضو کرو جب طبعی تقاضوں کی تکمیل، پائے تکمیل کو پہنچ جائے تو حدثِ اصغر کے لئے وضو لازم قرار پایا اور حدثِ اکبر کے لئے نہانے رغسل کا اہتمام لازم کر دیا گیا۔﴿وَاَیْدِیَکُمْ﴾ اپنے بازو کو دھوو۔﴿وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ﴾ اور مسح کرو اپنے سروں پر۔﴿وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ﴾ اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھوو۔ اس آیت کریمہ میں وضو کے چار فرائض بتائے گئے ہیں۔(۱) چہرے کا دھونا۔(۲) ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا۔(۳) سر کا مسح کرنا۔(۴) پاؤں کا ٹخنوں تک دھونا۔ پورے سر کا مسح کیا جائے حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ اپنے ہاتھ آگے کی سمت سے گدی (پیچھے) تک لے کر جائیں پھر وہاں سے آگے کی طرف جہاں سے آغاز کیا تھا ساتھ ہی ساتھ کانوں کا مسح کر لیا جائے اگر سر پر عمامہ یا پگڑی ہو تو حدیث مُبارکہ کے مطابق موزوں کی طرح اس پر بھی مسح جائز ہے (بحوالہ صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ) اس کے علاوہ ایک مرتبہ کر لینا بھی کافی ہے۔(بحوالہ قرآن کریم معہ تفسیر و ترجمہ از مولانا محمد جونا گڑھی)

﴿اَرْجُلَکُمْ﴾ یعنی اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوو، اَرْجُلَ، رِجْلَ کی جمع ہے پاؤں، رِجْلٌ واحد، مضاف کُمْ، ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، قواعد کے مطابق اسم ہے، اور اگر جرابیں پہن رکھی ہیں بشرطیکہ وضو کرتے وقت تو حدیث کے مطابق پاؤں دھونے کے بجائے موزے رجرابوں پر بھی مسح جائز ہے (بحوالہ قرآن کریم معہ تفسیر و ترجمہ از مولانا محمد جونا گڑھی) حضور اکرم ﷺ جب وضو کرتے تو کہنیوں کو بھی دھوتے۔

عن جابر ان النبی ﷺ کان اذا توضأ ادار الماء علی مرفقیہ. (بحوالہ دار قطنی)

امام مالکؒ ظاہر آیت پر نظر کر کے فرماتے ہیں تمام سر کا مسح کرنا چاہئے، حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس قدر پر مسح کا نام بولا جائے۔(بحوالہ تفسیر قادری)

حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پاؤں کو اچھی طرح دھونے کا حکم فرماتے۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے وضو کی جو تفصیل مذکور ہے اس سے بھی پاؤں کا دھونا ثابت ہے۔(بحوالہ نہج البلاغہ)

﴿وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّھَّرُوْا﴾ اور اگر تم حالت جنابت رناپاکی میں ہو تو پورا بدن پاک کرلو جَنَابَتٌ سے مراد وہ ناپاکی کی کیفیت ہے جو مباشرت ربیوی سے ہم بستری سے، یا احتلام، یا مادہ مُنویہ کے اخراج سے ہو دونوں حالتوں میں غسل کا کرنا واجب ہے اور اس صورت میں نہائے بغیر نماز کا پڑھنا یا قرآن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں، اسی حکم میں حیض اور نفاس شامل ہیں جب حیض یا نفاس کا خون آنا یا نکلنا بند ہو جائے تو طہارت کے لئے نہانا غسل لازمی ہے البتہ پانی دستیاب نہ ہو سکے تو تیمم کی اجازت ہے۔(فتح القدیر، ایسر التفاسیر)

Marfat.com

سورۃ النساء آیت ۴۳ پارہ ۵ والمحصنٰت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا

"اور جب تم نشہ کی حالت میں رہو تو نماز کے قریب مت جاؤ اور اگر جنابت کی حالت میں رہو تو جب تک نہا نہ لو رطہارت غسل نہ کرلو، نماز کی ادائیگی مت کرو۔

﴿مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ﴾ نہیں چاہتا اللہ تعالیٰ۔ ﴿حَرَجٍ﴾ تنگی، تکالیف، گناہ باب نَصَرَ سے مصدر۔ ﴿شَنَاٰنُ قَوْمٍ﴾ دشمنی کسی گروہ کی، مشرکوں سے، ﴿وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ﴾ اور نہ اُکسائے۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا﴾ کہ تم انصاف کے برخلاف کرنے لگو، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عدل اور انصاف کے برقرار رکھنے کے تقاضے میں کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی عدو کی دشمنی کی وجہ سے لغزش ہو جائے۔ ﴿اِعْدِلُوْا﴾ عدل قائم کرو۔ ﴿هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ عدل بہت ہی قریب تر ہے پرہیزگاری کے، جب کافروں کے ساتھ، انصاف برتنا، عدل کرنا، مرتبہ تقویٰ سے بہت قریب تر ہے تو ذرا احساس تو کیجئے مسلمانوں کے ساتھ عدل قائم کرنے کا کیا درجہ ہوگا مثنوی میں کس قدر خوب بیان کیا گیا ہے۔ ع

عدل کن زانکہ درولایت دل — در پیغمبری زند عادل
عدل مشاطہ ایست ملک آرائی — دیں و دولت زعدل ماند بجاری

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے عذاب سے محفوظ رکھنے کا قریبی عمل یہ ہے کہ انسان عدل مساوات کو اپنا شعار بنائے "جب اہلِ کُفر کے ساتھ عدل برتنے کا تاکیدی حُکم ہے تو مسلمانوں کے ساتھ عدل وانصاف کی اہمیت محتاجِ بیان نہیں" (بحوالہ امام رازیؒ) حضور اکرم ﷺ کے نزدیک عدل اور عادلانہ شہادت کی کس قدر افادیت اور اہمیت ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میرے والد محترم نے مجھے عطیہ دیا تو میری والدہ ماجدہ نے کہا کہ اس تحفہ پر آپ جب تک رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہیں بنائیں گے میں راضی نہیں ہوں گی لہٰذا میرے والد حضور اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا "وَاتَّقُوا اللّٰہَ" اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور اولاد کے درمیان عدل کیا کرو اور فرمایا "میں ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا" (بحوالہ کتاب الھبۃ، صحیح البخاری، مسلم شریف) ﴿اَنْ یَّبْسُطُوْٓا اِلَیْكُمْ﴾ یہ کہ بڑھائیں تمہاری طرف، قواعد کے مطابق فعل مضارع جمع مذکر غائب۔

تشریح وتوضیحات آیت ٦ تا ١١

آیت ٦ میں اظہارِ بیان ہے کہ کُفر اور آخرت کی رُسوائی سے محفوظ ہونے کے لئے پاکیزگی لازمی ہے آپ تو جانتے ہیں دل کی آلودگی اور نجاست کا نام کُفر ہے ہر گُناہ کا ارتکاب دل کو آلودہ کردیتا ہے اب دل کو آلودگی سے بچانے کے لئے اور پاکی اپنانے کے لئے بدن کو پاک رکھنے کی تاکید، گویا تکمیل فرائض کی ادائیگی کے لئے جسم کا پاک ہونا شرطِ اوّل ہے اور اگر جسم پاک بھی ہے تو نماز کی ادائیگی کے لئے باوضو ہونا شرط ہے اگر پانی میسر نہ ہو تو تیمم کا حُکم ہے وضو کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا چہرہ دھولو، دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولیا جائے اور سر کا مسح کیا جائے گویا گیلا ہاتھ سر پر پھیرلیا جائے اور ٹخنوں تک

پاؤں کو دھولیا جائے یہ چار فرائضِ وضو ہیں باقی طریقے سنت ہیں اور کچھ اُمور مستحب ہیں اُن سب پر عمل کرنا ہے۔اب اگر جنابت ہو اور عورت بھی جنابت کے بعد حیض اور نفاس کی کیفیت سے پاک ہونا چاہتی ہے تو سارے بدن کو پاک کرنے کی ضرورت ہے۔تو پاکی اختیار کرنے کی خاطر غسلِ طہارت کیا جائے، لیکن اگر کوئی شرعی عذر ہو جیسے بیماری یا حالت سفر غسل یا وضو کی سہولت میسر نہ ہو یا کسی مرض کی وجہ سے اگر پانی استعمال کرنے سے شدتِ مرض کا (بڑھ جانے کا) خدشہ ہو یا پھر رفع حاجت سے فارغ ہو کر آئے جس کے لئے وضو لازمی ہے یا بیوی سے مراجعت کی ہو جس سے غسل فرض ہو جائے اور پانی دستیاب نہ ہو تو تیمم کر لو صاف، پاک، خشک مٹی یا مٹی کی جنس میں سے کسی بھی چیز پر ہاتھ رکھ کر چہرہ پر مل لو، اور دوسری بار رکھ کر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت مل لو، تو جب تک وہ عذر باقی ہے غسل یا وضو کا قائم مقام تیمم رہے گا کس قدر شان کریمی ہے کہ اللہ تعالیٰ محض تر دّد میں ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ خوشحالی اور آسانی چاہتا ہے اور اصل مدعا تو یہ ہے کہ تمہارے بدن و جسم میں پاکیزگی پیدا ہو جائے اور ربِّ جلیل کی عبادت میں اس قدر انہماک پیدا کر لو کہ دل میں پاکیزگی کی علامت موجزن ہو جائے اور دلِ حزیں متحمل ہو سکے کہ تجلیات انوار الٰہی کو قبول کرنے کے قابل ہو سکے اور باری تعالیٰ اپنی تمام تر نعمتوں سے تمہیں سرفراز کر دے اور تم اس کے شکر گزار بنے رہو، حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ توفیق شکر بھی انعام باری تعالیٰ ہے۔

آیت ۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ ہر مسلمان جب دعوتِ حق، دعوتِ اسلام قبول کرنے کی توفیق پاتا ہے تو وہ اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ میں اللہ جل جلالہ اور اس کے محبوب رسول ﷺ کے ہر حکم کو تسلیم کروں گا اور اسلام کی بقاء اور سر بلندی کی خاطر، راہِ حق کا شہید بننے کے لئے جان اور اسلام کی بقائے دوام کے لئے مالی قربانی سے دریغ نہ کروں گا تو اب اس عنایت و انعام کی جو کچھ توفیق ربّ سے تم پر ہوئی ہے اس کو یاد کرو، اور میثاقِ عہد اور اطاعتِ بندگی سننے اور ماننے کا ہر حکم تمہارے لئے واجب العمل ہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق پیہم، مضبوط تر کر لو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اللہ تبارک و تعالیٰ دلوں کے بھید جاننے والا ہے اور انتہائی مخفی امور بھی ان کی ذات سے پوشیدہ نہیں۔

آیت ۸ میں اظہار بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر حق پر دائم اور قائم رہو، راستی اور عدل مساوات کے ساتھ شہادت دینے والا بن جاؤ اسی مفہوم کا ذکر سورۃ النساء آیت ۱۳۵ پارہ ۵ والمحصنٰت میں ہوا ہے۔

كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ

"قائم رہو عدل پر، اگر چہ تمہارا اپنا نقصان ہو، ماں باپ کا یا عزیز و اقارب کا، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دو۔"

سورۃ النساء کی اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ عدل و مساوات کے سلسلے میں اپنے نفس اور والدین اور قرابت داروں کی بھی قطعی پرواہ نہ کی جائے انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر حکم اُن کے خلاف ہے تو اُن کے خلاف ہی قائم رہو، فرد کو اس شہادت کی اساس پر فیصلہ دینا ہے۔گویا قسط یعنی عدل و انصاف کو برقرار رکھنا ہے۔

"انسان کو عدل سے دور کرنے اور جبر و ستم میں مبتلا کرنے کے لئے فطری طور پر عادتاً دو اسباب ہوا کرتے ہیں(۱) ایک اپنے نفس اور عزیز رشتہ داروں کی طرف داری، سورۃ النساء کی اس آیت کا مفہوم اس بات کی غمازی کر رہا ہے دوسری(۲) صورت جو ظلم و جور کی طرف راغب کرتی ہے وہ ہے کسی فرد کی عداوت اور دشمنی کا پہلو۔سورۃ المائدہ کی آیت زیر مطالعہ کا مضمون یہ ہے کہ

Marfat.com

کسی قوم گروہ کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ اُکسائے کہ تم انصاف کے خلاف کرنے لگو۔" (بحوالہ ابوحیان، تفسیر بحرِ محیط)

ع   یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ مؤمن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں قرآں   اقبالؔ

کے مصداق مؤمن کی شان یہ ہے کہ اپنے جذبات اور احساسات پر اپنے ایمان کو غالب کرلے اور جو گفتگو کرے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے کرے کسی بھی انسان کی دوستی اور تعلقات ربط اور عداوت سے بالاتر ہوکر یہی تقویٰ کے قریب تر ہے۔

آیت ۹ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ جن لوگوں نے دعوتِ اسلام، ایمان کو قبول کرلیا اپنے نظریات، عقائد اور معاملات کی، اصلاحِ نفس کے ساتھ اصلاح کی طرف راغب ہوگئے عملی زندگی میں نیکی کی روش اختیار کی تو ربِّ جلیل نے اُن سے بخشش کا وعدہ کیا ہے اگر بتقاضائے بشریت ان سے کوئی خطاء سرزد ہوگی یا انسانی کمزوری اور تقصیر کے سبب جو کچھ خسارہ رہ گیا تو اللہ تعالیٰ اُن کی کوتاہیوں کو معاف فرما کر انہیں اپنے انعام واکرام اور اجروثواب عطا فرمائے گا۔

آیت ۱۰ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ جن لوگوں نے راہِ کفر اختیار کی قرآنِ حمید کے حقائق کی تکذیب کی، تو ایسے لوگوں کو جہنم میں رہنا ہوگا۔

آیت ۱۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ مسلمانوں کو تو اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد کرتے ہی رہنا چاہئے اس آیتِ مبارکہ میں اُس لطیف اساس عمل کی نشاندہی ہے کہ قریش، یہود، اور کفارِ مکہ نے بارہا حضرت محمد ﷺ اور مسلمانوں کو مٹانے اور قتل وغارتگری کے لئے کوئی دقیقہ فراموش نہیں کیا اور اپنے تمام منصوبے ترتیب دے گئے مگر یہ احسان باری تعالیٰ ہے کہ سب کو نامرادی اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑا، ایک قوم تو اس بات کی کوشاں تھی کہ تم پر دست درازی کرے مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہاتھ تم پر اُٹھنے سے روک دیئے۔

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے کہ کسی جہاد ❶ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک مقام پر قیام کیا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مختلف ٹھکانوں پر آرام کیا، حضور ﷺ تنہا ایک درخت کے سائے میں قیام پذیر ہوئے اور اپنا سامان حرب ایک درخت پر لٹکا دیا، اِن کے دشمنوں میں سے ایک دیہاتی / اعرابی نے موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی شمشیر پر قبضہ کرکے آپ ﷺ پر تلوار سونت لی، اور عرض گذار ہوا "مَنْ یَّمْنَعُکَ مِنِّیْ" اب بتائے کہ آپ کو میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ" دیہاتی نے پھر وہی بات دہرائی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ عزوجل" دو تین مرتبہ یہی سلسلہ کلام جاری رہا، غیبی قدرت کے رُعب نے دیہاتی کو مجبور کیا کہ وہ تلوار کو میان میں رکھ لے اس وقت رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلایا اور اس واقعہ کا ذکر کیا یہ اعرابی اس وقت تک آپ ﷺ کے پہلو میں موجود تھا آپ ﷺ نے اس کو کچھ نہیں کہا۔" (بحوالہ ابن کثیر)

---

❶ حضرت رسالت ﷺ نے جنگ عطفان میں محارب بنی ثعلبہ کے ایک گروہ سے لڑنے کو متوجہ ہوئے، دشمنوں نے خبر سنی تو اپنے سردار دعثور یا غورث کے ساتھ پہاڑوں میں چھپ کر لشکر اسلام کو دیکھتے تھے۔ (بحوالہ تفسیر قادری مطبوعہ ۱۸۸۷ء)۔

Marfat.com

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا
مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ۭ لَئِنْ
اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ
وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ
عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ
سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿١٢﴾
فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ
يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا
ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰي خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا
مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣﴾

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد و پیمان لیا، اور ہم نے ان سے بارہ سرداروں کا تقرر کیا، اور اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ ''میں تمہارے ساتھ ہوں'' اور اگر تم نماز قائم کرتے رہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے رہے اور ایمان لاتے رہے میرے رسولوں پر اور ان کی مدد/تکریم تعظیم کرتے رہے، اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیتے رہے تو میں ضرور معاف کردوں گا اور تم کو ایسی جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہوں گی تو جس نے راہِ کفر اختیار کیا تو وہ یقینی طور پر سیدھی راہ سے بھٹک گیا دُور نکل گیا۔ (۱۲)

پس بہ سبب ان کی عہد شکنی کے، ہم نے اپنی رحمت سے انہیں دُور کردیا، ہم نے لعنت کی اُن پر، اور اُن کے دل سخت کردیئے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے کلام کو الفاظ کے اُلٹ پھیر کر کے بات کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں/اللہ تعالیٰ کی باتوں کو اس کی جگہ سے بدل ڈالتے ہیں اور جو تعلیم/نصیحت انہیں کی گئی تھی، انہوں نے اس کا خاصا بڑا حصہ بھلا دیا ہے اور آئے دن آپ (ﷺ) کو اُن کی خیانت سے آگاہی ہوتی رہے گی ان میں بہت کم لوگ اس عیب سے محفوظ ہیں تو آپ انہیں درگذر اور معاف کرتے جایئے بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ (۱۳)

آیت ومعانی آیت ۱۲/اور ۱۳

﴿نَقِيْبًا﴾ یہ قوم/گروہ کی طرف سے ایفائے عہد کا ذمہ دار، قوم کے حالات کی تفتیش کرنے والا قواعد کے مطابق اسم منصوب ہے، نقیب اس شخص/فرد کو کہا جاتا ہے کہ جو کسی قوم کے درست حالات سے واقف ہو اور اُن کی بہتری، بھلائی اور برتری کا ذمہ دار قرار پائے۔ (بحوالہ قرطبی) بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے ہر قبیلہ سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ایک ایک فرد مقرر کیا جو اُن کے حال احوال سے باخبر ہو اور ان کو حق تعالیٰ کی فرمانبرداری کی تلقین کرتا رہے۔ لیلۃ العقبہ میں جب مدینہ کے ستر (۷۰) مرد اور دو عورتوں نے حضور اکرم ﷺ سے بیعت/معاہدہ کیا تھا تو انصار کے بارہ سرداروں نے ذمہ داری لے کر حضرت محمد ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی تھی ان میں سے تین سردار قبیلہ اوس اور نو قبیلہ خزرج کے تھے۔

﴿وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ﴾ اور معاونت کرتے اُن کی، تم نے اُن کی تعظیم کی۔ (بحوالہ ابن کثیر) ﴿عَزَّرْتُمْ﴾ تعزیر کے معنوں میں مستعمل ہے عزت اور تکریم کے سبب کسی کی مدد کرنا، قواعد کے مطابق (تعزیر سے فعل ماضی، جمع مذکر حاضر) النصرۃ مع

Marfat.com

التعظیم (بحوالہ مفردات)۔﴿ هُمْ ﴾ ضمیر (جمع مذکر غائب) ﴿ قٰسِیَةً ﴾ سخت۔﴿ مَّوَاضِعِهٖ ﴾ مقام، جگہ۔

﴿ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ﴾ اور بھول گئے، حِظًّا، ایک حصہ، مِمَّا اس چیز سے جو اُن کو نصیحت کی گئی ہے ساتھ اس کے، مفہوم یہ ہے کہ اپنی کتاب کا اہم حصہ فراموش کر بیٹھے اُن کے نبیوں نے محمد ﷺ پر ایمان لانے کا بار بار انہیں حُکم دیا تھا اُس کو بھلا بیٹھے حالانکہ اُن کی آسمانی کُتب میں محمد ﷺ کی توصیف اور حمد بیان کی گئی ہے۔﴿ خَآئِنَةٍ ﴾ خیانت، دھوکہ فریب، خیانة، سے اسم فاعل کا صیغہ، واحد مؤنث، قواعد کے مطابق۔﴿ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ﴾ تو معافی دیتے رہے ان کو اور درگذر کرتے رہے، وہ آپ ﷺ کو ستاتے رہے، آپ معاف کرتے رہے، وہ آپ ﷺ کے خلاف دل شکن سازش کا جال بچھاتے رہے، آپ ﷺ نظر انداز کرتے رہے وہ اپنا کام کریں آپ ﷺ اپنا کام سرانجام دیں یہی آپ ﷺ کا وصف ہے گویا آپ ﷺ عفو و درگذر سے کام لیں، یہ ذمہ داری اس وقت تفویض حُکم میں شامل تھی جب تک لڑائی کرنے کی اجازت نہ تھی، اور بعد میں سورۃ توبہ آیت ۲۹ پارہ (۱۰) وَاعْلَمُوْا میں ارشاد ہوا۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

''ان سے لڑائی لڑو! جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں لاتے''

تشریح و توضیحات آیت ۱۲/اور ۱۳

آیت ۱۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پُختہ ''ایفائے'' عہد لیا بنی اسرائیل کے قبائل میں بارہ نقیب، سردار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے منتخب کر لئے تھے، جن کے اسماء تورات میں بتائے گئے ہیں سو ہر قبیلے سے ایک سردار کا تقرر معرضِ وجود میں آیا اس کے فرائضِ منصبی میں شامل تھا کہ لوگوں کو نیکی پر قائم رکھنے کی دعوت دے اللہ تعالیٰ نے خود اس امر کی تصدیق کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں شرطِ اوّل یہ ہے کہ تم نماز کا اہتمام اور انصرام کرو اقامتِ الصلوٰۃ کا مفہوم یہ ہے کہ معاشرے میں، ماحول میں اور اپنے قرب و جوار، ہر مقام، ہر جگہ، جہاں جہاں رسائی ممکن ہو نماز پڑھنے کی کوشش کرو، شرطِ ولایت کی منزل بھی تو ادائیگی نماز اور ادائیگی زکوٰۃ ہے یہاں پر ادائیگی نماز اور ادائیگی زکوٰۃ کے ذکر سے اس بات کا پتہ چلا کہ یہ دونوں امور، اسلام سے قبل سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر لازم تھے دیگر قرآنی آیات کے مطالعہ سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ یہ فرائض صرف بنی اسرائیل کے لئے ہی مُختص مخصوص نہیں تھے بلکہ ہر پیغمبر اور ہر شریعت میں ہمیشہ عائد تھے۔قول و قرار اِس عہد کے ساتھ بھی مشروط ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے جتنے بھی رسول مبعوث فرمائے ہیں اُن پر ایمان لایا جائے اور ان کے رشد و ہدایت کے معاملات میں ان کی امداد، اعانت اور تکریم کی جائے ایک ایفائے عہد اس بات سے بھی مشروط ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قرض دو اور وہ بھی قرضِ حسنہ، اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دینے کا مفہوم یہ ہے کہ راہِ حق میں مال و متاع خرچ کرنے کو قرض دینے سے تعبیر کیا گیا ہے اگر ایفائے عہد اور میثاق کرنے کی سعادت نصیب ہوگی تو اس کا صلہ یہ ہے کہ سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور ابدی راحت اور تسکینِ دل و جان کے لئے فردوسِ بریں میں مقام ہوگا اور اگر کُفر اور سرکشی کی راہ اپنائی تو یقیناً راہِ

Marfat.com

حق سے بھٹک گئے۔

آیت ۱۳ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ چونکہ بنی اسرائیل نے عہد شکنی کی تو وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ٹھہرے دنیاوی نتائج اس طرح سے ظاہر ہوئے کہ اُن کے دل ''سنگدل'' ہوگئے سخت کردیئے گئے اور انبیاء کے پندونصائح سے بھی وہ کچھ فیض حاصل نہیں کرسکے، اور آیات اور کلام اللہ میں تحریف کے مُرتکب ہوئے، یہ تحریفِ لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عقلِ سلیم، فہم وفراست، شعُور اور آگاہی سے بے نیاز ہوکر وہ کج فہم ہوگئے، اس وعدہ خلافی کے سبب اللہ تعالیٰ نے اُن پر مختلف عذاب اور سزائیں مُسلط کردیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور ہوگئے، کبھی بیماری اور وباء میں مبتلا ہوئے، کبھی غرقِ آب ہوئے، کبھی آسمان سے آگ کے شعلے برسے، اور کبھی پتھروں کی بارش ہوئی۔

حافظ ابن رجب حنبلی رقمطراز ہیں ''نقضِ عہد کے مُوجب ان میں ملعونیت'' اور ''قسوہ قلب'' کا غلبہ ہوا اور لعنت کے اثر سے آج تک ان کا دل اور دماغ مفلوج ہے اُن کی سزا کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ نصیحت جوان کو کی گئی تھی اس سے فائدہ اُٹھانا ہی بھول گئے۔ انہوں نے احکام باری تعالیٰ کو فراموش کردیا، اسلامی نظامِ حیات اور شریعت کو موتوف کردیا اور اپنے معاشرے کو آزاد کردیا اس لئے کہ اسلامی طرزِ حیات کے نفاذ کے بعد اُن کو باری تعالیٰ کے دین کے مطابق سیدھا اور پاک صاف طرزِ عمل اپنانا پڑتا جس کے وہ عادی نہیں تھے۔

اس آیت مُبارکہ میں رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے اور بتانا مقصود ہے کہ اسلامی معاشرے میں یہودیوں کے کیا معاملات اور حالات ہیں وہ ہمیشہ خیانت کے مرتکب ہوں گے اور نبی ﷺ کے ساتھ بھی خیانت کرنے سے باز آنے کے نہیں۔

یہودی علماء کی سب سے بڑی غفلت اور گمراہی تو یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری بجالانے کی بجائے کلام اللہ کو اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق استعمال کیا آیات کے مطالب اور معانی کا مفہوم کچھ سے کچھ کرلیتے یہی طرزِ عمل رسول اللہ ﷺ کے دور میں مدینہ کے یہودی علماء کا تھا اُن کی ایسی خیانتیں بار بار سامنے آتی رہیں اُن کی بداعمالی تو اس بات کی متقاضی تھی کہ محمد ﷺ بھی اُن سے ناروا سلوک کرتے اُن سے نفرت اور حقارت کا طرزِ تغافل برتتے، لیکن ربّ کے حُکم کے مطابق آپ ﷺ نے اُن سے درگذر کا معاملہ فرمایا اور اُن تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے کہ جو احسان کی روش اختیار کرتے ہیں۔

Marfat.com

وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰۤی اَخَذْنَا مِیْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ یُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور ایسا ہی عہد و پیمان ہم نے ان لوگوں سے لیا تھا جن کا کہنا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں، سو انہوں نے بھلا دیا ایک بڑا حصہ اس سبق کا جو انہیں یاد کرایا گیا تھا سو ہم نے بھی ان کے مابین، عداوت اور بغض کی آگ بھڑکا دی، یومِ قیامت تک، اور جو کچھ وہ کیا کرتے تھے بہت جلد، اللہ تعالیٰ اُن کو اِس سے آگاہ کردے گا۔ (۱۴)

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ كَثِیْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾

اے اہلِ کتاب! کوئی شبہ نہیں اس میں کہ تمہارے پاس ہمارا رسول ﷺ آ گیا ہے جو تمہارے سامنے کتاب اللہ کی ایسی باتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے جن کو تم نے پوشیدہ رکھ لیا تھا اور بہت سی باتوں کو درگذر فرماتا ہے، تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے، ایک نور اور ظاہر کرنے والی واضح کتاب آ چکی ہے۔ (۱۵)

یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَیَهْدِیْهِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۱۶﴾

اللہ تعالیٰ اِس کتاب سے سلامتی کے راستے کی طرف گامزن کرتا ہے اور دکھاتا ہے خوشنودی کی راہ، ہر اُس شخص کو جو ربّ کی رضا کے طریق پر چلنا چاہے اور اُن کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے اور اپنی توفیق سے اُن کو راہِ راست کی طرف راہنمائی فرماتا ہے۔ (۱۶)

الفاظ و معانی آیت ۱۴ تا ۱۶

﴿وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰۤی﴾ اور جو کہتے ہیں اپنے کو نصاریٰ، نصاریٰ، نُصْرَۃٌ، بمعنیٰ مدد کے آتا ہے یہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے کہنے پر مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰهِ، اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملہ میں "کون میرا حمایتی ہے" تو اُن کے چند پیروی کرنے والوں نے کہا "نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ" ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔ نصاریٰ تین قوموں میں منقسم ہیں

(۱)......نسطوریہ، جو عیسیٰ ابن مریم کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔

(۲)......یعقوبیہ، جو خود کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد سمجھتے تھے۔

(۳)......ملکائیہ، جو عیسیٰ علیہ السلام کو تین خداؤں میں ایک مانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی توحید کے بجائے تثلیث کے قائل ہو کر من گھڑت عقیدہ اپنا لیا تھا ظاہر ہے کہ اس قدر بڑے اختلافِ عقائد کے ساتھ باہمی عداوت اور نفرت لازمی ہے حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے رسولِ مقبول محمد ﷺ کی آمد کی نوید بشارت بھی دی تھی اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کی بار بار تلقین کی تھی لیکن انہوں نے اس کو بھی یکسر بھلا دیا، حضرت مسیح علیہ السلام نے گیتی کائنات سے پردہ چاک کرتے ہوئے کہا تھا کہ "میں تم سے سچ کہتا ہوں میرا جانا تمہارے لئے سودمند ہے کیونکہ اگر میں نہیں جاؤں گا تو وہ مددگار، وکیل، شفیع تمہارے پاس نہ آئے گا" (بحوالہ انجیل، یوحنا ۱۶، ۱۷، ۱۸)

Marfat.com

﴿ فَاَغْرَيْنَا ﴾ پس ڈال دی ہم نے اِغراءٌ کے معنی ڈالنے کے اور رغبت دلانے کے آتے ہیں (قواعد کے مطابق) فعل ماضی صیغہ جمع متکلم، اغراء کہا جاتا ہے کسی چیز کو کسی چیز پر مسلط کر دینا۔ (بحوالہ قرطبی)

﴿ بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ ﴾ تو ہم نے لگا دی اس کے درمیان دشمنی اور بُغض کی آگ، جب انہوں نے راہِ ہدایت ترک کر دی اور نفسانی جال میں پھنس گئے تو تاریکی اور ظلمت چھا گئی اور باہمی اُلفت و محبت کی جگہ بغض و عناد نے لے لی۔

﴿ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا ﴾ اے کتاب والو! تمہارے پاس ہمارا رسول (ﷺ) آ گیا ہے پچھلی کتاب والوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام سے اثر (فیوض و برکات) لینا چھوڑ دیا اور حق تعالیٰ کے احکامات پر دل کی گہرائی کے ساتھ عمل کرنا ترک کر دیا اور باطل رسومات اور شرکیہ اُمور میں اپنے آپ کو ملوث کر لیا رَبِّ جلیل نے نبی اکرم ﷺ کو ارسل کر کے سابقہ کُتب ساویہ کی جو تعلیم لوگوں نے چھپا رکھی تھی اس کو ظاہر کر دیا تاکہ دین کی مستحکم اساس پر لوگ قائم ہو جائیں اور اختلافات کم ہو جائیں، ﴿ تُخْفُوْنَ ﴾ تم چھپاتے ہو، اِخْفَاءٌ سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر مخاطب (قواعد کے مطابق)۔

﴿ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴾ بے شک تمہارے پاس آئی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب ظاہر کرنے والی، مُبِیۡــــنٌ اسم فاعل واحد مذکر ہے (قواعد کے مطابق)۔ یہاں نور سے مراد ذات خاتم الانبیاء ﷺ ہے جن کی اساس پر رَبّ تعالیٰ نے حق کو روشن کیا اور اسلام کو دین حنیف کی شکل میں ظاہر فرما کر شرک کا خاتمہ کیا۔ اس نور سے بصارت دل کو منور اور تاباں کیا۔ (بحوالہ تفسیر ابن جریرؒ)

﴿ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ ﴾ اس کا جو تابع ہوا اس کی رضا اور راہِ سلامتی کا، نورِ محمدی اور کتاب مبین سے حق سبحانہٗ تعالیٰ ان کی راہنمائی کرتا ہے جن کو صمیم قلب میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی سچی جستجو طلب ہو اور جس طریق کو اپنانے سے بنی نوع انسان دنیا و آخرت میں ناکامی سے محفوظ ہو جاتا ہے اور لغزش کا ڈر نہیں رہتا۔ ﴿ سُبُلَ السَّلٰمِ ﴾ کے مفہوم کو علامہ قرطبیؒ نے امام حسن بصریؒ سے اس طرح واضح کیا کہ ''معرفتِ الٰہی کے وہ خاص راستے جن پر عمل پیرا رہنے سے قربِ حق، انسان پاتا ہے اور دوری کے حجاب اُٹھا دیئے جاتے ہیں'' (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ اور تفسیر بیضاوی)

تشریح و توضیحات آیت ۱۴ تا ۱۶

آیت ۱۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ جس طرح یہود نے کامل اطاعت کا عہد میثاق توڑ دیا اس طرح حق تعالیٰ نے عیسائیوں کو عہد و پیمان توڑنے کی سزا بتائی ہے کہ ان کے درمیان آپس میں افتراق اور بُغض، کینہ اور دُشمنی کی فضا قیامت تک برقرار رہے گی۔ نصاریٰ بھی یہود کی طرح اہلِ کتاب ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن سے بھی قول و قرار لیا لیکن انہوں نے اپنے عہد (کئے ہوئے وعدہ) کا لحاظ نہیں رکھا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے قلب بھی اثر پذیری سے یکسر خالی ہو گئے چنانچہ عیسائی بھی کئی فرقوں میں بٹ گئے اور باہم ایک دوسرے سے شدید نفرت اور عناد رکھنے لگے ہیں، حتیٰ کہ حق تعالیٰ انہیں آگاہ کیا یہ جو کچھ کرتے تھے یعنی روزِ قیامت ان کو ان کے اعمال کا علم ہو جائے گا۔

آیت ۱۵ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کتاب والوں کو! حق بات تو یہ ہے کہ ہمارا رسول ﷺ محبوبِ رَبِّ جلیل،

Marfat.com

حضرت محمد ﷺ جلوہ افروز ہو چکے ہیں جو تمام انسانیت کے لئے مبعوث ہوئے وہی دانائے سُبل، ختم الرسُل، مولائے کل، تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔ اس کی نبوّت کا ایک بیّن ثبوت یہ بھی ہے کہ خود اپنی کتاب میں بعض حقائق اُمور، جو تم سے پوشیدہ رکھے ہیں، کتاب اللہ میں ایسی تمام باتیں جن کو معاشرے کی ضرورت سمجھا گیا کھول کھول کر تم کو بتا دیا اور بہت سے ایسے اُمور جن کا بتانا ضروری نہ تھا اور جس سے تمہاری تفضیح کا پہلو نمایاں ہوتا ان سے درگذر فرماتے ہیں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نُور اور روشن کتاب آ چکی ہے۔

آیت ١٦ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہ کمال علم اور جمال دلیلِ نبوّت کا بیّن ثبوت ہے کہ تمہارے پاس رَبّ کی طرف سے کتاب رُشد و ہدایت آئی ہے اس کے ذریعہ حق تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو رضائے حق کے متلاشی ہیں سلامتی کی راہیں دکھاتے ہیں اور لوگوں کو کُفر و معصیّت کی ظُلمت و تاریکی سے نکال کر ایمان اور اطاعت کی روشنی کی طرف لے آتے ہیں اور راہِ مستقیم پر قائم و دائم رکھتے ہیں۔

آیت ١٤ تا ١٦ کے اہم نکات پر اجمالی نظر

اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جو اس کی رضا اور خوشنودی کے طلب گار ہوتے ہیں سلامتی کی راہ پر گامزن کرتا ہے اور اللہ کی توفیق اور رضا سے وہ تاریکی اور ظُلمات سے نکل کر نور کے دائرۂ عمل کی طرفِ راہ ہدایت کی پاتے ہیں۔

یہ تو نصاریٰ کا، فرقہ یعقوبیہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا ابطال (جھوٹ) ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بجائے مسیح ابن مریم علیہ السلام کو خدا سمجھ بیٹھے، ان کا یہ فلسفہ زندگی باطل ہے کہ مسیح کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ظہور کیا۔

قرآنِ حمید نے اس گمراہی کی روح کو واضح کیا ہے کہ، مسیح کیا، ان کی والدہ ماجدہ کیا اور تمام کی تمام مخلوق، اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے سورۂ اخلاص کی آیت نمبر ١ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" اللہ ایک ہے اس کی ذات میں کوئی شریک نہیں، وہ سب کی خبر گیری کرتا ہے سب کا مرجع و ماویٰ ہے۔

حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام خدا ہیں اس عقیدہ کے صریح کُفر ہونے میں بھلا کیا شُبہ ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جو چاہے، جس طرح چاہے کرے، بھلا اس میں کسی کا کیا دخل، رَبِّ جلیل نے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بلا باپ کے پیدا کیا حضرت حوّا کو بلا ماں کے پیدا کیا اور سیّدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق بغیر ماں باپ کے ہوئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوال "مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ ؕ" اللہ کے دین کے معاملے میں کون میرا حمایتی ہے؟ یہ اس سے اخذ کیا ہے یہ بھی اہلِ یہود کی طرح اہلِ کتاب میں شمار کئے جاتے ہیں ان سے بھی اللہ تعالیٰ نے میثاق لیا، لیکن انہوں نے بھی اس کی قطعی پرواہ نہیں کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے دلوں سے اثر پذیری جاتی رہی۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ
قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ
الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ
مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۷

یقینی طور پر انہوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے اے محبوب ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے! اگر باری تعالیٰ مسیح ابن مریم اور ان کی ماں اور روئے زمین کے تمام لوگوں کو ہلاک کر دینا چاہیں تو کس کی مجال ہے کہ اس ارادے سے روک سکے، آسمانوں اور زمین میں اور دونوں کے مابین سلطنت / بادشاہی صرف ایک اللہ ہی کی ہے جو چاہتا ہے جیسی چاہتا ہے مخلوق پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ (۱۷)

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَ
اَحِبَّاۗؤُهٗ ۭ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ
بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ
مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ
وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۱۸

اور یہود اور نصاریٰ کا یہ کہنا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے / چہیتے ہیں آپ (ﷺ) کہہ دیجئے! پھر تمہیں باری تعالیٰ اگر تم سچے ہو تو پھر عذاب / سزا کیوں دیتا ہے تمہارے گناہوں کے باعث، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ تم بھی اس کی مخلوق میں سے ایک بشر / انسان ہو، اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے، زمین اور آسمان کے درمیان کی ملکیت بادشاہی صرف باری تعالیٰ کی ہے اور سب کو اس کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔ (۱۸)

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰي
فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَاۗءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ
وَّلَا نَذِيْرٍ ۡ فَقَدْ جَاۗءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۹

اے اہلِ کتاب! بلاشبہ تمہارے پاس یہ رسول تشریف لائے ہیں، رسولوں کی آمد کے ایک وقفے کے بعد، حق بیان کرنے، تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو! ہمارے پاس کوئی نوید مسرت / خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا آیا ہی نہیں! پس اب تو یقیناً بشارت دینے والا اور آگاہ کرنے والا آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ (۱۹)

الفاظ و معانی آیت ۱۷ تا ۱۹

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا﴾ بے شک انہوں نے راہِ کفر اختیار کی، جنہوں نے کہا "اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ" بلاشبہ اللہ تو مسیح ابن مریم ہے نصاریٰ یعقوبیہ کے فرقوں میں ایک فرقہ اس قول کا قائل ہے گو کہ ان کا قول خود ہی بطلان / جھوٹ / کذب پر مشتمل ہے مریم کا فرزند اللہ ہے اب صورتِ حال یہ ہے کہ تمام عیسائی الوہیت کا کسی نہ کسی انداز میں اس بات / عقیدہ تثلیث کو اساسی طور پر اہمیت دیتے ہیں بہر نوع قرآنِ حمید نے اس مقام پر تصریحاً بیان کر دیا ہے کہ کسی نبی اور رسول کو اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف کر دینا، کفر اختیار کرنے کے مترادف ہے یہ بات واضح ہے کہ عیسائی مسیح ابن مریم علیہ السلام کو اللہ قرار دے کر کفر کے مرتکب ہوئے ہیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ اگر کوئی فرد، گروہ یا فرقہ کسی اور نبی

Marfat.com

اور رسول کو مقامِ بشریت اور مقامِ رسالت سے اُٹھا کر مقامِ الوہیت کے درجہ پر فائز کرے گا تو وہ اسی طرح کفر کا مرتکب ہوگا۔

عقیدہ تثلیث کے بارے میں وضاحت سورۃ النساء آیت ۱۷۱ پارہ ۶ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ میں ہو چکی ہے۔

اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ ۚ اَلْقٰھَآ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ

بلا شبہ مسیح عیسیٰ علیہ السلام پسر مریم علیہا السلام تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ / ایک فرمان جو اللہ تعالیٰ نے مریمؑ کی طرف بھیجی اور ایک روح تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس نے رحمِ شکم میں بچہ کی شکل اختیار کی، یہاں خود مسیح علیہ السلام کو رُوحٌ مِّنْہُ باری تعالیٰ کی طرف سے ایک روح کہا گیا ہے اور سورۃ البقرۃ کی آیت میں یوں ارشاد ہوا ''اَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ'' ہم نے پاک روح سے مسیح کی مدد کی، اس سے عقیدہ الوہیتِ مسیح کا بطلان ہو گیا، عقیدہ تثلیث کے بارے میں انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا جلد بائیس (۲۲) کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے

''باپ بھی خدا ہے بیٹا بھی خدا ہے اور رُوح القدس بھی خدا ہے بایں ہمہ وہ تین خدا نہیں بلکہ ایک خدا ہے۔''

حالانکہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا قول قرآن حمید میں اس طرح بیان ہوا ہے:

اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ

''جس کسی فرد نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا تو باری تعالیٰ اس پر بہشت حرام کر دیتے ہیں۔''

﴿قُلْ فَمَنْ یَّمْلِکُ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا﴾ آپ اے حبیب ﷺ! کہہ دیجئے کون مالک ہے / قدرت رکھتا ہے، منع کرے / رد کر دے اللہ تعالیٰ کے ارادہ الٰہی سے کسی چیز کو، ﴿یَمْلِکُ﴾ کے معنی قدرت رکھنا ہے۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

﴿اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّھْلِکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّہٗ﴾ اگر اللہ تعالیٰ چاہے / یہ ارادہ کرے کہ ہلاک کر دے عیسیٰ ابن مریم کو اور اس کی والدہ ماجدہ کو، یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الٰہ ہونے کے عقیدہ کو باطل قرار دیا جا رہا ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ ربِّ جلیل تو وہ ہے جو مسیح ابن مریم علیہ السلام اُن کی ماں اور سب مخلوق کو ''مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا'' روئے زمین پر جو ہیں انہیں موت سے ہلاک کر دے، کیا کوئی ایسا فرد / شخص ہے جو حق تعالیٰ سے انہیں بچا سکے؟

''یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ'' پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے قادرِ مطلق وہی ہے جو بے اصل اور مادے کے پیدا کرتا ہے، والدین کے ذریعہ، ماں باپ دونوں کے بغیر اور باپ کے بغیر، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا معاملہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے مظہرِ کُل کی اعجاز نمائی ہے کسی شے کو تخلیق کرنا اور اس کو صورت عطا کرنا اس کے لئے کوئی امر دشوار نہیں۔ ﴿اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ﴾ اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے چہیتے ہیں اَبْنَآءَ بیٹے، اس کا واحد ابن، قواعد کے مطابق اسم ہے عام طور پر عربی لغت کے اعتبار سے بیٹے کے لئے دو لفظ مستعمل ہیں وَلَد اور اِبن لیکن یہ فرق جان لیجئے کہ ولد اس لڑکے کو کہا جاتا ہے جو صُلب سے پیدا ہوا صلب، پیٹھ، مرد کی پیٹھ کی ہڈی، جمع اصلاب، صلب سے ماضی منفی جمع مذکر غائب۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

اور ابن صُلبی بیٹے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور جس چیز کا کسی کے ساتھ تعلق خصوصی ہو اس کو بھی اَبن کہہ دیا جاتا

Marfat.com

ہے جیسے مسافر کے لئے ''ابن السبیل'' استعمال ہوتا ہے۔ یہود اور عیسائی اسی مفہوم کے پیشِ نظر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے بیٹے نہیں کہا کرتے تھے کہ وہ اس کی صلبی اولاد ہیں بلکہ اس وجہ سے وہ اس کے مقرب اور چہیتے ہیں اور اُن پر باری تعالیٰ کی رحمت اس طرح ہے جیسے والد کی بچوں کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔ (امام رازیؒ رقمطراز ہیں) ''یہود و نصاریٰ کو جب دعوت اسلام دی جاتی تو از راہِ تکبر اور افتخار کہا کرتے ہمیں اس دین کو قبول کرنے اور اس کے نبی پر ایمان لانے کی بھلا کیا ضرورت ہے؟ ہم تو اللہ تعالیٰ کے چہیتے اور پسندیدہ ہیں''۔ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ آپ ﷺ کہہ دیجئے پس کیوں سزا/عذاب دیتا ہاتم کو تمہاری بداعمالیوں/گناہوں کے سبب۔

جو قوم بغاوتوں اور گمراہیوں میں مبتلا رہی، اپنے عصیاں کے سبب طرح طرح کی رسوائی، ذِلت اور عذاب میں گرفتارِ سزا ہو چکی اور آخرت میں عذاب کی سزاوار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اُلفت صرف اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور حسنِ عمل سے ہی پایا جا سکتا ہے، چنانچہ آیت ۴۶ سورہ ہود میں پارہ ۱۲ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ میں ارشادِ ربی ہے۔

قَالَ يٰنُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۚ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ

ربِّ جلیل نے کہا اے نوحؑ یہ تمہارے گھر والوں میں شامل نہیں اس لئے کہ اس کا عمل نیک نہیں،

ذرا اس بات کو حسنِ عمل کے سلسلے میں ذہن میں رکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے فرزند کا عمل، حسنِ عمل نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی سزا کا مستحق قرار پایا گو کہ وہ ان کا صُلبی بیٹا تھا۔ ﴿بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ﴾ بلکہ تم انسان ہو ﴿مِمَّنْ خَلَقَ﴾ اس کی مخلوق سے بَشَر آدمی، ظاہری جسم، کھال۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿خَلَقَ﴾ پیدا کرنا، بنانا، خَلق کے اصل معنیٰ ہیں صحیح اندازہ کرنا، جب یہ باری تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو اس کے معنیٰ ہوتے ہیں کسی چیز کو بغیر نمونہ کے عدم سے وجود میں لانا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا'' خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ'' اُس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا، کبھی ایک چیز سے دوسری چیز کو بنانے کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے ارشادِ حق تعالیٰ ہے:

'' خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ'' انسانوں کو اُس نے نطفہ سے بنایا۔ (قاموس القرآن)

﴿خَلَقَ﴾ اس نے بنایا، فعل ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

﴿قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ﴾ بے شک تمہارے پاس آ گیا ہے ہمارا رسول جو واضح صاف صاف بیان کرتا ہے ہمارے احکام اور تمہارے غلط روش کی نشان دہی کرتا ہے وہ تم کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔

﴿عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ﴾ رسولوں کے انقطاع کے بعد، گویا جب رسولوں کی آمد کا سلسلہ مدت دراز سے موقوف تھا، فترۃ سکون، حال، نرمی دو پیغمبروں کے درمیان کا زمانہ۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ائمہ تفسیر نے فترہ سے یہ مفہوم لیا ہے کہ قلیل عرصہ کے لئے سلسلہ نبوت اور آمد انبیاء بند رہنا ہے جو سیدنا عیسیٰ روح اللہ کے بعد احمد مرسل ﷺ کی بعثت تک کا زمانہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مابین ایک ہزار سات سو سال کا زمانہ ہے، اس تمام وقت میں انبیاء کی بعثت کا سلسلہ تواتر کے ساتھ جاری و ساری رہا، ایک اندازے کے مطابق بنی اسرائیل

میں سے ایک ہزار انبیاء اس مدت میں مبعوث ہوئے بنی اسرائیل کے علاوہ جو انبیاء مبعوث ہوئے وہ الگ ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور خاتم الانبیاء ﷺ کے درمیان جو تقریباً ۵۷۰ یا ۶۰۰ سال کا فاصلہ ہے، یہ زمانہ فترت کے نام سے موسوم ہے اور اس مدت میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ صحیح بخاری شریف، مسلم شریف اور مشکوٰۃ شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لَیْسَ بَیْنَنَا نَبِیٌّ'' ہم دونوں کے درمیان کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۷ تا ۱۹

آیت ۱۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ جو لوگ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اللہ مانتے ہیں بھلا اُن کے کُفر میں مُبتلا ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں، کوئی اُن سے دریافت تو کرے کہ اللہ تعالیٰ جس نے مسیح علیہ السلام کو اور اُن کی والدہ ماجدہ کو بھی پیدا فرمایا تھا، اگر قادرِ مطلق یہ چاہے کہ روئے زمین پر بسنے والے تمام ذوی الارواح کو ہلاک کر دے تو کون ہے جو اس کا ہاتھ پکڑ سکتا ہے! کسی کی کوئی بھی قدرت نہیں، اختیارِ کُل تو اللہ تعالیٰ کا ہے۔ جب بھی لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے کسی رسول، نبی یا ولی کی شان اس حد سے بڑھادی تو عقیدۂ توحید پر حرف آیا اور اسی راہ طریق کو اپنانے سے پیغمبروں کی اُمت میں شرک کی راہ ہموار ہوئی، ربِ جلیل نے واضح طور پر بتادیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (مسیح) ہوں، اُن کی والدہ ماجدہ ہوں یا ارض وسماء کا کوئی بھی ہو، کسی کو بھی اللہ تعالیٰ ہلاک کر ڈالے تب بھی بچانے کے لئے کوئی نہیں آسکتا، یہ تو فریب خیال ہے عام مخلوق کا عمل دخل ہی کیا ہے اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ حکومت آسمانوں پر اور زمین پر اور جتنی چیزیں ان دونوں کے مابین ہیں اُن پر اور وہ جس شے کو جس طرح چاہے تخلیق کرے، صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت سے خوف زدہ رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

آیت ۱۸ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ جب آدمی شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے تو عقل سلیم، فہم وفراست سے محروم ہو جاتی ہے، ذرا یہود ونصاریٰ کی بات تو سنئے! پہلے تو رسول کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا، اب خود ہی اللہ تعالیٰ کی اولاد ہونے کے دعوے دار ہونے لگے، معاذ اللہ، کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور اس کے محبوب ہیں، اس آیت کریمہ کی شانِ نزول یہ ہے کہ محمد ﷺ کے پاس اہلِ کتاب آئے اور انہوں نے دین کی بابت آپ ﷺ سے بات چیت کی، رسولِ اکرم ﷺ نے اُنہیں دعوتِ اسلام دی، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے منع کیا اور اس کے عذاب کا خوف دلایا تو وہ کہنے لگے، اے رسول اللہ ﷺ! آپ ہمیں کیا ڈراتے ہیں ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بحوالہ کنز الایمان از احمد رضا خانؒ بریلوی)

یہود اور نصاریٰ کو بتایا جارہا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو اللہ تعالیٰ تم کو عذاب میں کیوں مُبتلا کر دیتا ہے۔ اس کے لئے تم گناہ اور معصیت کا ارتکاب کرتے ہو، اصل حقیقت تو یہ ہے کہ تم بھی ایک عام انسان ہو، جس طرح دیگر مخلوق ہے اب اللہ تعالیٰ کی مرضی کہ گناہ معاف کر دے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے اور جسے چاہے معصیت اور خطا پر سزا دے، گیتی کائنات میں ارض وسماء پر اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے وہی ہر شئے کا خالق ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

آیت ۱۹ میں خطاب اہلِ کتاب سے ہے بتایا جارہا ہے وہ دانائے سبل، ختم الرسل، ہادیٔ برحق، شمع رسالت، نورِ ہدایت

Marfat.com

کی مشعل روشن لے کر جلوہ فگن ہو گئے ہیں، حقیقت احوال تو یہ ہے کہ عرصہ دراز سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا تھا کہ زمانۂ فترت میں تعلیمات نبوّت کا سلسلہ رُک گیا تھا، مقامِ فکر یہ ہے کہ صدیوں کے فاصلے نے مخلوق کو گمراہی کی طرف مائل کر دیا تھا۔ وہ سچائی سے دور سے دور تر ہو گئے، کتنے لوگ تھے جو طوقِ جاہلیت پہن کر تو ہم پرستی میں مُبتلا ہوئے بلکہ فسق و فجور کی روش پر چل پڑے تھے، وہ رحمتِ عالم کائنات گیتی میں جلوہ افروز ہوئے تو انسانیت سنبھل گئی، سدھر گئی، رَبِّ جَلیل نے کرم فرمایا۔

ع اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا اور اک نسخۂ کیمیاء ساتھ لایا حاؔلی

آمدِ رسول ﷺ ایسے زمانے اور ایسے مقام میں ہوا جب کہ کائنات میں دین کی کوئی روشنی موجود نہ تھی، ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ بُت پرستی عام تھی، ایسے دور میں قوم کی اصلاح کا کام آسان تو نہ تھا لیکن رسول اللہ ﷺ کی فیضِ کرم اور نُورِ نبوّت سے عرصہ قلیل میں ساری قوم علم و عمل، اخلاق، حسنِ معاشرت سے قابلِ تقلید ہو گئی رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور تربیت نے ایسا اُجالا روشن کر دیا کہ اس کی مثال تاریخ عالم میں کہیں نہیں ملتی۔

بالآخر حق کہنا پڑا بشارت دینے والا اور آگاہی علم و عمل عطا کرنے والا آ گیا ہے اگر تم نے اس بشیر اور نذیر کی بات نہ مانی تو جان رکھو! اللہ تعالیٰ قدرت رکھنے والا ہے ہر سزا جو چاہے دے سکتا ہے۔

آیت ۱۸ تا ۱۹ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

عجیب تضاد ہے کہ اہلِ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہہ دیا اور اپنا شمار اللہ تعالیٰ کے بیٹوں میں کر لیا اور خود کو اللہ تعالیٰ کا محبوب سمجھ بیٹھے، بھلا ان سے پوچھئے تو سہی! جب تم اللہ کے دوست ٹھہرے تو تمہیں تمہارے گُناہوں کے سبب اللہ تعالیٰ سزا کیوں دیتا ہے اس سے اس بات کا پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور فیصلہ کی اساس دعوٰی نہیں، بلکہ رَبِّ جَلیل تو ایمان پرہیزگاری اور عمل کو دیکھتا ہے دنیا اور آخرت میں فیصلہ اسی اصول اساس پر ہوگا۔

اہلِ کتاب کا محبوب خدا ہونے کا یہی زعم باطل تھا جس نے ان کو عہد الٰہی کی ذمہ داریوں سے سب سے زیادہ بے پرواہ بنایا اور وہ اپنے آپ کو جنت کا پیدائشی حق دار سمجھنے لگے۔ (بحوالہ تفسیر تدبر القرآن، مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

یہ بات امر یقینی ہے کہ عذاب اور مغفرت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی رضا سے ہوگا اہلِ ایمان کے لئے مژدہ مغفرت اور کُفر و فسق میں مُبتلا ہونے والوں کے لئے عذاب، تمام انسانوں کے فیصلے کے لئے یہی معیار ہے۔

اہلِ کتاب کو یقینِ و آگاہی ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو آخری نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ تمہیں یہ کہنے کی گنجائش باقی نہ رہے کہ ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر وارد نہیں ہوا حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد محتاط اندازے کے مطابق چھ سو برس سے انبیاء کی آمد کا سلسلہ بند رہا تمام دنیا غفلت، جہل اور اوہام کی تاریکی میں مُبتلا تھی، ہدایت کی روشنی کے چراغ مدہم ہو گئے۔ بقول جگر مراد آبادی ؎

جہل خود نے دن یہ دکھائے گھٹ گئے انسان بڑھتے گئے سائے

کے مصداق تمام جہانوں کی اصلاح کے لئے ''ہادیٔ اعظم'' محمد رسول اللہ ﷺ کو ارسل کیا گیا۔

Marfat.com

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میری قوم کے لوگو! اس احسانِ نعمت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نبی پیدا فرمائے اور تم کو حکمراں/حاکم مقرر کیا اور تم کو وہ کچھ دے دیا جو کسی کو سارے جہانوں میں عطا نہیں ہوا۔ (۲۰)

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾

اے میری قوم کے لوگو! اس سرزمینِ پاک میں داخل ہو جاؤ، جسے باری تعالیٰ نے تمہارے نام/تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور پیٹھ پھیرتے ہوئے پیچھے مت ہٹو، ورنہ بڑے خسارے/نقصان میں جا پڑو گے۔ (۲۱)

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾

وہ گویا ہوئے یعنی بول اُٹھے (جواباً) اس سرزمین میں تو زور آور جابر لوگ آباد ہیں جب تک ایسے سرکش و توانا لوگ وہاں سے نکل نہ جائیں گے ہم وہاں ہرگز داخل نہ ہوں گے، البتہ یہ لوگ وہاں سے نکل جائیں تب تو ہم ضرور داخل ہونے کے لئے تیار ہیں۔ (۲۲)

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾

کہا دو آدمیوں نے ان میں سے جو خدا ترس لوگوں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام/فضل کیا تھا، تم اُن کے پاس (بلا تامل) دروازے سے داخل ہو جاؤ، دروازے میں قدم رنجہ فرماتے ہی یقیناً تم غالب آ جاؤ گے۔ اگر تم صاحبِ ایمان ہو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ/اعتماد رکھو۔ (۲۳)

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾

قوم نے جواباً کہا! اے موسیٰ! جب تک وہ وہاں موجود ہیں ہم تو ہرگز داخل ہونے کے نہیں، اب تم اور تمہارا ربّ دونوں لڑو! ہم تو یہاں ہی قیام پذیر ہوں گے/اسی جگہ بیٹھے رہیں گے۔ (۲۴)

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾

کہا موسیٰ نے، اے باریٔ تعالیٰ! میرے اختیار میں بجز میری جان کے اور میرے بھائی کے اور کوئی بھی تو نہیں پس اب تو ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان جُدائی ڈال دے۔ (۲۵)

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۗ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾

باریٔ تعالیٰ کا حکم صادر ہوا یہ سرزمین، اُن پر چالیس برس تک حرام کر دی گئی ہے تب تک وہ ایسے ہی اس زمین میں سرگرداں/مارے مارے پھریں گے، سو آپ پُر ملال/رنجیدہ نہ ہوں اس نافرمان/فاسق قوم کے انجام پر/افسوس کرنے کی ضرورت نہیں۔ (۲۶)

الفاظ ومعانی آیت ۲۰ تا ۲۶

﴿يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ اے قوم! ربّ کا وہ احسان اور انعام یاد کرو جو تمہیں ملا۔

﴿ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ﴾ اور جب تمہاری قوم میں بہت سے پیغمبر پیدا کئے اور تم کو صاحبِ ملک / حکمران / بادشاہ بنایا۔ ﴿ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ اور تمہیں وہ نعمتیں عطا ہوئیں جو عالم میں کسی کو نہیں ملیں

یہاں تین نعمتوں کا ذکر ہے۔

① ......معنوی اور روحانی نعمت جس میں اُن کی قوم میں تواتر کے ساتھ انبیاء مبعوث ہوئے۔

② ......یہ کہ دنیوی اور ظاہری، ان کو حکومت، ملکیت اور سلطنت عطا کی۔

③ ......سوئم نعمت یہ ہے کہ معنوی اور ظاہری دونوں نوعیت کی نعمتوں سے مالا مال ہے۔

یعنی ایسی نعمتیں بخشی گئیں جو کائنات رنگ و بُو میں کسی کو نہیں دی گئیں ان نعمتوں میں معنوی لحاظ سے شرف نبوت اور رسالت شامل ہیں۔

﴿ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ اے میری قوم اس پاک سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے تمہارے حصے لکھ دی ہے بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس ہے اور بعض کا خیال ہے کہ شہر قدس اور ایلیا کو ارضِ مقدسہ بنایا ہے اور بعض کے نزدیک شہر اریحا کو بیت المقدس اور نہر اردن کے مابین پرانا شہر تھا اور اب بھی ہے (حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ملک شام، تمام تر ارضِ مقدس ہے۔ (بحوالہ ابن کثیر اور تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی)

بنی اسرائیل کے جدِ امجد حضرت یعقوب علیہ السلام کا مقام مستقر بیت المقدس تھا، بعد میں حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں یہ لوگ مصر میں قیام پذیر ہو گئے اور ان لوگوں کا قیام مصر میں اس وقت سے تھا جب تک سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو راتوں رات فرعون سے بچا کر مصر سے نکال نہیں لئے گئے۔ اس وقت عمالقہ جو جنگجو اور بہادر قوم تھی وہ وہاں کے حکمران تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں جا کر وہاں آباد ہونے کا ارادہ کیا تو وہاں جہاد کرنا ضروری سمجھا اس لئے انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں کو اس ارضِ مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم صادر کیا اور نصرت باری تعالیٰ کی نوید سنائی۔ گویا اللہ سبحانہٗ نے فتح و کامرانی کا وعدہ جہاد میں حصہ لینے کی صورت میں کیا تھا لیکن اس کے باوجود بنی اسرائیل عمالقہ سے آمادۂ جنگ نہیں ہوئے۔ ❶ (بحوالہ ابن کثیرؒ)

﴿ یٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ ۖۗ وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى یَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ ﴾ اے موسیٰ (علیہ السلام)! اس شہر میں تو بڑی طاقت ور / جابر قوم آباد ہے جن کا ہم سے مقابلہ نہیں ہو سکتا جب تک ان لوگوں کا وہاں قیام ہے اور جب تک وہ نکل نہ جائیں ہم وہاں جا ہی نہیں سکتے اس کے بعد ہم داخل ہونے کے لئے آمادہ ہیں حَتّٰی، جب تک کہ۔ یَخْرُجُوْا، وہ نکل نہ جائیں، خُرُوْجٌ سے جب تک وہ باہر نہ نکلیں، قواعد کے مطابق فعل مضارع جمع مذکر غائب۔

﴿ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ ﴾ گویا یہ لوگ جو ڈرتے ہیں اس میں اس بات کا بیان نہیں ہے کہ کس سے ڈرتے ہیں اشارہ لطیف تو یہ

❶ ......وَلَا تَرْتَدُّوْا، تم مت پھر جاؤ، قواعد کے مطابق فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اَدْبَارِكُمْ، تمہاری پیٹھیں / پشتیں، اَدْبَار صاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ قواعد کے مطابق اسم ہے۔

Marfat.com

ہے کہ ڈرنے کے لائق تمام تر گیتی کائنات میں ایک ہی ذات برحق ہے اور وہ ہے اللہ ﷻ کیونکہ عالم رنگ وبو میں سب کچھ تو اللہ تعالیٰ کے دائرہ اختیار میں ہے اللہ ﷻ کے اذن کے بغیر نہ کسی کو خسارے کا امکان ہے نہ کسی کو نفع حاصل ہوسکتا ہے۔

﴿ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمَا ﴾ باری تعالیٰ نے ان پر فضل / انعام فرمادیا اس میں اشارہ لطیف یہ ہے کہ جس فرد وبشر میں کوئی وصف / خوبی اور بھلائی ہے تو وہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل اور انعام ہے جو عطا ہوا ہے۔ یہاں اس نکتہ کی طرف وضاحت خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل وخرد، طبع سلیم، اور حکمت ودانائی سے سرفراز کیا ہے وہ اپنی اس صلاحیت پر ناز وتکبر نہ کرے بلکہ اللہ ﷻ سے رشد وہدایت کا ہمیشہ طلب گار رہے۔ مولانا جلال الدین رومی نے کیا خوب انداز تکلم اختیار کیا ہے۔

ع فہم و خاطر تیز کردن نیست زاہ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ رومی

﴿ فَاِذَا دَخَلۡتُمُوۡهُ فَاِنَّكُمۡ غٰلِبُوۡنَ ۚ ﴾ پس تم جب داخل ہوگئے اس میں تو بلاشبہ تم ہی غالب ہوگئے۔ ﴿ دَخَلۡتُمُوۡهُ ﴾ تم اس میں داخل ہوگئے فعل ماضی جمع مذکر حاضر، ضمیر واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوۡۤا ﴾ اور اللہ تعالیٰ پر ہی تو بھروسہ کرو۔ ﴿ تَوَكَّلُوۡۤا ﴾ تم بھروسہ کرو۔ تَوَکُّلٌ سے امر کا صیغہ ہے قواعد کے مطابق فعل امر (جمع مذکر حاضر)۔

﴿ فَافۡرُقۡ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ ﴾ پس جدائی ڈال دے ہمارے مابین اور قوم نافرمان کے مابین، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعائیہ کلمات ادا کئے، اُفۡرُقۡ جدائی ڈال دے جس کے معنی دو چیزوں کے مابین جُدائی کرنے کے ہیں فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں یہ وضاحت کی یہ لوگ جس سزا کے مستحق ہیں ان کو وہ سزا دی جائے دعا کی شرفِ قبولیت کے لئے یہ الفاظ ارشاد ہوئے۔

﴿ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيۡهِمۡ اَرۡبَعِيۡنَ سَنَةً ﴾ ان پر چالیس برس کے لئے حرام قرار دے دی گئی۔ ﴿ يَتِيۡهُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ ﴾ وہ مارے پھریں گے زمین میں، مراد سرزمین ملک شام ہے۔ ﴿ مُحَرَّمَةٌ ﴾ حرام کی گئی، اسم مفعول واحد مؤنث قواعد کے لحاظ سے۔ مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ وہاں جانے کی کوشش بھی کریں تو نہ جاسکیں گے صرف یہی نہیں کہ ملک شام نہ جاسکیں گے بلکہ وہ اپنے وطن مصر کی طرف پلٹنا چاہیں گے تو وہاں بھی نہیں جاسکتے بلکہ اسی میدان میں اُن کو مقید رکھا جائے گا یہ وادی تیہ ہے اس میدان میں جو مصر اور بیت المقدس کے مابین ہے جس کی پیمائش حضرت مقاتل کی تفسیر کے مطابق جس کی لمبائی تیس فرسخ تقریباً ۹۰ میل اور چوڑائی نو فرسخ تقریباً ۲۷ میل ہے جس کی آبادی چھ لاکھ نفوس پر مشتمل تھی چالیس سال تک اپنی نافرمانی اور جہاد سے اعراض کے سبب سرگرداں رہے۔ (بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ)

﴿ فَلَا تَاۡسَ عَلَى الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ ﴾ پس اس نافرمان قوم پر کبیدہ خاطر ہونے کی ضرورت نہیں بھلا ان پر ترس کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ایک فطری امر ہے کہ پیغمبر دعوتِ دین تبلیغ کے مرحلے سے گذرتا ہے اور محسوس یہ کرتا ہے کہ میری قوم راہِ ہدایت

پانے یا اختیار کرنے کو آمادہ نہیں تو کچھ دلی قلق کا احساس ضرور ہوتا ہے اس مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب ہے آپ نے حقِ تبلیغ کے فرائض ادا کردیئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیام اُن تک پہنچا دیا ہے اب ان کے بارے میں رنجیدہ ہونے کی ضرورت قطعی نہیں ہے یہ اپنی کم فہمی اور کج فہمی کے سبب آپ علیہ السلام کی بات اور پیام کو ماننے کے لئے تیار ہی نہیں۔

تشریح وتوضیحات آیت ۲۰ تا ۲۶

آیت ۲۰ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ دنیا میں باری تعالیٰ نے انسانیت اور مخصوص طور پر بنی آدم علیہ السلام پر کیسے انعامات اور اکرامات کئے اور کتنے احسانات کئے اس کا اندازہ اور شمار انسان کرنے سے قاصر ہے انسان کس قدر کوتاہیوں اور لغزشوں میں مبتلا رہا ہے پھر بھی اللہ جل جلالہ کی رحمت اور شفقت انسانوں پر رہی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو پیام نوید دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہی قوم میں نبی مبعوث فرمائے، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، اور حضرت یوسف علیہ السلام جیسے جلیل القدر انبیاء مرحمت فرمائے اور تم کو وہ کچھ دیا جو کسی کو عطا نہیں کیا گیا۔

آیت ۲۱ رمیں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ معجزات کے اعتبار سے اور برکات کے لحاظ سے بنی اسرائیل کا عہد پُرعظمت دور تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے رسولِ محترم ان میں بنفسِ نفیس موجود تھے اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو پیغام دو کہ بڑھ کر ارضِ مقدس کو فتح کرلو اس کا قبضہ باری تعالیٰ نے تمہارے حصے میں لکھ دیا ہے تمہیں اس طرف قدم بڑھانا چاہئے اور جہاد کا ثواب پانے کی کوشش میں عمل پیرا ہونا چاہئے دیکھو جہاد سے اعراض کرکے پیچھے مت ہٹ جانا ورنہ خسارے میں مُبتلا ہو جاؤ گے۔

آیت ۲۲ رمیں بیان کیا جارہا ہے کہ بنی اسرائیل عمالقہ کی جرأت، بہادری اور بے باکی کی شہرت سے اس قدر خوف زدہ ہوگئے کہ پہلے ہی مرحلے میں ان کے حوصلے پست ہوگئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کو بجا لانے سے صاف صاف انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! وہ تو بڑے جابر اور سرکش لوگ ہیں اُن کی موجودگی میں ہم ان کے شہر میں داخل نہیں ہوں گے، البتہ اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم پھر چلے جائیں گے۔

آیت ۲۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ قوم موسیٰ علیہ السلام میں سے دو افراد، خدا ترس، حضرت یوشع بن نون اور کالب ابن یوقنا، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت، نعمت سے سرفراز کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ان جابر اور سرکش کے مقابلے میں دروازے کے اندر داخل ہو جاؤ اور جب تم وہاں تک پہنچ جاؤ گے تو غالب تم ہی رہو گے، اللہ تعالیٰ اُن کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو توکل تو یہ ہے کہ کسی نیک مقصد کے حصول کے لئے انتہائی عزم، حوصلہ اور ہمت کے ساتھ کوشاں رہا جائے، اہلِ ایمان کی علامت تو یہ ہے کہ اُن کا توکل صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے۔

آیت ۲۴ میں بیان کیا جارہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قوم کے لوگوں نے اظہارِ تخاطب کرتے ہوئے کہا اے موسیٰ (علیہ السلام)! آپ اور آپ کا ربّ دونوں جاؤ اور معرکہ لڑو! ہم یہاں بیٹھے ہیں البتہ یہ ضرور کریں گے کہ یہاں سے پیچھے

Marfat.com

بھاگنے کے نہیں، اب معاملہ آپ جانیں اور آپ کا ربّ! ہمیں موت سے بہر نوع زندگی عزیز ہے۔

آیت ۲۵ میں اظہارِ بیان یوں ہے کہ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے ربّ سے اِلتجا کی، اے اللہ! مجھے اپنی جانِ عزیز اور اپنے بھائی ہارون کی جان پر اختیار چلتا ہے لیکن اس نافرمان قوم کے سرکش لوگوں پر میرا کوئی زور نہیں، ان نافرمانوں سے ہمیں جُدا کردے، اس التجا میں مکمل تسلیم و رضا کا مکمل پہلو مضمر ہے۔

آیت ۲۶ میں بتایا گیا ہے کہ حق سُبحانہٗ تعالیٰ نے جواب دیا وہ ملک یعنی سر زمین شام چالیس برس تک اُن پر حرام ہے اور اُنہیں بطورِ سزا اسی مقام میں وادی تیہ میں قیام کرنا ہوگا نہ آگے جانے کی اجازت ہے اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں، ہر سمت چلتے رہے سفر کرتے رہے مگر اس میدان سے نکلنا نصیب نہ ہوا، مگر اس میدان میں اُن پر منّ وسلویٰ اترتا رہا، جسے وہ کھاتے کھاتے بیزار ہوگئے اور اُنہوں نے اپنے پیغمبر سے کہا اپنے پروردگار سے دستِ دُعا دراز کیجئے کہ وہ ہمیں مختلف اقسام کی سبزیاں اور دالیں ہمارے لئے پیدا کردے، دُعا طلب کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اُن پر ابرِ کرم برسا، دھوپ سے بچاؤ کے لئے اُن پر بادل سایہ فگن ہوئے، ربِّ جلیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی برکت سے اپنی نعمتوں سے نوازا، پتھر پر سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مارا تو بارہ چشمے، بارہ قبائل کے لئے آبِ رواں کے جاری وساری ہوئے، روشنی کے لئے اس عصا کو حضرت موسیٰ علیہ السلام میدان میں گاڑ دیتے تو وہ "مینارہ نور" بن جاتا اور سارے میدان میں شمع نُور فروزاں ہوجاتی اس طرح کے دیگر انعامات ملتے رہے، صحیح روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اسی چالیس برس کے دوران پہلے حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات واقع ہوگئی اور اس کے چھ ماہ یا ایک سال بعد سیدنا موسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے۔ (بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ)

انبیاء کرام علیہم السلام اپنی فطرت طبع سے ایسے ہوتے ہیں کہ اپنی اُمّت کی تکلیف اور پریشانی سے متاثر ہوکر مغموم اور ملول ہوجاتے ہیں اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا گیا کہ آپ ان کی سزا سے رنجیدہ نہ ہوں اور ان نافرمان لوگوں پر ترس کھانے کی ضرورت نہیں۔

آیت ۲۰ تا ۲۶ کے اہم نکات پر اجمالی نظر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا ذکر تو کیا کرو کہ اس نے تمہیں نعمت عطا کی، تم ہی سے نبی رسول بھیجے اور تمہیں بادشاہت عطا کی اور عطائے کرم سے وہ کچھ ملا جو کسی کو بھی نہیں دیا، مگر بنی اسرائیل کی بزدلی تو دیکھئے سب کچھ ملنے کے بعد انہوں نے راہ نافرمانی اختیار کی، تو اللہ تعالیٰ کی پھٹکار اُن پر پڑی، ان آیات کا مقصود ومُدّعا ان یہودیوں کو آگاہی سے ہمکنار کرنا ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعوتِ جہاد دی اور کہا بہادر قوم کے سپوت کی طرح شہر میں داخل ہوجاؤ لیکن وہ اس پر آمادہ نہ ہوئے آخر کار نافرمانی کا نتیجہ یہ ہوا، کہ اُن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا یہ قوم چالیس سال کی مدت تک دربدر بھٹکتی رہی، قوم موسیٰ علیہ السلام میں دو شخص صحیح معنوں میں ایمان دار نکلے جنہیں نصرت باریٔ تعالیٰ پر یقین کامل تھا انہوں نے قوم کو بتایا ہمت تو کرو پھر دیکھنا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح تمہیں غلبہ عطا کرتا ہے لیکن وہ سرکشی کا مظاہرہ کرتے رہے نبی اور پیغمبر دعوتِ تبلیغ کے باوجود محسوس کرتا ہے کہ میری قوم راہِ مستقیم پانے کا عزم نہیں رکھتی تو فطری بات ہے، قلق تو ہوتا ہے۔ اب اے موسیٰ (علیہ السلام) اُن کے بارے میں رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں، اے موسیٰ (علیہ السلام)! تم نے حق تبلیغ ادا کردیا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور آپ ﷺ ان پر، آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کی خبر رقصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنا دیجئے! جب دونوں نے ایک ایک قربانی رنذرانہ پیش کیا تو اُن میں سے ایک کی نذر رقربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی نہ قبول کی گئی تب دوسرے نے کہا "میں تمہیں قتل کرڈالوں گا" تو دوسرے نے کہا "اللہ جل جلالہ صرف پرہیزگاروں کی قربانی منظور فرماتا ہے۔ (۲۷)

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾

اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر قتل کرنے کے لئے بڑھائے تب بھی میں تمہیں قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا میں تو ربّ کائنات سے ڈرتا ہوں جو مالکِ کُل ہے تمام جہانوں کا۔ (۲۸)

اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

میں تو چاہتا ہوں میرے اور اپنے خود دونوں کے گناہ تو اکیلے ہی سمیٹ لے اور تاکہ دوزخیوں رجہنم والوں میں شامل ہوجائے اور یہی سزا ہے ظلم کرنے والوں کی۔ (۲۹)

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

پس اس کے نفس نے اپنے بھائی کو قتل کرنے پر اُکسایا اور اُس نے اپنے بھائی کو قتل کرڈیا اور شامل ہوگیا خسارہ اُٹھانے والوں میں۔ (۳۰)

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

پس اللہ تعالیٰ نے ایک کوّے کو بھیجا جو زمین کو کریدرہا تھا، تاکہ اُسے دکھائے کہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش کو چھپائے وہ کہنے لگا ہائے تف! افسوس، مجھ پر، میں اس کوّے جیسا بھی نہ ہوا کہ اپنے بھائی کی لاش کو دفن کرنے کی کوئی تدبیر کرسکتا، پھر وہ بے حد پشیمان ہوا اور وہ بہت ہی پچھتایا اور شرمندہ ہوا۔ (۳۱)

الفاظ و معانی آیت ۲۷ تا ۳۱

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ﴾ اور سنا دیجئے! انہیں آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کی خبر رقصہ صحیح صحیح واقعہ اور حقائق کے ساتھ "بِالْحَقِّ" کے لفظ کا استعمال تاریخی روایات کے ایک اہم اصول کی طرف تلقین کا اشارہ ہے قرآن میں متعدد مقامات پر بالحق کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ "ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ" یہ سچے واقعات ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے جو فرزند ہیں مریم کے پس جو بات حق تھی ہم نے بیان کردی۔ آیت ۳۴ سورۂ مریم پارہ قال الم (۱۶)

بالحق کا استعمال قرآن مجید کے مخاطبین کو اس بات کی رہنمائی کی طرف لطیف انداز میں وضاحت کررہا ہے کہ حضور انور ﷺ جو اُمّی ہیں ہزاروں برس پہلے کے واقعات ٹھیک ٹھیک سچے بیان فرمارہے ہیں تو یہ وحی کا اعجاز ہے اور نبوت کے سوا اور کیا ممکن ہوسکتا ہے۔

Marfat.com

﴿ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ﴾ جب دونوں نے قربانی دی تو ایک کی قبول کی گئی دونوں میں سے اور نہ قبول ہوئی دوسرے کی۔ ﴿قَرَّبَا﴾ ان دونوں نے نیاز کی، انہوں نے قربانی کی تَقْرِیب سے ماضی تثنیہ مذکر غائب، قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن) لفظ قربانی، عربی لغت کے مفہوم کے مطابق اس شے رچیز کو کہتے ہیں جو کسی کے قُرب کا سبب بنایا جائے۔

اور اصطلاحِ شرع میں اس ذبیحہ کو کہتے ہیں جو ربِّ تعالیٰ کے تقرّب کا ذریعہ ہو، اس قربانی کے دینے کا واقعہ مُستند روایات کے مطابق کچھ یوں ہے کہ جب حضرت آدم اور حوا علیہما السلام اس دنیا میں معرضِ وجود میں آئے تو پھر نسلِ انسانی کا سلسلہ شروع ہوا، حضرت آدم علیہ السلام اور حوّا کے باہم ربط رملاپ سے ایک ہی وقت میں لڑکا اور لڑکی پیدا ہوتے تھے اور دوسری بار حمل سے لڑکی اور لڑکا پیدا ہوتے تھے ایک حمل کے بہن بھائی کا نکاح دوسرے حمل کے بھائی بہن سے کر دیا جاتا۔ (بحوالہ ابن کثیر)

اس وقت کی ضرورت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے شریعت آدم علیہ السلام پر یہ خصوصی حُکم صادر فرمایا تھا، اصل قصہ کچھ یوں ہوا کہ پہلے فرزند قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی جس کا نام اقلیما تھا حسین اور جمیل دوشیزہ تھی اور دوسرے بیٹے ہابیل کے ساتھ جس لڑکی نے جنم لیا وہ اتنی حسین نہیں تھی جس کا نام لیوذا تھا حضرت آدم علیہ السلام نے لیوذا کو قابیل کے ساتھ نامزد رمنسوب کر دیا اور اقلیما کو ہابیل کے ساتھ منسوب کر دیا، قابیل نے آدم علیہ السلام کی اس تجویز سے انکار کر دیا۔ (بحوالہ تفسیر قادری مطبوعہ ۱۸۷۷ء)

قابیل کا منشاء یہ تھا کہ وہ اپنی بہن کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جائے لیکن آدم علیہ السلام نے شرعی عذر کے سبب اس کو قبول نہ کیا قابیل اور ہابیل کے مابین اختلاف کو ختم کرنے کا یہ عمل تجویز کیا کہ تم دونوں اپنی اپنی قربانی اللہ تعالیٰ کے لئے پیش کریں جس کی قربانی شرفِ قبولیت حاصل کرے گی اس کا قابیل کی بہن کے ساتھ نکاح کر دیا جائے گا ہابیل کے پاس جانور، بھیڑ بکریاں تھیں اس نے ایک توانا، تندرست دُنبہ کی قربانی دی، قابیل زراعت کرتا تھا اس نے کچھ اناج گندم وغیرہ قربانی کے لئے پیش کر دیا، اُس وقت کا دستور تھا کہ آسمان سے آگ آتی اور قُربانی کو جلا دیتی چنانچہ آسمان سے آگ آئی اور ہابیل کی قُربانی کو جلا دیا قابیل کی قُربانی کو نہ جلایا گویا ہابیل کی قربانی مقبول بارگاہِ رَبُّ العزّت ہوئی اور قابیل کی قربانی یونہی پڑی رہی۔ ''وَلَمْ يُتَقَبَّلْ'' اور نہ قبول ہوئی تَـقَـبَّـلُ، یَـتَـقَـبَّلُ، سے مصدر التـقـبُّل کا معنی قبول کرنا ہے، یَتَقَبَّلُ فعل مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے قواعد کے مطابق۔

قابیل نے اپنی رُسوائی اور ذِلّت کے سبب اپنے بھائی سے کہا '' لَاَقْتُلَنَّكَ '' میں ضرور تجھے مار ڈالوں گا ہابیل نے قابیل کی دھمکی کا جواب نرم لہجہ اور اصولی بات پر دیا '' اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ '' نافرمانی سے بچنے والوں کی اللہ تعالیٰ قربانی قبول فرماتا ہے۔ '' لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ '' اگر تم بڑھاؤ میری طرف اپنا ہاتھ کہ مجھے قتل کرو، ہابیل نے جب محسوس کیا کہ قابیل میرے قتل پر آمادہ ہے اور کسی طور پر باز آنے کا نہیں، ہابیل نے بَرملا کہا '' اگر تم میرے قتل کے درپے ہو تو کوئی بات نہیں میں تمہارے قتل کے درپے نہ ہوں گا '' قابیل اگر تم نے زیادتی رظلم کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو یہ تمہارا عمل ہے میں پھر بھی تمہارے ساتھ اس لئے زیادتی نہیں کروں گا کہ یہ عمل ظلم اور زیادتی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں باری تعالیٰ اس عمل سے ناراض ہوتے ہیں، جان قربان کر دینا، اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دینے سے بہتر ہے۔

Marfat.com

﴿ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ﴾ میں تو ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے۔﴿ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ ﴾ بے شک میں تو چاہتا ہوں کہ تو اُٹھالے میرا گناہ، اور اپنا گناہ۔﴿ اَخَافُ ﴾ میں ڈرتا ہوں، خَـوف سے فعل مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے قواعد کے مطابق۔﴿ تَبُوْٓاَ ﴾ تو پھر جائے، بُوءً جس کے معنی لوٹنے کے ہیں بَوَاءٌ جس کے معنی ٹھکانہ دینے اور قصاص میں برابر ہونے کے ہیں بَـوَّاءٌ اس نے جگہ دی، تَبَـوِئَة سے ماضی جمع متکلم۔(بحوالہ قاموس القرآن)﴿ اِثْمِكَ ﴾ گناہ تیرا اپنا اِثْـم مضاف ک ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ، قواعد کے مطابق۔ اِثْـمِکَ اسم ہے۔﴿ فَطَوَّعَتْ لَهٗ ﴾ پھر آسان کردیا اس کے لئے، رغبت دلائی، آمادہ کرلیا۔﴿ تطویع ﴾ سے فعل ماضی واحد مؤنث غائب قواعد کے لحاظ سے طوع آسان بنادینا۔(بحوالہ قرطبی)

﴿ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴾ پس ہوگیا سخت نقصان اُٹھانے والوں سے۔﴿ اَصْبَحَ ﴾ وہ ہوگیا اُس نے صبح کی اصباح سے فعل ماضی واحد مذکر غائب۔(بحوالہ قاموس القرآن)﴿ فَبَعَثَ اللّٰهُ ﴾ پس بھیجا اللہ تعالیٰ نے۔﴿ غُرَابًا ﴾ کوا۔

﴿ یَبْحَثُ ﴾ کریدتا تھا زمین میں، یَبْحَثُ، بَحْثٌ مصدر، سے مضارع واحد متکلم قواعد کے مطابق۔

﴿ یٰوَیْلَتٰٓی ﴾ اس نے کہا افسوس مجھ پر، مجھ سے اتنا نہ ہوسکا۔ یـاویلتی ہائے افسوس مجھ پر، ندا کے وقت یا کو الف سے بدل ویل کے معنی ہلاکت کے آتے ہیں جب انسان ہلاک ہونے لگے تو اس وقت کہا جاتا ہے، یـاویـلتـی اے کاش! میں برباد ہوگیا۔(بحوالہ ضیاء القرآن، از محمد کرم شاہ الازہریؒ)﴿ اَعَجَزْتُ ﴾ کیا میں عاجز ہوگیا، عَـجْـزٌ سے فعل ماضی واحد متکلم قواعد کے مطابق۔﴿ النّٰدِمِیْنَ ﴾ شرمندہ پشیمان، اس کا واحد النَّادِمِ، قواعد کے لحاظ سے اسم فاعل ہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۲۷ تا ۳۱

آیت ۲۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اے حبیب (ﷺ)! آپ آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں قابیل اور ہابیل کا واقعہ ٹھیک ٹھیک سُنایئے، جب ان دونوں نے قربانی پیش کی تو ایک کی قربانی قبول کرلی گئی اور دوسرے کی قربانی مقبول نہیں ہوئی، ان دونوں کے درمیان تنازعہ دو بہنوں کے سلسلے میں تھا، واقعات کا خلاصہ مفسرین نے یوں بیان کیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کا باہم ربط، سلسلہ ملاپ ہوا تو بنی نوع انسان کی بقائے نسل کے لئے حضرت حوا کے حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے وقت کے دستور کے مطابق ایک حمل کے لڑکے کا نکاح دوسرے حمل کی لڑکی سے کیا جاتا تھا، صرف حضرت آدم علیہ السلام اور حوا کی اولاد تھی تمام بچے پیدا ہونے والوں کو سگا بہن بھائی قرار دیا گیا، دوسروں کے ساتھ نکاح اور رشتہ ازواج میں شامل ہونے کی اجازت دی گئی۔ قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی وہ قدرے حسین وجمیل تھی اور وہ اسی سے نکاح کرنے کا خواہش مند تھا، حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کو سمجھایا کہ دستورِ شریعت کے مطابق ایسا نہیں ہوسکتا، حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہِ ربُّ العزت میں قربانی پیش کرنے کو کہا، چنانچہ ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی اور قابیل کی قربانی قبول نہیں ہوئی، قابیل کو حسد اور رشک ہوا اس نے اپنے بھائی سے کہا میں تجھے قتل کرڈالوں گا ہابیل کا کہنا تھا اس میں ناراضگی اور غصہ کی کیا بات ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو قبولیت کی اساس اخلاص ہے اللہ تعالیٰ تقوی والوں اور فرمانبرداروں کی ہی نذر نیاز قبول فرماتا ہے، اس خبر کے بتانے کا مدعا یہ ہے کہ حسد کی بُرائی کا علم لوگوں کو ہوجائے اور رسول اللہ ﷺ سے حسد کرنے والوں کو اس سے سبق سیکھنے کا موقع ملے۔

آیت ۲۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ اُٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہ اُٹھاؤں گا کیونکہ مجھے تو اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈر لگتا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں امن، تقوی اور صلح و آشتی کو ایک اچھے اندازِ فکر میں بتایا جارہا ہے کہ یہ نرم اور دلکش اندازِ تکلم اس بات کا متقاضی ہے کہ اس دشمنی کو دوستی میں بدل دیا جائے، حسد کی آگ کو ٹھنڈا کیا جائے، شر کے پہلو اور جوش کو کم کیا جائے، اس شخص کو بھائی چارے کی محبت کی طرف مائل کیا جائے اور اس کے قلب میں تقوی کی صلاحیت اجاگر ہوجائے لیکن دوسرا بھائی جوش انتقام سے سرشار ہے، دوسرا بھائی اپنے طرزِ عمل سے باز نہیں آیا حالانکہ نیک اور صالح بھائی اسے تنبیہ کے طور پر آخرت کے بُرے انجام سے باخبر رہنے کی تلقین کررہا ہے اور تم میری طرف قتل کے لئے ہاتھ بڑھاؤ تو میرا فطرتاً یہ مزاج نہیں کہ اپنے بھائی کو قتل کردوں۔

آیت ۲۹ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ میں تو چاہتا ہوں کہ میرے اور اپنے گناہ کا تو خود مرتکب ہوجائے اور جب دونوں کے گناہ تو سمیٹ لے گا تو جہنمی بن کر رہے گا کیونکہ ظالم کے ظلم کا یہ درست انداز میں بدلہ ہے، اب ہابیل کے کلام کا ماحصل یہ نکلا کہ اگر قابیل نے یہ سوچ ہی رکھا ہے کہ میرے قتل کا وبال اپنے سر رکھے تو میں نے بھی ارادہ کرلیا ہے اپنی طرف سے مدافعت کا کوئی پہلو اختیار نہیں کروں گا تاکہ مجھ پر حرفِ الزام نہ آنے پائے اور تمہارے ساری عمرِ عزیز کے گناہ تجھ پر ہی ثابت رہیں اور میرے خون کا گناہ تیرے ہی ذمّے رہے۔ اگر مجھ سے کوئی خطاء سرزد ہوچکی تو اس کی وجہ یقینی طور پر یہ ہوگی کہ تم مجھے ناحق ہلاک کرنا چاہتے تو یہ کثرت گناہ تمہیں جہنم میں لے جائے گا کہ ظالموں کا وہی ٹھکانہ ہے۔

آیت ۳۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ ہابیل نے نرم لب ولہجہ سے اور کچھ نفسِ امارہ نے قابیل کو اُکسایا کہ بھائی کو قتل کردے سو اس نے بھائی کو مار ڈالا اور نقصان اُٹھانے والوں میں شامل ہوگیا۔ حدیثِ مُبارکہ میں آتا ہے کہ ظلم اور قطع رحم دو ایسے گناہ ہیں جن کی سزا آخرت سے قبل ہی دنیا میں ملتی ہے۔ ❶

آیت ۳۱ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ یہ پہلا قتل کا جرم تھا جو انسان کے درمیان سرزد ہوا تھا اب ندامت اور خجالت نے آگھیرا، حقیقت تو یہ ہے کہ اس سے قبل کسی انسان کا خون نہیں ہوا تھا اور کوئی انسان موت کی آغوش سے ہمکنار نہیں ہوا تھا اس لئے ہلاکت کے بعد قابیل کی سمجھ میں کچھ نہ آیا، نعش رلاشے کو کیا کرے، باریٔ تعالیٰ کی شانِ کریمی تو دیکھئے ایک کوّے کو بھیج دیا اُسے دیکھانے کی خاطر، اس کوّے نے اپنی منقار رچونچ اور پنجوں سے زمین کو کرید ڈالا اور دوسرا کوّا، جو مرچکا تھا اس کو مٹی ہٹا کر زمین میں دبا دیا یہ منظر دیکھ کر قابیل کو پتہ چلا کہ مردے کی لاش کو دفن کرنا چاہیئے چنانچہ اُس نے زمین میں گڑھا کھودا اور لاش کو سپردِ خاک کیا، گویا دفن کردیا۔ (بحوالہ جلالین ومدارک)

اس کے بعد قابیل کو احساس ہوا کہ صد افسوس کہ میں اس کوّے جیسا بھی نہ ہوسکا کہ اپنے بھائی کی لاش کو چھپانے کی کوئی تدبیر سوچ لیتا، اپنی حماقت پر ندامت اور پچھتاوا تو اسے ہوا لیکن ندامت تو اس وقت سودمند ہے جس کے ساتھ معصیت سے معذرت اور فکر و تدارک کا بھی احساس ہو حقیقت تو یہ ہے کہ یہ پچھتاوا اور احساس ندامت اس بات سے نہیں کہ عصیان اور جُرم ہوگیا ہے بلکہ وہ کیفیت بدحالی تھی جو بھائی کے قتل کے بعد اسے لاحق ہوئی، یہاں اس واقعہ کا تذکرہ، یہودیوں کی سازش پر لطیف انداز سے ملامت کرنا ہے جو انہوں نے حضرت محمد ﷺ اور آپ کے مقتدر صحابہ کو قتل کرنے کے لئے کی تھی۔ ۞۞۞۞

❶..... نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مَامِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ اَنْ یُعَجِّلَ اللّٰہُ عُقُوْبَتَہٗ فِی الدُّنْیَا مَعَ مَا یَدَّخِرُ لِصَاحِبِہٖ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْبَغْیِ وَقَطِیْعَۃِ الرَّحِمِ ظلم وزیادتی اور قطع رحمی یہ دونوں ایسے گناہ ہیں اللہ تعالیٰ اُن کرنے والوں کو دنیا اور آخرت میں سزا دیتا ہے، اور آخرت کی سزا بھگتنی ہے۔ (بحوالہ ابوداؤد، ابن ماجہ کتاب الزہد، مسند احمد)

Marfat.com

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ؗ ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝

اسی وجہ سے ہم نے حکم تحریر کر دیا بنی اسرائیل پر کہ جس نے قتل کیا کسی انسان کی جان کا، بغیر جان کے بدلے/رسوائے قصاص کے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا، تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس کسی نے ایک شخص کی جان بچائی گویا اس نے تمام انسانوں/لوگوں کی جان بچائی اور بے شک اُن کے پاس ہمارے بہت سے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے، پھر بھی اُن میں بہت سے لوگ ایسے ہیں اس کے بعد بھی جو زمین میں ظلم و جور/زیادتی کرنے والے ہیں۔ (۳۲)

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْۤا اَوْ یُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝

اور وہ جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اُن کو اس جرم کے بدلے میں قتل کر دینا چاہیے چُن چُن کر، یا اُن کو سولی پر چڑھا دیا جائے/پھانسی دی جائے یا اُن کے ہاتھ مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں/ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پیر کاٹ دیئے جائیں یا اُنہیں جلا وطن کیا جائے، یہ تو اُن کے لئے رسوائی دنیا کے لئے ہے بطورِ سزا اور آخرت میں اُن کے لئے اس سے بڑی سزا/بڑا عذاب ہے۔ (۳۳)

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

مگر جو لوگ پکڑے جانے سے قبل توبہ کر لیں اس سے پہلے کہ تم اُن پر قابو پاؤ تو جان لو! کہ اللہ تعالیٰ بھی بخش دینے والا/معاف کرنے والا اور رحم و کرم کرنے والا ہے۔ (۳۴)

الفاظ و معانی آیت ۳۲ تا ۳۴

﴿ مِنْ اَجْلِ ﴾ اسی سبب سے، جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو جان سے ہلاک کرنے کا بند دروازہ کھولا تو رسم قبیح کی ابتدا ہوئی اب دیگر لوگ بھی قتل کے مرتکب ہونے لگے۔ ﴿ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ ﴾ بے شک جو کوئی قتل کرے کسی شخص کو سوائے قصاص کے اور '' فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ '' اور فساد برپا کیا ہو زمین میں، یعنی رہزنی کی ہو

﴿ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ﴾ پس قتل کر ڈالا اُس نے سب لوگوں کو اس نظر سے کہ اُس نے خون کی ہتک حرمت کی اور لوگوں کو جرأت عطا کی غضب الٰہی کو اپنی طرف کھینچنے میں، گویا ایک آدمی کا قتل ویسا ہے جیسے سب لوگوں کا، علامہ بیضاویؒ رقمطراز ہیں '' جس نے ایک بشر/نوع کو قتل کیا اُس نے خون انسانی کی بے حرمتی کا ارتکاب کیا ''۔ (بحوالہ بیضاویؒ)

اس مفہوم کو یوں سمجھیے کہ بغیر شرعی اجازت یا شرعی سزا کے علاوہ صرف فساد پھیلانے کی خاطر کسی کو قتل کیا تو اس نے ایک بشر/انسان کو ہی قتل نہیں کیا بلکہ وہ انسانیت کا قاتل ہے۔ مقامِ افسوس تو یہ ہے کہ آج دنیا میں بائبل کے نسخے پائے جاتے ہیں وہ احکامات باری تعالیٰ کے ان الفاظ سے یکسر خالی ہیں حالانکہ تلمود میں بیان وضاحت کے ساتھ ہے '' جس نے

Marfat.com

اسرائیل کی ایک جان کا قتل کیا کتاب اللہ کے مطابق اس نے گویا ساری کائنات کے لوگوں کو ہلاک کیا"۔ (بحوالہ تلمود)

﴿ وَمَنْ اَحْيَا ﴾ اور جو شخص کسی کی زندگی باقی رہ جانے کا موجب ہو، قصاص معاف کر کے یا قتل سے منع کر کے یا ہلاکت کی جگہوں سے نکال کر، اَحْيَاهَا اس کو زندگی دی هَا، قواعد کے مطابق ضمیر واحد مؤنث۔

﴿ فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ﴾ پس وہ لوگوں کی زندگی رحیاتِ نو کا موجب ہوا، قتل کے ساتھ پیش آنے سے ڈرانا اور جانوں کی حفاظت، حمایت اور اعانت کی ترغیب اس کلام سے مقصود ہے۔

﴿ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ اور البتہ آئے بنی اسرائیل کی طرف رسول ہمارے معجزات کے ساتھ ظاہر اور واضح آیتوں کے ساتھ، تورات میں قتل ناحق سے روکنے کے بعض احکامات نازل ہوئے اور اُن کو احکام کی یاد دہانی کراتے تھے، یکے بعد دیگر رسولوں کی آمد کا تسلسل جاری وساری رہا، حقیقت تو یہ ہے کہ اُن کی طبع فطری اور مزاج برہم کی بے اعتدالی نے اصلاح کی نوبت آنے نہ دی اور یہ تواتر کے ساتھ آمادۂ قتل اور مرتکب فساد ہوتے رہے۔ جن انبیاء پر وہ ایمان لا چکے تھے انہیں بھی تختہ دار تک پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، تو بھلا اُن سے یہ اُمید کیونکر کی جاسکتی ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی ایذا رسانی اور آپ ﷺ کے خلاف ناپاک سازشیں کرنے سے دُور رہیں گے۔

﴿ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ یہی سزا ہے اُن کی جو جنگ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اور اُس کے رسول سے۔

اسلامی طرزِ حکومت میں فتنہ وفساد کو ختم کرنے اور اس کے خلاف تادیبی کاروائی کرنے کا حکم باری تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے جو اس حکم کو نہ مانے، قتل وغارت گری اور لوٹ مار میں مصروفِ عمل رہتا ہے گویا وہ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کے خلاف بغاوت کا پرچار کر رہا ہے۔

﴿ يُحَارِبُوْنَ ﴾ مُحَارَبَة مصدر، ہے جو جنگ کرتے ہیں قواعد کے مطابق مضارع جمع مذکر غائب لفظ "محاربہ" حرب سے اخذ کیا گیا ہے اس کے اصل معنی سلب کرنے اور چھین لینے کے آتے ہیں حرب کی جمع حُرُوب ہے۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

حرب، بدامنی، پھیلانے کے مفہوم میں بھی مستعمل ہے لفظ محاربہ طاقت کے ساتھ، بدامنی پھیلانے اور سلامتی کو سلب کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ)

﴿ اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا ﴾ کہ قتل کیے جائیں تقتیل "مصدر" ان کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں، قواعد کے مطابق مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ ﴿ اَوْ يُصَلَّبُوْٓا ﴾ قتل کریں اور سولی پر چڑھا دیں اگر انہوں نے قتل بھی کیا ہو اور مال بھی لیا ہو۔

﴿ اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ ﴾ یا کاٹ ڈالیں ہاتھ اور پاؤں۔ ﴿ مِّنْ خِلَافٍ ﴾ برخلاف یعنی داہنا ہاتھ اور بایاں پیر، یعنی اُن کے داہنے ہاتھ گٹوں پر سے اور بائیں پیر ٹخنوں سے کاٹ دیئے جائیں، گویا کہ مال کو لوٹنے کا عمل بلاواسطہ کیا گیا ہو، مگر سب کے لئے سزا یہ ہے۔ ﴿ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ﴾ یا نکال دیئے جائیں زمین سے، زمین سے نکالنے کا مفہوم بعض اہل فقہ نے یہ لیا ہے کہ اُن کو دارالاسلام سے خارج کر دیا جائے اور بعض کا کہنا ہے جس جگہ پر ڈاکہ پڑا ہے وہاں سے نکال دیا جائے۔ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا کہ اگر مجرم کو یہاں سے نکال کر دوسرے شہر میں آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ

وہاں کے لوگوں کو بھی ستانے کے جُرم کا ارتکاب کرے گا اس لئے مجرم کو قید خانہ میں مقید کر دیا جائے اور یہی زمین کا نکالنا ہے آزادانہ طور پر زمین پر کہیں چل پھر نہیں سکتا۔

ذٰلِکَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ

یہ ہے اُن کے لئے دنیاوی رُسوائی کا باعث اور قیامت میں رآخرت میں اس سے بڑی سزا ہے۔

ان الفاظ سے یہ اعادہ ہوتا ہے دنیاوی سزا، حدود و قصاص یا تعزیرات سے جب تک توبہ نہ کی جائے آخرت کی سزا معاف نہیں ہوتی، البتہ سزا پانے والا خلوصِ قلب سے دل کی گہرائی اور گیرائی کے ساتھ توبہ کرے تو سزا معاف ہو جائے گی یہ تو باری تعالیٰ کی شانِ کریمی ہے اگر کوئی توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْھِمْ

مگر جن لوگوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ قابو پاؤ تم اُن پر۔

﴿ تَقْدِرُوْا ﴾ تم قادر ہو جاؤ یا تمہارا ہاتھ پڑے، قدرۃ سے قواعد کے مطابق مضارع کا صیغہ ہے۔

اگر وہ گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر لے اور اپنے آپ کو اسلامی حکومت کی فرمانبرداری کے خاطر سپرد کرے تو پھر حقوق اللہ معاف ہو جائیں گے، لیکن اگر انہوں نے کسی کا مال لوٹا ہے تو اُس مال کی واپسی کرنی ہوگی اور اگر کسی کو قتل کیا ہے تو اس کا دیت یا قصاص ادا کرنا ہوگا اور اگر کسی کو زخم خوردہ کیا ہے تو اس کی سزا بھی بھگتنی پڑے گی۔

تشریح و توضیحات آیت ۳۲ تا ۳۴

آیت ۳۲ میں اظہار بیان یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو فرض کے طور پر بتا دیا گیا کہ بغیر شرعی عذر راجازت کے یا شرعی سزا کے علاوہ صرف فساد پھیلانے کی خاطر کسی نے کسی کو قتل کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اُس نے صرف ایک فرد بشر کو ہی قتل نہیں کیا بلکہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہے جو تمام بنی نوع کا قاتل ہے اس کو اس قدر سزا بھگتنی پڑے گی جس قدر سزا انسانیت کے قتل پر ہونی چاہئے اور کسی نے کسی کو ظلماً قتل ہونے سے بچالیا، گویا اُس نے انسانیت کو بچالیا، ایک آدمی کی جان بچانے والا پوری انسانیت کی جان بچانے کا اجر پائے گا حق تعالیٰ کے تمام انبیاء یہی تعلیمات لے کر آئے لیکن فساد برپا کرنے والے زمین پر ابھی دست درازی سے باز نہیں آتے۔

آیت ۳۳ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ جو لوگ ناحق، فسق و فساد کے مرتکب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کے باغی ہیں تو ایسے لوگوں کو جیسا اُن کا جُرم ہے ویسی ہی سزا حاکمِ وقت دینے کا مجاز ہے چاہے تو قتل کر دے یا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری سمت کا پاؤں کاٹ دیا جائے یا پھر ایسے نافرمان لوگوں کو ملک بدر کر دیا جائے۔

جو لوگ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں رہزنی کرتے ہیں امن عامہ اور لوگوں کی عفت و آبرو اور جان و مال کے لئے خطرہ بنے ہوئے ہیں تو ان لوگوں کے لئے شریعت نے سزا کے تین درجات کا تعین کیا ہے۔ اوّل حدود۔ دوم قصاص۔ سوئم تعزیرات۔

اول)...... حدود: قرآنِ کریم نے جس جُرم کی سزا بطور "حق تعالیٰ" کا تعین کر کے جاری کی اس کو حدود کے نام سے مُوسوم کیا جاتا ہے "حدود" حد کا واحد ہے۔ اس کو یُوں سمجھئے کہ اگر لوٹ مار کے سبب قتل کیا مال لُوٹ نہ سکے تو قتل کئے جائیں گے، اگر مال بھی

Marfat.com

لُوٹ لیا تو سولی پر چڑھا دیئے جائیں گے، اگر صرف لُوٹ مار کا بازار گرم کیا مال لُوٹا گیا اور قتل نہ کیا تو مخالف سمت سے ہاتھ اور پاؤں قلم کر دیئے جائیں گے لیکن اگر صرف حملہ کیا، قتل نہ کر سکے اور نہ مال لُوٹ سکے تو مقید کر دیئے جائیں گے، حدود میں کسی حاکمِ وقت یا امیر کو تغیر اور تبدیلی کی اجازت نہیں ہے۔ حدود میں ڈاکہ چوری، زنا، تُہمت اور شراب نوشی جیسے جرائم شامل ہیں۔

دوم)...... قصاص: قصاص کا مفہوم یہ ہے کہ بندے کا حق غالب ہے مثال کے طور پر کسی کو قتل کر دیا گیا، یا زخمی کیا گیا اگر مقتول کے وارث معاف کر دیں تو سزا معاف ہو جائے گی۔

سوم)...... تعزیرات: جس جُرم کی سزا کا تعین نہیں کیا گیا اس کو تعزیر کہا جاتا ہے تعزیری سزا حالات کے مطابق ہلکی سے ہلکی بھی ہو سکتی ہے اور سخت سے سخت تر اور اُن کو معاف بھی کیا جا سکتا ہے اس میں حاکم کے اختیارات کا دائرہ کار وسیع تر ہے تعزیرات میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں مجروح ہوتے ہیں لیکن زیادہ حکومتِ وقت کے فرائض متاثر ہونے کے امکانات ہوتے ہیں اس سے ان کی سزا شرعی دائرے میں رکھ کر حکومت کو تجویز کرنے کا اختیار ہے یہ تمام تر سزائیں تو دنیاوی ذلت اور رُسوائی کے باعث ہیں، آخرت میں اُن کے لئے عذاب عظیم ہے۔

اِس آیۂ کریمہ کی شانِ نزول میں بتایا جاتا ہے کہ قبیلہ عکل اور قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ ایمان قبول کر کے مدینہ آئے تو وائے بدنصیبی اُن کی اُنہیں مدینہ کی فضا راس نہ آئی اور بیمار ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں جہاں ان کے اونٹ صدقے کے ہوتے تھے جو جبل العیر کے قریب تھا بھیج دیا، وہ چند یوم وہاں قیام کریں اور اُونٹوں کا دودھ اور اُن کا پیشاب پئیں، اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے گا چنانچہ چند روز میں وہ تندرست اور صحت مند ہو گئے، اونٹوں کا پیشاب جو اُن لوگوں نے پیا اسے یوں سمجھنا کہ یہ یا تو رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا۔ (بحوالہ تفسیر قادری مطبوعہ ۱۸۸۷ء) لیکن ستم ظریفی تو دیکھئے اُنہوں نے اُونٹوں کی نگرانی کرنے والے چرواہے کو قتل کر دیا اور اُونٹوں کو خود اپنے ساتھ لے گئے جب حضرت محمد ﷺ کو اس کی بابت معلوم ہوا تو لوگوں کو بھیجا جو اُنہیں اونٹوں سمیت "پابند سلاسل" کر کے پکڑ لائے رسول اکرم ﷺ نے اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے قلم کرائے رگ کاٹ ڈالے اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں، ایسا ہی سلوک اُنہوں نے چرواہے کے ساتھ کیا تھا، پھر اُنہیں دھوپ میں چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔ "اُنہوں نے قتل بھی کیا، چوری بھی کی اور ایمان لانے کے بعد کفر کے بھی مُرتکب ہوئے اور بھیڑیے کے ساتھ محاربہ کیا"۔ (بحوالہ صحیح بخاری، کتاب الدیات، والطب والتفسیر، صحیح مسلم شریف کتاب القسامۃ)

آیت ۳۴ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ جو لوگ توبہ کر لیں اس سے پہلے کہ تم اُن پر غالب ہو جاؤ تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تو معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے، توبہ کرنے والوں کا جرم اور سزا معاف کر دینے میں جو حکمت عیاں ہے اس کے دو پہلو نمایاں ہیں کہ:

اوّل...... یہ کہ اُن کی توبہ کرنے کے عزم کی حوصلہ افزائی کی جائے گویا کہ اُن میں طاقت اور قوت تھی وہ آمادۂ بغاوت ہو سکتے تھے یہ اُن کی طرف سے اصلاح پانے اور راہِ ہدایت پر آجانے کی دلیل ہے۔

دوئم...... پہلو یہ کہ اُن کے اقرارِ توبہ کا عمل دیکھ کر دیگر لوگ اس سمت راہِ ہدایت پر آنے کی کوشش پر آمادہ ہو جائیں گے۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے قرب / اس تک پہنچنے کا وسیلہ ڈھونڈو اور اُس کی راہ میں جہدوجہد / جہاد کرو، اس اُمید پر کہ فلاح / صلاح پاؤ۔ (۳۵)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

بے شک وہ لوگ جنھوں نے راہِ کفر اختیار کی اگر یہ لوگ عذاب سے چھٹکارے کی خاطر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب کا سب بطورِ فدیہ دینا چاہیں اور اتنا ہی اور کچھ لے آئیں تب بھی روزِ قیامت اُن کا فدیہ نہ قبول کیا جائے گا اور اُن کے واسطے دردناک عذاب ہے۔ (۳۶)

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝

آگ / دوزخ سے بہت چاہیں گے کہ نکلیں، لیکن وہ نہیں نکل سکیں گے، اس سے اُن کے لئے تو دوامی سزا / ہر وقت رہنے والا عذاب ہوگا۔ (۳۷)

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کی سزا یہ ہے کہ ہاتھ کاٹ دیا کرو یہ اُن کے کرتوت کی سزا ہے، بدلہ ہے / عبرتناک سزا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے، اللہ تعالیٰ تو غالب ہے حکمت والا ہے۔ (۳۸)

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

پس، جس نے توبہ کرلی اپنے ظلم کے بعد / اپنی اصلاح کرلی / اپنے عمل درست کرلے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔ (۳۹)

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

کیا آپ کو معلوم نہیں! آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے جسے چاہتا ہے معاف کردیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ (۴۰)

الفاظ ومعانی آیت ۳۵ تا ۴۰

﴿اِتَّقُوا اللّٰهَ﴾ تم ڈرو اللہ تعالیٰ سے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر ہی وہ عمل ہے جو انسان کو صحیح طور پر خفیہ اور علانیہ جرائم سے روکتا ہے۔ ﴿وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے یعنی اللہ تعالیٰ کے قُرب کے متلاشی رہو، وسیلہ، لفظ وَسَلٌ سے مشتق ہے جس کے معنی ملنے اور جڑنے کے آتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو کا مطلب یہ ہوگا کہ ایسے اعمال پر کاربند رہو جس سے تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا اور تقرب حاصل ہو جائے۔ امام شوکانی کا کہنا ہے کہ:

اِنَّ الْوَسِيْلَةَ الَّتِيْ هِيَ الْقُرْبَةُ، تَصدق عَلَى التَّقْوٰى

Marfat.com

وسیلہ جو قربت کے معنی میں مستعمل ہے، پرہیزگاری اور اعمالِ خیر پر اثر انداز ہوتا ہے، جس کے ذریعہ بندہ اپنے رَبّ کا قُرب حاصل کرتا ہے اور اسی طرح جو بندہ کو رغبت اور اُلفت کے ساتھ حق تعالیٰ کے قریب کر دے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے "وسیلہ سے مُراد قُربت اور فرمانبرداری ہے"۔ (بحوالہ روایت حاکم)

حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوب اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں کہ لفظ وسیلہ میں محبت اور رغبت کا اظہار شامل ہے، وسیلہ کے درجات میں اضافہ، رَبِّ جلیل اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کی اُلفت پر مبنی ہے۔

ابن منظور وسیلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الوسیلۃ فی الاصل مایتوصل بہ الی الشیٔ ویتقرب بہ الیہ". (بحوالہ لسانُ العرب)

یعنی جس شے کے ذریعہ کسی تک رسائی ہو جائے اور اس کا قُرب مل جائے اسے "وسیلہ" کہا جاتا ہے۔

والوسیلۃ کل مایتقرب بہ. (بحوالہ کشّاف) وسیلہ وُہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور قُرب کا ذریعہ بنے۔

ایمان، عمل نیک، عبادت اور اتباعِ سُنت اور گناہوں سے محفوظ رہنا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ تک رسائی اور اس کے قُرب پانے کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زمانۂ قحط میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر حق تعالیٰ سے بارش کی دُعا مانگی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعا کو قبول کیا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "وسیلہ ایک بلند درجہ جنّت کا ہے جس کے اوپر کوئی اور درجہ نہیں، تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو وہ درجہ مجھے عطا کر دے۔" (بحوالہ مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو اذان کے بعد میرے لئے دعائے وسیلہ کرے گا وہ میری شفاعت کا حق دار ہوگا۔ (بحوالہ صحیح البخاری، کتاب الاذان۔ صحیح مسلم شریف کتاب الصلوٰۃ) کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ "عابدوں کا وسیلہ فضائل ہیں اور عالموں کا وسیلہ دلائل ہیں اور عارفوں کا وسیلہ ترکِ وسائل ہے عابد تو معاملہ سے توسل تلاش کرتا ہے اور عالم مکاشفہ سے راہ چلتا ہے اور عارف معائنہ سے راہ دیکھ لیتا ہے۔ (بحوالہ کشف الاسرار)

﴿وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ، شاید کہ تم چھٹکارہ پانے والے ہو اپنے نیک اعمال کے سبب۔ "بحر الحقائق" میں لکھا ہوا ہے کہ "اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فلاح کے چار عناصر بتائے ہیں ان چار چیزوں کے بغیر نجات نہیں مل سکتی۔

1. ......اول یہ کہ ابتداء خلقت میں نور پہنچتا ہے یہ انسان کو شرک کی تاریکی کے پردوں سے خلاصی دیتا ہے۔
2. ......تقویٰ اعمالِ شرعیہ کا منبع ہے۔ سالک اس کی وجہ سے گناہ کی ظلمت سے نجات پاتا ہے۔
3. ......وسیلہ تلاش کرنا، وہ فناء ناسوت ہے بقائے لاہوت میں اور عارف اس کے سبب تاریکی ہستی سے باہر آتا ہے۔
4. ......جہاد، وہ انانیت کو مضمحل ثابت کرتا ہے اور موحد اِس منزل اور مرتبے پر پہنچ کر وجود کی تیرگی سے نکل کر شہود کے نور میں پہنچ جاتا ہے۔" (بحوالہ بحر الحقائق)

Marfat.com

﴿ وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ ﴾ اور مانند اس کے، ہمراہ ہونا اُن کے تا کہ فیصلہ بدلہ کے عوض دیں۔ ﴿ يَفْتَدُوْا ﴾ افتدا مصدر، بدلہ میں دے کر چھوٹ جائیں قواعد کے مطابق فعل مضارع جمع مذکر غائب۔ ﴿ يُرِيْدُوْنَ ﴾ وہ چاہتے ہیں، قصد کرتے ہیں۔ ﴿ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ ﴾ یہ کہ نکلیں آتشِ دوزخ سے۔ ﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا ﴾ چوری کرنے والا اور چوری کرنے والی کے ہاتھ قلم کردو، جب بقدرِ نصاب چوری کریں اور یہ نصاب امام شافعیؒ کے نزدیک چوتھائی دینار ہے۔ امام اعظمؒ کے نزدیک دس درہم اور امام مالکؒ کے نزدیک تین درہم۔ ﴿ جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا ﴾ جزا، سزا ہے اس کی جو اُنہوں نے کمایا۔ ﴿ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ﴾ عبرتناک سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے، یہاں پر چور کی سزا کے تعین کی دو جہتیں واضح کی گئی ہیں اس کے اپنے کیے کی سزا ہے اُس کو بھگتنا ہے یہ اس کی بداعمالی اور بدکرداری کی سزا ہے لفظ نکال عربی لغت میں ایسی سزا کے معنی میں آتا ہے جسے دیکھ کر دوسروں کو عبرت حاصل ہو، یا دوسروں کو بھی سبق ملے من اللہ کہہ کر اس لطیف اشارہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اُس نے کسی قسم کا مال بغیر حق کے ہڑپ کرلیا، جس کی بناء پر ظلم کی صورت پیدا ہوئی دوسرے یہ کہ اُس نے حکمِ باری تعالیٰ کی حکم عدولی کی۔ پہلی صورت میں یہ سزا مظلوم کا حق ہے اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس کا حق ہے اگر وہ معافی دینا چاہے تو سزا معاف ہو جائے گی، قصاص کے تمام معاملات میں یہی معمول کارفرما ہے۔ دوسری جہت کی صورت یہ ہے کہ جس فرد کا مال چرایا ہے اگر وہ معاف کرنا چاہے بھی تو معاف نہ ہوسکے جس کو شرعی اصطلاح میں حدود کہا گیا ہے۔

﴿ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ ﴾ پس اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائے گا اس میں اشارہ لطیف یہ ہے کہ حاکم وقت اس اقرارِ توبہ کے سبب شرعی سزا تو معاف نہیں کریں گے لیکن حق تعالیٰ اُن کے جرم کی معافی دے کر آخرت کی سزا سے نجات دیں گے۔ جمہور علماء کی رائے تو یہ ہے کہ چوری کرنے کے بعد "حد" تو ضرور بہ ضرور لگے گی لیکن توبہ کرنے کے سبب روزِ قیامت کا عذاب معلوم ہو جائے گا۔ ﴿ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ زمین و آسمان کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے! ذرا رموزِ باری تعالیٰ کی حکمت پر غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ صفات قادرِ مطلق ہے اور مالک مطلق بھی ہے اسی طرح حکیم مطلق بھی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت اور سلطنت کا احاطہ انسانی صلاحیت کے بس کی بات نہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کا ادراک انسانی عقل و دماغ نہیں کرسکتا، البتہ یہ ممکن ضرور ہے اصول کے ساتھ، غور و فکر سے کچھ علم و آگہی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے جس سے دلوں کو اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔

تشریح و توضیحات آیت ۳۵ تا ۴۰

آیت ۳۵ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ بڑے پُر لطف، پُر شفقت اور ناصحانہ انداز میں ایمان والوں سے خطاب ہے کہ ایمان لاکر اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرلیا جائے، وسیلہ اللہ تعالیٰ کے قُرب کے لئے ڈھونڈو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو، ایسا جہاد جو اپنے نفس کے ساتھ بُرائی سے تدارک کے لئے یا نیکی اپنانے کے لئے عملی طور پر کیا جائے یہ جہدِ مسلسل ہے، جس کو ہمت اور استقلال محنت سے سرانجام دو تا کہ فلاح پاؤ اور دو جہاں کی کامرانی سے ہمکنار ہوسکو جب

Marfat.com

جب قرآن الحکیم میں فلاح کی نوید دی جاتی ہے تو یہ انسان کی ذاتی زندگی سے اس کا آغاز ہوتا ہے پھر کنبہ، معاشرت اور قومی وعملی زندگی کا سلسلہ ہم آہنگ ہو کر موت اور بعد الموت تک اور روزِ محشر تک کی کامیابی پر محیط ہے۔ گویا کہ انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اس کا قُرب حاصل کرنے اور اُس کی راہ میں جہاد کرنے سے بھلائی، فلاح اور کامیابی کی اُمید کر سکتا ہے۔

آیت ۳۶ میں بتایا جا رہا ہے کہ جنھوں نے راہِ کفر اختیار کی اور اللہ تعالیٰ سے رُوگردانی کی اگر وہ روزِ آخرت روئے زمین کے سارے خزائن رخزانے بھی اس سے مزید زیادہ خرچ کریں اور فدیہ ادا کر کے عتابِ باری تعالیٰ سے چھٹکارہ حاصل کرنا چاہیں تو یہ اُن کے لئے ممکن نہ ہوگا، کُفار کا یہ گمان کہ ہم وہاں سونا، چاندی، زر، زیورات وغیرہ سے کام چلائیں گے ان کا خیال حرفِ غلط کی طرح غلط ہے آخرت میں تو نجات کی راہ ایمان ہے اور صاحبِ ایمان ہونا ہے۔

حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ ایک جہنمی کو آتشِ دُوزخ سے نکال کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے دریافت کرے گا کہ تم نے مسکن رآرام گاہ کو کیسے پایا وہ جواب دے گا ''بدترین قیام گاہ'' ربّ کا ارشاد ہوگا کہ کیا تُو زمین بھر سونا بطور فدیہ دے کر اس سے چھٹکارہ پانا پسند کرے گا'' اس کا جواب ہوگا ہاں'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا'' میں نے تو دُنیا میں اس سے بہت کم کا تم سے مطالبہ کیا تھا تم نے وہاں قطعاً اس کی پرواہ نہیں کی، اسے دوبارہ جہنّم میں ڈال دیا جائے گا''۔
(بحوالہ صحیح مسلم شریف صفۃ القیامۃ، صحیح بخاری شریف کتاب الرقاق والانبیاء)

آیت ۳۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ کُفار پر عذاب کا ہونا، کفر والحاد کا منطقی انجام ہے یہ حسرت تو کافروں کو ہمیشہ بے چین، بے قرار کرتی رہے گی کہ اے کاش! آتشِ جہنّم سے ہم نکل سکیں مگر ایسا ہونے کا نہیں! وہ دوزخ سے نکلنے کا راستہ پانے کے نہیں! کافروں کو ایسا عذاب دیا جائے گا جو دائمی اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔

آیت ۳۸ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اگر مرد چوری کرے اور اس کا ثبوت مل جائے یا عورت چوری کرے اور جُرم ثابت ہو جائے تو اُن کے ہاتھ کاٹ دو یہ اُن کے اَعمال بد رکرتُوت کی سزا ہے، یہ اُن کی کمائی کا صلہ ہے اور ربِّ جلیل کی طرف سے عبرتناک سزا ہے، جہاں تک ہاتھ کاٹنے کا سوال ہے اُمّت کا اس بات پر اجماع ہے پہلی چوری پر داہنا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا رسول اللہ ﷺ نے تصریحاً ارشاد فرمایا۔ لَا قطع علٰی خَائِن اس سے اس بات کا پتہ چلا کہ چوری رسرقہ کا اطلاق خیانت پر نہیں ہوتا بلکہ صرف اس جُرم رفعل پر ہوتا ہے کہ کوئی فرد کسی کے مال کو اُن کی ملکیت سے نکال کر اپنے قبضہ میں کرلے، حضرت محمد ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ ایک ڈھال سے کم مالیت کی چُوری ہے تو ہاتھ نہ قلم کیا جائے، رسول اللہ ﷺ کے دُور میں ایک ڈھال کی رقم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق دس درہم، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مطابق پانچ درہم اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مطابق تین درہم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق ایک چوتھائی دینار تھی محدّثین کے نزدیک نصاب ربع دینار یا تین درہم یا اس کے برابر قیمت کی چیز ہے۔

آیت ۳۹ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اگر گنہگار نے توبہ کرلی اصلاحِ نفس کے ساتھ، کیونکہ توبہ کی توفیق مل جائے تو یہ اصلاحِ احوال ہے ربِّ جلیل یقیناً توبہ قبول فرماتا ہے، توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت عنایت اس پر مائل ہو جائے گی

Marfat.com

کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت ہی درگذر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے، بتانا یہاں یہ مقصود ہے کہ جس نے خلوصِ نیت اور احساسِ عزم سے توبہ کرلی اور اپنے نفس کو چوری سے پاک کرلیا اور اللہ تعالیٰ کا اطاعت شعار اور صالح بندہ بن جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے محفوظ ہوجائے گا۔

ہاتھ کا قلم کرنا تو انتظامی تمدّن اور معاشرتی تہذیب کی سزا ہے اس سزا سے نفس کی پاکیزگی تو نہیں پائی جاسکتی، نفس کی اصلاح تو صرف توبہ اور رجوع الی اللہ سے ممکن ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں مذکور ہے کہ ایک چور کا ہاتھ جب آپ کے حکم کے مطابق کاٹ دیا گیا تو آپ نے چور کو بلایا اور ارشاد فرمایا ''قل اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ و اتوب الیہ'' کہ میں اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتا ہوں اور اس سے توبہ کرتا ہوں اس نے رسول اللہ ﷺ کے مطابق یہ الفاظ ادا کئے تو آپ ﷺ نے دُعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْہِ اے اللہ اُس کو معاف فرما۔

آیت ۴۰ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ کیا آپ نے نہیں جانا یہ خطاب حضرت محمد ﷺ کی طرف ہے اور مراد اُمّت ہے کہ ارض وسَماء کی اصل بادشاہت تو اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے جب چاہے جس وقت چاہے عذاب نازل کردے جب چاہے سزائے جُرم میں سزا دے اور جب چاہے معاف فرمادے، اللہ تعالیٰ کی ذاتِ واحد کس قدر حلیم ہے، بُردبار ہے وہ ایسا قادرِ مطلق ہے جو چاہے کرسکتا ہے جب چاہے کرسکتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی ہے کہ عفوودرگذر سے کام لیتا ہے سزا اور جزا دینے کے کُلی اختیارات اللہ تعالیٰ کو حاصل ہیں اور ان اختیارات سے روکنے والا کوئی اور بھی نہیں اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

آیت ۳۵ تا ۴۰ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کا قُرب تلاش کرنے کی تلقین ہے وضاحت اس بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قُرب اس کا وسیلہ اور رضا پانے کا کیا طریقہ عمل ہے تو بتایا یہ گیا کہ ایسا کوئی فعل امر سرزد نہ ہونے پائے جس سے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی ناراضگی اور برہمی مول لینی پڑے، کامیابی کی کلید یہ ہے کہ آدمی تمام آلام ومصائب پر صبر کرتا رہے اور پُرمُسرّت حیات بسر کرتا رہے دنیاوی زندگی کے معاملات میں شفارش اور رشوت سے تو کام چلایا جاسکتا ہے لیکن آخرت میں یہ بات نہ ہوگی۔ کسی کی نظر بچاکر، نظروں کے سامنے چوری کا مرتکب ہوجائے تو ایسے لوگوں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے اگر آج پاکستان میں اسلام کی تعزیرات کا نفاذ ہوجائے تو یقین جانیئے مُدّتِ قلیل میں پاکستانی معاشرہ اور معاشرت کے حالات یکسر بدل جائیں گے اسلامی تعلیمات تو واضح طور پر بتارہی ہیں چوری کرنے والے مردوزن کے ہاتھ کاٹ دیا کرو یہ صلہ اس بات کا جو کچھ انہوں نے کیا گناہ کرنے پر عذاب تو باری تعالیٰ کا ہوگا، البتہ گناہ کرنے کے بعد توبہ کرلی جائے اور اصلاح کرلی جائے مقام فکر ہے آج بھی ہم مسلمان جو درحقیقت ''اُمّت خیر'' ہیں اپنی ساری زندگی کو اسلامی طرزِ عمل کی طرف راغب کرے تو راہِ نجات مل سکتی ہے، دینِ حنیف میں جو احکامات ہیں اُن کی پابندی لازم ہے۔ یہود اور نصاریٰ کی طرزِ معاشرت سے دور رہا جائے، ان کا تو عجب عالم ہے، توراۃ میں شادی شدہ مرد اور عورت کی سزا رجم تھی لیکن یہودیوں نے اس حکم کو غائب کردیا۔ یاد رکھیئے اگر معاملات کا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق نہ ہوگا تو دنیا میں رُسوائی ہے اور آخرت میں عذاب عظیم۔

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ ۖۚ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾

اے رسول (ﷺ)! ان لوگوں کے حالات آپ کو افسردہ اور رنجیدہ نہ کریں جو راہِ کُفر میں بڑی تیز رفتاری دکھا رہے ہیں جو زبان سے تو اقرار کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر اُن کے دل ایمان نہیں لائے اور کچھ اہلِ یہود جھوٹ خوب سنتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جاسوسی کرتے ہیں جواب تک آپ ﷺ کے پاس نہیں آئے وہ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو اس کے صحیح راصل موقعوں سے ہٹا کر بدل دیتے ہیں رگویا کہ وہ کلمات کا مطلب بدل ڈالتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو تسلیم کر لینا اور اگر یہ حکم نہ ملے تو حکم عدولی کرنا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا چاہے اور کسی کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کر لے تو اس کو اللہ تعالیٰ سے بچانے کا کوئی اختیار نہیں، ان لوگوں کے دل کو پاک رکھنے کا اللہ تعالیٰ کا کوئی ارادہ نہیں اُن کے لئے دُنیا میں بھی رسوائی اور ذلّت ہے اور آخرت میں بھی اُن کے لئے بڑا سخت عذاب ہے۔ (۴۱)

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾

جاسوسی کرنے والے، جھوٹ کے سننے والے اور حرام کھانے والے ہیں اگر یہ آپ ﷺ کے پاس آتے ہیں تو آپ چاہیں تو فیصلہ صادر کر دیجئے اور آپ ﷺ کو اختیار ہے انہیں ٹال دو رنظر انداز کر دیجئے، اگر آپ اُن کو نظر انداز کر دیں گے تو بھی یہ آپ ﷺ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے، ہاں اگر اُن کے درمیان فیصلہ کیا جائے تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے بلاشبہ انصاف کرنے والے کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ (۴۲)

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور کیونکر کس طرح وہ آپ کو مُنصف بنائیں گے! جب کہ اُن کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم تورات میں موجود ہے جس میں باری تعالیٰ کا حکم تحریر رلکھا ہوا ہے اس کے بعد بھی یہ حکم ماننے سے بایں ہمہ پھر جاتے ہیں اور اصل بات تو یہ ہے کہ وہ قطعًا ایمان لاتے نہیں! (۴۳)

الفاظ و معانی آیت ۴۱ تا ۴۳

﴿ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ ﴾ نہ مغموم کریں آپ کو لوگ عناد کے سبب جو عجلت کرتے ہیں اپنے تئیں کفر اور گمراہی میں۔ ﴿ بِاَفْوَاهِهِمْ ﴾ منہ سے اپنے، اپنی زبانوں سے، اس آیتِ مبارکہ میں مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے اور یہودیوں کی سازش اور خفیہ مجلسوں کے انعقاد کرنے کے سلسلہ میں آپ کو باخبر کیا گیا کہ آپ

Marfat.com

ﷺ کے پاس آنے والے لوگ منافقین جن کی خصلت کا فرانہ ہے اُن سے دُور رہیے، اُن کی پہلی بُری خصلت کا اظہار یوں کیا گیا کہ ﴿سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ﴾ جاسوسی کرنے والے ہیں، غلط اور جھوٹ بات سننے کے عادی ہیں سَمّٰعٌ دو معنوں میں مستعمل ہے سننا اور قبول کرنا سماع صیغہ مبالغہ ہے علامہ زمخشری اور بیضاوی نے قبول کرنے کا یہ مفہوم لیا ہے کہ اپنی باطنی خرابیوں کے سبب اپنے مقتدر لوگوں کی جھوٹی اور پُر دروغ باتیں پسند کرتے ہیں اور پھر علم وعمل کی تحقیق کے بغیر ان کی باتوں کو قبول کر لیتے ہیں۔ (بحوالہ تفسیر کشاف)

قرآنِ کریم نے ﴿سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ﴾ کے الفاظ استعمال کر کے ان منافق یہود کی بُری خصلت بتائی ہے اور ایک اُصول کی طرف اشارہ لطیف کر دیا ہے جاہل لوگوں کو علماء کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل پیرا تو ہونا چاہیے لیکن ناواقفِ علم لوگوں کی غلط اور جھوٹی باتیں سننے کے عادی نہ بن جائیں ﴿سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ﴾ سننے والے ہیں جاسوس ہیں دوسری قوم کے لوگ جو آپ ﷺ کے پاس ابھی تک نہیں آئے، یعنی وہ محض رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں جاسوسی کرنے کی خاطر آتے ہیں تاکہ اہم راز کی بات معلوم کریں اور اپنی قوم کے سردار کو اس کی خبر کریں، یہاں ان منافقوں کی دُوسری بُری عادت کا اظہار کیا جا رہا ہے یہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے ایک دینی مسئلہ دریافت کرنے آئے ہیں لیکن اُن کا مقصد کچھ اور ہے یہ یہودی قوم کے جاسوس ہیں اس سے مراد خیبر کے یہود ہیں مدینہ کے یہود جاسوسی کرتے تھے اور اہلِ خیبر کو خبریں بھیجتے تھے۔

﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ﴾ بدل دیتے تھے اللہ تعالیٰ کی باتوں کو ﴿لَمْ تُؤْتَوْهُ﴾ نہ دیا جائے تم کو وہ۔ ﴿تُؤْتَوْهُ﴾ تم کو وہ دیا جائے۔ اِیْتَاءٌ سے مضارع کا صیغہ ہے، جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿فَاحْذَرُوْا﴾ پس تم اجتناب کرو، بچو حَذَرٌ سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿فَلَنْ تَمْلِكَ﴾ پس ہرگز تو اختیار نہیں پائے گا۔ مَـلَكٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿اَكّٰلُوْنَ﴾ بہت کھانے والے حرام کے۔ اَکّـالُوْنَ بہت کھانے والے اَكَّالٌ اس کا واحد ہے مبالغہ کا صیغہ ہے قواعد کے مطابق اسم ہے۔ سُحت کے لفظی معانی کسی شے کو جڑ سے کھود کر برباد کرنے کے آتے ہیں مال حرام کو اس لئے سحت کہا جاتا ہے کہ وہ نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو گوشت سُحت سے پیدا ہوا ہے اسے آگ ہی جلائے گی'' دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ) سحت کسے کہا جاتا ہے؟ ارشاد ہوا: ''فیصلہ کرتے وقت رشوت طلب کرنا''۔

رشوت ایسے مال کو کہا جاتا ہے جو کسی کا حق تلف کرنے کے لئے اور ناحق کوئی شے خود لینے کے لئے کسی کو دی جائے رشوت کی شرعی تعریف یہ ہے کہ جس کا معاوضہ لینا شرعی طور پر درست نہ ہو، قرآنِ حمید میں اس جگہ لفظ سحت سے مُراد رشوت لی گئی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت قتادہؒ اور ضحاکؒ اور دیگر آئمہ تفسیر نے اس کی تفسیر رشوت سے کی ہے۔

﴿وَاِنْ تُعْرِضْ﴾ اور اگر وہ اعراض کریں گے، تُعْرِض تغافل برتے گا۔ اعراضٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر قواعد کے مطابق ﴿وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ﴾ اور اگر تم فیصلہ کرو اس کے مابین تو فیصلہ انصاف کے ساتھ کرو۔ ﴿يَتَوَلَّوْنَ﴾ پھر جاتے ہیں۔ تَوَلّی سے مضارع جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

Marfat.com

تشریح وتوضیحات آیت ۴۱ تا ۴۳

آیت ۴۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ اے حبیب! (ﷺ) آپ کا ناصر اور مددگار باری تعالیٰ ہے، منافقین کے اظہارِ کُفر میں عُجلت کرنے سے اور راہِ کفر اختیار کر لینے سے اور دوستی اور باہمی تعلقات اُستوار کرنے سے آپ کبیدہ خاطر اور رنجیدہ نہ ہوں یہ قول وقرار سے تو ایمان کا اقرار کرتے ہیں، ان کی زبان کلمہ تو پڑھتی ہے مگر دل ایمان کے نُور سے دُور ہیں، یہ مُنافق ہیں یا یہود میں سے ہوں یہ لوگ بد بخت ہیں، اصل ایمان تو قلبؒ کا ایمان ہے۔ بتایا جارہا ہے کہ یہ یہودی ایسے گمراہ ہیں کہ جُھوٹ سننے کی ان کو عادت ہوگئی ہے، اُن کے دل میں ظلمات کا اندھیرا چھا گیا ہے۔ حق سے محرومی ان کا مقدّر ہو گیا ہے اس کے علماء جو غلط بیانی سے جھوٹ سناتے ہیں وہ اُنہیں پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں اس لئے تو آپ ﷺ پر ایمان لانے کی طرف مائل نہیں ہوتے ان میں بُری خصلتیں موجود ہیں۔ جاسوسی اور لگائی بجھائی ان کا شیوہ ہے۔ حضور ﷺ کی مجلس میں شریک ہوتے ہیں سنتے کوئی بات ہیں اور جا کر بیان کچھ کرتے ہیں وہ اصل کلمات میں تغیر اور تبدیلی سے کام لیتے ہیں۔

اس آیت کے شانِ نزول میں بیان یہ کیا گیا کہ خیبر کے ایک شادی شدہ یہود جوڑے، مرد اور عورت نے ارتکاب زنا کیا، یہودیوں نے اپنی مقدس کتاب تورات میں ردّ و بدل کر ڈالا تھا اور تورات کے کسی حکم پر عمل بھی نہیں کرتے تھے ان احکامات میں سے ایک حکم رجم بھی تھا جو اُن کی کتاب میں شادی شدہ جوڑے زانیوں کے لئے تھا اور ابھی تک موجود ہے، یہودیوں کی یہ پُرانی عادت تھی کہ کبھی اقرباء پروری کی خاطر، کبھی جلال و جمال اور طمع مال کی خاطر لوگوں کی خواہش کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اپنے فتاوٰی خود ترتیب دے دیا کرتے خصوصاً سزاؤں کے معاملے میں یہ عام روش تھی کہ جب کسی بڑے آدمی سے ارتکابِ جُرم ہوتا تو تورات کی سخت سزا کو معمولی سزا میں بدل دیتے چونکہ وہ سزائے رجم سے بچنا چاہتے تھے، اس لئے باہمی طے پایا کہ حضورِ اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں چلتے ہیں اگر آپ ﷺ نے اُن کے غلط طریقہ کار جو اُنہوں نے اپنا رکھا تھا، یعنی کوڑے لگانے اور منہ کالا، کرنے کی سزا کا فیصلہ صادر کیا تو تسلیم کر لیں گے اور اگر رجم کا حکم دیا تو نہیں مانیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کی روایت میں ہے کہ یہودی رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے نبی کریم ﷺ نے اُن سے دریافت کیا کہ تورات میں رجم کے بارے میں کیا حکم ہے انہوں نے کہا کہ تورات میں زنا کی سزا کوڑے مارنا اور ذلیل ورُسوا کرنا ہے عبداللہ بن سلام نے برملا کہا کہ "تم جھوٹ کہتے ہو" تورات میں رجم کا حکم آیا ہے، تورات لانے کو کہا گیا وہ تورات لا کر پڑھنے لگے تو جہاں آیت رجم تھی وہاں ہاتھ رکھ کر آگے کی آیت پڑھ دی گئی حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کہ ہاتھ اُٹھایا جائے ہاتھ اُٹھایا گیا تو وہاں آیت رجم تھی چنانچہ انہیں اقرار اور اعتراف کرنا پڑا کہ محمد رسول اللہ (ﷺ) سچ فرماتے ہیں "تورات میں آیت رجم موجود ہے دونوں زانیوں کو سنگسار کر دیا گیا" (بحوالہ صحیحین اور کتب حدیث)

اللہ تعالیٰ جب کسی کو گمراہی کی طرف راغب کرنا چاہتا ہے اور فتنہ فساد میں مبتلا کر دیتا ہے تو اے حبیب (ﷺ) آپ بھی اُن کے لئے کچھ نہیں کر سکتے یہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو پاکیزہ رکھنے کا اللہ تعالیٰ کبھی ارادہ بھی نہیں کرتا ایسے گمراہ لوگوں کے لئے دنیا میں رُسوائی وذلت اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

Marfat.com

آیت ۴۲ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ صریحاً جھوٹ سننے والے اور حرام مال کے کھانے والے اگر آپ کے پاس اپنے معاملات اور مقدمات لے کر حاضر ہوں تو آپ کو اس بات کا اختیار ہے کہ چاہے فیصلہ کیجئے یا انہیں نظر انداز کیجئے! فیصلہ کرتے وقت انصاف کے تقاضے کو مدِ نظر رکھنے کا حکم ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور اکابرین کا قول ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو یہ اختیار شروع میں تھا اور جب اسلام کا تسلط غالب آیا تو ارشاد ہوا کہ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ان کے نزاع کا فیصلہ قانون شریعت کے مطابق کیا جائے قرآن مجید میں بار بار بیان ہوا ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی ظالم اور سفاک کیوں نہ ہو اور فیصلہ کرو تو ٹھیک ٹھیک عدل کے ساتھ کیا کرو کیونکہ باری تعالیٰ عدل اور انصاف سے کام لینے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

آیت ۴۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ یہ یہود توراۃ کی کتاب کو آسمانی کتاب تسلیم کرتے ہیں اور اس کے فیصلہ پر بھی عمل نہیں کرتے، حکم عدولی کرتے، حقیقت احوال تو یہ ہے کہ اُن کا ایمان نہ تو احکامات تورات پر ہے اور نہ آپ (ﷺ) اور قرآن حمید پر۔ تورات اور انجیل کے وصف بیان کرنے کے بعد واضح کیا گیا کہ یہ کیسی مقتدر کتاب اور اس میں کیسے علوم ہدایت کا خزینہ ہے۔ لیکن ان لوگوں نے بے قدری کی اور آج کیفیت، حقیقت یہ ہے کہ اصل مطلب اور شے کا پتہ قدرے مشکل ہو گیا ہے یہ شانِ کریمی کا اعجاز ہے کہ رَبّ کی رحمت کاملہ سے کتاب رشد و ہدایت قرآن مجید، فرقان حمید نازل ہوا جو ان سابقہ کتابوں کی تصدیق اور اصل مطالب کی حفاظت کرتا ہے۔

آیت ۴۱ تا ۴۳ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

ان آیاتِ مُبارکہ میں رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے اور تلقینِ عمل یہ ہے کہ رَبّ آپ ﷺ کا ناصر و حامی ہے آپ ﷺ اُن لوگوں کی باتوں کی قطعی فکر نہ کریں جو کُفر میں سبقت کر رہے ہیں مُنافق کا تو شیوہ عمل یہی ہے کہ غلط کلام کرنے اور سماعت کرنے کے عادی ہیں اصل بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اہلِ کُفر اور شرک کے ایمان قبول نہ کرنے پر اور ہدایت کی راہ اپنانے پر قدرِ تردّد اور قلق ہوتا تھا، اس لئے باری تعالیٰ غم نہ کرنے کی ہدایت فرما رہا ہے بتایا جا رہا ہے مُنافق کے لئے دُنیا میں بڑی ذِلت اور تذلیل ہے اور آخرت میں ان کے لئے سزا بڑی کڑی اور سخت ہے وہ کان لگا کر دروغ سننے کے عادی ہیں اور خوب حرام کھانے والے ہیں۔ اے محمد ﷺ! اگر آپ اُن سے نالاں رہو، گریز پا رہو، منہ پھیرو گے تب بھی یہ ہرگز آپ ﷺ کو کوئی ضرر نہیں دے سکتے ان کے مابَین فیصلہ عدل کے تقاضوں کے مطابق کیا جائے اللہ تعالیٰ تو عدل کرنے والوں کو عزیز رکھتا ہے ان کی کیفیت احوال تو یہ ہے کہ فی الحقیقت یہ ایمان و یقین والے ہی نہیں، مسلمانوں کو تنبیہ کیا جا رہا ہے کہ تم یہودیوں کے طریقِ عمل سے اِجتناب کرو اور ہر معاملہ میں کتاب اللہ کے مُطابق فیصلہ صادر کرو۔

Marfat.com

إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴿٤٤﴾

بے شک! ہم نے تورات نازل کی، اس میں ہدایت اور نور ہے، اسی کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے جو ہمارے اطاعت گزار تھے اہل اللہ، علماء اللہ کی اسی کتاب کے حکم کو ماننے کے پابند بتائے گئے اس لئے کہ یہ تمام کے تمام اللہ کی کتاب کے محافظ ٹھہرائے گئے تھے اور ہم نے یہ حکم دیا کہ پس تم کو انسانوں سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں، صرف مجھ سے ڈرا کرو! اور مول اور دام لگا کر نہ فروخت کرو میری آیتوں کو تھوڑی سی قیمت پر اور جو اس فیصلہ اور حکم کو تسلیم نہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔ (۴۴)

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٤٥﴾

اور ہم نے یہود کے لئے تورات میں یہ حکم نازل کر دیا تھا جان کے بدلے جان، آنکھ کے عوض آنکھ، ناک کے بدلے ناک، اور دانت کے عوض دانت، اور تمام زخموں کے لئے برابر کا بدلہ (قصاص) پھر جو شخص اس کو معاف کر دے، بدلہ تو یہ معافی کفارہ ہے اُس کے گناہوں کا اور جو کوئی اس پر عمل پیرا نہ ہو اور تصدیقِ عمل سے انکاری ہو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔ (۴۵)

وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٤٦﴾

اور ہم نے ان نبیوں کے پیچھے اُن کے نشانِ قدم پر بھیجا مریم کے فرزند عیسیٰ (علیہ السلام) کو، جو اپنے سے قبل کی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والے تھے: اور ہم نے انہیں ہدایت اور نور سے بھری ہوئی انجیل مرحمت فرمائی، وہ بھی تورات میں جو کچھ اس وقت موجود تھا اس کی تعلیم کو سچ سچ ثابت کرتی تھی یعنی تورات اور یہ انجیل، ہدایت اور نصیحت تھی پرہیز گاروں کے لئے۔ (۴۶)

الفاظ و معانی آیت ۴۴ تا ۴۶

﴿ إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ﴾ بلاشبہ ہم نے اتاری رُبھیجی تورات اس میں ہدایت اور نور ہے۔ نور کا مفہوم ہے جو تاریکی اور اندھیروں سے دور کر دے۔ بتایا جا رہا ہے ہم نے اپنی کتاب تورات نازل کی جس میں حق پانے کے لئے رہنمائی اور ایک خاص روشنی رنور تھا۔ اس میں بنی اسرائیل کے لئے اصولِ ہدایت کا ذکر ہے جس میں ایک خاص نور بھی موجود ہے جو روحانی انداز میں اُن کے دلوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔

﴿ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ ﴾ حکم دیا کرتے تھے اُن کے مطابق، پیغمبر جو فرمانبردار رمسلم تھے اُن کے لئے جو یہودی بن گئے۔ مفہوم یہ ہے کہ گویا تورات کو اس کے لئے نازل کیا گیا کہ جب

تک اس کی شریعت کو منسوخ نہ کیا جائے اس وقت تک آنے والے پیغمبر، اُن کے نائب اور اہل اللہ اور علماء وفقہا اسی تورات کی ہدایت کے مطابق فیصلے صادر کیا کریں، ان میں انبیاء کے نائبین کا ذکر کرتے ہوئے ﴿ وَالرَّبّٰنِیُّوْنَ ﴾ کہا گیا ربّانی ❶ اللہ والے، اہلِ علم، علماء، مشائخ، ﴿ الْاَحْبَارُ ﴾ ❷ اس کا واحد حبر ہے یہود کے زبانی محاورہ کے مطابق حبر سے مراد عالم ہے اگرچہ یہ بات عیاں ہے کہ اللہ والا ہونے کی صفت یہی ہے کہ باری تعالیٰ کے ضروری احکامات کی تعمیل، فرمانبرداری اور عمل کے بغیر کوئی اللہ والا، کہلانے کا مستحق نہیں اگر کوئی، علم کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص نہیں رکھتا تو اس کا شمار عالم میں نہیں کیا جائے گا۔

﴿ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ﴾ اس لئے کہ محافظ نگہبان بنائے گئے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے اور وہ تھے اس پر گواہ، نگہداشت کرنے والے، بتایا جا رہا ہے کہ یہ انبیاء اور نائبین، مشائخ، علماء تورات کے احکام بتانے کے پابند اس لئے تھے کہ حق تعالیٰ نے تورات کی محافظت کی ذمہ داری ان کے سپرد کر دی تھی اور اس کی حفاظت کا پیمانِ وفا بھی انہوں نے کیا تھا۔

﴿ اسْتُحْفِظُوْا ﴾ کا لفظ اس بات کا پتہ دے رہا ہے کہ تورات کی محافظت کی کُلّی ذمہ داری، حق سبحانہٗ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے علماء اور فضلاء کو دی تھی لیکن توحیدِ حق کو اپنانے کی ان میں صلاحیت باقی نہ رہی اگر وہ اپنی ذمہ داری کو بہ طریقِ احسن بجالاتے تو تورات ردّ و بدل اور تحریف سے قطعی محفوظ رہتی لیکن جب اہلِ علم، عبادت گزاروں، عابدوں پر جمال و شوکت اور دنیا و جاہت کا غلبہ غالب ہو گیا تو انہوں نے اپنی انا کی تسکین کی خاطر اس میں تبدیلی کر دی، تورات میں بڑی وضاحت کے ساتھ، خاتم النبیین ﷺ کے جلوہ فگن ہونے کی بشارت اور اہلِ یہود کو ایمان لانے کی تلقین کی تھی لیکن حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کے بجائے آپ ﷺ کی مخالفت پر کمربستہ ہوئے اس پر تنبیہ کرنے کی خاطر دورِ جدید کے یہود کو بتایا گیا۔

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ

پس مت ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو اور حکم میں اخفا اور خیانت مت کرو اور میری آیات کو معاوضہ لے کر بیچنا چھوڑ دو۔

یہاں وضاحت طلب امر یہ ہے کہ مسلمانوں کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ علماء یہود کی طرح اہلِ ثروت اور بادشاہوں کا خوف دل میں طاری کر کے قرآن الحکیم کے معانی و مفاہیم میں تم بھی متاعِ قلیل لے کر ہیرا پھیری شروع نہ کر دینا اللہ تعالیٰ نے اپنی گرفت کر لی اور پکڑ لیا تو کوئی ایسا نہیں جو عذاب الٰہی سے چھڑا سکے، اگر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی نگاہِ لطف و عنایت سے محروم ہوئے تو یہ گیتی کائنات تمہارے لئے تنگ و تاریک ہو جائے گی اور جہاں میں کہیں امان نہ مل پائے گی۔

﴿ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ ﴾ اور ہم نے لکھ دیا ہے اُن پر، اور ہم نے تورات میں یہ حکم قصاص تحریر کر دیا تھا۔

﴿ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ﴾ یہ کہ جان کے بدلے جان! تورات میں طرح طرح کی تبدیلی رونما ہوئی لیکن آج بھی یہ حکم یہود کی کتاب میں موجود ہے جو قرآن کی حقانیت اور تصدیق کا بیّن ثبوت ہے۔ ﴿ النَّفْسَ ﴾ جان، اس سے مراد فرد ہے قواعد کے مطابق اسم مفرد ہے۔

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ

❶ ربّانی سے مراد ایسے لوگ جنہیں علم کے ساتھ ساتھ ”کیفیاتِ قلبی“ بھی مل جائیں۔

❷ احبار سے مراد ایسے افراد ہیں جنہوں نے اکتساب علم کیا اس پر کلی عمل کیا اور علم کی ترویج کی اور اس میں معروف رہے، ہر صوفی عالم ہوتا ہے بغیر علم کے وہ چل نہیں سکتا ہر صوفی عالم ہوتا ہے مگر ہر عالم صوفی نہیں ہوتا“ (بحوالہ اسرار التنزیل از مولانا محمد اکرم اعوان)

Marfat.com

اور ہم نے بعدہ بھیجا اُن کے نقشِ قدم پر حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو جو اپنے سے پہلے نازل ہونے والی کتاب تورات کی تصدیق کرتے تھے۔

﴿ اٰثَارِهِمْ ﴾ ان کے نشانات رنقشِ قدم راُن کے پیچھے پیچھے، آثار قواعد کے مطابق مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ توراۃ، انجیل کی تصدیق کرتی ہے اور انجیل توراۃ کی تصدیق کرتی ہے۔ ﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ﴾ اور ہم نے اتاری انجیل اس میں ہدایت اور نُور ہے۔

حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی نبوّت کا سلسلہ جاری وساری رہا اور مختلف زمانوں میں انبیاء آتے رہے گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے انہوں نے تصدیق کی توراۃ کی، اُنہیں انجیل عطا کی گئی وہ بھی مثلِ تورات سراپا ہدایت اور نُور تھی۔ ﴿ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ اور یہ انجیل بھی سراپا ہدایتِ عمل تھی، اہلِ تقویٰ کے لئے۔ اُس کو یوں سمجھئے جس طرح تورات، اُس وقت لوگوں کے لئے باعثِ ہدایت تھی بعینہٖ انجیل کے نازل ہونے کے بعد اب انجیل کو بھی حیثیت مل گئی، اس کے بعد قرآنِ مجید جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا تو تورات، انجیل اور دیگر صحیفہ آسمانی پر عمل متروک اور منسوخ ہو گیا اور اب ربِّ جلیل نے آسمانی کتابوں کا سلسلہ بند کر دیا اور صرف اور صرف قرآنِ مجید ہی نظامِ عمل اور راہِ نجات پانے کا واحد ذریعہ ہے اچھی طرح جان لیجئے اب قرآن پر ایمان لائے اور حضرت محمد ﷺ کی نبوّت ورسالت کو مانے بغیر نجات ممکن ہی نہیں۔

تشریح وتوضیحات آیت ۴۴ تا ۴۶

آیت ۴۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ ہم نے اپنی کتاب تورات اُتاری جس میں حق کی سمت رہنمائی اور ایک خاص نُور تھا اس میں بنی اسرائیل کے لئے اصولِ ہدایت کا تذکرہ ہے اور ایک خاص علامت نُور بھی، جو روحانی طور پر اُن کے دلوں پر اثر کرتی ہے، جو روح کو تڑپانے والی اور قلب کو گرمانے والی ہے گویا کمالاتِ ہدایت اور نُور کا مجموعہ تھی۔ ہدایت کا مفہوم یہ ہے کہ زیست کے سامان کرنے کا وہ طریقہ رزندگی گذارنے کا وہ سلیقہ جو ربِّ جلیل کو پسند ہو جس کو کرنے کا حکم صادر رہوا۔ نُور تو روشنی کو کہتے ہیں مگر حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ اس کا مفہوم ایسی کیفیات اور برکات ہیں جس سے خُلوص دل وجان اور قُربِ الٰہی کی منزل ملتی ہے میرے ذہن میں حدیث کا وہ مفہوم پیشِ نظر ہے کہ اگر صحابی نے ایک مٹھی جو خیرات کی ہے اور مابعدہٗ آنے والا اُحد کے پہاڑ کے مساوی بھی سونا خیرات کرے اس کے اَجر کو نہیں پا سکتا، جس شخص کو فیضِ صحبت اور جمالِ دیدار سرکارِ دوعالم ﷺ نصیب ہو جائے اس کا کیا کہنا۔

راہِ نجات پانے کے لئے تو تعلیمات کو دل وجان سے تسلیم کرنا اور اس پر یقین اور عمل لازمی ہے اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول یکے بعد دیگرے آتے رہے اور کتاب سے رہنمائی پاتے رہے اور فیصلے کرتے رہے تورات کی محافظت کا ان کو ذمہ دار قرار دیا گیا اور جب تک علماء اور فقہاء نے اپنی ذمہ داری کا پاس رکھا تو توراۃ محفوظ رہی، مگر جب دنیا پرست اور علماء سوء نے اس پر عمل نہ کیا اور اپنی طمع اور لالچ کی خاطر تغیر وتبدیلی کر ڈالی اور اس میں تحریف کر دی حالانکہ توراۃ میں بڑی وضاحت کے ساتھ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے جلوہ فگن ہونے کی بشارت موجود ہے اور اہلِ یہود کو محمد ﷺ پر ایمان لانے کی تلقین کی تھی لیکن یہود نے ستم بالائے ستم یہ کیا کہ حضرت محمد ﷺ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے وہ لوگ حُبِّ مال اور طلبِ جاہ وجلال میں مُبتلا ہوئے اور حضرت محمد ﷺ کو رسول برحق ماننے کے باوجود آپ کی پیروی سے گھبراتے رہے۔

تنبیہ کے طور پر وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ احکامِ باری تعالیٰ کو پوشیدہ رکھنے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

تعذیب اور انتقام سے ڈرتے رہو لوگوں سے خوف زدہ ہونے کی قطعی ضرورت نہیں جو لوگ اللہ ﷻ کی آیات سستے مول فروخت کرتے ہیں، جو لوگ آیات اللہ پر عمل کرنا واجب نہیں سمجھتے اس کے مطابق فیصلہ صادر نہیں کرتے اس کے احکامات کے خلاف فیصلہ دیتے ہیں وہ کافر بھی ہیں اور منکر بھی اور ایسے ہی لوگوں کی سزا، دائمی عذاب دوزخ ہے۔

آیت ۴۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ تورات میں باری تعالیٰ نے اہلِ یہود کے لئے تحریر کر دیا تھا کہ جان کا بدلہ جان، آنکھ کے عوض آنکھ، ناک کے بدلے ناک، اور کان کے عوض کان، اور دانت کا بدلہ دندان توڑنا، اور اگر زخم لگ جائے تو زخموں کا قصاص زخم لگا کر لیا جائے اور یہ بات ہے کہ اگر کوئی معاف کرنا چاہے تو یہ بات قصاص کی ہوئی معافی دی جاسکتی ہے اور معاف کر دینے والے کا یہ طرزِ عمل خود اس کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا۔ ❶ حق ﷻ اسے معاف فرمائیں گے۔ یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف فیصلہ کرے وہ بہت ہی ظالم ہے۔ تورات میں تحریف اور ردّ و بدل کے باوجود آج بھی یہ حکم لکھا ہوا ہے کہ اگر وہ اس صدمہ سے مر جائے تو جان کے بدلہ میں جان لی جائے اور آنکھ کے بدلہ میں آنکھ، دانت کے بدلے میں دانت، ہاتھوں کے بدلے ہاتھ، پاؤں کے بدلے پاؤں، جلانے کے بدلے جلایا جائے، زخم کے بدلے زخمی کیا جائے اور چوٹ کے بدلے چوٹ۔ (بحوالہ خروج ۲۱: ۲۳: ۲۵ کتاب التورات باب ۲۱ آیت ۲۳ تا ۲۵)

آیت ۴۶ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو مبعوث کیا، اُن کا عالم وجود میں آنا معجزہ، آغوشِ مادر میں بات کرنا معجزہ اور دعوتِ الی اللہ دینا معجزہ اور اُنہیں کتاب انجیل مرحمت فرمائی گئی اور وہ اپنے سے پہلی کتاب تورات کی بھی تصدیق کرنے والی ہے، انجیل کا نزول، ان تمام خبروں کی تصدیق اور صداقت اور حضرت محمد ﷺ کے مبعوث ہونے کی پیش گوئی ہے بعثت نبوی ﷺ کا تذکرہ تورات میں مذکور ہے۔

سابقہ انبیاء علیہم السلام کے فوری بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا جو پہلے سے آئی ہوئی رُ بھیجی گئی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والے تھے، اس کو جھٹلانے والے نہیں! یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے سچے اور صادق رسول ہیں اس کے باوجود بھی یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اہانت کی۔

سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کسی نئے مذہب کا پیغام نہیں دیا بلکہ وہی ایک دین جو تمام سابقہ انبیاء کا دین تھا اور اسی کی طرف وہ دعوت دیا کرتے تھے تورات کی درست صورت میں تعلیمات میں سے جو کچھ اُن کے دور میں محفوظ تھا اس کو وہ خود تسلیم کرتے رہتے تھے اور انجیل بھی اُس کی تصدیق کرتی تھی۔ (بحوالہ متی باب پنجم آیت ۱۷۔۱۸)

قرآنِ حمید اس حقیقت کا اظہار کئی بار کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے جتنے پیغمبر دنیا میں بھیجے گئے ان میں سے کوئی گذشتہ انبیاء کی تردید کو اور ان کے کام پیام اور پیغام کو مٹا کر اپنا مذہب چلانے کے لئے ارسل نہیں ہوا تھا بلکہ ہر پیغمبر اپنے سے پہلے پیغمبر کی تصدیق کرنے کا مجاز تھا اور اسی پیام حق کے کام کو فروغ دینے کا داعی تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہر کتاب پہلے نزول کردہ کتابوں کی مصدق تھی اور پرہیزگاروں کو ہدایت اور نصیحت کی راہ کھول کر بتاتی تھی جو سراپا نصیحت تھی۔

❶ ... رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ "من جرح فی جسده جراحة فتصدق بها كفر عنه ذنوبه بمثل ماتصدق به" جس کے جسم میں کوئی زخم لگایا گیا اس نے معاف کر دیا تو جس درجہ کی یہ معافی ہوگی اس قدر اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ الحدیث

Marfat.com

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾

اور اہل انجیل ضرور فیصلہ کیا کریں اس کے مطابق / اسی کے مطابق حکم دیا کریں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے انجیل میں اور جو لوگ اس کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق / بدکار ہیں۔ (۴۷)

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور اے محبوب! (ﷺ) ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب (قرآن) حق کے ساتھ نازل کی ہے جو سچائی کے ساتھ تصدیق کرنے والی ہے اپنے سے پہلے / سابقہ کتابوں کی اور قرآن ان سب کتابوں کا محافظ ہے تو بس اب ان کے مابین آپس کے معاملات میں اسی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق حکم دیجئے! اور اُن کی خواہشات کی اتباع نہ کریں اس کھلی ہوئی سیدھی راہ کو چھوڑ کر جو آپ ﷺ کے پاس آئی ہے، تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے شریعت اور راہِ عمل کا دستور بنا دیا ہے اور اگر باری تعالیٰ چاہتا، تو تم سب کو ایک ہی اُمت بنا دیتا، لیکن وہ تمہیں آزمانا چاہتا ہے جو کچھ دیا ہے اس میں سے، تم نیکیوں کی سمت آگے بڑھنے کی کوشش کرو، تم سب کو اللہ تعالیٰ کی ہی طرف رجوع ہونا ہے پھر وہ تمہیں آگاہ کرے گا جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو۔ (۴۸)

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

اور اے حبیب! ﷺ آپ اُن کے معاملات میں فیصلہ صادر کریں اس کتاب کے حکم کے مطابق جو باری تعالیٰ نے آپ ﷺ پر نازل فرمائی ہے اور اُن کی خواہشات پر نہ چلئے، اُن سے دامن بچاتے رہئے / ہوشیار رہئے کہیں وہ لغزش میں مُبتلا نہ کر دیں / بہکا نہ دیں کسی ایسے حکم سے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اچھی طرح جان جائیے! اللہ تعالیٰ نے اُن کے بعض گناہوں کے سبب اُن کو مُبتلائے مصیبت رکھا ہے بے شک اکثر لوگ نافرمان / بے حکم ہوتے ہیں۔ (۴۹)

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾

تو کیا وہ دورِ جاہلیت کے فیصلے چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بہتر کس کا فیصلہ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے۔ (۵۰)

الفاظ و معانی آیت ۴۷ تا ۵۰

﴿وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ﴾ اور چاہئے کہ ضرور حکم کریں اہلِ انجیل یعنی اس کے عالم۔ ﴿بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا حکم اُن پر، حکم اُن پر اس وقت منسوخ نہیں ہوا تھا۔ ﴿مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ﴾ اور جس نے حکم / فیصلہ نہ مانا، یاد رہے

کہ نصاریٰ نے احکام سے عدول/انکار کیا، موجودہ انجیل کی تعداد لوگ چار بتاتے ہیں اور بہت سی باتیں لوگوں نے اپنی طرف سے شامل کر رکھی ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کا کلام اس میں موجود ہے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بہت سے قول ''ملفوظات'' اور ارشادات کو اکثر لوگوں نے کتابی شکل دے کر اس کی ترتیب یوں کروائی ہے انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا، انجیل یوحنا، ان چار کتابوں کو عیسائی مانتے ہیں باقی کتابیں انجیل مانی، انجیل مرقیوں اور انجیل برنباس کو نہیں مانتے حالانکہ انجیل برناس تو بڑی حد تک قرآن کے مطابق ہے لیکن بہت سے عیسائی عالم اس کو بھی نہیں مانتے۔ (بحوالہ تشریح القرآن مولانا عبدالکریم پاریکھ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ نبوت تک اہلِ انجیل کو یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا، سرکارِ دو عالم کی بعثت کے بعد، سیدنا مسیح ابن مریم علیہ السلام کا دورِ نبوت بھی اختتام پذیر ہوا تھا اور انجیل پر پیروی کا حکم بھی منسوخ ہوا، اب اہلِ ایمان اس کو ہی مانا جائے گا جو حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر صدقِ دل سے ایمان لائے اور قرآنِ حمید کے احکامات پر عمل پیرا رہے۔

﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ ﴾ اور نازل کیا ہم نے قرآن، درستگی اور راستی کے ساتھ، گویا مفہوم یہ ہے کہ تورات اور انجیل کے بعد قرآن کا نزول ہوا حق کے ساتھ، حق کیا ہے! اس کا معنیٰ اور مفہوم علامہ قرطبیؒ نے ''الحجۃ الغالیۃ'' میں تحریر کیا ہے ''اس کتاب میں ایسی دلیلیں بیان کی گئی ہیں جن کا کوئی جواب نہیں''۔

''حق'' کے معنی کی تشریح میں علامہ راغب اصفہانی رقمطراز ہیں ''کوئی قول اور فعل اس وقت حق کہلایا جاتا ہے جب کہ وہ اس طرح پایا جائے جیسے چاہئے، اس انداز سے پایا جائے جتنا مناسب ہو، اس وقت پایا جائے جب کہ اس کی ضرورت ہو۔''
(بحوالہ مفردات)

﴿ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُھَیْمِنًا عَلَیْہِ ﴾ اس حال پر کہ وہ مطابق ہے اس سے پہلے کتابیں جو نازل ہوئیں اس کی، اور یہ قرآن محافظ ہے۔ ﴿ وَمُھَیْمِنًا عَلَیْہِ ﴾ اور نگہبانی ہے اس پر، مُھَیْمِن کئی معنوں میں مستعمل ہے۔ مثلاً محافظ، نگراں، شاہد اور امین، نگہداشت کرنے والا، ھَیْمَنَۃ سے قواعد کے مطابق اسم فاعل واحد مذکر اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے قرآنِ حمید کی صفت بھی مُھَیْمِن ہے اس لئے کہ قرآن تمام کُتبِ سماوی کے اصول پر حاوی ہے اور اُن کے علوم معارف کی جنہیں لوگوں نے فراموش کر دیا تھا حفاظت کرنے والا ہے۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

قرآن حکیم نگہبان ہے کتابوں پر تغیر تبدیل سے اُن کی محافظت کرتا ہے وہ جو کچھ تغیر کرتے ہیں قرآن سے اس صداقت کی تصدیق ہو جاتی ہے گویا ''قرآن پہلی کتابوں کی صحت پر گواہ ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

''قرآن کُتب سماوی کا رقیب اور نگراں ہے موجودہ تحریف شدہ آسمانی کتابوں پر حق کی کتنی مقدار جوں کی توں موجود ہے قرآن اس بات پر گواہ ہے کہ یہ کتابیں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسولوں پر نازل فرمائی تھیں''۔ (بحوالہ ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)

تورات اور انجیل کے بعد قرآن کا نزول ہوا، قرآن کیا ہے حکمت سے پُر کتاب ہے چنانچہ سورۂ یٰسین پارہ وَمن یقنت (۲۲) میں ارشادِ ربانی ہے۔ ﴿ یٰسٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۙ ﴾ یٰسین ○ قسم ہے قرآن کی جو حکمت والا ہے۔ بیان کی گئی ہے۔

Marfat.com

﴿ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ﴾ اور نگہبان ہے اس پر یہ کہہ کر اس مقام پر قرآنِ مجید کی چند خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

اوّل...... اس کی خوبی یہ ہے کہ قرآن کا نزول حق کے ساتھ ہوا۔

دوئم...... خوبی یہ ہے کہ یہ سابقہ پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔

سوئم...... خوبی یہ ہے کہ قرآن اُن کُتب پر شاہد محافظت کرنے والا بن کر آیا ہے، گویا قرآن تورات اور انجیل کا بھی محافظ ہے۔

﴿ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ﴾ اور پیروی نہ کرو اُن کی خواہشوں اور آرزوں کی، یہ بات جان جایئے اگر کسی بات سے روکا جائے / منع کیا جائے تو اس کا ہمیشہ یہ مطلب نہیں لیا جاسکتا کہ مخاطب اس کا ارتکاب کرتا ہے اور اس کو منع کر دیا گیا بلکہ رہ کنے کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کام سے مجتنب / دُور رہے / باز رہے۔ یہاں رسول اللہ ﷺ کو ان لوگوں کی تعمیل سے منع کرنے کا قطعی یہ مفہوم نہیں، معاذ اللہ معاذ اللہ! کہ آپ ﷺ کو اُن کی پیروی کرنے کا خیال آیا، اس لئے منع کرنا پڑا بلکہ ما حصل مدّعا یہ تھا کہ جیسے پہلے آپ احکامات باری تعالیٰ کی اتباع کرتے رہے تھے ان کی خواہشاتِ نفس کی تکمیل کا واہمہ تک کا احساس نہ ہوا حکم یہ ملا کہ اسی طرح مستقبل میں بھی ہمت و استقلال کے ساتھ احکاماتِ ربِّ جلیل کی اطاعت کرتے جایئے۔

﴿ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ﴾ ہر گروہ / طبقہ کے لئے ہم نے ایک خاص شریعت مقرر کی ہے اور خاص طریق عمل کی وضاحت کی ہے البتہ اصول مشترکہ اور متفق یا رائے کے فروعی معاملات میں کچھ اختلاف رائے بمصلحت ضرور ہوتے ہیں شرعة یعنی شریعت کے لغوی معنیٰ یہ ہیں کہ ایسا راستہ جو پانی کی طرف لے جاتا ہو جو نجاتِ دارین کی طرف رہنمائی کی راہ دکھاتا ہو۔ شِرْعة، دستور شریعت، امام راغب اصفہانیؒ نے لکھا ہے کہ شرع کے معنیٰ صاف اور کشادہ راستہ، اصل میں مصدر ہے پھر اسے طریق واضح کے معنی میں بطورِ اسم استعمال کیا گیا ہے اور شَرَع، اُس نے راہ ڈالی، شرع سے ماضی واحد مذکر غائب، "شَرِع، شَرَع اور شریعة" تینوں طرح کہا گیا ہے۔ راہِ خداوندی کے لئے بطورِ استعارہ استعمال کیا گیا یہاں شرعة، راہ خداوندی سے "راہِ فطرت" کی طرف اشارہ ہے جسے اختیار کرنے سے ہر انسان طبعاً مجبور ہے کیونکہ اس سے انسانوں کی مصالح اور بستیوں کی آبادی وابستہ ہے اور اس دین کی طرف اشارہ ہے جسے اپنے ارادہ و اختیار سے قبول کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے"۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ مِنْهَاجًا ﴾ منہاج صاف، کشادہ راستہ، حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ شرعاً وہ احکام ہیں جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں اور منہاج وہ سنت رسول اللہ ﷺ سے سمجھے گئے چنانچہ "شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ" میں اُن اصول کی طرف اشارہ ہے جن میں تمام مذاہب آسمانی متفق ہیں اور ان میں نسخ واقع نہیں ہوتا مثال کے طور پر معرفتِ خداوندی ایمان بالرسل، ایمان بالکتب، روزِ قیامت کا یقین۔ (بحوالہ مفردات امام راغب اصفہانیؒ)

چنانچہ سورۃ شوریٰ (۱۳) پارہ الیہ یُرَدُّ پارہ ۲۵ میں ارشادِ ربی ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ

Marfat.com

وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ

''مقرر کیا ہے تمہارے لئے وہ دین جس کی وصیت کی نوح علیہ السلام کو اے پیغمبر جس کی وحی بھیجی آپ کی طرف اور جس کی وصیت کی ہم نے ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، اور عیسیٰ علیہ السلام کو، کہا یہ کہ دین قائم کرو اور اس میں اختلاف نہ ڈالو۔''

اس آیتِ مبارکہ میں انہیں بُنیادی عقائد، کلیات اور اُصول کی طرف اشارہ ہے اِن جُزوی یا فروعی مسائل کی طرف جو مختلف شریعتوں میں بدلتے رہتے ہیں۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ البتہ کر دیا سب کو ایک اُمّت، اب شرعہ اور منہاج جو ہر اُمّت کو الگ الگ دی گئی ہے کیا وہ ایک ہی اُمّت ہیں؟ یا مختلف ہیں، حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں ''حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے شرعہ کے معنی سبیل یا راستہ ہیں'' اور منہاج کے سُنّۃ، مجاہد، عکرمہ، حسنؒ بصری، قتادہ، ضحاک وغیرہ کا یہی قول ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک اصول کلیہ اور ضابطہ کی طرح فروعی اختلاف نہ پایا جاتا تو کتنا اچھا ہوتا! دین میں مختلف نوع کی گروہ بندی ختم ہو جاتیں۔ بُنیادی عقائد و کُلّیات میں یکسانیت کے باوجود فروعات میں یہ اختلاف عین حکمت ہے۔ (بحوالہ ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)

یہاں یہ بات وضاحت کے ساتھ بیان ہو رہی ہے کہ اگر ربّ جلیل چاہتا تو لازماً ہر ایک کو اسلام کا پابند بنا دیتا اور کسی میں ہمت نہ ہوتی کہ انکار کرتا لیکن اس لئے ایسا نہیں کیا گیا تا کہ لوگوں کی آزمائش کی جائے ان کا امتحان لیا جائے، کوئی ویسے اختیار کو بروئے کار لا کر دعوت ''دینِ حق'' قبول کرتا ہے اور کون ہے جو جان بوجھ کر اعراض اور اعتراض کرتا ہے۔ (بحوالہ تفسیر علامہ بیضاویؒ)

﴿ لِيَبْلُوَكُمْ ﴾ تا کہ تمہاری آزمائش کرے، یَبْلُوْ بَلَاءٌ قواعد کے مطابق مضارع واحد مذکر غائب۔

﴿ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ ﴾ جو دی گئی تمہیں تو نیک کاموں میں پہل رسبقت کرو، کس قدر مستحکم بات ہے باہمی اختلاف اور جھگڑے میں اُلجھنے کی چنداں ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ کے آخری دین ''الکتاب'' قرآن مجید اور خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لاؤ اور نیکی کے کاموں میں دوسروں سے سبقت اور بازی لے جانے کی کوشش میں ہمہ تن مصروفِ عمل رہو جیسے کہ ارشاد ہوا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى، نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد چاہو رمعاونت کرو۔

﴿ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴾ جس بات میں تم جھگڑتے تھے وہ اُمورِ دین اور شریعت ہیں۔ ''تَخْتَلِفُوْنَ'' تم اختلاف کرتے ہو، اِخْتِلَافٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ﴿ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ ﴾ اور ڈرو اس بات سے کہیں کوئی تمہیں برگشتہ نہ کر دے ربہکا نہ دیں آپ کو۔ ﴿ يَفْتِنُوْا ﴾ وہ بہکائیں، فتنون سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ﴾ اور یہ کہ پہنچائے انہیں عقوبت، یہ سب اُن کے بعض گناہوں کے سبب دنیا میں اور باقی عقبیٰ میں۔ ذُنُوْبُ اس کا واحد ذَنْب ہے گناہ۔ ﴿ يَبْغُوْنَ ﴾ وہ چاہتے ہیں۔ بَغْی فعل مصدر وہ طلب کرتے ہیں قواعد کے مطابق مضارع جمع مذکر غائب۔ ﴿ يُوْقِنُوْنَ ﴾ وہ یقین رکھتے ہیں، اِیْقَانَ سے مضارع جمع مذکر غائب بلحاظ قواعد۔

Marfat.com

تشریح وتوضیحات آیت ۴۷ تا ۵۰

آیت ۴۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اور چاہئے اہلِ انجیل کو اُس کا جو باری تعالیٰ نے اُن پر اُتارا ہے حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی نبوّت کو تصدیق کرنے کا حکم صادر کریں آپ ﷺ پر جو کتاب ''الکتٰب'' نازل ہوئی ہے وہ فیوض وبرکات اور کیفیات کے لحاظ سے سابقہ نازل کردہ کتابوں سے بڑھ کر ہے جو ابہام اور اوہام، علماء انجیل نے اپنی جانب سے شامل کرلئے ہیں اُن کو یہ عملی طور پر ردّ کرتی ہے جو فیصلہ صادر کریں اس کے مطابق جسے حق تعالیٰ نے نازل کیا ہے درحقیقت وہی لوگ فاسق اور فاجر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حُکم کے مُطابق فیصلہ نہ کریں۔

آیت ۴۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ یہ کتاب حکمت ودانائی سے پُر ہے یہ پہلی کتابوں کی مصدّق بھی ہے اور تصحیح بھی کرتی ہے یہی وہ کتابِ رُشد وہدایت ہے جو اُن کے مضامین کی نگہبان بھی ہے، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق فیصلے صادر فرمایئے، حق وہی ہے جو حبیب ﷺ پر نازل ہوا اصل دین اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا نام ہے۔ اس لئے آپ (ﷺ) اُن کے باہم معاملات میں ہی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے ساتھ حُکم کیجئے۔ العیاذ باللہ یہود میں کچھ نزاع کی کیفیت تھی چنانچہ اُن کے علماء اور صاحبِ فہم لوگ حضرت محمد ﷺ کی خدمتِ اَقدس میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یہود ہمارے دائرۂ اقتدار میں ہیں اگر آپ ہمارے حق میں فیصلہ صادر کردیں تو ہم مسلمان ہونے کو تیار ہیں اور جب ہم مسلمان ہوجائیں تو ہمارے بیشتر لوگ اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوجائیں گے رسول اللہ ﷺ نے اُن کی اس خواہش کی تکمیل سے انکار کردیا اس پر اس آیت کا نزول ہوا۔ (بحوالہ ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے سب کے لئے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم کا قول ہے ''کہ سیّدنا آدم علیہ السلام کے زمانے سے یہی دستور العمل ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت اور جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے آیا اس کا اقرار کرنا، شریعت وطریق ہر اُمّت کا خاصہ ہے۔''

یہ بات تو ہے کہ سابقہ شریعتوں میں کچھ ضروری احکامات اور مسائل ایک دوسرے سے جُداگانہ تھے ایک شریعت کے مطابق بعض اُمور حلال تھے اور دوسری شریعت میں اس کی ممانعت تھی لیکن سب کا دین ''توحید'' پر دائم اور قائم تھا سب کی دعوت ایک ہی تھی اس بات کی تصدیق حدیث مبارکہ کے الفاظ سے یوں ہوجاتی ہے کہ ''نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنبیا اخوۃ لعلات دیننا واحد'' ہم پیغمبروں کی جماعت علاتی ❶ بھائی ہیں، ہمارا دین ایک ہے۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف)

رَبِّ جلیل چاہتا تو تم سب کو ایک دین میں شامل کردیتا، لیکن وہ تم کو آزمانا چاہتا ہے اپنے دیئے ہوئے احکامات کی تکمیل وتعمیل میں تو انجام کار کی فکر کرکے نیکی اور حسنات میں سبقت میں مستعدی دکھلاؤ سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہونا ہے اختلافات کی تمام حقیقت وہاں جاکر آشکار ہوجائے گی۔

---

❶ ... علاتی بھائی: علاتی بھائی اُن کو کہا جاتا ہے جن کی مائیں تو الگ الگ ہوں باپ ایک ہی ہو۔

Marfat.com

آیت ۴۹ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اُن کے معاملات میں فیصلہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کے احکامات کے مطابق کیا جائے اور اُن کی خواہشات کی اتباع نہ کی جائے اس آیتِ مُبارکہ میں مسلمانوں کو تلقین کی جارہی ہے کہ اہلِ کتاب کا تو یہ عالم ہے کہ احکاماتِ باری تعالیٰ سے یکسر منہ موڑ چکے تھے، بھلا اُنہیں یہ بھی گوارا نہیں کہ آپ راہِ ہدایت اختیار کروو ہ ہر قسم کے شبہات اور گُمان میں مبتلا کر کے دین سے بدظن کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے اس آیتِ مُبارکہ میں بتایا جارہا ہے کہ بلاشبہ حق تعالیٰ نے اُن کے بعض گناہوں کی وجہ سے ان کو مبتلائے مصیبت رکھنے کا ارادہ کرلیا ہے اگر یہ لوگ اپنی حرکت سے باز نہ آئیں تو ان کو سزا اللہ تعالیٰ ہی دے ڈالے، حقیقت احوال تو یہ ہے کہ بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔

آیت ۵۰ میں بتایا جارہا ہے کہ کیا یہ لوگ پھر سے عہدِ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اب قرآن الحکیم اور اسلام کے سوا، سب جاہلیت ہے حدِیث مُبارکہ میں مذکور ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

اَبْغَضُ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ ثَلَاثَۃٌ مُبْتَغٍ فِی الْاِسْلَامِ سنۃ الْجَاھِلِیَّۃِ وَطَالِبِ دَمِ امْرِیٍٔ بِغَیْرِ حَقٍّ لِیَرِیْقَ دَمَہٗ

"اللہ تبارک وتعالیٰ کو سب سے ناپسندیدہ تین شخص ہیں جو اسلام میں جاہلیت کے طریق کا متلاشی ہو اور ناحق کسی کا خون بہانے کا طلب گار ہو۔" (بحوالہ صحیح بخاری کتاب الدیات)

جب کہ اللہ تعالیٰ کے نافذ کردہ احکامات عین عدل وانصاف پر مبنی ہیں، جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں اُن کے لئے رَبّ کے فیصلے سے بہتر بھلا کوئی فیصلہ ہو ہی نہیں سکتا۔

آیت ۴۷ تا ۵۰ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو نویدِ مسرّت دی کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا تذکرہ کرو اُس نے تم میں سے اَنبیاء اور رسول پیدا کئے حقیقت تو یہ ہے کہ ایک لطیف اشارہ ہے ان انعامات، اکرامات اور مُعجزات کی جانب جن سے بنی اسرائیل کو سرفراز کیا تھا، کیسی کیسی نعمتیں عطا ہوئیں، من وسلوٰی اُترا، بادلوں کا سایہ ہوا، فرعون سے راہِ نجات پانے کے لئے دریاؤں میں راستہ بنایا گیا حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے بعد مقام فضیلت اُمّت وسط یعنی اُمّت مُسلمہ کو عطا ہوئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ! میرا اپنی جان اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر کچھ اختیار نہیں پس اے میرے رَبّ! تو میرے اور ان نافرمان قوم کے درمیان علیحدگی کردے۔

عین ممکن ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا میں یہ اثر پوشیدہ ہو کہ اب اس بدعہد قوم کی اصلاح اور قیادت کی ذمہ داری سے سبکدوشی کردی جائے، رَبّ تعالیٰ نے یہ درخواست تو منظور نہیں فرمائی اس لئے کہ پیغمبر قوم کے لئے بمنزلہ روح ہوتا ہے لیکن بنی اسرائیل کے ناقدری اور بے یقینی کی سزا یہ دی کہ چالیس سال تک ان کو صحرا گردی کے لئے چھوڑ دیا۔ (بحوالہ تفسیر تدبر القرآن، مولانا امین احسن اصلاحی")

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ، وہ باہم ایک دوسرے کے ندیم/ہم راز مددگار ہیں اور تم میں سے جس نے اُن سے دوستی کا دم بھرا سو بے شک وہ اُن ہی میں سے ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا!۔(۵۱)

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَاۗىِٕرَةٌ ۭ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰي مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

پس آپ دیکھتے ہیں اُن لوگوں کو کہ جن کے دلوں میں روگِ نفاق ہے دوڑ دوڑ کر/لپک لپک کر ملتے ہیں اور کہا کرتے ہیں یہودی اور نصاریٰ کی سمت اور کہا کرتے ہیں ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہم پر افتادِ زمانہ نہ پڑ جائے وہ وقت دُور نہیں، جب اللہ تعالیٰ عطا کرے فتح کامل اور کوئی حکم اپنے پاس سے بھیج دے تاکہ یہ اپنی پوشیدہ تدبیر پر نادم ہونے لگیں۔(۵۲)

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

اور تب ایمان والے برملا کہہ اُٹھیں گے کیا یہی لوگ ہیں جنہوں نے قسمیں اُٹھائی ہیں اور یہ کہا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اُن کے اعمال اِکارت ہوگئے اور وہ نادار ہوئے سراسر خسارے والے ہوگئے۔(۵۳)

الفاظ ومعانی آیت ۵۱ تا ۵۳

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ اے گروہ ایمان والوں کے۔﴿ لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ﴾ نہ بناؤ یہود اور نصاریٰ کو اپنا ہمدم، راز داں اور رفیق۔﴿ اَوْلِيَآءَ ﴾ اس کا واحد ولی ہے، ولی ساتھی/دوست کو بھی کہتے ہیں اور ''قریب تر'' کو بھی اور مددگار کو بھی، چونکہ یہود ونصاریٰ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنِ جان ہیں اس لئے ان سے محبت اور دوستانہ مراسم رکھنے کو منع کیا گیا ہے۔

﴿ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ ﴾ اور جو کوئی تم میں سے اُنہیں اپنا دوست رکھے، اُن کی معاونت کرے اور اُن کی موافقت کی طرف جھکے، پس وہ بھی اُنہیں میں سے ہے یہ امر نہایت تہدید ہے یہود اور نصاریٰ سے باہمی رسم دوستی رکھنے سے ❶ چنانچہ سورۂ آلِ عمران آیت ۲۸ پارہ ۳ تِلْكَ الرُّسُلُ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ

ایمان والوں کے ہوتے ہوئے منکرین کو اپنا دوست/رفیق بنالینا یہ کام ایمان والوں کا نہیں

﴿ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ﴾ اور جو کوئی ایسا کام کرے گا اس کا کوئی تعلق اللہ تعالیٰ سے نہیں۔﴿ فَتَرَى الَّذِيْنَ ﴾ پس تو دیکھتا ہے اُن لوگوں کو۔﴿ يُسَارِعُوْنَ ﴾ وہ دوڑتے ہیں، جلدی کرتے ہیں۔قواعد کے مطابق سَارعة سے مضارع جمع مذکر غائب۔(بحوالہ قاموس القرآن)۔﴿ نَخْشٰى ﴾ ہمیں اندیشہ ہے، ہمیں خوف/خطرہ ہے۔﴿ خَشْيَةٌ ﴾ سے فعل مضارع، جمع

❶ ...... جو اُن سے دوستی قائم رکھے گا وہ اُنہی میں سے سمجھا جائے گا۔

متکلم کا صیغہ قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ اَنْ تُصِیْبَنَا ﴾ اس سے ہمیں پہنچے۔ تُصِیْبَ اَصَابَۃٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب نَا ضمیر جمع متکلم، قواعد کے مطابق۔ ﴿ دَآئِرَۃٌ ﴾ افتاد، گردش، اسم ہے دورٌ سے جس کے معنی ''پھرنے'' کے ہیں اسم فاعل واحد مؤنث۔ ﴿ اَسَرُّوْا ﴾ اُنہوں نے چھپائے رکھا، اِسْرَارٌ سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ اَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ ﴾ جو قسم کھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی۔ ﴿ جَھْدَ ﴾ کوشش، طاقت باب فَتَحَ سے مصدر۔ (بحوالہ قاموس القرآن)۔ ﴿ حَبِطَتْ ﴾ وہ ضائع ہوئی حَبط سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

تشریح وتوضیحات آیت ۵۱ تا ۵۳

آیت ۵۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ اے اہلِ ایمان تم منافقوں کی تقلید کرتے ہوئے یہود اور نصاریٰ کو اپنا ہمدم، ندیم اور رفیق مت بنانا وہ خود ایک دوسرے کے دوست اور راز داں ہیں بھلا تم میں اور اُن میں کیا نسبت جو شخص تم میں سے ان سے گہری دوستی اور رسم التفات رکھے وہ اُن میں سے ہوگا، گویا دشمنانِ دین کو اپنا راز داں بنانے اور اس سے رسمِ تعلقات کی ممانعت ہو رہی ہے مسلمانوں میں کچھ لوگ منافق ایسے بھی تھے جو مسلمانوں سے تعلقات باہم اور مراسم بھی رکھتے تھے اور یہود کی طرف بھی اُن کا میلان طبع تھا گویا ایسے لوگوں کا شمار زُمرہ مسلمین میں سے نہیں کیا جا سکتا، ایسے لوگ ظالم ہیں اور ظالموں کو باری تعالیٰ راہِ ہدایت نہیں دکھاتا، اس آیت کی شانِ نزول یہ بیان کی جاتی ہے کہ ❶ حضرت عبادہ بن صامت انصاری ﷛ اور سردار منافق عبداللہ بن اُبی بن سلول جو دورِ جاہلیت سے یہود کے حلیف سمجھے جاتے تھے، جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو فتح مُبیّن حاصل ہوئی تو عبداللہ بن اُبی نے بھی دائرۂ اسلام میں آنے کا اظہار کیا، پھر چند عرصہ کے بعد ہی بنو قینقاع کے اہلِ یہود نے فتنہ پھیلایا جس پر حضرت عبادہ ﷛ نے فرمایا کہ یہود میں میرے کثیر تعداد میں دوست ہیں جو بڑی عظمت وشوکت والے ہیں اب میں اُن کی دوستی سے بیزار ہوں اب مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور اطاعت کے سوا دل میں کسی کی بھی محبت کی گنجائش نہیں، اس پر عبداللہ بن اُبی نے کہا ''میں یہود کی دوستی ترک نہیں کر سکتا مجھے پیش آنے والے حوادث کا خطرہ لاحق ہے اور مجھے اُن کے ساتھ رسمِ دوستی رکھنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''یہود کی دوستی کا دم بھرنا تیرا ہی کام ہے عبادہ ﷛ کا یہ کام نہیں'' اس پر یہ آیت کریمہ کا نزول ہوا۔ (بحوالہ خازن)

آیت ۵۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ منافقین اور یہود کے تعلقات کے بارے میں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے قلوب میں شک اور نفاق کا مرض پھیلا ہوا ہے اُن کو اللہ تعالیٰ کے وعدے پر کامل اعتماد اور مسلمانوں کی حقانیت پر ایقان ویقین ہی نہیں اس لئے تو لپک لپک کر اہلِ کفر کی آغوش میں پناہ کے طلب گار ہیں اگر ہم اُفتادِ زمانہ اور گردشِ روزگار میں مُبتلا ہوئے تو وہ ہماری معاونت کریں گے۔ یہود اور نصاریٰ کی کیفیت تو یہ ہے کہ وہ برسرِ پیکار تھے اور آمادۂ فتنہ وفساد تھے اور ہر طرح سے اللہ کے رسول ﷺ کو اور ایمان والوں کو رنج والم میں مُبتلا کرنے کی فکر میں تھے، اس لئے ایمان والوں کو حکم دیا گیا کہ اُن سے رسمی دوستی، رفاقت اور باہم رازداری کے تمام تر تعلقات کو یکسر منقطع کر لو کیونکہ ڈرپوک اور دُوغلی روش

❶ ...... بحوالہ تفسیر ابن جریر بروایت عکرمہ ﷛۔

Marfat.com

اختیار کرنے اپنانے والوں کو تو یہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں مخالف کامیاب ہو گئے تو ہماری بھی خیر نہیں، اس لئے بہتر تدبیر تو یہ ہے کہ اُن سے مراسم رکھو کہ دوستی وقت پر کام آئے، ارشادِ ربّی ہوا اب کامیابی اور کامرانی ایمان والوں کی ہوگی یا کوئی ایسا امر واقع ہوگا کہ یہود اور نصاریٰ خود ہی اپنے علاقے چھوڑ کر بھاگ جائیں گے ایسی صورت میں یہ ڈرپوک، بزدل دوغلے لوگ بہت ہی پشیماں پشیماں اور اپنے دلوں میں نادم ہوں گے ہائے ہم نے یہ کیا کیا، اُف! ہم نے کیا غلطی کر لی؟ یہ لوگ اپنی پوشیدہ تدبیر پر شرمندہ شرمندہ ہوں گے۔

آیت ۵۳ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اس وقت ایمان والے برملا کہیں گے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جو حق تعالیٰ سبحانہٗ کے نام کی قسم اُٹھا اُٹھا کر دعوٰی کرتے تھے اور یقین دلاتے تھے ہم تمہارے ہمراہ ہیں اُن کے تمام تر اعمال ضائع ہو گئے اکارت ہو گئے بلاشبہ یہ نادار اور ناکام ہو گئے، چونکہ ایسے لوگوں کے دلوں میں اخلاص نہ تھا طلبِ دنیا اور جاہ و حشمت کی فکر میں لگ گئے گیتی کائنات کی رنگین حیات نے انہیں اپنے آپ کو ربِّ جلیل اور اس کے باغیوں کے مابین تقسیم کر رکھا تھا بظاہر انہوں نے اسلام کی اتباع کی، نماز پڑھتے رہے، پابندِ صوم رہے، زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے رہے، جہاد میں شرکت کرتے رہے، لیکن یہ سب کچھ اس بناء پر اکارت گیا وہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کے نہ رہ گئے تھے "بتوں سے تجھ کو اُمیدیں، خدا تعالیٰ سے نااُمیدی" کے مصداق اُن کے عمل ضائع ہو گئے۔ اس لئے اُن کے دلوں میں اخلاص کا فقدان تھا۔

علامہ اقبالؔ نے کیا خوب کہا ہے۔

ع بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نااُمیدی
تو ہی بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

آیت ۵۱ تا ۵۳ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

ان آیات کے اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بنایا جائے اور جو کوئی اُن کو اپنا رفیق بنائے گا، وہ انہیں میں سے ہوگا گویا یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوئی کہ یہود اور نصاریٰ سے رسمِ اُلفت نفاق کی علامت ہے گروہ منافق اگر اسلام کو ترک کر کے مرتد ہونے کا عزم کرنا چاہتے ہیں تو مرتد ہو جائیں اللہ تعالیٰ کو قطعی اُن کی پرواہ نہیں۔

جانے دورِ جدید انسان کو اور اربابِ حل و عقد کو کیا ہو گیا ہے یہودی و نصاریٰ سے دوستی کا دم بھرتے ہیں، محسوس ایسا ہوتا ہے کہ جن کے دلوں میں مرضِ نفاق ہے اُن سے دوڑ کر ملتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کہیں ہم پر اُفتادِ زمانہ نہ ٹوٹ پڑے کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑے اس کے سبب ہم کو بھی خسارہ اُٹھانا پڑے یہودیوں سے رسمِ اُلفت ہوگی تو ایسے موقع پر ہمارے بڑے کام آئے گی۔ العیاذ باللہ! بقول شاعر

ع تجھ کو خبر نہیں مگر اک سادہ لوح کو برباد کر دیا ہے تیرے دو دن کے پیار نے

قرآن کہتا ہے پس وہ ہو گئے نامراد خسارہ اُٹھانے والے اور اُن کے اعمال اکارت گئے۔

Marfat.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَسَوْفَ يَأْتِى ٱللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُۥٓ أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ يُجَٰهِدُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٤﴾

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم میں سے جو پھر گیا اپنے دین سے تو اللہ تعالیٰ عنقریب ایسی قوم کو لے آئے گا جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اُن کو محبوب ہوگا اور جو اہلِ ایمان کے لئے نرم ہوں گے اور کافروں کے لئے، بے حد سخت دل ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے گا عطا کرے گا، اللہ تعالیٰ بڑی کشادگی والا اور سب کے حال سے باخبر ہے۔ (۵۴)

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَٰكِعُونَ ﴿٥٥﴾

تمہارا رفیق/مددگار خود اللہ تعالیٰ ہے اور اُس کا رسول ﷺ اور ایمان والے ہیں جو نمازوں کی پابندی/اہتمام کرتے ہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے ہیں اور وہ خشوع وخضوع کے ساتھ بارگاہِ رَبُّ العزت میں جُھکنے والے ہیں۔ (۵۵)

وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فَإِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْغَٰلِبُونَ ﴿٥٦﴾

اور یاد رکھو جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے اور مسلمانوں سے رسم اُلفت نبھاتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ کے گروہ سے ہیں وہ یقین جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غلبہ پانے والا ہے۔ (۵۶)

الفاظ ومعانی آیت ۵۴ تا ۵۶

﴿مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ﴾ جو پھر جائے گا تم میں سے اپنے دین سے، گویا مرتد ہو جائے گا، یہاں اس صورت حال سے آگاہی دی جارہی ہے جو غیب میں تھی قبل اس کے واقع ہونے سے وہ اس طرح تھی کہ حضرت محمد ﷺ کی وفات کے بعد اکثر اہلِ عرب مرتد ہو گئے، اہلِ مکہ اور اہلِ مدینہ اور عبدالقیس نجرانی اور کئی قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور بعض نے مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی، سجاح کاہنہ کی طرف رجوع کیا تو اُنہوں نے نبوت کا اعلان کر دیا، رَبِّ جلیل نے پہلے ہی خبر دے دی کہ اگر کوئی مرتد ہو جائے گا تو دینِ حق بے یار ومددگار نہ رہے گا۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اول)

اسی طرح یمن میں سردار عنسی جس کا تعلق قبیلہ مذحج سے تھا اس نے بھی اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔

﴿أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ﴾ جو ایمان والوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے مؤمن پر نرم ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ ایمان کے مقابلے میں اپنی طاقت اور توانائی استعمال نہ کرے ذہانت فہم وادراک، ذاتی اثر ورسوخ مسلمانوں کو اذیت دینے اور دبانے کے لئے نہ ہو۔ ﴿أَذِلَّةٍ﴾ ذلیل ترین لوگ، نرم دل لوگ، اس کا واحد ذلیل ذُلّ سے اِسم تفضیل جمع مذکر۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ﴾ اَعِزَّۃٌ عزیز اس کا واحد ہے جس کا مفہوم قوی، سخت اور غالب کے ہوتے ہیں گویا یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے دشمنوں کے مقابلے میں سخت اور قوی ہیں۔ ﴿وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾ نہ خوف زدہ ہوں

Marfat.com

گے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے، مطلب یہ ہے کہ اقامت دین کی سرفرازی اور کلمۂ حق کی بلندی کی خاطر یہ لوگ کسی ملامت کو خاطر میں نہیں لائیں گے، اگر کوئی لعن طعن کرے بھی تو وہ اس کی کوئی پرواہ نہ کریں گے لَــومَة ملامت کرنا مصدر ہے اسم ہے قواعد کے مطابق۔ ﴿ لَآئِمٍ ﴾ کسی چیز کو بُرا جان کر ملامت کرنے والا، اسم فاعل ہے۔

﴿ اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴾ اور وہ نماز کی ادائیگی درست انداز میں آداب وشرائط کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے پابندی سے کرتے ہیں گویا نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے ہیں اور ربّ تعالیٰ کے سامنے جھکنے والے ہیں۔ ﴿ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴾ اور عجز وانکساری کے ساتھ عاجزی کرنے والے ہیں، لفظ رکوع کے کئی مفہوم ہیں آئمہ تفسیر نے بیان فرمایا رکوع سے مراد اس جگہ اصطلاحی رکوع، جھکنے کے ہیں جو نماز کا ایک اہم رُکن ہے۔ ﴿ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ ﴾ زکوٰۃ دیتے ہیں کے بعد ﴿ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴾ کا جملہ اس بات کا اظہار ہے کہ مسلمانوں کی نماز کو دوسرے فرقے کی نماز سے ممتاز کر دینا ہے بات تو یہ بھی ہے کہ یہودی اور نصاریٰ بھی نماز پڑھا کرتے ہیں مگر اُن کی نماز میں رکوع نہیں ہوتا، رکوع صرف اسلامی نماز کی امتیازی خوبی ہے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری) لیکن مفسرین نے تحریر فرمایا ہے کہ لفظ رکوع سے اس مقام پر اصطلاحی رکوع کا مفہوم نہیں لیا گیا ہے بلکہ اس کے لغوی معنی مُراد ہیں یعنی جُھکنا، اظہار عجز وانکساری کے ساتھ۔ (بحوالہ تفسیر بحر محیط، تفسیر کشاف، از زمخشری)

اکثر تفاسیر میں بیان ہے کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی شان میں نازل ہوئی۔ ﴿ وَمَنْ يَّتَوَلَّ ﴾ اور جو کوئی دوست رکھے اللہ تعالیٰ کو۔ ﴿ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ اور اس کے رسول ﷺ کو۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں (گویا مہاجرین اور انصار کو) (بحوالہ تفسیر قادری) ﴿ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ ﴾ پس جماعت اللہ تعالیٰ کی، حزب رگروہ رجماعت اس کی جمع اَحْــزَابٌ ہے قواعد کے مطابق اسم ہے حزب اللہ وہی ہے جس کا ربط باہم رتعلق اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اور مؤمنین سے ہو۔ ﴿ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾ وہی غالب رہے گی۔

پارہ ۲۸ قد سمع اللّٰہ سورۃ المجادلۃ آیت ۲۲ میں ارشادِ ربّی ہے

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت کے لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں اور کامیابی اور کامرانی ہی حزب اللہ کا مُقدر رہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۵۴ تا ۵۶

آیت ۵۴ میں خطاب ایمان والوں سے ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ اگر مسلمان فتنہ ارتداد کا ارتکاب کریں اور اپنے دین سے پھر جائیں تو باری تعالیٰ ایک ایسی قوم کو لے آئے گا جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہوں گے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہوں گے، سے یہ بات پہلے ہی پتہ چل چکی کہ عُمدہ اوصاف اور وصف کے حامل لوگ ہی اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مقبول ہوں گے ان کا اوّل وصف یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اُن سے محبت فرمائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے اُلفت رکھیں گے قرآنِ کریم کی سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

Marfat.com

اے رسول (ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمانے لگے گا۔

گویا ہم اگر اتباع سنت کو اپنا لیں اور اپنی حیات کا مقصد اور محور سمجھ لیں جو گوشۂ حیات کے ہر شعبہ میں استعمال ہوا ہے اور سنت محمد ﷺ کو اپنا "محورِ عمل" جان لیں تو ربّ کا وعدہ ہے اُس سے محبت کرنے کا۔ یُحِبُّوْنَہٗ اس لئے اہلِ ایمان کا دوسرا وصف یہ ہے کہ وہ اہلِ ایمان کے لئے نرم دل اور کافروں کے لئے سخت ہوں گے۔ چنانچہ پارہ حم ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۲۹ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ

محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں وہ کفار کے ساتھ سخت ہیں اور آپس میں بہت رحم دل، شفیق ہیں۔

اہلِ ایمان کا تیسرا وصف ہے ❶ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا، قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ (سورت الحج آیت ۷۸)

اہلِ ایمان کا چوتھا وصف یہ ہے کہ ربّ کی اطاعت و فرمانبرداری بجالاتے وقت کسی ملامت کرنے والے کی مَلامت کی پرواہ نہ ہو۔

اس آیتِ کریمہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ اسلام کی بقاء کی ذمہ داری باری تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے یاد رکھو کہ اسلام کے ساتھ وابستگی کا اظہار اسلام کی صرف بقاء کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ ہماری بقا کے لئے بھی لازمی ہے۔

اسلام پر مسلمانوں پر سخت ترین ساعت وہ آئی جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا، ارتداد کا فتنۂ عظیم، خلیفۃ الرسول، نائب الرسول امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شدت کے ساتھ رُونما ہوا، مگر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی ایمانی بصیرت و بصارت، جرأت، ہمت، تدبر اور مسلمانوں کی عشق میں ڈوبی ہوئی خدمات اسلام اور سرفروشانہ عزمِ محکم نے اس آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ بقول شاعرِ مشرق اقبالؔ

ع جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

کے مصداق فہم و فراست کے پیکر صدق و صفا حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے تمام عالمِ عرب کو متحد کر کے دوبارہ پیکرِ اخلاص کے ساتھ ایمان کی راہ پر گامزن کر دیا، انسان کی کس قدر سعادت ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل اس پر ہے کہ فتنہ سے محفوظ رکھ کر لوگوں کو ہلاکت سے بچالیتا ہے اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور علم والا ہے۔

آیت ۵۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ مسلمانوں کا دوست اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور ایسے مؤمن ہیں جو اہتمام سے نماز کی ادائیگی کرتے ہیں، زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے ہیں اور ارکانِ اسلام اور دین کے احکامات پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور جھکنے والوں کے ساتھ جھکتے ہیں۔

آیت ۵۶ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھے گا اور رسولِ اکرم ﷺ سے بھی عزمِ دوستی کا طلب گار ہے اور اہلِ ایمان سے بھی تو اس کا شمار اللہ تعالیٰ کے گروہ میں ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کی حمایت میں داخل ہوگیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی جماعت غالب ہے اور اہلِ کُفر تو مغلوب ہیں۔

---

❶ ..... یجٰھدون فی سبیل اللّٰہ جہاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں۔

Marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۵۷﴾

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو تمہارے دین کا تمسخر اُڑاتے ہیں اور وہ ہنسی مذاق کا کھیل بنائے ہوئے ہیں ایسے لوگ جو تم سے قبل کتاب پانے والے ہوں یا کافر ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اگر تم صاحبِ ایمان ہو۔ (۵۷)

وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۵۸﴾

جب تم کو نماز کے لئے ندا رصدا دی جاتی ہے جب تم اذاں دیتے ہو تو یہ لوگ اس کا تمسخر اُڑاتے ہیں اور اس کو تماشا اور کھیل بنالیتے ہیں اس وجہ سے ایسے ہی لوگ کم عقل ربے عقل ہیں۔ (۵۸)

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ ﴿۵۹﴾

آپ ﷺ کہہ دیجئے! اے اہلِ کتاب ریہودیو اور نصرانیو تم جس بات پر ہم سے برہم ہو بجز وہ اُس کے ماسوا کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور دین کی اس تعلیم پر ایمان لے آئے جو ہماری جانب رسمت نازل ہوئی ہے اور جس کو ہم سے قبل بھی اُتارا گیا بلاشبہ تم میں سے بیشتر لوگ فاسق ہیں۔ (۵۹)

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِنْ ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللَّهِ ۚ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۚ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿۶۰﴾

اے حبیب ﷺ کہہ دیجئے کہ کیا میں تم کو خبر دوں کہ بد سے بدتر سزا رانجام پانے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون ہیں! وہ لوگ بُرے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی پھٹکار ڈالی اور جن پر اللہ تعالیٰ کا عتاب برپا ہوا، جن میں سے کچھ کو تو اللہ تعالیٰ نے بندر بنا دیا اور کچھ کو سوٗر کی صورت بنا دی اور جنہوں نے شیطان کی پرستش کی وہی لوگ بد سے بدترین ہیں اور یہی لوگ سیدھی راہ سے بہک کر دوسروں سے زیادہ بھٹکنے والے ہیں۔ (۶۰)

الفاظ و معانی آیت ۵۷ تا ۶۰

﴿ تَتَّخِذُوا ﴾ تم پکڑتے ہو، اختیار کرتا ہے، تم بناتے ہو اِتخاذ سے مضارع جمع مذکر مخاطب۔ ﴿ لَا تَتَّخِذُوا ﴾ تم مت بناؤ اتخاذ سے نہی جمع مذکر حاضر، قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿ هُزُوًا ﴾ مذاق وہ جس سے مذاق کیا جائے ہنسی کی چیز قواعد کے مطابق مصدر و مصدر بمعنی مفعول۔ ﴿ لَعِبًا ﴾ لَعِب، کھیل کود، بازی باب سَمِعَ سے مصدر، اس کا ماخذ لعاب ہے، یہ بے مقصد حرکت یا کھیل کود پر لعب کا اطلاق ہوتا ہے۔ (بحوالہ مفردات قاموس القرآن)

﴿ نَادَيْتُمْ ﴾ نِدا 'مصدر' تم نے پکارا، ماضی فعل معروف جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ إِذَا نَادَيْتُمْ ﴾ جب تم لوگوں کو پکارتے ہو، بلاتے ہو نماز کی طرف ﴿ إِلَى الصَّلَاةِ ﴾ تو وہ اسے ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں، حدیث میں مذکور ہے جب شیطان اذان کی پکار رآواز سُنتا ہے تو بھاگ جاتا ہے وہاں سے جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو پھر آموجود ہوتا ہے، جب تکبیر سُنتا ہے تو پیٹھ پھیر کر چل پڑتا ہے، جب تکبیر اختتام کو پہنچتی ہے تو نمازیوں کے قلوب میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ (بحوالہ مسلم شریف کتاب الصلوٰۃ، بخاری، کتاب الاذان)

Marfat.com

﴿ تَنْقِمُوْنَ ﴾ بُرائی دیکھتے ہو، عیب پکڑتے ہو، یہ نقمٌ سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نقمٌ کہتے ہیں ناپسند کرنے، مکروہ، معیوب کو، اور انتقم بدلہ لینے اور انتقام لینے کے معنی میں آتا ہے۔ ﴿ نَقَمُوْا ﴾ اُنہوں نے ناپسند کیا، اُنہوں نے سزا دی، اُنہوں نے انتقام لیا یہ ناپسندیدگی صرف زبان سے ہو یا جوارح سے سزا دے کر۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ ﴾ کیا میں تمہیں بتاؤں۔ ﴿ مَثُوْبَةً ﴾ بدلہ، ثواب، جزاء قواعد کے مطابق اِسم ہے۔

تشریح و توضیحات آیت ۵۷ تا ۶۰

آیت ۵۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہود اسلامی تعلیمات اور عبادات کا تمسخر اُڑاتے، تضحیک کرتے، کتاب پانے والے ایسے لوگوں سے اور جو کافر ہیں اگر ہمارے دین کو کھیل اور ہنسی مذاق تماشا بنانے لگیں تو اُن سے دوستی نہیں بلکہ ترکِ تعلق کر لینا ہی بہتر ہے، ایسے لوگ جو دین کی تضحیک کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے عدو ہیں اُن کے ساتھ اہلِ ایمان کی دوستی نہیں ہونی چاہئے۔

آیت ۵۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ جب تم نماز پڑھنے کی دعوت دیتے ہو اور اذان دے کر پکارتے ہو تو یہ لوگ اُس کا تمسخر اُڑاتے ہیں بھلا بتاؤ تو سہی! اہلِ کتاب ہو کر اذان میں باری تعالیٰ کی عظمت کے الفاظ کا اور نماز میں رکوع اور سجود کا مذاق اُڑاتے ہیں اور مسلمانوں کی توہین اور تضحیک کرتے ہیں بھلا یہ کس قدر بے عقل لوگ ہیں، اذان کے بارے میں یہود کا کہنا ہے کہ یار کیا نئی رسم نکالی گئی ہے اُنہیں کیا پتہ رسمِ اذان کیا ہے اور روحِ بلالی کیا ہے، مدینہ میں ایک عیسائی جب اذان کے لطیف و دل آویز الفاظ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کانوں سے سنتا تو وہ بدبخت کہتا "حرق الکاذب" کہ جھوٹا جلایا جائے، خدا کی کرنی کہ ایک شب اس پر نیند طاری تھی اس کے مکان میں شعلہ آگ اُٹھا تمام کنبہ جل کر خاکستر ہو گیا اس کو جلا کر اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ کاذب کون ہے؟۔ (بحوالہ قرطبی)

آیت ۵۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ اے حبیب (ﷺ)! آپ یہود سے دریافت کیجئے اور وہ ذرہ انصاف و عدل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اور عقل کو بروئے کار لاتے ہوئے وہ کیا ایسی بُرائی ہم میں دیکھتے ہیں بجز اس کے کہ ہم وحدہٗ لاشریک کی ثنا بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تمام آسمانی کتابوں پر اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں پر صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں، اس آیتِ کریمہ میں جھم دیا جا رہا ہے آیا یہ تو پتہ چلے یہود ہم سے خفا خفا، نالاں، نالاں کیوں ہیں! بھلا اس طرزِ تغافل اور غصہ و غضب کی وجہ کیا ہے؟ کیا اس برہمی کا سبب یہ ہے کہ جو صحیفے اور کتابیں ہم سے پہلے رسولوں پر اتاری گئیں ہمارا ان پر یقین اور ایمان ہے شاید اس سبب کی وجہ سے تم ہمیں بُرا خیال کرتے ہو! اگر عداوت اور عناد کا موجب یہی ہے تو فیصلہ خود کرو خطاوار اور سزاوار کون ہے تمہاری غلطی ہے یا ہماری! عدل و انصاف تو کرو! تم میں تو اکثر فاسق و نافرمان ہیں۔

آیت ۶۰ میں خطاب حضرت محمد ﷺ سے ہے کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دیجئے کیا میں نشان دہی کر دوں بدکار، کن لوگوں کو اور کس قوم کے افراد کو کہا جاتا ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا عتاب آیا، اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار ہوئی، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہے، جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ان کی حالت یہ ہوئی کہ بعض کی صورتوں کو مسخ کیا گیا کسی کو بندر کی شکل اور کسی کو سور کی صورت بنا دیا گیا اور اکثر کی روحانی کیفیت مسخ ہوئی اور وہ شیطان کی پرستش کرنے لگے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی بندگی سے رُخ پھیر لیا اس نے ابلیس کی غلامی اختیار کر لی، یہ بد سے بدترین خلائق والی اور گم کردہ منزل قوم ہے یہی لوگ راہِ ہدایت سے بھٹک کر گمراہی میں مُبتلا ہیں "آئینہ ان کو دکھایا تو بُرا مان گئے" کے مصداق اے طاغوت کی پرستش کرنے والو! سوچو تو سہی یہ کس کی تاریخ کی داستان ہے اور کون ہیں وہ لوگ! یہ تم ہی تو ہو ذرا اپنے چہرہ تو آئینہ میں دیکھو! پتہ چل جائے گا۔

Marfat.com

وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَد دَّخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ﴿٦١﴾

اور جب آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو ایمان لے آئے، اور یقیناً داخل ہوئے، حالانکہ یہاں داخل بھی ہوئے تو حالتِ کفر میں اور وہ نکلے بھی جس کیفیت میں، اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے جسے وہ پوشیدہ رکھ رہے تھے۔ (۶۱)

وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٢﴾

اور آپ دیکھتے ہیں ان میں بیشتر لوگ گناہ اور زیادتی کرتے ہیں اور حرام مال کھاتے ہیں، پھر بہت بُرے اُمور کی طرف یہ لپک رہے ہیں/کس قدر بُرے کام ہیں جو یہ کرتے رہے ہیں۔ (۶۲)

لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَن قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿٦٣﴾

اُن کے اہلِ علم، مشائخ، اُنہیں کیوں نہیں باز رکھتے/منع کیوں نہیں کرتے گناہ اور معصیت کی بات کہنے سے بھلا اس میں کیا شک ہے! بہت بُرا کارنامہ حیات/کرتوت عمل ہیں جو وہ کیا کرتے تھے۔ (۶۳)

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ ۚ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٦٤﴾

اور کہا یہود نے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تنگ/جکڑا ہوا ہے، اُنہی کے ہاتھ بندھے/جکڑے ہوئے ہیں اور اُن کے اس قول کے موجب اُن پر لعنت اور پھٹکار ہے جب کہ باری تعالیٰ کے دونوں ہاتھ، کشادہ اور کھلے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ جیسے چاہے، جس طرح چاہے خرچ کرتا ہے اور جو کچھ آپ کے ربّ کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے تو ان میں سے اکثر لوگوں کی شرارت/سرکشی، انکار/باطل پرستی اور کفر اور بڑھنے لگا اور ہم نے بھی اُن میں ڈال دی ہے آپس کی دشمنی/عداوت اور بغض قیامت کے دن تک یہ جب بھی جنگ کا شعلہ سُلگاتے ہیں/آگ بھڑکاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو بجھا دیتا ہے اور کوشش کرتے ہیں زمین میں فتنہ و فساد کرنے کی، اللہ تعالیٰ ان فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (۶۴)

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٦٥﴾

اور اگر اہلِ کتاب سرکشی کے بجائے ایمان لاتے اور پرہیزگاری اپناتے تو ہم ان سے ضرور بہ ضرور اُن کی برائیاں دور کر دیتے اور اُن کو نعمت کے باغوں/جنتوں میں داخل کرتے۔ (۶۵)

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِم مِّن رَّبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم ۚ مِّنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ ﴿٦٦﴾

اور اگر توراۃ اور انجیل کو قائم رکھتے اور عمل سے اور جو کچھ اُن کے اللہ نے اُن کی طرف بھیجا اس پر دائم اور قائم رہتے تو اُنہیں فراخ رزق عطا ہوتا، تو اپنے اوپر سے بھی روزی کھاتے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے بھی اُنہیں رزق ملتا، ایک جماعت تو ان میں درمیانی (سیدھی راہ پر) روش پر قائم ہے اور بہت سے ان میں بُرے فعل سرانجام دے رہے ہیں۔ (۶۶)

Marfat.com

الفاظ ومعانی آیت ٦١ تا ٦٦

﴿ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ ﴾ اور جب آپ ﷺ کے پاس آتے ہیں، یہودی، منافق یا جو اہلِ نفاق ہیں۔

﴿ وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ ﴾ اور حال یہ ہے کہ داخل ہوتے ہیں ساتھ کُفر کے۔ ﴿ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ ﴾ ❶ بہت کو اُن میں سے۔ ﴿ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ ﴾ وہ جلدی کرتے رعجلت کرتے ہیں حرام کو حاصل کرنے میں یا جھوٹ بولتے ہیں۔

﴿ اَلْاِثْمِ ﴾ گناہ۔ ﴿ وَالْعُدْوَانِ ﴾ سرکشی، کچھ علماء نے اس میں امتیاز کیا ہے۔ اثم اس گناہ کو کہا جاتا ہے جو انسان کی خود اپنی ذات تک ہی محدود ہو اور عدوان اس کو جس کا ضرر یا نقصان دوسروں کی ذات تک پہنچے۔ (بحوالہ بیضاوی)

﴿ لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ ﴾ کیوں نہیں روکتے رمنع کرتے مشائخ اور علماء۔ لَوْلَا یعنی اُنہوں نے ایسا کیوں نہ کیا، چنانچہ لَوْ لَا اگر فعل ماضی پر داخل ہوتا ہے تو ڈانٹ ڈپٹ (مؤنث کے مستعمل) زجر وتوبیخ ہوتا ہے کیونکہ ایسے فرض کی تکمیل میں غفلت برتی، اگر مضارع پر داخل ہوا تو اُکسانے رچراغ پا کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ یہاں مضارع پر داخل ہے یہاں ماحصل مدعا یہ ہے کہ اہلِ کتاب کے علماء رالاحبار اپنے فرائض منصبی کو بجالانے کے لئے آمادۂ عمل ہو جائیں اور لوگوں کو بُرے اعمال جرائم کی روک تھام سے باز رکھیں یہ تو حقیقت ہے کہ بدفعل کی طرف انسان خود بہ خود مائل بہ گناہ ہوتا ہے مکمل اصلاح کی خاطر، علماء یہود اور دیگر مشائخ کو سختی سے تنبیہ کی گئی، آخر وہ ان کو فعل قبیح کرنے سے کیوں نہیں روکتے۔

﴿ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴾ البتہ بُری ہے وہ چیز جو وہ بناتے ہیں اور اُنہیں منع کرتے نہیں، مشغول نہیں ہوتے۔

﴿ يَصْنَعُوْنَ ﴾ وہ بناتے ہیں وہ کرتے ہیں صَنع سے مضارع جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

لفظ صَنع اور صنعت کا ایسے امور پر اطلاق ہوتا ہے۔ جس میں قصد واختیار بھی ہو اس کو بار بار عادت اور مدعا کے صحیح کر کے انجام دیا جائے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے پورے قرآن میں اس آیت سے زیادہ سخت کہیں اور نہیں۔

﴿ قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ﴾ اور کہا یہود نے ہاتھ اللہ تعالیٰ کا بند رجکڑا ہے معاذ اللہ یہ فقرہ بخل کی طرف اشارہ لطیف ہے یعنی حق سبحانہٗ تعالیٰ ہمیں نہیں دیتا اور ہم پر رزق تنگ کرتا ہے العیاذ باللہ، اس کو سمجھنے کے لئے آیت ۱۸۱ سورۂ آلِ عمران پارہ (۴) لَنْ تَنَالُوْا پر توجہ مرکوز کرنی ہوگی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ

جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ مُفلس رحاجت مند ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ قول سنا، یہ وہی اندازِ سخن ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں خرچ کرنے کو کہا اور اسے "قرضِ حسنہ" سے تعبیر کیا تو ان بدبخت یہودیوں نے کہا اللہ تعالیٰ تو مفلس رفقیر ہے لوگوں سے قرض طلب کر رہا ہے وہ اس تعبیر حسن کو سمجھنے سے قاصر رہے جو راز اس میں مُضمر تھا، سب کچھ عطا کیا ہوا اللہ تعالیٰ کا ہے اور ربِّ جلیل کے دیئے ہوئے مال میں کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا کوئی بارِ قرض نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کی عنایت اور کمال عظمت ہے وہ اس پر بھی "خوب تر" اَجر دیتا ہے۔ ﴿ مَغْلُوْلَةٌ ﴾ کے معنی بخل والے کے آتے ہیں۔

---

❶ ... لفظ کثیرًا استعمال کیا گیا ہے ظلم اور حرام خوری، دونوں کا مفہوم گو کہ اثم رگناہ کے زُمرے میں داخل ہے لیکن ان دونوں نوعیتوں کے گناہوں کی تباہی اور اس کے سبب امن واطمینان کی بربادی کی وضاحت کے لئے خصوصیات کے ساتھ اس کا ذکر الگ کیا۔ (بحوالہ تفسیر بحر محیط)۔

Marfat.com

﴿ مَبْسُوْطَتٰنِ ﴾ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں اسم مفعول تثنیہ ہے۔﴿ مَبْسُوْطَۃٌ ﴾ مفرد، قواعد کے لحاظ سے۔
﴿ کُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَھَا اللّٰہُ ﴾ جب بھڑکائی اُنہوں نے آگ لڑائی کے واسطے، لڑائی کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ، مفہوم یہ ہے کہ جب کبھی وہ اسلام اور رسولِ اکرم ﷺ کے خلاف فتنہ وفساد کے شعلہ بھڑکانے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف رہے تو اُن کی یہ کاوش ہمیشہ ناکام ہوئی اور ہمیشہ اسلام کو غلبہ ملا بعض مفسرین نے کُلَّمَا (بار بار) کو دورِ نبوی کے ساتھ مخصوص نہیں رکھا، تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی فتنہ کی آگ لگائی اللہ تعالیٰ نے اُن پر ظالم دُشمن مُسلّط کردیا پہلے بخت نصر نے شکست فاش دی، پھر پطرس رومی نے اُن کو یکسر شکست سے ہمکنار کیا، اسلام نے سربلندی حاصل کرکے اُن کی تمام اُمیدوں پر پانی پھیر دیا۔ (بحوالہ امام قرطبیؒ تفسیر بیضاویؒ)
﴿ اَوْقَدُوْا ﴾ اُنہوں نے آگ لگائی، اِیْقَاد سے ماضی جمع مذکر غائب کا صیغہ۔﴿ اَطْفَاَھَا اللّٰہُ ﴾ اس کو بجھادیا، گل کردیا اللہ نے۔﴿ اَطْفَاَ ﴾ اِطْفَاءٌ جس کے لفظی معنی بجھانے کے آتے ہیں، فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ھَا ضمیر واحد مونث غائب قواعد کے لحاظ سے۔﴿ لَکَفَّرْنَا ﴾ ہم نے دور کردیئے، محو کردیئے، مٹادیئے فعل ماضی جمع متکلم کا صیغہ۔
﴿ اَدْخَلْنٰھُمْ ﴾ ہم نے اُن کو داخل کیا ماضی جمع متکلم ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔
﴿ وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ ﴾ اور اگر وہ قائم رکھتے توراۃ اور انجیل کے احکامات، یعنی اُن پر عمل پیرا ہوتے یہاں عمل کرنے کے بجائے لفظ ''اقامت'' قائم کرنا استعمال ہوا ہے اس کا مقصود ومُدّعا یہ ہے کہ اُن کی تعلیمات پر بھرپور، پورا پورا جب ہی ہوگا نہ اس میں غفلت اور کوتاہی برتی جائے اور نہ کمی، توراۃ اور انجیل میں تحریف اور ردوبدل کا سبب ان کی حرص مال کی طلب تھی۔﴿ مِنْھُمْ اُمَّۃٌ مُّقْتَصِدَۃٌ ﴾ اُن میں ایک دنیا پرستی گروہ / جماعت راہِ راست پر بھی گامزن ہے، لیکن اکثریت بدعمل اور بدکردار ہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ٦١ تا ٦٦

آیت ٦١ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ جب یہ منافق حضرت محمد ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں تو کُفر کی حالت میں آتے ہیں اور اس حالتِ کُفر میں واپس چلے جاتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے ان کو کوئی فیض و برکات حاصل نہیں ہوتا آپ ﷺ کے پندونصائح کا کوئی اثر ان پر اثر انداز نہیں ہوتا، بات تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حضوری سے ان کا مدعا حصول ہدایت نہیں بلکہ اس سے دربار میں رقریب ہونا، ان کے دل میں کُفر پوشیدہ اور مضمر ہوتا ہے رَبِّ جلیل خوب جانتا ہے جو کچھ یہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں۔
آیت ٦٢ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ منافقین یہود کے احوال یہ ہیں کہ بہتیرے بڑے ذوق وشوق اور رغبت کے ساتھ ظلم کے کاموں اور حرام کا مال کھانے میں ٹوٹے پڑے رہتے ہیں بے حد ناشائستہ حرکات اور بُرے کام ہیں جو کچھ یہ کررہے ہیں۔
آیت ٦٣ میں اظہار خطاب کا رُخ یہود کے علماء اور مشائخ کی طرف ہے وہ لوگوں کو دین کے خلاف بات کرنے اور ناحق مال حرام ''رربوسود'' کھانے سے'' منع کیوں نہیں کرتے، اس میں لطیف اشارہ یہ ہے کہ وہ خود فسق وفجور اور ایسے کرتوت

ہوئے ہیں۔ دوسروں کو تو منع کرنے اور ارتکاب گناہ سے روکنے کی وہی جرأت کرسکتا ہے جس کا دامن آلودہ گناہ سے اور داغ دھبوں سے پاک ہو، جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو تباہ کرتا ہے تو اس کے عوام الناس معصیت اور نافرمانیوں میں غرق ہو جاتے ہیں اور ان کے علماء خاموشی اختیار کر لیتے ہیں گویا گونگے ابلیس کا روپ دھار لیتے ہیں بنی اسرائیل اسی کیفیت حال سے دوچار ہوئے لوگ دنیاوی لذت و خواہش شہوانی میں مُبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کے شانِ جلال عظمت کو بھلا بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قانون اور احکامات کو یکسر فراموش کر دیا اور نیکی کرو اور نیکی کا حکم کرو کے فریضہ کو ترک کر دیا، یہی امر اگلی قوموں کی تباہی و بربادی کا موجب ہوا۔ شانِ کریمی پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے کہ اُمتِ محمد ﷺ کو قرآن اور حدیث میں تہدید کی گئی کہ کسی وقت بھی اور کسی بھی گھڑی اور کسی شخص کے مدِ مقابل فرض امر بالمعروف سے طرزِ تقاضل برتنے کی اجازت نہیں۔ ایک روایت منقول ہے کہ ایک فرشتہ کو حکم ملا کہ اس گاؤں کو برباد کر دو، فرشتہ نے برملا کہا کہ اس مقام پر ایک عابد اور زاہد عبادت گذار کا قیام ہے حکم ہوا، ہلاکت کا آغاز اسی سے کرو اس لئے کہ اس کی نظروں کے سامنے شریعت کے احکامات کی خلاف ورزیاں ہوتی رہیں اور اس کے چہرے تک کا رنگ نہ بدلہ، اس کو احساس ہی نہیں ہوا۔ (بحوالہ علامہ قرطبیؒ)

آیت ۶۴ میں اظہار وضاحت ہے کہ یہود تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خزائن اور خزینے اختتام پذیر ہو رہے ہیں یا کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں یہود شعائر دین کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں اور ان کا شیوہ یہ ہے کہ قرآن کی انفاق فی سبیل اللہ کی دعوت کے جواب میں کہا کرتے ہیں آج مسلمانوں کے ربّ کو بندوں سے قرض طلب کرنے کی نوبت آگئی ہے یہاں اس گستاخی عمل پر یہود کو پھٹکار ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں وہ خرچ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے۔

''یہود کا یہ مقصد کہنے کا نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ واقعتاً جکڑے ہوئے ہیں بلکہ ان کا منشاء یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ خرچ کرنے سے روکے ہوئے ہیں۔ (بحوالہ ابن کثیر)

اللہ ﷻ نے فرمایا ہاتھ تو اُنہی کے بندھے ہیں، کنجوسی اور بخل تو ان ہی لوگوں کا شیوہ ہے، رُسوا ہوئے، ملک بدر ہوئے، ہلاک ہوئے، گستاخانہ کلمہ کی ادائیگی پر ان پر لعنت ہوئی۔ رحمتِ بیکراں ربِ بے پایاں سے محروم ہو گئے، مخلوق کو جن جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے سب کی کفالت باری تعالیٰ کرتا ہے چنانچہ سورۂ ابراہیم آیت ۳۴ پارہ ۱۳ وَمَآ اُبَرِّیُٔ میں اَرشادِ ربّی ہے:

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ

اور تمہاری ضرورتوں کے ہر ہر سوال کو اُس نے پورا کر دیا ہے اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو گنتی کا شمار بھی پورا نہ کر سکو گے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ بے شک انسان ناداں اور ناشکرا ہے۔ آیت ۳۴

حدیث شریف میں رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کا سیدھا ہاتھ بھرا ہوا ہے، دن رات خرچ کرتا ہے لیکن اس میں کوئی کمی نہیں آتی، ذرا دیکھو! تو جب سے آسمان اور زمین کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے کی ہے وہ خرچ کر رہا ہے لیکن اس کے ہاتھ کے خزانے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔''

(بحوالہ بخاری شریف، کتاب التوحید، باب و کان عرشه علی الماء، بحوالہ مسلم شریف، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی النفقة)

Marfat.com

اپنی شرارت، کُفر و سرکشی کے سبب جو کچھ کلام باری تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہو گا یعنی جیسے جیسے آیاتِ قرآن کا نزول ہوتا رہے گا اتنا ہی حسد اور عناد میں بڑھتے جائیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی کُفر و سرکشی میں اضافہ ہوتا ہی رہے گا اور اللہ تعالیٰ نے قیامت تک ان میں باہم دشمنی اور عداوت ڈال دی جب تک یہ عالم دائم اور قائم ہے بطور سزا ہر ایک سے نفرت اور اظہارِ بغاوت کرتے ہی رہیں گے۔ مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کر کے شعلہ جنگ کو وہ سُلگاتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ اُنہیں بے نقاب کرتا رہا ہے اور جو لڑائی یہ بھڑکانے کی کوشش کرتے ہیں اس میں ناکامی کا سامنا ہوتا ہے، وجہ یہ ہے کہ ہمہ وقت ملک بھر میں شر و فساد کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو فساد برپا کرنے والے لوگ پسند نہیں ہیں۔

آیت ۶۵ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ یہ اہلِ کتاب ایمان لے آتے اور راہِ پرہیزگاری اپناتے اپنے جُرم کے باوجود اور سخت ترین سرکشی کے سبب اگر یہ اپنی روش سے بے تاب ہو کر حضرت محمد ﷺ پر جو قرآنِ حمید نازل ہوا اس پر ایمان اور ایقان رکھتے اور اطاعت حق تعالیٰ کرتے ''درِ توبہ'' تو کُھلا ہوا ہے تو ان کی خطاؤں کو بخش دیا جاتا، کمالِ فضلِ ربی اور جمال کمالِ رحمت کے سبب ان کو ربِّ جلیل آخری و دنیوی نعمتوں سے سرفراز کرتا اور اُنہیں بہشت اور اُس کی نعمتوں میں داخل کر دیا جاتا۔

آیت ۶۶ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ اگر یہ توراۃ کے احکامات کے مطابق عمل کرتے اور اپنی خواہشات اور اپنی اَنا کی تسکین سے ان میں تبدیلی و تغیر کر کے امن کو نہ بگاڑتے اور جب انجیل کا نزول ہوا تھا تو اس پر ایمان لاتے گویا توراۃ اور انجیل کی پیروی پر کمر بستہ ہوتے تو اس بابرکت عمل کے سبب اُنہیں کُشادہ اور پاکیزہ رزقِ حلال مل جاتا اس آیت سے پتہ چلا کہ ''دین کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تابعداری سے رزق میں وسعت ہوتی ہے''۔ (بحوالہ کنزالایمان فی تفسیر القرآن، از احمد رضا خاںؒ)

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کا نزول ہوا تو پھر توراۃ اور انجیل میں بھی اس کی اطلاع موجود تھی اس پر بھی عمل کیا جاتا۔ اور اس پر ایمان لاتے اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تسلیم عمل کے لئے قبول کرتے تو باری تعالیٰ ان پر دنیا کی نعمتیں عطا کرتا آسمان سے مینہ برساتا اور زمین سے خزانے نکلتے توراۃ اور انجیل کا حوالہ دے کر بتایا گیا کہ اگر قرآن پر یقین اور عمل کرنے کو اُنہوں نے تسلیم نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اُنہوں نے اپنی کتابوں کے قبول کرنے سے بھی انحراف کیا، اگرچہ ان میں کچھ لوگ راست رو بھی تھے لیکن اُن میں سے بیشتر بدعمل ہیں جو چند نیک لوگ تھے اُنہیں اسلام اور حضرت محمد ﷺ کی صحابیت کی سعادت مل گئی اور فاسق و فاجر نسل در نسل تباہی و بربادی میں مُبتلا ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾

اے رسول! جو کچھ بھی نازل کیا گیا آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کے ربّ کی طرف سے وہ پیام لوگوں تک پہنچا دیجئے! اگر آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کا حق ادا نہ کیا/اس کی رسالت کا حق ادا نہ کیا، اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا، بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو/کامرانی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا۔ (٦٧)

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَىْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾

آپ ﷺ کہہ دیجئے! اے اہلِ کتاب! کسی معاملے میں تمہاری کسی راہِ عمل کا اعتبار نہیں! جب تک تم توراۃ اور انجیل پر قائم نہ ہو جاؤ/اور جو کچھ ربّ نے اُتارا ہے اس پر عمل پیرا رہو تب راستہ پاؤ گے، اے حبیبؐ! جو کچھ کلام آپ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے اس کی وجہ سے ان میں بیشتر کی سرکشی اور کفر میں اضافہ ہوگا، پس آپ کبیدہ خاطر/رنجیدہ نہ ہوں/کافر قوم پر آپ اظہار افسوس نہ کریں۔ (٦٨)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾

بلا شبہ جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی بن گئے یا صابی/ستارہ پرست یا عیسائی/نصرانی ہوں یا ان میں سے جو بھی ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر اور عمل نیک کیے تو ایسے لوگوں کو کچھ بھی حزن وملال اور خوف نہ ہوگا۔ (٦٩)

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ ۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾

بے شک ہم نے لیا پختہ عہد و پیمان اور ان کو راہِ ہدایت سے آشنا/ہمکنار کرنے کے لئے بہت سے رسول ہم بھیجتے رہے، مگر جب بھی کوئی رسول وہ احکامات لے کر آئے جو اُن کو ان کی مرضی/خواہشات نفس کے خلاف لے کر آیا اور جسے اُنہوں نے ناپسند کیا تو انبیاء کی ایک جماعت کی اُنہوں نے تکذیب کی/اس کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل بھی کیا، اُن کا خون بھی کر ڈالا۔ (٧٠)

الفاظ و معانی آیت ٦٧ تا ٧٠

﴿ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ ﴾ اے رسول برحق (ﷺ)!، پہنچا دے سب مخلوق کو، بَلِّغْ جس کے معنی پہنچا دینا ہے، فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ وہ سب جو اُترا ہے تمہارے ربّ کی طرف سے، جیسے سنگسار کرنے اور قصاص لینے کا حکم اور زینب بنتِ جحش کے نکاح میں جو حکم ہوا اور جہاد وغیرہ کا۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

﴿ لَمْ تَفْعَلْ ﴾ تو نے نہ کیا، فعل جحد واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ﴾ اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو آپ نے نہ پہنچائے ہوں گے وہ احکامات اس واسطے کہ بعض احکام کو پوشیدہ رکھنا ضائع کر دینا ہے

Marfat.com

اُنہیں بھی جو پیام دیا گیا جیسے نماز کے بعض ارکان کو ترک کر دینے سے نماز باطل رفاسد ہو جاتی ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی حکم آپ ﷺ نے اُمت کو نہ بتایا تو آپ اپنے فرائضِ رسالت ادا کرنے سے قاصر رہے یہی بات تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام عمران فرائضِ منصبی کی تکمیل میں اپنی تمام تر قوت اور سعی پیہم صرف کی، مُحسنِ انسانیت کی کرم گستری تو دیکھئے آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطاب کے بعد لوگوں سے سوال کیا اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ ! دیکھو کیا میں نے دین کا پیغام پہنچا دیا؟ صحابہ کرام ﷺ نے اقرار کیا کہ ضرور پہنچا دیا❶ پھر ارشاد ہوا ،فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ پس لوگو! جو موجود ہوان لوگوں تک میری بات بتا دینا جو موجود نہیں ہیں اس وقت غائبین میں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس وقت گیتی کائنات میں موجود نہ تھے۔ جو مجمع میں حاضر نہ تھے اور اس میں ان لوگوں کا بھی شمار ہے جو ابھی تک تخلیق رپیدا نہیں ہوئے۔

’’اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر صدیق ﷺ فرماتی ہیں کہ جس شخص نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ چھپا لیا اس نے یقیناً جھوٹ کہا۔‘‘ (بحوالہ صحیح بخاری شریف)

﴿ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ﴾ اور اللہ تعالیٰ نگہبانی کرتا ہے آپ ﷺ کی لوگوں کی بُرائی سے رسول اکرم ﷺ کو قتل کرنے کی قدرت کسی کو نہ ہوگی۔ ﴿ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ﴾ راہ نہیں دیتا کافروں کے گروہ کو کہ وہ آپ ﷺ پر مسلط ہو جائیں، حضرت انس بن مالک ﷺ سے منقول ہے کہ مسلمان، راتوں کو رسول اکرم ﷺ کی حفاظت اور نگہبانی کیا کرتے تھے جب اس آیت کا نزول ہوا تو قبہ سے سر مبارک باہر کیا اور فرمایا کہ تم لوگ چلے جاؤ اللہ تعالیٰ میرا نگہبان ہے، آیت کے اس جزو میں نوید مسرت ربشارت دے دی گئی باوجود ہزار ہا مخالفتوں کے عدو آپ ﷺ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

﴿ وَلَیَزِیْدَنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ﴾ اور زیادہ کرتا ہے بہتوں کو یہود اور نصاریٰ میں سے جو نازل کیا جاتا ہے آپ کے ربّ کی طرف سے یعنی قرآنِ مجید سننے سے اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ ﴿ طُغْیَانًا وَّکُفْرًا ﴾ سرکشی اور کفر۔

﴿ وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا ﴾ وہ جو لوگ یہودی ہو گئے۔ ﴿ فَلَا تَاْسَ ﴾ پس آپ غمگین نہ ہوں۔ ﴿ الصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰی ﴾ صابی فرقہ میں ہو گئے اور نصاریٰ ہو گئے۔

’’صابی فرقہ وہ تھا جو دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لایا تھا اس کے بعد علم کتاب نبوت کو ترک کر کے علم نجوم کی طرف مائل ہو گیا پھر ایک زمانہ گذرنے کے ان میں سے اکثر لوگ آسمان کے تاروں کے اثرات کو قبول کرنے کے قائل ہوئے اکثر علماء نے ان کو ستارہ پرست کہا بعض کا خیال تھا یہ دہریئے ہوئے‘‘۔ (بحوالہ امام رازیؒ)

تفسیر ابن کثیر میں حضرت قتادہ کا ایک قول ملتا ہے کہ ’’صابی وہ لوگ ہیں جو فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اور قبلہ رُخ کے خلاف نماز پڑھتے ہیں اور آسمانی کتاب زبور کی تلاوت کرتے ہیں جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

﴿ کُلَّمَا جَآءَھُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَھْوٰی اَنْفُسُھُمْ ﴾ اور جب آیا اُن کے پاس رسول حکم لے کر، اُنہوں نے اس کو نہ چاہا رپسند نہ کیا تو وہ تکالیف شرعیہ سے ربنی اسرائیل کے عہد و پیمان سے بے نیاز ہو کر اللہ تعالیٰ سے غداری کرتے، اللہ تعالیٰ کے

---

❶ ...انہوں نے کہا ’’ہم گواہی دیں گے آپ ﷺ نے ربّ کا پیغام پہنچا دیا اور خیر خواہی کی! آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگشت کا اشارہ کرتے ہوئے کہا ’’اے اللہ! میں نے آپ کا پیغام پہنچا دیا، تین مرتبہ فرمایا اَللّٰھُمَّ فَاشْھَدْ۔‘‘ بحوالہ صحیح مسلم کتاب الحج

Marfat.com

پیغمبروں کی تکذیب کرتے اور کسی کو قتل کرے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۶۷ تا ۷۰

آیت ۶۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب (ﷺ)! قرآن مجید فرقانِ حمید کا پیغام دوسرے انسانوں تک پہنچادو۔ اس لئے اُمّت کی یہ ذمہ داری ہوئی کہ وہ حق تعالیٰ کا پیغام دوسرے تک پہنچائے ورنہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا حق ادا نہ ہوسکے گا جہاں تک راہِ ہدایت کی بات ہے کہ جو لوگ راہِ کُفر ترک نہیں کریں گے ان کو ربِّ جلیل ہدایت سے محروم رکھے گا۔

آیت ۶۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ "کلام اللہ" کو چھوڑ کر جو دین سے پھر جائیں اور پھر دین کے بارے میں طرح طرح کی فتنہ انگیزی کریں ان کا کچھ بھی تو اعتبار نہیں اگر یہودی رہنا ہے تو توراۃ پر عمل کرو، اگر نصرانی رہنا ہے تو انجیل کے احکامات کو اپناؤ اُن دونوں آسمانی کتابوں میں حضرت محمد ﷺ کا ذکر مبارک ہے اور ایمان لانے کی تاکید بھی ہے اور نزولِ قرآن کی بشارت بھی ان کتابوں پر عمل کرنے کا اصول تو یہ وضع ہوا کہ یہ قرآن اور صاحب قرآن پر ایمان لے آئیں مگر جیسے جیسے آیات قرآن کا نزول ہو رہا ہے ان کی کُفر کی سرکشی تو مزید بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اس موضوع کے بارے میں سورۂ حٰمٓ السَّجدَۃ آیت ۴۴ پارہ ۲۴ فَمَنْ اَظْلَمُ میں ارشادِ ربّی ہے:

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ

آپ ﷺ فرمادیجئے! یہ قرآن اہلِ ایمان کے لئے راہِ ہدایت ہے اور شفا ہے اب بھی جو لوگ ایمان قبول نہیں کریں گے تو جان لیں کہ اُن کے کان بند ہوچکے ہیں اور اُن پر اندھاپن غالب آ گیا، اُن کی مثال ایسی ہوگی جیسے کسی کو دور جگہ سے آواز رصدا دی جارہی ہو۔

رسول اللہ ﷺ کو طمانیت کے طور پر تسلی دی جارہی ہے کہ اے محبوب (ﷺ)! آپ کبیدہ خاطر رنجیدہ نہ ہوں یہ گمراہی پر ڈٹے ہوئے ہیں تو ڈٹے رہیں اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

آیت ۶۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور عمل صالح اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچے تو ان کے سابقہ گناہ معاف ہیں اور اس کو کسی عذاب کا خوف وخطر نہیں اور گیتی کائنات میں جو بات بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی اس کا کوئی رنج وملال اس کو نہ ہوگا۔

آیت ۷۰ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ بنی اسرائیل سے جو عہد و پیمان لیا گیا اور ان کی طرف رسولؑ بھیجے گئے اور اُن کو ان کی عہد شکنی اور غلط روش پر اظہارِ ملامت کیا گیا مگر یہ ایسی بات بتائی گئی جو اُنہیں پسند نہیں آئی اور اُن کے مزاج پر گراں گذری تو وہ خاصے غیظ وغضب میں آگئے اور قدس نبوت کی حرمت اور عظمت کو بالائے طاق رکھ دیا اور انبیاء کرام کو جھٹلایا اُن کی تضحیک اور تکذیب شروع کردی اور صرف انکار باللسان ہی نہیں تھا بلکہ بعض اَنبیاء کو قتل کرنے کے مرتکب ہوئے۔

Marfat.com

وَحَسِبُوٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝

اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ نہیں ہوگا اُنہیں کوئی عذاب، پھر اندھے ہوگئے وہ راہِ حق دیکھنے میں اور بہرے ہوگئے سچی بات سننے کو، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ منظور کی، اس کے بعد بھی اُن کی اکثریت نابینا اور بہری بنی رہی، اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے اُن کے وہ عمل جو وہ کرتے ہیں۔(۷۱)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝

بے شک کافر ہوگئے وہ لوگ جنہوں نے جہالت اور بے بصیرتی کی وجہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو بس وہی مسیح ہے جو مریم کا بیٹا ہے حالانکہ مسیح علیہ السلام نے خود اُن سے کہا تھا اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا ربّ بھی ہے اور تمہارا ربّ بھی، یقینی طور پر جو بھی شریک ٹھہرائے کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ، تو اللہ تعالیٰ نے اس پر بہشت حرام کردی اور اُن کی جگہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔(۷۲)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

یقیناً کافر ہوگئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے، درحقیقت ایک واحد معبود کے، کوئی بھی بندگی کے لائق نہیں اگر یہ لوگ اپنے اس قولِ باطل سے باز نہ آئے تو اُن میں سے جو بھی راہِ کفر اختیار کریں گے ان کو دردناک عذاب ضرور پہنچے گا۔(۷۳)

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

بھلا کیا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتے اور اُس سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب نہیں کرتے! اور اللہ تعالیٰ تو ہے ہی بہت درگذر کرنے والا اور رحم کرنے والا۔(۷۴)

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

مسیح ابن مریم علیہ السلام سوائے ایک رسول ہونے کے اور کچھ بھی نہیں، اُن سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں اور ان کی والدہ راست باز ولی صفت خاتون تھیں، دونوں ماں بیٹا کھانا کھاتے تھے، دیکھو! کس طرح ہم اُن کے سامنے اپنی آیات واضح کھلی دلیل کے ساتھ بیان کررہے ہیں پھر غور تو کیجیے وہ کس طرح اُلٹے پھرے جاتے ہیں۔(۷۵)

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

آپ ﷺ کہہ دیجیے! کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت رپرستش کرتے ہو جو تمہارے نقصان رخسارے اور نفع کا کوئی اختیار نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ تو سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔(۷۶)

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝

اے حبیب ﷺ! آپ اہلِ کتاب سے کہہ دیجیے کہ اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو رحد سے نہ بڑھو اور اُن لوگوں کے تخیلات کی اتباع نہ کرو، جو اس سے پہلے خود گمراہ ہوچکے تھے اور بہتوں کو بہکا بھی چکے تھے راور راہِ راست سے بھٹک گئے تھے۔(۷۷)

Marfat.com

الفاظ ومعانی آیت ۷۱ تا ۷۷

﴿ وَحَسِبُوٓا ﴾ اور گمان کرتے ہیں بنی اسرائیل۔ ﴿ اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ﴾ یہ کہ نہ ہوگی اُن پر بلا اور مصیبت انبیاءؑ کو قتل کرنے اور جھٹلانے کے باعث۔ فِتْنَةٌ سے مفہوم آزمائش اور ابتلا ہے یہ وہ خیال لئے ہوئے تھے کہ ہم انبیاءؑ کی جو تضحیک کررہے ہیں اور ان میں سے کچھ کو شہید کردیا ہے اس کے بارے میں ہم سے بات نہیں پوچھی جائے گی۔ (بحوالہ علامہ قرطبیؒ) فتنہ کا معنی عذاب مراد لیا ہے۔ (علامہ زمخشریؒ اور علامہ بیضاویؒ) گویا اُنہیں اس بات کی غلط فہمی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ فرزند اور چہیتے ہیں اس لئے وہ کچھ بھی امور سرانجام دیں اُنہیں عذاب نہیں ہوگا۔ ﴿ ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن پر نظرِ عنایت فرمائی، توبہ قبول کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیج کر۔ ﴿ يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ ﴾ اے بنی اسرائیل تم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی۔ ﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ ﴾ بے شک جو کوئی شرک کرے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ ﴿ مَاْوٰىهُ النَّارُ ﴾ اس کی جگہ دوزخ ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ﴾ اللہ تعالیٰ تین میں کا ایک ہے نصاریٰ میں سے مرقومیہ کا اعتقاد اور عقیدہ یہ تھا کہ الوہیت مشترک ہے۔ اللہ تعالیٰ، عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریمؑ کے درمیان، ان تینوں میں سے ایک الٰہ ہے اور اللہ تعالیٰ ان تینوں میں سے الٰہ ہے یہاں عقیدۂ تثلیث کی حقیقت کا اظہار ہے پہلی تین انجیلوں متی، مرقس، اور لوقا میں یہ عقیدہ موجود ہے، ''مسیحت'' کے بارے میں جارج ولیم ناکس اور سڈنی ہربرٹ میلول نے اپنے مقالہ میں تحریر کیا ہے: ''مسیح ❶ نے خود یہ دعویٰ نہیں کیا وہ خود کوئی اصل میں مافوق الفطرت شے ہیں بلکہ وہ قدرے مطمئن تھے کہ اُنہیں مریم اور جوزف کے بیٹے کی حیثیت سے شناخت کیا جائے''۔ (بحوالہ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا)

﴿ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ ﴾ اور نہیں کوئی معبود۔ ﴿ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ﴾ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور ایک اللہ اور باری تعالیٰ یگانہ رتنہا موصوف ہے وحدانیت سے۔ وَمَا اور نہیں ہے اس جملہ میں مَا حرف نفی، مَا استغراقِ نفی کا فائدہ دے رہا ہے، تعدد نہیں ذات میں اور نہ اعتبار میں، صرف اس کی ذات وہ ہے جو ہر طرح سے یکتا اور کامل وحدانیت کی صفت رکھتی ہے

﴿ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ﴾ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام، عین خدا، جزِ خدا کچھ تو نہیں سوائے رسول کے۔

﴿ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ﴾ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم بڑی سچی تھیں یعنی آیات ربّانی کی تصدیق کرتی تھیں ''مقامِ مدح میں لفظ صدیقہ'' سے ظاہری طور پر اشارہ ملتا ہے کہ آپ ''ولی'' تھیں یہاں ''صدیقہ'' کہا گیا ہے جو ولایت کا مقام ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ) ﴿ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا ﴾ اور عداوت کے سبب گمراہ کردیا بہتوں کو ﴿ اَضَلُّوْا ﴾ اور ثابت تھے اپنی ضلالت اور گمراہی پر۔ ﴿ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴾ سیدھی راہ سے، حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے بعد۔

﴿ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ ﴾ غلو نہ کرو اپنے دین میں۔ ﴿ غَيْرَ الْحَقِّ ﴾ ناحق غلو کے سبب ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مذمت نہیں یہود کا مبالغہ اور اُن کی تعریف میں نصاریٰ کی زیادتی مراد ہے بتایا جارہا ہے کہ حق کی پیروی میں حد سے تجاوز نہ کرو تقدس و تعظیم کا جو حکم صادر ہوا ہے اُس میں مبالغہ سے کام مت لو، انہیں منصبِ نبوت سے بے نیاز کرکے مقام الوہیت عطا نہ

❶ ..... یسوع مسیح (Jesus Christ)

Marfat.com

کیا جائے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا، غلو ہر دور میں شرک اور گمراہی کا موجب رہا ہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۷۱ تا ۷۷

آیت ۷۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ بنی اسرائیل نے فرض کرلیا اور ان کا گمان یہ رہا کہ اب کچھ سزا نہیں ہوگی اور راہِ حق دیکھنے میں نابینا ہو گئے ربصارت سے محروم ہو گئے اور بہرے پن کا روپ اختیار کیا، بعد مدت کے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف رحمت فرمائی نظرِ کرم فرمائی اور پیغمبر بھیجا کہ وہ راہِ ہدایت کی طرف مائل رہیں لیکن اُن کی اکثریت اندھے اور بہرے بنے رہی توبہ کے قبول کے بعد بھی یہی عمل اُنہوں نے اختیار کیا اس کی سزا دوبارہ ملی۔ اللہ تعالیٰ اُن کے کرتوت واعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

آیت ۷۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ بلاشبہ وہ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ ''خدا تو یہی مسیح ابن مریم علیہ السلام ہے'' یہ تعبیر نصاریٰ کے عقیدہ حلول کی جس کے مطابق اللہ مسیح کے جسم میں تھا۔ بتایا گیا کہ نصاریٰ کا یہ عقیدہ صریحاً باطل ہے اور کُفر ہے گویا ایک گروہ اس بات پر کُفر کا مرتکب ہوا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ماننے لگا اور اُنہیں معبود بنالیا اور اُنہیں عبادت کا مستحق قرار دیا، گو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ❶ تعلیم تو یہ تھی کہ اے بنی اسرائیل اللہ جَلَّ شانہٗ کی بندگی اختیار کرو اور اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کرو کیونکہ میرا اور تمہارا رَبّ وہی ہے، جو اللہ تعالیٰ سے شرک کرے گا اس پر بہشت حرام ہے جنت کا حصول رَبّ کی رضا پر موقوف ہے اور شرک کرنے والے کا ٹھکانہ تو دوزخ ہے ایسے ظالموں کو جو شرک عظیم جیسے گناہ میں مبتلائے بلا ہیں تو کوئی بھی تو اُن کا مددگار اور معاون نہیں!۔

آیت ۷۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ بلاشبہ کافر وہ ہیں جو کہتے ہیں ''اللہ تین میں تیسرا ہے'' یہ قول فرقہ مرقوسیہ اور نسطوریہ کا ہے اکثر مفسرین بیان کرتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ جَلَّ شانہٗ مریمؑ اور عیسیٰ علیہ السلام تینوں الٰہ ہے اور الٰہ ہونا ان میں قدرِ مشترک ہے۔ العیاذ باللہ۔ (بحوالہ کنزالایمان، احمد رضا خاںؒ)

ایک گروہ اس بات پر کُفر کا مرتکب ہوا کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانا اور اُنہیں معبود بنالیا اور اُنہیں عبادت کا حق دار قرار دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم تو یہ تھی کہ اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو اور اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کرو، اللہ تعالیٰ اپنی صفات کاملہ اور ذاتِ اقدس میں یکتا ہے صرف اور صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہے پس اگر یہ کلمات کُفر اور طرزِ باطل سے باز نہ آئے اور توبہ نہ کی تو اس کُفر پر ان کو دردناک عذاب ہوگا۔

آیت ۷۴ میں بیان کیا جارہا ہے کہ بھلا کیا بات ہے آخر یہ لوگ اب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر معافی کیوں طلب نہیں کرتے اور گناہ اور معصیت سے تو اُنہیں توبہ کرلینی چاہئے، اس بہتان عظیم اور کُھلے شرک پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلینی چاہئے اور آئندہ اس حرکت سے باز آنا چاہئے، آخر کار اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کیوں نہیں کرتے، یہ تو اللہ تعالیٰ کی

---

❶ ...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام ماں کی گود میں ایامِ شیر خواری میں تھے تو اللہ تعالیٰ کے حُکم نے فرمایا ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ ''قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۗ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا'' اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھ کو نبی بنایا۔

Marfat.com

شانِ کریمی ہے کہ باغی اور گستاخ عمل، نافرمان جب شرمندہ اور پشیمان ہوکر عزم اصلاح کے لئے کوشاں رہیں تو تمام عمر کے جرائم اور گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ تو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

آیت ۷۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور معجزات ہر رسولؐ کے پاس بطور نبوت کے ثبوت کے ہوتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بھی ایک معجزہ ہے جو کسی نیک بخت ولی خاتون کا فرزند ہو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ صدیقہ تھیں، نبی نہ تھیں، جو نبوت ولایت کا ایک اعلیٰ اور اَرفع مَنصب ہے مقامِ صدیقیت کی شان تو دیکھئے فرشتوں سے ہم کلامی کی سعادت ملی اور باری تعالیٰ سے گفتگو کرنے کا اعزاز دنیا میں ملا، ان تمام عظمتوں کے ساتھ ان میں خواص بشریت موجود تھے۔ ماں اور بیٹا دونوں کھانا کھاتے تھے، ان میں احتیاج کی ضرورت ہے انسان اپنی ہر ضرورت کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ کا محتاج ہوتا ہے ذرا غور تو کرو ہم کس طرح اُن کے حقیقت کی واضح نشانیاں بتا رہے ہیں مگر ان کی غلط روش تو دیکھئے گمراہی کی سمت اور بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔

آیت ۷۶ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ اے حبیب ﷺ! آپ کہہ دیجئے کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی بندگی اختیار کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کے سوا تمہیں نہ کوئی نفع دینے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ تمہیں خسارے سے بچا سکتا ہے، بس ایک رَبّ کی عبادت میں مُنہمک ہو جاؤ اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرو وہ سب کی سُن رہا ہے، سُن سکتا ہے اور ہر ایک کے حال سے بخوبی باخبر ہے۔

آیت ۷۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں حد سے آگے تجاوز مت کرو، اپنے دین میں ناحق زیادتی والی باتوں کو شامل مت کرو اور ایسے لوگوں کی راہ عمل پر مت چلو، جنہوں نے ایک مولود بشر کو خدا جان لیا، یہ غلو کا عمل وہ پہلو ہے جسے رہبانیت کا نام دیا جاتا ہے، نصاریٰ تقدس انبیاء میں اس قدر غلو کے مرتکب ہوئے کہ ان میں سے ایک گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ اور خدا کا فرزند کہنے لگے اور ترک دنیا کر کے رہبانیت کی راہ اختیار کر لی، بتایا جا رہا ہے کہ ان لوگوں کی بدعت کی پیروی سے اجتناب کرو، جو اس سے قبل گمراہ ہوئے اور بہتوں نے اور لوگوں کو گمراہی کی طرف مائل کیا لوگوں کی خرافات پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت نہیں، اس آیتِ کریمہ میں عیسائیوں کو بتایا جا رہا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی تعلیمات پر اپنے عقائد کی اساس رکھو تم جو عقیدۂ تثلیث کے قائل ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا اس میں کوئی واسطہ نہیں اس تثلیث کے عقیدہ باطل کو چھوڑ دو اور حضرت مسیح علیہ السلام کے دین کو مضبوطی سے تھام لو۔

Marfat.com

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۷۸

لعنت کئے گئے وہ لوگ جنہوں نے کُفر اختیار کیا بنی اسرائیل میں، داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبانی، یہ بہ سبب اس کے کہ وہ نافرمان ہوئے اور حد سے زیادہ نکل جاتے تھے۔(۷۸)

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۷۹

منع بھی نہیں کیا کرتے آپس میں ایک دوسرے کو بُرائی سے، وہ بُرائی جو وہ سرانجام دیتے تھے، یقیناً وہ بہت ہی بُرے کام کرتے تھے۔(۷۹)

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۸۰

ان میں سے بہتوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ دوستی کافروں سے رکھتے ہیں البتہ بہت ہی بُرا ہے وہ جو اُنہوں نے خود اپنے لئے آگے بھیجا، اللہ تعالیٰ اب تو اُن سے ناراض ہو گیا اور وہ عذاب میں ہمیشہ مُبتلا رہیں گے۔(۸۰)

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۸۱

اور اگر وہ ایمان لائے ہوتے اللہ تعالیٰ پر اور اُن کے نبی پر اور اس پر جو اُن کی طرف نازل کیا گیا، تو کافروں سے رسم دوستی نہ کرتے، کیونکہ ان میں سے تو اکثر فاسق ہیں۔(۸۱)

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۸۲

ضرور آپ ایمان والوں کا سب سے بڑا دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور یقینی طور پر دوستی میں ایمان والوں کے قریب تر آپ ان لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے کہا ہم نصاریٰ (عیسائی) ہیں اس لئے کہ ان میں عبادت گذار ر عالم اور درویش رتارک الدنیا فقیر موجود ہیں اور اُن میں تکبر نفس نہیں ہے۔(۸۲)

الفاظ و معانی آیت ۷۸ تا ۸۲

﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کُفر کیا۔ لُعِنَ، لَعْنٌ مصدر لعنت کی گئی ر رحمت سے دور رہنے کی بدعا، قواعد کے مطابق فعل ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ ﴿لِسَانِ﴾ زبان، قوت گویائی، قواعد کے مطابق اسم مفرد ہے۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اُتری اور اب بھی رحمت اور خیر سے دور رہے یعنی لعنت قرآنِ حمید کے ذریعہ کی جارہی ہے جو آقا نامدار حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا۔ ﴿وَكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾ اور حد سے تجاوز کرنے والے، لعنت کرنے کے دو سبب ہیں۔

۱)......عصیان یعنی واجبات ترک کر دینا۔

۲)......محرمات کا مرتکب ہونا۔

﴿كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ﴾ نہیں منع کیا کرتے تھے، روکتے نہیں تھے۔ ﴿اِعْتِدَآءٌ﴾ دین میں غلو کیا ر بدعات کو اپنایا

Marfat.com

اور حد سے آگے بڑھ گئے۔ ﴿ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ﴾ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے غصہ کیا ان پر۔ ﴿ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ ﴾ البتہ نہ بناتے ان کو اپنا دوست اور مشرکوں کو اپنا دوست نہ کرتے، اس واسطے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمان اور توراۃ کا حکم یہ ہے کہ کافروں سے دوستی نہ کرو اور "شاید اس سے منافق لوگ مراد ہیں اگر حضرت محمد ﷺ اور قرآنِ مجید پر ایمان منافق لوگ رکھتے تو کافروں کے ساتھ دوستی نہ کرتے۔ (بحوالہ تفسیر قادری ۱۸۸/۱)

﴿ مِنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ ان میں سے نافرمان ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس شخص کے اندر صحیح معنوں میں ایمان کی روشنی ہوگی وہ کافروں سے دوستی نہیں کرے گا۔ ﴿ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ ﴾ اور عداوت کی ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے یہود نے، یہودیوں کے اندر عناد اور حق سے اعراض کا جذبہ موجود ہے نبی کو قتل کرنا اور ان کو جھٹلانا ان کا شعار ہے، اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کی بھی سازش کی۔

﴿ قِسِّيْسِيْنَ ﴾ اس کا واحد قُس اور قِیس ہے جب کوئی کسی شے کا متلاشی ہو اور اس کے پیچھے پیچھے لگا ہو تو کہا جاتا ہے قس الشی۔ (بحوالہ ضیاء القرآن پیر محمد کرم شاہؒ) قسیسین سے مراد ان کے علماء ہیں ممکن ہے یہ لفظ رومی زبان کا ہو اور تعریب کے بعد لغت عرب میں استعمال کیا جانے لگا۔ ﴿ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ اور راہب مشائخ رعابد اور گوشہ نشین ہیں اور وہ غرور نہیں کرتے رُهْبَانٌ سے مراد عبادت گذار۔

تشریح و توضیحات آیت ۷۸ تا ۸۲

آیت ۷۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ بنی اسرائیل کے کافروں نے تو ہر دور کے نبی سے ناراضگی کا برملا اظہار کیا اور اُن کو پھٹکار رلعنت بھیجی گئی، حضرت داؤد علیہ السلام کی بات انہیں پشیمانی کا سبب بنی، جب انہوں نے رسول ہونے کا اعلان کر دیا اور یہی پیغام حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ نے دیا یہ اظہار برہمی اور غصہ کے اظہار کا سبب ان کا کُفر تھا وہ ربّ جلیل کی اطاعت سے رُوگردانی کر رہے تھے اور حدود باری تعالیٰ سے آگے بڑھ رہے تھے۔

آیت ۷۹ میں بتایا جا رہا ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو بُرائی میں ملوث ہونے سے روکتے نہیں تھے، بعض لوگوں کا تو یہ حال تھا کہ خود تو بُرائی نہیں کرتے مگر اُنہیں کسی کی بُرائی سے کچھ دُکھ اور الم نہ ہوتا، ارتکاب بُرائی سے نہ روکنا بھی ایک جُرم ہے۔ بعض مفسرین نے اسی ترک نہی کو گناہ قرار دیا جو لعنت کو موجب ہوا۔ بہرنوع دونوں طرزِ عمل میں بُرائی کو دیکھتے ہوئے اس کا تدارک نہ کرنا خود ایک جُرم ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کے عتاب اور عذاب کا سبب ٹھہرا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کی قسم! تم ضرور لوگوں کو نیکی کا حکم دیا کرو اور بُرائی سے روکا کرو، ظالم کا ہاتھ پکڑ لیا کرو۔ (بحوالہ ابوداؤد کتاب الملاحم)

آیت ۸۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ ان میں سے بہت لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے رسم اُلفت نبھاتے ہیں، دوستی کرتے ہیں، اگر وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان لائیں اور ساتھ ہی ساتھ کافروں کی دوستی سے باز آجائیں اور اپنے عقیدہ کی اصلاح کی خاطر بُری صحبت کے بجائے نیک مجلس کی راہ اختیار کریں تو بہتری کی صورت ہوسکتی ہے لیکن ان میں سے تو اکثر بدکار اور نافرمان ہیں۔ یہ اہلِ کُفر کی دوستی اور تعلقاتِ رسم باہم کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن سے ناراض ہوا اور اسی

Marfat.com

ناراضگی کے سبب ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

آیت ۸۱ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے اور نبی پر جو نازل کیا گیا اس پر اس پر ایمان اور ایقان ہوتا تو یہ کافروں سے دوستی نہ کرتے عجیب رسم عمل ہے یہ لوگ باری تعالیٰ کی توحید کے مدعی ہیں اور انبیاء اور رسولوں کی اتباع کے دعویدار ہیں اور دوستی اور تعلقات ان سے ہے جو کھلے بُت پرست ہیں گویا ان میں سے اکثر فاسق وفاجر ہیں۔

آیت ۸۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ اہلِ یہود، اہلِ نصاریٰ کے مقابلے میں مسلمانوں کی دشمنی / عداوت میں زیادہ سخت ہیں۔ حقیقتِ حال تو یہ ہے کہ مشرکین بھی، نصرانی بھی، یہود بھی، یہ سب اسلام اور مسلمانوں کے عدو ہیں البتہ سب سے زیادہ قریبی دوستی میں اہل ایمان کے نصاریٰ ہیں۔ ''یہود اور مشرکین کی ایذا رسانی اور اسلام دشمنی کے مقابلے میں نصاریٰ کا رویہ قدرے بہتر ہے۔'' (بحوالہ امام ابن جریرؒ)

ان میں سے بعض زاہد و عابد / عالم اور درویش صفت ایسے ہیں جو تکبّر اور فخر و افتخار نہیں کرتے حالاتِ حاضرہ کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اب تو اسلام کے خلاف یہودی اور عیسائی دونوں ہی ہیں اس لئے قرآنِ مجید میں دونوں سے دوستی رکھنے کو منع کیا گیا ہے۔

الحمدللہ پارہ ٦ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ
اختتام پذیر ہوا
۱۵ رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ

☆......☆☆......☆

(عذر ہائے من پذیر)

سُوْرَۃُ النساء ۴ آیت ۱۴۸ تا ۱۷۶ سورہ المائدہ ۵ آیت ۱ تا ۸۲ پارہ (۶) لَا یُحِبُّ اللّٰہُ
کے مطالعہ مضامین کی روشنی میں

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ

اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کسی بُرائی کا برملا اظہار مگر مظلوم کو اجازت ہے

الحمد لِلّٰہ! اللہ ہے، کی سب سے بڑی دلیل خود میرا اپنا وجود ہے مجھے زندگی میں جو کچھ عطا ہوا، رزق، اولاد، عزت، قلم بیان یہ سب اللہ سُبحانہٗ کے انعامات ہیں یہ سب کچھ انعام و اکرام اللہ تعالیٰ کے سوا مجھے کوئی نہیں دے سکتا تھا، یقین جانئے یہ کہنے پر حق بجانب ہوں کہ میں نے اپنے وجود سے اپنے رَبّ کو پہچانا ہے، یہ میرے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ مجھے مضامین قرآن کے مطالعہ کی سعادت ملی، یہ اللہ تعالیٰ کا لُطف بے پایاں اور رَحمت للعالمین کی کرم گستری ہے کہ پارہ ششم لَا یُحِبُّ اللّٰہُ پر مطالعہ کی سعادت حاصل ہو رہی ہے، جی چاہتا ہے عرض کرنے کی جسارت کر دوں، جس طرح زمزم صدیوں سے اُبل رہا ہے اور اُس کا پانی ختم نہیں ہوتا، اسی طرح قرآن کی عظمت اور عشقِ نبی ﷺ کے تذکرے کی حد یا کنارہ نہیں، ہم جیسے جو کچھ لکھنے کی کوشش کرتے ہیں اپنی بخشش کے لئے لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے ذکر کو ہمارے قلم و زبان کی احتیاج نہیں، حاجت مند ہم ہیں کہ اُن کے ذکر سے اپنی دُنیا سنوارتے اور آخرت کا توشہ پاتے ہیں، میرے چمنِ خیال میں جو کچھ تھا، روشنی کے اِس سفر کو تحریر کی شاخوں پر کھلا دیا ہے۔

مسلمانوں کو اعلیٰ اور ارفع درجہ کی تعلیم و تربیت کا درس دیا گیا

پارہ ششم لَا یُحِبُّ اللّٰہُ کی ابتدائی آیات میں مسلمانوں کو اعلیٰ اور ارفع درجہ کی اخلاقی تعلیم و تربیت کا درس دیا گیا، منافقین، مشرکین اور یہودیوں نے تو شیوہ اختیار کر رکھا تھا کہ مسلمانوں کے راستے میں رکاوٹ پیدا کی جائے اور انہیں ستانے کی ہر کوشش کی جائے ان حالات میں مسلمانوں میں غصہ اور نفرت کے جذبات کا احساس ایک فطری بات تھی اللہ جل جلالہٗ نے ان کی بدگوئی اور برائی کو ظاہر کرنا پسند نہیں فرمایا، مظلوم کو اجازت ہے کہ وہ ظالم کے ظُلم کے خلاف آواز بلند کرے اور ان کی بُرائیوں کا اظہار کرے۔

"یہ پیام دے گئی ہے مجھے صبح بادگاہی"

اے طالبِ حُسن و سُرور!...... نیکی "نیکی" ہے اس کو عیاں کرو یا پوشیدہ رکھو، ہر آدمی کو اختیار ہے "یہ پیام دے گئی ہے

سورۃ النساء رکوع ۲۱ آیت ۱۴۸ تا ۱۵۲ کا خلاصہ

Marfat.com

مجھے صبح بادگاہی'' کے مصداق نیکی کے اظہار سے دوسروں کو ترغیب ملے گی اور اس کو مخفی رکھنے سے اپنے اندر ریا کاری کا عنصر پیدا نہ ہوگا کسی کے عیب اور برائی کو معاف کردو، یہ حُسنِ عمل ہے۔

اے راہ حق کے طلب گارو!......سوچو تو سہی اللہ تعالیٰ ہر بات پر کامل قدرت رکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اُسے وہ دیکھ رہا ہے جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولوں کو تسلیم نہیں کرتے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ اللہ کو نہیں مانتے، یا پھر رسولوں کی رسالت سے انکار کرتے ہیں کچھ کو مانتے ہیں کچھ سے انکار رگریز کرتے ہیں، یہ عجیب بات ہوئی محض اللہ تعالیٰ کو ماننا اور اس کے رسولوں سے انکار، بھلا ایسا کرنے والے تو راہِ کُفر اختیار کئے ہوئے ہیں، اس کُفر کی بدولت وہ عذاب کا مزہ چکھیں گے۔

''کتنے ناداں ہیں شعلوں کو ہوا دیتے ہیں''

اے طالبِ حُسن وعشق!......اہلِ کتاب کا دعویٰ تو دیکھئے! ہم کو تو عذاب نہیں ہوگا ہمارے رسول ہم کو بچالیں گے یہ محض انکار فریب ہے ''یہ کتنے ناداں ہیں شعلوں کو ہوا دیتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے کتنے رسول بھیجے اس سے قبل، ہر دور میں ان رسولوں پر ایمان لانا ضروری تھا اب محمد مصطفیٰ ﷺ کو قیامت تک نبی اور رسول بنا کر ارسل کیا ہے چنانچہ پارہ حٰمٓ (۲۶) سورۃ الفتح آیت ۲۸، ۲۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ؕ۝۲۸ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ

وہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اُسے ہر دین پر غلبہ حاصل رہے اور اللہ کافی ہے شہادت دینے کے لئے۔ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

حضرت محمد ﷺ پر قرآن نازل ہوا جو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنا رسول نہ تسلیم کریں اُن کے لئے قرآن نے فیصلہ کر دیا اللہ تعالیٰ اور سابقہ نبیوں کا ماننا ان کے کچھ کام آنے کا نہیں۔

ایمان کا تقاضا پورا کرنے سے پہلے، ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت لازمی جزو ہے۔

اے صاحب آرزو!......تمام رسولوں کو یکساں ماننا ہی مکمل ایمان میں آنے کی دلیل ہے کیونکہ تمام نبی اور رسول کا دین ایک ہے البتہ شریعت ہر زمانے کے لحاظ سے جُدا گانہ ہے ایمان کے تقاضے کی تکمیل سے پہلے ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت کا ہونا لازمی جزو ہے کیونکہ تمام دین کی اساس ان تینوں اُمور پر مشتمل ہے کسی ایک کا انکار سب کے انکار کے مترادف ہے اور ان سب کا باہم گہرا ربط اور تعلق ہے۔

''آئینہ اُن کو دیکھایا تو بُرا مان گئے''

اے نورِ شوق کے متوالو!......مدینہ کے یہودیوں کا مطالبہ محض عناد اور بُغض کی عکاسی کرتا ہے ان کا کہنا ہے جس طرح

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تجلی باری تعالیٰ کے دیکھنے کے شوق میں گئے اور تختیوں پر تحریر کردہ تورات لے کر آئے اسی طرح حضرت محمد ﷺ آپ بھی آسمان پر جا کر لکھا ہوا قرآن الحکیم لے کر آئیں یہودیوں نے یہ مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے سامنے اعلانیہ طور پر سامنے لاؤ اس کے بعد بھی وہ ایمان نہیں لائے۔ ماضی کے آئینہ میں یہودیوں کے جرائم کی ایک مختصر تاریخ ان کی داستانِ جُرم اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رسول ہونے پر، فرعون کے غرق آب ہونے اور بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے تک کہ جُملہ واقعات کی طرف لطیف اشارات ملتے ہیں جن سے یہ بخوبی واقف ہیں '' آئینہ ان کو دکھایا تو بُرا مان گئے'' کے مصداق اس قوم کی بدقسمتی یہ رہی کہ عذاب میں مُبتلا ہونے کے باوجود نہ ہی سچے دل سے اپنے انبیاء علیہم السلام کو تسلیم کیا بلکہ ان کے حُکم کی نافرمانی کی اور ناحق ان کو قتل کیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ تو بڑی حکمتوں والا ہے

اے اہلِ حُسن و عشق!...... دیکھیے تو سہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کا حُسن سلوک کیا رہا مقام عبرت ہے اُن کی کُھلی نشانیاں اور معجزات کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد اس کے منکر رہے حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان لگایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوئے لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں بچالیا، ان کو آسمان پر اٹھالیا، اللہ تعالیٰ تو بڑی حکمتوں والا ہے۔

قیامت سے قبل نزولِ مسیح کے موقع پر، اہلِ کتاب حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے یہودیوں کے ظالمانہ طرزِ عمل کی بنا پر بہت سی پاکیزہ چیزیں ان پر حرام کردی گئیں۔

جو لوگ اطاعت اللہ، اطاعت رسول اور ایمان کی حیاتِ نو سے منحرف ہو کر سرکشی اپناتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اے صاحبِ آرزو!...... اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے سے روکنا اہلِ یہود کے ہاتھ مشغلہ آگیا، سود لینا، لوگوں کے مال کا ناجائز طریقہ سے اپنانا، فریب دے کر مال ضبط کرلینا ان کا عمل بن گیا۔

ان آیات کی روشنی میں مسلمانوں کے کردار عمل پر غور کیا جائے تو احساس ہوتا ہے ہمارا معاشی اور سیاسی نظام، غرض یہ کہ تمام تر زندگی کا طرزِ عمل یہودیوں کی تاریخ کا ترجمان ہے، جو لوگ اطاعتِ اللہ اور اطاعتِ رسول اور ایمان کی حیاتِ نو سے منحرف ہو کہ سرکشی اور انکار کی روش اپنائے ہوئے ہیں ایسے لوگوں کے لئے گیتی کائنات اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

آخرت پر یقین کامل رکھنے والے اور نیکی کرنے والے اجرِ عظیم کے مُستحق ہیں

اے صاحبِ حُسن و سرور!...... اہلِ علم اور کامل ایمان رکھنے والے اور جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا اس کو صدق دل سے تسلیم کرتے والے، نماز قائم کرنے والے، ادائیگی زکوٰۃ کرنے والے اور آخرت پر یقینِ کامل رکھنے والے اجرِ عظیم کے مستحق ہیں ''ان کی دنیا بھی اچھی اور آخرت بھی اچھی''۔

سورۃ النساء رکوع ۲۲ آیت ۱۵۳ تا ۱۶۲ کا خلاصہ

لا یحب اللّٰہ (۶) سورۃ النساء رکوع ۲۳ آیت ۱۵۳ تا ۱۶۲ کا خلاصہ

Marfat.com

بالآخر یہ سلسلہ نبوّت محمد ﷺ پر ختم کر دیا گیا

اے صاحبِ حسن وعشق!......کیا تمہیں خبر نہیں رسول اللہ ﷺ پر کلام اللہ کا نزول ہوا، وحی کا سلسلہ تمام اَنبیاء پر جاری وساری رہا، ان میں بہت سے رسول وہ ہیں جن کا ذکر کیا گیا اور کچھ وہ بھی ہیں جن کے بیان کا تذکرہ نہیں ہوا، ہر دَور میں نسل انسانی کی بقاء اور احیاء کے لئے اصلاح وصلاح تربیت کا سلسلہ قائم رہا، مسلمان تو درحقیقت ہر نبی، رسول کو سچا اور برحق مانتا ہے اور وحی کو تسلیم کرتا ہے جو لوگ اَنبیاء کا انکار کرتے ہیں، اللّٰہ تعالیٰ نے راہِ مستقیم پر چلنے کے لئے کسی پر جبر نہیں کیا، یہ راستہ کُفر کا جنہوں نے اختیار کر رکھا ہے وہ گمراہی کی تاریکی میں ڈوب گئے یہ غلط راہ سمت ہے اور حرفِ غلط کی طرح غلط ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بات سنو، مانو اور عمل کرو،

اسی میں تمہاری کامیابی مُضمر ہے

اے راہِ حق کے طلب گارو!......حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں صحیح راستہ بتانے کے لئے جلوہ فگن ہوئے ہیں اُن پر ایمان لاؤ، رسول اللہ ﷺ کی بات سنو، مانو اور عمل کرو، اِس میں تمہاری کامیابی اور کامرانی مُضمر ہے اگر خاتم الانبیاء ﷺ کے بتائے ہوئے نظامِ زندگی سے راہِ فرار اختیار کرو گے اور باطل وکفر کے نظامِ حیات کو اپناؤ گے اس میں تمہارا اپنا خسارہ ہے اللہ تعالیٰ کا تو کچھ نقصان نہیں۔

اے صاحبِ حسن وسرور!......دین کی باتوں میں حد سے بڑھ جانے کی ضرورت نہیں! رَبِّ جَلیل کی شان میں وہ بات کہی جائے جو تمہیں رسول تعلیم دیں باقی تمام باتیں تمہارے خیالات کی اختراع ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم ہیں، وہ باری تعالیٰ کا ایک حُکم ہے جو حضرت مریم علیہا السلام کی طرف سے آیا، عیسیٰ مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کلمہ ''کُــن'' سے معرضِ وجود میں آئے اللہ تعالیٰ کے سب رسولوں پر ایمان لاؤ ''عقیدۂ تثلیث'' کے قائل مت بنو، اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک مت کرو وہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کی صفت یہ ہے کہ وہ تنہا ہے عبادت کے لائق ہے اس کی کوئی اولاد نہیں، ارض وسماء اس کا ہے ہر شے پر اللہ تعالیٰ کا اختیار کُلی ہے۔

''ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیان''

اے صاحبِ آرزو!......نہ تو مسیح ابن مریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے بندہ ہونے میں عار ہے اور نہ مُقرب فرشتے اللہ تعالیٰ کی بندگی کے مُنکر ہیں بلکہ فرشتے بھی اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کی جائے مرزا اسد اللہ خان غالبؔ کے مصداق، ''ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں'' جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بندگی سے جی چُراتے ہیں کیا انہیں علم نہیں کہ ایک دن تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے یہاں اکٹھا ہونا ہے ان میں سے جو لوگ اہلِ ایمان ہیں احسن کام کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تکمیل میں جبینِ نیاز کو جُھکاتے ہیں اطاعت باری تعالیٰ میں خلوصِ دل سے عمل کرنے کو باعث سعادت سمجھتے ہیں اللہ کے انعامات اور اکرامات کے مستحق ہیں اجرِ عظیم اُن کا مقدّر ہے سکونِ قلب اور طمانیتِ قلب کی دائمی

Marfat.com

زندگی ان کا اعجاز ہے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی نہ ماننے والے، دُکھ پانے والے، دائمی عذاب میں مُبتلا کئے جائیں گے اور ان کو اس نارِ جہنم سے نجات دینے والا کوئی نہیں ہوگا۔

اے نورِ شوق کے متوالو!...... یورپ کے کلیساؤں میں اذان کے بجائے مغربی تہذیب اور یہود کے طرزِ معاشرت کو اپناتے رہے ہو، یہ عصر جدید کی رنگین مزاج تتلی اور "چشمِ آہو" رکھے ہوئے نوخیز دوشیزہ اور یہ صنم خانہ کے مخمور اور مست بھورے، تمہاری تہذیب پر خنجر پھینک رہے ہیں، قرآن کی تعلیمات کا تمسخرانہ مذاق اُڑا رہے ہیں، اور تم ہو کہ بے خبر ہو، بقول شاعر ع

خبر تحیّر عشق سُن، نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ وہ میں رہا، نہ تو رہا جو رہی سو بے خبری رہی

اے صاحبو!...... تمہارے پاس ربّ کی طرف سے روشن کتاب، کتاب حکمت و دانائی آ گئی ہے وہ سورج کی طرح روشن روشن اور چاند کی طرح آب و تاب روشن ہے اس میں ہر اچھی اور بُری بات اور فکر عمل صاف صاف واضح ہے۔

یہ کتاب رُشد و ہدایت قرآن مجید ہے جن لوگوں میں بصیرت و بصارت ہے اور جن کی آنکھ میں دیکھنے کی صلاحیت ہے وہ اس "نورِ مُبین" کی سچّی باتیں صاف طور پر دیکھ لیتے ہیں "آنکھ کافی نہیں ہے نظر چاہئے" کے مصداق وہ اس کو سمجھ کر جان کر اُن اُمور کو اپنی زندگی میں حرزِ جان بنا لیتے ہیں جو لوگ حق و باطل میں امتیاز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، اُن کی آنکھوں میں پردہ پڑ گیا ہے قرآن مجید کو اپنی زندگی کا دستورِ حیات بنانے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو سیدھی راہ دکھائے گا۔

جو بات اللہ، اور رسول اللہ ﷺ کے حُکم سے طے ہو جائے،
انہیں قبول کرنا ہی میں بہترین طریق عمل ہے۔

اے صاحبِ حُسن وسُرور!...... لوگوں نے میراث کے بارے میں جو سوال کیا اس میں ایک سوال کلالہ کے بارے میں بھی تھا، اگر میت کے والد ہو نہ فرزند مگر سگے ربھائی ریا سوتیلے بھائی، بہن ہوں تو اُنہیں کس طرح حصّہ ملے گا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اگر میت کا وارث بہن بھائی کے علاوہ کوئی اور نہ ہو تو میراث کی تقسیم کا طریقہ یوں ہوگا۔

(۱)...... اگر وارث کی صرف ایک بہن ہے تو اس انتقال کرنے والے بھائی کے مال سے نصف حصّہ ہوگا۔ گویا بہن کا حصّہ جب والد اور کوئی اولاد نہ ہو بیٹی کے مساوی ہے۔

(۲)...... اگر بہن انتقال کر گئی اور وارث صرف بھائی ہے تو اس بھائی کو بہن کا تمام مل جائے گا۔

(۳)...... اگر بھائی نے دو یا دو سے زائد بہنیں چھوڑی ہیں تو ان دونوں کو دو تہائی ملے گا۔

(۴)...... اگر کئی بھائی بہن ملے جُلے مخلوط وارث ہیں تو تمام تر مال ان میں اس طرح منقسم ہوگا کہ مرد کا ایک حصّہ اور عورت کا نصف حصّہ، یہ تمام تر اُمور تمہیں گمراہی سے محفوظ رکھنے اور راہِ ہدایت پانے کے لئے حق تعالیٰ سُبحانہٗ وتعالیٰ نے

Marfat.com

ارشاد کردیئے ہیں، جو بات اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے طے ہوجائے اسے قبول کرنا ہی بہترین طریق عمل ہے۔

سورۃ النساء کے اہم نکات پر ایک تجزیاتی اور مطالعاتی نظر:

سورۃ النساء کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر ڈالی جائے تو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ یہ سورۃ مُبارکہ اصلاحات پر مبنی اسلامی تعلیمات اسلامی طرزِ معاشرت اور طرزِ زندگی کی اصل ترجمان ہے، جس میں عورتوں کے بارے میں خصوصاً تعلیم نسواں، آدابِ نسواں اور حقوق نسواں کی تعلیم وتربیت کے اہم پہلوؤں کو اُجاگر کیا گیا ہے اس میں خاندانی زندگی کی تشکیل نو، حیات کی اساس کا تذکرہ ہے۔ قرآن کی تعلیمات نے عیاں طور پر بتادیا ہے کہ وہ یتیم بچوں بچیوں اور بیواؤں کے ساتھ بہ طریق احسن پیش آئیں۔ ان کے حقوق کی ادائیگی کریں اور اُن کے مال ومتاع کی نگہداشت حق وصداقت کے اصول پر کریں قرآن نے پہلی بار یہ مژدہ نو دیا کہ مرد کے حقوق عورت پر اور عورت کے حقوق مرد پر ہیں۔ بتایا گیا کہ قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی کو شعائرِ زندگی بناؤ، صلہ رحمی اختیار کرو، زیرِ کفالت یتیموں کے ساتھ حُسن سلوک اور برتاؤ اچھا رکھو۔

اسلام نے عورت کا حق نہ صرف یہ کہ مقرر کیا بلکہ معاشرے میں پرعظمت مقام دلوایا، میراث کی تقسیم پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انتقال کرنے والوں کے مال میں سب حق داروں کا حصہ رترکہ مقرر کیا، بتایا گیا ہے کہ تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے ورثے زبردستی لے بیٹھو، پارہ ششم کی ابتدائی آیات میں مسلمانوں کو ایک اعلیٰ اور رافع اخلاق تعلیمات کا درس دیا گیا ہے جہاں تک نیکی کا معاملہ ہے اس کو عیاں کرنے اور پوشیدہ رکھنے کا ہر فردو بشر کو اختیار ہے اہل کتاب کا یہ دعوٰی کہ ہم کو عذاب نہیں ہوگا ہمارے رسول بچالیں گے یہ ان کا فریبِ نظر ہے۔ محمد ﷺ کو تا قیامت خاتم الانبیاء بنا کر ارسل کیا گیا ہے تمام اَنبیاء کا دین ایک ہے ایمان کے تقاضے کی تکمیل کا انحصار ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت پر ہے۔ دعوتِ حق، ایمان، ایقان کا اعلان حضور اکرم ﷺ کی رسالت کا اقرار ہے۔ اہلِ کتاب اور خاص طور پر یہودیوں کے غلط عقاید، غلط تصورات کی تردید ہورہی ہے۔ اجر وثواب کے مستحق جن کا ایمان صحیح تمام باطل سے پاک ہے رَبّ کی طرف سے ہدایت نامہ آگیا ہے۔

Marfat.com

عذر ہائے من پذیر

سورۃ المائدہ پارہ (۶) لَا یُحِبُّ اللّٰہُ کے مطالعہ مضامین کی روشنی میں آیت ۱ تا ۸۲

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ

اے ایمان والو! عہد و پیاں کو پورا کرو

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جو حکم دیا ہے

اس کی دل و جان سے تکمیل اور تعمیل کی جائے!

اے راہِ حق کے طلب گارو!...... اقرار کلمہ کے بعد اس کے عہد و پیان کو اپنی ساری زندگی میں پورا کرنے کا عزم کرو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو حکم دیا ہے اس کی دل و جان سے تکمیل اور تعمیل کی جائے، مویشی اور چوپائے حلال کر دیئے گئے، حالتِ احرام میں خواہ حج کا ہو یا عمرے کا شکار کی اجازت نہیں ہے حرمت والے مہینوں میں جنگ اور قتال سے اجتناب کرو حرم میں قربانی کے لائے ہوئے جانور یا جن کے گلے میں بطور نشان/علامت پٹہ ڈال دیا جاتا ہے ان کی حُرمت اور تقدس کا خیال رکھو۔

نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے کی معاونت کرو!

اے صاحبِ آرزو!...... نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی معاونت کرو معصیت کے کاموں میں ہرگز تعاون مت کرو نظام عالم کی اساسی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لئے انسان کا انسان کو مددگار اور ہمدرد ہونا چاہئے، ظلم اور جبر کے کاموں میں تعاون کرنے اور حمایت کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ معاشرے کو ظلم سے پاک کیا جائے آج بھی کائنات گیتی میں امن قائم ہو سکتا ہے ظلم مٹایا جا سکتا ہے لیکن یہاں تو احوال کی صورت یہ ہے کہ ''انسان کی آنکھ خشک ہوگئی انسان کے ظلم سے، ظلم اور زیادتی میں ایک دوسرے کے شریک نہ بنو، یہ ایک اہم اصول ہے جو بتایا گیا ہے ہر مسلمان قدم قدم پر اس سے رہنمائی پا سکتا ہے، اے کاش! مسلمان اس اصول عمل کو اپنا ئیں۔

اے طالبِ حُسن و سرور!...... تم پر حرام کیا گیا مردار، خون اور سوّر کا گوشت اور ایسا جانور جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۲ پارہ سیقول ۲ میں وضاحت کی گئی ہے ارشاد ربانی ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُھِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ

تم پر مردہ اور بہتا ہوا خون اور سوّر کا گوشت اور ہر وہ شے جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا نام لیا گیا ہو حرام کر دی گئی

سوّر کا گوشت حرام یوں ہے کہ یہ بے غیرتی اور بے حیائی میں بدترین ہے ایسا جانور بھی کھانا حرام ہے جسے گلا گھونٹ کر

ہلاک کیا گیا ہو یا کسی چیز میں اُلجھ کر دم نکل جائے، زمانۂ جاہلیت میں ایسے جانوروں کو کھالیا جاتا تھا شریعت نے اس سے منع کیا ہے وہ جانور بھی حرام ہیں جو اُستھان آستانے پر ذبح کئے گئے ہوں یہ اُستھان کعبۃ اللہ کے گرد بتوں کی جگہیں تھیں جہاں ان کے نام کی قربانی دی جاتی تھی، اسلام نے اسے حرام قرار دیا ہے، قبروں سے احوال قسمت دریافت کیا جانا اور فال معلوم کیا جانا یہ سب گناہ کے کام ہیں۔

''باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم''

اے راہِ حق کے طلب گارو!......آج کے دن کافروں کی اُمیدیں، نا اُمیدی میں تبدیل ہوگئی ہیں وہ تمہارے دین کو ختم کرنے سے قطعی مایوس ہوگئے ہیں سواب ان سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں حجۃ الوداع کے موقع پر اس دین کی تکمیل کی بشارت ہوگئی، مسلمانوں کو حکم ملا، کُفر و باطل سے ڈرنے کی ضرورت نہیں اب تمہارا دین اسلام ہے یہ نعمت تم پر پوری کردی گئی اس نعمت کے رقم رملنے پر یہ کہنا مناسب ہے ''باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم''۔ اقبال

(تمام چیزیں پاک کردی گئیں) ہر حلال طیّب ہے اور حرام خبیث!

تمام پاک چیزیں حلال کردی گئیں، ہر حلال طیب ہے اور ہر حرام خبیث یاد رکھئے وہ جانور جو اللہ کے نام پر بھی مختص کردیا جائے جو ذبحہ کے وقت اس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے تو نہ صرف حرام ہے یوں کہئے کہ یہ تو قطعی طور پر شرک ہے، اہلِ کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ اُن کے لئے حلال ہے۔

اے صاحبِ عشق وسرور!......اہلِ کتاب کی ایماندار باعفت، اور پاک دامن عورتیں مسلمانوں پر حلال قرار دی گئیں ہیں انہیں حق مہر ادا کرکے باقاعدہ نکاح کرو، زنا سے بچو، خفیہ آشنائی عورتوں سے مت کرو، مخفی رپوشیدہ بدکاری سے اجتناب کرو، دورِ جدید کے ترقی یافتہ معاشرہ میں اہلِ کتاب کی عورتوں میں پاکدامنی مفقود ہے جو ایمان کے ساتھ کُفر کرے اُس کے عمل اکارت گئے، ایسی عورتوں سے نکاح کرنے میں ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ لاحق ہو تو بہت ہی گھاٹے کا سودا ہے آج کل کی صورت حال تو یہ ہے یہود و نصاریٰ ویسے ہی اپنے دین سے بے خبر بے نیاز اور باغی ہیں۔

قلب کا طاہر ہونا لازم ہے ایمان کی روشنی کی بقاکے لئے!

اے اہلِ آرزو!......کُفر اور آخرت کی رُسوائی سے بچنے کے لئے پاکیزگی لازم ہے کُفر کو تو دل کی نجاست اور آلودگی کا نام دیا گیا ہے ہر معصیت گُناہ قلب کو آلودگی میں ملوث کردیتا ہے جب آلودگی کی حد چھو لے تو دلِ حزیں کی طہارت کے لئے بدن کو پاک رکھا جائے باری تعالیٰ کے ساتھ ربط و عبادت برقرار رکھا جائے ہر حال میں فرائض کرترک کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے اب تکمیل فرائض کے لئے جسم کا پاک ہونا اور قلب کا طاہر ہونا لازم ہے ایمان کی روشنی کی بقاء کے لئے، نماز ضروری ہے اور نماز کے لئے طہارت[1] اور وضو شرط اوّل ہے، نماز کے لئے اپنے چہرے دھولیا کرو بازو اور

[1]......حالتِ جنابت، احتلام، بیوی سے مراجعت رہم بستری، حیض اور نفاس کا خون بند ہوجائے تو پاکیزگی یعنی غسل کیا جائے۔

کہنیوں تک دھویا کرو، سر کا مسح کرو، ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ، طہارت کے لئے پانی میسّر نہ ہو تو تیمّم کرو، تیمّم کا ذکر سورۃ النساء آیت ۴۳ پارہ وَالْمُحْصَنٰتُ (۵) میں ارشادِ ربی ہے:

اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ

''اور جس نے عورتوں سے مباشرت رصحبت کی ہو اور تمہیں پانی میسّر نہ آئے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اپنے چہرے اور ہاتھ پر ملو''

ایک سفر میں مقام بیدا پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار کھو گیا جس کی تلاش میں رُکے رہنا پڑا نماز فجر کے لئے لوگوں کے لئے پانی نہ تھا، باوجود تلاش کے پانی میسّر نہ ہو سکا اس موقع پر آیتِ مبارکہ کا نزول ہوا جس میں تیمّم کی اجازت دی گئی۔ حضرت اسید بن حضیر ﷛ نے آیت مبارکہ سن کر کہا ''اے آل ابو بکر تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے برکتیں عطا کی ہیں اور یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے تم لوگوں کے لئے سراپا برکت ہو'' (بحوالہ صحیح بخاری شریف تفسیر سورۃ المائدہ)

اللہ تعالیٰ کے شکر کی توفیق بھی خود انعام باری تعالیٰ ہے

اے راہِ حق کے طالبو! تم پر اللہ تعالیٰ کی جو رحمتیں نازل ہوئیں ہیں انہیں یاد رکھو، تعمیل احکامات کے لئے عہد و پیمان پر قائم اور دائم رہو، اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید سے واقف کار ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو شکر کی توفیق بھی خود انعام اللہ ﷻ میں سے ہے جس نے اللہ کے انعام کو پالیا اس کا کیا کہنا۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ

اے صاحبِ ایمان!...... اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر حق پر ڈٹے رہو، سلامتی اور عدل کے ساتھ شہادت دینے والا بن جاؤ، کوئی کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسری قوم تمہیں دشمنی اور عداوت پر اُکسائے۔ آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کے نگاہِ کرم میں عادلانہ شہادت کی کیا افادیت ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر ﷛ کہتے ہیں کہ میرے ابا حضور نے مجھے عطیہ دیا تو میری امّی نے کہا کہ اس عطیہ پر جب تک محمد ﷺ کو گواہ نہیں بنائیں گے تو میں راضی نہیں ہوں گی میرے ابو اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ ''تم نے اپنی اولاد کو اس طرح عطیہ دیا'' انہوں نے نفی میں جواب دیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اللہ سے ڈرو! اور اولاد کے درمیان انصاف کیا کرو'' اور پھر فرمایا ''میں ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا'' (بحوالہ صحیح بخاری و مسلم کتاب الھبۃ)

اے صاحبِ آرزو!...... تقویٰ اپناؤ یہی مقصد اور مقصدِ زندگی ہے اپنا قلبی لگاؤ اور قلبی ربط حق تعالیٰ کے ساتھ اس پختگی سے استوار کرو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت دل میں راسخ ہو جائے عدل کیا کرو جو تقویٰ کے قریب تر ہے جس نے راہِ کفر اپنایا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی، تو ایسے لوگوں کو نارِ جہنم میں رہنا ہوگا، انصاف کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑو چنانچہ آیت ۹ سورۃ رحمٰن پارہ ۲۷ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝

اور انصاف کے ساتھ ترازو رمیزان کو ٹھیک رکھو اور تول میں تخفیف رکمی نہ کرو

Marfat.com

اے صاحبِ حُسنِ آرزو!...... اللہ ﷻ کے احسانات کو یاد رکھو، تم قدرے کمزور تھے، اہلِ قریش نے، اہلِ یہود نے، اور کُفار نے کوئی دقیقہ فراموش نہیں کیا کہ تمہیں نیست و نابود کر دیا جائے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ سب کو نامرادی اور ناکامی سے دوچار ہونا پڑا تمہیں غلبہ اور طاقت نصیب ہوئی اللہ تعالیٰ پر توکل کرو یہی تو مؤمن کی شان ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ میثاقِ عہد کر کے عہد شکنی نہایت ہی بڑا جُرم ہے

اے راہِ حق کے طلب گارو!...... بنی اسرائیل سے میثاقِ عہد لیا گیا، جس کی تکمیل میں وہ ناکام ہوئے اور مسلمانوں کو لطیف انداز میں بتایا جا رہا ہے بنی اسرائیل کی طرح عہد و پیمان کو توڑنا شروع نہ کر دینا، کیونکہ بنی اسرائیل نے حقیقتِ حال سے واقف ہوتے ہوئے اس کے برعکس عمل پیرا ہوئے۔ اگر مسلمان بھی اپنی زندگی میں عہد شکنی کریں گے تو مسلمان بھی اس انجام سے نہ بچ سکیں گے، بنی اسرائیل کی تاریخ بتا رہی ہے اُن کے بارہ قبیلے تھے اللہ تعالیٰ نے ہر قبیلہ پر ان کے حالات پر نظر رکھنے کی خاطر نگراں مقرّر کیے تا کہ بے دینی اور اخلاقی بے راہ روی سے روکا جائے اور میثاق یہ لیا کہ "میں تمہارا مددگار رہوں بشرطیکہ تم نماز باقاعدگی سے پڑھتے رہو اور ادائیگی زکوٰۃ کرتے رہو، میرے رسولوں پر ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلانے کی کوشش میں منہمک رہو، اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال صرف کرو گویا قرض حسنہ دیتے رہو اور جو ان باتوں پر عمل پیرا نہ ہوگا وہ راہِ ہدایت سے دُور ہوتا جائے گا اللہ تعالیٰ کے ساتھ میثاق عہد کر کے عہد شکنی کرنا نہایت ہی بڑا جُرم ہے۔

اب تو مسلمان بھی اس جُرم کا ارتکاب کر رہے ہیں اپنی خواہشات کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں نہ پاس اطاعت ہے اور نہ وعدہ نبھانے کی فکر و جستجو، ذوقِ عمل بدل گیا، عقل گُم کردہ، منزل کی تلاش میں ہے۔ جس طرح یہودیوں نے توراۃ میں تحریف کر لیا، اہلِ نصاریٰ نے بھی انجیل کے احکامات کو طاقِ نسیاں سمجھ لیا اور بُھلا دیا اللہ تعالیٰ نے اُن پر لعنت کی اور ان کے قلب سخت ہو گئے حالانکہ اہلِ کتاب کو بشارت دی گئی تھی خاتم الانبیاء جب جلوہ فگن ہوں تو اُن پر ایمان لانا اور اُن کی معاونت کرنا، اُن کی ستم ظریفی تو دیکھئے انہوں نے اپنی کتاب میں اس بات کا نام و نشان ہی مٹا دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات میں اختلافِ رائے ہونے لگا اور اس قدر شدت سے بڑھا کہ یہ ایک دوسرے کے عدو ہو گئے باہم جنگ آزما ہوئے اتفاق، اتحاد یکجہتی اور میل ملاپ کے جو رہنما اصول کتاب اللہ میں تھے اُن کو فراموش کر دیا اور گُمراہ ہو گئے۔

قرآن کتاب "ھدی للناس" ہے اس سے نورِ حق کی لطافت پاؤ
اطاعت اللہ، اطاعت رسول ﷺ پر عمل پیرا رہو۔

قرآن مجید جو کتاب "ھدی للناس" ہے اس سے نورِ حق کی لطافت پاؤ اور اطاعت اللہ اور اطاعت رسول ﷺ کی تکمیل میں اپنی "حیات نو" کو سنوار لو۔ یہی عالمِ رنگ و بو میں کامیابی کی دلیل ہے۔

عیسائیوں کے ایک گروہ نے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو "ابن اللہ" اور تین خداؤں میں ایک ہونے کے غلط عقیدے

Marfat.com

پر زور دیا، انہوں نے شانِ باری تعالیٰ اور اس کی عظمت کو سمجھا ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ جس کو چاہے معاف کرے اور جس کو چاہے عذاب دے

عیسائی ایک اور عقیدہ باطل لئے ہوئے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں تو دنیا میں اپنے معصیت کے سبب عذاب میں کیوں مبتلا ہیں، کبھی وبائی مرض طاعون انہیں آگھیر لیتا ہے اور ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا مالک کل ہے اللہ تعالیٰ کے محبوب تو وہ ہیں جو صالح عمل کرتے ہیں اور گناہ سے بچتے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، انہیں کوئی خوف و حزن نہیں۔

یہ نویدِ مسرت ہے کہ برائی کا ارتکاب کرنے والوں کو عذاب سے خبردار کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ جلوہ فگن ہوئے ہیں۔

ع　وہ دانائے سبل ختم رُسل مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا　اقبالؔ

تم کو وہ کچھ دیا جو کسی کو عطا نہیں ہوا!

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو نوید دی کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور اکرامات کو پایا کرو اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تذکرہ کرو اکثر بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے ہیں جن کو بادشاہت عطا ہوئی اور انعام ملا سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر ختم ہوا بنی آخر ختم الانبیاء حضرت محمد ﷺ بنی اسماعیل سے ہوئے۔ بنی اسرائیل کو انعام سے نوازا گیا من وسلویٰ کا اُترنا، اور آنا، فرعون سے نجات پانے کے لئے دریاؤں میں راستہ بنا دینا، گویا اپنے زمانے میں یہ قوم فضیلت کے مقام پر فائز محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت اور رسالت کے بعد یہ اعزاز اور فضیلت اُمت محمدیہ کو ملا، چنانچہ آیت ١١٠ سورہ آل عمران پارہ لَنْ تَنَالُوْا (٤) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

تم بہترین اُمت ہو جسے نوعِ انسانی کی بھلائی ر راہنمائی کے لئے بنایا گیا ہے جو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور حق تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ اہل کتاب جس منصبِ امامت پر متمکن رہے ہر پہلو سے وہ اس کے لئے نا اہل قرار پائے اور اُمت مسلمہ کو نوید دی جا رہی ہے کہ وہ منصبِ امامت پر فائز رہے۔

ہابیل اور قابیل کے واقعہ سے سبق سیکھو! ہابیل کا قتل درسِ عبرت ہے

اے صاحب حسن و عشق!...... کسی بے گناہ کو اپنی خواہش نفس کی تکمیل کی خاطر قتل کرنا اور ملک میں فساد برپا کرنا بہت عظیم گناہ ہے ہابیل اور قابیل کے واقعہ سے سبق سیکھو، ہابیل کا قتل درسِ عبرت ہے قابیل نے اپنی خواہش نفس میں اندھا ہو کر ہابیل کو قتل کر دیا۔

Marfat.com

حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے "دوگناہ ایسے ہیں جن کا بدلہ آخرت سے پہلے دنیا میں ملتا ہے ایک تو کسی کا حق مارنا، دوسرے رشتہ داروں کو ستانا اور قطع رحمی کرنا۔" گیتی کائنات میں بنی نوع انسان کی بقا اور حقوق العباد کا دارومدار اس بات میں مضمر ہے کہ ہرایک نے بشر کا تقدس برقرار رکھا اور اسی زندگی کی دوام اور بقاء کے تحفظ کی خاطر ایک دوسرے کی معاونت کی جائے بقول حالی:

یہی ہے عبادت یہی دین وایمان

کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں　　مسدس حالی

جو شخص کسی کی جان لیتا ہے وہ صرف ایک فردِ واحد پر ہی ظلم کا ارتکاب نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی خواہشِ نفس کی تکمیل سے یہ ثابت کرتا ہے اُس کا دلِ حزیں اپنے ابنائے نوع کی شفقت و ہمدردی سے یکسر خالی ہے چنانچہ وہ تمام انسانیت کا عدو ودشمن ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر یہ حکم تحریر کردیا تھا کہ بلاوجہ، اور عدالت کے فیصلے کے بغیر ارتکاب قتل، سارے انسانوں کو قتل کرنے کے مترادف ہے یہ توروش دنیا ہے کہ ایک کے دیکھا دیکھی دوسرے کو ہلاک کردیا جائے۔ بے گناہ کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

اے راہِ حق کے طالبو!...... جس نے کسی ایک آدمی کو زندگی بخشی یعنی زندہ رہنے دیا گویا غضب اور ناراضگی کے باوجود اسے قتل نہ کیا جائے یا شرف حاصل کرے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اُمّت خیر ہونے کا اعزاز اور اکرام برقرار رکھے۔

تورات کی کتاب گنتی باب ۱۳ اور ۱۴ میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دشتِ فاران میں بنی اسرائیل کو اس علاقے کے کسی شہر پر حملہ کے لئے اُبھارا جو بارہ سردار پر مشتمل تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو فلسطین، شام کے حالات دریافت کرنے کے لئے روانہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہاں کے لوگ بڑے طاقت ور اور توانا ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو مقدس سرزمین (مراد کنعان کا علاقہ ہے) (بحوالہ تفسیر تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحی) میں داخل ہونے کو کہا اور ربّ تعالیٰ کی طرف سے نویدِ بشارت سُنائی لیکن اس کے باوجود بنی اسرائیل عمالقہ سے جنگ کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔ (بحوالہ ابن کثیر) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے جہاد کرنے کی تلقین کی اور اس کو فتح کرنے کا حکم دیا، اور اُس پر قبضہ کرنے کو کہا لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، اور جہاد سے اعراض کیا[1] اور خسارے میں جا پڑے، بنی اسرائیل نے بزدلی اور سرکشی کا مظاہرہ کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا "تم اور تمہارے ربّ ہی جاکر لڑائی کرو ہم تو ایسے بیٹھے ہوئے ہیں" آخرکار اللہ تعالیٰ نے اُن پر غضب نازل کیا اور ارشادِ باری تعالیٰ ہوا کہ یہ ان کا اپنا فیصلہ ہے، سو بطورِ سزا، انہیں چالیس سال اس جگہ گزارنے ہوں گے گویا جہاد سے اعراض اور انکار سے چالیس برس تک نظر بند ہوگئے ایک طرف تو موسیٰ علیہ السلام کی قوم تھی جس نے جہاد سے انکار کیا، اس کے برعکس جنگ غزوۂ بدر پر محمد رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے آراء طلب کیں، تو باوجود وسائل کی کمیابی اور قلت تعداد کے جہاد میں شریک ہونے کا پُرعزم ارادہ کیا اور یہ کہا کہ "یارسول اللہ (ﷺ)! ہم آپ کو اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح قومِ موسیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا" (بحوالہ صحیح البخاری کتاب المغازی

[1]...... یہ میدان "تیہ" کہلایا جاتا ہے جس میں چالیس برس یہ قوم اپنی سرکشی اور اعراض جہاد سے پریشان حال رہی۔

Marfat.com

والتفسیر) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا گیا اِن فاسقوں کے بارے میں کبیدہ خاطر ملول ہونے کی ضرورت نہیں تبلیغ اور دین کی دعوت دینے کے بعد آپ علیہ السلام عند اللہ بری الذمہ ہو۔

دَرِ توبہ کُھلا ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے

اے راہِ حق کے طالبو!...... کسی نے کسی ظالم سے کسی مظلوم کو قتل ہونے سے بچایا، حقیقت تو یہ ہے کہ اس نے تمام انسانوں کو زندگی عطا کی یہ قصہ یہاں پر مذکور ہوا اس کا سبب اور ایک ماحصل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے دورِ رسالت میں یہودیوں کو اُن کی اس سازش پر، پُر حکمت انداز میں خبر کرنا تھا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ اور اُن کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو قتل کرنے کی سازش کی ترکیب ترتیب دی تھی، ان یہودیوں میں قابیل جیسی صفتِ بد کے آثار پائے جاتے تھے اس لئے باری تعالیٰ نے اُن کو قتلِ نفس سے محفوظ رہنے کی سخت وعید اور تاکید کی ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ کرتے ہیں اور گیتی کائنات میں فساد پھیلاتے ہیں یا اسلامی تعلیمات اور اسلامی آئین کے خلاف فتنہ فساد کے مرتکب ہوتے ہیں اور اسلامی حکومت میں امن وآشتی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ اُن کو قتل کیا جائے اُن کو تختہ دار پر لٹکایا جائے یہ ذِلّت وتذلیل دنیا میں اُن کے لئے مقدر رہے اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کا المناک عذاب اُن کے لئے ہے۔

جو لوگ احساس ندامت کو اپناتے ہوئے توبہ کرنے کا رویہ اختیار کریں، درِ توبہ کُھلا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے والا اور معاف کرنے والا ہے اور مہربان ہے۔

ایسے اعمالِ حسنہ کو اپناؤ جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مل جائے

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی خوشنودی پانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا قرب اور پکا وسیلہ اور رضا تک پہنچنے کی راہِ عمل اختیار کرنی چاہئے گویا اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ کے متلاشی رہو ایسے اعمالِ حسنہ کو اپنایا جائے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مل جائے۔ سورۃ الفجر پارہ ۳۰ عَمَّ آیت ۲۸ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ

چل اپنے اللہ تعالیٰ کی طرف تو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی

نویدِ مسرّت جنت پانے والوں کو براہِ راست اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملے گی

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ نوید بشارت جنت پانے والوں کو براہِ راست اللہ جل جلالہٗ کی جانب سے ملے گی حدیثِ مُبارکہ میں مقامِ محمود کو بھی وسیلہ کہا گیا ہے جو بہشت میں اللہ کے رسول ﷺ کو عطا کیا جائے گا رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے جو اذان کے بعد میرے لئے دعا وسیلہ "اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ" کرے وہ میری شفاعت کا مستحق ہوگا۔ (صحیح بخاری کتاب الاذن، صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ)

Marfat.com

اے صاحبِ آرزو!...... ذرا سوچو تو سہی جس کا عمل اور راہِ عمل کُفر پر مبنی ہو اور دنیاوی زندگی کا لائحہ عمل نظریاتِ کُفر پر مبنی ہو وہ یوم قیامت اللہ تعالیٰ کی سزا سے بچ نہیں سکتا اس کے لئے دائمی عذاب ہے۔

از روئے قانون عورت اور مرد برابر ہیں

اگر مرد چوری کرے یا عورت چوری کی مُرتکب ہو جائے اور ثبوت باہم مل جائے تو اُن کے ہاتھ ایک بار میں ایک ساتھ کاٹ دیئے جائیں یہ اُن کے کرتوت عمل کی سزا ہے اور مقامِ عبرت بھی، تاکہ دوسرے نصیحت پائیں حضور اکرام ﷺ کے فرمان کے مطابق پہلی مرتبہ چوری پر سیدھا ہاتھ قلم کیا جائے گا البتہ ترکاری، پھل کی چوری میں کھانے اور پرندے اور کم تر چیزوں کی چوری میں ہاتھ قلم نہیں کیا جائے گا اس سزا میں حکمت راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قوت اور غلبہ سب پر عیاں ہو اور چور کو ایسی سزا ملے کہ دیگر لوگ لرز لرز جائیں اور غلط کام سے اجتناب برتیں۔

اے صاحبِ آروزئے حق!...... کتنا اچھا ہو اگر مملکت پاکستان میں اسلام کی یہ تعزیرات کو نافذ العمل کیا جائے اور عرصہ قلیل میں پاکستانی معاشرہ کے حالات میں یکسر تبدیلی آسکتی ہے اور جرائم سے نجات عین ممکن ہو سکتی ہے۔

دَرِ توبہ پھر بھی کُھلا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا قُرب اور رضا حاصل کرنے کے لئے اور اُخروی ذلت سے بچنے کے لئے اگر عاصی نے اپنے گناہوں، معصیت سے توبہ کر لی اور اصلاح کی طرف راہِ حق اختیار کی تو ربِّ جلیل یقیناً توبہ مبرور فرماتا ہے اور بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اے نورِ شوق کے متوالو!...... کیا تم کو خبر نہیں ارض وسما کا اصل مالک ومختار اللہ تعالیٰ ہی ہے جسے چاہے عذاب سے دوچار کرے اور جسے چاہے سزا دے اور جسے چاہے معاف کر دے اگر کوئی کم نصیب سعادتِ توبہ ہی سے محروم رہا اپنے ساتھ خود زیادتی کی، حالتِ کُفر پر موت نے دستک دی تو ہمیشہ جہنم اس کا مقدّر رہے۔

رسول اللہ ﷺ کو اہلِ کُفر وشرک کے ایمان لانے پر اور ہدایت کی راہ نہ پانے پر جو حزن وملال ہوا اس پر حق تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو غم رنج وملال نہ کرنے کی تلقین کر رہا ہے اُن لوگوں کی بداعمالی اور تسلسل کے ساتھ بدکرداری اور کرتوت کے سبب اُن کے دل اصلاحِ نفس کے قابل ہی نہیں اب ان کا مداوا ناممکن ہے۔

فیصلہ حق وانصاف کے مطابق کیا جائے گا

یہودیوں کی روش کا عالم تو یہ ہے کہ لگائی بُجھائی کرتے اور جاسوسی کرنے والے ہیں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آتے ہیں باتیں سنتے ہیں اور بیان کچھ اور کرتے ہیں اور اپنے مقدمات حضور اکرم ﷺ کے پاس لاتے تھے اللہ تعالیٰ نے حُکم دیا اے حبیب ﷺ! آپ کو اختیار ہے ان کا فیصلہ کریں یا اُنہیں ٹال دیں آپ ﷺ کو اختیار ہے فیصلہ حق وانصاف کے مطابق کیا جائے، کسی کی خاطر معصوم پر گراں گذرتا ہے تو گراں گذرے یہ لوگ بھی عجیب ہیں نہ ان کا ایمان توراۃ پر ہے اور نہ قرآنِ حکیم پر انہوں نے دین کو مشغلہ سمجھ لیا ہے۔

لایحب اللہ (٦) سورۃ المائدہ رکوع ٦ آیت ٣٥ تا ٤٢/ کا خلاصہ

لایحب اللہ (٦) سورۃ المائدہ رکوع ٦ آیت ٣٥ تا ٤٣/ کا خلاصہ

Marfat.com

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کے مطابق فیصلے سے انکار کریں وہی کافر، بدکار اور فاسق ہیں

اے صاحبِ آرزو!...... یہودیوں پر تورات کا نزول ہوا جس میں ہدایت اور نور ہے اس نورِ ہدایت سے اخلاص قلبی اور قُربِ باری تعالیٰ نصیب ہوتا ہے اس کے بعد انجیل عطا ہوئی جس کی تعلیمات کا محور پہلی کتاب کی تصدیق تھی کچھ احکامات جو سخت تھے ان میں نرمی کا پہلو نمایاں تھا بعض باتیں جن کو تورات میں حرام قرار دیا گیا وہ اس میں حلال کردی گئی ہیں پھر عیسائیوں کو تاکید کی گئی کہ انجیل کے احکامات پر مکمل طور پر عمل کیا جائے اس میں نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کے جلوہ فگن ہونے کی بشارت تھی اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم تھا، انہوں نے اس حکم کی قطعی پرواہ نہ کی اِن احکامات کو پوشیدہ رکھا یا اس کا مفہوم ومعنی ہی تبدیل کردے حالانکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اِس کتاب کی حفاظت کے لئے کہا تھا جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کے مطابق فیصلے سے انکار کریں وہی مکمل طور پر کافر ہیں وہ بدکار اور فاسق ہیں۔

اُمّت کو تعلیم دی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ کتاب سے ہٹ کر لوگوں کی خواہشاتِ نفس کی تعلیمات کے مطابق اور اپنے نظریات اور افکار کی روشنی کے مطابق فیصلے گمراہی کی علامت ہے جس کی اجازت نبی کو نہیں تو اور کسی کو کیا ہوسکتی ہے؟۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسان کو یہ اختیار دے دیا ہے جس طرح چاہے زیست کا سامان کرے!

اے نورِ شوق کے متوالو!...... اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسان کو یہ اختیار دے دیا ہے کہ جس طرح چاہے زیست کا سامان کرے، لیکن وائے ناکامیٔ عمل حضرت انسان نے اپنے کو فرقہ بندی کے جال میں پھنسا لیا فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں کے مصداق ہر گروہ اور فرقے نے جُدا جُدا راستے اختیار کر لئے اور نئے نئے قانون وضع کر لئے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل رہا کہ اِن سب کو ایک مُدت عمل کے لئے مُہلت بخشی تا کہ دیکھا جائے کہ کون کس سمت پر ہے کیونکہ سورۂ ملک آیت (۲) پارہ ۲۹ تَبٰرَکَ الَّذِیْ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

جس نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے

یہ کائنات رنگ وبُو ایک امتحان گاہ ہے

اے راہِ حق کے طلب گارو!...... ربِّ جلیل چاہتا تو سب کو ایک راستے پر دائم اور قائم کرسکتا تھا لیکن آزمائش کی خاطر جُدا جُدا راستوں کو بھی رہنے دیا اور ''صراطِ مستقیم'' کی علامت کا تعین کردیا اور بنی نوع انسان کے لئے تمام تر سودمند باتوں کو یکجا کردیا اور واضح کردیا سب کا دین ایک ہے شریعت اور قانون شرع ہر زمانے میں جُدا جُدا رہے راہِ ہدایت اور عمل صالح کے لئے کوشش میں انسان کو سرگرم عمل رہنا چاہئے یہ کائنات رنگ وبُو ایک امتحان گاہ ہے مسلمانوں کو استقامت

Marfat.com

اور عدل وانصاف سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

حضرت محمد ﷺ پر جو کتاب اُتاری گئی وہ فیوض وبرکات اور کیفیات کے لحاظ سے پہلی کتابوں سے افضل ہے یہ کتاب قرآن حکیم ہے یہ اصلاح نفس اور تزکیہ نفس کرتی ہے اور حق کی تصدیق کرنے کے ساتھ باطل اوہام کو رد کرتی ہے۔

یہود ونصاریٰ کو دوست اور غمگسار نہ سمجھا جائے

تمام کافر ایک دوسرے کے دوست اور ندیم ہیں

اے راہِ حق کے طلب گارو!...... یہود ونصاریٰ کو دوست اور غمگسار ندیم نہ سمجھا جائے اُن سے انصاف وعدل کا رویہ تو رکھا جائے لیکن صرف انسانی ہمدردی اور حقوق انسانی کے ادائیگی کے ساتھ اُن سے ایسی دوستی کا بھرم نبھانے کی ضرورت نہیں جس سے اسلام اور بقا اور احیائے اسلام کے امتیازی نشانات ہی مٹنا شروع ہو جائیں تمام کافر ایک دوسرے کے دوست اور ندیم ہیں، جو کوئی تم میں سے اُن سے ایفائے دوستی نبھائے وہ اُن ہی میں سے ہے، جو لوگ عدو اسلام سے ترک معاملات /تعلقات نہیں کرتے وہ خود ہی اپنی جانِ حزین اور مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

''رزم حق باطل ہے تو فولاد ہے مؤمن''

دشمنانِ اسلام سے تعلقاتِ دوستی کا نتیجہ دنیاوی تذلیل، رُسوائی آخرت کے عذابِ الیم کے سوا کچھ بھی تو نہیں اہلِ ایمان کی خوبی یہ ہے کہ مسلمانوں کے حق میں نرم خو اور دُشمن کے مقابلے میں سخت سے سخت ''ازمِ حق باطل ہے تو فولاد ہے مؤمن'' بقول اقبال۔

اے صاحبِ عشق وحُسن!...... اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے اور اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ بھی، مؤمن کو رفیق بنانا حزب اللہ میں شمار ہوتا ہے ایسے لوگ دوسروں سے مغلوب نہیں ہوتے۔

حد درجہ نافرمانوں کو ربّ کی اطاعت کرنے والوں کے ساتھ تمسخر کرنے کا کیا حق ہے

ایک مسلمان کے لئے اپنے دین کے سوا کوئی معظم اور لائق تقدّس نہیں یہودی ونصاریٰ اور مشرکین مسلمانوں پر استہزاو اور تمسخر کر کے ان کا مذاق اُڑاتے ہیں جب دین پر عمل کرنے کے لئے اور ہدایت کی راہ اپنانے کے لئے پکارا جاتا ہے تو اس سے بدظن ہوتے ہیں اور شعائراللہ کے تقدس کو برقرار نہیں رکھتے نازیبا کلمات کا اظہار کرتے ہیں جو ان کی حماقت اور بے عقلی کا ثبوت ہے وہ جہالت کی تاریکی اور نادانی عمل میں مُبتلا ہیں ان کی عجیب کیفتِ احوال ہے کہ وہ دلی طور پر توحید کو مانتے ہیں نہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تصدیق اور ان کی حُرمت کا پاس رکھتے ہیں۔

اے صاحبِ آرزو!...... مقام فکر ہے انصاف کی رو سے بتایئے تو سہی! حد درجہ نافرمانوں کو ربّ کی اطاعت کرنے والوں کے ساتھ تمسخر کرنے کا کیا حق ہے؟ ربّ جلیل نے ان پر غضب وعتاب نازل کیا، جس کے سبب سابقہ دور میں بعض کو بندر اور بعض کو سؤر بنا دیا گیا جس نے ربّ کی بندگی سے راہِ فرار اختیار کی اور شیطانوں کی غلامی کی راہ اپنائی انصاف کی

Marfat.com

نظر سے پرکھا جائے تو یہی لوگ بدترین خلائق ہیں۔

رَبِّ جلیل جب کسی قوم کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو اس قوم کے لوگوں پر نافرمانی اور معصیت کا اثر بڑھ جاتا ہے اور درویش اور علماء کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ شیطان کے حرکات وسکنات میں مُبتلا ہو جاتے ہیں۔

لا یحب اللّٰہ (۶) سورۃ المائدہ رکوع ۹ آیت ۶۷ تا ۷۷ کا خلاصہ

قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل توراۃ اور انجیل پر عمل ہے

اے طالبِ حُسن وعشق!...... اپنی سرکشی اور شرارت کی روش سے اگر اہلِ کتاب اپنے سلوک عمل سے تائب ہو کر رسول اللہ ﷺ پر جو قرآن الحکیم نازل ہوا اس پر ایقان اور ایمان لے آتے، پرہیزگاری اپناتے تو توبہ کا دروازہ ابھی بند نہیں ہوا ہے اللہ تعالیٰ انہیں کمالِ فضل اور کمالِ رحمت سے اُخروی اور کائنات گیتی کی نعمتوں سے سرفراز کر سکتا ہے قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا توراۃ اور انجیل پر عمل ہے۔ اگر اہلِ کتاب توراۃ اور انجیل پر تحریف نہ کرتے، کاملِ ایمان لاتے، قرآن جو ان کی تصدیق کرتا ہے پر ایمان لاتے تو رحمت باریٔ تعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں اُن پر ہوتی اور سماوی برکات اور ابر رحمت کا نزول ہوتا۔

قرآن کا فہم عطاءِ رَبِّ جلیل ہے

اے طالبِ حُسن وسرور!...... قرآن کا فہم عطائے رَبِّ جلیل ہے جو کچھ بھی حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا اس کو بلا خوف آپ ﷺ کو لوگوں تک پہنچانے کا حکم ملا اس پیغام کے دینے میں کوئی کوتاہی سرزد ہو گئی تو کوتاہی فرائض منصبی کے ادائیگی میں ہو گی باری تعالیٰ جب کسی کو اپنا رسول منتخب کر لیتا ہے تو اہلِ کتاب کی مخالفت اور دُشمنی کی کوئی پرواہ نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کافروں کو کبھی بھی راہِ ہدایت نہیں دیتا رَبِّ جلیل ہر جُرم کی سزا فوری نہیں دیتا بلکہ مجرم کو ڈھیل دی جاتی ہے عجیب ستم ظریفی ہے بنی اسرائیل اس ڈھیل سے بے نیاز ہو گئے۔

سورۃ المائدہ رکوع ۱۰ آیت ۶۷ تا ۷۷ کا خلاصہ

اے صاحب آرزو!...... سوچو تو سہی انسان جب اپنی خواہشات کا غلام بن جاتا ہے تو جلد ہی تباہ کُن آفت وبلا میں مُبتلا ہو جاتا ہے بنی اسرائیل نے بھی ایسی ہی روش اختیار کر لی، انہوں نے اپنے نبی اور رسول کی باتوں پر عمل نہ کیا انہوں نے سمجھانے کی کوشش کی تو اُنہیں جان سے مار ڈالا[1] جن لوگوں نے انبیاء کی تکذیب کو اپنا شعار بنا لیا اُن کی تعلیمات کو فراموش کر لیا نتیجہ کیا ہونا تھا یہی نا کہ گیتی کائنات میں اُن پر عذاب مُسلّط ہوئے۔

اے راہِ حق کے طلب گارو!...... بغیر اللہ تعالیٰ کے کوئی دوسرا لائق عبادت نہیں ایک واحد اللہ تعالیٰ ہے جو عبادت کا مستحق ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

اے اہلِ کتاب! اپنے مذہب میں حد سے آگے مت بڑھو کہ بندوں کو خدا کہنے لگو جھوٹے معبود کسی کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچا سکتے اور نہ کوئی نفع، یہ اختیارِ کُل صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ یہ صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

---

[1]...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مارنے پر آمادہ ہو گئے اور ایک گروہ نے تو حد کر دی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو خدا بنا دیا یہ کُفر عین ہے کبھی کہا ایک نہیں تین ہیں، تثلیث کے قائل ہوئے کبھی تین میں ایک، کبھی بیٹا کہا، کبھی خود خدا ہونے کا اعتراف کیا یہ سب کچھ تو فریب ہے۔

Marfat.com

اے صاحبِ آرزو!......ذرا فہم وفراست کے دائرہ عمل کو اپناؤ تو اس بات کا علم ہوگا کہ تمام کتبِ سماوی میں مذکور ہے کہ کافروں پر لعنت کی گئی ہے لعنت کے تین محرکات تھے:

۱)......عصیان، ترک واجبات اور محرکات کا مرتکب ہونا۔

۲)......اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا۔

۳)......دین میں غلو کرنا۔

بنی اسرائیل نے تو حد ہی کردی ان کی بدخصلت اور عادات کے سبب حضرت داؤد علیہ السلام جن پر زبور کا ظہور ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن پر انجیل کا نزول ہوا نے انہیں ملعون کی فہرست میں شامل کرلیا اب راہِ ہدایت قرآن کا پیام ہے کہ اس لعنت سے چھٹکارا پانا ہے تو حضرت محمد ﷺ کا دینِ اسلام قبول کرلو یہی تمہارے لئے بہترین راہِ عمل ہے۔

اگر صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ پر اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان رکھتے تو کبھی کی گمراہی کی سمت نہ جاتے لیکن وائے افسوس! شریر اور شر پسند لوگوں کے آلہ کار بن گئے، بھلا اس حقیقت سے کیا انکار کہ مسلمانوں کے ازلی دشمن یہود اور مشرک ہیں دورِ جدید کا المیہ تو یہ ہے کہ اسلام اور اسلامی تعلیمات کے خلاف یہودی اور عیسائی دونوں ہی کوہِ گراں بنے ہوئے ہیں قرآن میں دونوں ہی سے رسم التفات بڑھانے اور دوستی کرنے سے منع کیا ہے۔

اے صاحبِ حُسن وعشق!......اظہارِ جرأت کی تکمیل میں عرض کرنے کی جسارت کررہا ہوں۔ ع

بُتِ جمود وتعطّل کو توڑنا ہے مجھے
ضمیرِ خواب زدہ کو جھنجوڑنا ہے مجھے
خُدا گواہ! کہ آتشِ نفس ادیب ہوں میں

ہے نبض شاہد فطرت پہ انگلیاں میری
نظر شناس ہوں نظریں ہٹی کہاں میری
خُدا گواہ! کہ آتشِ نفس ادیب ہوں میں

ظلمت کو مٹانا ہے مجھے
حق بات بتانا ہے مجھے
خُدا گواہ! کہ آتشِ نفس ادیب ہوں میں

لقیط کوتی

رموزِ اوقاف قرآنِ مجید

ہر زبان کے اہلِ زبان، جب باہم گفت وشنید کرتے ہیں تو کہیں کہیں رُک (ٹھہر) جاتے ہیں، کہیں پر رُکنا اور ٹھہرنا کم ہوتا ہے کہیں پر تو زیادہ ٹھہر جاتے ہیں۔ اور کہیں پر بالکل کم ٹھہرتے ہیں۔ گو صحیح اندازِ گفتگو، اور بیان کا صحیح مطلب سمجھنے میں اس اندازِ تکلّم اور اندازِ تخاطب کو بڑا دخل ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ قرآنِ حکیم کی عبارت بھی گفتگو کے انداز کی بھرپور نمائندگی کرتی ہے۔ اسی لئے اہلِ علم نے اس کے ٹھہرنے، اور نہ ٹھہرنے کی مختلف علامتیں مقرّر کر دی ہیں۔ ان علامات کو رموزِ اوقاف قرآنِ مجید کے نام سے مُوسوم کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کی سعادت حاصل کرنے والوں کے لئے یہ امر ضروری ہے اِن رموز کو تلاوت کرتے وقت ملحوظ رکھیں۔ یہ علاماتِ رمُوز درج ذیل ہیں۔

ο ...... چھوٹا سا دائرہ وہاں لگا دیتے ہیں جہاں بات پوری ہو جاتی ہے۔ دراصل گول (ت) جو بصورت (ۃ) لکھی جاتی ہے۔ اور یہ وقفِ تام کی علامت کہلاتی ہے اس علامت پر ٹھہرنا چاہیے، اب (ۃ) تو لکھنے کا رواج نہیں رہا۔ اب (ۃ) تو نہیں لکھی جاتی ہے چھوٹا سا ''دائرہ'' بنا دیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں، دائرہ پر اگر کوئی علامت نہ ہو تو ٹھہر (رُک) جانا چاہیے، ورنہ علامت کے مطابق عمل کیا جائے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ علامت ''ο'' دائرہ آیت کے ختم ہو جانے کی نشانی ہے۔

جہاں صرف علامتِ دائرہ ہو، وہاں پہنچ کر ٹھہر جانا چاہیے۔ دائرے کے اوپر ''لا'' درج ہو تو ٹھہرنا اولیٰ ہے۔ ضرورت ہو تو ٹھہر لیا جائے تو کچھ حرج نہیں، دائرے پر جو رمز وقف بھی ہوگی۔ وقف وصل کے لئے اسی کا اعتبار ہوگا۔ یہ آیت کوفی ہے۔ اس کا حکم بھی وہی ہے جو دائرہ کا ہے۔

م ...... لفظ لازِم کا مختصر ہے۔ اس رمز سے پہلے کلمے پر ''ٹھہر'' جانا لازمی ہے۔ گویا یہ علامت وقفِ لازم کی ہے۔ اس پر ضرور ٹھہرنا چاہئے، اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال یہ ہو سکتا ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے، اس کو یوں سمجھنا چاہیے کہ کسی سے یہ کہنا ہو کہ ''اٹھو۔ مت بیٹھو'' جس میں قواعدِ گرامر کے لحاظ سے 'اٹھنے' کا اَمر اور 'بیٹھنے' کی نہی ہے۔ تو اٹھو، پر ٹھہرنا لازم ہوا، اگر ٹھہرا نہ جائے تو ''اٹھو مت۔ بیٹھو'' ہو جائے گا۔ جس میں ''اٹھنے'' کی نہی اور بیٹھنے کے اَمر کا احتمال ہے۔ اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہو جائے گا۔

ط ...... وقفِ مطلق کی علامت ہے مُطلَق کا مخفف ہے اس رمز سے پہلے کلمے پر مطلقاً ٹھہر جانا چاہئے۔ یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب واضح اور پورا نہیں ہوتا، اور بات کہنے والا ابھی مزید کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔

ج ...... وقف جائز کی علامت ہے یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

Marfat.com

ز...... یہ علامت وقفِ مجوّز کی ہے۔ یعنی یہ وقفِ جائز کی رمز ہے۔ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔ یہاں سے تجاوز کر جانا، یعنی گزر جانا چاہیئے۔

ص...... یہ علامت وقفِ مرخص کی ہے۔ یہ لفظ مُرَخَّص کا مختصر ہے، یہاں ملا کر پڑھنا چاہیئے۔ لیکن پڑھتے پڑھتے، سانس ختم ہو جائے یا کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو "ص" کی رمز وقف سے پہلے کلمے پر ٹھہر جانے کی رخصت ہے۔

صلے...... یہ اَلْوَصْلُ اَوْلٰی کا مختصر ہے۔ وَصَلْ وہ مقام جہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق...... قِيْلَ عَلَيْهِ الْوَقْفُ۔ (کہا گیا کہ اس مقام پر وقف ہے) یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

صَل...... قَدْ يُوْصَلُ کا مخفف ہے یہاں ٹھہرا بھی جاتا ہے اور کہیں نہیں، بوقت ضرورت وقف کر سکتے ہیں۔

قف...... یہ لفظ قف ہے۔ يُوْقَفُ عَلَيْهِ کا مخفف، جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ یہاں سانس روک کر وقف کرنا چاہیے۔

سکتہ...... یہ سکتہ کی علامت ہے، یہاں سانس لیے بغیر کسی قدر ٹھہر جانا چاہیے، پڑھنے والا، یہاں کسی قدر ٹھہر جائے سانس نہ توڑے۔

وقفہ...... یہ لمبے سکتہ کی علامت ہے، یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہیے۔ لیکن سانس نہ توڑیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ سکتہ اور وقفہ میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ 'سکتہ' میں کم ٹھہرنا چاہیے، اور وقفہ میں قدرے زیادہ۔

لا...... "لا" کے معنی 'نہیں' کے ہیں، 'لا' کی علامت کہیں آیت کے اوپر استعمال کی جاتی ہے، اور کہیں عبارت کے اندر عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیے، آیت کے اوپر ہو تو بعض کا خیال ہے کہ ٹھہرنا چاہیے، بعض کے نزدیک نہیں ٹھہرنا چاہیے، لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب کی وضاحت میں خلل واقع نہیں ہوتا۔

علاماتِ متفرقہ

ک...... كَذٰلِكَ کا مخفف ہے۔ اس سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ جو رمز پہلی آیت میں آچکی ہے۔ اس کا حکم اس پر بھی ہے۔

ؕ...... یہ 'نقطے' تین نقاط والے ہوتے ہیں دو 'وقف' کے قریب قریب آتے ہیں۔ ان کو (مُعَانَقَه) 'معانقہ' یا 'مُرَاقَبَه' کہتے ہیں کبھی اس کو مختصر کر کے (مع) لکھ دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ دونوں وقف گویا معانقہ کر رہے ہیں۔ معانقہ حاشیہ پر لکھی جاتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ تین جملوں میں سے جن دو کو چاہو ملا لو۔ حاشیہ پر 'مع' ہوتا ہے دو آیتوں کے درمیان دو مقام پر " ؕ " دیئے جاتے ہیں۔

وقف معانقہ میں پہلے تین نقطوں پر وصل کر کے دوسرے تین نقطوں پر وقف کیا جائے، یا پہلے تین نقطوں پر وقف کر کے دوسرے تین نقطوں پر وصل کیا جائے۔

Marfat.com

قواعدِ عربی کے چند آسان اُصول

۱)......کلمہ: ہر با معنیٰ لفظ کو "کلمہ" کہا جاتا ہے اس کی تین اقسام ہیں (ا) اسم، (ب) فعل، (ج) حرف۔

(۱) اسم......وہ ہے جو کسی شئے کا نام ظاہر کرے مثلاً کِتَابٌ (کتاب)، مَاءٌ (پانی)

(ب) فعل......جو کسی کام کے ماضی (گذشتہ)، موجودہ اور آئندہ ہونے کے معنی کا اظہار کرے۔ ماضی: گذرا ہوا زمانہ، حال: موجودہ زمانہ، مستقبل: جس میں آنے والا زمانہ پایا جائے، مثال کے طور پر ذَهَبَ: وہ گیا، يَذْهَبُ: وہ جاتا ہے یا جائے گا۔

فعل کی چار اقسام ہیں، ماضی، مضارع (حال و مستقبل)، امر و نہی

(ج) حرف......جو اسم اور فعل کے مابین رابطہ کا کام سرانجام دے، یا باہم دو اسم کو ملا کر ان کے معانی پورے کرتا ہو، کسی بھی حرف کے معنی دوسرے لفظوں سے مل کر واضح ہوتے ہیں۔

عربی زبان کے چند حروف اور ان کے عمومی معانی: فِيْ (میں)، مِنْ سے، کَ مانند، عَلٰي پر، اِلٰي طرف، عَنْ سے، حَتّٰي تک یا یہاں تک، بِ ساتھ، لِ لئے وغیرہ وغیرہ، الفاظ کے ساتھ مثالیں۔ فِي الْجَنَّةِ: جنت میں، اِلَى الْبَيْتِ گھر تک، عَلَى الْمَلٰئِكَةِ فرشتوں پر۔

۲)......حرکاتِ عربی......(َ) زبر، (ِ) زیر، (ُ) پیش، میں سے ہر ایک کو حرکت کہا جاتا ہے، اور اعراب بھی کہا جاتا ہے دو زبر (ً) دو زیر (ٍ) دو پیش (ٌ) کو تنوین کہا جاتا ہے جس حرف پر تشدید (ّ) ہو وہ مُشَدَّد کہلاتا ہے، مثلاً مُحَمَّدٌ میں دوسرا "میم" مُشَدَّد ہے۔

(۱)......رفع یا ضمہ پیش (ُ) کو کہتے ہیں۔ وہ حرف جس پر (ُ) پیش ہو مَرْفُوْع کہلاتا ہے اور وہ لفظ بھی مَرْفُوْع کہلاتا ہے جس حرف کے آخر میں پیش ہو جیسے كِتَابُ یا كِتَابٌ اس میں بُ، بٌ مرفوع ہیں اور كِتَابُ كِتَابٌ دونوں مرفوع ہیں۔

(ب)......نَصَب، فَتحه: (َ) زبر کو کہا جاتا ہے اور مَنصُوب، مفتوح وہ حرف، لفظ ہے جس کے آخری حرف پر (َ) زبر یا (ً) دو زبر ہوں۔ جیسے رَحْمَةَ، رَحْمَةً، میں ر، م، اور ۃ مفتوح ہیں اور رَحْمَةَ پورا مفتوح ہے اس لئے کہ آخری حرف پر زبر (َ) یا دو زبر (ً) ہیں۔

(ج)......جر یا کسرہ (ِ) کو کہا جاتا ہے مجرور یا مکسور وہ حرف یا لفظ ہے جس پر، یا جس کے آخری حرف پر زیر (ِ) یا (ٍ) دو زیر ہوں جیسے نَفْسِ نَفْسٍ۔

(د)......سکون: جزم (ْ) کو کہا جاتا ہے اور مجزوم یا ساکن وہ حرف یا لفظ ہے جس پر، یا جس کے آخری حرف پر جزم ہو مثال کے طور پر لَمْ يَفْتَحْ۔

۳)......مذکر اور مؤنث: ہر اسم ان دو حالتوں مذکر اور مؤنث میں ہوتا ہے۔ مذکر کی مثال: رَجُلٌ، مرد، اَحْسَنُ، خوبصورت حسین مرد۔ مؤنث کی مثال:......اِمْرَأَةٌ، عورت۔ حُسْنٰى، خوبصورت عورت۔

۴)......واحد تثنیہ اور جمع، ایک کو واحد، دو کو تثنیہ اور دو سے زائد کو جمع کہا جاتا ہے۔ واحد مذکر کی مثال......عَبْدٌ بندہ، عَابِدٌ عبادت گزار۔ واحد مؤنث کی مثال......عَابِدَةٌ، عبادت گزار عورت، مُؤْمِنَةٌ، ایمان والی عورت۔

(ا)......تثنیہ بنانے کا قاعدہ: واحد کے آخر میں ان یا ین لگانے سے تثنیہ بن جاتا ہے ان دونوں سے پہلے والا حرف مفتوح ہونا چاہیے۔ مثلاً عَبْدٌ سے عَبْدَيْنِ، اَمَةٌ سے اَمَتَيْنِ۔

(ب)......جمع بنانے کا قاعدہ (یعنی جمع سالم) اسم واحد مذکر کے آخر میں وْنَ بحالت رفع یا یْـــنَ (بحالت نصب و جر) بڑھانے سے جمع بن جاتا ہے اسے جمع سالم کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں واحد کی صورت سلامت رہتی ہے۔ مثال کے طور پر مُسْلِمٌ سے مُسْلِمُوْنَ (بحالتِ رفع) یا مُسْلِمِيْنَ، (بحالت نصب و جر) مُؤْمِنٌ سے مُؤْمِنِيْنَ اسم مؤنث ہونے کی صورت میں اس کے آخر میں، ات کا اضافہ ہوتا ہے، یعنی علامت مؤنث کو حذف کر کے، اگر پہلے سے موجود ہو جیسے مُسْلِمَةٌ سے مُسْلِمَ پھر، مُسْلِمَاتٌ۔

Marfat.com

(ج)......جمع مکسر: یہ جمع کی ایسی قسم ہے جس کے بنانے کا کوئی خاص قاعدہ رُاصول نہیں، بلکہ یہ صرف سننے پر یا چند مخصوص اوزان پر آتی ہے اسے جمع مکسر کہا جاتا ہے اس لئے کہ اس میں واحد کی صورت ٹوٹ جاتی ہے مثال کے طور پر، رُسُلٌ، رَسُوْلٌ کی جمع ہے۔ یاد رہے! بہت سارے لفظوں کی تذکیر و تانیث، وحدت اور جمع غیر قیاسی ہوتی ہے گویا ان کا کوئی قاعدہ رضابطہ نہیں ہوتا، جس کی رو سے وہ بنیں، ایسے لفظوں کو "سماعی" کہا جاتا ہے جو اہلِ زبان سے سُنے گئے ہوں۔ مثال: خَلِیْفَةٌ واحد مذکر اس کی ۃ تانیث کی نہیں ہے اسی طریقہ سے سَنَةٌ (سال) جو مؤنث ہے اس کی جمع سِنُوْنَ آتی ہے (جو خلاف قیاس ہے) اِمْرَاۃٌ کی جمع نِسَاءٌ آتی ہے اسی طرح سے اَرْضٌ مؤنث کا صیغہ ہے (جو بظاہر مذکر معلوم ہوتا ہے)۔

۵)......قیاسی اور سماعی الفاظ: جو الفاظ کسی قاعدہ کی رو سے بنائے جائیں انہیں قیاسی کہا جاتا ہے جو بغیر کسی کُلیہ کے یعنی اہلِ زبان کی گفتگو کے مطابق بولے جائیں انہیں سماعی کہا جاتا ہے۔

۶)......مرکبات: دو یا دو سے زائد کلمات باہم مل کر مرکب بنتے ہیں، مرکب کی دو اقسام ہیں۔

(ا) مرکب تام: مرکب تام وہ ہے، جس میں کوئی بات پوری طور پر سمجھ میں آجائے مثال: اَللّٰـهُ لَطِیْفٌ: اللہ باریک بین ہے، اَلرَّجُلُ حَسَنٌ: مرد حسین ہے۔

(ب) مرکب ناقص: مرکب ناقص وہ ہے، جس میں بات پوری طور پر سمجھ میں نہ آسکے بلکہ وہ بات اُدھوری ہی رہے۔ مثال: رَجُلٌ حَسَنٌ (کوئی ایک خوبصورت مرد) مرکب ناقص کی کئی قسمیں ہیں پہلے کی صفت رخوبی بتائے۔ مثال: رَجُلٌ صَالِحٌ، کوئی ایک نیک مرد، یہاں لفظ صَالِحٌ لفظ رَجُلٌ کی خوبی نیکی کا اظہار کرتا ہے۔ پہلے لفظ کو موصوف اور دوسرے کو صفت کہتے ہیں، یہ بات یاد رہے کہ اُردو میں عربی کے برعکس صفت پہلے آتی ہے اور موصوف بعد میں آتا ہے۔ عَذَابٌ عَظِیْمٌ، بڑا رشدید عذاب، اگر موصوف واحد استعمال ہو تو صفت بھی واحد ہوگی۔ مرکب اضافی وہ مرکب ہے، جس کے دونوں جز و اسم ہوں، اور پہلا دوسرے کی جانب منسوب ہو، اگر بزبان اردو ترجمہ کیا جائے تو بالعموم اس میں (کا، کے، کی) میں سے کوئی لفظ استعمال ہوتا ہے، مثال: رَسُوْلُ اللّٰـهِ (اللہ کا رسول) اس میں پہلا لفظ رَسُوْلُ مُضاف ہے اور لفظ اَللّٰـه مُضاف الیہ ہے عربی زبان میں مضاف پہلے آتا ہے اور بعد میں مضاف الیہ۔

۷)......اسمِ ضمیر: وہ اسم جو دوسرے اسم (ظاہر) کی جگہ آئے اس کو ضمیر کہا جاتا ہے مثال: یٰۤاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ (اے آدم تو اپنی اہلیہ کے ساتھ رہ) اس میں اَنْتَ (تو) اور کَ (تیری) ضمیریں ہیں، اور ان کا مَرجع (یعنی جس کی طرف ضمیر لوٹے) اٰدَمُ ہے جو اسم ظاہر ہے۔ ضمیر کی دو قسمیں ہیں، (ا) منفصل جو فقرے میں بالکل الگ تھلگ مستعمل ہو جیسے، اَنْتَ، اوپر کی مثال میں ملاحظہ فرمائیے۔ اَنْتَ وَزَوْجُکَ (ب) متصل، جو کسی اسم یا فعل کے ساتھ مل کر ایک کلمہ کی نوعیت اختیار کریں، جس طرح وَزَوْجُکَ میں کَ۔

۸)......اَسماءِ الاشارہ: اسم اشارہ سے مراد جن سے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جائے یہ دو قسم کے ہوتے ہیں، اشارہ قریب: یہ ایک کتاب ہے، هٰذَا کِتَابٌ اشارہ بعید کے لئے وہ کتاب ذٰلِکَ الْکِتَابُ ان دونوں مثالوں میں هٰذَا اور ذٰلِکَ اسماء اشارہ ہیں اور کتاب مشارٌ الیہ۔

۹)......اسم موصول: جس سے کسی خاص چیز کا پتہ چلتا ہو، اس کو اسم موصول کہا جاتا ہے، اور جس کا مفہوم اس کے بعد آنے والے جملہ سے پورا ہو، اس جملے کو اس کا صِلہ کہا جاتا ہے مثال: بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اس میں اَلَّذِیْنَ اسم موصول ہے اور اٰمَنُوْا اس کا صِلہ ہے۔

۱۰)......مادہ: عربی زبان میں حروف اصلی یا بنیادی حروف کو مَادّہ کہا جاتا ہے یہ مختلف افعال اور اَسماء میں سے تین سے پانچ تک ہوتے ہیں تمام تر اسم مُشتق کے حروف اصلی اپنے صیغہ ماضی، (واحد غائب مذکر) سے پہچانے جاتے ہیں۔ مثال: ناصر اسم مشتق ہے، جس کا مَادّہ نصر، نَصَرَ سے ہے، جو در حقیقت صیغہ ماضی واحد مذکر غائب ہے، نَصَرَ اس نے مدد کی، نَاصِرٌ الف کے اضافے کے ساتھ اسمِ فاعل ہے۔ مصدر: یعنی جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا بغیر زمانے کے معلوم ہو، کسی بھی مادہ کے معانی کا صدور اس کے مصدر سے ہوتا ہے، مثال: عَبد مَادّہ ہے جب کہ عِبَادَةٌ رعبادت کرنا، تَعْبِیْدٌ، غلام بنانا اس کے مصدر ہیں نصر مادہ ہے اور نَصْرٌ (مدد کرنا) مصدر ہے۔

۱۱)......فعل ماضی: فعل ماضی کے مختلف صیغوں کی تبدیلی ان حروف کی بناء پر ہوتی ہے، ا، و، ت، م، ن اور تمن ماضی مطلق حروف کی گردان، یعنی جس

Marfat.com

کا فعل معلوم ہو، اس کو بالعموم حرف ماضی لکھا جاتا ہے فَعَلَ، اس ایک مرد نے کیا، واحد، غائب مذکر فَعَلَتْ اس عورت نے کیا، واحد غائب مؤنث، فَعَلْتَ تو ایک مرد نے کیا واحد مخاطب/حاضر مذکر، فَعَلْتِ، تو ایک عورت نے کیا، واحد، مخاطب/حاضر مؤنث، فَعَلْتُ۔ میں نے کیا، واحد متکلم مذکر و مؤنث، فَعَلْنَا ہم نے کیا، تثنیہ جمع متکلم، مذکر مؤنث۔ ماضی مجہول: یعنی جس کا فاعل نہ معلوم ہو، ماضی کے پہلے حرف پر (ُ) پیش اور ماقبل آخر یعنی آخری سے پہلے پر (ِ) زیر لگانے سے ماضی معروف ماضی مجہول بن جاتا ہے جیسے فَعَلَ سے فُعِلَ۔

۱۲)...... فعل مضارع: اس میں حال اور مستقبل کے دونوں معنی آتے ہیں ماضی سے پہلے ی، ت، (الف)، ن لگا کر یا اس میں کچھ تبدیلی کر کے مضارع بنایا جاتا ہے، اور انہی کو علامتِ مضارع کہتے ہیں، مضارع معروف جس کا فاعل معلوم ہو، اس کو بھی عام طور پر حروف مضارع لکھا جاتا ہے۔ مثال: یَفْعَلُ/وہ کرتا ہے، کرے گا۔ واحد غائب مذکر، تَفْعَلُ وہ کرتی ہے، کرے گی، واحد غائب مونث اَفْعَلُ، میں کرتا ہوں، کرتی ہوں، /کروں گا، کروں گی، واحد، متکلم مذکر، مؤنث۔ مضارع مجہول: جس کا فاعل نہ معلوم ہو، مضارع معروف میں علامت مضارع کو (ُ) پیش اور ماقبل آخر کو (َ) زبر دینے سے مضارع مجہول بن جاتا ہے، یعنی یُفْعَلُ، مثال: یَعْلَمُ/وہ سکھاتا ہے یُعَلَّمُ/وہ سکھایا جاتا ہے، یَقْبَلُ، وہ قبول کرتا ہے یُقْبَلُ وہ قبول کیا جاتا ہے۔

۱۳)...... فعل امر و نہی: امر کے معنی حکم کے ہیں فعل امر وہ ہے جس میں کسی کام دینے کا حکم ظاہر ہو، فعل نہی جس میں کسی کام سے روکا جائے۔ امر حاضر جس میں مخاطب کو حکم دیا جائے، فعل مضارع کی علامت ہٹا کر اس کی جگہ، ہمزۃ الوصل، یعنی وہ وصل کر کے پڑھنے میں نہیں آتا، مثال: وَانْصُرُوا اس میں ''ا'' نہیں پڑھا جاتا، لکھا جاتا ہے، اور آخری حرف پر جزم آجاتا ہے، اِفْعَلْ تو ایک مرد کر، اِفْعَلِیْ تو ایک عورت کر، واحد مؤنث اِفْعَلَا/تم دو مرد کرو، اِفْعَلُوْا/تم سب مرد کرو، جمع مذکر، اِفْعَلْنَ/تم سب عورتیں کرو، جمع مؤنث۔ نہی حاضر! یعنی جس میں مخاطب کو کسی کام سے روکا جائے لَا تَفْعَلْ تو ایک مرد نہ کر واحد مذکر، لَا تَفْعَلِیْ تو ایک عورت نہ کر واحد مؤنث۔ لَا تَفْعَلَا تم دو مرد/دو عورتیں نہ کرو تثنیہ مذکر، لَا تَفْعَلُوْا تم سب مرد نہ کرو، صیغہ جمع مذکر، لَا تَفْعَلْنَ تم سب عورتیں نہ کرو جمع مؤنث۔

۱۴)...... مُعرب و مبنی: جن لفظوں کے آخر میں اعراب یا حروف بدلتے رہتے ہیں ان کو مُعرب کہا جاتا ہے، یہ اعراب اور حروف کا تبدیل ہونا قیاسی ہوتا ہے، جب کہ اس کے علاوہ جو لفظ ہیں ان کو مبنی کہا جاتا ہے۔ مثال: عِلْمٌ کو بعض مرتبہ جملے میں عِلْمًا لکھا جاتا ہے، رَحْمَةٌ یا رَحْمَةً وغیرہ اسم معرب ہیں۔

۱۵)...... فعل ماضی کی اقسام: ماضی کے شروع میں ''مَا'' لگا دینے سے ماضی منفی بنتا ہے۔ ماضی قریب: ماضی پر قَدْ اضافہ کر دینے سے اکثر ماضی قریب کے معنی ہو جاتے ہیں مثال: قَدْ جَآءَ، وہ آیا ہے۔ ماضی بعید کَانَ ماضی پر لگا دینے سے ماضی بعید ہو جاتا ہے، کَانَ ذَهَبَ، وہ گیا۔ ماضی استمراری کَانَ مضارع پر لگا دینے سے یہ ہو جاتا ہے، مثال: کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ، وہ کرتے تھے۔

۱۶)...... اسم مشتق و جامد: وہ اسم جو مادہ و مصدر سے بنایا جائے، اسم مشتق کہلاتا ہے، جب کہ جامد وہ ہے جو کسی دوسرے لفظ سے نہ نکالا گیا ہو، بلکہ اپنا الگ مستقل وجود رکھتا ہو اسم مشتق کی حسب ذیل قسمیں ہیں۔
اسم فاعل: یہ اس ذات کو بتاتا ہے جو کام کرنے والا ہو، اسم مفعول: یعنی وہ ذات جس پر فعل واقع ہو، صفت مشبہ: یہ اسم اس ذات کو بتاتا ہے جس میں مصدری یا کوئی وصف پائیداری کے ساتھ پایا جائے۔ اسم تفضیل: اس ذات کو بتاتی ہے جس میں مصدری معنی اوروں کی نسبت زیادتی کے ساتھ پائے جائیں۔ اسم مبالغہ: جو کسی فعل میں کوئی خوبی، کثرت اور شدت کے ساتھ بتائے۔ اسم ظرف زماں، مکاں۔ ظرف مکان وہ ہے جو وقوع فعل کی جگہ کو اور ظرف زماں وقوع فعل کے وقت کو بتاتا ہے۔ اسم آلہ: یہ اس آلہ کو بتاتا ہے، جس سے کوئی کام لیا جائے۔ اسم صفت وہ ہے جس میں اسم فاعل اسم مفعول اور صفت مشبہ اسم تفضیل اور اسم مبالغہ موجود ہو۔

۱۷)...... کلمات الاستفہام: یعنی وہ حروف جن سے کوئی سوال یا چیز معلوم کی جائے۔ مَا، مَاذَا، اَیٌّ، کَیْفَ، اَنّٰی۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

احوالِ واقعی

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ! تفسیرِ عزیزی کا پارہ لَا یُحِبُّ اللّٰهُ (٦) اشاعت وطباعت کے مرحلے سے گذر کر آپ کے زیرِ مطالعہ ہے۔ اللہ ﷻ کے فضل وکرم اور توفیق سے حسبِ وعدہ پارہ ششم آپ کے ہاتھوں میں ہے ذوقِ قرآن فہمی کو اُجاگر کرنے کی سمت، میری تحریر اور کوشش کو آپ نے تحسین کی نظر سے دیکھا، آپ کی کرم فرمائی اور عنایت کا خلوصِ دل اور عقیدت سے شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ جزاکم اللہ

اے ربِّ جلیل! یہ صرف محض آپ کا فضلِ عظیم اور کرمِ عمیم ہے، باری تعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں ہے کہ اس عاجز ناچیز، حقیر، بے مایہ علم وعمل کو ایک والہانہ ذوق وشوق عطا فرما کر تفسیرِ عزیزی کو مرتب کرنے کی توفیق وسعادت نصیب فرمائی۔ الحمد للہ

یاذُوالجلال والاکرام! اپنی رحمتِ خاص، الطاف ونوازش سے اِس تحریری کوشش کو بھی اپنی مُربیانہ بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما! آمین ثم آمین۔

یا اللہ! جن دیگر نفوسِ قدسیہ کی مُتبرک تصانیف سے میں نے اِستفادہ کیا ہے اُن کی ارْواحِ پاک پر اپنی خاص رحمتوں کا دائمانزول فرماتے رہیے! اور ان سب کو اپنے مقاماتِ قرب ورضا میں بلند درجات عطا فرمایئے۔ آمین

یا اللہ! اس تفسیر کے مطالعہ کرنے والوں کو بھی اس کے تمام تر علمی وعملی ذخائر سے بہرہ اندوز فرمایئے اور اے اللہ! اپنی اطاعت اتباعِ اسوۂ رسول حضرت محمد ﷺ کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

تفسیرِ عزیزی کی اشاعت وترتیب میں جن احباب نے میری رہنمائی کی، معاونت کی، مُفید مشوروں سے حوصلہ بخشا اور جنہوں نے فکری اور عملی طور پر میری ہمت افزائی کی اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جزاکم اللہ

آخر میں اُن تمام بزرگوں، احباب واغیار کے لئے اظہارِ تشکر، جنہوں نے میرے کام میں رہنمائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

الرقوم

شب قدر ۲۷ ر رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ

مطابق ۲۱ اکتوبر ۲۰۰۶ء یوم جمعۃ المبارک

۹۲۷/۱۸ امن آباد فیڈرل بی ایریا کراچی، پاکستان

احقر العباد

محمد لقیط خان عفا اللہ عنہ

Marfat.com

حرفِ چند

نام	محمد لقیط خان
ولدیت	مولوی عبدالبسیط خانؒ
جائے پیدائش	حیدرآباد دکن
وطن	کوٹ، فتح پور ہسوہ، یوپی، ہندوستان
تعلیم	ایم بی اے۔ ایم اے۔ ایل ایل بی
فیضِ تربیت	حضرت مولانا مطلوب الرحمٰنؒ برادر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

خطیب رجنرل سیکریٹری مسجد اعظم، سی ایریا، لیاقت آباد کراچی

ناظم تعلیمات (جامعہ مدرسہ نور القرآن لیاقت آباد، کراچی)

Marfat.com

محمد شفیق

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ

حکومت پاکستان

رجسٹریشن نمبر:R.R.OAUQ200/338

تاریخ: ۲۱/۲/۲۰۰۷

تصدیق نامہ

میں نے تفسیر عزیزی پارہ (۶) کے متن قرآن کریم کو
بغور پڑھا جو کمی نظر آئی اصلاح کر دی گئی۔
اب الحمدللہ اس میں کوئی غلطی نہیں انشاءاللہ۔

محمد شفیق

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ

Marfat.com

تفسیر عزیزی

از محمد لقیط خاں

پارہ تیس (۳۰)

عَمَّ

تقسیم کنندگان سے طلب فرمائیے

ادارہ نشریاتِ ولی

Marfat.com

تفسیر عزیزی

از محمد لقیط خاں

- (۱) پارہ اوّل...... الٓـــمّٓ
- (۲) پارہ دوئم...... سَیَـــقُـــوْلُ
- (۳) پارہ سوئم... تِـلْكَ الـرُّسُـلُ
- (۴) پارہ چہارم (۴)...... لن تنالوا
- (۵) پارہ پانچ (۵)...... والمحصنٰت
- (۶) پارہ چھ (۶)...... لایحب اللّٰہ

تقسیم کنندگان سے طلب فرمائیے

پارہ (۷) واذا سمعوا.................. (زیرِ طبع)

ادارہ نشریاتِ ولی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالها

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا اُنکے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں

سورہ محمد آیت ۲۴ (القرآن الحکیم)

تفسیر عزیزی

پارہ (۶) لا یحب اللہ

محمد لقیط خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (انکے) دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

سورۃ محمد آیت ۲۴ القرآن الحکیم

تفسیرِ عزیزی

پارہ (۷) وَاِذَا سَمِعُوا

محمد لقیط خان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم نے آسان کیا، قرآن سمجھنے کے لئے
سو ہے کوئی جو سوچے سمجھے۔ (القرآن)

تفسیر عزیزی

پارہ (۷) وَاِذَا سَمِعُوْا

آسان ترجمہ، بمعہ ضروری توضیح اور تشریحات کے ساتھ

*

ذوقِ قرآن فہمی اُجاگر کرنے کی سمت ایک کوشش

از

محمد لقیط خان

اِدارہ نشریاتِ ولی

18/927 سمن آباد، فیڈرل بی ایریا۔ کراچی
فون 6360656 موبائل 0320-5041953

جملہ حقوق محفوظ ہیں

طبع اوّل ......ستمبر ۲۰۰۷ء رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ
تعداد ......ایک ہزار
سرورق ......رشید شاہد
باہتمام ......سلمان نشیط، عدنان لطیف و برادران
کمپوزنگ......محمد جاوید اقبال ثاقب
مطبع ......عابد پریس کراچی
ہدیہ ......۱۵۰/ ایک سو پچاس روپے صرف

تقسیم کنندگان

☆ احمد بک سینٹر اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۲۳۴۸۷
☆ ویلکم بک پورٹ اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۹۵۸۱_۲۶۳۳۱۵۱
☆ فضلی بک سپر مارکیٹ اُردو بازار کراچی فون: ۵_۲۶۲۹۷۲۰
☆ رحمٰن بک ہاؤس اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۶۶۷۵۱
☆ دارالاشاعت اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۱۸۶۱_۲۲۱۳۷۶۸
☆ علمی کتاب گھر اُردو بازار کراچی فون:
☆ فرید پبلشرز اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۲۰۰۵۷
☆ البلال بک سینٹر اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۲۶۶۴
☆ البدر بک کارنر اُردو بازار کراچی فون معرفت: ۲۶۳۴۱۴۰
☆ ہلال نیوز ایجنسی، ریگل صدر کراچی
☆ مکتبہ رحمانیہ اُردو بازار لاہور فون: ۷۲۲۱۳۹۵_۷۲۲۴۲۲۸
☆ اشرف بک ایجنسی کمیٹی چوک راولپنڈی فون: ۵۵۳۱۶۱
☆ جہانگیر بک ڈپو اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۶۵۰۸۶
☆ کتاب گھر اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی فون: ۵۵۵۲۹۲۹_۵۵۳۹۳۸۰
☆ ماسٹر فوٹو اسٹیٹ ڈی ایچ اے phase.4 کراچی فون: ۵۸۹۸۰۶۰

فہرست مضامین

مضامین آیاتِ مُبارکہ پارہ (۷) وَاِذَا سَمِعُوْا

آیت نمبر	خلاصہ مضامین متن	صفحہ نمبر
	سورۃ المائدۃ آیت ۸۳تا۱۲۰	
۸۳	جب لوگ کلام اللہ کو سنتے ہیں تو عرفانِ حق کے سبب ان کی آنکھیں آبدیدہ ہوجاتی ہیں لوگوں کا بھی کہنا ہوتا ہے ہم ایمان لے آئے ہم کو بھی تصدیق کرنے والوں میں لکھ لیجئے۔	۱۳
۸۴	طالب حق کو ایمان وتسلیم کی راہ سے کوئی رکاوٹ نہیں، وہ اُمید کی تمنا لئے ہوئے ہیں ہمارا ربّ ہم کو نیک لوگوں میں شامل کرے گا۔	۱۳
۸۵	اہلِ حق کا کارواں، بہشت میں باغات پائے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں ہمیشہ کے لئے ان کو رہنا ہے نیک لوگوں کے لئے یہ خوب اچھا صلہ/بدلہ ہے۔	۱۳
۸۶	اور جن لوگوں نے کُفر اختیار کیا، اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔	۱۳
۸۷	اے اہلِ ایمان جو پاک چیزیں تمہارے لئے حلال قرار پائی ہیں ان کو حرام مت کہو، حد سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔	۱۴
۸۸	اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے رزق میں حلال، مرغوب پاک چیزیں کھاؤ، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تمہارا ایمان ہے۔	۱۴
۸۹	تمہاری بیہودہ اور لغو قسموں پر کوئی مواخذہ نہیں اگر جان بوجھ کر پکے ارادے پر قسم کھائی ہے تو پکڑ ہے تو قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس محتاجوں کو کھانا کھلاؤ اوسط درجے کا، ایک غلام یا کنیز کی رہائی، اگر یہ نہ کر سکو تو تین دن روزے رکھو، تمہارے واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات بیان کردیئے ہیں تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔	۱۶
۹۰	اے اہلِ ایمان! شراب، جوا، اور بتوں کے استھان فال نکالنے کے پانسے یہ سب شیطانی کام ہیں اُن سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔	۱۶
۹۱	شیطان تو چاہتا ہے اپنے پھندے کے جال میں ڈال کر شراب جوئے کی لت میں مُبتلا کر کے بُغض، عداوت، اور دُشمنی پیدا کردے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے غافل رکھے، لہٰذا شیطان کے فریب سے بچتے رہو۔	۱۶
۹۲	تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اس کے حُکم سے روگردانی کرو گے تو جان لو! رسول ﷺ کے ذمہ پیام واضح پہنچا دینا ہے۔	۱۶
۹۳	جو لوگ ایمان واطاعت میں ثابت قدم رہے نیک عمل کرتے رہے راہِ تقویٰ اختیار کرتے رہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔	۱۷
۹۴	حالت احرام میں شکار نہ کیا کرو اس میں تمہارا امتحان اور آزمائش ہے اور اللہ معلوم کرے گا کہ کون اس سے ڈرنے والا ہے اور جن نے حد سے تجاوز کیا تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔	۲۳
۹۵	حالتِ احرام میں جان بوجھ کر شکار کرلیا تو کفارہ دینا ہوگا تم میں سے جس نے قصداً قتل کیا تو اس کا	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	بدلہ اسی طرح کا جانور ہے۔ دو معتبر آدمیوں کو فیصلہ کا اختیار ہے اس نیاز کا یہ ہدیہ خانہ کعبہ تک پہنچایا جائے یہ اس گناہ کا کفارہ ہے یا محتاج کو کھانا کھلایا جائے یا روزے رکھے جائیں تاکہ احرام کی حالت میں شکار کرنے والا اپنے کئے کی سزا پائے، جو کچھ ہو چکا اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کردیا۔	۲۳
۹۶	حالت احرام میں سمندر اور دریا کا شکار پکڑنا، کھانا، حلال لیکن خشکی کا شکار پکڑنا، حرام کیا گیا۔	۲۳
۹۷	بیت اللہ تقدس اور حرمت کا مرکز ہے اور لوگوں کے لئے حُرمت کے ایام رمہینوں کو قیام امن اور عالمی اجتماع کا ذریعہ بنایا گیا ہے اس میں اہلِ ایمان کے لئے بے شمار حکمتیں برکتیں اور فضائل ہیں اس لئے اس کے شعائر اور اعمال کی حرمتوں کو برقرار رکھو۔	۲۳
۹۸	اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر، باری تعالیٰ بڑی رحمت والا بھی ہے اور مغفرت کرنے والا بھی اور اس بات کو یقین جانو! پاداش عمل میں سخت سزا دینے والا ہے۔	۲۳
۹۹	محمد رسول اللہ ﷺ کے ذمے تو دعوتِ حق کا پیغام پہنچانا ہے جو کچھ ظاہر کرتے ہو یا پوشیدہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔	۲۳
۱۰۰	گندی اور ناپاک چیزیں باہم برابر نہیں ہوسکتیں گو کہ ناپاک چیزوں کی کثرت بھلی معلوم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح وصلاح پاؤ۔	۲۴
۱۰۱	اے اہلِ ایمان ایسے سوالات مت پوچھو، جس کے جواب میں تمہاری خاطر معصوم پر گراں گذرے، اس سے قبل جو کچھ ہو چکا اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا اللہ تعالیٰ بڑے علم والا ہے۔	۲۸
۱۰۲	اس سے قبل بھی بنی اسرائیل کے گروہ نے سوالات دریافت کرکے اپنے عمل کا دائرہ کار تنگ کرلیا اور ان باتوں کے جواب آنے پر منکر ہوگئے۔	۲۸
۱۰۳	بتوں کے نام پر، بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، اور حام جیسے جانور منسوب کرکے ان کو مقدس سمجھنا اسلام سے پہلے کی رسم جاہلیت تھی، اللہ تعالیٰ نے ان رسوم کو اپنانے کی ممانعت کی ہے یہ کافر ہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بات باندھتے ہیں ان کی اکثریت عقل سے محروم ہے۔	۲۸
۱۰۴	معاندینِ حق کو جب ان جاہلیت کی رسوم بے جا سے روکا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہم نے اپنے بڑوں کو ایسا کرتے ہی پایا جبکہ اُن کے باپ دادا نہ کچھ جانتے رہے ہوں نہ ہدایت رکھتے ہوں۔	۲۸
۱۰۵	اے اہلِ ایمان! تم پر اپنی فکر لازم ہے تو اگر راہِ ہدایت کی طرف گامزن رہو جو گمراہ ہوگیا ربھک گیا وہ تمہارا کچھ نقصان نہیں کرسکتا سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے پھر سب کچھ پتہ چل جائے گا تم کیا کچھ کرتے تھے۔	۲۸
۱۰۶	اہلِ ایمان کو موت کے وقت، وصیت اور شہادت کے طریقے کار بتائے گئے ہیں دو معتبر گواہان مقرر کرلو، اگر مسلمان نہ ہوں تو غیر مسلم کا بھی تقرر کیا جاسکتا ہے گواہوں کو حلفیہ گواہی رشہادت دینی چاہیے۔	۲۹
۱۰۷	اگر یہ پتہ چل جائے کہ ان دونوں نے حق تلفی کی ہے تو دوسرے دو گواہ منتخب کرلو پس وہ قسم کھائیں ہماری گواہی دینا بالیقین ان دونوں سے زیادہ راست ہے اور ہم نے حد سے ذرا بھی تجاوز نہیں کیا اگر ہم ایسا کریں تو یہ ظلم ٹھہرے گا۔	۲۹
۱۰۸	یہ قانون شہادت اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ لوگ سچی گواہی دیں اور انہیں خوف ہو کہ جھوٹی شہادت دی تو رد کردی جائے گی اُن سے قسمیں لینے کے	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	بعد قسمیں الٹی پڑ جائیں گی اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔	۲۹
۱۰۹	قیامت کے دن، انبیاء کرام علیہم السلام سے سوال ہوگا جو احکاماتِ حق جن قوموں کو بتادیئے گئے انہوں نے اس پر کتنا عمل کیا وہ کہیں گے ہم کو تو کچھ خبر نہیں، مخفی باتوں کو تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔	۳۳
۱۱۰	حضرت عیسیٰؑ ابن مریمؑ کی دعوت اور اُن کی خصوصیات کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے اُن پر انعامات کیئے، مُعجزات عطا کیئے، لوگوں سے ماں کی گود میں ہمکلام ہوئے توریت اور انجیل کی تعلیم ملی، کتاب کا علم ملا، تم مٹی سے ایک شکل پرندے کی صورت کے مانند بناتے ہو میرے حُکم سے اس میں پھونک مارنے سے وہ پرندہ بن جاتا، مردے کو بحکم اللہ تعالیٰ زندہ کردیتے، اندھے اور کوڑھے شفایاب ہوتے ہر نبی کے مخالفین آیاتِ ربّانی اور مُعجزات دیکھ کر انہیں جادو ہی قرار دیتے رہے۔	۳۳
۱۱۱	جب حواریین رحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار کو حُکم ملا اُن پر ایمان لانے کا تو انہوں نے کہا ہم ایمان لے آئے آپ علیہ السلام گواہ رہیئے ہم مسلمان ہیں۔	۳۳
۱۱۲	پھر حضرت مسیح ابن مریمؑ کے حواریوں نے کھانے کے لئے آسمان سے خوانِ نعمت ردستر خوان اتارنے کی درخواست کی آپ علیہ السلام نے کہا ایسا سوال مت کرو جو تمہاری آزمائش کا سبب بن جائے انہیں مطالبے سے روکا گیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرایا گیا۔	۳۳
۱۱۳	یہ انہوں نے اس لئے کیا کہ ہم کھائیں اور ہم بھی اس غیبی مُعجزہ کے گواہ بن جائیں اور ہمارے قلب اطمینان پائیں۔	۳۳
۱۱۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی، اے اللہ! آسمان سے ہم پر کھانا نازل کر، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانی قرار پائے، تو سب عطا کرنے والوں سے افضل ہے۔	۳۴
۱۱۵	اللہ تعالیٰ نے فرمایا، خوان اتارنے کے بعد اگر کوئی راہِ حق کا منکر ہوا تو اس کے لئے اس ناشکری پر سخت عذاب دوں گا۔	۳۵
۱۱۶	روزِ قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے معلوم کیا جائے گا کیا آپ نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا کے سوا معبود بناؤ! اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ میں اس گمراہی سے بری ہوں، مجھ کو زیب نہیں دیتا کہ ایسی بات بتاتا جس کو مجھے کہنے کا حق نہیں ہے اے اللہ! آپ میرے دل کی بات سے واقف ہیں تمام غیب کا جاننے والے آپ ہیں۔	۳۸
۱۱۷	نبی علیہ السلام نے تو ان سے یہ بات کہی کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو وہ میرا اور تمہارا ربّ ہے جب مجھے اوپر اُٹھالیا گیا تو باری تعالیٰ ہی نگراں رہا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔	۳۸
۱۱۸	یہ اللہ تعالیٰ ہی کے بندے ہیں اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں عذاب دے اور اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے تو وہ غالب اور حکمت والا ہے۔	۳۸
۱۱۹	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا آج سچوں کو اُن کی سچائی پر نفع دینے کا دن ہے اُن کے لئے جنت کے باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے یہ ایک بڑی کامرانی ہے۔	۳۸
۱۲۰	ارض وسماء کی بادشاہی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔	۳۸

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	سورۃ الانعام آیت ۱ تا ۱۱۰	
۱	سب تعریف ثناء اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس ذات یکتا نے تخلیقِ کائنات کی نور اور ظلمت کو پیدا کیا لیکن اہلِ کفران باتوں میں فرق نہیں کرتے۔	۴۱
۲	اللہ تعالیٰ تو وہی ہے جس نے مٹی سے تم کو بنایا تخلیق آدم کے بعد ہر شے کے قیام و بقا اور اس کے انجام کے لئے ایک مدت رمہلت کا تعین کیا اول مہلت دنیاوی زندگی اور اس کا عمل، دوسری مہلت قیامت اور اس میں عمل کے نتائج۔	۴۱
۳	اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کے تمہارے ہر ظاہر اور باطن عمل سے پوری طرح باخبر ہے جو کچھ تم عمل سرانجام دیتے ہو سب کچھ اس کے علم میں ہے۔	۴۱
۴	انسانوں کی غفلت پر صد افسوس! اس کائنات کی نشانیوں کو جھٹلاتے رہتے ہیں۔	۴۱
۵	اب تو حق و صداقت کی دعوت دین ملی تو منکرِ حق نے اُس کی تکذیب کی، اب عنقریب وہ اس حقیقت سے آگاہ ہو جائیں گے۔	۴۱
۶	کیا منکرین حق کو پتہ نہیں، طاقت ور، متاع و مال رکھنے والی قوموں کو اس سزائے جرم میں تباہ کر دیا گیا آسمان سے بارش برسی، گناہوں کی پاداش میں ہلاک و برباد ہوئے دوسرے لوگ آئے یہ تو تمہارے لئے مقامِ عبرت ہے۔	۴۶
۷	اگر کوئی تحریر کاغذ پر لکھی ہوئی ہو اور آسمان سے نازل ہو یہ اہلِ کفر اپنے ہاتھوں سے چھو لیتے تب یہ یہی کہتے کہ بس یہ تو ایک کھلا ہوا جادو ہے۔	۴۶
۸	اور ان لوگوں کا کہنا ہے تائید کے لئے کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترتا، تو تمام معاملہ کا فیصلہ ہی ہو جاتا پھر بھی اُن کو مہلت نہیں دی جاتی۔	۴۶
۹	اگر فرشتہ بھی انسانی شکل میں ہوتا پھر بھی ان کا اعتراض برقرار رہتا یہ انسان کیوں ہے؟۔	۴۶
۱۰	اس سے قبل بھی رسولوں کا مذاق اُڑایا گیا جن لوگوں نے تمسخر اُڑایا رسولوں کا ان پر عذاب آیا۔	۴۶
۱۱	ذرا زمین پر چلو پھرو پھر دیکھو تو سہی جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔	۴۹
۱۲	مکافات عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتِ کاملہ سے استدلال کیا اگر رحمتِ باری تعالیٰ نہ ہوتو کائنات رنگ و بُو کی تکمیل نہ ہوتی اور روزِ قیامت سب کو اکٹھا کیا جائے گا اور ایمان نہ لانے والے خسارے میں ہوں گے۔	۴۹
۱۳	جو کچھ شب و روز ہوتا ہے سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔	۴۹
۱۴	زمین و آسمان کا عدم سے وجود میں لانے والا اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے رزق مل رہا ہے حکم یہ ہے کہ سب سے پہلے اسلام قبول کیا جائے، مشرکوں میں شامل نہ ہوا جائے۔	۴۹
۱۵	اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے غیر اللہ کو معبود بنالیا تو میں بھی اللہ کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔	۴۹
۱۶	اس دن جس سے عذاب ٹل گیا اور جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا وہ کامیاب و کامران ہو گیا۔	۵۳
۱۷	اللہ تعالیٰ اگر کسی کو دُکھ میں مبتلا کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جو اس کے دکھ درد کا مداوا کر سکے، اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔	۵۳
۱۸	اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر پوری طرح حاوی ہے وہی حکمت والا اور خبر رکھنے والا ہے۔	۵۳
۱۹	شہادت کے لئے کون ہے؟ کہا جائے گا صرف اللہ تعالیٰ ہے قرآن وحی کی صورت میں محمد ﷺ پر	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	نازل ہوتا کہ اس پیغام کے ذریعہ لوگوں کو ڈرایا جائے اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ یکتا ہے معبود برحق ہے بے شک اللہ کے رسول ﷺ تمہارے شرک سے بیزار ہیں۔	۵۳
۲۰	یہ اہلِ کتاب اس حقیقت کو خوب جانتے ہیں لیکن اپنی ضد اور باطل عقائد میں مبتلا ہو کر ایمان نہیں لاتے۔	۵۳
۲۱	بھلا اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا، کلام اللہ کی آیات کو جھٹلایا بلاشبہ ظالم فلاح نہیں پاتے۔	۵۷
۲۲	یوم محشر رقیامت کے دن اُن سے وہ تمہارے شریک ہو گئے جن کو تم اپنا شریک گمان کرتے تھے۔	۵۷
۲۳	پھر جب اُن کے فریب کا پردہ چاک ہوگا تو کہیں گے کہ ہمارے پروردگار کی قسم ! ہم مشرک نہ تھے۔	۵۷
۲۴	جس فتنہ شرک اور پُر فریب جھوٹی اور موہوم تمنا میں یہ آج مبتلا ہیں اس کذب صریح کا انہیں وہاں کچھ فائدہ نہیں ہوگا جو جھوٹے قصے وہ تراشے تھے سب غائب ہوں گئے۔	۵۷
۲۵	مشرکین رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر سنتے ہیں چونکہ مقصد طلبِ ہدایت نہیں اس لئے بے سود ہے اُن کے دلوں میں پردے ڈال دیتے ہیں دلائل دیکھنے کے بعد وہ ایمان لانے کے نہیں، ان کا کہنا ہے جو کچھ قرآن نے کہا ہے یہ سابقہ قوموں کے کچھ بے سروپا افسانے ہیں العیاذ باللہ۔	۵۷
۲۶	یہ لوگ قرآن سننے سے دوسروں کو روکتے ہیں اور خود بھی گریز کرتے ہیں دشمنی، عناد، اور ضد کے سبب اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں لیکن احساس نہیں کر رہے۔	۶۱
۲۷	ہولناک منظر ہوگا جب قیامت کے دن یہ آتشِ جہنم میں ہوں گے پھر اس ساعت یہ کہیں گے اے کاش ! دوبارہ ہم دنیا میں لوٹ جائیں اور اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب نہ کریں اور ایمان والوں میں سے بن جائیں۔	۶۱
۲۸	اگر انہیں لوٹا دیا جائے دنیا میں تو انہوں نے وہی کچھ کرنا ہے جس سے منع کیا گیا پھر بھی شرک کریں گے یہ بالکل جھوٹے ہیں	۶۱
۲۹	یہ ان کا وہم و گمان ہے کہ صرف زندگی تو دنیا کی زندگی ہے اور مرنے کے بعد تو ہم زندہ نہیں کئے جائیں گے یہ قول ان کا ہے جو قیامت کے قائل ہی نہیں !۔	۶۱
۳۰	منکرینِ حق، اس وقت تو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ایمان لانا نہیں چاہتے اور قیامت پر ان کا ایمان نہیں لیکن جب اپنے رَبّ کے حضور ر سامنے کھڑے ہوں گے تو مان جائیں گے۔	۶۱
۳۱	یہ منکرینِ قیامت، یوم قیامت اپنی خطا پر پشیمان ہو کر اپنی کوتاہی رغفلت پر افسوس کریں گے ہم سے بڑا قصور ہوا تو کیا ہی بڑے بوجھ اٹھائے ہوں گے۔	۶۴
۳۲	یہ دنیاوی زندگی تو محض کھیل اور تماشا ہے دارِ آخرت ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو بصیرت کے ساتھ، پرہیز گاری اپناتے تھے تو کیا تم سمجھتے نہیں !۔	۶۴
۳۳	حضور ﷺ سے خطاب ہے کفار کی تکذیب سے حزن وملال میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ! یہ ظالم دراصل باری تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا رہے ہیں۔	۶۴
۳۴	اِن سے پہلے بھی انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی، انہوں نے صبر کیا ان کو بھی طرح طرح کی ایذائیں دی گئیں آپ ﷺ بھی صبر رکھئے، اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں آپ اپنے دل کو آزردہ کیوں	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	کرتے ہو۔	۶۴
۳۵	اُن کا اعراض آپ ﷺ کو گراں رہا ہے اگر ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان پر کوئی سیڑھی لگا کر اُن کے لئے کوئی معجزہ لا دو، آپ ﷺ کی تمنا ہے سب سیدھے راستے پر آجائیں آپ اپنی سی کاوش کر دیکھ لیں، اللہ کی رضا کے بغیر آپ ﷺ کے اختیار میں کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ ہی حکمت و مصلحت کو بہتر جانتا ہے۔	
۳۶	آپ ﷺ کی صدائے حق پر تو ان ہی کو لبیک کہنا ہے جن کے دل روشن ہیں ان کافروں کے دل مردہ ہو چکے ہیں یہ کبھی سچائی کو مانیں گے نہیں، مُردوں کو اللہ تعالیٰ ہی اُٹھائے گا سب کو اللہ تعالیٰ کی ہی طرف رجوع ہونا ہے۔	۶۴
۳۷	ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اُتاری گئی اللہ تعالیٰ یقینی طور پر نشانیاں دکھا سکتا ہے اور دکھائی بھی گئی ہیں لیکن ایسے بہت کم ہیں جو ان نشانیوں کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔	۶۹
۳۸	زمین کے پرندوں اور جانوروں کو دیکھو تو سہی، تمہاری ہی طرح ان کی بھی گروہ رجماعت بندی ہوئی ہے، ہم نے اپنی کتاب میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف اکٹھا ہو کر جانا ہے۔	۶۹
۳۹	اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا ہے یہ بہرے، گونگے تاریکی میں مبتلا ہیں۔ اُن کے لئے کوئی نشانی بھی سودمند نہیں اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔	۶۹
۴۰	ذرا اپنی حالت زار تو دیکھو! اگر تم پر عذاب یا قیامت کی گھڑی آجائے تو کیا اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارو گے۔	۶۹
۴۱	انسان پر جب اُفتاد پڑتی ہے تو فطرت انسانی یہ ہے کہ بے اختیار انسان اسی ذات باری تعالیٰ کو پکارتا ہے جس کو پکارنا چاہئے اگر تم پر مُصیبت آجاتی ہے تو پھر تم اللہ تعالیٰ کے شریکوں کو چھوڑ کر، اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہو۔	۶۹
۴۲	پہلی اُمتوں کی طرف بھی پیغمبروں کو بھیجا گیا انہوں نے اُن کی تکذیب کی اللہ تعالیٰ نے اُن کی گرفت کی تا کہ وہ اظہار عجز و انکساری کریں۔	۷۳
۴۳	پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ اُن پر عذاب ہوا تو عاجزی انہوں نے کیوں نہ اختیار کی، اُن کے دل بداعمالیوں کے سبب سخت ہو گئے اور شیطان نے اُن کی نگاہوں کو اسی طرف مائل رکھا جو وہ کرتے رہے تھے۔	۷۳
۴۴	اس کے بعد اُن کو، اُن کے حال زار پر چھوڑ دیا گیا اور عیش و آرام کے اسباب مہیا ہوئے بھی، ناگہانی عذاب میں دفعۃً پکڑ لیا گیا پھر ہر طرف سے اُن کی آس ٹوٹ گئی۔	۷۳
۴۵	پھر مہلت اور ڈھیل دینے والے قانون سے اس گروہ کی جڑوں کو کاٹ دیا گیا، جنہوں نے ظلم کا ارتکاب کیا۔	۷۳
۴۶	اگر اللہ تعالیٰ تمہاری قوتِ سماعت اور بصارت کو سلب کر لے، اور تمہارے دلوں پر مہر ثبت کر دے تو کون معبود ہے اللہ تعالیٰ کے سوا، جو اس کو واپس لا دے، اللہ تعالیٰ اپنی آیات مختلف انداز سے بتا رہا ہے پھر وہ اعراض کرتے ہیں۔	۷۳
۴۷	اگر عذابِ الٰہی تم پر بے خبری پر آجائے تو ظالم ہی ہلاک ہوں گے۔ اور اہلِ ایمان بچائے جاتے ہیں۔	
۴۸	رسولوں کو نوید رخوشخبری دینے کے لئے اور خبردار کرنے کے لئے بھیجا جاتا ہے اہلِ ایمان تو فلاح پا گئے ان کو کوئی خوف ہوگا نہ حزن و ملال۔	۷۶

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
۴۹	جنہوں نے آیاتِ ربّانی کو جھٹلایا، وہ اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں عذاب میں مبتلا ہوں گے۔	۷۶
۵۰	اے محمدؐ کہہ دیجئے! میں یہ دعویٰ نہیں کرتا میرے پاس خزانے ہیں نہ میں فرشتہ ہوں اور نہ میں غیب کا علم جانتا ہوں میں تو صرف وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر اُترتی ہے کیا اندھے اور آنکھوں والے مساوی ہو جائیں گے اے اللہ کے بندو! تم اس پر غور وفکر کیوں نہیں کرتے۔	۷۶
۵۱	قرآن کے ذریعہ ان لوگوں کو خبردار کیا جائے کہ وہ اپنے رَب کے پاس اکٹھے کئے جائیں گے وہ پرہیز گاری اختیار کریں ورنہ ان کا کوئی حامی اور مددگار نہ ہوگا۔	۷۹
۵۲	قرآن کی تعلیمات اور احکامات پر جو اخلاص نیت سے عمل کرتے ہیں صبح وشام ذکر باری تعالیٰ میں لگے رہتے ہیں انہیں اپنے سے دُور مت کرو، ظالموں میں مت بن جانا۔	۷۹
۵۳	امتیاز مراتب کے سلسلے میں ہم نے ایک دوسرے کو آزمایا ہے ہم نے دنیا میں کسی کو ثروت اور کسی کو غربت دی ہے یہ امارت اور مفلسی تو لوگوں کے لئے امتحان ہے وہی نعمت اور فضل ربّانی ہے وہ تو بہرحال اللہ تعالیٰ کے شکر گذار بندوں کا حصّہ ہیں۔	۷۹
۵۴	جو اہلِ ایمان ہوں ان کو باری تعالیٰ کی رحمت کا پیام دو، اور ان کو اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی نوید بشارت دو تم میں سے توبہ اور اپنی اصلاح کرلے۔	۷۹
۵۵	اللہ تعالیٰ اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ مجرموں کا رویہ بھی بے نقاب ہو جائے اور ان کی راہ عیاں ہو جائے۔	۷۹
۵۶	آپ ﷺ کہہ دیجئے! مجھے تو ان کی عبادت سے روکا	

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	گیا ہے جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر میں تمہاری خواہش کی پیروی کروں گا تو راہِ حق سے دُور ہو جاؤں گا رگمراہ ہو جاؤں گا۔	۸۵
۵۷	میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہوں جس کی تم نے تکذیب کی، جس بابت پر تم عجلت کرتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔	۸۵
۵۸	آپ ﷺ کہہ دیجئے! اگر وہ چیز ہوتی میرے پاس جس کا تقاضا تم کر رہے ہو تو مجھ میں اور تم میں کب کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔	۸۵
۵۹	اگر اللہ تعالیٰ کے پاس غیب کی کنجیاں رخزانے ہیں تو وہی سمندر اور خشکی میں جو کچھ ہے اُسے جانتا ہے یہ سب کچھ علم اور روشن کتاب میں واضح طور پر درج ہے۔	۸۵
۶۰	اللہ تعالیٰ ہی تمہارے شب وروز کے معاملات پر حاوی ہے تاکہ زندگی کا ٹھہرایا ہوا عرصہ پورا کرسکو، مرنے کے بعد اس کی طرف جانا ہے پھر تمہارے کاموں کی خبر دے گا۔	۸۵
۶۱	رَبِ جلیل کی گرفت سے کیوں کر بچ سکتے ہو، اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنے نگراں متعین کئے ہوئے ہیں وہ جب چاہے گا اپنے فرشتوں کے ذریعہ تمہاری رُوح قبض کرے گا وہ اس کام میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔	۹۲
۶۲	پھر تم سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہونا ہے آگاہ رہو کہ فیصلہ کا کُلی اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔	۹۲
۶۳	اے غفلت میں پڑے ہوئے انسان! خشکی اور سمندر کے اندھیرے میں، مصیبت کی گھڑی میں اِدیکھا کون بچاتا ہے جب تم اس آفت سے نجات ملتے ... میں ہم شکرگذار ہو جائیں گے۔	۹۲

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
۶۴	آپ ﷺ کہہ دیجئے! اللہ تعالیٰ ہی تم کو غم و آلام سے نجات دیتا ہے اور تم ہو کہ پھر شرک کرتے ہو۔	۹۲
۶۵	آپ ﷺ فرما دیجئے! اللہ تعالیٰ ہی قدرت رکھتا ہے تم پر عذاب اوپر سے بھیجے یا تمہارے پاؤں تلے سے، یا ایسا ہو کہ تم گروہ در گروہ آپس میں ہی گتھم گتھا ہو کر لڑ پڑو فریقوں میں تقسیم ہو جانا بھی عذاب کی ایک صورت ہے۔	۹۲
۶۶	آپ ﷺ کی قوم نے قرآن کو جھٹلایا حالانکہ یہ حق ہے آپ ﷺ کہہ دیجئے! میں تمہیں ہدایت کے راستے پر ہی گامزن کروں یہ میرے ذمے نہیں۔	۹۸
۶۷	ہر خبر کے وقوع پذیر ہونے کی ایک گھڑی ہے اور عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔	۹۸
۶۸	جو لوگ آیات ربّانی کا مذاق اُڑانے پر تلے ہوئے ہیں اُن سے کنارہ کشی اختیار کرو! یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں مصروف ہو جائیں، اگر شیطان آپ کو بھلا دے تو یاد آ جانے پر ایسے ظالم لوگوں کی محفل میں مت بیٹھئے۔	۹۸
۶۹	جو لوگ پرہیزگار ہیں ان پر لازم ہے کہ معاندین حق کو تلقین کریں اور خود بھی نصیحت کی روش اختیار کریں تا کہ برائیوں سے بچا جا سکے۔	۹۸
۷۰	جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا ہے ان سے الگ الگ رہو، یہ ضرور ہے کہ دعوت الی الخیر کی تلقین ہوتی رہے بدعملی کی پاداش یہ کوئی اس طرح نہ پھنس جائے کہ رُسوائی اس کا مقدر بن جائے، انکارِ حق کی سزا دردناک عذاب میں مُبتلا ہونا ہے۔	۹۸
۷۱	آپ ﷺ کہہ دیجئے! ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے بس اور عاجز ہستی کو اپنا الٰہ کیسے بنالیں جس کے اختیار میں نہ نفع دینے، اور نہ نقصان پہنچانے کی صلاحیت ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی، اس شخص کی طرح جس کو شیطانوں جنگل میں سرگشتہ اور حیران پھرتا چھوڑ دیا ہو ہمیں تو حکم یہ ملا ہے کہ ربّ العالمین کی فرمانبرداری کریں۔	۱۰۲
۷۲	نماز قائم کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو سب کو اللہ تعالیٰ کے حضور اکٹھا ہونا ہے۔	۱۰۲
۷۳	باریٔ تعالیٰ کی ذات وہ ذات واحد ہے جس نے ارض وسماء بنائے جس وقت اللہ تعالیٰ کہہ دے ہو جا، وہ ہو جائے گا قیامت کا آنا لازمی ہے جس دن صور پھونکا جائے گا اس دن اللہ تعالیٰ کی ہی بادشاہی ہوگی۔	۱۰۲
۷۴	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توسط سے، توحید باری تعالیٰ کی دعوت، اپنے والد سے انہوں نے کہا تم کیا بتوں کو معبود بنائے بیٹھے ہو آپ کی قوم گمراہی میں مُبتلا ہے۔	۱۰۲
۷۵	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہم نے زمین و آسمان میں ملکوت الٰہی کے جلوے دکھائے تا کہ بُت پرستی کا خاتمہ ہو سکے، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی وحدانیت کی اس دلیل کی طرف راہ کھائی جو حجت انہوں نے اپنی قوم پر قائم کی۔	۱۰۲
۷۶	جب رات کی تاریکی چھائی تو انہوں نے اجرام فلکی میں ستارہ دیکھا کہا یہ میرا ربّ ہے وہ ڈوب گیا تو کہا میں ڈوب جانے والوں سے اُلفت نہیں رکھتا۔	۱۰۸
۷۷	پھر چاند پر نظر پڑی تو کہا یہ میرا رب ہے جب چمکتا ہوا چاند بھی غروب ہو گیا تو کہا میرا رب رہنمائی نہ کرے تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔	۱۰۸
۷۸	جب سورج کو روشن دیکھا یہ بڑا ہے یہ میرا رب ہے وہ بھی ڈوب گیا جن کی تم پرستش کرتے ہو جن کو تم	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین متن	صفحہ نمبر
	اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہو میں اُن سے بیزار ہوں۔	۱۰۸
۷۹	میری عبادت اور توحید سے مقصود اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہے جو زمین و آسمان کا خالق ہے میں تو مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔	۱۰۸
۸۰	پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے توحید کے بارے میں حجت کی، اس کا جواب انہوں نے خوب دیا مجھے تمہارے معبودوں کی پرواہ نہیں وہ میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے اللہ تعالیٰ نے مجھے راہِ حق پر گامزن کر دیا ہے۔	۱۰۸
۸۱	میں تمہارے باطل معبودوں سے کیوں ڈروں جب تم معبود برحق سے نہیں ڈرتے تمہارے پاس تو اوہام باطلہ ہیں۔ ذرا خود ہی غور کرو کیسی راہِ ہدایت اور امن کی راہ ہے۔	۱۰۸
۸۲	جن لوگوں نے شرک کے بجائے توحید کی روش اختیار کی وہی دائمی امن اور راحت میں ہیں۔	۱۰۸
۸۳	یہ ہے ہماری حجت اور دلیل توحید الٰہی، جس کا کوئی جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کو نہ بن پڑا ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبے میں اعلیٰ کر دیتے ہیں۔	۱۱۳
۸۴	ہم نے انہیں بہترین خاندان دیا جس سے انبیاء کا سلسلہ آگے بڑھا اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام دیئے، نوح علیہ السلام کو ہدایت دی اور ان کی نسل سے داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام، راہ ہدایت لے کر آئے ہر نیکی کرنے والوں کو اچھا صلہ دیتے ہیں۔	
۸۵	اس کے علاوہ حضرت زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، اور الیاس علیہ السلام، یہ سب نیک کاروں میں سے تھے۔	۱۱۳
۸۶	اس کے علاوہ اسمٰعیل علیہ السلام، یسع علیہ السلام، یونس علیہ السلام،	

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین متن	صفحہ نمبر
	اور لوط علیہ السلام، اور ہر ایک کو تمام جہان والوں پر فضیلت بخشی۔	۱۱۳
۸۷	یہ تمام برگزیدہ انبیاء اُن کے باپ دادا، جن کا تذکرہ ہوا، ان سب کو توحید کی طرف مائل کیا اور سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت کی۔	۱۱۳
۸۸	یہ سب اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے سرفراز کرتا ہے اگر صالحین بھی شرک میں مبتلا ہو جائیں تو ان کے سارے عمل غارت اور ضائع ہو جاتے ہیں۔	۱۱۳
۸۹	یہ لوگ جنہیں کتاب، قوت فیصلہ اور نبوت سے نوازا گیا یہ لوگ انکاری ہو جائیں تو پرواہ کی کوئی بات نہیں، عنقریب سچے مؤمن اس راہ پر مامور ہو جائیں گے وہ اس راہِ حق کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے۔	۱۱۳
۹۰	یہی وہ لوگ ہیں جنہیں باری تعالیٰ نے راہِ ہدایت عطا کی، تم ان کی پیروی کرو میں اس میں تم سے کسی صلہ کا طلب گار نہیں ہوں، جہاں والے اس نصیحت سے ہدایت پائیں۔	۱۱۳
۹۱	علماء یہود کا تعصب، وحی اور کتاب کے نزول سے انکار، ان کا یہ کہنا ہے کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی کتاب نہیں اُتاری، توراۃ بھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اُتاری گئی جس میں ہدایت اور روشنی ہے جس کو تم نے ورق درورق کر کے کچھ پوشیدہ رکھتے اور کچھ کو ظاہر کرتے ہو ان کو خرافات میں کھیلتے رہنے دو۔	۱۱۸
۹۲	یہ کتاب قرآن حمید ہے تو ہم نے نازل کی ہے بابرکت ہے پُرعظمت ہے یہ کلام حق صداقت اہلِ مکہ اور اس کے آس پاس رہنے والوں کو گمراہیوں سے روکتا ہے قرآن کی بشارت سابقہ صحیفوں میں	

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	بیان ہوئی ہے۔	۱۱۸
۹۳	اُس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر بہتان لگائے، دعویٰ یہ کرے کہ مجھ پر وحی کا نزول ہوتا ہے یہ منکرینِ حق رظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے ان کو فرشتے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہہ رہے ہوں گے اپنی جانیں ہمارے سپرد کردو تم کو رُسوائی اور ذِلّت کا عذاب دیا جائے گا۔	۱۱۸
۹۴	تم تنہا تنہا علیحدہ علیحدہ ہمارے پاس آؤ گے ہم نے تم کو اوّل بھی پیدا کیا تھا تمہارے ساتھ مال ہوگا اور نہ اولاد نہ وہ مدد کے لئے ہوں گے جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیا تھا۔	۱۱۸
۹۵	اللہ تعالیٰ دانے اور گٹھلیوں کو پیدا کرنے والا ہے وہ جاندار کو بے جان سے نکالنے والا ہے تم کہاں بہک کر الٹے جارہے ہو۔	۱۲۳
۹۶	وہی صبح کو نمودار کرنے والا ہے اس نے رات کو باعث راحت بنایا سورج اور چاند ایک حساب سے مقرر کئے۔	۱۲۳
۹۷	وہی ہے جس نے ستاروں کو بنایا جس سے تم خشکی اور سمندر کی تاریکی میں راستے دریافت کرتے ہو۔	۱۲۳
۹۸	وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے تخلیق کیا اور ایک ٹھکانہ مقرر کیا اور صاف وضاحتیں بیان کیں تا کہ تم سمجھو۔	۱۲۳
۹۹	اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جو آسمان سے ابر رحمت ربارش برساتا ہے ان سے اُگنے والی ہر شے نکالی، مختلف پھلوں کو پیدا کیا ذرا غور تو کرو اہلِ ایمان کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔	۱۲۳
۱۰۰	اور لوگوں نے شیطانوں کو اللہ کا شریک بنالیا ہے حالانکہ ان کا پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔	۱۲۳
۱۰۱	زمین اور آسمان کو معرضِ وجود میں لانے والا اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے اولاد کہاں ہوسکتی ہے جبکہ اس کی کوئی بیوی نہیں۔	۱۲۹
۱۰۲	تمام جہانوں کو تخلیق کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اس کی بندگی اختیار کرو۔	۱۲۹
۱۰۳	تمہارا معبود برحق اللہ تعالیٰ ہے جس کو آنکھیں دیکھ نہیں پاتیں، اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔	۱۲۹
۱۰۴	تمہارے پاس توحید کے علم وعرفان کے دلائل اور نور آگیا جو اس سے استفادہ کرے گا، نفع پائے گا اور جو نورِ ہدایت سے بے خبر رہا اس کا وبال اسی پر ہے۔	۱۲۹
۱۰۵	دلائل توحید مختلف طریقوں سے بتائے گئے ہیں تا کہ لوگوں پر تمام پہلو آشکار ہوجائیں۔	۱۲۹
۱۰۶	آپ وحی باری تعالیٰ کی پیروی کیے جائیں اور مشرکوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیجئے۔	۱۲۹
۱۰۷	اللہ تعالیٰ کے پاس تو ایسے اختیارات کاملہ ہیں اگر وہ چاہے تو کوئی شرک کرنے پر قادر نہیں ہوسکتا، بس آپ کو سچائی کی راہ بتانا چاہئے ضروری تو نہیں یہ سب بات مان لیں۔	۱۲۹
۱۰۸	بُت پرستوں کے بُت کی تضحیک مت کیجئے ورنہ وہ بھی آپ کے طریقۂ عمل کو بُرا کہیں گے۔	۱۳۰
۱۰۹	یہ حق کے انکاری لوگ، اللہ کی نشانیاں دیکھ کر بھی ایمان لانے والے نہیں۔	۱۳۰
۱۱۰	یہ لوگ اپنی بدگمانی، بدنظمی اور ضد کے سبب ایسے ہی گمراہ رہیں کہ یہ اپنی سرکشی میں ہی سرگرداں ہیں۔	
	عذرہائے من پذیرہ	۱۳۷

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾

اور جب لوگ اُس کلام کو جو رسول اللہ ﷺ کی طرف نازل کیا گیا ہے سنتے ہیں تو آپ دیکھیں گے اُن کی آنکھیں اشکوں/آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں/اشک ٹپک رہے ہوتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا اور کہا کرتے ہیں اے ہمارے رَبّ ہم ایمان لے آئے پس ہم کو سچ کی/صداقت اسلام کی گواہی دینے والوں میں لکھ لیجئے! (۸۳)

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾

اور بھلا کیا سبب ہے کہ ہم کیوں نہ ایمان لائیں اللہ تعالیٰ پر، جب کہ حق ہمارے پاس آن پہنچا، ہم تمنا/آرزو رکھتے ہیں کہ ہمارا رَبّ داخل کردے ہمیں نیک صالح لوگوں کی رفاقت میں/نیک لوگوں میں شامل کردے۔ (۸۴)

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾

تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس کہنے/قول کے صلے پر، ثواب میں اُن کو بہشت کے باغات عطا کرنے کا فیصلہ صادر کر دیا، جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں، جہاں ہمیشہ ہمیشہ اُن کو رہنا اور بسانا ہے نیکی کرنے والوں کا یہی بدلہ/صلہ ہے۔ (۸۵)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾

اور وہ لوگ جنہوں نے راہِ کُفر اختیار کی، اور ہماری آیات کو جھٹلایا/ہماری آیتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کیا، وہی جہنمی ہیں۔ (۸۶)

الفاظ و معانی آیت ۸۳ تا ۸۶

﴿وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ﴾ اور جب وہ سنتے ہیں۔ یہ عالم اور زاہد لوگ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ یا سید مختار ﷺ سے جو چیز جو اتاری گئی ہے ﴿اِلَى الرَّسُوْلِ﴾ رسول ﷺ کی طرف۔ ﴿تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ﴾ تو تو دیکھتا ہے اُن کی آنکھیں/چشم تر۔

﴿تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ﴾ نم ناک ہوئی جاتی ہیں آنسوؤں کے بہنے سے، ﴿تَفِيْضُ﴾ [1] وہ بہتی ہیں، آنکھیں آنسوؤں سے تر رہتی ہیں، فَیْض سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق۔

یہ اُن کے رقتِ قلب کی کیفیت کا عالم ہے کہ قرآن الحکیم کے دل میں تاثیر پیدا کرنے والے مضامین سن کر اشکبار ہو جاتے ہیں۔ بیان ہے کہ بادشاہ نجاشی کی دعوت پر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اس کے دربار میں سورۂ مریم [2] اور سورۂ طٰہٰ کی آیات پڑھ کر سنائیں تو درباری بادشاہ نجاشی اور اس کی قوم کے دیگر علماء زار و قطار رونے لگے، اسی طرح نجاشی قوم کے ستر (۷۰) آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آقا محمد ﷺ سے سورۂ یٰسین [3] سُن کر رو پڑے۔ نجاشی کی نمازِ جنازہ،

[1] ...... جب آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوں اشک کے قطرے ٹپکنے لگیں تو عرب کہتے ہیں فاضت العین، اسی سے تفیض من الدمع اخذ کیا گیا ہے۔

[2] ...... حضرت جعفر بن ابی طالب نے سورۂ مریم پڑھی اس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی اعجازی ولادت اور ان کی رسالت اور عبدیت کا قصہ موجود ہے۔

[3] ...... بعض کہتے ہیں کہ نجاشی بادشاہ نے اپنے کچھ علماء محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجے، آپ ﷺ نے قرآن پڑھ کر سنایا تو ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور ایمان لے آئے۔ (بحوالہ فتح القدیر)

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ نے غائبانہ پڑھائی اُن کے سوا بھی کسی کی نہیں پڑھائی۔ [1]

﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا﴾ اے ہمارے رب ایمان لے آئے ہم، اس کلام پر اور اس پیغمبر ﷺ پر۔ ﴿فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ہمیں گواہی دینے والے لکھ دے اسلام کی صداقت کی، انہوں نے محمد ﷺ کی حقیقت پر گواہی دی ہے اور ہمیں اُمت محمدی میں داخل کر لے کہ قیامت کے دن، اُس اُمت کے لوگ انبیاء علیہم السلام کے گواہ ہوں گے یہاں پر الشّٰھِدِیْنَ سے مراد اُمت محمدیہ ﷺ ہے۔

اس آیت مُبارکہ سے ابنِ جریرؒ کے قول کی اور بھی تائید ہوتی ہے کہ یہاں نصاریٰ سے مراد وہ خالص گروہ جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے دین کا پابند تھا عبادت اور ذکر باری تعالیٰ میں مصروف و مشغول رہتا اور جب حق اور نورِ ہدایت پر آقائے نامدار ﷺ کو دیکھا تو فوری طور پر ایمان لے آیا۔

﴿وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا﴾ اور ہماری خواہش / آرزو یہ ہے کہ ہمارا ربّ ہمیں داخل کرے جنّت میں۔ ﴿نَطْمَعُ﴾ ہم اُمید رکھتے ہیں طَمَعٌ مصدر ہے مضارع کا صیغہ جمع متکلم قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿يُدْخِلَنَا﴾ ہم کو داخل کرے گا اِدْخَالٌ مصدر، مضارع معروف واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ﴾ نیک لوگوں / گروہ صالحین کے ساتھ شامل فرما، اس وقت کا بھی پتہ چلا کہ نیک اور پرہیز گار لوگوں کی سنگت یا ملاپ بھی ایک بڑی نعمت ہے صالحین اُمتِ محمدی ﷺ کے لوگ ہیں۔

﴿فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ﴾ پھر جزا دی اللہ تعالیٰ نے انہیں، انعام دیا / ثواب دیا، اثاب سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ اور یہی صلہ / معاوضہ ہے نیک کاروں کا۔

﴿وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ اور جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی / جھٹلایا وہی دوزخی ہیں۔

تشریح و توضیحات آیت ۸۳ تا ۸۶

آیت ۸۳ میں اظہار بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر کلام اللہ، قرآنِ حمید نازل ہوا اس کی سماعت کی سعادت حاصل کرتے ہیں تو اُن کی آنکھیں، ''دیدۂ نمناک'' کی طرح آب دیدہ ہو جاتی ہیں اور قرآن کی پُر کیف تاثیر کے تحت اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی ٹپکنے لگتی ہے۔ جب قومِ نجاشی کے لوگوں نے آپ ﷺ سے قرآن کریم کی آیات سُننے کی توفیق پائی، تو ''اشک رواں کی نہر ہے اور ہم ہیں دوستو'' کے مصداق ان کی ''چشم تر'' اشک رواں میں ڈوب گئی اُن کے دلوں میں حق و باطل کی پہچان موجود تھی دل نے تسلیم کر لیا یہ حق ہے آپ کو تو پتہ ہے حق حق ہوتا ہے وہ گویا ہوئے! اے ربِ جلیل ہم ایمان لاتے ہیں ہمارا شمار سچّی گواہیاں دینے والوں کی فہرست میں شامل کر لیا جائے۔

آیت ۸۴ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ پر اور اس حق پر جو کہ عطا ہوا، ایمان کیوں نہ لائیں جبکہ ہم پُر اُمید ہیں کہ ہمارا ربّ ہمیں نیک لوگوں کے زُمرے میں شامل کرے گا۔ جب حبشہ کا وفد، اسلام سے مشرف ہو کر لوٹا تو یہود نے انہیں اس پر اظہارِ ملامت کیا تو انہوں نے جواباً کہا ''جب حق عیاں / ظاہر ہو گیا تو ہم ایمان کیوں نہ لاتے، اس صورتِ

[1] ......حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ جب نجاشی کے انتقال کی خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے صحابۂ کرام ؓ سے فرمایا ''حبشہ میں تمہارے بھائی کا انتقال ہو گیا ہے اس کی نماز جنازہ پڑھو ایک صحرا میں آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی۔ (بحوالہ صحیح البخاری مناقب الانصار و کتاب الجنائز)

Marfat.com

حال میں ایمان نہ لانا قابلِ ملامت ہے، نا کہ ایمان لانا کیونکہ یہ سببِ فلاح ہے دارین کا" (بحوالہ کنز الایمان احمد رضا خان بریلویؒ)

قرآنی آیات کی اثرانگیزی کا تذکرہ، اس انداز میں کیا گیا۔ چنانچہ سورۃ آلِ عمران آیت ۹۹ پارہ لَنْ تَنَالُوْا (۴) میں ارشادِ ربّانی ہے

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ

"اور اہلِ کتاب میں بعض لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور جو قرآن نازل کیا گیا آپ ﷺ پر، اسے بھی وہ مانتے ہیں اور جو نازل کیا گیا اُن پر اسے بھی وہ مانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی کرتے ہوئے ، اُن کے دل اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے ہوئے ہیں"۔

آیت ۸۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ جو عملاً گویا عقیدے کے اعتبار سے بھی اور عمل کردار کے لحاظ سے بھی اپنی اصلاح، خلوصِ ایقان وایمان کے ساتھ کر لیتے ہیں خواہ ان کا شمار عیسائیوں میں ہو یا کسی اور نوعیت کے کفر میں مُبتلائے بلا رہے ہوں جب صاحبِ ایمان ہو گئے تو حدِ کفر ٹوٹ گئی، عملاً اطاعتِ باری تعالیٰ اور اطاعتِ رسول اللہ ﷺ اپنائی تو یہ کہنا بجا ہے کہ کتنا بڑا اعزاز ہے دولت ایمان کا، تو نہ صرف گیتی کائنات میں بلکہ اُخروی اور ابدی زندگی میں بھی اللہ ﷻ کی بے پناہ نعمتیں، انعامات واکرامات، بہشت اور اس کی ابدی راحتیں انہیں عطا ہو جاتی ہیں خلوص دل سے کام کرنے کا یہی بدلہ ہے۔ انہیں جنّت میں ایسے باغات عطا ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔

آیت ۸۶ میں بیان کیا گیا ہے کہ جنہوں نے راہِ کفر اختیار کی اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا، وہ دوزخ میں پڑے رہنے والے ہیں۔ اکثر مُفسّرین نے اظہارِ خیال کیا ہے کہ ایک دن محمد مصطفیٰ ﷺ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے قیامت کا حال بیان فرما رہے تھے، آپ ﷺ نے اس یوم کی سختیوں کا تذکرہ فرمایا کچھ صحابی جن میں امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق ؓ، حضرت علی ؓ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ، حضرت مقداد ؓ اور حضرت سلمان ؓ بھی شامل تھے حضرت عثمان بن مظعون کے گھر پر اکٹھے ہوئے اور اس بات پر اتفاق رائے ہوا کہ جتنی باقی عمرِ عزیز ہے اس میں روزہ رکھیں گے اور رات کو عبادت وریاضت میں مصروف رہیں گے اور نہ بچھونے پر سوئیں گے گوشت اور چربی نہیں کھائیں گے، عورتوں کے پاس جانے سے گریز کیا جائے گا، ترکِ دنیا کر کے کملی اوڑھ لی جائے۔ باہم متفق ہو کر سب نے قسم کھائی۔ جب رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ نے ان صحابہ ؓ سے فرمایا تم لوگوں نے جو فکرِ عمل اختیار کی ہے میں اس بات پر مامور نہیں ہوا ہوں بے شک تم پر تمہارے نفس کا حق ہے تم روزہ بھی رکھو، سحری بھی کھاؤ، افطار بھی کرو اور شب میں ذکر وعبادت بھی کرو، رات کو نیند بھی کرو، میں عبادت کے لئے رات کو اُٹھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزہ رکھتا ہوں افطاری بھی کرتا ہوں، گوشت اور چربی [1] بھی میرے طعام میں شامل ہے، عورتوں کے پاس بھی جاتا ہوں [2] جو کوئی میری سنت سے اعراض کرے گا [3]، باز رہے گا وہ مجھ سے نہیں۔ پھر اس کے بعد سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۷ کا نزول ہوا جس میں بتایا گیا کہ اے اہلِ ایمان نہ حرام کرو پاکیزہ اور لذیز چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے تم پر حلال کر دی ہیں۔

❁❁❁❁

---

[1] ......گھی اور روغن رتیل۔ [2] [3] ......اٰكُلُ اللَّحْمَ وَالدَّسَمَ وَاٰتِي النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔

Marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٨٧﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ حرام ٹھہراؤ، اللہ تعالیٰ نے جو ستھری اور پاک چیزیں تمہارے لئے حلال کر دی ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے زیادہ بڑھنے والوں/زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(۸۷)

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو روزی دی ہے اسے کھاؤ/مرغوب اور حلال چیزیں کھاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو/اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو/اجتناب کرو، جس پر تمہارا ایمان ہے/جس پر تم ایمان لے آئے ہو۔(۸۸)

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ ۖ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ۚ ذَٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٨٩﴾

تمہاری بے ہودہ/لغو اور فضول قسموں پر، اللہ تعالیٰ سرزنش نہیں کرتا، البتہ گرفت/مواخذہ کرتا ہے اُن قسموں پر، جنہیں تم نے پختہ/مضبوط کیا تو ایسی قسم کا بدلہ/کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو اوسط/درمیانی درجہ کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا دس مسکینوں کو کپڑے پہناؤ یا غلام یا لونڈی/کنیز کو آزاد کیا جائے، اور پھر جو کوئی یہ نہ کر سکے تو وہ تین دن کے روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم اُٹھاؤ/یا قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو، اسی طرح باری تعالیٰ اپنے احکام کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم شکر ادا کرو/اللہ تعالیٰ کا احسان مانو۔(۸۹)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٠﴾

اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور بُت کے استھان/فال کھانے کے، پانسے، اور جوئے کے تیر، سب ناپاک اور گندے اور شیطانی اُمور ہیں ان سب سے (شیطان کی کارستانیوں سے) بچتے رہو، تا کہ تم فلاح پاؤ۔(۹۰)

إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ﴿٩١﴾

شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان دشمنی/عداوت اور بُغض شراب اور جُوا کے ذریعہ ڈال دے، اور اللہ کے ذکر/یاد اور نماز سے تمہیں روک دے۔ اچھی طرح جان لو! کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟ (تم کو ان کاموں سے اجتناب کرنا/رکنا ہے)۔(۹۱)

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٩٢﴾

اور حکم مانو اللہ تعالیٰ کا اور فرمانبرداری کرو رسول اللہ ﷺ کی اور نافرمانی سے حتی المقدور بچتے رہو، اور اگر تم نے روگردانی کی تو اچھی طرح جان لو! ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذمہ تو بس ہمارے احکام کو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔(۹۲)

Marfat.com

لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۹۳﴾

جو ایمان لائے اور عمل نیک کیے، اُن پر کچھ گناہ نہیں، انہوں نے اس سے قبل جو کچھ کھایا تھا پیا تھا اس پر کوئی گرفت رمواخذہ نہیں، وہ صاحبِ تقویٰ ہوگئے اور ایمان میں آگئے، اور نیک اُمور سرانجام دینے لگے پھر ان احکام کے بعد بھی ڈرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں (جو اُن پر نازل ہوا) پھر ڈرتے ہیں اور پھر راہِ پرہیزگاری اپناتے ہیں رخوب نیک کام کرتے ہیں ایسے نیک لوگوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ (۹۳)

الفاظ و معانی آیت ۸۷ تا ۹۳

﴿لَا تُحَرِّمُوْا﴾ تم حرام قرار نہ دو، تم حرام نہ کرلو، تَحْرِیْمٌ سے فعل نہی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، قواعد کے مطابق۔
﴿وَلَا تَعْتَدُوْا﴾ اور نہ حد سے آگے بڑھو، حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا اے اللہ کے حبیب (ﷺ)! جب میں گوشت کھاتا ہوں تو نفسانی خواہش رشہوت کا غلبہ بڑھ جاتا ہے اس لئے میں نے اپنے اوپر گوشت حرام کرلیا جس پر اس آیت کا نزول ہوا۔ (بحوالہ صحیح ترمذی، البانی ص ۴۲ جلد سوئم)
حد سے بڑھنے کا مفہوم ہے کہ کسی حلال چیز کو کسی عذر کے بغیر، ثواب سمجھ کر ترک کردے جس کو نادان آدمی تقویٰ سمجھتا ہے وہ اللہ کے نزدیک تعدّی اور ناجائز ہے، (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ)
﴿مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ﴾ جو روزی اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی۔ ﴿رَزَقَكُمْ﴾ اس نے تم کو رزق عطا کیا، رِزْقٌ سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ اور ڈرو اللہ سے، اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دینے سے۔ ﴿اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴾ تم ساتھ اس کے ایمان لائے ہو۔ اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے حبیب (ﷺ)! ہم نے جو قسم کھائی ہے اسے کیا کریں تو یہ آیت اُتری، ﴿لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ﴾ اللہ تم کو نہیں پکڑے گا رنہ بازپُرس کرے گا تم سے تمہاری فضول اور لغو قسموں کے بارے میں۔ لغو امام شافعیؒ کے مطابق وہ قسم ہے جو بلا قصد زبان سے نکل جائے۔ (بحوالہ تفسیر قادری)
﴿وَلٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ﴾ جان بوجھ کر پکے رمضبوط ارادے سے تم نے جو قسم کھالی ہے تو اس پر مواخذہ ہوگا۔ قسم جس کو لُغت میں حَلْفٌ یا یَمِیْنٌ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس کی جمع اَحْلَاف اور ایمان ہے، ایمان جمع ہے یمین کی اور یُمن برکت سے اخذ کیا گیا ہے یمینِ لغو سے مراد وہ قسم ہے جس میں قسم اٹھانے کی نیت نہیں ہوتی بلکہ تکیہ کلام کے طور پر واللہ، باللہ کے الفاظ غیرارادی طور پر یا بغیر سوچے سمجھے منہ سے ادا ہوجاتے ہیں اس قسم کا کوئی کفارہ نہیں وہ قسم جو ارادے اور نیت سے اٹھائی جائے پھر اس کو پورا نہ کیا جائے تو اس پر سرزنش ہوگی اور کفارہ دینا ہوگا۔ ﴿فَكَفَّارَتُهٗ﴾ کفارہ ہے اس کو توڑنے کا۔
اس کی تین نوعیتیں ہیں

Marfat.com

اوّل...... لَغو: امام اعظمؒ کے نزدیک لغو وہ قسم ہے جو بے قصد زبان سے نکل جائے۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

دوئم...... غَمُوس: وہ جھوٹی قسم ہے جو انسان دھوکہ دہی اور فریب دینے کی خاطر کھائے یہ اکبر الکبائر گناہ کبیرہ ہے لیکن اس پر کفارہ نہیں۔

سوئم...... مُنعَقِدَة: وہ قسم ہے جو انسان اپنی بات میں مضبوطی رپختگی کے لئے ارادے ونیت کے ساتھ کھالے، ایسی قسم کھائے گا تو کفّارہ دینا ہوگا۔

﴿عَقَّدتُّمُ﴾ تم نے گرہ باندھی رپختہ کیا، تَعقِيدُ سے فعل ماضی کا صیغہ، جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

﴿إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِينَ﴾ کھانا دینا ہے دس مسکینوں کو۔ ہر ایک کو ایک مُدّ ۱۰ اچھٹانک فی مسکین خوراک قرار دی ہے، امام شافعیؒ کے قول کے مطابق آدھا رنصف صاع گیہوں، جَو اور خُرما۔ امام اعظمؒ کے قول کے مطابق ایک صاع وزن۔ ایک صاع میں چار مُدّ ہوتے ہیں اس طرح سے بغیر سالن کے دس مُدّ خوراک کفّارہ ہوگی۔ (بحوالہ ابن کثیر) کفارہ کی تین نوعیتیں ہیں۔

اوّل:...... دس آدمیوں کو کھانا کھلائے۔ ﴿أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ﴾ درمیانہ راوسط خوراک جو تم کھاتے ہو، ﴿تُطْعِمُونَ﴾ تم کھلاتے ہو اِطعَام سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿أَوْسَطِ﴾ درمیانی درجہ کا رَوسطُ اور وساطنة قواعد کے لحاظ سے اسم ہے۔

دوئم:...... یا انہیں کپڑا پہنائے ﴿أَوْ كِسْوَتُهُمْ﴾ جس سے اُن کے جسم کا اکثر حصہ ڈھک جائے۔

سوئم:...... ﴿أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ﴾ یا آزاد کیا جائے غلام یا کنیز اور ان تینوں صورتوں میں سے کسی ایک پر استطاعت نہ ہو تو "فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ" تو کفّارہ اس کا تین دن روزہ رکھنا ہے۔ بعض روایات میں اس جگہ تین روزے تواتر کے ساتھ رکھنے کا حکم آیا ہے اس طرح امام ابوحنیفہؒ اور دیگر آئمہ کے قول کے مطابق تین روزے ایک ساتھ رکھنا ضروری ہیں۔

﴿وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ﴾ اور حفاظت کیا کرو اپنی قسموں کی، اپنی قسموں کے ساتھ انداز تمسخر نہ کرو ادھر قسم اٹھائی رکھائی اُدھر توڑ دی، مفہوم گفتگو یہ ہے کہ اگر کسی چیز کی قسم کھالی ہے تو بلاضرورت شرعی یا طبعی عذر کے قسم نہ توڑو اور بعض مفسرین کی رائے ہے کہ اس کی مراد قسم کھانے میں جلد بازی کا مظاہرہ مت کرو اپنی قسموں کو محفوظ رکھو جب تک شدید مجبوریوں کا سامنا نہ ہو۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ﴾ یہ شراب، جُوا، بُت اور جوئے کے تیر یہ سب ناپاک ہیں اور نجس اعمال اور شیطان کی کارستانیاں ہیں ان چاروں چیزوں میں ایک اَزْلام، اس کا واحد زلم ہے ازلام ان تیروں کو کہتے ہیں جن پر قرعہ اندازی کے ذریعہ عرب میں جوا کھیلنے کی رسم ہوا کرتی تھی۔

دورِ جدید میں آج کل بہت سی اقسام کے طرز طریق پر عام طور پر بازاروں میں جاری ہیں "اس نوعیت کی قرعہ اندازی قمار یعنی جوا ہے جو از روئے قرآن حکیم حرام ہے۔" (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ)

﴿الْخَمْرُ﴾ ہر ہوش کھو دینے والی شراب کو خمر کہا جاتا ہے عرب میں شراب پینے کا عام دستور تھا چند آدمیوں کے ماسوا، سب اس کے دلدادہ تھے، آپ کو علم ہے شراب جسمانی اور روحانی بیماریوں کی موجب اور اخلاقی اور معاشی خرابی کی علامت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو قطعی حرام قرار دیا ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے شَارِبُ الْخَمْرِ كَعَابِدِ الْوَثَنِ "گویا شراب

پینے والا ایسا ہی مجرم ہے جیسے بُت کی پُوجا کرنے والا' اور بعض روایات میں آتا ہے شراب پینے والا ایسا ہی ہے جیسے لات وعزیٰ کی پرستش کرنے والا، مَیسِر، جوا، جُوا کھیلنا، باب ضرب سے مصدر قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن) مَیسِر بالکل جُوا کو کہا جاتا ہے حضرت علیؓ سے مروی ہے ''اَلشِّطْرَنْجُ مِنَ الْمَیْسِرِ'' شطرنج بھی جُوا ہے۔ ﴿اَنْصَابُ﴾ وہ پتھر جو کعبۃ اللہ کے اردگرد نصب کیے ہوئے تھے ان کو انصاب کہا جاتا ہے کُفّارِ مکہ ان کے لئے جانور ذبحہ کرتے، اور پھر ان کا خون ان پتھروں پر ملتے۔ ﴿رِجْسٌ﴾ ناپاک، پلید، (قاموس القرآن) رِجسۃ عربی زبان میں ایسی گندی شے کو کہا جاتا ہے جس سے انسانی طبع پر ناگواری محسوس ہوتی ہے اور نفرت پیدا ہوتی ہے گندی اور غلیظ شے کو رِجسٌ کہتے ہیں۔ (بحوالہ قرطبی)

﴿عَمَلِ الشَّیْطٰنِ﴾ شیطانی کام ہیں یہ پلید اور غلیظ امور ہیں جسے کوئی سلیم الفطرت پسند نہیں کرتا صرف شیطان کے وسوسہ کی دخل اندازی ان قبیح افعال کی طرف مائل کرتی ہے۔ ﴿فَاجْتَنِبُوْهُ﴾ تم اس سے اجتناب کرتے رہو، اِجْتَنِبُوْا بچتے رہو، سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر غائب، قواعد کے مطابق۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ تمہاری فلاح دنیا اور آخرت کا انحصار اس پر ہے کہ ان چیزوں سے بچتے رہو۔ ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ﴾ پس شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تمہیں شراب اور جُوئے کی طرف مائل کر کے تمہارے درمیان بُغض، کینہ اور عداوت ڈال دے۔

شراب اور جُوئے کو حرام قرار دینے کی حکمت کی وضاحت کی جارہی ہے یوں تو شراب اور جُوا میں بے شمار خرابیاں ہیں لیکن ایک اہم نُقص یہ ہے کہ اس سے عداوت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے دوسرا نُقص یہ ہے کہ ذکرِ باری تعالیٰ اور نماز سے غفلت برتتا ہے۔ ﴿وَیَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ﴾ یعنی یہ دونوں چیزیں ذکر اللہ اور نماز سے یکسر غافل کردیتی ہیں یہ آپ کو پتہ ہے نماز سے غافل ہونا، دنیا و آخرت میں رسوائی و خرابی کا موجب ہے۔

﴿فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ﴾ اگر تم میں سے کوئی ہمارے رسول کی بات نہ مانے تو اچھی طرح جان لو! ہمارے رسول کا فرض تو اتنا تھا کہ ہمارے احکامات کو تم تک صاف صاف پہنچادے۔ چنانچہ جس قدر کام اُن کے سپرد تھا جو کر چلے، جو شخص اب حکم بجا نہیں لاتا اس کا اپنا خسارہ ہے ہمارے رسول کو کچھ ضرر نہ پہنچایا جائے گا ضرر تم کو ہی پہنچے گا۔ ﴿اَلْمُبِیْنُ﴾ ابـانۃ ظاہر، کُھلا ہوا، مصدر، اسم فاعل واحد مذکر قواعد کے مطابق۔ ﴿جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْٓا﴾ اس میں جو کچھ کھایا پیا انہوں نے۔ ﴿وَاَحْسَنُوْا﴾ اور وہ اچھا کام کرتے ہیں۔ ﴿وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ نیک کاموں سے محبت رکھتا ہے یاد رہے کہ صحابۂ کرامؓ پرہیزگاری اور اطاعت شعاری اور ایمان کی منزلِ عمل طے کرتے کرتے مقامِ احسان کی منزل پر پہنچ گئے اور حق تعالیٰ کے قُرب و رضا کے مستحق ٹھہرے۔ اب اُن سے ایسی چیزوں کے بارے میں پرسش کی جن کی حرمت کا حکم اس وقت آچکا تھا۔

تشریح و توضیحات آیت ۸۷ تا ۹۳

آیت ۸۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ اے صاحب ایمان! جو پاک چیزیں تمہارے لئے حلال قرار دی گئی ہیں انہیں حرام نہ کرلو، اس آیت مُبارکہ میں جو باتیں غور طلب ہیں اوّل: یہ کہ حلال و حرام کے اپنے طور پر اپنانے کے مختار نہ بن جاؤ باری تعالیٰ نے

Marfat.com

جوحلال کیا ہے وہی حلال ہے اور ربِّ جلیل نے جو حرام کیا ہے وہی حرام ہے ربّ تعالیٰ کے بجائے قانونِ نفس کی تکمیلِ عمل نہ کرو اور عیسائیوں کی طرح راہِ رہبانیت اختیار نہ کرو بودھ مذہب کے بھکشیوں رہنددں جوگیوں اور لوگوں کی طرح دنیا سے قطع تعلق کی قطعی ضرورت نہیں سامانِ زیست کی جو نعمتیں باری تعالیٰ نے عطا کی ہیں ان سے اجتناب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ قیامت کے دن ان نعمتوں کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا چنانچہ آیت ۸ سورۃ التکاثر پارہ عَمَّ (۳۰) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴾ بے شک پھر اس دن ضرور تم سے نعمتوں کے بارے میں پرسش ہوگی، اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال ومتاع دیا تھا عیش وآرام سے زندگی گذارنے کی لذتیں عطا فرمائی تھیں یہ تمام تر چیزیں کس کام میں خرچ کیں گویا اس آیت کا مفہوم اقبال کی زبان میں یہ ہے کہ:

ع　محفل گذار سرگرمی محفل نہ کر قبول　　کھویا نہ جا صنم کدے کائنات میں　　اقبال

نہ تو یہودیوں کی طرح لذت دنیا میں کھو جاؤ اور نہ راہبوں کی طرح زندگی سے فرار حاصل کر کے حلال شئے کو اپنے اوپر حرام کرو بلکہ راہِ اعتدال اپناؤ یہی دینِ اسلام کی تعلیمات ہیں۔

آیت ۸۸ میں بتایا جا رہا ہے کہ جو کچھ پاک، حلال روزی اللہ تعالیٰ نے تم کو دی ہے اسے کھاؤ، پیو اور اللہ ﷻ کی نافرمانی سے بچتے رہو جس پر تم ایمان لا چکے ہو ایمان تو اس بات کا متقاضی ہے کہ روش تقویٰ کو اپنایا جائے اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق اور ربط پیدا کر لیا جائے کہ پھر اس کی نافرمانی کرنے کی طرف طبیعت ہی مائل نہ ہو۔

آیت ۸۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ مہمل اور لغو قسم جو کھائی جاتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ گرفت نہیں کرتا اگر غیر ارادی طور پر کسی کی زبان سے "قسم" کا لفظ ادا کر دیا گیا تو اس کی قسم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے البتہ جان بوجھ کر قسم کھا کر انہیں توڑ دیا تو کفارہ ادا کیا جائے گا اسی موضوع کا مفہوم آیت ۲۲۵ سورۃ البقرۃ پارہ سیقول نمبر ۲ میں بیان ہوا ہے ارشادِ ربی ہے۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ

"اللہ تعالیٰ گرفت رمواخذہ نہیں کرتا ان قسموں پر جو بے ارادہ زبان پر آجائے ہاں اس پر پکڑتا ہے جو کام تمہارے دلوں نے کئے۔"

اگرچہ پکے ارادے سے قصداً کھائی گئی ہے پھر اس کے خلاف کرے تو تین امور میں سے ایک کی تکمیل کی جائے پہلی بات تو یہ کہ کھانا کھلائے دو وقت پیٹ بھر کر، یا کچا اناج دے، دو سیر گندم، یا چار سیر جو ایک مسکین کو دس یوم تک دے، یا دونوں وقت کھانا کھلانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔ دوسری بات یہ کہ کپڑا پہنایا جائے بدن واجبی پر تاکہ دس مسکینوں کا ستر ڈھک جائے۔ تیسری بات یہ کہ ایک غلام رکنیز آزاد کرے اگر ان تینوں میں سے کوئی کام بھی نہ کر سکے تو تین یوم تواتر کے ساتھ روزہ رکھے اور زبان کو پابند بنائے اور اس طرح کی قسم اُٹھانے کی عادت نہ ڈالے۔ (بحوالہ تشریح القرآن مولانا عبدالکریم پاریکھ)

اصل بات یہ بتادی گئی کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو اس کا ایک سیدھا طرزِ عمل تو یہ ہو سکتا ہے کہ بات بات پر قسم نہ کھائی جائے احتیاط کو اپناتے ہوئے قسم کھائی جائے اور جب قسم اُٹھائی جائے تو اہتمام عمل یہ ہو کہ اس کی پاسداری کی جائے یہ تمام

Marfat.com

طرزِ عمل ادائے شکر کی تلقین کرتے ہیں جس طرح جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ میں شمار ہے اسی طرح قسم کو توڑنا بھی گناہ ہے۔

آیت ۹۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ معاشرے میں چند خرابیاں تو ایسی ہیں جو روزمرہ کا معمول بنتی جا رہی ہیں۔ علامہ اقبالؒ کے الفاظ میں:

ع اس دور میں مے اور جام اور ہے جم اور ساقی نے بناء کی لطف و ستم اور اقبالؒ

کے مصداق شراب نوشی اور مہ خوری کو معمولی بات سمجھی جا رہی ہے حالانکہ خسارے کے لحاظ سے یہ ایک تباہ کن اور خطرناک لت ہے اس آیت مُبارکہ میں چار چیزوں کو قطعی طور پر حرام قرار دیا جا رہا ہے ① شراب۔ ② قمار بازی۔ ③ پانسے۔ ④ ایسے مقامات جہاں پر کسی کے نام پر قربانی اور نذر و نیاز کے چڑھانے کے لئے جگہ مخصوص کر دی جائے اور اللہ تعالیٰ کے سواء کسی دوسرے کی عبادت کی جائے۔

مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ شراب کے بارے میں چار آیات نازل ہوئیں، پہلی تو مکہ مکرمہ میں:

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا

اس زمانے میں وہ شراب حلال تھی دوسری اس وقت جب حضرت عمر فاروق ؓ اور حضرت معاذ بن جبل ؓ نے شراب اور جوئے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آیت مُبارکہ اُتری آیت ۲۱۹ سورۃ البقرہ پارہ سیقول ۲:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

آپ ﷺ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور کچھ فائدے بھی ہیں لوگوں کے لئے۔ تو کچھ لوگوں نے بڑا گناہ ہونے کے سبب شراب نوشی ترک کر دی، اور بعض منفعت کے لحاظ سے شراب پینے میں مصروف ہو گئے۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

تیسری مرتبہ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کے یہاں ضیافت کا اہتمام ہوا اور بعض مسلمانوں نے شراب پی کر نماز پڑھنی شروع کی، تو امام نے حالت نشہ میں سورۃ کافرون کی تلاوت کی اور تمام سورۃ میں لفظ لا نہ پڑھا تو اس آیت مُبارکہ کا نزول ہوا آیت ۴۳ سورۃ النساء پارہ وَالْمُحْصَنٰتُ ۵:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، قریب نہ جاؤ نماز کے جب تم حالت نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھو جو زبان سے ادا کرتے ہو۔

اکثر صحابہ کرام ؓ نے کہا جس چیز کا پینا، نماز اور ہمارے درمیان میں حائل ہو جائے اسے پینا مناسب نہیں! دفعتہً شراب بالکل ترک کر دی۔

اور چوتھی مرتبہ اس زمانے میں جب عتبان بن مالک نے دعوت کی جس میں سعد بن وقاص ؓ بھی بطور مہمان تھے، کھانے کے بعد شراب کا دور ہوا اور حالتِ کیف و مستی میں سعد بن وقاص ؓ نے ایک شعر انصار کی ہجو میں پڑھا اہلِ مجلس

Marfat.com

میں سے ایک نے سعدؓ کے سر پر ضرب لگائی اس بات کی شکایت حضرت سعدؓ نے رسول اللہ ﷺ کی مجلس عالیہ میں کی، حضرت عمرؓ نے دعا فرمائی: "اللّٰھم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا" اس پر یہ مذکورہ آیت تحریم نازل ہوئی، حدیث مُبارکہ میں مذکور ہے "کل مسکر خمر و کل مسکر حرام" ہر نشہ کرنے والی چیز خمر ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس دسترخوان پر کھانا کھانے سے منع فرمایا جس پر شراب پی جا رہی ہو۔ (الحدیث)۔

آیت ۹۱ میں وضاحت اس بات کی ہے کہ شیطان تو اس بات پر اظہار خوشی کرتا ہے کہ تمہیں شراب اور جُوئے میں مُبتلا کر دے تم میں کینہ اور دُشمنی پیدا کر دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد، اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اللہ تعالیٰ کی ذات عرفان کی حقیقت کو پہچان لینے سے روکے رکھے، اس آیت مُبارکہ میں شراب اور جُوئے کے وبال بتائے گئے ہیں شراب نوشی اور جُوا کا ایک وبال اور آفتِ جان تو یہ ہے کہ اس سے کینہ، بُغض اور عداوت پیدا ہوتی ہے جو اس لت میں مُبتلا ہو جاتا ہے وہ نماز کی پابندی، اہتمام اور اِنصرام نماز سے قطعی محروم ہو جاتا ہے۔ شیطان نے یہ فتنے اس لئے اختراع کر لئے ہیں کہ اس میں ہمیں شامل کر کے ہمارے مابین عداوت اور انتقام کی آگ بھڑکاتا رہے اور یادِ اللہ تعالیٰ سے غافل کر کے ہمیں خود اپنی قدر و قیمت سے بے خبر کر دے۔ عرب کی تاریخ شاہد ہے کہ تاریخ میں ایسی معرکۃ الآراء جنگ وجدال کے قصّے موجود ہیں جن کی آگ کا شعلہ، شراب اور جوئے نے بھڑکایا۔ حقیقت احوال تو یہ ہے کہ شراب کے نشے میں آدمی چور ہو کر اصل حقائق سے رُخ موڑ کر خیالی دنیا میں گھویا گھویا رہتا ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اسلام طرزِ زندگی نے زیست کی تمام تر رفعت، عظمت اور آسانی ذکر اللہ کے ساتھ وابستہ کر رکھی ہے اور ہمارا یہ حال ہے کہ بقول غالب: ع حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

آیت ۹۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو شعارِ زندگی اور شعارِ بندگی بنالو، اگر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے احکامات سے اعراض کرنے کی کوشش کرو گے تو جان لو! یہ تمہارے لئے خسارہ کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم تمہاری منفعت کی بات ہے اگر کوئی نہ مانے تو بھلا اللہ تعالیٰ کا کیا نقصان ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بات اگر تسلیم کرنے میں تساہل سے کام لیا تو اس سے اس کی قدر و منزلت میں کوئی فرق نہیں پڑتا، جس قدر کام اُن کے سپرد تھا وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے صاف صاف پہنچا دیا ہے۔ اب تمہارا کام ہے عمل کرنا۔

ع عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے اقبال

آیت ۹۳ میں بتایا جا رہا ہے کہ جو لوگ ایمان لا چکے اور عملِ صالح اختیار کر لیا، انہوں نے جو کچھ کھایا اور نوش کیا اس پر گرفت نہیں البتہ آئندہ زندگی میں ان چیزوں سے بچنے کی کوشش کریں جو کچھ اچھے اُمور سرانجام دیئے اور نیک نیتی کے ساتھ خدا ترسی کے رویہ کو شعارِ زندگی اور حق بندگی جان کر عمل کیا ایسے نیک کاروں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اک مؤمن کے لئے روحانی عروج کی منزل یہی ہے کہ راہِ تقویٰ اپنائے اور اس مقام پر پہنچ جائے جہاں اللہ ﷻ اپنے بندے کے ساتھ خصوصی محبت کرتا ہے اکثر صحابہؓ جو غزوۂ اُحد میں شراب پی کر شریک ہوئے اور اسی حالت میں جام شہادت نوش کیا پیٹ میں شراب بھی تھی اس پر یہ آیت اُتری۔ (بحوالہ تفسیر عثمانی علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)

❁❁❁❁❁

ح۶۶۹۸
Marfat.com

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۹۴﴾

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ ضرور تمہیں آزمائے گا ایسے موقع پر جبکہ تمہارے ہاتھ اور نیزے بالکل آسانی سے شکار کی زد تک پہنچ جائیں گے تا کہ اللہ اپنے علم سے عیاں کر کے بتا دے کہ کون شخص اس سے بن دیکھے خوف کھانے والا ہے/اس سے کون ڈرتا ہے پس وہ شخص حد سے تجاوز کرے اس کے لئے دردناک سزا ہے۔ (۹۴)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْیًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِیْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِیَامًا لِّیَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَیَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو! تم شکار نہ کرو جس وقت حالتِ احرام میں ہو، اور تم میں سے جو اسے قصداً ہلاک کر دے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا ہی جانور/ہم پلہ مویشی دے، جیسا کہ اُس نے قتل کیا ہے اس کا فیصلہ دو معتبر/عادل آدمی کریں، اور یہ نیاز، نذر، قربانی کعبہ تک پہنچائی جائے یا اس گناہ کا کفارہ دے محتاجوں مسکینوں کو کھانا کھلانے سے ہوگا یا اس کے بقدر/روزے رکھے جائیں، تا کہ اپنے کئے ہوئے کام کا وبال/سزا چکھے جو سرزد ہو چکا، اللہ تعالیٰ نے جو کچھ گزر چکا گزشتہ کو معاف کر دیا، جواب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اب اس سے انتقام لے گا، اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور بدلہ لینے والا ہے۔ (۹۵)

اُحِلَّ لَكُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّیَّارَةِ ۚ وَ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾

تمہارے لئے حلال ہے دریائی شکار، اور اُس کا کھانا استفادہ اُٹھالو! یہ تمہارے اور مسافروں کے لئے منفعت کا سامان ہے اور خشکی کا شکار پکڑنا حرام قرار دے دیا گیا جب تک حالت احرام میں ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے حضور تم کو اکٹھا کیا جائے گا۔ (۹۶)

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهَدْیَ وَ الْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۹۷﴾

اللہ تعالیٰ نے ادب والے گھر/مقام تقدس کعبۃ اللہ کو لوگوں کے قیام کا مرکز بنایا، حرمت والے اور اللہ کی قربانی نذر و نیاز کے جانور، جن کی گردنوں میں علامت آویزاں ہیں، اللہ تعالیٰ کی نیاز کے نشان پٹے پڑے ہیں یہ چیزیں قابلِ ادب/پُر تقدس ہیں یہ اس لئے کہ تم اس بات کا یقین کر لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ زمین اور آسمان کے اندر جو کچھ ہے، اس کا علم رکھتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ (۹۷)

اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ وَ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹۸﴾

اچھی طرح جان جایئے! اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب دینے والا ہے اور بخشنے والا مہربان ہے۔ (۹۸)

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾

رسول ﷺ پر تو صرف صاف پیام پہنچانے کی ذمہ داری ہے اور اللہ تعالیٰ واقف ہے جو کچھ تم ظاہری طور پر کرتے ہو یا جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو۔ (۹۹)

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۰	آپ فرمادیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں گو آپ کو ناپاک کی کثرت بھلی لگتی ہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اے عقل والو! تاکہ تم کامیاب ہو۔(۱۰۰)

الفاظ ومعانی آیت ۹۴ تا ۱۱۰

﴿ لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ ﴾ البتہ ضرور آزماتا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں، گویا تمہارے ساتھ آزمائش کرنے والوں کا معاملہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو کلی طور پر اختیار حاصل ہے کہ خاص حالات میں تمام خاص خاص چیزوں کو حرام قرار دے۔(بحوالہ بیان القرآن) ﴿ مِنَ الصَّيْدِ ﴾ [1] ساتھ ایک چیز کے شکار سے، اس وقت کہ تم احرام باندھے ہو اور ایسا شکار کہ ﴿ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ ﴾ پہنچتے ہیں ہاتھ تمہارے اس تک۔﴿ وَرِمَاحُكُمْ ﴾ [2] تمہارے نیزے۔﴿ فَمَنِ اعْتَدٰى ﴾ پھر جو کوئی حد سے گذرے اور شکار کرے۔﴿ بَعْدَ ذٰلِكَ ﴾ بعد اس آزمائش کے۔﴿ اِعْتَدٰى ﴾ اس نے زیادتی کی۔اِعْتِدَاءٌ سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، قواعد کے مطابق۔﴿ مُتَعَمِّدًا ﴾ قصداً اور یہ جان کر کے کہ وہ حالتِ احرام میں ہے اور شکار مارنا اُن پر حرام ہے۔

﴿ فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ ﴾ تو اس پر واجب ہے کہ جو جزاء اس کے مانند/مساوی ہے جو اس شخص نے ہلاک کیا ہے اس کا فدیہ دے۔﴿ النَّعَمِ ﴾ چوپایہ میں سے ہو، اونٹ، بکری، گائے وغیرہ۔اَنْعَام اور نُعْمَانٌ۔اِسم ہے قواعد کے مطابق، صیغہ جمع ہے۔﴿ هَدْيًا ﴾ قربانی کا جانور اِسم نکرہ ہے قواعد کے لحاظ سے۔ھدی اس جانور کو کہا جاتا ہے جس کی قربانی حرم میں کی جاتی ہے عام عرب کا یہ معمول تھا کہ ایسے جانور جس فرد کے ساتھ ہوں اس کو وہ کچھ نہ کہتے، وہ اطمینان اور سکون کے ساتھ سفر کرتا اور اپنے مقصد کی تکمیل کرتا۔﴿ لِيَذُوْقَ ﴾ تا کہ چکھے، ذوق مصدر مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔﴿ وَبَالَ ﴾ ناگواری، بداعمالی کی سخت سزا، اِسم ہے۔

﴿ وَمَنْ عَادَ ﴾ اور جو اب پھر گیا، عَوْدٌ سے جس کے معنی کسی چیز کے بٹ جانے کے پھر اس کی طرف لوٹ آنے کے ہیں عود قواعد کے مطابق ماضی واحد مذکر غائب۔﴿ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ ﴾ حلال کیا گیا تمہارے واسطے شکار دریا کا، جیسے دریائی شکار اور اس کا کھانا۔﴿ دُمْتُمْ حُرُمًا ﴾ رہو تم حالت احرام میں۔﴿ دُمْتُمْ ﴾ تم ٹھہرے رہے، دَوَام سے فعل ماضی کا صیغہ۔﴿ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ ﴾ بنایا ہے اللہ نے کعبہ کو، لفظ کعبہ عربی لغت کے مطابق ایسے مکان کو کہا جاتا ہے جو مربع چکور ہو، مکعب ہونے کی وجہ سے کعبہ کہا جاتا ہے۔﴿ الْبَيْتَ الْحَرَامَ ﴾ تقدس والا گھر، قبیلہ خثعم کا تعمیر کردہ ایک مکان اور تھا جس کو کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا بیت اللہ/حرمت والا کہہ کر اس کعبہ کو ممتاز کر دیا گیا۔

﴿ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ ﴾ دینی اُمور کے قیام کا موجب لوگوں کے واسطے حج، اور مناسک کا قیام اسی کے

[1] ...... صید بمعنی شکار کے، صید اُن جانوروں کو کہا جاتا ہے جو وحشی ہوں اور عادۃً انسانوں کے پاس نہ رہتے ہوں شکار اہل عرب کی معاش کا ایک اہم ذریعہ تھا، چنانچہ حالتِ احرام میں ان کو منع کر کے ان کا امتحان لیا گیا مخصوص طور پر حدیبیہ میں قیام کے دوران، بہ کثرت شکار صحابۂ کرام ﷺ نے کئے۔ان دنوں میں ان آیات کا نزول ہوا۔اس حکم سے مسلمانوں کو آزمائش کے طور پر بتایا جا رہا ہے کہ جب تم احرام باندھ چکو، تو کسی جانور یا پرندے کا شکار مت کرو۔

[2] ...... رماحکم، جو نیزوں کی زد میں آجائے یہ آزمائش بنی اسرائیل کے واقعہ کی طرح ہے جو اُن کو سبت/ہفتہ کے دن کے معاملے میں درپیش ہوئی اس نوعیت کے ابتدائی احکام کا مدعا اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کو جانچنا اور پہچاننا ہے۔

Marfat.com

سبب ہے لفظِ قیام اور قوام اس کا مصدر ہے، لفظ الـنـاس لوگ / انسان، اصل میں اُناس تھا کیونکہ انسان ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں یا ایناس (دیکھنا) کیونکہ دیکھے جاسکتے ہیں۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

گو قِیٰـمًـا لِّلنَّاسِ کا مفہوم یہ ہوا کہ کعبہ اور اِرد گرد متعلقات لوگوں کے قیام و بقا کا ذریعہ ہیں ''اگر ایک سال بھی ایسا ہو جائے گا کہ کوئی حج نہ کرے یا کوئی شخص بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر نماز ادا نہ کرے تو پوری دنیا پر عذاب عام آجائے گا''۔ (بحوالہ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع ''تفسیر سورۃ المائدہ)

﴿والـمراد مايقوم به امر الناس﴾ کعبہ مکرم تکوینی اور تشریعی دونوں لحاظ سے لوگوں کے آماجگاہ امن ہے۔ (بحوالہ المنار) تشریعی لحاظ سے اس وجہ سے کہ عمرہ و حج اور مناسکِ حج کی عبادات یہاں ہی ادا کی جاتی ہیں کعبۃ اللہ کہ حبیب اللہ کا مسکن اور مولد مبارک ہے قرآن حکیم میں قیما للناس ہونے میں کعبہ کے ساتھ تین اور چیزوں کی شمولیت ہے۔ ﴿وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ﴾ حرمت و عظمت والے ماہِ مُبارک، عام مفسرین نے اظہارِ خیال کیا ہے کہ اس جگہ شہر حرام سے ''ماہِ ذی الحجہ'' مراد ہے جس میں مناسکِ حج اور اعمالِ حج سر انجام دیئے جاتے ہیں۔ دوسری چیز (و الهدی) حرم کی قربانی اور تیسری چیز (قلائد)، اس کا واحد قلادۃ ہے گلے کے ہار کو کہا جاتا ہے۔ عرب میں جاہلیت کی ایک رسم یہ تھی کہ جو کوئی فرائض حج کے لئے جاتا اس کے گلے میں بطور ''علامت حج'' ہار ڈال دیا جاتا تا کہ یہ بات معلوم ہو کہ یہ شخص سفر حج کے لئے عازم سفر ہے اور کوئی اس کو ایذا نہ دے، قربانی کے جانور ہدی کے گلے میں اس طرح کے پٹے ڈال دیئے جاتے، اور یہ قلائد قیام امن و راحت کا موجب ٹھہرے۔

﴿ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ یہ کہا گیا کہ جان لو تم، اچھی طرح سے، اللہ سب کچھ جانتا ہے جو زمین اور آسمان کے مابین ہے گویا ہم نے بیت اللہ اور اس کے قُرب و جوار کو بنی نوع انسان کے لئے گہوارہ امن و آشتی اور قیام و بقا بنا دیا ہے۔ ﴿اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا بھی ہے۔

﴿وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ مغفرت عطا کرنے والا بھی ہے۔ اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ جو احکامات حلال و حرام کے صادر ہوئے ہیں ان میں حکمت و مصلحت مُضمر ہے اُن کی تعمیل اور تکمیل باعثِ خیر ہے اور ان پر عمل سے غفلت موجبِ وبال اور سخت سزا میں مُبتلا ہونا ہے۔ باری تعالیٰ کی شانِ کریمی تو دیکھئے! توبہ کرنے والوں اور احساسِ ندامت کرنے والوں کے لئے مغفرت کے دروازے کھلے ہیں۔ ﴿مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ﴾ ہمارے حبیب ﷺ کے ذمہ تو اتنا ہی کام ہے کہ ہمارے حکم کو مخلوق تک پہنچا دے۔

﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ﴾ آپ ﷺ کہہ دیجئے ہر ذی عقل کے نزدیک پاک اور ناپاک، حلال اور حرام مساوی نہیں ہو سکتے لفظ خبیث سے مراد ناپاک، حرام اور طیب سے مراد حلال اور پاک ہے۔

﴿وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ﴾ گو کہ دیکھنے والوں کو اکثر بدی اور خبیث شے کی زیادتی اچھی نظر آنے لگتی ہے لیکن یہ تقضائے بشریت کی علم و شعور کے مرض کا احساس ہے جو ایسا محسوس ہوتا ہے۔ ﴿اَعْجَبَكَ﴾ وہ تجھ کو بھلا دیکھائی دیا، اَعْجَبَ فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

Marfat.com

تشریح وتوضیحات آیت ۹۴ تا ۱۰۰

آیت ۹۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ احرام خواہ، حج کا ہو یا عمرہ کا، حالت احرام میں شکار نہ کیا جائے، البتہ یہ ضرور ہے کہ درندہ حملہ کرے یا سانپ بچھو یا باؤلا کُتا ❶ جن کے کاٹنے کا امکان ہو تو ان کو از روئے حدیث اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرمانبردار بندوں کے لئے یہ گھڑی آزمائش کی ہے وہ حالتِ احرام میں جب کہ شکار اُن کے روبرو ہو اور سہولت کے ساتھ مارا اور پکڑا جاسکتا ہو شہر مکہ میں بطورِ احساسِ ادب کے شکار کرنا بلکہ ان جانوروں کو ڈرانا، بھگانا بھی ممنوع ہے۔
۶ھ میں حدیبیہ کے واقعہ کے موقع پر پرندے اور طیور بہ کثرت دیکھائی دیتے تھے اور لوگوں کی سواریوں پر چھا جاتے تھے ایسی صورت میں ہتھیار سے اور ہاتھ سے شکار کرلینا قدرے آسان بھی تھا اور ممکن بھی، لیکن ایمان والے اس امتحان میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اطاعت شعار رہے اس پر اس آیت کا نزول ہوا، اللہ تعالیٰ کے حُکم کو ماننے میں وہ ثابت قدم رہے۔(بحوالہ خازن) جو لوگ حد سے تجاوز کرنے لگے ربڑھنے لگے، یعنی نافرمانی کرنے لگے، ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

آیت ۹۵ میں بیان کیا جارہا ہے کہ اگر احرام کی حالت میں شکار پکڑ ہی لیا ہے تو لازم ہے کہ اس کو چھوڑ دے اگر شکار کرلیا گیا ہے تو اس کی مساوی قیمت کا جانور، بکرا، بھیڑ، گائے، یا اونٹ، حدودِ حرم میں کعبۃ اللہ ❷ میں اللہ تعالیٰ کی نذر کرکے، نیاز کے طور پر پہنچادے اور ذبح کرلے اور خود نہ کھائے بلکہ اس ذبح کو مفلس محتاج کو کھلا دیا جائے یا اس جانور کی قیمت کا اناج لے کر غریبوں میں بانٹ دے، یا پھر اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جتنے غرباء میں صدقۂ فطر کی مقدار کے مطابق وہ اناج تقسیم ہوسکتا ہے اتنے ہی ایام کے روزے رکھے۔(بحوالہ ضیاء القرآن، محمد کرم شاہ الازہریؒ)

آیت ۹۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ احرام کی حالت میں دریائی شکار کی اجازت ہے اور خُشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لئے حرام ہے جب تم حالت احرام مین ہو اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے ڈرتے رہو، اس لئے کہ سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا ہے حدیث مُبارکہ میں مذکور ہے کہ سمندر کا مُردار حلال ہے۔(بحوالہ ابنِ کثیر)

آیت ۹۷ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ کعبۃ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے حُرمت اور تقدس والا گھر بنایا ہے یہ لوگوں کی بقا کا مَسکن ہے ابنِ آدم علیہ السلام یا بنی نوع انسان کی بقا کا دارومدار، اس کی توقیر اور عظمت سے وابستہ کردیا گیا ہے، بیت اللہ شریف ذاتی تجلّیات باری تعالیٰ کا مظہر ہے، خانہ کعبہ کی احساسِ حرمت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اس مقام تقدس پر دینی اور دنیاوی اُمور کا قیام ہوتا ہے، عوام الناس کو وہاں دائمی سکون قلب عطا ہوتا ہے، ضعیفوں کو وہاں امان ملتی ہے، تاجر وہاں نفع بخش کاروبار کرتے ہیں حج اور عمرہ کی وہاں "لبیک" کی نداد یکھ کر مناسکِ حج کی ادائیگی کرتے ہیں ذی الحجہ میں تمام دنیا کے فرزندِ توحید، اس ایک مرکزِ امن میں اکٹھا ہو کر رحمتِ باری تعالیٰ کے انعام واکرام سے مستفیض ہوتے ہیں۔ اس طرح تم جان لو! کہ اللہ تعالیٰ خوب علم رکھتا ہے ان تمام چیزوں کا جو کچھ اَرض وسماء میں پائی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہر شئے کا علم رکھتا ہے۔

---

❶ ......ان موذی جانوروں کو ہلاک کرنا جائز ہے جن کا استثنا احادیث مُبارکہ میں مذکور ہے ان کی تعداد پانچ ہے۔ کوا، چیل، بچھو، چوہا، اور باؤلا کتا۔ بحوالہ صحیح مسلم شریف کتاب الحج، باب مایندب للمحرم وغیرہ قتله من الدواب فی الحل والحرم، اور موطا امام مالکؒ۔

❷ ......"یہ فدیہ جانور یا اس کی قیمت رقم کعبہ پہنچائی جائے گی اور کعبہ سے مراد حرم ہے۔" بحوالہ فتح القدیر

Marfat.com

آیت ۹۸ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اچھی طرح جان لو! اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے اور بہت ہی مہربان اور بخشنے والا بھی ہے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلی جائے کہ جو احکامات، تقدس کے حالتِ احرام کے متعلق بتائے گئے اور اقدام کعبہ کی حرمت میں بتائے گئے اگر ان کی جان بوجھ کر خلاف ورزی کروگے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت سے سخت ہے البتہ نسیاں اور تقصیر، بھول چوک سے سرزد ہوجائے پھر ادائیگی کفارہ کے بعد اس کی ادائیگی، اللہ تعالیٰ تو رحم کرنے والا اور معاف کردینے والا ہے۔

آیت ۹۹ میں بتایا گیا ہے کہ حضور انور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دستور، قانون اور پیغام صاف صاف پہنچا کر اپنا فرضِ منصبی ادا کردیا اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کی محبت تمام ہوئی اب تمہارا عمل خواہ مخفی ہو یا ظاہری جو کچھ کروگے وہ سب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے حساب وکتاب اور یوم جزا ذرّہ ذرّہ کا وقت عمل سامنے آشکار ہوجائے گا۔

آیت ۱۰۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ طیّب / پاک اور ناپاک پلیط باہم برابر نہیں ہوسکتے، ناپاکی کے سبب اس عمل کی منفعت اور برکت کم ہوجاتی ہے البتہ جس شۓ میں پاکیزگی کا عنصر غالب ہو تو پاک ہونے کی برکت اور منفعت میں اضافہ ہوتا ہے اگرچہ بُرائی کا غلبہ اور کثرت خباثت اپنے اندر کشش ضرور رکھتی ہے لیکن طیب وطاہر شۓ اپنا کر لوگ راہِ فلاح پر گامزن ہوتے ہیں۔

آیت ۹۴ تا ۱۰۰ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

اہلِ ایمان کو احرام کی حالت میں شکار نہ کرنے کا حکم آزمائش کے طور پر ہے۔ یہ آزمائش درحقیقت بنی اسرائیل کے اس امتحان کے مطابق ہے جو اُن کو سبت / ہفتہ والے دن، شکار کرنے سے منع کیا گیا اس طرح آزمائش اور امتحان کی گھڑی سے گذرنے کا مقصد اور احکامات کا اصل مُدعا اللہ ﷻ کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ وفاداری کے پیکرِ عزم کو جانچنا ہوتا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے حدود سے تجاوز کرتا ہے اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اگر تم میں سے کوئی جان کر ایسا کر گذرے جو جو جانور اس نے شکار کیا ہے ویسی کے مطابق یعنی ہم پلّہ جانور اسے مویشیوں سے نذر دینا ہوگا اس بات کے فیصلے کا اختیار دو (۲) عدل کرنے والے آدمی کریں گے یہ نذرانہ حدودِ حرم / کعبۃ اللہ پہنچایا جائے گا یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس گناہ کے پاداش میں بطورِ کفارہ چند مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا یا یہ استطاعت نہ ہو تو روزے رکھنے ہوں گے اس سے قبل جو کچھ ہوگیا اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا لیکن اب اگر ایسی غلطی سرزد ہوئی تو اللہ تعالیٰ بدلہ لے گا اور بدلہ لینے کا کُلّی اختیار بھی اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ البتہ سمندر کا شکار اور اس کا کھانا طیّب قرار دیا گیا جو تم پر حرام کیا گیا ہے اس سے اجتناب کرو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا چاہیۓ۔

پاک اور ناپاک بہر نوع یکساں نہیں! ناپاکی کی بُہتات تمہیں بُرائی کی طرف مائل کرتی ہے اہلِ عقل وخرد کو سوچنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے محفوظ رہیں ایسی صورت میں بھلائی ہی ملے گی اگر ہم سورۃ المائدہ کی ابتدائی آیات کو زیرِ مطالعہ رکھیں علم ہوگا کہ اہلِ ایمان کے لئے مویشی قسم کے تمام جانور حلال قرار پائے بجز ان کے جن کے بارے میں مزید بتایا جائے گا کہ احرام کی حالت میں شکار کو اپنے لئے حلال نہ کرو قربانی کے جانوروں پر دست درازی سے گریز کرو البتہ جب احرام کی مُدّت ختم ہوجائے تو احرام اُتارنے کے بعد شکار کیا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو! ایسی باتیں مت پوچھا کرو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں ناگوار لگیں، اگر یہ باتیں ایسے وقت میں دریافت کی جائیں گی جب قرآن کا نزول ہو رہا ہو، تو تم پر اس کا جواب عیاں کردیا جائے گا اس سے قبل جو کچھ ہو چکا اللہ نے معاف کردیا، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بڑا حلم والا ہے۔ (۱۰۱)

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

پھر ایسی باتیں آپ سے پہلے بھی لوگوں نے دریافت کی تھیں، انہیں باتوں کے سبب وہ کفر میں مبتلا ہو گئے۔ (۱۰۲)

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

اللہ تعالیٰ نے مقرر نہیں کیا ہے نہ بحیرہ، نہ سائبہ، نہ وصیلہ اور نہ حام/ان رسومات پر چلنا، اور ماننا اللہ تعالیٰ نے نہیں بتایا، لیکن یہ کافر ہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت باندھتے ہیں اور ان میں سے اکثر تو وہ ہیں جو بے عقل/کم ہیں، کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ (۱۰۳)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

اور جب ان کم عقلوں کو کہا جاتا ہے آؤ اُس جانب جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو تو جواباً کہتے ہیں ہمارے لئے تو بس وہی طریقہ مناسب/کافی ہے جو ہم نے اپنے باپ دادا کو کرتے ہوئے پایا، کیا یہ اپنے آباؤ اجداد کی تقلید/کی پیروی کرتے چلے جائیں گے جب کہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانتے رہے ہوں اور نہ ہدایت پانے والے رہے ہوں۔ (۱۰۴)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر لازم ہے اپنی فکر کرو، کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا، تم سیدھے راستے پر گامزن رہو، جو بہک گیا وہ تمہارا کچھ نقصان نہیں کرسکتا، تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے/رجوع ہونا ہے پھر وہ آگاہ کرے گا، جو کچھ تم اس دنیا میں کیا کرتے تھے۔ (۱۰۵)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارا آپس میں دو شخص کو گواہ بنالینا مناسب ہے جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے تو وصیت کے وقت شہادت دینے کے لئے تم میں سے دو عادل/انصاف پسند/دیندار ہوں تمہارے غیر بھی دو گواہ بن سکتے ہیں، اور تم زمین میں کہیں حالت سفر میں ہو اور وہاں موت آپڑے، اور تم کو اُن گواہوں پر شک ہو جائے تو

Marfat.com

الصَّلٰوۃِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰہِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِیْ بِہٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ ۝

ان دونوں کو نماز کے بعد روک لو، پھر یہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم قسم کے عوض منفعت نہیں چاہتے، ہم اپنی قسم فروخت کرنے والے نہیں، اگرچہ ہمارا قریبی رشتہ کیوں نہ ہو، ہم اللہ تعالیٰ کی گواہی کو پوشیدہ رکھنے والے نہیں اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم گناہ گار ہوں گے۔ (۱۰۶)

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤی اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ یَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ الْاَوْلَیٰنِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَیْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

پس اگر اس بات کا پتہ چل جائے کہ وہ خود گواہ کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو اُن کی جگہ دو اور شخص کھڑے ہوں اللہ کی قسم کھا کر یہ دونوں اقرار کریں کہ ہماری گواہی پہلے دو گواہوں کی شہادت سے زیادہ سچ ہے اور ہم نے زیادتی نہیں کی اور ہم نے ذرّہ بھر حد سے تجاوز نہیں کیا اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم ظالموں میں شمار ہوں گے۔ (۱۰۷)

ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰی وَجْهِهَاۤ اَوْ یَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌ بَعْدَ اَیْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝

ایسا کرنے سے قریب ہے کہ لوگ گواہی دینے میں درست سمت میں آجائیں یا اس بات سے خوف زدہ ہو جائیں کہ اُن کی قسمیں، دوسروں کی قسموں کے بعد رد کر دی جائیں گی، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو راہِ ہدایت سے محروم کر دیتا ہے۔ (۱۰۸)

الفاظ و معانی آیت ۱۰۱ تا ۱۰۸

﴿ لَا تَسْئَلُوْا ﴾ نہ پوچھو۔ ﴿ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ ﴾ اگر وہ ظاہر کر دی تم پر، تُبدُ وہ ظاہر کی جائے گی۔ ﴿ اِبْدَاء ﴾ سے ظاہر کے معنوں میں آتا ہے فعل مضارع کا صیغہ واحد مونث غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ تَسُؤْكُمْ ﴾ وہ تم کو ناگوار گذرے، وہ تم کو رنجیدہ کرے، سُوْءٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد مونث غائب قواعد کے لحاظ سے۔

کچھ لوگ نبی کریم ﷺ سے عجیب فضول سوالات دریافت کرتے جن کی نہ تو دین کے سلسلے میں کسی معاملے کی اہمیت ہوتی اور نہ ہی دنیا ہی کے معاملے میں اس کی ضرورت ہوتی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو قدرے ان باتوں میں ملال ہوتا، حضرت عبداللہ بن خذافہ کے بارے میں لوگ طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرتے تو وہ اُٹھے اور سوال کیا! مَنْ اَبِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہ میرا والد کون ہے! حضور ﷺ نے جواب دیا ابو ک خذافة تمہارا باپ خذافہ ہے اس کی والدہ اپنے بیٹے کے اس سوال پر لرزہ براندم ہوئیں اور کہنے لگیں اے عبداللہ اس قدر نافرمانی بھی کسی کا سپوت ہو سکتا ہے۔ تُو تو مجھے سرِ محفل رُسوا کرنا چاہتا تھا۔

﴿ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ﴾ اگر نزول قرآن کے وقت ایسے سوالات دریافت کرو گے تو وحی کے ذریعہ ان کا جواب آئے گا۔ خود رسول اللہ ﷺ نے زیادہ سوالات کرنے سے منع فرمایا ہے حدیث میں مذکور ہے۔

”ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من سأل عن شیء لم یحرم علی الناس فحرمه من اجل مسألته“

Marfat.com

''مسلمانوں میں وہ سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس کے سوال، دریافت کرنے کی وجہ سے کوئی چیز حرام کردی گئی گوکہ اس سے قبل وہ حلال تھی۔'' (بحوالہ صحیح البخاری وصحیح مسلم شریف، کتاب الفضائل باب توقیرہ)

﴿ قَدْ سَاَلَهَا ﴾ تحقیق پوچھا ان چیزوں کا حال۔ ﴿ قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ﴾ ایک گروہ رجماعت نے پہلے تم سے، قَدْ، کبھی، یہ حرف فعل کے ساتھ مخصوص ہے ماضی میں بھی داخل ہوتا ہے اور مضارع پر بھی، ماضی پر تحقیق وترتیب کے لئے اور مضارع پر تحقیق وتقلیل کے لئے آتا ہے مضارع پر داخل ہو تو فعل کے کسی وقت ہونے پر اور کسی وقت نہ ہونے کو بتلایا ہے۔ (قاموس القرآن)

﴿ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴾ پھر ہوگئے اُن سوالوں کے سبب کافر، ﴿ اَصْبَحُوْا ﴾ ہوگئے، انہوں نے صبح کی، یہ اصباحٌ سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے ایک شخص نے دریافت کیا! کیا ہر سال؟ حضور ﷺ نے سکوت رخاموشی اختیار فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری زبان سے ہاں نکل جاتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اگر ایسا ہو جاتا تو ہر سال حج کرنا تمہارے لئے ممکن نہ ہوتا۔ (بحوالہ صحیح مسلم شریف، کتاب الحج، مسند احمد، سنن ابی داؤد، نسائی اور ابن ماجہ)

﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ ﴾ اللہ تعالیٰ نے مقرر نہیں کیا۔ ﴿ مِنْ بَحِيْرَةٍ ﴾ اس اونٹنی کو کہا جاتا ہے جو پانچ مرتبہ بچے پیدا کر چکی ہو اور آخری مرتبہ اس کے یہاں نر بچہ، مذکر پیدا ہوا ہو، جس کا دودھ بتوں کے نام پر وقف کر دیا جاتا پھر نہ اس کا دودھ پیا جاتا اور نہ کوئی اسے اپنے کام میں لاتا۔ ﴿ وَلَا سَآئِبَةٍ ﴾ اس اونٹ کو کہا جاتا ہے جسے بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے اس کو سواری اور بار برداری کے طور پر استعمال نہ کرے۔ ﴿ وَلَا وَصِيْلَةٍ ﴾ ایسی اونٹنی جس سے پہلی بار مادہ رمؤنث جانور پیدا ہوا ہو اور پھر مادہ پیدا ہو، اس کو بھی بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے۔ ﴿ وَلَا حَامٍ ﴾ وہ نر اونٹ، جس کی نسل سے بکثرت کئی جانور پیدا ہوں اور بتوں کے نام پر چھوڑ دیا ہو۔ زمانہ جاہلیت میں اہلِ عرب ان جانوروں کو اپنے بتوں کی نذر کے طور پر پیش کرتے۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف بہ روایت حضرت سعید بن میسب ﷺ)

﴿ وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ﴾ اور جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد (باپ دادا) کو پایا، گویا ہمارے لئے تو وہ طریقہ بہتر رکافی ہے جس پر ہم نے اپنے اسلاف کو دیکھا۔ ﴿ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ﴾ اگرچہ ان کے باپ دادا جاہل اور گمراہی ہی میں کیوں نہ ہوں یہ اُن کی تقلید کریں گے، یہ کوئی درست بات تو نہیں ہے عقل وفراست اور علم رکھتے ہوئے ہدایت کے معیار کو چھوڑ کر اپنے باپ دادا کے طریقہ رسوم کو اپنایا جائے یہ تو ایک غیر معقول حرکت اور عمل ہے۔

﴿ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ﴾ جو گمراہ ہوگیا جب تم راہ پائے ہوئے ہو، گویا اس مفہوم کو یوں سمجھئے کہ تم راہِ ہدایت پر چل رہے ہو تو دوسروں کی گمراہی تمہارے لئے مضر رساں نہیں۔ ﴿ شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ ﴾ گواہی وصیت کی جو تم میں ظاہر ہو۔

﴿ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ ﴾ روکو ان دو گواہوں کو نماز کی ادائیگی کے بعد، تو وہ قسم کھائیں اللہ کی۔ ﴿ تَحْبِسُوْنَهُمَا ﴾ ان دونوں کو تم روک سکو۔ يَحْبِسُوْنَ، حَبْسٌ سے بمعنی روک رکھنے کے آتا ہے۔ فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ ﴾ سے مراد نماز عصر لی گئی ہے اس وقت کو ظاہر کرنے کی وجہ یہ

Marfat.com

ہے کہ اہلِ کتاب اس وقت کا تقدس کرتے تھے اس وقت میں جھوٹ کہنا اس لئے ممنوع تھا کہ قسم میں کسی خاص مقام یا خاص وقت کی قید لگا کر تغلیط کرنا جائز ہے۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

﴿ اِنِ ارْتَبْتُمْ ﴾ اگر شبہ ہو تمہیں۔ ﴿ اِرْتَبْتُمْ ﴾ تم شک میں پڑے، تمہیں شبہ ہوا اِرْتِعَابٌ سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ﴾ اور نہ پوشیدہ رکھیں ہم گواہی اللہ کی، کُتْمُ مصدر، مضارع کا صیغہ جمع متکلم۔

﴿ فَاِنْ عُثِرَ ﴾ پس اگر خبر کر دی گئی، عُثُوْرٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ﴿ مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ ﴾ ان میں کہ حق ثابت ہے، اِسْتَحَقَّ، وہ حق دار ہوا، اِسْتِحْقَاقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ﴿ اَوْ يَخَافُوْا ﴾ ساتھ اس بات کے کہ ڈریں۔ ﴿ اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌ ﴾ رد کر دی جائے گی قسم ہماری۔ ﴿ تُرَدَّ ﴾ پھیر دی جائے کی رَدّ لوٹانے کے معنی میں آتا ہے فعل مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق۔

تَشْرِیح وَتَوضِیحَات آیت ۱۰۱ تا ۱۰۸

آیت ۱۰۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ بلاضرورت سوال کرنے کی قطعی ضرورت نہیں اگر اس کا جواب تمہیں مل گیا تو یہ بات تمہاری خاطرِ معصوم میں گراں گزرے گی البتہ اگر تم اُن ایام میں سوال کرو گے جب نُزولِ قرآن ہو رہا ہے تو تم پر سب اُمور ظاہر کر دیئے جائیں گے اب اللہ تعالیٰ نے جو کچھ حکم دیا، اس پر عمل کرو جو ظاہر نہیں کیا گیا اسے معاف سمجھو! اب جو کچھ ہو چکا سو ہو گیا، اگلے وقتوں کے لوگوں نے دین میں بحث و تکرار کر کے دین کو اُلجھا دیا اور خود بھی بے یقینی کی کیفیت میں رہے اللہ تعالیٰ نے سب معاف کر دیا اللہ تو مغفرت فرمانے والا اور بڑے حلم والا ہے۔

آیت ۱۰۲ میں بتایا جا رہا ہے تم سے قبل کے لوگ ایسے ایسے سوال کرتے رہے اور جواب ملنے پر اُن گتھیوں کو سُلجھانے سے محروم رہے اور وہ راہِ کُفر میں بھٹک گئے، کیونکہ وہ ان باتوں سے منکر رہے حدیث مُبارکہ میں اس مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے کہ ”تمہیں جن چیزوں کے بارے میں نہیں بتایا گیا تم مجھ سے ان کے بارے میں سوال مت کرو اس لئے کہ سابقہ اُمتوں کی ہلاکت کا سبب، ان کا کثرت سے سوال کرنا اور اپنے انبیاء سے اختلاف بھی تھا۔“ (بحوالہ صحیح مسلم)

آیت ۱۰۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ دَورِ جاہلیت میں اہلِ عرب میں چار رسومات عام تھیں بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام، نادان لوگ کسی جانور کے کان چیر کر بطور نذر و نیاز کسی بُت یا دیوتا کے نام پر چھوڑ دیتے، اِن سے کوئی کام لینا انہیں ذبح کرنا اور اُن سے فائدہ اُٹھانا حرام فعل سمجھا جاتا۔ بحیرہ: جس جانور کو بُتوں کے نام سے وقف کر دیتے اسے اپنے کام میں نہ لاتے، یہ چاروں رسومات شعائر شرک کے دائرہ میں آتی ہیں۔ سائبہ کسی جانور کو کسی مورتی کی نذر بیماری سے نجات پانے کے لئے وہم میں آزاد کر دیتے وصیلہ ایسا جانور جس کا پہلا بچہ نر ہوتا تو اس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے لئے مخصوص کر دیا جاتا، حام کی رسم یہ قرار پائی کہ جب کسی اونٹ کا بچہ سواری کے قابل ہو جاتا تو یہ اونٹ ”تقدس والا“ سمجھا جاتا یا کسی اونٹ کے نطفہ سے دس بچے جنم لیتے تو اسے بھی آزاد کر دیا جاتا، ستم ظریفی کی انتہا تو دیکھئے کہ اِن مُشرکانہ طرزِ عمل اور رسومات کو حق تعالیٰ کی رضا سمجھا جاتا رَبِّ جلیل نے یہ رسومات مقرر نہیں کیں یہ کافر اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہیں ان کی اکثریت بے عقل ہے اور

یہ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔

آیت ۱۰۴ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ اے عقل وفہم وفراست سے بے نیاز ہونے والو! اُن فضول رسموں کو ترک کردو، جب اُن سے کہا جاتا ہے آؤ اس کتاب کی پیروی کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف نازل فرمائی تو ان کا جواب ہوتا ہے ہم نے اپنے آباؤ اجداد کی پیروی اختیار کررکھی ہے یہی ہمارے لئے کافی ہے جاہلوں کی ایک حجت یہ بھی ہوتی ہے کہ جو کام ہمارے اسلاف میں ہوتا آیا ہے اس کی خلاف ورزی کیوں کی جائے کیا یہ اپنے دادا کی رسم تو ہمات کو اپناتے جائیں گے جبکہ وہ کچھ نہ جانتے ہوں اور نہ راہِ ہدایت کی سمت کی انہیں کوئی خبر نہیں۔

آیت ۱۰۵ میں خطاب اہلِ ایمان سے ہے کہ تم پر لازم یہی ہے کہ اپنی خبر لو، اپنی ہی فکر میں مُنہمک رہو، تم سیدھے راستے پر گامزن رہو، جو راہِ ہدایت سے بہک گیا سو وہ بہک گیا، وہ تم کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا، ہر مسلمان پر مقدور بھر سعی وکوشش کرنا لازم ہے دوسروں کی ہدایت کے لئے مقدور بھر کوشاں رہو یہ تمہارے فرائض منصبی میں شامل ہے اس کے بعد بھی کسی نے غلط روش اختیار کی تو تمہیں چنداں تفکر کرنے کی ضرورت نہیں! سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور رجوع ہونا ہے جس نے گمراہی اختیار کی اور جس نے راہِ مستقیم پائی سب کے نیک اعمال اور بُرے اعمال اور اُن کے نتائج سب کچھ سامنے کردیا جائے گا۔

آیت ۱۰۶ میں اظہار بیان ہے کہ موت سے کس کو انکار ہے ساعت مرگ کے لمحات قریب سے قریب ہونے لگیں، تو دو معتبر/انصاف کرنے والے مسلمان آدمیوں کے روبرو وصیت کردو یہ احسن کام ہے ہاں اگر حالتِ سفر میں موت کی گھڑی پہنچ گئی ہے اور اگر مسلم موجود نہ ہوں تو دوسری قوم/غیر مسلموں کے معتبر اشخاص کو گواہ/وصی بنالو، اگر بات میں اختلاف کی نوعیت آجائے تو نماز تک شہادت/گواہی دینے والوں کو روک لیا جائے پھر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں، اور قسم کھا کر کہیں کہ ہم اپنی قسم کے بدلے کوئی منفعت حاصل نہیں کررہے ہیں یعنی جھوٹی قسم نہیں کھا رہے ہیں۔

آیت ۱۰۷ میں بیان کیا جارہا ہے کہ اگر اس بات کی خبر ملے کہ ان دونوں نے جھوٹی شہادت کا ارتکاب کرکے حق کو چھپالیا، تو میت کے قریبی اعزّ اجن کا حق دبایا گیا ہے دیگر دو اشخاص کو منتخب کیا جائے پھر یہ بیان دیں کہ ہماری گواہی پہلے دونوں شہادت دینے والوں کے مقابلے میں سچی اور صادق ہے اگر ہم زیادتی/ظلم کا ارتکاب کریں تو ہمارا شمار ظالموں میں ہوگا۔

آیت ۱۰۸ میں اظہار بیان ہے کہ بہتر طرزِ عمل تو یہ ہے کہ گواہی دینے والے ایسی شہادت دیں جیسا کہ شہادت دینے کا صحیح طریقہ ہے اور اس بات کا احساسِ خوف رکھیں کہ ان کی قسمیں لوٹادی جائیں گی میت کے وارثوں کی طرف ان قسموں کے بعد، تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور یہ اصول عمل یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ بدکاروں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتے، اللہ تعالیٰ نافرمانی کرنے والوں کو اپنی رحمت سے محروم کردیتا ہے۔

Marfat.com

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۱۰۹﴾

جس روز، تمام رسولوں کو اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا، تب ارشاد ہوگا ان سے، تم کو کیا جواب دیا گیا تھا، تو وہ کہیں گے کہ ہمیں تو کچھ خبر نہیں آپ ہی پوشیدہ حقیقتوں کو جاننے والے ہیں۔ (۱۰۹)

اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِیْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِیْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۱۰﴾

تب اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، اے عیسیٰؑ! مریمؑ کے فرزند، تم کو اور تمہاری والدہ کو جو نعمت ہم نے عطا کی ہے جب میں نے ''روح القدس'' سے تمہاری مدد کی تم شکم مادر میں لوگوں سے گفتگو کرتے تھے اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی تم نے لوگوں سے کلام کیا، اور جب میں نے تمہیں کتاب کا علم عطا کیا، اور حکمت دانش کی تعلیم دی، توریت اور انجیل سکھائی اور جب تم میرے حکم سے گارے رمٹی سے ایک شکل بناتے، پرندوں کی صورت، میرے اذن سے جب اسی میں پھونک ماری جاتی، تو وہ پرندہ بن جاتا تھا اور تم مادر زاد اندھے اور کوڑھی (سفید داغ والے) کو میرے حکم سے شفایاب کر دیتے، اور جب تم میرے حکم سے مُردوں کو زندہ نکال لیتا اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا، جب تم اُن کے پاس صریح نشانیاں لے کر پہنچے جو کُفر اختیار کئے ہوئے تھے کہنے لگے یہ صریحاً جادوگری کے سوا کچھ نہیں۔ (۱۱۰)

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَى الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

اور جب میں نے حواریوں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لے آؤ تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائیں گے اے اللہ، تو گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔ (۱۱۱)

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۭ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾

جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰؑ، مریمؑ کے فرزند! کیا آپ کا ربّ یہ کر سکتا ہے کہ آسمان سے ایک خوان نعمت رکھانوں سے بھرا دستر خواں اُتارے، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اگر ایمان رکھتے ہو۔ (۱۱۲)

قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَیْهَا مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۱۱۳﴾

جواب میں انہوں نے کہا کہ بس ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس خوان سے کھائیں، اور ہمارے قلب مطمئن ہو جائیں اور ہمیں آگاہی ہو جائے کہ آپ نے جو کچھ کہا ہے سچ ہے! اور ہم ہو جائیں اس پر گواہی دینے والے۔ (۱۱۳)

قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا

تب مریمؑ کے بیٹے، عیسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اے ربّ! ہم پر آسمان سے نازل فرما کھانے کا ایک طشت رتھال، تا کہ ہم سب کے

Marfat.com

مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

لئے ایک مسرت کی بات ہو جائے ہمارے اگلوں کے لئے اور بعد میں آنے والوں کے لئے بھی، اور تیری طرف سے ایک نشانی بن جائے، اور ہمیں رزق عطا فرما، اور تو، تو سب سے بہترین روزی عطا کرنے والا ہے۔ (۱۱۴)

قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بلاشبہ! میں تم پر خواں نعمت رکھانے کا طشت اتاروں گا، پھر تم میں سے اب جو کفر کرے گا اس کو ایسا عذاب دوں گا ایسی سزا، جو دنیا جہان میں کسی کو نہ دی گئی ہو۔ (۱۱۵)

الفاظ و معانی آیت ۱۰۹ تا ۱۱۵

﴿ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ ﴾ جس روز اللہ تعالیٰ جمع کرے گا تمام رسولوں کو، ﴿ يَجْمَعُ ﴾ وہ اکٹھا کرے گا مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ اس دن کو یاد کیا جائے جس روز، اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو حساب کے لئے جمع کریں گے۔ یہ بات تو یقینی ہے قیامت میں سارے عالم کو اکٹھا کیا جائے گا لیکن اول اول حساب تو انبیاء کرام علیہم السلام سے ہوگا تاکہ تمام مخلوق کو پتہ چل جائے آج کے دن یوم حساب ہے اور حساب و کتاب سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہے۔ ﴿ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ﴾ کیا جواب ملا تمہیں! اُجِبْتُمْ، اِجَابَةٌ، بمعنی جواب دینے کے فعل ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر، قواعد کے لحاظ سے۔

﴿ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾ ہمیں ان کے ایمان و عمل کی کوئی واقفیت نہیں آپ تو خود ہی غیب کی باتوں کے جاننے والے ہیں، "ابن جریر نے اس توجیہ کی یوں وضاحت کی ہے کہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے باری تعالیٰ کے علم محیط اور کامل علم کے سامنے بطور تکریم و تعظیم اور پاس ادب کی خاطر اپنے علم کی سرے سے نفی کر دی۔" (بحوالہ ابن جریر جلد ہفتم)

امام ابو عبداللہ رازیؒ نے اس کے جواب میں تشریح بیان کی ہے اس مقام پر دو اُمور علیحدہ علیحدہ قابلِ ذکر ہیں ایک علم جس کا معنی اور مفہوم "یقین کامل" کے آتے ہیں اور دوسرا ظن، جس کو غلبہ یا گمان، دلوں کا بھید، اور ایمان کے حقیقی جس کا تعلق ربط قلب سے ہے وہ تو کسی کو بھی وحی الٰہی کے بغیر یقینی طور پر علم نہیں ہو سکتا۔ (بحوالہ تفسیر محیط) میدان حشر میں تمام حقائق آشکار ہو جائیں گے اور وہاں پر ہر فعل و عمل اور اُمور کی مکمل حقیقت بیان کر دی جائے گی۔

﴿ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ﴾ جب میں نے مدد کی تمہاری روحِ پاک سے، اَیَّدْتُّکَ میں نے مدد فرمائی تمہاری، تائید سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ﴾ تم لوگوں سے گفتگو کرتے تھے، گود میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ خصوصی معجزہ عطا ہوا تھا کہ کوئی بچہ آغوش مادر یا گہوارہ میں بولنے کی صلاحیت پائے تو یہ اس کا خصوصی اعجاز اور امتیاز ہے وہ بڑی عمر کو پہنچنے پر بھی بات چیت کرتے، بڑی عمر میں گفتگو کرنے سے مراد نبوت عطا ہونے کے بعد دعوتِ دین و تبلیغ ہے۔

Marfat.com

﴿ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ اور جب تعلیم دی کتاب اور حکمت کی باتیں سکھائیں، ﴿ عَلَّمْتُكَ ﴾ میں نے تجھے علم دیا، عَـلَّمتُ، تعلیم سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم قواعد کے مطابق۔ ﴿ هَيْئَةِ ﴾ صورت اسم مضاف۔ ﴿ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ ﴾ میرے حکم سے پھونک مارتا تھا، تُـنْـفَخُ، نَفَخَ، پھونک مارنا، فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے، اِذْنِی میری اجازت سے اسم ہے۔ ﴿ تُبْرِئُ ﴾ تندرست کرتا ہے اِبْرَاءٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ﴿ كَفَفْتُ ﴾ میں نے اُس کو روکا، ماضی معروف واحد متکلم۔ ﴿ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ انہوں نے کہا کہ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تو بنی اسرائیل کے چشم و چراغ تھے نئی نئی باتیں تجویز کرنا ان کا آبائی طرزِ عمل تھا اس طرح حضرت مسیح علیہ السلام سے ایک مطالبہ تجویز یہ پیش کیا کہ آسمان سے خوان نعمت کا نُزول ہو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب تھا کہ تم ایمان والے ہو بس اللہ تعالیٰ ڈرتے رہو، اس نوعیت کی فرمائش زبان پر لاکر باری تعالیٰ کو آزمانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ طلبِ رزق کے لئے وہی طرزِ ذرائع اختیار کئے جائیں جو قدرت نے متعیّن کر دیئے ہیں۔

﴿ نُرِيْدُ ﴾ اَرَادَةٌ مصدر، ہم چاہتے ہیں فعل مضارع کا صیغہ جمع متکلم قواعد کے لحاظ سے۔

﴿ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ بے شک آپ نے ہم پر سچ بولا تھا، اور ہم ان خوان نعمت کے نُزول پر گواہ رہیں۔ ﴿ صَدَقْتَنَا ﴾ تو نے ہم سے سچ بولا، صَدَقْتَ سے فعل ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔

﴿ اُرْزُقْنَا ﴾ تو　　ہم کو روزی عطا کر، اُرْزُقْ سے فعل امر کا صیغہ جمع متکلم۔ ﴿ الرّٰزِقِيْنَ ﴾ روزی عطا کرنے والے، رِزْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ قواعد کے مطابق۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۰۹ تا ۱۱۵

آیت ۱۰۹ میں اظہار بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے دریافت فرمائے گا میں نے تم کو جن لوگوں کی طرف بھیجا تھا انہوں نے تمہاری دعوت حق کو قبول کیا یا نہیں؟ جب تم نے اپنی اُمتوں کو دعوتِ ایمان دی تو انہوں نے کیا جواب دیا۔ انبیاءؑ کمالِ ادب کو برقرار رکھتے ہوئے جواب دیں گے کہ ہمیں تو کچھ خبر ہی نہیں غیب کی باتوں کا جاننے والا تو بس اللہ تعالیٰ ہی ہے کسی کے دل کی خبر تو ہمیں نہیں ہے۔ یوم حشر جو ایک ہولناک دن ہے جب اللہ تعالیٰ کی شان قہاریت ظہور پذیر ہوگی، کسی کو کچھ ہوش نہ ہوگا برگزیدہ انبیاءؑ کے لَب مُبارک پر نفسی نفسی ہوگا اس وقت انتہائی عالم خوف و رجاء ہوگا ربِّ جلیل کے سوال کے جواب ''لا علم لنا'' ہمیں تو کچھ علم ہی نہیں، کے سوا اور کوئی جواب زبان پر نہ ہوگا۔ پھر شافع محشر حضرت محمد ﷺ کے طفیل، اللہ تبارک و تعالیٰ کی التفات لُطف و رحمت عطا ہوگی۔ اس نفس مضمون کا ذکر آیت ۶ سورۃ الاعراف پارہ ۸ وَلَوْ اَنَّنَا میں آیا ہے۔

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ

''سو یاد رکھو! ہم ان لوگوں سے دریافت کریں گے جن کی طرف رسول آئے اور خود رسولوں سے بھی ہم استفسار کریں گے۔''

گویا اس حقیقت کا اظہار سورہ اعراف میں بھی کیا جا رہا ہے کیا انہوں نے اپنی اپنی اُمتوں کو ہمارے پیغام پہنچا دیئے اور ان اُمتوں نے انہیں کیا جواب دیا چنانچہ آگے آیت ۷ میں ارشاد ہوا:

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ

''پھر تمام واقعات ہم اپنے علم کی اساس پر خود بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب تو نہیں ہو گئے تھے۔''

آیت ۱۱۰ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ اے عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) تم اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات کا شمار نہیں کر سکتے جو انعام آپ علیہ السلام پر اور آپ کی والدہ ماجدہ پر ہوئے ہیں روح القدس سے آپ علیہ السلام کی مدد فرمائی گئی گویا جبریل امین علیہ السلام کو آپ کے ساتھ، معاونت کے لئے مقرر کیا آپ دنیا میں جلوہ نُما ہونے کے بعد ہی گھوارے / آغوش مادر میں ہم کلام ہوئے ان کا گفتگو کر لینا ایک بڑے مُعجزے کی علامت ہے اس آیت کریمہ سے بہت سی باتوں کی آگاہی ہوئی تمام اَنبیاء اور رسولوں کے مُعجزات بہ اِذنِ رَبی / اللہ تعالیٰ کے حُکم سے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حُکم کے بغیر کوئی مُعجزہ دکھانا نبی کے بس کا کام نہیں۔ آغوش مادر میں ہمکلامی کا شرف ملنا، بغیر کسی کے بتائے اور سمجھائے صرف اللہ کے حُکم سے کتاب حکمت یعنی تورات اور انجیل کا علم سیکھ لینا، مُعجزہ تو دیکھئے! مٹی سے پرندے جیسی صورت بنا کر پھونک مارا تو پرندے میں طاقتِ پرواز آگئی، اندھے اور برص میں مُبتلا مریض کو شفایاب کر دیا، ایسے مریض جو لاعلاج قرار پائے آپ کے ہاتھوں تندرست ہو جاتے، اور تو اور اعجازِ مُعجزہ تو دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کے حُکم سے مُردوں کو نکال کر کھڑا کر لیتے بنی اسرائیل کے صاحبِ اقتدار اور اپنی تمام تر توانائی لگا کر بھی آپ کا کُچھ نہ بگاڑ سکتے تھے دشمنوں کے ہاتھوں اللہ جل جلالہ نے انہیں محفوظ رکھا۔ ذرا اہلِ یہود کی ستم ظریفی تو دیکھئے کہ آپ علیہ السلام کے مُعجزات سے متاثر ہو کر ایمان لانے کے بجائے آپ کو ساحر اور شعبدہ باز کے نام سے موسوم کیا۔ (العیاذ باللہ)۔ بار بار یہود اس کوشش میں منہمک رہے کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو قتل کر ڈالیں مگر باری تعالیٰ نے ان کی ان تمام کوششوں کو ناکامی سے ہمکنار کیا آخری بار سلطنت رومی سے آپ کو سولی پر چڑھانے کے احکامات بھی صادر ہوئے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا اور اپنی طرف آسمان پر اُٹھالیا۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے آیت ۱۵۷ سورۃ النساء پارہ ۶ لایحب اللہ۔

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ

''اور اُن کا یہ جھوٹا دعویٰ کہ ہم نے قتل کر ڈالا، مریمؑ کے فرزند عیسیٰ مسیح تو جو اللہ کا رسول تھا حالانکہ نہ تو وہ اس کو قتل کر سکے اور نہ سولی پر چڑھا سکے۔''

آیت ۱۱۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے حواری / پیروی کرنے والے جو اُن پر ایمان لائے اور اُن کے ساتھی رہے ان کی تعداد بارہ (۱۲) بتائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن حواریوں کے دلوں میں ایمان قبول کرنے کی بات ڈال دی، وہ اللہ تعالیٰ کے حُکم کو سن کر ایمان لے آئے اور رسول کو ''رسول صادق'' تسلیم کر لیا اور پھر اس عزم کا اقرار کیا اور کہا کہ اے باری تعالیٰ! تو ہماری اس بات پر گواہ رہ کہ ہم تیری اور تیرے رسول علیہ السلام کی کُلّی طور پر اطاعت کریں گے، یہاں یہ بات یاد رہے کہ ''حواریوں کا اصل دین اسلام تھا نہ کہ عیسائیت''۔ (بحوالہ تفہیم القرآن مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

محمد کرم شاہ الازہریؒ ضیاء القرآن میں رقمطراز ہیں ''تمام انبیاء کا دین جس کی وہ دعوت دیا کرتے تھے وہ اسلام ہی تھا، یہ کوئی

نیا دین نہیں ہے جو پہلے ادیان سے الگ ہو، بلکہ اُن ہی کی ایک کامل، توانا اور حسین صورت ہے۔" (بحوالہ ضیاء القرآن جلد اوّل)

آیت ۱۱۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے یہ محسوس کیا کہ اُن کے پاس اتنے روشن معجزات ہیں تو انہوں نے پکا ہوا خوانِ نعمت آسمان سے نازل ہونے کو کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو، طمانیت قلب کے ساتھ اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اس کی پیروی کی راہ اختیار کرو۔ ایماندار آدمی کو یہ قطعی زیب نہیں دیتا کہ ایسا سوال کیا جائے ایسی غیر معمولی فرمائش کرنے کی ضرورت نہیں کہیں یہ تمہاری آزمائش کا موجب نہ بن جائے بتایا جارہا ہے کہ رزق ان ہی ذرائع سے طلب کرنا چاہیے جو قدرت نے ان کے حصول کی خاطر متعین کر دیئے ہیں اگر روشِ تقویٰ اپنالی جائے تو اللہ تعالیٰ رزق اس جگہ سے باہم پہنچائے گا جہاں تم کو وہم گمان تک نہ ہوگا چنانچہ ارشاد ربی ہے آیت ۳ سورۃ طلاق پارہ ۲۸ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ۔ ﴿وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ "اور اُسے ایسی جگہ سے روزی عطا کرتا ہے جس کا اُسے گمان بھی نہ ہو۔"

آیت ۱۱۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ انہوں نے معذرت کا لہجہ اپناتے ہوئے عرض کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس "خوان نعمت" سے تناول کریں اور ہمارے بے قرار دلوں کو سکون میسّر آجائے یہ اطمینان پانے کی صورت یہ بھی ہے کہ اس سے ہم اپنی بھوک کی تسکین بھی کریں گے" کچھ علاج اس کا اے چارہ گراں ہے کہ نہیں" کے مصداق یہ بھی ہوگا کہ ہمیں آپ کی سچائی کی دلیل بھی مل جائے گی اور ہم ہو جائیں گے شہادت دینے والے اور جب معجزہ ہم اپنی نظروں کے سامنے دیکھ لیں گے تو دوسرے کو بھی بتائیں گے اس سے وہ بھی ہدایت قبول کر سکتے ہیں / پا سکتے ہیں۔

آیت ۱۱۴ میں بتایا جارہا ہے کہ مریم علیہا السلام کے فرزندِ عزیز نے باری تعالیٰ سے دستِ دعا دراز کی! اے ربّ، آسمان سے مَآئِدَةً / خوانِ نعمت عطا فرما، جو ہمارے لئے ایک یادگار بن جائے اور ہمارے اگلے پچھلے لوگوں کے لئے یوم مُسرّت / عید قرار پائے اور رُبوبیت اور الوہیت کی نشانی قرار پائے۔ اے پانے والے ہمیں رزق عطا فرما تو بہترین رزق عطا کرنے والا ہے۔

آیت ۱۱۵ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں آسمان سے ضرور خواں اُتاروں گا[1] لیکن بات سب کو اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ اس کے بعد تم میں سے کسی نے ناشکری کی راہ اختیار کی تو ایسا عذاب دوں گا کہ گیتی میں کائنات میں ایسا عذاب کسی کو نہ ملا ہو، اس سے اس بات کا اعتراف ہوا کہ نبی سے اگر معجزہ طلب کیا جائے اور معجزہ کے ظہور ہونے پر کوئی منکر ہو جائے تو تمام تر عالم میں سب سے زیادہ عذاب کا حق دار ہوگا اب مسلمان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے احکامات، فرمان کو تکمیلِ حُکم کی خاطر دلیل سے تسلیم کرے اور خرقِ عادت نہ چاہے۔

(خرقِ عادت (ع) مذکر (کنایۃً) اولیاء کی کرامات۔ (بحوالہ فیروز اللغات اردو مولوی فیروز الدینؒ)

---

[1] ......امام شوکانی اور امام ابن جریر طبری جیسے دیگر جمہور علماء اس کے نزول کے قائل ہیں۔ (بحوالہ طبری) چنانچہ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ "میں اسے تم پر اُتارتا ہوں" آسمان سے خوان نازل ہوا اس کے بعد جنہوں نے ان میں سے کفر کیا وہ صورتیں مسخ کر کے خنزیر بنا دیئے گئے اور تین روز میں سب ہلاک ہو گئے۔ (بحوالہ خزائن القرآن فی تفسیر القرآن سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ)

Marfat.com

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِىْ وَاُمِّىَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِىْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِىْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِىْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾

اور جب اللہ تعالیٰ دریافت کرے گا کہ اے عیسیٰ، مریمؑ کے فرزند کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا، اللہ کے سوا مجھ کو اور میری والدہ کو معبود بنا لینا، تو عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے، اے اللہ تو پاک ہے ہر شرک سے، مجھ کو زیب / روا نہیں کہ وہ بات کہوں، جس کا مجھ کو حق نہیں پہنچتا، اگر میں نے ایسا کیا ہوتا / کہا ہوتا تو ضرور جانتا، آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں اس سے آگاہ نہیں ہوں جو تیرے علم میں ہے بے شک تمام پوشیدہ باتوں / تمام غیبوں کا جاننے والا تو باری تعالیٰ تو ہی ہے۔ (۱۱۶)

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِىْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾

میں نے تو وہی کہا تھا جس کا آپ نے مجھ کو حکم صادر کیا تھا، کہ بندگی اختیار کرو ایک اللہ کی، جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا بھی رب ہے، اور میں اُن پر گواہ رہا، جب تک اُن میں رہا، جب تو نے مجھے اُٹھا لیا، تو، تُو ہی ان کا نگران تھا، تُو تو ہر شے کی پوری طرح واقفیت رکھنے والا ہے اور ساری چیزوں پر نگراں ہے، (۱۱۷)

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

اگر تو انہیں عذاب میں مبتلا کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے / معاف کر دے تو بلاشبہ آپ اے اللہ، بڑے غالب اور حکمت والے ہیں۔ (۱۱۸)

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾

باری تعالیٰ ارشاد کریں گے، یہ وہ دن ہے جس میں نفع پہنچے گا اُن کو، جو صادق تھے، ان کا سچ کہنا سودمند ہوگا، ان ہی کے لیے بہشت کے باغ ہیں جس کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں جہاں وہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے اُن سے اللہ راضی اور خوش ہو گیا اور یہ لوگ اللہ سے راضی اور خوش ہو گئے، یہی بڑی کامیابی اور کامرانی ہے اُن کے لئے۔ (۱۱۹)

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾

آسمانوں اور زمین اور اس کے مابین جو کچھ ہے سب اللہ ہی کی بادشاہت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ (۱۲۰)

الفاظ و معانی آیت ۱۱۶ تا ۱۲۰

﴿ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِىْ وَاُمِّىَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ اے عیسیٰ کیا آپ نے کہا تھا ان لوگوں سے، ٹھہرا لو مجھ کو اور میری والدہ کو دو معبود، اللہ کے علاوہ۔ اس سوال پر باری تعالیٰ، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے نصاریٰ کی گمراہی کے بارے میں دریافت کرے گا کیا تم نے نصاریٰ کو یہ تعلیم دی تھی کہ اللہ کے علاوہ مجھ کو اور میری والدہ کو اپنا معبود

Marfat.com

بنالو، اس سوال کا مدعا یہ ہوگا کہ نصاریٰ جن کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ کو خدا کا شریک بنایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت سے لوگوں کے بھرے مجمع میں اُن کی تذلیل ہو، یہ سوال قیامت کے دن ہوگا ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو معبود سمجھ لیا بتایا جا رہا ہے جن کو تم معبود اور حاجت زوا جان بیٹھے تھے وہ تو خود ربّ جلیل کی بارگاہ میں جواب دہ ہیں اب یہ بات کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مریم علیہا السلام کو بھی معبود بنالیا'' جب کہ حضرت مریم علیہا السلام کی الوہیت کے بارے میں کوئی اشارہ تک بائبل میں موجود نہیں ہے۔ (بحوالہ تفہیم القرآن از ابو اعلیٰ مودودیؒ)

﴿ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ''دو خدا بنالو اللہ کے سوا'' اس خطاب کو سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کانپ اُٹھیں گے اور کہیں گے:

﴿ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ ﴾ اللہ تعالیٰ پاک ہے ہر شے سے، یہ بات غور طلب ہے کہ ایک طرف تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا ہے آپ نے ایسا کیا اللہ تعالیٰ کا یہ مقرب بندہ لب کشائی کی جرأت بھی نہیں کر رہا ہے بلکہ اللہ جل جلالہ کی عظمت اور پاکی بیان فرما رہا ہے۔ اے اللہ! تیرے اس بندے پر تو یہ محض لطف و کرم ہے اور بارانِ رحمت ہے بھلا یہ میری کیا مجال کہ میں ایسا کہہ سکوں۔ ﴿ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ ﴾ میں نے انہیں وہی کچھ کہا جس کا تم نے حکم دیا تھا۔ ﴿ اَمَرْتَنِيْ ﴾ تو نے مجھے حکم دیا فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ مَا دُمْتُ ﴾ جب تک میں رہا، ماضی فعل ناقص، واحد متکلم، دُمْتُ میں ٹھہرا رہا، دَوَامٌ سے فعل ماضی کا صیغہ واحد متکلم۔ ﴿ تَوَفَّيْتَنِيْ ﴾ تو نے مجھے اُٹھالیا، تَوَفَّيْتَ توفی سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث حاضر قواعد کے لحاظ سے، تَوَفِّيْ کے معنیٰ کسی چیز کو اپنی طرف پوری طرح سے قبضہ میں کرلے۔ (بحوالہ بیضاوی)

﴿ تَوَفَّيْتَنِيْ ﴾ کا مفہوم جب تو نے مجھے دُنیا سے اُٹھایا اس کی تشریح معنیٰ کا اظہار آیت ۵۵ سورۂ آلِ عمران پارہ ۳ تِلْكَ الرُّسُلُ سے ہو رہا ہے۔ ﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ ﴾ اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد کیا، اے عیسیٰؑ میں تمہیں پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اُٹھالوں گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں نے مخلوق کو اے اللہ الوہیت، اور عبودیت کا پیام دے دیا ہے جب تک ان کے اندر موجود رہا، جو مدّت آپ نے مقرر کی تھی وہ پوری کر کے آپ نے مجھ کو آسمان پر اُٹھالیا۔

﴿ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ﴾ اگر تو اُن کو عذاب دے تو بلاشبہ وہ بندے ہیں تیرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم اور زیادتی نہیں کر سکتا اگر ان کو عذاب میں مُبتلا کیا جائے گا تو یہ عین انصاف اور حکمت پر ہوگا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ تمام رات ایک ہی آیت تلاوت کرتے رہے تو وہ یہی آیت مُبارکہ تھی، رکوع میں اور سجدے میں اسی طرح کرتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی پھر حضور ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ''میں نے اپنے ربّ سے اپنے واسطے شفاعت کی التجا کی ہے جو مجھے عطا ہوئی اور انشاء اللہ وہ ملنے والی ہے ایسے شخص کو واسطے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو۔'' (بحوالہ ابن کثیر)

﴿ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ یہ جنّتوں میں داخل ہونا اور ﴿ وَرَضُوْا عَنْهُ ﴾ اور وہ راضی ہوئے وہ اللہ تعالیٰ سے حصول کرامت کے باعث، دراصل بہشت میں داخل ہونا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کا حاصل ہونا ہی ''فوز العظیم'' ہے ابن حیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہی سب سے بڑی کامرانی ہے۔ بہشت بریں اور

Marfat.com

جنت نعیم ہے اسی لئے مطلب یہ ہے کہ وہ محل رضائے الٰہی ہوئے۔ (بحوالہ تفسیر عثمانی)

تشریح وتوضیحات آیت ۱۱۶ تا ۱۲۰

آیت ۱۱۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ اور وہ ساعت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جبکہ باری تعالیٰ، روزِ قیامت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور کفار نصاریٰ کی ساعت کے لئے ارشاد کریں گے اے عیسیٰ (علیہ السلام) یہ عقیدۂ تثلیث کے قائل لوگوں کو کیا آپ نے کہہ دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ، مجھ کو اور میری والدہ ماجدہ کو معبود برحق بنالینا؟ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام برملا اظہار کریں گے "میں خود، آپ کو وحدہٗ لاشریک سمجھتا ہوں بھلا یہ ناحق بات میں کیسے کہہ سکتا تھا، بھلا اس کا مجھے کہا اختیار، کہ حق اور صداقت کے منافی کوئی بات کرنے کی جرأت کرسکوں، اے باری تعالیٰ آپ تو خوب جاننے والے ہیں آپ تو میرے دل کی گہرائی اور گیرائی سے واقف ہیں، آپ تو غیب باتوں کو جانتے ہیں۔

آیت ۱۱۷ میں وضاحت کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیان کر رہے ہیں کہ میں نے تو اُن سے کچھ کہا نہیں صرف وہی بات بتادی ہے جس کے پہنچانے کا مجھ کو حکم ملا تھا، کہ تم صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو جو میرا پروردگار ہے وہی تمہارا بھی ربّ ہے جب تک میں ان میں موجود رہا، اس وقت کے حالات کا حال تو میرے مشاہدے میں ہے اس کے بارے میں بتا سکتا ہوں اور جب آپ نے اُٹھالیا زندہ آسمان کی طرف دوبارہ وفات کے طور پر تو اُس کے بعد اُن کے احوال کی آپ کو خبر رہی، مجھ کو تو اس بات کی کچھ بھی خبر نہیں، اے اللہ تو ہی اُن کے احوال کا نگران ہے۔

آیت ۱۱۸ میں اظہار بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام روزِ محشر اپنی اُمّت کے ان لوگوں کے متعلق، اللہ تعالیٰ سے محوِ گفتگو ہوں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کو بھی حاجت سمجھ لیا تھا اگر اس عقیدہ پر آپ ان کو سزا دیں رعذاب میں مُبتلا کریں جب بھی آپ مختارِ کُل ہیں یہ آپ کے بندے ہیں مالک بااختیار ہوتا ہے کہ بندوں کو ان کے جُرم پر سزا تجویز کرے، اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ ان کو معاف فرمادیں، اے اللہ! آپ غالب ہیں غفور الرحیم ہیں آپ کا بخش دینا بھی آپ ہی کی حکمت کے مطابق ہوگا اور سزا دیں گے تو سزا میں بھی عین حکمت ہوگی۔

آیت ۱۱۹ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا آج یوم آخرت ہے، سچّائی کا دن ہے حساب وکتاب کی ساعت ہے آج صادق لوگوں کو سچّائی پر قائم رکھنے کا اَجر ملے گا، جنّت کے باغات اُن کا مُقدر رہوگا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی یہ اللہ سے راضی اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا یہ بڑی کامیابی ہے۔

آیت ۱۲۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ تم کو خبر ہے کیتی کائنات ہوں یا اَرض وسماء ہوں سب پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور حکومت ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ "لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" زمین اور آسمانوں اور تمام موجودات کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اس کلمہ سے یہ تاثر ملتا ہے یہاں اللہ وحدہٗ الٰہ ہے اور وہی قادرِ مطلق ہے اللہ جل جلالہٗ کے تمام نبی اور رسول اللہ تعالیٰ کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں اور سب رسول آخری فیصلہ باری تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم بھی اپنا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اس سورت کا مرکزی موضوع بیان "الدین" ہے اور دین کا اظہار اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مضمر ہے۔

(الحمد للہ سورۃ المائدہ اختتام پذیر ہوئی)

Marfat.com

سلسلہ وار ترتیب ٦، ترتیب نزول ٥٥،
آیات ١٦٥، رکوع ٢٠

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ ①

یہ سورۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی کل کلمے
٣١٠٠، حروف ١٢٩٣٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے آغاز کرتا ہوں جو نہایت مہربان رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۬ؕ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ①

تمام خوبیاں اور تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے زمین اور آسمان بنائے اور تاریکیاں، اندھیرے اور نور/روشنی پیدا کی، پھر وہ لوگ جنہوں نے دعوتِ حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا یعنی کافر، لوگ غیر اللہ کو، اپنے ربّ کا ہمسر قرار دیتے ہیں۔ (١)

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ②

اللہ تو وہ ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر تمہارے لئے زندگی کی ایک میعاد مقرّر کر دی، اور مُعین وعدہ اس کے یہاں ہے گویا دوسری مدت/لمحات بھی ہیں جو طے شدہ ہیں، پھر بھی تم شک میں پڑے ہو۔ (٢)

وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ③

اور وہی اللہ ہے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی، تمہارے مخفی اور پوشیدہ حال سے واقف ہے، اور تمہارے کام جانتا ہے، جو تم کمارہے ہو، جو کچھ اچھا یا بُرا تم کرتے ہو وہ سب کچھ اُس کے علم میں ہے۔ (٣)

وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ④

اور کوئی نشانی بھی، اُن کے پروردگار کی نشانیوں میں سے، اُن کے پاس نہیں آتی، مگر وہ اُس سے اِعراض برتتے ہیں/مُنہ پھیر لیتے ہیں۔ (٤)

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ⑤

پس اب جو حق اُن کے پاس آیا تو انہوں نے حق کو جھٹلایا، سو اب جلد ہی/عنقریب ہی آیا چاہتی ہیں اُن کے پاس ایسی خبریں، اس چیز کی، جس کے ساتھ وہ تمسخر کیا کرتے تھے۔ (٥)

---

① ......اس سورۂ مبارکہ میں رکوع ١٦، ١٧ میں چوپائے، انعام/مویشیوں کی حرمت اور بعض کی حلت کے بارے میں اہل عرب کے ''توہم پرست'' عقائد کی تردید کی گئی ہے اسی مناسبت سے الانعام کے نام سے موسوم ہوئی۔ زمانہ نزول حضرت معاذ بن جبل ﷺ کی چچازاد بہن اسماءؓ بنت یزید کا کہنا ہے۔ جس وقت اس سورۃ کا نزول ہو رہا تھا اس وقت محمد ﷺ اونٹنی پر سوار تھے، میں اس کی نکیل تھامے تھی بوجھ کے سبب اونٹنی کا یہ حال تھا جیسے اس کی ہڈیاں اب ٹوٹ جائیں گی۔

الفاظ ومعانی آیت ۱ تا ۵

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ سب تعریفیں اللہ ﷻ کے لئے ہیں، اس سورۃ مبارکہ کی ابتداء ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ﴾ سے کی گئی ہے سب خوبیاں لائق ستائش ہیں باری تعالیٰ کے لئے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا، خبر یہ بتائی گئی کہ سب وصف اللہ کے لئے ہیں، گویا حمد کا بیان کرنا ایک تعلیم ہے۔ جس میں اس لطیف اشارہ یہ مضمر ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی تعریف اور توصیف کا محتاج نہیں ہے کوئی اس کی ثنا بیان کرے یا نہ کرے اللہ اپنے ذاتی کمال، اور صفت کی بناء پر خود محمود (تعریف کیا ہوا) ہے خَلَقَ کے معنیٰ ہیں پیدائش صحیح اندازہ کرنا، جب یہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں ''کسی چیز کو بغیر نمونہ کے عدم سے وجود میں لانا'' ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کبھی ایک چیز سے دوسری چیز کو بنانے کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾ انسانوں کو نطفہ سے بنایا، خَلَقَ اس نے بنایا خَلَقَ سے ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن از سجاد میرٹھی) سمٰوات آسمانوں کو جمع اور ارض زمین کو مفرد کے طور پر استعمال کیا گیا۔ ''یہ بات قابل غور ہے کہ آسمانوں اور زمین کے بنانے کو لفظ خلق سے تعبیر کیا گیا ہے۔'' (بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ)

﴿وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ﴾ اور بنایا بہت سے اندھیروں کو اور روشنی کو، ظلمات سے رات کی تاریکی، کُفر کی تاریکی اور نُور سے دن کی روشنی اور ایمان کی روشنی مُراد ہے، نور کو صیغہ واحد اور ظلمات کو صیغہ جمع کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے ظلمات کے اسباب اور علل بہت سارے ہیں اور اُن کی اقسام بھی کئی ہیں اور نُور کا تذکرہ بطور جنس ہے جس میں انواع کو شامل کیا گیا ہے۔ (بحوالہ فتح القدیر)

نُور کو واحد ذکر کرنے سے اشارہ لطیف یہ ملتا ہے کہ نُور تعبیر ہے درست راہ رست سے، اور صراطِ مستقیم سے اور وہ ایک ہی ہے اور ظلمت تعبیر ہے غلط سمت اور راہ کی اور اس کی کثرت زیادہ تعداد میں ہے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری، بحر محیط) قرآنِ مجید نے اللہ تعالیٰ کو زمین اور آسمان کا بنانے والا، اور اندھیرے اُجالے کا پیدا کرنے والا بتا کر تمام عقائد اور نظریات کی تردید کر دی ہے، ہر تاریکی اور روشنی خواہ اندھیری رات کی ہو یا کُفر کی، جہل کی ہو یا دوزخ کی اور روشنی خواہ دن کی چمک دمک کے لئے ہو یا ایمان وہدایت کی، سب کا خالق باری تعالیٰ ہے۔

بحر الحقائق میں بتایا گیا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ''پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے دل کا آسمان اور نفس کی زمین اور صفات بہیمی حیوانی اور اخلاق سبُعی شیطانی سے نفسوں کی تاریکیاں پیدا کیں اور اوصاف مکمل روحانی اور اخلاق ملکی ربانی سے دلوں کا نُور ظاہر کیا''۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

﴿ثُمَّ﴾ پھر ساتھ دلیلوں اور نشانیوں کے ثُمَّ حرف عطف ہے لیکن کوئی دوسرا لفظ اس کے برابر نہیں ہوسکتا یہ دلیل کے طور پر کُفار کی کج فہمی اور ان کے باطل عقائد کو ظاہر کر رہا ہے۔ ﴿الَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ وہ لوگ جو کافر ہوگئے۔

﴿بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ﴾ اپنے رَبّ کے ساتھ اوروں کو ہمسر قرار دیتے ہیں کس قدر نادانی ہے مسیحی لوگ دنیا میں ایک اللہ تعالیٰ کے بجائے باپ، بیٹا اور روح القدس تین خداؤں کی پرستش میں مصروفِ عمل تھے، اب خود ہی غور کرو کیا تمہیں زیب

Marfat.com

دیتا ہے کہ اپنے رَبّ سے رُخ موڑ کر مخلوق کے بندے بن جاؤ۔ العیاذ باللہ

کس قدر نادانی اور زیاں کاری کے مُرتکب ہیں کہ اپنے معبود/اللہ تعالیٰ کو بتوں اور باطل خداؤں کو اللہ تعالیٰ کے مساوی قرار دیتے ہیں، گویا وہ عبادت کے ساتھ ساتھ اپنے جھوٹے خداؤں کی پرستش کرتے ہیں، صاف ظاہر ہے ہر غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ (بحوالہ امام ابن جریرؒ) مشرکین سے خطاب ہو رہا ہے کہ جب تمہیں اس حقیقت کا علم ہے کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور گردش لیل و نہار کی تبدیلی اور تغیّر اللہ تعالیٰ کے دائرہ اختیار میں ہے تو یہ کون ہوتے ہیں کہ اُن کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہو اور اُن سے حاجت طلب کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہو، حتیٰ کہ پتھروں کو پوجتے ہو۔

﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ ﴾ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا، گویا انسان کی ابتداء آفرینش مٹی سے وجود میں آئی، ابوالبشر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو اسی مٹی کے خمیر سے پیدا کیا، پھر حکم ایک مُدّت/میعاد تک، جب وہ مدت تمام ہو تو اَجَل/موت کا پیغام بادِ سموم کے جھونکوں سے لپٹ کر اس چراغِ زیست کو گل کر دے گا اور ایک وقت مقرر کیا، یعنی موت کا وقت، گویا یوں کہیے موت کا ایک دن معیّن ہے۔ غالب کی زبان میں۔ پہلی اجل سے مُراد یہ ہے کہ عمل پیدائش سے لے کر مرنے تک انسان کی عمرِ عزیز ہے، یہ حضرتِ انسان کی شخصی انتہاء ہے، جس کو موت کے نام سے مُوسوم کیا جاتا ہے اور دوسری منزل مرنے سے قیامت کے وقوع پذیر تک کی ہے، جس کے بعد فناء و بقا کی منزل ہے اور ایک کائنات یعنی آخرت کی حیاتِ ابدی کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور سلسلہ آخرت ہے اور آخرت کی ساعتوں کا علم صرف باری تعالیٰ کو ہے۔ اس لئے اَجَلٌ مسمّی عندہٗ اور ایک مُدت اس کے یہاں مقرّر ہے اور وہ گذر جانے کے بعد قیامت قائم ہو جائے گی، اس اظہارِ حقیقت کی اصل ترجمانی آیت نمبر ١ اور آیت نمبر ٢ سورۂ واقعہ پارہ نمبر ٢٧ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ میں بتائی گئی ہے۔ ارشادِ ربّی ہے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ لَیْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۘ

جب ہونے والی چیز ہو کر رہے گی، یعنی جب قیامت برپا ہو جو ہونے والی ہے۔ اُس وقت کے واقع ہونے میں کچھ جھوٹ بھی نہیں۔

گویا ان آیات مبارکہ کی روشنی میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ قیامت کے آنے میں کسی کو شک کی گنجائش نہیں۔

﴿ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ﴾ پھر تم شک کرتے ہو، اے مشرکو! باوجود اس نشانی کے تم کج بحثی کرتے ہو توحید اور بَعثت میں اس قدر واضح دلیل کے بعد تم قیامت کے بارے میں شُبہات میں پڑے ہوئے ہو، کافروں اور مشرکوں کا یہ خیال و گمان کہ ہم موت کے بعد مٹی میں دفن ہو جائیں گے تو کس طرح ہمیں ''حیاتِ نو'' عطا ہو گی، اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا سورۂ یٰس پارہ نمبر ٢٢ وَمَنْ یَّقْنُتْ آیت نمبر ١٢ میں ہے

اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ ؕ

بے شک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے، اور ہم تحریر کرتے جاتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے ہیں

﴿ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ﴾ بے شک اُنہوں نے جھٹلایا جب حق اُن کے پاس آیا اور مفسرین نے لکھا ہے یہاں حق سے مُراد، قرآنِ مجید یا ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

تشریح وتوضیحات آیت ۱ تا ۵

آیت نمبر ۱ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے ہی لائقِ ستائش ہے، جس نے اپنی قُدرتِ کاملہ سے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا، آسمانوں کو بے ستوں اور بے سہارا کیا اور زمین کو بے مادے سے معرضِ وجود میں لے آیا، اور تاریکیوں اور روشنی کو پیدا کیا، جو خوراک ہمیں میسّر ہے، جو غذائیں ہمارے کھانے میں آتی ہیں، سب زمین سے پیدا ہوتی ہیں۔ آیت نمبر ۱۱ سورۂ رحمٰن پارہ نمبر ۲۷ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ

اس میں مختلف قسم کے میوے اور کھجور پیدا کئے گئے جن کے اوپر غلاف لپٹے ہوئے ہیں۔

ان ہی غذاؤں سے جو نطفہ، منجمدِ خون ہوتا ہے وہ رحمِ مادر میں جا کر، انسان کی تخلیق کا مُوجب ہوتا ہے اور انسانی عدم سے وجود میں آتا ہے یوں کہنا چاہیئے کہ ہماری پیدائش مٹی سے ہوئی، پھر بھی یہ کافر اپنے رَبّ کو اوروں کے ساتھ، غیر اللہ کے مساوی قرار دیتے ہیں سرزمین ہندوستان کے کروڑوں مُشرک دیوتاؤں کی پرستش کے قائل ہیں، عیسائی باپ بیٹے کا توازن برقرار رکھنے کے لئے تین ایک اور ایک تین کا عقیدۂ تثلیث کے قائل ہیں، عرب کے مشرکین نے تو کمال حد کر دی پہاڑ کے ہر ذرہ نما پتھر کو معبود بنا لیا، غرض کیا کہا جائے اللہ تعالیٰ نے انسان کو ''اشرف المخلوقات'' کے اعزاز سے سرفراز کیا راہِ حق سے مُنحرف ہو کر اس نے نہ صرف آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کو بلکہ آتش کو یزداں بنا لیا، آگ، پانی شجر، حجر کو اپنا مسجود اور معبود اور حاجت روا بنا لیا، اس آیتِ مُبارکہ میں ان باطل عقائد کی تردید ہے۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور ربوبیّت میں کوئی شریک نہیں ہے۔

آیت نمبر ۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو وہ ہے جس نے تم کو مٹی سے تخلیق کیا، حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی کے خمیر سے عدم سے وجود میں لا کر ان میں جان ڈال دی، اِس آیتِ مُبارکہ میں انسان کو بتایا گیا کہ انسان کا اپنا وجود خود ایک عالمِ اصغر ہے گویا انسان کی پیدائش عمل سے موت کے معین کردہ وقت اور قیامت کے یوم کے برپا ہونے تک کیونکہ انسان کو جن عناصر سے ترتیب دیا گیا ہے وہ ایک مقررہ مُدّت / میعاد کے موت کی آغوش سے ہمکنار ہو کر بکھر بکھر جاتے ہیں تو اسی طرح یہ کائنات رنگ و بو بھی قیامت کے آنے پر فناء ہو جائے گی اس کے بعد یہ کافر لوگ قیامت کی بابت شک و شبہات میں گُم کردہ منزل کی تلاش میں گُم ہو گئے ہیں اُنہیں خبر ہی نہیں۔ سورۂ یٰسین آیت نمبر ۷۹ پارہ نمبر ۲۳ وَمَالِیَ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ

آپؐ کہہ دیجیے کہ جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا وہ اللہ تعالیٰ دوبارہ بھی تمہیں زندہ کرے گا

آیت نمبر ۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ آسمان وزمین کا مالک اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ ہمارے پوشیدہ اور ظاہر عمل ہم جو

Marfat.com

کچھ کرتے ہیں سب کو جانتا ہے۔(بحوالہ فتح القدیر) اللہ تعالیٰ کے مکافات سے کوئی شے نہیں بچ سکتی کائنات رنگ و بو میں انسان جہاں کہیں بھی ہو، اس کے خیالات، تخیلات، افکار، قول و عمل کی ایک ایک بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے انسان جو کچھ کرتا ہے، کر رہا ہے، کر چکا ہے، سب سے اللہ تعالیٰ واقف ہے تو پھر عابد کو اپنی عبادت اور زاہد کو ذکر و استعانت میں کسی غیر اللہ کو شریک ٹھہرانے کی چنداں ضرورت نہیں!۔

سِرَّکُمْ سے مُراد آدمی کی نسبت باطنی کی طرف اشارہ ہے اور جَھْرَکُمْ نسبت ظاہری سے عبارت ہے۔ بحر الحقائق میں تحریر ہے سِرّ سے مراد خلافت ہے انسان میں امانت رکھا ہے اور جہر اس کے صفات حیوانی اور احوال نفسانی ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ آدمی کی صورت جسمانی ہے اور معنیٰ روحانی جسم کے سبب سے عالم خلق ہے اور روح کے باعث عالم امر ہے سِرّ کا مرتبہ امر ہے اور جہر اس کا خلق سے ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میں تمہارے خصائص کے اسرار، مرتبہ غیب میں جانتا ہوں اور تمہارے نقائص کے آثار عالم شہادت میں پہنچتا ہوں۔

انسان آئینہ ہے اور اس کے دو رُخ ہیں ایک رُخ میں خصائصِ ربُوبیّت، نمایاں ہے اور دوسرے رُخ میں نقائص عبودیت پیدا ہیں، جب خصائص ربوبیت کے ساتھ اسے دیکھا جائے تو سب موجودات سے زیادہ افضل اور بزرگ تر ہے اور جب نقائص کا شمار کیا جائے تو سب کائنات خوار اور بے مقدار ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

آیت نمبر۴ میں اظہار بیان ہے کہ انسان بھی کس قدر تغافل برت رہا ہے عقلِ سلیم پر غفلت کا ایسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ باری تعالیٰ کی نشان دہی کو جانتے ہوئے، دیکھتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی کو اپنانے سے گریزپا ہے گویا بندگی اختیار کرنا پسند ہی نہیں کرتا، حالانکہ ذرا تفکر، تدبّر کے دائرہ فکر سے کام لے عقلِ خرد کو بروئے کار لائے تو اِن ظلمات کے اندر نور حقیقت کی حقیقت دیکھ سکتا ہے جو حق اُن کے پاس آ گیا اس کو بھی جھٹلاتے ہیں۔

آیت نمبر۵ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ ہر دور میں انسان نے یہ شیوہ اپنا لیا ہے کہ حق کی تکذیب کی جائے اُنہوں نے قرآن کے احکامات کو بھی جھٹلایا، مشرکین نے تو طرح طرح کی الزام تراشی کی، کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو قرآن نازل ہوا اس کے بارے میں کہا کہ یہ قول کاہن کا ہے، طرح طرح کی غلط باتیں کیں اور اس کا تمسخر اڑایا، آخر کار یوم قیامت ان سب حقیقتوں کا ان کو مکمل طور پر پتہ چل جائے گا۔ چنانچہ اب جو حق اُن کے پاس آیا تو اسے بھی انہوں نے جُھوٹ سمجھا انہیں پتہ ہی نہیں زمین آسمانوں کے پیدا کرنے والے کی طرف سے جو ہدایت ملی وہ سچی تھی، دعوتِ حق، دعوتِ اسلامی کے ساتھ مذاق کرتے ہیں انہیں چاہئے تو یہ تھا کہ وہ اس بات کے انجام اور آخری خبر آنے کا انتظار کریں اُن پر عذابِ الٰہی کس وقت نازل ہو سکتا ہے اُن کی حقیقت کے رُموز اور صداقت کی حقیقت جلد معلوم ہو جائے گی وہ اپنی آنکھوں سے عذابِ الیم دیکھ لیں۔ تاریخی حقائق پر اُن کو نظر رکھنی چاہئے احقاف میں قوم عاد کا اور حجر میں قوم ثمود کا کیا حشر ہوا۔

Marfat.com

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿٦﴾

کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا! اُن سے پہلے کتنی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جن کا غلبہ اور تسلّط تھا زمین میں، ہم نے ان کو بہت قوت اور اقتدار بخشا تھا، جو ہم نے تمہیں نہیں دی اور اُن پر بادل بھیجے گئے، جو آسمان سے خوب بارش برساتے رہے اور اُن کے نیچے نہریں بنا دیں جو بہتی تھیں، اُن کے گھروں اور باغات کے نیچے سے، پھر ہم نے اُن کے گناہوں کی پاداش میں اُنہیں (سب کو) ہلاک کر ڈالا، اس کے بعد دوسری قوموں/اُمتوں کو پیدا کر دیا۔(٦)

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧﴾

اور اگر ہم اُن پر کاغذ پر تحریر کردہ/کوئی نوشتہ/لکھی ہوئی کتاب اُتارتے اور وہ اسے اپنے ہاتھوں سے، چھو بھی لیتے، تب بھی جنہوں نے کُفر اختیار کرنے والے لوگ کہتے یہ کھلا ہوا/صریح جادو ہے۔(٧)

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴿٨﴾

اور اُنہوں نے کہا تھا اُن پیغمبر پر فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا اور اگر ہم فرشتہ اُتارتے تو فیصلہ ہو چکا ہوتا ہر بات کا، پھر اُنہیں مہلت ہی نہ دی جاتی۔(٨)

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ﴿٩﴾

اگر ہم کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیجتے، تب بھی اسے انسانی شکل ہی میں اُتارتے، پھر بھی وہی شبہ رکھتے جس شبہ میں اب پڑے ہوئے ہیں۔(٩)

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿١٠﴾

اے حبیبؐ! بے شک آپؐ سے پہلے بہت رسولوں کا تمسخر اُڑایا جا چکا ہے، مگر ان مذاق اُڑانے والوں کو اسی عذاب نے آ گھیرا جن کا وہ مذاق اُڑاتے تھے۔(١٠)

الفاظ ومعانی آیت ٦ تا ١٠

﴿ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ ﴾ ہم نے اس سے بیشتر کتنے قرنوں کو ہلاک کیا، ﴿ كَمْ اَهْلَكْنَا ﴾ کتنے ہلاک کر دیئے ہم نے ﴿ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ پہلے ان سے ﴿ مِّنْ قَرْنٍ ﴾ گروہ/جماعت گذرے ہوئے ہیں، یعنی اس دور میں سے جس زمانہ میں پیغمبر موجود تھا قرن کو سو (١٠٠) سال مانا گیا۔ (بحوالہ معارف القرآن) جن اقوام کی ہلاکت کا یہاں ذکر ہے ان کا بیان سورہ اعراف پارہ نمبر ٨ وَلَوْ اَنَّنَا آیت نمبر ٤ میں آیا ہے۔

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ

اور بہت سی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا، ان میں ہمارا عذاب، رات کے وقت پہنچا یا ایسی کیفیت میں جب وہ دوپہر کے وقت محوِ آرام تھے۔

جب پہلی قوم کے لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور احکام باری تعالیٰ ماننے سے انکار کیا تو ان پر عذاب آیا اور سب کے سب نیست و نابود ہوئے، اور اہلِ مکّہ کو بتایا جا رہا ہے کہ ان کو اتنی ہی کچھ توانائی، طاقت حاصل نہیں جس قدر قوم عاد و ثمود کو تھی، اُن کے لئے مقامِ عبرت ہے اُنہوں نے غلط روش اختیار کی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کی تو قانونِ مکافات عمل، معرضِ وجود میں آیا مخالفت کرنے کے سبب اللہ تعالیٰ نے اُن کو عذاب میں مبتلا کر دیا اور صفحہ ہستی سے مِٹ گئے۔

﴿ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴾ اور پیدا کیں اُن کے بعد اور اُمتیں/اقوام، اور اُن کا جانشین دوسری قوم کے لوگوں کو بنا دیا بلکہ چشمِ زدن میں جاہ و حشم والے لوگ، تباہی و بربادی سے دوچار ہوئے۔ بقول اسد اللہ خان غالب ''خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں'' کے مصداق اِن لوگوں کو گیتیِ کائنات سے ہلاک کرنے کے بعد اُن کی جگہ دوسری جماعت، گروہ پیدا کر کے اس طرح آباد کر دیا کہ دیکھنے والوں کو قطعی طور پر اس بات کا احساس تک نہ ہوسکا کہ یہاں کبھی بھی کسی انسان کی کمی ہوئی ہے۔'' اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ '' مگر یہ صریحاً/کھلا ہوا جادو ہے، چونکہ اُن کی تمام تر باتیں محض عناد اور بغض کے سبب سے ہیں۔ ﴿ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴾ اور ہم اگر ان پر فرشتہ اُتارتے تو فیصلہ ہو جاتا ہر کام کا اور پھر اُنہیں مہلت بھی نہ دی جاتی، یہ بات ذہن میں رہے کہ باری تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے جتنے بھی انبیاء اور رسول بھیجے، سب ہی بشر تھے اور ہر قوم اور اُمت میں اُن ہی لوگوں میں ایک فرد کو چُن کر وحی اور رسالت سے سرفراز کیا گیا، اس کے بغیر کوئی نبی اور رسول دعوت تبلیغ کی تکمیل نہیں کر سکتا تھا۔

﴿ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ ﴾ بلاشبہ مذاق/ٹھٹھہ کیا گیا ان رسولوں سے اس سے پہلے بھی۔ اِسْتُهْزِئَ اس سے مذاق کیا گیا، اِسْتِهْزَاء سے فعل ماضی کا صیغہ، مجہول کا ہے واحد مذکر غائب، قواعد کے مطابق۔

تشریح و توضیحات آیت ۶ تا ۱۰

آیت نمبر ۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ کیا اُن کی آنکھوں نے نہیں دیکھا کہ پہلی اُمتوں/قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں قومِ عاد، قومِ ثمود جیسی اُمتوں کو گیتیِ کائنات میں ایسی قوت جسمانی اور مالی مدد دی گئی تھی جو وہ تم سے کہیں زیادہ تھی اُن کے باغات کے نیچے نہریں جاری تھیں، ابر باراں برسا، ''میرے کھیتوں کو میری نمو چاہئے'' کے مصداق ہرے بھرے کھیتوں میں پھلوں میں ترقی ہوئی رزق میں فراوانی ہوئی، خوش حالی سے ہمکنار ہوئے، لیکن گناہوں کی پاداش میں عذاب کے سبب ان کی ہلاکتیں ہوئیں، اس کے بعد دوسری قوموں کو پیدا کیا اس لئے کہ اُنہوں نے تکذیب اور سرکشی کی راہ اختیار کی، منکرین اور تکذیب کرنے والوں کے ساتھ یہ سلسلہ جاری و ساری رہا مجرم تباہ و برباد ہوتے گئے اور دنیائے رنگ و بُو کی آبادی میں کمی کا بھی کوئی احساس نہیں ہوا۔

آیت نمبر ۷ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ اگر '' کاغذ پر نوشتہ '' تحریر اُن پر نازل کیا جاتا اور وہ اُسے نہیں جانتے، قرآنِ مجید، وحی کے ذریعہ حضرت جبریل آمین علیہ السلام کے واسطے سے حضرت محمد ﷺ کے قلب اطہر پر اُتارا گیا، اگر کاغذ کے اوپر ان پر لکھا ہوا بھیجا جاتا اور لوگ اس کو ہاتھ سے چھو بھی لیتے تب بھی وہ حرماں بدنصیب یہی کہتے کہ یہ جادو ہے۔

Marfat.com

قرآنِ مجید، فرقانِ حمید کے مضامین ہدایت کے لئے سر چشمہ رحمت ہیں جن کو ہدایت سے کچھ غرض نہیں ہوتا وہ صرف اعتراض کرنا جانتے ہیں اور اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں گے، قرآنِ کریم میں آیت نمبر ۱۴۔۱۵ سورۃ الحجر پارہ ۱۴ رُبَمَا میں ارشادِ ربی ہے۔

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۙ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝

اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول بھی دیں تو وہاں چڑھنے بھی لگ جائیں تب بھی یہی کہیں گے کہ ہماری نگاہ باندھ دی گئی ہے/ہماری نظر بند کردی گئی ہے اور ہم پر جادو ہوا ہے۔

مختصر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جس بدنصیب کے حصہ میں ہدایت کا نور نہیں اس کا شبہ کبھی دور نہیں ہوتا۔

آیت نمبر ۸ میں اظہار بیان ہے کہ مشرکین بول پڑے کہ اُن پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اُتارا گیا، اگر ہم فرشتہ اُتارتے تو پھر بھی یہ ایمان نہ لاتے، یہ سوال کرنے والوں کی فطرت بھی عجیب ہے، فرشتوں کو بھیجنے کا مطالبہ ہے، بات تو یہ ہے کہ اگر فرشتہ اپنی اصل ہیئت اور شکل میں سامنے آجائے تو اس کی ہیئت، شوکت جلال کو کوئی انسان برداشت کرنے کا متحمل نہیں ہوسکتا بلکہ رُعب وہیبت دیکھتے ہی اس دنیا میں بے ہوش ہوجائے یہ تو انبیاء علیہم السلام کا کمال ظرف ہوتا ہے کہ اصل شکل میں فرشتے کو دیکھنے کے لئے متحمل ہوتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرِ عزیز میں دوبار حضرت جبریل علیہ السلام کو اصل شکل میں دیکھا ہے اگر ہم فرشتہ اسی طرح بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہوگیا ہوتا اور اُن کو ذرا بھی کوئی مہلت نہیں دی جاتی، یوں سمجھئے کہ اگر پردہ غیب کی حقیقت اس دنیا میں ہویدا/ظاہر ہوجائے تو پھر امتحان کی گھڑی کا وہ مدعا پایۂ تکمیل نہ پہنچ سکے گا اور زندگی کی یہ مہلت بھی ختم ہوجائے گی۔

آیت نمبر ۹ میں بتایا جارہا ہے کہ اگر کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے اور وہ شکل انسانی کا روپ دھارتا، تب بھی وہ شک وشبہ میں مُبتلا ہی رہتے اور اگر فرشتہ اپنی اصل ہیئت میں نازل ہوتا تو یہ اُسے دیکھ کر ہی عالم بے ہوشی میں آجاتے اور عظمت کمال وجلال سے مرعوب ہوکر سیدھے عالم آخرت پہنچائے جاتے اور غور وفکر اور سوچنے، سمجھنے کا کوئی موقع بھی نہ ملتا، یہ بات ذہن میں رہے کہ فرشتے کو رسول بنا کر نہ بھیجنا اس بناء پر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ ناممکن تھا اس کا سبب یہ تھا کہ رسولوں کو فرشتے کی اصل ہیئت/شکل میں نہیں بلکہ انسان کی ہی شکل میں دیکھ سکتے ہیں، جب فرشتہ بشر کی شکل میں ہوتا تب بھی وہ شک اور شبہ میں رہے اور اعتراض کرنے کی جسارت کررہے ہیں۔

آیت نمبر ۱۰ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خطاب ہے کہ آپ ﷺ کبیدہ خاطر اور ملول نہ ہوں کہ کُفار کا سابقہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی یہی دستور رہا ہے کہ اُن کا تمسخر اُڑایا تو اس کا وبال ان کافروں کو اُٹھانا پڑا انہوں نے انبیاء علیہ السلام کی تکذیب کی/تضحیک کی، تو ان کا یہ عمل اُنہیں ہلاکت سے نہ بچاسکا۔

اے حبیب! آپ کے ساتھ جو مذاق اور ایذارسانی کا معاملہ یہ اہلِ مکہ اور کُفار کررہے ہیں آپ اُن کے تُمسخر کے طرزِ عمل سے دل برداشتہ نہ ہوں وہ اپنے سابقہ رسولوں کو بھی ایذا دیتے تھے، اُن کے ساتھ ٹھٹھہ کرتے تھے جس کا سبب ذلت اور رُسوائی کے ساتھ تباہ وبرباد ہوگئے اور اُنہیں عذاب نے آگھیرا۔

Marfat.com

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿١١﴾

آپ کہہ دیجئے! زمیں میں ذرا چل پھر کر دیکھو! کیا انجام ہوا (رسولوں کو) جھٹلانے والوں کا۔ (١١)

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢﴾

اُن سے دریافت تو کیجئے! کہ کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمیں میں ہے۔ آپ جواب میں کہہ دیجئے! اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مہربانی / کرم فرمانا لازم کرلیا ہے / رحمت اپنے ذمّہ لکھ دی ہے، یقینی طور پر تم کو روزِ قیامت جمع کرے گا اس میں بھلا کیا شک ہے! وہ جنہوں نے اپنی جان کو نقصان میں ڈال دیا ہے / اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہوکر اپنے آپ کو خود ہی خسارے میں ڈال رکھا ہے وہ تو ایمان نہیں لائیں گے۔ (١٢)

وَ لَهٗ مَا سَكَنَ فِی الَّیْلِ وَ النَّهَارِ ؕ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿١٣﴾

اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے جو چیز رات میں ساکن ہوتی ہے اور دن میں متحرک ہوتی ہے، یعنی وہ زمان و مکان کا اور اُن چیزوں کا مالک ہے جن کو زمان اور مکان گھیرے ہوئے ہے، وہی بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (١٣)

قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ یُطْعِمُ وَ لَا یُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿١٤﴾

آپ کہہ دیجئے! کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اپنا معبود بنالوں وہ اللہ تعالیٰ جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کو، جو سب کو روزی دیتا ہے / اور وہی سب کو کھلاتا ہے اور خود کچھ نہیں کھلایا جاتا۔ بلاشبہ آپ کہہ دیجئے! مجھے تو یہی علم دیا گیا ہے میں سب سے پہلا، سرِ تسلیم خم کرنے والا ہو جاؤں اور تم بھی کبھی شرک کرنے والوں میں نہ ہونا۔ (١٤)

قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿١٥﴾

اے حبیبؐ! کہہ دیجئے! میں ڈرتا ہوں بڑے دن کے عذاب سے اگر میں نافرمانی / سرکشی کروں اپنے ربّ کی۔ (١٥)

الفاظ و معانی آیت ١١ تا ١٥

﴿ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ﴾ اے محمدؐ! آپ فرما دیجئے اگر یہ لوگ / مشرکین (سابقہ قوموں کے مشرکین) انکار کریں تو ذرا زمین میں سیر و سیاحت کر کے عبرت حاصل کرتے، کبھی یمن، کبھی شام کی سرزمین اور عاد اور ثمود کے مقاموں پر گذر کر دیکھیں۔ سِیْرُوْا، سیر و سیاحت کرو علامہ قرطبیؒ رقمطراز ہیں ''ایسا سفر باعث تسکین اور موجب مستحب ہے جو اجڑے ہوئے دیار، اور سابقہ قوموں کے مسمار شدہ کھنڈرات کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنے کے لئے کیا جائے''۔

﴿ كَیْفَ كَانَ ﴾ کیونکر ہوا ہے۔ ﴿ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴾ انجام کار جھٹلانے والوں کا۔ ﴿ لِمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ ﴾ کفار سے پوچھا گیا آسمان اور زمین اور ان کی تمام کائنات کا خالق و مالک کون ہے پھر محمد ﷺ کی زبان اطہر سے یہ جواب ارشاد کیا گیا کہ سب کا مالک باری تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے مانا کہ ان کا شیوہ شرک اور بُت پرستی تھا مگر کُل کائنات کا مالک ان کے

نزدیک اللہ تعالیٰ ہی تھا۔

﴿ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ﴾ (1) لکھ لی ہے اللہ نے، اس نے لازم کرلیا ہے فضل، اس کی راہ سے رحمت کہ قبول کرے، توبہ، عفو اور مَعصیت، احادیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ باری تعالیٰ نے ایک کتاب لکھ دی ہے وہ اس کے پاس عرش پر ہے مضمون اس کا یوں ہے "بے شک میری رحمت غالب ہوگئی ہے میرے غضب پر" اُس سے مراد رحمتِ ذاتیہ ہے، اس کو رحمت مطلقہ اور امتنانیہ بھی کہتے ہیں اور وہ ایسی رحمت ہے کہ سب چیزوں کو پہنچی ہے اور نتیجہ اُس کا عطا کرنا ہے، بے سوال کئے، بے مانگے، اور بغیر حاجت اور استحقاق کے۔" (ماخوذ تفسیر مولوی فخر الدین مطبوعہ ۱۸۸۷ء)

﴿ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴾ بے شک تمہیں قیامت کے دن ضرور اکٹھا کرے گا، اور اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

﴿ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ﴾ جنہوں نے اپنی جان خسارے میں ڈال لی، کُفر کی راہ اختیار کرکے، جب کہ فطرت اصلی اور عقل سلیم جو انہیں ملی تھی اسے ضائع کیا، آغازِ آیت میں اشارہ لطیف یہ دیا گیا کہ اگر کافر اور مشرک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور رہے تو وہ خود اپنے عمل کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ پاسکے، اور حصولِ رحمت کا طریقہ کار اپنانے سے گریزاں رہے، ایمان اختیار کرنے سے قاصر رہے یہاں "خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ" سے مفہوم یہ مُراد ہے کہ انہوں نے اس انمول استعداد اور قیمتی صلاحیّت کو ضائع کردیا جو حق و باطل میں امتیاز کرنے کے لئے باری تعالیٰ نے بندوں کو بخشی ہے۔

﴿ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِى الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ﴾ جو کچھ بس رہا ہے شب و روز میں سَکَنَ وہ ٹھہرا اس نے آرام پکڑا، سکون سے ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق، یعنی جو شے گردشِ رات، دن میں موجود ہے وہ سب کچھ اللہ کی ہی ملکیت ہے یوں سمجھئے زمین اور آسمان ظرف مکان ہیں مکان "جگہ" مرتبہ کون سے اسم ظرف۔ (بحوالہ قاموس القرآن) رات اور دن ظرف زمان ہیں پہلے یہ واضح کیا گیا کہ بلندی رعروج اور زوال رپستی میں جو کچھ ہے وہ سب حق تعالیٰ کا ہے اور پتہ چلا کہ زمانے کے پیمانے میں جو موجود ہے اس سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے سب کچھ تو اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے کسی انسان، کسی صنم، سنگ، یا کسی اور چیز کی کیونکر پرستش کی جاسکتی ہے۔

﴿ اِنِّىْٓ اَخَافُ ﴾ میں ڈرتا ہوں، خوف کھاتا ہوں۔ ﴿ رَبِّىْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴾ اپنے ربّ سے ایک بڑے دن کے عذاب سے۔ اگر میں حکم اللہ سے منحرف ہوجاؤں تو مجھے اندیشہ اس بات کا ہے کہ میں عذاب میں مبتلا ہوجاؤں گا۔

﴿ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ﴾ جس شخص سے اس روز عذاب ٹال دیا گیا اس پر پس اللہ تعالیٰ نے مہربانی کی، یَصْرِفُ وہ پھرتا ہے، وہ پھرے گا صرف سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ (قاموس القرآن) عَنْهُ اس سے يَوْمَئِذٍ اس دن، یوں سمجھئے روزِ محشر کا عذاب انتہائی ہولناک، المناک، اور سخت ہے جس کسی سے بھی یہ عذاب ٹل گیا تو جان جایئے کہ اس پر حق تعالیٰ کی بہت رحمت ہوئی۔

﴿ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴾ اور یہ رحم رمہربانی چھٹکارا پانا ہے کھلا ہوا، یعنی یہی بڑی کامیابی اور کھلی کامیابی ہے یہاں

---

(1) ...... مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "جب باری تعالیٰ نے مخلوق کی تخلیق کی تو اپنے ذمہ وعدہ تحریر فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے ہی پاس ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ "اِنَّ رَحْمَتِىْ تَغْلِبُ عَلٰى غَضَبِىْ" "میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔" (بحوالہ تفسیر قرطبی)

Marfat.com

اس عزم کو دوہرانا ہے مجھے دولت کی تمنا نہیں، ثروت اور دنیاوی عزت میرے نزدیک فلاح کا کوئی معیار نہیں، اصل کامیابی تو یہ ہے کہ روزِ قیامت اللہ کے عذاب سے نجات مل جائے، یہاں کامیابی اصل تو یہ ہے کہ عذاب نارِ جہنم سے نجات ملے اور بہشتِ بریں، مقامِ منزل ہو، چنانچہ آیت ۱۸۵ پارہ لَنْ تَنَالُوْا (۴) میں ارشادِ ربی ہے:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ

ترجمہ: "پس جو شخص آگ سے ہٹادیا گیا دور کردیا گیا اور بہشت میں داخل کردیا گیا بلاشبہ وہ کامیاب ہوگیا۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۱ تا ۱۶

آیت ۱۱ میں اظہار بیان ہے کہ گیتی کائنات کے لیل ونہار میں سیر کرکے تو دیکھو، اے دنیا کے رنگ و بو کے رہنے بسنے والو تم حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہو اور تمہارا یہ فردِ جرم، باطل کے تاریک اندھیروں میں لے جا رہا ہے، تم کو کیا خبر نہیں ہے اُن قوموں کا کیسا دردناک انجام ہوا۔ غالب کے الفاظ میں یوں کہنا پڑتا ہے۔ "دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہے"۔

اگر ماضی کے حالات کو نظرِ عبرت سے دیکھو گے تو انبیاءؑ کی تکذیب کرنے والی اقوام کا کیا حشر ہوا۔ وہ کائنات رنگ وبُو میں صاف دکھائی دے رہا ہے اگر تم تکذیب کی روش برقرار رکھنا چاہتے ہو تو سوائے تباہی کے تمہارے حصّے میں کچھ نہیں آئے گا۔

آیت نمبر ۱۲ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ کفار سے سوال تو کیا جائے آسمان، زمین اور تمام تر کائنات کا خالق و مالک کون ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اطہر سے ارشاد ہوا کہ سب کا مالک باری تعالیٰ ہے اس بات سے کفارِ مکہ کو بھی اختلاف نہ تھا، مانا کہ وہ شرک اور بُت پرستی کے مُرتکب ہو رہے تھے، پھر بھی زمین اور آسمان اور کائنات گیتی کا مالک کل مُختارِ کُل اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ میں مذکور ہے "کہ جب باری تعالیٰ نے مخلوق کی تخلیق کی تو عرش پر تحریر کردیا" اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ عَلٰی غَضَبِیْ" (بحوالہ صحیح بخاری شریف کتاب التوحید وبدء الخلق، مسلم شریف کتاب التوبہ)

یقینی طور پر میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے ذرا خیال رہے کہ یہ رحمت، یوم قیامت صرف اہل ایمان کے لئے مخصوص ہوگی اور کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب ہوگا چنانچہ واضح ہوا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت، بالیقین عام ہے جس سے اہلِ ایمان، مؤمن، نیک وبد، اطاعت کرنے والے نافرمان اور کافر لوگ سب ہی مستفیض ہو رہے ہیں، کسی بھی شخص کی روزی میں تنگی اور کبھی نافرمانی کے سبب نہیں ہے بلکہ یوم آخرت جس میں دارالجزاء ہے وہاں باری تعالیٰ کے وصف اور عدل وانصاف کا کلی طور پر ظہور ہوگا، جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ اہل ایمان، راحت قلب وجان پائیں گے اور امان ورحمت میں مقام پائیں گے اور اہل کُفر، کُفر وفسق، کے سبب دائمی طور پر دوزخ کے عذاب کے مستحق قرار پائیں گے۔

چنانچہ آیت ۱۵۶ سورۃ الاعراف پارہ ۹ قَالَ الْمَلَاُ میں ارشادِ ربی ہے۔

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۚ

"میری رحمت نے ہر ہر شئے کو اپنے گھیرے میں محیط کر رکھا ہے، تو عنقریب میں اپنی رحمت رنعمتوں کو اُن کے لئے لکھ دوں گا جو میری نافرمانی سے دور رہتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور میری آیات پر یقین رایمان لائے ہیں۔"

بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اکٹھا کرے گا اس میں کچھ شک نہیں سو جن لوگوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں مُبتلا

کرلیا ہے وہ ایمان لانے کے نہیں، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو کر اپنا خسارہ خود ہی کرلیا۔

آیت ۱۳ میں اظہار بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے جو شے رات کی تاریکی میں ساکن ہوتی ہے اور جو دن کی روشنی میں متحرک ہوتی ہے اللہ ﷻ ہی بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

آیت ۱۴ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ کل کائنات، رنگ بُو، اپنی تخلیق اور بقائے حیات اور تولید میں اللہ ﷻ کی محتاج ہے تو یہ بندہ عاجز اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی ضعیف یا خود محتاج مخلوق کا ہی سہارہ کیوں تلاش کرنے میں سرگرداں ہے بھلا بتائے تو سہی وہ کسی غیر اللہ کا دست نگر کیوں بن رہا ہے، اللہ تعالیٰ جو زمین و آسمان کا خالق ہے جو روزی عطا کرتا ہے وہی سب کو کھلاتا ہے اور خود کچھ نہیں کھاتا، اس مقام پر ایک لطیف اشارہ تعریض کی نشان دہی کی گئی ہے مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، ''اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھر کے صنم' آج بُت خانے میں بھگوان بنے بیٹھے ہیں'' کے مصداق وہ سب کے سب اپنے بندوں کو روزی دینے کے بجائے الٹا اُن سے روزی پانے کے محتاج ہیں کوئی فرعون خدائی کے دعوٰی میں سچا نہیں ہوا، کسی دیوتا کا مندر، اس وقت عالیشان مندر کا روپ نہیں اختیار کرلیتا جب تک اس کا مجسمہ تزئین و آرائش کے مرحلے سے نہ گذر جائے سارے کے سارے بناوٹی دیوتا رُبت خود اپنے ہی بندوں کے محتاج ہیں کیا اس حقیقت سے انکار کیا جاسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! تو پھر یہ بات حرفِ حق کی طرح سچ ہے کہ صرف ذات حق تعالیٰ واحد ہے جس کی حاکمیت اور سلطنت اپنے بل بوتے پر قائم ہے اس (اللہ تعالیٰ) کا کوئی شریک نہیں، اللہ تعالیٰ کسی کی مدد کا محتاج نہیں سب اللہ کے محتاج ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی الوہیئت، اللہ کی کبریائی اور جلال و جمال کی تابانی کے سامنے سر جھکا دیا جائے [1] اور شرک کی آلودگیوں سے پاک ہوا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس سے ہمیں یہ سبق ملا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت تسلیم و رضا کو ہر وقت قبول کرنے میں پہل اختیار کرکے تیار رہوائے مسلمان! شرک کرنے والوں میں شامل نہ ہونا۔

آیت ۱۵ میں اظہار بیان ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ بھی فرما رہے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے ڈرتا ہوں اگر میں نے حق تعالیٰ کی اطاعت نہ کی اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو معبود بنالیا تو اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکوں گا۔

یہاں یہ امر توجہ طلب ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے معصوم اور برگزیدہ بندوں سے بھی اسی طرح کا نسیان رعصیان واقع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا اندیشہ ہوتا ہے ایک دوسرے کو کب لائق زیب ہے کہ شرک و کفر میں مُبتلائے بلا ہونے کے، تکذیبِ انبیاء او دیگر طرح طرح کے جُرم میں مُبتلا ہونے کے عذاب الٰہی سے بے فکر ہو جائیں۔ جُرم تو جُرم ہے گُناہ تو گُناہ ہے شرک تو شرک ہے اگر انسان نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی کو معبود بنالیا تو عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتا۔

---

[1] ......قابل ذکر بات یہ ہے کہ جس دین کی دعوت فکر و عمل دینے کے لئے رسول اللہ ﷺ مبعوث کیے گئے تھے اس دین کی دعوت پر عمل پیرا ہونے اور اس کو قبول کرنے کی پہل بھی حضور اکرم ﷺ نے کی تھی اس لئے ارشاد ہوا کہ تمام امت سے قبل مجھے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیئت پر ایمان لانے کا حکم صادر ہوا، اور حکم یہ ملا کہ میں اللہ کی اطاعت رفرمانبرداری کرنے والوں میں اپنے آپ کو پہلا بشر ثابت کروں اور کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی ذات یکتائی اور صفات کبریائی میں کسی کی شرکت کا احساسِ تصور تک دل میں نہ لاؤں میرا تو یہی عمل ہوگا اور تمہیں بھی یہی راہ اپنانی چاہئے کہ یہی انسانیت کی عظمت کی راہ ہے ''میں ہوں اول وہ شخص جس نے مانا، اللہ تعالیٰ کا حکم، اس واسطے کے نبی دین میں اُمت سے سابق اور پہلے ہوتا ہے۔'' (از تفسیر مولوی فخر الدینؒ)

Marfat.com

مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾	اُس دن جس شخص سے عذاب ٹال دیا گیا، ضرور اُس پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی رعنایت ہوئی اور یہی کھلی کامرانی رکامیابی ہے۔(١٦)
وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٧﴾	اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی ضرر ردُکھ پہنچائے تو اس کے سوا کوئی تمہیں نقصان سے بچانے والا نہیں رکوئی اللہ کے سوا دُکھ دور کرنے والا نہیں اور اگر تمہیں نفع پہنچائے رکسی بھلائی سے بہرہ مند کرے تو وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔(١٧)
وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿١٨﴾	اور وہ غالب ہے اپنے بندوں پر، وہی حکمت والا، دانا اور باخبر ہے۔(١٨)
قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۚ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿١٩﴾	اے حبیب (ﷺ)! آپ پوچھئے! کون سی بڑی سے بڑی شہادت قبول کرو گے؟ آپ کہہ دیجئے! اللہ تعالیٰ گواہ ہے میرے اور تمہارے مابین اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں ڈراؤں تمہیں اور ان لوگوں کو بھی ڈراؤں جن تک یہ پہنچ جائے رتاکہ دوسروں کو بھی خبردار کردے۔ کیا اب بھی تم یہی گواہی دو گے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں آپ فرما دیجئے! ایسی جھوٹی شہادت تو میں نہیں دے سکتا آپ کہہ دیجئے وہ تو صرف ایک اللہ ہے، بلاشبہ میں بیزار ہوں ان بتوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔(١٩)
اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠﴾	جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا کی ہے وہ اس نبی ﷺ کو پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں ران کو کوئی اشتباہ نہیں آتا، مگر جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈال دیا ہے سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔(٢٠)

الفاظ ومعانی آیت ١٦ تا ٢٠

﴿مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ﴾ جس شخص سے یہ عذاب ٹل گیا رعذاب پھیر لیا جائے تو وہ جان لے کہ اس پر باری تعالیٰ کی رحمت ہوگئی، یوم محشر کا عذاب انتہائی ہولناک، المناک اور وہ سخت ترین ہے یَصرِف رٹال دیا، یُصْرَف وہ پھیرا جائے گا صَرْف سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب کا صیغہ، قاعدہ کے مطابق۔(بحوالہ قاموس القرآن)

﴿وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ﴾ اور یہی کامیابی ہے کھلی، یہاں کامیابی سے مُراد عطائے بہشت ہے اس سے پتہ چلا کہ عذاب سے نجات اور جنت کا مل جانا لازم وملزوم ہیں ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ﴾ اگر پہنچائے تجھے اللہ تعالیٰ، بِضُرٍّ سختی، جیسے مرض اور غربت۔ ﴿فَلَا كَاشِفَ﴾ تو کوئی باز رکھنے والا نہیں۔ کَاشِفٌ، کھولنے والا، کسی ضرر رتکلیف کو دور

کرنے والا، ظاہر کرنا، اسم فاعل مفرد مذکر ہے قواعد کے مطابق۔﴿ بِخَیْرٍ ﴾ نعمت، خیر، بھلائی، نیک کام، پسندیدہ، بہتر مال، پانچویں معنیٰ میں اسم تفضیل ہے اور اس کی اصل اَخْیَر ہے اور چھٹے معنیٰ میں مجازی اطلاق ہے۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ وَهُوَ الْقَاهِرُ ﴾ اور وہ ہے قہر کرنے والا۔ قَاهِرٌ غالب، زبردست قہر سے اِسم فاعل قاہر، اصل میں اس غالب کو جس کے مقابلے میں اس کا حریف بیچارہ ذلیل ہو کہتے ہیں۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿ فَوْقَ عِبَادِهٖ ﴾ غالب ہے اپنے بندوں کے اوپر یہ فوقیت ہے، بلکہ قدرت اور قہر کے سبب سے تمام تر مخلوقات پر حق تعالیٰ کے غالب ہونے اور قدرت رکھنے/قادر ہونے کی تصویر ہے۔ فَوْق، اوپر اسم ظرف ہے۔﴿ وَهُوَ الْحَكِيْمُ ﴾ ہے محکم کار اپنی تدبیر میں، لفظ حَكِيْم دانا، پختہ کار، حکمت والا، حَكِيْم جب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی اور ہوتے ہیں اور بندہ کے لئے استعمال ہو تو اور اللہ حکیم ہے اس کے تمام افعال عین حکمت ہیں۔﴿ الْخَبِيْرُ ﴾ جاننے والا، چھپے حال بندوں کے، اللہ تعالیٰ ہر شے کو جاننے والا ہے۔﴿ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ﴾ آپ ﷺ ان سے پوچھئے! کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر معتبر کس کی گواہی ہے جس کے دائرہ قدرت میں کُل جہان اور سب کا نفع وضرر ہے، اللہ کی شہادت کا ذکر کر کے اس مفہوم کو واضح کیا کہ وہ معجزات آیاتِ ربانی ہیں جو حق تعالیٰ نے محمد ﷺ کے رسول برحق ہونے کے بارے میں ظاہر کی ہیں۔

﴿ قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌ ﴾ آپ ﷺ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ ہی گواہ ہے۔﴿ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ﴾ میرے اور تمہارے درمیان، یہ بات سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی وحدانیت اور ربوبیت کا خود گواہ ہے اس سے بڑھ کر کوئی شہادت دینے والا نہیں ﴿ اُوْحِيَ ﴾ حکم بھیجا گیا، وحی کی گئی۔ ایحاءٌ سے فعل ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب، قواعد کے مطابق۔

﴿ بَلَغَ ﴾ وہ پہنچا بُلُوغ اور بَلَاغ سے اس کے معنی حصول مقصد تک پہنچنے کے آتے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

﴿ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ﴾ کیا تم گواہی دیتے ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ معبود اور بھی ہیں۔

"لَا اَشْهَدُ" میں تو ایسی گواہی نہیں دیتا۔ اَشْهَدُ میں گواہی دیتا ہوں/دوں گا۔ شَهَادَةٌ سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم قواعد کے مطابق۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کے معبود بننے کی شہادت دو تو میں ایسی لغو اور بے ہودہ بات ماننے کے لئے قطعی آمادہ نہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات تو وہ ہے جو صفات میں "اِلٰهٌ وَّاحِدٌ" یکتا اور تنہا ہے کوئی اس کا شریک نہیں، میں تو صرف ایک اللہ کو مانتا ہوں اور اِلٰہ پر میرا یقین کامل ہے، باقی تمہارے بے مصرف اور محتاج دیوتا اور بُت میرا تو ان سے کوئی تعلق نہیں وہ ﴿ وَاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ ﴾ اور بے شک میں بیزار ہوں۔﴿ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴾ اس سے کہ تم شریک بناتے ہو۔ "میرے چارہ گر کو نوید ہو" کے مصداق ذرا غور سے سن لو میں ان سے بری ہوں۔

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ﴾ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ پہچانتے ہیں اس نبی کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔﴿ يَعْرِفُوْنَ ﴾ وہ پہچان لیں گے۔ عرفان سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿ يَعْرِفُوْنَهٗ ﴾ میں ضمیر کا مرجع محمد ﷺ ہیں مفہوم یہ ہے کہ اہلِ کتاب رسول اللہ ﷺ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات صفات کا تذکرہ ان کی کتابوں میں مذکور ہے ان

Marfat.com

خوبیوں کے سبب وہ خاتم النبیین ﷺ کے منتظر بھی تھے۔ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام سے سوال کیا کہ تم حضرت محمد ﷺ کو کیسے پہچانتے تھے؟ تو اُنہوں نے جواباً کہا کہ حضورِ اکرم ﷺ کے اوصاف حمیدہ، کمالات اور علامات کا ذکر ہماری کتابوں میں تحریر ہے۔ جب ہم نے حضرت محمد ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھا تو پہچان لیا، جس طرح ہم اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں، مجھے اپنے بچے کی والدہ پر اتنا بھروسہ نہیں جس قدر اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی علامات پر یقین ہے۔ تورات اور انجیل میں رسول اکرم ﷺ کے عادات اور آپ کے اوصاف اخلاقِ حمیدہ کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾ جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں مُبتلا کر رکھا ہے تو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ''خَسِرُوْۤا'' نقصان کر چکے۔ اُنہوں نے زیاں کاری کی، خُسر ٹوٹا، نقصان باب سَمِعَ سے مصدر خُسر سے ماضی جمع مذکر غائب کا صیغہ قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن) یہ یہود اور نصاریٰ جو اہلِ کتاب ہیں جو محمد رسول ﷺ کو جانتے ہیں یہ مسلمان نہیں ہوتے یہ خود اپنے ہاتھوں تباہی کے مرتکب ہو رہے ہیں اور خسارہ میں پڑے ہوئے ہیں۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۶ تا ۲۰

آیت نمبر ۱۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا فیصلہ جو ایک بہت بڑے دن میں وقوع پذیر ہوگا وہ دن ایک مثالی دن ہوگا جس وقت تمام تر انسانیت جمع ہوکر اپنے اعمال وافعال کا بدل پائے گی، جس دن وہ شخص عذاب سے بچ گیا یا اس پر سے عذاب ٹال دیا گیا تو ایک بڑی کامیابی ہے کہ اس روز انسان حق تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہو جائے اور بخشا جائے بہشت اور رضائے باری تعالیٰ کے اعلیٰ مدارج کا حصول تو ایک بلند مرتبے کو پانا ہے، اگر بشر سے یوم قیامت کا عذاب دور کر دیا جائے تو یہ بھی کامیابی کی ایک عظیم منزل ہے گویا آگ سے نجات پالینا صریحاً کامرانی ہے۔ چنانچہ آیت نمبر ۱۸۵ سورۃ آلِ عمران پارہ نمبر ۴ لَنْ تَنَالُوْا میں ارشادِ ربانی ہے۔

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

''پھر جو آگ سے بچایا گیا اور بہشت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہوگیا۔''

گویا مجھے دولت کی تمنا نہیں، ثروت اور وقار وعظمت میرے لئے کامیابی کی کوئی کلید نہیں، جس کو یوم قیامت اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھٹکارا مل گیا تو صاحب فروغ عطائے منزل ہوگیا۔

آیت نمبر ۱۷ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر اُفتاد ڈال دے اور تمہیں دُکھ پہنچ ہی جائے تو تمام تر مخلوق یکجا ہوکر اسے دور کرنا چاہے تو ہرگز اسے ہٹا نہیں سکتے گویا تمام تر راحت وآرام، صحت وبیماری، افتخار، عزت ذلت سب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے، اللہ تعالیٰ اکرام اور انعامات عطا فرمادے تو کوئی توانائی نہیں رکھتا کہ اُسے چھین لے، اللہ تعالیٰ کے اِذن کے بغیر کسی ذرّہ میں جنبشِ توانائی نہیں، گویا نفع ونقصان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم وقضاء کو کوئی ٹالنے والا نہیں، اس کی توضیح حدیثِ مبارکہ سے ہوتی ہے:

اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ ،وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ ،وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ

Marfat.com

"جس کو تو دے اس کو کوئی ردّ کرنے والا نہیں، اور جس سے تو روک لے اس کو کوئی عطا کرنے والا نہیں اور کسی صاحبِ حیثیت کو اس کی حیثیت تیرے مقابلے میں فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔"

(بحوالہ صحیح بخاری شریف، کتاب الاعتصام والقدر والدعوات مسلم شریف الصلوٰۃ ومساجد)

آیت نمبر ۱۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں اور مخلوق پر "اختیارِ کُل" حاصل ہے وہ سب کے حال سے واقف ہے اور حکمت و دانائی میں سب پر حاوی ہے وہ دانا تر ہے اُس کی حکمت کے تقاضے کے مطابق ہی کائنات رنگ و بو میں ہر کام ہو رہا ہے اور دنیا میں ہر کام اور ہر ہر امر تکمیل پذیر ہو رہا ہے بلکہ یوں کہیئے اس میں لاتعداد حکمتیں مُضمر ہیں۔

آیت نمبر ۱۹ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ اگر عالم رنگ وبُو میں حقائق کے اظہار کے لئے تمہیں شہادت کی ضرورت ہے تو بھلا اللہ جَلَّ شانہٗ سے بڑا کون گواہ ہے، اُس کی گواہی کافی ہے اس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ جب اہلِ مکّہ حضرت محمد ﷺ سے سوال کرنے لگے کہ ایسی، ہمیں کوئی قلب پر اثر انداز ہونے والی دلیل دکھایئے جس سے آپ ﷺ کی رسالت کی شہادت مل جائے تو اس پر یہ آیت اُتری، یعنی باری تعالیٰ میری نبُوّت کی گواہی دیتا ہے اس لئے اُس نے میری طرف اس قرآن کے ذریعہ وحی بھیجی یہ ایک مُعجزہ ہے، باری تعالیٰ کا اس کتاب کا مجھ پر نازل کرنا، میرے رسول ہونے کی گواہی کا روزِ قیامت تک، جن تک، اِنس وجن تک یہ پیام قرآن پہنچنے میں سب کو حکم الٰہی کی مخالفت سے ڈراؤں، اب میری یہ ذمّہ داری ہے کہ تم کو اور جس تک یہ کلام اللہ پہنچے اس کو اس پیغام سے خبردار کروں جس میں توحید اور اصول دین کی تعلیم سے بہرہ مند کیا گیا ہے اس دعوتِ توحید، سننے کے بعد بھی اگر نہیں مانتے اور یہ کہنے پر اصرار کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہیں تو تم وک اختیار ہے جو چاہو راہ اختیار کرو میں تو صاف صاف واضح طور پر بتا تا ہوں۔ "کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے" کے مصداق لائق عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ایک ذات ہے جو کچھ تم شرک کی روش اپنائے ہوئے ہو میں اس سے قطعی طور پر بیزاری اور نفرت کا اظہار کرتا ہوں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب یہ آیت اُتری تو حضرت محمد ﷺ نے مکتوب لکھ کر سلاطین کسریٰ وقیصر کو دعوت اسلام دی۔ (بحوالہ مدارک اور خازن)

آیت نمبر ۲۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہودی ونصاریٰ کو رسول اللہ ﷺ کی نبوّت کا یقین دلایا جا رہا ہے کہ ان کی کُتب سماوی میں تفصیل کے ساتھ علامات، حالات، اور نشانیاں بیان کر دی ہیں کہ یہ میرے رسول ﷺ کو اس طرح یقین کامل کے ساتھ جانتے اور پہچانتے ہیں جس طرح کوئی آدمی اپنی اولاد کو پہچان جاتا ہے اس کے باوجود ان کے عقل میں گمراہی اور تاریکی کا حجاب ہے، اُنہوں نے گھاٹے کا سودا کر لیا ہے یعنی مَعصیت کی زندگی اور گُناہ آلود حیات اُن کا شعار ہے کیا اُنہیں علم نہیں، رفتہ رفتہ اُنہوں نے دل کو سیاہ کر لیا، رفتہ رفتہ اپنے بربادی کے سامان پیدا کر لئے ہیں اب ان میں ایمان قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی۔ اب اُن کو توفیق ہی نہیں کہ "مشرف بہ ایمان" ہو کر اپنی جانوں کو خسارے سے بچائیں۔

Marfat.com

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگایا یا اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا، بلاشبہ ظلم کرنے والے فلاح رکامیابی نہیں پائیں گے۔(۲۱)

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَاۗؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور جس دن ہم سب کو جمع راکٹھے کریں گے، پھر ہم کہیں گے اُن مشرکوں سے وہ شریک کہاں ہیں! جن کو تم معبود ٹھہرانے کا دعویٰ کیا کرتے تھے۔(۲۲)

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾

پھر اُن کے پاس فتنہ کا کوئی عذر نہ رہے گا، پھر وہ یہی کہیں گے کہ اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے ہم مُشرک نہ تھے رشرک کرنے والے نہ تھے۔(۲۳)

اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

دیکھو! اُنہوں نے اپنے آپ پر کیسا جھوٹ باندھا اور گم ہو گئیں رکھو گئیں اُن سے فتنہ پردازی کی وہ باتیں جو وہ کیا کرتے تھے۔(۲۴)

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾

اور ان میں کچھ تو ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگائے رہتے ہیں ہم نے ان کے دلوں پر غلاف ڈال رکھا ہے تاکہ وہ اس کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں بوجھ رگرانی ڈال دی ہے اور اگر یہ لوگ سب ہر ایک نشانی رعلامت دیکھ لیں تب بھی ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں تو صرف آپ سے جھگڑا کرتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے کُفر کیا وہ یہ کہنے آتے ہیں کہ یہ تو ایک قصہ پارینہ کے سوا کچھ نہیں، ریہ تو داستان ہے پہلے لوگوں کی۔(۲۵)

الفاظ و معانی آیت ۲۱ تا ۲۵

﴿ مِمَّنِ افْتَرٰى ﴾ جس نے تُہمت لگائی۔﴿ اِفْتَرٰى ﴾ اِفْتَـــرٰی جھوٹ گھڑا۔﴿ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴾ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا، اللہ کو جھٹلایا، یہ کہنا کہ ملائکہ رفرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اور ہمارے بُت اللہ کے پاس شفیع ہوں گے۔ اِفْتَـــرٰی سے ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ قواعد کے مطابق۔ اللہ تعالیٰ پر جُھوٹ گھڑنا، نبوت کا دعویٰ کرنا سب سے بڑا ظلم کرنے والا ہے۔

﴿ وَكَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ﴾ جو اللہ کی آیات اور رسولِ صادق کی تکذیب کرے اور یہ بھی دعویٰ کرے کہ دیگر معبود اللہ کے صفات سے متّصف ہیں اور اللہ کے اختیارات کے حامل ہیں یہاں کافروں کی دوہری خطا کا ذکر ہے ایک تو وہ لغو اور بے سروپا، طرزِ تکلّم جس کے بارے میں اُن کے پاس کوئی دلیل نہیں، اپنے پتھر کے صنم کو خدا کا شریک ٹھہرانا، کارزارِ ہستی کے امور انجام دینے کے لئے جدا جدا دیوی اور مہاراج دیوتا کا تصور رباطل، اس کے بعد دوسرے یہ کہ توحید سے انکار، قرآن کی تعلیمات سے انکار، قیامت کے واقع ہونے سے انکار، ﴿ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ بے شک ظالم لوگ کے نصیب میں بھلائی نہیں۔

Marfat.com

﴿ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ﴾ اور جس دن ہم اکٹھا کریں گے ان سب کو وہ لمحات اور ساعتیں یادرکھنے کے قابل ہیں کہ جب تمام خلائق کو میدانِ حشر میں جمع کریں گے، یعنی شرک کرنے والا اور اُن کے تراشے ہوئے معبودوں ربُوں کو جمع کریں گے۔ ﴿ نَحْشُرُ ﴾ حَشْرٌ مصدر ہم اکٹھا کریں گے فعل مضارع کا صیغہ جمع مُتکلّم قواعد کے مطابق۔

﴿ ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ﴾ پھر کہیں گے ہم ملامت کرنے کے طور پر، اُن لوگوں سے جنہوں نے ارتکابِ شرک کیا۔

﴿ اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴾ کہاں ہیں وہ معبود تمہارے، جنہیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک، اپنا مشکل کشا سمجھتے تھے جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے کہ تمہاری شفاعت کریں گے۔ ﴿ تَزْعُمُوْنَ ﴾ تم دعویٰ کرتے ہو، زَعْمٌ سے کسی بات کے بارے میں اظہارِ دعویٰ کرنا فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

﴿ فِتْنَتُهُمْ ﴾ ان کا عذر ان کی بہانہ سازی، فِتْنَةٌ، مضاف ضمیر جمع مذکر غائب، مضاف الیہ قواعد کے لحاظ سے، ''قرآن مجید کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ فتنہ کا اسناد جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے تو اس سے امتحان اور آزمائش کے معنی مراد ہیں اور جب اس کا اسناد انسان کی طرف ہوا ہے تو ظلم و زیادتی کرنا، قبولِ حق سے لوگوں کو باز رکھنے کی کوشش کرنا، گمراہ کرنا'' (قاموس القرآن)

﴿ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴾ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی! رَبّ ہمارا ہے اور ہم نہ تھے شرک کرنے والے۔

﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ﴾ دیکھ تو کیونکر جھوٹ بولتے ہیں۔ ﴿ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ﴾ اپنی جانوں پر کیسا جھوٹ بولا، جھوٹ بولنے کا یہاں مفہوم یہ ہے کہ وبال اس جُھوٹ کا ان ہی کے نفسوں پر آپڑا ہے۔ ﴿ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴾ اور غائب ہو گیا اُن سے جو کچھ افتراء کرتے تھے، گویا مُفسرین ''افتراء سے مراد مشرکین کی تاویل بتاتے ہیں جو اپنے معبودانِ باطلہ کے بارے میں وہ دنیا میں کرتے تھے۔ (ماخوذ معارف القرآن جلد سوئم) ﴿ يَفْتَرُوْنَ ﴾ وہ بہتان باندھتے ہیں افتراء سے مضارع جمع مذکر غائب، (قاموس القرآن)

﴿ مَنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ﴾ کچھ لوگ ہیں کہ کان لگائے رہتے ہیں، جس وقت آپ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔

﴿ وَجَعَلْنَا ﴾ اور ڈال دیئے ہیں ہم نے۔ ﴿ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ﴾ ان کے دلوں پر۔ ﴿ اَكِنَّةً ﴾ پردے رغلاف۔ ﴿ يُجَادِلُوْنَكَ ﴾ تو جھگڑا اور عداوت کرتے ہیں آپ ﷺ سے۔ ﴿ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ﴾ ان کے کانوں میں گرانی ہے۔ ﴿ وَقْرًا ﴾ بارِ گراں، وقر بہرا پن، کم سننا قواعد کے مطابق اسم مصدر۔

﴿ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ آپ ﷺ سے کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے راہِ کفر اختیار کی کہ یہ کچھ نہیں صرف یہ کہ پہلے لوگوں کے قصہ پارینہ، داستان اور کہانیاں ہیں گویا اُن کا مطلب کلامِ پاک کا وحی باری تعالیٰ ہونے کا انکار ہے صاف صاف واضح حقیقت تو یہ ہے کہ اہلِ کفر گمراہی کے اُس مقام پر آگئے ہیں کہ بڑے سے بڑا معجزہ دیکھ لیں تب بھی ایمان لانے کی توفیق سے یکسر بے بہرہ رہیں گے اور ان کا عناد اس قدر بڑھ گیا ہے کہ وہ قرآنِ حمید کو پہلے لوگوں کی بے سند داستان کہتے ہیں۔ العیاذ باللہ

Marfat.com

تشریح وتوضیحات آیت ۲۱ تا ۲۵

آیت نمبر ۲۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو باری تعالیٰ پر بہتان باندھے اور ظلم کرنے والا تو وہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلائے اور اس کے رسول برحق ﷺ کی تکذیب کرے، بلاشبہ نہیں فلاح پائیں گے ظلم کرنے والے۔ گیتی کائنات میں دو ہی نوعیت کے لوگ دائرۂ ظلم میں آتے ہیں ایک وہ جو خیالات اور افکار کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرکے دعوٰیٔ نبوّت کرنے لگیں جبکہ وہ نبی نہیں ہیں اور دوسرے وہ جو نبی برحق وصادق سے دینِ حق کی دعوت کا پیام سُنیں اور پھر برملا اظہار کریں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا پیام وپیغام نہیں ہے۔ تاریخ کے صفحات گواہ ہیں جھوٹی نبوّت کا مدعی کامیاب وکامران نہیں ہوگا، تاریخ بتارہی ہے کہ مکّہ شریف اور مدینہ منوّرہ کے علاوہ تمام عرب سے اسلام کے مخالفین کا نام ونشان باقی نہ رہا یہ تو ہوا مکّی زندگی میں ایک عرصہ تک آزمائش کا دور رہا، اس کے بعد مدنی زندگی میں اسلام کو غلبہ عطا ہوا اور کائناتِ رنگ وبُو کے ایک بڑے حصّے میں پرچم اسلام لہرانے لگا۔

آیت نمبر ۲۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ وہ ساعت بھی یادر کھنے کی گھڑی ہے جس روز اللہ تعالیٰ سب تمام خلائق کو اکٹھا کریں گے اور اُن سرکشوں، منکرین اور مُشرکین سے پوچھا جائے گا کہ وہ تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریک کہاں گم ہو گئے جن کے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے، آج اُن کو پکارو! بلاؤ! تاکہ وہ اللہ کے عذاب سے تمہیں چھٹکارا دلائیں ایسی اُفتاد بدر مصیبت اور سختی کے وقت وہ کہاں چلے گئے جن کو تم اپنا خدا سمجھ بیٹھے تھے، اس آیت میں دورِ جدید کے مسلمانوں کے لئے دعوتِ فکر وعمل ہے کہ کہیں ہم بھی نیرنگی زمانہ میں کھو جائیں اُن مشرکوں جیسے طرزِ عمل اپنائے ہوئے تو نہیں؟ اگر ہمیں مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے تو ہم اخلاق رزیلہ میں کیوں مُبتلا ہیں۔

آیت نمبر ۲۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ ان مشرکوں کے فریب کا پردہ چاک ہو جائے گا، پھر جھوٹا بیان دیں گے کہ اے پروردگار! قسم تیری! ہم ہرگز شرک کرنے والے نہ تھے، جب میدانِ حشر میں اللہ تعالیٰ کے غضب کا مشاہدہ کریں گے تو اُن باطل معبودوں کا کہیں پتہ تک نہ ہوگا تو پھر وہ جھوٹ کا سہارا لے کر واضح طور پر بتائیں گے۔ اے اللہ! ہم تو تیرے سوا کسی اور معبود کو جانتے ہی نہیں! جب مُشرکین اپنی نگاہوں سے دیکھ رہے ہوں گے اہلِ توحید تو بہشت کی طرف جارہے ہیں تو یہ باہمی گفت وشنید کرکے اپنے شرک سے انکار کردیں گے تب باری تعالیٰ ان کے ہونٹوں پر مُہر ثبت کردے گا اور ان کے ہاتھ پاؤں اس بات کی گواہی دیں گے جو کچھ انہوں نے کیا ہوگا اور پھر یہ حق ﷻ سے کوئی بات پوشیدہ رکھنے پر قادر نہ ہوں گے۔

(بحوالہ تفسیر ابنِ کثیر)

آیت ۲۴ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ دیکھ! کیسا جھوٹ باندھا اپنے تئیں! عمر بھر کے شرک سے ہی مُکر گئے، مقامِ فکر اور غور طلب بات یہ ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنے اوپر کیسا بُہتان تراشا، جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی جانِ عزیز کو اور زیادہ آفت میں ڈال رہے ہیں حالانکہ دنیا میں اپنی خواہشات کی تکمیل میں کیسی کیسی باتیں کرتے ہیں، اُن کے باطل معبود، جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھ رکھا تھا اور جن کو انہوں نے اپنے مددگار سمجھ لیا تھا وہ تمام غائب ہو گئے۔ اے کاش!

Marfat.com

مشرکین اس ذِلّت اور رُسوائی کے انجام سے دنیا میں باخبر ہوتے۔

آیت ٢٥ میں اظہار بیان یہ ہے کہ مُشرکین اور سرداران مکّہ جب قرآن سنتے تھے تو یہ کہا کرتے یہ تو داستانِ پارینہ کے سوا کچھ بھی تو نہیں، اُن کی اسی شامتِ اعمال کے سبب اللہ ﷻ نے اُن کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تا کہ وہ اس کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں بہرا پن کر دیا تا کہ وہ سماعت سے محروم رہیں اور اس کو نہ سن سکیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی خواہشات کی تکمیل کی خاطر دعوتِ حق کے کلام سننے سے پہلوتہی اختیار کی، مشرکین تک ہدایت کی بات ہی نہیں پہنچ سکتی ان کی عقل میں اتنی استعداد ہی باقی نہیں کہ کلام اللہ کا حسن انہیں متاثر کر سکے یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ ان کے کانوں میں پردے پڑے ہیں وہ ساری نشانیاں اور مُعجزات دیکھ کر بھی وہ ایمان لانے کے نہیں بات یہ ہے کہ جب ابوسفیان، ولید، نضر اور ابوجہل اکٹھا ہو کر رسول اللہ ﷺ کی تلاوتِ قرآن سننے لگے تو نضر سے اس کے ساتھیوں نے پوچھا محمد ﷺ کیا کہتے ہیں تو اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ لب کُشا ہوتے ہیں اور سابقہ لوگوں کی کہانیاں بیان کرتے ہیں جیسے میں تمہیں سنایا کرتا ہوں، ابوسفیان نے کہا مجھے ان کی باتیں حق معلوم ہوتی ہیں، ابوجہل نے کہا اس کے ماننے سے بہتر مر جانا ہے اس پر اس آیتِ کریمہ کا نزول ہوا حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ ان مُشرکوں نے لطافت توانائی کی صلاحیت اور استعدادِ حق کو ہی ضائع کر دیا بھلا حق کو تسلیم کرنے کی اُن میں کہاں جرأت و ہمّت ہے، منکرینِ حق کا سب کچھ سماعت کرنے کے باوجود نہ سمجھنا اور داعیِ حق کی کسی بھی بات کو دل سے نہ ماننا تعصب اور اظہارِ جمود کا فطری نتیجہ ہے۔ ناداں لوگوں کا تو یہ شیوہ ہے کہ جب حق بات بتائی جاتی ہے تو ان کا طرزِ عمل یہ ہوتا ہے یہ کون سی نئی بات ہے یہ تو سب قدیم باتیں ہیں جو ہمارے علم میں ہیں۔

آیت ٢١ تا ٢٥ کے اہم نکتہ پر ایک مطالعاتی نظر:

ظُلم کی انتہا تک تو پہنچ گیا، جس نے آیاتِ رَبانی کی تکذیب کی، بھلا ایسے لوگوں کو کہاں امان اور فلاح ملے گی جب اُن کے فریب عمل سے پردے چاک ہونے کو ہوں گے تو ان کا کہنا ہوگا اے اللہ! ہم نے تو شرک نہیں کیا یہ مُشرک جس فتنہ اور دروغ اور موہوم آرزوؤں میں کھڑے ہوئے ہیں جب ان کی نظروں کے سامنے پردے اُٹھائے جائیں گے تو اُن کو احساسِ علم ہوگا جن سہاروں پر وہ زندگی کی سانس لے رہے ہیں وہ محض فریب نظر نہیں بلکہ اصل دھوکہ ہے پھر اُن کے پاس سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہ ہوگا کہ جس طرح آج جُھوٹ کا شکار ہیں اسی انداز میں جُھوٹ بول کر شرک کا انکار کر دیں۔

ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی بات پر کان لگاتے ہیں مگر غفلت کا پردہ اُن کے دلوں پر ڈال دیا گیا ہے گویا ان کے مابین حجاب اور بہرے پن کا غلبہ ہے اس کو معنوی اور روحانی حجاب کا نام دیا جا سکتا ہے۔ جس کے سبب وہ سننے اور سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں، جب اہلِ عرب کو خبر دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ رحمت بن کر جلوہ فگن ہو گیا ہے اور اگر تم نے حضور اکرم ﷺ کی بات نہ سنی تو فنا ہو جاؤ گے جس طرح ماضی میں اقوام انکارِ حق کے سبب فنا کر دی گئیں، کس قدر حیرت کی بات ہے عالم طیش میں آ کر کہتے ہیں اقوام کا عروج و زوال تو گردشِ حالات کے کرشمے ہیں اور جو بات قرآن نے بتائی یہ تو بس ماضی کا افسانہ ہے۔

Marfat.com

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾

اور وہ باز رکھتے ہیں اس امر حق سے لوگوں کو، اور خود بھی دُور بھاگتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اپنے آپ نفسوں کو ہلاک کر رہے ہیں/خود ہی تباہی کا سامان کر رہے ہیں مگر اُنہیں اس کا شعور نہیں!۔(۲۶)

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٧﴾

اور اگر آپ ﷺ اُن کی حالت دیکھیں جب وہ کھڑے کیے جائیں گے دہکتی ہوئی آگ/دوزخ کے پاس تو کہیں گے اے کاش! ہمیں دُنیا میں پھر لوٹا دیا جائے، تو ہم پھر اپنے رَبّ کی آیات کی تکذیب نہیں کریں گے اور ہم شامل ہو جائیں گے ایمان دار لوگوں میں۔(۲۷)

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٢٨﴾

بلکہ ظاہر ہو گیا اُن پر، جسے وہ پوشیدہ رکھتے تھے اس سے قبل اور اگر وہ واپس بھیج دیئے جائیں تو صرف وہی کریں گے جس سے اُن کا منع کیا گیا تھا، بے شک وہ بالکل جھوٹے ہیں۔(۲۸)

وَقَالُوا إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٢٩﴾

اور کہتے ہیں یہی دنیاوی زندگی ہی ہماری متاعِ حیات ہے اور ہم مرنے کے بعد ہرگز اُٹھائے نہیں جائیں گے۔(۲۹)

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ قَالَ أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٠﴾

اور اے کاش! آپ ﷺ دیکھیں جب وہ اپنے رَبّ کے سامنے/حضور کھڑے کئے جائیں گے تو ارشادِ رَبی ہوگا کیا یہ قبروں سے بیدار ہو نا/اُٹھ کھڑا ہونا حق نہیں! جواب میں کہیں گے اے ہمارے رَبّ! یہ حق/سچ ہے، رَبّ کی قسم! تو اللہ کہے گا اپنے انکار کے سبب عذاب چکھو۔(۳۰)

الفاظ و معانی آیت ۲۶ تا ۳۰

﴿ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ ﴾ اور کافر باز رکھتے ہیں لوگوں کو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے سے۔﴿ يَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ﴾ اور دور ہوتے ہیں اپنی ذات سے، رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گویا نہ تو خود ایمان لاتے ہیں اور نہ دوسروں کو ایمان قبول کرنے دیتے ہیں۔﴿ يَنْهَوْنَ عَنْهُ ﴾ روکتے ہیں اس سے، ﴿ يَنْـَٔوْنَ ﴾ نـأی، مَصدر وہ دور رہتے ہیں قواعد کے مطابق جمع غائب مذکر فعل مضارع کا صیغہ، نھی کے معنیٰ ظلم روکنا کے آتے ہیں اور نـأی کا معنیٰ دور کرنا، اہلِ کُفر کی کیفیت/حالت کا عالم تو یہ ہے کہ خود بھی دعوتِ حق قبول نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی اس سے باز رکھتے ہیں، حضرت قتادہؒ، محمد بن حنفیہ، ضحاکؒ جیسے مُفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت کریمہ عام مکہ کے اہلِ کُفر کے بارے میں اتری ہے جو لوگوں کو قرآن سننے اور اس پر اتباع عمل سے روکتے تھے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت محمد ﷺ کے چچا ابو طالب اور دیگر آپ کے چچاؤں کے بارے میں ہے جو لوگوں کو آپ ﷺ کو ایذاء دینے سے روکتے اور آپ ﷺ کے حمایتی ہوتے مگر نہ خود قرآنِ حمید پر ایمان لاتے اور نہ اس پر خود عمل کرتے۔(بحوالہ تفسیر مظہری، راوی ابن ابی حاتم، عن سعید بن ابی ہلال)

Marfat.com

﴿ وَلَوۡ تَرٰۤی ﴾ اور اگر آپ دیکھیں۔ ﴿ اِذۡ وُقِفُوۡا عَلَی النَّارِ ﴾ جب روک رکھے ہوں گے آگ کے درمیان تو رُسوائی اور ذلّت اور عذاب کی سختی کے سبب فریاد بہ لب ہو گی۔ ﴿ فَقَالُوۡا ﴾ پھر کہیں گے۔

﴿ یٰلَیۡتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا ﴾ اے کاش ہم دنیا میں واپس بھیج دیئے جائیں اور ربّ کی آیتوں اور نشانیوں کو نہیں جھٹلائیں گے اس آیت کے الفاظ سے پتہ چلا کہ جب کافروں کو آتش دوزخ کے کنارے کھڑا کیا جائے گا اور آگ کے دہکتے ہوئے اور لپکتے شعلوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھیں گے تو حواس باختہ ہو جائیں گے اور تمام ترغرور اور نخوت وانبساط ختم ہو جائے گا پھر اللہ کے رسول کی تکذیب نہیں کریں گے۔

﴿ وَقَالُوۡۤا اِنۡ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِیۡنَ ﴾ اور وہ بولے نہیں ہیں یہ زندگی مگر زندگی ہماری دنیا میں اور ہم قبروں سے نہیں اُٹھائے جائیں گے اس کا مفہوم یوں سمجھئے کہ اگر ان کو دنیائے رنگ و بُو میں، دوبارہ لوٹا دیا جائے تو بھی ان کا کہنا یہ ہو گا کہ دنیا میں پہنچ کر، ہم اس دنیا کی متاعِ حیات کے سوا، کسی اور زندگی کو نہیں مانتے۔ بس یہاں کی زندگی ہی زندگی ہے دوبارہ ہم کو زندہ نہیں کیا جائے گا۔ اب غور طلب بات تو یہ ہے کہ جب روزِ قیامت دوبارہ زندہ ہونے والے اور روز جزاء حساب و کتاب کو اپنی نظروں سے دیکھ چکیں گے تو بتائے تو سہی، یہ کیونکر ممکن ہو گا اس کا پھر انکار کر دیں گے۔

﴿ بِمَبۡعُوۡثِیۡنَ ﴾ اٹھائے جانے والے، دوبارہ زندہ کئے جانے والے، قواعد کے مطابق اسمِ مفعول ہے۔

﴿ قَالَ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا کُنۡتُمۡ تَکۡفُرُوۡنَ ﴾ اللہ تعالیٰ فرمائے گا! پھر چکھو عذاب اس سبب کہ تم انکارِ حق کرتے تھے اور کفر میں مبتلا رہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۲۶ تا ۳۰

آیت ۲۶ میں اظہار بیان ہے کہ لوگوں کی کج فہمی کا تو یہ عالم ہے کہ قرآن کی تعلیمات سے دور بھاگتے ہیں ان افراد کا طرزِ عمل تو یہ ہے کہ نہ تو خود ایمان لاتے ہیں اور ستم بالائے ستم یہ کہ دوسروں کو بھی ایمان لانے سے روکتے ہیں حالانکہ اُن کی اِن باتوں سے دینِ حق کو پھیلانے، سمجھانے اور بتانے میں کوئی امر رکاوٹ کا باعث نہیں ہو سکتا اور نہ حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس کو کسی خسارے کا احتمال ہو سکتا ہے بلکہ ایسے لوگ خود بھی اپنی جان عزیز کو ابدی ہلاکت میں مبتلا کرنے والے ہیں یہ ناداں اپنے ہاتھوں اپنی تباہی و بربادی کا سامان کر رہے ہیں ان لوگوں کے ناپاک عزائم سے دینِ حق کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ہے انہیں اس کا شعور نہیں ہے کہ وہ خود اپنی حرکتوں سے اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔

آیت ۲۷ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ مشرکین کو آخرت میں احساسِ ندامت ہو گا جب وہ جہنّم کے کنارے دہکتی ہوئی آگ میں کھڑے کئے جائیں گے تو دوزخ کی آتش کا ہولناک منظر ان کے تمام ترغرور و تکبّر کے عمل کو ختم کر دے گا اور اُن کی آرزو ہو گی اے کاش! ہم کو دوبارہ دنیا میں لوٹا دیا جائے تا کہ پھر کبھی اپنے اللہ کی آیات کی تکذیب نہ کریں اور مکمل طور پر صاحبِ ایمان بن کر رہیں لیکن ان نادانوں کو احساس ہی نہیں ہو گا کہ وہاں سے دوبارہ دنیا میں آنا مشکل ہے وہ اپنی تمنا کی تکمیل سے محروم رہیں گے کافروں کی اس آرزو کی تکمیل کا ذکر قرآن میں مذکور ہے چنانچہ آیت ۱۰۷، ۱۰۸ سورۃ المومنون پارہ

Marfat.com

١٨ قَدْ اَفْلَحَ میں ارشادِ ربی ہے:

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝

اے اللہ! ہمیں یہاں سے نجات دیجئے!! اگر اب ہم ایسا کریں تو بلاشبہ ہم ظالم ہیں۔ (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) دھتکارے ہوئے، پھٹکارے ہوئے، اس میں پڑے رہو اب ہم سے مزید سہولت طلب کرنے کی بات نہ کرنا۔

عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کیا آج کے دورِ جدید کے تعلیم یافتہ، مغرب زدہ، مسلمانوں کا طرزِ فکر وعمل بھی ایسا نہیں ہے اپنی اپنی خواہشات کی تکمیل میں دینِ حق سے روگردانی کرنے کے مرتکب ہورہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

آیت ٢٨ میں اظہار بیان ہے کہ وہ کفر وعناد اور عملِ تکذیب عیاں ہوجائے گا اس سے پہلے دنیا اور آخرت میں چھپاتے تھے اگر انہیں دنیا میں بھی لوٹا دیا جائے تو پھر وہی کچھ کریں گے جن سے اُن کو روکا گیا تھا۔ اب گیتی کائنات میں واپس جانے کی آرزو عزمِ صمیم اور ایمانی جذبہ کے شوق سے نہیں بلکہ مکافاتِ عمل کا وہ منظر اور پسِ نظر سامنے آگیا ہے باوجود انکار کے پردے میں پوشیدہ رکھتے تھے۔ بلکہ عذاب باری تعالیٰ کو نظروں سے دیکھ لیا تمام وہ افعال اور اعمال جنہیں چھپ چھپ کر کیا گیا انکار راز عیاں ہوگیا اور جُھوٹ کی حقیقت بھی آشکار ہوگئی اور یہ بات بھی پتہ چل گئی کہ وہ تو ہیں ہی جُھوٹے، بالفاظ دیگر یوں کہئے دوبارہ دنیا میں آنے کی خواہش طلبِ ایمان قبول کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ صرف عذاب سے نجات پانے کے لئے جو روزِ قیامت اس پر عیاں ہوجائے گی۔ جس کا وہ خود مشاہدہ کریں گے۔

آیت ٢٩ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ ان لوگوں کا کہنا تو یہ ہے کہ یہ زندگی ''برترِ اندیشہ سود وزیاں زندگی'' کے مصداق زندگی جو کچھ ہے بس یہی کچھ دنیا کی زندگی ہے کُھلے الفاظ میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار ہے جو ہر کافر کا شیوۂ عمل ہے اس حقیقت سے انکار کرنا ہی اُن کے کُفر وعصیاں کا سب سے بڑا موجب ہے ورنہ اگر انسان کے قلب میں صحیح، سمت اور اندازِ عمل میں اس عقیدہ آخرت کی سچائی راسخ ہو تو ظلمتِ کُفر وعصیاں کے راستے سے الگ خوف کھا کر راہِ صداقت پر گامزن ہوجائے۔

آیت ٣٠ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب لوگ روزِ محشر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے تو اللہ ﷻ ان سے دریافت کرے گا کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اپنی آنکھوں سے معائنہ کرنے کے بعد رجان جانے کے بعد؟ وہ اس بات کا اقرار کریں گے کہ واقعی آخرت کی زندگی یقینی برحق ہے لیکن اب اس اعترافِ حقیقت کا کچھ فائدہ نہ ہوگا اب تم اپنے کُفر کے سبب عذاب کا مزہ چکھو یہ انجام ان لوگوں کے لئے قطعی مناسب معلوم ہوتا ہے جنہوں نے اسلام کے جامع تصوّرِ حیات کے تمام دروازے بند کرلئے ہیں اور اسلامی تعلیمات کو چھوڑ کر محسوسات کے تنگ دائرے میں بند ہوچکے ہیں جو نیرنگی کائنات سے لُطف اندوز ہونے کے بجائے اپنے آپ کو اس عذاب کا مستحق بنالیا ہے۔ اس سچ کے مطابق تمہارا ٹھکانہ آتش دوزخ ہے اس نے تمہیں بتادیا تھا جو کیفیت کُفر میں ہلاک ہوگا ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا۔

Marfat.com

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾

بے شک نقصان میں رہے وہ جنہوں نے اپنے رَبّ سے ملنے کی خبر کو جھوٹ قرار دیا، یہاں تک کہ دفعتاً آموجود ہوگی قیامت کی ساعت / گھڑی اُن پر تو کہہ اُٹھیں گے ہائے افسوس! ہم سے تقصیر ہوئی / کوتاہی ہوئی، اس معاملے میں، اور وہ اٹھائے ہوئے اپنا بوجھ اپنی پشتوں / پیٹھوں پر، ارے کس قدر بُرا بوجھ گناہوں کا لادے ہوئے ہوں گے۔ (۳۱)

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

اور دنیاوی زندگی تو سوائے کھیل اور تماشے کے کچھ بھی تو نہیں، اور بے شک آخرت کا ٹھکانہ / گھر اُن کے لئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں / آخرت پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے تو کیا اتنی بات بھی تم سوچتے سمجھتے نہیں ہو۔ (۳۲)

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾

(اے حبیب ﷺ!) ہم جانتے ہیں آپ ﷺ کو مضمحل / رنجیدہ کرتی ہیں اُن کی لغو باتیں / گفتگو، یہ لوگ صرف آپ کو نہیں جھٹلاتے، یہ ظالم لوگ تو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کر رہے / کرتے ہیں۔ (۳۳)

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾

اور بھلا اس میں کیا شک! آپ ﷺ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے گئے / اس سے پہلے بھی رسولوں کی تکذیب ہوچکی ہے سو اُنہوں نے صبر کیا، اس پر کہ انہیں ایذائیں پہنچائیں گئیں یہاں تک کہ اُن کو ہماری مدد آپہنچی اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو بدلنے کی کسی میں طاقت / توانائی نہیں! بہت سے رسولوں کے احوال / حالات آپ ﷺ تک پہنچ چکے ہیں۔ (۳۴)

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾

اور ایسا ہے کہ آپ ﷺ پر گراں گذرے اُن کا انکار کرنا دینِ حق سے تو اگر آپ سے ہو سکے تو زمین میں سُرنگ تلاش کر لیجئے یا آسمان پر کوئی زینہ / سیڑھی لگا کر اُن کے لئے معجزہ لے آئے، تب بھی وہ ایمان قبول کرنے کے نہیں، اگر اللہ چاہتا تو اُن سب کو ہدایت کے لئے اکٹھا کر دیتا / سیدھی راہ پر کر دیتا، سو آپ نادانوں میں سے مت ہو جانا۔ (۳۵)

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾

حق بات تو وہی مانیں گے جو سنتے سمجھتے ہیں اور مُردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کرے گا پھر اس کی طرف وہ لائے جائیں گے۔ (۳۶)

الفاظ ومعانی آیت ۳۱ تا ۳۶

﴿ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ ﴾ بلاشبہ نقصان کیا اُن لوگوں نے۔ ﴿ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ﴾ تکذیب کی دیدار باری تعالیٰ کی، یا

بعد از موت ثواب اور عذاب کا ملنا باور نہ کیا، گویا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے سے انکار کرنے والے، خسارے اور نامرادی سے ہمکنار ہوں گے۔ ﴿قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى﴾ کہیں گے وائے حسرت! اور پشیمانی ہماری اس بات کی کہ ﴿مَا فَرَّطْنَا﴾ تقصیر/خطا ہوئی ہم سے، ﴿مَا فَرَّطْنَا﴾ تفریط سے فعل مصدر ہے فَرَّطْنَا کا مطلب یہ ہوا، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول میں ہم نے دوسروں کو آگے بڑھنے دیا اور خود پیچھے رہ گئے یہ لفظ تقصیر/خطا، غفلت، اور کوتاہی کے مفہوم میں بھی آتا ہے قواعد کے مطابق فعل ماضی حروف منفی جمع متکلم۔ ﴿وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ﴾ اور وہ اٹھائے ہوں گے اپنے اوپر اپنی پشتوں پر اپنے بوجھ۔ روایت حدیث میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن صالح لوگوں کے اعمال اُن کی سواری بن جائیں گے اور بدکاروں، گنہگاروں کے، افعالِ بد، بھاری/وزنی بوجھ کی صورت میں اُن کے سروں پر لاد دیئے جائیں گے۔ اس بات کو یوں سمجھئے کہ جن سے کوتاہی ہوئی دنیا میں، اُن پر احساسِ ندامت کی کیفیت یہ ہوگی کہ احساسِ گناہ، شرمندگی، تقصیر اُن پر غالب ہوگی اور ایسا محسوس ہوگا کہ کوئی زیادہ وزنی شے ان پر لاد دی گئی ہے اور وہ اس بارِ گراں کے نیچے دبے جا رہے ہیں۔

﴿اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ﴾ ارے کس قدر برا بوجھ وہ اُٹھائے ہوئے ہیں۔ ﴿يَزِرُوْنَ﴾ وہ بوجھ اُٹھاتے ہیں وِزْر سے مصدر، قواعد کے مطابق مضارع جمع مذکر غائب، (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ﴾ اور نہیں ہے زندگی دنیا کی جن پر انہیں فخر وانبساط ہے۔ ﴿اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ﴾ مگر (لڑکوں کا) کھیل اور (دیوانوں کا) شغل۔

﴿وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ﴾ اور البتہ گھر آخرت کا۔ ﴿خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ﴾ بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اس واسطے کہ آخرت کا گھر باقی ہے اور اس کی لطیف لذتیں خالص ہیں آفتوں کے شائبوں سے اور وہاں کی نعمتوں کا زائل ہونے کا ہرگز خوف نہیں۔

﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ کیا تم نہیں سمجھتے ان دونوں گھروں میں یعنی دنیا و آخرت میں سے کون سا بہتر ہے کافر اور مؤمن کی زندگی میں زمین وآسمان کا تفاوت ہے اس بات کو کس قدر بہتر انداز سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے واضح کیا ہے۔

"هذا سياة الكافر لانه يزجيها فى غرور باطل فاماحياة المؤمن من فتنطوى على اعمال صالحة فلاتكون لهوا ولعبا"

"لہو ولعب کافر کی زندگی کا نچوڑ ہے اس لئے کہ وہ قیمتی لمحات غرور اور افتخار باطل میں ضائع کر دیتا ہے۔ لیکن مؤمن کی زندگی اعمالِ صالحہ سے معمور ہوتی ہے اس لئے لہو ولعب نہیں۔"

﴿وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ اور مگر وہ اصل ظالم ہیں۔ ﴿بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾ انکار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات سے، عناد اور بغض کے باعث، اس مفہوم کو یوں سمجھئے کہ رسول اللہ ﷺ بذات خود کچھ نہیں کہتے تھے بلکہ اللہ کے دین کی دعوتِ عمل و دعوتِ حق دیا کرتے تھے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں نبی ہیں اس لئے ان پر دعوتِ تبلیغ فرض تھی۔

چنانچہ سورۃ فتح آیت ۲۸ پارہ حٰمٓ (۲۶) میں ارشاد ربانی ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

Marfat.com

ترجمہ: ''وہی اللہ ہے جس نے اپنا رسول بھیجا، ہدایت اور دین حق دے کر، تاکہ اسے ہر دین پر، غالب کردے۔''

اس آیت کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار کرنا، آیاتِ ربانی سے انکار ہے اہلِ عرب تو محمد ﷺ کو صادق اور امین کہتے تھے، ابوجہل نے ایک مرتبہ رسالت مآب ﷺ سے بَرملا کہا ''ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے، ہمارے نزدیک آپ صادق ہیں لیکن جو دعوتِ دین آپ لے کر آئے ہیں ہم اسے سچ نہیں مانتے ہیں تسلیم نہیں کرتے۔ (بروایت ترمذی)

﴿ كُذِّبَتْ ﴾ تکذیب مصدر ہے اُس کو جھٹلایا گیا قواعد کے مطابق فعل ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔ (بحوالہ کشاف)

﴿ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ﴾ اور بلاشبہ جھٹلائے گئے ہیں پیغمبر پہلے بھی، آپ سے پیشتر۔ ﴿ فَصَبَرُوْا ﴾ پھر صبر کیا انہوں نے۔ ربّ کا تقاضا تو یہی رہا ہے کہ غم و آلام کے پہاڑ حق کے علمبرداروں پر ٹوٹتے رہیں اور وہ ہمت واستقامت سے وہ اس کو سہتے رہیں اور طوفانِ حوادثات کے باوجود وہ شمعِ توحید کو ہر حال میں مُنوّر و تاباں رکھیں، محمد ﷺ کو کافروں کے کُفر و عناد سے رنج ہوتا تھا۔ باری تعالیٰ بطور تسلی فرمارہا ہے کہ آپ سے پہلے انبیاء بھیجے گئے کافروں نے ان کو بھی تنگ کیا وہ صبر و تحمل کا دامن تھامے رہے، آپ ﷺ بھی کافروں کی ایذاء رسانی پر صبر کا رویہ اختیار کیجئے۔

﴿ وَاُوْذُوْا ﴾ اور ستائے گئے، ایذاء دیئے گئے۔ ﴿ حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ﴾ یہاں تک کہ اُن کے پاس ہماری نُصرت آئی اور ہم نے صبر کرنے والوں سے مدد نُصرت کا وعدہ کیا ہے اور کافروں پر مؤمنوں کو غالب ہونے کا حکم کردیا ہے، اصل بات تو یہ ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ اور صبر کا حق ادا کردیا اور اہلِ کُفر کا تعصّب اور ایذاءرسانی انتہاء کو پہنچی تو باری تعالیٰ کی تائید اور مدد آئی جس نے باطل کو مٹادیا اور کُفر کی سحر انگیزی جاتی رہی، اسی طرح سے بتایا جارہا ہے۔ اے شفیعِ مذنبین ﷺ آپ ﷺ سے ربِّ جلیل نے اسلام کی سربلندی کا جو وعدہ کیا ہے وہ پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے گا۔

﴿ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ ﴾ اور اگر ایسا آپ ﷺ کی خاطرِ معصوم پر گراں ہے۔ ﴿ اِعْرَاضُهُمْ ﴾ منہ پھیرنا اُن کا یعنی بالفاظ دیگر انکار کرنا دینِ حق سے ﴿ اِعْرَاضُهُمْ ﴾ رُوگردانی کرنا، قواعد کے مطابق اسم ہے، جمع مذکر غائب کا صیغہ۔

﴿ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ ﴾ تو تم ڈھونڈ لو کوئی سُوراخ رُسرنگ زمین۔ ﴿ تَبْتَغِيَ ﴾ تو تلاش کرتا ہے اِبتِغاءٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴾ اور نادانوں جیسا نہ ہوجانا، ان جیسا نہ بن جانا جو حقیقتِ علم کے ادراک سے ناواقف ہیں، کافروں کا تو مطالبہ یہ تھا کہ معجزہ کا اظہار کیا جائے تاکہ ہر کوئی اسے دیکھ لے اور ایمان لانے پر آمادہ ہوجائے اللہ کے قوانین، فطرت و حکمت اور تدبیر کے علاوہ کسی شے کے ظاہر ہونے کی آس رکھنا نادانوں کا کام ہے۔ ﴿ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴾ پھر وہ اسی کی طرف پھیر دیئے جائیں گے جزا اور مکافات کے لئے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۳۱ تا ۳۶

آیت نمبر ۳۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہی سب سے بڑا نقصان تھا جو ہر فرد و بشر کو سہنا پڑا، جس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو جھٹلایا یہاں تک کہ جب قیامت ان پر اچانک آگئی تو ان کو یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑی، مدعا کی افسوس ہم سے تقصیر سرزد ہوگئی اور ہم اپنی پُشت پر کس قدر بھاری بوجھ لادے ہوئے ہیں، بوجھ سے مفہوم اُن کے گناہ اُن پر لازم ہوں گے اور اُن

سے جدا نہ ہوں گے۔ ''معالم'' حدیث میں تحریر ہے کہ ''مؤمن جب قبر سے اُٹھے گا تو ایک نہایت شے لطیف خوشبو اس کا استقبال کرے گی اور کہے گی کہ کیا تم مجھے پہچانتے ہو، مؤمن جواب دے گا نہیں میں تجھے نہیں جانتا، وہ شے کہے گی میں تیرے نیک کام/صالح عمل ہوں آ مجھ پر سوار ہو، کہ میں تجھ پر سوار رہا ہوں:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا

''جس دن ہم پرہیزگار لوگوں کو مہمانوں کی طرح رحمٰن کے حضور پیش کریں گے۔'' (سورہ مریم آیت ٨٥ پارہ ١٦)

حدیثِ مُبارکہ میں مذکور ہے کہ ''جب کافر اپنی قبر سے نکلے گا تو اس کے سامنے نہایت گھمبیر اور بھیانک اور بہت بدبُودار شکل نمودار ہوگی وہ کافر سے کہے گی کیا تجھے معلوم ہے کہ میں کون ہوں، کافر کہے گا میں تجھے پہچانتا نہیں ہوں تو وہ کافر سے کہے گی کہ میں تمہارا عملِ بد/خبیث عمل ہوں، دُنیا میں تو مجھ پر سوار تھا آج میں تجھ پر سوار ہوں اور تمام خلق میں تیری رسوائی اور تذلیل کروں گا۔ اور آیتِ مبارکہ: ﴿ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ ﴾ ''اور وہ اپنے بوجھ اُٹھائے ہوں گے۔'' اسی سے عبارت ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل، از مولوی فخر الدینؒ)

آیت نمبر ٣٢ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ دُنیا کی نیرنگی حیات، بالفاظ دیگر دُنیا کی زندگی سوائے کھیل، تماشے کے کچھ اور نہیں، جو لوگ اطاعت اللہ اور اطاعت رسول ﷺ کو اپنا ''مقصدِ حیات'' بنا لیتے ہیں اُن کے لئے اُخروی زندگی ہی بہترین متاعِ حیات ہے۔ کائناتِ رنگ وبُو کی زندگی کا وہ طرزِ اسلوب جو یادِ الٰہی سے غافل کر دے وہ زندگی دراصل لہولعب کی زندگی ہے۔ ذرا یہ بھی یاد رکھئے کہ آخرت کی اعلیٰ ترین زندگی کے حصول کا موقع بھی دنیا ہی میں مُضمر ہے اگر زندگی کے لمحات میں یادِ الٰہی موجزن ہو جائے اور اس کو گذارنے کے لئے وہ انداز اپنا لیا جائے جو رسول اللہ ﷺ کی شریعت، سُنت اور اطاعت میں پوشیدہ ہے تو بشر دُنیا میں رہ کر آخرت کی فکر کو مدِّ نظر رکھ کر عمل صالح انجام دیتا ہے تو زندگی تزکیہ نفس سے پاک ہو کر لہو ولعب سے دور سے دور تر ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ عمل اس قدر آسان بھی نہیں، جب تک کہ دل حزیں اس کو تسلیم نہ کرے، اسی لئے انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات، کتاب وحکمت سے تربیّتِ قلبی اور رُوحانی کیفیّات ایسی سمو جاتی ہیں کہ دنیا کی کیفیّتِ لذّت پر آخرت کا لگاؤ یا دنیا کی لطیف لذّتِ عمل پر اللہ تعالیٰ کی اُلفت غالب آ جاتی ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی محبت کا شعور بیدار ہو جائے تو یقین جانیے یہ ایک نعمت ہے اور اس نعمت کے بارے میں دریافت کیا جائے گا۔ چنانچہ آیت ٨ سورۃ التکاثر پارہ (٣٠) میں ارشادِ ربّانی ہے:

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ

''پھر بلاشبہ اُس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں پُرسش ہوگی''۔

اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عنایت کی ہیں صحت، فروغ، امن، عیش وراحت، مال ومتاع جس سے دنیا والے لذّتیں سُرور اُٹھاتے ہیں اُن کی بابت پوچھا جائے گا، یہ چیزیں تم نے کس کام میں صرف کیں، کیا تم سوچتے سمجھتے نہیں!

آیت نمبر ٣٣ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب حضرت محمد ﷺ پر قرآن کی دعوتِ حق اور جزا اور سزا سے انکار کرنے

والوں کے لئے آیاتِ ربانی کا نزول ہوا تو آپ ﷺ کے قلبِ اطہر پر ان کی رسوائی پر احساسِ رنج ہوا، آپ خاصے فکر مند ہو گئے کہ تمام کائنات کے لوگ کس طرح شرفِ ایمان کی سعادت حاصل کریں اور اس روح فرسا عذاب سے کس طرح نجات پائیں؟ آپ ﷺ کے اطمینانِ قلب کے لئے بتایا جا رہا ہے کہ کافروں کی طرف سے اپنی تکذیب پر آپ جو حزن وملال کی کیفیت دوچار ہیں اور اُن کی باتیں آپ ﷺ پر گراں گذرتی ہیں وہ ہم خوب جانتے ہیں۔ یہ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے بلکہ یہ ظالم تو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتے ہیں ان کی یہ ایذا رسانی اے حبیب (ﷺ)! صرف آپ ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ اس سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بھی ایسا ہو چکا ہے ہم آگاہ رہے ہیں جو کچھ یہ کہتے ہیں اس لئے آپ ﷺ کو ملال ہوتا ہے تو صبر کیجئے۔

آیت نمبر ۳۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہ بہت سے انبیاء جو آپ ﷺ سے پہلے تشریف لا چکے ہیں جن کے کچھ واقعات آپ ﷺ کو سنائے جا چکے ہیں ان کی قوم کے لوگوں نے بھی تکذیب اور ایذا رسانی کا سلوک برقرار رکھا، جن پر اللہ تعالیٰ کے یہ اولوالعزم پیغمبر صبر کرتے رہے حتیٰ کہ حسبِ وعدہ اللہ تعالیٰ کی نُصرت اُن تک پہنچی اللہ تعالیٰ کی مدد ونُصرت کا یہ وعدہ اٹل ہے نبی اکرم ﷺ کو اس نوید بشارت سے یکسوئی ملی، پھر مکّی دور کے بعد مدنی دور میں نُصرت وکامیابی کا سلسلہ جاری وساری رہا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ پہلے بھی مدد کی۔ چنانچہ آیت ۵۱ سورۃ المُؤمِنْ پارہ (۲۴) فَمَنْ اَظْلَمُ میں ارشادِ ربانی ہے۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ

”دنیا کی زندگی میں ہم نے رسولوں کی اور اہلِ ایمان کی مدد کی، اور آخرت میں جب گواہی کے لئے کھڑا کیا جائے گا تو اُس دن میں ہم ان کی نُصرت/مدد اور حمایت کریں گے۔“

آیت نمبر ۳۵ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ جب اہلِ کُفر معجزات اور نشانیاں/دیکھ کر بھی تکذیب سے باز نہیں آتے اور ان کا اعراض آپ پر گراں گذرتا ہے یہ تو مشیتِ ایزدی اور تقدیرِ عمل سے ہونا ہی تھا، اللہ تعالیٰ کے اِذن کے بغیر آپ ﷺ اُن کو دعوتِ دین، دعوتِ ایمان، دعوتِ اسلام قبول کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتے، اگر آپ اُن کی ہدایت کے لئے زمین کے اندر سے کوئی سُرنگ کھود کر یا آسمان پر زینہ لگا کر کوئی بھی نشانی لا کر دکھائیں گو کہ ایسا کرنا محال ہے، اگر ایسا کیا بھی جائے تو تب بھی یہ ایمان لانے کے نہیں! آپ کے ذمّے صاف صاف سمجھا دینا، بتا دینا ہے ہمیں تو دیکھنا یہ ہے کون عقل وآگہی سے کام لے کر شعوری صلاحیت کو بروئے کار لا کر راہِ مستقیم اختیار کرتا ہے بھلا راہِ ہدایت وہ کس طرح پا سکتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ ان کافروں کی کیفیت کا تو عالم یہ ہے کہ جیسے مُردہ لوگوں کا ہوتا ہے ان سے یہ توقع عبث ہے کہ وہ راہِ ہدایت کو مان لیں گے، بھلا جن کے دل پر ظلمت کی تاریکی چھا جائے، جن کے کان قوتِ سماعت سے محروم ہو جائیں وہ بہرے ہو گئے وہ سنتے ہی نہیں ان کافروں کی حیثیت تو ایسی ہے جیسے مُردوں کی ہوتی ہے۔ روزِ قیامت سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ان باتوں کو مانیں گے جن کا وہ انکار کرتے تھے۔

Marfat.com

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓي اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٧﴾

اور وہ بولے، کیوں نہ اُتری اُن پر نشانی اُن کے اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کہہ دیجئے! نشانی کے نزول کی اللہ تعالیٰ پوری طاقت رکھتا ہے لیکن ان میں سے اکثر بے خبر/ناداں ہیں/اُن میں سے اکثر کچھ نہیں جانتے۔(٣٧)

وَمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰۗىِٕرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۭ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿٣٨﴾

اور نہیں ہے کوئی جانور زمین پر چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ، جو پرواز کرتا ہے اپنے دو پروں پر، مگر یہ تمہاری ہی طرح کی انوع ہیں/وہ اُمتیں تمہاری جیسی، ہم نے اپنی کتاب/دفتر میں درج کرنے میں کسی چیز کو نظر انداز نہیں کیا، پھر سب اپنے رَبّ کی طرف اُٹھائے جائیں گے۔(٣٨)

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ۭ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ۭ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٣٩﴾

اور جنہوں نے ہماری آیات جھُٹلائیں، وہ بہرے ہیں گونگے ہیں اور تاریکی/اندھیرے میں پڑے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کردے اور جس کو چاہے ڈال دے سیدھی راہ پر۔(٣٩)

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٠﴾

آپ ﷺ کہہ دیجئے! بھلا بتاؤ تو سہی اگر تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عذاب آجائے یا قیامت کی ساعت/گھڑی آپہنچے تو، کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارو گے! بتاؤ تو سہی! اگر تم سچے ہو۔(٤٠)

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَاۗءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿٤١﴾

بلکہ تم اُس وقت صرف اللہ کو ہی پکارو گے، وہ چاہتا ہے تو دور کر دیتا ہے اور دفع کر دیتا ہے تم پر سے دنیا میں وہ چیز جسے دور کرنے کے لئے تم اُسے پکارتے ہو اور تم بھول جاتے ہو جن کو شریک ٹھہراتے ہو۔(٤١)

الفاظ ومعانی آیت ٣٧ تا ٤١

﴿وَقَالُوْا﴾ اور بولے روسائے قریش۔﴿لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ اور کیوں نہیں اتاری گئی محمدؐ پر نشانی اُس کے رَبّ کی طرف سے، یعنی معجزہ جو ہم اُس سے طلب کرتے ہیں۔﴿نُزِّلَ﴾ تَنْزِیْلٌ مصدر ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر قواعد کے مطابق۔

کافروں کا بھی عجیب حال تھا، طرح طرح کی فرمائش کا اظہار کرتے اس طرح کا خیال کہ اِس ریگ زار میں دریا رواں دواں ہو جائیں پَل بھر کی ساعت میں ہرے بھرے کھیت لہلہانے لگیں ایسے معجزہ کا مطالبہ کر دیا جو اُن کو ایمان لانے پر مجبور کردے ان کی نگاہوں کے سامنے فرشتے کا نزول ہو یا پہاڑ اٹھا کر ان پر بلند کر دیا جائے، جس طرح بنی اسرائیل کے ساتھ کیا گیا، یہ مطالبے قبول حق کے لئے تو نہ تھے، اہلِ کفر کی گمراہی اور سرکشی اس درجہ تک پہنچ گئی کہ وہ کثیر آیات اور معجزات، جو انہوں نے سرور کائنات سے مشاہدہ کئے تھے اُن پر اکتفا نہ کیا اور سب سے انکار کر دیا اور ایسی آیت کے نزول کا مطالبہ کر دیا جس کے ساتھ عذاب باری تعالیٰ ہو جیسا کہ انہوں نے کہا تھا:

Marfat.com

﴿ اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ ﴾

ترجمہ ''اے اللہ! اگر یہ حق ہے تیرے پاس تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔'' (تفسیر ابو السعود، ماخوذ کنز الایمان احمد رضا خان ؒ)

﴿ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ اور اکثر ان میں سے نہیں جانتے کہ اس کا نزول، بلا آنے کا سبب ہے اس لئے کہ حکم الٰہی اس طرح نافذ ہے کہ جب لوگ کوئی معجزہ طلب کریں اور باری تعالیٰ وہ معجزہ ظاہر کردے اور مانگنے والے ایمان قبول نہ کریں تو ہلاک کرنے کا عذاب اُن پر نازل ہو جیسے قوم ثمود۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اول)

﴿ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ ﴾ مگر وہ اُمتیں ہیں تمہاری مانند رمثل، تمہارے پیدا ہونے میں اور مرنے جینے میں یا اللہ جلّ جلالہٗ کی ثناء بیان کرنے میں، کوئی بھی شے حمدِ باری تعالیٰ کی تسبیح سے غافل نہیں، بھلا منکرینِ حق! کی کیا ہمت کہ وہ حق تعالیٰ کی قدرت اور وسیع عمل کا اندازہ کرسکیں، ربِّ جلیل نے ہر ایک کے فرائض کے مطابق سے شعور وآگہی کی سمجھ دی ہے۔

﴿ مَنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یُضْلِلْہُ ﴾ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ ﴿ وَمَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْہُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾ اور جسے چاہتا ہے قائم رکھتا ہے سیدھے راستے پر۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے چونکہ حق بات سُننے اور حق بات کہنے سے قاصر ہیں یہ کُفر وتاریکی میں بھٹکتے رہتے ہیں۔

اللہ کا گمراہی کی طرف لے جانا یوں ہے کہ اہلِ جہالت کو آیاتِ ربانی کے مطالعہ کرنے کی سعادت ہی نہیں ملتی، ان حقائق سے آشنا ہونے کے لئے ان کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا مشاہدہ کرنے کوشش کرتے ہیں تو حقیقت رسی کے نشانات ان کی ہی نظروں سے دور ہو جاتے ہیں غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے والی باتیں وہ حق سے دُور تر کردیتی ہیں اور انہیں علم سے فائدہ پانے کو کوئی صورت نظر نہیں آتی ان حقائق کو حق کی کسوٹی پر پرکھنے کی ان میں صلاحیت نہیں ہوتی بے شمار لوگ ایسے ہیں جن کے گرد ونواح میں آفاق اور انفس میں حق ﷻ کی نشانیاں ان کی نظر کے سامنے ہوتی ہیں مگر وہ جانوروں کی طرح انہیں دیکھنے میں تو مصروف ہوتے ہیں لیکن ان سے سبق سیکھنا اُن کے بس کی بات نہیں، دورِ جدید میں چاند پر کمند ڈالنے والے، سائنسی علوم پر دسترس رکھنے والے، فلکیات Astronomy، ماہر علم الابدان رعلم الاعضاء Amatomy اور ماہر معاشرتی علوم Social science تحقیق علوم میں تو مصروفِ کار ہیں اُن کے دائرہ علوم کے مشاہدے میں ایسی کوئی احساسِ کیفیت نہیں جو قلب کو ایمان سے گرمادے، جو روح کو تڑپادے'' ان کی مادہ پرستی اور قوتِ الحاد انہیں گمراہی کی سمت لے جاتی ہے اُن کے مقابلے میں ایسے انسان بھی موجود ہیں جو آنکھیں کھول کر کارگاہِ عالم کو دیکھنے کی توانائی رکھتے ہیں۔ بقول علامہ اقبال۔

ع کھول آنکھ زمین دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ
مشرق کے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ اقبالؔ

﴿ قُلْ اَرَءَیْتَکُمْ اِنْ اَتٰکُمْ عَذَابُ اللّٰہِ ﴾ اے حبیب! بھلا بتلایئے تو سہی انہیں! اگر آئے تمہارے پاس عذاب باری تعالیٰ جیسا کہ اگلے کافروں پر دنیا میں آیا۔ اَرَءَ تو دیکھا، اِرَءَ ۃ سے امر واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق ﴿ اَتٰکُمْ ﴾ وہ تمہارے پاس آیا۔

Marfat.com

﴿ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ ﴾ بلکہ تم اسی کو پکاروگے اوراس کے سوا کہیں اور فریاد نہ کروگے۔ ﴿ تَدْعُوْنَ ﴾ تم پکارتے ہو، دُعَاءٌ سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ فَيَكْشِفُ ﴾ پھر دُور کردیتا ہے وضع کردیتا ہے تم پر سے دنیا میں۔ ﴿ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ ﴾ وہ شئے جس کی دوری کے لئے تم اسے پکارتے ہو۔ ﴿ وَتَنْسَوْنَ ﴾ اور تم بھول جاتے ہو، یعنی اعراض کرتے ہو، نِسْيَانٌ سے فعل مضارع کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، قواعد کے مطابق۔ ﴿ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴾ جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو۔

فطرتِ انسانی تو اس بات کی متقاضی ہے کہ جب انسان ماحول کی اندھی روش اختیار کرکے باطل عقائد مشرکانہ عقائد اور اعمال اپنا لیتا ہے تو غیر اللہ کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا جاننے لگتا ہے مگر جب اِبتلائے بلا میں گھر جاتا ہے تو پھر یہ سب بھول جاتا ہے پھر بے بس انسان ذات باری تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے اِسی ذات واحد کو پکارتا ہے حقیقت تو یہی ہے کہ اللہ ﷻ کو پکارنا چاہیے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۳۷ تا ۴۱

آیت ۳۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اب لوگوں کو یہ کہنا کہ جن مُعجزات کو دیکھنے کا ہم نے مطالبہ کیا ہے وہ کیوں نہیں نازل ہوئے، ان کے اس جواب میں بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو قادر ہے جب چاہے جیسا چاہے کرسکتا ہے تمہاری خواہش کے مطابق، نشانیاں ظاہر نہ کرکے تم پر مہربانی کررہا ہے تم کو ان باتوں کی، سمجھ کا، سلیقہ اور قرینہ نہیں ہے تم ان تمام اُمور سے بے خبر ہو یوں تو آپ پر بے شمار علمی اور عملی مُعجزات اور نشانیاں اترتی رہتی تھی چنانچہ اس کا بیان رکوع ۱۰ سورۂ بنی اسرائیل پارہ سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ (۱۵) میں آیا ہے آیت ۹۰ میں ارشادِ ربی ہے۔

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا

”اور انہوں نے جواباً کہا کہ ہم آپ پر ایمان ہرگز نہیں لائیں گے جب تک آپ ہمیں زمین سے پانی کا جھرنا چشمہ آب جاری نہ کردیں“۔

اسی طرح آیت ۹۳ بنی اسرائیل میں بیان ہوتا ہے: وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ

”تب بھی ہم یقین نہیں کریں گے جب تک کہ آپ ہمارے لئے ایسی کتاب نہ اتار لاؤ جسے ہم خود ہی پڑھ لیں۔“

ہر آدمی اپنی مرضی کے مطابق نئی نشانیاں دیکھنے کا آرزومند ہوتا ہے اِن مُعجزات نشانیوں کا اترنا اختیار باری تعالیٰ ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی مرضی، حکمت اور مصلحت کے مطابق ہوتا ہے بشر اور رسول ربّ کی مشیت میں دخل اندازی کا مجاز نہیں۔

آیت ۳۸ میں بتایا جارہا ہے کہ نشانی طلب کرنے والوں کے لئے کیا زمین میں چلنے، پھرنے والا ہر جاندار اور فضائے بسیط میں پرواز کرنے والا ہر پرندہ ایک نشانی نہیں ہے؟ ان میں شعورِ ہستی کا اجتماعی عمل، اور محکم ومربوط نظامِ امر واطاعت کیا اس بات کی دلیل نہیں کہ ان کے پیچھے کوئی خالق اور مالک ہے یہ سب تمہاری ہی طرح گروہ ہیں اور سب کو اللہ کے حضور اکٹھا ہونا ہے علماء کرام اور مُفسرین نے اس سے یہ استدلال کا عندیہ دیا ہے کہ جس طرح تمام بنی نوع انسان کو زندہ کرکے ان کا حساب وکتاب کا مواخذہ ہوگا، جانوروں اور دیگر مخلوقاتِ عالم کو بھی، زندگی بخشی جائے گی اور ان کا بھی حساب عمل ہوگا

Marfat.com

حدیث مُبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "کسی سینگ والی بکری نے اگر بلا سینگ والی بکری کے ساتھ زیادتی ظلم کی ہوگی تو روزِ قیامت سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا" (بحوالہ مسلم شریف) یہ کہ حیوانات میں سے صرف زیادتی کرنے والے اور جس پر زیادتی کی گئی ہے ان کو زندہ کر کے ظالم سے مظلوم کو بدلہ دلایا جائے گا پھر دونوں معدوم کر دیئے جائیں گے۔ (بحوالہ فتح القدیر)

اس بات کو یوں سمجھئے کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک حق تعالیٰ کے علمِ قدیم اور لوحِ محفوظ میں تمام انواع واقسام اور اجناس کی تربیت اور تدبیر کے اصول وضع کر دیئے گئے ہیں کوئی شے اس کارگہ حیات میں نہ مرنے کے بعد اس دائرہ عمل اور مضبطہ سے باہر جاسکتی ہے۔

آیت ۳۹ میں اظہار بیان ہے کہ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جُھٹلاتے ہیں یا جب لوگ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فہم وفراست، بصیرت اور بصارت سے بے نیاز ہو کر گویا بہرے، گونگے، ہو چکے ہیں اور تاریکیوں اور اندھیروں میں رہنا اپنا شیوہ بنالیا ہے اُن کے لئے کوئی بھی نشانی رُمعجزہ سودمند نہیں ہوسکتا، اور بھلا انہیں کیونکر حق شناسی کا شعور اور ادراک ہوسکتا ہے اگر انہیں راہِ ہدایت کی طرف مائل کیا جائے تو وہ سننے سے قاصر ہیں اور خود حق بات بولنے اور کہنے کی ان کی توانائی اور آگہی نہیں ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے راہ کردے اور جس کو چاہے راہِ ہدایت عطا کردے۔ اللہ تعالیٰ گمراہی کی طرف اس کو مائل کرتا ہے جو اپنے ہاتھوں سے پتھر کے صَنم تراشتے ہیں اور ذرائع ہدایت اُس کے لئے مسدود کر لیتے ہیں چنانچہ آیت ۱۷۶ سورۂ اعراف پارہ قَالَ الْمَلَاُ میں ارشادِ ربی ہے:

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ

اگر ہم چاہتے تو اسے ان کی آیات کے ذریعہ بلند مرتبہ عطا کرتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہوگئے اور اپنی خواہش نفسانی کی پیروی کی۔

آیت نمبر ۴۰ میں اظہار بیان ہے کہ اے حبیب (ﷺ)! اُن سے کہہ دیجئے بتاؤ تو سہی اگر تم پر عذاب باری تعالیٰ آجائے اور قیامت وقوع پذیر ہوجائے تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پُکارو گے اگر تم اپنے دعویٰ میں سچّے ہو تو، یہ تو انسانی زندگی کا شعار رہا ہے کہ جب بھی انسان پر مصیبت ٹوٹتی ہے اور سخت مایوسی کے عالم میں گھر جائے تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پُکارتا ہے۔

آیت ۴۱ میں بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی مُصیبت اور پریشانی کو دور کرتا ہے کسی اور کے بس میں یہ بات نہیں کہ عذاب الٰہی کو ٹال دے، جب ان پر قیامت برپا ہوئی تو اس کی ہولناکی دیکھ کر یہ اپنے اللہ کو پُکاریں گے اس وقت باطل معبود کا سہارا کچھ کام آنے کا نہیں، اگر کوئی آفت ناگہانی آجائے تو مُشرک بھی اپنے باطل ناخداؤں کو فراموش کر دیتا ہے اور بے چارگی اور بے اختیاری کے عالم میں رَبِّ جلیل کو ہی پُکارتا ہے۔ یہ توحید کی ایسی دلیل ہے کہ فطرتِ انسانی اس بات کی متقاضی ہے کہ ایک ہی اللہ تعالیٰ کی شہادت موجود ہے دوسرے اصنام جن کو انسان مانتا ہے اُن کی کوئی گواہی اس فطرت کے باطن میں مضمر نہیں ہوتی! یہی وجہ ہے کہ جب کارزارِ ہستی میں کوئی آزمائش کی گھڑی وارد ہوتی ہے تو انسان فرضی سہاروں کو چھوڑ کر صرف واحدہٗ لاشریک کو پُکارتا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٤٢﴾

اور ہم نے آپ ﷺ سے پہلے اور اُمتوں کی طرف رسول بھیجے، (جب اُنہوں نے سرکشی اختیار کی) پھر اُمتوں کو سختیوں اور تکلیف میں پکڑا رمُبتلا کیا تا کہ وہ عجز وانکساری کا اظہار کرسکیں۔ (۴۲)

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾

پھر کیوں نہ ہوا جب اُن پر ہمارا عذاب آیا تو اُنہوں نے کیوں راہِ عجز وانکساری نہ اختیار کی، مگر اُن کے دل تو اور سخت ہو گئے اور شیطان نے اُنہیں تسلی دی، اُن کے کام ان کی نظر میں بھلے راچھے کر دکھائے۔ (۴۳)

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿٤٤﴾

پس جب اُنہوں نے فراموش کر دیا وہ نصیحتیں جو اُنہیں یاد دلائی تھیں، پھر ہم نے اُن پر خوش حالی کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جو کچھ عطا کیا گیا اس پر وہ اترانے لگے تو اچانک ہم نے اُنہیں پکڑ لیا، پھر ہر طرف سے وہ نا اُمید رمایوس ہو کر رہ گئے۔ (۴۴)

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٥﴾

پھر ظالم قوم کی جڑ کو کاٹ دیا گیا اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ (۴۵)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰي قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿٤٦﴾

اے حبیب (ﷺ)! اُن سے کہہ دیجئے! بھلا بتاؤ تو سہی اللہ تمہارے کان قوتِ سماعت رقوتِ بینائی اور آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر ثبت کر دے، پھر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود رغیر اللہ ہے جو تمہیں یہ چیزیں لا دے دیکھو کیسی صاف نشانیاں ہم نے کھول کر بیان کر دی ہیں پھر بھی یہ اعراض کرتے ہیں۔ (۴۶)

الفاظ ومعانی آیت ۴۲ تا ۴۶

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ ﴾ اور ہم نے بھیجا رسولوں کو اُن کی اُمت کی طرف، آپ ﷺ سے قبل، تو وہ اُمتیں کافر ہو گئیں اور اپنے رسولوں کو جھٹلانے لگیں۔ ﴿ فَاَخَذْنٰهُمْ ﴾ پھر پکڑا ہم نے اُنہیں، اُن کی گرفت ہوئی۔

﴿ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴾ سختی اور تنگی کے ساتھ بیماری اور مُصیبت میں مُبتلا کر کے تا کہ دیکھا جائے کہ رنج وتکلیف میں گھر کر اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوئے یا نہیں اور شرک سے باز آ کر توبہ واستغفار کرتے ہیں یا نہیں۔ ﴿ تَضَرَّعُوْا ﴾ وہ نالہ زاری کرتے، وہ گڑگڑاتے، تضرُّع سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴾ [1] عاجزی کرتے تضرُّع مصدر سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا ﴾ پھر جس وقت اُن پر عذاب آیا ہمارا، اگر وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوتے اور گریہ زاری رنالہ وفریاد کرتے تو بلا دفع

[1] ......ہم نے جو اُفتاد اور محنت دنیا میں ڈالی اس کا اصل منشاء عذاب پہنچانا نہ تھا، حقیقت تو یہ ہے مصیبت میں مشکل گھڑی میں ہر فرد اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، محنت رمشقت میں ڈال کر اپنی طرف مائل کرنے کی غایت ہی تھی کہ جو اُفتاد بطور عذاب آتی ہے اس میں رحمتِ باری تعالیٰ کارفرما ہوتی ہے۔

Marfat.com

ہو جاتی۔ ﴿ وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ﴾ اور سخت ہو گئے دل اُن کے اچھی طرح سمجھ لیجئے توبہ نہ کرنا، گریہ زاری نہ کرنا علامت ہے سخت دل ہونے کی۔ ﴿ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ اور آراستہ کر دیا رخوش نما بنا دیا شیطان نے وہ کام جو اُنہوں نے کیا۔ ﴿ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ کھول دیئے ہم نے اُن کے اوپر دروازے سب چیزوں کے سب راحتوں اور نعمتوں کے جب اُفتاد بھلا اور محنت و مشقت کے سبب اُنہوں نے نصیحت نہ مانی تو وسعت معیشت، آسان کر کے ہم نے اُن کا امتحان لیا، گویا جب اُن کی نافرمانی حد سے بڑھی تو اب ایک کٹھن آزمائش میں اُن کو ڈال دیا، اُن پر کائناتِ رنگ و بو کی نعمتوں، راحتوں اور کامرانی کے دروازے کھول دیئے اب یہ انسان کا کام ہے کہ ثروت و دولت کی فراوانی دیکھ کر عشرت وطرب میں فریب نہ کھائے کہ یہی لوگ سیدھی راہ رسمت پر گامزن ہیں اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم دیکھو کہ باری تعالیٰ سرکشی رنافرمانیوں کے باوجود کسی کو اس کی مرضی رخواہش کے مطابق دنیا دے رہا ہے تو یہ ''استدراج'' ڈھیل دینا ہے آپ ﷺ نے پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔ (بحوالہ مسند احمد جلد چہارم)

اس حدیثِ مُبارکہ سے اس بات کا علم ہوا کہ دنیاوی ترقی عروج اور خوش حالی اس بات کی قطعی دلیل نہیں کہ وہ باری تعالیٰ کی محبوب ہے نافرمانیوں کی عیش نشاط سے پُر زندگی اُن کو سخت عذاب میں گرفتار کرنے کی ایک علامت ہے۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

﴿ فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴾ سو وہ عذاب دیکھنے کے پشیمان اور نا اُمید تھے۔ ﴿ مُبْلِسُوْنَ ﴾ مُبلِس اس کا واحد، مایوس ر نا اُمید اسم فاعل ہے قواعد کے مطابق۔ ﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ﴾ دیکھ اور نگاہ کر، کیونکہ ہم آیات بیان کرتے ہیں ایک اُسلوب سے دوسرے اُسلوب کی طرف گویا کبھی تو میں ترغیب کی بات ہوتی ہے اور کبھی تنبیہ کی۔ ﴿ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴾ یہ اعراض کرتے ہیں پھر یہ کافر باز رہتے ہیں اُس سے اور حق کی بات نہیں کرتے۔ ﴿ يَصْدِفُوْنَ ﴾ صَـــدَفَ مصدر رُوگردانی کرتے ہیں فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

تشریح وتوضیحات آیت ۴۲ تا ۴۶

آیت نمبر ۴۲ میں اظہار بیان ہے کہ پہلی اُمتوں کے حالات شاہد ہیں کہ ہر زمانے میں نبی اور رسول آئے اور جب لوگوں نے اُن کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب میں مُبتلا ہوئے اور سزا پائی۔ رسول اللہ ﷺ سے قبل بھی ہدایت کی راہ بتانے کے لئے رسولوں کو دنیا میں بھیجا گیا اُن کی تکذیب کرنے پر لوگ مختلف مصائب وآلام کے شکار رہے کبھی بیماری میں مُبتلا رہے، کبھی فقر و فاقہ اور افلاس میں گھرے رہے یہ بھی اُن کے لئے رحمت کا موجب تھا کہ اس سے اُن کے اندر صلاحیت اُبھرے اور رجحان طبع بیدار ہوتا کہ حق تعالیٰ کے حضور عجز و انکساری کے ساتھ گڑ گڑائیں لیکن وہ اِس حصول مقصد میں ناکام رہے اس لئے در توبہ کُھلا تھا اور اُنہوں نے توبہ استغفار نہیں کی اور سرکشی کی، ان کو مالی اور جسمانی اذیت میں مُبتلا کیا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں۔

آیت نمبر ۴۳ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ جب کسی گروہ میں بداعمالیاں اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ جاتی ہیں تو اخلاق و کردار کی پستی کے سبب ان کے دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں تو ایسی صورت حال میں عذابِ الٰہی بھی خوب

غفلت میں مُبتلا کردیتا ہے اور کوئی بھی اچھی نصیحت وپند اُن کو توبہ واصلاح کی طرف مائل کرنے سے قاصر رہتی ہے اور شیطان نظر دل فریب کو برائیوں میں اس طرح ملوث کرتا ہے کہ انسان اپنے ظالمانہ رویہ پر نادم ہونے کے بجائے ان پر فخر وانبساط کرنے لگتا ہے اس آیتِ مبارکہ میں ایسی ہی قوموں کا ذکر کیا گیا ہے، جو اصلاح کی طرف رُخ نہیں کرتے اور مغفرت طلب کے لئے اُن کے ہاتھ نہیں اُٹھتے، اور شیطان اُن پر مسلّط ہو جاتا ہے اور وہ اپنے اعمال کو خوش کُن سمجھنے لگتے ہیں اور وہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے سے قاصر رہتے ہیں۔

آیت نمبر ۴۴ میں بتایا جارہا ہے کہ جب لوگ رسول اللہ ﷺ کی نصیحت کو فراموش کردیتے ہیں اور اُن کے نفس اور دل عاجزی کے بجائے کُفر وتکذیب پر مصر رہتے ہیں تب اللہ تعالیٰ دوسری طرح سے اُنہیں سزا رعذاب پہنچاتا ہے کہ وہ ہر شے کے دروازے کھول کر مال وثروت کی فراوانی کردیتا ہے لیکن اس مال میں برکت نہیں ہوتی، عذاب کا انداز پوشیدہ ہوتا ہے یہاں تک کہ جب وہ مسرور ہوئے ان چیزوں پر جو اُنہیں عطا کی گئی ہیں اور جب نعمتوں کا شکرادا کرنے کے بجائے انعام پانے کے بعد غفلت کی خوب مُصیبت میں مُبتلا رہا تو اچانک بے خبر پکڑا گیا، اب نجات پانے سے مایوس ہوا، یہ آزمائش کی گھڑی بھی بڑی کٹھن ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نجات سے بچائے وہی نجات پاسکتا ہے۔

آیت نمبر ۴۵ میں اظہار بیان ہے کہ اس طرح ان لوگوں کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی جو ظُلم کرنے کے مُرتکب ہوئے، جب اللہ تعالیٰ کا عذاب عام آیا تو زیادتی رظُلم کرنے والوں کی نسل تک کو قطع کردیا گیا، اس میں یہ لطیف ارشاد بھی بتایا گیا ہے کہ جب مُجرم اور ظالموں پر کوئی عذاب نازل ہو اور اُفتاد اور مُصیبت آپڑے تو تمام دنیا والوں کے لئے یہ ایک نعمت ہے جس پر لوگوں کا کام یہ ہے کہ باری تعالیٰ کا شکرادا کریں۔

آیت نمبر ۴۶ میں خطاب حضرت محمد ﷺ سے ہے! اگر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کسی کی قوت سماعت چھین لے اور قوت بینائی سے کسی کو محروم کردے اور دل پر مُہر ثبت کردے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر اللہ کو یہ قوت اور توانائی نہیں کہ کسی کو قوت گویائی عطا کردے اور کسی کو دیکھنے کی صلاحیت دے دے، قابل غور بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں کا اظہار دلائل کے ساتھ اپنی آیات میں کررہا ہے پھر بھی یہ لوگ اعراض کررہے ہیں حالانکہ توحید قوی دلیل پر قیام پذیر ہوگئی ہے۔ یہ ایک ایسے منظر کی طرف نشاندہی ہے جس میں لوگ، خود اپنے عقائد کے مطابق اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کی کوئی راہِ سبیل اختیار نہیں کرتے یہ بات تو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا، غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ دیکھو تو سہی اللہ تعالیٰ کس طرح یکے بعد دیگرے اپنی نشانیوں کا اظہار کررہا ہے اور پھر بھی تم پس وپیش کررہے ہو اگر اللہ ﷻ تمہیں کسی عقلی، باطنی، اور روحانی پریشانی سے دوچار کردے تو تمہیں کوئی بچانے والا نہیں۔

Marfat.com

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٧﴾

اے حبیب ﷺ! کہہ دیجئے! کیا دیکھا نہیں تم نے اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک آجائے یا کُھلا، تو ظالم قوم کے ماسوا اور کون ہلاک کیا جائے گا۔(٤٧)

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٤٨﴾

اور رسولوں کو ہم اس واسطے بھیجتے ہیں وہ خوش خبری/نوید مسرت سنائیں اور عذابِ جہنم سے ڈرائیں، پس جو ایمان لائے اور اپنی اصلاح کرلی تو انہیں کوئی خوف/حزن عدل نہیں ہوگا اور انہیں کوئی اندیشہ غم نہیں!۔(٤٨)

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿٤٩﴾

اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیات کو اُن کو عذاب دیا جائے گا (گھیر لے گا) کیونکہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔(٤٩)

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٥٠﴾

اے محبوب ﷺ! آپ کہہ دیجئے! میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں میں نے یہ بھی نہیں کہا کہ میں غیب کا علم جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر اُتاری جاتی ہے پھر آپ ﷺ اُن سے دریافت کیجئے کیا اندھا اور آنکھیں/بینائی رکھنے والا باہم مساوی/برابر ہوسکتے ہیں کیا تم غور وفکر نہیں کرتے!۔(٥٠)

الفاظ ومعانی آیت ٤٧ تا ٥٠

﴿اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً﴾ اگر آجائے تم پر عذاب، ناگہاں بے آثار پیدا ہوجائے یا آشکار ہو، ﴿بَغْتَةً﴾ سے مُرادشب اور ﴿جَهْرَةً﴾ خبرداری سے مرادون ہے۔ بَغْتَةً عذاب کی وہ نوعیت ہے جو اچانک بلاتمہید آجائے جَهْرَةً وہ عذاب ہے جو تمہید کے بعد، بہر تقدیر آجائے۔ (بحوالہ تفسیر قادری مولانا فخر الدینؒ) یہ عذاب قوموں کی ہلاکت کے لئے آتا ہے۔ اور ان پر جو ظلم کے سبب کُفر، اور مَعصیت میں حد سے زیادہ مُبتلا ہوتے ہیں۔ اس نوعیت کا بیان آیت ٥٠ سورۃ یونس پارہ یَعْتَذِرُوْنَ (١١) میں آیا ہے ارشادِ ربی ہے: (قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا) ''آپ کہہ دیجئے! یہ تو ذرا بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب رات کو آجائے یا دن میں آجائے''۔

﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ﴾ اور نہیں بھیجا ہم نے رسولوں کو مگر خوش خبری دینے والے مسلمانوں کو بہشت کی اور ڈرانے والے کافروں کو دوزخ سے، انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد صرف یہ نہیں ہوا کرتا کہ وہ نت نئے عجائبات کا مظاہرہ کرتے رہیں۔ (بحوالہ ضیاء القرآن پیر محمد کرم شاہ الازہری)

﴿نُرْسِلُ﴾ از رسال مصدر، ہم بھیجتے ہیں۔ ﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ﴾ کہہ دیجئے نہیں کہتا ہوں میں تمہیں۔

﴿عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ﴾ کہ میرے پاس خزینے/خزانے ہیں، روزی کے، جو کچھ تم طلب کرتے ہو وہ میں لے آؤں۔

Marfat.com

﴿ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ﴾ اور میں نہیں جانتا غیب کی بات، جب مجھ پر وحی کا نزول نہ ہو جو کچھ تم پوچھتے ہو اُس کا جواب دوں۔
﴿ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ ﴾ اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں جو کچھ میں قوتِ ملکی سے کرلوں، بلکہ میں بھی تو تمہاری ہی طرح بشر ہوں، چنانچہ آیت ۱۱۰ سورۃ الکہف پارہ قَالَ اَلَمْ (۱۶) میں ارشادِ ربی ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں البتہ میری جانب وحی آتی ہے۔''

میں تو صرف اسی وحی کی اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر اترتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''اُوْتِيْتُ الْقُرْآن وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ'' ''مجھے قرآن کے ساتھ ساتھ اس کی مثل بھی دیا گیا ہے یہ مثل حدیث رسول ﷺ ہی ہے۔''
﴿ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ﴾ مگر ان چیزوں کی جو وحی اترتی ہے میری جانب، نہیں متابعت کرتا ہوں میں۔
﴿ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴾ کیا یکساں ہوتا ہے اندھا اور آنکھوں والا یعنی برابر نہیں ہوتا گمراہ اور وہ شخص جو راہ پائے ہوئے ہو، عالم اور جاہل۔

تشریح وتوضیحات آیت ۴۷ تا ۵۰

آیت ۴۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ اے حبیب (ﷺ)! ذرا اُن سے دریافت تو کیجئے اگر عذاب باری تعالیٰ ان پر عالم بے خبری میں دفعتاً آجائے تو ظالموں کے علاوہ اور کون ہلاک کیا جائے گا حقیقت تو آشکار ہے جو اُمتیں، انبیاء کی تکذیب کی مُرتکب ہوتی ہیں ان پر اتمامِ حجت کے بعد عذاب آتا ہے اس میں ہوتا یہ ہے کہ نبی کو جھٹلانے والوں کی ہلاکت ہوتی ہے اور اہلِ ایمان بچائے جاتے ہیں چنانچہ آیت ۲۵ سورۃ نوح پارہ ۲۹ میں ارشادِ ربی ہے۔
﴿ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ﴾ اور یہ لوگ سب اپنے گُناہوں کے پانی میں ڈبو کر ہلاک کئے گئے اور جہنم میں پہنچا دیئے گئے۔

آیت ۴۸ میں بیان کیا جارہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں صرف اس لئے نہیں بھیجا جاتا کہ وہ لوگوں کی فرمائش کی تکمیل کریں بلکہ اُن کی بعثت کا مقصد درمقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیامِ حق اور دعوتِ دین لوگوں تک پہنچائیں اور اہلِ ایمان کو نویدِ بشارت دیں اور اللہ کے پیامِ حق کے منکرین کو عذاب میں ڈرایا جائے ہر آدمی اپنے عمل کا خود ذمّے دار ہے ایمان کا تعلق ربطِ قلب سے ہوتا ہے اور اصلاحِ نفس کا تعلق ربطِ اعمال کی اساس پر موقوف ہے جن کا عقیدہ راسخ، محکم اور درست ہوتا ہے اور ان کے اعمال بھی اچھے ہوتے ہیں ان کو اندیشہ سود وزیاں کا خطرہ لاحق نہیں ہوتا گذرے ہوئے لمحات اُن کے باعث حزن وملال نہیں ہوتے اور نہ آئندہ رونما ہونے والے واقعات سے انہیں کوئی تشویش دامن گیر ہوتی ہے انہیں اپنے مستقبل کے انجام کا کوئی خوف وخطر نہیں ہوتا۔

آیت ۴۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تکذیب کی، ایسے لوگوں کے نصیب میں عذاب کے سوا کیا ہوسکتا ہے؟ وہ عذابِ الٰہی کے مستحق اس لئے قرار پاتے ہیں کہ انہوں نے تکفیر اور جھوٹ کی روش اختیار کی اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

نافرمانی کی اور اس کے اوامر کی قطعی پروا نہیں کی، نافرمانی کی پاداش میں، وہ عذاب میں گھرے جائیں گے۔

آیت ۵۰ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اس میں منصبِ رسالت کی حقیقت کا اظہار ہے مانا کہ نبی بشر سے جُدا دوسری نوع نہیں لیکن نبی اور باقی ماندہ انسان کے مابین زمین و آسمان کا تفاوت ہے، انسانی قوت کی صلاحیت دو اُمور علمی اور عملی، پر مشتمل ہے قوتِ علم کے لحاظ سے نبی اور غیر نبی کا فرق جیسے نابینا اور بینائی کی صلاحیت رکھنے والا، نبی کی آنکھیں تجلی باری تعالیٰ دیکھنے اور مَرضی باری تعالیٰ سمجھنے کے لئے روشن رہتی ہیں بلا واسطے مشاہدہ سے عام انسان محروم ہے قوت عملیہ کی صورت یہ ہے کہ نبی اپنے قول وعمل میں رضا باری تعالیٰ اور حکمِ الٰہی کا پابند ہے صحیفہ سماوی اور وحی الٰہی کے خلاف وہ کوئی کام نہیں کرتا، جیسے دیکھ کر اہلِ فکر ونظر کو اُن کی صداقت پر شبہ نہیں ہوتا۔ بات یہ ہے مکہّ کے کافروں نے نبی کریم ﷺ سے تین مطالبات کر دیئے:

اوّل...... اے محمد (ﷺ) آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو ہمیں مُعجزہ دکھا کر تمام دنیا کے خزانے ہمیں سے اکٹھے کر دیجئے!۔

دوم...... اگر آپ واقعی رسول ہیں تو ہمارے مستقبل میں صادر ہونے والے اچھے اور بُرے حالات وواقعات بتا دیجئے تا کہ ہم مُفید چیزوں سے استفادہ کرلیں اور مُضر چیزوں سے بچنے کا اہتمام کرلیں۔

سوم...... یہ کہ یہ بات ہمارے وہم وگمان سے بعید از قیاس ہے کہ ہماری قوم حجاز میں سے ایک انسان جو ہماری طرح ماں باپ کے بطن سے پیدا ہوا اور تمام بشری صفات کا مالک ہو، وہ اللہ تعالیٰ کا رسول بن جائے، کوئی فرشتہ ہوتا جس کی تخلیق ہم سے جُدا اور ممتاز ہوتی تو ہم اُس کو اللہ کا رسول تسلیم کر لیتے۔

ان بے محل سوالات کا جواب دینے کے لئے باری تعالیٰ کی تعلیمات رُشد وہدایت عطا ہوئیں، آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اس کی عطا کردہ ہدایات لوگوں تک پہنچاتا ہوں اور خود بھی اس کی پیروی کرتا ہوں، اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتا ہوں وہ باری تعالیٰ کی طرح غیب کی ہر ادنیٰ واعلیٰ خبر سے باخبر ہوں! اور نہ یہ لازمی ہے کہ وہ انسانی اور بشری صفات سے علیحدہ ہو اور دوسروں کو دعوتِ دین، دعوتِ حق کی طرف بُلائے، اب مسلمانوں کو صلاح عام ہے، ہدایتِ عام ہے کہ وہ یہود کی طرح اپنے رسول کو خدا نہ سمجھیں اور عقیدۂ تثلیث سے دور رکھیں ستم بالائے ستم تو دیکھئے یہود تو اپنے تمام انبیاء کو قتل کرنے سے باز تک نہ رہے اور نصاریٰ نے تو حد کر دی اپنے رسول کو خدا بنا لیا۔

تمام خدائی خزانوں کا مالک ہونا یا نہ ہونا اس طرح کسی آدمی کا فرشتہ ہونا یا نہ ہونا یہ تمام باتیں مشاہدہ سے متعلق ہوتی ہیں، تمام مخاطب لوگ اس بات سے واقف تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سب خزانے آپ ﷺ کے ہاتھ میں نہیں اور آپ ﷺ فرشتہ بھی نہیں یہ محض عناد تھا کہ اس کا مطالبہ کیا کرتے اُن کے جواب میں اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ میں نے کبھی اس کا دعویٰ نہیں کیا، میں اللہ تعالیٰ کے خزانوں کا مالک ہوں، یا یہ کہ میں فرشتہ ہوں۔ (بحوالہ ابوحیان، تفسیر بحر محیط)

کمالاتِ علمی کی ایک مثال یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے بعد تمام فرشتوں اور انبیاء، رسولوں سے زیادہ علم رسول اللہ ﷺ کا ہے لیکن اللہ کے مساوی نہیں، برابری کا دعویٰ محض عیسائیت کی غلو راہ ہے۔ آخر میں بیان کیا گیا کہ اندھا اور بینا باہم برابر نہیں ہوسکتا، اپنی فہم ودانش اور ادراک غور وفکر کو بروئے کار لا کر غور کیوں نہیں کرتے۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾

اور علم وحی کے ذریعہ اُنہیں ڈرائیے، جو ڈرتے ہیں کہ اپنے رَبّ کی طرف یوں اُٹھائے جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کا مددگار ہو اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہو، اس اُمید پر کہ وہ لوگ پرہیزگار بن جائیں۔(۵۱)

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

اور اُنہیں اپنے سے دور نہ رکھو، جو صبح وشام پُکارتے ہیں اپنے رَبّ کو اور اس کی رضا مندی کے طلب گار ہیں۔ تم پر ان کے حساب کی کوئی ذمّہ داری نہیں اور نہ آپ کے حساب میں یہ کسی چیز کے ذمّہ دار ہیں، اگر آپ اُنہیں دور ہٹائیں گے تو آپ ہوجائیں گے ناانصافی کرنے والوں میں سے۔(۵۲)

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض میں سے بعض کو آزمائش میں ڈال دیا تاکہ مال دار کافر محتاج مسلمانوں کو دیکھ کر کہیں کہ کیا یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان صرف ان پر احسان کردیا کیا اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے شکر گذار لوگوں کو؟/کیا اللہ تعالیٰ واقف نہیں شکر گذار لوگوں سے۔(۵۳)

وَاِذَا جَاۗءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْۗءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾

اور جب آئیں آپ ﷺ کے حضور وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو اُن سے کہہ دیجئے! سلامتی ہو تم پر تمہارے رَبّ نے اپنے ذمّہ تم پر کرم رحمت لازم کرلی ہے تم میں کوئی نادانی سے بُرائی کر بیٹھے اور پھر اس کے بعد توبہ کرلے اور اصلاح کرلے، تو پس اللہ تعالیٰ یقینی طور پر مغفرت کرنے والا، اور بخشنے والا اور بڑی رحمت والا مہربان ہے۔(۵۴)

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾

اور اس طرح ہم اپنی آیات کو کھول کر صاف صاف بیان کرتے ہیں تاکہ مُجرموں کی راہ/راستہ بالکل عیاں ہوجائے۔(۵۵)

الفاظ ومعانی آیت ۵۱تا۵۵

﴿وَاَنْذِرْ بِهِ﴾ اور ساتھ ڈرائے اس چیز سے جو آپ ﷺ پر وحی اُتری ہے۔﴿اَنْذِرْ﴾ تو ڈرسنا۔ اَنْـذِرْ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر جمع قواعد کے مطابق۔﴿اَلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ﴾ ان لوگوں کو جو ڈرتے ہیں/خوف کھاتے ہیں لغزشوں کی کثرت سے اور عمل میں کمی کے سبب۔ وہ لوگ جو تعصب میں مُبتلا ہو کر آپ ﷺ کی مُخالفت میں لگے ہوئے ہیں اُنہیں تو قیامت کے برپا ہونے کا یقین اور خیال تک نہیں، اُنہیں اُن کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے، ان لوگوں کی طرف توجّہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے جو یوم قیامت پر یقین کامل رکھتے ہیں اگر وہ پہلے سے مسلمان ہیں تو اس ڈر جانے کا فائدہ اُنہیں یہ ملے گا کہ وہ

Marfat.com

باطل عقیدہ سے باز آ کر قبولِ اسلام کے پابند ہو جائیں گے۔

﴿ وَلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾ اور نہ کوئی شفیع رسفارشی اُنہیں ڈرائے کہ اُنہیں عقبیٰ میں عذاب سے چھوڑا دے، تا کہ پرہیز کریں گناہ سے، اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے شفاعت کا مفروضہ لوگوں نے غلط طور پر رائج کر لیا تھا، بُت پرستی کی تو ہم پرستی کا عالم یہ تھا کہ وہ سمجھ بیٹھے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا نہ ہو تب بھی اُن کے پتھر کے صنم اُنہیں چھوڑائیں گے عذاب سے، اور جس کی چاہیں گے بخشش کرالیں گے، یہود اور نصاریٰ کا خیال بھی عجیب تھا اُن کا کہنا تھا۔ ﴿ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ﴾ ہم تو اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے چہیتے ہیں ہمارے اعمال کچھ بھی ہوں ہم کو بخش دیا جائے گا۔

﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ ﴾ اور نہ نکالیے اپنی مجلس سے ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے ربّ کو ''پکارنے'' سے مُراد عبادت کرنا ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ) تطرد تو نکالے طَرْد کے معنی ذلیل سمجھ کر دور کرنے کے ہیں فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

﴿ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ ﴾ اور صبح اور شام کو پڑھتے ہیں فجر کی نماز اور عصر کی نماز۔ ﴿ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ اور طلب گار ہیں اس کی رضا اور خوشنودی کے، شب و روز کی عبادت کے ساتھ یہ قدغن بھی لگا دی کہ جب تک عبادت میں اخلاص کا پہلو نمایاں نہ ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں ''کشف الاسرار'' میں تحریر ہے کہ ارادات تین صورت پر ہے ایک محض دنیا ہی کا ارادہ ہو جیسے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ''تُرِيْدُ عَرَضَ الدُّنْيَا'' ارادہ کرتے ہو تو اسباب دنیا کا اور اس کی دو علامتیں ہیں:

الف:...... دین کے نقصان کے ساتھ دنیا کی زیادتی پر راضی ہونا۔

ب:...... فقیر مسلمانوں سے مُنہ پھیر لینا۔

دوئم...... آخرت کا ارادہ جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا ﴿ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا ﴾ اور جو شخص ارادہ کرتا ہے آخرت کا اور کوشش کرتا ہے اس کے واسطے اس کو ملے اس کی کوشش کا صلہ اس کی بھی دو علامتیں ہیں۔ (الف) دین کی سلامتی پر نقصان دینا پر راضی رہنا۔ (ب) فقیروں کے ساتھ اُلفت اور محبت کرنا۔ (سوئم) یہ کہ محض اللہ تعالیٰ کا ارادہ جیسا باری تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ اُن کی رضا جستجو کی طلب میں لگے ہوئے ہیں، جو لوگ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں مُنہمک ہیں اور حق و انصاف کے راستے پر چلتے ہیں ان کو اپنے سے دور الگ رکھنا مناسب نہیں، ان کی دلی کیفیات کا تمہیں ادراک نہیں۔ ﴿ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ پس آپ ہو جائیں گے اگر اُنہیں نکال دیا جائے گا بے سہارا اور غریب مسلمان جو خلوص نیت سے رات و دن اپنے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں مُشرکین کا یہ طعنہ بصورت مطالبہ کے اے محمد (ﷺ) آپ (ﷺ) کی مجلس میں تو فقراء اور مساکین موجود ہوتے ہیں اُنہیں اپنے سے دُور رکھو، تو ہم آپ ﷺ کی مجلس میں شریک ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُن بے سہارا اور مُفلس مسلمانوں کو اپنے سے دُور کرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔ اگر ایسا کیا گیا تو یہ ظلم شمار ہوگا، اُمّت کو سمجھانے کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ بے سہارہ لوگوں کی مجلس سے اِجتناب اور اُن سے تعلق وابستگی نہ رکھنا یہ تو نادانوں کا شیوہ ہے۔ اہلِ ایمان تو اہلِ ایمان کی توقیر کے ساتھ محبت کرتے ہیں ان میں اہلِ ثروت اور مسکین کا کوئی امتزاج نہیں برتا جاتا۔ ﴿ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا ﴾ اور جس طرح آپ ﷺ سے پہلے آزمایا ہے

پہلے فقیروں کو مال داروں کے ساتھ۔

﴿ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ﴾ بعض کو بعض کے ذریعہ۔ فَتَنَّا ہم نے آزمائش میں ڈالا، سزا دی، فعل ماضی معروف جمع متکلم قواعد کے مطابق۔

﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴾ کیا اللہ تعالیٰ نہیں بڑا جاننے والا یعنی وہ خوب جانتا ہے شکر کرنے والوں کو جو نعمتِ اسلام پر شکر کرتے ہیں ربِّ جلیل ظاہری شان وشوکت اور اہلِ ثروت کے کروفر کو نہیں دیکھتا، وہ تو حال، دل کی کیفیت کو دیکھتا ہے اس لحاظ سے وہ واقف ہے کہ اس کے شکر گذار بندے کون ہیں اور حق جاننے اور سمجھنے والے کون ہیں جن کے اندر جذبۂ شوق وشکر گذاری کا وصف دیکھا اُنہیں دولتِ ایمان ویقین کی سعادت سے نواز دیا۔ حدیث مبارکہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے ''اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں اور تمہارے رنگ نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دل اور عمل دیکھتا ہے''۔ (بحوالہ صحیح مسلم شریف، کتاب البر، باب تحریم ظلم المسلم)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک امیر اور غریب سب مساوی ہیں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ تقویٰ جس میں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرّب ہے، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے میں اپنے شکر بجالانے والے بندوں کو خُوب پہچانتا ہوں اور مجھے اچھی طرح علم ہے کہ نعمتِ ایمان سے کس کو مالا مال کرنا ہے۔

﴿ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًاۢ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ ﴾ بلاشبہ تم میں سے جو کوئی کرے بُرا کام رفعل بد یعنی نادانی کے ساتھ بُرائی کر بیٹھے اور ناواقف ہو اپنے انجام سے اور اس کے سبب سے جو عذاب ہوگا اس سے بے خبر ہو، پھر توبہ کرے، اس کام رفعل سے اور یہ قصد کرلے کہ اب یہ گناہ نہیں کروں گا۔ ﴿ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے توبہ کرنے والوں کو اور مہربان ہے۔ امام قشیریؒ رقم طراز ہیں ''اگر فرشتہ تجھ پر گناہ لکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے اپنی رحمت لکھتا ہے، تمہارے اوپر دو فرشتے ہیں ایک ازلی اور وقتی۔ یہ امر حقیقت مُسلّم اور مقرّر ہے کہ وقتی فرشتہ کو باطل نہیں کرسکتا۔ (بحوالہ امام قشیریؒ)

﴿ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ ﴾ اور اسی طرح تفصیل کرتے ہیں ہم قرآن کی آیات کی تاکہ مطیعوں اور عاصیوں کی کیفیت میں حق عیاں ہوجائے۔ ﴿ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ راہ گنہگاروں کی یعنی حق اور باطل میں تمیز ہوجائے۔

﴿ نُفَصِّلُ ﴾ تفصیل مصدر سے کھول کر بیان کرتے ہیں مضارع جمع متکلم قواعد کے مطابق۔

تشریح وتوضیحات آیت ۵۱ تا ۵۵

آیت نمبر ۵۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ اس قرآن کی تعلیمات کے ذریعہ اُنہیں تنبیہ کی جائے جن لوگوں کو فکرِ آخرت کا خوف دامن گیر ہو اور جن کا یہ کہنا ہے کہ اس روز سب کو اللہ تعالیٰ کے حضور اکٹھا ہونا ہے وہ اس حالتِ کیفیت میں اُٹھائے جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہوگا، ہر کوئی اپنے اپنے لئے فکر مند ہوگا، ہر ایک کا معاملہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگا، البتہ یہ ضرور ہے کہ ایسے لوگ قرآنِ حمید کی ہدایات اور فیوض وبرکات سے فیض یاب ہوسکتے

Marfat.com

ہیں اس لئے اگر کسی کو آخرت میں سُرخرو ہونا ہے اور کامرانی حاصل کرنی ہے ابھی ابھی ''اصلائے عام ہے یارانِ نکتہ دان کے لئے'' کے مصداق آج ہی ابھی ابھی اولین فُرصت میں ''بیٹھے رہیں تصوّرِ جاناں کئے ہوئے'' کی رسمِ اُلفت کو چھوڑ کر میدانِ عمل میں فکر و شعور کی آگاہی سے سرشار ہوکر آخرت کے سامان کچھ کر گذریں، قرآن کے احکامات پر عمل پیرا ہوکر تقوٰی کی راہ کو اپنا شعارِ زندگی سمجھ لیں، اے کاش! شاید یہ لوگ عذابِ الٰہی سے ڈر جائیں اور کُفر و معصیت سے باز آجائیں۔

آیت نمبر ۵۲ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ اِن لوگوں کو اپنی مجلس سے نہ نکالئے جو شام و سحر اپنے رَبّ کی عبادت میں خُلوصِ دل سے لگے رہتے ہیں جن کا منشاء و مدعا اللہ تعالٰی کی رضا کا قصد ہوتا ہے ان کو اپنی محفل سے دور رکھنا مناسب اور مستحسن عمل نہیں، ایسی صورت میں آپ ﷺ اُن کے حساب / معاملات کے ذِمّہ دار نہیں چند سردارِ کُفارِ قریش جن میں عُقبہ، شیبہ، ابنِ ربیعہ، حارث بن نوفل اور مطعم بن عدی نے حضور ﷺ کے چچا ابو طالب سے کہا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بات سننے اور تسلیم کرنے میں ہمارے لئے ایک مسئلہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی مجلس میں ہر وقت وہ لوگ شریکِ محفل ہوتے ہیں جو ہمارے غُلام تھے اور ہم نے ان کو آزاد کرایا، ان حقیر لوگوں کے ہوتے ہوئے ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں شریک ہونے سے قاصر ہیں اگر وہ اس وقت موجود ہوں گے یا آپ ان کو اپنی محفل سے دُور رکھیے تو ہم قرآن کے باب میں آپ ﷺ کی سُنیں گے اور غور کریں گے۔ (بحوالہ ابنِ کثیر و امام ابنِ جریرؒ)

جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ، مقداد رضی اللہ عنہ، عمار رضی اللہ عنہ، صہیب رضی اللہ عنہ، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ وغیرہ ان لوگوں کی عزت اور شرافت کا پروانہ آسمان سے اُترا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں مسلمانوں کو اپنی صُحبت / مجلس سے نہیں نکال سکتا وہ بولے پھر ان کے پاس بیٹھنا تو ہمارے لئے باعثِ عار ہے۔ نقل ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ﷺ رسول اللہ ایسا تو کر سکتے ہیں ہم دیکھیں تو روساء عرب کے اس معاملہ کا کیا انجام ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے درخواست قبول فرمائی، لوگوں نے اس وعدہ پر دستاویز چاہی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس گفتگو کو قلم بند کردو تو یہ آیات نازل ہوئیں اور نہ نکال اُن لوگوں کو جو پُکارتے ہیں اپنے رَبّ کو اور وہ اُس کا ذکر کرتے ہیں سحر و شام کو ورنہ آپ ﷺ ظلم کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

آیت نمبر ۵۳ میں بتایا جارہا ہے کہ اگر آپ کسی کو نادار و مُفلس اور کسی کو صاحبِ ثروت دیکھ رہے ہیں تو یہ احساسِ عمل فقط آزمائش کی گھڑی کا ایک طریقہ ہے باطل سے دبنے والے اے آسمان نہیں ہم، کے مصداق، اللہ تعالٰی کے ہاں مقبول ہونے کی علامت دولت مند ہونا نہیں ہے تماشائے اہلِ کرم دیکھنے والے جانتے ہیں کہ اللہ تعالٰی غریب، مسکین محتاج اور ناداروں کو سب کچھ عطا کرتا ہے کہ اہلِ ثروت ان کو دیکھ کر رشک کرتے ہیں اور ان غریبوں کا ازراہِ تمسخر اُن کا مذاق اُڑاتے ہیں، حقیقت احوال تو یہ ہے کہ دولت مند کو غرباء کی حالتِ زار سے آزمایا جاتا ہے تاریخ کے صفحات آئینہ ماضی کی تصویر کشی کر رہے ہیں۔ آغازِ دعوت دین میں حضرت محمد مصطفٰی ﷺ پر ایمان لانے والوں میں تعداد غرباء اور فقراء کی زیادہ تھی، اہلِ شان و شوکت اور اہلِ ثروت کُفار کے دل میں خیال اُبھرا کہ اسلام کی دعوت، نعمتِ عظمٰی ہے تو اس لئے اس نعمت کو پانے کے لئے نظرِ انتخاب صرف ان مُفلس، بدحالی، معاشی بدحالی کے شکار لوگوں پر کیوں پڑی، ہم تو جاہ و جلال، عظمت و شوکت اور

Marfat.com

رنگ ونسل کے اعتبار سے معتبر ہیں، گویا نعمتِ اسلام پانا کوئی باعثِ عزّت اور شرف نہیں، ورنہ ان غریبوں کو نہیں ملتی، نسب اور مال پر فخر وانبساط کرنے والے ان لوگوں کو باری تعالیٰ نے فتنے میں مُبتلا کر دیا، یہ ایک حقیقت ہے کہ ربِّ جلیل کا فضل وکرم اُن بندوں پر ہوتا ہے جن کے بابت اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات ہوتی ہے کہ وہ نعمت پا کر اللہ تعالیٰ کا شکر کریں گے گویا ایمان کی دولت سے خوش نصیب بہرہ مند ہوتے ہیں، جب دولتِ ایمان کی تقسیم عمل میں آتی ہے تو ربّ خوب جانتا ہے اس کا حق دار کون ہے! اس لئے حضور اکرم ﷺ کو تلقین کی جارہی ہے کہ دعوتِ دین ان لوگوں سے شروع کی جائے جن پر باری تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ اسی طرح آیت نمبر ۱۱ سورۃ الاحقاف پارہ ۲۶ حٰمٓ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ؕ

''کافروں نے اہلِ ایمان کے لئے کہا کہ اگر یہ دین کچھ بہتر ہوتا تو یہ لوگ ہم سے قبل دوڑ کر اسے قبول نہ کرتے۔''

اس گفتگو کا ماحصّل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو گیتی کائنات میں کسی کو امارت اور کسی کو غُربت دی ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ اسی کا سزاوار تھا، دولت دینا اور دُنیا میں مُفلسی اور پیمانہ غُربت اور کاسۂ گدائی تو لوگوں کے لئے امتحان ہے جہاں تک آسمانی رحمت اور نعمتِ یزدانی کا تعلق ہے وہ تو بہر نوع شکر گذار رہنے والوں کا ہی حصّہ ہے۔

آیت نمبر ۵۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ اے محبوب (ﷺ)! آپ مؤمنین کو نوید مسرّت دیجئے کہ جب بھی وہ آپ ﷺ کے حضور حاضر ہوں تو اُنہیں سلام کر کے یا اُن کے سلام کا جواب دے کر اُن کی توقیر، عزّت افزائی کیجئے، ایک خوش خبری تو یہ ہے کہ ملحد اور کافر طرح طرح اُفتاد میں مُبتلا ہوں گے، دُنیا میں اور آخرت میں بھی، مگر اہلِ ایمان پر اللہ تعالیٰ نے رحم وکرم لازم کر لیا ہے، یہ انعامات اور اکرامات سے مسلسل نوازتے رہنے کا طریق ہی تو ہے کہ بشر سے اگر خطاء ہوجائے اور کوئی جہالت سے نادانی سے کسی بُرائی کا ارتکاب کر بیٹھے یا معصیّت رگناہ میں مُبتلا ہو جائے تو اس کے لئے درِ توبہ کُھلا ہوا ہے، اصلاحِ نفس کا مداوا توبہ ہے، توبہ تو یہ ہے جو ہو چکا، سرزد ہو گیا، اس پر احساسِ ندامت اور آئندہ کے لئے توفیقِ اصلاح، اللہ تعالیٰ تو بخشنے والا اور مہربان ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ فِىْ اُمَّتِىْ مَنْ اَمَرَنِىْ اَنْ اَبْدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ.

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا کر دیئے جسے پہلے ''سلام'' کرنے کا مجھے حکم صادر ہوا ہے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

اہلِ ایمان کے لئے یہ ثمرہ خوش بختی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ''رحمتِ خاص'' سے انعامات اور اکرامات کا دامن وسیع کر دیا ہے اگر ان میں بھولے سے خطاء ہو جائے اور توبہ کی جائے اور اپنے ماحولِ نفس اور جذباتِ نفس پر قابو پا کر راہِ ہدایت کی طرف مائل ہو جائے تو ربِّ جلیل اُن کی تقصیر معاف کر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی تخلیق کی اور ہر ایک کی تقدیر کا فیصلہ کیا تو ایک کتاب میں جو عرش پر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یہ تحریر کیا کہ ''اِنَّ رَحْمَتِىْ غَلَبَتْ غَضَبِىْ'' میری

Marfat.com

رحمت میرے غصہ رغضب پر غالب ہے۔(بحوالہ صحیح بخاری، مسلم شریف اور مسندِ احمد)

حضرت سلیمان ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم نے تورات میں لکھا دیکھا کہ جب باری تعالیٰ نے آسمان، زمین اور اس کی ساری مخلوق کی تخلیق کی تو صفات میں رحمت کے ۱۰۰ حصّے کر کے اس میں سے ایک حصّہ تمام مخلوقات میں بانٹ دیا، انسان، جانور اور دیگر مخلوقات میں جہاں بھی کوئی اثرِ رحمت پایا جاتا ہے تو وہ اسی تقسیم شدہ حصّہ کا اثر ہے والدین، اولادیں، بہن بھائی، زن وخاوند، عام رشتہ دار، ہمسائے، اور دوسرے دوستوں میں جو باہمی ایثار و ہمدردی، اُخوّت واُلفت، اور رحمت کے تعلقات استوار کئے جاتے ہیں وہ سب اسی ایک حصّہ رحمت کا نتیجہ ہیں باقی رہے (۹۹) حصّے رحمت وکرم تو اللہ تعالیٰ نے جو اپنے لئے رکھے ہیں، ہر انسان پر رحمتِ باری تعالیٰ کی نعمتیں ہر وقت، ہر لحہ عطا ہو رہی ہیں یہ سب اسی رحمتِ کاملہ کی نعمت ہے جو ربِّ جلیل نے اپنے ذِمّے لکھ لی ہے۔(بحوالہ معارف القرآن جلد سوئم مفتی محمد شفیعؒ)

آیت ۵۵ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان اور کُفّار کے حال وقال کی تفصیل آیات میں وضاحت کے ساتھ بیان کردی ہیں تا کہ مؤمنین کا طریقۂ کار بھی عیاں ہو جائے اور مجرمین کا طریقۂ کار بھی ظاہر ہو جائے حق وباطل کے ظاہر ہونے سے طالبِ حق کو معرفتِ حق سے روشناس ہونے میں آسانی ہو جائے آیات کو وضاحت کے ساتھ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ مُجرموں کی راہوں کو جدا کرنا ہے اُن پر اہلِ ایمان کی رَوِش کا بھی اظہار ہو جائے اور مُجرموں کا رویہ بھی بے نقاب ہو جائے قرآن کا منہاج اور اندازِ بیان صرف یہ نہیں کہ وہ صرف اہلِ ایمان اور صالحوں کی راہوں کی نشاندہی کرے قرآن حکیم گواہوں اور مُجرم کے طور طریقوں کو بھی بتاتا ہے مجرموں کی روشِ سمت کی وضاحت بذریعہ تنقید باطل ازحد ضروری ہے اور لازم یوں ہے کہ اہلِ حق کے راستوں کی درست سمت میں وضاحت ہو جائے یہی دعوتِ اسلامی کا پیام ہے جن پر ہمیں چلنا ہے حق وباطل کی راہ کا طریقۂ عمل یہاں سے الگ ہوتا ہے جس وقت جزیرۃ العرب میں اوّل اوّل اسلام اور مُشرک کا تقابل ہوا مؤمن اور مُجرموں کے مابین یہ امتیاز امر واضح تھا، دونوں کے راستے جُدا جُدا تھے، رسول اکرم ﷺ کی دعوتِ حق کا راستہ اہلِ ایمان کا راستہ تھا اور مُجرمین کی راہِ عمل اس کے برعکس تھی حق وباطل کا تضاد تھا، وہ دعوتِ اسلام، تحریک اسلام میں اہلِ ایمان کے ساتھ نہ تھے اور مُجرمین نورِ ایمان کی سعادت سے قطعی محروم تھے، اس وضاحت کے لئے نزول قرآن ہو رہا تھا اللہ ﷻ کی آیات سے تفصیلات کا علم ہو رہا تھا، اسلام نے باطل عقائد اور نظریات کے مقابلے میں اہل ایمان کو ایک واضح موقف اور ''صراطِ مستقیم'' کی راہ دکھائی دعوتِ الی اللہ کی خاطر کام کرنے والوں کے لئے یہ لازمی اُمر ہے سب سے پہلے اس معرکہ باطل کو سر کرنے کے لئے اپنی راہ سے باطل قوتوں کا بھر پور مقابلہ کر کے اپنی پوری قوت اور صلاحیّت کے ساتھ، اللہ ﷻ کی راہ میں عزمِ پیکر لے اُٹھ کھڑے ہوں کوئی بے راہ رَوی اُن کے راستے میں حائل نہ ہو، باری تعالیٰ نے اپنی آیتوں کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ہدایت اس بات کی متقاضی ہے کہ مُجرموں اور صالح لوگوں کا راستہ بالکل الگ ہو جائے اور کسی کو اس میں شک کی کوئی گُنجائش تک نہ رہے۔

Marfat.com

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾

اے حبیب! کہہ دیجئے! کہ مجھے منع کیا گیا ہے اُن کی پرستش کرنے کی، جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، آپ کہہ دیجئے میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کرتا، یوں ہوا تو میں راہ سے گمراہ ہو جاؤں گا، اور نہ رہا میں راہ ہدایت/راہِ راست پانے والوں سے۔ (٥٦)

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ﴿۵۷﴾

اے محبوب! آپ کہہ دیجئے! بلاشبہ میں اپنے ربّ کی طرف سے ایک روشن دلیل پر قائم ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا، اب میرے دائرہ اختیار میں وہ چیز ہے ہی نہیں جس کے بارے میں تم عجلت کر رہے ہو اس کو لے آنا میرے بس کی بات نہیں، حکم کسی کا نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے، اللہ تعالیٰ ہی سب بات بتاتا ہے اور وہ سب بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ (٥٧)

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۸﴾

آپ کہہ دیجئے! اگر میرے پاس وہ شے ہوتی، جس کی جلدی کا تقاضا کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کب کا ہو گیا ہوتا، اللہ تعالیٰ ظالموں/ستم گروں کو خوب جانتا ہے۔ (٥٨)

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾

اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں/کلید/خزانے ہیں جن کو سوائے اُس کے اور کوئی نہیں جانتا، خشکی اور سمندر سب چیزوں کا علم اسی کو ہے اور کوئی پتا بھی گرتا ہے تو اُس کے علم میں ہوتا ہے۔ زمین کی تاریک تہہ میں کوئی ایسا دانہ نہیں جس سے وہ باخبر نہ ہو، خشکی اور تری (بحر و بر) سب کچھ ایک کھلی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ (٥٩)

وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤی اَجَلٌ مُّسَمًّی ۚ ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾

وہی اللہ ہے جو رات کو (ایک گونہ) تمہاری جان/روح کو اپنے قبضے میں رکھتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اُس سے بخوبی واقف ہے۔ پھر تم کو نیند سے جگاتا ہے تاکہ اس طرح تعین کردہ مدت پوری ہو جائے تم سب کو اس ہی طرف پلٹنا/رجوع ہونا ہے، پھر وہ بتائے گا تمہیں جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ (٦٠)

الفاظ و معانی آیت ٥٦ تا ٦٠

﴿ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ ﴾ اے محمد (ﷺ)! کہہ دیجئے کہ منع کیا گیا ہے مجھے اس بات سے کہ میں عبادت کروں اُن کی ''تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ'' جن کی تم عبادت کرتے ہو سوائے اللہ کے، یعنی بتوں کی کہ تمہاری آرزوئے تمنا یہ کہے کہ میں پرستش کروں، ناداں کافر تو اس کوشش میں لگے رہا کرتے کہ پرچمِ توحید جو بلند کیا ہے رسولِ مقبول ﷺ نے وہ ان باطل ناخداؤں کی عبادت کرنے لگیں جن کے سامنے یہ اپنا سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ ﴿ تَدْعُوْنَ ﴾ کو شاہ ولی اللہؒ نے بیان کیا ''خدا کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو'' ''تَدْعُوْنَ'' کا معنی سے مراد تعبدون کا لیا ہے۔ (بحوالہ قرطبی، روح المعانی)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی پوجا کرنا یہ عقلِ سلیم اور دانش فہم اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی غیر اللہ کی پرستش کی جائے۔

﴿ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ﴾ میں نہیں پیروی کرتا، خواہشوں کی۔﴿ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا ﴾ بے شک اب تو میں بہک جاؤں گا۔ تمہارا طریقہ عمل پیروی/اتباعِ نفس اور خواہش پر مبنی ہے اس لئے وہ اختیار کرنے کے لائق نہیں اس کا مفہوم تو یہ ہوا کہ غیر اللہ کی پوجا اور پرستش سب سے بڑی گمراہی کی علامت ہے نورِ مشہود اور وحی باری تعالیٰ کا نزول مجھ پر اس لئے ہوتا ہے اور اس کفرِ باطل سے مجھ کو اس لئے روکا جاتا ہے کہ میں توحید کامل کی تکمیلِ عمل سے ذرا بھی غافل نہ رہوں خواہ کتنی ہی تدبیریں راہ میں رکاوٹ کا مُوجب ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہادی بنا کر ہدایت کے لئے بھیجا ہے یہ محض تمہارا نفس ہے جو تمہیں فریب دے رہا ہے میں تمہاری حمایت کروں تو میں غلطی کرنے والوں میں شمار ہو جاؤں گا۔

﴿ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴾ اور نہ رہا میں ہدایت پانے والوں سے۔ نضر بن حارث اور روسائے قریش نے کہا اے محمد ﷺ! ہمیں عذابِ الٰہی سے کہاں تک ڈراؤ گے جو عذاب کر سکتے ہو ہم پر کر دو یہ ہمیں نہ ڈراؤ، اس پر یہ آیت اُتری۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

﴿ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ﴾ نہیں ہے میرے پاس وہ چیز جس کی جلدی کر رہے ہو یعنی عذاب۔ کفار کا کہنا اگر یہ سچ ہے جس کی ہم تکذیب کر رہے ہیں تو آپ (ﷺ) ہم پر آسمان سے پتھر کی بارش کرا دیجئے یا ہم پر کوئی سخت عذاب نازل کیجئے! حضور ﷺ اُنہیں تنبیہ کرتے اگر تم نے شرک ترک نہ کیا تو باری تعالیٰ کا عذاب آئے گا اور تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے، کافر از راہِ تمسخر کہتے ہم آپ ﷺ کے دین کو نہیں قبول کرتے، ہم پر عذاب اُتارنے میں جلدی کیجئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت کی بات ہے جب اللہ تعالیٰ چاہے گا، عذاب آجائے گا۔﴿ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴾ تم جلدی کرتے ہو، عجلت پسندی کرتے ہو۔ اِسْتِعْجَالٌ سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق ﴿ يَقُصُّ الْحَقَّ ﴾ سچی بات بیان کرتا ہے۔ قَصٌّ۔ يَقُصُّ فعل مضارع واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔﴿ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴾ وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے یعنی حق کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ (بحوالہ فتح القدیر)

﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ﴾ اور اسی کے پاس خزانے ہیں غیب کے، اسی کے پاس ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ملک ہے، غیب کی باتوں کا علم بھی باری تعالیٰ کے دائرے اختیار میں ہے۔ مِفْتَحٌ کا معنی خزانہ ہے۔ مِفْتَحٌ کا معنی کنجی/کلید ہے، لفظ غیب پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے وہ چیزیں/رشتے جو ابھی تک وجود میں نہیں آئیں یا اکثر وجود پا چکی ہیں مگر باری تعالیٰ نے اس کی کسی کو خبر نہیں دی۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی تقدیر ان اُصولوں پر کامل طور پر مُحیط ہے اس کائنات رنگ و بو کی ہر حرکت باری تعالیٰ کے دائرۂ قدرت میں ہے، اللہ تعالیٰ کا نظام قضا و قدر ان قوانین اور ضابطہ کا نفاذ کرتا ہے نظام و قضا قدر عالم غیب کا حصہ ہے اور اس کے بارے میں علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے لوگوں نے جو سائنسی اُصول بنا رکھے ہیں وہ احتمالی ہوتے ہیں۔ (بحوالہ تفسیر فی ظلال القرآن سید قطب شہید جلد دوئم)

Marfat.com

۱)......عالم غیب انسان کے ماضی کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے اور اس کائنات گیتی پر بھی محیط ہے، انسان اور اس کے ماحول میں پھیلی ہوئی کائنات رنگ و بُو اور اس کی موجودہ حالت پر بھی عالم غیب غالب ہے اور یہ بھی کہ اُن کے مستقبل پر عالم غیب چُھپا ہوا ہے یا محیط ہے یہ سب اُمور حکمت باری تعالیٰ کے مطابق رَدِّ عمل ہیں جن میں سے قلیل مقدار کا علم ابھی تک انسان کو ہو چکا ہے انسان جس سے استفادہ کر رہا ہے چنانچہ علم کے جاننے کے بارے میں سورہ علق آیت ۵ پارہ عَمَّ میں ارشادِ ربانی ہے۔ ''عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ '' انسان کو ایسا علم سکھایا جو انسان جانتا نہ تھا۔ اس اظہارِ بیان سے پتہ چلا کہ علم کامل اور محیط سے صرف باری تعالیٰ کی ذات متصف ہے اور وہ بے پایاں قدرت اور علم بیکراں کا مالک ہے لیکن اس کا یہ مفہوم لینا بھی مناسب اور صحیح نہیں کہ وہ کسی کو علم غیب سکھاتا بھی نہیں وہ جو کچھ چاہتا ہے، جس کو چاہتا ہے، جتنا چاہتا ہے اتنا علم دے دیتا ہے جو کچھ باری تعالیٰ خاتم النبیین ﷺ کو عطائے خاص سے عطا کیا ہے اس کا احاطہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔

۲)......قرآن نے تو علم غیب کو باری تعالیٰ کی صفت بتایا ہے اور مشاہدہ یہ ہے کہ دوسروں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد سوئم مفتی محمد شفیعؒ)

علامہ قرطبیؒ رقمطراز ہیں کہ غیب کا علم حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے پاس ہے اور علم غیب تک پہنچنے تک کے وسائل اور ذرائع بھی اللہ تعالیٰ کی دائرہ قدرت میں ہیں، کوئی ان کا مالک و مختار نہیں، بس ربّ جس کو غیب کا علم عطا کرنا چاہتا ہے وہ دے دیتا ہے اور جس کو نہیں دینا چاہتا اسے محروم کر دیتا ہے، اُمور غیبی کی آگاہی اور تصرّف صرف رسولوں کے ذریعہ ہی پائی جا سکتی ہے جن پر علوم غیب کا فیضان کیا جاتا ہے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

﴿ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ﴾ اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ہر اُس چیز کو جو خشکی میں ہے اور جو دریا میں ہے، جس طرح ہم اصطلاح ربانی میں شام کسر کا لفظ استعمال کر کے پورا زمانہ مُراد لیتے ہیں اور مشرق و مغرب کے الفاظ استعمال کر کے کل زمین رکرۂ ارض مُراد لی جاتی ہے اسی لحاظ سے بحر و بر کہہ کر تمام عالم کائنات کے موجودات مُراد لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بیابان میں ہے، نباتات، حیوانات اور جو کچھ دریا میں ہے، جواہر، موتی اور پانی کے جانور، یا جو کچھ عالم شہادت کے بیابان اور عالم غیب کے دریا میں ہے۔ ﴿ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا ﴾ نہیں گرتا ہے کوئی پتا درخت سے، مگر جانتا ہے اللہ تعالیٰ، کتنے پتے ربرگ گل درخت سے جھڑتے ہیں اور کتنے پتے اس میں باقی ہیں اور وہ گرا ہوا پتا شجر سے زمین تک جزئیات کے طور پر کتنی بار اُلٹا پلٹا ہوا اس کا علم باری تعالیٰ کو ہے۔ ﴿ تَسْقُطُ ﴾ وہ گرتی ہے رجھڑتی ہے سُقُوْطٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق ﴿ وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ ﴾ ہر وہ دانہ جو زمین کی گہرائی اور گیرائی اور تاریکی میں کہیں پڑا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے پہلے برگ تجر کا ذکر ہوا جو نظروں کے سامنے گرتا ہے اس کے بعد دانہ کا تذکرہ آیا جو کاشت کے لئے زمین میں بویا جاتا ہے۔ یا ڈالا جاتا ہے اور زمین کی پرت میں اندھیری میں چھپ جاتا ہے۔ ﴿ وَلَا يَابِسٍ ﴾ اور نہ کوئی تر رگیلا ہے ﴿ وَلَا رَطْبٍ ﴾ اور نہ خشک۔ ﴿ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ مگر وہ لکھی ہوئی ہے روشن کتاب میں۔ '' كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ '' سے مُراد بعض مُفسرین کے مطابق اس سے مُراد علم باری تعالیٰ ہے اور بعض مُفسرین نے اس سے مُراد لوحِ محفوظ بیان کیا جس میں علم حق سبحانہٗ تعالیٰ متشکل صورت میں موجود ہے جس سے ملائکہ کو آگاہی ہوتی

ہے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

بعض مُفسرین نے کہا نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز سے سب جسمانی چیزیں مُراد ہیں اس واسطے کہ جسم رطوبت یا یبوست سے خالی نہیں، بعض کا خیال ہے کہ رَطْبٌ رتر اشارہ ہے عالم رُوحانیت کی طرف اور یَابِسٌ رخشک شے عالم جسمانیات سے عبارت ہے اور لوحِ محفوظ میں سب کچھ تحریر ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل مولانا فخر الدینؒ۔ ۱۸۸۷ء)

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ﴾ اور وہ ایسا اللہ ہے کہ سُلا دیتا ہے۔ ﴿ يَتَوَفّٰىكُمْ ﴾ تمہیں متوفی کر دیتا ہے۔ ﴿ بِالَّيْلِ ﴾ رات کو، تَوفّی مصدر، تمہاری رُوح کو قبض کر دیتا ہے، لے لیتا ہے۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ توفی کے معنی ہیں کسی چیز کو لے لینا۔[1] یہاں حق تعالیٰ نے توفّی کو موت سے استعارہ کیا، خواب کے واسطے اس واسطے کہ حُسن اور تمیز جاتی رہے اور کام سے بدن کے باز رہنے میں موت اور خواب باہم شریک ہیں اور ''اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ'' اسی طرح اشارہ ہے یہاں متوفی کا مفہوم نیند کے لئے مستعمل ہے کیونکہ نیند کی حالت میں انسان کا عقل و شعور مفقود ہو جاتا ہے۔

﴿ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ﴾ اور جانتا ہے وہ جو کمایا تم نے دن میں۔ ﴿ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ ﴾ پھر بیدار کرتا ہے تمہیں رنیند سے۔ فِيْهِ دن کے درمیان۔ ﴿ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ﴾ تاکہ تمہاری عمر مقررہ پوری کر دے، اَجَلٌ موت، مدّت، مہلت یہاں پر باری تعالیٰ نے نیند اور اس کے بعد جاگنے کی مثال دے کر بتا دیا کہ ہر صبح و شام، ہر فرد و بشر، شخصی طور پر مرنے اور جینے کے ایک مشاہدے سے گذرتا ہے، اسی طرح سارے عالم کی اجتماعی موت اور اجتماعی حیات کو اچھی طرح جان لو!۔ ﴿ ثُمَّ اِلَيْهِ ﴾ پھر اس کی طرف ہے بازگشت تمہاری موت کے بعد۔ ﴿ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ ﴾ پھر خبر کر دے گا تمہیں قیامت کے دن کی۔ ﴿ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ پھر جو تم عمل کیا کرتے تھے۔ مفہوم اس کا یہ ہے کہ اعمال کا محاسبہ ہوگا، پھر جزا اور سزا ہوگی، گویا یومِ قیامت، زندہ ہو کر سب کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔

تشریح و توضیحات آیت ۵۶ تا ۶۰

آیت نمبر ۵۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ اے محبوب (ﷺ)! اُن سے کہہ دیجئے واضح انداز میں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں تم پُکارتے ہو، مجھے غیر اللہ کی اطاعت سے منع کیا گیا ہے، میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کر سکتا، مشرکوں کا تو یہ شیوہ ہے جس سے دل چاہا اسے طلب کرنے لگتے ہیں، اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھر کے صنم کو خدا کہہ دیتے ہیں، تو کہیں درختوں کی پوجا کرتے ہیں، بلکہ اس کے ساتھ جن، فرشتوں اور انسانوں کی بھی پرستش کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ بتا دیجئے اظہارِ حقیقت کے ساتھ کہ میری فطرت، میری عقل، میرا ضمیر، میرا وجود، میرا نُور شہود، اور وحی باری تعالیٰ جو مجھ پر نازل ہوتی ہے یہ سب کچھ عمل پیہم مجھے اس بات سے روکتے ہیں کہ میں توحید کامل کے اُصولِ حق سے ذرا بھی قدم ہٹاؤں، تم بھی پختہ تدبیر باطل کی راہ کی تلاش میں سرگرداں رہو میں تمہاری خواہش دل کی پیروی اختیار نہیں کر سکتا، اگر ہادی برحق ﷺ جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا جیسا کہ آیت ۲۹ سورۃ الفتح پارہ حمٓ (۲۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

---

[1]...... استیفاء الشئ (بحوالہ قرطبی)

Marfat.com

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۚ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ

''محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اُن کے ساتھ والے یعنی اُن کے اصحاب ؓ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل ہیں۔''

سچے مؤمن اور ایک اللہ کے ماننے والے، اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارا تو بہک گئے اور ہدایت پانے والوں کی جماعت سے خارج ہوگئے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی بندگی اختیار کرتے ہیں وہ اشخاص اپنی خواہشات نفس کے تابع ہوتے ہیں اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا ہمسر بناتے ہیں وہ گمراہی میں مُبتلائے بلا ہیں۔ چنانچہ آیت نمبر ۴ سورۃ اخلاص پارہ (۳۰) عَمَّ میں ارشادِ ربی ہے: وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ''اور نہ کوئی اللہ تعالیٰ کا ہمسر ہے۔''

مُشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ سے کہا کرتے تھے کہ آپ اُن کے دین کو تسلیم کرلیں وہ آپ کی دعوتِ حق اور دین کو مان لیں گے، ان کا یہ مشرکانہ طرزِ عمل تھا کہ شاید اس نوعیت کی مصالحت کا امکان ہے، اللہ تعالیٰ کو وہ بندگی قطعی قبول ہی نہیں ہے جس میں شرک کا کوئی شائبہ تک ہو۔

آیت ۵۷ میں بتایا جارہا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے پاس تو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے واضح روشن دلیل ہے گویا وہ شریعت ہے جو وحی کے ذریعہ قلبِ اطہر پر نازل ہوئی ہے جس میں توحید کی دعوت کی ترجمانی ہے اور جس کی تم تکذیب کرتے ہو، تو ذرا جھٹلانے کے سبب اپنے انجام کا سوچ لو! اس کے انکار کا نتیجہ عذاب ہے یہ روشن دلیل قرآن الحکیم ہے جو ربّ کی طرف سے ایک برہان ایک حجت اور قطعی طور پر ایک ہے، اہلِ کُفر جس چیز کی عجلت کے طالب ہیں وہ تو عتاب باری تعالیٰ ہے میں تو اس کتاب کو تمہارے سامنے لے کر حاضر ہوا ہوں جس کو جھٹلانے کا تم نے عزم کر رکھا ہے اے نادان! حق کی وضاحت کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار کی بات ہے یہ میرے بس میں تو نہیں، اللہ تعالیٰ ہی امرِ حق بیان کرتا ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے شعور فکر عمل میں اس پیغام کی صداقت پر بیّن دلائل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں اس امرِ حقیقت کا بھرپور وجدانی احساس پایا جاتا ہے کہ آپ ﷺ جو دعوتِ فکر و عمل دے رہے ہیں یہ حق کا ایسا شعور ہے جو تمام نبیوں کے اندر کلی طور پر پایا جاتا ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے شعور راہنمائی کا برملا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ آیت ۲۸ سورۃ ہود پارہ (۱۲) وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِہٖ فَعُمِّیَتْ عَلَیْکُمْ ؕ اَنُلْزِمُکُمُوْھَا وَاَنْتُمْ لَھَا کٰرِھُوْنَ

''حضرت نوح علیہ السلام نے کہا اے برادرانِ قوم! ذرا سوچو تو سہی اگر میں اپنے اللہ کی طرف سے ایک کھلی شہادت دائم اور قائم تھا، پھر اُس نے اپنی رحمت خاص سے مجھے نوازدیا شرف بخش دیا، وہ تم کو نظر نہ آئی تو میرے پاس آخر اور کون ساذریعہ ہے کہ تم ماننا نہ چاہو، تمہارے ذمے تھوپ دوں، جب کہ تم اس سے بیزار بھی ہو۔''

تمام کائنات پر اللہ تعالیٰ کی حکمرانی ہے، معجزہ دکھانا عذاب میں مُبتلا کرنا، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیارِ کُل میں ہے۔

آیت نمبر ۵۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ عذاب کا آنا اور معجزہ کا ظہور پذیر ہونا کا اختیار تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، باری تعالیٰ

Marfat.com

جس پر چاہے، جب چاہے عذاب نازل کردے عذاب میں مُبتلا کرنا اور فیصلہ کرنا رسول کا کام نہیں، یہ بھی تو ممکن ہے کہ اگر عذاب میں مہلت ملی ہے تو توبہ کرنے کی توفیق عطا ہو جائے یہ عذاب کے آنے میں جلدی مچانے والے اس بات سے قطعی بے خبر ہیں، انسان کا علم اور تحمل دونوں ہی محدود ہیں یہ اللہ تعالیٰ نے اختیار اپنے ذمہ لے رکھا ہے کہ فیصلہ کب کرنا ہے! کیا کرنا ہے، کیسے کرنا ہے! حق تعالیٰ کا فیصلہ یا نزولِ عذاب کسی کی خواہش اور مرضی ضد کا تابع نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے امور ہیں وہ قدرت رکھنے کے باوجود ظالموں کے ظُلم پر فوری عذاب نہیں بھیجتا ہے اس کا قطعی یہ مطلب نہ لیا جائے کہ نافرمان کی سیاہ کاری اور ظلم وجبر کا اللہ تعالیٰ کو علم نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ خوب بہتر جانتا ہے کہ ظالموں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جانا چاہیئے وہ جانتے ہوئے مہلت دیتا ہے، یہاں پر اللہ تعالیٰ کی شانِ کبریائی کی وسیع تر حقیقت حق کی طرف لطیف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ غیب کے علم سے واقف ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم تمام مخفی اور پوشیدہ اُمور پر مُحیط ہے۔

آیت نمبر ۵۹ میں اظہار اس بات کا ہے کہ عالِم الغیب باری تعالیٰ کی ذات ہے، غیب کے سارے خزانے، دفینے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں مشرکوں کو کب عذاب دیا ہے کُفّار کو کب عذاب جہنم میں مُبتلا کیا جائے، اس کا علم صرف اور صرف اللہ باری تعالیٰ کو ہے، بحر و بر میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ اس سے واقف ہے گیتی کائنات کے راز واُمور جو ابھی تک کسی کے علم میں نہیں آسکتے لیکن فیصلہ کا ایک دن منقہ شہود میں اُجاگر ہونا حق تعالیٰ کے علم میں ہے، زمین اور کائنات رنگ و بو میں پوشیدہ مادی ذخیرے اور طاقت کے خزانے جو ابھی تک انسانی دسترس سے قطعی طور پر مخفی ہیں، اسی طرح اہلِ ایمان اور منکرینِ حق یا ظالموں کے باطنی معاملات اور اُن کے اعمال کی خیر اور سزا پانے کا مناسب وقت معین اور ساعت وقوع سب کچھ ربِّ جلیل کے ازلی علم میں ہے، سمندروں مین کیا کچھ ہے درخت کا ایک پتا اور پھول کی پتی بھی گرتی ہے تو اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اپنی حکمت کے مطابق فیصلے صادر کرتا ہے۔

''مفاتح الغیب'' حدیث مبارکہ کے مطابق پانچ ہیں:

۱)......قیامت کے وقوع پذیر ہونے کا علم۔

۲)......بارش کا آنا، گویا ابرِ رحمت بارش کا نزول۔

۳)......رحم مادر میں پرورش پانے والا بچہ۔

۴)......موت کب آئے گی، کہاں آئے گی۔

۵)......آئندہ رُونما ہونے والے واقعات۔

ان تمام باتوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف از تفسیر سورۃ الانعام ۶)

بھلا اس حقیقت سے کیا انسان انکار کا وجدان کائنات رنگ و بو کی تاریک تر وادی میں اور سمندر کی گہرائی اور گیرائی میں دوڑتا ہے یہ تمام تر مقامات اللہ تعالیٰ نے زاویۂ علم سے نمایاں اور عیاں ہیں پھر ہمارا شعور فطری طور پر موسم خزاں میں گرنے والے ''برگ گل'' کی طرف جاتا ہے پتوں کی ان تعداد سے حضرت انسان بے خبر ضرور ہے لیکن اس کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو

Marfat.com

سب کچھ علم ہورہا ہے، پتہ اس کے حکم سے گرتا ہے اور اس کے حکم سے موسم بہار میں کھلتا ہے۔قرآنِ مجید جو اسلامی تصوّرِ حیات کا آئینہ دار اور سرچشمہ ہے اس کائنات کے اندر بعض ناقابلِ تسخیر قوانین اور ضابطۂ اُصول ہیں اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت بخشی ہے کہ وہ اُمور کائنات میں ضروری علم کا ادراک رکھتا ہے رَبِّ جلیل نے انسان کو اس قدر صلاحیت بخشی ہے جتنی اس کو منصب خلافت کے تقاضے روبہ عمل لانے کی ضرورت ہے۔(بحوالہ فی ظلال القرآن سید قطب شہیدؒ)

آیت نمبر ٦٠ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جو شب کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے گویا رات کو تم پر نیند مسلّط کردی جاتی ہے، اس آیتِ مبارکہ میں باری تعالیٰ کے اسرار و رموز کی علامت کا بیان ہے انسان پر جب نیند طاری ہوجاتی ہے تو گویا وہ موت کی آغوش میں ہوتا ہے، جس طرح کیفیت موت میں انسان کے حواس بے کار رمعطل ہوجاتے ہیں اسی طرح کیفیّت نیند رحالت خواب میں حواس بے کار ہوجاتے ہیں۔اگرچہ ہم حالت خواب کے آثار کو جانتے ہیں لیکن اس کی حقیقت کا ادراک نہیں ہوتا، اسی کیفیت کو حالت غیبی کے نام سے بھی موسوم کیا جاسکتا ہے، جس نوعیت سے دوسرے غیبی حالات انسان کے آس پاس پھیلے ہوئے محسوس ہوتے ہیں لیکن اسی طرح صورت میں اس کی تمام تر قوتیں اور صلاحیتیں اس سے سلب کرلی جاتی ہیں یوں کہئے کو انسان فہم اور قوتِ ادراک سے بھی محروم ہوجاتا ہے جب انسان اس کیفیت نیند رخواب میں محو ہوتا ہے تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہی سے حالت بیداری میں آتا ہے مقامِ فکر ہے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے تو کس قدر بے بس، اور ناتواں ہے نیند کے بارے میں آیت نمبر ٩ سورۃ النباء پارہ عَمَّ (٣٠) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔''وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا'' (اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا سبب بنایا) اور جب تم رات سونے میں گذارتے ہو تو اس ٹھہراؤ کی حالت سے وہ تمہیں بیدار کرتا ہے تاکہ تم حقیقی موت تک اپنی متعین کردہ حیات پوری کرسکو۔گیتیِ کائنات میں یوں بھی ہوتا ہے کہ جب انسان پر نیند طاری ہوتی ہے اور غلبہ نیند کی حالت میں وہ اُٹھتا ہی نہیں ہے، جب اللہ تعالیٰ چاہے گا روزِ قیامت اُٹھایا جائے گا اور تمام عمر کے اعمال ایک ایک جزو کی شکل میں اس کے سامنے آموجود ہوں گے۔

دن میں کاروبار زندگی میں مصروف رہنے کے بعد رات کو نیند کا آنا اور صبح دم، بیدار ہونا یہ روز مرّہ زندگی کا ایک معمول ہے دنیا کی زندگی پھر آغوش موت کی نوید، پھر دوبارہ زندہ کیا جانا، آخر کار سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہونا ہے''موت کا ایک دن متعین'' کے مصداق ہر انسان کو اپنے مالکِ حقیقی کی طرف پلٹنا ہے پھر وہ تمہیں آشکار کرے گا کہ تم کیا کرتے رہے تو اس وقت ''نامہ اعمال'' پیش ہوگا جس کے اندر ہر عمل کا اندراج ہوگا، مقامِ افسوس تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرنے والے اور کفر کا ملحدانہ رویّہ اپنانے والے ان حقائق سے قطعی غافل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عذابِ الیم کو دعوت دے رہے ہیں۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿٦١﴾

اور وہی ہے غالب اور برتر ہے اپنے بندوں پر اور تم پر نگہبانی کرنے والے رنگہداشت کرنے والے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت ساعت رگھڑی آتی ہے تو اس کی رُوح ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے قبض کر لیتے ہیں اور کوتاہی رتساہل اور ذرّہ بھر بھی قصور نہیں کرتے۔(٦١)

ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۟ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٢﴾

پھر وہ سب اپنے باری تعالیٰ کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے جو ان سب کا مالک حقیقی ہے سنتے جاؤ رخبردار ہو جاؤ حکم رفیصلے کے اختیارات تو صرف اللہ کو ہیں اور وہ جلد سب سے حساب کرنے والا ہے۔(٦٢)

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾

اے حبیب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے! صحرا اور سمندر کی تاریکیوں اور خطرات سے تمہیں کون چھٹکارا دیتا ہے جس سے تم گڑگڑا کر، چپکے چپکے، دبی آواز میں کہتے ہو ردعائیں طلب کرتے ہو، کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس مُصیبت سے نجات دے دی تو ہم ضرور شکر ادا کرنے والوں میں ہو جائیں گے۔(٦٣)

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾

اُے محبوب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ ہی تم کو ہر مصیبت رب چینی رنج والم سے نجات دیتا ہے، پھر تم اسی کے ساتھ شرک کرتے ہو ر دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔(٦٤)

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے! اس پر بھی وہ قادر ہے رقدرت رکھتا ہے کہ تم پر کوئی عذاب رعتاب تمہارے اوپر سے نازل کر دے یا تمہارے پاؤں تلے رنیچے سے کوئی عذاب برپا کر دے یا تم کو گروہ در گروہ تقسیم کر دے اور ہر گروہ کی آرزو، غنا اور مدّعا دوسرے گروہ کے خلاف ہو اور اس مُخالفت کے سبب باہم مقاتلہ ہو اور چکھائے اللہ تعالیٰ تم سے بعض کو بعض کی طاقت کا مزہ، دیکھو! ہم طرح طرح سے اُن کے سامنے اپنی نشانیاں بیان کرتے ہیں شاید کہ یہ لوگ حقیقتِ توحید کو سمجھ لیں۔(٦٥)

الفاظ و معانی آیت ٦١ تا ٦٥

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ﴾ اور وہ غالب ہے، زبردست ہے قَھْــر سے اسم فاعل، واحد مذکر قواعد کے مطابق قاہر اصل میں اس غالب کو کہتے ہیں، جس کے مقابلے میں اس کا حریف بے چارہ ذلیل ہو۔(بحوالہ قاموس القرآن) ﴿فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ اوپر اپنے بندوں کے۔﴿وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً﴾ اور وہ تمہارے اوپر نگہبان فرشتے بھیجتا ہے۔﴿حَفَظَةً﴾ اس کا واحد حافظ

ہے وہ فرشتے جو تمہارے اعمال کے نگہبان ہیں یعنی وہ فرشتے جو تمہارے اعمال لکھتے ہیں، تا کہ قیامت کے دن سب کے سامنے پڑھیں تو حَفَظَه کو بھیجنے کی حکمت یہ ہے کہ بندہ یوم قیامت کی فضیحت [1] رسوائی کا اندیشہ کر کے گناہ کرنے پر جرأت اور دلیری نہ کرے، [2] اور کرام کاتبین [3] بندوں کے عمل سے واقف ہوں گے۔ انسان کو قطعی اس گمان میں نہ رہنا چاہئے کہ حق تعالیٰ اس کے اعمال وافعال سے بے خبر ہے بلکہ بات دھیان میں رہے کہ ربِّ جلیل نے تو ایسے فرشتوں کو مقرر کر دیا ہے جو انسان کی ہر حرکت جو رُونما ہوتی ہے، ہر لفظ جو زبان سے ادا ہوتا ہے، ہر خطا جو حضرتِ انسان سے سرزد ہوتی ہے، ہر عمل کا اندراج ہو رہا ہے اور جب روزِ قیامت مُجرم اپنے اپنے اعترافِ جُرم سے انکار کرنے کی جرأت کریں گے تو ان کے سامنے زندگی کے اعمال کے وزن کھول دیئے جائیں گے اور اعترافِ گناہ کرنا ہی ہوگا۔ ﴿اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ کسی کو تم میں سے موت۔ ﴿تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا﴾ تو جان اس کی کھینچ لیتے ہیں رنکال لیتے ہیں فرشتے، یعنی ملک الموت اور اُس کے مددگار چودہ (۱۴) فرشتے ہیں اور ان میں سے سات (۷) رحمت کے فرشتے ہیں اور سات عذاب کے فرشتے، پھر ملک الموت مؤمنوں کی رُوح قبض کرتے ہیں تو رحمت کے فرشتوں کے سپرد کر دیتے ہیں اور جب کافر کی جان نکالی جاتی ہے تو عذاب کے فرشتوں کے حوالے کر دیتے ہیں [4]۔

﴿تَوَفَّتْهُ﴾ اس کو قبض کیا رفرشتوں کی جماعت نے اس کو اُٹھالیا تَوَفَّتْ، تَوَفِّی سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ﴾ [5] اور یہ فرشتے تقصیر رقصور نہیں کرتے اور جب وقت آپہنچتا ہے تو رُوح نکالنے میں تاخیر نہیں کرتے، یہ رَبّانی نگرانی اور نگہبانی کی ایک کیفیت ہے ہر ذی شعور، ذی روح، انسان کی دُنیا میں سانس لینے کی تعداد مقدر ہے، ان سانسوں کے ساتھ جانے رُک جانے کا ایک وقت متعین ہے، لیکن اس کو انسان جانتا نہیں ہے لیکن حق سبحانہٗ تعالیٰ کے علم میں وہ پہلے سے تحریر ثبت ہے لیکن انسان ہے کہ غفلت میں پڑا ہوا ہے، فرشتے جب رُوح قبض کرتے ہیں، اگر مرنے والا نیک ہوتا ہے تو اس کی روح کو عِلِّیِّیْن میں اور مرنے والا اگر اعمالِ بد کا مُرتکب ہوتا ہے تو اس کی روح کو سِجِّیْن میں بھیج دیا جاتا ہے۔ ﴿وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ﴾ اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے، تفاسیر میں لکھا ہے کہ جتنی جلدی ایک بکری کا دودھ دوہا جاتا ہے اتنی ہی جلدی حق تعالیٰ ان کا حساب کرے گا باوجود اس کے جن اور آدمی بکثرت

---

[1] ......عیب۔

[2] ......بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل۔

[3] ......وہ فرشتے جن کو ''کراماً کاتبین'' کہتے ہیں وہ بنی آدم کی نیکی اور بُرائی تحریر کرتے رہتے ہیں، ہر ایک انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں ایک داہنی جانب اور ایک بائیں جانب، نیکیاں داہنی جانب والا فرشتہ تحریر کرتا ہے اور بُرائیاں راعمالِ بد بائیں جانب والا لکھتا ہے اب یہ انسان کا کام ہے کہ راہ نیکی رراہ ہدایت اختیار کرے اور افعالِ بد اور بدی سے اجتناب کرے، کیونکہ آدمی کا ہر عمل، ہر فعل، ہر ہر حرکت لکھی جاتی ہے اور قیامت کے روز وہ ''نامۂ اعمال'' تمام خلق کے سامنے پڑھا جائے گا تو معصیت، گناہ اور بُرائیاں کس قدر تذلیل اور رسوائی کا باعث ہوں گی، العیاذ باللہ۔ (بحوالہ کنز الایمان، خزائن العرفان فی تفسیر القرآن از احمد رضا خان، سید محمد نعیم الدین)

[4] ......بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدین صاحب

[5] ......يُفَرِّطُوْنَ. تَفْرِيْط مصدر وہ کوتاہی نہیں کرتے مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔

Marfat.com

ہوں گے اوران کے اعمال بھی بہت ہوں گے، پھراتنی جلد رتیزی سے حساب کرلیناحق سبحانہٗ تعالیٰ کی کمالِ قدرت اور جمالِ قدرت پر دلیل ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

ایک مسلمان یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کا خالق ہے اور ایک دن موت پا کر مر جانا ہے کیونکہ سورۂ انعام آیت نمبر ٦٠ میں ابھی ہم نے پڑھا ''لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى'' تاکہ تمہاری عمر کی مُدت پوری کردی جائے یعنی موت آپہنچے سوطے پا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی تمام تر زندگی کا حساب وکتاب پیش کرنا ہے تو متاعِ عزیز کے لمحات میں ایک لمحہ بھی غافل نہیں ہونا چاہئے اس منطقی سوچ کا نتیجہ یہی تو ہے نا کہ انسان صرف اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کو حاکمِ حقیقی سمجھتا ہے اور اس منطقی عقیدہ کا استدلال یہ ہے کہ اس کرۂ ارض پر بندوں کے تمام اُمور اللہ جلِ شانہٗ کے حکم کے مطابق سرانجام پانے چاہئیں۔

﴿قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ﴾ کہہ تو دیجئے کہ کون شخص ہے جو رہائی دیتا ہے تمہیں۔ ﴿مِنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ﴾ [1] بیاباں کی تاریکی اور اندھیروں سے، رات اور غبار کی تاریکی سے۔ ﴿وَالْبَحْرِ﴾ اور سمندر ر دریا کے اندھیروں کی شب کی بدلی اور نجار کی تیرگی سے، جنگلوں اور کشتیوں ر جہازوں کی سختی سے۔ ﴿تَدْعُوْنَهٗ﴾ پکارتے ہو تم اپنے نجات دینے والے کو۔ ﴿تَضَرُّعًا﴾ رُو رُو کر ظاہر میں۔ ﴿وَّخُفْيَةً﴾ اور پوشیدہ طور پر مخفی انداز میں۔ ﴿لَئِنْ اَنْجٰىنَا﴾ [2] اور کہتے ہوا گر نجات دے اللہ تعالیٰ ہمیں۔ ﴿مِنْ هٰذِهٖ﴾ اس شدّت اور مصیبت سے۔ ﴿لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ البتہ ہوں گے ہم شکر ادا کرنے والوں میں سے نعمتِ نجات پر۔

یہ ایک نفسیاتی تجربہ کی بات ہے جو ہر فرد کو بشر کو در پیش ہوتا ہے کبھی وہ خود مشکلات کا شکار ہوتا ہے اور کبھی وہ مصائب وآلام میں گھرے ہوئے لوگوں کو دیکھتا ہے خشکی ہو کہ سمندر ہر صورت میں انسان اس نوعیت کی مشکلات میں پھنس جاتا ہے، خشکی اور سمندر کی غیبی واقعات پر پوری دُنیا کے لوگوں کی نظر لگی ہوتی ہے ان کو بھی ظلمات کہا جاتا ہے اس کٹھن گھڑی میں انسان عجز وانکساری اور یکسوئی کے ساتھ باری تعالیٰ کے سامنے دستِ دعا دراز کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

﴿وَّمِنْ كُلِّ كَرْبٍ﴾ [3] ہر ہر رنج وغم سے جو ہوتا ہے۔ ﴿ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ﴾ پھر اس کے بعد تم شرک کرتے ہو اور جو عہد تم نے کیا تھا وفا نہیں کرتے۔ یہاں انسانوں کو یہ صورتِ حال باور کرائی جارہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تم پر فضل وکرم کرکے ان رنج وبلا سے اور مایوسی کی تاریکی سے نکال لیتا ہے تو پھر اس کو بھول جاتے ہو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک جانتے ہو، سوچو تو سہی کس قدر بھول ہے تمہاری۔ ﴿عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ﴾ اس بات پر کہ بھیجے تم پر۔

﴿عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ [4] عذاب تمہارے اوپر سے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر اوپر سے طوفان آیا تھا یا حضرت

---

[1] ......ظلمات سے مراد مصائب اور مُشکلات ہے۔

[2] ......اَنْجٰنَا اُس نے ہم کو بچالیا، اَنْجٰی سے فعل ماضی کا صیغہ جمع متکلم قواعد کے مطابق۔

[3] ......كَرْبٌ کا معنی ہے شدیدغم۔

[4] ......فَوْقِكُمْ اور تَحْتِ کے جو الفاظ آیت میں آئے ہیں ان کی تفسیر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا فوق سے مراد ظالم حاکم اور تحت کے معنی کمینے اور بدکار کے ہیں۔ (بحوالہ تفسیر قرطبی)

لوط علیہ السلام کی قوم پر پتھر برسے تھے۔ ﴿اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ﴾ یا عذاب نازل کرے تمہارے قدموں کے نیچے سے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اہلِ فرعون دریا میں غرق ہو گئے، اور قارون کہ زمین میں دھنس گیا، بعض مفسروں نے لکھا ہے کہ عذاب اوپر سے مُراد حکّام ظالم ہیں اور نیچے کا عذاب غلام اور خدمت گار، بدمعاش ہیں یا اوپر کے عذاب سے مراد قوم کے بزرگ لوگ ہیں اور نیچے والا عذاب قوم کے چھوٹے لوگ ہیں۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

عذاب کی مختلف شکلیں ہیں، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے احکامات سے نافرمانی کر کے انسان امن وسکون کی زندگی پا نہیں سکتا، کبھی بَرق تپاں کرتی ہے کہیں کہیں طوفان بادِ باراں آگھیرتا ہے کہیں تواتر سے مُوسلا دھار بارش، قہر خداوندی کی صورت میں قیامت برپا کیے ہوئے ہے۔ [1] کہیں زلزلے کی یلغار نے شہر کو کھنڈرات بنا دیا ہے اس کے علاوہ شدید عذاب کی نوعیت یہ بھی ہے کہ قوم میں انتشار اور بے اتفاقی کی لہر ناچاکی کی فضا پیدا کر دے، ''فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں'' کے مِصداق افراد فرقوں میں مُنقسم ہیں۔ پاکستانی زمین جون ۲۰۰۷ء میں عدلیہ کا بحران، سیاسی کش مکش، ظلم وتشدد، سیاسی ناہمواری، اقتصادی اور معاشی بحران۔ کراچی میں قتل گری ۱۲ مئی ۲۰۰۷ء یہ سب کچھ کیا ہے کسی عذاب سے تو کم نہیں۔

﴿اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ﴾ اور تمہیں گروہ در گروہ بانٹ کر ایک دوسرے کی قوت اور طاقت کا مزہ چکھائے اللہ تعالیٰ کے دائمی عذاب کی ایک نوعیت یہ بھی ہے کہ یہ عذاب انسانوں کے خود اپنے ہاتھوں سے معرضِ وجود میں آیا ہے یہ گروہ باہمی طور پر دست وگریبان ہو جاتے ہیں، جماعتوں اور سیاسی تحریک سے وابستہ ہو جاتے ہیں ان میں ایک طویل دشمنی قائم ہو جاتی ہے ان میں سے ایک جماعت/فرقہ دوسرے کے لئے بلائے جاں ہوتا ہے۔ (بحوالہ تفسیر ظلال القرآن سید قطب شہیدؒ)

حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا میں نے باری تعالیٰ سے تین دُعائیں مانگی ہیں۔

۱)...... میری اُمّت غرق کے ذریعہ ہلاک نہ کی جائے۔

۲)...... عام قحط کے سبب اس کی تباہی نہ ہو۔

۳)...... آپس میں باہم اُن کی لڑائی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے پہلی دو دُعائیں مستجاب فرمالیں اور تیسری دعا سے مجھے رُوک دیا گیا۔ (بحوالہ صحیح مسلم شریف)

گویا ربِّ جلیل کو اس بات کا پتہ/علم تھا کہ اُمت محمدیہ میں بھی اختلاف، انشقاق پیدا ہوگا اور اس کا سبب اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے انکار، نافرمانی اور قرآن وحدیث سے اعراض ہوگا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہماری اُمت بھی اس صورت سے بچ نہ سکے گی۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ﴾ تاکہ یہ لوگ سمجھیں۔ ﴿يَفْقَهُوْنَ﴾ فِقْــة وہ سمجھیں فعل مضارع مرفوع جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

---

[1] ...... طوفان بلوچستان کے ساحلی علاقوں سے ٹکرا گیا ۱۵ ہلاک اور ۲۶۶ ماہی گیر ۱۹ لانچیں لاپتہ ایک خبر ماخوذ روزنامہ جنگ ''کراچی'' مؤرخہ ۲۷ جون ۲۰۰۷ء۔

تشریح وتوضیحات آیت ۶۱ تا ۶۵

آیت نمبر ۶۱ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر کامل اختیار اور مکمل غلبہ حاصل ہے بلکہ یوں کہیے بندہ تو بہر نوع کمزور، ضعیف اور محتاج ہے اور باری تعالیٰ کا یہ اعجاز اور کرم ہے کہ اس پر نگران فرشتے مقرر کر رکھے ہیں اور ایسے فرشتے جو ہماری ایک ایک جُنبش اور ایک ایک حرکتِ عمل پر نگاہ رکھتے ہیں اور ہر لمحہ، ہر حرکت اُمور کا اندراج محفوظ کرتے رہتے ہیں اسی طرح حفاظت باری تعالیٰ میں اور اپنی حیات کی ساعتوں کی منزل طے کرتا ہے اور جب پیامِ لقمہ اَجل آتا ہے تو وہ فرشتے بھی موت کے فرشتوں سے تعاون کرتے ہیں اور کبھی تساہل اور کوتاہی نہیں کرتے۔ جس مقام پر، جس انداز پر، جس طرح اُس کا حکم ہوتا ہے اُس کی جان قبض کر لیتے ہیں ہر فردِ بشر کی موت کا وقت تحریری طور پر لکھا ہوا ہے لیکن انسان سخت ترین غفلت کا شکار ہے۔ حالانکہ آیت نمبر ۱ سورۃ الانبیاء پارہ نمبر ۱۷ اِقْتَرَبَ میں اس غفلت کے بارے میں ارشادِ ربی ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ

''انسانوں کے حساب کی گھڑی قریب تر آ گئی ہے، محاسبہ کا وقت آ گیا ہے اور یہ غفلت میں پڑے ہوئے اعراض کیے جا رہے ہیں۔''

آیت نمبر ۶۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ موت درحقیقت مالکِ حقیقی کے حضور واپسی کا عمل ہے حکم صادر کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اسے حساب لینے میں کچھ دیر نہیں لگتی روح کے قبض ہونے کے بعد انسان کے اعمال اللہ تعالیٰ کے یہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مُحاسبہ کرنے میں تاخیر نہیں ہوتی ایک ہی لحظہ عمرِ عزیز کا کافی ہے وہ ایک لمحہ میں آدمی کی بھلائی، بُرائی واضح کر دیتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں روح قبض کرنے والے فرشتے کے لئے صیغۂ جمع استعمال کیا گیا ہے جس سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ روح نکالنے والا ایک فرشتہ نہیں، کئی ہیں چنانچہ اس بات کی وضاحت آیت ۴۲ سورۃ الزمر پارہ نمبر ۲۴ فَمَنْ اَظْلَمُ میں ارشادِ ربی ہے۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا

''اور اللہ تعالیٰ مرنے کے وقت انسان کی روح کو قبض کر لیتا ہے اور جو ابھی مرا نہیں اس کی روح نیند کی حالت میں اپنے قبضے میں رکھتا ہے۔''

آیت نمبر ۶۳ میں بتایا جا رہا ہے کہ جب تم غم و آلام میں گھر جاتے ہو اور بسا اوقات سمندر کی تلاطم خیز موجوں میں یا صحراؤں کے نغمہ زن سکوت میں کھو جاتے ہو تمہیں کون اس مشکل اور مصیبت سے نجات دیتا ہے، ایسی صورت حال میں انسان چپکے چپکے دیدۂ غمناک سے خاموشی میں، تنہائی میں، گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کے حضور عجز و انکساری کے ساتھ اپنی احساسِ پشیمانی اور اپنی ندامت کا اظہار کرتا ہے اور سچی توبہ کرتا ہے اور اس کا منظر اور پسِ منظر یہ ہوتا ہے کہ حفیظ جالندھریؒ کے الفاظ میں۔

ع میری توبہ کے بعد بھی یہ سماں میرے اللہ میری توبہ ہے

پھر اقرار و عہد ہوتا ہے اے اللہ میری خطاؤں کو معاف فرما دے، اس بلا سے نجات مل جائے تو پھر ہو گا یہ کہ تیرا شکر گذار

Marfat.com

بندہ ہو جاؤں گا۔

آیت نمبر ۶۴ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تم کو ہر نجات دیتا ہے مصیبت سے بھی اور دوسری ہر تکلیف سے لیکن پھر تم شرک کرنے لگتے ہو دو اُمور غور طلب ہیں ایک تو یہ کہ جب انسان آلام روزگار میں پھنستا ہے اور مصیبت کے گرداب میں گھر جاتا ہے تو سب کچھ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی توجہ مرکوز کرتا ہے یہ اس بات کا عملی اور بیّن ثبوت ہے کہ فطرتِ انسانی اس بات کی متقاضی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اعتماد ہی اس کے اندر جاگزیں ہے۔ دوسرے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ یہاں شکر اور شرک کی دو تقابلی صورتیں ہیں جس سے یہ بات دکھائی دیتی ہے کہ شرک یہی کچھ نہیں ہے کہ آدمی بتوں کی پرستش کرے بلکہ وہ کبر اور غرور بھی شرک ہے جس میں مبتلا ہو کر انسان اپنی مزاج کے مطابق من مانی کرنے لگ جاتا ہے یہ حالت شکر کی ضد ہے۔ (بحوالہ تفسیر تدبّر قرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

آیت نمبر ۶۵ میں بتایا جا رہا ہے کہ اس حقیقت کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ جس طرح تم خطرات اور اُفتاد میں مُبتلا ہو کر ربّ جلیل کے آگے سرِ تسلیم خم نہ کرو گے اور اللہ اور اس کی رحمت و انعام کو فراموش کر دو گے، تو یہ بات ذہن رسا میں جاگزیں کر لو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب اور عتاب آنا ہی آنا ہے اللہ کی قبضۂ قدرت ہی میں تو سب کچھ ہے۔ یا تو آسمان سے تم پر کوئی آفت ناگہانی آجائے، بارش کی کثرت کا عذاب ہو یا پتھر کا عذاب آجائے، یہ نہ جانو کہ اگر آج مسرت و شادمانی کے دن ہیں اور زندگی میں سکونِ قلب اور اطمینانِ زندگی کا لطف حاصل ہے تو پھر کسی کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ نہیں ہو سکتی۔ نہیں ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ جب چاہے تمہارے اوپر پتھر برسا دے جب چاہے طوفان بادِ باراں سے ہمکنار کر دے، تمہارے قدموں کے نیچے، زلزلہ، سیلاب یا اور کوئی آفتِ ارض و سما بھیج دے اور اگر ایسا نہیں کیا گیا تو عین ممکن ہے کہ تمہیں باہم گروہ در گروہ، قوم در قوم، باہم ٹکرا دے۔ یا آپس میں نفاق اور تفرقہ ڈال دے اور تم سب آپس میں لڑنے لگو، سابقہ اُمتوں میں اُن کے اعمالِ بد کے سلسلے میں شدید عذاب نازل ہوتا تھا۔ "ملت اسلامیہ پر" آپس کی رنجشیں اور بداعمالیوں کے سبب پھوٹ کا عذاب آتا ہے۔ (بحوالہ بخاری شریف راوی حضرت جابرؓ)

آیت ۶۱ تا ۶۵ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر غالب اور برتر ہے، یہ تو بشر کے لئے سعادت ہے کہ انسان کے اعمال اور جان کی نگرانی کے لئے فرشتے بھیجے جاتے ہیں جو ہماری حیات کے وجدان کو بھی دیکھتے ہیں جب کسی کی موت واقع ہونے والی ہوتی ہے تو یہی فرشتے رُوح کو قبض کرتے ہیں اور اس میں ذرا بھر تامل اور تاخیر نہیں کرتے، یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ فیصلہ تو اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہی ہوگا اور کسی میں بھی اتنی توانائی نہیں کہ کوئی اس میں دخل دینے کی جرأت کر سکے، اور باری تعالیٰ تو بہت جلد حساب لے لے گا۔ قرآنی اصطلاح کے مطابق علمِ غیب اور قدرت عامہ مطلقہ صرف اور صرف باری تعالیٰ کی خاص خوبی ہے کوئی مخلوق اس میں شریک نہیں، اللہ تعالیٰ کے پاس خزانے غیب کے، کشف و الہام یا وحی کے نزول سے اگر باری تعالیٰ نے اپنے کسی بندے کو آئندہ وقوع پذیر ہونے والے کی خبر دے دی تو قرآنی اصطلاح میں علمِ غیب نہیں رہا۔ کشف کا جو علم ملا، وہ غیب کی حد سے نکل گیا اس کو قرآن میں غیب کے بجائے اَنباء الغیب بتایا گیا ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن)

Marfat.com

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۭ﴿٦٦﴾

اور اُسے (اس قرآن کو) جھٹلایا آپ کی قوم نے، حالانکہ یہی حق (سچ) ہے آپ ﷺ کہہ دیجئے میں تمہارا ذمہ دار نہیں۔ (٦٦)

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٧﴾

ہر ایک خبر کے اظہار کا ایک وقت مقرر/متعین ہے اور عنقریب تم اس کو جان جاؤ گے/جلد ہی تم کو پتہ ہو جائے گا۔ (٦٧)

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰي يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰي مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٨﴾

اور (اے سماعت کرنے والے) جب آپ اُنہیں دیکھیں کہ وہ لوگ جو ہماری آیات میں نکتہ چینی اور بے ہودہ گفتگو کر رہے ہیں تو اُن سے کنارہ کشی اختیار کرلیں، یہاں تک کہ کسی اور بات میں اُلجھنے لگیں/مصروف ہو جائیں، اور اگر کہیں شیطان آپ کو بھلا دے تو یاد آجانے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھیے۔ (٦٨)

وَمَا عَلَي الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰي لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٦٩﴾

اور جن لوگوں نے پرہیزگاری اختیار کر رکھی ہے اُن پر ان لوگوں (کافروں) کے حساب کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، البتہ نصیحت کرنا اُن کے ذمے ہے شاید کہ وہ باز آجائیں/تقویٰ اختیار کرلیں/غلط روی سے بچ جائیں۔ (٦٩)

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ڰ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾

اور چھوڑ دے ایسے لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو دل لگی اور کھیل تماشا بنا لیا ہے اور اُنہیں دنیا کی زندگی نے فریب میں مُبتلا کر رکھا ہے ہاں مگر قرآن سنا کر پند و نصیحت کرتے رہو۔ تاکہ کوئی ہلاک نہ ہو جائے اپنے کرتوتوں کے وبال میں پھنس نہ جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایت کرنے والا اور سفارش کرنے والا نہ ہو اور اگر وہ معاوضہ/اُجرت بدلے میں دے تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے کرتوتوں کے سبب گرفتار ہوئے ہیں/پکڑے گئے ہیں اُن کو پینے کے لئے کھولتا ہوا پانی ہے اور دردناک عذاب ہے اس کُفر کے سبب جو وہ کرتے ہیں۔ (٧٠)

الفاظ و معانی اٰیت ٦٦ تا ٧٠

﴿ وَكَذَّبَ بِهٖ ﴾ اور یہ جھٹلاتی ہے اس عذاب اور قرآن کو۔ بِہٖ کا مرجع قرآنِ کریم ہے یا عذاب ہے۔ (بحوالہ فتح القدیر)

﴿ قَوْمُكَ ﴾ آپ کی قوم مُراد کفارِ قریش ہیں۔ ﴿ وَهُوَ الْحَقُّ ﴾ اور وہ عذاب/کتاب حق اور سچ ہے۔

﴿ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴾ آپ ﷺ کہہ دیجئے میں نہیں ہوں تم پر وکیل، تمہارا جو کچھ طرزِ عمل ہے میں اس کا ذمہ دار نہیں، اس اندازِ تخاطب سے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد آنے والے کے دلِ حزیں کو ایمان و یقین کے نُور سے منوّر

کرنے کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ اگر چہ ایک داعی کی تمام قوم اور پورا معاشرہ سچائی کی تکذیب کر دے تب بھی اسے یقین ہوتا ہے کہ حق کا غلبہ برقرار رہے گا کیونکہ حق کے بارے میں فیصلہ کا اختیار نااہل جاہلوں کے اختیار میں نہیں۔ یہ کام صرف باری تعالیٰ کا ہے وہ حق اور باطل کے مابین فیصلہ کرے۔ ﴿ مُّسْتَقَرٌّ ﴾ ہر شے کے وعدہ وعید کی ایک گھڑی مقرر ہے وقت مقررہ پر وہ چیز قرار پاتی ہے اور ہر ایک عمل کی جزا ہے۔ ﴿ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴾ اور قریب ہے کہ تم اسے جان لو گے۔ رسولوں کا فریضہ تو اس وقت پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے جب وہ پیغام پہنچا دیا کریں اور اس کو سمجھا دیا کریں باقی ذمہ داری اُن کی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ ﷺ کہہ دیجئے میرا یہ منصب نہیں کہ تمہارے حق کو جھٹلا دینے پر خود عذاب نازل کروں یا اس کے وقت اور کیفیت حالات سے آگاہ کروں میرا کام ہر خیر کی خبر کا اظہار کرنا ہے۔

﴿ وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ ﴾ اور جب آپ ﷺ دیکھیں ان لوگوں کو جو تکذیب کریں تمسخر کے ساتھ۔ ﴿ یَخُوْضُوْنَ ﴾ ❶ اور گفتگو کرتے ہیں۔ ﴿ فِیْٓ اٰیٰتِنَا ﴾ ہماری آیات میں جو کہ قرآنی ہیں اور اس پر طعن کرتے ہیں۔

﴿ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ ﴾ آپ اُن سے کنارہ کش ہو جائیں۔ ❷ ﴿ فَلَا تَقْعُدْ ﴾ پھر نہ تو بیٹھے تو اُن کے پاس۔ تَقْعُدْ تو بیٹھ رہے۔ قُعُوْدٌ سے جس کے معنی بیٹھنے کے ہیں فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

﴿ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھو، اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر وہ محفل اور مجلس یہاں اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کے ساتھ ٹھٹھہ / تمسخر کیا جائے شرکت نہ کرو کیونکہ سخت گناہ اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا موجب ہے۔ قَوم الظّٰلمین سے مُراد مُشرک ہیں۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن از سید قطب شہیدؒ جلد دوم)

یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جو لوگ آیاتُ اللہ یعنی قرآن پر ناحق نکتہ چینی کرنے میں مصروفِ عمل ہیں وہ تو اپنے آپ کو عذاب پانے کا مستحق بنا رہے ہیں تو اے لوگو! تم لوگ اس سے رسمِ دوستی / التفات بڑھا کر اُن کے زمرہ میں شامل ہو کر موردِ عذاب نہ بن جانا، ایک مؤمن کی حمیت اور غیرت کا تقاضا تو یہ ہے کہ ایسی محفل سے بے اعتنائی برتے اور دور رہے اور اگر کبھی بھول کر شریک محفل ہو گیا تو وہاں سے اُٹھ جائے اس میں اُن کی عاقبت کی بھلائی اور دین کی سلامتی کی عملی تشکیل اور نصیحت ہے۔

﴿ وَمَا عَلَی الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ﴾ اُن کے حساب میں سے کسی شے کی اہلِ تقویٰ پر کوئی ذمہ داری نہیں اس سے مُراد یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دامن بچا کر کام سر انجام دیتے ہیں اُن پر نافرمانوں

---

❶ ...... لفظ یَخُوْضُوْنَ خوض اس کا مادہ ہے جس کے دراصل معنی پانی میں اُترنے کے ہیں یا پانی سے گذر جانے کے ہیں، بیہودہ اور فضول کاموں میں شمولیت کو بھی خوض کہا جاتا ہے اس لئے خوض کی آیات کا ترجمہ اس مقام پر عیب جوئی اور جھگڑا کرنا، فضول بحث و تکرار کیا گیا ہے مفہوم یہ مُراد ہے کہ جب آپ ﷺ دیکھیں کہ آیات کلام میں لوگ محض تمسخر اور مذاق کے لئے شریکِ گفت و شنید ہیں تو آپ ﷺ اُن سے اپنا دامن بچا لیں۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد دوم مفتی محمد شفیعؒ)

❷ ...... وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے، بھول اور نسیان تو انسانی فطرت کا خاصا ہے تو جب ذہن رسا میں یاد آ جائے اسی وقت اس مجلس سے ترکِ تعلق کر لیا جائے یاد آ جانے کے بعد وہاں موجود رہنا گناہ ہے۔ اس آیت کا اصل مفہوم یہ ہے کہ گناہ کی محفل والوں سے کنارہ کش ہو جائے اور بہتر صورت تو یہ ہے کہ وہاں سے اُٹھ جانا چاہئے۔ (بحوالہ تفسیر کبیر، امام رازیؒ) احکام القرآن میں امام جصاص رقمطراز ہیں اس آیت سے پتہ یہ چلا کہ ہر ایسی مجلس سے کنارہ کشی بہتر ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور شریعتِ اسلام کے خلاف گفتگو ہو رہی ہو۔

Marfat.com

کے کسی عملِ محفل کی ذمہ داری نہیں، سیدھی بات یوں سمجھ لیجئے کہ جو لوگ احتیاط برتنے والے ہیں اگر وہ اپنے کام کے سلسلے میں مسجدِ حرام میں جائیں تو شر پسند لوگوں کے افعالِ بد کی کوئی ذمہ داری نہیں، یعنی لغو گفتگو کا محاسبہ اُنہیں سے نہیں ہوگا۔

﴿ وَلٰكِنْ ذِكْرٰى ﴾ البتہ یہ ضرور ہے کہ حق بات اُن تک پہنچائیں۔ ﴿ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾ تاکہ وہ بھی راہِ تقویٰ پرہیز گاری اختیار کریں، تاکہ نصیحت پا کر صحیح سمت کی راہ پالیں، اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ "پند اور نصیحت اور حق کے اظہار کے لئے اُن کے پاس بیٹھنا جائز ہے۔" (بحوالہ کنز الایمان فی تفسیر القرآن مولانا احمد رضا خانؒ، نعیم الدین مراد آبادی)

﴿ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا ﴾ اور چھوڑ دو اُن لوگوں کو جو بناتے ہیں۔ ﴿ دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا ﴾ اپنے دین کو مشغلہ اور کھیل۔ ذَر، تو چھوڑ دے وَذَرٌ سے فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ آپ ﷺ ان لوگوں سے ترکِ تعلق کر لیجئے جنہوں نے اپنے دین کو لہو ولعب سمجھ رکھا ہے۔ غالب کی زبان میں "تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں" کے مصداق اُنہوں نے دین کو کھیل و تماشا بنا رکھا ہے اسے متانت کے ساتھ سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں۔ گویا ایک تو وہ لوگ ہوئے جنہوں نے دین کو دل لگی بنا لیا ہے اور اس کا استہزاء، مذاق تمسخر کرتے ہیں اور دوسرے یہ کہ اقبال کی زبان "بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نا اُمیدی" کے مصداق اُنہوں نے اصل دین کو چھوڑ کر لہو ولعب کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔

﴿ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ﴾ اور دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اُنہیں دنیاوی زندگی نے، گویا دنیا کی چند روزہ حیات نے غرور اور فریب میں مُبتلا کر رکھا ہے۔ اور فکرِ آخرت کو بھلائے بیٹھے ہیں، کس قدر ناداں ہیں یہ لوگ کیا اُنہیں آخرت کا خیال اور قیامت کے وقوع پر یقین نہیں۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ﴾ یہ وہی لوگ ہیں جو پکڑے گئے ہیں تباہ ہو گئے اپنے کرتوتوں کے سبب۔ ﴿ تُبْسَلَ ﴾ گرفتار ہو جائے۔ اِبْسَالٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق۔

﴿ اُبْسِلُوْا ﴾ پکڑے گئے۔ اِبْسَالٌ سے معنی ہوئے قہر اور غلبہ سے گرفتار کرنے اور محروم کرنے کے ہیں۔ فعل ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ اُن کو پینے کے لئے کھولتا ہوا پانی ہے اور المناک عذاب ہے۔ ﴿ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴾ اس لئے کہ وہ کُفر کرتے تھے۔ چونکہ اُنہوں نے کُفر کی راہ اختیار کی اس لئے دردناک عذاب ان کا مقدر رہے یہ عذاب اس کے کُفر کا ثمر ہے اور نتیجہ ہے جو روش ان لوگوں نے اختیار کی۔

تشریح و توضیحات آیت ٦٦ تا ٧٠

آیت نمبر ٦٦ میں اظہارِ بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جو قرآن نازل ہوا اور عذاب موعودہ کی تکذیب کی، تو حقیقت احوال تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ صادق اور حق ہے رسول کا کام تو ہدایت کو پہنچا دینا ہے میرا کام تو دعوت دین کی تبلیغ کرنا ہے، تمہارے قلوبِ عمل کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہے اسی موضوع سخن کا اظہار آیت ٢٩ سورۃ الکہف پارہ (١٥) سُبْحٰنَ الَّذِیْ میں بیان کیا گیا ہے۔　وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ

"اور آپ ﷺ اعلان کر دیجئے کہ یہ سراسر برحق قرآن ہے تمہارے اللہ کی طرف سے پس جو چاہے ایمان لائے

Marfat.com

اور جو چاہے راہِ کُفر اختیار کرے۔"

اب ہر فرد و بشر اپنے انجام کو سوچ لے اور اچھی طرح جان جائیے، میں تو صرف قرآن کی تعلیمات سنانے اور سمجھانے کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

آیت نمبر ٦٧ میں بتایا جا رہا ہے کہ ہر خبر کے خبر ہونے، وقوع پذیر ہونے کی ایک ساعت مقرّر ہے جب وہ گھڑی قریب تر آجائے گی تم کو خود اس بات کا علم ہو جائے گا، اہلِ کُفر تو گُمان کیا کرتے تھے کہ جو ڈرانے کی اطلاع دی جا رہی ہے یہ خوف دلانے کا ایک شوشہ ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں، یہ وہم و گمان کا خاصا ہے حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہر شے اپنے وقت مقرّر پر عیاں اور نمایاں ہو جائے گی پھر تو تم اس حقیقت کو خود پہچان لو گے کہ وہ کہاں تک سچ ہے۔

آیت نمبر ٦٨ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا تمسخر کیا جا رہا ہے، رسول اللہ ﷺ کے احکامات سے انحراف کیا جا رہا ہے تو اُن سے کنارہ کشی اختیار کر لو، یہاں تک کہ دیگر گفتگو میں مصروف و مشغول ہو جاؤ، قرآن کے وقار اور تقدّس کو پامال ہوتے دیکھو تو اس سے ہٹ جاؤ، جو لوگ قرآن کی تحقیر کا ارتکاب کرتے ہیں اس کو غلط انداز میں اپنی خواہش نفس کے مطابق معنی و مفہوم کو بتاتے ہیں تو اُن سے بیزاری کا سلوک رکھتے ہوئے الگ ہو جانا چاہئے، اگر کبھی شیطان تمہیں بھلا دے اور جب یاد آجائے تو ان ظالم لوگوں کی مجلس میں شریک ہونے سے اجتناب کرو۔ چنانچہ اسی بات کا اظہار آیت نمبر ١٤٠ سورۃ النساء پارہ (٥) وَالْمُحْصَنٰتُ میں آیا ہے۔

اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا

"کہ جب بھی تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور کلام اللہ کی آیات کا تمسخر اُڑایا جا رہا ہے تو اُن کے ساتھ ہر گز مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ دوسری بات میں لگ جائیں۔"

آیت نمبر ٦٩ میں اظہارِ بیان ہے کہ جو لوگ باری تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اُن پر اُن لوگوں کے حساب اور اکتسابِ عملی کی کوئی ذمّہ داری نہیں ہے البتہ اس بات کی یقین دہانی اور یاد دہانی کر دینا کافی ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرا کریں، اسلامی طرزِ معاشرت میں رنگ، نسل، اور قومیت کی کوئی اہمیت نہیں پرہیزگار اہلِ ایمان ایک اُمّت ہیں اور ظالم اور شرک کرنے والے الگ ایک قوم ہے۔ ظالموں کے حساب کے بارے میں پرہیزگاروں کی کوئی پکڑ نہیں، یہ تو ایمان کی علامت کا احساسِ عمل ہے کہ وہ ظالم لوگوں کی اصلاح کے لئے اپنی جدوجہد کرتے رہیں تاکہ ظالم اور مشرک بھی ایمان کی روشنی سے فیضِ کرم حاصل کر لیں اور دعوت دینے والے اور نصیحت کرنے والا اَجر کا مستحق ہو گا۔

آیت نمبر ٧٠ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ ان لوگوں سے دُور رہنے اور کنارہ کش ہونے کی ضرورت ہے جنہوں نے اس دین کے ساتھ ہنسی مذاق کو اپنا شعار سمجھ لیا ہے اور اُنہیں گیتیِ کائنات کی نیرنگیِ حیات نے دھوکہ میں مُبتلا کر رکھا ہے اُنہیں اس بات کی تنبیہ کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ جو کچھ بُرائیاں اپنے دامن میں سمیٹ رہے ہیں ان کا وبال اُن کی جان و نفس پر ہو گا وہ ساعت قریب ہے جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملیں گے اور ربِّ جَلیل کے سوا اُن کا کوئی حامی اور مددگار نہ ہو گا اور نہ کوئی کارساز، رہے وہ لوگ جو اپنے دین کے ساتھ مذاق کا کھیل کھیلتے رہے اور صنم کدۂ کائنات میں کھو گئے اور چند روزہ حیات کی تابانی میں گُم ہو گئے۔

Marfat.com

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۖ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۗ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾

اے حبیب ﷺ! کہہ دیجئے کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی پرستش کریں، جو نہ ہم کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان دے سکتے ہیں اور ہم دین سے اُلٹے پاؤں پھر جائیں، اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں ہدایت بخشی، کیا ہم مثل اس شخص کے ہو جائیں جیسے شیاطین نے صحرا میں بے راہ کر دیا ہو، بھٹکا دیا ہو، اور وہ شخص پڑا ہو، حیران کہ نہ راہ جانتا ہو، نہ کچھ تدبیر کر سکتا ہو اور اس کے رفیق اس کو بُلا رہے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ، ہدایت کے لئے۔ اے محمد (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے! اصل ہدایت / رہنمائی، اللہ تعالیٰ کی ہی ہدایت اور راہنمائی ہے / وہی ہے دین صحیح اور راہ سیدھی اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سارے جہانوں کے ربّ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں / مطیع ہو جائیں اللہ تعالیٰ کے۔ (۷۱)

وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ۗ وَهُوَ الَّذِىٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

اور یہ کہ نماز قائم کرنے کی پابندی کرو اور ڈرو اُس سے جس کی طرف تم سب اکٹھا کئے جاؤ گے۔ (۷۲)

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۗ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۗ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ۗ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۗ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾

اور وہی ہے جس نے پیدا کئے زمین و آسمان حق ظاہر کرنے کے لئے اور جس دن وہ کہے گا ہو جا پس وہ چیز ہو جائے گی اور اُس کی بات سچ اور حق ہے اور ساری بادشاہت اُسی کی ہے جس دن صُور پھونکا جائے گا وہ پوشیدہ چیز کا اور ہر ظاہر شے کا جاننے والا ہے اور وہی حکمت والا اور خبر رکھنے والا ہے۔ (۷۳)

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّىْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾

اور یاد کرو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اپنے والد آذر سے، کیا تم بُتوں کو معبود قرار دیتے ہو، بلاشبہ میں تمہیں اور تمہاری قوم کو دیکھتا ہوں کھلی گمراہی میں۔ (۷۴)

وَكَذٰلِكَ نُرِىْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾

اور اسی طرح ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام کی تمام / ساری بادشاہی زمین و آسمان کی دیکھا دی تاکہ وہ کامل یقین رکھنے والوں میں ہو جائیں۔ (۷۵)

الفاظ و معانی آیت ۷۱ تا ۷۵

﴿قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ اے محمد (ﷺ) کہہ دیجئے کیا میں عبادت کروں غیر اللہ کی ❶، یعنی میں قطعی عبادت نہ

❶ ......"غیر اللہ سے یہاں مُراد "بُت خانے" اور آستانے بھی ہیں، شجر و سنگ / پتھر کے صنم بھی ہیں رُوحانی مخلوق اور فرشتے بھی ہیں انسان اور شیطان بھی ہیں، یہ سب کے سب اس لحاظ سے مساوی ہیں اُن کے قبضے میں کسی کا نفع و نقصان نہیں ہے، نفع اور خسارہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور تقدیر کے مطابق عیاں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا، سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔" (بحوالہ فی ظلال القرآن جلد دوم سید قطب شہیدؒ)۔

Marfat.com

کروں گا۔

﴿ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا ﴾ اس چیز کی جو نہ فائدہ پہنچائے ہمیں اور نہ نقصان پہنچائے ہمیں۔ ﴿ نَدْعُوْ ﴾ دُعَـاءٌ اور دَعْـوَةٌ سے مصدر، ہم پکاریں قواعد کے مطابق مضارع جمع متکلم، اہلِ کُفر کی تو یہ کوشش ہوتی تھی کہ مسلمان دینِ اسلام سے رُوگردانی کر کے اپنے آباؤ اجداد کا مذہب پھر اپنا لیں، رسول اللہ ﷺ کو باری تعالیٰ کی طرف سے تلقین وحکم دیا جارہا ہے کہ یہ خیال وگمان وہ اپنے دل سے نکال دیں اور اُنہیں صاف صاف بتا دیجئے کہ تم نے جن لوگوں کی رغیر اللہ کی فرمانبرداری کو اپنا شعار بنالیا ہے وہ تمہارے فائدے اور خسارے کے مالک ہی نہیں ہیں، پھر تم ان لوگوں کو کیوں صدا دیتے ہو۔

﴿ وَنُرَدُّ ﴾ اور کیا پھر جائیں ہم۔ ﴿ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا ﴾ اوپر اپنی ایڑیوں کے، کیا ہم مُرتد ہو جائیں اور شرک کی طرف رُجوع کریں۔ ﴿ بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ﴾ بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت کی اسلام کی طرف اور کُفر وگمراہی ر ضلالت کے قید خانہ سے نجات دی، اگر ہم دینِ حق سے پھر جائیں۔ ﴿ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ ﴾ تو پھر ہو جائیں گے اس شخص کی مثل جسے لے گئے ہوں شیطان۔ ﴿ فِى الْاَرْضِ ﴾ زمین میں۔ مفہوم ہے شیطان لے جائیں ایسے بیابان میں جو سیدھی راہ سے دُور ہو اور وہ شخص پڑا ہو۔ ﴿ حَيْرَانَ ﴾ حیران کہ نہ راہ جانتا ہو، اور نہ کچھ تدبیر کر سکتا ہو۔ ﴿ اَصْحٰبٌ ﴾ اس شخص کے دوست اور مصاحب ہیں کہ شفقت کی راہ سے۔ ﴿ يَّدْعُوْنَهٗٓ ﴾ وہ پکارتے ہیں اُسے۔

﴿ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ﴾ سیدھی راہ کی طرف اور کہتے ہیں آ ہمارے پاس! اور شیطان اسے اپنی طرف بُلاتے ہیں اور وہ اَمرِ حال سے تردّد میں مُبتلا ہے کہ میں شیطانوں کی طرف مائل ہوں یا اپنے ساتھی اور رفیق کی طرف جاؤں اور اب اگر وہ شیطان کا کہا مانتا ہے تو ہلاکت میں پڑتا ہے اور اگر اپنے ساتھیوں کی بات مانتا ہے اور سُنتا ہے تو نجات پاتا ہے۔

اس تمثیل کی صورت اسباب یہ ہے کہ جو شخص مُرتد ہو گیا گویا وہ شخص لشکرِ شیطان میں ہے اور وہ مؤمن لوگ ہیں جنہیں صراطِ مستقیم دکھایا جاتا ہے اور فیصلہ کُن حکم دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے۔ ﴿ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ ﴾ بے شک دین اللہ تعالیٰ کا ہے یعنی اسلام۔ ﴿ هُوَ الْهُدٰى ﴾ وہی دین صحیح دین اور سیدھی راہ ہے اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ درحقیقت یہ فیصلہ کُن بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی ہی حقیقی راہنمائی ہے۔ ﴿ اِسْتَهْوَتْهُ ﴾ اس نے اس کو راستہ بُھلا دیا۔

﴿ اِسْتَهْـوَتْ ﴾ اِسْتَهْـوَاءٌ کے معنی فریفتہ کرنے راستہ بُھلا دینے کے ہیں۔ قواعد کے مطابق فعل ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق۔

﴿ اِسْتَهْوَتْهُ ﴾ سے مُراد ہے۔ زُيِّنَ لَهُ الشَّيْطَانُ هَوَاهُ شیطان نے جس کی نفسانی خواہش کو آراستہ اور پیراستہ کر دیا اور وہ اس پر فریفتہ ہو کر حق کا ساتھ چھوڑ کر باطل کی اتباع میں مصروفِ عمل ہوا ﴿ حَيْرَانَ لَهٗٓ ﴾ سراسیمہ پھر رہا ہو۔ (بحوالہ تفسیر قرطبی)۔ ﴿ اَصْحٰبٌ ﴾ ساتھی، رفیق، دوست۔ صَـاحِـبٌ اس کا واحد ہے قواعد کے مطابق اسم ہے۔ ﴿ ائْتِنَا ﴾ ہمارے پاس، ہم پر لے آئے۔ آیت سے امر کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ وَاتَّقُوْهُ ﴾ اُس سے ڈرو فعل امر کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

﴿ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ﴾ اور وہی تو ہے جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین حق ظاہر کرنے

Marfat.com

کو، اس واسطے کہ اُس کے مصنوعات اور مخلوقات اُس کی قدرت اور وحدانیت پر دلیل ہے، حق کے ساتھ پیدا کیا، ان کو عبث اور بے فائدہ کھیل کُو داور تماشے کے لئے نہیں بنایا بلکہ ایک خاص حصولِ مقصد کی تکمیلِ عمل کے لئے کائنات رنگ وبُو کی تخلیق معرضِ وجود میں آئی ہے اس لئے خالقِ کائنات اللہ کو یاد کیا جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ ذرّا اس بات پر سوچو تو سہی تمہارے بے بس، باطل معبود، لائقِ عبادت اور لائقِ پرستش نہیں ہیں بلکہ عبادت تو اُس ذاتِ اقدس کی کرنی چاہئے جو صفات اور کمالات میں یکتا اور وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کائنات میں آپ جس سمت بھی زاویہ فکر ونظر سے دیکھیں تو آپ کو اللہ ﷻ کی حکمت کے جلوے نظر آنے لگیں گے۔ ﴿ وَيَوْمَ يَقُوْلُ ﴾ اور یاد کرو وہ دن کہ اللہ کہے گا یعنی ہر چیز کو جس کا ہونا چاہے گا اُس کو حکم دیا جائے گا۔ ﴿ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ ہوجا" پس وہ چیز ہو جائے گی" اس سے قیامت کا دن مُراد ہے اور ہونا مُردوں کو زندہ کرنا اور ان کا حشر ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل مولانا فخر الدین ١٨٨٧ء)

﴿ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ﴾ اور اسی کی بادشاہی ہے جس دن صور پھونکا جائے گا۔ صُور ایک کرن ہے۔ [1] تم قرار پکڑو، ٹھہرو، علامہ زمخشری نے ابوالفتح ہمدانی کے حوالہ سے نقل کیا یہ قَار، یُقَارُ، قَوْرًا سے امر ہے۔ جیسے خَوف سے خَفْنَ، قَوْرا کے معنی جمنا اور اکٹھا ہونا اور منقطع ہونا ہے۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

حدیثِ مُبارکہ میں مذکور ہے کہ "اسرافیل علیہ السلام اسے منہ میں لئے پیشانی خم کئے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر کھڑے ہیں، جب اُنہیں کہا جائے گا تو اس میں پھونک دیں گے۔ (بحوالہ ابنِ کثیر)

جب حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلی بار صُور پھونکیں گے تو زندہ اشیاء راجسام موت کی نیند ہو جائیں گے جب دوسری بار صُور پھونکا جائے گا تو ہر شے زندہ ہو کر باری تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جائے گی۔

﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ ﴾ اور ابراہیم کو یاد کیجئے، آپ ﷺ اہلِ مکہ کے واسطے ابراہیم علیہ السلام کا قصہ [2] کہ یہ لوگ اُن کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں گویا عرب کے مُشرک اور یہودی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت وجلال و جمال اور رسالت کے قائل تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا پیشوا تصور کرتے اب تم اسی دین کے مقصدِ حیات سے بالکل بیگانہ ہو گئے ہو بلکہ اُس گمراہی کو اپنا دین سمجھ بیٹھے ہو جس کو مٹانے کے لئے جدِّ امجد تمام عمر جدوجہد کرتے رہے اور جن بُتوں کو پاش پاش کرنے کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ میں کودنا پسند کیا "کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق" کے مصداق، یہ کیا ستم ظریفی ہے کہ تم بُتوں کی پُوجا کرنے میں محو تماشا بنے ہوئے ہو اور دینِ حنیف کی دعوت کی طرف تم کو بلایا جاتا ہے تو غضب ناک ہو کر رسولِ برحق سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہو حالانکہ تم اُن کی پیروی کرتے ہوئے دعوتِ توحید قبول کرنے کا عزم کرنا چاہئے۔

کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ﴿ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ ﴾ اپنے والد آذر سے، تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام

---

[1] ......الصُّوْرُ قَرنٌ يُنفَخُ فِيْهِ صور ایک قرن ہے جس میں پھونکا جائے گا۔ (بحوالہ ابوداؤد اور ترمذی شریف)

[2] ...... یہاں حضرت خلیل اللہ کا قصہ کا ذکر اس بات کی تائید اور شہادت کے لئے بتایا جا رہا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت آج رسول اللہ ﷺ نے اور اُن کے ساتھیوں نے شرک کا انکار کیا اور باطل معبودوں سے منہ مُوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کے آگے اطاعت کے لئے جھک گئے۔ کل بھی سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کر چکے ہیں۔ محمد ﷺ کا راستہ وہی ہے جو نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام اور نسل ابراہیمی کے نبیوں کا ہے۔

Marfat.com

کے والد کا نام "تارخ" تھا اور لقب "آذر" بہر نوع ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے والد محترم! ﴿ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ﴾ کیا تم بتوں کو خدا بنا بیٹھے ہو،

﴿اَتَتَّخِذُ﴾ تو بناتا ہے اختیار کرتا ہے، اِتّخاذ سے فعل مضارع صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

﴿ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ ﴾ [1] اور جس طرح اُن قوم کی گمراہی ہم نے دیکھا دی تھی اسی طرح دکھائے ابراہیم کو۔

﴿ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ [2] عجائب، غرائب، آسمانوں اور زمینوں کے، مفسرین نے تحریر کیا ملکوت آسمان آفتاب / سورج اور ماہتاب / چاند ہیں اور ملکوت زمین شجر / درخت، حجر / پتھر ہیں۔ باری تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام صخرہ پر لایا اور سب آسمان اور زمین عرش سے تحت الثریٰ تک، اُن پر کھول دیا تا کہ اُن کے سبب اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر دلیل پکڑیں۔

﴿ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴾ تا کہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں یا علم استدلال میں یقین کرنے والا ہو۔

تشریح و توضیحات آیت ۷۱ تا ۷۵

آیت ۷۱ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ جلّ شانہٗ کو چھوڑ کر پتھروں کے صنم اور شجر وغیرہ کی پرستش کرو اور اُن کو یعنی غیر اللہ کو پکارو جب کہ تمہیں اچھی طرح یہ بات پتہ ہے کہ یہ تمہارے لئے نہ نفع بخش ہیں اور نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں حالانکہ حق سبحانہٗ تعالیٰ تمہیں سیدھی راہ دکھا چکا لیکن یہ کیسی تمہاری ستم ظریفی ہے کہ شرک میں مُبتلا ہو، سوچو تو سہی جب انسان غیر اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کرتا ہے تو گویا وہ اپنے آپ کو مقامِ انسانیت کے اعلیٰ اور ارفع منزل سے بھٹک کر ہوائے نفس کے رحم و کرم کا مطیع ہو جاتا ہے اس کے احباب اس کو دعوتِ توحید، دعوتِ حق کی طرف بلاتے ہیں لیکن حیران اور پریشان اور سرگرداں پھر رہا ہوتا ہے اور وہ گمراہی اور ضلالت کی طرف مائل ہو کر شیطانوں کے قبضہ میں چلا جاتا ہے اس کی مثال تو ایسی ہے جس پر شیطان یا جن مسلط ہو کر اسے فرزانہ سے دیوانہ بنا دے اور جب کوئی صراطِ مستقیم کی طرف بلاتا ہے تو عقلِ سلیم سے بے نیاز ہو کر بھٹکتا ہی رہتا ہے سیدھی بات اتنی ہے اور حُکم بھی سادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کائنات کا خالق و مالک ہے جو سب کی ضرورتوں سے واقف ہے اور سب کی ضرورتوں کی تکمیل کرتا ہے صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، صمدیت کو قبول کرتے ہوئے ایک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں توفیقِ اطاعت مل جائے گی تو راہِ تقویٰ بھی مل جائے گی۔

---

[1] ......نُرِیْ ہم دکھانے لگے، مضارع جمع متکلم قواعد کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باری تعالیٰ نے زمین اور آسمان کی تمام تر بادشاہت دیکھا دی حضرت امام رازی رقمطراز ہیں "اللہ تعالیٰ کے انوار تجلیات کی ضوفشانی ہر لحظہ جاوہ فگن ہے لیکن رُوحِ انسانی، کسی نہ کسی حجاب کی وجہ سے ان کے مشاہدے سے قاصر رہتی ہے۔ جوں جوں حجاب ہٹتا جاتا ہے ویسے ویسے انوار تجلیات کے مشاہدے کے عمل کا آغاز ہو جاتا ہے"۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حجاب کے تمام پردے ہٹ گئے اور انوار باری تعالیٰ کے مشاہدہ میں کوئی رکاوٹ نہ رہی تو ارض و سما کی وسعتوں میں قدرت کے جو بے کراں اسرار تھے وہ سب عیاں ہو گئے گویا ابراہیم پر ہر شے منکشف ہو گئی۔ (بحوالہ تفسیر کبیر)

[2] .... ملکوت مبالغہ کا صیغہ ہے اس سے مراد مخلوقات لی جاتی ہے عظیم الشان سلطنت مصدر، برائے مبالغہ ملکوت کا اطلاق حق تعالیٰ کی سلطنت کے لئے مخصوص ہے ... قاموس القرآن) مفہوم یہ ہے کہ "عرش سے لے کر اسفل ارض تک کا ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مشاہدہ اور مکاشفہ کرایا۔ (ضیاء القرآن)

Marfat.com

کس قدر کم نصیبی کی بات ہے وہ کُفر و شرک میں مُبتلا ہو کر جو گمراہی پا گیا وہ بھٹکتے بھٹکتے گم کردہ منزل کی تلاش میں کھو جاتا ہے اور راہِ ہدایت پانے سے قاصر رہتا ہے لیکن اللہ کی توفیق سے راہِ ہدایت مقدر ہو جاتی ہے کیونکہ ہدایت دینا، ہدایت پر چلانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے چنانچہ آیت ۳۷ سورۃ النحل پارہ (۱۴) رُبَمَا میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ یُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ ایسوں کو ہدایت نہیں دیتا جس کو وہ گمراہ کر دے، اور ان کا کوئی مددگار نہیں بنتا۔''

لیکن یہ ہدایت اور گمراہی اسی اصول کے تحت ہے جو حق تعالیٰ نے اس کے لئے مُقدر بنایا ایسا نہیں ہوتا کہ یونہی جسے چاہے گمراہی میں مُبتلا کر دے جسے چاہے راہ دکھا دے۔

آیت ۷۲ میں بیان کیا گیا ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہونا چاہئے ہم پابندی نماز کا اہتمام اور انصرام کریں اللہ سے ڈریں، راہ تقویٰ اپنائیں اسی کی طرف لوٹ کا جانا ہے یہ مخالفین کی ایمانی اور اخلاقی تربیت کی ایک لطیف تمثیل ہے اس سے پہلے بیان آیا کہ تم صحرا نورد، بھٹکتے ہوئے راہی کی طرح ہو ابلیس/شیطان اور گمراہ لوگوں نے تمہاری عقل سلیم پر پردہ ڈال دیا ہے صاحبِ ایمان کا طرزِ عمل تو یہ تھا کہ تمہیں تلاشِ حق کی دعوتِ فکر و عمل دے رہے تھے لیکن تم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کے انکاری رہے اب اصل فرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف کر لیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیّت کو مان لیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق پرہیز گاری کو شعارِ زندگی سمجھ لیا جائے کامیاب زندگی کا عمل پابندی نماز، پرہیز گاری اور خشوع خضوع کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے یہی حُکم آیت ۴۳ سورۃ البقرہ پارہ الٓمّ میں آیا ہے۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ: ''اور نماز قائم کرتے رہو، اور زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور جھک جانے والوں کے ساتھ جھکتے رہو''۔

تقوٰی اپنانے کے لئے نماز کی پابندی ضروری ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہے اور صبر کرنا بھی ضروری ہے چنانچہ آیت ۴۵ سورۃ البقرہ پارہ (۱) الٓمّ میں حُکم باری تعالیٰ ہے

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِیْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمہ: ''اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو البتہ وہ گراں ہے مگر ان لوگوں پر شاق نہیں جو عجز کرنے والے ہیں''۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ نماز کی پابندی عام لوگوں پر شاق گذرتی ہے۔ لیکن خشوع و خضوع اپنانے والوں کے لئے یہ آسان ہے بلکہ راحت قلب و نظر ہے سب کو خوفِ خدا کا احساس ہونا چاہئے اس لئے کہ سب اللہ کے حضور، اکٹھے کئے جائیں گے۔

آیت ۷۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے زمین و آسمان کو برحق پیدا کیا ہے گویا ارض و سماء کی تخلیق محض کھیل تماشے کے طور پر نہیں ہے قرآن میں ایک مقام پر یوں بیان آیا ہے ارشاد ربی ہے آیت ۳۸ سورۃ الدخان پارہ الیہ یرد (۲۵)

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ

ترجمہ: ''ہم نے زمین و آسمان اور ان تمام چیزوں کو جو آسمان اور زمین کے مابین ہیں کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا۔''

اللہ ﷻ مالک ہے حاکم اعلیٰ ہے اور جو تمام اُمور کو انجام دینے میں قادر ہے گویا تخلیقات کائنات میں سچائی ایک اساسی عنصر ہے یہ ایک حقیقت ہے اس جُملے میں ایک جانب تو اس کائنات رنگ و بُو کے بارے میں افلاطون کا یہ نظریہ بے معنی نظر آتا ہے جس میں اس کا کہنا تھا کہ ''یہ کائنات ایک وہم ہے اور اس کا کوئی دوسرا وجود نہیں۔'' دوسری جانب یہ بات بھی واضح ہوئی کہ سچائی رصداقت اپنے اندر اصلیت رکھتی ہے اس کائنات کی طبعی سچائی اور اسلامی نظریہ حیات کی صداقت باہم مل کر ایک عظیم قوت بن جاتی ہے پھر اس حق وصداقت کے سامنے باطل پست سے پست قد ہو جاتا ہے گویا یہ کہنا زیادہ بہتر ہے کہ باطل کی جڑیں اس کائنات کے اندر نہیں ہوتیں۔ ''رمزِ حق و باطل ہوتو فولاد ہے مؤمن'' اقبال کی زبان کے مطابق، وہ مؤمن جس کے شعور میں یہ بات ہو کہ وہ حقّ کا طلب گار ہے، حقّ کا آئینہ دار ہے وہ شخص اور ذاتی طور پر اس سچّائی کے ساتھ ربط پیدا کر لیتا ہے جو اس کائنات کے اندر موجود ہے۔ (بحوالہ تفسیر ظلال القرآن از قطب شہید جلد دوم)

اللہ تعالیٰ کا یہ نظام کائناتِ حق کی اساس پر دائم اور قائم ہے، حکمت، عدل اور انصاف کے اُصول اور ضابطہ قوانین پر اس کی ہر شے مشتمل ہے باطل کے لئے درحقیقت اس نظام میں کوئی صورت اور گنجائش ہی نہیں کہ باطل بار آور ثابت ہو جائے یہ الگ بات ہے کہ باری تعالیٰ باطل پرست کو کچھ موقع فراہم کر دے۔ وہ دوزخ ظُلم، استبداء، اور بربریّت کو فروغ دینے کی کوشش کر کے دیکھیں، لیکن انجام کار یہ ہوگا کہ باطل پرست کی ہر کاوش رائیگاں ہو جائے گی، حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اس گیتی کائنات کو ''بر بنائے حق'' بنایا ہے وہ کُن کہنے سے سب کچھ تخلیق کر دیتا ہے اس کا کہا ٹل سکتا نہیں! اس کا قول حقّ ہے صداقت پر مبنی ہے اسی کا حُکم اور بادشاہت ہوگی جس دن صُور پھُونکا جائے گا وہ غائب وحاضر اور سب کا علم رکھنے پر قادر اور حکمت والا باخبر ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس دن صُور پھُونکا جائے گا اس دن اصل حقیقت مُنکرین پر عیاں ہو جائے گی اُس دن فیصلے صرف اللہ تعالیٰ ہی کرے گا، اس کائنات رنگ وبُو میں جو لوگ سرکش ہیں یہ اُن پر لازم ہے کہ ابھی وقت ہے اپنا طرزِ عمل صحیح کر لیں، اللہ تعالیٰ کو ان باتوں کا علم ہے جنہیں ہم سمجھنے سے قاصر ہیں رَبِ جَلیل کُل کائنات کو اپنی حکمت کے مطابق چلاتا ہے۔

آیت نمبر ۷۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ یاد کرو کہ اُنہوں نے اپنے والد محترم آذر سے کہا تھا کیا آپ بُتوں کو خدا جانتے ہو میں تو آپ کو اور آپ کی قوم کو کھُلی گمراہی، تاریکی اور ضلالت میں پاتا ہوں اور آپ کی قوم کے لوگوں نے بُتوں کی عبادت کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔ یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد سے برملا کہتے ہیں، یوں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نرم مزاج رکھنے والے نہایت ہی حلیم الطبع انسان تھے۔ پھر بھی اُنہوں نے اپنے والد کو تلقین کی، جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے اس وقت لوگوں کا یہ حال تھا کہ اللہ تعالیٰ کو بھول چکے تھے اور بادشاہ وقت کو اپنا خدا سمجھ بیٹھے۔ نمرُود بن کنعان اس وقت بادشاہ تھا اور آذر اس کے وزیر تھے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

آیت ۷۵ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہم نے اسی طرح ارض وسما کا نظام سلطنت دکھائے تھے اور زمین و آسمان کے عجائب اور خلائق کا مشاہدہ کرا دیا۔ مُفسرین نے تحریر کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک چٹان پر کھڑے تھے ان کے سامنے آثارِ کائنات عیاں تھی اور اللہ تعالیٰ کی نشانیاں تھیں جو اُنہیں نظر آ رہی تھیں اور اُن کے سامنے زمین و آسمان اور کائنات کی سب حقیقت کو کھول دیا گیا ایک ایک ذرّہ ایک ایک پتا قدرت کے بتائے ہوئے عَمل کے مطابق کام کر رہا ہے۔

Marfat.com

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾

پھر جب شب کی تاریکی طاری ہوئی اُن پر، تو اُنہوں نے دیکھا ایک ستارہ، وہ بول پڑے، اُسے میرا ربّ ٹھہراتے ہو، پھر جب وہ غروب ہوگیا، تو اُنہوں نے کہا کہ ڈوب جانے والے کو میں پسند نہیں کرتا۔(٧٦)

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿٧٧﴾

پھر جب چاند کو چمکتے ہوئے دیکھا، تو کہا یہ میرا ربّ ہے پھر وہ بھی جب چھپ گیا تو کہا اگر میرا ربّ اگر ہدایت نہ دیتا مُجھ کو تو میں بھی ضرور بھٹکنے والوں میں شامل رہتا۔(٧٧)

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾

پس جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا کیا اُسے میرا ربّ کہتے ہو، یہ تو ان سب سے بڑا ہے پس جب وہ بھی غائب ہوگیا/غروب ہوگیا تو کہا اے میری قوم! میں اُکتا گیا ہوں/بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں خُدا کا شریک کار ٹھہراتے ہو۔(٧٨)

اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٧٩﴾

بے شک میں نے اپنا چہرہ یکسو ہو کر/رُخ اس طرف کرلیا، جس نے آسمان اور زمین بنائے اور میں مُشرکوں/شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔(٧٩)

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۭ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ رَبِّيْ شَيْــًٔا ۭ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٠﴾

اور اُن سے اُن کی قوم جھگڑنے لگی (حجت شروع کردی) تو آپ علیہ السلام نے کہا کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں مُجھ سے جھگڑتے ہو، حالانکہ اُس نے مجھے سیدھی راہِ ہدایت دیکھادی ہے اور مجھے قطعی ان کا ڈر/خوف نہیں اُن سے جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتے ہو، ہاں میرا ربّ ہی کوئی اَمر چاہے/مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی کوئی تکلیف پہنچانی چاہے، میرے ربّ نے ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے کیا تم نصیحت نہیں مانتے۔(٨٠)

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۭ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨١﴾

اور میں ان چیزوں سے کیسے خوف زدہ ہو جاؤں گا جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھتے ہو، اور تم ہو کہ نہیں ڈرتے، اس بات سے اور یہ کہ تم شریک ٹھہراتے ہو اللہ تعالیٰ کا، جن پر نہیں اُتاری گئی کوئی دلیل، اب ان دو جماعتوں/گروہ میں کوئی نجات پا کر امن کا مستحق کون ہے/اگر تم جانتے ہو۔(٨١)

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٨٢﴾

وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک جیسے ظُلم کی ملاوٹ سے پاک رکھا/غیر حق کی آمیزش نہ کی، اُنہیں کے لئے امن وامان ہے اور وہی ہیں ہدایت پانے والے۔(٨٢)

الفاظ و معانی آیت ٧٦ تا ٨٢

﴿ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ ﴾ پس رات جب کہ آئی اور اندھیرا ہوا ان پر۔ ﴿ جَنَّ ﴾ اُس نے چھپا لیا۔ جَنٌّ سے ماضی صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ رَاٰ كَوْكَبًا ﴾ تو اس نے دیکھا ستارہ روشن، یعنی زُہرہ اور کچھ کا کہنا ہے مشتری مغرب کی سمت طلوع ہوا، بعض لوگ جو ستارہ کی پرستش کرتے اُنہوں نے اس ستارہ کی طرف سجدہ کیا۔ ﴿ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ﴾ کہا ابراہیم نے یہ رَبّ ہے میرا۔ ﴿ فَلَمَّآ اَفَلَ ﴾ پھر جب کہ وہ ستارہ نیچے گیا، ڈوب گیا، [1] غائب ہو گیا۔ ﴿ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴾ دوست نہیں رکھتا ہوں میں نیچے جانے والوں کو اس واسطے کہ جو رَبُّ العالمین ہے اس کے واسطے زوال اور انتقال درست نہیں۔

﴿ اُحِبُّ ﴾ میں پسند کرتا ہوں، اِحْبَابٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد متکلّم قواعد کے مطابق ﴿ الْاٰفِلِيْنَ ﴾ افلین کا لفظ اُفُوْلٌ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ڈوب جانے کے/چھپ جانے کے/غروب ہو جانے کے۔ مفہوم یہ ہے کہ انسانی فطرت اور وحدۂ لاشریک کے درمیان حقیقی تعلق ربط، حجت، اُلفت کا ربط باہم ہے اور اُلفت کا یہ ربط دل کا ربط ہے اسی نے فطرت ابراہیم علیہ السلام کو غروب ہو جانے والوں کے ساتھ احساسِ محبت اور پیہمِ اُلفت نہیں رکھنے دیا، اور اسے الٰہ تسلیم نہیں کیا اور تقاضائے فطرت تو یہ ہے کہ جو الٰہ ہے، رَبّ ہے، اللہ تعالیٰ ہے، وہ ہر وقت حاضر و محبوب ہوگا۔ ﴿ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا ﴾ پھر جب دیکھا چاند کو نکلنے والا روشن تو کچھ ماہتاب پرست اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑے۔ ﴿ بَازِغًا ﴾ درخشاں، چمکتا ہوا تاباں تاباں، روشن روشن، بزُوْغ سے اسم فاعل کا صیغہ قواعد کے مطابق۔ ﴿ لَاَكُوْنَنَّ ﴾ البتہ ہو جاؤں گا میں۔

﴿ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴾ تو میں گمراہ قوم میں سے ہو جاؤں گا۔ ﴿ اَكُوْنَنَّ ﴾ بے شک میں ہو جاؤں گا کَانَ یَكُوْنُ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔

﴿ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ ﴾ اگر ہدایت نہ دے میرا رَبّ۔ ﴿ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴾ بے شک میں بیزار ہوں/مایوس ہوں اس چیز سے جس سے شرک کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دلیل سے ثبوت فراہم کر دیا مہ و انجم میں خواہ ستارے چھوٹے ہوں یا بڑے کسی میں بھی رَبّ ہونے کی صلاحیت نہیں ہے، ان کا معبود ہونا، باطل ہے اور قوم جس شرک میں پھنسی ہوئی ہے اس سے اظہار برہمی کے طور پر بیزاری کا اظہار کیا اس کے بعد دینِ حق کا پیام دیا۔ ﴿ بَرِيْٓءٌ ﴾ بے تعلق، بیزار ہوں، قواعد کے مطابق اسم ہے۔ ﴿ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ ﴾ بے شک پھیر لیا میں نے اس کی طرف، خالص کیا میں نے اپنا دین اور اپنے دل کو متوجہ کیا میں نے۔ ﴿ وَجَّهْتُ ﴾ اپنا رُخ، اپنی عبادت کا رُخ۔

﴿ وَجْهِيَ ﴾ میں نے مُنہ کیا، رُخ کیا، توجیھہ سے ماضی واحد متکلّم قواعد کے لحاظ سے۔

﴿ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ اور نہیں ہوں میں مُشرکین میں سے۔ تفسیر مُنیر میں تحریر ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام شہر میں وارد ہوئے اور اُنہیں نمرُود کو دکھانے لے گئے، نمرُود ایک بدشکل آدمی تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ تخت پر براجمان ہے، خوبصورت کنیزیں اور غلام تخت کے گرد صف باندھے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی والدہ ماجدہ سے

---

[1] ...... غروب ہونا، غائب ہونا تبدیلی اور تغیر حال پر حادث رہنا ہونے کی دلیل ہے اور جو حادث ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے جس کو دکھانے کے لئے مجھے لایا گیا ہے وہ گویا ہوئیں ربولیں ''وہ خدا ہے'' معاذ اللہ۔ پھر پوچھا تخت کے آس پاس یہ کون لوگ ہیں اس کی مخلوق اور پیدا کیے ہوئے لوگ۔ اُنہوں نے تبسّم کیا اور امی جان! یہ کیسی بات ہے تمہارے ''اس خدا'' نے اوروں کو اپنے سے بہتر پیدا کیا ہے، چاہیے تو یہ تھا کہ یہ خود اُن سے اچھا ہوتا، الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام برابر بتوں کی مذمت کیا کرتے اور بُت پرستوں کو بُرا بھلا کہتے اور اُن کی قوم اُن سے جھگڑا کرتی اور حق تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ﴿ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ﴾ اور اُن کی قوم نے جھگڑا کیا۔ اور حُجت کی دلیل طلب کی۔ ﴿ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴾[1] کیا یاد نہیں کرتے تم اور نصیحت نہیں پکڑتے اور عاجز اور قادر، عالم اور جاہل میں تمیز نہیں کرتے، دراصل لفظ تَذَكُّر کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص غفلت اور بھول میں پڑا ہوا اور وہ اچانک اس چیز کو یاد کر لے جس سے وہ غفلت برت رہا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تو مقصد یہ تھا کہ کہنے کا جو تمہارا اصلی اور حقیقی ربّ ہے اس سے تم بے خبر ہو، اللہ تعالیٰ کا علم ہر شے پر مُحیط ہے کیا اس حقیقت سے آگاہی کے بعد بھی تمہیں ہوش نہ آئے گا۔ ﴿ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ ﴾ اور میں کیوں کر ڈروں اُن سے جس کو تم نے شریک ٹھہرا رکھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقریر کا ماحصل تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تمہیں ڈرنا چاہیے تھا جو اللہ وحدہٗ لاشریک سے رُخ مُوڑ کر باطل معبود کی چوکٹ پر سرفگندہ ہو اور میں کیوں ڈروں جو میں سیدھی راہ پر گامزن ہوں۔ (بحوالہ ضیاء القرآن جلد اوّل محمد کرم شاہ الازہریؒ)

﴿ مَآ اَشْرَكْتُمْ ﴾ تم نے شرک کیا ربنایا اشراک سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے۔ ﴿ وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا ﴾ اور نہ ملایا اُنہوں نے۔ ﴿ اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾ ایمان اپنا شرک کے ساتھ یعنی شرک جلی سے اپنا ایمان خالص کر کے شرک خفی سے بھی نہیں ملایا۔ ﴿ لَمْ يَلْبِسُوْٓا ﴾ لَبْس مصدر اُنہوں نے مخلوط نہیں کیا رنہیں ملایا مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے۔ یہاں مفہوم یہ ہے کہ جو آدمی اپنے ایمان میں کسی قسم کے شرک کو شامل کرے گویا ''اللہ تعالیٰ کی تمام صفات و کمالات کو مانتے ہوئے بھی غیر اللہ کو بھی بعض صفات اور خوبیوں کو حامل سمجھے وہ اس امن اور ایمان سے خارج ہے۔'' (بحوالہ معارف القرآن جلد سوئم از مفتی محمد شفیعؒ)

﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ ان ہی کے لئے امن رسکون ہے اور وہ ہدایت پانے والے ہیں اس کو یوں سمجھئے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات یکتا کو مانیں اور اپنے اس ماننے میں، کسی مشرکانہ عمل اور عقیدہ عمل سے آلودہ نہ کریں تو وہی راہِ ہدایت پر ہیں، یہ توحید کے بارے میں اصل حقیقت کا اظہارِ حقیقت ہے کہ جس کے ایمان کے اندر شرک کی آمیزش ہے وہ ایمان حق تعالیٰ کے لئے معتبر اور مستحق نہیں، امن کے مستحق وہ ہیں جو ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر توکل راعتماد کرتے ہیں اور اپنے آپ کو شرک جیسے عظیم ظلم سے بری رکھتے ہیں۔

تشریح وتوضیحات آیت ٧٦ تا ٨٢

آیت نمبر ٧٦ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب رات کی تاریکی بڑھی، اندھیرا چھا گیا تو ایک روشن ستارا نمودار ہوا یوں تو آسمان پر

---

[1] ..... تَتَذَكَّرُوْنَ تم نصیحت پکڑتے ہو رکیا سوچتے ہو، تَذَكُّر سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

Marfat.com

ستارے موجود ہوتے ہیں، مگر بعض ستارے، جو خاص ہوتے ہیں وہ زیادہ منور ہوتے ہیں اور ان کی تابانی قابلِ دید ہوتی ہے حضرت ابراہیم علیہ السّلام گویا ہوئے بقول تمہارے، یہ میرا پروردگار ہے، اگر یہ بات سچ ہے تو اس کی پرستش کی جائے جو سب پر چھا رہا ہے، کچھ وقفہ کے بعد وہ ڈوب گیا/غائب ہوگیا تو آپؑ نے فرمایا یہ تو حادث/فانی ہے اپنی ذات کو ایک کیفیت حال میں قائم رکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا میں کیونکر اسے اپنی احتیاج پورا کرنے والا سمجھ لوں میں کسی ایسی ہستی ربط محبت برقرار نہیں رکھ سکتا۔

آیت نمبر ٧٧ میں بتایا گیا ہے کہ پھر قمر اپنے دامن میں چاندنی سمیٹے نمودار ہوا تو کہا لگتا ہے یہ انجم وکواکب کی نسبت زیادہ مناسب ہے اسے ربّ مان لیا جائے مگر چمکتا ہوا چاند بھی غروب ہوگیا اور قوم کے لئے مقام تنبیہ ہے کہ چاند کو الٰہ ٹھہرایا جائے۔ کیونکہ اس کا بھی ایک حال سے دوسرے حال کی جانب تغیر منتقلی ہے اور یہ بھی فانی ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے کہا اگر میرا اللہ مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں گمراہ ہو جاتا۔

آیت نمبر ٧٨ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ پھر آفتاب کے نکلنے کا منظر دیکھا تو کہنے لگے یہ تو بہت بڑا ہے اس کے سامنے تمام انجم و کہکشاں ماند پڑھ گئے اجرام فلکی/سماویہ میں سورج سب سے بڑا ہے شاید یہ پروردگار ہے پھر اس کی تمازت اور روشنی بھی کم ہوتی چلی گئی اور وہ بھی بادلوں کی اُوٹ میں چھپ گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے کہا لوگو! تم باری تعالیٰ کی ذات وحدہٗ لاشریک کے ساتھ ستاروں کو شریک ٹھہراتے ہو، اللہ تعالیٰ تو سب کا خالق و مالک ہے میں تمہارے اس باطل عقیدہ سے یکسر بیزار ہوں۔

آیت نمبر ٧٩ میں اظہارِ بیان ہے کہ میں اس کا برملا اظہار کرتا ہوں کہ خُلوص کے ساتھ، دل کی گہرائی اور گیرائی کے ساتھ، یکسوئی کے ساتھ اپنا چہرہ/رُخ اس کی سمت کرتا ہوں جو ارض وسماء کا پیدا کرنے والا ہے میں ایسے لوگوں کا ساتھ قطعی طور پر دینے پر آمادہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی اور کو گردانتے ہیں، میں مُشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ ''نماز شروع کرتے وقت اسی آیت کو پڑھنا چاہئے۔'' (بحوالہ تفسیر تشریح القرآن)

آیت نمبر ٨٠ میں بتایا جارہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی قوم آپؑ سے اس بات پر اُلجھنے لگی کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک سب کی حاجت روائی کرے، اس کا سبب یہ تھا کہ ان کی قوم کے لوگ بہت سے باطل معبودوں کی پرستش کرنے کے عادی ہوچکے تھے ان کا کہنا تھا ''جی میں تو یہ آتا ہے کہ پتھر کے صنم کو پوجا جائے تاکہ ٹکرائیں تو نہ گھبرایا جائے اور مرنے کی صورت پیدا ہوسکے'' کے مصداق ان کی سمجھ سے یہ بات بالاتر تھی کہ توحید کا درس کیا ہے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات اور صفات کیا ہیں اس سے وہ واقف نہ تھے جس طرح دورِ جدید میں ہندو تہذیب اور معاشرت اپنانے والے مسلمان اسی شرک میں مُبتلا ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے کہا کہ اللہ ﷻ کی طرف سے مجھ پر وحی آچکی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے راہِ ہدایت مل چکی، تم چاہتے تو یہ نعمت مجھ سے حاصل کرتے، لیکن تم نے باطل کو اپنا لیا ہے رہی بات خوف اور ڈر کی تو جس کا تعلق حق تعالیٰ سے قائم ہو وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا، نفع ونقصان کی قدرت صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، میرے ربّ کا علم ہر شئے پر محیط ہے کیا تم کو اس بات کی سمجھ اور خبر نہیں کیا تم نصیحت نہیں قبول کرتے۔

آیت نمبر ٨١ میں اظہارِ بیان ہے کہ مَیں تمہارے بے جان، جمود اور محض عاجز، شریکوں سے کیوں خوف زدہ رہوں،

Marfat.com

حالانکہ تقاضائے عقل تو یہ ہے کہ ان باطل خداؤں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیا ہے اُن سے ڈرو، کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کی ذات واحد کو پہچانا ہی نہیں ہے، تمہیں اللہ تعالیٰ کے غضب، عتاب اور قہر سے خوف کھانا چاہیئے کہ تم نے اُن کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے جن کی بابت تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی اُتاری ہوئی نہ کوئی سند ہے اور نہ کوئی دلیل، مؤمن کے پاس تو توحید کے واضح دلائل موجود ہیں تمہارے حصّے میں تو اوہام باطلہ کے سوا اور کچھ نہیں اب خود ہی بتاؤ امن اور سکون کا مستحق کون ہے؟۔

آیت نمبر ۸۲ میں بتایا جارہا ہے کہ جو لوگ دولتِ ایمان سے سرفراز ہوئے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلمت شرک کی تاریکی سے آلودہ نہیں کیا اور کسی غیر اللہ کی اطاعت کو تسلیم کیا اور نہ دعوتِ اسلام، دینِ حق کے سوا کوئی اور رُخ اور راستہ اختیار کیا وہی صاحبِ ایمان مطمئن اور مامون ہیں اور صرف ایسے لوگوں کو مقدّر راہِ ہدایت پانا ہے یہی وہ رازِ اُلفت ہے جس کے سبب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو یہ توفیق بخشی گئی کہ اُنہوں نے اپنے ساتھ مباحثہ اور مجادلہ کرنے والوں کی تمام دلیلوں کو یکسر ردّ کر دیا اور یہ رازِ حقیقت منکشف کیا کہ ان کی تمام باتیں باطل مفروضوں پر مبنی ہیں، باطل معبودوں کے بارے میں ان کے تمام تصوّرات حرفِ غلط کی طرح غلط ہیں اور ان کا یہ وہم و گُمان بھی فرضی مفروضہ ہے کہ حضرت کو کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں یہ بات کسی حد تک درست تھی کہ وہ لوگ باری تعالیٰ کے وجود کے مُنکر نہ تھے اور یہ بات مانتے تھے کہ اس گیتی کائنات میں قوّت، اقتدارِ حق حق سبحانہٗ تعالیٰ کا ہے لیکن ان کی بڑی غلطی تو یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اس بات کی بھرپور حمایت کی کہ جو شخص صرف وحدہٗ لاشریک پر یقین کامل رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ جب سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے یہ حقیقت واضح کردی تو اُن کے تمام دلائل بے اثر ہوگئے اور خاک میں مِل گئے حضرت ابراہیم علیہ السّلام سرفراز ہوگئے یوں باری تعالیٰ جسے چاہتا ہے عزّت و وقار سے اس کو بلندی اقبال عطا کرتا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کے تصرّفات ہیں۔

آیت ۷۶ تا ۸۲ کے اہم نکتہ پر مطالعاتی نظر:

پہلے بُت پرستی کا ضلالت و گُمراہی ہونا ذکر فرمایا، اگلی آیات میں ستاروں کا قابلِ عبادت نہ ہونا بیان فرمایا اور اس سے پہلے ایک آیت میں بطور تمہید کے حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک خاص شان اور علم و بصیرت میں اعلیٰ مقام کا ذکر اس طرح فرمایا ''وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۝۷۵'' یعنی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات کو اس طرح دکھلا دیا کہ ان کو سب چیزوں کی حقیقت واشگاف طور پر معلوم ہوجائے اور ان کا یقین مکمل ہوجائے اسی کا نتیجہ تھا جو بعد کی آیات میں ایک عجیب طرح کے مناظرہ کی شکل میں اس طرح مذکور ہے۔

تبلیغ و دعوت میں حکمت و تدبیر سے کام لینا سنّتِ انبیاء ہے یعنی ایک رات میں جب تاریکی چھا گئی اور ایک کوکب یعنی ستارہ پر نظر پڑی تو اپنی قوم کو سنا کر کہا کہ یہ ستارہ میرا رَبّ ہے مطلب یہ تھا کہ تمہارے خیالات و عقائد کی رُو سے یہی میرا اور تمہارا رَبّ یعنی پالنے والا ہے اب تھوڑی دیر میں اس کی حقیقت دیکھ لینا چنانچہ کچھ دیر کے بعد وہ غروب ہوگیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قوم پر حُجت قائم کرنے کا واضح موقع ہاتھ آیا۔ (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیع)

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾

اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے اُن کو، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُن کی قوم کے مقابلے میں دی تھی۔ ہم جسے چاہتے ہیں اُن کے درجات/مرتبے بلند کردیتے ہیں، بلاشبہ آپ کا ربّ حکمت والا، اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (۸۳)

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾

اور ہم نے اُنہیں اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام عطا کئے اور ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی اور اس سے قبل نوح علیہ السلام کو راہِ ہدایت دیکھائی/دی اور اُن کی اولاد میں سے داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ایوب علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کو اور ہارون علیہ السلام کو بھی راہِ ہدایت بخشی اور ہم نیک کاروں کو اسی طرح صلہ/اَجر دیتے ہیں۔ (۸۴)

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾

اور ہم نے ہدایت دی زکریا علیہ السلام، یحیٰی علیہ السلام، عیسٰی علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام کو یہ سب نیک کار/صالحین میں سے تھے۔ (۸۵)

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾

اور اسماعیل علیہ السلام، الیسع علیہ السلام، یونس علیہ السلام، اور لوط علیہ السلام کو ہم نے تمام جہان والوں پر اُن کو فضیلت دی۔ (۸۶)

وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾

اور کچھ کو اُن کے آباؤ اجداد، اولاد اور بھائیوں کو اُن میں سے چُن لیا اور اُن سب کو مزید ہدایت عطا کی اور اُن کو سیدھے راستے کی ہدایت بخشی/رہنمائی کی۔ (۸۷)

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

یہ اللہ تعالیٰ کی ہی ہدایت ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اُس کی راہنمائی کرتا ہے، اگر کہیں ان لوگوں نے بھی شرک کیا ہوتا تو ضرور اکارت جاتے اُن کے وہ عمل جو وہ سرانجام کیا کرتے تھے۔ (۸۸)

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَاۗءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

یہ وہ لوگ تھے جنہیں ہم نے بخشی، کتاب، حکمت اور اعزازِ نبوت، اگر یہ منکر لوگ پھر نبوت کا انکار کریں تو ہم نے ایسے بہت سے لوگ مقرر کر رکھے ہیں جو اس نعمت کا انکار نہیں کریں گے/ایسے لوگ ہیں جو اُن کے ساتھ کُفر اختیار کرنے والے نہیں۔ (۸۹)

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾

یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا کی، تم تو اُنہیں کے طریقِ عمل کی راہ پر چلو، اے حبیب ﷺ! آپ کہہ دیجئے میں اس تبلیغِ ہدایت پر تم سے کوئی معاوضہ/اُجرت طلب نہیں کرتا (یہ قرآن) نصیحت ہے تمام جہان والوں کے لئے۔ (۹۰)

Marfat.com

الفاظ و معانی آیت ۸۳ تا ۹۰

﴿ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ﴾ اور ہماری حجت / دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو عطا کی قوم کے مقابلے میں یعنی توحید باری تعالیٰ پر یہ ایک ایسی دلیل تھی جس کا کوئی مناسب جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم سے نہ بن پڑا۔ کیا حسین اندازِ تخاطب ہے اس آیت مُبارکہ میں، ہماری دلیل تھی اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دی تھی دلیل کی خوبی تو دیکھئے جسے حق تعالیٰ اپنی دلیل بتا رہے ہیں اس کی توقیر، عظمت اور جلال و جمال کیا کہنا ظلمت کُفر و شرک کی اس تاریکی میں، جس ہستی کو اعزاز ملا اس کی رفعتِ شان کی کوئی حد اور کنارا نہیں یہ دلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید پر قائم کی تھی۔

﴿ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ﴾ بلند کرتے ہیں ہم درجوں میں جسے چاہتے ہیں علم و حکمت میں نَرفَعُ الرفع مصدر سے ہم بلند کرتے ہیں فعل مضارع جمع متکلم کا صیغہ قواعد کے مطابق۔ ﴿ نَشَآءُ ﴾ ہم چاہتے ہیں مضارع معروف جمع متکلم قواعد کے لحاظ سے۔ اس میں لطیف اشارہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جو کُل کائنات میں اور قیامت تک آنے والی نسلوں میں عزّت و تکریم ملی کہ یہودی ہو کہ نصرانی، مسلمان ہو کہ بدھ مت کے پیروکار ہوں سب کے سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تقدّس کا احترام کرتے اور تعظیم کرتے رہے ہیں یہ بھی باری تعالیٰ کا انعام اور فضلِ خاص ہے۔

﴿ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ﴾ اور عطا کیا ہم نے اسحٰق جیسا بیٹا، اور یعقوب جیسا پوتا جن کی نسل سے ہزاروں انبیاء اور لاکھوں نیک لوگ پیدا ہوئے ''معلوم ہوا کہ نیک اولاد بھی اللہ جل جلالہ کی خاص نوازشات میں سے ہے۔'' (بحوالہ ضیاء القرآن پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ) ﴿ وَهَبْنَا ﴾ ہم نے دیئے، ماضی معروف جمع متکلم کا صیغہ قواعد کے مطابق۔

﴿ وَكَذٰلِكَ ﴾ اور جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو اجر اور جزا دی ہم نے اُن کے درجات بُلند کرکے اسی طرح۔

﴿ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ ہم جزا دیتے ہیں نیک کام کرنے والوں کو اُن کے استحقاق کے موافق۔ ﴿ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ یہ سب پیغمبر نیک کاروں میں ہیں۔ صالح، نیک، اچھا صلاح سے اسم فاعل واحد مذکر قواعد کے مطابق۔ ﴿ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ دو نیک مرد، صالح کا تثنیہ بحالتِ نصبی و جری۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ اور ابراہیم علیہ السلام کو چُن لیا اور سب کو ہدایت بخشی، اور انہیں سیدھی راہ / سمت کی طرف رہنمائی کی۔ اِجتَبَاءَ چُن لیا، منتخب کرلیا، اپنے خاص بندوں میں شامل کرلینا اور اُن کے ساتھ ملا لینا۔ ﴿ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ ﴾ اور برگزیدہ کرلیا ہم نے ان کو۔ ﴿ وَلَوْ اَشْرَكُوْا ﴾ اور اگر یہ پیغمبر بھی شرک کے مُرتکب ہوتے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو باوجود اس فضل و کمال کے۔ ﴿ لَحَبِطَ عَنْهُمْ ﴾ البتہ باطل اور نیست و نابود ہو جاتے۔ ﴿ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ جو کچھ کئے ہوئے تھے۔ اس لئے کہ کُفر اعمال کو نیست و نابود کر دیتا ہے، گویا اس آیت میں مُشرکوں کو تہدید ہے، اگر پیغمبر بھی ہدایت عمل کے اس طریق سے غافل ہو جائیں جس سے وہ ہدایت پاتے ہیں اور نظریات، عقائد، اعمال اور عبادت میں خدا تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک بنالیں ان کا انجام کار بھی یہ ہونا ہے، اُن کے اعمال ضائع ہو جائیں اور اس طرح وہ ہلاک ہو جائیں گے جس طرح کوئی جانور زہریلی گھاس کھا کر پھول جائے تو اس کی موت وقوع پذیر ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

﴿حَبِطَ﴾ اور اکارت ہوگیا، حَبِطَ سے ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن)
﴿قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ﴾ ایسے لوگ جو اُن کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں۔ ﴿لَيْسُوْا﴾ وہ نہیں ہیں ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔ بعض مفسرین نے لکھا کہ یہ قوم انصار اور اہلِ مدینہ کی طرف اشارہ ہے چونکہ ''اس سورت کے نازل ہونے کے وقت تک یہ لوگ ایمان نہ لائے تھے، تو سورت اُن کے ایمان لانے کے لئے بشارت ہے۔'' (بحوالہ تفسیر قادری مولوی فخر الدین ۱۸۸۷ء) ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ﴾ وہ لوگ رگروہ انبیاء کا ہے کہ۔ ﴿هَدَى اللّٰهُ﴾ ہدایت کی اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اپنے دین کی جو اسلام ہے۔ ﴿فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ پس اُن کے طریق کی پیروی کریں راقتداء کریں اس سے وہ امر رشے مُراد ہے جس پر انبیاء متفق تھے۔ جیسے توحید اور اُصولِ دین اور فروع جن میں اختلاف ہے وہ مُراد نہیں۔ مفاتیح الغیب میں تحریر ہے کہ ''یہ جو حق سُبحانہٗ وتعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو فرمایا:'' ﴿فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ اُنہیں کے طریقہ کی پیروی کرو۔ ﴿اقْتَدِهْ﴾ تم اس کی پیروی کرو۔ ''اِقْتِدَاءٌ'' سے اَمر کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ اقتداء کا مفہوم ہے کہ کسی کے کام کے مطابق میں کام کرنا قطب الدین رازیؒ کشاف کے حاشیہ میں رقم طراز ہیں ''اقتداء سے مُراد، اخلاق فاضلہ اور صفاتِ کمال میں ان عظیم القدر انبیاء کی موافقت کرنا ہے۔'' اس سے پتہ یہ چلا کہ جتنے کمال و وصف اور خصائل سب انبیاء میں تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم میں تنہا جمع ہیں تو آپ سب انبیاء سے افضل اور اکمل ہیں۔ (بحوالہ روح المعانی) فارسی میں کیا خوب کہا ہے۔

ہرچہ بخوباں جہاں دادہ اند — قسم تو نیکو ترازاں دادہ اند

﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾ اے حبیب (ﷺ)! کہہ دیجئے کافروں سے میں نہیں چاہتا ہوں تم سے پیغام الٰہی پہنچانے پر اجر بدلہ مجھ سے قبل بھی کسی پیغمبر نے دعوت اور ہدایت کا صلہ اپنی اُمت سے نہیں مانگا۔ ❶ ﴿اِنْ هُوَ﴾ پر تبلیغ نہیں ہے یہ تبلیغ میری۔ ﴿اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ﴾ مگر نصیحت ہے اہلِ علم کے واسطے۔ ❷ جہاں والوں سے نصیحت کی راہ اختیار کریں، حقیقت احوال تو یہ ہے کہ قرآن اُنہیں شرک اور کُفر کی تاریک وادیوں سے نکال کر نورِ ہدایت کی شمع فروزاں کرے گا اور ضلالت کی گمراہی سے نجات دے کر ایمان، ایقان کی راہِ مستقیم کی نمائندگی کرے گا۔

تشریح و توضیحات آیت ۸۳ تا ۹۰

آیت نمبر ۸۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو باری تعالیٰ نے دلیل تو قیر یہ بخشی تھی کہ ان کی قوم کے

❶ ...... بعض کافر اس گمان و غلط فہمی کا شکار تھے کہ نبوت کے دعویٰ کا مقصد صرف یہ ہے کہ مال و ثروت کو جمع کیا جائے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ پیغام دیا جارہا ہے، دعوتِ اسلام، دعوتِ حق، دعوتِ ایمان دینے کا مدعا حیات ہے تم لوگ گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے سے نکل کر راہِ حق کی سمت اپنی منزل کا تعین کریں اور اپنے خالق و مالک سے اپنا ٹوٹا ہوا رشتہ پھر سے استوار کریں۔

❷ ...... یہ تو تمام جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے یہ کسی ایک قوم، اُمت اور نسل کے لئے مخصوص نہیں ہے یہ تو پوری انسانیت کے لئے عالمگیر پیام ہے اور سب کو ایک مرکز پہ لانا ہے اور امن و آشتی کی راہ صداقت دکھانا ہے۔

Marfat.com

مقابلے میں رفعت درجات عطا ہوئے، صرف حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر ہی کیا موقوف ہے جسے چاہتا ہے اس کے علمی وعملی مرتبے بڑھا دیتا ہے اللہ تعالیٰ بڑی حکمت والا اور علم والا ہے ہر ایک کے حال سے باخبر اور اس کی استعداد کی کمال سے بخوبی واقف ہے اور ہر ایک کی صلاحیت استعداد کے مطابق اس کو رفت کمال سے ہم آہنگ کرتا ہے چنانچہ سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو کمال ذاتی عطا کیا اور کمالِ اضافی سے بھی سرفراز کیا، کافروں کی جو بستی ہزاروں سال سے کُفر والحاد کی آماجگاہ بنی ہوئی اور وہ کافر بُتوں کی پرستش میں مُبتلا تھے جو ظُلمت اور گُمراہی کی پستی کی طرف مائل تھے۔ اُنہیں قائل بہ کرم کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو دعوتِ توحید کا پیامبر بنا کر اُن کے قلب ونظر کو فہم وفراست اور دلیل کی روشنی سے تاباں اور منوّر کر دیا اور دُنیا وآخرت میں ان کا نام مینارِ نُور قرار پایا اور اُن کی ماں کو رفعتِ اعجاز بخشا۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

جس کے بارے میں علامہ اقبال کو کہنا پڑا۔

ع
آسان نہیں مٹانا نام ونشان ہمارا   توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے

آیت نمبر ۸۴ میں بتایا جا رہا ہے کہ اور ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر کرم در کرم یہ کیا اُنہیں اسحٰق جیسا فرزندار جمند اور حضرت یعقوب جیسا پوتا دیا جن کی نسل سے سلسلہ فیض کا تواتر یہ ہوا کہ ہزاروں انبیاء توحید کی مہ کامل کو تاباں کیا اور اُن کی ذریّت سے نیک لوگوں نے بزمِ کائنات کو فرزاں کیا۔ جیسا کہ آیت نمبر ۷۲ سورہ ہود پارہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ

وہ کہنے لگی کہ ہائے شامت! میرے یہاں اولاد کیسے ہو سکتی ہے میں خود بھی بڑھیا ہوں اور میرے خاوند بھی ضعیف ہیں یہ تو یقیناً بڑی عجیب بات ہوگی۔

یہ عمر رسیدہ خاتون حضرت سارہ رضی اللہ عنہا تھیں وہ خود بھی ضعیفہ تھیں اور اُن کے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السّلام بھی بوڑھے تھے یہ اظہارِ تعجب ایک فطری بات ہے۔

سابقہ دور میں ہم نے حضرت نوح علیہ السّلام کو ہدایت بخشی، جن کا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے اجداد میں ہونا مشہور ہے اور اُن کی ذریّت میں سے داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اسی طرح نیک عمل کرنے والوں کو صلہ اور جزا دیتے ہیں۔

آیت نمبر ۸۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، اور الیاس علیہ السلام ان سب کا شمار صالحین میں ہے۔ ان آیات میں رسولوں اور نبیوں کا تذکرہ آیا ہے، نبوّت اور رسالت کے ساتھ تمام موجودات کو شامل کیا گیا ہے فرشتے بھی اس میں داخل ہیں تو جب تمام جہاں والوں پر فضیلت بخشی گئی تو ملائکہ پر فضیلت کا احساس ہو گیا اور جس عظمت شان سے انبیاء کرامؑ کے اسم مُبارک کا ذکر آیا ہے اس میں ایک لطیف اشارہ یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے انبیاء کی ہر ایک جماعت رگُروہ کو ایک خاص، کرامت اور فضیلت سے نوازا، تو حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کا پہلے ذکر کیا، اُن کو یہ شرف مِلا کہ ان کی نسل اور اولاد سے بکثرت انبیاءؑ مبعوث ہوئے، نبوّت کے بعد درجات اور مراتب جن سے ملک، سلطنت، بادشاہت اور اقتدار سے حق سُبحانہٗ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام جن پر

Marfat.com

کتاب زبور کا نزول ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی بادشاہت سے سرفراز فرمایا۔ [1] غم و آلام میں صبر کی راہ کو اختیار کرنے کے لئے حضرت ایوب علیہ السلام کو چُن لیا، پھر سلطنت اور پیمانہ صبر و رضا کا پیکر حسن حضرت یوسف علیہ السلام کے حصّے میں آیا۔ آپؑ نے مصائب اور آفت بلا پر مُدتوں تک پیمانہ صبر تھامے رکھا۔ کیسی کیسی عفتِ آبرو پر الزام تراشی ہوتی رہی، پاک دامنی پر تہمت لگائی گئی، لیکن اُن کے عزم عمل میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ نبوّت کے اعزاز کے ساتھ ملک مصر کی بادشاہی عطا ہوئی اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی شانِ کریمی تو دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرید اور ترکِ دنیا میں مراتب نصیب ہوئے۔ حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کو اس کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ اس کے بعد ان کا ذکر خیر کیا جن کی نہ تو ماننے والے باقی رہے اور نہ اُن کی شریعت باقی رہی جیسے حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام، حضرت یسع علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، ان کا ذکر اس شانِ جلال سے کیا کہ ان کی کرامات اور خصوصیات کا تذکرہ، لطافت حسن سے نظر آتا ہے۔ (بحوالہ کنز الایمان از احمد رضا خاںؒ)

آیت نمبر ۸۷ میں وضاحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ اور ہم نے ہدایت کی توفیق بخشی اُن کے آبا و اجداد، اُن کی نسل کو ہم نے مُنتخب کر لیا، سیدھی راہ دکھانے کے لئے اُن کی راہنمائی کی، اُن کے بھائی بندوں کو بھی ہم نے ہدایت یافتہ بنایا اور ان کو مقبول و مقرب کیا اور صراطِ مستقیم کی سمت گامزن کیا۔

آیت نمبر ۸۸ میں بتایا جا رہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ نوازتا ہے اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے اگر کہیں ان لوگوں نے راہِ شرک اپنائی ہوتی تو ان کا سب کچھ عمل اکارت ہو جاتا جس شرک میں تم مُبتلاء ے بلا ہوا گر وہ بھی کہیں شرک کے ظلمِ عظیم کو اپنا لیتے تو یہ مقام اور مرتبے اور فیض وہ بھی ہرگز نہیں پا سکتے تھے۔ اللہ سُبحانہٗ تعالیٰ اپنے توفیق فضل اور کرم فیض سے مقبول بندوں کو یہ توفیقِ عمل دیتا ہے، پھر اس کے بدلے میں حسبِ صلاحیت درجات کی بُلندی عطا ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۸۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کو ہم نے کتابِ حکمت، قوت فیصلہ اور نبوّت بخشی۔ [2] اب اگر یہ لوگ اس کو تسلیم نہیں کرتے تو پرواہ کی کوئی بات نہیں، ہم نے کچھ اور لوگوں کو اس نعمت سے نوازا ہے جو اس سے قطعی انکاری نہیں، کہنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اگر یہ کافر اور مُشرک اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو ماننے سے انکار کرتے ہیں تو انکار کر دیں ہم نے اہلِ ایمان میں ایک جماعت پیدا کر دی ہے جو اس نعمت کی قدر کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۹۰ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ جس طرح کے اُنہوں نے ربِّ جَلیل کی فرمانبرداری کو اپنا شعار بنایا اور ہر اُمور کی انجام دہی میں اطاعت باری تعالیٰ کو مقدم رکھا۔ یہ ایک مستحسن عملِ خیر ہے۔ اے حبیب (ﷺ)! آپ بھی لوگوں کو بتا دیجئے میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا ہوں کیونکہ یہ دین کا کام، یہ اُمورِ فرائض کا کام اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا کام ہے اور دعوتِ دین، دعوتِ حق جو میں نے لوگوں تک پہنچانے کا ذِمّہ لیا ہے مجھے اس کا وہی بدلہ، ثواب کافی ہے جو مجھے آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے گا۔

---

[1] ......جنہوں نے بڑی سلطنتوں کی ذمہ داریاں سنبھال رکھی تھیں اس کے بعد جادو حق انصاف اور میزانِ عدل کو ہاتھ سے نہیں چھوٹنے دیا۔

[2] ......اس مقام پر انبیاء کرام کو یعنی تین انعامات دیئے جانے کا ذکر ہے ایک کتاب، اللہ تعالیٰ کا کلام۔ دوئم حکم اس کلام اللہ کا حکم اور اس کا صحیح مفہوم اور اس کلام کے مطابق مسائل زندگی کو جاننے کی صلاحیت اور اہلیت۔ سوئم نبوت وہ منصب جس سے خلق اللہ کو راہ ہدایت دیکھائی جائے۔

Marfat.com

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَاۗؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿٩١﴾

اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت قدر نہ پہچانی جیسا کہ قدر کرنے کا حق تھا اور اُنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز (وحی) نازل نہیں کی، آپ ﷺ ان سے دریافت کیجئے! وہ کتاب کس نے اُتاری تھی جسے موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے جو سراپا نور اور ہدایت تھی انسانوں کے لئے، جس کو تم نے ورق در ورق الگ الگ بنالیا ہے جس کا کچھ حصہ ظاہر/عیاں کرتے ہو اور کچھ کو پوشیدہ رکھتے ہو، اور تم کو وہ کچھ سکھایا جاتا ہے جیسے تم کو علم نہیں تھا اور تمہارے آباؤ اجداد بھی اس کو نہیں جانتے تھے۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے! اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے پھر اُنہیں چھوڑ دیجئے کہ وہ اپنے بیہودہ/خرافات مشاغل میں کھیلتے رہیں۔(٩١)

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿٩٢﴾

اور یہ کتاب/قرآن ہے برکت والا جس کو ہم نے اُتارا ہے جو تصدیق کرنے والی ہے اس وحی/تعلیم کی جو اس سے پہلے/قبل نازل ہوئی ہیں تا کہ آپ اہلِ مکہ اور اردگرد کے لوگوں کو ڈرائیں اور آگاہ کریں اور جو لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہ اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور اپنی نمازوں کی بھی پابندی/حفاظت کرتے ہیں۔(٩٢)

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰي عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ تَرٰٓي اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٩٣﴾

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو جھوٹ بہتان باندھے اللہ تعالیٰ پر، یا کہے کہ مجھے وحی ہوئی ہے جب کہ اس پر کوئی وحی نازل نہ ہوئی ہو اور بڑا ہی ستم گر ظالم ہے وہ جو کہے جس طرح کا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے ویسا ہی کلام میں نازل کر سکتا ہوں۔ اے کاش! تم اس منظر کو دیکھو! جب لوگ موت کی جان کنی میں/سختیوں میں گھرے ہوئے ہوں گے اور فرشتے اپنا ہاتھ بڑھا رہے ہوں اُن کی سمت اور کہیں کہ نکالو اپنی جانیں آج (یوم قیامت) تمہیں ذلت/خواری کا عذاب دیا جائے گا، اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ/بہتان تراشتے تھے ناحق، اور اس کی آیات کو تسلیم کرنے سے تکبر کرتے تھے۔(٩٣)

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰي كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰي مَعَكُمْ شُفَعَاۗءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰۗؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٩٤﴾

اور بلاشبہ تم ہمارے پاس اکیلے/تنہا آئے ہو جیسا کہ ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے عطا کیا تھا (مال و متاع) اس کو تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو تمہارے ساتھ وہ شفاعت کرنے والے بھی ہم کو دکھائی نہیں دے رہے ہیں جن کے بارے میں تمہیں گھمنڈ/خیال تھا وہ تمہارے شریک/ساتھی ہیں بے شک وہ تمام تر رشتے/رابطے ٹوٹ گئے۔ اور وہ سب گم ہو گئے جن پر تم کو زعم تھا/جن کا تم دعویٰ کرتے تھے۔(٩٤)

Marfat.com

الفاظ و معانی آیت ۹۱ تا ۹۴

﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ ﴾ اور تعظیم نہ کی یہود نے اللہ تعالیٰ کی جیسا کہ حق واجب تھا اور قدر کے دراصل معنی ہیں کسی شے کی مقدار کو جاننا، اس کا اطلاق کسی شے کو اس کے تمام پہلوؤں کو پہچاننے سے ہوتا ہے۔ (بحوالہ روح المعانی)۔

﴿ اِذْ قَالُوْا ﴾ جب کہا انہوں نے کہ۔ ﴿ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾ نہیں بھیجی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے۔ ﴿ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ﴾ کسی بشر پر کوئی شے، وحی، اس کا مفہوم یہ ہے کہ مشرکینِ مکہ کتابوں کے نزول کا انکار کرتے ہیں اُنہیں باری تعالیٰ کی صحیح معرفت کا علم اور ادراک ہی نہیں ہے مظہرِ رسالت اور ظہورِ نبوت۔ اور کتابوں کی معرفت سے وہ قطعی بے بہرہ ہیں اور صرف اس گمان ہی میں مُبتلا رہے ہے کہ کسی انسان پر اللہ تعالیٰ کا کلام کس طرح نازل ہوسکتا ہے اس لئے یہاں اہلِ یہود کے اس قول کو جیسے اسلام کے مخالفین نے دلیل حجت سمجھ لیا تھا اُن کو بتایا جا رہا ہے کہ ایک یہودی جو تورات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی کتاب کو تسلیم کرتا ہے تو پھر یہ بات بعید از عقل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نہیں اُتارا، یہ لوگ تو صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے انکاری ہیں اور اپنی مُخالفت کے زعم میں اس قدر اندھے ہوجاتے ہیں تو حق تعالیٰ نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو اُن سے دریافت کرو کہ موسیٰ علیہ السّلام پر تورات کس نے نازل کی تھی جس کو یہ تسلیم کرتے ہیں یعنی ''تـــوراۃ نُوْرًا'' درانحالیکہ تھی روشنی دینے والی۔

﴿ وَهُدًى لِّلنَّاسِ ﴾ اور ہدایت کرنے والی، آدمیوں کے لئے۔ ﴿ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ ﴾ تم نے بنالیا ہے رتم نے کردیا ہے ورق ورق۔ ﴿ قَرَاطِيْسَ ﴾ اس کا واحد قرطاس ہے جس کا معنی ہے کاغذ رصفحہ، یہود کے اس قول کو جھوٹ قرار دینے کے لئے مزید بتایا جارہا ہے تو تم قدرے احساس فراموش اور ناشکری کی وجہ سے توراۃ جیسے پُرنُور، پُر ہدایت کو پارہ پارہ کر کے رکھتے ہو۔ ﴿ تُبْدُوْنَهَا ﴾ تم ظاہر کرتے ہو، اسے جو چاہتے ہو۔ ﴿ وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ﴾ اور تم چُھپاتے ہو اس میں سے بہت کچھ۔ یہود کتابِ الٰہی کے بعض حصّوں کو چُھپاتے تھے اور بعض حصّوں کو ظاہر کرتے تھے اور کتاب کے ساتھ یہ مذاق وہ اپنے ذاتی مفاد اور مقصد کے لئے کرتے تھے۔

﴿ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ﴾ اور تعلیم کئے گئے ہوا ے مسلمانو! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اُطہر سے، جو تم اور تمہارے باپ دادا نہ جانتے تھے، گویا قرآنِ حمید کے ذریعہ تمہیں تورات اور انجیل سے زیادہ علم عطا ہوا۔

﴿ قُلِ اللّٰهُ ﴾ کہہ دیجئے اے حبیب (ﷺ)! کہ اللہ تعالیٰ نے بھیجا اور یہ جواب اس سوال کا ہے کہ کس نے تورات عطا کی۔

﴿ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴾ پھر اُنہیں چھوڑ دو، اُن کی خرافات میں انہیں کھیلتا، پھر یہود سے ہاتھ کھینچ لیجئے اور اُنہیں چھوڑ دو تا کہ وہ باطل بے ہودہ اور خرافات جو وہ کررہے ہیں اُن سے کھیلتے رہیں۔ ﴿ ثُمَّ ذَرْهُمْ ﴾ یعنی غیر اللہ کو چھوڑ دے، یعنی دل اللہ تعالیٰ کی طرف لگایا جائے۔ حضرت شبلی قدس سرہٗ اپنے بعض دوستوں سے کہا کرتے تھے کہ ''اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ رہو اور ماسوا کو چھوڑ دو۔'' (بحوالہ تفسیر قادری) ﴿ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ ﴾ اور یہ قرآن ایک کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے اہلِ یہود کے انکار اور انحراف کرنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا، اب وہ جس ظلمت خرافات میں ڈوبے ہوئے ہیں

Marfat.com

ان کو اُن کے حالِ زار پر چھوڑ دیجئے۔

﴿ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ﴾ تاکہ تم اہلِ مکہ کو اور اس کے اردگرد بسنے والوں کو ڈراؤ، مکہ کے آس پاس کے لوگوں کو یعنی تمام مشرق اور مغرب والوں کو۔ ﴿ الْقُرٰى ﴾ قریہ کی جمع ہے مکہ کو اُم القری کے نام سے اس لئے موسوم کیا گیا کہ تمام زمین کو اس کے نیچے سے پھیلایا ہے اس لئے کہ سب قریہ والوں کا مرکز اور قبلہ کعبۃ اللہ ہے اور ایامِ حج میں سب وہاں جمع ہوتے ہیں۔ ﴿ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴾ اور اپنی نمازوں کا اہتمام حفاظت کرتے ہیں اس کے ایمان کی علامت اور دین کا ستون نماز ہے، ایمان بالآخرت اور ایمان بالکتاب پر یقین رکھنے کی وجہ سے وہ پابندی نماز کا اہتمام کرتے ہیں تاکہ ان کا لگاؤ اور ربط باہم باری تعالیٰ سے دائم اور قائم ہے اور نماز کی ادائیگی کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اظہار کرسکیں۔

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ ﴾ اور کون شخص ہے بڑا ظالم ﴿ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴾ اس شخص سے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ تہمت لگائے۔ اور جُھوٹ کہے۔ ﴿ اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ ﴾ اور کہا وحی کی گئی میری طرف، مسیلمہ کذاب اور [1] اسود بن عنسی نے نبوّت کا دعویٰ کیا اور ان کے جُھوٹے دعوے کے سبب خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رَنج ہوا اور آپ کی خاطرِ معصوم پر گراں گذرا تو باری تعالیٰ نے ان دونوں ظالموں کے ظلم کو بیان کیا۔

﴿ وَلَوْ تَرٰى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ ﴾ اور [2] دیکھئے جب ظالم، سکرات اور شدید موت کی کیفیت میں ہو۔ ﴿ وَالْمَلٰٓئِكَةُ ﴾ اور فرشتے عذاب کے۔ ﴿ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ﴾ پھیلانے والے ہاتھ اپنے اُن کی رُوح قبض کرنے کے لئے جھڑکتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں۔ ﴿ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ﴾ نکالو رُوحوں کو اپنے بدن سے اگر قدرت رکھتے ہو۔

﴿ اَلْيَوْمَ ﴾ آج سے، آج سے مُراد ہے رُوح نکالنے کا دن اور یہی عذاب کے شروع ہونے کی ساعت رگھڑی ہے۔

﴿ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى ﴾ اور تم آئے ہو ہمارے پاس حساب اور جزا کے واسطے، تنہا ہی، نہ مال ومتاع تمہارے ساتھ ہے اور نہ اولاد اور خدام، اور نہ کوئی مددگار۔ ﴿ كَمَا خَلَقْنٰكُمْ ﴾ اور اس طرح آئے جس طرح ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا۔ ﴿ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ پہلی بار، شکمِ مادر سے، ننگے سر، برہنہ پا۔

﴿ وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ ﴾ اور تم سب کچھ چھوڑ آئے۔ ”فُرَادٰى“ کا واحد فردان، یا فرد، اس کے معنی ہیں اکیلے اکیلے۔ (بحوالہ قرطبی”) ﴿ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ ﴾ اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ سفارش کرنے والوں کو۔

”شُفَعَآءَكُمُ“ سے مُراد وہ بُت ہے جن کی وہ پُوجا رعبادت کرتے تھے اور اُنہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے۔ مُشرکوں کا کہنا تھا اُن کے بُت حق تعالیٰ کے شریک اور اُن کے شفیع ہیں۔ (بحوالہ تفسیر قرطبی”)

تشریح وتوضیحات آیت ۹۱ تا ۹۴

آیت نمبر ۹۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ مُشرکینِ مکہ نزولِ کتاب کا انکار کرتے ہیں، ان لوگوں نے باری تعالیٰ کی جس قدر

Marfat.com

قدر کرنا واجب تھی اس کا حق ادا کرنے سے قاصر رہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا صحیح اندازہ نہ کرسکے گویا ان ناشکروں نے ربِّ جلیل کی اس نعمت کی قطعی قدر ومنزلت نہ کی، چاہئے تو یہ تھا کہ باری تعالیٰ کے احساسات کا احسان مانتے، شکر بجا لاتے، اس کے بجائے حق سبحانہٗ تعالیٰ کی تکذیب کے مرتکب ہوئے اور یوں کہا کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی وحی نہیں نازل کی، اس آیتِ مبارکہ میں یہودیوں کو جواب کے طور پر بتایا جارہا ہے بتاؤ تو سہی تم تورات کو مانتے ہو! سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر وہ کتاب کس نے نازل کی، جو آپ کے دَور میں لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی تھی، جس کو دورِ جدید کے لوگوں نے ورق ورق کردیا اور اُس کے چند حصّوں کو مخفی رکھا ہے اور کچھ حصّوں کو ظاہر کردیا ہے۔ چنانچہ آیت نمبر۲ سورہ یونس پارہ نمبر۱۱ یَعْتَذِرُوْنَ میں ہے کہ:

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ

"کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ہم نے اُنہی میں سے ایک مرد پر وحی نازل کی کہ انسانوں کو خبردار کردے یا اسے لوگوں کو ڈرانے پر مامور مقدر کردیا۔"

آیت نمبر۹۲ میں بتایا جارہا ہے کہ یہ ایک کتاب ہے جو باری تعالیٰ نے نازل کی ہے یہ بڑی برکت والی ہے اور سابقہ کُتبِ سماوی کی تصدیق کرنے والی ہے یہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا فضل وکرم اور لُطف وعنایت ہے کہ اس میں حسنات اور سیات کو یکجا کردیا گیا ہے انسانیت کی فلاح وصلاح کے لئے اور قیامت تک کے لئے اب کسی کتاب کی چنداں ضرورت نہیں ہے حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ جو لوگ ایمان کی سعادت پانے والے ہیں اور جنہوں نے راہِ تقوٰی کو اپنا شعار بنالیا ہے اور جن کے دلوں میں آخرت کا خوف موجزن ہے اور بعد الموت کا یقین ہوگا وہ اسی ہدایت اور نجات کا متلاشی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے پیام کو قبول کرکے اپنی عبادات خصوصاً نمازوں کی حفاظت کا اہتمام اور انصرام کرے گا جیسا کہ آیت نمبر۱۰۳ سورۃ النساء (۴) پارہ نمبر۵ وَالْمُحْصَنٰتُ میں ارشادِ ربّی ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا

"بے شک نماز مؤمنوں پر پابندی ... فرض ہے۔"

آیت نمبر۹۳ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ اُس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ تہمت لگائے، خالقِ کائنات کے ساتھ کسی کو اس کا شریک قرار دے یا کسی کو اس کا بیٹا سمجھے۔ اگر کوئی انسان زعم میں آکر اپنی نبوّت کا دعوٰی کر بیٹھے اور یہ کہہ دے کہ میری طرف وحی کا نزول ہوا ہے حالانکہ اس کے پاس کسی وحی کے آنے اور اُترنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ بعض مُشرکین نے کہا تھا یہ تمام تر باتیں دروغ اور کذب اور ظلم پر مبنی ہیں اس جھوٹ اور بہتان کا علم تو اُنہیں

❶ ...... مسیلمہ کذاب نے یمن کی سرزمین میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا قبیلہ بنی حنیفہ کے کچھ لوگ ... فریب میں آگئے اور یہ کذاب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔ (بحوالہ ... ین، احمد رضا خاں")

❷ ...... غَمَرٰتُ الْمَوْتِ موت کی تکالیف اور اس کی سختیاں، غمرات کا واحد غمرۃ ہے اس کا مفہوم ہے جو کسی چیز کو ڈھانپ لے کسی شے کو ڈبو دے۔

Marfat.com

اس وقت ہوگا جب موت کے فرشتے اُن کی رُوح قبض کرنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھائیں گے اور کہیں گے کہ تمہاری رُسوائی اور ذِلت کی ساعت قریب تر آ گئی ہے اب تم جانِ عزیز ہمارے سپُرد کردو، اُس وقت وہ تمام تر منظر اُن کی نگاہوں کے سامنے ہوگا جس کو یہ تمام عمر جھٹلاتے رہے اُن کے لئے ذلت کے عذاب کے بارے میں بتا کر اُن کے کبر ونخوت پر ضرب لگائی ہے۔

آیت نمبر ۹۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ جو لوگ فخر وانبساط میں کھو کر گیتی کائنات میں مال وزر حاصل کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور رسمِ اُلفت بڑھانے میں لگے ہوئے ہیں اور اپنی تجارت کے فروغ اور عمیم وزر کی تلاش میں گم کردہ منزل کی تلاش میں کبھی عزیز واقارب کے تعلق پر اترانے میں تو کبھی کثرتِ اولاد پر نازاں ہیں، ان نادانوں کو خبر ہی نہیں جب آغوش موت میں جائیں گے تو طلسم دلفریب کے تمام پردے نظروں سے اوجھل ہو جائیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے پاس اکیلے ہی حاضر ہوں گے جیسے اللہ تعالیٰ نے اُنہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اُن کے باطل مَعبود دنیا میں رہ گئے اب کوئی اُن کے کام آنے کا نہیں!۔

آیت ۹۱ تا ۹۴ کے اہم نکتہ پر مطالعاتی نظر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حُکم ہے کہ اے حبیب ﷺ! آپ کہہ دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید فرقانِ حمید کو نازل کیا ہے قرآن بڑی برکت والی کتاب ہے، قرآن پر ایمان لانا اور قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا موجبِ فلاح ہے اس قرآن کی تصدیقِ کُتبِ سماوی کے لئے نازل کیا گیا ہے، اس قرآن پر ایمان لانے کی سعادت اُن کو ہی ملتی ہے جو ایمان کامل اور اعتقاد کے ساتھ اس کے احکامات پر عمل کرنے کے پابند ہوتے ہیں اور آخرت میں نجات پاتے ہیں، بھلا اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جُھوٹی تُہمت لگائے اور خاص نبوّت کا مُنکر ہو جائے، یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں گرفتارِ بلا ہوں گے اور موت کے فرشتے اُن کی رُوح کو قبض کرنے کے لئے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے، جب یومِ قیامت برپا ہوگا تو باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اب تم ہمارے پاس تنہا تنہا ہو کر آ گئے اسی کیفیّت حال میں جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا جو کچھ متاعِ حیات دنیا میں ساز وسامان دیا تھا اس کو اسی گیتی کائنات میں چھوڑ آئے۔ اے نادانو! تم کو تو اپنے باطل معبود پر شفاعت کا یقین تھا ہم تو تمہارے ساتھ ان شفاعت کرنے والوں کو نہیں دیکھتے، آج تو عجیب ہی حالتِ زار ہے تمہارے اور اُن کے درمیان، رسمِ التفات ہی باقی نہیں رہا تم ان سے بیزار ہو اور وہ تم سے لاتعلق!۔ گذشتہ آیات میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات اور ان کے درجات بلند کا تذکرہ کیا گیا، جس میں تمام کی تمام نوعِ انسانی یعنی نسلِ آدم صفی اللہ علیہ السلام کو عموماً اور مکّہ والوں کو خصوصاً عملی حالت میں بتانا مقصود تھا کہ جو شخص باری تعالیٰ کی کلی طور پر فرمانبرداری اختیار کرے اس کے لئے اپنی پسندیدہ چیز کی قربانی پیش کرے، جس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے والدین، قوم ووطن سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے چھوڑ دیا، ملکِ شام کے سبزہ زار کو خیر باد کہہ کر اللہ تعالیٰ کے حکم پر محبوب فرزند کی قربانی کا حکم ہوا تو اس کی تکمیل کی، حقیقت احوال تو یہ ہے کہ اطاعت کرنے والوں کا اصل بدلہ تو یومِ قیامت بہشت میں ملے گا لیکن اس کائناتِ رنگ وبُو میں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اُن کو وہ مرتبہ، عزّت اور توقیر عطا کرتے ہیں جس کے سامنے دنیا کی تمام مال ومتاع ماند پڑھ جاتی ہے۔

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۖ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ ۖ فَأَنّٰى تُؤْفَكُونَ ﴿٩٥﴾

بے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا / چیرنے والا ہے، وہی جان دار کو بے جان سے نکالنے والا ہے اور وہی بے جان / مُردہ کو جان دار / زندہ سے نکالتا ہے یہ ہے اللہ سُبحانہٗ تعالیٰ، بس تم کس طرف بہکے چلے جارہے ہو۔ (٩٥)

فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٩٦﴾

رات کی تاریکی / شب کے اندھیرے کو چاک کر کے صبح کو نکالنے والا ہے اور اسی نے رات کی ساعت / گھڑی کو باعث راحت بنایا ہے سورج اور چاند کے طلوع اور غروب کا معیار مقرّر کیا وہ بڑی قدرت والا اور جاننے والا ہے۔ (٩٦)

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٩٧﴾

وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم سیدھی راہ پاسکو، صحرا / خشکی اور تری / سمندر کے اندھیروں میں بے شک ہم نے کھول کر نشانیاں واضح کردی ہیں جو علم رکھتے ہیں اُن لوگوں کے لئے۔ (٩٧)

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيٰتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ﴿٩٨﴾

اور وہی تو ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا ایک ٹھکانہ / قیام کی جگہ ہے اور ایک امانت رکھے جانے کی بلاشُبہ نشانیاں ہم نے بتادی ہیں سمجھ رکھنے والوں کے لئے۔ (٩٨)

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۚ فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنّٰتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ انْظُرُوا إِلَىٰ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكُمْ لَآيٰتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٩٩﴾

اور وہی تو ایسا ہے جس نے بادلوں سے پانی برسایا تو ہم نے اس سے ہر اگلے والی شے / نباتات اُگائی پھر اس سے ہرے بھرے کھیت / سبزی نکالی / ان ہر ہری بالی سے تہ بہ تہ چڑھتے ہوئے دانے نکالے، اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے لدے ہوئے بوجھل ہو کر جھکے پڑتے ہیں، لٹکے جاتے ہیں اور انگور، زیتون اور انار کے باغ لگائے جن کے پھل ایک دوسرے سے بعض ملتے ہیں اور کچھ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں ہر پھل کو بہ نظر غائر دیکھو! جب وہ پھلتا ہے تو اس کے پکنے کو دھیان میں رکھو، اہلِ ایمان کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔ (٩٩)

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ ۖ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنٰتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ سُبْحٰنَهُ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٠٠﴾

اور بنالیا ہے انہوں نے جنوں / شیاطین کو اللہ تعالیٰ کا شریک، حالانکہ جناتوں کو پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اور اُنہوں نے اللہ کے لئے محض جہالت کے سبب گھڑ لیں / تراش لیں بے سند بیٹے بیٹیاں وہ پاک اور برتر ہے اُن چیزوں سے وہ جو بیان کرتے ہیں۔ (١٠٠)

الفاظ و معانی آیت ٩٥ تا ١٠٠

﴿إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى﴾ بلاشبہ اللہ تعالیٰ چیرنے والا ہے / دانہ اور گٹھلی کو۔ فَالِقُ، فَلْقٌ مصدر پھاڑنے والا بیج

Marfat.com

اور گٹھلی کو پھاڑ کر سبزہ نکالنے والا۔ اس میں قدرت کاملہ کا ایک کرشمہ حیرت کا اظہار ہے، بتایا جارہا ہے حَبّ ٌ دانہ اور النَّوٰی تاریکی کو چیر کر صبح نکالنے والا، قواعد کے مطابق اسم فاعل ہے۔ اس کا واحد نواۃ، کھجور کی گٹھلی۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

خشک دانہ اور خشک گٹھلی کو تراش کر اس کے اندر سے سبز درخت کا اُگنا، اور مختلف قسم کے درخت پیدا کرنا اسی ذاتِ باری تعالیٰ کا وصف ہے جو خالقِ کائنات ہے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس زمین میں انسان کی کوشش اور سعی عمل کا کچھ کمال نہیں، ذرا سوچیئے تو سہی کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہے جو یہ کام کر سکتا ہے آم کی ایک چھوٹی سی گٹھلی کو کاشت کرنے والا زمین میں دبا دیتا ہے، پھر ایک تن آور درخت پیدا ہو جاتا ہے۔

﴿ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ﴾ بے جان شے میں سے جاندار چیزوں کو پیدا کرتا ہے بے جان سے مُراد نطفہ یا انڈا، انڈے سے جاندار مرغی وجود میں آتی ہے اور نطفہ سے زندہ انسان جیسے آیت ۱۴ سورۂ رحمٰن پارہ قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ ۲۷ میں ارشادِ ربی ہے:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ

''اس نے انسان کو پیدا کیا ٹھیکرے کی طرح کھنکناتی مٹی سے، گویا ان کو اُچھلتے ہوئے قطرے آب سے پیدا کیا۔

﴿ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ﴾ ہے ایک اللہ جل جلالہ پھر تم کدھر بہکے جاتے ہو یہ تمام تر کام ربِّ جلیل کے بنائے ہوئے اور کئے ہوئے ہیں ان سب کے بارے میں جانتے ہوئے سمجھتے ہوئے تم کس طرح غیر اللہ کی عبادت کی طرف الٹے بہکتے ہوئے، گمراہ ہوتے ہوئے اُلٹے چلے جارہے ہو اور اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھر کے صَنم کو حاجت روائی کے لئے پُکار رہے ہو اور معبود کہنے لگے۔ ﴿ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ﴾ وہ نکالنے والا ہے صبح کو شب کے اندھیرے سے، ہر بینائی کی صلاحیّت رکھنے والا اس بات سے آگاہی لئے ہوئے ہے کہ رات کی تاریکی کے بعد ''صبحدم دروازہ خاور کھلا'' صبح کا اُجالا پیدا کرنے والا نہ تو کوئی بشر اور نہ کوئی فرشتہ اور نہ کوئی دیگر مخلوق میں ایسی صلاحیّت موجود ہے سارے جہاں کی تخلیق کو معرضِ وجود میں لا سکے۔ ﴿ وَجَعَلَ الَّیْلَ سَکَنًا ﴾ اور کیا ہے اس کو، رات کو باعثِ راحت وسکون لفظ سَکَنًا لفظ مسکن سے مشتق ہے ایسی شے جس پر پہنچ کر انسان کو فرحت ملے۔

یوں سمجھئے کہ جس طرح دن کی روشنی ایک نعمت کا درجہ رکھتی ہے اسی طرح شب کی تاریکی بھی ایک نعمت کہی جا سکتی ہے اس لئے کہ دن بھر کی تھکاوٹ کو دور کرنے کے لئے رات کی موجودگی باعثِ سکون اور باعثِ راحت وآرام ہے چنانچہ آیت نمبر ۹ سورۃ النبأ پارہ عمّ (۳۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَجَعَلْنَا نَوْمَکُمْ سُبَاتًا ''اور ہم نے تمہاری نیند موجبِ آرام/سکون بنایا''۔

سُبَاتٌ کے معنی قطع کرنے کے ہوتے ہیں رات بھی انسان وحیوان کی تمام حرکات وسکنات کو منقطع کر دیتی ہے تاکہ سکون میسر آجائے۔ ﴿ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ﴾ سورج اور چاند آفتاب اور ماہتاب کو حساب کا معیار بنایا۔ حُسْبَانٌ مصدر ہے حساب/گنتی کرنے اور شمار کرنے کے لئے مستعمل ہے گویا چاند وسورج کا طلوع وغروب کا عمل ایک خاص حساب سے رکھا ہے جس کے ذریعہ سے انسان صدی، ماہ، یوم اور ساعتوں کا حساب سیکنڈوں اور منٹوں میں معلوم کر لیتا ہے۔ چونکہ

Marfat.com

اسلامی تاریخ اور احکاماتِ اسلامی کا انحصار قمری حساب پر موقوف ہے اس لئے اُمّت کے لئے لازم ہے کہ اس حساب کو قائم اور دائم رکھے" قمری حساب کو بالکل نظر انداز اور محو کر دینا گناہِ عظیم ہے۔" (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ)

جیسا کہ بیان کیا گیا کہ اللہ جل جلالہ شمس و قمر کے طلوع و غروب اور اُن کی رفتار کو ایک خاص معیارِ انداز سے مقرّر اور متعین کر رکھا ہے چنانچہ اس بات کا اظہار آیت نمبر ۵ سورۂ یونس پارہ نمبر (١١) یَعْتَذِرُوْنَ میں کیا جا رہا ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ

"وہی ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو نُور والا بنایا اور اُس کے گردش کی منزلیں درست انداز میں مقرّر کر دیں تا کہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کر سکو۔"

گویا پتہ چلا کہ آفتاب اور ماہتاب کا حساب مقرّر ہے جس میں کوئی تبدیلی اور اضطراب نہیں ہوتا بلکہ دونوں کی اپنی اپنی راہیں ہیں جن پر گرمی اور سردی دونوں کیفیات میں دونوں رواں رہتے ہیں۔

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ﴾ اور وہی تو ہے جس نے تمہارے ستاروں کو صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ دریافت کرنے کا ذریعہ بنایا۔ چاند سورج کے علاوہ ستاروں میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر موجود ہیں اور اُن کے معرضِ وجود میں لانے کی کئی حکمتوں میں ایک حکمت ہے، انسان سمندر اور زمین کے سفر میں جہاں رات کے اندھیرے میں صحیح سمت کا اندازہ کرنے میں قدرے دِقّت محسوس کرتا ہے، ان ستاروں کی چمک اور روشنی سے وہ اپنی راہ کو آسانی سے پالیتا ہے آج کے جدید سائنسی دور میں بھی انسان ستاروں کی قدر سے بے نیاز نہیں اور ستارے اس بات کے شاہد ہیں کہ وہ کسی بنانے والے اور چلانے والے کے زیرِ تابع ہیں اور سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

﴿ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴾ بلاشبہ ہم نے نشانیاں اُن لوگوں کو تفصیلاً بیان کر دی ہیں جو ماننا چاہیں اس میں لطیف انداز میں وضاحت کر دی گئی ہے جو ان کھلی نشانیوں کو جاننے سے گریز کرتے ہیں وہ بے خبر اور ہوش سے قطعی بیگانہ ہیں، اہلِ فکر و دانش کے لئے گیتی کائنات کی ہر شے میں توحید کے دلائل موجود ہیں نظامِ عالم نیرنگیٔ حیات کا مطالعہ کرنے کے بعد دل کہہ اُٹھتا ہے کہ اس کی تخلیق کرنے والی ذات واحد، بڑی قدرت اور حکمت والی ہے۔ چنانچہ انسان کو جس قدر علم و عرفاں کی توفیق ہوگی اس قدر وہ توحید عرفان کے رُموز سے واقف ہوگا۔

﴿ وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ﴾ اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر ہر ایک کے لئے جائے قرار ایک مدفن ہے (ایک امانت رکھنے کا مقام / جگہ) اس کا مفہوم یہ ہے کہ باری تعالیٰ کی ذات واحدہ وہ ذات ہے جس نے انسان کو ایک جان حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا، پھر ایک مُستقر / جائے قرار ایک عرصہ تک رہنے کی جگہ بنا دی، اکثر مفسرین نے مُسْتَقَر کا مفہوم شکمِ مادر لیا ہے اور مُسْتَوْدَع سے معنی صلبِ پدر / باپ کی پیٹھ لیا ہے۔ (بحوالہ فتح القدیر، ابنِ کثیر)

بعض مُفسرین کی رائے ہے مستقر سے مُراد زمین ہے جہاں انسان کو دنیاوی زندگی بسر کرنے کا موقع ملتا ہے اور مُستودع سے

Marfat.com

مُرادلحد رقبر ہے انسان جہاں دنیا سے کُوچ کرنے کے بعد حشر تک کا درمیانی وقفہ گذارتا ہے۔ (بحوالہ ضیاء القرآن از محمد کرم شاہ الازہری ؒ)
حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی ؒ نے اپنی تفسیر میں اس بات کو ترجیح دی کہ ''مُسْتَقَر'' دارِ آخرت کی جگہ رمسکنِ بہشت یا دوزخ رجہنم ہے اور انسانی زندگی کی ابتداء سے لے کر آخرت تک جس قدر مرحلے ہیں وہ سب مستودع چند روزہ رکھنے کا مقام ہے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری) ﴿وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ وہی ہے جس نے ابرِ رحمت برسایا رآسمان سے پانی اُتارا، جب بارش ہوتی ہے تو سبزہ اُگتا ہے اور زمین قابلِ کاشت ہوتی ہے، ہر شے کی پیدائش عمل میں پانی کا ایک خاص حصہ ہے زمین پر مٹی کی نمو پانی کی محتاج ہے، ابتداء میں تو زمین آگ کا گولہ تصوّر کی جاتی ہے اور وہ سخت ہوتی چلی گئی اور زمین پر نباتات کے اُگنے کے لئے مٹی نہ تھی اس کے بعد کیمیاوی عوامل اور فضا کے عناصر (Chemical Elemient) اور پانی جس کو علم کیمیا (Chemistry) میں H_2O دو جزو ہائیڈروجن اور ایک جزو رمسالحہ ہوا سے مل کر پانی مرکب کی صورت میں بنا، پانی حیاتیات کی ضرورت ہے، نمو کے لئے، وجود کے لئے پانی کی اہمیّت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، پانی کی وجہ سے سطح زمین پر مٹی کی تہ جمع ہونا شروع ہوئی پھر ''میرے کھیتوں کو قرن نمو چاہئے'' کے مصداق زمین کو سبز و شاداب رکھنے کے لئے پانی کی ضرورت ہے۔
﴿فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا﴾ پھر نکالی اس نے اُگنے والی ہر شے پھر اس روائیدگی سے سبز کھیتی نکالی جس میں سے نکالتے ہیں دانے جو ایک اوپر چڑھا ہوا ہے، بتایا جارہا ہے کہ پانی کے ذریعہ ہی سے رنگ برنگ کے نباتات کو زمین سے نمو ملی۔ [1] جو زور رنگ میں ہوتی ہے علمِ نباتات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سورج کی روشنی میں ایک سبز رنگ کا مادّہ ہوتا ہے جس کو ''کلوروفل'' کہا جاتا ہے جس سے پودوں کی نشو و نما ہوتی ہے پھر ان سبز شاخوں اخضر سے اوپر تلے دانے چڑھے نکلتے ہیں۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ اس سے مُراد، گندم، چاول، مکی اور جو کے پودے ہیں جن پر خوشے سجتے ہیں۔ (بحوالہ تفسیر قرطبی ؒ)
﴿وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ﴾ اور نکلتے ہیں کھجور کے خوشے رگچھے اور نیچے کی طرف جھکے جاتے ہیں۔ طَلْعٌ وہ گھابا ہے جو کھجور کی ابتداء کی شکل ہے یہی بڑھ کر خوشہ کا روپ دھار لیتا ہے ﴿قِنْوَانٌ﴾ صیغہ جمع ہے اس کا واحد ہے قِنْوٌ یا قُنْوٌ ہے جو گچھے کے معنی میں آتا ہے۔
﴿دَانِیَةٌ﴾ سے مُراد وہ خوشے ہیں جو خوشے قریب ہوں اور کچھ خوشے فاصلہ پر دور ہوتے ہیں۔ جن تک ہاتھ نہیں پہنچتا۔ (بحوالہ فتح القدیر) ﴿اُنْظُرُوْٓا اِلٰی ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَیَنْعِهٖ﴾ اور پھر دیکھو! ملاحظہ کرو درخت کے پھل کو جب اس میں پھل آتا ہے پکنے کو۔ ﴿یَنْعِهٖ﴾ پھل کا پکنا قواعد کے مطابق مصدر مضاف ہے ضمیر کی طرف۔ (بحوالہ قرطبی ؒ) یَـنْـعٌ پھل کا پکنا، باب فتح سے مصدر۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

---

[1] ......نباتات کے اُگنے کا عمل یہ ہے کہ زمین میں جب بیج کو بویا جاتا ہے اور زمین کو پانی ملتا ہے تو پودے کی نمو میں عمل زیرگی (Pulination) ہوتا ہے اور سورج کی روشنی میں پودوں کی افزائش میں ''شعاعی ترکیب'' (Photosem the sis) وقوع پذیر ہوتا ہے پہلے پودا ابھرا تھا، نرم و نازک تھا، پھل لگنے سے پھل پکنے تک تبدیلیاں موقع در موقع۔

تشریح وتوضیحات آیت ٩٥ تا ١٠٠

آیت نمبر ٩٥ میں اظہارِ بیان ہے کہ اس کارگہہ حیات کے مشاہدہ پر کی جانب تم متوجہ ہوتو پتہ چلے گا یہ قدرتِ کاملہ کا اعجاز ہے کہ گٹھلی سے اور دانے کو چیرنے کے بعد ایک شجر بنا دیتی ہے اور یہ دانہ ہری بھری کھتیاں پیدا کرتا ہے۔ یہ قدرت کی کرشمہ سازی ہے کہ جاندار کو بے جان سے نکال لیتا ہے، عالمِ حیوانات میں افزائشِ نسل کا سلسلہ دعوتِ فکر کی طرف راغب کر رہا ہے کہ نطفے یا انڈے سے بچہ اور زندہ جانور سے مزید جاندار کو پیدا کرنے کا موجب ہے اللہ تعالیٰ وہ ذاتِ واحد ہے جس نے روزِ اوّل سے ایک مُردہ کیفیت سے انسان کو حیات عطا کی یہ کائنات رنگ وبو کا تو وجود تھا مگر حضرت انسان نہ تھا۔ یہ زمین تو اپنا وجود رکھتی تھی، مگر اس میں آثارِ زندگی نہ تھے، پھر حیات کی جلوہ گری حق سبحانہٗ تعالیٰ کے اِذن سے نمو پذیر ہوئی بلکہ یہ ابدی حقیقت ہے کہ آج تک یہ تابانی حیات مُردے سے نمودار ہورہی ہے اور مُردے ذرّاتِ حیات کے ذریعہ زندگی پاتے ہیں یہ کس قدر لطیف اندازِ حکمت ہے کہ بے جان سے جان دار معرضِ وجود میں آجاتا ہے۔ اس مفہوم کو اس انداز سے سمجھئے کہ یہ زندہ خلیّے (liuing cells) انسان کے جسم میں اور دیگر جانداروں کے جسم میں شامل ہوجاتے ہیں اور یہ زندہ ذرّات عملِ تغیر پذیراں سے گذر کر زندہ خلیّے کا وجود دھار لیتے ہیں اور پھر اس کے بعد یہ زندہ خلیّے پھر بے جان ہوجاتے ہیں کیونکہ زندہ خلیے ہر وقت مُردہ خلیوں کا روپ اختیار کرتے ہیں۔ ❶ تو نیرنگی قدرت تو دیکھئے یہ زندہ شخص یا جانور ایک دن مُردہ ذرّات کی روپ میں تبدیل ہوجاتا ہے تو اس حقیقت سے آشنا ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو یہ قدرت حاصل ہے کہ ''وہ زندہ کو مُردے سے خارج کرنے والا ہے اور مُردے کو زندہ سے خارج کرنے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی اس کام کو سرانجام نہیں دے سکتا اب تو عقل میں یہ بات آجانی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ معبودِ برحق ہے، اب مقامِ حیرت تو یہ ہے کہ اس کے بعد بھی تم دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک جانتے ہو، ''بس تم کس طرف بہکے جارہے ہو۔'' ❷

آیت نمبر ٩٦ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تاریکی چاک کرکے صبح کو روشن کرنے والا ہے، پھر دن کے تھکان وماندگی کو دُور کرنے کے لئے رات کو باعثِ آرام بنایا اور شب کو استراحت کا سبب بنایا عابد اور زاہد اور شبِ بیدار مؤمن مسلمان رات کی تنہائی میں اپنے ربّ سے رجوع ہو کر طمانیت قلب پاتے ہیں۔ بقول شاعر مشرق اقبال

ع عطار ہو رومی ہو کہ رازی ہو کے غزالی ہو ☆ کچھ ہاتھوں میں نہیں آتا بے آہ سحر گاہی اقبال

جب پُو پُھٹتی ہے صبح صادق کے آثار نمودار ہوتے ہیں تو فجر کی ساعت کس قدر سُہانی، پُرکیف اور پُر لطف ہوتی ہے یہ برکت والی گھڑی ہے یہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے مظاہر ہیں، اسی طرح سورج اور چاند برابر محو گردش رہتے ہیں چنانچہ اس بات کو سورۃ الرحمٰن آیت ٥ پارہ ٢٧ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ میں بیان کیا گیا ہے: '' اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ '' ''سورج اور چاند مقرر حساب سے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے ٹھہرائے ہوئے حساب سے اپنی اپنی منزلوں کی سمت رواں دواں ہیں اُن سے تجاوز نہیں کرتے چاند کا نکلنا

❶ ......فی ظلال القرآن از سید قطب شاہ شہیدؒ۔ ❷ ......بحوالہ ضیاء القرآن از محمد کرم شاہ الازہریؒ

Marfat.com

اور غُروب ہونا، مشرق سے سورج کا طلوع ہونا اور پھر مغرب کی سمت غُروب ہونا، اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت کا مظہر ہے گردشِ لیل ونہار (دن رات) سے بھی عبادات کا حساب بھی شمسی وقمری طریقہ انداز سے شمار کیا جاتا ہے نماز کے اوقاتِ کار، رمضان المبارک کی آمد، ایّامِ عید، حج اور مناسکِ حج کے ایّام، ان سب کا تعیّن اور شمار با آسانی کیا جاسکتا ہے زمین کا اپنے محور پر گردش کرنا، زمین میں کشش موجود ہوتی ہے علم طبیعات (phycls) کے ماہرین کا کہنا ہے کہ زمین کی گردش، قانون ثقل (law of gravity) کے تحت معرضِ وجود میں آتی ہے یہ سب کچھ مظاہرِ قدرت ہیں۔

آیت نمبر ۹۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا کیا، ایک ایک مہ وانجم کے نکلنے اور غُروب/غائب ہونے کا عرصہ اور راہِ سفر اس طرح متعیّن کیا کہ ہم خشکی میں یا شب کے اندھیرے میں ستاروں کی روشنی سے اندازہ/استفادہ کر کے اپنی سمت، راستے کا تعیّن کر سکتے ہیں یہ ایسی زبردست حکمت ہے جس میں علم وآگہی اور فہم وشعور رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں اور گیتی کائنات کی ہر شے میں توحید کے دلائل ہیں۔

آیت نمبر ۹۸ میں بیان کیا جارہا ہے کہ وہی تو ہے جس نے تمہیں ایک جان سے تخلیق کیا، تمہیں ایک خاص مُدّت تک ماں کے پیٹ میں رکھا اور ایک خاص طرزِ انداز سے انسان کی نشو ونما ہوئی اور تمہاری زندگی دنیا میں ایک مقررہ مُدّت تک دائم اور قائم رہی، پھر جب دنیا سے رُخصت ہونے کا وقت آیا تو تمہارا ٹھکانہ لحد/قبر ٹھہری اور وہاں پر بھی قیامِ مُدّت اس وقت تک ہوگا جب تک باری تعالیٰ کو منظور ہوگا، پھر آخرت نشانِ منزل ٹھہری اگر تم میں غور وفکر کی صلاحیت ہے تو اس میں تمہیں وضاحت کے ساتھ دلائل مل جائیں گے۔

آیت نمبر ۹۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ ذرّا ابرِ کرم کو برستے ہوئے تو دیکھو! بارش ہوتی ہے تو ربِّ جَلیل تمام نباتات کو زمین کی تہہ سے پیدا کر دیتا ہے درخت اور شجر کا وجود عمل میں آتا ہے، کھیتوں میں سبزہ اُگنے لگتا ہے اور ان کھیتوں سے دہقاں خوراک حاصل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اناج پیدا کرتا ہے کھجور کے لچھے نیچے جھکے ہوئے ہوتے ہیں اور باغات میں رنگارنگ کے پھل انگور، انار اور زیتون الگ الگ پیدا ہوتے ہیں ان تمام چیزوں میں پروردِگارِ عالم کے کمال، قدرت اور اس کی حکمت اور رحمت کے دلائل مُضمر ہیں۔

آیت نمبر ۱۰۰ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ باوجود کمالِ قدرت کا ادراک رکھتے ہوئے تم لوگ جنّات کو ربِّ کائنات کا شریک جان لیتے ہو جو خود اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ ایک مخلوق ہے اور کبھی جہالت کی تاریکی میں کھو کر کبھی اُنہیں اللہ تعالیٰ کے بیٹے کہتے ہو اور کبھی بیٹیاں بنا لیتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تو پاک اور برتر ہے ان چیزوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں بھلا عقل وخرد کو بُروئے کار لاتے ہو تو سوچو تو سہی کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی ہوئی کوئی مخلوق اس کی خدائی میں کس طرح شریک بن سکتی ہے، صرف اہلِ ایمان کی یہ شان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو یکتا اور تنہا تسلیم کرتے ہیں اور وہی ان نشانیوں سے سبق سیکھتے ہیں۔

Marfat.com

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٠١﴾

وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا/بنانے والا ہے، کیونکر ہو سکتا ہے اس کا فرزند/بیٹا، جب کہ اس کی بیوی/شریکِ زندگی نہیں اور اُس نے ہر شے پیدا کی اور وہ ہر/تمام کی تمام چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ (١٠١)

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿١٠٢﴾

یہ اللہ تمہارا پروردگار، اس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں، ہر شے کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے پس تم اس کی عبادت کرو، اور وہ ہر شے کا نگہباں/کفیل/سازگار ہے۔ (١٠٢)

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿١٠٣﴾

آنکھیں اور نگاہیں اسے نہیں محیط کر سکتیں ہیں/گھیر نہیں سکتیں/نہیں پا سکتیں وہ سب آنکھوں اور نظروں کو پاتا ہے/سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں بلاشبہ وہ بڑا باریک بین، راز جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔ (١٠٣)

قَدْ جَاۗءَكُمْ بَصَاۗىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿١٠٤﴾

آپ ﷺ کے پاس ربّ کی طرف سے بصیرت کی آگاہی آ گئی ہے پھر جو شخص نظر بینا/آنکھ کھول کر دیکھا، اس نے اپنا بھلا/فائدہ کیا اور جو نابینا اندھا بنا رہا اس نے اپنا خسارہ کیا۔ (١٠٤)

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿١٠٥﴾

اور اسی طرح ہم اپنی آیات/توحید کے دلائل کو مختلف طریقوں/پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں، تاکہ یہ لوگ/کافر کہہ اُٹھیں کہ آپ ﷺ نے پڑھ کر سُنا دیا تاکہ جو قوم علم رکھتی ہے اس پر ہم حقیقت واضح کر دیں۔ (١٠٥)

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٦﴾

آپ ﷺ اس کی اتباع/پیروی کرتے رہیے جو آپ کے ربّ نے وحی آپ کی طرف بھیجی ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور مشرکوں کی طرف سے منہ پھیر لیجیے/شرک کرنے والوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیجیے۔ (١٠٦)

وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۭ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٧﴾

اور اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی وہ چاہتا تو بندوبست کر دیتا یہ شرک کر ہی نہیں سکتے اور ہم نے آپ کو اُن کا نگہبان نہیں مقرر کیا، آپ اُن کے ذمہ دار/داروغہ نہیں۔ (١٠٧)

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ

اور آپ ﷺ اُن سے بدکلامی مت کیجیے/بُرا بھلا مت کہیے اُنہیں، جو پرستش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اُن کی، کہیں یہ بھی جہالت کے سبب اللہ جلّ جلالہ کی شان میں گستاخی/بے ادبی کریں اور ہم نے ہر

Marfat.com

اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

اُمت کے لئے اُن کے اعمال کو زینت بخشی آخر سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہونا، پلٹ کر جانا ہے پھر وہ اُنہیں بتا دے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ (۱۰۸)

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

اور وہ پوری کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ اگر اُن کے پاس کوئی نشانی آجائے تو ضرور اُس پر ایمان لائیں گے آپ ﷺ کہہ دیجئے! نشانیاں تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں اور اے مسلمانو! بھلا تمہیں کیا خبر! نشانیاں اگر آ بھی جائیں تو یہ ایمان لانے والے نہیں۔ (۱۰۹)

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

اور ہم بھی اُن کے دل اور آنکھوں کو پھیر دیں گے، جیسا کہ پہلی بار ایمان نہ لائے تھے ہم اُن کو اُن کی سرکشی میں سرگرداں بھٹکتے رہنے کے لئے چھوڑ دیں گے۔ (۱۱۰)

الفاظ و معانی آیت ۱۰۱ تا ۱۱۰

﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ پیدا کرنے والا/ بنانے والا زمین اور آسمان کا، بَدِیْع، ایجاد کرنے والا، کسی چیز کو بغیر نمونہ کے بنانے والا، اِبْدَاع کے معنی ہیں کسی صفت کو بغیر کسی سابقہ نمونے کے ایجاد کرنا، اِبْدَاع جب اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کا کسی شے کو بلا واسطہ آلہ اور مادہ کے اور اعتبار زمان و مکان کے ایجاد کرنا، ایجاد کرنے کی یہ صورت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ممکن ہے اور کسی اور کے لئے نہیں، بَدِیْع جب اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو فَعِیْل معنی فاعل آتا ہے دوسروں کی صفت میں بھی بمعنی فاعل آتا ہے اور بمعنی مفعول بھی، مفردات۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ﴾ اور پیدا کیا اُس نے سب چیزوں کو اور کوئی اُس کے مثل نہیں ہے۔

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ﴾ نہیں پاتیں اُسے نظریں۔ ﴿وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ﴾ اور وہ پاتا ہے سب نظر والوں کو۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اس جگہ ادراک کی تفسیر احاطہ کر لینا بتائی ہے۔ (بحوالہ بحر محیط) ادراک کا معنی ہے کسی چیز کو گھیر لینا اور اس کا احاطہ کرنا۔ (بحوالہ قرطبی) ﴿اَبْصَارُ﴾ بَصَرٌ نگاہ/ آنکھ اس کا واحد ہے اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتیں نظریں اس دنیا میں، عقبہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اَبْصَرَ فعل اُس نے دیکھا بصیرت پائی اَبْصَار سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام ''مخلوقات جن و انس و ملائکہ اور تمام حیوانات کی نگاہیں بھی اللہ تعالیٰ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتیں کہ یہ نگاہیں اس کی ذات کا احاطہ کر لیں اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کی نگاہوں کو پوری طرح دیکھتے ہیں اور اُن کا دیکھنا سب پر محیط ہے۔'' (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیع)

تاہم یہ بات روایت سے ثابت ہے کہ یومِ قیامت اہلِ ایمان اللہ کو دیکھیں گے اور بہشت میں بھی اللہ تعالیٰ کے دیدار کا

شرف پائیں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب چاند کی چاندنی میں تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کرام ﷡ موجود تھے آپ نے چاند کی طرف نظر اُٹھائی اور پھر ارشاد کیا، آخرت میں تم اپنے اللہ کو اسی طرح عیاناً دیکھو گے جس طرح چاند کو دیکھ رہے ہو۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف)

قرآنِ حمید کی آیات میں بتایا گیا کہ قیامت کے دن مؤمن کو دیدار باری تعالیٰ ہوگا چنانچہ ارشادِ ربی ہے پارہ نمبر ۲۹ تَبَارَکَ الَّذِیْ میں:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝

''اس روز رقیامت کے دن بعض چہرے تروتازہ رشگفتہ شگفتہ ہوں گے اور اپنے رَبّ کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔'' (آیت نمبر ۲۱۔۲۲ سورة الْقِيٰمَة)

یہ اہلِ ایمان کے بارونق چہرے جو اپنے حسنِ انجام کے سبب طمانیت قلب کے لئے، مسرور اور منوّر اور تاباں ہوں گے مزید دیدارِ الٰہی سے لُطف اندوز ہوں گے۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ جن لوگوں کو بہشت میں خاص ردرجات عطا کرے گا اُن کو صبح وشام روزانہ اپنی زیارت سے سرفراز فرمائیں گے۔

﴿ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴾ اور وہ جاننے والا بھید ررازوں کا، لَــطِيْف عربی لغت میں دومعنوں میں مستعمل ہے ایک مہربان، دوسرے بمعنی کثیف، وہ شے جو حواس اور محسوسات سے معلوم نہیں کی جاسکتی۔ ﴿اَلْخَبِيْرُ﴾ بھید کا جاننے والا، وہ ہے باریک بین پوشیدہ بات کا جاننے والا، کوئی نہیں دیکھتا کچھ جو وہ دیکھتا ہے اور کوئی نہیں جانتا جو کچھ وہ جانتا ہے۔

﴿ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾ آئیں تمہارے پاس کھلی ہوئی نشانیاں تمہارے رَبّ کی طرف سے، بَـصَائِر کُھلی دلیلیں اس کا واحد بَصِيْرَةٌ اسم ہے قواعد کے مطابق، بصائر کا مفہوم ہے حق بینی کے دلائل اور ذرائع آچکے ہیں قرآن کا نزول ہونا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت آپ ﷺ کے معجزات آپ ﷺ کا اُسوۂ حسنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مشاہدات یہ سب اظہارِ حق کے ذرائع ہیں، اسی طرح نفس وروح کے لئے بصیرت ہے۔ (بحوالہ بیضاوی)

﴿ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴾ اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں، بلکہ میں صرف داعی رپیغام پہنچانے والا ہوں، راہ دکھانا میرے ذِمّے ہے راہ پر لانا اور راہ پر چلا دینا باری تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے، میرا کام تو بس اس قدر ہے کہ اس ہدایتِ نُور کو تمہارے سامنے پہنچا دوں، اب آنکھیں کھول کر دیکھنا، اس پر عمل کرنا تمہارا اپنا کام ہے، میری ذِمّہ داری تبلیغ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے کلام و پیام سے تمہیں آگاہ کرنا ہے۔ ﴿ لِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ ﴾ اور تاکہ نہ کہیں اہلِ مکہ آپ ﷺ نے پڑھا ہے تعلیم لی ہے دوسروں سے۔ کُفارِ قریش کو اس بات کا زعم تھا کہ رُوم کے دوغلام قیدی اور جبر اور پسار سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے تعلیم لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ وحی بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آیات سے مختلف دلائل کو بتاتے ہیں ربیان کرتے ہیں تا کہ کُفار نہ کہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بشر سے تعلیم لی ہے اس واسطے کہ ایسا کلام کرنا کسی بشر کا

Marfat.com

مقدور نہیں۔ درس، وراستہ سے مشتق ہے اس کے معنی ہیں کسی کو پڑھ کر سنانا۔ جن لوگوں کے دلوں میں کجی تھی تو وہ کہنے لگے یہ علوم تو آپ ﷺ نے کسی سے پڑھا ہے۔ ﴿وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ اور تا کہ ہم واضح کر دیں اس کو سمجھ والوں کے لئے / اہلِ دانش کو جاننے کے لئے۔ جن میں عقل کو بروئے کار لانے کی صلاحیت ہے اُن کے لئے بار بار ہدایت کا بیان واضح کیا جا رہا ہے تا کہ اس بیان اور دلائلِ توحید سے وہ استفادہ کریں اور جن لوگوں نے ان لطیف اشاروں کو سمجھا وہ اس کے راہنما اُصول اپنا کر اس کے ذریعہ دنیا کے راہبر بن گئے۔ ﴿اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ﴾ پیروی اختیار کرو اس چیز کی جو وحی بھیجی گئی ہے آپ ﷺ کی طرف۔ ﴿مِنْ رَّبِّكَ﴾ آپ ﷺ کے ربّ کی طرف سے یعنی طریقہ توحید جان لیں۔ ﴿اِتَّبِعْ﴾ آپ پیروی کریں، فعل امر کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ اور اُنہیں بُرا بھلا نہ کہو جنہیں یہ پُوجتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور اُن کی بُرائیاں ذکر نہ کرو۔

﴿فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ پس وہ بھی اس کے عوض بُرا کہیں گے خدا تعالیٰ کو ظلم کی رُو سے اور حق سے درگذر کر کے، ایسا کلام کریں گے نادانی کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں گالی دینے کو منع کیا ہے جو گالی دینے کے لائق ہے تا کہ اُس کے بدلے ایسے پر گالی نہ پڑے جو گالی کا مستحق نہیں۔

﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ﴾ اور پھیرتے ہیں اُن کے دلوں کو تصدیق سے اور اُن کی نظروں کو راہِ حق دیکھنے سے، تو وہ ایمان نہیں لاتے ہیں۔ آخر میں جس طرح کہ وہ ایمان نہ لائے ان چیزوں کے ساتھ جو معجزات میں ظاہر ہوئیں۔ ﴿اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ پہلی بار جیسے شق القمر کا واقعہ وغیرہ۔ ﴿وَنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ اور چھوڑ دیتے ہیں ہم اُنہیں تا کہ اپنی گمراہی / سرکشی میں سرگشتہ اور حیران رہیں۔

تشریح وتوضیحات آیت ١٠١ تا ١١٠

آیت نمبر ١٠١ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ تنہا ارض وسما کا خالق / بنانے والا ہے اللہ تعالیٰ ہر شے کا بغیر کوئی سامنے نمونہ رکھے ہوئے، خالق ہے "خلق اور خالق میں فاصلوں کی حد بھی ہو" کے مصداق اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے مابین صرف عبودیّت اور بندگی کا ہی رشتہ ہے فرزندی اور قرابت داری کا کوئی تعلقِ ربط / رشتہ نہیں ہے کیونکہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے زمین وآسمان بنایا، بھلا سوچو تو سہی اللہ تعالیٰ کی اولاد کہاں سے ہوسکتی ہے جب کہ کوئی اس کی شریکِ زندگی / زوجہ ہی نہیں اللہ تعالیٰ کی ذات تو وہ ذاتِ واحد ہے جس نے اس کائنات رنگ وبُو کو عدمِ مطلق سے وجود بخشا، بھلا اسے کیا ضرورت بیٹوں اور عزیز واقارب کے سہاروں کی۔ اللہ تعالیٰ کا شریک خود اس کی مخلوق سے کیونکر بن سکتا ہے، ہمیں صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرنی چاہئے اس کے سوا اللہ اور حاکم نہیں ہوسکتا اور نہ ان کا کوئی اس کے سوا خالق ومالک ہے اللہ تعالیٰ اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے وہ ہر شے کو خوب جانتا ہے لیکن مُشرکین کا تو عجب حال ہے، ان لوگوں نے بتوں کی پرستش کو معیارِ عبادت بنا رکھا ہے، بات تو سیدھی یہ ہے کہ شیطان کے کہنے پر شرک جیسا عظیم ظلم کیا جاتا ہے قرآنِ حمید نے اس بات کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ سورہ یٰسٓ آیت نمبر ٦٠ پارہ وَمَالِيَ (٢٣) میں ارشادِ ربی ہے:

Marfat.com

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

''اے آدم کے بیٹو! کیا میں نے تم سے عہد روعدہ نہ لیا تھا کہ تم شیطان کی بندگی نہ اختیار کرنا، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

آیت نمبر ۱۰۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ یہ ہے تمہارا ربّ، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بندگی اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہر شے کا تخلیق کرنے والا ہے۔ ''جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ'' کے مصداق صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کرو وہ ہر شے پر نگہبان ہے، اب انسان پر لازم ہے ربوبیّت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، بتایا جارہا ہے کہ اپنے عقائد و اعمال میں اللہ تعالیٰ کی الوہیّت، اس کی حاکمیّت اور اس کی مکمل بندگی اختیار کرو یہی صورت حال حقیقت حیات ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے سورۂ یٰسٓ آیت نمبر ۶۱ پارہ وَمَالِيَ (۲۳) میں ارشادِ ربی ہے:

وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝

''اور میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۔''

یعنی صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا یہی راہ سیدھی ہے جس کی تمام انبیاء دعوت دیتے رہے اور یہی منزلِ مقصود ہے۔
آیت نمبر ۱۰۳ میں بیان کیا جارہا ہے کہ تمام تر مخلوق کی نگاہیں ایک ساتھ مل کر بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پُرنُور کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں لیکن وہ ہمہ لحہ، ہر گھڑی، ہر لحظہ ان سب لطیف نگاہوں کو بھی دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کی خبر رکھنے والا ہے کائنات گیتی اور تخلیق کا کوئی ذرّہ کسی لحہ ذاتِ باری تعالیٰ کی نظروں سے اُوجھل نہیں، اللہ تعالیٰ کا نُور، دنیاوی شعاعوں سے کہیں زیادہ لطیف ہے اس لئے وہ دکھائی نہیں دیتا سیدھی بات تو یہ ہے کہ ظاہری آنکھوں سے عالمِ دنیا میں تجلّی دیدار باری تعالیٰ کا تو امکان نہیں ہاں اگر دل بینا صلاحیت سے معمور ہو تو نگہۂ دل کی بصیرت اور بصارت سے یہ ادراک ہوسکتا ہے جیسے اسے دیکھ ہی لیا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس احساس لطیف کے ساتھ کرو گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا نہ کر سکو تو پھر اس بات کا یقین ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ جسم ظاہری اور رُوح کی دنیا میں خاصا تفاوت ہے یہ مادی جسم، معصیت اور خطاؤں کی کثرت سے اور اُن کی کثافت سے آلودہ گناہ ہے اس لئے مشاہدہ جلوہ الٰہی کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی کوہِ طور پر تجلّی کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اس خواہش کا اظہار کیا رَبِّ اَرِنِيْٓ اے میرے ربّ! مجھے اپنی زیارت کروادیجئے، تو جواب میں حکم ملا ''لَنْ تَرٰىنِيْ '' آپ ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔
یہ اعزازِ شرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کو حاصل ہے کہ بہشت میں جانے کے بعد اہلِ بہشت کو ایک نعمت حاصل ہوگی وہ ہے اللہ تعالیٰ کے دیدار اور زیارت کی نعمتِ عظیم۔ چنانچہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اہل جنت بہشت میں داخل ہوجائیں گے تو ربّ جلیل فرمائیں گے، جنت میں جو نعمتیں عطا ہوئیں ہیں ان سے زیادہ اور کسی نعمت کی طلب ہے تو بتا دو وہ بھی مل جائے گی یہ لوگ کہیں گے، ہمیں دوزخ سے نجات مل گئی، بہشت عطا ہوئی، اس سے زیادہ اور کیا چاہئے سُبحان اللہ۔ اس وقت درمیان سے حجاب اُٹھایا جائے گا اور سب کو حق سُبحانہٗ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوگی۔ الحمد للہ۔ (بحوالہ صحیح مسلم شریف)

یہ بات بھی ہے کہ منکرینِ حق اور اہلِ کفر اس روز بھی بطورِ سزا اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہیں گے چنانچہ آیت نمبر ۲۴ سورۃ القیٰمۃ پارہ تَبَارَکَ الَّذِیْ میں حکمِ ربی ہے:

وَوُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ بَاسِرَۃٌ

''اور کتنے ہی چہرے اُس روز بے رونق، مغموم اور اُداس ہوں گے۔''

کافروں کے چہرے ہوں گے حزن وملال سے افسردہ اور سیاہ۔

آیت نمبر ۱۰۴ میں اظہار بیان ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے، بصیرت کا نور مل گیا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ بصیرت کا فیضِ آگہی یہ ہے کہ انسان کو ہدایت ملتی ہے اور راہنمائی کی منزل مقصود انسان پاتا ہے، اس لئے جو اس بصارت سے دیکھنے اور سمجھنے کی توفیق پائے گا وہ اپنا ہی فائدہ کرے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اُس نے اپنا ہی بھلا کیا اور اپنی ہی ذات کا فائدہ پایا اور جس نے اتنے روشن دلائل دیکھنے کے بعد اپنی آنکھوں کو بند رکھا، اس نے اپنا ہی خسارہ کیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں پر محافظ کے طور پر مقرر نہیں ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذِمّہ داری تو صرف اس قدر ہے کہ بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ کا پیغام بذریعہ تبلیغ پہنچادیں اور جو اس کو تسلیم کریں اور ہدایت کے طلب گار ہوں تو اُن کی تربیت کرنا ہے۔

آیت نمبر ۱۰۵ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کو لطیف انداز میں کھول کھول کر توحید اور اس کے دلائل کو بڑی وضاحت کے ساتھ واضح کر دیا ہے۔ اے حبیب (ﷺ)! آپ آنے والی کی پیروی کریں اور مُشرکین کو ایک طرف چھوڑیئے، مُشرکین تو یہ کہنے لگے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے پڑھ کر اور سیکھ کر آئے ہو، ورنہ ایک اُمّی انسان یہ مضامین کہاں سے لایا ہے یہ مُشرکین کا ایک مُخالفانہ اندازِ تعصب ہے۔ کافروں نے تو یہاں تک کہہ دیا جھوٹ میں آکر یہ پہلے لوگوں کی داستانیں ہیں جس کو اس نے تحریر کرلیا ہے چنانچہ آیت نمبر ۴ اور آیت ۵ سورۃ الفُرقان پارہ نمبر ۱۸ قَدْ اَفْلَحَ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ

''پھر بھی ایسی سچی بات کے بارے میں کافروں نے کہا یہ مَن گھڑت بات ہے، جس کو اُنہوں نے بنالیا ہے۔''

وَقَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰی عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ۝

''اور کہا کہ یہ تو سب پہلے/اگلے لوگوں کی کہانیاں/افسانے ہیں جو اُنہوں نے تحریر کرلیا ہے اور دوسرے لوگ اس کو صبح و شام پڑھ کر سناتے ہیں۔ (۵)

مُشرکین کی جرأت بیجا کی تو دیکھئے الزام تراشی کرتے ہیں کہ یہ کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑلی ہے یہود سے یا دیگر لوگوں سے مدد طلب کی ہے جن میں ابوفکیہ، بیسار اور عداس وغیرہ شامل ہیں، قرآن مجید نے اس الزام کو مسترد کرتے ہوئے اس کو جھوٹ اور ظلم سے تعبیر کیا ہے۔

Marfat.com

آیت نمبر ١٠٦ میں اظہارِ بیان ہے کہ اس بات کا حکم دیا جارہا ہے کہ نبی ﷺ کو وحی باری تعالیٰ کی پیروی اختیار کرنی چاہئے کیونکہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، سوائے اس کے، مشرکین سے ان کی بات کی طرف التفات کی ضرورت نہیں! اگر باری تعالیٰ کی مشیّت ہوتی تو یہ موحد ہوتے اور ہر گز شرک کا ارتکاب نہ کرتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس انداز میں پیدا کیا کہ اس کے اندر ہدایت اور گمراہی دونوں کی صلاحیت وویعت کردی جو کام بھی وہ سرانجام دے اس کی سزا اور جزا ملے گی ۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اعمال کے ذِمہ دار نہیں۔

آیت نمبر ١٠٨ میں اظہارِ بیان ہے کہ دنیا میں زندگی کے لمحات گذارنے کا احسن طریقہ یہ اختیار کیا جائے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں اور غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں، ایمان اور عقیدہ توحید کے قائل نہیں ان کو اُن کے طرزِ عمل پر چھوڑ دیا جائے اور ان کے بارے میں بُرا بھلا کہنے سے گریز کیا جائے، اگر ان کے معبودوں کو کلام بد اختیار کر کے بُرا کہا جائے گا تو جواب میں وہ بھی شانِ کریمی میں نازیبا کلمات ادا کریں گے جس سے مسلمانوں میں دل آزاری ہونے کے امکانات پیدا ہوسکتے ہیں یہ انسانی فطرت اور مزاج کا تقاضا ہے کہ ہر آدمی اپنے فعلِ عمل اور فکر کو ہی جائز سمجھتا ہے، بتوں کو گالیاں دینے سے اُن کے عقائد اور ایمان میں کوئی اضافہ قطعی ممکن نہیں، البتہ یہ تو ہوسکتا ہے کہ اس طرزِ عمل سے مُخالفین میں عناد اور رنجش اور بڑھ جائے، دعوتِ دین دینے والوں کی یہ ذِمہ داری ہے کہ اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کو شائستگی اور عنایت کے ساتھ لوگوں تک پہنچائیں جوشِ عمل میں حدِ اعتدال کو برقرار رکھا جائے، ہر مباح کام جب کسی خطا یا گناہ کا مُوجب بن جائے تو اس کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم کسی کے ماں باپ کو گالی مت دو اس طرح تم خود اپنے والدین کے لئے گالی کا سبب بن جاؤ گے۔" (بحوالہ صحیح مسلم شریف کتاب الایمان)

آخر کار سب کو ہی اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ کر جانا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ان کو اس سے آگاہ کریں گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے، مسلمانوں کو اس بات کی تعلیمات دی جارہی ہیں کہ اپنے اندر قوت برداشت، تحمل اور بُردباری کی صلاحیت کو اُجاگر کرو ہر ایک کو اپنے اپنے سرانجام دینے کے لئے مہلت ملے گی اور ایک دن وہ ہوگا جب حق وصداقت کی راہ کا ایک نمایاں پہلو عیاں ہوجائے گا اور یہ حقیقت آشکار ہوجائے گی کہ کس نے اچھے کام کئے ہیں اور کس کے نامۂ اعمال میں گناہوں کا وزن زیادہ ہے۔

آیت نمبر ١٠٩ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریشِ مکّہ بار بار اس بات کا اظہار کررہے تھے کہ مُعجزات اور نشانیاں دکھائیں تاکہ وہ نبوّت کی نشانیاں اور مُعجزات دیکھ کر ایمان لے آئیں۔ کیونکہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں بتارہے ہیں کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے پتھر پر عصا مارا تو اس سے پانی کے بارہ چشمے جاری ہوئے ۔حضرت عیسیٰ روح اللہ نے مُردوں کو زندہ کیا یہ ان کا مُعجزہ تھا۔ قوم ثمود کے پاس اُونٹنی تھی اُنہیں اللہ کے رسول حضرت صالح علیہ السّلام نے کہا تھا یہ اللہ تعالیٰ کی اُونٹنی ہے اس کو نقصان نہ پہنچایا جائے مگر ان ظالموں نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ (بحوالہ سورۂ شمس آیت ١٣ پارہ ٣٠ عـمّ) اس قسم کا کوئی مُعجزہ ہمیں بھی دکھایا جائے حضرت محمد ﷺ نے دریافت کیا، مُعجزہ چاہتے ہو وہ بول اُٹھے کوہِ صفا جو مکّہ میں ہے وہ آپ کی دُعا سے سونے کا ہوجائے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ مُعجزہ ظاہر ہوجائے تو کیا مجھ پر ایمان لاؤ گے سب نے ایمان قبول کرنے کا عہد کیا اور سخت قسمیں کھا کھا کر پکا وعدہ کیا کہ

اگر آپ ہمیں معجزہ دکھائیں موحد کی طرح ہم بھی آپ کی متابعت کریں گے "معالم" میں تحریر ہے کہ نبی اکرم ﷺ دعا میں مشغول ہوئے اس کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام جلوہ افروز ہوئے اور پیامِ حق سبحانہٗ تعالیٰ لائے کہ اے محمد ﷺ! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے یہ پہاڑ سونے کا کئے دیتے ہیں ہماری مشیت تو یہ ہے کہ اُمتیں جب انبیاء کرام علیہم السلام سے اُن کی نبوّت پر کوئی علامت اور معجزہ طلب کریں اور وہ معجزہ رونما ہو جائے اور وہ اُمت رقوم میں اپنے عہد کی تکمیل نہ کریں تو ہلاک کرنے والا عذاب اُن پر بھیجتے ہیں اگر آپ کی خواہش طلب ہے تو یہ معجزہ ہم ظاہر کر دیا جائے مگر اس معجزہ کے پیچھے عذاب لگا ہوا ہے اگر چاہو چھوڑ دو، تا کہ وہ توبہ کریں حضرت محمد ﷺ نے دوسری بات اختیار فرمائی اور اس آیت کا نزول ہوا۔

آیت نمبر ١١٠ میں اظہارِ بیان ہے کہ ان لوگوں کے ایمان نہ قبول کرنے کی علّت یہ نہیں ہے کہ نشانیاں اور معجزات موجود نہیں ہیں بلکہ حقیقت احوال تو یہ ہے کہ اُن کے دل اور آنکھوں کو ہم پھیر اُلٹ دیں گے کیونکہ یہ پہلے بھی کائنات گیتی کی بے شمار نشانیاں دیکھ کر بھی اندھے بنے رہے، گویا پہلی مرتبہ ایمان لانے سے انکار کیا تو وہ ظلمت کے اندھیرے میں بھٹکتے پھریں گے "دلوں اور نگاہوں کو پھیر دینے کا یہی مفہوم ہے۔" (بحوالہ ابنِ کثیر)

الحمدللہ پارہ نمبر ٧ وَاِذَا سَمِعُوْا کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی

عذر ہائے من پذیر

سورۃ المائدہ پارہ ۷ وَإِذَا سَمِعُوا کے مطالعہ مضامین کی روشنی میں آیت ۸۳ تا ۱۱۰ کا خلاصہ

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ

''اور جب لوگ اس کلام کو جو رسول اللہ ﷺ کی طرف نازل کیا گیا ہے سنتے ہیں تو آپ دیکھیں گے اُن کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں/اشک چھلک رہے ہوتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔''

جب قرآن سنا جاتا ہے تو عرفانِ حق کی لذتِ سرور سے آنکھیں آبدیدہ ہو جاتی ہیں

اے طالبِ حُسن وسرُور!...... جب قرآن پڑھا جاتا ہے، سنا جاتا ہے، سمجھا جاتا ہے، تو عرفانِ حق کے لطیف کیف وسرور سے آنکھیں ہیں کہ آبدیدہ آبدیدہ ہو جاتی ہیں، پہلے جو دینِ عیسوی میں شامل تھے، جب وہ خدمتِ اقدس میں پہنچے، جو قرآنِ حمید آپ ﷺ پر نازل ہوا اس کو سنا، چونکہ ان کے قلب ونظر میں حق وباطل کی شناخت تھی، دل مان گیا کہ یہ حق ہے تو گذارش کی اے ربِّ جلیل! ہم ایمان لاتے ہیں ہمیں بھی ان لوگوں کی فہرست میں شامل فرما، جو حضرت محمد ﷺ کے دین کو مانتے ہیں، اس کی تصدیق کرتے ہیں، ہم بھی چاہتے ہیں کہ ہمیں بھی نیک اور صالح بندوں میں داخل فرمائے، حقیقت تو یہ ہے کہ نیک اور صالح لوگوں کی صحبت رسنگت بھی بڑی نعمت ہے۔

اگر حق کا انکار کیا، کافر قرار پا کر ہمیشہ کے لئے دوزخ کا مستحق ہوا:

اے راہِ حق کے طلب گارو!...... نیکی کی احساس ایمان پر ہے پہلے ایمان ہو خلوصِ نیت اور دل کی گہرائی اور گیرائی کے ساتھ، پھر خلوص دل سے عمل کی توفیق مل جائے تو یہی نیک لوگوں کا راستہ ہے ایسے لوگوں کا مقام جنت ہے، جہاں باغات ہیں، نہریں جاری ہیں کیا خوب بدلہ ہے، رہے یہ لوگ جو راہِ کفر اختیار کرتے ہیں، جب نبی ﷺ کی بات کو تسلیم نہ کیا تو یہ اللہ تعالیٰ ہی کی بات کا انکار ٹھہرا، اس کے دو درجے ہوئے اگر حق کا انکار کیا کافر قرار پا کر ہمیشہ کے لئے دوزخ کا مستحق ہوا، اگر انکار نہ کیا اور عمل کی توفیق سے محروم رہا تو فاسق اور گنہگار ٹھہرا، ربّ چاہے تو بخش دے چاہے سزا دے۔

نصاریٰ، یہود اور مشرکوں سے قدرے بہتر ہیں!

اے نورِ شوق کے متوالو!...... ان آیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہود کا مشرکین سے رسمِ اُلفت بڑھانا محض اسلام اور مسلمانوں سے عداوت وعناد کا سبب ہے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب قوموں سے زیادہ واسطہ پڑتا تھا ان میں یہود اور مشرکین بالترتیب اسلام اور مسلمانوں کے بدترین مخالف تھے مشرکین مکہ کی ایذا رسائی تو تاریخ کے صفحات پر موجود ہیں لیکن اہلِ یہود نے بھی مشقِ ستم جاری رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے خبری میں پتھر کی چٹان کو گرا کر شہید کرنے کی کوشش کی، کھانے میں زہر گھول دیا، سحر اور جادو کیا، کیا کیا ستم، آپ ﷺ پر ستم روز گار نے کئے، غرض یہ کہ غضب

سورۃ المائدہ رکوع ۱۲ آیت ۸۳ تا ۹۳ کا خلاصہ

Marfat.com

پر غضب اور لعنت پر لعنت پاتے رہے گو کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ رہیں ستم رہے مگر اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں رہے نصاریٰ باوجود یہ کہ کفر کی ظلمت میں مبتلا تھے، اسلام کی تعلیمات اور مسلمانوں کا عروج بارِ گراں گذرتا تھا، لیکن ان میں قبولِ حق کی صلاحیت ان دونوں گروہوں سے زیادہ تھی اُن کے دلِ حزیں، اسلام اور مسلمانوں سے قدرے مائل تھے، عیسائیوں میں اس وقت علمِ دین کی طلب موجود تھی، ترکِ دنیا اور لذیز اور پسندیدہ چیزوں کو چھوڑنا، رہبانیت کی راہ اختیار کرنا، نرم دل ہونا، تواضع کرنا، اُن کی عادت میں شامل تھا، کہا جاتا ہے کہ عام طور پر تین اُمور قبولِ حق میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ (۱) جہل۔ (۲) حسد و تکبّر۔ (۳) حُبِّ دنیا۔ اہلِ نصاریٰ میں قسیس، عیسائیوں کے عالم و عابد، قس نصاریٰ کے اس عالم کو کہا جاتا ہے جو مبلّغ بھی ہوں تو جہل کی دوری نصاریٰ میں ہوئی، حسد و تکبر کو دل کی نرمی اور تواضع کی خوبی کم کرتی ہے اور حُبِّ دُنیا کو رہبانیّت کی کثرت کم کرتی ہے، چنانچہ مقوقس اور نجاشی نے جو کچھ سلوک رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامِ رسالت کے ساتھ کیا اور اس کا ثبوت فراہم کر رہا ہے کہ اس وقت نصاریٰ میں قبولِ حق کی استعداد زیادہ تھی، چنانچہ انجام کار یہ ہوا کہ ہجرت کے کئی سال بعد ایک وفد جس میں ستّر (۷۰) نو مسلم تھے جب مدینہ پہنچے اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو قرآنِ پاک سُننے کی سعادت حاصل ہوئی اور ان کی آنکھیں آیاتِ ربّانی سے غمناک ہوئیں۔

جو پاک چیزیں حلال قرار پاتی ہیں اُن کو حرام مت کہو؟

اے طالبِ حُسن و عشق!...... جو شے اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہے، کھانے کی اجازت ہے اسے انسان کیوں کر اپنے اوپر حرام کر سکتا ہے نیکی تو یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں رزقِ حلال کھاؤ۔ اہلِ ایمان کے لئے جو پاک چیزیں حلال قرار پائی ہیں اُن کو حرام مت کہو۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ تقویٰ اپنایا جائے، جس کام کی حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اجازت دی ہے حدودِ شرعیہ کے اندر رہتے ہوئے اس کو ضرور سرانجام دو، کسی حلال شرعی کو حرام قرار دینا کفر ہے حلال شرعی پر یہ قسم باندھ لیا کہ آئندہ نہیں کھاؤں گا، ناجائز ہے، قسم توڑی جائے تو کفارہ ادا کیا جائے البتہ یہ بات ضرور ہے کہ حکیم اس بات کا پرہیز بتاتے ہیں کہ بعض اشیاء روحانی طور پر بعض لوگوں کے لئے نقصان کا باعث سمجھی جاتی ہیں کچھ عرصہ کے لئے بطور تدارک روک دیا جاتا ہے ایسا کرنا شرعاً درست ہے۔

تمہاری بے ہودہ لغو اور فضول قسموں پر اللہ تعالیٰ سرزنش نہیں کرتا البتہ گرفت ہے

اے صاحبِ آرزو!...... تمہاری بے ہودہ لغو اور فضول قسموں پر اللہ تعالیٰ سرزنش نہیں کرتا، البتہ گرفت ہے یہ بات تو ہے کہ اگر جان بوجھ کر مضبوط ارادے کے ساتھ قسم کھائی ہے تو پکڑ ضرور ہے اور اگر قسم ارادہ اور کسی خاص جائز مقصد کے لئے کھائی گئی ہے تو اس کی تکمیل ضروری ہے اگر قسم کو توڑ دیا جائے تو اس کا کفارہ ادا کرنا ہے دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلایا جائے ایک غلام اور کنیز کو آزاد کیا جائے، اور جو لوگ صاحبِ نصاب نہیں اُن کے لئے قسم کا کفارہ تین یوم کے روزے رکھنا ہے۔

شراب کا استعمال، جوا، بُت پرستی، فال نکالنے کے لئے پانسے، تیر یہ سب قبیح اور افعالِ بد ہیں

اے طالبِ حسن و عشق!...... دورِ جدید کے معاشرے میں کچھ بُرائیاں بھی روزمرہ کا معمول بنی ہوئی ہیں شراب

سورۃ المائدہ رکوع ۱۲ آیت ۸۳ تا ۹۳ کا خلاصہ

استعمال، جُوا، بُت پرستی❶ فال نکالنے کے لئے پانسے رتیر یہ سب قبیح اور افعالِ بد ہیں یہ سب شیطانی کام ہیں شیطان کی تو یہی مرضی ہوتی ہے کہ وہ تمہارے درمیان دشمنی، عناد، بغض اور کینہ پیدا کردے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دور کردے، ذکرِ الٰہی سے غفلت ہوجاتی ہے انسان جب دولتِ ایمان سے سرشار ہوتا ہے تو راہِ نیکی اختیار کرتا ہے تقویٰ اپنانے باری تعالیٰ سے نسبت خاص ہوجاتی ہے، پھر ہمہ وقت اطاعتِ باری تعالیٰ پر کمربستہ رہنے سے مسلسل بتدریج ایمانی قوت اسے درجہ احسان پر پہنچادیتی ہے اور ان کا ایمان نیک کاموں سے روشن ہوجاتا ہے اور جو لوگ خلوصِ دل سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی اختیار کررہے ہیں ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔

صُحبتِ صالح تُرا، صالح کُند

اے اہلِ آرزو!...... اللہ تعالیٰ سے اُلفت کا راز یہ ہے کہ عبادت باری تعالیٰ میں اُن کی کیفیت کا یہ عالم ہو کہ جیسے ربّ جلیل کو رُو برو دیکھ کر عبادت میں مشغول ہیں۔ یہی درجہ درجہ احسان ہر کام کو عبادت بنادیا کرتا ہے جیسا کہ صحابہ ﷺ کے بارے میں آیت نمبر ۲۹ سورۃ الفتح پارہ ۲۶ حٰمٓ میں ارشاد ہوا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ

''محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، جو لوگ ان کے ہمراہ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں، آپ ﷺ انہیں دیکھیں گے رکوع اور سجود کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا کی جستجو میں ان کا نشان ان کے چہرے پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے۔''

یہ نعمت اور عبادت کا اعزاز اور نبی ﷺ کی صحبتِ فیض کا انعام ہے چنانچہ کہنے کی جرأت کررہا ہوں کہ صُحبت صالح ترا صالح کند۔

سورۃ المائدہ رکوع ۱۳ آیت ۹۴ تا ۱۰۰ کا خلاصہ

حالتِ احرام میں شکار کی ممانعت ہے

اے راہِ حق کے طالبو!...... ذرا اتنی سی بات جان لو! حالت احرام میں شکار کی ممانعت ہے، سچ بات تو یہ ہے کہ حرام اور حلال کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ جس شے کو چاہے ممنوع قرار دے، اللہ تعالیٰ کی شوکت کا اعجاز ہے مگر باری تعالیٰ نے صرف وہ چیزیں حرام کی ہیں جو جسمانی اور روحانی لحاظ سے مُضر اور نقصان دہ تھیں۔ جب احرام کھل نہ جائے شکار نہیں کیا جاسکتا، بات تو یہ صحیح ہے کہ جن کو منازل قُرب ملنے کی نوید ہوئی اُنہیں خطا کے موقع بھی ملتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان اور آزمائش کی گھڑی ہے اور مسلمانوں کے ایمان اور تقویٰ کی پرکھ ہوتی ہے جس طرح ''اصحاب سبت'' کی مچھلیوں کے شکار سے آزمائش تھی اور لشکرِ طالوت جس میں (۸۰) اسی ہزار افراد شریک تھے نہر کے پانی سے آزمائش تھی، اگر احرام کی حالت میں جان بوجھ کر شکار کرلیا تو اس کا کفارہ ادا کرنا ہوگا یہ بھی قابلِ ذکر بات ہے کہ جب حرم کعبہ میں حج کی سعادت اور مناسک حج کی توفیق مل جائے تو پھر اپنی تمام تر توجہ عبادت اور شکار سے بچا کر، باری تعالیٰ میں صرف کرنی

❶ بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا تعالیٰ سے نا امیدی تو نے ... تو بتا اور کافری کیا ہے۔ (اقبال)

Marfat.com

چاہیے یہ تو درحقیقت ان کی آزمائش تھی کہ وہ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے قلبِ مضطر میں کس حد تک رکھتا ہے۔

دُنیا کے بُت کدے میں پہلا وہ گھر خدا کا

اے صاحبِ حسن وعشق!...... اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو عظمت اور بزرگی کا گھر بنایا ہے جب دنیا معرضِ وجود میں آئی تو سب سے پہلے یہی گھر تعمیر ہوا، کعبۃ اللہ کو یہ شرفِ اعجاز حاصل ہے کہ یہ قیامِ امن کا گھوارہ ہے روحانی فکر ونظر کی گہرائی اور گیرائی کے اعتبار سے یہ انسانی تربیت اور تکمیل کا مرکز ٹھہرا، عالمِ اسلام سے فرزندانِ توحید عمرہ اور حج کی سعادت حاصل کرنے اور نماز قائم کرنے کے لئے دنیا کے ہر گوشے کے رہنے والے لوگ جُوق در جوق آتے ہیں گویا سر وبسجود ہونے کے لئے یہی قبلہ قرار پایا، وادی ذی ذرع کے باوجود قیامت کی گھڑی آنے تک تمام دنیا کی نعمت کا مرکز بنا، گویا کعبۃ اللہ کی بقا اور عظمت کے ساتھ قیامِ عالم کو وابستہ کیا جب اللہ تعالیٰ کا اذن ہوگا اس عالم کو ختم کیا جائے گا تو پہلے خانہ کعبہ کو اُٹھالیا جائے گا۔ کعبۃ اللہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی ذاتی تجلیات کا مرکز اور مظہر ہے۔ چنانچہ میں کہنے کی جسارت کررہا ہوں۔ ع

دنیا کے بُت کدے میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا　　اقبال

اللہ کے رسول نے اللہ تعالیٰ کا پیغام/پیامِ پیکر دے کر اپنا فرضِ منصبی ادا کردیا

اے اہلِ آرزو!...... یہ بات اچھی طرح جان لو! جو احکامات تقدس کعبۃ اللہ اور حرام کی حالت کے بتائے گئے ہیں اُن کی عمداً اخلاف ورزی کروگے تو سمجھ لو اللہ تعالیٰ کا عذاب تو بے انتہا سخت ہے ہاں تقصیر کی صورت میں معافی طلب کی جاسکتی ہے ادائیگی کفارہ کر کے، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیام دے کر اپنا فرض منصبی ادا کردیا، حساب وکتاب کی گھڑی کے وقت لحہ لحہ کی خبر پتہ ہوجائے گی۔

ناپاک اور طیب چیزیں یکساں نہیں ہوتیں صاحبِ عقل وخرد کو احتیاط سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے تاکہ تمہاری نجات ہو، فلاح وصلاح اللہ کے اور رسول ﷺ کے حکم کو مقدم رکھنے میں مُضمر ہے۔

کثرتِ سوال کرنے کی ممانعت کی گئی تم یہودیوں کی طرح اپنے رسول ﷺ سے ازراہِ سرکشی غیر ضروری سوال مت کیا کرو اس میں اندیشہ کُفر ہے

اے نورِ شوق کے متوالو!...... یہ بات تو آپ کو معلوم ہے کہ انسان کچھ جاننے کے لئے سوال کرتا ہے اگر حقیقتِ احوال دریافت نہ کی جائے تو عمل کیسے ممکن ہے، عمل کے لئے جاننا لازمی ہے اور جاننے کے لئے پوچھنا بھی پڑتا ہے لیکن غیر ضروری سوال کرنا، کرید کرنا، کسی اُمور کا اچھا نہیں لگتا، اسی طرح بے مقصد سوالات اور راز کی باتوں کے پوچھنے سے منع کیا گیا ہے، جن کے جواب دینے سے آیت نمبر ۱۰۸ سورۃ البقرہ (۲) پارہ نمبر ۱ آلٓمّ میں ارشادِ ربی ہے:

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ

''کیا تم اپنے رسول ﷺ سے بھی سوال رپوچھنا چاہتے ہو جو اس سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تھا۔'' (آیت ۱۰۸)

مسلمانوں خصوصاً صحابہ رضی اللہ عنہم کو مُتنبہ کیا جا رہا ہے کہ تم اہلِ یہود کی طرح اپنے رسول ﷺ سے ازراہِ سرکشی غیر ضروری سوال مت کیا کرو اس میں اندیشہ کُفر ہے۔

مُشرکین کا تو یہ شیوہ رہا ہے کہ اپنی طرف سے دین میں بات گھڑ کر اس پر عمل پیرا ہوتے، بحیرہ وہ جانور جس کا دودھ بُتوں کے نام وقف کیا جاتا، سائبہ وہ جانور رجو بُتوں کے نام پر آزاد کر کے چھوڑ دیا جاتا، حام وہ نر اُونٹ جس نے خاص مادہ سے جفتی کر لی ہو، بتوں کے لئے وقف کر دیا جاتا، وصیلہ وہ اُونٹنی جو تواتر سے بچے دے مگر نر نہ جنا ہو، ان سب کا حکم اہلِ شرک نے اپنے طور پر اختراع کر لیا، گویا فضول سوالات کی آڑ لے کر پابندیاں عائد کر لینا، غلط رسوم اپنانا اور اُنہیں اچھا تصور سمجھ لینا یہ دونوں کام بُرائی کے ہیں کُفار کی اُفتادِ فطرت تو یہ ہے کہ اپنی بات کو منوانے کے لئے اکثر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے، کس قدر احمقانہ بات ہے کہ غضب میں مُبتلا ہونے کے لئے ہی کُفر کیا کم تھا۔

تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اے طالبِ حُسن وسُرور!...... کتنے ناداں ہیں یہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے خلاف کیوں کام کریں، حالانکہ اُن لوگوں کے پاس اس قدر علم نہ تھا، اُن کی روش غلط تھی تو کیا تم بھی ایسی راہ اختیار کرو گے جو ہدایت کے مطابق نہیں ہے بہتر تو یہ ہے کہ نفس پر قابو پا کر راہِ ہدایت پر گامزن ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے پر ہر ایک فرد سے الگ الگ پوچھا جائے گا اور ہر ایک اپنے کئے ہوئے عمل کا خود ذمہ دار ہوگا، اللہ تعالیٰ کی نظر میں امیر وغریب سب برابر ہیں اعمال کی کسوٹی کا انحصار عمل پر موقوف ہے تو علامہ اقبال کا یہ کہنا ٹھیک ہی تو ہے۔

ع بندہ صاحب محتاج وغنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے — اقبالؔ

جب قرآنِ پاک نے یہ بات بتادی کہ تم سب کو اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جانا ہے جب قیامت وقوع پذیر ہوگی تو ایمان اور عمل صالح کے لحاظ سے لوگوں کو پرکھا جائے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ گروہ میں بٹ جائیں گے۔ چنانچہ آیت نمبر ۷ سورۂ واقعہ پارہ ۲۷ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ ''وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً'' اور تم تین گروہ میں تقسیم ہو جاؤ گے۔ ایک گروہ اصحابُ الیمین کا ہوگا۔ دوسرا اصحابُ الشمال کا اور تیسرا سابقون اوّلون کا ہوگا۔

چنانچہ آیت ۸۔۹۔۱۰ سورۂ واقعہ میں مذکور ہے کہ پس سیدھے ہاتھ والے کیسے اچھے لوگ ہیں، تو کیا حال ہوگا بائیں ہاتھ والوں کا۔ رہے ''سابقون اوّلون'' تو وہ سبقت کرنے والے ہیں، وہی مُقرب ہیں، مؤمن کی خوش بختی ہوگی کہ نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، کافر یا جن کے نامۂ اعمال بائیں ہاتھ پکڑائیں جائیں گے تو معلوم یہ ہوا کہ ہر ایک کا اپنا اپنا عمل اور اپنا کیا ہوا کام سامنے آجائے گا۔ شاعر کی زبان میں عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ ع

لحد میں کیوں نہ جاؤں مُنہ چھپانے

Marfat.com

لیکن اب کہاں کی لحد، اور کہاں کا عمل اب تو اللہ تعالیٰ کے حضور نامۂ اعمال پیش ہونے کی باری ہے، شامتِ اعمال یہ ہے کہ بجز ندامت کے پاس کیا ہے؟

موت سے کس کو رُستگاری ہے

اے صاحبِ آرزو!......زندگی اور موت تو لازم وملزوم ہیں بھلا موت سے کس کو رُستگاری ہے اگر موت کا پروانہ مل جائے تو قانونِ شہادت کے مطابق دو معتبر آدمیوں کے سامنے وصیت کر دو، اگر اہلِ ایمان نہ مل سکیں تو غیر مسلم کو بھی سفر میں گواہ بنایا جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی بات سنو! نافرمان لوگوں کو اللہ تعالیٰ سیدھی راہ نہیں دکھاتا، گمراہ تو بھٹکتے ہی رہیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات ہوئے! معجزات عطا ہوئے، وہ لوگوں سے ماں کی گود میں ہی ہمکلام ہوئے!

اے نورِ شوق کے متوالو!......میدانِ حشر کا ذرا تصوّر تو کرو! خیال وفکر کی گہرائی میں سوچو تو سہی، یومِ قیامت اللہ تعالیٰ تمام رسولوں اور اُن کی اُمتوں کو یکجا کر کے سوال کرے گا کہ کیا تم نے اپنی اُمّت کو بتا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعتِ بندگی اختیار کرو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات ہوئے وہ لوگوں سے ماں کی گود میں ہی ہمکلام ہوئے، اُن کے حواریوں نے جب مُعجزات دیکھے تو اُنہوں نے پکا پکایا خوان آسمان سے اُتارنے کی درخواست کی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اس کے جواب میں بتایا گیا یہ خواں اسے ضرور بھیج دیا جائے گا لیکن یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اس کے بعد ناشکری کی راہ اپنائی گئی تو شدید عذاب ہوگا۔

باری تعالیٰ کی ذات سے بڑھ کر ظاہری، باطنی اور پوشیدہ حقیقت کو کون جانتا ہے!

اے طالبِ حُسن وسُرور!......یومِ قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تو نے لوگوں کو یہ بتایا تھا کہ آپ علیہ السلام کو اور آپؑ کی والدہ محترم کو بھی اللہ تعالیٰ کے سوا دو الٰہ مان لیں، اگر ایسے نازیبا کلمات میں ادا کرتا تو باری تعالیٰ کی ذات سے بڑھ کر ظاہری وباطنی اور پوشیدہ حقیقت کو کون جانتا ہے! میرا وجود جسمانی جب تک میری قوم کے ساتھ رہا میں نے اُس کی نگہبانی اس انداز سے کی کہ وہ شرک میں مُبتلا نہ ہوں اگر حق سُبحانہٗ تعالیٰ ان کو شرک کرنے کے جرم میں عذاب دے رسزا دے تو میں کون ہوں! وہ تو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اُن کو سزا میں مبتلا کرنا اللہ تعالیٰ کے عدل وحکمت کے عین مطابق ہے، توحید کے علم برداروں کی بخشش کرنا اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کا اعجاز ہے۔

اے لوگو! آج صداقت کی گھڑی کا دن ہے، یومِ آخرت کی ساعت ہے، آج یومِ جزا اور سزا ہے، آج لوگوں کے نامۂ اعمال کام آئیں گے اُن لوگوں کے نیکی کے صلے میں اُن کو جنّت کی نوید بشارت ہے، مگر جو لوگ ایفائے عہد پر قائم نہیں رہے شرک، کفر اور باطل نظریات میں مبتلا رہے ان کی بداعمالیوں کے سبب عذابِ دوزخ سے ہمکنار ہونا ہے، ارض وسماء پر حکمرانی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

سورۃ المائدہ رکوع ۱۵ آیت ۱۰۹ تا ۱۲۰ کا خلاصہ

سورۃ الانعام

اللہ تعالیٰ کے کرشمہ اعجاز کی ایک جھلک تو دیکھئے! قطرہ سیپ کی تاریکی میں رہ کر گوہر بن جاتا ہے!

اے راہِ حق کے طلب گارو!...... سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے، اللہ تعالیٰ کی ذات واحد نے تخلیقِ کائنات کی، نور اور ظلمت کو معرضِ وجود میں لے آیا لیکن کافر ان باتوں میں امتیاز کرنے کے حق میں نہیں، اللہ تعالیٰ کے کرشمہ اعجاز کی ایک جھلک تو دیکھئے قطرہ سیپ کی تاریکی میں رہ کر گوہر بن جاتا ہے اور زمین میں دبا ہوا دانہ آفتاب کی تمازت اور شعاع نمو پا کر رزق بنا جاتا ہے، یوں کہئے کہ نیرنگی کائنات کی مٹی سے اللہ تعالیٰ نے تم کو بنایا، آسمان جو اپنی بلندی کی وجہ سے ان سب کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اور اس کی تمام تر وصف بھی باری تعالیٰ کے پیدا کردہ ہے اس کے باوجود لوگ اللہ تعالیٰ کے منکر ہیں اور ان حقیقتوں میں ادراک نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں انسانی عقل وخرد اور انسانی کمالات سے فیض یاب کیا ہے تم اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، نظارۂ کائنات اور تمہیں پتہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں اسی کا حکم جاری وساری ہے وہ خالق ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا نظام کائنات رنگ و بُو کسی کے ماننے اور نہ ماننے سے متاثر نہیں ہوتا۔ یہ بات ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی حیات کی مُہلت کی میعاد کا تعین کیا ایک زندگی اور معاش کی مہلت۔ چنانچہ آیت ١١ سورۃ النبا، پارہ ٣٠ میں ارشادِ ربی ہے "وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا" اور دن کو ہم نے وقتِ روزگار بنا دیا، دن کو روشن بنایا تا کہ ... سبِ معاش کے لئے کوشش کریں۔

اور دوسری میعاد قیامت کا دن پہلی مہلت مُدت میں جو عمل کئے جائیں گے اس کے نتائج عمل کے فیصلے روزِ قیامت کئے جائیں گے یہ بات کس قدر رفضائل کی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تکذیب کر کے غفلت میں پڑے ہیں۔

سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

اے اہلِ حسن وعشق!...... گذشتہ اقوام کی سرگزشت رکہانیاں ہمارے لئے لمحہ فکر ہیں، درسِ عبرت ہیں، ہر گناہ کا اپنا منطقی انجام ہوتا ہے جب لوگوں نے راہِ کفر اختیار کی، بُرائی کی سمت بڑھے اور کسی صورت بُرائی سے باز نہ آئے تو ان کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹ گیا، قومِ عاد، قومِ ثمود اور مدائن کا حال تو دیکھو انہیں تباہ وبرباد کر دیا گیا، نہ ثروت کام آئی اور نہ شان وشوکت اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکی، قرآن کی تعلیمات کا محور، مدعا تاریخ بیان کرنا نہیں، اصلاحِ احوال ہے اور سابقہ قوموں کے انجام پر دعوتِ فکر وعمل ہے، عُروج کیسے پایا، زوال کیونکر ہوا، ہر دور اپنے اندر کمال اور پستی کی داستان سمیٹے ہوئے ہے، اصلاحِ احوال کو بظاہر دنیا کے امور دکھائی دیتے ہیں مگر اُن سے آخرت سنورتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر وردِ زبان رہے تو دنیا میں کامیابی اور آخرت میں سکون وراحت کا ذریعہ ہے، مکّہ والوں کا یہ مطالبہ کہ آسمانوں سے لکھی ہوئی کتاب کا نزول ہو، یہ ایک بہانہ ہے حقیقت کو نہ قبول کرنے کا، اگر کتاب آسمان سے آجائے اور یہ اُسے چھو کر دیکھ لیں تب بھی ان کا کہنا یہ ہوگا کہ یہ تو سحر کا کرشمہ ہے۔ ایمان وہ معتبر ہے جو غیب میں رہے، آفاق اور عقل وفطرت کے ان دلائل

Marfat.com

کی اساس پر لایا جائے جن کی دعوت نبی اور رسول دیتے ہیں نہ کہ وہ حقائق جنہیں نظروں سے دیکھنے کے بعد یا مشاہدہ کرنے کے بعد لایا جائے، جب بات یہاں تک پہنچ جائے کہ فرشتوں کا نزول علانیہ ہونے لگے تو پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب بھی آئے گا اور پھر ان کی مہلت نہیں دی جائے گی، اگر فرشتوں کو انسانی شکل میں ظاہر کر بھی دیا جاتا تو لوگوں کا یہی کہنا ہوتا، ہم تو فرشتے طلب کئے گئے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت جبریل علیہ السّلام صرف دو بار دیکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور حضرت لوط علیہ السّلام کی طرف انسانی شکل میں نمودار ہوئے تھے۔

انسانی زندگی ایک امتحان گاہ ہے ''سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا'' کے مصداق موت اور زندگی کا نظام لوگوں کے امتحان کے لئے بنایا ہے چنانچہ آیت ۲ سورۂ ملک پارہ ۲۹ تَبَارَکَ الَّذِیْ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا،

''جس نے پیدا کیا موت اور زندگی کو تا کہ تمہارا امتحان کرے تم میں سے کون سب سے اچھے عمل والا بنتا ہے۔''

انسان کو عقل و ادراک سے سرفراز کیا گیا اس حیات کی لطافت میں اگر وہ فہم و دانش سے کام لے کر اس امتحان میں کامیاب ہوگا تو وہ غیب کے راز سے ''راز آشنا'' ہو کر اپنی زندگی کا رُخ عمل ''صراطِ مستقیم'' راہ پر چلائے گا تو وہی سُرخرو ہوگا اور جنہوں نے رسولوں کا مذاق اُڑایا ان پر عذاب آیا۔

کھول آنکھ زمین دیکھ، فلک دیکھ فضا دیکھ

اے راہِ حق کے طلب گارو!...... ذرا زمین میں چلو پھرو، پھر نگاہِ لطف نواز سے دیکھو تو سہی جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے جو لوگ اس دنیا کے ظاہری فریب میں آ گئے ان کو خبر ہی نہیں ہے اپنے انجام کار کی، حالانکہ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں یونان اور روم کے کھنڈرات ان کی اپنی لاپرواہی اور غرور کا نتیجہ ہیں، مکافاتِ عمل سے اُنہوں نے کچھ نہ سیکھا، اگر رحمتِ باری تعالیٰ نہ ہوتی کائناتِ رنگ و بُو کی تکمیل کہاں ہوتی، اب موقع کو غنیمت جانئے۔ ع

کھول آنکھ زمین دیکھ، فلک دیکھ فضا دیکھ
مشرق کے اُبھرے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ اقبالؔ

ذرا سوچو تو سہی زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے کس کا ہے، اللہ تعالیٰ ہی کا تو ہے، باری تعالیٰ نے اپنے اوپر رحمت واجب کر رکھی ہے، کیا رسول کی تکذیب کرنے کے بعد اس گیتی کائنات کے رنگ و بُو سے بچ کر اہلِ کفر کو کہیں پناہ مل سکتی ہے! جواب سادہ سا ہے نہیں ہرگز نہیں تو پھر یہ حقیقت آشکار ہوگی قیامت کے دن کو آنا ہی آنا ہے سب کو میدانِ حشر میں اکٹھا کیا جائے گا وہی نامُراد عذاب میں گرفتار بد ہوں گے ''ہوتا ہے شب و روز تماشا میرے آگے'' کے مصداق یہ کائنات کا اختیارِ قدرت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے، انسان جو کچھ دن رات میں امور انجام دیتا ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ کا مظہر ہے جب پتہ چل گیا کہ زمین و آسمان کا عدم سے وجود میں لانے والا اللہ تعالیٰ ہے تو بندہ غیر اللہ کا متلاشی کیوں ہے اس حکم کو اپنا لیا جائے سب سے پہلے اسلام کو قبول کر لیا جائے اللہ خالقِ کائنات ہے اور باقی سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کے سوا کسی کی اطاعت اور عبادت نہ کی جائے عبادت کمالِ اطاعت کا نام ہے۔ دنیا اور آخرت میں کچھ دُکھ اور سُکھ پہنچتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کا مداوا کرنے کا مجاز نہیں ان باطل معبودوں کے ہاتھ میں کچھ بھی تو نہیں، اللہ تعالیٰ حق کو غالب کرتا ہے اور باطل کو مٹا کر اپنی شہادت کا اعلان کرتا ہے، جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے وہی خسارے میں ہیں۔

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا!

سورۃ الانعام رکوع ۳ آیت ۲۱ تا ۳۰ کا خلاصہ

اے صاحبِ حُسن وسُرور!...... اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا، آیاتِ رَبّانی کی تکذیب کی بے شک یہ ظالم فلاح نہیں پاسکتے ذرا بدبختی تو دیکھئے ان ظالموں کی کلام اللہ میں تحریف کے مُرتکب ہوگئے، نفس کی تسکین اور تکمیل طلبِ دولت کی حصول اور طمع کی خاطر وہ کچھ لکھ دیا جو اللہ تعالیٰ نے بیان ہی نہیں کیا، جو حکمِ باری تعالیٰ تھا اسے چھپالیا اور بُہتان باندھنے سے باز نہ آئے یہ تو سراسر ظلم ہے اور ظلم کا انجام دل کی سیاہی اور ایمان کی دولت سے محرومی ہے اس کے علاوہ یہ شرک میں مُبتلا ہیں یہ شرک جس کو شرکِ خفی کا نام دیا جائے جس میں لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور سر بہ سجود ہوتے ہیں مگر اس سجدے میں دنیا حاصل کرنے کی منفعت اور خواہش رکھتے ہیں ان لوگوں سے مسلمانوں کو ضرور سبق سیکھنا چاہئے جنھوں نے اسلام میں بے جا رسومات کو اپنالیا ہے، ہندو پاک کی رسم ورواج پر ایک نظر ڈالئے کتنی رسومات ایسی ہیں جو خالص ہندو دھرم کی رسوم ہیں۔

اب سب مسلمانوں نے ان رسومات کو اپنے اندر پھیلا لیا ہے جو قطعی غیر اسلامی ہیں، تمام کا تمام نظام ربوبیّت تقسیم کر کے مختلف ہستیوں کو اپنے وہم وگمان کے مطابق ان اُمور پر لگا رکھا ہے، نصاریٰ کا تو حالِ زار دیکھئے شرک میں بھی مُبتلا ہیں اور اہلِ کتاب ہونے کا بھی دعوٰی ہے۔

سورۃ الانعام رکوع ۳ آیت ۲۱ تا ۳۰ کا خلاصہ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اُن کی تعلیمات کے ہوتے ہوئے ہم نے اپنی متاعِ عزیز کو اپنی خواہشوں تہذیب کے صنم خانوں میں سجا رکھا ہے ہم خود افعالِ بد میں مُبتلائے بلا ہیں، رہزنی، زناکاری، شراب نوشی، دروغ گوئی، رشوت، طمع، فحش گوئی اور بد اخلاقی یہ ہمارا معمول زندگی بن گیا ہے یاد رکھئے جو رسولِ اکرم ﷺ کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتا وہ اپنی جان کو تباہی میں ڈال رہا ہے، ایسا لگتا ہے کہ اُنہیں اس کا شعور ہی نہیں، لیکن جب آتشِ جہنم کی ساعت قریب سے قریب تر آجائے گی تو ان کا کہنا ہوگا! کہ کاش باری تعالیٰ ایک مرتبہ پھر دنیا میں بھیج دے پھر ہم اللہ تعالیٰ کی باتوں سے انکار نہیں کریں گے میدانِ حشر میں تو ہر راز فاش ہوجائے گا، اگر اُنہیں دوبارہ دنیا میں لوٹا دیا جائے تب بھی وہ مَعصیّت جُھوٹ نافرمانی کو اپنالیں گے کیا ان نادانوں کو خبر نہیں کہ میدانِ حشر جزا اور سزا کی جگہ نہیں کیونکہ اصلاحِ دل کا اکثر مقام تو دنیا ہے اس کی احساس نورِ ایمان اور اس کی حیات کا سرچشمہ ذکرِ قلبی ہے جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے" بے شک دلوں کو اطمینان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہوتا ہے" اللہ تعالیٰ کا ذکر، توفیق ہونا تو ایک نعمت ہے۔

کس قدر بد نصیبی ہے! خواہشِ نفس کی خاطر دعوتِ حق سے انکار، کلام اللہ سننے سے پہلو تہی، بے رغبتی کا اظہار!

اے نورِ دشق کے متوالو!...... ان مشرکین، اور شرورانِ مکّہ کی حالت زار تو دیکھو! وہ قرآن سنتے تھے، اور کہتے تھے یہ تو

سورۃ الانعام رکوع ۳ آیت ۲۱ تا ۳۰ کا خلاصہ

داستانِ عہد رفتگاں ہیں یہی ان کی شامت اعمال ہے کہ باری تعالیٰ نے اُن کے قلب پر پردے ڈال رکھے ہیں ان کے کانوں کی سماعت کو گراں بنادیا گیا کس قدر بدنصیبی ہے ان کی خواہشاتِ نفس کی خاطر، دعوتِ حق سے انکار، کلام اللہ سننے سے راہ فرار پہلوتہی، بے رغبتی کا اظہار، انہوں نے اپنے کان، آنکھ، اور قلب کو قرآن کو سننے، دیکھنے، پڑھنے اور سمجھنے سے دور رکھا، انہوں نے غضب کیا کفر اختیار کیا قرآنِ حمید آیت ۲۳، ۲۴ سورہ محمد پارہ ۲۶ حٰمٓ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾

''یہ تو وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی پھٹکار ہے جن کی قوتِ سماعت اور آنکھوں کی روشنی چھین لی۔''

یعنی ایسے لوگوں کے کانوں کو اللہ تعالیٰ نے حق سننے سے بہرہ اور آنکھوں سے حق دیکھنے سے اندھا کر دیا۔ اس کے بعد آیت ۲۴ میں ارشاد ہوتا ہے۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾

''کیا یہ قرآن پر غور وفکر نہیں کرتے! کیا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔''

جب مشرکین قرآن سننے کے لئے آئے تو ان کا مقصد قرآن کی روح سے واقف ہونا نہ تھا بلکہ فتنہ پیدا کرنا تھا اور صرف یہ کہتے تھے کہ یہ تو پرانی اور فرسودہ لوگوں کی کہانیاں ہیں، گویا دورِ جدید کی طرف نظر ڈالئے تو احساس ہوتا ہے آج بھی ملحدانہ نظریات کے قائل لوگ دین کی باتوں میں روشن خیالی کا نعرہ بلند کر رہے ہیں، آج بھی ہمارے ماحول میں ایمان باللہ وبالرسالت کا اقرار باللسان موجود ہے اور ہم عملی انکار کے سبب دنیوی عذاب میں گرفتار بلا ہیں آخرت میں اس کا انجام کیا ہوگا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، بہر نوع اللہ تعالیٰ ہمیں عذابِ آخرت سے محفوظ رکھے۔

سورۃ الانعام رکوع ۴ آیت ۳۱ تا ۴۱ کا خلاصہ

دنیاوی زندگی کے لیل ونہار آخرت کی حیاتِ جاوداں کے لئے ایک کھیل تماشا کے سوا کچھ نہیں!

اے طالبِ حسن وعشق!...... منکرین قیامت تو قیامت کے دن، پشیمانی کا اظہار اپنی غفلت پر کریں کہ اے کاش! ہم نے عمل صالح کیا ہوتا آخرت کے سامان نہ کر سکے وہ اپنے دامن میں تاسف کے ساتھ اپنی خطا کا بارِ گراں اُٹھائے ہوئے ہوں گے، اس سے زیادہ اور نقصان کی بات کیا ہے! یہ دیناوی زندگی کے لیل ونہار آخرت کی حیاتِ جاوداں کے لئے ایک کھیل تماشا کے سوا کچھ بھی تو نہیں، انسان ہے کہ گیتی کائنات کے ظاہری دل کش ودلرُبا مناظر کی دل فریب لطافت پر فریفتہ ہو رہا ہے اے سادہ لوحِ انسان! کیا تجھے خبر نہیں دار آخرت دائمی زندگی تو ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو بصیرت اور بصارت کے ساتھ اس دارِ امتحان کے لئے تقویٰ اور نیکی کو اختیار کرتے ہیں اور پھر خوفِ خدا رکھتے ہر دانش مند بُرائی سے دور رہتا ہے، دعوتِ حق کے انکار کرنے والوں کا انجام رسوائی ہے اس بات کے لئے حضور اکرم ﷺ کو صدمہ ہوا، باری تعالیٰ نے ندا دی، آپ ﷺ کو ان کی خاطر غمگین ہونے کی ضرورت نہیں، یہ ان کا عملِ تکذیب آپ ﷺ ہی کے لئے صرف نہیں ہے، سابقہ انبیاء کرامؑ بھی اس ایذا رسانی کے مرحلے سے گذر چکے ہیں یہاں تک کہ ایک میعاد پر اللہ تعالیٰ کی نصرت ان تک آئی اور وہ سُرخرو ہوئے۔

الانعام رکوع ٤ آیت ۳۱ تا ٤١ کا خلاصہ

اللہ تعالیٰ کو اگر منظور ہو تو سب کو راہِ ہدایت مل جائے لیکن جبر کے ساتھ ہدایت کا ملنا کوئی سود مند بات نہیں سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ کون عقل و دانش سے کام لے کر راہِ مستقیم اختیار کرتا ہے کائنات رنگ و بُو کی ہر شے میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں موجود ہیں اہلِ خرد ہی اس سے فائدہ پاتے ہیں اہلِ کُفر کا مطالبہ تو یہ ہوتا ہے کہ کوئی مُعجزہ دکھایا جائے، جو قوم مُعجزہ طلب کرتی ہے اس پر وہی مُعجزہ آشکار کیا جاتا ہے اور پھر وہ نہ مانے تو اس کو تباہی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے یہاں مُعجزہ نہ دکھانا بھی اُن کے لئے ایک طرح کی رحمت ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی یہ بہرے، گونگے تاریک راہوں میں پڑے ہیں ان کے لئے کوئی نشانی بھی فائدہ مند نہیں اگر ان نشانیوں کا ظہور ہوا تو اچانک عذاب الٰہی آئے گا پھر یہ اپنے باطل معبودوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں طلب کریں گے اسی طرح یوم قیامت کی ہولنا کی دیکھ کر ربّ سبحانہٗ تعالیٰ کو پُکاریں گے۔

مصیبت اور رنج و اَلم کا بار نیک لوگوں پر بھی پڑتا ہے۔

سورۃ الانعام رکوع ٥ آیت ٤٢ تا ٥٠ کا خلاصہ

اے صاحبو!...... کُفر اور شرک کی دلدل میں جانے سے بچو! پہلے اُمتوں کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے لیکن لوگوں نے انکار کیا وہ مصائب کا شکار ہوئے غربت اور افلاس نے انہیں آگھیرا مختلف نوع مرض میں مُبتلا ہو گئے گویا اس قدر مصائب والام سہنے کے بعد بھی وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل و محروم رہے گو کہ درِ توبہ کُھلا ہوا تھا، اصلاحِ نفس کر لیتے لیکن توبہ کی توفیق نہ مل سکی اچانک اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا قوم غرقِ آب ہوئی کسی پر آگ کے شعلے گرے کہیں زمین اُلٹ دی گئی کہیں زمین دھنس گئی، کہیں طوفان آیا کہیں زلزلے آئے کہیں قوم پر قحط پڑا لیکن اس سے بھی انہوں نے کچھ سبق نہیں سیکھا اور یہ آفت ناگہانی بدکاروں پر دیکھتے ہی دیکھتے آجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے اس سے محفوظ رہتے ہیں حزن وملال تو نیک بندوں پر بھی آتی ہے لیکن بطورِ سزا نہیں بلکہ یہ تو مؤمن کے لئے انعام کی صورت ہے مصیبت اور رنج والم کا بار نیک لوگوں پر بھی پڑتا ہے۔

اَنبیاء دنیاوی ضرورتوں کے لئے مَبعوث نہیں ہوئے۔

اے اہلِ آرزو!...... علم خاص صرف اللہ تعالیٰ ہی کا وصفِ خاص ہے اُمّت اس بات پر متفق ہے کہ جس قدر علم علوم باری تعالیٰ کی طرف سے پہنچے ان تمام کے مجموعے سے زیادہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا ہوئے اس لئے رسول اللہ ﷺ یہ دعوٰی نہیں کرتے کہ "میں غیب کا علم رکھتا ہوں" مجھ پر اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے وحی کا نزول ہوتا ہے انبیاء دنیاوی ضرورتوں کے لئے مبعوث نہیں ہوئے کہ وہ لوگوں کی فرمائشوں کی تکمیل کریں بلکہ اُن کی بعثت کا مقصدِ خاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیام کو لوگوں تک پہنچایا جائے اور اہلِ ایمان کے لئے نویدِ مسرت، اور منکرینِ حق کو عذاب سے محفوظ رہنے کا راستہ دکھایا جائے، ہر انسان اپنے عمل کا خود ذمّہ دار ہے جس کو توفیقِ نعمت مل گئی اصلاحِ نفس کی، ان کو نہ ماضی کی فکر ہے اور نہ اپنے مستقبل کے انجام کا ڈر اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تکذیب کی ایسے لوگوں کا مقدّر عذاب کے سوا اور کیا ہے۔

توبہ کا یہی وقت ہے کیا سوچ رہے ہو۔

اے صاحبِ حُسن و عشق!...... قرآن کا حُکم سنو! سب کو ربّ کی طرف رجوع ہونا ہے تقوٰی کو شعارِ زندگی بنالو، تقوٰی اور

Marfat.com

نیکی کو ہی معیارِ انسانیت وشرافت قرار دیا گیا ہے جو شخص ایمان وایقان اور اخلاق میں انسانی معیار کے مطابق اپنی زندگی کے شب وروز بسر کرے وہ قابلِ عزت اور لائق توقیر ہے اطلس وحریر کے لباس پیرائن بدن میں پہنے ہوئے لیکن اگر دل کے اندر اللہ کے ذکر کا نور نہیں ہے تو یہ قلب خالی اور ویران ہے کتنے خوش نصیب ہیں وہ جس کے جسم میں گو کہ کم قیمت لباس ہے مگر دل میں تجلّیاتِ باری تعالیٰ کی روشنی جلوہ گر ہے۔

اے صاحبو! کیا تمہاری عقل اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اپنا شکر ادا کرنے والے بندوں کی آہوں کو رائیگاں نہیں ہونے دیتا، وہ زندگی کے لمحے جو یادِ الٰہی میں بسر ہوئے وہ رات جو اللہ تعالیٰ کے ذکر واذکار میں کٹ گئی وہ دن جو طالب رضائے الٰہی کی خوشنودی میں گذر گیا "تیرے چارہ گر کو نوید ہو" کے مصداق جان لو! سمجھ لو! دیکھ لو! ربِّ جلیل نے تم پر رحمت کرنے اور تمہیں نعمتِ لطف وکرم سے سرفراز کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے کس قدر لطیف بات ہے اگر بتقاضائے بشریت خطا سرزد ہو جائے، جانے میں انجانے میں، نادانی سے، تو درِ توبہ کھلا ہوا ہے فوراً توبہ کرو اور اپنی اصلاح کر لو،

ع سجدے میں جبینوں کو جھکایا کیوں نہیں کرتے ☆ توبہ کا یہی وقت ہے کیا سوچ رہے ہو

توبہ کیا ہے! بس یہی وہ جو کچھ ہو چکا ہے، اس پر ندامت اور پشیمانی اور آئندہ کے لئے اصلاح کی توفیق اس لئے حمد وتسبیح حق سبحانہٗ تعالیٰ اور استغفار کا خوب اہتمام کرنا چاہیے۔

چنانچہ آیت ۳ سورۃ النصر پارہ (۳۰) عَمّ میں ارشادِ ربی ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝

"تو اپنے اللہ کی تسبیح بیان کرو، حمد کے ساتھ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

مؤمن اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ بے حد بخشش کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے تو یہ بات کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

مجھے ہے حکمِ اذاں لا الٰہ الا اللہ

اے راہِ حق کے طلب گارو!...... منکرین حق کو بتادو، "مجھے ہے حکمِ اذاں لا الٰہ الا اللہ" اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے منع کیا گیا ہے تمہاری بے بُنیاد باتوں کو تسلیم کرنے سے، مجھے تمہاری خواہشوں کی تکمیل منظور نہیں اگر باطل عقائد کو مان لیا جائے تو گمراہی میں مُبتلا ہونا پڑتا ہے، سب اللہ تعالیٰ ہی کے محتاج ہیں سب کو ربِّ جلیل کی طرف رجوع ہونا ہے اللہ کے رسول ﷺ کا اختیار معجزہ دکھانا اور عذاب نازل کرنا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی باتیں سچی ہیں وہ عدل وانصاف سے فیصلہ کرنے پر قادر ہے انسان کو جو علم عطا ہوا ہے وہ محدود ہے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے نافرمانوں کی سیاہ کار کو کس پر کس گھڑی اور کس قسم کا عذاب اُتارا جائے اور کس وقت عرصہ مہلت دی جائے۔

رسول اللہ ﷺ کے معجزے شق القمر سے لے کر ہجرت کے بعد غزوۂ بدر سے فتح مکہ تک کے واقعات سے ثبوت مل رہا ہے منکرینِ حق اور تکذیب کرنے والوں کا نام ونشان تک مٹ گیا چنانچہ آیت ا سورۃ الفتح پارہ (۲۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے

سورۃ الانعام رکوع ۶ آیت ۱۵۰ تا ۱۵۵ کا خلاصہ

سورۃ الانعام رکوع ۷ آیت ۵۶ تا ۶۰ کا خلاصہ

Marfat.com

''اِنَّـا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُّبِیْناً '' بے شک ہم نے آپ ﷺ کے لئے روشن فتح فرمادی اِنَّا فَتَحْنَا صلح حدیبیہ سے واپس ہوتے ہوئے حضور ﷺ کو اس آیت کے نزول سے مسرت ہوئی اور صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو مبارک باد دی۔ (بحوالہ: بخاری، مسلم، ترمذی)

کائنات کے اسرار و رموز کا علم ابھی تک کسی کو پتہ نہیں ہوا، لیکن ایک دن ان کا ظہور میں آنا اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے غیب کی باتوں کا علم تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے کیا کچھ خشکی میں آیا ہے اور کیا کچھ زمین کی تہہ اس کے اوپر ہے سب کی کیفیات اور حقائق تو اللہ کو پتہ ہے رموزِ باری تعالیٰ کی ایک جھلک تو دیکھو، جب تم عالم نیند میں ہوتے ہو تو تمہاری احساس فکر، سوجھ بوجھ اور تمہاری کیفیت ایسی ہوتی ہے جیسا کہ تم مردہ ہو اور جب نیند سے بیدار ہوتے ہو تو وہ سوجھ بوجھ بحال ہوجاتی ہے حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا یوم قیامت انسان اُٹھائے جائیں گے اور زندگی کے اعمال کا ایک ایک لمحہ اور حرکت سامنے آجائے گی چنانچہ آیت ۵۲ سورۃ یٰسین پارہ ۲۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ٜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ

''کہیں گے وہ ہائے! ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھادیا یہی ہے جس کا وعدہ رحمٰن نے کیا تھا اور رسولوں نے سچ سچ کہہ دیا تھا۔''

انسانی زندگی کا معاملہ یہ ہے کہ ایک عرصہ قلیل کے بعد وہ ایک مقررہ میعاد کے لئے بالکل ہی سوجائے گا پھر اس کو اُٹھایا جائے گا پھر اعمال کی جزاء اور سزا کا عمل شروع ہوجائے گا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ انکارِ حق کی سزا دردناک عذاب میں مُبتلا ہونا ہے

اے اہلِ حُسن و عشق!...... اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کیسے بچ سکتے ہو، انسان تو ہر حال میں ضعیف، ناتواں اور محتاج ہے اللہ تعالیٰ نے اُن پر نگراں فرشتوں کا تقرر کردیا ہے جو بنی نوع انسان کے ہر عمل کو محفوظ رکھتے ہیں ''موت کا ایک دن متعین ہے'' جب موت کا کام پیام آتا ہے روح قبض کرنے کی گھڑی آجاتی ہے تو فرشتے جان لینے میں غفلت نہیں کرتے، سُستی سے کام نہیں لیتے۔ ''ہستی اپنی حباب سی ہے'' کے مصداق روح قبض ہونے کے بعد اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ جاتے ہیں اس کے بعد اعمال کے محاسبہ میں دیر نہیں لگتی۔

اے اہلِ آرزو! ذرا سوچو تو سہی، جب تم غم و آلام میں گھر جاتے ہو سمندر کی موج تلاطم، طوفان باد و باراں کے بھنور میں پھنس جاتے ہو تو کون تمہیں اس مصیبت یا اُفتاد سے نجات دیتا ہے وہ ذات اللہ تعالیٰ کی ہے پھر اللہ تعالیٰ کے حضور عجز کے ساتھ اپنی پشیمانی اور ندامت احساس کا اظہار کرتا ہے پھر سچی توبہ کے ساتھ اقرار عہد ہوتا ہے اس بار اس آفتِ جان سے چھٹکارا مل گیا تو پھر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ ہوجاؤں گا لیکن جب مصیبت سے نجات ملتی ہے تو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شرک میں مُبتلا ہوجاتا ہے اور اپنے اقرار وفا سے منحرف ہوجاتا ہے۔ یہ ہمارے دور کی علامت بدنصیبی ہے کہ لوگ باوجود دعویٰ اسلام کے مُصیبت میں اللہ تعالیٰ کو پُکارنا بھول چکے ہیں اگر ہم اللہ تعالیٰ کو بُھول جاتے ہیں تو کُفر اور مَعصیت میں مُبتلا رہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کا عذاب آسکتا ہے اور تاثیر گُناہ کے سبب تم آپس میں مختلف فرقوں میں تقسیم ہوجاؤ گے، کہیں بارش کا عذاب آیا،

بعض قوم پر آگ برسی اور بعض پر آسمان سے پتھر برسائے گئے فرعون کا لشکر غرقاب ہوا، قوم نوح پر طوفان آیا، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کو اُلٹ دیا گیا، قارون زمین بوس ہوا، یمن کے گورنر ابرہہ پر ابابیل پیغام تباہی و بربادی لے کر اُترے۔

آج بھی قوم رسول اللہ ﷺ پر نازل کردہ کی تکذیب کر رہی ہے حالانکہ یہ قرآن بالکل حق ہے جب دیکھو کہ اسلام کے مخالفین آیات رَبّانی کی تضحیک کر رہے ہیں ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے جن لوگوں نے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے ان سے الگ رہنا ہی بہتر ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انکارِ حق کی سزا دردناک عذاب میں مُبتلا ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی اصل راہِ ہدایت ہے، نماز پڑھتے رہنے اور اللہ سے ڈرتے رہنے کا حُکم ہے۔

اے صاحبِ آرزو!...... دعوتِ توحید تو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دی وہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بے بس اور عاجز ہستی کو اپنا کیونکر بنالیں اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھی راہِ عمل دکھا چکا ہے حُکم ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے جو آدمی غیر اللہ کے آگے سر بسجود ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو انسانیت کی عظمت سے محروم کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی اصل راہِ ہدایت ہے بظاہر انسان تو صحرا میں بھٹکتے ہوئے مسافر کی طرح ہے اصل ایمان اصل ہدایت کی طرف گامزن کرنے کی تلقین کر رہے ہیں نماز پڑھتے رہنے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا حُکم ہے قیامت کا وقوع پذیر ہونا لازمی ہے اس دن حق و باطل کا فرق واضح ہو جائے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد اور اپنی قوم سے بیزاری کا اظہار کیا آپ علیہ السلام نے ستاروں کا مشاہدہ کیا چمکتے ہوئے چاند کو دیکھا، روشن سورج کو طلوع ہوتے دیکھا، پھر سب غائب ہو گئے "آخر کار یہ پیام دے گئی ہے مجھے صبح بادگاہی" کے مصداق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے برملا کہا میں شرک کرنے والوں سے قطعی بیزار ہوں میں شرکِ عظیم میں مُبتلا ہونے والوں کی خرافات کو نہیں تسلیم کرتا کیونکہ ملحدانہ رویہ رکھنے والے اپنے خیالی معبودوں اور دیوتاؤں سے اپنی حاجت کے لئے رجوع کرتے ہیں حالانکہ باری تعالیٰ کی ذات وہ ذات والا ہے جس نے ارض و سماء کی تخلیق کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تمہارے باطل معبودوں کی مجھے قطعی پرواہ نہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے راہِ حق دکھا دی ہے۔

اہلِ ایمان نے توحید کی شمع منور کی۔

اے راہِ حق کے طلب گارو!...... یہ بات اچھی طرح جان لو، جنہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے بچالیا اور خالص توحید کی دعوتِ حق قبول کی اللہ تعالیٰ نے انہیں کائنات رنگ و بُو میں بلند درجات سے نوازا اُن کی توقیر ہوئی یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے سرفراز کر دیتا ہے۔ اہلِ ایمان نے توحید کی شمع منور کی، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلمان علیہ السلام جیسے برگزیدہ انبیاء نے بڑی بڑی سلطنتوں کی حکمرانی کی اس کے باوجود جادۂ حق اور عدل و انصاف کی شمع فروزاں کرتے رہے اُن کی راہ میں کٹھن ساعتیں آئیں آزمائش اور جسمانی تکالیف سے دوچار ہوئے لیکن صبر و استقلال اور استقامت کا دامن نہیں چھوڑا ان انبیاء کی ذرّیت میں دیگر انبیاء اور اعلیٰ مرتبت صالحین آئے ان کا دین توحید تمام نبیوں اور رسولوں کا مشترک دین ہے اگر یہ صالحین بھی کہیں شرکِ عظیم جیسے ظُلم میں مُبتلا ہو جاتے تو اُن کی بھی

سورۃ الانعام رکوع ۹ آیت ۷۱ تا ۸۲ کا خلاصہ

سورۃ الانعام رکوع ۱۰ آیت ۸۳ تا ۹۱ کا خلاصہ

Marfat.com

سعی رائیگاں ربرباد ہو جاتی۔

اے صاحبِ آرزو! اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے کتاب، حکمت اور نبوت کی نعمتوں سے اہلِ مکّہ کو سرفراز کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا کہ قرآنِ مجید، فرقانِ حمید جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے یہ کلام حق وصداقت ہے تین امتیازی انعامات انبیاء کرام کو اپنے اپنے دور میں عطا ہوئے۔ (۱) کلامِ الٰہی۔ (۲) حُکمِ حق کا فیصلہ صادر کرنے کی صلاحیت۔ (۳) نبوت۔ اگر لوگ ان نعمتوں کو نہیں مانتے تو باری تعالیٰ اپنے دین کی استقامت اور حمایت کے لئے دوسرے گروہ کو لے آئے گا یہ بڑی سعادت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے جلوۂ فگن ہونے کی وجہ سے دین کامل اور اکمل ہو گیا لیکن بد بخت لوگوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی شکر گزار ہونے کی بجائے اس کو جھٹلایا۔

سورۃ الانعام رکوع ۱۱ آیت ۹۲ تا ۹۵ کا خلاصہ

قرآن گمراہیوں سے روکتا ہے قرآن کی بشارت سابقہ صحیفوں میں بیان ہوئی ہے۔

اے صاحبِ حُسن وسرور!...... قرآن گمراہیوں سے روکتا ہے قرآن کی بشارت سابقہ صحیفوں میں بیان ہوئی ہے ذرا اہلِ یہود کی ستم ظریفی تو دیکھئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب سے نوازا گیا اُن کی اُمّت کے لئے راہِ ہدایت تھی جس کو آج اس کے ماننے والوں نے کچھ حصوں کو چھپالیا اور کچھ کو ظاہر کیا قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس میں بنی نوع انسان کی فلاح وصلاح کے لئے سب کچھ موجود ہے اب اس کو پڑھنا ہے اور ہدایت نور پانا ہے۔ بھلا اس سے بڑا ظالم کون ہے جو خالقِ کائنات پر بُہتان لگائے، ایسے لوگوں کو ذِلّت کا عذاب دیا جائے گا۔ انسان کی ایک کمزوری یہ بھی ہے کہ وہ حرص وہوس کی خواہش میں مُبتلا رہتا ہے اور یہی طلبِ حرص وطمع اس کو راہِ حق کی جانب آنے میں مانع ہوتی ہے جو لوگ طلبِ دنیا میں مال وزر کے متلاشی ہوتے ہیں اور جائداد بنانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں مال وزر کی زیادتی پر نالاں رہتے ہیں کثرت اولاد پر اتراتے ہیں، موت کے آتے ہی یہ سب عیش وطلب ختم ہو جاتا ہے اور پھر سب کو تنہا ہی اکیلے اکیلے ربّ کے حضور پیش ہونا ہے اس طرح جس طرح انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا گیا تھا اور موت کی آغوش میں آنے کے بعد نہ ان کی دولت وثروت کام آئے گی اور نہ عزیز واقارب اور اولادان کی مدد کر سکے گی، بس عقائد اور اعمال ہمراہ ہوں گے پھر حمایت ونصرت کے تمام مراسم ختم ہو جائیں گے اور جو باطل معبود تھے وہ دنیا میں رہ گئے گویا تعلیمات نبوّت کے مقابلے میں جو اوہام باطل بنا رکھے تھے وہ سب تباہی سے دوچار ہو گئے اور کوئی کام آنے کا نہیں۔

رکوع ۱۲ آیت ۹۶ تا ۱۰۱ کا خلاصہ

لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، شیطانوں کو اللہ کا شریک بنالیا ہے حالانکہ سب کی تخلیق کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

اے نورِ شوق کے متوالو!...... ذرا آسمان کی طرف نگاہِ مُلتفت تو کرو پتہ چل جائے گا باری تعالیٰ ظُلمتِ شب سے سپید وسحر کی تخلیق کر رہا ہے یہ کس قدر احساس لطیف کہ رات کی تاریکی میں انسان راحت پاتا ہے، گردشِ شمس وقمر ایک حساب سے مقرر ہے، گویا نظامِ شمسی اور نظامِ قمری سے لوگوں کی رہنمائی ہو رہی ہے یہ تمام تر نشانیاں دعوتِ غور وفکر کی راہ بتا رہی ہیں سوچنے کی بات ہے ہمیں کس نے تخلیق کیا ہمارا وجود ایک جان سے معرضِ وجود میں آیا، ہمیں ایک عرصہ تک ماں کے شکم میں رکھا، ہماری نشو ونما ہوئی گردش لیل ونہار ہوتی رہی اور انسان بڑھتا گیا، عقل آتی گئی تو عقل وخرد کا شعور بیدار ہوا

Marfat.com

پھر دُنیا رنگ وبُو میں ایک عرصہ مقررہ تک قیام رہا اور موت کی ساعت آ گئی قبر ٹھکانہ بنی، پھر ایک عرصہ تک لحد میں رہنے کے بعد دوسری بار حیات پا گئے پھر عمل حساب وکتاب ہوگا آخر کار بہشت یا جہنم ہماری مستقر قرار پائے گی جہاں دائمی قیام ہوگا یہ تمام حقائق دیکھ کر بھی لوگوں کو کیا ہو گیا ہے شیطانوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیا ہے حالانکہ سب کی تخلیق کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

''زندگی آمد برائے بندگی ☆ زندگیِ بے بندگی شرمندگی''

اے صاحبِ آرزو!...... تمام مخلوقات نگاہیں مل کر بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں لیکن باری تعالیٰ سب کو لطیف نگاہوں کو دیکھ بھی رہا ہے اور وہ ہر شے پر محیط ہے ''تجلّی تیری ذات کا یہ سو بہ سو ہے'' کے مصداق ہے اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا مظہر ارض وسماء ہے اللہ تعالیٰ نے بغیر نمونہ کے اُن کا بنایا اور ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی مخلوق کو عدم سے وجود میں لانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنی چاہئے، اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کو ہر شے کا ادراک ہے، اللہ ہی ہمارا ربّ ہے ہمیں اللہ تعالیٰ کی ہی بندگی اختیار کرنی چاہئے، ہماری زندگی کا مقصد بھی اطاعت بندگی ہے تو یہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔ ع

زندگی آمد برائے بندگی ☆ زندگیِ بے بندگی شرمندگی

اللہ تعالیٰ کو کوئی آنکھ نہیں سکھ پاتی یہ تو سیدھی سی بات ہے چشم ظاہری سے دنیائے رنگ وبُو میں دیدار باری تعالیٰ ممکن نہیں ہماری نظر دیدار الٰہی نہیں کر پاتی تو اس میں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں تم اللہ کے طالب بننے کا عزم کر وہ تمہیں خود پالے گا ہمارے پاس توحید کے علم وعرفان اور آگہی کا نور آ گیا ہے جو سرچشمہ فیضان رحمت اور نورِ ہدایت سے دور رہا اس کا وبال اسی پر ہے حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ علمِ حقیقت کے عرفان راز سے آشنا ہونے کے دو ہی طریقے ہیں ایک وہ راستہ جو رَبِّ جلیل نے وحی قرآن عطا کر کے دیکھا دیا، بتا دیا، سمجھا دیا، جو مشکوک اور شُبہ پر مبنی راہ سے بچا رہا اور حکم باری تعالیٰ پر عمل کر کے ایمان لے آیا وہ کامیاب اور کامران رہا۔ رہا دوسرا طریق جو خواہشات نفس کی تکمیل کا راستہ ہے جو حقائق باطل اور شرک کا راستہ ہے اب انسان کا فرض عین ہے کہ وہ نیکی کی راہ اپنائے اور بُرے لوگوں کی صحبت سے کنارہ کش رہے۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے اگر چاہتا تو زمین میں کوئی مشرک اور گمراہ نہ رہتا لیکن انسان کو اختیار مل گیا ہے چاہے نیکی اپنا کے اَجر پائے چاہے مَعصیت اپنائے اور گمراہی میں مُبتلا ہو جائے کسی سے کسی کے جرم اور عمل کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا ہر ایک اپنے اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔ ''برتر ز اندیشہ سود وزیاں ہے زندگی'' کے مصداق، سود وزیاں کو سمجھنے کا کام تو انسان کا ہے ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے ہدایت پالینا ہمارا کام ہے جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے عقیدہ ایمان سے منحرف ہوتے ہیں انہیں اُن کے حالت زار پر چھوڑ دیا جاتا ہے ان کے معبود باطل کے دل آزار، لب ولہجہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں مومن کی زبان اور عمل سے کسی دوسرے کی تحقیر نہیں ہونی چاہئے ہر ایک مہلت عمل کے لئے مدت درکار ہے ایک دن تو مقرر ہے اس دن سب کے سامنے حق وصداقت کا راز آشکار ہو جائے گا کس نے نیکی پائی، ہدایت پائی اور کون

سورۃ الانعام رکوع ۱۲ آیت ۱۰۲ تا ۱۰۱ کا خلاصہ

سورۃ الانعام رکوع ۱۱ آیت ۹۲ تا ۹۵ کا خلاصہ

Marfat.com

اَجر کا مستحق ہوا اور کس نے معصیت اختیار کی اور سزا پائی۔

قریش مکہ کی بھی فطرت عجیب تھی محمد رسول اللہ ﷺ سے معجزات اور نشانیاں طلب کرتے تھے تا کہ وہ ایمان لے آئیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری خواہش طلب پر معجزہ کا اظہار کرنا میرے بس کا اختیار نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار کل ہے وضاحت اس بات کی، کی گئی ہے کہ ان کو معجزہ دکھا بھی دیا جائے تب بھی وہ ایمان لانے کے نہیں۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے معجزے دیکھنے کے بعد بھی گوسالہ پرستی اپنائی، جن لوگوں کو حضرت محمد ﷺ کی اُلفت متاثر نہ کر سکی جو قلب حضور ﷺ کی محبت وشفقت سے محروم رہا جس کی نگاہ جمالِ مصطفیٰ سے متاثر نہ ہوسکی تو ایسے محروم سعادت لوگ، اپنے جُرم کی سزا کے لئے گمراہیوں میں بھٹکتے رہتے ہیں۔

الحمدللہ پارہ ٧ وَإِذَا سَمِعُوا اختتام پذیر ہوا

محمد حفیظ خان

الرقوم ٢١ شعبان المعظم ١٤٢٨ھ

مطابق ٤ ستمبر ٢٠٠٧ء

تمت

محمد شفیق

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ حکومت پاکستان

رجسٹریشن نمبر: R.R.OAUQ2002/338

تاریخ: ٢١/٢/٢٠٠٧

تصدیق نامہ

میں نے تفسیر عزیزی پارہ (٧) کے متن قرآن کریم کو بغور پڑھا جو بھی نظر ثانی اصلاح کرنی تھی کر دی۔
اب الحمدللہ اس میں کوئی غلطی نہیں انشاءاللہ۔

محمد شفیق

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ

Marfat.com

رموزِ اوقاف قرآنِ مجید

ہر زبان کے اہلِ زبان، جب باہم گُفت وشنید کرتے ہیں تو کہیں کہیں رُک (ٹھہر) جاتے ہیں، کہیں پر رُکنا اور ٹھہرنا کم ہوتا ہے کہیں پر تو زیادہ ٹھہر جاتے ہیں۔ اور کہیں پر بالکل کم ٹھہرتے ہیں۔ گو صحیح اندازِ گفتگو، اور بیان کا صحیح مطلب سمجھنے میں اس اندازِ تکلّم اور اندازِ تخاطب کو بڑا دخل ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ قرآنِ حکیم کی عبارت بھی گفتگو کے انداز کی بھر پور نمائندگی کرتی ہے۔ اسی لئے اہلِ علم نے اس کے ٹھہرنے، اور نہ ٹھہرنے کی مختلف علامتیں مقرّر کردی ہیں۔ ان علامات کو رموزِ اوقاف قرآنِ مجید کے نام سے مُوسوم کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کی سعادت حاصل کرنے والوں کے لئے یہ امر ضروری ہے اِن رموز کو تلاوت کرتے وقت ملحوظ رکھیں۔ یہ علاماتِ رمُوز درج ذیل ہیں۔

o...... چھوٹا سا دائرہ وہاں لگا دیتے ہیں جہاں بات پوری ہو جاتی ہے۔ دراصل گول (ت) جو بصورت (ۃ) لکھی جاتی ہے۔ اور یہ وقفِ تام کی علامت کہلاتی ہے اس علامت پر ٹھہرنا چاہیے، اَب (ۃ) تو لکھنے کا رواج نہیں رہا۔ اب (ۃ) تو نہیں لکھی جاتی ہے چھوٹا سا ''دائرہ'' بنا دیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں، دائرہ پر اگر کوئی علامت نہ ہو تو ٹھہر (رُک) جانا چاہیے، ورنہ علامت کے مطابق عمل کیا جائے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ علامت ''o'' دائرہ آیت کے ختم ہو جانے کی نشانی ہے۔

جہاں صرف علامتِ دائرہ ہو، وہاں پہنچ کر ٹھہر جانا چاہیے۔ دائرے کے اوپر ''لا'' درج ہو تو ٹھہرنا اولیٰ ہے۔ ضرورت ہو تو ٹھہر لیا جائے تو کچھ حرج نہیں، دائرے پر جو رمز وقف بھی ہوگی۔ وقف و وصل کے لئے اسی کا اعتبار ہوگا۔ یہ آیت کوفی ہے۔ اس کا حکم بھی وہی ہے جو دائرہ کا ہے۔

م...... لفظ لازِم کا مختصر ہے۔ اس رمز سے پہلے کلمے پر ''ٹھہر'' جانا لازمی ہے۔ گویا یہ علامت وقفِ لازم کی ہے۔ اس پر ضرور ٹھہرنا چاہئے، اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال یہ ہوسکتا ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے، اس کو یوں سمجھنا چاہیے کہ کسی سے یہ کہنا ہو کہ ''اٹھو۔ مت بیٹھو'' جس میں قواعد گرائمر کے لحاظ سے 'اُٹھنے' کا اَمر اور 'بیٹھنے' کی نَہی ہے۔ تو اٹھو، پر ٹھہرنا لازم ہوا، اگر ٹھہرا نہ جائے تو ''اٹھو مت۔ بیٹھو'' ہو جائے گا۔ جس میں ''اُٹھنے'' کی نَہی اور بیٹھنے کے اَمر کا احتمال ہے۔ اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہو جائے گا۔

ط...... وقفِ مطلق کی علامت ہے مُطلَق کا مخفف ہے اس رمز سے پہلے کلمے پر مطلقاً ٹھہر جانا چاہئے۔ یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب واضح اور پورا نہیں ہوتا، اور بات کہنے والا ابھی مزید کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔

ج...... وقفِ جائز کی علامت ہے یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

ز...... یہ علامت وقفِ مجوز کی ہے۔یعنی یہ وقفِ جائز کی رمز ہے۔ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔ یہاں سے تجاوز کر جانا ،یعنی گزر جانا چاہئے۔

ص...... یہ علامت وقفِ مرخص کی ہے۔ یہ لفظ مُرَخَّص کا مختصر ہے، یہاں ملا کر پڑھنا چاہئے۔ لیکن پڑھتے پڑھتے ،سانس ختم ہوجائے یا کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو ''ص'' کی رمز وقف سے پہلے کلمے پر ٹھہر جانے کی رخصت ہے۔

صلے...... یہ اَلْوَصَلُ اَوْلٰی کا مختصر ہے۔ وَصَلُ وہ مقام جہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق...... قِيْلَ عَلَيْهِ الْوُقُفَ ۔(کہا گیا کہ اس مقام پر وقف ہے) یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

صل...... قَدیُوْصَلُ کا مخفف ہے یہاں ٹھہرا بھی جاتا ہے اور کہیں نہیں، بوقت ضرورت وقف کر سکتے ہیں۔

قف...... یہ لفظ قِف ہے۔ یُوْقَفُ عَلَيْهِ کا مخفف، جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ یہاں سانس روک کر وقف کرنا چاہیے۔

سکتہ...... یہ سکتہ کی علامت ہے، یہاں سانس لیے بغیر کسی قدر ٹھہر جانا چاہیے، پڑھنے والا، یہاں کسی قدر ٹھہر جائے سانس نہ توڑے۔

وقفہ...... یہ لمبے سکتہ کی علامت ہے، یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہیے۔ لیکن سانس نہ توڑیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ سکتہ اور وقفہ میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ 'سکتہ' میں کم ٹھہرنا چاہیے، اور وقفہ میں قدرے زیادہ۔

لا...... ''لا'' کے معنی 'نہیں' کے ہیں، 'لا' کی علامت کہیں آیت کے اوپر استعمال کی جاتی ہے، اور کہیں عبارت کے اندر عبارت کے اندر ہوتو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیے، آیت کے اوپر ہوتو بعض کا خیال ہے کہ ٹھہرنا چاہیے، بعض کے نزدیک نہیں ٹھہرنا چاہیے، لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب کی وضاحت میں خلل واقع نہیں ہوتا۔

علاماتِ متفرقہ

ک...... کَذٰلِکَ کا مخفف ہے۔ اس سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ جو رمز پہلی آیت میں آچکی ہے۔ اس کا حکم اس پر بھی ہے۔

∴...... یہ 'نقطے' تین نقاط والے ہوتے ہیں دو 'وقف' کے قریب قریب آتے ہیں۔ ان کو (مُعَانَقَه) 'معانقہ' یا مُرَاقَبَه کہتے ہیں کبھی اس کو مختصر کر کے (مع) لکھ دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ دونوں وقف گویا معانقہ کر رہے ہیں۔ معانقہ حاشیہ پر لکھی جاتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ تین جملوں میں سے جن دو کو چاہو ملا لو۔ حاشیہ پر 'مع' ہوتا ہے دو آیتوں کے درمیان دو مقام پر '' ∴ '' دیئے جاتے ہیں۔

وقف معانقہ میں پہلے تین نقطوں پر وصل کر کے دوسرے تین نقطوں پر وقف کیا جائے، یا پہلے تین نقطوں پر وقف کر کے دوسرے تین نقطوں پر وصل کیا جائے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

احوالِ واقعی

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ تفسیر عزیزی کا پارہ وَ اِذَا سَمِعُوۡا (۷) اشاعت وطباعت کے مرحلے سے گذر کر آپ کے زیرِ مطالعہ ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل و کرم اور توفیق سے حسبِ وعدہ پارہ ہفتم آپ کے ہاتھوں میں ہے ذوقِ قرآن فہمی کو اُجاگر کرنے کی سمت، میری تحریر اور کاوش کو آپ نے تحسین کی نظر سے دیکھا، آپ کی کرم نوازی اور عنایت کا خلوصِ دل اور عقیدت سے شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ جزاکم اللہ

رمضان المبارک کی آمد ہے، رحمت کی گھٹا آ گئی، رحمت کی گھٹا چھا گئی، چاروں سمت رحمت، ہر سمت رحمت، ہر ساعت رحمت، ہر لحمہ رحمت، لحمہ لحمہ انعام کا، فضا میں رحمت، دل میں سرور، ذہن میں لطافت، آنکھوں میں ٹھنڈک، دماغ میں فرحت، دل میں کیف و سرور، طبیعت میں سکون، مزاج میں گرمیِ ایمان، قلم میں صداقت کی روشنی، رمضان المبارک کی آمد مبارک، عشرۂ رحمت، رحمت کشا ہے، عشرہ مغفرت سے پُر اُمید ہوں کہ مغفرت مقدر ہوگئی قرآن کا اعجاز کہ نارِ جہنم سے نجات مل گئی، صد شکر! سبحان اللہ، درِ توبہ کھل گیا توبہ کی توفیق ہوئی دل مضطر بارِ عصیاں سے لرز اُٹھا، آنکھ نمناک ہے ننگِ آلودہ گناہ ہے، دلِ حزیں مطمئن ہے، قلب و نظر میں رمضان کی برکت کا احساس ہے ذوقِ عرفان فہم قرآن میں گُم ہے شوقِ قرآن تلاوت کی سعادت لئے ہے، لب پر قرآن، دل میں قرآن، ہاتھ میں قرآن، سوچ کے لمحات میں قرآن، فکر میں قرآن، شبِ قدر کی گھڑی میں یہ قرآن کے پڑھنے سننے کی سعادت، فضا معطر، جشنِ نزول کی فضاؤں کو سلام۔

اے اللہ سبحانہ وتعالیٰ! اپنی رحمتِ خاص، الطاف و نوازش سے اس تحریری کوشش کو بھی اپنی مُربیانہ بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما! آمین ثم آمین۔

اے ذُوالجلال والاکرام! جن دیگر نفوسِ قدسیہ کی مُتبرک تصانیف سے میں نے اِستفادہ کیا ہے اُن کی اَزواح پاک پر اپنی خاص رحمتوں کا دائما نزول فرماتے رہیے! اور ان سب کو اپنے مقاماتِ قُرب و رضا میں بلند درجات عطا فرمایئے۔ آمین

یا اللہ! اس تفسیر کے مطالعہ کرنے والوں کو بھی اس کے تمام تر علمی و عملی ذخائر سے بہرہ مند فرمایئے! اور جنہوں نے فکری و عملی طور پر میری ہمت افزائی کی اُن کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جزاکم اللہ

آخر میں اُن تمام بزرگوں، احباب و اغیار کے لئے اظہارِ تشکر، جنہوں نے میرے کام میں رہنمائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

المرقوم

یکم رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ مطابق نومبر ۲۰۰۷ء

۱۸/۹۲۷، آمن آباد فیڈرل بی ایریا کراچی، پاکستان

احقر العباد

محمد لقیط خان عفا اللہ عنہ

Marfat.com

قواعدِ عربی کے چند آسان اُصول

۱)......کلمہ: ہر بامعنیٰ لفظ کو "کلمہ" کہا جاتا ہے اس کی تین اقسام ہیں (ا) اسم، (ب) فعل، (ج) حرف۔
(۱) اسم......وہ ہے جو کسی شئے کا نام ظاہر کرے مثلاً کِتَابٌ (کتاب)، مَاءٌ (پانی)
(ب) فعل......جو کسی کام کے ماضی (گذشتہ)، موجودہ اور آئندہ ہونے کے معنیٰ کا اظہار کرے۔ ماضی: گذرا ہوا زمانہ، حال: موجودہ زمانہ، مستقبل: جن میں آنے والا زمانہ پایا جائے، مثال کے طور پر ذَهَبَ: وہ گیا، یَذْهَبُ: وہ جاتا ہے یا جائے گا۔
فعل کی چار اقسام ہیں، ماضی، مضارع (حال و مستقبل)، امر و نہی
(ج) حرف......جو اسم اور فعل کے مابین رابطہ کا کام سرانجام دے، یا باہم دو اسم کو ملا کر ان کے معانی پورے کرتا ہو، کسی بھی حرف کے معنی دوسرے لفظوں سے مل کر واضح ہوتے ہیں۔
عربی زبان کے چند حروف اور ان کے عمومی معانی: فِیْ (میں)، مِنْ سے، کَ مانند، عَلٰی پر، اِلٰی طرف، عَنْ سے، حَتّٰی تک یا یہاں تک، بِ ساتھ، لِ لئے وغیرہ وغیرہ، الفاظ کے ساتھ مثالیں۔ فِی الْجَنَّةِ: جنت میں، اِلَی الْبَیْتِ گھر تک، عَلَی الْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں پر۔

۲)......حرکاتِ عربی......(َ) زبر، (ِ) زیر، (ُ) پیش، میں سے ہر ایک کو حرکت کہا جاتا ہے، اور اعراب بھی کہا جاتا ہے دو زبر (ً) دو زیر (ٍ) دو پیش (ٌ) کو تنوین کہا جاتا ہے جس حرف پر تشدید (ّ) ہو وہ مُشدد کہلاتا ہے، مثلاً مُحَمَّدٌ میں دوسرا "میم" مُشدد ہے۔
(۱)......رَفع یا ضمہ پیش (ُ) کو کہتے ہیں۔ وہ حرف جس پر (ُ) پیش ہو مَرْفُوْع کہلاتا ہے اور وہ لفظ بھی مَرْفُوْع کہلاتا ہے جس حرف کے آخر میں پیش ہو جیسے کِتَابُ یا کِتَابٌ اس میں بُ، بٌ مرفوع ہیں اور کِتَابُ کِتَابٌ دونوں مرفوع ہیں۔
(ب)......نَصب، فتحہ: (َ) زبر کو کہا جاتا ہے اور مَنْصُوب، مفتوح وہ حرف، لفظ ہے جس کے آخری حرف پر (َ) زبر یا (ً) دو زبر ہوں۔
جیسے رَحْمَةً، رَحْمَةَ، میں ر، م، اور ۃ مفتوح ہیں اور رَحْمَةَ پورا مفتوح ہے اس لئے کہ آخری حرف پر زبر (َ) یا دو زبر (ً) ہیں۔
(ج)......جر یا کسرہ (ِ) کو کہا جاتا ہے مجرور یا مکسور وہ حرف یا لفظ ہے جس پر، یا جس کے آخری حرف پر زیر (ِ) یا (ٍ) دو زیر ہوں جیسے نَفْسٍ نَفْسِ۔
(د)......سُکون: جزم (ْ) کو کہا جاتا ہے اور مجزوم یا ساکن وہ حرف یا لفظ ہے جس پر، یا جس کے آخری حرف پر جزم ہو مثال کے طور پر لَمْ یَفْتَحْ۔

۳)......مذکر اور مؤنث: ہر اسم ان دو حالتوں مذکر اور مؤنث میں ہوتا ہے۔ مذکر کی مثال: رَجُلٌ، مرد، اَحْسَنُ، خوبصورت حسین مرد۔ مؤنث کی مثال:......اِمْرَاَةٌ عورت۔ حُسْنٰی، خوبصورت عورت۔

۴)......واحد تثنیہ اور جمع، ایک کو واحد، دو کو تثنیہ اور دو سے زائد کو جمع کہا جاتا ہے۔ واحد مذکر کی مثال......عَبْدٌ بندہ، عَابِدٌ عبادت گزار۔ واحد مؤنث کی مثال......عَابِدَةٌ، عبادت گزار عورت، مُؤْمِنَةٌ، ایمان والی عورت۔
(ا)......تثنیہ بنانے کا قاعدہ: واحد کے آخر میں ان یا ین لگانے سے تثنیہ بن جاتا ہے ان دونوں سے پہلے والا حرف مفتوح ہونا چاہیے۔ مثلاً عَبْدٌ سے عَبْدَیْنِ، اَمَةٌ سے اَمَتَیْنِ۔
(ب)......جمع بنانے کا قاعدہ (یعنی جمع سالم) اسم واحد مذکر کے آخر میں وْنَ بحالت رفع یا یْــــنَ (بحالت نصب و جر) بڑھانے سے جمع بن جاتا ہے اسے جمع سالم کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں واحد کی صورت سلامت رہتی ہے۔ مثال کے طور پر مُسْلِمٌ سے مُسْلِمُوْنَ، (بحالتِ رفع) یا مُسْلِمِیْنَ، (بحالت نصب و جر) مُؤْمِنٌ سے مُؤْمِنِیْنَ اسم مؤنث ہونے کی صورت میں اس کے آخر میں، ات کا اضافہ ہوتا ہے، یعنی علامت مؤنث کو حذف کر کے، اگر پہلے سے موجود ہو جیسے مُسْلِمَةٌ سے مُسْلِمٌ پھر، مُسْلِمَاتٌ۔

Marfat.com

(ج)... جمع مکسر: یہ جمع کی ایسی قسم ہے جس کے بنانے کا کوئی خاص قاعدہ/اُصول نہیں، بلکہ یہ صرف سننے پر یا چند مخصوص اوزان پر آتی ہے اسے جمع مکسر کہا جاتا ہے اس لئے کہ اس میں واحد کی صورت ٹوٹ جاتی ہے مثال کے طور پر، رُسُلٌ، رَسُوْلٌ کی جمع ہے۔ یاد رہے! بہت سارے لفظوں کی تذکیر و تانیث، وحدت اور جمع غیر قیاسی ہوتی ہے گویا ان کا کوئی قاعدہ/ضابطہ نہیں ہوتا، جس کی رو سے وہ بنیں، ایسے لفظوں کو "سماعی" کہا جاتا ہے جو اہلِ زبان سے سُنے گئے ہوں۔ مثال: خَلِیْفَۃٌ واحد مذکر اس کی ۃ تانیث کی نہیں ہے اسی طریقہ سے سَنَۃٌ (سال) جو مؤنث ہے اس کی جمع سِنُوْنَ آتی ہے (جو خلافِ قیاس ہے) اِمْرَاۃٌ کی جمع نِسَاءٌ آتی ہے اسی طرح سے اَرْضٌ مؤنث کا صیغہ ہے (جو بظاہر مذکر معلوم ہوتا ہے)۔

۵)...... قیاسی اور سماعی الفاظ: جو الفاظ کسی قاعدہ کی رو سے بنائے جائیں انہیں قیاسی کہا جاتا ہے جو بغیر کسی کُلیہ کے یعنی اہلِ زبان کی گفتگو کے مطابق بولے جائیں انہیں سماعی کہا جاتا ہے۔

۶)...... مرکبات: دو یا دو سے زائد کلمات باہم مل کر مرکب بنتے ہیں، مرکب کی دو اقسام ہیں۔

(ا) مرکب تام: مرکب تام وہ ہے جس میں کوئی بات پوری طور پر سمجھ میں آ جائے مثال: اَللّٰہُ لَطِیْفٌ: اللہ باریک بین ہے، اَلرَّجُلُ حَسَنٌ: مرد حسین ہے۔

(ب) مرکب ناقص: مرکب ناقص وہ ہے جس میں بات پوری طور پر سمجھ میں نہ آ سکے بلکہ وہ بات اُدھوری ہی رہے۔ مثال: رَجُلٌ حَسَنٌ (کوئی ایک خوبصورت مرد) مرکب ناقص کی کئی قسمیں ہیں پہلے کی صفت/خوبی بتائے۔ مثال: رَجُلٌ صَالِحٌ، کوئی ایک نیک مرد، یہاں لفظ صَالِحٌ لفظ رَجُلٌ کی خوبی نیکی کا اظہار کرتا ہے۔ پہلے لفظ کو موصوف اور دوسرے کو صفت کہتے ہیں، یہ بات یاد رہے کہ اُردو میں عربی کے برعکس صفت پہلے آتی ہے اور موصوف بعد میں آتا ہے۔ عَذَابٌ عَظِیْمٌ، بڑا رشدید عذاب، اگر موصوف واحد استعمال ہو تو صفت بھی واحد ہوگی۔

مرکب اضافی وہ مرکب ہے جس کے دونوں جزو اسم ہوں، اور پہلا دوسرے کی جانب منسوب ہو، اگر بزبان اردو ترجمہ کیا جائے تو بالعموم اس میں (کا، کے، کی) میں سے کوئی لفظ استعمال ہوتا ہے، مثال: رَسُوْلُ اللّٰہِ (اللہ کا رسول) اس میں پہلا لفظ رَسُوْلُ مُضاف ہے اور لفظ اَللّٰہ مُضاف الیہ ہے عربی زبان میں مضاف پہلے آتا ہے اور بعد میں مضاف الیہ۔

۷)...... اسمِ ضمیر: وہ اسم جو دوسرے اسم (ظاہر) کی جگہ آئے اس کو ضمیر کہا جاتا ہے مثال: یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ (اے آدم تو اپنی اہلیہ کے ساتھ رہ) اس میں اَنْتَ (تو) اور کَ (تیری) ضمیریں ہیں، اور ان کا مرجع (یعنی جس کی طرف ضمیر لوٹے) اٰدَمُ ہے جو اسم ظاہر ہے۔ ضمیر کی دو قسمیں ہیں، (ا) منفصل جو فقرے میں بالکل الگ تھلگ مستعمل ہو جیسے، اَنْتَ، اُوپر کی مثال میں ملاحظہ فرمائیے۔ اَنْتَ وَزَوْجُکَ (ب) متصل، جو کسی اسم یا فعل کے ساتھ مل کر ایک کلمہ کی نوعیت اختیار کریں، جس طرح وَزَوْجُکَ میں کَ۔

۸)...... اَسماءِ الاشارہ: اسم اشارہ سے مراد جن سے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جائے یہ دو قسم کے ہوتے ہیں، اشارہ قریب: یہ ایک کتاب ہے، ہٰذَا کِتَابٌ اشارہ بعید کے لئے وہ کتاب ذٰلِکَ الْکِتٰبُ ان دونوں مثالوں میں ہٰذَا اور ذٰلِکَ اسماء اشارہ ہیں اور کتاب مشارٌ الیہ۔

۹)...... اسم موصول: جس سے کسی خاص چیز کا پتہ چلتا ہو، اس کو اسم موصول کہا جاتا ہے، اور جس کا مفہوم اس کے بعد آنے والے جملہ سے پورا ہو، اس جملے کو اس کا صلہ کہا جاتا ہے مثال: بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اس میں اَلَّذِیْنَ اسم موصول ہے اور اٰمَنُوْا اس کا صلہ ہے۔

۱۰)...... مادہ: عربی زبان میں حروف اصلی یا بنیادی حروف کو مادہ کہا جاتا ہے یہ مختلف افعال اور اسماء میں سے تین سے پانچ تک ہوتے ہیں تمام تر اسم مُشتق کے حروف اصلی اپنے صیغہ ماضی، (واحد غائب مذکر) سے پہچانے جاتے ہیں۔ مثال: ناصر اسم مشتق ہے، جس کا مادہ نصر، نَصَرَ سے ہے، جو در حقیقت صیغہ ماضی واحد مذکر غائب ہے، نَصَرَ اس نے مدد کی، نَاصِرٌ الف کے اضافے کے ساتھ اسمِ فاعل ہے۔ مصدر: یعنی جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا بغیر زمانے کے معلوم ہو، کسی بھی مادہ کے معانی کا صدور اس کے مصدر سے ہوتا ہے، مثال: عَبْدٌ مادہ ہے جب کہ عِبَادَۃٌ رعبادت کرنا، تَعْبِیْدٌ، غلام بنانا اس کے مصدر ہیں نصر مادہ ہے اور نَصْرٌ (مدد کرنا) مصدر ہے۔

۱۱)...... فعل ماضی: فعل ماضی کے مختلف صیغوں کی تبدیلی ان حروف کی بناء پر ہوتی ہے، ا، و، ت، م، ن او تمن ماضی مطلق حروف کی گردان، یعنی جس

Marfat.com

کا فعل معلوم ہو، اس کو بالعموم حرف ماضی لکھا جاتا ہے فَعَلَ، اس ایک مرد نے کیا، واحد، غائب مذکر فَعَلَتْ اس عورت نے کیا، واحد غائب مؤنث، فَعَلْتَ تو ایک مرد نے کیا واحد مخاطب/حاضر مذکر، فَعَلْتِ، تو ایک عورت نے کیا، واحد، مخاطب/حاضر مؤنث، فَعَلْتُ۔ میں نے کیا، واحد متکلم مذکر و مؤنث، فَعَلْنَا ہم نے کیا، تثنیہ جمع متکلم، مذکر مؤنث۔ ماضی مجہول: یعنی جس کا فاعل نہ معلوم ہو، ماضی کے پہلے حرف پر (ُ) پیش اور ماقبل آخر یعنی آخری سے پہلے پر (ِ) زیر لگانے سے ماضی معروف ماضی مجہول بن جاتا ہے جیسے فَعَلَ سے فُعِلَ۔

۱۲)...... فعل مضارع: اس میں حال اور مستقبل کے دونوں معنی آتے ہیں ماضی سے پہلے ی، ت، (الف)، ن لگا کر یا اس میں کچھ تبدیلی کر کے مضارع بنایا جاتا ہے، اور انہی کو علامتِ مضارع کہتے ہیں، مضارع معروف جس کا فاعل معلوم ہو، اس کو بھی عام طور پر حروف مضارع لکھا جاتا ہے۔ مثال: یَفْعَلُ/وہ کرتا ہے، کرے گا۔ واحد غائب مذکر، تَفْعَلُ وہ کرتی ہے، کرے گی، واحد غائب مؤنث اَفْعَلُ، میں کرتا ہوں، کرتی ہوں، کروں گا، کروں گی، واحد، متکلم مذکر، مؤنث۔ مضارع مجہول: جس کا فاعل نہ معلوم ہو، مضارع معروف میں علامت مضارع کو (ُ) پیش اور ماقبل آخر کو (َ) زبر دینے سے مضارع مجہول بن جاتا ہے، یعنی یُفْعَلُ، مثال: یُعَلِّمُ/وہ سکھاتا ہے یُعَلَّمُ وہ سکھایا جاتا ہے، یَقْبَلُ، وہ قبول کرتا ہے یُقْبَلُ وہ قبول کیا جاتا ہے۔

۱۳)...... فعل امر و نہی: امر کے معنی حکم کے ہیں فعل امر وہ ہے جس میں کسی کام دینے کا حکم ظاہر ہو، فعل نہی جس میں کسی کام سے روکا جائے۔ امر حاضر جس میں مخاطب کو حکم دیا جائے، فعل مضارع کی علامت ہٹا کر اس کی جگہ، ہمزۃ الوصل، یعنی وہ وصل کر کے پڑھنے میں نہیں آتا، مثال: وَانْصُرْ اس میں "ا" نہیں پڑھا جاتا، لکھا جاتا ہے، اور آخری حرف پر جزم آجاتا ہے، اِفْعَلْ تو ایک مرد کر، اِفْعَلِیْ تو ایک عورت کر، واحد مؤنث اِفْعَلَا/تم دو مرد کرو، اِفْعَلُوْا/تم سب مرد کرو، جمع مذکر، اِفْعَلْنَ/تم سب عورتیں کرو، جمع مؤنث۔ نہی حاضر: یعنی جس میں مخاطب کو کسی کام سے روکا جائے لَا تَفْعَلْ تو ایک مرد نہ کر واحد مذکر، لَا تَفْعَلِیْ تو ایک عورت نہ کر واحد مؤنث۔ لَا تَفْعَلَا تم دو مرد، دو عورتیں نہ کرو تثنیہ مذکر، لَا تَفْعَلُوْا تم سب مرد نہ کرو، بصیغہ جمع مذکر، لَا تَفْعَلْنَ تم سب عورتیں نہ کرو جمع مؤنث۔

۱۴)...... مُعرب و مبنی: جن لفظوں کے آخر میں اعراب یا حروف بدلتے رہتے ہیں ان کو مُعرب کہا جاتا ہے، یہ اعراب اور حروف کا تبدیل ہونا قیاسی ہوتا ہے، جب کہ اس کے علاوہ جو لفظ ہیں ان کو مبنی کہا جاتا ہے۔ مثال: عِلْمٌ کو بعض مرتبہ جملے میں عِلْمًا لکھا جاتا ہے، رَحْمَةٌ یا رَحْمَةً وغیرہ اسم معرب ہیں۔

۱۵)...... فعل ماضی کی اقسام: ماضی کے شروع میں "مَا" لگا دینے سے ماضی منفی بنتا ہے۔ ماضی قریب: ماضی پر قَدْ اضافہ کر دینے سے اکثر ماضی قریب کے معنی ہو جاتے ہیں مثال: قَدْ جَآءَ، وہ آیا ہے۔ ماضی بعید کَانَ ماضی پر لگا دینے سے ماضی بعید ہو جاتا ہے، کَانَ ذَهَبَ، وہ گیا۔ ماضی استمراری کَانَ مضارع پر لگا دینے سے یہ ہو جاتا ہے، مثال: کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ، وہ کرتے تھے۔

۱۶)...... اسم مشتق و جامد: وہ اسم جو مادہ و مصدر سے بنایا جائے، اسم مشتق کہلاتا ہے، جب کہ جامد وہ ہے جو کسی دوسرے لفظ سے نہ نکالا گیا ہو، بلکہ اپنا الگ مستقل وجود رکھتا ہو اسم مشتق کی حسب ذیل قسمیں ہیں۔

اسم فاعل: یہ اس ذات کو بتاتا ہے جو کام کرنے والا ہو، اسم مفعول: یعنی وہ ذات جس پر فعل واقع ہو، صفت مشبہ: یہ اسم اس ذات کو بتاتا ہے جس میں مصدری یا کوئی وصف پائیداری کے ساتھ پایا جائے۔ اسم تفصیل: اس ذات کو بتاتی ہے جس میں مصدری معنی اوروں کی نسبت زیادتی کے ساتھ پائے جائیں۔ اسم مبالغہ: جو کسی فعل میں کوئی خوبی، کثرت اور شدت کے ساتھ بتائے۔ اسم ظرف زماں، مکان۔ ظرف مکان وہ ہے جو وقوع فعل کی جگہ کو اور ظرف زماں وقوع فعل کے وقت کو بتاتا ہے۔ اسم آلہ: یہ اس آلہ کو بتاتا ہے جس سے کوئی کام لیا جائے۔ اسم صفت وہ ہے جس میں اسم فاعل اسم مفعول اور صفت مشبہ اسم تفصیل اور اسم مبالغہ موجود ہو۔

۱۷)...... کلمات الاستفہام: یعنی وہ حروف جن سے کوئی سوال یا چیز معلوم کی جائے۔ مَا، مَاذَا، اَیُّ، کَیْفَ، اَنّٰی۔

Marfat.com

تفسیر عزیزی

از محمد لقیط خاں

- (۱) پارہ اوّل...... الٓـــمّٓ
- (۲) پارہ دوئم...... سَیَـــقُـــوْلُ
- (۳) پارہ سوئم... تِـلْكَ الـرُّسُـلُ
- (۴) پارہ چہارم (۴)...... لَنْ تَنَالُوا
- (۵) پارہ پانچ (۵)...... وَالْمُحْصَنٰتُ
- (۶) پارہ چھ (۶)...... لَایُحِبُّ اللّٰهُ
- (۷) پارہ چھ (۷)...... وَاِذَا سَمِعُوا

تقسیم کنندگان سے طلب فرمائیے

پارہ (۸) وَلَوْ اَنَّنَا .... (زیرِ طبع)

ادارہ نشریاتِ ولی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

(سورہ محمد آیت ۲۴ القرآن الحکیم)

تفسیر نمونہ

پارہ (۷) وَإِذَا سَمِعُوا

محمد حفیظ خان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اقفالھا

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا اُنکے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

سورہ محمد آیت: ۲۴ القرآن الحکیم

تفسیر عزیزی

پارہ (۸) ولو اننا

محمد لقیط خان

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہم نے آسان کیا، قرآن سمجھنے کے لئے
سو ہے کوئی جو سوچے سمجھے۔ (القرآن)

تفسیر عزیزی

پارہ (۸) وَلَوْ اَنَّنَا

آسان ترجمہ، بمعہ ضروری توضیح اور تشریحات کے ساتھ

*

ذوقِ قرآن فہمی اُجاگر کرنے کی سمت ایک کوشش

از

محمد لقیط خان

ادارۂ نشریاتِ ولی
18/927 حسن آباد فیڈرل بی ایریا کراچی
فون 6360656 موبائل 0333-3166009

Marfat.com

۲۹۶۱۴
ل ۱۱۵ ت
۱۱۹۷۴۸

جملہ حقوق محفوظ ہیں

طبع اوّل ...... جنوری ۲۰۰۹ء محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

تعداد ...... ایک ہزار

سرورق ...... رشید شاہد

باہتمام ...... سلمان نشیط، عدنان لطیف و برادران

کمپوزنگ...... محمد جاوید اقبال ثاقب

مطبع ...... گلبدین پریس کراچی

ہدیہ ...... ۱۵۰/ایک سو پچاس روپے صرف

ای میل ...... www.Tafseer-e-azizi.com

تقسیم کنندگان

- ☆ احمد بک سینٹر اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۲۳۴۸۷
- ☆ ویلکم بک پورٹ اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۹۵۸۱_۲۶۳۳۱۵۱
- ☆ فضلی بک سپر مارکیٹ اُردو بازار کراچی فون: ۵_۲۶۲۹۷۲۰
- ☆ رحمٰن بک ہاؤس اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۲۶۷۵۱
- ☆ دارالاشاعت اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۱۸۶۱_۲۲۱۳۷۶۸
- ☆ علمی کتاب گھر اُردو بازار کراچی فون:
- ☆ فرید پبلشرز اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۲۰۰۵۷
- ☆ البلال بک سینٹر اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۲۶۶۴
- ☆ البدر بک کارنر اُردو بازار کراچی فون معرفت: ۲۶۳۳۱۴۰
- ☆ ہلال نیوز ایجنسی، ریگل صدر کراچی
- ☆ مکتبہ رحمانیہ اُردو بازار لاہور فون: ۷۲۲۱۳۹۵_۷۲۲۴۲۲۸
- ☆ جہانگیر بک ڈپو اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۶۵۰۸۶

Marfat.com

فہرست مضامین

مضامین آیاتِ مُبارکہ پارہ (۸) وَلَوْ اَنَّنَا

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	سورۃ الانعام ۷ آیت ۱۱۱ تا ۱۶۵	
۱۱۱	اگر فرشتے بھی اُتار دیتے، مُردے بھی اُن سے گفتگو کرتے، ہر شئے نگاہوں کے سامنے آجائے، تب بھی ایمان لانے والے نہیں! ان کی اکثریت مُبتلائے جہل ہے۔	۱۱
۱۱۲	اَنبیاء کے دُشمن بہت سے انسان، جن اور شیطان ہیں، وہ ایک دوسرے کو فریب دیتے ہیں، وسوسہ ڈالتے ہیں اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ یہ نہ کرپاتے، ان کو افتراء پروری میں مُبتلا رہنے دو۔	۱۱
۱۱۳	اَنبیاء کے یہ عدو، منکرِ آخرت ایسی باتیں بتاتے ہیں کہ وہ ان کی طرف مائل ہوں شیطانی وسوسوں کا شکار وہی ہوتے ہیں جن کا آخرت پر ایمان نہیں ہوتا۔	۱۱
۱۱۴	کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور حاکم تلاش کروں، اس نے ایک کامل کتاب بھیجی ہے اس کے مضامین واضح ہیں تم ہرگز شک میں نہ پڑو۔	۱۱
۱۱۵	تمہارے ربّ کا کلام صداقت اور عدل کے لحاظ سے کامل ہے اس کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا، باری تعالیٰ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔	۱۱
۱۱۶	زمین والوں میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے اگر آپ نے ان کی بات مان لی تو وہ گمراہ کردیں گے یہ تو محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اُن کے پیچھے نہ چلیں۔	۱۱
۱۱۷	بالیقین آپ ﷺ کا ربّ خوب گمراہوں سے بھی اور ہدایت یافتہ سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔	۱۷
۱۱۸	سو جس جانور پر اللہ کا نام لیا جائے اسے بلا تامل کھایئے اگر آپ اللہ کی آیات پر یقین رکھنے والے ہو۔	۱۷
۱۱۹	جانوروں کی حرمت وحلت کے سلسلے میں جو اوہام پیدا ہوچکے ہیں ان پر تردد کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سب جانوروں کے بارے میں بتادیا ہے جو تم پر حرام ہیں مگر وہ بھی جب تمہیں سخت ضرورت پڑ جائے تو حلال ہیں بہت سے لوگ اپنی کم علمی کے سبب اپنی بدعت کے ذریعہ گمراہ کررہے ہیں اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے حد سے گزرجانے والوں سے۔	۱۷
۱۲۰	تم ظاہری اور باطنی گناہ کو ترک کردو ہرحال میں گناہ کی باتیں چھوڑ دو جو گناہ کررہے ہیں وہ عنقریب سزا پائیں گے۔	۱۷
۱۲۱	ایسے جانوروں کو مت کھاؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کا کھانا فسق ہے بے شک یہ حکم عدولی ہے شیاطین القا کررہے ہیں تم جدال کرو اگر تم نے اُن کی بات مانی تو مُشرک ہوجاؤ گے۔	۱۷
۱۲۲	وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، اس کو زندہ کرکے ہم نے نور دیا اور لوگوں میں اس روشنی کو لئے چلتا پھرتا ہے جو تاریکی میں ڈوبا ہوا اور اس سے باہر نہیں نکل سکتا، کافروں کے اعمال تو یونہی بھلے لگتے ہیں۔	۲۱
۱۲۳	ہر بستی کے سرداروں کو ڈھیل دے دی گئی ہے تاکہ وہ جرم کرکے دھوکہ کھاتے رہیں، ان کو شعور آگہی نہیں، وہ خود فریب کھارہے ہیں اس کا انہیں احساس نہیں!	۲۱
۱۲۴	کوئی نشانی آتی ہے تو ایمان لانے کو تیار نہیں ہوتے اللہ سے رسالت کی طلب رکھتے ہیں اللہ بہتر جانتا ہے رسالت کس کے سپرد کی جائے مجرم فریب کاری کے سبب ذلت اور عذاب پائیں گے۔	۲۱

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
۱۲۵	جب اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت دیتا ہے تو اُس کا سینہ کشادہ کردیتا ہے جو حق دشمنی کا اسیر ہو جائے اس کا سینہ تنگ کردیتا ہے، کُفر والوں پر ناپاکی اور عذاب کا تسلّط ہوتا ہے۔	۲۱
۱۲۶	یہ اللہ کا سیدھا رستہ ہے، آیات بیان کردی گئی ہیں جس میں نصیحت قبول کرنے کی اِستعداد ہے وہی نفع پائے گا۔	۲۶
۱۲۷	اُن لوگوں کے لئے رَبّ کے پاس امن اور سلامتی کا گھر ہے اُن کے اعمال کے صلے میں اللہ تعالیٰ ان کا رکھوالا رمولیٰ ہے۔	۲۶
۱۲۸	اس دن کا دھیان رکھو جب تمام کو اکٹھا کیا جائے گا اے گروہ جن! تم نے انسانوں کو خوب جھانسا دیا، آپس میں ہر ایک نے فائدہ اٹھایا اب وہ دن مقررہ آپہنچا اب تمہارا ٹھکانہ جہنّم ہے اللہ حکمت والا اور علم والا ہے۔	۲۶
۱۲۹	ظالموں میں بعض کو، دوسرے بعض پر مُسلّط کردیا جاتا ہے آخرت میں ظالم ایک دوسرے کے ہمنوار ساتھی ہوں گے اپنے کرتوت کی بناء پر۔	۲۶
۱۳۰	اے گُروہ جن وانس! کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے! انہوں نے اللہ کے احکامات نہیں بتائے! اور اس دن کی ملاقات سے نہیں ڈراتے رہے لیکن تم نے رسولوں کے پیام کی مخالفت کی۔	۲۹
۱۳۱	یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص ہے کہ اتمامِ حجت کے بغیر، کُفر کی بستی والوں کو ہلاک نہیں کرتا۔	۲۹
۱۳۲	ہر ایک درجات میں ان کے اعمال کے اعتبار سے، اللہ ہر نیک وبد سے خوب واقف ہے۔	۲۹
۱۳۳	اللہ تعالیٰ بے نیاز، رحمت والا ہے، وہ چاہے تو تمہیں فنا کردے اور تمہاری جگہ دوسرے کو لے آئے، جیسا کہ تم کو ایک دوسری قوم کی نسل سے پیدا کیا۔	۲۹
۱۳۴	جو وعدہ کیا جارہا ہے وہ ساعت یقیناً آہی جاتی ہے تم اس سے بچ نہیں سکتے۔	۲۹
۱۳۵	اے مُشرکو! اگر تم نہیں جانتے تو اپنے طریقوں پر چلو! حق تلفی کرنے والے رفلاح پانے والے نہیں ہو سکتے۔	۲۹
۱۳۶	اللہ تعالیٰ نے کھیتی اور مویشی پیدا کیے، ان لوگوں نے اس میں سے کچھ حصّہ اللہ کا مقرّر کیا اور پھر گمان یہ کیا کہ یہ حصّہ ہمارے شرکاء کا ہے یہ مُشرکانہ اوہام پر رجاہلی عقائد پر مبنی فیصلہ ہے، کس قدر بُرا فیصلہ یہ کرتے ہیں۔	۳۴
۱۳۷	ان مُشرکوں نے اولاد کے قتل کو مُستحسن جان رکھا ہے اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرپاتے، اُن کو چھوڑیئے اپنے اسی افتراء میں وہ ملوث رہیں۔	۳۴
۱۳۸	جرأت تو دیکھئے کہنا ہے یہ کھیت ہیں یہ مویشی ہیں ان کا استعمال ممنوع ہے خود ساختہ حرمت وعلّت کی تقسیم کے داعی ہیں حالانکہ فیصلے کا حق باری تعالیٰ کا ہے اللہ عنقریب اُن کو اس افتراء کی سزا دے گا۔	۳۴
۱۳۹	کچھ چوپایوں کے پیٹ میں جو ہے وہ ہمارے لئے خاص ہے اور عورتوں کے لئے حرام ہے اگر مُردہ ہو تو اس میں سب شریک ہیں جلد ہی اس تشخص کی سزا دی جائے گی اللہ تعالیٰ حکمت والا اور علم والا ہے۔	۳۴
۱۴۰	خرابی میں پڑ گئے اولاد کو قتل کرنے والے، جو روزی اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس پر افتراء کرکے حرام ٹھہرایا۔ یہ بہک گئے، گمراہ ہوئے اور ہدایت پانے والے نہ بنے۔	۳۴
۱۴۱	وہی اللہ ہے جس نے باغ پیدا کئے ہیں کھجور اور کھیتیاں مختلف نوع پیدا کیں، زیتون اور انار باہم ملتے جلتے مگر ذائقے الگ الگ ہیں، اللہ ہی کے نام سے مساکین کا کٹائی کے وقت حق ادا کرو، اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔	۳۹
۱۴۲	اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے، کچھ بڑے قد کے ہیں کچھ چھوٹے، اللہ نے تم کو جو بخشا ہے اس سے فائدہ پاؤ شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو وہ تمہارا عدو ہے۔	۳۹
۱۴۳	چوپائیوں میں آٹھ قسم کے پیدا کئے دونوں کے نر مادہ	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	میں کوئی حرام نہیں، اگر تم سچے ہو تو دلیلِ سند دو۔	۳۹
۱۴۴	یعنی اونٹ اور گائے کے نر مادہ بھی حرام نہیں جب یہ دونوں مادہ رحم میں تھے کیا حاضر تھے اس وقت، اس میں کس چیز کی حرمت رہدایت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا یا محض بہتان ہے اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہِ ہدایت نہیں دیتا۔	۳۹
۱۴۵	مجھ کو جو وحی آئی ہے کسی کھانے پر کوئی چیز جس کو وہ کھائے حرام نہیں سوائے مردار اور بہتے ہوئے خون کے، اور سؤر کے گوشت سے، یا فسق کر کے اس کو غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو جو شرک کا باعث ہو، اس پر جو مُشرک مجبور ہو جائے، کہ نہ چاہنے والا ہے اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے۔	۴۳
۱۴۶	یہود پر ناخن والا، جانور میں گائے اور بکری کی چربی حرام تھی، بجز ان کی پیٹھ آنتوں یا کسی ہڈی سے لگی چربی کھانے کی اجازت تھی ان کو سرکشی کی سزا ملی، ہم سچے ہیں۔	۴۳
۱۴۷	اگر آپ ﷺ کو جھٹلائیں تو کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ بڑی وسعتِ رحمت والا ہے مجرم قوم سے عذاب نہیں ٹالا جاسکتا۔	۴۳
۱۴۸	یہ تو مشرکوں کا کہنا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے، انہوں نے پہلے تکذیب کی اور عذاب چکھا، اب کوئی حجت دلیل ہے تو سامنے لاؤ محض گمان کی پیروی نہیں کر رہے ہو۔	۴۳
۱۴۹	اللہ کی حجت دلیل ہی کامل ہے اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت بخشتا۔	۴۳
۱۵۰	ذرا اپنے گواہ تو لاؤ جھوٹی شہادت کی گواہی نہ دو! ان کی پیروی اختیار مت کرو جو آیات اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرتے ہیں اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یہ تو غیر اللہ کو اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں۔	۴۴
۱۵۱	جو کچھ اللہ نے حرام کیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شرک مت ٹھہراؤ، والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اولاد کو قتل مت کرو! اللہ تعالیٰ تم کو اور سب کو رزق دیتا ہے ظاہری اور مخفی بے حیائی نہ کیا کرو، عقل سے کام کو ہدایت کو سمجھو۔	۴۹
۱۵۲	یتیم کے مال کے پاس مت بھٹکو، ناپ تول کے ساتھ انصاف کرو، عدل کی بات کرو، عہد و پیمان کو پورا کرو۔	۴۹
۱۵۳	یہ میرا راستہ سیدھا اور حق ہے اس پر عمل کرو دیگر راستوں پر نہ چلو، اللہ کا حکم راہ تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔	
۱۵۴	موسیٰ کو کتاب بخشی نعمت دی، بھلائی راہ اپنانے کے لئے ہدایت اور رحمت دی تاکہ اللہ کی ملاقات پر ایمان رکھیں۔	۴۹
۱۵۵	یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے جو سراپا رحمت اور برکت ہے اس پر عمل کرو تاکہ رحم کیا جائے۔	۵۷
۱۵۶	مبادا یہ نہ کہنا یہ کتاب پہلے لوگوں کے لئے اتاری گئی ہے یہ نہ کہنا ہم اس سے سیکھنے اور سکھانے سے بے خبر تھے۔	۵۷
۱۵۷	اب یہ عذر نہ کرنا کہ ہمیں کتاب عطا ہوتی تو ہم ہدایت یافتہ ہوتے اِس اعراض سے سخت سزا پاؤ گے بھلا بتاؤ آیات کی تکذیب کرنے والے سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا؟۔	۵۷
۱۵۸	کیا انہیں اب اس بات کا انتظار ہے واضح نشانیوں کے لئے یہ اُن کے پاس فرشتے آئیں جس دن ربّ کی نشانی کا ظہور ہوگا کچھ کام نہ آئے گا اب ایسی ساعت کے تم منتظر رہو اور ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔	
۱۵۹	لوگوں نے تو دین میں تفرقہ پھیلانے کی راہیں تلاش کر لی ہیں گروہ در گروہ ہو گئے ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے انہیں ربّ ہی بتائے گا انہوں نے کیا کچھ کیا۔	
۱۶۰	اللہ تعالیٰ نے ایک نیکی کا اجر دس گنا رکھا ہے برائی پر صرف اس برائی کے برابر سزا ہے کسی پر ظلم نہ ہوگا۔	۶۱
۱۶۱	یہ دین مستحکم دین ہے یہ طریقہ دین مسلک ابراہیم کا پابند ہے وہ شرک کرنے والوں میں شامل نہ تھے۔	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین متن	صفحہ نمبر
١٦٢	آپ ﷺ فرمادیجئے! میری نماز، میری عبادات، میری قربانی، میری زندگی، میرا جینا، مرنا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔	٦١
١٦٣	اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، سب کچھ میرا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے میں پہلا مسلم ہوں۔	٦١
١٦٤	میں اللہ تعالیٰ کے سوا کیوں معبود کسی اور کو بناؤں اللہ ہی ہر شئے کا مالک ہے تم سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کا جانا ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں چل کر معلوم ہوجائے گا اس کا فیصلہ۔	٦١
١٦٥	اللہ نے تم کو زمین پر خلیفہ مقرر کیا، تمہیں درجات میں فوقیت ملی، تمہاری آزمائش ہوگی۔ اللہ تعالیٰ جلد تمہیں پاداش عمل/عذاب دینے والا ہے وہ رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔	٦١
	سورۃ الاعراف (٧) آیت ١ تا ٨٧	
١	الٓمّٓصٓ ۚ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ	٦٦
٢	یہ کتاب جو آپ ﷺ کی طرف اتاری گئی ہے تاکہ آپ کے دل میں کوئی پریشانی نہ ہو آپ اس سے منکرین کو ڈرائیں یہ اہلِ ایمان کے لئے باعث نصیحت ہے۔	٦٦
٣	جو کچھ ربّ کی طرف سے نازل ہوا اس کی پیروی کرو! اللہ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کی بات نہ مانو! لوگ تو کم ہی نصیحت پر عمل کرتے ہیں۔	٦٦
٤	کئی بستیوں کو ہلاک کیا گیا ان کو دوپہر کے وقت آرام میں اور رات کے وقت عذاب آیا۔	٦٦
٥	عذاب آنے پر وہ کچھ نہ کہہ سکے سوائے اس کے کہ ہم ظالم تھے۔	٦٦
٦	لوگوں سے دریافت کیا جاچکا کہ تمہاری طرف رسول بھیجے گئے رسولوں سے بھی استفسار کیا جائے گا۔	٧٠
٧	سب کو علم کے ذریعہ بتا دیا جائے گا تمام واقعات کو ہم کہیں غائب نہیں کر رہے ہیں۔	

آیت نمبر	خلاصہ مضامین متن	صفحہ نمبر
٨	اس روز اعمال کا تولنا برحق ہے جن کے اعمال رضائے الٰہی کے مطابق ہوئے وہی فلاح پائیں گے۔	٧٠
٩	جن کی برائیوں کا وزن زیادہ ہوگا اور نیکی کم وہ خسارے میں ہوں گے کیونکہ انہوں نے آیات ربّانی سے انکار کیا اور خود پر ظلم کرتے رہے۔	
١٠	اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اختیار سے بسانے کے اسباب پیدا کئے معاش کی راہیں کھولیں لیکن تم اللہ کے ناشکرے اور نافرمان رہے۔	
١١	باری تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا، شکل وصورت بنائی، فرشتوں کو حکم دیا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔	٧٣
١٢	اللہ تعالیٰ نے فرمایا حکم باری تعالیٰ پر سجدہ سے انکار کیوں ہوا؟ ابلیس نے کہا آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی، میں اس سے بہتر ہوں میری تخلیق آگ سے ہوئی۔	٧٣
١٣	ابلیس کو نیچے اترنے کا حکم ہوا غرور وتکبر کرنے کا تجھے حق نہیں تو ذلیلوں میں سے ہے۔	٧٣
١٤	ابلیس نے کہا جس دن لوگ اٹھائے جائیں اس دن تک مُہلت دی جائے۔	٧٣
١٥	کہا گیا تجھے مُہلت دے دی گئی۔	٧٣
١٦	ابلیس نے کہا میں لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے، ان کے گھات میں بیٹھوں گا کہ آپ نے مجھے گمراہی میں مُبتلا رکھا۔	٧٣
١٧	اُن کے آگے اور پیچھے دائیں بائیں آکر ان پر حملہ کروں گا تاکہ اللہ کے نافرمان ہوجائیں۔	٧٣
١٨	اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نکل جا یہاں سے راہ سے بھٹکے ہوئے ذلیل وخوار تیری پیروی کرنے والوں کو/بات ماننے والوں کو جہنم سے بھر دیا جائے گا۔	٧٩
١٩	اے آدمؑ بمعہ اپنی زوجہ جنّت میں رہو، جو چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے۔	٧٩

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
۲۰	شیطان نے دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا، ان کی پوشیدہ شرمگاہوں کو عریاں رہے پردہ کردیا اور کہا کہ تم کو اس لئے اس درخت سے روکا گیا ہے کہ کہیں تم فرشتہ نہ بن جاؤ یا ہمیشہ زندہ رہنے والے نہ بن جاؤ۔	۷۹
۲۱	ابلیس نے دونوں سے قسم کھا کر کہا میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔	۷۹
۲۲	اس طرح دونوں کو فریب دے کر مبتلا کردیا دونوں نے جب درخت کو چکھا اُن کی شرمگاہیں عریاں ہو گئیں وہ اپنے کو جنّت کے پتّوں سے ڈھانکنے لگے ربّ نے آواز دی، تم کو روکا گیا اور کہا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔	۷۹
۲۳	جب حضرت آدمؑ وحوّا کو جنت سے نکال کر آسمان سے اتارا گیا تو انہوں نے دعا کی، اے اللہ! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر تم نے ہماری مغفرت نہ کی، رحم نہ فرمایا تو ہم خسارے والے ہوجائیں گے۔	۷۹
۲۴	کہا گیا حق تعالیٰ کی طرف سے، نیچے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے عُدو بن گئے! تمہارے لئے زمین ایک خاص وقت تک ٹھکانہ ہے۔ انہیں ایک سامانِ زیست میں مدت مُعیّن تک نفع پانا ہے۔	۸۴
۲۵	اللہ تعالیٰ نے فرمایا زمین میں زندہ رہو گے عمر عزیز یہیں بسر ہوگی اس میں مرنا ہے پھر اس سے قیامت کو نکال لئے جاؤ گے۔	۸۴
۲۶	اے بنی آدم! ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا، جو ستر پوش بھی اور زینت بخش بھی، اور اس سے بہتر لباس تقوٰی ہے پہلا جسم کی حفاظت کا ضامن اور دوسرا روح کی تازگی کا موجب۔	۸۴
۲۷	اے بنی آدم! شیطان کہیں تمہیں فتنہ میں مُبتلا نہ کردے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا، ان کو شرم گاہ دکھا کر عریاں کردیا ان کا لشکر تمہیں دیکھتا ہے ہاں تمہاری نظر نہیں جاتی ایمان سے محروم ہونے والے کو ہم نے شیطان کا رفیق بنادیا ہے۔	۸۶

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
۲۸	جب یہ لوگ فحش کام کرتے ہیں تو ان کا کہنا ہوتا ہے یہ طریق ہمارے اسلاف کا ہے اللہ بے حیائی کے کاموں سے روکتا ہے اور تم اللہ کے ذمّے وہ بات لگاتے ہو جس کی سند تمہارے پاس نہیں۔	۸۶
۲۹	اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کا حکم دیا ہے سجدہ کے وقت اپنا چہرہ قبلہ کی سمت رکھو، اللہ کی عبادت کرو صرف اللہ کی ہی اطاعت کرو پہلے کی طرح دوبارہ پیدا کرکے لوٹائے جاؤ گے۔	۸۶
۳۰	اس راہ میں دو گُروہ ہوگئے ایک گُروہ کو ایمان اور نیک عمل کی توفیق ملی دوسرا گُروہ بدعمل اور گُمراہ ہوا شیطان کو اپنا دوست بنایا اور گُمان یہ رکھا کہ راہِ ہدایت پر ہے۔	۸۶
۳۱	اے اولادِ آدم، نماز کے وقت اپنے جسم کو زینت سے آراستہ کرو خوب کھاؤ پیو! اسراف بے جا مت کرو، اللہ تعالیٰ فضول خرچی کو پسند نہیں فرماتا۔	۸۶
۳۲	اے نبی ﷺ دریافت کیجئے کس نے حرام قرار کیا ان چیزوں کو جس کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے پیدا کیا، رزق کی پاکیزہ اشیاء کو دنیا کی زینت بنائی زندگی بھی مؤمن کے لئے اور آخرت میں ان کا حصہ ہے آیات کو سمجھدار کے لئے واضح طور پر بتادیا ہے۔	۹۳
۳۳	اللہ تعالیٰ نے جو حرام قرار دیا ہے پوشیدہ اور علانیہ بے حیائی کے امور کو، ہر گناہ کو اور ظلم ناحق کو اور شرک سے روکا ہے اللہ پر کسی ایسی بات کا بُہتان مت لگاؤ جس کا تمہیں علم نہیں۔	۹۳
۳۴	ہر اُمّت کے لئے ایک مدت مقرّرہ معین ہے جب وہ ساعت مُہلت آئے گی لمحہ بھر کی تاخیر نہیں ہوگی۔	۹۳
۳۵	تمہاری نجات اسی میں ہے کہ رسول تم ہی سے آئیں میری آیات بیان کریں تو ان کی تعلیمات سے اصلاح کرلو، ایسے لوگ غم وآلام سے اور حزن وملال سے دُور رہیں گے۔	۹۳
۳۶	اللہ کی آیات کی تکذیب کرنے والے، غُرور وتکبر	

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	والے، وہی دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔	۹۳
۳۷	بھلا اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھے اللہ تعالیٰ کی آیات کا منکر ہو! یہاں تک کہ جب فرشتے روح قبض کرنے آئیں گے تو ان سے پوچھیں گے کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے؟ کہیں گے وہ ہم سے غائب ہیں مرنے کے وقت اپنے کفر کا خود ہی اقرار کریں گے۔	۹۷
۳۸	سابقہ اُمتیں اگلی اُمتوں پر لعنت بھیجیں گی اور افسوس کے ساتھ کہیں گی ہم تمہاری پیروی میں گمراہ ہوئے تم پر ہر ایک کے لئے دوگنا عذاب ہے تم پھر جانتے نہیں۔	۹۷
۳۹	پہلے والے لوگ اپنے پچھلے والوں سے کہیں گے، تم کو بھی ہم پر کوئی فوقیت نہیں، تم بھی اپنے کئے کی پاداش میں عذاب چکھو۔	۹۷
۴۰	جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا، تکبّر کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے ان کا بہشت میں جانا ایسا ہی ہے جیسے سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گذر جانا، ہم مجرموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔	۱۰۱
۴۱	ان کے لئے جہنم کی آگ کا بچھونا اور اوپر سے اسی کا اوڑھنا ہے ظالم کے لئے ایسی ہی سزا ہے۔	۱۰۱
۴۲	جو لوگ ایمان لائے عمل صالح کیا وہی جنت والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں رقیام کریں گے اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی استطاعت سے زیادہ بار نہیں ڈالتا۔	۱۰۱
۴۳	اُن کے سینے کی خلش دُور کر دی جائے گی، کہا جائے گا یہ جنّت ہے جس کے وارث تم ہو، وہ کہیں گے اللہ کا شکر اور احسان ہے جس نے اس چیز کی ہمیں ہدایت دی۔	۱۰۱
۴۴	جنتی لوگ، اہلِ جہنم سے کہیں گے ہم نے اپنے ربّ کا وعدہ سچا پایا، کیا تم نے رب کا وعدہ سچا پایا وہ کہیں	

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	گے ہاں! ایک ندا دینے والا کہے گا اللہ کی لعنت ہو ظالموں پر۔	۱۰۵
۴۵	یہ وہی ظالم ہیں جنہوں نے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا، اور یہی آخرت کے منکر ہیں۔	۱۰۵
۴۶	اب ایک اور جماعت کا ذکر ہے یہ اہلِ اعراف ہیں گویا بہشت اور جہنم کی درمیان دیوار، چند لوگ ہوں گے جو ان کی علامت سے ایک دوسرے کو پہچان لیں گے کہیں گے "السلام علیکم" وہ ابھی جنّت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے، لیکن اس کے اُمید وار ہوں گے۔	۱۰۵
۴۷	جب اہلِ دوزخ کی طرف توجہ دلائی جائے گی تو وہ کہیں گے اے اللہ! ہمیں ان ظالموں کے ساتھ شریک مت کر۔	۱۰۵
۴۸	اور اہلِ اعراف بہت سے لوگوں کو پہچان جائیں گے ان کی علامتوں سے اور کہیں گے کیا کام آئی تمہاری جمعیّت اور تمہارا غرور جس پر تم نازاں تھے۔	۱۰۹
۴۹	کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کی نسبت تم قسم کھا کر کہتے تھے یہ کبھی اللہ کی رحمت نہیں پا سکتے ان کو جنت میں جانے کا حکم ہو گا نہ انہیں خوف ہو گا نہ رنج وملال۔	۱۰۹
۵۰	اہلِ دوزخ، اہلِ جنّت سے کہیں گے ہمارے اوپر تھوڑا سا پانی ہی ڈال دو، کچھ تو عنایت کر دو، جواب ملے گا ان چیزوں پر کافروں کے لئے بندش ہے۔	۱۰۹
۵۱	جنہوں نے دین کو کھیل تماشا سمجھا، جن کو گیتیِ کائنات نے دھوکہ میں رکھا سو آج کے روز ہم بھی ان کا نام فراموش کر دیں گے کیونکہ وہ اللہ کی آیات کے منکر تھے۔	۱۰۹
۵۲	اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ہم نے اپنے علم کامل سے کتاب پہنچا دی وہ باعث ہدایت اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے۔	۱۰۹
۵۳	منکرین کتاب، انجام کے منتظر ہیں، جب حقیقت آشکار ہو کر اُن کے سامنے آئے گی تو اصلاح کی	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	مُہلت بھی نہیں ملے گی پھر وہ کہیں گے اللہ کے رسول سچی سچی باتیں لائے تھے انہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں رکھا، جو باتیں تراشی گئیں وہ سب گم ہوگئیں، اب کوئی ان کی سفارش کرنے والا نہیں اور نہ عذاب سے چھڑانے والا ہے۔	۱۰۹
۵۴	بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان چھ روز میں بنائے پھر عرش پر قائم ہوا اللہ کی ذات نے سورج چاند ستارے پیدا کئے اللہ ہی خالق ہے اور وہی مُدبّر بھی ہے اللہ تعالیٰ تمام عالم کا پروردگار ہے۔	۱۱۴
۵۵	دعا کرو اپنے ربّ سے عاجزی اور اِنکساری کے ساتھ، گڑگڑاتے ہوئے وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔	۱۱۴
۵۶	ملک میں اس کی اصلاح کے بعد فساد برپا مت کرو، بیم ورجا ہر دو حالتوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک کاروں کے قریب تر ہے۔	۱۱۴
۵۷	اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی تو دیکھو! بارانِ رحمت سے پہلے ہوائیں چلتی ہیں بارش ہونے کے بعد مردہ زمین، زرخیزی پاکر سرسبز وشاداب ہوتی ہے اس سے ہر قسم کے پھل ملتے ہیں اس طرح قیامت والے دن جو انسان مٹی میں سپردِ خاک ہوچکے ہوں گے ہم دوبارہ انہیں زندہ کریں گے تاکہ تم نصیحت پکڑو!	۱۱۴
۵۸	زرخیز زمین میں پیداوار اللہ کے حکم سے خوب ہوتی ہے ناقص زمین میں پیداوار کم ہوتی ہے اس طرح ہم طرح طرح دلائل بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو شکر کرتے ہیں۔	۱۱۴
۵۹	حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوتِ حق دی، اللہ کی عبادت کرو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تم پر ایک بڑے دن کا عذاب نہ آجائے۔	۱۲۳
۶۰	حضرت نوح علیہ السلام کے قوم کے لوگوں نے جواب دیا، ہم تمہیں ایک کھلی اور صریحاً گمراہی میں دیکھ رہے ہیں۔	۱۲۳
۶۱	حضرت نوح علیہ السلام نے جواباً کہا اے لوگو! میں ذرا بھی گمراہی میں نہیں میں تو اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔	۱۲۳
۶۲	تم کو باری تعالیٰ کا پیغام پہنچاتا ہوں، تمہارا خیرخواہ ہوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِن اُمور سے واقف ہوں جن کا تم کو علم ہی نہیں۔	۱۲۳
۶۳	کیا تمہیں یہ بات عجیب لگی کہ ایک مرد کی مَعرفت نصیحت آئی، پرہیزگاری اپنانے کی خاطر وہ تمہیں ڈرائے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔	۱۲۳
۶۴	جنہوں نے باریٔ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا، نوح علیہ السلام کی تکذیب کی، ان لوگوں کو غرق کردیا جو لوگ کشتی میں تھے انہوں نے نجات پائی، بے شک یہ لوگ زندہ تھے۔	۱۲۳
۶۵	قومِ عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام آئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وَحدانیت کی تعلیم دی، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں! کیا تم ڈرتے نہیں۔	۱۲۸
۶۶	قوم کے کافر سرداروں نے کہا ہم تم کو کھلی حماقت میں دیکھتے ہیں ہم تم کو کم عقل اور کاذب گمان کرتے ہیں۔	۱۲۸
۶۷	حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا: اے لوگو! مجھے ذرا برابر کم عقلی اور نادانی نہیں! میں تو پروردگارِ عالم کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔	۱۲۸
۶۸	تم کو اللہ کا پیام دینے آیا ہوں میں تمہارا بہی خواہ اور سچا امانت دار ہوں۔	۱۲۸
۶۹	کیا تمہیں یہ بات عجیب محسوس ہوئی کہ اللہ کی نصیحت ایک فرد کے واسطہ سے پہنچی یاد رکھو اللہ نے نوح علیہ السلام کے بعد تم کو جانشین بنایا، صلاحیت، وُسعت اور کشادگی بخشی۔ جسمانی لحاظ سے مضبوط بنایا، بے شمار صلاحیتوں سے نوازا تاکہ تم فلاح پاؤ۔	۱۲۸
۷۰	قومِ عاد کے لوگوں نے کہا تم ہمیں صرف ایک اللہ کی عبادت اور بندگی کے لئے کہتے ہو کیا ہم ان معبودوں کی پرستش ترک کردیں جن کو ہمارے	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	آباؤاجداد نے پوجا اور سچے ہو تو جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو وہ عذاب لے آؤ۔	۱۳۱
۷۱	حضرت ہود علیہ السلام نے کہا کہ یقین جانو! عنقریب تکذیب کے سبب وہ عذاب آیا ہی چاہتا ہے سو تم انتظار کرو میں انتظار کرتا ہوں۔	۱۳۱
۷۲	حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو باری تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے بچا لیا جو ایمان لانے والے نہ تھے انہیں بالکل ہلاک کر دیا گیا۔	۱۳۱
۷۳	پھر قوم ثمود کی طرح صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا، انہوں نے دعوت دی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں! اللہ کی بندگی اختیار کرو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک واضح دلیل آگئی ہے یہ اللہ کی اونٹنی ہے اس کو بُرائی کی نیت سے کوئی گزند نہ پہنچاؤ ورنہ ایک دردناک عذاب آپکڑے گا۔	۱۳۴
۷۴	اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کے لئے تم کو جانشین مقرر کیا، تمہیں بے شمار نعمتوں سے نوازا، زمین پر رہنے کا ٹھکانہ دیا ملک میں سرکشی، ابتری اور فساد نہ پھیلاؤ۔	
۷۵	قوم کے سردار، جن کو اپنی طاقت، قوت پر ناز تھا نے انکار کیا، انہوں نے کہا صالح علیہ السلام ہمارے ربّ کی طرف سے پیام حق لے کر آئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اس پر ہم پورا یقین رکھتے ہیں۔	۱۳۴
۷۶	متکبروں نے کہا ہم تو اس کے انکاری ہیں جس پر تم ایمان لائے ہو۔	۱۳۴
۷۷	تو انہوں نے اونٹنی کو ہلاک کر دیا اللہ کا حکم نہ مانا، سرکشی اختیار کی اور کہا صالح علیہ السلام سے، لے آؤ وہ عذاب، اگر واقعی آپ رسولوں میں سے ہو۔	۱۳۴
۷۸	سو ان کو زلزلے نے آگھیر اور صبحدم اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔	۱۳۴
۷۹	پھر حضرت صالح علیہ السلام ان سے الگ ہو گئے بصد افسوس کہا میں نے باری تعالیٰ کا پیغام تمہیں پہنچا دیا تمہاری بھلائی چاہی لیکن تمہیں خیر خواہی پسند ہی	
	نہیں۔	۱۳۸
۸۰	پھر حضرت لوط علیہ السلام کو بھیجا گیا انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا تم اپنی عورتوں کو چھوڑ کر اپنی خواہش کی تکمیل کی خاطر مردوں پر مائل ہوتے ہو تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو پہلے کسی قوم نے ایسا نہیں کیا۔	۱۳۸
۸۱	تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو اپنی عورتوں کو چھوڑ کر تم تو حد سے گذرے ہوئے لوگ ہو۔	۱۳۸
۸۲	اس قوم کے پاس کوئی جواب نہ تھا جب کچھ نہ بن پڑا تو کہنے لگے ان کو اس بستی سے نکال دو یہ بڑے پارسا بن رہے ہیں۔	۱۳۸
۸۳	پھر ہوا یوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا مگر ان کی بیوی نہ بچ سکی، انہی میں رہ گئی جن پر عذاب آیا تھا۔	۱۳۸
۸۴	اللہ تعالیٰ نے ایک خاص قسم کی پتھروں کی برسات کی اور مجرموں کا یہی انجام تھا۔	-۱۳۸
۸۵	اسی طرح مدین کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا گیا انہوں نے بھی دعوتِ توحید دی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تلقین کی، بتایا کہ ناپ تول پورا کرو ملک میں درستگی کر دی گئی ہے فساد مت پھیلاؤ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔	۱۴۲
۸۶	ایسا نہ کیا کرو کہ دعوتِ حق سے روکو، اہلِ ایمان کو دھمکیاں مت دو! تم تعداد میں کم تھے اللہ تعالیٰ نے اس میں اضافہ کیا، اور دیکھو تو سہی فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔	۱۴۲
۸۷	ایک طبقہ رجماعت تو ایمان لے آیا جس کی خاطر میں بھیجا گیا ہوں، دوسرا اس کا انکاری ہے صبر اپناؤ باری تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے گا۔	۱۴۲
	عذر ہائے من پذیر	۱۴۵

❀❀❀❀❀❀

Marfat.com

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿١١١﴾	اور اگر ہم اُن کی طرف فرشتے اُتارتے، اور مُردے اُن سے باتیں کرتے، اور ہر چیز اُن کی نظروں کے رُوبرو لا کر جمع کر دیتے، تب بھی وہ ایمان نہ لاتے مگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اور بات ہے لیکن ان میں سے زیادہ تر نرے جاہل ہیں۔ (١١١)
وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿١١٢﴾	اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے بہت سے دُشمن بنا دیئے ہیں، کچھ انسانوں میں اور کچھ جنّات میں سے، جن میں سے بعض ایک دوسرے سے چپکے چپکے خوش آئند باتوں سے لوگوں کو فریب دینے کے لیے وسوسے ڈالتے رہتے ہیں، اگر آپ (ﷺ) کا ربّ چاہتا تو وہ ایسا نہ کر پاتے، سو چھوڑ دیجیے انہیں جو بُہتان وہ لگاتے ہیں۔ (١١٢)
وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿١١٣﴾	جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں، اُن کے دل تو ایسی ہی غلط رطمع کی ہوئی باتوں کی طرف مائل ہوں گے، وہ اُسے پسند بھی کر لیں اور کرتے رہیں جو کچھ بُرے اُمور وہ سرانجام دے رہے ہیں۔ (١١٣)
اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿١١٤﴾	اے حبیب (ﷺ)! آپ اُن سے دریافت کیجیے کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا، کوئی اور فیصلہ صادر کرنے والا تلاش کروں، حالانکہ اُس نے آپ پر واضح کتاب اُتاری ہے اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا کی ہے وہ اچھی طرح، یقین کے ساتھ جانتے ہیں یہ قرآن آپ کے ربّ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے حق کے ساتھ، سو آپ شک کرنے والوں میں ہرگز شامل نہ ہو جانا۔ (١١٤)
وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١١٥﴾	اور آپ (ﷺ) کے ربّ کی بات رکلام سچائی اور انصاف کے مطابق مکمل ہے اور کوئی بدلنے والا نہیں اس کی بات کو، اور وہی خوب سننے والا اور خوب جاننے والا رواقف کار ہے۔ (١١٥)
وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿١١٦﴾	اور دنیائے زمین میں ایسے لوگوں کی اکثریت ہے جن کا کہنا مانا جائے تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے رگمراہ کر دیں گے یہ سب تو گمان اور وہم پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور اکثر قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔ (١١٦)

الفاظ و معانی آیت ١١١ تا ١١٦

﴿ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ ﴾ اور اگر ہم اُتار دیتے ان کافروں کی طرف فرشتے۔ ﴿ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى ﴾ اور

اگر بات کرتے اُن کے مُردے، قبروں سے اُٹھ کر اور وہ محمد ﷺ کی رسالت کی تصدیق کرتے۔

بات تو کچھ یوں ہے کہ کافروں کا تو یہ کام ہے نت نئے مُعجزوں کی خواہش کا اظہار کرتے، باری تعالیٰ فرماتا ہے اگر سب کی فرمائش کو پورا کر دیا جائے اور فرشتے آسمان سے اُن کے پاس آجائیں اور جو لوگ مُردے ہیں وہ قبروں سے نکل کر اُن سے گفتگو کرنے لگیں۔

﴿وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ﴾ اگر ہم جمع کرتے اُن پر۔ ﴿كُلَّ شَيْءٍ﴾ تمام چیزیں جو دنیا میں اُن کے سامنے موجود ہوں۔

﴿مَّا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا﴾ تو پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ اُن کے دلوں میں تلاشِ حق کے جذبے کا فقدان ہے ان لوگوں میں ہدایت پانے کی لگن ہی نہیں اور جن کا جذبہ صادق نہ ہو وہ لوگ راہِ راست پاتے نہیں۔

﴿إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ﴾ مگر یہ کہ چاہے اللہ، البتہ اُن کے ایمان لانے کی ایک صورت ممکن ہے کہ ان سے اختیار ارادہ کی صلاحیت سلب کر لی جائے۔ لیکن ایسا کرنا حکمت باری تعالیٰ کا منشاء نہیں کہ بنی نوع انسان بھی جو عقل وخرد اور سوچ اور فہم رسا کا ادراک رکھتا ہے اسے حیوانوں کی طرح عقل وآگہی سے یکسر محروم کر دیا جائے اور احکام پر عمل کرنے کا پابند پایا جائے۔

﴿وَكَذَٰلِكَ﴾ اور جس طرح اے محمد (ﷺ) لوگ آپ کے دشمن ہیں اسی طرح جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا ہم نے بنا دیا ہر پیغمبر کے لئے ایک دُشمن شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ شیاطین سے مراد ہر سرکش اور نافرمان خواہ انسان ہو یا جنّ ﴿يُوحِي بَعْضُهُمْ﴾ ڈالتے ہیں وسوسہ إِلَىٰ بَعْضٍ ایک دوسرے کو اس کا مفہوم یہ ہے کہ شیطان آدمی کو وسوسہ دلاتے ہیں اور خبر دیتے ہیں بعض جنّ، جنّ کو اور بعضے آدمی، آدمی کو زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا جھوٹ بات بنائی ہوئی واسطے فریب کے، ❶ ملمع شدہ گفتگو، جن کی حقیقت کچھ اور ہو لیکن اُن کی ظاہری کیفیت اس قدر جاذبِ نظر اور دلکش کہ انسان، اس طرف خود بہ خود متوجہ ہو جائے۔

عُدو، دشمن قواعد کے مطابق واحد۔

اس آیت کا مفہوم یہ واضح ہو رہا ہے کہ جو نابکار لوگ، رسالت مآب ﷺ کو ایذاء پہنچانے میں مُنہمک ہیں بات بات پر شرارت کا پہلو تلاش کرتے ہیں ہر گفتگو پر مخالفت کا انداز، اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے باہم صلاح مشورے سازشوں کا جال بچھائے ہوئے، اُن کا تو پرانا دستور العمل یہی ہے آپ ﷺ اُن کی سازشوں پر قطعی فکر مت کیجئے۔ ﴿زُخْرُفَ﴾ سونا، سنہری، آراستہ، پُر زینت قواعد کے مطابق اسم ہے۔ ﴿وَلِتَصْغَىٰ إِلَيْهِ﴾ اور وہ مائل ہو گی اس طرف۔ ﴿أَفْئِدَةُ الَّذِينَ﴾ دل ان لوگوں کے جو لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ نہیں لاتے ایمان آخرت پر۔

﴿وَلِتَصْغَىٰ﴾ اور وہ جھکتے ہیں۔ صغر اور صغی سے معنیٰ مائل ہونے کے، مُلتفت اور جُھکنے کے ہیں قواعد کے مطابق مضارع واحد متکلم۔ باطل پرست، باطل نظریات کو جس فریبِ نظر اور دلکش انداز میں بتاتے ہیں اُن کے دامِ فریب میں وہی لوگ آتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یہ ایک کُھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جس طرح لوگوں کے اندر عقیدہ آخرت اور قیامت کے بارے میں ضعف پیدا ہو رہا ہے اس طریقہ عمل سے لوگ شیطانی وسوسوں اور شیطانی جال میں پھنس رہے ہیں۔

❶ ...... نہیں جانتے یہ لوگ نشانیاں بلکہ اور کچھ دیکھ کر بھی وہ ایمان لانے والے نہیں۔ (بحوالہ جمل ومدارک)۔

Marfat.com

﴿ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا ﴾ ❶ تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا فیصلہ چاہوں، یہ تو نہیں ہوسکتا کافروں کا تو یہ مطالبہ ہوتا کہ ہمیں ایسی نشانیوں کی نشاندہی کی جائے جس پر ہم فیصلہ کرسکیں۔ آپ ﷺ نبی صادق برحق ہیں، رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا جارہا ہے ذرا آپ اُن سے دریافت کیجئے کیا باری تعالیٰ سے بڑھ کر بھی سچائی کا فیصلہ کرنے والا ہے جس کی طرف رجوع کیا جائے قرآن کی آیات خود قرآنِ حمید کے حق ہونے اور کلام اللہ ہونے کا ثبوت ہیں۔

﴿ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ﴾ اور وہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف قرآن اتارا جس میں باطل اور حق کو تفصیل سے بیان کیا گیا، یعنی قرآن حکیم میں امرونہی وعدٌ، وعید اور سچائی کا، جھوٹ کا فیصلہ اور رسول اللہ ﷺ کے صدق کی شہادت اور افتراء کا بیان موجود ہے اس آیت کریمہ کی شان نزول یہ ہے کہ محمد ﷺ سے مشرکین کہا کرتے تھے آپ ہمارے درمیان ایک حکم مقرّر کیجئے! جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (بحوالہ کنزالایمان، خزائن العرفان از احمد رضا خان" محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ)

﴿ اَبْتَغِيْ ﴾ میں تلاش کروں چاہوں اِبْتِغَآءٌ سے مضارع واحد متکلم قواعد کے مطابق۔

قرآن حکیم جو محمد ﷺ پر نازل ہوا" اَلْكِتٰبَ مُفَصَّلًا " کہہ کر قرآن مجید کے چار خصوصی کمالات کا ذکر بیان ہوا ہے۔

اوّل...... تو یہ کہ قرآن باری تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا۔

دوئم...... یہ ایک کتاب کامل اور معجز ہے اہلِ دنیا اس کے مقابلے سے عاجز ہیں۔

سوئم...... یہ کہ تمام اہم اصولی مضامین کو تفصیل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔

چہارم...... یہ کہ اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ بھی یقین کے ساتھ جانتے ہیں قرآن باری تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا کلامِ حق ہے اور جن میں سچائی اور حق بات کہنے کی جرأت تھی انہوں نے ہم کو ظاہر بھی کردیا اور جو لوگ دُشمنی پر تلے تھے جو یقین رکھنے کے باوجود اس کا اظہار نہ کرسکے۔ قرآن کریم کی ان چار خوبیوں کے اظہار کے بعد محمد ﷺ سے خطاب ہے۔

﴿ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴾ پس نہ ہوجانا شک کرنے والوں میں سے۔ ﴿ تَمَّتْ ﴾ اور تمام ہوئی تَمَّتْ پوری ہوئی تَمَامٌ سے فعل ماضی واحد مؤنث غائب۔ ﴿ كَلِمَتُ رَبِّكَ ﴾ دلیل اللہ ﷻ کی توحید اور نبوّت کے بیان میں "كَلِمَتُ رَبِّكَ" سے مراد قرآن مجید ہے۔ (بحوالہ بحر محیط) صِدْقًا وَّعَدْلًا صدق رسچائی کی راہ سے خبروں اور وعدوں میں سچائی ہے۔ قرآن مجید کے کل مضامین دو نوعیت کے ہیں اول تاریخ عالم کے عبرت آموز، حالات اور واقعات اور عمل صالح پر وعدہ اور اعمال بد پر تنبیہ۔ دوئم: انسان کے فلاح وصلاح کے احکامات کا ذکر ہے۔

﴿ لَا مُبَدِّلَ ﴾ نہیں ہے کوئی بدلنے والا۔ ﴿ لِكَلِمٰتِهٖ ﴾ اس کی باتوں کو، یعنی باری تعالیٰ کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے کسی کی قدرت نہیں کہ قرآن حمید میں تحریف کرسکے کیونکہ اللہ ﷻ خود اس کی حفاظت کا ضامن ہے۔ (بحوالہ تفسیر ابوالسعود)

---

❶ ...... حَکَم اور حاکم ایک معنی میں مستعمل ہیں فیصلہ کرنے والا، دراصل حاکم ہر فیصلہ کرنے والے کو کہا جاتا ہے، خواہ صحیح کرے یا غلط لیکن حکم صرف صحیح فیصلہ کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔ (بحوالہ ضیاء القرآن پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)

Marfat.com

﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ﴾ اگر فرمانبرداری کرے گا اکثر ان لوگوں کی جو روئے زمین پر ہیں یعنی کافر اور جاہل لوگ بعضوں نے کہا کہ زمین سے مراد مکّہ کی زمین مراد ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادریؒ جلد اول) ﴿يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ وہ گمراہ کردیں گے آپ کو اس راہ سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچتی ہے۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۱۱ تا ۱۱۶

آیت ۱۱۱ میں اظہار بیان ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے احکامات اور ارشادات اور تعلیمات سے ہدایت نہیں مل رہی ہے اور جن کے دلوں میں نورِ نبوّت کی شمع فروزاں نہیں ہو رہی اور جو نورِ ایمان کی کیفیت سے محروم ہیں اُن کے دل مُردہ ہو چکے ہیں اور اللہ ﷻ کے ساتھ تعلق ربط استوار کرنے کی صَلاحیّت کھو چکے ہیں اگر ایسے لوگوں پر فرشتوں کا نزول بھی ہو جائے اور وہ اُن سے باہم گفتگو کریں اور مُردوں کو قبروں سے اُٹھا کر زندہ کردیا جائے اور وہ خود عالم برزخ کے احوال بتائیں بلکہ آخرت بہشت اور جہنم کو بھی اُن کے رُوبرو کردیا جائے پھر بھی یہ نہ مانیں گے، اور جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے لوگوں کا تو یہ عالم ہے کہ عناد اور فریب نظر کی وجہ سے اپنے اختیار اور انتخاب سے حق کو تو باطل نظریات کے دام فریب میں پھنس کر ایمان لانے والے ہی نہیں اُن کے لئے کوئی بڑی سے بڑی دلیل قابل قبول نہیں اس قدر جہالت کی تاریکی کے جال میں پھنس گئے ہیں کہ یہ ناداں جاہل اصل بات کو سمجھ ہی نہیں رہے ہیں چنانچہ اسی مفہوم کو آیت ۹۶ اور ۹۷ سورہ یونس پارہ ۱۱ یعتذرون میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٩٧﴾

یقیناً جن لوگوں کے حق میں آپ کے ربّ کی بات ثابت ہوگئی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے خواہ ان کے پاس ساری نشانیاں پہنچ جائیں جب تک وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

آیت ۱۱۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر نبی کے عدو شیطان پیدا کیے ہیں عام لوگوں کو شر پسند لوگوں سے خبردار رہنے کی ہدایت کی جارہی ہے یہ بات واضح ہے کہ شیطان / ابلیس خواہ جنّات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے اِن بدبختوں کی اَنبیاء کرام علیہم السلام سے دُشمنی ہی نصیب ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ کے لئے ارشاد ہو رہا ہے کہ اے حبیب (ﷺ)! آپ کے گرد جو سرکش اور باغی لوگ جمع ہیں ہر نبی کے دور میں ایسے لوگ رہے ہیں، ایسے لوگ جنّوں اور انسانوں میں سے ہوتے ہیں اُن کا طریقہ عمل یہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو شرارت کی باتیں بتاتے ہیں صالح لوگوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کو ایذائیں پہنچاتے ہیں ایسے لوگ صرف اُن کو ہی فریب میں مُبتلا کرتے ہیں جن کے قلوب، ایمان کی روشنی سے یکسر محروم ہوتے ہیں جن کے دلوں میں ایمان کی شمع روشن ہے اور ان کی اِفتراء پردازی میں آنے کے نہیں۔ ان سرکش لوگوں کا یہی دستور رہا ہے ہر وقت اسلام کو زک پہنچانے میں سرگرم عمل رہتے ہیں اور باہم آپ ﷺ کی مخالفت میں ایک دوسرے کو آمادہ کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ان کی سازش کے عمل کو خاطر میں لانے کی چنداں ضرورت نہیں آپ ﷺ ان کے مکروفریب سے قطعی فکرمند نہ ہوں۔

آیت ۱۱۳ میں اظہار بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان مخالفت کرنے والے لوگوں کو ایمان کی نعمت پر قائم رکھتا اور جبر کے ساتھ ہر کسی کو ایمان کی طرف بلاتا بھلا اس کے لئے کیا مشکل تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا استعمال یہاں نہیں کیا بلکہ انسان کو یہ حق آزادی دیا کہ وہ حق و باطل کے مَابین، تفاوت کو جان کر سچ پر ایمان لائے اور اس کا صلہ پائے یا جانتے ہوئے غلط فیصلے کا مُرتکب ہو کر کُفر کی راہ اپنائے اور دوزخ کو اپنا ٹھکانہ بنائے عمل اور عمل صالح کا اَجر پانے کے لئے اَنبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں مَبعوث فرمایا اور ان پر کُتبِ سماوی کا نزُول ہوا تا کہ انسان کُفر کو ترک کر کے ایمان کی راہِ ہدایت پائے۔

آیت ۱۱۴ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ اِن ناداں لوگوں اور ہمارے مَابین اللہ ﷻ کے سوا اور کون فیصلہ کرنے والا ہے وہی اللہ ہے جس نے انسان کی فلاح اور اصلاح اور ہدایت کے لئے یہ کتاب، فرقان حمید نازل کیا، اس میں وہ تمام اصول بتائے گئے ہیں مُفصّل طور پر، جن پر پورا نظامِ زندگی اُستوار ہوگا اس میں بعض فروعی اور جزوی مسائل بتا دیئے گئے ہیں جن کی بابت ربّ کی یہ رضا تھی کہ وہ انسانی طرزِ معاشرت کے لئے دائمی احکامات ہوں، دنیا نے کتنی ہی ترقی کر لی ہو، مانا کہ سائنس کی ترقی و ترویج نے ستاروں پر کمندیں ڈال لی ہیں اقبال کی زبان میں۔

ع	ستاروں کے آگے جہاں اور بھی ہیں ☆ ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

اِس کتابِ مبین کی تعلیمات کے ہوتے ہوئے کسی سے فیصلہ لینے کی قطعی کوئی ضرورت ہی نہیں کافروں کا یہ مطالبہ کہ ہمیں ایسی نشانیاں بتائی جائیں کہ ہم جس سے خود فیصلہ کر سکیں کہ محمد ﷺ سچے نبی ہیں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ ذرا ان سے پوچھئے تو سہی کہ اللہ ﷻ سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سب کو رجوع ہونا ہے آج بھی اہلِ کتاب اس حقیقت سے آشکار ہیں یہ کتاب اللہ سچّی حق کے ساتھ اتری ہے یہود اور نصاریٰ کے پاس آسمانی کُتب ہیں ان میں ہر ہر مقام پر رسول اللہ ﷺ کی نبوّت اور قرآن کے ’’کلام اللہ‘‘ ہونے کی شہادتیں موجود ہیں اب آپ ﷺ کے دل میں صداقت کے بارے میں شک و شبہ نہیں ہونا چاہئے۔

آیت ۱۱۵ میں اظہار بیان ہے کہ کلام اللہ صداقت اور عدل کے اعتبار سے کامل ہے اس کی آیات کوئی بدلنے والا نہیں، کسی کے بس کی یہ بات نہیں کہ اس میں تغیّر اور تبدیل کی جرأت کر سکے، کوئی اس کے فرامین کو تبدیل کرنے والا نہیں کسی کی بات سننے کی کیا ضرورت ہے کسی کے کہنے میں آنے کی کیا ضرورت ہے جو کچھ کہنا ہو اپنے خالق کائنات، ربِّ جلیل سے کہو، جو مانگنا ہو ربّ سے طلب کرو وہ سب کا سننے والا ہے جو کچھ ہو رہا ہے اس کا پورا پورا علم اللہ کو ہے، اللہ بندے کی ایک ایک حرکت کو جاننے والا ہے اور وہ اس کے مطابق ہر ایک کو جزا دے گا۔

آیت ۱۱۶ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ تاریخ کا مطالعہ اور مشاہدہ اس حقیقت کا اظہار کرتا ہے کہ دنیا میں اکثریت ایسے لوگوں کی زیادہ ہوتی ہے جو محض خیال و وہم و گمان اور بے اصول، بے ربط باتوں کی پیروی کرنے والے ہوں ورنہ صاحبِ فہم و ذکاء، محقق اور صاحبِ علم با اصول افراد کی تعداد کم ہوتی ہے اُمّتِ مُسلمہ کو اذنِ عام ہے کہ اگر اکثریت کا کہا مان لیا جائے، اور بے اصول حقائق کو اپنا لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ سیدھی راہ سے بہک جانے کے امکانات ہیں اس سے اس بات کا پتہ چلا کہ حق و باطل کی پرکھ کے لئے دلائل اور براہین پر عمل پیرا ہونا ہے، کثرت رائے حق پر ہو ضروری تو

Marfat.com

نہیں، چنانچہ اس بات کی تصدیق آیت ١٠٣ سورۂ یوسف پارہ ١٣ سے ہوتی ہے۔

وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ اور آپ کتنا ہی چاہیں، اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔

نزولِ قرآن کے وقت زمین پر بسنے والے لوگوں کی اکثریت جاہلیّت کے دور میں مُبتلا تھی جس طرح آج کے دور میں یعنی دورِ جدید میں روشن خیالی کو اپنا کر اصولِ جاہلیت کو اپنا لیا ہے اس دورِ جدید کی نیرنگی کائنات کا ایک رنگ یہ ہے کہ "تہذیب کے آذر نے تراشوائے صنم اور ساقی نے بناء کی روشِ لطف و ستم اور" کے مصداق آج بھی لوگوں کی اکثریت جہالت میں مُبتلا ہے آج بھی لوگ سچائی سے محروم ہیں کوئی فیصلہ، کوئی کام حق کی اساس پر کرنے سے مجبور نہیں۔ ضلالت کی گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں لوگ یقینی علم کتاب، سنت اور شریعت کو چھوڑ کر ظن اور تخمین کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں یہ بات تو بڑی واضح ہے کہ ظن وتخمین صرف گمراہی کی نشانِ منزل ہے "یہ اُمّت خرافات میں کھوئی گئی" دورِ جدید میں علم سے اختلاف گروہ در گروہ تقسیم ہوگیا ہے اِس بات کی تصدیق اس حدیثِ مُبارکہ سے ہوتی ہے ارشادِ رسول ﷺ ہے "میری اُمّت ٧٣ فرقوں میں مُنقسم ہوجائے گی جس میں سے ایک فرقہ اہلِ بہشت کا ہوگا اور باقی جہنمی اور اِس بہشت والے فرقے کی نشاندہی آپ ﷺ نے یوں فرمائی "مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِیْ" میرے اور میرے صحابہ ؓ کے طریقے پر چلنے والا ہوگا"۔ (بحوالہ ابوداؤد، کتاب السنۃ، ترمذی شریف کتاب الایمان)

آیت ١١١ تا ١١٦ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

ایمان نہ قبول کرنے والے تو کسی بھی صورت میں دعوتِ حق کو تسلیم کرنے والے نہیں! جبراً ایمان لانے کو کوئی نہیں کہتا، ربّ کا چاہنا اس کی ٹھہرائی ہوئی حکمت کے عین مطابق ہوتا ہے یہ لوگ مُبتلائے جہل میں جگر مرادآبادی کی زبان میں یہ کہنا بھلا معلوم ہوتا ہے کہ:

جہلِ خرد نے دن یہ دکھائے ☆ گھٹ گئے انسان بڑھ گئے سائے ......جگر

گویا جہالت کی باتیں، اُن کے ایمان کو اپنانے کی راہ میں حائل ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ صرف قدردان ہی کو نعمتِ ایمان میسّر آتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے قبل جس قدر انبیاء اور رسول آئے اُن کو بھی جھٹلایا گیا، انہوں نے صبر و تحمل سے استقامت اور حوصلے سے کام لیا، اُمّت محمدیہ کو بھی صبر اور استقامت کرنے کی دعوت ہے ابلیس کی پیروی کرنے والے گروہ جن وانس ہیں یہ دونوں گروہ باغی بھی ہیں اور تکبّر بھی اپنائے ہوئے ہیں۔ جب دعوتِ حق ملتی ہے تو شیاطین جن وانس علمِ بغاوت وسرکشی لئے اُٹھ کھڑے ہوجاتے ہیں وہ اپنی مشرکانہ حرکت اور بدعات کے تحفّظ کے لئے بحث کرتے ہیں یہ اہلِ حق کی آزمائش ہوتی ہے کہ باطل کا مقابلہ کیا جائے۔

شرک، توحید، حلال وحرام کے معاملات میں حکم دینے کا اختیار کُلّی طور پر صرف باری تعالیٰ کو ہے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے کتاب رشد و ہدایت نازل کردی ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ہر عمل "امر اور نہی" عدل اور انصاف کے مطابق ہوتا ہے کوئی اللہ کی باتوں کو تبدیل کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔

یہ تو شیطان کو دعویٰ تھا کہ مجھ کو بنی آدم کو گمراہ کرنے کی مُہلت مل جائے تو میں ان کی اکثریت کو شرک وبُت پرستی میں مُبتلا کردوں گا باری تعالیٰ نے مُہلت دے دی، ساتھ یہ بھی حکم ہوا تمہاری پیروی کرنے والوں کے لئے آتشِ جہنم تیار ہے۔

Marfat.com

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَن يَضِلُّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١١٧﴾

بے شک آپ (ﷺ) کا ربّ خوب جانتا ہے کون بہکا تا ہے اور بے راہ ہو جاتا ہے اُس کے راستے سے، اور وہ خوب واقف ہے ہدایت پانے والوں سے۔ (١١٧)

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كُنتُم بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾

پس کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اگر تم اللہ کی آیات پر ایمان رکھتے ہو۔ (١١٨)

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿١١٩﴾

اور تمہیں کیا ہوا، وہ نہیں کھاتے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ باری تعالیٰ نے صاف صاف تفصیل سے تم کو بتا دیا ہے جو کچھ تم پر حرام ہوا، ہاں کبھی مجبور، بے بس ہو جاؤ تو اور بات ہے بھلا اس میں کیا شک ہے بکثرت لوگ گمراہ کرتے ہیں اپنی خواہشوں سے کم علمی کے سبب، بلاشبہ آپ (ﷺ) کا ربّ حد سے گذر جانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ (١١٩)

وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ﴿١٢٠﴾

اور چھوڑ دو وہ ظاہری گناہ اور پوشیدہ رمخفی گناہ بھی ترک کر دو، اُن سے بچو، جو لوگ گناہ کے مُرتکب ہو رہے ہیں وہ عنقریب اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔ (١٢٠)

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿١٢١﴾

اور مت کھاؤ اس جانور کا گوشت جس کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو، اور اس کا کھانا نافرمانی رحکم عدولی ہے، یقیناً جو شیاطین ہیں وہ ساتھیوں کے دلوں میں شکوک ڈالتے ہیں کہ وہ آپ (ﷺ) سے فساد برپا کریں رجھگڑا کریں اگر آپ نے اُن کی فرمانبرداری تسلیم کی، تو مشرک ہو جاؤ گے۔ (١٢١)

الفاظ و معانی آیت ١١٧ تا ١٢١

﴿ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ ﴾ بے شک آپ کا ربّ بڑا جاننے والا ہے۔ ﴿ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ﴾ اس شخص کو جو بھٹک جاتا ہے اس کی راہ سے۔ ﴿ وَهُوَ اَعْلَمُ ﴾ اور وہ بڑا جاننے والا ہے۔ ﴿ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴾ ساتھ راہ پانے والوں کے۔ ﴿ فَكُلُوْا ﴾ پس کھاؤ۔ ﴿ مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ ﴾ اُس چیز میں سے کہ لیا گیا ہے نام اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا۔ ﴿ عَلَيْهِ ﴾ اُس پر ذبح کرتے وقت۔

﴿ اِنْ كُنْتُمْ ﴾ اگر ہو تم۔ ﴿ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴾ ساتھ اس کی آیتوں کے اور اُن باتوں کے جو حلال اور حرام کے باب میں کہی گئی ہیں ایمان والوں سے۔ ﴿ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ ﴾ اور تفصیل کر دی اس میں اللہ تعالیٰ نے اور بیان کر دیا فَصَّلَ الگ الگ بیان کرنا تفصیل کے ساتھ وضاحت کرنا تَفْصِيْلٌ سے فعل ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

﴿ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ ﴾ مگر وہ چیز کہ بے بس ہو گئے ہو اور محتاج ہو گئے ہو۔ ﴿ اِلَيْهِ ﴾ طرف اُس کے حرام چیزوں سے کہ

وہ ضرورت کے وقت حلال ہیں۔ ﴿ وَاِنَّ كَثِيْرًا ﴾ بلا شبہ بہت لوگ۔ ﴿ لَيُضِلُّوْنَ ﴾ البتہ گمراہ کرتے ہیں خلق کو، حلال کو حرام، اور حرام کو حلال کرتے ہیں۔ ﴿ بِاَهْوَآئِهِمْ ﴾ بسبب اپنی خواہشات کے۔ ﴿ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ بہ وجہ بے علمی کے یعنی اس پر کوئی دلیل نہیں رکھتے۔ ﴿ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴾ ان لوگوں کو جو حد سے گذرنے والے ہیں۔

﴿ وَذَرُوْا ﴾ اور چھوڑ دو۔ ﴿ ظَاهِرَ الْاِثْمِ ﴾ ظاہر گناہ۔ ﴿ وَبَاطِنَهٗ ﴾ اور باطن اس کا، یعنی سب گناہ ترک کر دو اس واسطے کے گناہ کی نوعیت یہ ہے کہ یا ظاہر ہوتے ہیں یا باطن اور بعضوں نے یہ تفسیر لی ہے کہ محرم عورتوں سے نکاح نہ کرو اور زنا کی طرف مائل نہ ہو، بعض مُفسّرین اس بات پر متفق ہیں کہ ''ظاہر گناہ وہ ہیں جو ہاتھ پاؤں آنکھ وغیرہ یعنی اعضائے ظاہری سے کرتے ہیں اور باطن گناہ وہ ہیں، جو دل میں خیال کرتے ہیں۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اول) حقائق سلمی میں لکھا ہے کہ ظاہر گناہ/اثم، دنیا کی نعمتیں طلب کرنا اور باطن گناہ/اثم عقبیٰ کی نعمتوں کی رغبت، گناہ ظاہر، نفس کے ساتھ حظ ہیں اور باطن قلب کے حظ (حظ کے معنیٰ ہیں حصّہ/قسمت، نصیب اس کی جمع حطوظ۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ہاتھ، پاؤں، آنکھ وغیرہ اعضائے ظاہری سے اِن چیزوں کی طرف مائل ہونا جن کی خواہش نفس کو ہے اور گناہ باطن کی خواہشوں کی آرزو، دل میں کرنا یا ظاہر وہ ہے جس کی اطلاع خلق کو ہو جائے اور باطن وہ ہے جو بندہ اور اللہ کے ہی درمیان رہے اور حقیقتِ امر یہ ہے کہ گناہ ظاہر وہ بُرے کام اور بُری باتیں ہیں جو اعضائے ظاہری سے ہوتی ہیں اور گناہ باطن، فاسد عقیدے اور بُرے ارادے ہیں۔

بحرالحقائق میں تحریر ہے کہ ''جس طرح آدمی کا ایک ظاہر ہے یعنی بدن جسمانی اور ایک باطن ہے یعنی دل روحانی، اسی طرح گناہ کا بھی ایک ظاہر ہے قول اور فعل خلافِ شرع اور ایک باطن ہے کہ صفاتِ حیوانی ہیں اور اوصافِ سبعی وشیطانی تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اعمال شرع کر کے افعال طبع چھوڑ دو، اور اخلاق ملکی اور ربانی اختیار کر کے اخلاق نفسانی سے باز رہو'' ہر قسم کے گناہ سے باز رکھنے کا حکم دیا جا رہا ہے زمانۂ جاہلیت کے عرب، چھپ کر زنا کرنے کو حلال جانتے تھے، آج بھی مغرب کی تہذیب ومعاشرہ خصوصاً یورپ کا تمدّن، گناہ کی اِس صورت کا قانونی طور پر معترف ہے، اسلامی معاشرہ، اسلامی تہذیب اور اسلامی تعلیمات جس معاشرہ کی تشکیل چاہتی ہیں وہاں گناہ سرزد کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

امام قشیری قدس سرہٗ رقمطراز ہیں ''جب حق تعالیٰ ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا فرمائیں کہ ''وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً'' تو یہاں اِرشاد ہوتا ہے ''وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ'' یعنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا شکر ظاہری اور باطنی گناہ چھوڑ کر ادا کرنا ہے اور عذابِ جہنّم سے نفوس کا نجات پالینا، گناہ ظاہری چھوڑ دینے کا نتیجہ ہے۔ ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ ﴾ بے شک وہ لوگ جو کماتے ہیں گناہ ظاہر وباطن ﴿ سَيُجْزَوْنَ ﴾ قریب ہے کہ جزا دیئے جائیں۔ ﴿ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴾ بسبب اس چیز کے جو وہ کرتے تھے یعنی گناہ کا ارتکاب کرتے تھے اس سے یہ معلوم ہوا کہ انسان جمادات کی طرح بے اختیار اور بے ارادہ نہیں۔

﴿ يَقْتَرِفُوْنَ ﴾ وہ کماتے ہیں، وہ کرتے ہیں۔ ﴿ اقتراف ﴾ سے فعل مضارع جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

تشریح وَتوضیحات آیت ۱۱۷ تا ۱۲۱

آیت ۱۱۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ بالیقین اللہ سبحانہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اُن کو جو اُس کی راہ سے بہک کر بے راہ

Marfat.com

ہو جاتے ہیں اور اسے بھی اچھی طرح جانتا ہے جو اُس کی راہِ ہدایت پر چلتا ہے سیدھی راہ اپنانے کو انعام واکرام کی سعادت حاصل ہوگی اور گمراہی کی راہ اپنانے والوں کو سزا ملے گی۔

لوگوں کے تصوّرات، اَفکار، اور تخیلات، اُن کے اَقدار اور طرزِ عمل اور سرگرمیوں کے دائرۂ کار کے بارے میں اچھائی اور بُرائی کا اِمتزاج پرکھنے کے لئے لازماً کوئی معیار تو ہونا چاہئے جس کے بارے میں فیصلہ کیا جائے کہ حق کیا ہے؟ باطل اور فسق کیا ہے؟ یہ معیار کا اختیار خواہشاتِ نفس اور سماج کی بدلتی ہوئی رسم ورواج کا مطابق نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس باری تعالیٰ کا فرمان تو یہ ہے کہ یہ اختیار فیصلہ اللہ کا ہے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کیا اچھا ہے! کیا بُرا ہے! راہِ ہدایت کیا ہے، حق کیا ہے، ہدایت کیا ہے اور ضَلالت کیا ہے؟ یہ حق صرف اور صرف اللہ ﷻ کو ہے وہی فیصلہ صادر کرنے کا مجاز ہے اسلام میں حُسن وقبیح اور حلال وحرام کے تعیّن کا فیصلہ صرف اللہ ﷻ کرتا ہے

آیت ۱۱۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ جس جانور پر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا نام لیا گیا ہو اس میں سے کھاؤ، اگر تم کو ربِّ جلیل کے حکموں پر ایمان اور ایقان ہے بالفاظ دیگر جانور ذبح کرتے وقت یا شکار کرتے وقت اللہ کا نام لیا جائے تو اسے کھانا حلال ہے البتہ وہ ان جانوروں سے نہ ہو جن کا کھانا منع ہے آخر کیا سبب ہے تم وہ چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے! کثرت تو ایسے لوگوں کی ہے جو جامع اور محیط علم سے بے خبری کے سبب محض اپنی خواہشات کی تکمیل کی خاطر گمراہ کُن، باتوں میں لگے ہوئے ہیں اِن حد سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے۔ اس میں ایک التباس رشبہ کی صورت یہ بھی ممکن ہے کہ ذبح کرنے والے نے وقتِ ذبح ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہے یا نہیں لیا؟ ایسی صورتِ حال میں حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اسے کھالو! حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا کچھ لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آئے ہیں ایسے اعرابی جو نومسلم بھی ہیں اور اسلامی تعلیمات سے پوری طرح واقف نہیں ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے اللہ ﷻ کا نام لیا یا نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''سَمُّوا عَلَیْہِ اَنْتُمْ وَکُلُوْا '' اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اسے کھالو' (بحوالہ بخاری شریف، باب ذبیحۃ الاعراب) گویا شُبہ کی صورت میں یہ رخصت ہے۔

آیت ۱۱۹ میں بتایا جارہا ہے کہ جو چیز حرام قرار دے دی گئی وہ حرام ہے اسے مت کھاؤ سوائے اس کے کہ تم مجبورِ محض ہو جاؤ اضطرار اور بے بسی کی کیفیّتِ حال کو مستثنیٰ کر کے جو چیزیں حرام ہیں اُن کی تفصیل وضاحت کے ساتھ صاف صاف بتادی گئی ہے یہ کس قدر جہالت کا عمل ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا اسے حرام جان لیا جائے اور جس جانور کو ایک مسلمان اللہ کے نام پر ذبح کرلے اس کو نہ کھایا جائے۔ طیّب جانور جو باقاعدہ طور پر اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا جائے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا مارا ہوا جانور ہے جس پر ایک مسلمان نے بِسْمِ اللّٰہِ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھ کر چھری کی مدد سے اس پر موت طاری کی مگر عملی ذبح کی شرعی حیثیت کے سبب اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کے نام کی برکت سے اس کا گوشت کھانے کے لئے طیّب رپاک ہو گیا پس جو کوئی ان دونوں کیفیتوں میں ایک وہ حد سے گذرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اللہ تعالیٰ کی حد سے بڑھنے والا کون ہے اور کون اس کی نافرمانی کے ڈر وخوف سے مقرّر حدود میں رہتے ہیں۔

Marfat.com

آیت ۱۲۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ چھوڑ دو گناہ ظاہری کو اور گناہ باطنی کو بھی بے شک جو لوگ اِرتکاب گُناہ میں ملوّث ہو رہے ہیں وہ عنقریب اپنے کیئے کی سزا کے مستحق ہوں گے بات یہ ہے کہ ہر بُرائی کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک اس کی اصل وجہ یا حقیقت جس کا قیام انسان کا نفس اور اُس کا قلب ہوتا ہے دوئم مظاہر یا دیگر صورتِ اشکال، جس میں انسانی زندگی کے خط وخال کے اندر وہ نمایاں ہوتی ہے ان دونوں میں باہم تعلق بڑا گہرا ہوتا ہے، چنانچہ کسی بُرائی کا خاتمہ کرنا مدِّ نظر ہو تو اُن کے ظاہر اور باطن دونوں ختم کرنا اَمرِ لازمی ہوتا ہے۔

آیت ۱۲۱ میں بیان کیا جارہا ہے کہ ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا گویا اللہ تعالیٰ کا نام جانور ذبح کرتے وقت نہ لیا گیا ہو تو اس کا کھانا ناجائز ہے بلکہ فِسق ہے شیطان کی افتراء پردازی تو دیکھئے اُس نے اپنے رفقاء کی مدد سے یہ بات عام کردی کہ یہ مسلمان اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور یعنی مردہ (میتہ) کو تو حرام اور اپنے ہاتھوں سے ذبح کئے ہوئے کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور پھر یہ اقرارِ دعویٰ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں باری تعالیٰ نے حکم دیا شیطان اور اس کے ساتھیوں کے وسوسوں میں مت آؤ جو جانور مردہ ہے گویا ذبح کئے بغیر مر گیا چونکہ اللہ تعالیٰ کا نام اس پر نہیں لیا گیا سو اس کا کھانا حلال نہیں ہے البتہ سمندر یا دریا کی مچھلی میتہ/مردہ حلال ہے۔ حقیقت تو اس بات کا اظہار کر رہی ہے کہ شیطان، انسانوں کو فریب میں مُبتلا کرنے کی باتیں، شبہ میں ڈالنے کے لئے بتاتے ہیں ''اگر تم نے ان کی فرمانبرداری کی تو تمہارا شمار مُشرکین میں ہوگا یعنی جب حُکم باری تعالیٰ اور اطاعتِ باری تعالیٰ کو ترک کیا اور دوسروں کے احکام کو اُن پر ترجیح دی تو یہ حکم صریحاً شرک ہے، شرک صرف اس کا نام نہیں ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے سوا، پرستش کے لائق سمجھا جائے بلکہ شرکِ حکم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ کسی شئے کی تحلیل میں مستند شرعی احکامات کو ترک کر کے محض دیگر لوگوں کی باتوں اور ان کے اور حکم کا تابع ہو جائے جو شخص اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال مانتا/جانتا ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

آیت ۱۱۷ تا ۱۲۱ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے اُن لوگوں سے جو ایمان پانے والے اہلِ ایمان ہیں، ''جہاں میں اہلِ ایمان صورتِ خورشید جیتے ہیں'' کے مصداق تو اہلِ ایمان ہدایت یافتہ ہیں مؤمن کی اپنی ایک شان ہے اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتا ہے جو اللہ کے بتائی ہوئی راہِ ہدایت کے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

ان چیزوں کو کھانے کی اجازت ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے مُشرکین کا اشیاء کو حرام اور حلال قرار دینا بے سند ہے ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے اس کو بلا تکلّف کھانے کا حُکم ہے۔ جس جانور پر باری تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کا کھانا فِسق ہے۔ اللہ کی ہر نعمت کا لُطف اُٹھاتے وقت بندوں کی طرف سے اللہ سبحانہ تعالیٰ کے انعام واکرام اور احسان کا اعتراف واجب ہے ہم کو ظاہری گناہ اور باطنی گناہ کو ترک کر دینا چاہئے جو مَعصیت میں مُبتلا ہیں انہیں عنقریب سزا ملنے والی ہے۔

اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ کَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ کَذٰلِكَ زُیِّنَ لِلْکٰفِرِیْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

اور کیا وہ پہلے مُردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کردیا، پھر ہم نے اس کو ایسی روشنی بخشی رنور دیا، جسے لے کر وہ لوگوں میں چلنے لگا رچلتا ہے وہ اس جیسا ہوسکتا ہے جو تاریکیوں میں پڑا ہوا اور اس سے نکلنے والا نہیں یونہی کافروں کی نظر میں جو وہ اعمال کررہے ہیں بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ (۱۲۲)

وَکَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِیْ کُلِّ قَرْیَةٍ اَکٰبِرَ مُجْرِمِیْهَا لِیَمْکُرُوْا فِیْهَا ؕ وَمَا یَمْکُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور اسی طرح ہم نے ہربستی کے سرغنہ ررئیس کو بنایا مجرم، تاکہ وہ فریب کے دام فریب آپ ہی پھنستے رہیں اور وہ لوگ خود اپنے ساتھ مکر و فریب کررہے ہیں مگر انہیں اس کی آگاہی اور شعور ہی نہیں۔ (۱۲۳)

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا کَانُوْا یَمْکُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

اور جب اُن کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہا کرتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ جو چیز اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے ہم کو بھی دی جائے اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے اپنی رسالت کا کام کس کو دیا جائے اور اپنے پیغام کا کام کس سے لینا ہے قریب تر ہے وہ ساعت رگھڑی جب یہ مجرم اپنی چالاکی، فریب کاری کی پاداش میں ذلت اور سخت عذاب پائیں گے یہ بدلہ ہے اُن کے مکر و فریب کا۔ (۱۲۴)

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ ؕ کَذٰلِكَ یَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

پس اللہ تعالیٰ کسی شخص کے لئے راہِ ہدایت دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کردیتا ہے اور جسے بے راہ گمراہ رکھنا چاہے تو اس کے سینے میں تنگی اور سخت گھٹن ڈال دیتا ہے گویا آسمان کی طرف اس کی روح مائل بہ پرواز ہے اور اللہ تعالیٰ یوں ہی ایمان نہ لانے والوں پر عذاب اور ناپاکی مُسلّط کردیتا ہے۔ (۱۲۵)

الفاظ و معانی آیت ۱۲۲ تا ۱۲۵

﴿ اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا ﴾ کیا وہ شخص جو تھا مُردہ، کُفر یا جہالت یا ضلالت کی وجہ سے ﴿ فَاَحْیَیْنٰهُ ﴾ پھر زندہ کردیا، اسے اسلام یا علم یا ہدایت کے سبب سے۔ ﴿ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا ﴾ اور دیا ہم نے اسے نور دلیلوں کے سبب سے تاکہ حق اور باطل میں تمیز کرکے۔ ﴿ یَمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ ﴾ چلتا ہے اس نور ر روشنی کی وجہ سے سیدھی راہ پر۔

﴿ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ اس طرف ہدایت بخشی گئی کہ نورِ ایمان کسی مسجد، خانقاہ گوشۂ تنہائی رحجرہ تک محدود نہیں ہے بلکہ جس کو باری تعالیٰ نے اس نور سے سرفراز فرمایا ہے وہ ہر جگہ خواہ رزم ہو یا بزم ہو لئے پھرتا ہے اور ہر مقام پر اس روشنی سے خود بھی فیض پاتا ہے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچاتا ہے روشنی تیز ہو تو دور تک روشنی پھیلی رہتی ہے روشنی کم

Marfat.com

ہوتو کم جگہ/فاصلہ کو روشن کرتی ہے مگر تاریکی پر بہرنوع غالب ہی رہتی ہے وہ ایمان ہی نہیں جو کُفر سے مرعوب ہو جاتا ہے نورِ ایمان، انسانی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر دور میں ساتھ ساتھ رہتا ہے اور نورِ ایمان کا فیض دوسروں کو بھی پہنچتا ہے۔

﴿كَذٰلِكَ﴾ جس طرح مسلمان کے دل میں ایمان کی روشنی دی/اسے آراستہ نور کیا، اسی طرح ﴿زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ﴾ زینت دی گئی کافروں کے واسطے، ﴿مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ جو کچھ کرتے ہیں وہ عبادت بتوں کی۔ اس آیت میں موت سے مراد کُفر وجہالت کی تاریکی ہے اور زندگی سے مراد ہدایت اور علم ہے، نور سے مراد ایمان ہے جس کے سبب آدمی کُفر کے اندھیرے سے نجات پاتا ہے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ نور سے مراد کتاب اللہ ہے یعنی قرآن حکیم ہے۔ (بحوالہ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن حضرت احمد رضا خانؒ) باری تعالیٰ فرماتا ہے وہ انسان جو کُفر وجہالت کے سبب موت کی آغوش میں آ گیا ہوا سے حق تعالیٰ اپنے کرم خاص سے ہدایت اور علم کی زندگی عطا کردے اور اس کارگہ ہستی اور کائنات رنگ وبو میں اور آبگینۂ ظلمت میں اس کے پاس ایمان کی شمعِ فروزاں ہو اور قرآن کی روشنی سے اپنی منزل مقصود کی جانب رواں دواں ہو تو کیا اس خوش بخت کے ساتھ وہ بدبخت بھی برابری کا دعوٰی کرنے کا مجاز ہے جو گمراہی اور ظلمات میں سرگرداں ہو جبکہ اُن تاریکیوں سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ اسے نہ مل رہا ہو۔

﴿كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ﴾ اس جیسا/مثل اس شخص کے جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ تاریکی/اندھیرے میں پڑا ہے۔ ﴿لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا﴾ نہیں ہے نکلنے والا اس سے، خَارِجٌ، نکلنے والا، خَرُوْجٌ سے اسم فاعل واحد مذکر قواعد کے مطابق۔

﴿فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ﴾ ہر بستی میں۔ ﴿اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا﴾ بڑے کہ گناہ گار اس بستی کے ہیں۔ ﴿اَكٰبِرَ﴾ بہت بڑے لوگ، اکبر کی جمع ہے اسم ہے قواعد کے مطابق۔ ﴿مُجْرِمِيْهَا﴾ مجرم اس کے۔ ﴿لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا﴾ تاکہ مکر کریں اس میں اور وہاں کے لوگوں کو ایمان سے باز رکھیں جس طرح کہ روساء مکہ نے چار سمتوں/راہوں پر لوگ ٹھہرا رکھے ہیں حج کے ایام میں مناسکِ حج ادا کرنے جو کوئی آتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا حال دریافت کرتا ہے تو کہہ دیتے ہیں ساحر، شاعر اور کاہن ہے اور ایسی باتیں جو چاہیں کہہ دیتے ہیں۔ ﴿يَمْكُرُوْا﴾ تاکہ وہ خفیہ تدبیریں کریں مَكْرٌ سے فعلِ مضارع جمع مذکر قواعد کے مطابق۔

﴿وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ اور یہ مکاریاں کرتے ہیں اپنی جانوں کے ساتھ، اس واسطے اُن کے مکر کا وبال انہی پر پڑنے والا ہے۔ ﴿وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾ اور نہیں جانتے ہیں کہ مکر کا وبال مکر کرنے والے پر پڑتا ہے۔ ﴿وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ﴾ اور جب آتی ہے کُفارِ قریش کے پاس کوئی آیت قرآن کی یا کوئی معجزہ نبی آخر الزمان ﷺ کی نبوت کے اثبات میں۔

﴿قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ﴾ تو کہتے ہیں کہ ایمان نہیں لاتے ہم اس آیت یا معجزہ پر۔ ﴿حَتّٰى نُؤْتٰى﴾ تاوقتیکہ ہمیں دیا جائے۔

﴿مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ﴾ مانند اس چیز کے دیئے گئے ہیں ﴿رُسُلُ اللّٰهِ﴾ اللہ کے رسول کے یعنی وحی اور کتاب ہم پر بھی اُتاری جائے جس طرح رسولوں پر نازل ہوتی ہیں۔ امام ثعلبیؒ رقمطراز ہیں رُسُلُ اللّٰہ سے حضرت محمد ﷺ مراد ہیں جس طرح کے یَآ اَیُّھَا الرُّسُلُ کے لفظ کے ساتھ آپ ﷺ ہی کی طرف خطاب ہے اور یہ تعظیم کی راہ ہے۔ شرح معارف میں تحریر ہے کہ جب تک حق تعالیٰ نے سب انبیاء علیہم السلام کے خصائل اور شمائل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میں جمع نہیں کئے حضرت

119548

محمد ﷺ کو یٰآَیُّھَا الرَّسُوْلُ کے ساتھ خطاب نہیں فرمایا چنانچہ یہ کہنا بجا ہے کہ: ع　آنچہ خُوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

''تبیان'' میں لکھا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے رسالت مآب حضرت محمد ﷺ سے کہا کہ اگر نبوّت ہے تو میں آپ سے زیادہ نبوّت کا سزاوار ہوں اس واسطے کہ میں عمر میں آپ سے بڑا ہوں اور مال میں زیادہ ہوں۔ (بحوالہ قرطبیؒ) باری تعالیٰ نے فرمایا نبوّت عمر اور مال سے نہیں فضل اور کمال سے ہے۔

﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ ﴾ اللہ خوب جانتا ہے۔ ﴿ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ﴾ کہ جس جگہ رکھے اپنی رسالت کو، یعنی اپنی رسالت ونبوّت سے کس کو سرفراز فرمائے نبوّت اللہ کی دی ہوئی ایک نعمت ہے جس کا پالینا کسی کے اختیار میں نہیں! وہ خاص عطائے ربّ کریم ہے جس کو چاہتے ہیں عطا فرمادیتے ہیں۔ بقول شاعر

ع　خدا کے دین کا موسیٰ (علیہ السلام) سے پوچھیے احوال　☆　کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے

﴿ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ ﴾ عنقریب پہنچے گی اُن لوگوں کو۔ ﴿ اَجْرَمُوْا ﴾ جنہوں نے جرم کیے۔ ﴿ اَجْرَمُوْا ﴾ انہوں نے جرم کا ارتکاب کیا، اَجْرَام سے فعل ماضی جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴾ ذِلّت اللہ تعالیٰ کے پاس اور شدید ترین عذاب، لفظ صَغَارٌ کے معنی ہیں تذلیل ورُسوائی، اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ حق کی مخالفت کرنے والے، مغرور رؤساء مکّہ عنقریب ہی اُن کی توقیر، عزت اور تمام تر عظمت خاک میں ملنے والی ہے اور سخت عذاب میں مُبتلا ہونے والے ہیں۔ ''اللہ تعالیٰ کے پاس'' سے یہ بھی مراد لی جاسکتی ہے کہ روزِ قیامت یہ جب اللہ جل جلالہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو وہ ذلیل وخوار ہوکر پیش ہوں گے اور روزِ محشر جو عذاب اُن کو ملے گا اس کا تو ابھی وہ تصوّر کرنے سے بھی قاصر ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے بڑے مخالفین جنہیں اپنی توقیر وعزت پر بڑا ناز تھا، ایک ایک کر کے دائرہ اسلام میں آتے گئے اور جو اپنے انجام سے بے خبر اور غافل تھے دائرہ اسلام میں آنے سے انکار کیا وہ رسوائے زمانہ ہوکر ہلاک ہوئے ابولہب اور ابوجہل اور سرداران قریش کا حال دنیا نے دیکھا اور فتح مکّہ سے ان کے عزائم خاک میں مل گئے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۲۲ تا ۱۲۵

آیت ۱۲۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ جو مُردہ تھا ہم نے اس کو زندہ کردیا، اِس آیت کریمہ میں باری تعالیٰ نے یہ بات بتادی کہ کافر مُردہ ہے اور مؤمن زندہ ہے کافر کو مُردہ قرار دینا اس بات کا اظہارِ حقیقت ہے کہ وہ کُفر وضلالت کی اندھیری راہ میں بھٹکتا رہتا ہے اس سے نجات پاتا ہی نہیں، لازماً اس کا انجام ہلاکت اور رُسوائی ہے اور مؤمن کی تو یہ شان ہے کہ ''گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان'' اقبال کی زبان میں۔ قلب مؤمن کو باری تعالیٰ نے ایمان کے نور سے زندہ کردیا ہے جس سے حیاتِ جاوداں کی راہیں اُن کے لئے روشن تاباں تاباں ہوجاتی ہیں اور وہ ایمان اور اِیقان اور راہِ ہدایت پاتا ہے جس کا نتیجہ نُصرت وکامرانی ہے اِس مفہوم کو سمجھنے کے لئے آیت ۲۵۷، سورۃ البقرۃ پارہ ۳ تِلْكَ الرُّسُلُ کو زیرِ مطالعہ لایئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ

اہلِ ایمان کا کارساز تو خود باری تعالیٰ ہے وہ انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکال لے جاتا ہے اور کافروں کے ساتھی شیاطین ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں۔

اِس آیتِ مُبارکہ میں ایمان اور کُفر کی تمثیل بیان ہوئی ہے ایمانی زندگی علم وبصیرت کی روشنی ہے اور کُفر موت کا اوہام اور تاریکی ہے

آیت ١٢٣ میں وضاحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ امتحان اور آزمائش کے لئے ایک مرحلہ یہ بھی درپیش ہوتا ہے کہ آغازِ وجودِ عالم سے یہ سلسلہ رہا ہے کہ ہر بستی کے مقتدر رؤساء اہلِ ثروت اور دیگر بڑے لوگ حقیقت اور انجام کار سے بے خبر ہو کر عمر دراز کے مانگے ہوئے چار دن، جن کو آرزوں اور انتظار میں کٹ جانا ہے چندروزہ فانی زندگی کی لذّتوں میں کھوکر، مستی لیل ونہار سے سرشار ہو کر جرائم کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں تو ان کے ساتھ قدم بہ قدم چلنے کے لئے اور ان کے نقشِ کفِ پا سے لُطف اندوز ہو کر اُن کی نقل اُتارنے کو ہی دیگر لوگ سعادت سمجھ بیٹھے ہیں اور انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائب مشائخ اور اہلِ علم جو ان کو ان اعمال بد سے روکنے کی تلقین کرتے ہیں اور انجام آخرت سے باخبر ہونے کی طرف توجّہ دیتے ہیں تو یہ بڑے بڑے لوگ اُن کے خلاف طرح طرح کی نت نئی شرارتیں اٹھاتے، کبھی کچھ الزام تراشے اور کبھی کچھ بُہتان لگاتے ہیں، لیکن انجام کار کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ سب وبال خود انہی کی طرف پلٹتا ہے اور ان کو خود اپنے کرتوت کا بُوجھ اُٹھانا پڑے گا۔ چنانچہ آیت ١٣ سورۃ العنکبوت پارہ ٢٠ اَمَّنْ خَلَقَ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣﴾

اور اپنے کئے ہوئے کرتوتوں کا بوجھ تو انہیں خود ہی اُٹھانا پڑے گا اور جو کچھ افترا پردازیاں وہ کررہے ہیں اس کے بارے میں قیامت کے دن ضرور پوچھا جائے گا۔

یہ افترا پردازیاں کرنے والے، اہلِ کُفر اور داعیانِ ضلال اپنا بوجھ ہی نہیں اُٹھائیں گے بلکہ ان لوگوں کا بھی بوجھ اُن پر ہوگا جس کی کوشش اور کاوش سے وہ گُمراہی کی طرف مائل ہوئے تھے ان سب کے بارے میں اُن سے بازپُرس ہوگی۔ یہ لوگ اپنے ہی ساتھ دھوکہ کررہے ہیں اس کی اُنہیں خبر ہی نہیں! العیاذ باللہ

آیت ١٢٤ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب اِن کے پاس کوئی آیت آتی تو کہا کرتے کہ ہم تو ماننے کے نہیں جب تک ہم کو بھی وہی کچھ نہ ملے جو اللہ کے رسولوں کو عطا ہوا، ذرا کُفر کے سرغنوں کا زعیم تو دیکھیے کہتے ہیں قیادت وسیادت، ثروت وامارت تو ہمارا حصّہ ہے، اگر رسالت کی بھی کوئی حقیقت ہوتی تو ہم اس کے مستحق تھے اِن مُستکبرین کو اس حقیقت کا علم نہیں کہ منصبِ رسالت کا حق دار ہر کس وناکس نہیں، یہ اعزاز باری تعالیٰ ان ہی کو نصیب ہوتا ہے جن کا چناؤ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ فرمائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر حکمت ومصلحت کو جانتا ہے، نبُوت ایک عظیم مرتبت ومَنصب ہے۔ نبُوّت ورسالت سچّائی کے کلیات انسانی قُلوب پر، انسانی واقعات، مشاہداتِ انسانی، انسانی تواریخ اور عملی دنیا پر اثر انداز ہوتے ہیں اس میں انسان کی کیفیت یہ

Marfat.com

ہوتی ہے کہ وہ اپنی ذات سے الگ ہوجاتا ہے اور خالص اور کامل اللہ تعالیٰ کا ہوجاتا ہے۔

قریب تر ہے وہ ساعت جب مُجرم اپنی فریب کاری کی پاداش میں، ذِلّت اور عذاب سے دوچار ہوجائیں گے، کیونکہ فخر وانبساط اور افتخار کے سبب وہ قبولِ حق کے انکاری تھے اور باوجود برائیوں، گُمراہیوں میں مُبتلا رہنے کے ساتھ مقامِ رسالت کی آرزو رکھتے ہیں اور چونکہ انہوں نے احیائے اسلام اور تحریک اسلامی کو فروغ دینے کے سلسلے میں سازش کا جال بچھایا اور رسولوں سے عداوت اختیار کی اور اہلِ ایمان کو ایذائیں پہنچائیں اس لئے انہیں سخت عذاب دیا جائے گا۔

آیت ۱۲۵ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ باری تعالیٰ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے اس کا سینہ کُشادہ کردیتا ہے سینہ کشادہ کرنے سے مراد اسلام کی صداقت پر مکمل ایقان، اطمینان اور احساسِ طمانیت جو تذبذب سے دوری کا باعث ہو، اور جس کو گُمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے سینہ کو تنگ کردیتا ہے باری تعالیٰ جس کے سینے کو تنگ کردیتا ہے وہ توحید اور ایمان کی روشنی سے یکسر خالی ہوجاتا ہے وہ ناپاکی میں مُبتلا ہوجاتا ہے اور اس کے اندر شیطان کا تسلُّط ہوجاتا ہے جو باعثِ عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جہاں فانی میں ہر فرد کو اختیار عقل وشعور اور آزادی دی ہے کہ وہ ہدایت پائے یا راہِ ضلالت اختیار کرے اور جس کے دل کے دریچے میں گُمراہی مقدر ہوجاتی ہے، اس کی کیفیت اظہار یوں ہوتی ہے کہ اس کی روح آسمان پر چڑھنے لگتی ہے اور اس کا احساسِ فکر قلب وذہن اس کے لئے بند ہوجاتا ہے اور صرف راہ ہدایت پانے میں قدرے مشکل کا احساس ہوتا ہے۔

آیت ۱۲۲ تا ۱۲۵ پر اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

کافر تو کُفر وگُمراہی کی تاریکی میں بھٹکتا پھرتا ہے جس سے اس کا نکلنا مشکل ہے جس کا انجام ہلاکت اور بربادی ہے اور قلبِ مؤمن ایمان کی روشنی سے زندہ رہتا ہے جس سے مدارجِ زندگی کے مرحلے اور ان کی راہیں روشن ہوتی ہیں ہر بستی کے رئیس خودفریبی میں مُبتلا ہیں جس کی ان کو خبر تک نہیں ہوپاتی اُن کی شرارت اور سَرکشی کا وبال اور اُن کے ہمراہ ساتھ رہنے والے کا بھی انہی پر پڑے گا۔ اگر ان کے پاس فرشتے بھی وحی لے کر آئیں اور ان کو نبوّت اور رسالت کے تاج عطا ہوجائیں تو یہ ہرگز ایمان لانے والے نہیں! ان کو چالاکی اور خودفریبی کی پاداش میں رُسوائی کا عذاب ہوگا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فیصلہ کرنا کہ کسی کو نبوّت عطا کی جائے یہ کام تو باری تعالیٰ کا ہے کیونکہ ہر اَمر حکمت اور مصلحت سے وہی واقف ہے یہ تمام سخن پردازی اور مکاریاں تو محض ظاہری باتیں ہیں اصل حقیقت جو اُن کو اسلام کے قبول کرنے میں رکاوٹ ہے وہ تو کُفر اور شرک کی نجاست ہے۔ جن کے دلوں میں کُفر چھاجاتا ہے باری تعالیٰ ان کے سینے اسلام کے لئے تنگ کردیتا ہے۔

❁❁❁❁❁

Marfat.com

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

اور یہی آپ کے رَبّ کا سیدھا راستہ ہے ہم نے ان لوگوں کے لئے آیات/دلیلیں کُھول کُھول کر بیان کردی ہیں جو نصیحت کو قبول کرنے والے ہیں۔(١٢٦)

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

اُن کے لئے گوشۂ سلامتی/سلامتی کا گھر ہے ربّ کے پاس اور وہ ہی ان کا مولیٰ ہے اس سبب سے وہ جو نیک عمل کیا کرتے تھے۔(١٢٧)

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

اور جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھائے گا (تو مخاطب ہو کر فرمائے گا) اے گُروہ جن! تم نے انسانوں کو بہت گُمراہ کیا خوب جھانسا دیا، اور جو اُن کے ساتھی انسانوں میں سے ہوں گے اُن کا کہنا ہوگا: اے ہمارے رَبّ! ہم میں، ہر ایک نے، ایک دوسرے سے خوب فائدہ اٹھایا/خوب کام نکالا، اور ہم اپنی اس میعاد/مدت کو پہنچ گئے ہیں جو آپ نے ہمارے لئے مُعیّن کر رکھی تھی، اللہ کا ارشاد ہوگا اب آگ تمہارا ٹھکانہ ہے جس میں ہمیشہ رہو گے، اس سے وہی لوگ نجات پائیں گے جیسے اللہ چاہے، بے شک آپ ﷺ کا ربّ، حکمت والا اور علم والا ہے۔(١٢٨)

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

اور ہم یونہی بعض ظالموں کو مُسلّط کر دیتے ہیں بعض ظالموں پر، گویا اس طرح آخرت میں ظالموں کو ایک دوسرے کا ساتھی بنا دیں گے اُن کے کرتوتوں کے سبب۔(١٢٩)

الفاظ ومعانی آیت ١٢٦ تا ١٢٩

﴿وَهٰذَا﴾ اور یہ اسلام ہے۔ ھٰذا سے بقول ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اسلام کی طرف اشارہ ہے اور بقول ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ قرآن کی طرف اشارہ ہے۔ ﴿صِرَاطُ رَبِّكَ﴾ راہ ہے پسند کی ہوئی آپ کے رَبّ کی، یہ قرآنِ حمید یا شریعت اسلام جو آپ ﷺ کو عطا ہوئی ہے یہ راستہ آپ ﷺ کے رَبّ کا ہے یہ دستور العمل جو رسول اللہ ﷺ کو ملا اس کے ذریعہ بنی نوع انسان کی ایسی تربیت مقصود مراد ہے جو اس کی دائمی اور ابدی فلاح وصلاح کی ضامن ہو۔ ﴿مُسْتَقِيْمًا﴾ سیدھی ہے، اس میں بھی مستقیم کو صراط کی خوبی کے طور پر لانے کے بجائے حال کے طریقہ پر ذکر کر کے اس طرف واضح اشارہ کر دیا جو راستہ اللہ کا بتایا ہوا ہے اس میں سوائے مستقیم اور سیدھا راستے ہونے کے اور کوئی احتمال ہو ہی نہیں سکتا۔ (بحوالہ روح وبحر) ﴿قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ﴾ بلاشبہ ہم نے بیان کی آیات قرآن کی صاف صاف۔ ﴿لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ﴾ اس لئے کہ اس گروہ کے لوگ نصیحت مانتے ہیں۔

﴿لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ﴾ تو ہے بہشت ان نصیحت ماننے والوں کے لئے سلامتی کا گھر، اس میں دار کے معنی گھر اور سلام

Marfat.com

کے معنیٰ تمام آفت اور مصیبت سے سلامتی کے ہیں، یعنی جنّت وہ مقام جہاں انسان ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔ اور ہر خرابی سے مامون ہوگا۔ ﴿ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ اُن کے رَبّ کے نزدیک۔ ﴿ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ ﴾ اور وہ ان کی مدد کرنے والا دنیا میں اور متولی ہے اُن کے ثواب کا عقبیٰ میں۔ ﴿ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ اس وجہ سے وہ کرتے تھے کتاب اور رسول کی تصدیق، اُن کے نیک اعمال کے سبب اللہ تعالیٰ ان کا متولی / مددگار ہوجاتا ہے اُن کے سبب ان کی تمام تر مشکلات میں آسانیاں ہوجاتی ہیں۔

﴿ يَٰمَعْشَرَ الْجِنِّ ﴾ اے گروہ جنّات کے!۔ ﴿ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ ﴾ بے شک بہت پائے تم نے۔ ﴿ مِّنَ الْإِنسِ ﴾ آدمیوں میں سے کہ اغوا کر کے تم نے اپنا تابع کرلیا۔ ﴿ وَقَالَ أَوْلِيَآؤُهُمْ ﴾ اور کہیں گے دوست شیطانوں کے۔

﴿ مِّنَ الْإِنسِ ﴾ آدمیوں سے یعنی وہ لوگ جو شیطانوں کے فرمانبردار ہوئے۔ ﴿ اِسْتَكْثَرْتُمْ ﴾ تم نے بہت زیادہ، تابع / مطیع کرلیا۔ فعل ماضی جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

﴿ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ ﴾ اے رَبّ ہمارے فائدہ اُٹھایا، اِسْتَمْتَعَ اس نے فائدہ اُٹھایا / کام نکالا، اِسْتِمْتَاعٌ سے بمعنیٰ نفع اُٹھانا اور برتنا۔ فعل ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔

﴿ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ ﴾ بعضوں نے ہم میں سے بعضے اوروں سے۔ ﴿ وَكَذَٰلِكَ ﴾ اور جس طرح ہم چھوڑ دیتے ہیں ہم کفار جنّ کو اسی طرح ﴿ نُوَلِّي ﴾ ہم مسلّط کرتے ہیں نُوَلِّی ہم حاکم بنا دیتے ہیں۔ ﴿ تَولِيَة ﴾ سے فعل مضارع جمع متکلم قواعد کے مطابق نُوَلِّی کا معنی تسلّط کیا ہے۔ (علامہ قرطبی) "اگر ظلم سے تائب نہ ہوئے اور ظلم سے باز نہ آئے اُن پر ظلم کرنے والے مسلّط کردیئے جائیں جو اُن کو رُسوا کریں اور برباد کردیں گے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبی)"

تشریح وتوضیحات آیت ۱۲۶ تا ۱۲۹

آیت ۱۲۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ آپ ﷺ کے رَبّ کی راہ سیدھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی آیاتِ رَبّانی میں تفصیل اور وضاحت کے ساتھ صاف صاف واضح کردیا ہے کہ جو نصیحت قبول کرتے ہیں یہ صحیح راستہ اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا دلِ مؤمن کو اعتماد اور یقین سے بھر دینے والا ہے یہ ایک بہتر انجام کی نوید ہے، یہ ہدایت راہِ حق ہے اس سے استفادہ وہی لوگ کرسکیں گے جو ان کو یاد رکھیں گے اور ان کو بھلائیں گے بھی نہیں اس لئے کہ دلِ مؤمن کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ اللہ کو یاد کرتا ہے، ذکر اللہ اس کا وصفِ خاص ہے دلِ مؤمن ہمیشہ ہدایت پانے کے لئے کھلا رہتا ہے۔

آیت ۱۲۷ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اُن کے لئے اُن کے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی کا گھر ہے۔ اللہ اُن کے لئے کارساز ہے اس درست طرزِ عمل کے سبب، یا اعمالِ صالحہ اُنہوں نے اختیار کئے جس طرح گیتی کائنات میں ایمان والے کفر وضلالت کی تاریکی سے اور کج روی سے اپنا دامن بچا کر ہدایت کی انعام یافتہ راہ پر ثابت قدم رہے، اب آخرت میں ان کا مقام دار السلام / گوشۂ عافیت ہے اور نیک عمل کے سبب اللہ ان کا دوست ہے۔

آیت ۱۲۸ میں بتایا جارہا ہے کہ وہ دن دھیان رکھنے کے قابل ہے یعنی اس دن پر اپنی توجّہ مرکوز رکھو جس روز ان سب کو اکٹھا کیا جائے گا اور ارشاد ہوگا اے گروہ جنّات! تم نے تو انسانوں میں سے بہتوں کو اپنا لیا، وہی گروہ جن سے خطاب ہے

Marfat.com

جنہوں نے اپنے پیشوا ابلیس کی فرمانبرداری قبول کی ابلیس نے ذریّت آدم کو بہکانے اور بھٹکانے کا دعویٰ کرتے ہو باری تعالیٰ سے کہنے کی جرأت کی تھی، میں سیدھی راہ پر اُن کی تاک میں رہوں گا اور اُنہیں گمراہ کروں گا اور اُن میں سے اکثر کو باری تعالیٰ اپنا شکر گزار نہ پائے گا۔ آخر کار اس طرح انسانوں نے شہوات اور معاصی میں ان سے مدد پائی اور جنّات نے انسانوں کو اپنے تابع بنالیا، انسانوں میں سے جو اُن کے ہمنوا تھے وہ کہہ گئے کہ ہم میں سے ہر ایک نے ایک دوسرے سے ناجائز طور پر استفادہ کیا ہر ایک دوسرے کو دامِ فریب کا اسیر بنا کر اپنی خواہشات کی تکمیل کرتا رہا اور ہم اس مُدت میعاد پر پہنچے یعنی قیامت وقوع پذیر ہوگئی جیسے وہ دنیا میں تسلیم ہی نہیں کرتے تھے، اس کے جواب میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اب تمہارا دائمی مُستقرّ دوزخ ہے جس میں ہمیشہ رہو گے! کُفار کے لئے ''عذابِ النار'' دائمی ہے البتہ اللہ کُفار کو آتشِ دوزخ سے نکالنا چاہے تو نکال سکتا ہے اس سے وہ عاجز نہیں ہے اور کوئی دوسرا روکنے والا نہیں۔ (بحوالہ ایسر التفاسیر)

آیت ١٢٩ میں بیان کیا جارہا ہے کہ بعض کافروں کو بعضوں کے قریب رکھا جائے گا اُن کے اعمال کی وجہ سے، ظُلم کرنے والوں کے ساتھ، ہم یہی برتاؤ روا رکھتے ہیں اور ایک ظالم پر دوسرے ظالم کا تسلّط کیا کرتے ہیں یہ بات بھی مقامِ عبرت کی نشان دہی کرتی ہے کہ جنّات اور انسانوں کے مابین باہمی رابطے سے اسی طرح دوستی ہوجاتی ہے اور اس دوستی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس طرح باری تعالیٰ اُنہیں ایک دوسرے کے لئے مددگار بنادیتا ہے، پھر ہوتا یوں ہے کہ اُن کے مزاج اور اُن کی خواہشات ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہوجاتے ہیں، اُن کے رُجحانات اور حصولِ حدف ایک سے ہوجاتے ہیں اور انجامِ کار بھی ایک جیسا ہی ہوجاتا ہے۔

آج کے دورِ جدید میں ایک عرصۂ دراز سے یہ بات ہمارے مشاہدہ میں آرہی ہے کہ انسانی شیاطین مثلاً صلیبی، صیہونی، اِشتراکی، بُت پرست اور دیگر لادینی قوّتیں مختلف مفادات کی خاطر مختلف اداروں کے رُکن بنتے ہیں اور باہم رسمِ التفات بڑھانے کی خاطر ایک دوسرے کے ہمدم ہوتے ہیں اُن کا یہ اتحاد و اتفاق اسلام اور اسلامی تحریک کے دستور کے خلاف ہے اور یہ پوری دنیا پر موجود ہے۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن جلد دوئم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''جب اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہے تو نیک/صالح لوگ اُن پر مسلّط کردیتا ہے اور جب بُرائی مقصود ہوتی ہے تو بُرے لوگوں کا اُن پر تسلّط ہوتا ہے''۔ اس سے یہ ماحصل نکلا کہ جو قوم ظالم ہوتی ہے ان پر جابر اور ظالم حکمران مقرّر کردیتا ہے سو وہ ظالم کے پنجہ استبداد سے رہائی چاہے انہیں چاہئے کہ ظُلم کو چھوڑ دیں۔

آیت ١٢٦ تا ١٢٩ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بتایا ہوا راستہ سیدھا راستہ ہے نصیحت پر عمل کرنے والوں کے لئے آیاتِ رَبّانی کو وضاحت کے ساتھ بیان کردیا گیا ہے۔ جس طرح دنیائے رنگ و بُو میں ایمان والوں کے لئے کُفر وضلالت کے کج راستوں سے بچ بچ، ایمان وایقان کی صراطِ مُستقیم کو اپنانا ہے آخرت میں ان کے لئے امن وسلامتی کا گھر ہے اُن کے نیک اعمال کو اپنانے کے سبب باری تعالیٰ بھی ان کا دوست ہے شیطان کی پیروی کو اختیار کرنے سے روکا گیا ہے، ظالموں کو ایک دوسرے پر مسلط کردیا جاتا ہے ان کے اعمال بد اور بُرے کرتوتوں کی وجہ سے ظالموں کا ٹھکانہ جہنّم ہے۔

Marfat.com

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓي اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

اے جنّ اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس خود تم ہی میں سے رسول نہیں آئے، جو تم کو میری آیات/احکامات سناتے تھے اور اس دن کی ملاقات سے تمہیں ڈراتے بھی تھے، وہ کہیں گے ہم اپنی گواہی خود ہی اپنے خلاف دیتے ہیں اور فریب میں مبتلا رکھا تھا اُنہیں دیناوی زندگی نے اور گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے/کہ وہ کُفر کرتے رہے تھے۔ (۱۳۰)

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰي بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾

یہ اس لئے کہ آپ (ﷺ) کا ربّ بستیوں کو ظلم کے سبب تباہ نہیں کرتا جبکہ اس بستی کے لوگ/باشندے بے خبر ہوں۔ (۱۳۱)

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

اور ہر شخص کا مرتبہ/درجہ مقرّر ہے اُن کے عمل کے مطابق اور آپ (ﷺ) کا ربّ جو بھی یہ کام کرتے ہیں اس سے بے خبر نہیں ہے۔ (۱۳۲)

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاۗءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

اے حبیب! (ﷺ) آپ کا ربّ بے نیاز/غنی ہے عنایت اُس کا شیوہ ہے اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے/تم سب کو اُٹھالے اور تمہاری جگہ دیگر جن لوگوں کو چاہے لے آئے جسے ایک دوسری نسل/اولاد سے تم کو پیدا کیا۔ (۱۳۳)

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

بلاشبہ جس کا وعدہ اے حبیب! آپ ﷺ سے کیا گیا ضرور آنے والا ہے اور تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے/تم باری تعالیٰ کو عاجز کرنے کی توانائی/قوت نہیں رکھتے۔ (۱۳۴)

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

اے محبوب! (ﷺ) کہہ دیجئے! اے میری قوم کے لوگو! تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو میں اپنا کام کرتا ہوں سو اب جلد ہی تم جان لو گے! کہ کس کے لئے ہے بہتر انجام! یعنی انجامِ کار کس کے لئے نافع ہوگا بہر نوع یہ حقیقت ہے ظالم/حق تلفی کرنے والے کبھی فلاح نہیں پاتے۔ (۱۳۵)

الفاظ و معانی آیت ۱۳۰ تا ۱۳۵

﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ﴾ اے گروہ/جماعت جنّات اور انسانوں کے۔ ﴿ اَلَمْ يَاْتِكُمْ ﴾ کیا تمہارے پاس نہیں آئے یعنی آئے۔ ﴿ رُسُلٌ مِّنْكُمْ ﴾ رسول تم میں سے، اگرچہ رسول آدمیوں کے سوا اور کسی جنس میں سے نہیں ہوئے چونکہ آدمیوں کو جنّات کے ساتھ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اس جگہ جمع کیا ہے تو خطاب دوست اور صحیح ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ جنّ کی جنس میں سے جنّوں پر بھی رسول مبعوث ہوئے ہیں۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ) ﴿ اٰيٰتِيْ ﴾ آیتیں ہماری

Marfat.com

کتاب کی۔ ﴿ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ ﴾ اور ڈراتے تھے تمہیں۔ ﴿ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ﴾ اس دن کے دیکھنے سے کہ روزِ قیامت ہے۔ لِقَاءَ ملاقات، قواعد کے مطابق اِسم ہے۔ روزِ حشر یعنی قیامت برپا ہونے کے دن کا عرصہ طویل ہوگا اس میں مختلف کیفیات پیش آئیں گی، جس وقت کہ اہلِ کفر، اہلِ ایمان کے انعامات اور اکرامات اور توقیر و عزت و منزلت کا مقام دیکھیں گے تو وہ اپنے شرک و کفر سے قطعی انکاری ہو جائیں گے اس احساسِ گمان اور اساس خیال سے کہ شاید کفر اور انکار سے کچھ کام بن جائے گا پھر گویا ہوں گے۔ اللہ کی قسم! ہم تو مُشرک نہ تھے، ایسے وقت ان کے مُنہ پر مہریں ثبت ہوں گی اور اعضاء بدن اُن کے کُفر و شرک کی شہادت دیں گے۔ (بحوالہ کنزالایمان از احمد رضا خانؒ)

﴿ قَالُوْا ﴾ وہ کہیں گے جواب میں۔ ﴿ شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا ﴾ گواہی دیتے ہیں ہم اپنے نفسوں پر گویا اقرار ہے کہ ہم کافر تھے اور عذاب کے لائق رمستحق ہیں۔ ﴿ شَهِدْنَا ﴾ ہم نے اقرار کیا۔ شُهُوْدٌ اور شَهَادَةٌ سے فعل ماضی جمع متکلّم قواعد کے لحاظ سے۔

﴿ وَغَرَّتْهُمُ ﴾ دنیاوی زندگی نے اُن کو بہکایا غُرُوْرٌ فعل ماضی واحد مؤنث غائب۔ هُم ضمیر جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ﴾ اور حال یہ ہے کہ فریب دیا تھا زندگانی دنیا نے یہاں تک کہ اُنہیں بھول میں ڈال رکھا ہے، اُنہوں نے دُنیاوی لذّت اور کائنات گیتی کے لیل و نہار کو ہی مقصودِ زندگی سمجھ رکھا ہے آخرت کی اُنہیں قطعی فکر نہ رہی۔ ﴿ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ ﴾ نہیں ہے تمہارا ربّ۔

﴿ مُهْلِكَ الْقُرٰى ﴾ ہلاک کرنے والا دیہات اور شہروں کے رہنے والوں کو۔ ﴿ بِظُلْمٍ ﴾ بسبب اس ظُلم کے جو وہ کرتے ہیں۔ ﴿ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴾ اور حال یہ ہو کہ گاؤں اور شہر والے غافل ہوں یعنی کوئی پیغمبر اُن کے پاس نہ آیا ہو اور اُنہیں خدا اور قیامت کی خبر نہ دی ہو۔

﴿ غٰفِلُوْنَ ﴾ غفلت کرنے والے بے خبر ہونے والے۔ غَافِلٌ اس کا واحد ہے، اسم فاعل ہے قواعد کے مطابق جب کسی بستی والے کسی گُمراہی میں پھنس جاتے ہیں اور لوگ فِسق و فُجور میں پڑ جاتے ہیں تو اچانک اُن پر عذابِ باری تعالیٰ نہیں آتا، پہلے اللہ تعالیٰ کا پیام پہنچانے والے بھیجے جاتے ہیں جو ان کو تعلیم دیتے ہیں بدکاری اور گمراہی سے دور رہنے کی نصیحت کرتے ہیں، اگر مسلسل تنبیہ کے بعد بھی وہ لوگ باز نہیں آتے اپنی کج روی سے تو عذاب نازل ہوتا ہے پھر تو اُنہیں تباہی اور ہلاکت آگھیرتی ہے۔ ﴿ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ﴾ اور آپ کا ربّ بے نیاز ہے بندوں کی عبادت سے بے نیاز ہے مطیعوں کی اطاعت سے اور مہربان ہے مجرموں اور عاصیوں پر۔ (بحوالہ از تفسیر قادری)

﴿ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ ﴾ اگر چاہے ربِّ جلیل تو تم سب کو لے جائے یہ اہلِ مکّہ کو وعید ہے، لے جانے سے مُراد ایسا فنا کر دینا ہے کہ نام و نشان تک مٹ جائے۔ ﴿ وَيَسْتَخْلِفْ ﴾ اور خلیفہ اور جانشین تمہارا کر دے۔ ﴿ يَسْتَخْلِفْ ﴾ جانشین بنا دے گا۔ اِستخلاف سے فعل مضارع واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ مِنْۢ بَعْدِكُمْ ﴾ پیچھے تمہارے رتمہارے بعد۔ ﴿ مَا يَشَآءُ ﴾ جسے چاہے اپنی مخلوق میں سے۔ ﴿ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ ﴾ جیسے پیدا کیا تھا تمہیں۔

Marfat.com

﴿ مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴾ دوسری قوم / ذرّیّت اولاد سے۔ اس کا مفہوم یوں سمجھئے کہ اللہ اگر چاہے تو تمہیں فنا کی منزل تک پہنچا دے اور تمہارا نام ونشان تک باقی نہ رہے جیسے تمہارے آباؤ اجداد کو دنیا سے رُخصت کرنے کے بعد تمہیں ان کا جانشین نامزد کردیا۔ ﴿ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ﴾ بے شک جو وعدہ کیا گیا ہے تم سے قیامت کا، وہ پورا ہونے والا ہے اور آنے والا ہے یعنی قیامت وقوع پذیر ہو کر رہے گی۔

﴿ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴾ اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے اپنے بعث اور حشر میں یعنی تم سب مل کر بھی اللہ کے عذاب کو نہیں ٹال سکتے۔ ﴿ بِمُعْجِزِيْنَ ﴾ عاجز کرنے والے، اسم فاعل جمع مذکر قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا ﴾ اے محمد ﷺ! کہہ دیجئے اے میری قوم عمل کرو اس سے مُراد کُفارِ قریش ہیں۔ ﴿ عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ﴾ کہ تم اپنے حال پر رہو تم اپنے عقیدہ اور اعتقاد کے مطابق عمل کرتے رہو۔ ﴿ اِنِّیْ عَامِلٌ ﴾ میں بھی عمل کرنے والا ہوں۔ تحمل اور بُردباری کے ساتھ۔

﴿ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴾ بس قریب ہے کہ جانو تم۔ ﴿ مَنْ تَكُوْنُ ﴾ اس شخص کو کہ ہوگی۔ ﴿ عَاقِبَةُ الدَّارِ ﴾ اس کے واسطے عاقبت اچھی ہے آخرت میں۔ تفسیر ابنِ کثیر میں لطیف اشارہ یہ بتایا گیا کہ اس مقام پر ﴿ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ﴾ کہ کس کا ہوگا اس کے لئے آخرت کا گھر فرمایا گیا ﴿ عاقبة الدار الآخرة ﴾ نہیں فرمایا اس سے اس بات کا احساسِ علم ہوتا ہے کہ ''دارِ آخرت'' سے قبل دارِ دنیا میں نتیجہ کامرانی اور بھلائی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو ہی ملتا ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام ﷺ کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے اور حالات بتا رہے ہیں کہ عرصۂ قلیل ہی میں تمام قوتِ اقتدار رکھنے والے مُخالف اُن کے سامنے رُسوا ہوئے۔

﴿ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ بلاشبہ نہ چھٹکارہ پائیں گے ظالم، یعنی کافر ''کشف الاسرار'' میں تحریر ہے کہ ''ایسی جلدی میں جان لو! کہ دنیا کا حال کہاں پہنچتا ہے، دولت فلاح کسے پہنچتی ہے'' اور دیکھو تو سہی شکستہ دل فقیروں کو بزرگی اور رحمت کے گھر میں کیونکر بلائیں گے اور اقبال مند سرداروں کو ندامت سے قید خانہ میں کس طرح رکھا جائے گا۔

تَشرِیح وَ تَوضِیحات آیت ١٣٠ تا ١٣٥

آیت ١٣٠ میں اظہارِ بیان ہے اس طور پر کہ گُروہ جنّات اور انسانوں سے خطاب ہے: کیا تمہارے پاس باری تعالیٰ کی آیات بیان کرنے، بتانے اور تمہیں اِس دن یعنی قیامت کی ملاقات سے آگاہ کرنے، تم میں سے رسول نہیں آئے تو وہ کہنے پر آمادہ ہوں گے کہ ہم خود ہی اپنے ہی خلاف گواہ ہیں کہ ہم کو نیرنگیِ دنیائے رنگ و بُو نے دھوکے میں ڈال رکھا، بلاشبہ وہ کافر تھے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرکے ایمان والوں کو اور قیامت تک آنے والے مؤمنین مؤمنات کو نوید سنائی جارہی ہے کہ جن وانس کہ اس انجام کار پر تمہارے لئے یہ سبق ہے کہ یہ مخلوق جو دوزخ کی آگ کی طرف مُبتلا ہونے جارہی ہے اِس منظر اور پسِ منظر تو یہ دکھائی دے رہا ہے کہ وہ اپنے خلاف جُرم کا اقرار کررہے ہیں، رسول آئے تھے اُنہوں نے حق سبحانہٗ تعالیٰ کی آیات / ہدایات ہمیں سنائی تھیں انجامِ بد سے ہمیں خبردار بھی کردیا گیا لیکن کافروں نے اُس کو جھٹلایا اور ان پر ایمان نہیں لائے دنیا کی لذّت رنگ و بو نے اُنہیں آخرت سے غافل کردیا، اُنہیں ذرا بھی اس بات کا احساس نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

حضور پیش ہونا ہے جو ذرّہ ذرّہ کا حساب لے گا۔

آیت ۱۳۱ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتِ انعام کا یہ تقاضا ہے کہ باری تعالیٰ بستی والوں کو شرک کُفر اور نافرمانی پر اس وقت سزا کا مستحق قرار نہیں دیتا جب تک رسولوں کے ذریعہ اپنا پیغام نہ بھیج دے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل وخرد کی صلاحیت اور قوّت ادراک دے کر ایک امتیاز بخشا اس کے بعد بھی انسان کو اِن قوتوں کے فساد سے بچانے کے لئے رسولوں کا نزُول ہوا، یہی سبب ہے کہ باری تعالیٰ تب بھی لوگوں کو عذاب میں مُبتلا کرتا ہے، جب انبیائے کرام کی دعوت ایمان وآگہی کسی تک پہنچ جائے اور ان پر اتمامِ حجت ہو جائے جیسے آیت سورۂ فاطر پارہ ۲۲ وَمَنْ يَّقْنُتْ میں ارشادِ ربّی ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾

بے شک اے حبیب (ﷺ)! ہم نے ہی آپ کو حق دے کر خوش خبری سنانے والا اور ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی اُمت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرسنانے والا نہ آچکا ہو۔

اِس گُفتگو کی روشنی میں دلیل کے ساتھ یہ بات بتائی جاسکتی ہے کہ رسول بھیجے جاتے ہیں وہ اُنہیں پیام دیتے ہیں، ہدایت کرتے ہیں حجتیں قائم کرتے ہیں اس پر بھی لوگ راہِ سرکشی اختیار کرتے ہیں تب ہلاک کیے جاتے ہیں۔

آیت ۱۳۲ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ ہر ایک کے لئے عمل کے لحاظ سے دَرجات کا تعین کیا جاتا ہے، اللہ سبحانہٗ تعالیٰ لوگوں کے اعمال اور افعال سے بے خبر نہیں ہے ہر انسان اور جنّ کے اپنے عمل کے لحاظ سے مرتبے ہیں گویا نیکی اور بدی کے درجات ہیں اور عمل کی اساس پر ہی ثواب اور عذاب ہوگا گویا اس سے یہ پتہ چلا کہ جنّات بھی انسانوں کی طرح اہلِ بہشت ہوں گے اور جہنمی ردوزخ کی آگ میں ہوں گے۔

آیت ۱۳۳ میں اظہار بیان ہے کہ اللہ بندوں کے کُفر وایمان سے بے نیاز ہے اللہ اپنی شانِ غنا کے ساتھ اپنی تمام تر پیدا کردہ مخلوق پر رحم کرنے والا ہے اگر انسان سیدھے راستے پر چلے تو حق سبحانہٗ تعالیٰ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں، سابقہ قوموں کو اللہ نے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا اور ان کی جگہ دوسری قوموں کو لایا گیا بھلا دوسری نئی قوم کا لانا اللہ کے لئے کیا مشکل ہے۔ آیت ۲۰ سورۂ ابراہیم پارہ ۱۳ وَمَآ اُبَرِّئُ میں حکم باری تعالیٰ ہے" وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ " "اللہ پر یہ کام کوئی مشکل نہیں!" آج ہماری یہ حالت ہے کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے جانشین بنے بیٹھے ہیں اللہ اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ جب چاہے ہمیں بھی نیست ونابود کر دے اور ہماری جگہ جس کو چاہے لے آئے، ہمارے لئے فکر اور وہم وگُمان آگیا کسی کی پناہ لے کر اس سزا سے محفوظ ہو جائیں تو یہ خیال باطل کی حماقت ہے اللہ چاہے تو سب مخلوق کو بے نام ونشان کر دے، فنا کر دے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے آیت ۱۹ سورۂ ابراہیم پارہ نمبر ۱۳ وَمَآ اُبَرِّئُ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾

کیا آپ ﷺ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بہترین تدبیر کے ساتھ تخلیق کیا، اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور نئی مخلوق لے آئے۔

آیت ۱۳۴ میں بتایا جارہا ہے کہ جس چیز کا وعدہ کیا جارہا ہے وہ یقینی طور پر آنے والی ہے یعنی قیامت یا مرنے کے بعد اُٹھنا یا حساب ثواب اور عذاب کا، قیامت کے برپا ہونے کے بعد انسان کو از سرِ نو زندہ کیا جائے گا اور وہ اللہ کے حضور آخری فیصلے کے لئے حاضر ہوں گے اور تم کو اس بات کا اختیار نہیں کہ عاجز کرسکو، ''تم عاجز نہیں کرسکتے'' کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تمہیں دوبارہ تخلیق / پیدا کرنے پر قادر ہے جبکہ تم تہہ خاک ہو کر ریزہ ریزہ ہو چکے ہو۔

آیت ۱۳۵ میں بتانا یہ مقصود ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قوم کو دعوتِ توحید اور ایمان میں متواتر، منہمک رہے، اور تیرہ سال کی دعوتِ تبلیغ کے بعد، دینِ اسلام کی بقا اور سربلندی کے لئے ہجرت پر مجبور ہوگئے، باری تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ اے حبیب (ﷺ)! اعلان کردیجئے کہ اب میرا اور تمہارا فیصلہ اللہ کے دائرہ اختیار میں ہے تم ایمان نہ لاکر اپنے عمل کا انجام دیکھ لوگے تم اپنے طریقہ کار کو اپنائے رکھو، میں اپنے ضابطہ عمل پر گامزن رہوں گا یہ اللہ تعالیٰ کا وضع کردہ قانون ہے کہ وہ ظلم کرنے والوں کو داعیِ حق کے مقابلے میں کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار نہیں کرتا ہے صداقت اور سچائی کی حقیقت تم پر آشکار ہوجائے گی عرصۂ قلیل میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ۸ھ میں سچ ثابت ہوا اور فتح مکہ کی نوید کے بعد دنیا نے اپنی نظروں سے دیکھ لیا ظالم کافروں کا کیا انجام ہوا۔ اسی مفہوم کی ترجمانی آیت ۱۲۱۔۱۲۲ سورۂ ہود پارہ ۱۲ وَمَامِنْ دَآبَّۃٍ میں ثابت ہوئی ہے ارشادِ ربّی ہے:

وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

اور کافروں سے کہہ دیجئے! تم اپنا کام کئے جاؤ ہم اپنا کام کرتے ہیں اور تم بھی راہِ انتظار دیکھو ہم بھی راہ دیکھتے ہیں۔

بتایا جارہا ہے کہ عنقریب معلوم ہوجائے گا کہ حُسنِ انجام کس کا حصّہ بنتا ہے اور اس بات کا بھی پتہ چل ہی جائے گا کہ ظلم کرنے والے کامیاب ہونے کے نہیں، چنانچہ جلدی ہی وعدہ پورا ہوا، اللہ ﷻ نے مسلمانوں کو غلبہ عطا کیا اور عرب میں اسلام کے نور کی شمع فروزاں ہوئی چنانچہ کہنے کی اجازت دیجئے ظفر علی خان کی زبان میں:

ع وہ شمع اُجالا کس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں

آیت ۱۳۰ تا ۱۳۵ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

اچھی طرح جان جایئے! رسالت و نبوّت کے سلسلے میں جنات انسانوں کے ہی مطیع ہیں ورنہ گروہ جن میں الگ نبی نہیں آئے یہ تو ہوا ہے کہ رسولوں کا پیام حق پہنچانے والے جنّات میں ہوتے رہے جو اپنی قوم کے جنّات کو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوتِ حق دیتے رہے ہیں اور دیتے ہیں، یہ بات ذہن میں رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت بہر نوع تمام جنّات اور انسانوں کے لئے ہے اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔

باری تعالیٰ کسی قوم کو ابتلائے کفر و شرک کے باعث عذاب نہیں دیتا جب تک سزا کا مستحق قرار دینے سے پہلے اس دن سے آگاہ کیا جاتا ہے تاکہ توبہ اور اصلاح کی طرف آنا چاہیں تو درِ توبہ کھلا ہوا ہے اور اصلاح کے راستے بھی کھلے ہیں۔

ہر ایک کو اعمال کے بدلے میں درجات ملیں گے، باری تعالیٰ لوگوں کے اعمال سے قطعی بے خبر نہیں! قیامت کے برپا ہونے کا وعدہ ہے قیامت بے شک آنے والی ہے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۗ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿١٣٦﴾

اور اللہ تعالیٰ نے جو مویشی، کھیت/فصل پیدا کی، اس میں سے انہوں نے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا/ٹھہرایا اور کہتے ہیں اُن کے خیال میں یہ اللہ کا ہے۔ اور یہ ہمارے شریکوں کا/باطل معبودوں کا، پس وہ حصہ جو اُن کے شریکوں/معبودوں کا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا، اور جو حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے وہ اُن کے شریکوں کو پہنچ جاتا ہے/اللہ کا حصہ اپنے معبودوں کی نذر و نیاز میں ڈالتے ہیں کیسے کیسے/کیا ہی بُرے فیصلے کرتے ہیں یہ لوگ!۔(١٣٦)

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۗ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣٧﴾

اور یوں ہی بہت سے مُشرکوں کے خیال میں، ان کے شریک داروں نے اپنی اولاد کو قتل کرنے کو خوش نما/مستحسن بنا رکھا ہے تاکہ ہلاک کر ڈالیں اُن کو/تاکہ برباد کر ڈالیں اور ان کا دین بھی اُن پر مشکوک/مشتبہ کر دیں، اللہ چاہتا تو وہ نہیں ایسا کرتے، لہٰذا انہیں چھوڑ یئے جو افترا/بُہتان وہ باندھتے ہیں۔(١٣٧)

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۗ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣٨﴾

اور وہ کہتے ہیں مویشی اور کھیتی رُکی ہوئی ہے/ممنوع ہے اسے وہی کھائے جسے ہم چاہیں، حالانکہ یہ پابندی اُن کی خود عائد کردہ/بنائی ہوئی/گھڑی ہوئی ہے، اپنے جُھوٹے خیال سے بعض چوپائے/مویشی پر سواری اور بار برداری کو حرام ٹھہرایا، اور جانوروں کے ذبح پر اللہ کا نام نہیں لیتے، یہ سب کچھ اللہ پر افتراء باندھنے کے طور پر ہے۔ یہ سب بناوٹی اور جھوٹی باتیں ہیں عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں سزا دے گا جو افتراء وہ کرتے ہیں۔(١٣٨) ع

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۗ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۗ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿١٣٩﴾

اور وہ گویا بولے، جو کچھ اِن جانوروں کے پیٹ میں ہے وہ تو مخصوص صرف ہمارے مردوں کے لئے ہے اور حرام ہے ہماری عورتوں/بیویوں پر، اور مرا ہوا نکلے تو سب اس میں عورت مرد حصہ دار ہیں، اللہ جلد ہی اُن کو ان کی باتوں کا بدلہ دے گا، بے شک وہ حکمت والا اور ہر بات کی خبر رکھنے والا ہے۔(١٣٩)

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۗ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿١٤٠﴾

اور بہت ہی نقصان/گھاٹے میں رہے وہ، جنہوں نے جہالت، حماقت اور بے وقوفی کے سبب اپنی اولاد کو قتل کیا، اور جو کچھ حلال رزق اللہ نے انہیں عطا کیا، اللہ پر بہتان باندھ کر، حرام ٹھہرالیا، بلاشبہ وہ بھٹک گئے، گمراہ ہوئے، بھٹکے اور راہ ہدایت نہ پائی۔(١٤٠)

الفاظ و معنی آیت ١٣٦ تا ١٤٠

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ﴾ اور اُنہوں نے مقرّر کیا، ٹھہرایا اللہ کے واسطے۔ ﴿مِمَّا﴾ اُس چیز سے جو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ ﴿الْحَرْثِ﴾ کھیتوں ﴿وَالْاَنْعَامِ﴾ اور چوپائیوں میں سے۔ ﴿نَصِیْبًا﴾ ایک حصّہ بتوں کے لئے۔

﴿فَقَالُوْا﴾ پھر کہا اُنہوں نے۔ ﴿هٰذَا لِلّٰهِ﴾ یہ حصّہ اللہ کے واسطے ہے۔ ﴿بِزَعْمِهِمْ﴾ ساتھ دعویٰ باطل اور جھوٹ بات کے، یعنی اپنے گمان کے ساتھ۔ ﴿وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا﴾ یہ دوسرا حصّہ شریکوں کے واسطے گویا اُن کے واسطے، جنہیں ہم نے اللہ کا شریک بنایا ہے۔ ﴿بِزَعْمِهِمْ﴾ اُن کا خیال/گمان زَعَمَ، یَزْعُمُ کا مصدر ہے۔ اِسم ہے قواعد کے مطابق۔

ذرا عرب مشرکین کی جہالت اور نادانی تو دیکھئے! وہ کھیت جسے باری تعالیٰ نے فصل اُگا کر سبزہ زار بنایا اور وہ جانور جسے اللہ نے پیدا کیا ان میں سے کچھ حصّہ اللہ کے نام پر مختص کرتے اور اس کو غرباء مساکین اور مہمانوں پر صرف کرتے اور کچھ حصّہ بُتوں کے نام کا مختص کرتے /نکالتے اور صنم خانوں کے پجاریوں پر اس کو خرچ کرتے، مزید حماقت تو دیکھئے اللہ کے نام کا حصّہ فصل زیادہ ہوتی اور جانور تندرست ہوتا تو اسے بُتوں کے کھاتے میں ڈال دیتے، اگر بُتوں کا حصّہ زیادہ ہوتا تو اس کو اللہ کے نام پر خرچ نہ کرتے، ایسی جاہلیّت کو کیا نام دیا جائے اس سے بڑھ کر بھی کوئی حماقت ہو سکتی ہے۔

﴿سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ﴾ بُرا حکم ہے جو وہ کرتے ہیں۔ ﴿لِیُرْدُوْهُمْ﴾ تاکہ ہلاک کریں اُنہیں یعنی گمراہ کریں۔

﴿لِیَلْبِسُوْا﴾ تاکہ خلط ملط کریں۔ ﴿دِیْنَهُمْ﴾ اُن کے دین کو۔

ایامِ جاہلیّت کے عرب اپنے آپ کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کا اتّباع کرنے والا، مانتے اور سمجھتے۔ اُن کا یہ خیال تھا کہ جس مذہب کو وہ اپنائے ہوئے ہیں وہ اللہ کا پسندیدہ دین ہے لیکن جو دین کی باتیں اُنہوں نے سیّدنا ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام سے سیکھیں تھیں اس میں بعد میں آنے والے پیشوا اور مختلف لوگ عقائد اور رسوم باطلہ کا اضافہ کرتے چلے گئے یہی وجہ ہے کہ عرب کے باشندوں کے لئے تمام تر دین مشتبہ سا بن کر رہ گیا۔

﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ اگر اللہ چاہتا تو۔ ﴿مَا فَعَلُوْهُ﴾ نہ کرتے مُشرک ایسا، اگر اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی تو تمام لوگوں کو راہِ ہدایت/راہِ راست پر چلنے کی ہدایت کر دیتا اور وہ ہدایت پانے پر مجبور ہو جاتے لیکن شانِ کریمی کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے ارادہ اور اپنے ذاتی اختیار سے حق کو پاتے یا حق پانے کی توفیق سے محروم ہو جائے۔

﴿وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ﴾ اور کہتے ہیں وہ کہ ہمارے معبودوں کا یہ حصّہ جانور اور کھیت حرام ہیں۔

﴿حِجْرٌ﴾ ممنوع جس کا احاطہ پتھروں سے چُنا گیا وہ حجر کہلاتا ہے۔ قومِ ثمود کی آبادیاں چونکہ پتھروں کو کاٹ/تراش کر بنائی گئی تھیں اسی لئے حجر کہلائیں۔ ﴿وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ﴾ جو کچھ ان جانوروں کے پیٹ میں ہے یعنی بحیرہ اور سائبہ میں جو بچہ/دودھ ہے۔ ﴿خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا﴾ پاک اور حلال ہے ہمارے مردوں کے لئے۔

﴿وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا﴾ اور حرام کیا گیا ہے ہمارے عورتوں/بیویوں کے لئے۔ ﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ﴾ بے شک نقصان کیا ان لوگوں نے۔

Marfat.com

﴿ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ ﴾ انہوں نے اپنی اولاد کو قتل کیا۔ ﴿ سَفَهًا ﴾ بیوقوفی سے۔ ﴿ سَفَهًا ﴾ نادانی، حماقت، سَفِہ یَسْفَهُ' کا مصدر ہے اِسم ہے قواعد کے مطابق۔ معالم میں تحریر ہے کہ ''ربیعہ، مضر اور بعضے عرب اپنی بیٹیوں کو قبر میں زندہ دفن کر دیتے کہ اگر لڑکیاں بڑی ہوں تو بہت سا جہیز اور شادی کا ضروری اسباب چاہئے'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُنہوں نے اولاد کو قتل کیا نادانی سے، یہ ایک عام اور مطلق خسارہ ہے دنیا اور عقبیٰ آخرت کا خسارہ ہے، ان کا اپنا نقصان ہے، آنے والی نسل کا بھی خسارہ ہے یوں کہیے اُن کا فکری نقصان ہے، اُن کا رُوحانی خسارہ ہے اور تو اور اُن کی حریت کا خسارہ ہے، شانِ کریمی تو دیکھئے باری تعالیٰ نے تو انسانوں کی طوقِ غلامی سے اُنہیں چھڑایا اور اللہ نے اپنی اطاعت اور بندگی کے لئے چُن لیا، اور اپنی غلامی میں داخل کر لیا لیکن اُف! ان کی بے چارگی! خود اپنے آپ اپنے جیسے بندوں کی غلامی دوبارہ اختیار کر لی۔

﴿ قَدْ ضَلُّوْا ﴾ پس کھو گئے راہِ ضلالت میں۔ ﴿ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴾ اور نہیں ہیں وہ راہِ حق پانے والے گویا اُنہوں نے گمراہی کی راہ اختیار کر لی اور ہدایت کے راستے کو ترک کر دیا۔ ہے بدنصیبی اُن کی!۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۳۶ تا ۱۴۰

آیت ۱۳۶ میں بتایا جا رہا ہے کہ مُشرکوں کے عقیدہ و عمل کا طرزِ عمل یہ ہے کہ اللہ کے حقوق میں فرضی / باطل معبودوں کو بھی شریک کر لیا تھا، زمینی پیداوار (Agriculture Product (Animal Hus bandary اور مال اور جانوروں / مویشیوں میں سے کچھ حصہ اللہ کے لئے اور کچھ حصہ اُن کے گُمان کے مطابق اُن کے شرکاء کا ہے، اللہ کے نام کے حصے کو فقراء، مساکین، مہمانوں اور صلہ رحمی پر صرف کرتے اور ستم بالائے ستم دیکھئے اپنے باطل معبودوں / بتوں کے حصے کو پوجاریوں کی ضرورت پر صرف کرتے اگر بتوں کے حصے میں کمی ہو جاتی تو اس کی تلافی کے لئے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے مختص حصے سے کر دیتے گویا باطل معبود کی توقیر اور ناز برداری اور معبود برحق کی ناقدری اُن کے مذہب کا طریقہ عمل تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''جب وہ غلّہ لے آتے تو اسے ڈھیر بنا لیتے اس میں سے ایک حصہ / جز و اللہ تعالیٰ کے لئے نکال لیتے اور ایک حصہ بتوں کے لئے ہوتا جب تیز و تند ہوا چلتی اور اناج کے دانے بتوں کے حصے سے اُڑ کر اللہ تعالیٰ کے حصے میں مل جاتے، تو یہ اس حصے سے اُن کو الگ کر کے پھر بتوں کے حصے میں ملا دیتے اور اگر اللہ تعالیٰ کے حصے کی طرف ہوا کا رُخ تیز تر ہوتا، اور اللہ تعالیٰ کے حصے میں سے دانے، بتوں کے ڈھیر میں شامل ہوتے، تو انہیں اس طرح چھوڑ دیتے۔ اسی کے بارے میں آیت اُتری'' (بحوالہ تفسیر فی ظلال القرآن از سید قطب شہیدؒ)

﴿ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ کتنا بُرا فیصلہ ہے جو یہ کیا کرتے ہیں، ابن جریر اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں ''یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان لوگوں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ بُرے فیصلے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے جو فیصلہ کیا وہ نہایت ہی غلط فیصلہ تھا یہ امر اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ لوگ گمراہ ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کو ان بتوں کے مساوی قرار دیتے ہیں جو نفع و نقصان نہیں دے سکتے۔'' (بحوالہ تفسیر ابن جریرؒ)

آیت ۱۳۷ میں اظہار بیان ہے کہ یونہی شرک کرنے والوں کی نگاہ میں، اُن کے شریک کاروں نے، یہاں شریکوں

سے مُرادوہ شیاطین جنّ وانس ہیں جن کی تابعداری کے شوق میں اہلِ شرک نے حق سبحانہٗ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے گریز کیا اور گناہ سرزد کرنے کو بھی گوارہ کرلیا اور اس قدر جاہلیّت کے رُسوم کو اپنالیا اور ایسے فسادِ عقل وشعور میں پھنس گئے کہ اولاد کو قتل کرنا اچھا سمجھنے لگے، اپنی معصوم بچیوں کو زندہ دَرگور کرنے اور بتوں کی بھینٹ چڑھانے کی طرف مائل ہوگئے، گویا دین میں شرک کی آمیزش کے مُرتکب ہوئے بسا اوقات ایسا بھی کرتے وہ اولاد کو بطور نذر ہلاک کرتے تھے جس طرح حضرت عبدالمطلب سے روایت ہے کہ انہوں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو ایسے دس بیٹے بخشے جواُن کے لئے دست وبازو بنیں تو وہ اُن میں سے ایک کو قربان کریں گے۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن جلد ٢ از سید قطب شہیدؒ)

قرآنِ حمید نے دورِ جاہلیّت کے مسائل کے حل کو آسان کرنے کے لئے اِس حقیقت کو واضح کردیا ہے کہ یہ تمام شیاطین اور ان کے دستِ راست رساتھی اللہ تعالیٰ کے دائرہ اختیار اور قدرت میں ہیں وہ جو کچھ کررہے ہیں اپنی قدرت سے نہیں کررہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مُہلت دے رکھی ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ ایسا نہ کرتے، اللہ تعالیٰ کی رضا تو اس بات کی متقاضی ہے کہ جو جس راہ کو اپنانا چاہتا ہے اُسے کرنے کا موقع فراہم کیا جائے اگر یہ اپنی افتراء پردازی پر مصر ہیں اور سمجھانے سے نہیں سمجھتے جو کچھ غلط باتیں بنارہے ہیں جو کچھ کرنا پسند کرتے ہیں انہیں کرنے دیا جائے، انہیں یونہی رہنے دیجئے!۔

آیت ١٣٨ رمیں بتایا جارہا ہے کہ یہ لوگ بھی از خود بعض چیزوں کو حلال جانتے ہیں اور بعض کو حرام قرار دیتے ہیں حالانکہ ان جاہلوں کو اس بات کا پتہ ہی نہیں کہ باری تعالیٰ نے ان لوگوں کو قانون وضع کرنے کے اختیارات نہیں دیئے تھے یہ اپنے گُمان وتصوّر کے مطابق کہا کرتے ہیں یہ مویشی اور کھیت محفوظ ہیں جن کو استعمال میں لانا ہر شخص کے لئے جائز نہیں، انہوں نے اپنی فصلوں کے ایک حصّے کو اور بعض قسم کے جانوروں کو اپنے باطل معبودوں کے لئے مختص کررکھا ہے ان باطل حقائق کی تین اشکال ہیں

١)......پہلی نوعیت تو یہ ہے کہ یہ مویشی اور کھیت کی فصل ر پیداواری صَلاحیت Produce and product cultivation کا استعمال ممنوع ہے اس کو صرف وہی کھاتے ہیں جسے ہم اجازت دیں اور ستم ظریفی تو یہ ہے کہ یہ اجازت بُتوں کے پوجاری کے لئے مخصوص ہے۔

٢)......دوسری صورت یہ ہے کہ جن جانوروں کو بتوں کے نام پر وقف کردیا ہے اُن سے سواری اور باربرداری کا کام نہ لیا جائے جیسے بحیرہ، سائبہ وغیرہ۔

٣)......تیسری صورت یہ کہ ذبیحہ کے وقت اللہ کا نام نہ لیتے صرف اپنے بُتوں کا نام لیتے بعض مُفسّرین نے لکھا ہے ''ان پر سوار ہوکر حج کرنا ممنوع تھا'' (بحوالہ تفہیم القرآن از مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

علاّمہ ابنِ جریرؒ افتراءعلی اللہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ''ان لوگوں نے بعض چیزوں کو حرام قرار دے کر اور پھر یہ کہہ کر کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت ہے اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا ہے، اللہ پر جھوٹ بولا ہے''۔ اِس آیت میں باری تعالیٰ نے انہیں جُھوٹا قرار دیا ہے رسول اللہ ﷺ اور جملہ مؤمنین کو یہ نوید دی کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں'' (بحوالہ تفسیر ابن جریر) وہ لوگ سزا کے

Marfat.com

مستحق ہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

آیت ۱۳۹ ار میں اظہارِ بیان ہے کہ اِن لوگوں نے ایک اور بات باطل اوہام کی اپنالی، بحیرۂ اور سائبہ مویشیوں کے ذبح کرنے پر اگر زندہ بچہ نکلے وہ مردوں کے لئے مخصوص ہے اور عورتوں کے لئے اس کا کھانا حرام ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ اگر یہ جانور مردہ حالت میں پیدا ہوا تو سب کھا سکتے ہیں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے جو یہ غلط بیانی کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ پر بہتان تراش رہے ہیں باری تعالیٰ عنقریب انہیں سزا دے گا باری تعالیٰ اپنے فیصلوں پر حاکم ہے اور سب باتوں کی اللہ تعالیٰ کو خبر ہے۔

آیت ۱۴۰ ار میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ واقعی خسارے سے دوچار ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے جہالت اور محض حماقت کی بناء پر اپنی اولاد کو قتل کیا اور ان ظالموں نے قتل اولاد جیسے قبیح اور وحشیانہ طرزِ عمل کی رسم گمراہی کو اپنایا اور جنہوں نے باری تعالیٰ کے عطا کردہ نعمتِ رزق کو بلاوجہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر حرام قرار دے دیا ہے جنہوں نے دینِ مبین میں اپنی طرف سے باطل باتوں کو رسم ورواج کا نام دے کر گمراہی کی طرف رُخ اختیار کیا، عہدِ گم گشتہ کی تصویر تو دیکھئے، اس میں باطل اوہام اور فرسودہ رسموں کے سوا کیا رکھا ہے اس سے بڑا خسارہ کیا ہوگا کہ بلاوجہ گیتی کائنات کی نیرنگی میں کھو کر اپنی نسل اور اموال سے محروم ہو گئے اور طرفہ تماشا یہ کہ بداخلاقی وجہل میں شہرت پائی جگر مراد آبادی کی زبان میں:

ع جہلِ خرد نے دن یہ دکھائے

نہ عقل سے کام لیا نہ شعور آگہی کو پہچان سکے نہ شرعی معاملات کو سمجھ سکے، بھلا سیدھی راہ ہدایت پاتے تو کیسے؟ بالآخر یہ گمراہ ہوئے اور ہدایت پانے والے نہ بنے، آخرت کا عذاب مول لیا۔

آیت ۱۳۶ تا ۱۴۰ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

بہت سے مُشرک تو اس خیال کے قائل تھے اُن کے باطل معبودوں نے اُن کی اولاد کے قتل کو ایک اچھا طرز سمجھا ہے اس عمل سے دین میں شرک کی آمیزیں کردیں مُشرکین کی انتہائی جہالت کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ ان کو اندیشہ خوف یہ تھا کہ کہاں سے ان کو کھلانے کا انتظام ہوگا! بدنصیبی کی یہ انتہا کہ حقیقی اولاد کو قتل کر دیا جاتا، شاید یہ رسم شیطان نے سنتِ ابراہیم خلیل اللہ کے جواب میں سمجھائی ہوگی۔ (بحوالہ تفسیر عثمانی از مولانا محمود الحسن عثمانیؒ)

یہود میں عرصہ دراز تک قتل اولاد کی رسم بطور ایک عبادت کے جاری وساری رہی، ذرا غور تو کیجئے سنتِ ابراہیمی کہاں! اور حماقتِ جہل کہاں! جہالت کی ایک رسم تھی یہ جانور اور اس کھیت کی پیداوار کا استعمال نہیں ہونا چاہئے، دوسری جہالت کا یہ اندازہ کہ وہ مختلف بُتوں کو اپنے بُتوں کے نام سے منسوب کر کے چھوڑ دیتے یا ان سے سواری کا کام نہ لیتے۔ تیسری جہالت کا یہ اصول کہ وہ ذبیحہ کے وقت اپنے بُتوں کا ہی نام لیتے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے۔ بعض مُفسّرین کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان جانوروں پر بیٹھ کر سفرِ حج نہ کرتے۔

Marfat.com

وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ٘ وَ لَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَۙ۝۱۴۱

اور وہی ہے جس نے پیدا کیے ہیں باغ، جس کی بیل منڈیروں ربلندی پر چڑھائی جاتی ہے اور کچھ اس کے بغیر ہیں جو چھپروں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کچھ کھجور اور کھیتیاں اُگائیں جن کا ذائقہ الگ الگ ہے اور زیتون اور انار جو باہم ایک دوسرے کے متشابہ ہوتے ہیں مگر کبھی مزے میں مختلف، کھاؤ اس کا پھل، جب پھل آجائے اور اس کا حق جو واجب ہے ادا کرو جس دن وہ کاٹا جائے اور فضول خرچی مت کرو۔ حد سے تجاوز مت کرو، اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (۱۴۱)

وَ مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌۙ۝۱۴۲

اور کچھ مویشی تو ایسے ہیں جو بوجھ اُٹھاتے ہیں اور بعض زمین پر لٹا کر ذبح کرنے والے، اس میں سے کھاؤ جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے اور شیطان کی قدم بقدم پیروی مت کرو! یقینی طور پر وہ تمہارا صریحاً دشمن ہے۔ (۱۴۲)

ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَۙ۝۱۴۳

پیدا کیے آٹھ نر و مادہ جوڑے، بھیڑ میں دو (نر مادہ) اور دو جوڑے بکری میں سے، آپ ﷺ دریافت کیجیے کیا اُس نے دو نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ، یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لیے ہیں، تم مجھ کو علم کی روشنی کے ساتھ ٹھیک ٹھیک بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ (۱۴۳)

وَ مِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۠۝۱۴۴

اور اسی طرح سے ایک جوڑا (نر و مادہ) اونٹ کا اور ایک جوڑا (نر و مادہ) گائے کا بھی، ذرا پوچھیے تو سہی اُن سے کیا باری تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام قرار دیا ہے یا دونوں مادوں کو یا وہ بچہ جو حرام کر دیا تھا جو اُن دونوں مادوں کے رحم میں ہو کیا تم موجود تھے جس ساعت رگھڑی اللہ نے تمہیں حکم دیا تھا تو اس سے بڑھ کر ظلم کرنے والا کون ہے جو اللہ پر بلا دلیل تہمت لگائے ربہتان جھوٹا باندھے، لوگوں کو اپنی جہالت سے گمراہ کرے یقیناً اللہ ایسی ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ (۱۴۴)

الفاظ و معانی آیت ۱۴۱ تا ۱۴۴

﴿وَهُوَ الَّذِیْۤ﴾ اور وہی اللہ ہے جس نے۔ ﴿اَنْشَاَ﴾ پیدا کیے۔ ﴿جَنّٰتٍ﴾ باغ انگور کے ﴿مَّعْرُوْشٰتٍ﴾ عرش

Marfat.com

سے بنا ہے جس کے معنی اُٹھانے اور بلند کرنے کے آتے ہیں، منڈیروں پر چڑھائی ہوئی بیلیں، جیسے انگور اور بعض ترکاریاں اس کا واحد مَـعْـرُوْشَۃٌ ہے اسم مفعول جمع مؤنث قواعد کے مطابق۔﴿ غَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ ﴾ بغیر چڑھائے ہوئے/زمین پر پڑے ہوئے اور بعضوں نے کہا ہے مَعْرُوْشَات وہ ہیں جو لوگوں نے اپنے ہاتھ سے بٹھلائے ہوں اور غیر معروشات وہ ہیں جو پہاڑ اور جنگل میں خود اُگے ہوں۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

غیر معروشات کے وہ درخت ہیں جن کی بیلیں اُوپر نہیں چڑھائی جاتیں بلکہ زمین پر پھیلتی ہیں، جیسے خربوزہ اور تربوز وغیرہ کی بیلیں۔ (بحوالہ معارف القرآن)

﴿ وَالنَّخْلَ ﴾ اور پیدا کیا کھجور/خرمے کا درخت۔﴿ وَالزَّرْعَ ﴾ اور کھیت جس سے دانے پیدا ہوں۔ زَرَعَ یَـزْرَعُ کا مصدر ہے قواعد کے لحاظ سے۔﴿ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ ﴾ حال یہ ہے کہ مختلف ہیں پھل، ہر ایک اِن میں سے ہیئت/شکل اور کیفیت میں۔﴿ اُكُلُهٗ ﴾ اس کا پھل، میوہ، اُكُـل مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، مضاف الیہ قواعد کے مطابق، اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرتِ کاملہ کا اندازہ کرنا ہے تو علمِ حیاتیات Biology کی ایک شاخ علمِ نباتات ہے جس کو Botany Science of plants سائنس میں "پودوں کا علم کہا" جاتا ہے ❶۔ جس میں درخت، شجر، پودوں اور مختلف نوعیت کے پھول، پھل، کھجور کے درخت، لہلہاتے کھیت، زمین کی پیداواری صلاحیّت پر غور کیا جاتا ہے ہمہ رنگ کے برگ وگل اور ان کے ذائقہ کے اوصاف کا مطالعہ کیا جاتا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔﴿ وَالزَّيْتُوْنَ ﴾ اور زیتون کا درخت۔

﴿ وَالرُّمَّانَ ﴾ اور انار کا درخت۔ زیتون پھل بھی اور ترکاری بھی، زیتون کے تیل کے بے حد فوائد ہیں، شفاف اور نفیس ہوتا ہے ہزاروں امراض کا بہترین علاج ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! "اے علی (رضی اللہ عنہ)! زیتون کا تیل کھایا کرو اور زیتون کا تیل لگایا کرو اس سے شیطان قریب نہیں آتا"۔ الحدیث۔

﴿ مُتَشَابِهًا ﴾ حال یہ ہے کہ ایک دوسرے کے مثل ہیں پتیاں اس کی، زیتون اور انار کے پتّے ہم شکل ہوتے ہیں اور پھلوں کا ذائقہ الگ الگ ہوتا ہے یہ رنگ ذائقہ/مزہ اور مقدار میں جدا جدا ہوا کرتے ہیں، اسم فاعل واحد مذکر ہے قواعد کے مطابق۔﴿ وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ﴾ اور غیر متشابہ/ایک جیسے نہیں ہیں اُن کے میوے کے مزے بعضے کھٹے ہیں، بعضے میٹھے اور بعضے چاشنی دار۔ ان مختلف قسم کے درختوں اور پھلوں کا تذکرہ کرکے اس آیت میں انسان کو دو حکم کی نشان دہی کی گئی ہے۔

پہلا حکم تو خود انسان کو اپنی خواہش نفس کے تقاضے کی تکمیل کرنے والا ہے حکم ہوا۔﴿ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ ﴾ کھاؤ میوے/پھل ان درختوں اور کھیتوں کے جب پھل آئے اگرچہ کچا ہو۔ دوسرا حکم صادر ہوا۔﴿ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ ﴾ اور حق دو اس میوے کا یعنی تصدق کرو۔ اٰتُـوْ کے معنی ہیں لاؤ/یا ادا کرو خوب کھاؤ پیو اسراف بے جا مت کرو، معنی ہوتے ہیں پھلوں کے توڑنے کا وقت یا کھیتی کٹنے کو۔﴿ يَوْمَ حَصَادِهٖ ﴾ جس دن کھیت کاٹو، درخت گراؤ اور میوے چنو یہ اہتمام ہے صدقہ دینے اور دیر نہ کرنے میں، صحیح اور مشہور قول تو یہی ہے اس سے مُراد صدقہ ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

---

❶ ...... بحوالہ Science of plants English Dictionary "پودوں کا سائنسی علم"۔

Marfat.com

حق سے مُراد غرباء اور مساکین پر صدقہ کرنا ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن)

''احکامِ قرآن'' میں ابن عربی اندلسی اور ''تفسیر ابنِ کثیر'' میں اس آیت سے زمین کی زکوٰۃ یعنی عُشر مُراد لی ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ ﴿ اٰتُوْا حَقَّهٗ ﴾ سے مُراد عُشر ہے یعنی جو کھیتی بارش سے سیراب ہو اس کا دسواں حصّہ اور جس کی نہر یا کنویں وغیرہ سے آبپاشی کا اہتمام ہو اس کا بیسواں ۲۰/۱ حصّہ۔ (بحوالہ ضیاء القرآن محمد کرم شاہ الازہریؒ)

﴿ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا اسراف کرنے والوں کو یعنی اُن کے عمل کو پسند نہیں فرماتا۔ امام قشیریؒ نے بتایا ہے کہ ''اپنے نفس کو ❶ حظ (ضرورت سے زیادہ تسکین) حاصل ہونے کے واسطے جو کچھ تو خرچ کرے وہ اسراف ہے اگرچہ تل کا ایک دانہ ہو اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے تو دے وہ اسراف نہیں ہے اگرچہ ہزار خزانے ہوں۔'' اس آیت کی روشنی میں یہ بات درست دکھائی دیتی ہے کہ قیام وطعام میں اسراف مت کرو بسیا خوری/زیادہ کھانا، عقل اور جسم دونوں کے لئے مُضر صحت ہے، قرآنِ مجید میں آیا ہے۔

﴿ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ﴾ خوب کھاؤ، پیو اسراف بے جا مت کرو، کھانے پینے میں بھی اعتدال کی تلقین ہے اس حد سے بڑھ جانا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے صد حیف! دورِ جدید کے لوگوں نے اس اسراف کو اپنی ثروت اور امارت کی علامت سمجھ لیا ہے۔ العیاذ باللہ۔

﴿ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ﴾ اور وہ ہے جس نے چار پایوں میں سے وہ جو بوجھ اُٹھائیں جیسے اُونٹ، بیل وغیرہ اور وہ جنہیں زمین پر پچھاڑ کر ذبح کریں، جیسے بکرا، دُنبہ وغیرہ۔

﴿ حَمُوْلَةً ﴾ بوجھ اُٹھانے والے وہ جانور جن سے بار برداری کا کام لیا جاتا ہے۔ ﴿ فَرْشًا ﴾ سے مُراد زمین سے لگے ہوئے جانور جیسے بکری جس کا دودھ پیا بھی جاتا ہے، گوشت کھایا بھی جاتا ہے، فرش اسم مصدر ہے قواعد کے مطابق۔

﴿ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ﴾ اور چار پایوں میں سے پیدا کے آٹھ جوڑے، جوڑا اُسے کہتے ہیں جو اپنی جنس سے جفتی کرے، تو نر مادہ کا جوڑا، اور مادہ نر کا جوڑا اور دونوں کو بھی جوڑا کہتے ہیں، مگر مُراد وہ ہے جو قرآنِ مجید میں بیان ہوا ہے، یہ آٹھ جوڑے، آٹھ چار پائے ہیں ہر ایک دوسرے کا جوڑا۔ ﴿ مِنَ الضَّاْنِ ﴾ اس میں جو روئیں/اُون رکھتے ہیں اُنہیں بھیڑ کہا جاتا ہے۔ ضَأْن بھیڑ دُنبہ جس پر اُون ہوتا ہے۔ ضَاءِنٌ کی جمع ہے قواعد کے مطابق۔

﴿ اثْنَیْنِ ﴾ دو جوڑے یا نر دوسری مادہ۔ ﴿ وَمِنَ الْمَعْزِ ﴾ اور ان میں سے جو بال رکھتے ہیں، بکریاں اسم جنس۔

﴿ ذَکَرَیْنِ ﴾ دو مرد، دو نر۔

﴿ ذَکَرٌ ﴾ کا تثنیہ ہے قواعد کے مطابق اسم ہے۔ ﴿ اَمَّا اشْتَمَلَتْ ﴾ یا وہ لپیٹے ہیں، اِشْتِمَالٌ سے فعل ماضی واحد مؤنث غائب قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ اِذْ وَصّٰکُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ﴾ جب حکم دیا تھا اللہ نے اس کا۔ ﴿ وَصّٰکُمْ ﴾ اس نے تم کو حکم دیا۔

﴿ توصیة ﴾ سے فعل ماضی واحد مذکر غائب، کُمْ کی ضمیر جمع مذکر حاضر، قواعد کے مطابق۔

❶ ...... حظ، حصّہ، قسمت، نصیب، (بحوالہ قاموس القرآن)

Marfat.com

تشریح وَتوضیحات آیت ١٤١ تا ١٤٤

آیت ١٤١ میں اظہارِ بیان ہے کہ جس نے سب چیزوں کو عدم سے وجود میں لایا وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یہ گلستان، یہ کھیت یہ نخلستان، یہ پھل یہ پھول، یہ ہمہ اقسام کے اناج یہ جانور جو تم کو حاصل ہیں یہ سب کچھ عطائے ربِّ جلیل ہے یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری قدرتِ نظارہ اور میری حکمت پر غور کرو تو اپنے ماحول اور اپنے گرد و پیش میں بکھری ہوئی انفس و آفاق کا مشاہدہ تو ذرا کرو ان پر صرفِ نظر کرنے سے اِس بات کا احساس ہوگا کہ یہ سب کچھ چیزیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بخشش کا حصہ ہیں اُن کے برتنے میں اللہ تعالیٰ ہی کے ضابطہ اور قانون پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ غور تو کرو کس طرح انگور کی بیلیں، منڈیروں پر چڑھائی جاتی ہیں اور ان کے خُوشے لٹک رہے ہیں کھجور کے درخت اور لہلہاتے، دہقان کے کھیتی تو دیکھو؟ اس میں ہمہ قسم کے پھل، میوے، اور اناج پیدا ہو رہے ہیں زیتون اور انار کو دیکھو کس قدر ہمشکل معلوم بھی ہوتے اور نہیں بھی، ہم شکل ہوتے ہیں قسم اور ذائقہ میں مختلف، مٹی ایک ہی ہے موسم یکساں ہیں پانی ایک سا ہے، آبپاشی کا عمل ایک ہی طرح کا ہے، لیکن رنگ اور صورت میں ایک جیسے ہوتے ہیں تو مہک، بُو اور ذائقہ جُدا جُدا، نیرنگیٔ قدرت اور برگ و گل تو دیکھئے انار کی ساخت پر نظر ڈالئے غلاف کے اندر لپٹا ہوا، کئی پرت میں سمایا ہوا، ابریشم سے بھی نرم نرم پردوں سے جُدا جُدا ہر دانہ اپنے رنگ، اپنے مزے میں کبھی تُرش، کبھی میٹھا ایک بھرپور وحدتِ قدرت کا عکاس اور لذیز ذائقہ لئے ہوئے ہے۔

آیت ١٤١ تا ١٤٤ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

اللہ تعالیٰ نے باغات عطا کئے ہیں کھجور کے درخت اور ہمہ اقسام کی کھانے کی چیزیں مختلف ذائقوں کی بہ طور نعمت ملی ہیں جب پھل نکل آئے تو ان کو اپنے کھانے کے استعمال میں لاؤ، لیکن یاد رکھو! جب ذراعتی فصل تیار ہو جائے تو کھیتی سے غلّہ کاٹ کر صاف کرلو! اور جب پھل درختوں سے توڑنے کا اہتمام کرو تو اس کا حق ادا کرو۔ علماء نے اس حقِ ادائیگی کو نفلی صدقہ کہا ہے اور اکثر نے صدقہ واجبہ، یعنی عشر کی ادائیگی کرو۔ اگر زمین بارانی ہے اس کا دسواں حصہ۔

صدقہ اور خیرات دیتے وقت اس بات کا خیال رکھو! حد سے آگے تجاوز کرنے کی ضرورت نہیں! کھانے میں اسراف بیجا مت کرو کھانے پینے میں اعتدال پیشِ نظر رکھو۔

شیطان کے نقشِ قدم کی راہ اپنانے سے اجتناب کرو، مُشرکین نے تو شیطان کی راہ اپنالی اور حلال جانوروں کو بھی اپنے اوپر حرام کرلیا، کیسی سِتم ظریفی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ شئے کو حرام اور اللہ کے حلال کئے کو حرام قرار دینا، یہ ابلیس کی پیروی کا ایک عملی نمونہ ہے تمہارے پاس حرام قرار دینے کی کوئی یقینی سَند ہے تو اس کو پیش کرو یہ سب تمہارا اپنا عمل افتراء ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔ بھلا اس سے بڑا اور کون سا جُرم ہے جو بلا دلیل تُہمت باندھ رہے ہو یہ تو شرک کا کھلا ارتکاب ہے۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿١٤٥﴾

اے حبیب (ﷺ)! کہہ دیجئے جو کچھ احکامات اِس کتاب میں وحی کئے گئے ہیں اِس میں تو میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا، جو کسی کھانے والے پر حرام ہو، مگر یہ کہ وہ چیز مردار ہو یا رگوں سے بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت کیونکہ وہ تو ناپاک ہے یا جو نافرمانی کا موجب ہو، جو شرک کا باعث ہو وہ جانور جس پر ذبیحہ کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ پس جو شخص مجبور بھوک سے ناچار ہو جائے، نہ نافرمانی کرے اور نہ زیادتی کرے اور نہ حد سے تجاوز کرے تو بے شک آپ کا ربّ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔ (۱۴۵)

وَعَلَی الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَایَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِبَغْیِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿١٤٦﴾

اور ان لوگوں پر جو یہود بنے ہم نے حرام کیا ہر ناخن والا جانور گائے اور بکری کی چربی اُن پر حرام کردی بجز وہ جو اُن کی پشت پر لگی چربی ہو، آنتوں یا ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی چربی ہو یہی اُن کو کھانے کی اُجازت تھی۔ ہم نے اُنہیں سرکشی اور بغاوت کے سبب سزا دی تھی بے شک ہم سچ کہتے ہیں۔ (۱۴۶)

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿١٤٧﴾

پس وہ اگر آپ (ﷺ) کو جھٹلائیں تو اے حبیب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے آپ کے اللہ کی رحمت بڑی وُسعت اور کشادگی والی ہے اور مجرم قوم سے اُس کا عذاب نہیں ٹالا جا سکتا۔ (۱۴۷)

سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿١٤٨﴾

اب تو یہ شرک کرنے والے یوں بھی کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم نہ شرک کے مرتکب ہوئے ہوتے اور نہ ہمارے آباؤ اجداد، نہ ہم کسی چیز کو حرام کہہ سکتے، اسی طرح جو لوگ ان سے قبل گزر گئے اُنہوں نے بھی تکذیب کی/جھٹلایا تھا، یہاں تک کہ اُنہوں نے بھی عذاب کا مزہ چکھا، اگر تمہارے پاس اس کی عملی دلیل ہے تو ہمارے سامنے اسے لے آؤ محض گمان/خیالی باتوں پر چلتے ہو اور بے دلیل باتیں بناتے ہو۔ (۱۴۸)

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿١٤٩﴾

اے محبوب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے! اللہ ہی کے لئے حجت اور کامل دلیل ہے اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت بخش دیتا۔ (۱۴۹)

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِیْنَ یَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ

اے حبیب (ﷺ)! کہہ دیجئے! ذرا اپنے گواہ تو پیش کرو جو اس بات کی گواہی/شہادت دیں، اللہ نے ہی ان چیزوں کو حرام کیا ہے پھر اگر وہ جھوٹی گواہی دیں تو آپ اس کی شہادت نہ دیجئے! اور اُن کی خواہشوں کی پیروی کرنا ایسے باطل لوگوں کی باتوں پر عمل نہیں کرنا چاہیے

Marfat.com

بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٥٠﴾ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور آخرت پر جو ایمان ریقین نہیں رکھتے اور دوسروں کو اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔(١٥٠)

الفاظ و معانی آیت ١٤٥ تا ١٥٠

﴿ قُلْ لَّآ اَجِدُ ﴾ کہہ دیجئے! آپ (ﷺ) نہیں پاتا ہوں میں۔ ﴿ فِیْ مَآ اُوْحِیَ ﴾ اس چیز میں جو وحی کی گئی میری طرف۔ ﴿ اَجِدُ ﴾ میں پاتا ہوں۔ ﴿ وجود ﴾ سے اس کے معنی ہیں پانے کے فعل مضارع واحد متکلم قواعد کے مطابق۔

﴿ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ ﴾ وہ چیز جو حرام کی گئی ہے کھانے والے پر۔ طَاعِمٍ کھانے والا طعم کے معنی چکھنے اور کھانے کے ہیں اسم فاعل واحد مذکر قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ يَّطْعَمُهٗٓ ﴾ وہ اس کو کھاتا ہے، جو اس کو کھائے طَعْمٌ سے فعل مضارع مرفوع مثبت واحد مذکر غائب۔ ضمیرہ واحد مذکر غائب۔ ﴿ مَّسْفُوْحًا ﴾ بہتا ہوا خون صَفْحٌ سے مصدر سے اسم مفعول واحد مذکر قواعد کے مطابق اس سے مُراد وہ خون رلہو ہے جو ذبح کے وقت مذبوح رذبیحہ کی رگوں سے بہے یا زندگی نکلے کلیجی اور تلی اس میں داخل نہیں۔ ﴿ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ ﴾ پس بلاشبہ وہ ناپاک رپلید ہے۔ ﴿ اَوْ فِسْقًا ﴾ یا مارا ہوا فسق کے ساتھ اور یہ وہ چار پایہ ہے کہ ﴿ اُهِلَّ ﴾ پکارا گیا ہے۔ ﴿ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ واسطے غیر اللہ کے اس کی گردن مارتے وقت یعنی جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر قتل کیا ہوا سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فسق فرمایا۔ اس واسطے کہ اس عمل کے سبب فاسق ہو جاتے ہیں۔

فِسق اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے خروج کا نام ہے، باری تعالیٰ نے حکم دیا اللہ تعالیٰ کے نام پر جانوروں کو ذبح کیا جائے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کی رضائے قُرب اور نیاز کے لئے کیا جائے، اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو یہی فِسق اور شرک ہے۔ ﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا ﴾ اور ان لوگوں پر جو یہود ہیں۔ ﴿ حَرَّمْنَا ﴾ حرام کیا ہم نے۔ ﴿ كُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ ﴾ ہر جانور جو ناخن والا ہو، جیسے شیر درندے اور پرند، بعضوں نے کہا کہ جس کے چونچ اور سُم ہوں وہ سب اس میں داخل ہیں اور معالم میں تحریر ہے کہ اونٹ، شتر مُرغ اور بطخ مُراد ہیں یہ یہود پر حرام تھے۔ ﴿ شُحُوْمَهُمَآ ﴾ ان دونوں کی چربی شُحُوْمٌ شَحْمٌ کی جمع چربی هُمَا قواعد کے مطابق هُمَا ضمیر تثنیہ غائب شُحُوْمٌ اسم ہے۔ جیسے گردہ وغیرہ کی چربی۔

﴿ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ﴾ مگر وہ جو اُٹھائے ہوں رجو لگی ہو۔ ﴿ جَزَيْنٰهُمْ ﴾ ہم نے سزا دی تھی ربدلا دیا تھا ہم نے یہود کو۔

﴿ بِبَغْيِهِمْ ﴾ ان کی سرکشی کے سبب راُن کے ظُلم کے سبب ربَغْيٌ مصدر قواعد کے مطابق مضاف، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، کسی چیز کو حرام قرار دینے کے دو سبب ہوا کرتے ہیں وہ شئے جسمانی اور رُوحانی لحاظ سے مُضر ہوا کرتی ہے اور بُرے اثرات سے محفوظ رہنے کی خاطر اس کا استعمال ممنوع ہوا کرتا ہے، جن کا ذکر پہلی آیت میں مذکور ہوا یا سزا کے طور پر کسی فرد یا قوم کو اس شئے کے استعمال سے منع کیا جاتا ہے اس مقام پر ان اشیاء کا ذکر ہو رہا ہے جو یہود پر حرام قرار پائی تھیں بطور سزا۔

﴿ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴾ اور تحقیق کہ ہم سچے سب چیزوں کی خبر دیتے ہیں۔ ﴿ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ﴾ صاحب رحمت ہے جو وسیع ہے۔ بہت صاحبِ بخشش ہے باوجود اس تکذیب کے تمہیں مہلت دیتا ہے اور عذاب کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔

﴿ وَّاسِعَةٍ ﴾ وسیع، رحمت، بڑی عنایت رمہربانی اسم فاعل واحد مؤنث قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ ﴾ اور نہیں

Marfat.com

پھیرا جائے گا عذاب رَبّ کا/اور نہیں ٹالا جاسکتا عذاب اس کا۔﴿ وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ﴾ اور نہ حرام کرتے ہم کوئی چیز۔ سابقہ ۱۴۷ آیت میں بتایا گیا ہے۔﴿ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ ﴾ یہ لوگ اگر اب بھی اے حبیب ﷺ! آپ کو جھٹلاتے ہیں تو کہہ دیجئے۔﴿ رَبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ﴾ آپ کے رَبّ کی رحمت میں کشادگی اور وسعت ہے گویا کافروں کے عقائد کی تکذیب کی جارہی ہے۔ گویا اشیاء کی حلّت اور حُرمت کے بارے میں ان کی فرسُودہ اور جاہلانہ رسُوم کی خرابیوں کا اظہار کیا گیا۔﴿ كَذّٰبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ جھٹلایا ہے ان لوگوں نے جو اس سے پہلے تھے۔﴿ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ﴾ یہاں تک کہ چکھا ریا پایا اُنہوں نے ہمارا عذاب۔﴿ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ﴾ پھر نکالو اُسے اور اس کو ظاہر کرو ہمارے واسطے۔

﴿ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ﴾ تو اللہ کے پاس دلیل پہنچی ہوئی ہے کمالِ صحت کی، گویا باری تعالیٰ کے لئے ہے کامل دلیل۔ ﴿ اَلْبَالِغَةُ ﴾ پہنچنے والی غالب۔ بُلُوغ سے اسم فاعل واحد مؤنث قواعد کے مطابق۔ اللہ تعالیٰ حق کو قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ دلیل وحجت کے ساتھ تمہیں دعوت دی جاتی ہے کہ تم حق اور سچائی کو تسلیم کرو یہ اپنا تمہارا اختیار ہے کہ تم اپنی مرضی ومنشاء سے چاہو تو حق کو مان لو اور چاہو تو باطل کو اپناؤ!۔﴿ فَلَوْ شَآءَ ﴾ پھر اگر باری تعالیٰ چاہتا تو۔

﴿ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ البتہ ہدایت کر دیتا تم سب کو، اللہ کی قدرت کاملہ سے یہ بعید از قیاس ہی نہیں کہ رَبّ سبحانہٗ تعالیٰ تم میں بُرائی اور گمراہی کی اِستعداد وصَلاحیت نہ رکھتا تو تم فرشتوں کی طرح صرف عبادت اور فرمانبرداری ہی اللہ تعالیٰ کی بجا لاتے اور تم شعور وآگہی سے محروم معرضِ وجود میں آتے، غیر شعوری کیفیّت کے طور پر تم نیکی کرتے، لیکن یہ بات ذہن نشین کر لیجئے حکمتِ باری تعالیٰ کا تقاضا تو اس بات کا مظہر ہے کہ حضرت انسان شجر وحجر کی طرح صرف مجبور محض نہ ہونے پائے اور فرشتوں کی صفات کی طرح فطری طور پر نیک پاک باز ہی نہ ہو بلکہ انسان تمام مخلوقات سے افضل ہے اور ارادہ اور آگہی کے لحاظ سے مکمل آزاد رہ کر جو چاہے راستہ اپنے لئے چُن لے۔

﴿ وَلَا تَتَّبِعْ ﴾ اور پیروی اختیار نہ کرو۔﴿ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ ﴾ اُن لوگوں کی خواہشات کی جنہوں نے۔

﴿ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ﴾ جھٹلایا ہے، تکذیب کی ہے ہماری آیتوں کی حلال اور حرام میں۔﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ اور ان لوگوں کی پیروی نہ کرو جو ایمان نہیں لاتے۔﴿ بِالْاٰخِرَةِ ﴾ آخرت پر جو آخرت کے منکر ہیں یعنی بُت پرست لوگ۔

﴿ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ ﴾ اور وہ ساتھ اپنے رَبّ کے۔﴿ يَعْدِلُوْنَ ﴾ برابر کرتے ہیں بُتوں کو یعنی وہ دوسروں کو اپنے رَبّ کا ہمسر بناتے ہیں وہ اس طرح شرک کرتے ہیں جس طرح بُت پرست مُشرک ہیں۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۴۵ تا ۱۵۰

آیت ۱۴۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ درحقیقت جو چیزیں تم پر حَلال تھیں وہ چیز تم نے اپنے اوپر حرام کر رکھی ہیں اور خود ہی اپنے لئے اپنی حیثیت کے دائرۂ عمل کو مزید تنگ کر لیا ہے اِس آیت میں چار محرمات کا تذکرہ ہے: اوّل مُردار جانور۔ دوئم بہتا ہوا خون۔ سوئم سُور کا گوشت۔ چہارم وہ ذبیحہ جو ان محرمات میں تو شامل نہیں تھا لیکن بُتوں پر چڑھانے یا کسی غیر اللہ اور کسی کم تر ہستی کی طرف منسوب ہو حرام ہے، ان سب محرمات میں سے کسی ایک کے کھانے سے انسان گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے الاّ

اس شخص کے جس کو شدّت بھوک سے مَر جانے کا اندیشہ ہو اُن میں سے وہ صرف اپنی جان بچانے کی خاطر تھوڑا سا کھا سکتا ہے، شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارادہ نہ ہو اور نہ زیادتی کرے تو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے اسی موضوع کا بیان آیت ١٧٣ سورۂ بقرہ پارہ ٢ سَیَقُوْلُ میں آیا ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ

''اُس نے تم پر حرام کر دیا مُردار کو، خون اور سُور کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا کسی غیر اللہ / دوسرے کا نام لیا گیا ہو''۔ (آیت ١٧٣ سورۂ بقرہ)

کس قدر بد دیانتی ہے حرام اور حلال میں مُشرک لوگ بے سند / غیر مُستند باتیں دین کے نام پر بیان کرتے ہیں، کبھی نَر کو حرام اور کبھی تو کوئی مادہ حرام کر لی، کبھی اُن کے شکمِ مادر میں لدا ہوا بچہ حرام کر لیا، کبھی مُردار کو حلال سمجھ لیا، کبھی حلال / پاک کو ممنوع قرار دے دیا۔ اگر تم ایسا دعویٰ کرو تو بادی النظر میں یہ کذب ہو گا، رہا یہ معاملہ کہ جو قرآن کی آیات کا نزول ہو رہا ہے اس میں کوئی ایسی شے حرام نہیں جس کو تم حرام بتاتے ہو، کوئی جانور مُردار ہو گیا ہو یا بغیر ذبیحہ کے ہلاک ہو گیا ہو یا بہایا ہوا خون / لہو ہو اور سُور کا گوشت حرام ہے صرف اس لئے کہ ناپاک ہے یا وہ گوشت جو فسق کا ہو۔ مثال کے طور پر وہ ذبیحہ جو اہلِ مُشرک / مُشرکین بُتوں پر ذبح کرتے ہیں اپنے بُتوں پر اور آستانوں پر اور ان پر بُتوں کا نام لیا گیا ہو یہ ذبح اسلام میں فسق کے دائرہ میں آتا ہے۔

آیت ١٤٦ میں بتایا جا رہا ہے کہ اہلِ یہود پر ان کی سَرکشی کے سبب بطورِ سزا سب ناخن والے جانور / ہر کھ والا جس کی انگلیاں جُدا جُدا نہ ہوں مثلاً اُونٹ، شُتر مرغ، بطخ وغیرہ حرام کیا گیا، گائے کی چربی بھی سوائے اس کے پُشت / پیٹھ یا انتڑیوں کے ساتھ ہڈی کے ساتھ لگی ہوئی ہو حرام قرار دی گئی کوئی بھی فرد و بشر اگر اللہ کے سوا کسی اور میں حلال و حرام کا اختیار مانے تو وہ مُشرک ہے یہود کا یہ دعویٰ درست نہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ چیزیں اپنے اوپر حرام کر لی تھیں قرآنِ حمید میں مختلف مقامات پر یہ مضمون بیان ہوا ہے۔ چنانچہ آیت ٩٣ سورۂ آلِ عمران پارہ ٤ لَنْ تَنَالُوْا میں حکم باری تعالیٰ ہے:

قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۝

''اے حبیب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے توراۃ لاؤ اور اسے پڑھ کر سناؤ اگر تم سچے ہو''۔ (آیت ٩٣)

بات یہ ہے کہ تورات کے نازل ہونے سے صدیوں قبل حضرت یعقوب علیہ السلام نے جن کا لقب اسرائیل ہے کسی مرض میں مُبتلا ہونے کے سبب قصد کیا تھا کہ صحت یاب ہو جاؤں گا تو اُونٹ کا گوشت نہیں کھاؤں گا، پھر ہوا یوں کہ یہودی اہلِ علم اور فقہاء نے اُس کو باقاعدہ حرام مان لیا حالانکہ اس کی حرمت توراۃ میں تحریر ہے ان چیزوں میں اُونٹ، خرگوش اور ساخان شامل ہیں آج بھی بائبل میں توراۃ کے جو حوالے ہم کو ملتے ہیں ان میں تینوں چیزوں کی حُرمت کا ذکر موجود ہے۔ (بحوالہ احبار ١١: ٤-١٦ استثناء ١٤: ٧)

لیکن قرآنِ مجید میں جو یہ کہا گیا کہ تم توراۃ کو لاؤ اور دکھاؤ یہ چیزیں کہاں حرام تحریر ہیں اس سے پتہ یہ چلا کہ تورات میں

Marfat.com

اِن احکامات کا اضافہ اس کے بعد ہوا اس بات کی مزید وضاحت سورۃ النساء آیت ١٦٠ میں ہوئی:

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَثِیْرًا ﴿۱۶۰﴾

''اور اُن کے (یہودی) کے ظلم کے سبب ہم نے اُن پر جو پاک چیزیں حلال تھیں حرام کردیں اللہ کی راہ سے بہت سے لوگوں کو روکنے کی وجہ سے''۔(آیت ١٦٠)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بار بار یہود بگڑتے رہے اور ہر موقع پر باری تعالیٰ نے ان کو راہِ حق دکھانے کے لئے ان میں نبی بھیجے لیکن وہ خود تو کیا راہِ حق پاتے بلکہ اللہ کی مخلوق کو دعوتِ توحید، تصوّرِ آخرت اور لوگوں کو دینِ حق سے دُور کرنے کا سبب بنے رہے، قبر پرستی اختیار کی، جادو اور سحر جیسی لعنت اور مُبتلائے بلا رہے اور سود جیسی حرام چیز کھانے لگے۔

آیت ١٤٧ میں اظہارِ بیان ہے کہ مُجرموں کو جُرم کا ارتکاب کرنے پر سزا تو ملتی ہے یہ تو باری تعالیٰ کا اعجازِ فیض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کے سبب یہ اب تک عذابِ سزا سے محفوظ چلے آتے ہیں اس بات میں تاخیر اللہ تعالیٰ کی کسی مصلحت پر کی بناء پر ہے اگر ان لوگوں نے ان مُہلت کے لمحات سے استفادہ نہ کیا اور اپنی کجروی پر دائم اور قائم رہے تو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے اب بھی وقت ہے اپنی ہٹ دھرمی اور نافرمانی کی روش چھوڑ دو، بندگی اور حق بندگی کے درست رویہ کی سمت آجاؤ باری تعالیٰ کے دامنِ رحمت کو اپنے لئے بے حد کشادہ پاؤ گے اگر یہی مُجرمانہ اور سرکشی کے اندر غالب رہے تو اچھی طرح خوب سمجھ لو! پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے نجات دینے والا کوئی نہیں! اس آیت میں شمعِ اُمید کے روشن اور فروزاں ہونے کی جھلک ملتی ہے اور انسان کو مایوس نہیں کیا گیا۔ یاد رکھنے کی بات ہے اگر ابھی باز نہ آئے تو جُرم، جُرم ہوتا ہے اس پر عذاب کا آنا امرِ یقینی ہے کوئی توانائی اور طاقت اس قانون کو تبدیل نہیں کرسکتی کہ وہ مُجرم سے عذاب ہٹادے اگر کسی قوم کے کسی فرد سے فردِ جُرم سرزد ہوتا ہے تو اس کا وبال پوری قوم پر پڑتا ہے یکے بعد دیگرے لوگ جرائم میں ملوث ہوجائیں تو وقت آنے پر تمام تر قوم فنا ہوگی پتہ یہ چلا کہ کسی مُجرم کا ارتکاب گناہ سے بچانا قوم کے ہر فرد کی ذِمّہ داری ہے مُہلت کا عرصہ کا مل جانا کا قطعی یہ مفہوم نہیں کہ عذاب اسی سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہونا نہیں ہے بلکہ جب بھی عذاب کا فیصلہ صادر ہوگا کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ تکذیب کرنے والوں کو مُہلت دیتا ہے اور عذاب لانے میں جلدی نہیں کرتا تا کہ اُنہیں دائرہ ایمان میں شامل ہونے کا موقع میسّر آجائے۔

آیت ١٤٨ میں بتایا جارہا ہے کہ یہ مُشرک لوگ تو اس بات کا اعادہ کریں گے کہ اگر باری تعالیٰ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے، گویا وہ اپنے جُرم اور غلط روش کو اپناتے ہوئے یہی کہیں گے ہمارے حق میں اللہ تعالیٰ کی یہی رضا ہے کہ ہم شرک کریں ہم اور نہ ہمارے آباؤ اجداد کسی چیز کو حرام ٹھہراتے، اسی نوعیت کی باتیں بنا بنا کر اس سے پہلے بھی لوگوں نے تکذیب کا بہانہ تراشا اور حق کو جھٹلایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر کار عذاب کا مزہ چکھ لیا یہ تو محض وہم وگمان اور قیاس آرائی میں آب گم کی طرح گم ہیں حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ غافل سے غافل آدمی میں جب سوچ اور ہوش کا پہلو اُجاگر ہوتا ہے تو وہ انجام کار پر سوچنے اور غور کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

آیت ١٤٩ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اگر یہ مکذّبین اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو دلیل پیش کریں حُجّت کا بیان کرکے قرآن

کی فکری اصلاح کی نشان دہی کی ہے بتایا جارہا ہے کہ کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے کیا یہ لوگ حقیقی اور قطعی معلومات سے بے خبر ہوکر محض وہم وگمان کے سراب میں اُلجھ رہے ہیں بھلا وہ اِس وادی خاردار میں کیوں قدم رکھتے ہیں جس کے نشیب وفراز کا کوئی علم ہی نہیں، رہا سوال اللہ کی مشیّت اور اس کا نظام تو وہ ایک رازِ دُروں کی طرح پوشیدہ نظامِ عمل ہے اور اس کی اصل حقیقت اور آگاہی کا ادراک انسان کی قدرت مدد کے لئے اس قدر سہل بھی نہیں، اللہ کی مشیّت تو تھی کہ بنی آدم کو قدرت واختیار عطا کر کے، اُسے آزمائے اور یہ اختیار اتنا ہو کہ وہ ہدایت اور گمراہی میں سے جس کو چاہے اختیار کرے حقیقت تو یہ ہے کہ دینِ اسلام اس دنیا میں اس لئے ظہور میں آیا کہ یہاں ایک عملی صورت، حالات پیدا کر کے جو احکامات اور منہیات کی صورت حال کو واضح کرے۔

آیت ۱۵۰ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اگر کوئی اس بات کا دعویٰ دار ہے کہ اللہ ہی نے ان چیزوں کو حرام کیا، پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو تم اُن کے ساتھ گواہی نہ دینا اُن کی خواہشات کے مطابق چلنے کی قطعی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ تو اللہ کی آیات کی تکذیب کرتے ہیں اور آخرت پر اور یومِ آخرت پر اُن کا کامل یقین نہیں ہے۔ اور جو روزِ جزا اور سزا کے قائل ہی نہیں تو بھلا اُنہیں کیا احساس، شہادت کی ذمہ داری کیا ہے اس سے وہ قطعی بے خبر ہیں شہادت اس حقیقتِ امر کی دینی چاہئے جس کا علم اور ادراک آدمی کو ہو جو لوگ اللہ پر افتراء باندھتے ہیں اپنی اپنی مرضی رایماء سے نت نئی رسومات کو اپناتے ہیں اور اپنی اختراع شدہ ایجادات کو عبادت کا درجہ قرار دیتے ہیں اور اُنہیں باعث ثواب سمجھتے ہیں بھلا یہ لوگ کب اس قابل ہیں کہ اُن کی باتوں پر توجہ مرکوز کی جائے ایسے لوگوں کی کسی بات کا کوئی اعتبار نہیں، اُنہیں نہ تو قیامت پر یقین اور نہ وہ توحید عظمت کے قائل ہیں بلکہ یہ کتنے ناداں ہیں، شعلوں کو ہوا دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے برابر دوسروں کو شریک جانتے ہیں اور اپنی ضرورت کی تکمیل کے لئے ان ''پتھر کے صنم'' کو پوجتے ہوتے ہیں اور غیر اللہ کی حمایت اور خوشنودی کی خاطر رسم ورواج کے نئے بندھن میں گرفتار بلا ہوکر اُنہیں دین سمجھ لیتے ہیں یہ اُن کی کج فہمی ہے یہ ان کا باطل عقیدہ رسم ہے۔

آیت ۱۴۵ تا ۱۵۰ کے اہم نکات پر معالعاتی نظر:

مُردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سوٗر کا گوشت وہ بالکل ناپاک ہیں یا فسق ہو کہ اللہ کے نام سے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو ابن جریر طبری میں رقمطراز ہیں۔ ''اللہ تعالیٰ نے مُردار، خون، لحم سور، یا بُتوں کے نام پر ذبح ہونے والے جانور کو حرام قرار دیا ہے۔ لیکن اگر کوئی اِس کے کھانے پر مجبور ہو جائے بطورِ حُکم عدولی نہ کھا رہا ہو تو حدِ ضرورت کے اندر کھا رہا ہو صرف اس قدر کہ اس کی زندگی بچ جائے تو اس قدر کھانے میں کوئی حرج نہیں۔'' (بحوالہ فی ظلال القرآن از سید قطب شہیدؒ)

اللہ تعالیٰ کا دینِ رحمت بڑا وسیع ہے۔ یہ رحمت ہمارے لئے بھی وسیع ہے اللہ تعالیٰ دوست کے لئے رحیم اور دُشمن کے لئے بھی رحم کرنے والا ہے اگر مجرم عذاب کے مستحق ہیں تو اللہ تعالیٰ عذاب میں جلدی نہیں کرتا، اس کی شان کریمی ہے کہ مُہلت دیتا ہے کئی لوگ توبہ کر لیتے ہیں اور اللہ کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی لوگوں نے جھوٹ بولا، حقیقت کو جھٹلایا اللہ تعالیٰ کا عذاب اُن کا منتظر ہے۔

Marfat.com

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١٥١﴾

اے حبیب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے! آؤ میں پڑھ کر سناؤں! جو کچھ تمہارے ربّ نے تم پر حرام کیا ہے اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ، ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک / بھلائی کرو اور اپنی اولاد کو مُفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور اُنہیں بھی اور بے حیائی پوشیدہ ہو یا ظاہری اس کے نزدیک مت جاؤ اور جس جان کی اللہ نے حُرمت رکھی ہے اسے ناحق قتل نہ کرو ہاں مگر حق کے ساتھ۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا تمہیں حکم صادر کیا گیا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو اور حقیقت کو سمجھو۔ (۱۵۱)

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٢﴾

اور یہ کہ یتیم کے مال کے قریب تک نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو مستحسن اور بہتر / اچھا ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی / سنِ رُشد کو پہنچ جائے اور ناپ تول پورے انصاف کے ساتھ کرو ہم کسی جان کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کے مقدور بھر، جب بات کرو تو انصاف کی، اگرچہ وہ شخص قرابت دار / رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور اللہ سے کئے ہوئے عہد کی پابندی کرو یہ ہیں وہ باتیں جن کا باری تعالیٰ نے حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو / نصیحت قبول کرو۔ (۱۵۲)

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٥٣﴾

اور بلاشبہ! یہ میرا سیدھا رستہ ہے سو اس پر چلو اور پیروی نہ کرو دیگر رستوں کی وہ تمہیں اللہ کی راہ سے جُدا کر دیں گے۔ یہ ہے وہ ہدایت جس کا تمہارے رب نے حکم دیا ہے تاکہ تم راہِ پرہیزگاری اختیار کرو۔ (۱۵۳)

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٥٤﴾

پھر ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب عطا کی تاکہ بھلائی کی روشنی پر چلنے والوں پر نعمت کی تکمیل ہو تاکہ ہر چیز / احکام کی تفصیل ہو جائے اور راہنمائی اور رحمت ہو تاکہ لوگ اپنے رب سے ملاقات کرنے پر ایمان لائیں۔ (۱۵۴)

الفاظ و معانی آیت ۱۵۱ تا ۱۵۴

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ﴾ کہہ دو کہ آؤ لوگو! اور سنو پڑھوں میں ۔ اَتْلُ ۔ میں پڑھوں / تلاوت کروں، تِلَاوَۃٌ سے فعل مضارع واحد متکلم قواعد کے مطابق۔ ﴿مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ﴾ وہ چیز جو حرام کی تمہارے ربّ نے تم پر، گویا حرام وہ نہیں ہیں جن کو تم نے بغیر دلیل کے محض باطل وہم و گمان، اوہامِ فاسدہ کی اساس پر حرام قرار دے رکھا ہے بلکہ حرام تو وہ چیزیں ہیں جن کو باری تعالیٰ نے حرام کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے ہر شے کا علم اور اختیار اللہ کو ہے جس شے کو چاہے حرام قرار دے

Marfat.com

اور جس کو چاہے حلال قرار دے یہ حق تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ﴿ اَلَّا تُشْرِكُوْا ﴾ یہ کہ نہ شریک کرو۔ ﴿ بِهٖ شَيْـًٔا ﴾ ساتھ اللہ کے کسی چیز کو۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دے دیا ہے اس کے ساتھ کسی چیز کو تم شریک مت بناؤ، شرک گناہِ عظیم ہے جس کے لیے معافی نہیں! اللہ کی ذات میں شرک یہ ہے کہ جو ہر اُلوہیت میں کسی کو حصّہ دار بنایا جائے مثلاً نصاریٰ کا عقیدۂ تثلیث۔ مُشرک پر بہشت حرام اور جہنّم واجب ہے قرآنِ حمید میں مختلف انداز سے یہ بیان بار بار آیا ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ احادیثِ مُبارکہ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں اس کے باوجود حقیقت تو یہ ہے کہ لوگ شیطان کے دامِ فریب میں گرفتار بلا ہو کر شرک کے مُرتکب ہوتے ہیں العیاذ باللہ۔

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ آپ کہہ دیجئے وہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے آیت ا سورۂ اخلاص پارہ ٣٠ عَمَّ۔

﴿ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ اور نیکی کرو ماں باپ سے، والدین سے نیکی کے زُمرے میں حُسنِ سلوک، ادب، تکریم، تعظیم، دل جوئی، فرمانبرداری، خدمت سب شامل ہیں والدین کے حقوق کے بارے میں قرآنِ مجید میں توحید کے حکم کے بعد بیان کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دعوتِ توحید قبول کرنے کے بعد والدین کے حقوق کی ادائیگی سب سے مقدّم ہے، گویا اطاعتِ باری تعالیٰ کے بعد والدین کی فرمانبرداری بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ ﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ ﴾ اور قتل نہ کرو اپنی اولاد کو۔ ﴿ مِّنْ اِمْلَاقٍ ﴾ فقیری اور محتاجی کے خوف سے۔

﴿ اِمْلَاقٍ ﴾ ناداری، تنگ دستی اسمِ مصدر ہے قواعد کے مطابق۔ زمانہ جاہلیّت میں یہ فعلِ بد عام تھا کہ اولاد کو قتل کر دیتے تھے آج کل کے دورِ جدید میں ضبطِ تولید اور خاندانی منصوبہ بندی کا پرچار زور و شور سے جاری ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اِس فعلِ قبیح سے محفوظ / بچائے رکھے۔ ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ ﴾ اور قریب نہ جاؤ بُرے کاموں کے۔ فَوَاحِشَ بے حیائی کے کام کھلے گناہ ﴿ اَلْفَوَاحِشَ ﴾ اس کا واحد۔ ﴿ وَلَا تَقْرَبُوْا ﴾ تم قریب نہ ہو قُربٌ اور قُربَان سے فعلِ مضارع جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ فواحش کا اطلاق اُن اعمال اور اقوال پر ہوتا ہے جو حد درجہ قبیح ہوں قرآن میں زنا کاری، اغلام بازی فعلِ قومِ لوط، برہنگی اور باپ کی منکوحہ سے نکاح فحش کاموں میں شامل کیا گیا ہے۔ ﴿ مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ ظاہر ہوا اُس سے۔ ظَهَرَ وہ ظاہر ہوا آشکار ہو ظُهُـــوْرٌ سے فعل ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ وَمَا بَطَنَ ﴾ اور جو پوشیدہ ہو بعض مُفسّرین نے لکھا ہے ماظہر منہا شراب ہے اور (ومابطن) زنا ہے اور محققوں نے کہا ہے مَا ظَهَرَ فعل ہے مَا بَطَنَ نیت ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل ۱۸۸۷ء)

﴿ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ﴾ یہاں تک کہ پہنچے یتیم اپنی قوت کو یعنی بالغ ہو جائے۔ ﴿ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ ﴾ اور پورا کرو ناپ کو، ناپی جانے والی چیزوں میں سے اَلْكَيْلَ غلّے سے پیمانہ بھرنا، تولنا، قواعد کے مطابق اسم ہے۔ ﴿ وَالْمِيْزَانَ ﴾ اور ترازو سے تولی جانے والی چیزوں سے۔ ﴿ بِالْقِسْطِ ﴾ ساتھ عدل اور مساوات کے نہ کم دو نہ زیادہ لو۔ ینابیع میں لکھا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا "اے اللہ کے رسول! (ﷺ) ہم اس بات پر قادر نہیں ہیں کہ تول میں ترازو کی ڈنڈی دونوں طرف سے ایسی مساوی ہو کہ بال برابر بھی نہ جھکے تو اِس آیت کا نزول ہوا۔ ﴿ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ نہیں تکلیف دیتے ہیں ہم کسی کو۔ ﴿ اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ مگر اس چیز کی وسعت اور قدرت ہو یعنی اگر ناپ اور تول میں تمہارے بلا قصد

Marfat.com

کے کمی واقع ہو اور تمہارا ارادہ پورا رکھنے کا ہو تو اس کی کو ہم معاف کردیں گے۔﴿ لَا نُكَلِّفُ ﴾ ہم تکلیف نہیں دیتے/حکم کا بار نہیں ڈالتے۔ تـکـلـیـف سے فعل مضارع جمع متکلم قواعد کے مطابق۔﴿ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا ﴾ ایک حکم یہ بھی ہے کہ جب بات کہو یا گواہی دو تو عدل اور انصاف کے ساتھ۔

﴿ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ﴾ اگر چہ وہ شخص تمہارا قرابت دار ہی کیوں نہ ہو، اگر قریبی رشتہ دار کا معاملہ ہو تب بھی میزانِ عدل میں جھکاؤ کا پہلو ظاہر نہ ہو۔﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا ﴾ اور یہ میری راہ ہے سیدھی۔﴿ فَاتَّبِعُوْهُ ﴾ پس متابعت/پیروی کرو اس راہ کی۔﴿ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ ﴾ اور اختیار نہ کرو پراگندہ راہیں مختلف دینوں کی۔﴿ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ ﴾ پھر وہ راہیں جدا کردیں گی اور دور ڈال دیں گی۔﴿ عَنْ سَبِیْلِهٖ ﴾ اس کے راستہ سے یعنی راہِ حق سے۔ گویا بتایا جارہا ہے رسول اللہ ﷺ کا راستہ (دینِ محمدی) ہی اللہ کا ﴿ صِرَاطِ مُسْتَقِیْم ﴾ راستہ ہے اس سے اس بات کا علم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی وہ اساسِ محکم ہے جس پر اتحادِ ملت کا انحصار ہے اگر اس میں لغزش آئی تو تعمیر نشیمن ملت انتشار سے ہمکنار ہوجائے گی پھر انتشار سے بچنے کی کوئی اُمید/کرن نظر نہیں آئے گی۔﴿ ذٰلِكُمْ ﴾ یہ بات ہے۔

﴿ وَصّٰكُمْ بِهٖ ﴾ حکم کیا ہے اللہ نے اس کی حفاظت کا۔﴿ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ تا کہ تم بچو گمراہی سے اور دوری حق سے، پھر اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ دی ہم نے موسیٰ کو توریت/کتاب تَمَامًا واسطے پورا کرنے کرامت اور نعمت کے۔

﴿ عَلَى الَّذِیْۤ اَحْسَنَ ﴾ اس شخص کے لئے جو خوب قیام کرے اس کے احکام پر۔﴿ وَتَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ﴾ اور بیان ہر چیز کا جو کام دین میں تفصیل کے طور پر بیان ہوا ہے۔﴿ وَهُدًى وَّرَحْمَةً ﴾ اور ہدایت اور رحمت کے لئے اس کے ذریعہ سے سب کی راہنمائی ہو اور ماننے والوں کے لئے رحمت ہو۔﴿ لَعَلَّهُمْ ﴾ تا کہ وہ لوگ/شاید کہ بنی اسرائیل۔

﴿ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ ﴾ اپنے ربّ کے ملنے پر یقین لائیں۔ قرآنِ حمید کا اعجاز اسلوب یہ ہے کہ جہاں قرآن کا ذکر ہوتا ہے وہاں توراۃ کا بھی ذکر بیان ہوتا ہے اور جہاں توراۃ کا ذکر آتا ہے وہاں قرآن کا بھی ذکر آتا ہے۔ (بحوالہ ابن کثیر)

توراۃ کی یہ خوبی ہے وہ اپنے دَور کی ایک جامع کتاب تھی جس میں اس زمانے کی دینی ضرورت کی تکمیل و تفصیل بیان ہوئی ہے وہ بھی ہدایت اور رحمت کا موجب تھی، توراۃ کے نزُول کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کا یہ عقیدہ مستحکم ہوجائے کہ ایک دن ہمیں مال اسباب، زر سب کچھ چھوڑ کر ربّ کے رُوبرُو پیش ہونا ہے جہاں اعمال کا محاسبہ ہوگا۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۵۱ تا ۱۵۴

آیت ۱۵۱ میں اظہار بیان یہ ہے کہ جو چیزیں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے تم پر حرام کی ہیں یہ بلا واسطہ ربّ جلیل کا پیغام ہے اس میں کسی ظن اور باطل وہم و گمان کا کوئی دخل نہیں تا کہ تم ان سے اجتناب کرنے کا اہتمام اور اِنصرام کرو اور فضول اپنی جانب سے اللہ کی حلال چیزوں کو حرام کرتے نہ پھرو، جن باتوں اور چیزوں کو تم نے اپنے باطل خیالات فرسودہ تخیلات اور اوہام، ظن و تخمین سے حرام کر رکھا ہے وہ درحقیقت حرام نہیں ہیں یہ ضرور ہے کہ حرام وہ اعمال اور ممنوعات ہیں جو صداقت اور حقیقت پسندی کے خلاف ہیں جن سے اللہ کے اَنبیاء اور رسولوں نے ہر دور میں متفقہ طور پر بنی نوع کو روکا ہے۔ آیت مذکورہ میں اس

Marfat.com

اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک اور ساجھی نہ سمجھو عرب کے مُشرکین کی طرح بُتوں کی پرستش مت کرو اور نہ اہلِ یہود و نصاریٰ کی طرح اَنبیاء کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہو اور نہ دوسرے لوگوں کی طرح فرشتوں کو ''دُخترِ خدا'' کے نام سے مُوسوم کرو اور نہ عہدِ جاہلیت کے لوگوں کی طرح انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرامؒ کو صفتِ علم و قدرت میں اللہ کے مساوی قرار دو، شرک کی کوئی بھی قسم جو جلی خفی ہو اس میں مُبتلا نہ ہو۔ شرکِ جلی ہو یا شرکِ خفی دونوں سے احتیاط لازم ہے ''شرک ایک ایسا جرم ہے جس کی معافی نہیں اس کے علاوہ دوسرے گناہوں کی معافی مختلف اسباب سے ہو سکتی ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن)

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دو اگرچہ تمہارے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا تمہیں سولی پر چڑھا دیا جائے یا تمہیں زندہ جلا دیا جائے''۔ بروایت حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ و حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اِس آیتِ مبارکہ میں شرک کو بڑا گناہ قرار دینے کے بعد بتایا گیا کہ والدین کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو، اُن کے ساتھ اچھا رویّہ اور برتاؤ رکھو، والدین کی اطاعت کرو اُن کو ایذا نہ پہنچاؤ۔ اس میں لطیف اشارہ یہ بھی ہے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ ان کی فرمانبرداری کی جائے بلکہ جذبۂ خدمت سے نیازمندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ اُن کو راضی بہ رضا رکھنا ہے اور تقدّسِ احترام میں عجز و انکساری سے ان کے آگے ''سرِ تسلیم خم'' کرنا ہے چنانچہ آیت ۲۴ سورۃ بنی اسرائیل پارہ ۱۵ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ

محبت اور عاجزی میں مہربان ہو کر اپنے دونوں بازو اُن کی خدمت کے لئے بچھا دو اور دعا کرتے رہو۔

شرک سے باز رہنے اور فرمانبرداری کرنے کا حکم اس آیت ۲۳ سورۂ بنی اسرائیل پارہ ۱۵ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ میں وضاحت کے ساتھ آیا ہے ارشادِ ربّی ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ

''اور آپ ﷺ کے رَبّ نے حکم دے دیا ہے اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

گویا ربُوبیّت باری تعالیٰ کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ والدین کی فرمانبرداری لازمی اور ضروری ہے۔ تیسرا حکم جس کا حرام ہونا ان آیات میں بیان ہوا ہے وہ قتلِ اولاد ہے یعنی بتایا گیا کہ افلاس کے سبب مُفلسی اور غُربت کی وجہ سے اپنی اولاد کو ہلاک نہ کرو، ہم تم کو رزق عطا کریں گے اور اُنہیں بھی۔ ''تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی آج'' کے مصداق آج ''خاندانی منصوبہ بندی'' اور ضبطِ تولید کی رسم دورِ جاہلیت کی یاد دلا رہی ہے۔ ایامِ جاہلیت میں بے رحمی، سنگ دلی اور بَربریت کی یہ قبیح رسم چل پڑی تھی جس گھر میں لڑکی جنم لیتی تنگ دستی کے خوف سے، غیرت کے غلُو سے یا کسی کو اپنا داماد بنانے کے سبب زندہ درگور کیا جاتا۔ صد حیف! ظالم اور سنگدل لوگ اپنے ہاتھوں سے اپنے بچوں کو ہلاک کر دیتے! کس قدر نشانِ عبرت کی ہے یہ داستان! ماں باپ کا یہ تصوّرِ باطل کہ ہم بچوں کو رزق دیتے ہیں کیا اُنہیں پتہ نہیں کہ اللہ کے ہی خزانۂ غیب سے والدین کو بھی ملتا ہے اور اولاد کو بھی۔ قرآنِ حمید نے اس رسم کو بھی مٹایا، یہ واضح طور پر بتایا گیا رزق پہنچانے کا کام دراصل تمہارا نہیں! یہ صرف اللہ کا کام ہے بھلا انسان کی کیا مجال کہ ایک ''خُوشۂ گندم'' خود پیدا کریں یہ تو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی قدرت و حکمت ہے

Marfat.com

انسان کا تو بس اتنا کام ہے زمین رمٹی کو نرم کردے اس میں اللہ کا دیا ہوا پانی پہنچائے اور پھر کہنے لگے۔

''ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی'' اقبالؔ

قتلِ اولاد کا جُرم اور سخت ہونا جو اس آیت مبارکہ میں واضح ہوا ہے وہ تو ظاہری قتل کردینے اور ہلاک کرنے کے زُمرے میں بہ ظاہر آتا ہی ہے کیا غور وفکر اور گہرائی اور گیرائی کی نظر سے دیکھا جائے تو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ ''اولاد کو تعلیم وتربیت نہ دینا، اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات سے لاعلم رکھنا، اولاد آخرت کی فکر سے بے خبر رہے وہ بداخلاقی اور بے حیائی میں مُبتلا ہوجائے یہ غفلت بھی ایک جرم ہے جو قتلِ اولاد سے کم نہیں''۔ (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ)

چوتھی بات جس کے حرام ہونے کا ذکر آیات میں ملتا ہے وہ بے حیائی کے اُمور ہیں بے حیائی کے قریب نہ پھٹکو خواہ کھلے انداز میں ہو یا پوشیدہ طور پر، فُحش جس کو اُردو زبان میں بے حیائی سے موسوم کیا جاتا ہے قرآن اور حدیث کی اصطلاح میں یہ ''ایسے بُرے کاموں کے لئے مستعمل ہے جن کی بُرائی اور فساد کے بُرے اثرات کا دائرہ کار دور تک پہنچے''۔ (بحوالہ امام راغب اصفہانی مفردات القرآن)

حافظ ابن کثیرؒ نے نہایہ میں یہی مفہوم بتایا ہے قرآنِ حمید نے بُرائی سے دوری کے لئے ایک حکمتِ عمل کا کُلّیہ بتادیا ہے چنانچہ سورۃ النحل پارہ ١٤ رُبَمَا آیت ٩٠ میں پھر حکم ہوا:

وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٩٠﴾

''اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے اُمید ہے کہ تم یادرکھوگے۔''

اور وہ کُلّیہ کہ نماز کو قائم کیا جائے، آیت ٤٥ سورۃ عنکبوت پارہ ٢١ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ ''بے شک نماز بُرائیوں سے اور بے حیائی سے روکتی ہے''۔

پانچواں حکم جس کا اِن آیات میں حرام ہونا مذکور ہے وہ قتلِ ناحق ہے گویا بغیر حکم شرعی کے کسی بھی انسان کا قتل اور ہلاکت صرف ایک انسان کا قتل ہی نہیں ہے بلکہ بنی نوع انسان کا قتل ہے، اس لئے خونِ ناحق سے اجتناب کرنا حد درجہ ضروری ہے البتہ جہاد میں یا مُجرم حدودِ شرعی میں ہلاک کیا جائے تو یہ فساد کے تدارک کے لئے ہے اور اللہ کے حکم سے ہے اس کے علاوہ کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ محض انسان کو قتل کرے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین اُمور میں۔

اوّل:...... یہ کہ وہ شادی شدہ ہونے کے باوجود بدکاری کرے۔ دوئم:...... یہ کہ اس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہو اور اس کے قصاص پر مارا جائے۔ سوئم:...... یہ اپنا دین چھوڑ کر مُرتد ہوجائے۔ (بحوالہ بخاری شریف، مسلم شریف)

قصاص کے طور پر قتل جائز ہے اگر مقتول کے وارث معافی نہ دیں تو یہ قتل ضروری ہے چنانچہ آیت ١٧٩ سورۃ البقرہ پارہ ٢ سَیَقُوْلُ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٩﴾

''اے عقل والو! یہ سمجھ کر کہ قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے تا کہ تم حدودِ الٰہی کی پابندی کرو۔
''قصاص میں تمام لوگوں کی زندگی ہے'' کا مفہوم تو یہ ہوا کہ قاتل ہمدردی، پاسداری اور بے جا مروت کا مُستحق نہیں قرار دیا جاسکتا۔ رَبِّ جَلیل نے حکم دیا ہے کہ تم دانش وخرد سے کام لو۔

آیت ۱۵۲ میں چھٹا حکم یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانے کی حُرمت کے بارے میں ہے کہ یتیم کے مال کے قریب تک نہ جاؤ یتیموں کا مال بے جا خرچ نہ کیا جائے بلکہ اَحسن طریقہ سے اُن کا مال خرچ کیا جائے یہاں تک کہ وہ سنِ بلوغت تک پہنچ جائیں، ان کا مال ہو تو ان کی تربیت اور ضرورت کو مستحسن طور پر سرانجام دیا جائے جس یتیم کے کفالت کی ذِمّہ داری تم پر عائد ہے تو اس کی ہر طرح حفاظت اور خیر خواہی تم پر فرض ہوتی ہے، خیر خواہی کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس قدر ایمان داری اور رواداری کا پاس رکھو کہ کسی کی طرف سے بھی تم پر اعتراض نہ کیا جاسکے یتیم کے مال میں بے جا تصرّف نہیں کرنا چاہئے ولی کو یہ اختیار ہے کہ وہ احتیاط واعتدال سے یتیم کا مال تصرّف میں لاسکتا ہے اور جب یتیم شعور وآگہی کی عمر تک پہنچ جائے اور اپنے فرائض کو سنبھالنے کی حد تک پہنچ جائے تو مال اس کے حوالے رسپرد کردیا جائے۔ اپنی استطاعت، اَستعداد کے مطابق احکامات بُروئے کار لاؤ۔

ساتواں حکم ان آیات میں بتایا گیا کہ ناپ تول کو انصاف اور اعتدال سے پورا کرو، ناپ تول میں کمی بیشی کہ لیتے وقت پورا ناپ تول کرلینا اور مال دیتے وقت اِس میں تخفیف کرلینا انتہائی اخلاق سے گری ہوئی بات ہے بلکہ اس کو اخلاقی بیماری کہا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔ قومِ شعیب میں یہی مرض تھا جو اُن کی تباہی کا سبب بنا۔ سورۃ المطففین آیت ۱ تا ۳ میں اس کا بیان آیا ہے: ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝١﴾ بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی۔

اَلَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝٢ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝٣

''جو لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا بھر کر لیتے ہیں اور جب لوگوں کو ناپ کر وزن کر کے دیتے ہیں تو کمی کر کے اُن کا نقصان کرتے ہیں''۔

بتایا جارہا ہے اِن آیات میں کہ دینے کے الگ الگ اور لینے کے الگ الگ پیمانے رکھنا اُس طرح سے کمی کرنا اخلاق مرض کی علامت ہے جس کا نتیجہ دین وآخرت میں تباہی ہے حدیثِ مبارکہ ہے ''جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اس پر قحط سالی کا غلبہ ہوتا ہے حکمرانوں کے ظلم کو مُسلّط کردیا جاتا ہے''۔ (بحوالہ ابن ماجہ)

آٹھویں بات ان آیات میں یہ مذکور ہے کہ عدل اور انصاف کے تقاضوں کو مدِّ نظر رکھا جائے اس کے خلاف کرنا حرام ہے کہو تو حق ہی کہو، حق گوئی اور بے باکی کو اپنا شعارِ عمل بناؤ اگرچہ وہ تمہارا اپنا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، گفتگو کسی سے بھی ہو حق وصداقت کا دامن مت چھوڑو جس قدر معلوم ہو صاف صاف بتادو، سچّی شہادت اپناؤ، کسی مقدمہ کا فیصلہ کرنا ہو تو گواہوں کو شرعی اُصول پر جانچنے کی صلاحیت رکھو اور رسمِ اُلفت کے نبھانے کے بجائے دوست اور دشمن کے مابین ''میزانِ عدل'' اختیار کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جھوٹی گواہی شرک کے مترادف ہے۔ (بحوالہ سنن ابوداود، ابن ماجہ)

Marfat.com

نواں حکم جو بیان ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنا ہے اور عہد شکنی سے اجتناب کرنا ہے گویا عہد شکنی حرام ہے اللہ کے عہد میں یہ بھی عہد ہے کہ سچ بولو، اگر چہ اس کی زد تمہارے رشتہ دار پر پڑتی ہو اس کے عہد میں یہ بھی شامل ہے کہ ناپ اور تول کے پیمانے باہم پورے رکھو، اس کے عہد میں یہ بھی ہے کہ یتیم کے مال میں تصرّف بے جا نہ کرو، اس کے عہد میں یہ بھی لازم ہے کہ بے گناہ جان کا تقدّس رکھو اور اصل ایفائے عہد تو یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ اُلوہیت اور حاکمیّت میں کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اللہ کے عہد سے مُراد وہ ایفائے عہد بھی ہوسکتا ہے جو ازل سے ہر انسان سے لیا گیا جس میں تمام بنی نوع انسان کو بتایا گیا کہ کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ چنانچہ آیت ١٧٢ سورۂ اعراف پارہ ٩ قَالَ الْمَلَاُ میں ارشادِ ربّی ہے:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿١٧٢﴾

کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں، سب نے جواب دیا کیوں نہیں! ہم گواہی دے کر اقرار کرتے ہیں کہ تو ہی ہمارا ربّ ہے یہ بات اس لئے یاد دلادی کہ روزِ قیامت نہ کہو کہ ہم کو اس بات کی خبر ہی نہیں تھی۔

اس سے پتہ یہ چلا کہ ہر انسان سے دنیا میں آنے سے قبل یہ عہد لیا گیا کہ اُن کا پروردگار صرف اور صرف اللہ ہے۔ دینِ توحید ہی انسانیت کا دین ہے شرک کو بعد میں باطل پرست لوگوں نے شیطان کے جھانسے میں آ کر اپنایا اُس لئے اُفتاد کے وقت یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ کوئی غیر اللہ بُرے وقت میں کام نہیں آتا، پھر مُشرک بھی اللہ کو ندا دیتا ہے۔ ماحصل اس آیت کا یہ ہے کہ اللہ کی مکمل فرمانبرداری کی جائے اِن باتوں کی نصیحت اس لئے کی گئی ہے تاکہ تم اس پر عمل پیرا ہو۔

آیت ١٥٣ میں دسواں حکمِ ربّانی یہ ہے کہ یہ راستہ / یہ دین محمدی میرا سیدھا راستہ ہے سو اس راہِ مستقیم کو اپناؤ اور دیگر راہوں پر چلنے کی ضرورت نہیں ہے یہ راستہ وہ واحد راستہ ہے اس کے سوا جس قدر راستے ہیں وہ اللہ کی راہ سے جُدا ہوجاتے ہیں یہ سیدھی راہ ہے اس کی پیروی کرو چنانچہ اس کی تلقین دعا کے انداز میں سورۂ فاتحہ میں آئی ہے۔ آیت ٦ میں ارشادِ ربّی ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿٦﴾ ''اور ہمیں سیدھی اور سچی راہ دکھا''۔

یعنی ہمیں اُس پر چلنے کی توفیق عطا فرما، استقامت دے تاکہ ہمیں اللہ کی رضا، منزلِ مقصود مل جائے یہ صراطِ مستقیم ''الاسلام'' جیسے حضورِ اکرم ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کیا اور اب وہ قرآنِ حمید اور احادیثِ صحیحہ میں محفوظ ہے اب اپنا کام اس پر چلنا ہے جو کوئی اس راہ کو نہیں اپنائے گا وہ اللہ کی راہ سے بھٹک جائے گا قرآنِ مجید کے نزُول اور آمدِ مصطفیٰ ﷺ کا منشاء تو یہ ہے کہ لوگ اپنے خیالات، افکار اور معاملات کو قرآن وسنت کے تابع کریں اور اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بسر کریں لیکن بدعت اور شُبہات کی رائیں اپنائی جارہی ہیں جو گُمراہی کی علامت ہے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

اللہ نے تمہیں سیدھے راستے پر چلنے کی تلقین کی ہے تاکہ تم میں پرہیز گاری آجائے۔ تقویٰ کی راہ ہی وہ راہ ہے جو انسان کو سیدھی سمت کی طرف لے جاتی ہے۔

آیت ١٥٤ میں اظہارِ بیان ابطالِ شرک کے بعد کلام مسئلہ نبوّت کی طرف ہے اے حبیب (ﷺ)! ہم نے صرف آپ کو ہی تنہا نبی نہیں بنایا بلکہ آپ ﷺ کے جلوہ فگن ہونے سے پہلے موسیٰ کو پیغمبر بنا کر کتاب توراۃ عطا کی جس میں اُن کی دینی

Marfat.com

ضروریات کے تمام اُمور وضاحت کے ساتھ بیان کر دیئے گئے تھے اور وہ ہدایت اور رحمت و انعام کا مُوجب تھی۔ ابن جریرؒ رقم طراز ہیں "اِس میں اللہ کی جانب سے تکمیل نعمت تھی، اِس میں اُن کے لئے رَبّ کی طرف سے اعزاز اور شرف تھا اس وجہ سے اُنہوں نے احسان کی روش اپنائی اور اپنے رَبّ کی فرمانبرداری کی، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر توراۃ نازل فرمائی تو ہر ضروری امر کو شرح وبسط سے بیان کیا اور ہدایت اور رحمت کے ابواب کھول دیئے تا کہ اس کو پڑھ کر، سمجھ کر لوگ رَبّ کی ملاقات پر ایمان لائیں۔ باری تعالیٰ کی ملاقات پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کے حضور جواب دہ سمجھنا اور ذِمّہ داری کے ساتھ زندگی گذارنا ہے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ خود بنی اسرائیل کو توراۃ کی عظمتِ حکیمانہ اور تعلیمات کا احساس ادراک ہو جائے پھر یہ بھی کہ عام لوگ اعلیٰ مقصد کے حصول میں اِس کا مطالعہ کریں اور نیک انسان کے نعمتِ ہدایت اور رحمت کے فیوض وبرکات دیکھ کر یہ احساسِ ان میں اُجاگر ہو جائے کہ انکارِ آخرت کی غیر ذِمّہ داری کے مقابلے میں وہ حیات ہر اعتبار سے بہتر ہے جو اقرارِ آخرت کی اَساس پر عمدہ طریق سے گذاری جائے اور یہ طرزِ عمل اور مطالعہ حق اُنہیں انکار سے ایمان کی طرف لے آئے گا۔

آیت ١٥١ تا ١٥٤ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ظلم ہے، والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کا رویّہ رکھتے ہوئے اُن پر احسان کرو مُفلسی کے سبب اولاد کے قتل کے مُرتکب نہ بنو، بے حیائی کے طریقۂ کار سے اجتناب برتو، جب گفتگو کرنی ہو تو انصاف کی بات کرو! خواہ معاملہ قرابت داری کا ہی کیوں نہ ہو! تکمیلِ عہد کی پابندی کرو، زندگی کے معاملات آسان کرنے کے لئے کج رَوی سے حتی المقدور بچو، رسمِ جاہلیّت سے کنارہ کَش رہو، دین کی اساسی بُنیادی باتوں کے قوانین اور ہدایت اپنانے سے انسان کے ضمیر کو توحید کا نور اور رُشد وہدایت کی زندگی ملتی ہے دین کا راستہ صراطِ مستقیم کا راستہ ہے۔ شرک ہر صورت کے اعتبار سے حرام اور ناجائز ہے۔

فحاشی کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں کوئی پاکیزہ خاندان معاشرہ جلا نہیں پاسکتا، فحاشی ظاہری ہو یا مخفی ہو اس کے لئے اسلام عفت، اور پاکیزہ حسن وعمل کی دعوت دیتا ہے فحاشی زنا کی دعوت دیتی ہے۔ فحاشی کا دائرۂ کار میں نمائشِ حُسن، بے پردگی، ہنسی مذاق، بے ہُودہ حرکات وسکنات، اختلاط مرد وزن، پوشیدہ انداز میں اور عیاں انداز میں، دورِ جدید میں عارض وگیسُو سے، نگاہوں کے نشتر سے دعوتِ گُناہ دی جاتی ہے۔ لب ورُخسار کی جنبش گناہ کی طرف مائل کر دیتی ہے، بے حجابی آزارِ دل ہے عورتوں نے تہذیب نو کی معاشرت کو بگاڑنے میں اہم اندازِ فکر وگناہ اپنائے ہوئے ہیں، عورت کا بے پردہ ہونا آج کل کے معاشرے میں عام ہے۔ عورت سے حجاب چھن گیا ہے اور مرد سے غیرت وحَمیّت چھن گئی ہے۔ چنانچہ اکبر الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے:

بے پردہ کل نظر آئیں چند بیبیاں ☆ اکبر زمین میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا ☆ کہنے لگیں کہ عقل پہ مَردوں کی پڑ گیا

Marfat.com

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾

اور یہ برکت والی کتاب ہم نے نازل کی ہے سو اس کی پیروی اختیار کرو اور اللہ سے ڈرو پرہیز گاری اپناؤ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔(۱۵۵)

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾

تاکہ یہ نہ کہہ سکو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں کے مابین اُتاری گئی تھی اور ہم تو اس سے بے خبر تھے کہ وہ کیا پڑھتے پڑھاتے تھے۔(۱۵۶)

اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

تاکہ یہ نہ کہہ سکو کہ اگر کتاب نازل کی گئی ہوتی ہم پر تو ہم اور زیادہ ہدایت پانے والے ہوتے سو اب تمہارے پاس ربّ کی طرف سے صاف صاف روشن دلیل، رہنمائی کا ذریعہ اور رحمت آگئی ہے اب تم ہی بتاؤ بھلا اس سے بُرا کون ہوگا جو آیاتِ ربانی کو جھٹلائے اور اُن سے منہ پھیرے۔ ہم جلد ہی اِن لوگوں کو جو ہماری آیات سے اعراض اختیار کر رہے ہیں اس رُوگردانی طرزِ تغافل کی پاداش میں اُنہیں سخت سزا دیں گے۔(۱۵۷)

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

کیا اب یہ لوگ اس بات کے مُنتظر ہیں کہ اُن کے اُوپر فرشتے آئیں یا تمہارا پروردگار ہی آجائے یا آپ کے ربّ کی نشانیوں میں سے کوئی بڑی نشانی/اور کوئی آیت آئے جس دن آپ کے رب کی کوئی نشانی نمودار ہوگی پھر کسی آدمی/جان کو ایمان لانا کام/فائدہ نہ دے گا۔ جو پہلے ایمان نہ لایا تھا یا اُس نے اپنے ایمان میں کوئی اچھا نیک عمل نہ کیا ہو۔ (اے حبیب ﷺ)! آپ کہہ دیجئے ایسے لمحات/گھڑی آنے کا تم بھی انتظار کرو ہم بھی ان ساعتوں کے منتظر ہیں۔(۱۵۸)

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

بلاشبہ جن لوگوں نے اپنے اپنے دین میں جدا جدا راہیں تلاش کیں اور گروہ در گروہ ہو گئے/آپس میں پھوٹ ڈال کر بٹ گئے (اے نبی ﷺ)! اب آپ کا اُن سے تعلق ربط/واسطہ نہیں! اُن کا معاملہ اللہ ہی کے سپرد/حوالے ہے پھر اللہ ہی اُن کو بتائے گا وہ کیا کچھ عمل سرانجام دیتے رہے ہیں۔(۱۵۹)

الفاظ ومعانی آیت ۱۵۵ تا ۱۵۹

﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ﴾ اور یہ کتاب قرآنِ حمید ہے اُتاری ہے ہم نے یہ بڑے نفع کی ہے اس میں دین ودنیا کی برکتیں اور بھلائیاں ہیں۔ ﴿فَاتَّبِعُوْهُ﴾ پس پیروی کرو اس پر عمل پیرا ہو۔ ﴿اِتَّبِعُوْهُ﴾ اتباع سے امر جمع مذکر حاضر۔ ضمیر واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿وَاتَّقُوْا﴾ اور تم ڈرو اس کی مخالفت سے۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ تاکہ تم پر رحم کیا جائے

اس کی متابعت کے سبب سے۔ ﴿وَاِنْ كُنَّا﴾ اور یہ کہ ہم۔ ﴿عَنْ دِرَاسَتِهِمْ﴾ اس کے پڑھنے سے دِراسة، درس، یَدرسُ سے، مَصدر مضاف ہے قواعد کے لحاظ سے۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب ہے۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿لَغٰفِلِيْنَ﴾ بے خبر، یعنی ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا پڑھتے ہیں۔ اس واسطے کہ وہ کتاب ہماری زبان میں نہیں ہے قرآن کو بزبانِ عربی اُتار کر اِس عذر کو ختم کر دیا گیا۔ ﴿فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ پس تمہارے پاس واضح دلیل ربّ کی طرف سے آئی یعنی قرآن کو تمہاری زبان میں اُتارا۔ ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ﴾ پھر کون شخص ہے بڑا ظالم۔

﴿مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا﴾ اس شخص سے جو جھوٹ جانے آیاتِ ربّانی کو، تکذیب اور اعراض کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ ﴿وَصَدَفَ﴾ اُس نے منہ موڑا اس نے پہلوتہی کی فعل ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن) صَدَفَ کے معنی سخت رُوگردانی کرنے کے ہیں۔ ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ کیا یہ لوگ اہلِ مکہ ایمان لانے میں اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ موت کے فرشتے اُن کی رُوح قبض کرنے کو پہنچیں۔

﴿اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ﴾ یا خود تمہارا پروردگار آئے یعنی قیامت واقع ہو جائے اور وہ باری تعالیٰ کے رُوبرو پیش کیے جائیں ان آیات سے علامات قیامت مُراد ہیں ان نشانیوں میں دجّال اور دابۃ الارض کا نکلنا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا نزول اور امام مہدی کا ظہور، یاجوج ماجوج کا ظاہر ہونا اور مغرب سے سورج کا طلوع ہونا ہے۔ ﴿بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ﴾ جس دن آئیں گی بعض نشانیاں تیرے ربّ کی، نشانیاں سامنے آجانے کے بعد درِ توبہ بند ہو جائے گا جو شخص پہلے ایمان نہیں لایا اب ایمان لائے گا تو اس کا ایمان مقبول نہیں ہوگا اور اس وقت کا ایمان اضطراری ہوگا تو اسی سبب سے ﴿لَا يَنْفَعُ﴾ نہ فائدہ کرے گا۔ ﴿نَفْسًا﴾ کسی جان کو۔ ﴿اِيْمَانُهَا﴾ ایمان اُس کا۔

﴿لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا﴾ نہ تھا ایمان لایا ہوا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے اور آج ایمان لاتا ہے اور نہ کی تھی ایمان کے ساتھ نیکی۔ بعض مُفسرین کا خیال ہے خیر سے اخلاص مُراد ہے جس طرح کافر کا ایمان اُس دن فائدہ نہ دے گا اسی طرح بے اخلاص آدمی یعنی منافق کا ایمان اُس روز سود مند نہ ہوگا۔ (بحوالہ تفسیر قادری از مولوی فخر الدینؒ)

امام حسن بصریؒ نے کہا کہ "مغرب سے سورج نکلنے سے پہلے جو شخص ایمان نہ رکھتا تھا اور اس نے خیر نہ کی ہوگی جب یہ نشانی دیکھ لے گا پھر نیک عمل کرے گا وہ قبول نہ ہوگا"۔

معالم التنزل میں لکھا ہے کہ "اس دن نہ کافر کا ایمان قبول ہوگا اور نہ فاسق کی توبہ"۔ ﴿قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾ (اے حبیب ﷺ) کہہ دیجئے انتظار کر وان نشانیوں کا ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔ ﴿انْتَظِرُوْٓا﴾ تم راہ دیکھو۔ اِنتظارٌ سے فعل امر جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ﴾ جن لوگوں نے پراگندہ کیا اپنا دین، بعض تو انبیاء اور بعض کتابوں پر ایمان لے آئے اور بعض تو کافر ہو گئے۔ ﴿وَكَانُوْا شِيَعًا﴾ اور وہ ہو گئے گروہ در گروہ جیسے یہود اُن کے اکہتر (۷۱) فرقے تھے اور نصاریٰ جن کے بہتر (۷۲) فرقے تھے۔ شِیَعًا کے معنی گروہ بندی اور فرقے ہیں۔ ﴿اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ﴾ سوائے اس کے کہ اُن کا کام باری تعالیٰ کے سپرد ہے۔ ﴿ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ پھر وہی اُن کو بتائے گا کہ جو کچھ وہ کرتے تھے۔ اِس آیتِ مبارکہ میں غلط روش اپنانے کا اللہ کے رسول سے کوئی تعلق نہیں ہے اس بارے میں اللہ جَلَّ شانہٗ نے

Marfat.com

فیصلہ کیا ہے کہ روزِ قیامت میں وہی اُن کو سزا دیں گے۔ باری تعالیٰ اُن سے حساب لینے والا ہے اِن تمام اُمور و معاملات کا جو وہ کرتے ہیں۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۵۵ تا ۱۵۹

آیت ۱۵۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ اور اب یہ کتاب قرآنِ حمید فیض برکت و رحمت ہے، اس میں دین و دنیا کی برکتیں اور انعامات ہیں کتبِ سابقہ کا دور اختتام پذیر ہوا۔ وہ بھی ربِّ جلیل کی نازل کردہ کتابیں تھیں اُن کا انکار نہیں کیا جائے گا مگر اُن پر عمل کا دور بیت چکا۔ اب تو برکت کا منبع نورِ قرآنِ کریم کی پیروی میں مُضمر ہے اب اللہ کی عظمت دل و جان سے کی جائے تاکہ رحم کے مستحق بنو جو لوگ آخرت پر یقین کامل رکھتے ہیں وہ اِس کتاب پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور اُن کی صفت یہ ہے کہ اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں، یہاں لفظ مُبارَکٌ اسلامی نظریہ نظام ہائے زندگی کی ہمہ گیری کا مظہر ہے حکم دیا جارہا ہے کہ اس شرعی نظام زندگی کی فرمانبرداری اختیار کرو، اللہ کی رحمتِ کاملہ پانا ہے تو اس کتاب کی پیروی کو اپنا شعار اور معیارِ زندگی بناؤ۔ اب اَتمامِ حُجت کو منسوخ اور باطل کر دیا گیا، زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کی بابت ہدایات اس میں موجود نہ ہوں اس کتاب کی اتباع کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

آیت ۱۵۶ میں وضاحت کے ساتھ مُشرکین سے خطاب ہے کہ تمہاری ہدایت اور راہنمائی کی خاطر یہ کتابِ رُشد و ہدایت نازل کی گئی ہے، کہیں تم یہ نہ کہنا کتابیں تو صرف یہود اور نصاریٰ پر اُتاری گئی تھیں یہ کتاب، حکمت و دانائی اس لئے نازل کی گئی ہے کہ یومِ قیامت تم اپنی کُوتاہیوں، گمراہیوں اور ضَلالت کے سبب یہ عذر نہ کرو کہ اللہ کی طرف سے کتابیں صرف یہود اور نصاریٰ پر آئیں تھیں جنہیں ہم پڑھنے سے قطعی قاصر تھے، بے خبر تھے اس لئے ہم ایمان نہیں لائے۔

آیت ۱۵۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ اگر ہمارے پاس ہماری زبان میں کتاب اُترتی تو ہم ضرور ایمان لاتے اور ہدایت پاتے، اب تو کتاب ہمارے پاس آگئی ہے اور رسول ﷺ بھی جلوہ فگن ہو گئے ہیں یہ رسول ﷺ تو تمام جہاں والوں کے لئے نورِ ہدایت لے کر آئے ہیں لوگ جس تاریکی اور ظلمت میں ڈوبے ہوئے ہیں اُن کے لئے یہ سرچشمۂ نور و دلیلِ روشن ہے اور جن مصیبتوں سے یہ دوچار ہیں اُن سے نجات کے لئے باعثِ رحمت ہے دنیا کے لئے اور آخرت کے لئے۔ اب تم خود ہی بتاؤ تو سہی! اس سے زیادہ زیاں کار اور ظالم اور کون ہے؟ ایک تو تم اس کتاب پر ایمان نہیں لاتے، کتراتے ہو، گریز کرتے ہو۔ دوسری سِتم ظریفی تمہاری یہ کہ تم دوسروں کو بھی ایمان قبول کرنے سے روکتے ہو، یہ کتاب تو سیدھی ہدایت اور فلاح کی دعوتِ فکر دیتی ہے اور تم ایسے سِتم گر ہو کہ بہ نفس نفیس خود اور دیگر لوگوں کو اس کتاب کی سعادت و برکت سے محروم کر رہے ہو اور جو لوگ ہماری آیات سے بے اعتنائی برتتے ہیں ان آیات سے منہ موڑتے ہیں وہ بدترین سزا پائیں گے۔

آیت ۱۵۸ میں بتایا جارہا ہے کہ قرآنِ حمید کا نازل ہونا اور بعثتِ خاتم النبیین ﷺ اِس قدر روشن دلائل ہیں۔ اب ان کم نصیبوں کو اس پر ایمان کامل لانا نصیب نہیں ہوا تو کیا وہ ساعتِ قیامت کے منتظر ہیں کہ موت کا فرشتہ آئے اور ان کی رُوح کو قبض کرے، قیامت بَرپا ہو جائے خود باری تعالیٰ کُرسی عدالت پر جلوہ فگن ہو ایسے وقت میں کافروں نے مان بھی لیا تو کیا

Marfat.com

حاصل۔ اس وقت ایمان کا قبول کر لینا کوئی سود مند نہیں ہوگا اب تسلیم کرنے کا کیا حاصل! چنانچہ اس مفہوم کو آیت ۱۸ سورۂ محمد پارہ ۲۶ حٰمٓ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ۝۱۸

''تو کیا یہ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ اُن کے پاس اچانک آجائے اُس کی نشانیاں اور علامات تو آچکی ہیں جب قیامت کی گھڑی اُن پر آجائے گی تو اُن کو اُس وقت نصیحت مان لینے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا آثارِ قیامت کی نشانیاں دیکھ لینے کے بعد اہلِ کفر توبہ کر لیں اور ایمان قبول کر لیں تو بھلا اس سے کچھ نفع نہیں''۔

بتایا جا رہا ہے کہ اے حبیب (ﷺ)! آپ اِن نہ ماننے والوں سے کہہ دیجئے! اللہ کی اتمامِ حجت دلیل پوری ہونے کے بعد اگر تم منتظرِ قیامت ہو تو انتظار کرو تمہارے ساتھ اللہ کیا معاملہ کرتا ہے۔ ہم بھی اس کا انتظار کرتے ہیں۔

آیت ۱۵۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا، فساد برپا کر کے آپس میں تقسیم ہوگئے ان کا تعلق باہم حضرت محمد ﷺ سے نہیں رہا، یہ بڑی اندوہناک خبر ہے جو لوگ اصل دین میں نئی نئی راہیں تلاش کر کے فرقہ بندی کا شکار ہو جاتے ہیں اور بدعت میں گرفتارِ بلا ہو جاتے ہیں وہ ضَلالت کے سبب رسول اللہ ﷺ کی شفقت اور نظرِ عنایت و کرم سے بھی محروم ہو جاتے ہیں یہ اتنی تکلیف دہ اور اتنی بڑی مصیبت ہے کہ جس کا کوئی مداوا نہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کا معاملہ باری تعالیٰ کے سپرد ہے۔ ❶ مسلمان پر لازم ہے بدعت اور تفرقہ بازی سے اجتناب کرے۔ ❷ اور دین میں، استحکام دین کی خاطر متحد رہے معمولی معمولی باتوں کو نظر انداز کر دینا چاہیے تا کہ اُمّت کا شیرازہ منتشر نہ ہونے پائے دین میں اُلجھن شرک کرنے اور بدعت اپنانے سے ہوتی ہے۔ ایسا کرنے سے توحید و رسالت کے عقائد میں تفاوُت پیدا ہوتا ہے اور فرقے معرضِ وجود میں آجاتے ہیں اور ہر فرقہ گروہ بندی میں منقسم ہو جاتا ہے جو ایک اچھی علامت نہیں ہے۔ جو فرد و بشر اصل دین کی پیروی کر رہا ہے اس کے لئے ناگزیر ہے کہ اِن تمام تر گروہ بندیوں سے دُور ہو جائے اور ایک ہی راستہ صراطِ مستقیم کو اپنائے۔

آیت ۱۵۵ تا ۱۵۹ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

قرآنِ کریم میں دین و دنیا کی برکتیں، رحمتیں اور بھلائیاں ہیں، اِس کتاب میں زندگی کے تمام تر اُمور کی تفصیلات موجود ہیں، زندگی کا کوئی گوشہ، کوئی پہلو، ایسا نہیں جس کی بابت، اس میں ہدایات نہ پائی جاتی ہوں یہ اس لئے کہ تم خود اپنے لئے قانون وضع کرنے کے محتاج ہو جاؤ قرآن کے احکامات پر عمل کو اپنی حیات کا ''سرمایۂ حیات سمجھو''۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی کہ ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں پیغام دے کر بھیجا گیا اور جب آخری رسالت دُنیا کو ملی تو محمد ﷺ کو تمام اقوامِ عالم کی طرف جلوہ فگن کیا حضور ﷺ تمام انسانوں کے لئے آخری رسول ہیں ان کو تمام انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا۔

---

❶ ......وہی کچھ بتائے گا اُنہوں نے کیا کچھ عمل کیا ہے؟ ''وہی کچھ بتائے گا'' کا مفہوم یہ ہے کہ عمل کے مطابق جزا اور سزا دینا ہے۔

❷ ......آیت ۱۰۳ سورۂ آلِ عمران پارہ ۴ لَنْ تَنَالُوا میں ارشادِ ربّی ہے: ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا'' ''اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو سب ساتھ مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو'' سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رہو کا سبق دے کر واضح کر دیا کہ نجات بھی اِس اصول پر ہے اور اتحاد بھی اسی اصول پر قائم ہو سکتا ہے اور رہ سکتا ہے۔

Marfat.com

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

جو کوئی ایک نیکی لائے تو اس کے لئے دس گنا اجر ہے اور جو کوئی بُرائی / بدی لے کر آئے گا تو اس کے لئے مساوی / برابر ہی قصور کی سزا ملے گی اور اُن پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ (۱۶۰)

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾

(اے حبیب ﷺ)! آپ کہہ دیجئے! میرے رَبّ نے مجھ کو ہدایت دی، سیدھی راہ کی وہ ہی ایک مضبوط اور قائم رہنے والا دین ہے یہ طریقہ ابراہیم علیہ السلام کا ہے جو باطل سے جُدا ہو کر صرف حق کی طرف مائل تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ (۱۶۱)

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾

(اے حبیب ﷺ)! آپ کہہ دیجئے! بے شک میری نماز، میری قربانیاں / عبادات اور میرا مرنا اور جینا سب کچھ اللہ کے لئے ہے جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا۔ (۱۶۲)

لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾

کوئی شریک نہیں اُس کا اور مجھ کو اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اطاعت کے لئے سرِ تسلیم خم کرنے والوں میں مسلمان ہوں۔ (۱۶۳)

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو مَعبودِ برحق بنانے کے لئے تلاش کروں، حالانکہ وہی مالک ہے ہر چیز کا اور جو کوئی گناہ سَرزد کرتا ہے سو وہ اسی کے ذمّہ پر ہے / اس قصور کا وبال اسی پر پڑے گا اور کوئی بھی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا، پھر تم سب کو اللہ کی طرف پلٹ / لوٹ کر جانا ہے سو وہ تمہیں بتائے گا جن اُمور پر تم اختلاف کرتے تھے۔ (۱۶۴)

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۡ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾

اور وہی اللہ ہے جس نے تمہیں زمین پر نائب / اپنا خلیفہ بنایا اور تم میں سے ایک دوسرے کو درجوں میں فَوقیت دی تاکہ تمہیں آزمائے اُس چیز میں جو تمہیں عطا کی ہے / اپنے دیئے ہوئے حکموں میں بے شک! آپ (ﷺ) کا رَبّ جلد عذاب دینے والا ہے اور بلا شبہ وہ بڑا بخشنے والا مہربان / رحم کرنے والا ہے۔ (۱۶۵)

الفاظ و معانی آیت ۱۶۰ تا ۱۶۵

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ اور جو کوئی آئے ساتھ نیکی کے یعنی نیکی کرے تو اس کے واسطے وہی حصے ہیں مانند اس کے دس نیکیاں ہیں۔ بحر الحقائق میں تحریر ہے: ”(۱) ایک نیکی عدم سے موجود کرنا۔ (۲) دوسری اچھی ترکیب پر پیدا کرنا۔ (۳) ترتیب۔ (۴) رزق۔ (۵) رسولوں کو بھیجنا۔ (۶) کتابوں کا نزول۔ (۷) نیکیاں اور بُرائیاں بیان کرنا۔ (۸) توفیق۔ (۹) اخلاص۔ (۱۰) نیکی قبول کرنا۔“ جب تک یہ دس نیکیاں پیدا نہ ہو جائیں اس وقت تک کوئی شخص کوئی نیکی کر ہی نہیں سکتا۔ جو

شخص ایک نیکی کرتا ہے دس نیکیوں کا ثواب پاتا ہے۔ ﴿حَسَنَۃِ﴾ نیکی، خوبی، بھلائی، نعمت۔ (بحوالہ قاموس القرآن)
﴿وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا﴾ اور جو کوئی ساتھ لائے بُرائی یا بُرے کام، پس جزا نہ دیا جائے گا مگر مانند اس کے ایک کے بدلے ایک۔ ﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ اور جو نیکی یا بدی والے ہیں ظلم نہ کئے جائیں گے ثواب کی کمی اور عذاب کی زیادتی کے سبب اس آیت میں آخرت کی جزا اور سزا کا ایک مکمل ضابطہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص نیکی کرے گا اس کو دس گنا اجر ملے گا اور جو ایک گناہ کا مُرتکب ہوگا اُس کا بدلہ صرف ایک گناہ کے برابر ہو جائے گا۔ (صحیح بخاری شریف، مسلم شریف) اور نسائی اور مسند احمد میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمہارا ربّ رحیم ہے جو شخص کسی نیک کام کرنے کی نیّت کرے تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے خواہ عمل کرنے کی نوبت نہ آئے اور پھر جب وہ اس کام کو کرلے تو دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں جو شخص کسی گناہ کا ارادہ کرے مگر اس کے بعد اس پر عمل نہ کرے تو اس کے لئے بھی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور گناہ سرزد ہو جائے تو ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔ ﴿بِالسَّيِّئَةِ﴾ بُرائی، گناہ۔ سیئہ اور حسنہ کی دو قسمیں ہیں شرعًا ناپسندیدہ اور پسندیدہ اور طبعًا ناپسندیدہ، پسندیدہ قرآن حکیم میں ان دونوں کا استعمال ہوا ہے۔ (بحوالہ مفردات)

آپ کہہ دیجئے اے محمد! (ﷺ) اس قوم کو جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا۔ ﴿اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ﴾ بالیقین ہدایت دی میرے ربّ نے۔ ﴿هَدٰىنِیْ﴾ اس نے مجھے دکھایا سیدھا راستہ هِدَايَةٌ فعل ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔
﴿اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ طرف راہِ راست کے، اس میں اشارہ لطیف یہ ہے کہ میں نے اپنے خیالات اور آباؤ اجداد کے رسم ورواج کے تابع ہو کر یہ راستہ اپنایا بلکہ راستہ اللہ سُبحانہٗ تعالیٰ کا بتایا ہوا ہے اور اس کی شان رَبوبیّت اِس بات کی مُتقاضی ہے کہ وہ درست راہِ ہدایت بتائے۔ ﴿دِيْنًا قِيَمًا﴾ یعنی مضبوط، مستحکم، درست دین۔
﴿مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ﴾ کہ وہ ملّتِ ابراہیم ہے احوالِ حال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سب ادیان سے اس دین کی طرف مائل تھے کہ وہ توحید باری تعالیٰ ہے اس میں لفظ قِيَمٌ مصدر ہے، قیام کے معنی میں آتا ہے۔
﴿وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ اور وہ نہ تھے مشرکین میں سے یعنی بُت پرستوں اور یہود و نصاریٰ میں سے۔ موجودہ فرقوں میں سے یہودی اور نصرانی اور مُشرکینِ عرب آپس میں خواہ کسی قدر میں مختلف ہوں وہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت اور امامت پر متفق ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو غیر اللہ کی عبادت سے اپنے آپ کو دُور رکھا اور شرک سے اُنہیں نفرت تھی جب کہ دیگر لوگ شرک میں مُبتلا ہو گئے تھے۔ سِتم ظریفی تو دیکھئے یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کو اور مُشرکینِ عرب نے تو پتھر کے ہزاروں صنم کو خدائی شریک جان لیا، کسی کو اب اس بات کا استحقاق نہیں رہا کہ وہ ملّتِ ابراہیمی کا پیرو ہے البتہ یہ حق صرف اور صرف مسلمان کو حاصل تھا جو شرک اور کُفر سے دُور بھی ہے اور بیزار بھی ہے ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ﴾ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے! کہ بے شک نماز میری ﴿وَنُسُكِیْ﴾ اور قربانی میری یا میرا حج (نُسُک کے معنی قربانی کے ہوتے ہیں اور حج کے ہر رُکنِ فعل کو نُسُک سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اعمالِ حج کو مناسکِ حج کہتے ہیں یہ لفظ عبادت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔) ﴿وَمَحْيَایَ﴾ میرا جینا اور زندگی میں یعنی زندگی کے جس کام پر ہوں۔ اسمِ مفرد واحد متکلم قواعد کے مطابق۔ ﴿وَمَمَاتِیْ﴾ اور وہ چیز جس میں میرا مرنا ہوا طاعت اور ایمان ﴿لِلّٰهِ﴾

Marfat.com

سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ ﴿ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا یہاں پر نماز اور تمام عبادت کا حق سبحانہٗ تعالیٰ کے لئے ہونا واضح ہے اِس میں شرک وریا کسی کا بھی تعلق نہیں! گویا اقرارِ حقیقت تو یہ ہے کہ زندگی اور موت اللہ کے دائرۂ قدرت میں ہے تو حیاتِ جاودانی کے اعمال اور عبادات بھی اِسی ذاتِ واحد کے لئے لازم اور مختص ہیں۔

﴿ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ﴾ کوئی شریک نہیں اُس کی ذات میں یعنی میں اپنی عبادات میں کسی اور کو اللہ کا شریک نہیں کرتا بُت پرستوں کی طرح۔ اور قربانی اللہ کے نام پر کرتا ہوں کسی غیر اللہ کے نام پر نہیں۔

میں برملا اظہارِ حق کرتا ہوں لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ میں حاضر ہوں اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں ان کلموں سے اپنے آپ کو اور اپنے کاموں کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں، یعنی جو کچھ کرتا ہوں اور کہتا ہوں اور رکھتا ہوں اللہ کے واسطے ہے۔

﴿ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ ﴾ گویا مجھے باری تعالیٰ کی طرف سے اسی قول وقرار اور اخلاصِ عمل کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ اور میں سب سے پہلے فرمانبردار مسلمان ہوں، ہر اُمّت کا پہلا مسلمان خود بھی وہ نبی یا رسول ہوتا ہے جس پر وحی رشریعت کا نزول ہوتا ہے۔ جب اہلِ کفر نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس اَمر میں مُبالغہ کیا کہ ہمارے دین کی طرف رجوع کرو تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

﴿ قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا ﴾ اے محمد (ﷺ!) کہہ دیجئے کیا میں اللہ کے سوا ڈھونڈوں کوئی اور رَبّ اور عبادت میں اسے شریک ٹھہراؤں۔ ﴿ وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ ﴾ اور حال یہ ہے کہ اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے سب چیزوں کا تو ماسوا اُس کے مخلوق اور مربوب ہیں اور مربوب رَبوبیّت کے واسطے سزاوار نہیں ہوتا ہے۔ ﴿ اَبْغِیْ ﴾ میں تلاش کروں بَغی سے فعل مضارع واحد متکلم قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ﴾ اور نہیں کماتا کوئی نفس بُرائیوں میں سے۔ ﴿ اِلَّا عَلَیْهَا ﴾ مگر وبال اُس کا اُسی پر پڑتا ہے۔ ولید بن مغیرہ عرب کے سردار سے مخاطب ہو کر کہتا تھا تم میری متابعت کرو تمہارے گناہ میری گردن پر ہیں تو حق تعالیٰ نے فرمایا۔ ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ ﴾ اور نہ اُٹھائے گا کوئی اُٹھانے والا۔ ﴿ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴾ بوجھ رگناہ دوسروں کے یعنی ہر ایک اپنے ہی گناہ کا عذاب پائے گا رکھینچے گا۔ ﴿ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ ﴾ پھر تمہارے رَبّ کی طرف۔ ﴿ مَّرْجِعُكُمْ ﴾ پھر جانا تمہارا رجوع ہونا اللہ کی طرف۔ ﴿ فَیُنَبِّئُكُمْ ﴾ پھر تمہیں آخرت میں جزاء دے گا ربتائے گا۔

﴿ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴾ جن جن باتوں پر تم اختلاف کرتے تھے۔ دنیا میں وہ چیز اُمورِ دینیہ میں سے ہے اس کا حق اور باطل ہونا تم پر ظاہر کر دے گا۔ اِس آیتِ مبارکہ کے مطالعہ سے سبق ملا کہ قیامت کے معاملہ کو گیتی کائنات کے رنگ وبو میں قیاس نہ کرو یہاں کوئی آدمی جُرم کا ارتکاب کر کے کسی دوسرے کے ذِمّہ ڈال سکتا ہے خصوصاً دوسرا بھی راضی ہو مگر اللہ کی عدالت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں وہاں ایک کے گناہ میں دوسرے کی سَرزَنش نہیں ہوگی مَاحصل بات کا یہ کہ زبان کو قابو میں رکھ کر کج بحثی سے بچو اور اپنے انجام کی فکر میں مُنہمک رہو۔ سب کو آخر کار اپنے رَبّ کی طرف جانا ہے۔ ﴿ وازرة ﴾ پُشت پر بوجھ اُٹھانے والا آدمی وِزرٌ مصدر سے اِسم فاعل واحد مؤنث۔ ﴿ وِزْرٌ ﴾ گناہ کا بوجھ اسم مفرد۔ اَوْزَارٌ جمع۔

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ ﴾ اور وہ ہے جس نے کہ تمہیں بنایا اے لوگو!۔ ﴿ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ ﴾ جانشین زمین میں۔ خلائف خلیفہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی کا قائم مقام گویا آپ کو اے محمد! (ﷺ) اگلی اُمّتوں کا خلیفہ کیا۔

Marfat.com

﴿ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ ﴾ اور بلند کیا بعضے کو تم سے بعض پر اور درجوں میں بزرگی اور مال داری وغیرہ دی، تم میں سے کوئی مُفلس ہے، کوئی صاحبِ ثروت، کوئی باعزّت وپُروقار ہے اور کوئی رُسوا اور ذلیل۔ ﴿ لِيَبْلُوَكُمْ ﴾ تاکہ تمہیں آزمائے۔ ﴿ مَآ اٰتٰكُمْ ﴾ اس میں سے جو کچھ دیا، تاکہ جاہ ومال سے مال داروں کا شکر اور فقیروں کا صبر کھل جائے تاکہ پتہ چل جائے اس میں تمہارا کیا عمل پوشیدہ ہے شکر گزاری اور اطاعت کا، شکر اور ناشکری کا۔

﴿ اِنَّ رَبَّكَ ﴾ بے شک آپ کا ربّ۔ ﴿ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ﴾ جلدی عذاب کرنے والا ہے۔ ﴿ وَاِنَّهٗ ﴾ اور بے شک وہ۔ ﴿ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ البتہ بخشنے والا مہربان ہے شکر گزاروں اور صابروں پر۔

تشریح وتوضیحات آیت ١٦٠ تا ١٦٥

آیت ١٦٠ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ یہ باری تعالیٰ کی شانِ کریمی کا اعجاز ہے کہ ہر نیکی پر کم از کم دس گُنا اجر وثواب دیا جاتا ہے اور زیادہ جس قدر باری تعالیٰ کا کرم خاص ہو جائے ہر وہ اُمر جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے لئے کیا جائے نیکی میں شمار ہوتا ہے اور اگر کسی سے گناہ سرزد ہو گیا تو گناہ کے مُرتکب کو صرف اپنے جُرم کے مطابق سزا دی جائے گی کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا نہ کسی کے نیک عمل کے صلے میں تخفیف کا امکان ہے نہ کسی کے فعلِ بد سرانجام دینے میں اس سے زائد سزا کا اِحتمال ہے۔

آیت ١٦١ میں بتایا جا رہا ہے کہ اللہ سُبحانہٗ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو سیدھے رستے سے ہمکنار کر دیا ہے نزُولِ وحی کا فیض زندگی کی بہترین راہیں اور نعمتیں عطا کر رہا ہے، عقائد سے لے کر اعمال کی حد تک، زندگی اور لحد کی منزل طے کرنے تک ہر بات کا اِدراک اور حکمت دانائی کا اندازہ سکھا دیا ربتا دیا اور دعوتِ توحید قبول کرنے کے بعد انسان عقل وخرد سے ایسے کام کر سکتا ہے جس سے روشن طرزِ زندگی کا عمل بطریقِ احسن پورا ہو سکتا ہے جس کی اساسِ عمل سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے رکھی تھی جو اخلاص کے ساتھ باری تعالیٰ سے ہی وابستہ تھے اور وہ شرک کرنے والے نہ تھے وہ یکسو ہو کر دعوتِ توحید کے داعی تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مُشرک وبُت پرست نہ تھے، مُشرکین کا یہ کہنا کہ وہ ملّت ابراہیمی پر قائم دائم ہیں باطل پر مبنی ہے۔

آیت ١٦٢ میں خطاب محمد رسول اللہ ﷺ سے ہے ارشاد ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کہہ دیجئے میری جسمانی اور مالی عبادات اور میری قربانیاں، میرا مرنا، میرا جینا سب اللہ کے لئے ہے، باری تعالیٰ ہی تمام جہانوں کا خالق اور مالک ہے اللہ کی رضا کے لئے سجدے میں سرِ تسلیم خم ہے میری ہر طرح کی نیازمندی اور عبادتوں کا ماحصل صرف اور صرف اللہ ہے اس کے ہر فیصلہ پر راضی بہ رضا ہوں، اس کا کوئی شریک نہیں نہ اس کی ذات میں اور نہ صفات میں۔

آیت ١٦٣ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ میں سب سے پہلا مسلم ہوں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: ''میری تخلیق سب انبیاء سے پہلے ہوئی اور بعثت سب کے بعد''۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

چشمِ فلک نے دیکھا روئے زمین پر حق سبحانہٗ تعالیٰ کا ایک بشر کس احساسِ شدّت سے اللہ کی بات کو تسلیم کر رہا ہے وہ کُفر جس کی تاریکی اور ظلمت روئے زمین پر بکھر رہی ہے وہ ختم ہونے کو ہے اب قلبِ انسان میں تجلّیات باری تعالیٰ کو روشن کرنے کے لئے نورِ مجسّم محمد ﷺ مبعوث ہوئے۔ آپ ﷺ نے دعوتِ توحید دی اور یہی دعوت اُلوہیت تمام اَنبیاء ورسل نے

دی چنانچہ باری تعالیٰ نے آیت ٢٥ سورۃ الانبیاء پارہ ١٧ اِقْتَرَبَ میں فرمادیا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿٢٥﴾

''اور آپ (ﷺ) سے پہلے جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف بھی یہی وحی اُتری کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں پس تم سب میری عبادت کرو''۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وَصیت کی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے آیت ١٣٢ پارہ ١ الٓمّٓ میں ہے:

﴿ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ ''پس تمہیں موت اسلام پر آنی چاہئے''۔

آیت ١٦٤ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا پروردگار بناؤں کیا وہ ہر چیز کا رَبّ نہیں ہے؟ اور جو کوئی عمل سرانجام دیتا ہے یا گناہ کا ارتکاب کرتا ہے وہ خود اس کا ذِمہ دار ہے کوئی دوسرا کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ اِس آیت میں مُشرکینِ مکّہ ولید بن مغیرہ کی اس بات کا جواب بتا دیا گیا جو رسولِ اکرم ﷺ اور عام مسلمانوں سے اس بات کا اعادہ کرتے تھے کہ تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ ''تو تمہارے تمام گناہ کا بار ہم اُٹھالیں گے'' یہ تو درحقیقت گمراہی کی طرف نشان دہی ہے گناہ تو جس شخص سے سرزَد ہوگا اُس کے نامۂ اعمال میں دائرہ تحریر میں آئے گا اور وہی سزا کا ذِمہ دار ہوگا چنانچہ اِس آیت کریمہ میں اس بات کی وضاحت کردی گئی ہے کہ ''یومِ قیامت کوئی شخص دوسرے کا بارِ گناہ نہیں اُٹھائے گا'' اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کا پورا پورا اہتمام اور انصرام فرمائے گا جس نے جو کچھ کیا ہوگا اس کا صلہ پائے گا بہرنوع سب ہی کو رَبّ ہی کے پاس رجوع ہونا ہے جہاں تمام معاملات حسن وعمل کا فیصلہ سنا دیا جائے گا کج بحثی سے اِجتناب کرو اور اپنے انجام کی فکر کرو۔

اِس آیت میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ باری تعالیٰ کا تم پر یہ فضل ہے کہ اس نے تمہیں حکمران بنا کر تفویض اختیارات سے سرفراز کیا اور یکے بعد دیگرے اُس کا وارث بنایا کیا تمہیں اس بات کا اِدراک نہیں ہے کہ زمین میں آباد ہونے والے تم پہلے لوگ نہیں ہوئے۔ گیتیٔ کائنات رنگ وبُو میں تم سے قبل بھی لوگ آباد تھے، مگر وہ راہیٔ عدم ہو گئے اور تمہیں یہاں کا جانشین بنا دیا گیا تاکہ تمہاری اِس دنیا میں آزمائش کی جائے تمہیں خلیفہ بنایا گیا نائب ہونے کی صورت میں کیا تمہارا طرزِ عمل ہے تمہیں حکمت و دانائی کے اُمور بتائے گئے اب دیکھنا یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کا دین نافذ کرتے ہو یا ایک حاکم ہونے کی صورت میں اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہو کہیں ظلم وبَربریّت کو اپنا کر اُن کے حقوق تو سَلب نہیں کرتے ہو ایک صاحبِ ثروت کے لئے اُس کا مال آزمائش ہے، ایک مُفلس کے لئے اس کے فقر کا امتحان ہے اِس امتحان میں کامیابی اور کامرانی کی کلید تمہارے پاس ہے اور وقتِ آزمائش ہے، احساسِ فکر کا وقت ہے کون اپنی ذِمہ داری کس طرح سرانجام دیتا ہے، تمہیں بھی یہاں سے جانا ہے۔ باری تعالیٰ عذاب میں گرفتار کرنا چاہے تو کوئی دیر نہیں لگتی، ساعتِ رحمت وبرکت کو غنیمت جانو! درِ توبہ کھلا ہوا ہے باری تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمائے گا، رَبّ کی اطاعت اپناؤ اللہ تعالیٰ تم پر رحمتِ انعام سے نوازے گا۔

فالحمدُ للہِ علی ذٰلک سورۃ الانعام ختم ہوئی

سلسلہ وار ترتیب ۷، ترتیب نزول ۳۹، آیات ۲۰۶، رکوع ۲۴

سُوْرَۃُ الْاَعْرَافِ ❶

یہ سورۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی کل حروف ۱۴۰۱۰، کلمات ۳۳۲۵

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے آغاز کرتا ہوں جو نہایت مہربان رحم والا ہے

الٓمّٓصٓ ۚ ﴿۱﴾

(اے محبوب ﷺ)! (حروف مقطعات اَ لَ مَ صَ) (۱)

کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْكَ فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲﴾

یہ کتاب جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے پس آپ (ﷺ) کے سینے میں کوئی تنگی رکوئی جھجک نہ ہونی چاہئے اس کے نزول سے غرض یہ ہے کہ آپ (ﷺ) اس سے منکرین کو ڈرائیں اور یہ نصیحت ہے ایمان والوں کے لیے۔ (۲)

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ ۗ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾

(اے لوگو!) پیروی اختیار کرو اُس کی جو تمہارے ربّ کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے ربّ کو چھوڑ کر دوسرے دوستوں رسرپرستوں کی اتباع نہ کرو! تم بہت ہی کم نصیحت پکڑتے رمانتے ہو۔ (۳)

وَكَمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَیَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ﴿۴﴾

اور کتنی بستیاں تھیں جنہیں ہم نے تباہ و برباد کردیا رہلاک کردیا، پس رات کے وقت عذاب آیا، یا اس وقت جب وہ دوپہر کو استراحت رقیلولہ کررہے تھے۔ (۴)

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۵﴾

سو جب ان پر ہمارا عذاب ٹوٹ پڑا تو کوئی نہ تھی آہ و بکاء پس اس کے سوا وہ کچھ نہ کہہ سکے، یہی بولے، بے شک ہم ظالم تھے۔ (۵)

الفاظ و معانی آیت ا تا ۵

﴿ الٓمّٓصٓ ﴾ اس کے معنٰی تو باری تعالیٰ کے علم میں ہیں ربّ جلیل اور اس کے رسول محمد ﷺ کے مابین یہ ایک راز ہے اُمّت کو اس کی ابلاغ نہیں دی گئی بلکہ اس کی جستجو کو بھی منع کیا گیا۔ (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ)

❶ ...... اس سورت کو اعراف اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی آیات ۴۶، ۴۷ میں اعراف اور اصحاب اعراف کا تذکرہ ہے یہ سورت ہجرت سے قبل نازل ہوئی اس سورت میں زیادہ مضامین آخرت اور رسالت کے بارے میں ہیں اس کا زمانۂ نزول وہی ہے جو سورۃ الانعام کا ہے اس سورت میں دعوتِ حق سے انکار اور بدعملی کرنے والوں کو اس کے نتائج سے آگاہ ہونے کی تلقین کی گئی ہے اور پند و نصیحت کے ذریعہ غفلت میں کھڑے ہوئے لوگوں کو بیدار کرنا ہے بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے بعد منافقانہ روش اختیار کرنا اور عہد توڑنا حق و باطل کو سمجھنے کے بعد باطل پرستش کا شعار اپنانے کا انجام ہے سورت کے آخر میں محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ ؓ کو حکمتِ تبلیغ کے بارے میں بتایا گیا ہے تحمل اور صبر اور ضبط سے کام لینے کی تلقین ہے۔

اُن میں سے ہر ایک حرف لطیف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام کی طرف، بعض حروف ناموں پر دلالت کرتے ہیں اور بعض افعال پر، دراصل یہ یوں ہوگا۔ اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ وَاَفْصَلُ یعنی میں اللہ ہوں اور بیان کرتا ہوں یا سب سے زیادہ جاننے والا ہوں اور حق کو باطل سے جُدا کرتا ہوں۔ ''تاویلات کاشی'' میں مذکور ہے کہ الف اشارہ ہے ذاتِ احدیت کی طرف اور لام عبارت ہے ذات سے صفت علم کے ساتھ، اور میم کنایہ ہے جامعیت سے، اسے معنیٰ محمدی سے موسوم کرتے ہیں اور صاد صورت محمدی ﷺ ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ ''صَادَ جَبَلُ بِمِلَّةٍ عَلَیْهِ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ'' اِس معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور حقائق سلمی میں کہا ہے کہ ''الف ازل ہے اور لام اَبد اور میم ازل اور اَبد کا مابین اور صاد اشارہ ہے ہر مُتصل کے اِتصال ❶ اور مُنفصل کے اِنفصال ❷ کی طرف حقیقت میں نہ اِتصال کو مجال گنجائش ہے اور نہ انفصال کو محل نمائش ہے''۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل مولانا فخر الدینؒ)

﴿كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْكَ ......الخ﴾ یہ قرآن ایک کتاب ہے جو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے اُتاری گئی ہے۔

﴿فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ﴾ پس چاہئے کہ اس کی وجہ سے آپ کا سینہ/دل میں تنگی نہ ہو اِس کی تبلیغ اور احکام پہنچانے میں کوئی امر خوف اور شاق نہ گزرے، لوگ اِس کی تکذیب کریں گے اور آپ کو ایذا پہنچائیں گے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

﴿حَرَجٌ مِّنْهُ﴾ لفظ حرج حــرجة سے اخذ کیا گیا ہے۔ حرج گھنی جھاڑیوں کو کہا جاتا ہے جس میں سے گذرنا، دشوار ہوتا ہے۔ (بحوالہ المنار) چونکہ مخالفتوں اور زحمتوں کے مابین اپنا راستہ صاف نہ پاکر انسان قدرے پریشان کھڑا ہو جاتا ہے اس لئے حرج کو ''تنگیٔ دل'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

اِس جگہ تنگیٔ دل کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن اور احکام اسلام کو سن کر جو لوگ ایمان نہ لاتے تو آپ کی خاطرِ معصوم پر یہ بات گراں گزرتی۔ چنانچہ اِسی مضمون کو آیت ۹۷ سورۃ الحجر پارہ ۱۴ رُبَمَا میں بیان کیا گیا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾

''اور اے محمد (ﷺ)! ہمیں یہ بخوبی علم ہے کہ اُن کی باتوں سے آپ ﷺ کا دل تنگ ہوتا ہے''۔

چنانچہ واضح کر دیا گیا کہ محمد ﷺ کا فرضِ منصبی تبلیغ کرنا اور دعوتِ دین و دنیا ہے جب آپ ﷺ نے اِس کام کی تکمیل کر دی تو فکرمندی کی ضرورت نہیں کون مسلمان ہوا اور کون نہیں ہوا۔ ﴿لِتُنْذِرَ بِهٖ﴾ تا کہ آپ ڈرائیں کافروں کو۔

﴿وَذِكْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ذکریٰ کا معنیٰ صرف یاد کرانا ہے۔ (بحوالہ مفردات راغب) ذَكَـرَ اس نے یاد کیا الـذکـر سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ (بحوالہ قاموس القرآن) تا کہ نصیحت کی جائے اور نصیحت بھی مومنوں کو۔

﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا﴾ اور پیروی نہ اختیار کرو۔ ﴿مِنْ دُوْنِهٖ﴾ سوائے کتابِ الٰہی کے۔ ﴿اَوْلِیَآءَ﴾ دوست، احباب، مدد کرنیوالے، کارساز لوگ، اس کا واحد ولی ہے۔ (قاموس القرآن) یہاں اَوْلِیَـآءَ سے مُرادبت ہے کہ کافر لوگ اُنہیں دوست

❶......اتصال ع مذکر، انفصال کی ضد، اصطلاح میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ کو مقام اتصال کہتے ہیں۔ بحوالہ فیروز اللغات۔

❷......انفصال عربی مذکر، جُدا ہونا، فیصلہ ہونا۔ بحوالہ فیروز اللغات۔

Marfat.com

رکھتے تھے یا شَیَاطِیْنَ الْاِنْس وَالْجِنّ مقصود ہیں کہ یہ خلق کو گمراہی میں ڈالتے ہیں (بحوالہ تفسیر قادری)

﴿ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ﴾ تھوڑی سی دیر نصیحت پکڑتے ہو، جبکہ غیر حق کی متابعت کرتے ہو۔

﴿ وَکَمْ مِّنْ قَرْیَۃٍ ﴾ اور بہت سے شہر والے کافر اور فاجر۔ ﴿ اَھْلَکْنٰھَا ﴾ حکم کر دیا ہم نے اُنہیں ہلاک کرنے کا، ہم نے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو عذاب بھیجا۔ (بحوالہ قرطبیؒ) ﴿ فَجَآءَھَا بَاْسُنَا ﴾ پھر آیا اُن دیہات اور شہر والوں پر عذاب ہمارا۔ ﴿ بَیَاتًا ﴾ رات کو جو غفلت اور سونے کا وقت ہے جیسے قوم حضرت لوط علیہ السلام پر۔ بَیَاتًا رات کو دشمن پر حملہ کرنا، شب خون مارنا۔ اِسم مصدر ہے قواعد کے مطابق۔ ﴿ اَوْھُمْ قَآئِلُوْنَ ﴾ جب دوپہر کو قیلولہ / استراحت کرتے / آرام کرتے قَیْلُوْلَۃً مصدر سے اِسم فاعل جمع مذکر۔ اور نازل ہوا عذاب جب وہ دوپہر کو سوتے تھے جیسے قوم حضرت شعیب علیہ السلام ان دو وقتوں کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ یہ وقت آسائش آرام اور اسراحت کے ہیں اِن میں عذاب کا تصور ہوتا ہے نہ توقع ہوتی ہے۔ ﴿ فَمَا کَانَ دَعْوٰھُمْ ﴾ پس نہ تھی کچھ بھی چیخ و پکار اُن کی۔

﴿ اِذْ جَآءَھُمْ بَاْسُنَآ ﴾ جس وقت کہ آیا ان پر ہمارا عذاب اور بلا ہماری۔ ﴿ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا ﴾ مگر یہ کہ کہا اُنہوں نے۔ ﴿ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴾ بے شک ہم ظالم تھے اور جب عذاب الٰہی نے آ پکڑا تو اعتراف جرم کرنے لگے شاید اُنہیں خبر نہ تھی نزول عذاب کی گھڑی آ جائے تو توبہ و استغفار کچھ مفید نہیں۔ ایسے وقت احساس ندامت اُن کے کچھ کام نہ آیا وہ تباہ و برباد ہو گئے آج بھی ہر فرد ہر قوم کے لئے اِن آیات میں نشانِ عبرت کی داستان رقم ہے۔

چنانچہ آیت ۸۵ سورۃ المؤمن پارہ ۲۴ فَمَنْ اَظْلَمُ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ

''پس ہمارے عذاب کو دیکھ لینے کے بعد ایمان لانا اُن کے لئے سود مند نہیں ہوا''۔

تشریح و توضیحات آیت ۱ تا ۵

آیت ۱ المص! حروف مقطعات! اس کے معنی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

آیت ۲ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ قرآن کو باری تعالیٰ نے نازل کیا ہے اس کا ماحصل مدّعا یہ ہے کہ نافرمان لوگوں کو اعمالِ بد اور افعالِ قبیح کے نتائج سے آگاہی بروقت ہو جائے اور اہلِ ایمان کو اِس طریقہ تعلیم سے روشناس کیا جائے جس کے ذریعہ اُنہیں قربِ الٰہی نصیب ہو جائے سو آپ ﷺ کے قلب کو قریش کی مخالفت سے ملول اور رنجیدہ نہیں ہونا چاہئے کہ یہ حرماں نصیب اس کو نہیں مانتے، اُنہیں خبر ہی نہیں اِس کا انجام کار یہ ہوگا کہ جہنّم کے عذاب سے وہ دوچار ہوں گے کہ خاتم النبیین ﷺ کی فطری محبت و شفقت کا اظہار تھا معاندین کے انجام کی تکالیف محسوس کرتے تھے اس لئے لوگوں کو دعوتِ تلقین دی جا رہی ہے کہ ابدی سکون کی خاطر اللہ کی اطاعت اور عبادت کی ضرورت ہے اللہ کی نافرمانی کرنے میں تمہارا اپنا ہی نقصان ہے اے لوگو! خوابِ غفلت سے نکل کر درسِ عبرت حاصل کر لو ورنہ تمہارا انجام عبرت ناک ہوگا۔ اے محبوب ﷺ! آپ بلا جھجک اِس پیامِ حق کو لوگوں تک پہنچا دیجئے اِس بات سے قطعی کبیدہ خاطر ہونے کی ضرورت نہیں جو لوگ ازراہِ تمسخر باتیں بناتے ہیں اُن سے آپ ﷺ کو تنگ دل نہیں

ہونا چاہئے۔ اِسی موضوعِ سخن کا اظہار آیت ۱۲ سورہ ہود پارہ ۱۲ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ

’’پس کہیں ایسا نہ ہو آپ ﷺ پر جو وحی کی جاتی ہے اس کا کچھ حصّہ چھوڑ دیں اِس بات سے کہ وہ تنگ دل ہو کر وہ آپ ﷺ کی دعوت پر لب کشا ہوں کہ کیوں نہ نازل ہوا ان پر خزانہ اور اس کے ساتھ فرشتہ کیوں نہیں اترا‘‘۔

قرآن کے نزول کا ماحصل مدّعا یہ ہے کہ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی دعوت نہ، ماننے کے نتائج سے ڈرانا اور غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو مُتنبہ کرنا، رسول اکرم ﷺ کا دعوتِ پیام یہ ہے کہ کائناتِ گیتی کے رہنے بسنے والوں کو بدی کے انجام سے ڈرایا جائے اور اہلِ ایمان کو نویدِ نصیحت کا مؤثر پیغام ملے، یہ بات یاد رکھئے قرآنِ حمید خصوصیت کہ ساتھ ضابطہ عملِ نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے۔

آیت ۳ میں بیان کیا جارہا ہے تم لوگ اِس کتاب کی پیروی اختیار کرو جو تمہارے ربِّ جلیل کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ اِتباعِ کتاب کا مفہوم یہ ہے کہ اِس کی دل و جانؔ سے تصدیق صداقت کرو اور اس پر عمل پیرا رہو، یہ قرآن ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے اس کو صرف طاق میں سجا کر، آنکھوں سے لگا کر دیگر دوستوں کی کہی ہوئی باتوں کو مت مانو جو تم کو گمراہ کرتے ہیں ربّ کی عطا کردہ ہدایت کو چھوڑ کر شیاطین اَلانس واَلجن کی رفاقت کے پیچھے چلنا شروع مت کر دینا۔ ’’لوح بھی تو قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب‘‘ کے مصداق قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان۔ حدیثِ مبارکہ پر عمل لازم وملزوم ہے اِس کے علاوہ کسی دوسرے کی بات کا اِتباع ضروری تو نہیں، بلکہ اِس کا انکار امر لازمی ہے۔ دورِ جاہلیت میں تو یہ ہوتا تھا کہ سرداروں، نجومیوں اور کاہنوں کی باتوں کو تسلیم کیا جاتا تھا حتّٰی کہ حلال وحرام میں اُن کی بات کو مانا جاتا تھا۔ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے رہبر ورہنما کی طرف ہدایت کی طرف رجوع کر دینا، اساسِ عمل کا ایک غلط طریقہ کار ہے جس کا نتیجہ ہمیشہ تباہی ٹھہرا اور ہمیشہ انجام کار بربادی ہی ہوگا، ہمارا طرزِ عمل بھی عجیب ہے جب نصیحت کی جاتی ہے تو عرصہ قلیل تک عمل کرنے کا عمل جاری رکھا جاتا ہے پھر ’’طاقِ نسیان‘‘ کی طرح بالکل اُس کو بھلا دیا جاتا ہے ہمیشہ کم ہی لوگ اس حقیقت کو سمجھ پائے۔

آیت ۴ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ کتنی ہی بستیاں ہیں جو ہلاک ہوئیں، تباہ ہوئیں اُن پر اللہ کا عذاب اور عتاب شب کی تاریکی میں ٹوٹ پڑا اور یہ عذاب دن کی تابانی نور میں بھی ایسے وقت آیا جب وہ استراحت کرتے ہوئے محوِ قیلولہ تھے جب یہ عذاب آیا تو بستی والوں کو گمان تک نہ تھا وہ مصروف راحتِ آرام تھے، عذاب کے آنے کی کوئی خبر نہ تھی۔ اچانک عذاب کی گھڑی آگئی، اس سے اہلِ کُفر کے لئے درسِ عبرت ہے کہ امن وآتشی کے لمحات میں افتخار اور غرور میں مُبتلا نہیں ہونا چاہئے جب عذاب باری تعالیٰ آتا ہے تو دفعتہً ہی آجاتا ہے۔

آیت ۵ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ جس وقت اُن پر عذاب آیا اس پر کوئی صدا نہ آئی بجز اس بات کے کہ اُنہوں نے صرف اتنا کہا کہ واقعی ہم ظالم تھے گویا اُنہوں نے اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا ہم خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے مُرتکب ہوئے ہیں بھلا اب اعترافِ ظلم کا کیا حاصل؟

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۶

تو ہم ضرور دریافت کریں گے اُن سے جن کی جانب ہم نے رسول بھیجے ہیں پس ہم ضرور ان رسولوں سے بھی پوچھیں گے۔ (۶)

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝۷

پھر ہم ضرور بتائیں گے/آگاہ کردیں گے اپنے علم سے اور کہیں غائب نہ تھے/ہم کچھ بے خبر نہ تھے (۷)

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸

اور اُس روز اعمال کا وزن/تولنا برحق ہے جن کا پلّہ وزن میں بھاری ہوا وہی لوگ فلاح پانے والے ہوئے/ہیں (۸)

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝۹

اور جن کے پلّے اعمالِ ترازو میں ہلکے ہوئے، پس ایسے ہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا، کیونکہ اُنہوں نے ہماری آیات کے ساتھ ناانصافی برتی تھی۔ (۹)

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۱۰

اور یقیناً ہم نے تمہیں زمین میں آباد کیا اور بسانے/ٹکانے کی خاطر تمہارے لئے یہاں سامانِ زیست مُہیا کیے، تم لوگ تو کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔ (۱۰)

الفاظ ومعانی آیت ۶ تا ۱۰

﴿ فَلَنَسْـَٔلَنَّ ﴾ پھر پوچھیں گے ہم قیامت کے دن۔ ﴿ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ ﴾ اُن لوگوں سے جن کی طرف رسول بھیجے گئے ہیں رسول، رسالت قبول کرنے اور رسولوں کو تسلیم کرنے کا اُن سے سوال کیا جائے گا۔ یہ سوال بھی ملامت اور عذاب ہے۔ ﴿ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ اور دریافت کیا جائے گا ان بھیجے ہوئے رسولوں سے کہ کیا حقِ رسالت ادا کردیا گیا اور اپنی اپنی اُمتوں کو حکم پہنچا دیئے گئے یہ سوال سرفرازی اور تکریم ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اُمتوں سے سوال بھی کیا جائے گا آپ نے اُمت پر مہربانی کی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع پر لوگوں سے سوال کیا کہ یومِ قیامت تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا کہ میں نے تم تک حق سبحانہٗ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا یا نہیں! اس وقت تمہارا کیا جواب ہوگا!۔ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ ! سب نے کہا ہم جواب دیں گے آپ ﷺ نے باری تعالیٰ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا اور امانت باری تعالیٰ کا حق ادا کردیا اور اُمت کے ساتھ ''خیر'' کا معاملہ روا رکھا یہ سُن کر آپ ﷺ نے برملا ارشاد فرمایا: ''اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ'' یا اللہ آپ گواہ رہیں۔ (بحوالہ صحیح مسلم)

﴿ فَلَنَقُصَّنَّ ﴾ پھر بیان کریں گے۔ ﴿ عَلَيْهِمْ ﴾ رسولوں اور اُن کی اُمتوں پر اُن کی باتیں اور افعال بِعِلْمٍ اپنے علم کے ساتھ کہ ہم جان چکے تھے کہ ہر ایک نے کیا کیا ہے اور اُن کا کیا کہنا تھا۔ ﴿ وَمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴾ اور نہ تھے ہم غائب اور دُور اور نہ بے خبر تھے اُن کے قول و قرار اور افعال سے ''غـائبین'' کا مفہوم یہ ہے وہ لوگ جو اُس دُور میں موجود تھے مگر اس مجلس میں نہ تھے اور وہ لوگ جو نسلاً بعد نسلٍ دنیا میں آئیں گے اُن تک رسولِ اکرم ﷺ کا پیغام پہنچانے کا سلسلہ جاری و ساری ہے اور رہے گا تا قیامت۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ''اب تم تمام لوگ اِس بات کا اہتمام اور انصرام کرو کہ جو لوگ حاضر ہیں وہ

Marfat.com

غائبین تک میرا پیغام پہنچادیں۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

﴿ وَالْوَزْنُ ﴾ اور تولنا ہر ایک کے اعمال کا۔ اَلْوَزْنُ ، جانچنا، اندازہ کرنا۔ مفہوم ہے اعمال کا وزن کرنا۔ اِسم ہے مصدر ہے قواعد کے مطابق۔ قرآن نے بتایا کہ اعمال کا وزن ہوگا اس کے لئے ترازو رکھا جائے گا سنتِ صحیحہ سے اس کی وضاحت ہوئی کہ اِس میزان کے دو پلڑے ہوں گے۔ ﴿ وضع المیزان ﴾ آیت ۷ سورۂ رحمٰن پارہ ۲۷ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اور میزان قائم کردی، ﴿ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ﴾ اُس دن یعنی یوم قیامت اعمال کا تولنا برحق ہے بعض مُفسرین نے لکھا نامۂ اعمال کو تولا جائے گا اس ترازو میں اس کی ایک ڈنڈی اور دو پلّے ہوں گے اور سب خلائق اُس کو دیکھیں گے اور یہ صورت حال فقط عدل وانصاف ظاہر کرنے کے واسطے ہے۔

''تبیان'' میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ترازو کی ڈنڈی کی درازی پچاس ہزار برس کی راہ ہے اور اس کے دونوں پلّے میں ایک تو ''نور'' کا ہے اور دوسرا ظلمت کا، نیکیوں کو نور کے پلڑے میں رکھ دیں گے اور گناہوں رعصیان کو ظلمت کے پلڑے میں اور اس کے دونوں پلڑے جیسے آسمان اور زمین ہیں۔ ﴿ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴾ سو جن کے بھاری ہوئے اعمال تلے ہوئے، بہر نوع ترازو کا بھاری ہونا فرمانبرداری کے سبب سے ہے۔ مَوْزُوْن اندازہ کیا ہوا وزن سے اِسم مفعول واحد مذکر۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ تو وہ گروہ وہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔ ﴿ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴾ اور جن کے وزن اعمال ہلکے ہوں گے۔ ﴿ مَوَازِيْنُهٗ ﴾ اعمال تلے ہوئے ہلکے ہوں گے تو یہ سب کچھ اُن کے گناہ رعصیاں کے سبب ہوگا۔ ﴿ فَاُولٰٓئِكَ ﴾ یہی لوگ۔ ﴿ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ﴾ جنہوں نے نقصان کیا اپنی جانوں کے حصّہ میں یعنی فطرتِ سلیم کو انہوں نے ضائع کیا۔ ﴿ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴾ اس واسطے کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ ظلم کرتے تھے یعنی تصدیق کے بجائے تکذیب کرتے تھے۔ ﴿ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ ﴾ اور بلاشبہ قدرت نے دی تمہیں، زمین میں سکونت کا اختیار دے کر بسایا۔ مُفسرین نے کہا کہ یہ خطاب اہلِ قریش سے ہے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے یہاں تک کہ قدرت دی ہم نے تم کو کہ زمین میں تم سیر کرتے ہو ملکِ شام کی طرف اور ملکِ یمن کی طرف گرمی اور سردی میں۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

﴿ وَجَعَلْنَا لَكُمْ ﴾ اور پیدا کیے ہم نے تمہارے واسطے۔ ﴿ فِيْهَا مَعَايِشَ ﴾ اس میں سامانِ زندگی معاش کے ذرائع، یہاں پر حق سبحانہٗ تعالیٰ اپنے احسانات بیان کر کے اپنے بندوں میں شکر گذاری کی تلقین کر رہا ہے باری تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے جس نے تمہیں کرۂ ارض پر بسایا اور اِس میں طریقہ اقتصادی ضرورت کے لئے اِس میں روئیدگی کی صلاحیت بخشی، تم خطۂ زمین کھیتی اور زراعت کے ذریعہ اپنی معاشی اور معاشرتی ضرورت کی تکمیل کرتے ہو یہ کس قدر عظیم نعمت اور احسان ہے اللہ تعالیٰ کا۔

﴿ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ اور تم لوگ کم ہی شکر کرتے ہو، اِن نعمتوں کے صلے میں تم کو چاہیے تو یہ تھا کہ تم اللہ کے احکامات کی تعمیل کرتے، غفلت نہ برتتے لیکن یہ کس قدر مقامِ افسوس ہے کہ تم پھر ناشکری کا شعار اپناتے ہو۔

Marfat.com

تشریح و توضیحات آیت ۶ تا ۱۰

آیت ۶ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ سو ضرور یاد رکھو! ہم اُن لوگوں سے باز پُرس کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور اُن انبیاء و رسولوں سے بھی باری تعالیٰ استفسار کریں گے۔ روزِ محشر سوال ہوگا اُمتوں سے کہ رسولوں کی دعوتِ پیام کا اُنہوں نے کیا جواب دیا؟ اُن کے حکم کی تعمیل اور تکمیل کی؟ یہ سوال نہایت ہی جامع اور مربوط ہے اور پیغمبروں سے بھی سوال ہوگا جو پیغامِ رسالت اور احکاماتِ باری تعالیٰ آپ کو بتائے گئے کیا آپ سب نے اپنی اپنی اُمتوں کو پہنچا دیئے یا نہیں؟ (بحوالہ بیہقی)

آیت ۷ میں بتایا جا رہا ہے کہ پھر ہم اُن کے رُوبرو سب وضاحت کے ساتھ سب کچھ سرگزشت بیان کر دیں گے پورے علم کے ساتھ اور ہم کبھی غائب نہیں رہے ہیں البتہ اِس آیتِ مبارکہ میں اس شبہ کی وضاحت کر دی ہے کہ کسی کو اِس بات کا احساس نہ ہو کہ کیا باری تعالیٰ اِن باتوں سے بے خبر تھا جو اُن کے بارے میں پوچھنا شروع کر دیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دائرۂ عمل سے کوئی شئے بھی پوشیدہ نہیں! حکمت یہ ہے کہ خود اُن کی زبان سے اِن باتوں کو تسلیم کرایا جائے۔

آیت ۸ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اُس دن تول حق اور درست ہوگی گویا اچھے اور بُرے اعمال کا وزن ہونا اِس دن صحیح ہے اِس میں کسی بھی شک و شبہ کو دخل نہیں! اِس میں لطیف اشارہ اس بات کا اظہار کر رہا ہے کہ لوگ اِس سے فریب نہ کھائیں تول اور ناپ تو اُس شئے کا ممکن ہوتا ہے جس میں کوئی بوجھ اور قوتِ ثقل ہو پھر اعمال کا وزن کیسے ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قدرت رکھتا ہے یہ کیا بات ہوئی جس شئے کا وزن ہماری پیمائش سے باہر ہے حق تعالیٰ بھی اس کو تول نہ سکیں۔ سائنس کے جدید آلات نے تو ترقی کا ایک سفر طے کر لیا ہے اب تو ان چیزوں کی بھی پیمائش ہونے لگی ہے جس کے وزن کرنے کا کوئی پیمانہ نہ تھا، اب تو ہوا بھی تولی جاتی ہے بادپیما ایجاد ہوگیا، برقی رو کی پیمائش ممکن ہے ہواؤں کے ساتھ ساتھ تغیّراتِ موسم کا بھی علم ہو جاتا ہے بدن کا درجہ حرارت معلوم کر لیا جاتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے انسانی اعمال اور افعال کو تول لیا جائے تو بھلا اس میں کیا شک ہے! اِس دن ٹھیک ٹھیک تول کیا جائے گا ایک پلڑے میں نافرمانیاں رعملِ بد اور ایک پلڑے میں اعمالِ صالحہ فرمانبرداری رکھ دی جائے گی جس کا عمل نیک راطاعت کا پلڑا بھاری ہوگا وہی کامیاب و کامران ہوگا۔

آیت ۹ میں بتایا گیا ہے کہ اگر نیکی کا پلڑا ہلکا اور گناہ رمعصیت کا پلڑا بھاری ہوا تو بقدر گناہ دوزخ میں جانا ہوگا جو بہت بھاری خسارہ ہے، پلڑے اُنہی اعمال سے وزنی ہوں گے جن میں حق کی رنیکی کی مقدار وافر ہوگی یہ اعمال اللہ تعالیٰ کی رضا، خوشنودی اور آخرت کے انجام کے لئے سرانجام دیئے گئے ہوں گے، پس معلوم ہوا کہ انسان کی کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ وہ نیک کام کرنے میں مصروفِ عمل رہے۔

آیت ۱۰ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو ملکِ زمین میں آباد کیا، زمین میں اقتدار بخشا تو قیر و عزّت عطا کی تمہارے لئے کائناتِ رنگ و بُو میں عشرت و نشاط کے اسباب مہیا کیے، سامانِ رزق سے سرفراز کیا، ان نعمتوں کے پانے کا تقاضا تو یہ ہے کہ تم شکر باری تعالیٰ ادا کرتے اطاعت شعار ہوتے لیکن تم غفلت میں پڑ گئے اور ربُّ العٰلمین کے احسانات کو یکسر فراموش کر دیا اس قدر بے شمار نعمتوں کے مل جانے کے بعد بھی بہت لوگ ایسے ہیں جو اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں یعنی اطاعتِ باری تعالیٰ اختیار کرتے ہیں۔

Marfat.com

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾

اور ہم نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہاری شکل وصورت بنائی پھر فرشتوں کو حکم دیا آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو، بجز ابلیس کے سب نے سجدہ کیا وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔(۱۱)

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾

پوچھا گیا کس چیز نے تجھے سجدہ میں گرنے سے روکا جبکہ میں نے تجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا وہ بولا ''کیونکہ میں بہتر ہوں اس سے'' میری تخلیق تو آگ سے ہوئی ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا گیا۔(۱۲)

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾

فرمایا گیا اچھا تو یہاں سے نیچے اُتر جا یہ مناسب نہیں تیرے لئے کہ یہاں رہتے ہوئے کبر ونخوت تکبّر وغرور کرے، پس یہاں سے تو نکل جا! بے شک تیرا شمار ذلیلوں میں ہے۔(۱۳)

قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾

ابلیس نے کہا ''مجھے مہلت دی جائے اُس دن تک جب لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے''۔(۱۴)

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾

فرمایا ''بے شک تجھے مہلت دی جاتی ہے''۔(۱۵)

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾

اس نے کہا اس سبب سے کہ آپ نے مجھے گمراہی میں مُبتلا کیا ہے تو میں ضرور (اُن کو گمراہ کرنے کے لئے) تیرے سیدھے راستے پر اُن کی تاک میں بیٹھوں گا۔(۱۶)

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَاۗىِٕلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾

پھر ضرور اُن کے پاس آؤں گا آگے سے اور پیچھے سے اُن کی داہنی جانب سے اور اُن کی بائیں جانب سے اور آپ اُن میں سے اکثر کو شکر گذار نہ پائیں گے۔(۱۷)

الفاظ ومعانی آیت ۱۱ تا ۱۷

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ﴾ اور بلا شبہ ہم نے تمہیں پیدا کیا یعنی آدم علیہ السلام کا مادہ تخلیق کیا اِس مادے سے تم سب لوگ ہوئے پھر صورتیں بنائیں، پھر رحمِ مادر میں تمہیں بنایا، تمہاری روحیں پیدا کیں پھر تمہارے بدنوں میں تصویر بنائی۔

﴿ خَلَقْنٰكُمْ ﴾ میں کُمْ ضمیر جمع کی ہے لیکن اس سے مُراد ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام ہیں۔ ﴿ صَوَّرْنٰكُمْ ﴾ ہم نے تمہاری صورتیں بنائیں۔ صَوَّرْنَا، تَصْوِیْر سے فعل ماضی جمع متکلم کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ پھر جب تخلیق آدم علیہ السلام ہوئی تو علومِ اَسماء سے سرفراز کیا گیا تم کو۔ ﴿ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ ﴾ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا۔ ﴿ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ﴾ سجدہ کرو تم تعظیم اور تحیت کا سجدہ (یہ نعمت اکرام ہوئی) آدم علیہ السلام کو۔

﴿ فَسَجَدُوْٓا ﴾ پھر سجدہ کیا ملائکہ نے آدم کو فرمانبرداری کی راہ سے۔ ﴿ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ﴾ بجز ابلیس کہ وہ حسد اور عُجب کی

Marfat.com

راہ سے۔﴿ لَمْ يَكُنْ ﴾ نہ تھا۔﴿ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴾ سجدہ کرنے والوں میں سے آدم کو۔

﴿ سٰجِدِيْنَ ﴾ سجدہ کرنے والے، سجود سے اِسم فاعل جمع مذکر قواعد کے مطابق ـ تخلیق انسان کا نظریہ اس نظریہ سے بالکل الگ ہے جیسے ڈارون اور اس کے پرستاروں نے بتایا ہے ان کا کہنا ہے سلسلہ روز وشب میں انسان سلسلہ ارتقاء کی ایک کڑی ہے بالفاظ دیگر انسان کی حیثیت ایک ترقی یافتہ حیوان کی سی ہے اس میں کوئی ذاتی وصف اور شرف نہیں پایا جاتا، قرآن کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلا کہ انسان جلیل القدر مخلوق ہے وہ اشرف المخلوقات ہے، وہ کائنات رنگ و بو میں اللہ کے نائب کی حیثیت سے ظہور پذیر ہوا ہے یہاں تک کہ نوری تخلیق کو ازراہِ تکریم و تعظیم اُس کے سامنے سربسجود ہونے کا حکم دیا گیا۔﴿ قَالَ مَا مَنَعَكَ ﴾ کہا کس چیز نے تجھے روکا ہے۔﴿ اَلَّا تَسْجُدَ ﴾ کہ نہ کیا تو نے سجدہ آدم کو۔

﴿ اِذْ اَمَرْتُكَ ﴾ جب کہ میں نے حکم کیا تجھ کو سجدہ کرنے کا، اکثر تو یوں بھی ہوا کرتا ہے کہ کسی شے کی قدر و قیمت کا تعین کرتے وقت اس کے ظاہری حسنِ کمال اور صورتِ جمال کو بھی مدِ نظر رکھا جاتا ہے اور اس کے جوہر ذاتی سے صرفِ نظر کر لی جاتی ہے۔ عجیب بات ہے ابلیس کو فقط اتنا ہی کچھ یاد رہا کہ آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے اور اس کی آگ سے ہوئی ہے بھلا اس حقیقت سے کیا انکار! قرآن تو خود بتا رہا ہے آیت ۱۴۔۱۵ پارہ ۲۷ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ سورۂ رحمٰن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾

''اس نے انسان کو بجنے والی مٹی سے بنایا جو ٹھیکری کی طرح تھی اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا''۔

ناداں ابلیس کی فہم ادراک یہ سمجھنے سے قاصر رہی کہ آدم علیہ السلام تو ''خلیفہ فی الارض'' ہے اللہ کا نائب ہے۔ ذرا غور کیجئے! اپنی خوبی و خاصیت کے لحاظ سے جو رفعت خاک کو نصیب ہوئی ہے وہ آگ کو کہاں ملتی ہے انسان زمین میں سجدہ بوس ہو کر قربت باری تعالیٰ پا لیتا ہے آگ کی صفت تو جلا دینا ہے آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی تو معافی مانگ کر مقامِ عظمت پایا گویا خطا سرزد ہوئی تو احساسِ ندامت سے اقرارِ خطا کر لیا اور ابلیس غرور میں غرق ہو کر نافرمانی اختیار کر کے ابدی شقاوت کا پیکر بن کر راندۂ دربار ہوا۔ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ اب بنی نوع کے لئے دو راہیں ہیں ایک راہ حضرت آدم علیہ السلام کی خطا ہوئی تو عجز کے ساتھ اعترافِ گناہ اور سرِ تسلیم خم کر دیا اور اللہ کے احکامات کی تکمیل و تعمیل کرنا اگر قصور ہو جائے تو توبہ و استغفار کرنا، جو یہ روش اپنائے گا وہ کامیاب و کامران ہوگا۔ دوسری راہ یہ ابلیس کی طرح نافرمانی اختیار کر کے ''نامراد'' ہونا ہے۔﴿ قَالَ ﴾ کہا ابلیس نے کہ ﴿ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ﴾ میں بہتر ہوں آدم سے۔ یہ جواب معنی کی حیثیت سے ہے یعنی شیطان استعجاب کرتا ہے مجھ جیسے کو، ویسے کے سجدہ کا حکم کرتا ہے۔ پس مانع یہ بات ہے کہ میں اُس سے بہتر ہوں قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

﴿ فَاهْبِطْ ﴾ اُتر جا یہاں سے، آسمان سے یا بہشت سے اور یہ حکمِ عذاب تھا اُس کے گناہ پر۔ بعض مفسرین نے وضاحت کی ہے کہ مرتبۂ بلند جو تجھے اُس عبادت کی وجہ سے حاصل ہے جو تو نے کی تھی اور اس مرتبہ سے تنزل ادنیٰ مرتبہ کی طرف اِس معصیت کے سبب سے جس کا مرتکب تو ہوا۔ (بحوالہ تفسیر قادری از مولانا فخر الدین)

﴿ فَمَا يَكُوْنُ لَكَ ﴾ پس نہیں پہنچتا ہے اور نہیں روا ہے تجھے۔﴿ اَنْ تَتَكَبَّرَ ﴾ یہ کہ تو فخر و غرور اور تکبر کرے۔ تکبر کے

معنی بڑائی مارنے گھمنڈ کرنے ہے ہیں، ﴿ تَتَكَبَّرَ ﴾ فعل مضارع واحد مذکر۔

﴿ فِيهَا ﴾ بیچ آسمان کے۔﴿ فَاخْرُجْ ﴾ یہاں رہتے ہوئے نکل جاؤ، اللہ تعالیٰ کے قُرب و رحمت کا مقام تو اُن کو ملتا ہے جو باری تعالیٰ کے ہر حکم کی تعمیل میں سرافگندہ ہوں بھلا غرور و تکبر میں نازاں لوگوں کا یہاں کیا کام۔ اُخْــــرُجْ تو نکل جا خُرُوْجٌ سے اس کے معنی نکلنے کے ہیں فعل امر واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ''لا یدخل الجنة احد فی قلبه مثقال ذرة من خر دل من کبر''، ''جس کے قلب میں رائی کے دانے جتنا غرور ہوگا اس پر بہشت کے دروازے بند ہوں گے''۔

﴿ اِنَّكَ ﴾ بے شک تو۔﴿ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴾ ذلیلوں میں سے ہے اور ینابیع میں تحریر ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ''باہر ہو جا فرشتہ کی صورت سے اور فرشتوں میں نہ رہ'' پھر باری تعالیٰ نے شیطان کی صورت، ایسی صورت سے بدل دی جو سب صورتوں سے بدتر ہے۔﴿ صٰغِرِيْنَ ﴾ ذلیل و رسوا بے عزت اور اس کا واحد صَـــــاغِـــــر ہے اِسم ہے قواعد کے مطابق صَاغِر اِس ذلیل اور بے عزّت کو جو اپنی ذلّت اور پسپائی پر پستی اور رُسوائی پر خوش ہو، قَالَ کہا اِبلیس نے، جب اس پر عتاب اور عتاب کی گھڑی آ گئی تو حق سبحانہٗ تعالیٰ سے دعا طلب کی اور بھی تحیر خیز کہ حشر تک زندگی کی مُہلت مل جائے۔

﴿ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴾ یعنی اس دن تک جب لوگ اُٹھاتے جائیں گے لوگ قبروں سے یعنی یومِ قیامت تک۔
﴿ يُبْعَثُوْنَ ﴾ وہ اُٹھائے جائیں۔ بَعْثٌ سے فعل مضارع مجہول جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے قَـالَ فرمایا باری تعالیٰ نے۔﴿ اِنَّكَ ﴾ بے شک تحقیق کہ تو۔﴿ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴾ مُہلت دیئے ہوئے میں سے ہے، اِبلیس نے قیامت تک مہلت کا داعیہ رکھا جس مہلت دینے کا یہاں بیان ہے وہ ابلیس کے کہنے کے مطابق حشر تک ہے یا کسی اور مدت میعاد تک۔
دوسرے مقام پر خطاب ہوتا ہے۔ آیت ۳۷ سورۃ حجر پارہ ۱۴ رُبَمَا میں ہے:

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝ یعنی تو مہلت دیئے ہوئے میں سے ہے روز وقت معلوم تک۔
کہ نفخہ صاعقہ پھونکنے کا وقت ہے یعنی تو گمراہ کرنے کا داعیہ رکھتا ہے جب تک اولادِ آدم زندہ ہے میں نے تجھے مہلت دی۔ ''الی یوم الوقت المعلوم'' کے الفاظ میں اس بات کا لطیف اشارہ ہے کہ ''اِبلیس کی طلب کی ہوئی مہلت قیامت تک نہیں دی گئی بلکہ کسی خاص مدت تک دی گئی ہے جو علم الٰہی میں محفوظ ہے''۔ (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ)
اس بات کی تصدیق حضرت سعدیؒ کی روایت سے ہو جاتی ہے جو تفسیر ابن جریر میں درج ہے کہ اللہ نے اِبلیس کو یوم بعث تک مہلت نہیں دی بلکہ ایک معین مدت تک دی ہے اور وہ دن وہ دن ہے جس میں صور اوّل پھونکا جائے گا جس سے آسمان اور زمین والے سب بے ہوش ہو جائیں گے اور مر جائیں گے۔ ماحصل گفتگو اور تحقیق مطالعہ یہ ہے کہ یوم البعث اور یوم الوقت المعلوم دو الگ الگ ایام ہیں شیطان نے تو یوم البعث تک کی مہلت طلب کی تھی وہ مکمل قبول نہیں ہوئی اس کی تبدیلی عمل یوں رونما ہوئی کہ یوم الوقت المعلوم تک مہلت ملی۔

﴿ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ ﴾ کہا اِبلیس نے، پس اس سبب سے کہ تو نے مجھے بدنصیب کر دیا اپنی رحمت سے۔ ابلیس نے

Marfat.com

اللہ کا حکم نہ مانا، نادم اور پشیمان ہونے کے بجائے اور پُر غرور ہو گیا۔

﴿ اَغْوَيْتَنِیْ ﴾ گمراہ کیا تو نے مجھے۔ اَغْوَیْتُ تو نے گمراہ کیا اِغواء سے ماضی واحد مذکر حاضر۔ ﴿ اغوینا ﴾ ہم نے بھکایا۔ اغواء سے ماضی جمع متکلم قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن) اغواء کے معنی مایوس کرنا اور ہلاک کرنا بھی بتائے گئے ہیں۔ (بحوالہ علامہ قرطبیؒ) ﴿ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ ﴾ میں ضرور بیٹھوں گا اولادِ آدم کو باز رکھنے کے واسطے۔

﴿ لَاَقْعُدَنَّ ﴾ میں ضرور بیٹھوں گا۔ قُعُوْدٌ سے فعل مضارع واحد متکلم قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾ تیری راہ پر کہ وہ سیدھی راہ ہے یعنی دینِ اسلام اور اس بات کے درپے رہوں گا کہ اُن کو گمراہ کروں اور صراطِ مستقیم رسیدھی راہ پر چلنے نہ دوں۔ ﴿ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ ﴾ البتہ آؤں گا اُن کے پاس۔ ﴿ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ ﴾ اُن کے سامنے سے یعنی امرِ آخرت میں اور کہوں گا کہ بعث وحشر اور بہشت اور دوزخ کچھ بھی نہیں ہے۔ ﴿ وَمِنْ خَلْفِهِمْ ﴾ اور اُن کے پیچھے سے یعنی قبل دنیا سے اور دنیا کو اُن کی نظروں کے سامنے آراستہ کروں گا۔ ﴿ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ ﴾ اور آؤں گا اُن کے داہنے ہاتھ کی طرف سے یعنی حسنات راچھائی کی جہت سے اور اُنہیں شکوک وشبہات کے فتنہ میں ڈال کر ان میں مکرو ریاکاری کا زہر گھولنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف رہوں گا۔ ﴿ وَعَنْ شَمَاۗىِٕلِهِمْ ﴾ اور آؤں گا اُن کے بائیں ہاتھ کی طرف سے یعنی سیئات ربُرائی کی جہت سے اور سیئات کو اُن کے قلب میں مزہ دار رلطف اندوز کروں گا۔ ﴿ وَلَا تَجِدُ ﴾ اور نہ پائے گا تو۔ ﴿ اَكْثَرَهُمْ ﴾ اکثر اولادِ آدم کو۔ ﴿ شٰكِرِيْنَ ﴾ شکر کرنے والا، یعنی اکثر کافر ہوں گے کہ نعمت دینے والے کو نہ پہچانیں گے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۱ تا ۱۷

آیت ۱۱ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق معرضِ وجود میں آئی گویا حضرتِ انسان کو پیدا کیا گیا پھر دلکش ودلرُبا صورت سے سنوارا گیا نکھارا گیا تو فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم ملا۔ اُنہوں نے تکمیل وتعمیل کی لیکن شیطان نے انکار وسرکشی کی روش اپنائی اور سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا، تخلیقِ آدم علیہ السلام کی سرگزشت کا ذکر سورۂ حجر میں ان الفاظ میں بیان کیا آیت ۲۸ سورۃ الحجر پارہ ۱۴ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾

”اور جب آپ کے اللہ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک انسان کو سیاہ اور سڑی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں“۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾

”پس جب میں اسے مکمل بنا چکوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص روح پھونک دوں تو سب کے سب اس لئے سجدے میں گر پڑنا“۔ (سورۃ الحجر آیت ۲۹ پارہ ۱۴ رُبَمَا)

باری تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو، یہی بیان آیت ۳۴ سورۂ البقرۃ پارہ ۱ الٓمٓ میں ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ڭ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

Marfat.com

''اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا آدم کو سجدہ کرو بجز ابلیس کے سب نے سجدہ کیا اُس نے انکار کیا اور غرور فخر کیا اور وہ کافروں میں ہو گیا۔ (آیت ۳۴)

ملائکہ نے اللہ کے حکم پر سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا جس سے ان کی تکریم و تحریم اور فضیلت فرشتوں پر واضح ہوئی کیونکہ سجدہ تعظیم و اکرام کے لئے تھا علمی فضیلت کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی یہ دوسری فضیلت اور تکریم تھی۔

آیت ۱۲ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ باری تعالیٰ نے ابلیس لعین سے دریافت کیا سجدہ کرنا تجھے کیوں گراں گزرا جبکہ میں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا کہنے لگا امرِ مانع یہ ہے کہ میری تخلیق آگ سے ہوئی ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا یہ شیطانی استدلال کا ایک مرحلہ ہے آگ مٹی سے افضل اور اعلیٰ ہے حالانکہ آگ میں ترفع اور تیزی ہے آتش میں سوائے بھڑکنے اور جلانے کی صلاحیّت کے سوا کیا ہے! اور مٹی سے عظمت علم صبر وحیا کے موتی نکھرتے ہیں۔ شیطان کا انسان سے بہتر ہونا ایک دعویٰ محض ہے ارفع اور اعلیٰ تو وہ ہے جسے باری تعالیٰ فضیلت دے، فضیلت کا انحصار اصل اور جوہر پر موقوف نہیں بلکہ اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں مُضمر ہے اِس آیت کے مطالعہ سے معلوم یہ ہوا کہ ابلیس کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے۔ حدیث مبارکہ میں مذکور ہے ''فرشتے نور سے، شیطان آگ کی لپٹ سے اور حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں''۔ (بحوالہ صحیح مسلم شریف، کتاب الزہد باب احادیث متفرقہ)

آیت ۱۳ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے پھر اے شیطان! نکل جا تجھے یہ حق نہیں ہے کہ گھمنڈ کرے یقیناً تیرا شمار ذلیلوں میں سے ہے۔ اِبلیس کی سرکشی اساس غرور تکبّر پر تھی کہ شرف عزت کا تعلق نسل و نَسب سے ہے حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ فخر و غرور کرنے والا تکریم و تعظیم اور توقیر کا نہیں بلکہ تذلیل و رُسوائی کا مستحق ہے۔

آیت ۱۴ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ شیطان لعین نے کہا اے باری تعالیٰ اس دن تک کے لئے تو مہلت دی جائے جبکہ سب لوگ اُٹھائے جائیں گے اے اللہ! مجھے روزِ حشر تک زندہ رہنے دیا جائے تو باری تعالیٰ نے ایک خاص وقت تک مہلت عطا کر دی۔ حدیث میں آتا ہے جب دنیا فنا ہو گی یعنی نفخہ اوّل ہو گا تو ابلیس کو موت آ جائے گی۔

آیت ۱۵ میں بتایا جا رہا ہے کہ باری تعالیٰ نے شیطان کو مہلت عطا کر دی باری تعالیٰ کا ''قانون امہال'' سب کے لئے مساوی ہے ڈھیل اور مہلت اچھائی کرنے والوں کے لئے بھی ہے اور بُرائی کرنے والوں کے لئے بھی ہے۔ (Law of respite) ربِّ جلیل نے اِبلیس کی ایمائے خواہش کے مطابق اسے مہلت بخشی جو باری تعالیٰ کی حکمت اور مرضی و منشاء کے مطابق تھی جس کا کل علم حق سبحانہٗ تعالیٰ کو ہے۔ تاہم یہ لطیف رازِ حکمت نظر آتا ہے کہ اِس طریقہ سے اللہ اپنے بندوں کی وہ آزمائش کر سکے کون اللہ کا بندہ ہے جو اطاعت اللہ میں مصروف رہا ہے اور کس نے شیطان کے حکم کو تسلیم کیا۔ چنانچہ آزمائش کے لئے آیت ۲ سورۂ ملک پارہ ۲۹ تَبٰرَکَ الَّذِیْ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ

''اور وہ جس نے زندگی اور موت پیدا کی کہ تمہاری آزمائش ہو تم میں کس کا کام اچھا ہے''۔

Marfat.com

روح تو ایک غیر مری شئے ہے جس بدن سے ملاپ واتصال ہو جائے وہ ''زندہ'' کہلاتا ہے اور جس بدن میں اس کا تعلق منقطع ہو جائے وہ موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے اس کے اس عارضی زندگی کے سلسلے روز وشب جس کے بعد موت آنی یقینی ہے قائم رہیں گے قائم کیا گیا ہے تا کہ باری تعالیٰ آزمائے! اس زندگی کا درست استعمال کون کرتا ہے جو اُسے ایمان واطاعت کے لئے وقف کرے گا اس کے لئے بہترین اجر ہے اور دوسروں کے لئے عذاب۔

آیت ۱۶ میں بیان کیا جارہا ہے کہ ابلیس نے کہا کہ اے باری تعالیٰ! چونکہ آپ نے مجھے گمراہی میں ڈالا ہے اب میں بھی تیری سیدھی راہ پر ان انسانوں کی تاک رگھات میں بیٹھوں گا شیطان نے تمام تر مکروفریب انسان پر بروئے کار لانے کے لئے جو مُہلت لی ہے اِس کا دراصل ہدف عقیدۂ توحید ہے عقیدۂ توحید اپنانے کے بعد انسان اپنی اصل منزل کو پالیتا ہے اس لئے شیطان انسان پر اس وقت غالب نہیں آتا جب تک توحید کی امانت سینوں میں رہتی ہے شیطان تو اس بات کی فکر میں مُنہمک رہتا ہے کہ بنی نوع انسان کے دل میں وسوسے پیدا کرے اور باطل کی طرف مائل پہ گناہ کرے، ابلیس کا کہنا تو یہ ہے کہ میں انسانوں کو گُناہوں کی رَغبت میں مُبتلا کروں گا اللہ کی فرمانبرداری اور عبادت سے روکوں گا۔

آیت ۱۷ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ شیطان کا کہنا ہے میں اُن پر حملہ آور ہوں گا چاروں سمت سے آگے اور پیچھے، دائیں اور بائیں سے ہر طرف سے گھیرانے اور بھٹکانے کی بھرپور کوشش کروں گا اور اکثر کو شرک میں مبتلا کروں گا۔ چنانچہ آیت ۲۰ سورۂ سبا پارہ ۲۲ وَمَنْ يَّقْنُتْ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾

اور بلا شبہ شیطان نے اپنا گُمان سچ کر دکھایا اور یہ لوگ سب کے سب اس کے فرمانبردار بن گئے سوائے مؤمنوں کی ایک جماعت کے۔

یعنی ابلیس جو گُمان رکھتا تھا کہ بنی آدم کو حرص، غضب اور شہوت کے ذریعے گُمراہ کر دے گا یہ گُمان شیطان لعین نے اہلِ سبا پر تمام کافروں پر سچ کر دکھایا اور وہ اس کے تابعدار ہو گئے اس لئے احادیثِ مُبارکہ میں شیطان سے پناہ مانگنے کی وعید آئی ہے۔

آیت ۱۱ تا ۱۷ پر مطالعاتی نظر:

اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق کی اور ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں انسان کو اس کی تخلیق کے بعد ساتھ ہی انسانی خصائص اور فرائض منصبی تفویض کر دیئے تھے اور انسانی تاریخ میں جو عروج وزوال، ترقی وتنزلی نظر آتی ہے وہ صرف اِن صلاحیتوں کے ظہور میں ہوئی ہے اِس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انسان کے تجربے اور اِس کی عبادت میں اضافہ بہر نوع ہوتا رہتا ہے انسانی ارتقاء کی صلاحیت اِس کے وجود اور ذہن میں نہیں ہوتی، چنانچہ ڈارون کا یہ فلسفہ بالکل غلط ہے کہ انسان کی ساخت میں ترقی ہوتی رہتی ہے، اور ڈارون کا یہ نظریہ حیوانات کے انواع میں ترقی کے آثار ہوتے رہے آثار قدیمہ اور پتھروں کی کھدائی پر مشتمل ہے محض ظن وتخمین ہے۔

Marfat.com

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾

اللہ نے فرمایا: نکل جا یہاں / آسمان سے ذلیل وخوار اور ٹھکراتے ہوئے / جس کسی نے تیری پیروی کی تو یقیناً میں تم سب سے جہنّم کو بھردوں گا۔ (۱۸)

وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾

اور اے آدم (علیہ السلام)! تم اور تمہاری بیوی / زوجہ بہشت میں رہو پس جہاں سے چاہو کھاؤ اور اس (خاص) درخت کے پاس مت جانا ورنہ تم دونوں ہی اپنا نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ (۱۹)

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾

پس شیطان نے وسوسہ ڈالا اور اُن کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپی ہوئی / پوشیدہ تھیں اُن کے سامنے عیاں کردیں / بے پردہ کردیں اور کہا تم کو کچھ معلوم ہے تمہارے رَبّ نے اس درخت کے نزدیک جانے سے تم کو کیوں منع کیا تھا، صرف اس لئے کہ تم دونوں کہیں فرشتے نہ ہو جاؤ اور کہیں ہمیشہ / زندہ جینے والے نہ ہو جاؤ۔ (۲۰)

وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾

اور ان دونوں کے سامنے / ابلیس لعین نے قسم اُٹھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں / کہا کہ میں تمہارا بھلا چاہتا ہوں۔ (۲۱)

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾

پس اِس طرح فریب دے کر ان دونوں کو رفتہ رفتہ اپنی طرف راغب کرلیا، پھر جب دونوں نے درخت کو چکھا تو اُن کے ستر / شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ / کھل گئیں اور وہ دونوں اپنے بدن کو جنّت کے پتّوں سے ڈھانکنے لگے / چھپانے لگے اور آواز دی اُن کے رَبّ نے کیا میں نے تمہیں اس پیڑ کے نزدیک جانے سے روکا نہ تھا / منع نہ کیا تھا اور تم سے نہ کہہ دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ (۲۲)

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

دونوں نے عرض کی: اے ہمارے رَبّ! ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر تم نے معاف / درگذر نہ فرمایا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم یقیناً خسارے والے / نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (۲۳)

الفاظ و معانی آیت ۱۸ تا ۲۳

﴿ قَالَ ﴾ اللہ نے ابلیس سے کہا۔ ﴿ اُخْرُجْ مِنْهَا ﴾ باہر نکل بہشت سے یا آسمان سے۔ ﴿ مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴾ ایسے بُرے حال اور عیب ناک راندہ ہوا رحمت سے دُور۔ ﴿ مَذْءُوْمًا ﴾ ذلیل، مذمت کیا ہوا، اسم مفعول ہے۔

﴿ مَدْحُوْرًا ﴾ رحمت سے دور کیا ہوا۔ دَحرٌ اور دُحُوْرًا اِسم مفعول مصدر ہے قواعد کے مطابق۔

﴿ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ ﴾ ضرور بھردوں گا میں دوزخ کو۔ ﴿ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ تم سب سے یعنی تجھ سے اور تیری بات ماننے والوں سے۔ اَمْلَئَنَّ میں ضرور بھردوں گا مَلَاءٌ بمعنی بھرنے کے آتے ہیں فعل مضارع واحد متکلم قواعد کے لحاظ سے۔

﴿ وَیٰاٰدَمُ اسْکُنْ ﴾ اور کہا ابلیس کو بہشت سے نکال دینے کے بعد کہ اے آدم (علیہ السلام) ساکن ہو۔
﴿ اَنْتَ وَزَوْجُكَ ﴾ تم اور تمہاری بیوی (حوا)۔ ﴿ الْجَنَّةَ ﴾ جنّت میں۔ ﴿ فَكُلَا ﴾ پھر کھاؤ جنّت کے میووں میں سے۔
﴿ حَیْثُ شِئْتُمَا ﴾ جہاں سے تم چاہو یا جو چاہو۔ ﴿ وَلَا تَقْرَبَا ﴾ اور نہ نزدیک جاؤ۔
﴿ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ ﴾ اس قسم کے پیڑ کہ گندم ہے یا انگور۔ (بحوالہ تفسیر قادریؒ) اور نہ کھاؤ اس میں سے اور اگر کھالو گے۔
﴿ فَتَكُوْنَا ﴾ تو تم دونوں ہو جاؤ گے۔ ﴿ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ ظلم کرنے والوں میں سے اپنے نفس پر۔
﴿ فَوَسْوَسَ ﴾ پھر وسوسہ دیا وَسْوَسَ دل میں بُرا خیال ڈالنا وَسْوَسَةٌ سے فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب۔
﴿ لَهُمَا الشَّیْطٰنُ ﴾ ان دونوں (آدم و حوا علیہما السلام) کو شیطان نے وسوسہ میں مبتلا کر دیا۔ حضرت ابوعبداللہ القرطبیؒ نے وسوسہ کے دو مفہوم بیان کئے ہیں۔ اوّل...... الصوت الخفي دھیمی دھیمی آواز۔ دوئم...... حدیث النفس نفسِ دل کے خیالات، شیطان نے آدم کو بہکایا، پُھسلایا۔ حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ اسے یہ قوت عطا کر دی گئی تھی کہ وہ زمین میں رہتے ہوئے آدم علیہ السلام و حوا کے دلوں میں وسوسہ ڈال سکے۔
﴿ مَاوٗرِیَ عَنْهُمَا ﴾ تا کہ آخر کو ظاہر کر دے اُن کے لئے۔ ﴿ لِیُبْدِیَ لَهُمَا ﴾ جو کچھ چھپایا گیا تھا ان دونوں سے۔
﴿ سَوْاٰتِهِمَا ﴾ شرم گاہوں سے سَوْءَةٌ واحد ہے اور سوءۃ اس کی جمع ہے۔ سَوْءَة شرم گاہوں کو اس لئے تعبیر کیا گیا کہ اس کے عیاں ہونے کو بُرا سمجھا جاتا ہے۔ اہلِ بہشت میں اُن کی شرم گاہوں کو کوئی نہ دیکھتا تھا حضرت آدم و حوا علیہما السلام بھی باہم ایک دوسرے کی شرم گاہ نہیں دیکھتے تھے اور حق سبحانہٗ تعالیٰ نے سترِ عورت کے لئے ان دونوں کو کپڑے پہنائے تھے، ابلیس سمجھا کہ نافرمانی کے سبب سے وہ اُن سے دور ہو جائے گا تو چاہا کہ اُنہیں گناہ میں پھنسائے تا کہ وہ پیرہن اسے اُتر جائے اور شرمگاہ کُھل جانے کی وجہ سے ملائکہ میں رسوا ہوں تو وسوسہ ڈالنا شروع کیا وَقَالَ اور کہا شیطان نے آدم اور حوا علیہما السلام سے کہ۔ ﴿ مَا نَهٰىكُمَا ﴾ نہیں باز رکھا اور نہیں منع کیا تمہیں۔
﴿ رَبُّكُمَا ﴾ تمہارے رب نے۔ ﴿ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ ﴾ یہ درخت کھانے سے۔ ﴿ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا ﴾ مگر یہ کہ ہو جاؤ تم دونوں۔ ﴿ مَلَكَیْنِ ﴾ دو فرشتے علو منزلت یا حسنِ صورت یا غذا سے مستغنیٰ ہونے میں شیطان نے اِس وسوسہ میں مبتلا کیا کہ یہ درخت جس کے نزدیک جانے سے تمہیں باز رکھا گیا ہے اور اس کی تاثیر یہ ہے کہ جو اس پھل کا مزہ چکھے گا اس میں فرشتوں جیسی صفات و خصوصیات پیدا ہو جائیں گی اور اسے حیاتِ جاوداں مل جائے گی۔ ﴿ اَوْ تَكُوْنَا ﴾ یا ہو جاؤ تم دونوں۔
﴿ مِنَ الْخٰلِدِیْنَ ﴾ بہشت میں ہمیشہ رہنے والوں میں سے، یا زندوں میں سے کہ موت اُن کو نہ آئے جیسے کہ ملائکہ بہشت میں ہیں اور یہ بات شیطان نے اِس وجہ سے کہی کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں یہ گذرا تھا کہ جنّت کیا خوب راحت و آرام کی جگہ ہے کہ اس میں ہمیشہ رہنا چاہئے اسی خطرہ کے سبب شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا کہ اُن کے قلب میں اس مقام پر صَرف نظر کرتے ہوئے محققین نے کہا کہ جو آرزو بے ذات خداوند ہے وہ شیطان کے وسوسہ سے خالی نہیں ہوتی باوجود اس وسوسے کے آدم علیہ السلام وہ درخت کا پھل کھانے میں تامّل کرتے تھے تو ابلیس نے اور تدبیر کی۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)
﴿ وَقَاسَمَهُمَآ ﴾ اس نے ان دونوں کے رُوبرُو قسم کھائی۔ قَاسَمَ، مُقَاسَمَةٌ سے فعل ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ قواعد

Marfat.com

کے مطابق۔ھُمَا ضمیر (تثنیہ غائب) ﴿ اِنِّیْ لَكُمَا ﴾ تحقیق کہ میں تم لوگوں کے واسطے۔﴿ لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴾ نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں اور ازراہِ شفقت کہتا ہوں کہ اس درخت میں سے کھالو تو آغوش موت میں نہیں آو گے، لگتا ہے سیدنا آدم علیہ السلام کو گمان گذرا کہ اللہ کی جھوٹی قسم کوئی نہیں کھاتا اور اس قسم کے سبب سے فریب کھا گئے۔

﴿ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ﴾ پھر ابلیس نے کھینچ لیا اس قسم کے سبب اُنہیں، بلند درجہ سے نیچے رُتبہ پر ڈال دیا فریب اور وسوسے کی وجہ سے۔﴿ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ ﴾ پھر جس وقت چکھا ان دونوں/آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام نے اس درخت (اس پیڑ یا درخت کو کہتے ہیں جس میں ٹہنی ہو) کا میوہ/پھل جس کی ممانعت تھی تو فوراً اُس کی عقوبت میں۔

﴿ بَدَتْ لَهُمَا ﴾ ظاہر ہو گئیں/کھل گئیں۔﴿ سَوْاٰتُهُمَا ﴾ شرمگاہیں اُن کی یعنی اُن کے بدن سے لباس/پیرہن جاتا رہا اور ہر ایک نے دوسرے کی شرمگاہ دیکھی۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ان دونوں کے سوا اور کسی نے اُن کی شرمگاہ نہیں دیکھی اور وہ دونوں اس صورت سے شرمندہ اور منفعل ہوئے۔ (بحوالہ تفسیر قادریؒ)

﴿ وَطَفِقَا ﴾ اور ٹھہرے اور قصد کیا ان دونوں نے درخت کے پتوں کا۔﴿ طَفِقَا ﴾ دونوں نے شروع کیا طُفُوق سے ماضی تثنیہ مذکر غائب۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿ يَخْصِفٰنِ ﴾ چپکاتے ایک پتہ دوسرے پتے پر اور رکھتے تھے۔

﴿ عَلَيْهِمَا ﴾ اپنی شرمگاہ پر۔﴿ مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ﴾ بہشت کے پتوں میں سے اور مشہور تو یہ ہے کہ انجیر کے پتے باندھے اپنی شرمگاہ کو اُس سے چھپالیا اور اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔﴿ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ ﴾ اور پکارا اُنہیں اُن کے رَبّ نے کہ۔

﴿ اَلَمْ اَنْهَكُمَا ﴾ کیا نہیں منع کیا تھا میں نے۔﴿ عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ ﴾ یہ درخت کھانے سے ﴿ تِلْكُمَا ﴾ یہ دونوں اِسم اشارہ ہے قواعد کے لحاظ سے۔﴿ وَاَقُلْ لَّكُمَآ ﴾ اور نہیں کہا تھا میں نے تم سے اور نہیں ڈرایا تھا میں نے کہ۔

﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا ﴾ بلاشبہ شیطان ہے تمہارا۔

﴿ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ ظاہری کھلا دشمن اور جب اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اس کی عداوت اور دشمنی ملائکہ پر ظاہر ہوگئی تھی جب آدم علیہ السلام بھاگے تو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے فرمایا ''اَفَرَرْتَ مِنِّیْ یَا اٰدَمُ'' مجھ سے بھاگتا ہے؟ آدم علیہ السلام نے عرض کی لَا یَارَبِّ بَلْ حَیَاءً مِّنْکَ نہیں یارَبّ! بلکہ یہ بھاگنا تجھ سے حیا کے سبب سے ہے پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے گناہ کا اعتراف/اقرار کیا اور باری تعالیٰ سے آرزو کے انداز میں لب گشا ہوئے۔

﴿ قَالَا رَبَّنَا ﴾ کہا ان دونوں نے یعنی آدم اور حوا علیہما السلام نے کہ اے ہمارے رَبّ!﴿ ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ﴾ ظلم کیا ہم نے اپنی جانوں پر اس نافرمانی کی وجہ سے۔﴿ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا ﴾ اور اگر آپ نہ بخشیں گے ہمارا گناہ۔

﴿ وَتَرْحَمْنَا ﴾ اور آپ رحم نہ کریں گے ہم پر تو۔﴿ لَنَكُوْنَنَّ ﴾ البتہ ہو جائیں گے یقیناً ہم۔

﴿ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ نقصان پانے والوں میں سے یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اگرچہ یہ نسیان، خطا، غلطی یا بھول سے بلاقصد سرزد ہوئی تھی لیکن سیدنا ابوالبشر آدم علیہ السلام سراپا عجز بن کر احساسِ ندامت کے ساتھ درِ توبہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ عارفین اور کاملین کا تو یہ معمول اور شیوۂ فطرت رہا ہے کہ معمولی سے معمولی عصیان اور خطا پر لرزہ براندام ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں ''دیدۂ غمناک'' بن کر اشکبار ہو جاتی ہیں اور توبہ و استغفار سے رَبِّ جلیل کی دامنِ رحمت میں ہی پناہ کے متلاشی

رہتے ہیں۔ امام ابی حیان اندلسیؒ رقمطراز ہیں یہ اُمور سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی نجات کا مُوجب ٹھہرے۔

(۱) اپنی غلطی کا اعتراف اور اقرار۔ (۲) اپنی خطا پر احساسِ ندامت۔ (۳) اپنی خطا پر اپنی خود ذات کو یا خود کو ملامت کرنا۔

(۴) توبہ کرنا۔ (۵) رحمت باری تعالیٰ پر آس رکھنا۔

اور یہ اُمورِ درج شیطان کی تباہی کا مُوجب بنے۔

(۱) اپنے جُرم کو تسلیم نہ کرنا۔ (۲) نادم اور پشیمان نہ ہونا اپنے کیے پر۔ (۳) جُرم کے مرتکب ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ملامت نہ کرنا، بلکہ اس کے صادر ہونے کو اللہ کی طرف بتادینا۔ (۴) توبہ نہ کرنا۔ (۵) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جانا۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۸ تا ۲۳

آیت ۱۸ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ ابلیس لعین کو ذلیل وخوار کر کے دھتکار اور پھٹکار کر یہاں سے (آسمان) سے نکل جانے کو کہا گیا کیونکہ وہ اور اولادِ آدم کو بہکانے کی ترکیب وترغیب میں لگا ہوا تھا شیطان کو آسمان سے نکل جانے کا حکم دوبار دیا گیا پہلی مرتبہ آیت ۱۳ میں ارشاد ہوا: ''فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ'' پس یہاں سے نکل جا! تو ذلیل ہے۔ اس کلام میں ایک تجویز ہے۔ (بحوالہ بیان القرآن)

اب آیت زیرِ مطالعہ میں کہا گیا کہ نکل جا! مردود، رُسوا ہو کر ذلّت اور تذلیل کے ساتھ ضرور جو ان میں سے تیرے کہے پر چلا ، تجھ کو بھی، تیری ذرّیت کو بھی اور تیری فرمانبرداری کرنے والے آدمیوں کو بھی سب کو جہنّم میں داخل کیا جائے گا، یقین رکھ! ناشکروں اور نافرمانوں کی کثرت جہنّم کی آگ کی نذر ہو جائے گی اور پھر انجام کار تو یہ ہونا ہے کہ ان ہی تھوڑے سے اطاعت گذاروں کے لئے فلاح، صلاح وکامرانی ہوگی اور شیطان لعین کی کثرت بھی ''خلیفۃ اللہ'' کے قلیل لشکر کو مغلوب ومقہور کرنے سے قاصر رہے گی۔

آیت ۱۹ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ سیّدنا آدم علیہ السلام اور اُن کی زوجہ دونوں کو جنت میں رہنے کا حکم ہوا اور بتا دیا گیا کہ جہاں سے چاہو کھاؤ مگر اس شجر ممنوعہ کے پاس نہ جانا، اگر اس کے نزدیک گئے تو اپنا ہی نقصان کرنے والے ہو جاؤ گے اس ایک درخت کا پھل نہ چکھنے کی پابندی بطورِ آزمائش عائد کی گئی تھی۔

آیت ۲۰ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ ابلیس کو اس بات کی خبر تھی کہ اس درخت کے پھل کھانے سے انسانی تولید وتناسل کے اعضاء ظاہر ہو جائیں گے اور وہ اپنا کام کرنے لگیں گے، اس حقیقت حال سے حضرت آدم علیہ السلام کو آگاہی نہ تھی شیطان نے وسوسہ ڈالا۔ شیطان جو دل میں بُری بات ڈالتا ہے اس کو وسوسہ کہتے ہیں اور گمراہ کیا کہ اگر اس پھل کا ذائقہ چکھ لو گے تو فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے پھر یہیں دائم قیام رہے گا، زمین پر بسنے اور جانے کی نوبت نہیں آئے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام فریب میں آ گئے بالفاظ دیگر فریب کھا گئے ان کا دل حزیں تو شفاف تھا مگر شیطان کا دل تو سیاہ تھا، شیطان کا مدعا تو یہ تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام دونوں کو اِس پیرہن بہشت سے محروم کر کے اُنہیں شرمندہ کرنا تھا جو لباس اُنہیں جنّت میں پہننے کے لئے عطا کیا گیا تھا۔ پھر شیطان نے اُنہیں بہکایا ر بھٹکایا تو اُن کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپی ہوئی تھیں عیاں ہو گئیں۔ پھر حکم ہوا کیا تمہیں اِس پھل کے کھانے سے روکا نہیں گیا تھا باری تعالیٰ نے تو تمہیں اِس درخت سے صرف اس وجہ سے روکا کہ تم کہیں فرشتے یا ہمیشہ حیاتِ جاوید ر زندہ رہنے والے نہ بن جاؤ۔

آیت ۲۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ شیطان نے اِن دونوں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام سے قسم کھا کر کہا میں تمہارا

سچا ہی خواہ ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ اس تنبیہ حقیقت کو یکسر بھول جاتے ہیں ابلیس اُن کا عدو ہے یہ نسیان اُن کی تخصی خواہش اور شیطان کی قسم اُٹھانے کی وجہ سے ہوتی ہے کیونکہ اس نے اللہ کا نام لے کر قسمیں کھائیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اس بات کا ادراک نہ ہوسکا کہ شیطان جھوٹی قسم بھی کھا سکتا ہے حالانکہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حکم صادر کیا تھا کہ تم احکاماتِ الٰہی کی اطاعت کرو خواہ حکم کی علّت سمجھو یا نہ سمجھو یہ دونوں یہ بھی فراموش کر گئے کہ اللہ کی تقدیر اور امر کے سوا کچھ بھی نہیں ہوسکتا، یوں بھی ہوتا ہے کہ اللہ والے اللہ کے نام پر دامِ فریب میں آجاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب اپنے کسی خادم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ذوق وشوق میں مُنہمک پاتے تو اُسے آزاد کردیتے چنانچہ اکثر بیشتر یوں بھی ہوتا کہ اکثر خادم رغلام اپنے آپ کو غلامی سے نجات پانے کے لئے طویل نمازیں پڑھنے میں مصروف ہوجاتے اور آپ رضی اللہ عنہ اپنی عادت کے مطابق اُنہیں رہائی دے دیتے گو کہ آپ کو بتایا جاتا کہ آپ کے غلاموں کا عبادت میں مصروف رہنا اللہ کی رضا کی خاطر نہیں ہے یہ آپ کو دھوکہ دینے کے لئے ہے تو آپ رضی اللہ عنہ فرماتے "جو ہمیں اللہ کے نام پر سے فریب دیتا ہے ہم اس کے فریب میں آنے کے لئے تیار ہیں"۔

آیت ۲۲ میں بتایا جارہا ہے کہ اِس طرح ابلیس چابکدستی اور فنی طریقۂ عمل سے اُن کو فریب دے کر درجہ اعلیٰ سے اُتار کر شجرِ ممنوعہ کا پھل کھانے تک لے آیا۔ شیطان کی ستم ظریفی فریب تو دیکھئے ممنوع اشیاء کے بارے میں وسوسہ اندازی سے کام لے کر لوگوں کو باور کراتا ہے کہ تمہاری تمام تر کامیابی اور ترقی کے راز ان ممنوع اشیاء کے اندر مُضمر ہیں پس جب اُنہوں نے اِس پھل کا ذائقہ چکھ لیا تو اِن کی شرمگاہیں ان کے سامنے بے پردہ ہوگئیں تو وہ شرم وحیا برقرار رکھنے کے لئے جنّت کے پتّوں رانجیر کے پتّوں سے جسم ڈھانپنے لگے۔ وہب بن منبہ کا کہنا ہے کہ "اس سے پہلے اُنہیں باری تعالیٰ کا ایک ایسا نورانی پیراہن ملا ہوا تھا اگرچہ وہ غیر مرئی تھا لیکن ایک دوسرے کی شرمگاہوں کے لئے پردۂ حجاب تھا۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا نتیجہ یوں عیاں ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام وحوا علیہا السّلام لباس سے محروم ہوگئے، پتّوں سے سَتر کی پردہ پوشی کے عمل سے پتہ چلا کہ سَتر کا احساس انسان کے اندر فطری ہے۔ حیا ایک فطری جذبہ ہے اور بے حیائی انسان مصنوعی انداز میں اختیار کرتا ہے شیطان انسان کا کُھلا ہوا دشمن ہے۔

آیت ۲۳ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السّلام نے احساسِ ندامت کے ساتھ، پشیمانی کا اظہار کیا۔ اے ربّ جلیل! اے رحیم وکریم تیری رحمت وبخشش کے طلب گار ہیں، اے ہماری اُمیدوں کے مرکز ہم اپنی جانوں پر زیادتی کرچکے ہم نے اپنے اُوپر ظُلم اور ستم کرلیا، اگر تو نے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو بالیقین ہم نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔ چنانچہ آیت ۳۷ سورۃ البقرہ ۲ پارہ ۱ الٓمّ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝۳۷

"پس آدم علیہ السلام نے حق سبحانہٗ تعالیٰ سے چند کلمات سیکھے، اللہ نے اُن کی توبہ قبول کی بلاشبہ وہی توبہ کا قبول کرنے والا اور رحم والا ہے"۔

اِس آیۃ کریمہ میں دعائیہ کلمات اِس ندامت کے ترجمان ہیں توبہ واستغفار کا اہتمام اور انصرام کیا گیا تو اللہ کی رحمت اور بخشش کے حق دار ہوئے پتہ یہ چلا کہ معصیت اور گُناہ کے بعد، اپنی خطا ونسیان پر احساسِ پشیمانی سے سرشار ہوکر اللہ کی بارگاہ میں عجز وانکساری کے جُھک جانا بندگانِ خدا کا طریق ہے۔

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾

کہا گیا: نیچے اُتر جاؤ! تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے ایک خاص وقت تک زمین میں ہی ٹھہرنا اور برتنا ہے رو ہیں سامانِ زیست ہیں اور مُعین مُدت تک نفع اُٹھانا ہے۔(۲۴)

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾

کہا گیا تمہیں اسی زمین میں ساعت زندگی بسر کرنی ہے اسی میں زندہ رہو گے، اسی میں مرنا ہے پھر اسی سے نکالے جاؤ گے راُٹھائے جاؤ گے۔(۲۵)

الفاظ و معانی آیت ۲۴ تا ۲۵

﴿ قَالَ ﴾ کہا اللہ نے آدم علیہ السلام اور حوّا علیہا السلام، سانپ، مور اور ابلیس کو کہ۔

﴿ اِهْبِطُوْا ﴾ اُتر جاؤ تم زمین پر۔ ﴿ بَعْضُكُمْ ﴾ بعضے تم میں سے۔ ﴿ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ﴾ بعض کے دشمن ہیں چنانچہ آدمی، سانپ، مور اور شیطان سب ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ (بحوالہ تفسیر قادری) ﴿ وَلَكُمْ ﴾ اور تمہارے واسطے۔

﴿ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ ﴾ زمین قرار گاہ اور آرام کی جگہ ہے ﴿ وَّمَتَاعٌ ﴾ اور فائدہ ہے۔

﴿ اِلٰى حِيْنٍ ﴾ موت آنے کے وقت تک حضرت آدم علیہ السلام رنجیدہ اور غمناک ہوئے اور سمجھے کہ دوبارہ بہشت میں نہ جائیں گے۔ قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

﴿ فِيْهَا تَحْيَوْنَ ﴾ تم زمین پر جیو گے = ﴿ تَحْيَوْنَ ﴾ تمہارا جینا، تم زیست بسر کرو گے ﴿ حیوٰۃ ﴾ بمعنی زندہ رہنے کے ہیں فعل مضارع جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ ﴾ اور زمین ہی کی آغوش میں آؤ گے تم۔

﴿ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴾ اور زمین سے نکالے جاؤ گے تم حساب اور جزا کے لئے سیدنا آدم علیہ السلام اس خطاب کے مضمون سے سمجھ گئے کہ پھر جنت میں آئیں گے۔

تشریح و توضیحات آیت ۲۴، ۲۵

آیت ۲۴ میں اظہار بیان ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام سے کہا گیا کہ بہشت سے نیچے زمین میں اُتر جاؤ تمہاری نسل راولاد باہم ایک دوسرے کی دشمن رہے گی تمہارے لئے زمین قیام کے لئے ٹھکانہ رجگہ تجویز کی گئی ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت آدم علیہ السلام وحوّا علیہا السلام کو بہشت سے اُتر جانے کا یہ حکم سزا کے طور پر صادر نہیں ہوا ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اِس کی تصریح کی گئی ہے کہ باری تعالیٰ نے اُن کی توبہ مبرُور کر لی ہے اور اُنہیں معاف کر دیا گیا چنانچہ اِس حکم میں سزا کا کوئی پہلو نمایاں نہیں ہے بلکہ اِس منشاء کی تکمیل و تعمیل ہے جس کے لئے اسباب حقیقت کو بروئے کار لانا ہے اور اقتصادی اُمور کو اُجاگر کر کے نفع حاصل کرنا ہے۔

آیت ۲۵ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ اب تم جاؤ زمین پر رہو "میرے کھیتوں کو میری نُمو چاہئے" کے مصداق تمہیں گردشِ لیل و نہار کے ساتھ دنیا کی زندگی ملی ہے اور اِسی کارزارِ ہستی میں تمہیں اور تمہاری نسل کو موت آئے گی۔ اِسی گیتی

کائنات کے پُرحسین لمحات میں تمہیں جینا بھی ہے اور مرنا بھی ہے اور اسی میں سے قیامت کے روز زندہ ہو کر اُٹھنا ہے دنیاوی زندگی کے شب و روز انسان اور ابلیس لعین کے مابین ایک معرکہ ہے حق و باطل شیطان کی یہ بھرپور کوشش ہوتی ہے کہ وہ انسان کو گمراہی کی طرف مائل کرے شیطان اِس فکر میں لگا رہتا ہے کہ اولادِ آدم کو فریب در فریب میں مبتلائے بلا رکھے اور نیک کام سرانجام دینے سے انسان کو روکا جائے اب یہ حضرتِ انسان کا کام ہے کہ شیطان کے مکر و فریب سے دُور رہ کر اپنے رَبّ کا بتایا ہوا راستہ اپنا کر ایمان اور عملِ صالح لے کر زندگی کو پیمانہ امروز فردا سے ناپنے کے بجائے زندگانی کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے، اطاعتِ باری تعالیٰ سرانجام دیتے ہوئے زندگی کا سفر پورا کر کے اپنے اللہ کے دربار میں پہنچ جائے تو اِس عمل میں انسان کی جیت ہے ورنہ جان جایئے! پہچان جایئے کہ جو حال ابلیس ملعون کا ہو گا وہی حال اُس کی راہ پر چلنے والوں کا ہو گا۔ چنانچہ راہِ عمل کے لئے درِ توبہ کھلا ہوا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

آیت ۲۴ و ۲۵ کے اَہم نکات پر مطالعاتی نظر:

تم ایک دوسرے کے عدو ہو، سب کے سب اتر جاؤ! کرۂ ارض پر بستی بساؤ! ایک سوال اُبھرتا ہے اس وقت یہ لوگ کدھر تھے، بہشت کہاں ہے؟ یہ غیبی اُمور کے بارے میں باتیں ہیں اس بارے میں ہمارا اتنا ہی علم ہے جس قدر ہمیں ذاتِ باری تعالیٰ نے بتایا ہے چنانچہ آیت ۵ سورۃ العلق پارہ ۳۰ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۝

''انسان کو اتنا علم سکھایا جو انسان جانتا نہ تھا''

اب جب کہ وحی کا سلسلہ بند ہو چکا ہے تو انسان کی جانب سے ان غیبی معاملات، و مقامات کی تلاش ایک سعئ رائیگاں ہے جو لوگ ان باتوں کا انکار کرتے ہیں اپنی سائنسی، فنی اور غیر یقینی معلومات کی بنیاد پر وہ بھی اپنی حد سے بڑھ جاتے ہیں عجیب خود سَری کا عالم ہے وہ اِس عالمِ غیب کی باتیں کرتے ہیں جہاں تک انہیں رسائی نہیں ہے! باری تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ابنِ آدم کے لئے زمین پر بسانا مقدر کر دیا۔ دنیا کی پیداوار سے لطف اٹھائیں ایک وقت مقررّہ تک یہاں رہیں اور زندہ رہیں اور جب وہ ساعت، واقع ہونے والی وقوع پذیر ہو گی تو انہیں اُٹھا لیا جائے گا وہ اپنے رَبّ کے حضور جواب دہ ہوں گے، اہلِ جنّت، بہشت میں اور اہلِ نار، جہنّم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ حقیقت تو یہ نتیجہ ہے اس عظیم سفرِ انسانیت کی منزل کا، انسان کی کامیابی کا راز صرف اس میں مضمر ہے کہ اس نے حق تعالیٰ سبحانہٗ کی پناہ مانگی ہو گی، اور اس کی رضا کے لئے سرِ تسلیم خم کر دیا ہو گا اگر اس نے اپنے دشمن، ابلیس سے دوستی کا دم بھرا ہو گا تو صاف واضح ہے وہ شکست سے دوچار ہو گا۔

Marfat.com

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾

اے اولادِ آدم! بلاشبہ ہم نے تمہاری طرف وہ لباس اُتارا ہے جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپائے/ڈھانپے رکھتا ہے اور وہ تمہاری آرائش اور زینت کا موجب بھی ہے اور پرہیزگاری کی پوشاک سب سے بہتر ہے /گویا بہترین لباس، لباسِ تقویٰ ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت قبول کریں۔ (۲۶)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾

اے بنی آدم! کہیں شیطان تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دے جیسے تمہارے ماں باپ کو بہشت سے نکلوایا تھا اور اُن کا لباس بھی اُتروا دیا تاکہ اُن کو اُن کی شرمگاہیں دکھائے، بلاشبہ وہ اور اُن کا کنبہ/لشکر تمہیں دیکھتا ہے ایسے مقام سے جہاں سے تم اُنہیں نہیں دیکھتے ہو۔ بے شک ہم نے شیطانوں کو اُن کا دوست/سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ (۲۷)

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور جب یہ لوگ فحش/بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ اے حبیب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ بے حیائی کی بات کی تعلیم نہیں دیتا کیا اللہ کے ذمّے وہ بات لگاتے ہو جس کا تمہیں کچھ علم بھی نہیں ہے؟ (۲۸)

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۟ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾

اے محبوب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے میرے رَبّ نے عدل وانصاف کا حکم دیا ہے اور ہر سجدے کے وقت اپنے چہرے سیدھے رکھو قبلہ کی سمت اور اس کو پکارو اور اُسی کے لئے عبادت/فرمانبرداری کو خالص کرتے ہو، تم کو اللہ نے جس طرح آغاز میں پیدا کیا تھا اُسی طرح تم دوبارہ پیدا ہو گے۔ (۲۹)

فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

ایک گروہ تو ہدایت پا گیا اور ایک گروہ پر گمراہی ثابت ہو گئی کیونکہ اِن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست/رفیق بنا لیا اور وہ اِس گمان میں مبتلا ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ (۳۰)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾

اے اولادِ آدم! ہر نماز کے وقت اپنا لباس زیب تن کر لیا کرو/اپنی زینت اور رونق کا خیال کرتے ہوئے لباس پہنو! کھاؤ اور پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھ جانے کو/فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (۳۱)

الفاظ و معانی آیت ۲۶ تا ۳۱

﴿ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ ﴾ یہ خطاب عام ہے حق سبحانہٗ تعالیٰ اولادِ آدم سے فرماتا ہے۔ ﴿ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ ﴾ بے شک ہم نے بھیجا ہے تم پر۔ ﴿ اَنْزَلْنَا ﴾ کا لفظ استعمال کرنے کا مفہوم عطا کرنا ہے کہ ضروری نہیں کہ آسمان سے اُترا ہو۔ ﴿ لِبَاسًا ﴾ پوشاک یعنی تمہارے لئے لباس/پوشاک ایک بڑی نعمت ہے، قرآن میں ایک مقام پر آیا ہے۔

﴿ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ﴾ اور نازل کیا/اُتارا تمہارے لئے چوپائیوں میں سے۔ پھر لباس کی خوبی بیان کی جاتی ہے تو ارشاد ہوتا ہے۔

﴿ یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ ﴾ چھپاتا ہے تمہاری شَرمگاہیں۔ اس میں یــوادی، موارات سے مشتق ہے جس کے معنی پوشیدہ رکھنے کے ہیں سواۃ سوءۃ کی جمع ہے قواعد کے مطابق۔ سوءۃ ان اعضاء انسانی کے مفہوم میں آتا ہے جن کے عیاں رکھنے کو انسان فطرۃً بُرا اور قابلِ شرم جانتا ہے، مطلب صاف واضح ہے کہ تمہاری اصلاح اور بہتری کے لئے ایک ایسا لباس اُتارا جس سے انسان اپنے قابلِ شرم اعضاء کو مخفی رکھ سکے۔ ﴿ وَرِیْشًا ﴾ اور بھیجا ہے ہم نے وہ لباس اس سے اپنی آرائش کرو اور لباس زینت و جمال اور رعنائیِ حسن کے نکھار کے لئے پہنا جائے۔

﴿ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ﴾ اور لباس تقویٰ یعنی جو لباس فروتنی کے لئے پہنتے ہیں جیسے کمبل وغیرہ، سخت اور موٹے کپڑے۔

﴿ ذٰلِكَ خَیْرٌ ﴾ یہ بہتر ہے نرم اور تکلفی لباس سے جو کہ جبر کرنے والے زیب تن کرتے ہیں اور اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ لباس تقویٰ، پیرہن پرہیزگاری کے کپڑے ہیں جیسے زرہ، جنگ میں لڑنے والے تلوار، نیزہ اور تیر کے اثر سے اس کے سبب محفوظ رہتے ہیں اور محققوں کے نزدیک لباس تقویٰ طاعت ہے کہ آدمی کا عیب اس سے چھپا رہتا ہے جس طرح شرمگاہ کپڑے سے پوشیدہ رہتی ہے اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ لباس تقویٰ عِفت، حیا یا خوف باری تعالیٰ نیک راہ عمل اپنانا ہے۔ ''بحرالحقائق'' میں تحریر ہے کہ لباس دو اقسام پر مشتمل ہے ایک لباس فتویٰ اور وہ حکم شریعت پر مفوض ہے۔ (سپرد کیا ہوا بحوالہ فیروز اللغات)

لباس تقویٰ اور وہ حکم حقیقت سے متعلق ہے لباس فتویٰ سے بھی بدن بہرہ مند ہے کہ اس کا سَتر مَستور ہوتا ہے اور لباس تقویٰ سے دل اور روح، سِر اور خفی سب بہرہ مند ہوتے ہیں اور ہر ایک کی ایک چیز اس سے پوشیدہ رہتی ہے اور لباس فتویٰ سے قلب کا حصہ صدق ہے طلب مولیٰ میں اور اُس سے دنیا و مافیہا کی طمع جو شرمگاہ سے وہ چھپی رہتی ہے۔ اور لباس تقویٰ سے روح کا حظ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی اُلفت ہے اور اس سے غیر مولیٰ کے ساتھ تعلق پوشیدہ ہوتا ہے اور سِر کا نصیبہ اُس لباس تقویٰ سے انوار لقا کا مشاہدہ ہے لباس تقویٰ سے مُراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق عملِ صالح اور خوفِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ ﴾ وہ فضل اور رحمت باری تعالیٰ ہے کہ اس سے آدمیوں کی شَرمگاہیں پوشیدہ رہتی ہیں اور اُنہیں درخت کے پتے چپکانے سے مستغنی کر دیتا ہے۔

﴿ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴾ تا کہ وہ نصیحت پکڑیں اور اس نعمت کی قدر کا اندازہ کریں۔ ﴿ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ﴾ ڈرتے رہو کہ نہ فتنہ میں ڈال دے شیطان اور تمہارے ساتھ مکر و فریب نہ کرے اور تمہیں راہِ حق سے بھٹکا نہ دے۔

﴿ كَمَآ اَخْرَجَ ﴾ جیسے کہ تمہیں نکال دیا۔ ﴿ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ ﴾ تمہارے ماں باپ کو بہشت سے

﴿ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا ﴾ اور اُتروادیا اُن دونوں سے اُن کا لباس۔ ﴿ يَنْزِعُ ﴾ اُتروادیا نــزع سے فعل مضارع واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ﴾ تا کہ دکھائے ان دونوں میں سے ہر ایک کو اُن کی شرمگاہیں یعنی شیطان ہی کے سبب سے تمہارے ماں باپ (حضرت آدم و حوّا علیہما السلام) برہنہ ہو گئے اُن کو جنّت سے نکلوایا اور ان کا پیرہن اُتار کران کے ستر ظاہر کرنے کا سبب بنا۔ وہ تمہارا قدیم دشمن ہے تم بھی اس کے مکر اور دشمنی سے دامن بچاتے رہو۔

﴿ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ ﴾ بے شک شیطان دیکھتا ہے تمہیں۔ ﴿ وَقَبِيْلُهٗ ﴾ اور اس کا لشکر۔ ﴿ قَبِيْلُهٗ ﴾ اس کی جماعت / گروہ قبیل کے معانی جماعت / کُنبہ کے آتے ہیں عام جماعتوں کو قبیل کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارا ایسا دشمن ہے۔ ﴿ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ﴾ وہ ایسی جگہ ہے کہ تم اسے نہیں دیکھتے ہو گویا کمالِ رقّت اور لطافت کی وجہ سے اُن کے اجسام تمہاری نظر میں نہیں آتے اور وہ کثافت کے سبب تمہارے جسم دیکھتے ہیں تو ایسے دشمن جان سے ڈرنا بہت لازم ہے۔

﴿ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ بے شک شیطانوں کو کافروں کا دوست ہم نے کر دیا ہے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ کُفّار کو اس بات کا اختیار دے دیا گیا کہ چاہے وہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول اللہ ﷺ کو اپنا رفیق یا مددگار سمجھ لیں یا شیطانوں کے ساتھ اپنی رسمِ اُلفت نبھائیں جب شیطان کی دوستی کا دم بھرنا چاہا تو اُنہیں روکا نہیں گیا۔ ﴿ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً ﴾ اور جب کرتے ہیں کافر اور مرتکب ہوتے ہیں بُرے کام کے جیسے بُت پرستی اور بحیرہ و سائبہ کی تحریم اور مثل ان کے، جب کوئی انہیں کام سے منع کرتا ہے تو قَالُوْا کہتے ہیں تقلید کی رُو سے۔

﴿ وَجَدْنَا عَلَيْهَآ ﴾ پایا ہے ہم نے اس بُرے کام / فحش کام پر۔

﴿ اٰبَآءَنَا ﴾ اپنے باپ دادا کو۔ ﴿ وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ﴾ اور اللہ نے حکم کیا ہے اور ہم نے اپنے باپ کو ایسا کرتے ہوئے پایا باری تعالیٰ نے اس کی تردید کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم صادر فرمائے!۔

﴿ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ﴾ آپ ﷺ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ کبھی حکم نہیں کرتا بُری بات اور بُرے کام کے واسطے کہ سنت الٰہی یوں ہی جاری ہوئی کہ وہ حکم صادر کرتا ہے اچھی خصلتوں اور نیک اخلاق کا۔

﴿ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ تم لوگ اللہ جل جلالہٗ کی طرف اُن باتوں کو کیوں منسوب کرتے ہو جن کا تم کو علم نہیں جس کے یقین کرنے کے لئے تمہارے پاس کوئی قطعی دلیل نہیں۔ ﴿ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ﴾ اے حبیب ﷺ! آپ کہہ دیجئے میرے رَبّ نے حکم عدل و انصاف کا حکم کیا ہے عدل اور راستی توحید کی راہ عمل ہے قِسط کے لغوی معنی انصاف اور عدل کے آتے ہیں قسط سے مراد وہ عمل ہے / جن میں بے راہ روی اور مبالغہ آمیزی سے کوتاہی سے دامن بچا کر میانہ روی اختیار کی گئی ہو۔ (بحوالہ بیضاوی)

Marfat.com

﴿ وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ ﴾ اور یہ کہ وقت سجدہ کے اپنا چہرہ رُخ قبلہ کی سمت سیدھا رکھا کرو لفظ ''سجد'' کا اکثر مُفسرین نے مفہوم سجدہ وعبادت کیا ہے مُراد یہ ہے کہ توجہ کرو اللہ کی عبادت کی طرف جب وقتِ نماز آئے نزدیک جس مسجد کے ہو اور تاخیر نہ کرو اس جہت سے کہ اپنی مسجدوں میں پڑھ لو۔ رُخ سیدھا رکھنے کے معنی یہ بھی لے جاسکتے ہیں کہ اپنے ہر قول وقرار اور فعل عمل میں اپنی جہت رُاللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع رہو، اس کے بعد حکم ہے کہ ﴿ وَّادْعُوْهُ ﴾ اور اللہ کی عبادت کرو۔

﴿ مُخْلِصِیْنَ ﴾ اِس حال میں کہ پاک کرنے والے رہو۔ ﴿ لَهُ الدِّیْنَ ﴾ واسطے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے اللہ کی عبادت خالص اس انداز سے ہو کہ شرکِ خفی، ریاء ونمود سے یکسر پاک ہو۔

﴿ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴾ جس طرح تمہیں پیدا کیا ابتدائے خلقت میں اِسی طرح پھر اِسی طرح اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے تاکہ تمہارے اعمال کی جزا دے جس طرح تمہیں پہلے خاک رُمٹی سے پیدا کیا اسی طرح خاک کی طرف پھر جاؤ گے۔ ﴿ بَدَاَكُمْ ﴾ اُس نے تم کو اوّل پیدا کیا، بَدَا، بَدْءٌ سے فعلِ ماضی واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ تَعُوْدُوْنَ ﴾ تم لوٹائے جاؤ گے، عَوْدٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے۔

﴿ فَرِیْقًا هَدٰی ﴾ ایک گروہ کو ہدایت بخشی اِس طرح کہ ایمان کی توفیق دے دی۔ ﴿ وَفَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ الضَّلٰلَةُ ﴾ اور ایک گروہ کو گمراہ کر دیا۔ مدد نہ کرنے کے سبب اور ایسا کر دیا کہ سزاوار ہوگئی اُن پر گمراہی اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہِ حق کو چھوڑ کر شرپسندوں اور مُفسدین سے رسمِ اُلفت بڑھائی اور دوستی کا رشتہ اُستوار اتو اُن کے نصیب میں گمراہی آگئی، اُن پر گمراہی یوں مسلّط ہوگئی کہ اُنہوں نے اِبلیس کی رفاقت کو اپنا شعار بنالیا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیا۔

﴿ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ سوائے اللہ کے۔ ﴿ وَیَحْسَبُوْنَ ﴾ اور گمان کیا اُنہوں نے اور سمجھے وہ کہ

﴿ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ وہ راہ پانے والے ہیں درحقیقت وہ ایسے نہیں تھے۔ ﴿ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ ﴾ اے بنی آدم۔

بعض مُفسرین اِس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ خطاب عام ہے اکثر مُفسرین کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے اس لئے کہ بنوثقیف اور دوسری ایک جماعت مُشرکین عرب کی تھی اُن کے مرد اور عورت برہنہ طواف کرتے تھے اور کپڑے اُتار ڈالنے سے مفہوم لیا کرتے تھے کہ ہم گناہوں سے بری ہو گئے اور بنی عامر احرام کے دنوں میں حیوان کھانے سے پرہیز کرتے تھے اور کم کھانے پر قناعت کر کے اِس فعل کو فرمانبرداری جانتے تھے اور کعبہ کی حُرمت و تعظیم خیال کرتے تھے۔ مسلمانوں نے کہا یہ تعظیم وتکریم کرنا ہم کو سزاوار ہے اور لائق ہے اللہ نے اُنہیں منع فرمایا ہے اور ارشاد ہوا۔

﴿ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ﴾ اپنا لباس پہن لیا کرو ہر نماز کے وقت، اِس آیت سے نماز میں ستر پوشی کے فرض ہونے کا علم ہوا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ نماز کے وقت اپنا سب سے بہتر لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔

﴿ زِیْنَةً ﴾ زینت، آرائش سنگھار یہاں زینت سے مُراد لباس ہے یہ اِسم ہے قواعد کے مطابق۔ یہاں زینت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ تمام تر چیزیں جو زندگی کی قدرتی ضروریات سے زیادہ ہیں۔ مثلاً اچھا لباس، مناسب کھانا اور معاشرتی اور اقتصادی ضروریات کے تمام عوامل۔ امام قشیری قدس سرہٗ رقمطراز ہیں ''باطنی چیزوں کی زینت مُراد ہے ظاہری چیزوں کی آرائش نہیں''، یعنی خشوع اور اخلاص کسی خاص جگہ کے لئے مخصوص نہیں بلکہ ہر مکان اور مسجد میں چاہئے''۔ کشف الاسرار'' میں لکھا ہے

کہ ''زینت زبانِ علم سے سترِعورت ہے نماز کے واسطے اور زبان کشف سے حضورِ دل ہے عرضِ راز و نیاز کے واسطے''۔

﴿ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا ﴾ اور کھاؤ کھانے کی چیزیں یعنی ایامِ احرام میں گوشت اور چربی وغیرہ اور پیو دودھ اور سب پینے کی چیزیں۔

تشریح و توضیحات آیت ۲۶ تا ۳۱

آیت ۲۶ میں خطاب بنی آدم سے ہے اور بتایا گیا کہ باری تعالیٰ نے ہم پر لباس اُتارا ہے جو ہمارے لئے ستر پوشی کا ذریعہ بھی ہے اور حُسنِ زینت کا موجب بھی ہے لباس کے عطا ہونے کا اوّلین مقصد تو ہمارے جسم کے قابلِ شرم حصّوں کو چھپانا ہے لیکن زیب وزینت کا اظہار بھی اس کا مدّعا ہے جس سے ہماری شخصیت، ہماری عظمت، وقار، ہمارے حُسن و جمال اور کمال شان میں اضافہ ہوتا ہے انسان کی زینت حسن لباسِ تقویٰ میں مُضمر ہے، برہنہ رہنا انسانی فطرت کے خلاف ہے لباس انسان کے حُسن نکھار کی علامت ہے۔ جس قدر جاندار اس گیتی کائنات میں پائے جاتے ہیں وہ برہنہ رہتے ہیں ان میں کوئی لباس نہیں پہنتا وہ انسان جو لباس کو چھوڑ کر عریانی اور نیم عریانی کی طرف مائل ہوا اس کا شمار جانوروں میں ہوا۔ حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ لباس ربّ جلیل کے رسولوں کی سنت ہے۔ عبدالرحمٰن ابن اسلم کا کہنا ہے کہ ''جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنی شرمگاہ کو چھپائے تو یہ لباس تقویٰ ہے لباس ستر اور لباسِ تقویٰ شریعت میں لازم وملزوم ہیں جسم کا چھپانا فطری حیا ہے اسلام کی نظر میں پرہیزگاری اور حیا سے بے نیازی اور لباس کو اُتار دینا ایک فعلِ قبیح ہے یہ یہودی سازش کا خاصا ہے کہ ترقی پسندی کے فریب میں مبتلا کرنے کے لئے فیشن اور اُلفت کے جال میں مُبتلائے بلا کرنے کے لئے اخلاق کو بگاڑنے اور اُنہیں جسمانی طور پر ننگا کرنے کی عظیم تر کوشش میں آج کا معاشرہ دعوتِ گناہ دے رہا ہے یہ یہودی سازش کا کارنامہ ہے دورِ جدید کا انسان مغربی تہذیبِ نو کا لبادہ پہن کر انسانیت کو تباہی کی طرف لے جا رہا ہے انسان کے لئے زینت عریانی میں نہیں ستر پوشی میں مُضمر ہے۔

آیت ۲۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ شیطان اپنی فتنہ پردازی اور فریب کاری سے کام لے کر تمہارے جدّ امجد حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو دھوکہ دے کر اپنے وسوسے اور مکّاری سے بہشت سے نکالنے کا سبب بنا اور اُن کو اُن کے سامنے بے پردہ کر دیا شیطان اور اس کا قبیلہ دنیائے رنگ و بو میں لطافت کائنات میں ہمیں مُبتلا کر کے وار کرنے کے فراق میں ہے اور دعوتِ فکر یہ ہے کہ شیطان کے فریب مسلسل سے نجات پائی جائے تم اُن کو اپنا دوست، رفیق اور ناصح مت سمجھو ورنہ وہ دین و ایمان کی راہ سے ہٹا کر تمہیں گمراہی کی سمت مُبتلا کر دیں گے یہ ایک امر یقینی ہے کہ جو لوگ ایمان لانے سے قاصر رہتے ہیں شیطان اُن کا ہمراہی اور مددگار ہوتا ہے اس آیت کی روشنی میں چند حقائق نکھر کر واضح ہوئے:

۱)......شرم وحیا کا مادہ انسان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا اس فطری شرم وحجاب کے تقاضے کی خاطر لباس عطا کیا گیا۔

۲)......لباس جسم کی زینت اور موسمی تغیرات سے بدن کی حفاظت کا موجب ٹھہرا۔

۳)......لباس صرف ستر پوشی کا وسیلہ نہیں ہے بلکہ جس فلاح کو اپنانا ہے وہ لباس تقویٰ ہے۔

۴)......لباس اللہ تعالیٰ کی اِن بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جو دنیا میں چاروں طرف بکھری ہوئی ہیں۔

آیت ۲۸ میں بیان کیا جارہا ہے کہ اور جب یہ لوگ بے حیائی، فحاشی اور کسی قبیح فعل کا اِرتکاب کرتے ہیں تو اُن کا کہنا ہوتا ہے ہم نے اسی طریق پر اپنے آباؤ اجداد کو پایا اور اپنے آپ پر نادم ہونے کے بجائے زعم یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی بے حیائی کا حکم صادر نہیں کرتا، اسلام سے قبل دورِ جاہلیت میں تو مُشرکین کا شیوۂ عمل تو یہ تھا کہ مرد و عورت برہنہ کعبۃ اللہ کا طواف کرتے تھے صرف اپنی اپنی شرمگاہ پر کوئی کپڑا یا چمڑے کے ٹکڑے سے اعضائے مستورہ کو ڈھانپ لیتے، خانہ کعبہ کا ننگے ہوکر عورت و مرد کا طواف کرنا اس بدعت کی ایک عملی تشکیل ہے جو عرب جاہلیت میں مُروّج تھی۔ اِس آیتِ مُبارکہ میں بتایا جارہا ہے کہ تم باری تعالیٰ کے ذِمّے وہ بات لگاتے ہو جو اللہ نے نہیں کی۔ یہاں ان لوگوں کے لئے درسِ عبرت ہے جو شخصیت پرستی میں مبتلا ہوکر راہِ گُمراہی اختیار کرتے ہیں۔ حق بات کی تلقین کی جائے تو یہ جواز دیا جائے کہ ہمارے اسلاف بھی یہی کرتے تھے۔ ''یہی وہ خصلت ہے جس کے سبب اہلِ یہود، یہودیت پر، اہلِ نصاریٰ نصرانیت پر اور اہلِ بدعت مختلف تاویل اختیار کرکے بدعتوں پر قائم رہے''۔ (بحوالہ فتح القدیر)

دورِ جدید میں آج بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو رقص و سرور میں مَست ہوکر بے حیائی اور فحش باتوں پر مُبتلا ہوکر اپنے غیر فطری، غیر اخلاقی، غیر سماجی کرتوتوں کو اپنے آباؤ اجداد کی طرف منسوب کرتے ہیں اور برملا اظہار کرتے ہیں اللہ کا ہم کو یہی حکم ہے تو بہ توبہ! جو لوگ جاہلیّت کی رسم بدعت کو اپنا شعار جانتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ رسم بھی خدا کی طرف سے مقرّر کی گئی ہے اگر تمہارے مذہب میں ایسا حکم ہے تو یہ اس بات کی ایک علامت ہے کہ تمہارا مذہب اللہ کی بتائی ہوئی تعلیمات سے انحراف کرتا ہے کیا تم اللہ کا نام لے کر وہ باتیں کرتے ہو جن کے بارے میں علم ہی نہیں ہے۔

آیت ۲۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ نے عدل و انصاف کی تلقین کی ہے عدل و اعتدال کا اہتمام اور اِنصرام شریعتِ الٰہی کی اصل روح ہے انصاف اور مساوات کا تعلق ہر شعبۂ زندگی پر محیط ہے عدل کی تعلیمات کا دائرۂ کار عقائد، اعمال، عبادات ذکرِ الٰہی، فکرِ الٰہی، یادِ الٰہی میں مُضمر ہے اخلاقیات کا پہلو یہ ہے کہ اِقتصادیات ہوں یا معاشرت، قانون ہو کہ قانون کی پاس داری، سیاست ہو کہ حیاتِ نو کی نیرنگی کائنات ہر گوشۂ حیات میں شریعت باری تعالیٰ اس احساس پر مبنی ہے انصاف ایک ایسی کسوٹی ہے کہ حکمتِ دین کی سمجھ رکھنے والا یہ پرکھ لیتا ہے، جان لیتا ہے کہ کون سی بات اللہ کی ہے اور کون سی بات اللہ کی نہیں ہے۔ حکم یہ ہے کہ سجدے کے وقت اپنے چہرے سیدھے رکھو، اللہ ہی کو پکارو عبادات و اطاعت کو اللہ کی بندگی کے لئے خاص کرلو دعا اللہ ہی سے طلب کرو، جھکاؤ تو سر اُس کے آگے جھکاؤ کہ ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق، زبان اور دل کی شہادت کے لائق کے مصداق اللہ کی عبادت میں کسی اور کو شریک مت کرو، خالص دین اللہ کا قبول کرو جس طرح اللہ نے پہلی بار پیدا کیا ہے دوسری بار بھی اِسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

آیت ۳۰ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ ایک فریق کو نعمتِ ایمان اور حکمت و معرفت مل گئی اور اللہ کی اطاعت اور عبادت کی توفیق دے دی گئی تو ایک فریق تو راہِ ہدایت پاکر انعام یافتہ ہوگیا اور ایک گروہ نے کُفر و معاصی کی رَوش کو اختیار کی تو گُمراہی اور ضلالت ان کا مُقدر بنا وہ راہِ حق کو چھوڑ کر ابلیس کے دامنِ فریب میں آگئے اور خود اُنہوں نے شیطان کی رفاقت کو ماحصل زندگی سمجھا وہ بدنصیب اِس غلط فہمی کا شکار ہوگئے کہ وہ جو کچھ کررہے ہیں وہ ثواب ہے عین

Marfat.com

راحت ہے ان باطل پرستوں کے وہم گمان میں بھی نہ آیا کہ یہ راہِ حق سے فرار اختیار کر کے گمراہی اور تاریکی کو اس کارِ گر حیات میں اپنے اُوپر مُسلّط کر لیا کسی انسان کی یہ کس قدر بدقسمتی ہے کہ گمراہ ہو کر سمجھ لے کہ میں صحیح سمت پر ہوں ان سادہ لوح لوگوں کو خبر ہی نہیں کہ وہ برباد ہو گئے شیطانوں کو اپنا مددگار اور ساتھی و دوست بنا لیا ہے جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنا لیا وہ اس خیال و گمان میں مُبتلا ہیں کہ وہ ہدایت پانے والے ہیں۔

آیت ۳۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کھڑے ہونے کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ آدمی صرف اپنا سَتر چھپا لے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی لازمی ہے کہ حسبِ استطاعت پاکیزہ اور نفاست والا اپنا پورا لباس زیب تن کرے جس سے ستر پوشی بھی ہو جائے اور حسنِ زینت بھی نمایاں رہے جس میں نیم برہنگی، عُریانی اور غیر شائستگی کا بھی گمان اور شائبہ تک نہ ہو جس دور میں نزُولِ قرآن ہوا تو بعض جاہل لوگ مکّہ میں ایسے بھی تھے یوں تو جسم پر لباس پہنتے تھے جب حرم میں طواف کرتے یا عبادت میں مصروف ہوتے تو برہنہ ہو جاتے اور یہ کہا کرتے کہ ہمارے اسلاف کی رسم ہے قرآن میں حکم دیا جا رہا ہے کہ مسجد میں حاضری کے وقت، سجدہ کی سعادت حاصل کرتے وقت زینت حسن کی خاطر لباس پہنو، خوب کھاؤ پیو اور حد سے بڑھ جانے والا مت بن جانا حد سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ ایک قول یہ ہے کہ "کنگھی کرنا، خوشبو لگانا داخل زینت ہے"۔ (بحوالہ کنزالایمان، خزائن العرفان) مسلم شریف کی حدیث میں مذکور ہے کہ ایامِ جاہلیت میں دن میں مرد اور رات میں عورتیں برہنہ ہو کر طواف کرتے تھے اس آیۂ مبارکہ میں ستر چھپانے اور کپڑے پہننے کا حکم دیا گیا اس کی دلیل ہے کہ سترِ عورت نماز اور طواف دونوں صورتوں میں واجب ہے۔ کلبی کا قول ہے کہ ایامِ حج میں بنی عامر کے لوگ اپنا کھانا پینا کم کر دیتے تھے گوشت اور چکنائی تو بالکل استعمال نہ کرتے اس پر حکم صادر ہوا کہ کھاؤ، پیو گوشت ہو یا روغن رچکنائی ہو اور اَسراف بے جا نہ کرو۔ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جو چاہو کھاؤ پہنو فضول خرچی اور تکبر سے اجتناب کرو" آدمی کو چاہئے کہ ہر معاملہ میں حد کے اندر رہے۔ (صحیح بخاری کتاب اللباس)

آیت ۲۶ تا ۳۱ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

یہ باری تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے نام ایک فکر انگیز اور پُر الم ندا ہے اور یہ ندا تخلیق انسانیت کا پس منظر اور پیش منظر بتاتی ہے کہ خصوصًا اس جز کا جس کے بعد شیطان کی سازش سے حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا کے جسموں سے جنّت کا لباس اتار دیا گیا، یہ مرحلہ انہیں اللہ کی حکم عدولی کے سبب دیکھنا پڑا کیونکہ انہوں نے ایک مخصوص درخت کا پھل کھا لیا جس کو کھانے کی ممانعت تھی اس کو ایک لغزش کا نام دیا گیا اس خطاء ونسیان کی نوعیّت وہ نہ تھی جس کا ذکر اہلِ کتاب کی منحرف کُتب تورات اور انجیل میں ہے جس کا اثر آج کے مغرب زدہ تمام علوم وفنون پر صاف صاف دکھائی دے رہا ہے دورِ جدید میں فرائڈ کے نظریات اور افکار اس پر مستزاد ہیں۔ یہ فضول توجّہ کے اگر آدم وحوا اس کا پھل کھا لیتے تو اللہ کو ڈر تھا وہ بھی خدا کی طرح الٰہ بن جاتے۔ العیاذ باللہ۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن از سید قطب شہید)

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

اے حبیب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے اور کس نے اللہ کی عطا کردہ کھانے کی پاک چیزوں کو ممنوع قرار دیا۔ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے! یہ اشیاء کارگہِ حیات میں، دنیا کی زندگی اہلِ ایمان کے لئے دی گئی ہے اور روزِ قیامت صرف انہی کے لئے خالص ہوں گی۔ ہم یوں ہی تسلسل ر تفصیل کے ساتھ تمام آیات کو سمجھ داروں کے لئے واضح طور پر بیان کرتے ہیں جو حقیقت علم سے واقف رحقیقت کو جانتے ہیں۔ (۳۲)

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

(اے محبوب ﷺ)! کہہ دیجیے! میرے ربّ نے تو منع کیا ہے بے حیائی کے کاموں سے جو فحش باتیں عیاں رکھلی ہوئی ہیں یا چھپی ہوئی اور منع کیا ہے ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم رزیادتی کرنے کو اور یہ کہ اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ ایسی چیز کو جس کی اللہ نے تو دلیلِ سند نہیں اُتاری اور یہ کہ اللہ کی نسبت ایسی بات کہو جس کے بابت تمہیں علم نہ ہو کہ درحقیقت وہ اسی نے کہی ہے۔ (۳۳)

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور ہر اُمت کے لئے ایک ساعت رلحات کی گھڑی ہم نے مقرر کردی ہے سو جب وہ میعادِ معین رمہلت ساعت آئے گی تو لمحہ بھر کی تاخیر وتقدیم بھی نہیں ہوگی رایک گھڑی بھر نہ پیچھے جائیں گے نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ (۳۴)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾

اے اولادِ آدم! اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئیں جو تم سے بیان کریں ہماری آیات جو شخص پرہیزگاری اختیار کرے اور اپنی اصلاح کرلے تو ایسے لوگ نہ خوفزدہ ہوں گے اور نہ غم سے مغموم ہوں گے رنہ وہ حزن وملال میں مبتلا ہوں گے۔ (۳۵)

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، فخر وتکبر کیا وہ لوگ جہنم کی آگ والے ہوں گے اور اُنہیں اِس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنا ہے۔ (۳۶)

الفاظ ومعانی آیت ۳۲ تا ۳۶

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ﴾ پوچھیے کس نے حرام کی ہے۔ ﴿زِيْنَةَ اللّٰهِ﴾ زینت جو اللہ نے مقرر کی ہے یعنی طرح طرح کے کپڑے۔ ﴿الَّتِيْٓ﴾ وہ زینت جو محض قدرت سے۔ ﴿اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ﴾ نکالی اپنے بندوں کے واسطے نباتات سے جیسے

Marfat.com

روٹی، حیوانات سے جیسے اُون اور حریر اور معدنیات سے جیسے زرہ اور فولادی خود۔ ﴿وَالطَّيِّبٰتِ﴾ اور کس نے حرام کی ہیں پاکیزہ چیزیں۔ طیّبات میں سے مُراد وہ لذیذ اور خوش ذائقہ کھانے ہیں جو حلال ذریعوں سے حاصل کیے گئے ہوں۔ ﴿مِنَ الرِّزْقِ﴾ روزی میں سے یعنی مزہ دار کھانے پینے کی اشیاء گوشت دودھ یا اس میں سے جو حلال ہیں جیسے بحیرہ اور سائبہ۔ ﴿قُلْ هِيَ﴾ کہہ دیجئے! یہ پُر زینت اور پاکیزہ چیزیں۔ ﴿لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ اُن لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان لانے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ ﴿فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ دنیا کی زندگی میں لیکن کفار اور فجار اس میں مسلمانوں کے شریک ہیں مگر جاودانی نعمتیں مسلمانوں کے ہی واسطے ہیں۔ ﴿خَالِصَةً﴾ خالص بلاشرکت کے۔

﴿يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ قیامت کے دن۔ ﴿كَذٰلِكَ﴾ جس طرح ہم نے اِن احکامات کی صراحت کے ساتھ۔

﴿نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ﴾ تفصیل کی وضاحت کرتے ہیں ہم نشانیوں کی یا توحید کی دلیلیں ظاہر کرتے ہیں ﴿لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ اُس گروہ کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں اور جانتے ہیں اس آیت میں لوگوں کے لئے غلو اور اِن جاہلانہ افکار کی تردید تھی جن کا طفلانہ تخیل یہ تھا کہ اچھا لباس اور لذیذ کھانا چھوڑ دینے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں۔

﴿اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ﴾ بے شک میرے رَبّ نے حرام کیا ہے سب بے حیائی کے کاموں کو گناہِ کبیرہ، کہ یہ سب عذاب کے مُوجب ہیں۔ ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ جو ظاہر ہے اُن میں سے جیسے کُفر۔ ﴿وَمَا بَطَنَ﴾ اور پوشیدہ ہے جیسے نفاق کھلی اور ظاہری فحش باتوں سے بعض اہلِ علم کے نزدیک طوائفوں اور ''بازارِ حسن'' کے وہ مراکز ہیں جہاں بدکاری ہوتی ہے اور پوشیدہ سے مُراد محرموں سے نکاح کرنا ہے جس کی ممانعت آئی ہے۔ آج کل رقص و سرور کی محفل میں عورتوں کا بے پردہ ہونا، مردوں سے ان کا میل ملاپ یوں کہیے کہ بے تکلفانہ اختلاط۔ رسم حنا کی تقریب، بے حیائی کے باہم زن و مرد کھلے عام ملاقات کرنا یہ سب فحش ظاہرہ ہے۔ ﴿وَالْاِثْمَ﴾ اور حرام کیا وہ گناہ جس پر حد مقرّر نہیں ہے جیسے گناہِ صغیرہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ حلّت و حرمت میں انسانی خواہش کو کوئی اختیار نہیں، حلال وہ ہے جسے باری تعالیٰ نے حلال قرار فرما دیا اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے حرام ٹھہرا دیا۔ اِثم کے لغوی معنی گناہ کے آتے ہیں یہاں پر اثم میں وہ تمام گناہ رمعصیت شامل ہیں جن کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے۔ حسن بصریؒ نے یہاں اِسم کا معنی شراب کیا ہے۔ (بحوالہ القرطبیؒ)

﴿وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ اور حرام کیا ظلم اور تکبر بغیر حق کے اور یہ تاکید اس واسطے ہے کہ ظلم اور کبر حق پر ہوتا ہی نہیں۔ اَلبغیُ اِس کے معنی ہیں ظلم سے رحد سے بڑھ جانا۔ بَغی میں وہ گناہ شامل ہیں جن کا تعلق دوسروں کے معاملات اور حقوق سے ہوتا ہے۔ ﴿وَاَنْ تُشْرِكُوْا﴾ اور حرام کیا یہ کہ شریک ٹھہراؤ تم باللہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو اس کی عبادت میں۔ گویا شرک اور اِفتراء عَلَى اللهِ (تم جھوٹ اور افتراء کرو) یہ بھی عقیدہ کا گناہ عظیم ہے ظاہری لحاظ سے۔ ﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ﴾ اور ہر گُروہ کے لئے ایک مدت ہے جو اللہ نے مقرّر کر دی اُن کی زندگی کے لئے۔ بعض مُفسرین نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے سوا ہر اُمّت کے واسطے ہر لحہ مدت کا تعیّن ہے کہ اس میں اُن پر عذاب آئے اور وہ ہلاک ہوں۔ ﴿فَاِذَا جَآءَ﴾ پھر جب آتا ہے۔ ﴿اَجَلُهُمْ﴾ وقت اُن کے عذاب اور ہلاکت کا یا کہیے وہ مدت مقررہ تمام ہو جاتی ہے۔

﴿لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً﴾ نہیں پیچھے رہتے اس ایک مدت سے ایک ساعت، ساعت عام طور پر تھوڑے وقت کو کہتے

Marfat.com

ہیں۔﴿ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ ﴾ وہ دیر نہیں کر سکتے فعل مضارع کا صیغہ منفی جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

﴿ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴾ وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔اِسْتِقدامٌ سے مضارع منفی جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔

﴿ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ ﴾ جو پڑھیں تم پر آیتیں میری کتاب کی یا خبر دیں تم کو احکام شریعت سے۔﴿ یَقُصُّوْنَ ﴾ جو بیان کرتے ہیں، پڑھتے ہیں قَصَصٌ سے مضارع جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔﴿ فَمَنِ اتَّقٰی ﴾ جو کوئی پرہیز کرے گا شرک اور تکذیب سے۔﴿ وَاَصْلَحَ ﴾ اور اصلاح کرے گا اپنے کاموں کی۔﴿ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ ﴾ پس کچھ انہیں نہ اندیشہ خوف ہوگا، وہ حزن وملال سے بے خوف ہو جائیں گے یہ اِس کتاب کی دلیل ہے کہ یومِ قیامت اہلِ ایمان تردّد، گھبراہٹ اور پشیمانی اور پریشانی سے دوچار نہیں ہوں گے۔(بحوالہ تفسیر قرطبی)

﴿ وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا ﴾ اور جن لوگوں نے جھوٹ جانا۔﴿ بِاٰیٰتِنَا ﴾ ہماری آیات کو، یعنی ہماری آیتوں کو رد کر کے رسولوں کی تکذیب کی۔﴿ وَاسْتَکْبَرُوْا ﴾ اور فخر وانبساط کیا یعنی سرکشی کی۔﴿ عَنْہَآ ﴾ ایمان سے ہماری وحدت کی دلیلوں کے ساتھ۔﴿ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴾ وہ گروہ رہنے والے ہیں آگ کے۔﴿ ہُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ ﴾ وہ دوزخ میں باقی رہیں گے ہمیشہ، ان میں اہلِ ایمان کے علاوہ اِن لوگوں کے انجام کی نشان دہی کی جارہی ہے جنہوں نے حق سبحانہٗ تعالیٰ کے احکامات کو جھٹلایا۔

تشریح وتوضیحات آیت ۳۲ تا ۳۶

آیت ۳۲ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ کائناتِ رنگ وبُو میں عواملِ زندگی اور عناصر زندگی کی ترتیب وزینت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کیں، دنیا کی زندگی میں اہلِ ایمان کے لئے لباس، آرائشِ جمال، رزقِ حلال اور پاک اشیاء رکھی گئی ہیں۔اِس ارضِ کائنات میں مؤمن اور کافر دونوں کا قیام ہے سب ایک ساتھ زمین پر رہتے بستے ہیں کافر بھی اِس گیتی کائنات کی پیدا کردہ چیزوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں دنیا میں اللہ کی نعمتوں سے سرفراز ہونا ایمان اور دینداری کے عین مطابق ہے۔چنانچہ آیت ۸ سورۃ التکاثر پارہ ۳۰ عَمَّ میں ارشادِ ربّی ہے:

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ۝ "سواس دن تم سے ضرور اِن نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا"۔

یہ سوال اِن نعمتوں کے بارے میں ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بخشی ہیں باری تعالیٰ نے یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ نعمتوں کے اصل حق دار تو اہلِ ایمان ہیں دنیا کی زندگی میں بہترین چیزوں کے مستحق تو ایمان والے ہیں تو اب صحیح طرزِ عمل کا تقاضا تو یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں سے مستفیض ہوا جائے، اللہ کا شکر گزار بندہ بنا جائے، اعتدال اور میانہ روی کی روش اختیار کی جائے، ربّ جلیل اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی جائے۔

آیت ۳۳ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ باری تعالیٰ نے حرام بس "بے حیائی" کو ٹھہرایا ہے:

(۱)......خواہ وہ کام پوشیدہ ہو یا وہ ظاہری طور پر نمایاں ہو۔(۲)......حق تلفی، ناحق کی زیادتی، یعنی اپنی حدود سے تجاوز کر کے دوسروں کے حق اور حدود میں مداخلت کرنا جس کا اختیار آپ کو نہ ہو۔(۳)......اللہ کے ساتھ کسی کو اللہ کی عبادت میں شریک ٹھہرانا جس کی کوئی سَند اور دلیل نہ ہو۔(۴)......اللہ پر کسی ایسی بات کا بہتان نہ لگاؤ جس کا تمہیں ادراک اور علم نہیں۔

Marfat.com

انسان کا قدرت اور استطاعت کے باوجود اللہ کی اطاعت میں کوتاہی کرنا بے ہودہ اُمور سرانجام دینا، حلال کو حرام قرار دینا، دین میں ایسی باتوں کو شامل کر لینا جو کتابُ اللہ میں موجود نہ ہوں اور نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہوں فرسودہ رسوم کو رواج دینا مَن گھڑت باتوں کو مشرک سماج کی تلقین کرتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہونا یہ سب کام گناہ کے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی کا دوسرا نام گناہ ہے۔ حدیثِ مُبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''گناہ وہ ہے جو تمہارے سینے میں کھٹکے اور لوگوں کے اس پر مطلع ہونے کو بُرا سمجھو''۔ (بحوالہ صحیح مسلم شریف کتاب البرّ)

آیت ۳۴ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ ہر اُمّت کے لیے ایک وقت مقرّر کا تعین ہے جب اُن کی میعاد مقرّر پوری ہو جائے گی تو نہ ایک ساعت پیچھے ہو سکے گی اور نہ آگے بڑھ سکیں گے یہاں پر قوموں، اُمّتوں، گروہ اور جماعتوں کے فنا ہونے کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے۔ افراد کی طرح ملت اور قوموں کے لئے بھی موت وزندگی کے لئے باری تعالیٰ نے قوانین واضح کر دیئے ہیں اور ان کا وقوع پذیر ہونا اٹل ہے۔ جب کسی قوم کا اخلاقی زوال اور فتنہ وفساد ایک حد مقرّر کو چھو لیتا ہے تو اس کے بعد گیتیِ کائنات کی سرزمین میں اِس کا باقی رہنا حکمتِ باری تعالیٰ کے خلاف ہوتا ہے رسولوں کی تکذیب کرنے پر باری تعالیٰ اس قوم کو لازمی طور پر ہلاکت سے دوچار کر دیتا ہے فتنہ وفساد اور بگاڑ کی انتہا کی صورت میں اِس کے نتائج ظاہر ہونے کے لئے لمحہ بھر کی بھی تاخیر نہیں ہوتی، برائیوں میں ملوث لوگوں کو اور بدصفات قوم وملت کو مزید مُہلت نہیں دی جاتی۔

چنانچہ آیت ۴ سورۂ نوح پارہ ۲۹ تَبٰرَکَ الَّذِیْ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُؤَخِّرْکُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۘ لَوْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾

''تو وہ تمہارے گُناہ بخش دے گا اور ایک میعاد وقت مقررہ تک مُہلت دے گا، بے شک جب اللہ کا وعدہ آجاتا ہے تو تاخیر نہیں ہوتی رڈھیل نہیں ہوتی کاش تم کو اِس بات کی سمجھ ہوتی''۔

آیت ۳۵ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئیں اور تم کو میری آیات سناتے رہیں تو جو شخص تقویٰ اختیار کرلے اور اپنی اصلاح کرلے تو اس کے لئے نہ اندیشہ ملال ہے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی حزن وغم سے وہ معمور ہوگا، گویا اصلاح عمل اختیار کرنے والے نیک اعمال بجالانے والے کے لئے رنج والم کا کوئی موقع نہیں ہے۔

آیت ۳۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ جنہوں نے اللہ کی آیات کو جُھٹلایا اور تکبّر اختیار کیا راہِ سرکشی کو اپنا شعار بنالیا وہی اہلِ جہنّم ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہاں اُس وعدے کی طرف لطیف اشارہ ہے جب حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کی ذرّیت سے اُس وقت فرمایا تھا کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام کو بہشت سے نکالنے کا مرحلہ آیا تھا اس میں ابلیس اور اس کی ذرّیت کی فتنہ پردازی سے محفوظ رکھنے کی وجہ بتائی کہ میرے بھیجے ہوئے رسولوں کی اِتباع کرنا۔ چنانچہ آیت ۱۲۳ سورۂ طٰہٰ پارہ قَالَ اَلَمْ میں ارشادِ ربّی ہے:

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی ۥ فَمَنِ اتَّبَعَ ھُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی ﴿۱۲۳﴾

''اب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت بھیجی جائے تو جو میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ تو بھٹکے گا اور نہ تکلیف میں مبتلا ہوگا''

Marfat.com

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

پھر اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو بُہتان باندھے اللہ پر جھوٹا یا اللہ کے احکامات/آیات جُھٹلائے ان کو مل جائے گا اُن کا حصّہ جو کچھ کتاب میں تحریر ہے ایسے لوگوں کی جان روح قبض کرنے کو ہمارے بھیجے ہوئے اُن کے پاس آئیں گے اُس وقت وہ اُن سے دریافت کریں گے کہاں گُم ہیں وہ جن کی تم پرستش کرتے تھے اللہ کے سوا، وہ کہیں گے وہ ہم سے غائب ہوگئے اور مرنے کے وقت اپنے کافر ہونے کا خود ہی اقرار کریں گے۔ (۳۷)

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾

باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اُن اُمّتوں میں داخل ہو جاؤ جو تم سے قبل گزر چکی ہیں انسانوں اور جنوں کے پاس جہنّم میں جب بھی کوئی اُمت داخل ہوگی دوزخ میں تو وہ دوسری اُمّت پر لعنت بھیجے گی حتّٰی کہ سب اکٹھے ہو جائیں گے تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کی نسبت کہیں گے۔ اے ہمارے رَبّ جو اُنہوں نے ہمیں بہکایا تھا گُمراہ کیا تھا سو اُن کو دوزخ کا دوگنا عذاب دینا باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا ہر ایک کے لئے دوہرا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے!۔ (۳۸)

وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور کہیں گی پہلی اُمتیں بعد میں آنے والی اُمّتوں سے تم کو ہم پر کوئی فوقیت/فضیلت نہیں، پس عذاب کا مزہ چکھو اِس سبب کی وجہ سے جو کرتوت تم کیا کرتے تھے۔ (۳۹) (نشان)

الفاظ و معانی آیت ۳۷ تا ۳۹

﴿ فَمَنْ اَظْلَمُ ﴾ پس کون ہے بڑا ظالم یعنی بڑا کافر۔ ﴿ مِمَّنِ افْتَرٰى ﴾ اس شخص سے جو افتراء کرے۔

﴿ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴾ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی آیات کو جُھوٹا بتائے گویا جو بات باری تعالیٰ کی کہی ہوئی نہ ہو اس کو اللہ سے منسوب کرکے، جھوٹ اس انداز کا کہ اللہ بیوی، لڑکے اور شریک رکھتا ہے۔ ﴿ اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ﴾ یا جھوٹا جانے اس کی نازل کی ہوئی آیتوں کو یہ بھی نبوّت کا انکار ہے۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ ﴾ وہ گروہ افتراء اور تکذیب کرنے والوں کا پہنچا دے گا اُنہیں ﴿ نَصِيْبُهُمْ ﴾ حصّہ اُن کا معین قسمت اس کی جمع اَنْصِبَاء نَصِيْبُ ہم پہنچاتے ہیں اِصَابَةً سے مضارعِ جمع متکلم قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ مِنَ الْكِتٰبِ ﴾ لوحِ محفوظ سے یعنی جو کچھ عذاب اُن کی تقدیر میں لکھا ہے وہ اُنہیں پہنچے گا یا جو کچھ اُن کے نامۂ اعمال میں لکھا ہے اس کی جزاء پائیں گے جو کچھ روزی اُن کے واسطے لکھی ہوئی ہے اُس سے بہرہ مند ہوں گے۔

﴿ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ ﴾ یہاں تک کہ جب آئیں گے اُن کے پاس۔ ﴿ رُسُلُنَا ﴾ بھیجے ہوئے ہمارے مَلَكُ الْمَوْت

اُن کے مددگار۔ ﴿ یَتَوَفَّوْنَهُمْ ﴾ لے آئیں گے اُنہیں یعنی روحیں قبض کرلیں گے۔

﴿ قَالُوْٓا ﴾ کہیں گے فرشتے اُنہیں ملامت کرنے کے انداز میں۔ ﴿ اَیْنَ مَا ﴾ کہاں ہیں وہ بُت رصنم۔

﴿ كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ ﴾ جنہیں تم پکارتے تھے اور پوجتے تھے اُنہیں۔ ﴿ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ سوائے اللہ کے، فرشتے روح نکالتے وقت اُنہیں کہیں گے ذرا بلاؤ تو سہی "اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھر کے صنم" جن کی تم نے تمام عمر عبادت کرنے میں گذار دی ذرا اُنہیں آواز تو دینا تا کہ وہ تمہیں ہمارے قبضہ سے چھوڑا ئیں تو سہی، اِس وقت غفلت کے پردے چاک ہوجائیں گے اور حقیقت عیاں ہوجائے گی۔ علّامہ بیضاویؒ اس مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں" کہ فرشتے اُنہیں کہیں گے وہ خدا کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے۔ ﴿ قَالُوْا ﴾ کہیں گے کافر۔ ﴿ ضَلُّوْا عَنَّا ﴾ وہ گم ہو گئے ہم سے یعنی غائب ہو گئے اور اُن سے ہمیں کوئی مدد نہ پہنچی۔ ﴿ وَشَهِدُوْا ﴾ اور گواہی دیں گے۔

﴿ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ﴾ اپنے نفسوں پر کہ۔ ﴿ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ ﴾ بے شک تھے وہ کافروں میں سے۔

﴿ اُدْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ ﴾ داخل ہو اُمّتوں میں کہ گذر گئی ہیں۔ ﴿ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾ پہلے تم سے تمہارے دین میں۔ ﴿ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ﴾ جنّ اور آدمی میں سے، اس سے ان دو گروہ رجماعتوں کے اگلے کافر مُراد ہیں۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ فرمائے گا داخل ہو تم باہم۔ ﴿ فِی النَّارِ ﴾ آتش دوزخ میں اُن میں سے جنہیں عناد اور تکبّر زیادہ ہوگا اُنہیں پہلے جہنّم میں داخل کریں گے۔ ﴿ كُلَّمَا دَخَلَتْ ﴾ جس وقت داخل ہوگا۔ ﴿ اُمَّةٌ ﴾ ایک گروہ رجماعت دوزخ میں تو۔

﴿ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ﴾ لعنت کرے گا دوسرا گروہ جو اُن کے ہم دین اور ہم مذہب ہوں گے ایک ہی طریقہ اور ملت میں مرے ہوں گے۔ چنانچہ یہود، یہود کو لعنت کریں گے، نصاریٰ، نصاریٰ کو اور آتش پرست، آتش پرست کو علیٰ ہذا القیاس۔

﴿ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا ﴾ یہاں تک کہ مل جائیں گے۔ ﴿ فِیْهَا جَمِیْعًا ﴾ وہ سب دوزخ میں۔ ﴿ رَبَّنَا ﴾ اے ہمارے ربّ۔ ﴿ هٰٓؤُلَآءِ ﴾ اُنہوں نے راسی گروہ نے۔ ﴿ اَضَلُّوْنَا ﴾ گمراہ کر دیا ہمیں۔

﴿ عَذَابًا ضِعْفًا ﴾ اُنہیں عذاب دے ہمارے عذاب کا دوگنا۔ ﴿ مِّنَ النَّارِ ﴾ آتشِ جہنم میں اس ایک نوعیت کا عذاب تو صرف اس لئے ہے کہ خود گُمراہ ہوئے اور دوسرا عذاب اس لئے کہ اُنہوں نے اوروں کو گُمراہی کی طرف مائل کیا۔

﴿ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ ﴾ پھر چکھو عذاب۔ ﴿ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴾ سو تم بھی اپنی کمائی کے سبب راپنے مکر و فریب کے مطابق یہ عذاب چکھو کیونکہ تم کُفر کرتے ہو اور عذاب کو دوسرے کے حوالے کرتے ہو۔

تشریح و توضیحات آیت ۳۷ تا ۳۹

آیت ۳۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ بھلا اس سے بڑھ کر ظلم کرنے والا اور کون ہوگا جو ذاتِ باری تعالیٰ پر جھوٹ بُہتان تراشے یا اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے ایسے لوگوں کے نوشتۂ تقدیر میں جو کچھ اس کائناتِ رنگ و بُو میں تحریر ہے وہ یہ پورا کریں گے گویا اُن کے مقدّر میں جو عمرِ عزیز مُقدّر رہے اُس کو گذار کے اور جو رزق نصیب میں لکھا ہے اُس کو پانے کے بعد آخر کار موت کی آغوش سے ہمکنار ہوجائیں گے۔ چنانچہ اس مفہوم کی وضاحت آیت ۶۹، ۷۰ سورۂ یونس پارہ ۱۱ یَعْتَذِرُوْنَ میں کی

Marfat.com

گئی ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾

''آپ (ﷺ) کہہ دیجئے! جولوگ اللہ پرافتراء کرتے ہیں ,جھوٹی بات گھڑ کراللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ کامیابی نہ پائیں گے''۔

یہاں کامیابی سے مُرادآخرت کی کامیابی ہے گویااللہ کے غضب اورعذابِ الٰہی سے بچ جانا ہے صرف دنیا کی خوش حالی، کامیابی نہیں:

مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِیْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾

''یہ دنیا کا عیش تھوڑا رعارضی ہے پھر ہمارے پاس اُن کو آنا ہے تب ہم اُن کو اُن کے کُفر کے سبب سخت عذاب چکھائیں گے''۔(سورۂ یونس پارہ یَعتَذرون ۱۱ آیت ۷۰)

اس بات کواچھی طرح سمجھ لیجئے کہ کافروں، مُشرکوں اوراللہ کے نافرمان لوگوں کی یہ دنیاوی آسودگی، خوش حالی، مادّی ترقیاں، عروج وکمال یہ ترقیاں اور دنیا کے یہ لیل ونہار یہ بات قطعی اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ اقوام کامیاب ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن سے خوش ہے یہ عارضی کامیابیاں باری تعالیٰ کے قانونِ مُہلت کا نتیجہ بھی ہوسکتی ہیں یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کے فرشتے اُن کی روح کو قبض کرنے آئیں گے تو اُن سے پوچھا جائے گا کہ اللہ کے سوا جن کو ندا دے کر، صدا دے کر پکارتے تھے وہ کہاں ہیں جواب ملے گا وہ سب تو گُم ہوگئے۔

آیت ۳۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ جب کوئی گروہ ,جماعت افعال بدرگُمراہی میں مُبتلا ہو جاتی ہے تو وہ نہ صرف خود گُمراہی کا شکار ہوتی ہے بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتی ہے چنانچہ سابقہ اُمتیں اپنے سے پہلی اُمتوں پر الزام تراشی کرتے ہوئے اپنی دوسری اُمت کو لعنت کریں گی، ہم نے اُن کی پیروی اختیار کی اور گُمراہی میں پھنس گئے' یہ گُمراہیوں کے احوالِ آخرت کا منظرنامہ ہے جب جہنّم میں سب اکٹھے ہوں گے۔ بتایا گیا کہ تم میں سے ہر ایک کے لئے دوہرا عذاب ہے اِس بات کی تشریح آیت ۶۷، ۶۸ سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲ وَ مَنْ یَّقْنُتْ سے بھی ہوئی اللہ فرماتا ہے:

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا ﴿٦٧﴾

''اورکہیں گے اے ہمارے رَبّ ہم نے اپنے سرداروں اوراپنے بڑے لوگوں کی بات مانی جس نے ہمیں بے راہ کرکے چھوڑ دیا''۔

رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِیْرًا ﴿٦٨﴾

''اے ہمارے رَبّ! تواُنہیں دوگنا عذاب دے ان پر بڑی سے بڑی لعنت نازل فرما''۔(سورۃ الاحزاب آیت ۶۸)

نیکی یا بدی یہ دونوں ہی اپنی فطرت کے اعتبار سے ہوتی ہیں اوراپنے سرانجام دینے والوں کی ذات تک محدود نہیں ہوا کرتی ہیں بلکہ اُن کے اثرات دوسرے تک پہنچتے ہیں اِس لئے یہ بات کہی جارہی ہے کہ تم سے پہلے آنے والوں نے تمہارے لئے ایک بُری مثال کی اساس رکھی ہے اُن کو دوہرا عذاب بھگتنا پڑے گا لیکن تم نے جو مثال اپنے بعد کے آنے

Marfat.com

والوں کے لئے چھوڑی بھلااس کے نتائج سے کیونکر بچ جاؤ گے تمہارے لئے بھی دوہرا عذاب ہے۔

آیت ۳۹ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اور اُن کے اگلے لوگ، اپنے پچھلوں سے ہمکلام ہوں گے تو اظہار کریں گے تم کو بھی ہم پر کوئی فضیلت نہیں ملی تم بھی اپنے عمل کی پاداش میں عذاب چکھو، اہلِ جہنّم کی اس باہمی تکرار کہ تم کب خود ہدایت پانے میں کوشاں تھے اگر ہم نے تمہیں طمع دنیا میں لالچ دے کر اپنا بندہ بنایا تو تم خود کیوں فریبِ طمع میں مبتلا ہو گئے تم خود ہی ہمارے دام میں گرفتار ہوئے۔ چنانچہ اسی بات کا مفہوم آیت ۳۲ سورۂ سبا پارہ ۲۲ وَ مَنْ یَّقْنُتْ میں بھی بیان ہوا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾

''یہ بڑے لوگ ان کمزوروں کو جواب دیں گے کیا تم پر ہدایت آچکنے کے بعد ہم نے تم کو ہدایت پر چلنے سے زبردستی روکا تھا بلکہ تم تو خود ہی مُجرم تھے''۔

تم نے خود ہی اس پر غور و فکر نہیں کیا بلکہ اپنی خواہشات کی تکمیل میں اُسے قبول کرنے سے گریزاں محروم رہے اور آج مُجرم ہمیں بنا رہے ہو حقیقت تو یہ ہے کہ سب کچھ کرنے میں تمہاری منشاء کو دخل تھا اس لئے اصل مُجرم کی فہرست میں تمہارا نام شامل ہے نہ کہ ہمارا۔

آیت ۳۷ تا ۳۹ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

ذرا سوچو تو سہی! اِس شخص سے زیادہ ظالم اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرے حالانکہ ان کے پاس، باری تعالیٰ نے رسول بھیجے، فرشتوں کا نزول ہوا ان کی روح کو قبض کرنے کے لئے، پھر اُن کے مابین مکالمہ ہوگا فرشتے دریافت کریں گے۔ ذرا بتاؤ تو سہی! اب کہاں گئے وہ مَعبودِ باطل معبود! جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے تھے، وہ کہیں گے ''وہ ہم سے گم ہوگئے'' اور اس انداز سے غائب ہوگئے کہ اب ہمیں اُن کا کوئی پتہ معلوم نہیں! وہ اب ہماری جانب آتے نظر نہیں آرہے یہ کہنا زیادہ مناسب ہے وہ لوگ اس قدر، بدحال ہوں گے کہ اُن کے باطل مَعبود، ان سے طرزِ تغافل کے انداز میں متوجہ بھی نہ ہوسکیں گے۔

اب یہ مُجرم آتشِ جہنّم میں ہیں وہ خود ہی اپنے خلاف گواہی دیں گے ہم واقعی مُنکرِ حق تھے، ہم کو لوگوں نے گُمراہ کیا، انہوں نے ہمیں سیدھے راستے پر چلنے سے روکا، انہیں دوہرا عذاب ملنا چاہئے ارشاد ہوگا۔ ہر ایک کے لئے دوگنا عذاب ہے یوں ان لوگوں کے مصائب کا سلسلہ آغاز ہوتا ہے۔

یہ ایک دوسرے کو بُرا کہتے، آپس میں کوستے، ایک دوسرے کے دُشمن بن گئے۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۝

بالیقین جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور اُس کے مقابلے میں فخر وتکبر کیا اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ داخل ہوں گے بہشت میں جب تک کہ سوئی کے ناکے/سوراخ میں اُونٹ داخل نہ ہو جائے/گھس/گذر نہ جائے اور ہم مجرموں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ (۴۰)

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝

اُن کے لئے آتشِ جہنم کا ہی بچھونا ہوگا اور دوزخ ہی اُن کا اوڑھنا ہوگا اسی طرح ہم ظالموں کو بدلہ دیتے ہیں۔ (۴۱)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۡ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اور جو لوگ صاحبِ ایمان ہوئے اور اُنہوں نے نیک عمل سرانجام دیئے ہم کسی پر اُس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے/کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، وہی لوگ اہلِ بہشت ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (۴۲)

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اور جو کچھ اُن کے سینوں میں کینہ/بُغض وکدورت ہے ہم اُس کو دُور کر دیں/نکال دیں گے اُن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی اور وہ کہیں گے تمام ثناء اور تعریف اللہ کی ہے جس نے ہمیں راہ دکھائی ہم خود راہِ ہدایت نہ پاسکتے تھے اگر باری تعالیٰ ہماری راہنمائی نہ کرتا۔ بلاشبہ ہمارے رَبّ کی طرف سے رسول آئے حق لے کر، ان خوش نصیبوں کو ندا دی جائے گی، پس وہ بہشت ہے جس کے تم وارث قرار پائے ہو یہ صلہ ہے تمہارے اپنے اعمال کا۔ (۴۳)

الفاظ ومعانی آیت ۴۰ تا ۴۳

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا ﴾ بے شک جن لوگوں نے جھٹلایا۔ ﴿ بِاٰيٰتِنَا ﴾ ہماری آیات کو قرآن میں سے اور ہماری قدرت کی دلیلوں کو۔ ﴿ وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا ﴾ اور سرکشی کی ایمان لانے اور فرمانبرداری سے۔ ﴿ لَا تُفَتَّحُ ﴾ نہ کھولے جائیں۔ تَفْتِیْح سے کھولنے کے معنی میں آتا ہے فعلِ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق۔

﴿ اَبْوَابُ السَّمَآءِ ﴾ دروازے آسمان کے، اُن کے اعمال اور اُن کی ارواح کے لئے آسمان کے در و بام نہ کھولے جائیں گے بلکہ اُنہیں سجّین میں لے جائیں گے جو ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ چنانچہ آیت ۷ سورۃ المطففین پارہ ۳۰ عَمَّ میں ارشاد ہوا:

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ ''یقینی طور پر بدکاروں کا نامۂ اعمال سجّین میں ہے''۔

Marfat.com

بعض مُفسرین کا کہنا ہے کہ سجّین قید خانہ ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ قید کی طرح ایک بہت ہی تنگ مقام ہے اور مسلمانوں کی روحِ عمل کے واسطے کھول دیئے جائیں گے اور اُسے علّیین میں پہنچا دیا جائے گا جو آسمان کے اوپر ہے چنانچہ ارشادِ ربّی ہے آیت ۱۸ سورۃ المطففین پارہ ۳۰ عمّ میں:

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ

"بالیقین نیک کاروں کا نامۂ اعمال علیین میں ہے"۔

علیین۔ ﴿علـو﴾ بلندی سے ہے آسمانوں یا بہشت یا سدرۃ المنتہیٰ، عرش کے پاس جگہ ہے جہاں صالح لوگوں کی ارواح اور اُن کے نامۂ اعمال محفوظ ہوتے ہیں جس کے پاس اللہ کے مُقرّب فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

﴿وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ﴾ اور داخل نہ ہوں گے تکذیب اور تکبّر کرنے والے بہشت میں۔ ﴿حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ﴾ یہاں تک کہ گذر جائے یا گھس جائے اُونٹ، لفظ یلج، ولوج سے بنا ہے جس کے معنی تنگ میں گُھس جانا/گذر جانا اور جَمل یعنی اُونٹ۔ ﴿فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ﴾ ناکے میں سَمّ سوئی کے روزن/سوراخ سوئی کے خیاط، سوئی اِسم ہے قواعد کے مطابق اُونٹ سوئی کے ناکے سے نہیں داخل ہوسکتا ہے تو بہرصورت کافر بھی جنّت میں جا ہی نہیں سکتے۔

﴿وَكَذٰلِكَ﴾ اور اسی بُری سزا کے مثل۔ ﴿نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ﴾ جزا دیں گے ہم مُجرموں/کافروں کو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرنا کفر نہیں تو اب کیا ہے!۔ ﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ﴾ اُن کے لئے ہے آتشِ دوزخ سے۔ ﴿مِهَادٌ﴾ فرش/بچھونا ہوگا اس پر وہ بیٹھیں گے۔ ﴿وَّمِنْ فَوْقِهِمْ﴾ اور اُوپر سے اُن کے غَـوَاش بالاپوش ہوگا۔ غـوَاشِ ڈھانپنے والی چیز، غاشیۃ کی جمع ہے قواعد کے لحاظ سے اسی آتشِ دوزخ سے یعنی اُن کے نیچے اور اُوپر آگ ہی آگ ہوگی۔ العیاذ باللہ۔

﴿لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ نہیں ہم تکلیف دیتے اور نہیں حکم کرتے ہیں ہم کسی جان کو مگر اُس کی جس پر وہ قادر ہو اور جسے بجا لاسکے، یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ نیک کام جن کو انجام دینا جنّت میں داخل ہونے کی شرط ہے وہ کوئی ایسے دشوار طلب امر نہیں، جو انسان سرانجام نہ دے سکے، جب انسان کو اعمالِ صالحہ کرنے کی تاکید کی گئی تو احتمال یہ تھا کہ یہ مشکل کام ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے احکامِ شریعت کی تکمیل میں سہولت اور آسانی کردی۔ (بحوالہ تفسیر بحرِ محیط)

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ﴾ اور نکال لیں گے ہم وہ چیز جو اہلِ بہشت کے سینوں میں ہوگی۔ ﴿وَنَزَعْنَا﴾ ہم نکال دیں گے، نَـزْعٌ سے فعل ماضی معروف جمع متکلّم کا صیغہ قواعد کے مطابق۔ ﴿مِّنْ غِلٍّ﴾ کینہ اور حسد اور جو کچھ عداوت کا سبب ہے۔ ﴿تَجْرِیْ﴾ جاری ہیں۔ ﴿مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ﴾ نیچے سے ان کے مکانوں میں نہریں۔ ان کو سرور ولذّت حاصل کرنے کے لئے، جب قیامت کے دن اُنہیں بہشت میں جانے کی نوید مسرت ملے گی تو اُن کے آئینہ دل سے رنجش، کدُورت عداوت دُور ہوجائے گی یہ لوگ خوش خوش، مسرت و تابانی کے ساتھ جنت میں بسیں گے۔ اہلِ ایمان جب پل صراط سے گذر کر دوزخ سے نجات پاجائیں گے تو اُنہیں بہشت اور جہنّم کے مابین ایک پُل کے اوپر روک لیا جائے گا اس مقام پر باہمی رنجش اور عداوت کے معاملات میں جو زیادتیاں سرزد ہوئی ہوں گیں اُن کا ازالہ کردیا جائے گا وہ باہم شیر و شکر

Marfat.com

ہو جائیں گے۔ پھر جنّت میں داخلے کا اِذن نصیب ہو جائے گا۔ (بحوالہ صحیح بخاری کتاب المظالم، باب قصاص المظالم)

"یہ پُل ظاہری طور پر پُل صراط" کا آخری حصہ ہوگا جو بہشت سے باہم ملا ہوا ہوگا۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا﴾ اور کہیں گے اہلِ جنّت جب اپنے درجات منازل اور مقام دیکھیں گے، حمد و ثناء اللہ کی ہے جس نے اپنے فضل سے راہِ ہدایت دکھائی، یہ مقام اس کی جزاء اور بدلا ہے، ہدایت کی توفیق سے ہمیں ایمان اور عملِ صالحہ انجام دینا نصیب ہوا یہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام اور رحمت ہے کہ ہم یہاں تک پہنچے۔ ہدایت کا لفظ جو عام طور پر بولا جاتا ہے اِس کے کئی قسم کے درجات ہیں حقیقت تو کچھ یوں ہے کہ "ہدایت باری تعالیٰ کی طرف جانے کا راستہ ملنے کا نام ہے"۔ اس لئے اللہ کا تقرب پانے کے درجات بھی مختلف نوع ہیں ہدایت کا ایک درجہ کفر و شرک سے نجات اور ایمان ہے جس سے انسان گمراہی اور غلط سمت چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع ہو جاتا ہے۔ (بحوالہ امام راغب اصفہانی")

ہدایت کا ہر کوئی طلب گار ہے۔ چنانچہ خاتم النبیین ﷺ آخرِ عمر تک دعا کرتے رہے۔ آیت ۶ سورۂ فاتحہ:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾ "ہمیں سیدھی اور سچی راہ دکھا" یہ صراطِ مستقیم ہی الاسلام ہے جس کو رسول نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ﴿وَنُوْدُوْٓا﴾ اور پکارے جائیں گے اہلِ بہشت، نو دو اُن کو پکارا جائے گا، نِدَاءٌ سے فعلِ ماضی مجہول جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿اَنْ تِلْكُمُ﴾ کہ یہ ہے، یہ سب اسم اشارہ ہے۔

﴿اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ﴾ یہ وہ جنّت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے یہ شانِ کریمی ہے کہ بندے کو بندگی کا حق ادا کرنے کے لئے انعامات اور کرامات سے سرفراز کیا جائے۔ ﴿اُوْرِثْتُمُوْهَا﴾ وارث قرار دیئے گئے تم اس کے۔ اُوْرِثْتُمُوْا اصل میں اُوْرِثْتُم اِیْرَاثٌ سے فعلِ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ بسببِ اس چیز کے کہ تم جس پر عمل کرتے تھے۔ طریقِ شریعت پر اور سُنّت کے مطابق، جنّت کو اللہ تعالیٰ نے میراثِ اس واسطے قرار دیا کہ یہ "عطائے بے رنج ہے"۔ (بحوالہ تفسیر قادری) دوسری بات یہ ہے کہ مسلمان میراث لینے والے ہیں کافروں سے۔ چنانچہ حدیثِ مبارکہ میں مذکور ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس کی ایک جگہ بہشت میں اور ایک جگہ دوزخ میں نہ ہو، پھر کافر دوزخ میں مسلمانوں کی جگہ میراث لیں گے اور جنّت میں کافروں میں جگہ مسلمانوں کو میراث ملے گی۔

تشریح و توضیحات آیت ۴۰ تا ۴۳

آیت ۴۰ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ جن لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا اور اللہ کی ہدایت اور کلامِ ربانی کی آیات کے مقابلے میں تکبر و فخر کے ساتھ پیش آئے اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے جس طرح سوئی کے روزن رسوراخ میں اُونٹ کا سا کر رداخل ہو کر گذر جانا محال ہے اسی طرح مشرکین اور اہلِ کُفر کا جنّت میں داخلہ کسی طرح ممکن نہیں ہے اِس بات کا ذکر باب ۱۹، ۲۳، ۲۴ انجیل متی میں بیان ہوا ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں مذکور ہے کہ "مُشرک کی موت کے بعد اس کی رُوح میں مُردار کی بدبو پھیلتی ہے"۔ اس لئے آسمان کے پہرے دار اسے اُوپر جانے کا راستہ نہیں دیتے۔ (بروایت حضرت براء بن عازب")

Marfat.com

اِس آیت کے مطالعہ سے اِس بات کا پتہ چلا کہ بہشت آسمان میں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مؤمن کی رُوح کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ''منکرین اور کافروں کی ارواح کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔

آیت ۴۱ میں بیان کیا جارہا ہے اور اُن کے لئے دوزخ کی آگ کا بچھونا ہوگا اور یہی اُن کا اوڑھنا ہوگا گویا اہلِ جہنّم کے لئے ہر طرف سے عذاب ہی عذاب مسلّط ہوگا کسی لمحہ، کسی کروٹ اُن کو چین وسکون میسّر ہونے کا نہیں۔ظلم کرنے والوں کو، کافروں کو باری تعالیٰ ایسے ہی سزا دیتے ہیں۔آیت ۳۲ سورۃ الزُّمر پارۃ ۲۴ فَمَنْ اَظْلَمُ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ ''ایسے کافروں کا ٹھکانہ دوزخ میں نہ ہوگا تو اور کہاں ہوگا!''۔

آیت ۴۲ میں بتایا جارہا ہے کہ جن لوگوں نے آیاتِ ربّانی کو مان لیا اور نیک اور صالح عمل سرانجام دینے کی کوشش میں مُنہمک رہے تو ایسے لوگوں پر اُن کی استطاعت وصلاحیّت سے زیادہ بار باری تعالیٰ نہیں ڈالتے۔گویا ایمان اور عمل کی توفیق پر صلۂ عظیم عطا ہوتا ہے ہر فرد و بشر سے نیک عمل اتنا ہی مطلوب و درکار ہے جتنی کرنے کی اس میں ہمت اور طاقت ہے۔باری تعالیٰ نے بندوں پر اس قدر ہی ذِمّہ داری تفویض کی ہے جس قدر وہ آسانی سے کرسکتا ہے اور یہی لوگ اہلِ جنت ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

آیت ۴۳ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ باری تعالیٰ کی اہلِ جنّت پر یہ خاص لُطف وکرم اور عنایت ہوگی کہ اُن کے سینوں میں جو بُغض وعِناد کے احساسات اور جذبات ہوں گے اُن کے قلوبِ مطہرہ سے آئینہ کی طرح صاف ہوجائیں گے، اہلِ ایمان کے سینہ سے ہر خلش ختم کردی جائے گی یہ اَنبیاء کرام کی اتباع کرنے والوں کے احوالِ آخرت کا منظر نامہ ہے کہ بہشت میں وہ ایک دوسرے کے مدِّ مقابل، پُرکیف فضا پاکر شاداں شاداں ہوں گے نفرت اور ملامت کا کہیں نام ونشان تک نہ ہوگا۔ حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ اللہ کا خاص انعام وکرم ہے ورنہ کوئی یہاں تک نہ پہنچتا! رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ''یہ بات اچھی طرح جان لی جائے کہ تم میں سے کسی شخص کا عمل بہشت میں نہیں لے جائے گا جب تک اللہ کی رحمت شامل نہ ہو''۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے حبیب (ﷺ)! آپ بھی؟ فرمانِ نبوی ﷺ صادر ہوا: ہاں! میں بھی اُس وقت تک جنّت میں نہیں جاؤں گا جب تک رحمتِ باری تعالیٰ مجھے اپنے دامن میں نہیں سمیٹ لے گی۔ (بحوالہ صحیح مسلم، صحیح بخاری)

آیت ۴۰ تا ۴۳ کے اہم نکات پر اجمالی نظر:

ذرا تصوّرات کی دنیا سے باہر نکل آیئے، یہ عجیب کیفیّتِ منظر ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا، اندازِ تکبر اپنایا، اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہ کُھل پائیں گے۔گویا ایک اُونٹ ہے اور اسے سوئی کے ناکے میں داخل کرانے کے لئے تیاری ہورہی ہے بتایا جارہا ہے، لمحہ توقف ہے۔اتنا تو انتظار کرو یہ ناکہ کُھل جائے اس سے اُونٹ گذر جائے بھلا کیونکر ایسا ممکن ہے وقت تو بیت گیا چنانچہ ہمیشہ کے لئے جہنّم ان کا مقدر بنا۔

وَ نَادٰٓی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوْا نَعَمْ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾	اور اہلِ بہشت آواز دیں گے اہلِ دوزخ کو بے شک ہم نے سچّا پایا وعدہ جو ہمارے رَبّ نے ہم سے کیا تھا، سو جو تمہارے رَبّ نے وعدہ کیا تم نے بھی اپنے رَبّ کے کئے ہوئے وعدہ کو سچّا پایا، وہ کہیں گے ہاں پھر ایک منادی کرنے والا اُن کے درمیان اعلان کرے گا، لعنت ہو اللہ کی ظالم لوگوں پر۔ (۴۴)
الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ یَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾	جو اللہ کی راہ سے اِعراض کرتے ہیں/روکتے ہیں اور کجی کے مُتلاشی ہوتے ہیں وہی لوگ آخرت کے منکر ہیں۔ (۴۵)
وَ بَیْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَ عَلَی الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ كُلًّۢا بِسِیْمٰىهُمْ ۚ وَ نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ ۟ لَمْ یَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ یَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾	اور ان دونوں (جنّتی لوگ اور اہلِ دوزخ) کے مَابین ایک پردہ/آڑ ہے اور اعراف کی بلندیوں پر کچھ اور مرد ہوں گے جو ہر ایک کو ان کی علامت/اُن کی پیشانیوں سے پہچانیں گے اور اہلِ جنّت کو پکار کر آواز دیں گے "سلامتی ہو تم پر" ابھی یہ جنّت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے مگر اس کے آرزومند ہوں گے۔ (۴۶)
وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۷﴾	اور جب اُن کی نگاہیں اہلِ دوزخ کی طرف پھیری جائیں گی/رتو پلٹ دی جائیں گی کہیں گے اے باری تعالیٰ! ہمیں اِن ظالموں کے ساتھ شامل مت کیجئے!۔ (۴۷)

الفاظ و معانی آیت ۴۴ تا ۴۷

﴿ وَ نَادٰٓی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ ﴾ اور جب پکاریں گے جنّت والے لوگ اہلِ دوزخ کو اور ملامت کے انداز میں کہیں گے ﴿ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا ﴾ بے شک پائی ہم نے ﴿ مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا ﴾ وہ چیز جس کا وعدہ ہمارے رَبّ نے ہم سے کیا تھا۔ ﴿ حَقًّا ﴾ سچ، بلاشبہ ہم سے باری تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ ایمان اور صالح عمل اپنانے پر جنّت عطا کی جائے گی ہم نے اُس کو وعدے کے مطابق پایا۔ ﴿ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ ﴾ اور جو کچھ وعدہ کیا تھا تم سے تمہارے رَبِّ جلیل نے سچا یعنی عذابوں کا، کُفر کے سبب جہنّم میں جانے کا، تو کیا تم نے بھی اُس کو وعدہ کے مطابق پایا۔ ﴿ قَالُوْا نَعَمْ ﴾ اہلِ دوزخ کہیں گے ہاں! ہم نے وہ پایا جو باری تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اب تو حقیقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے صدق کی معلوم ہوگی اور اُنہیں اپنی گمراہی کی حقیقت بھی آشکار ہوگی اِس بات کو یوں سمجھئے کہ جب غُزوۂ بدر میں کافر موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے اور اُن کی لاشیں ایک کنویں میں پھینک دی گئی تھیں تو حضرت محمد ﷺ نے خطاب کیا جس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا آپ (ﷺ) ایسے لوگوں سے مخاطب ہیں جو موت کی آغوش میں چلے گئے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ کی قسم! میں اُنہیں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ تم سے زیادہ سُن رہے تھے لیکن وہ اب جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے"۔ (بحوالہ صحیح مسلم

Marfat.com

شریف: کتاب الجنۃ باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار، بخاری شریف کتاب المغازی باب قتل ابی جہل)

﴿فَاَذَّنَ﴾ پھر صدا دے گا۔ ﴿مُؤَذِّنٌ﴾ آواز دینے والا، کہتے ہیں وہ ندا کرنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہوں گے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

﴿بَیْنَہُمْ﴾ اہلِ بہشت اور اہلِ جہنّم کے مابین۔ ﴿اَنْ لَّعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ﴾ لعنت ہو اللہ کی ظلم کرنے والوں پر، جن پر پھٹکار ہوگی اُن کی نشان دہی کر دی گئی:

⇐ اوّل:...... یہ کہ وہ ظالم ہیں ظلم کا مفہوم یہاں شرک اور کُفر ہے۔

⇐ دوئم:...... یہ کہ وہ خود بھی دینِ حق کو تسلیم نہیں کرتے اور دوسروں کو اِس سے باز رکھتے ہیں۔

⇐ سوئم:...... یہ کہ دینِ حق کے دلائل میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں اور غلط سمت/راہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

⇐ چہارم:...... یہ کہ اُن کا آخرت پر یقین اور ایمان نہیں جو بھی ان چار گمراہیوں میں مُبتلا ہوا وہ عذاب کا مستحق ٹھہرا۔

﴿وَبَیْنَہُمَا حِجَابٌ وَعَلَی الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ کُلًّا بِسِیْمٰہُمْ﴾ اور ❶ جنت اور دوزخ کے مابین پردہ ہے۔ حِجَابٌ سے مُراد ایک آڑ ہے فصیل دیوار ہے جس کا ذکر پارہ ۲۷ قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ سورۃ الحدید آیت ۱۳ فَضُرِبَ بَیْنَہُمْ بِسُوْرٍ لَّہٗ بَابٌ اُن کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہوگا (اہلِ ایمان اور منافقین کے مابین) اور اِس دیوار کو اعراف کہتے ہیں امام زاہد نے کہا ''اعراف ایک ٹھیکرا ہے مُشک سفید کا۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

اور اعراف پر مرد ہوں گے جنّت اور جہنّم میں آگاہی رکھنے والے۔ اعراف جمع ہے عُرف کی اور عرف کے لغوی معنی ہیں بلند مقام۔ اعراف میں کون لوگ ہوں گے؟ اس کے بارے میں مُفسرین نے پندرہ (۱۵) اقوال تحریر کئے ہیں۔ اہلِ اعراف میں کس کا شمار ہوگا؟ ''حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ'' (بحوالہ روح البیان) اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن الیمان کے قول کے مطابق جن کی نیکیاں اور بُرائیاں برابر ہوں گی۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

محشر میں لوگوں کے مابین تین گروہ ہوں گے، پہلا گروہ جو کافر اور مُشرک ہوں گے اُن کو تو پُل صراط سے گذرنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی پہلے ہی دوزخ کے دروازوں سے اس میں دھکیل دیئے جائیں گے۔ دوسرا گروہ مؤمنین کا جن کے ساتھ نُورِ ایمان کی روشنی ہوگی۔ تیسرا گروہ مُنافقین کا چونکہ یہ کائناتِ گیتی میں مسلمانوں کے ساتھ لگے رہے وہاں بھی شروع میں ان کے ہمراہ لگے رہیں گے اور جب پُل صراط سے گزرنے لگیں گے تو اُس وقت ایک تاریکی کی گھٹا سب کو ڈھانپ لے گی مؤمنین اپنے نُورِ ایمان کی روشنی چمک دمک سے آگے بڑھ جائیں گے اور مُنافقین آواز دے کر لب کُشا ہوں گے ذرا ٹھہرو تو سہی! کہاں جاتے ہو؟ ہماری حالت مضطر دیکھ لو؟ ہم بھی تمہاری روشنی سے لطف اُٹھا لیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا دینے والا کہے گا ''لوٹ جاؤ'' ایمان اور عمل صالح کی روشنی پانے کی ساعت تو گذر گئی روشنی حاصل کرنے کا مرحلہ تو پیچھے گذر

---

❶......سِیْمَاءٌ کے معنی علامت کے ہیں اہلِ بہشت کے چہرے روشن اور تروتازہ ہوں گے اور اہلِ جہنّم کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی اس طرح دوسرے لوگوں کو پہچان لیں گے۔

گیا۔ (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ)

﴿ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ﴾ اور اہلِ بہشت کو اعراف والے آواز دے کر کہیں گے سلامتی ہو تم پر یعنی جب جنّت میں دیکھیں گے تو اہلِ بہشت سے تہنیت کے طور پر کہیں گے سلام اور تحیہ اللہ کی تم پر ہو، کیا سعادت ہے تمہاری کہ دارالسلام میں سلامتی کے ساتھ پہنچے۔ ﴿ لَمْ يَدْخُلُوْهَا ﴾ ابھی اہلِ اعراف بہشت میں نہ داخل ہوئے ہوں گے۔ ❶ ﴿ وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴾ اور وہ طمع رکھتے ہوں گے کہ جنّت میں داخل ہوں۔ ﴿ يَطْمَعُوْنَ ﴾ وہ اُمید رکھتے ہوں گے، وہ رغبت رکھتے ہوں طَمَعٌ سے مضارع جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ ﴾ اور جب پھیری جائیں گی اُن کی آنکھیں۔ ﴿ صُرِفَتْ ﴾ وہ پلٹ دی گئیں۔ صَــرْفٌ سے فعل ماضی مجہول واحد مؤنث غائب قواعد کے لحاظ سے۔ تفسیر زاہدی میں لکھا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ اُن کا منہ پھیر دے گا۔

﴿ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴾ دوزخیوں کی طرف۔ ﴿ تِلْقَآءَ ﴾ طرف رسمت رجہت۔ لِــقَــاءٌ کے معنی ملاقات کرنے کے ہیں۔ آمنے سامنے کے مقام کو ﴿ تِلْقَآءَ ﴾ کہا جاتا ہے قواعد کے مطابق اسم ہے۔ قَــالُوْا تو وہ اللہ سے پناہ مانگتے ہوئے کہیں گے رَبَّــنَـا اے اللہ ہمارے ﴿ لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ نہ کر ہمیں ظالم قوم میں شامل، یعنی ہمیں اور اُنہیں دوزخ میں اکٹھا نہ کر۔ (بحوالہ تفہیم القرآن از مولانا مودودی)

تشریح و توضیحات آیت ۴۴ تا ۴۷

آیت ۴۴ میں اظہار بیان یہ ہے کہ اہلِ بہشت دوزخ والوں کو ندا دے کر کہیں کہ ہمیں تو مل گیا اللہ کا سچّا وعدہ جو باری تعالیٰ نے کیا تھا اور جو رسولوں نے فرمایا تھا کہ اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے فرمانبرداری کی راہ اختیار کرو گے تو اجر و ثواب کے مستحق ہو گئے اور کفر و نافرمانی پر عذاب! کیا تم نے بھی جو کچھ تمہارے پروردگار نے تم سے وعدہ کیا اس کو سچّ پایا؟ اہلِ بہشت کے اِس سوال کا مقصد اہلِ دوزخ کی فضیحت ہے۔ وہ جواب میں کہیں گے وہ سب کچھ درست نکلا، اہلِ جہنّم کا اعتراف گویا اعترافِ جُرم ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ اس آخری اعترافِ جُرم کی پاداش میں اُن کے اور سزا کے مابین کوئی چیز حائل نہیں رہے گی گویا آج ظالم لوگ اللہ کی عنایت اور بخشش سے یکسر محروم ہو گئے۔

آیت ۴۵ میں بتایا جا رہا ہے کہ جو لوگ زندگی بھر دوسروں کو اللہ کی راہ سے روکنے کے لئے سعی رایگاں میں مصروف و منہمک رہے اور اپنی مرضی کے غلط راستوں پر گامزن رہے اور لوگوں کو دعوتِ اسلام قبول کرنے سے منع کرتے رہے وہی آخرت کا انکار کرتے رہے اُن کا تو یہ خیال خام تھا کہ دینِ الٰہی کو بدل دیں اور جو طریقہ باری تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بتایا ہے اس میں تغیر رونما کریں۔ (بحوالہ خازن ماخوذ کنزالایمان خزائن العرفان فی تفسیر قرآن، سید محمد نعیم الدینؒ احمد رضا خانؒ)

آیت ۴۶ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اہلِ بہشت اور اہلِ نار کے درمیان ایک حجاب ر پردہ ر دیوار ہو گی اس

❶ ......یعنی یہ اصحاب اعراف وہ لوگ ہیں جن کی زندگی نہ تو مثبت انداز اِس قدر توانا ہو گی کہ جنّت میں داخل ہو سکیں نہ اس قدر بُری کہ وہ دوزخ میں ڈالے جائیں وہ جنّت اور دوزخ کی فیصل ر درمیان میں ہوں گے۔

Marfat.com

بلائی حصّے کا نام اعراف ہے اس پر کچھ مرد ہوں گے اس پر سے اہلِ جنّت اور اہلِ دوزخ سب نظر آئیں گے یہ دیوار عالمِ بہشت اور عالمِ نار کے درمیان ایک حدِ فاصل ہوگی، جن لوگوں نے مشاہدہ حق کیا دنیا میں اور حق و باطل کی کشمکش میں حق کا پرچم بلند کیا، داعیٔ خیر کے طلب گار رہے اور بُرائی سے روکنے والے تھے اُن کا یہ شرف و اعزاز ہوگا کہ باری تعالیٰ اُن کو بہشت اور جہنّم کا مشاہدہ کرائے تاکہ حق و باطل کا انجام کار اپنی نظروں سے دیکھ لیں اور یہ اندازِ تکلّم اپنے رفیقوں کو ہدیۂ تہنیت پیش کریں اور عدوِ حق کی سرزنش کریں۔

آیت ۴۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ جب لوگوں کی آنکھیں اہلِ نار کی طرف مُلتفت ہوں گی تو آہ و بکاہ کے ساتھ بول اُٹھیں گے اے اللہ! ہمیں اِن ظالموں کا ساتھی مت بنا جہنّم میں جانے والوں کے خوف سے طاری چہرے اور آتش کی تپش میں ڈوبا ہوا بھیانک چہرہ دیکھ کر اہلِ اعراف سَراسیمہ ہو جائیں گے اور دعا کریں گے۔ اے اللہ! ہم کو اِن ظالموں کے ساتھ مت رکھنا پھر جب اہلِ اعراف جنّت میں داخل ہوں گے تب خوف جاتا رہے گا۔

آیت ۴۴ تا ۴۷ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

جنّت والے، دوزخ والوں کو ندا دیں گے ہمارے رَبّ کا وعدہ سچّا ہوا، کیا تم نے بھی اِس وعدے کو ٹھیک پایا وہ جواب میں کہیں گے: ہاں! پھر ایک پُکار آئے گی اللہ کی لعنت! اِن ظالموں پر جو راہِ ہدایت، حق سے لوگوں کو روکتے تھے اور آخرت کا انکار کرتے تھے۔

یہ بات کس قدر توہین آمیز اور کس قدر تلخ ہے اہلِ زبان ہی اِس کو جانتے ہیں جُھوٹ کو ہاں، کب کہا جاتا ہے! اور اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟ ایمان والے کو یقینِ کامل ہے کہ اللہ کا وعدہ سچّا بھی ہے اور اس کی وعید بھی اٹل ہے۔

اِستقامت کی ایک ہی صورت حال ہو سکتی ہے اور ہے بھی! اور وہ کیفیّتِ عمل یہ ہے کہ انسان اللہ ﷻ کے مِنہاج اور شَریعت کو اپنائے شریعت کے علاوہ تمام راستے ٹیڑھے ہیں۔

ع چلی سمت غیب سے ایک ہوا
کہ چمن سُرور کا جل گیا

کے مصداق جو کوئی سیدھی سمت اور راہ کے بجائے کسی دوسری راہ کو سوچے گا وہ آخر کار ''کُفر'' تک پہنچ جائے گا اور کُفر کی علامتِ عمل یہ ہے کہ انسان آخرت کی جواب دہی سے انکاری رہے اگر کسی کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور دیدار کا یقین ہو تو وہ ہرگز، ہرگز کسی کو راہِ حق سے نہیں روکتا اور نہ ہی خود وہ اللہ ﷻ کے مِنہاج اور شَریعت سے دُور ہوتا ہے یہاں سے ایک نئے مَنظر کا پتہ چلتا ہے یہ بہشت اور دوزخ کے درمیان ایک حدِ فاصل ہے یہ لوگ جنّت والوں کو بھی اُن کی علامات پہچان جائیں گے اور اہلِ دوزخ کو بھی ان کی نشانِ علامات سے پہچان لیں گے۔

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور آواز دیں گے اعراف والے، جن کو وہ اُن کی نشانی رعلامت سے پہچانتے ہوں گے وہ اُن سے کہیں گے نہ نفع دیا تمہاری جمعیت نے ر کچھ کام نہ آیا جن کی وجہ سے تم فخر وانبساط کیا کرتے تھے۔ (۴۸)

اَهٰۤؤُلَاۤءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

اب یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں اُٹھا کر کہا کرتے تھے یہ لوگ باری تعالیٰ کی رحمت کو کبھی نہ پاسکیں گے اُنہیں تو حکم صادر ہوا کہ تم جنّت میں داخل ہو جاؤ اب تمہیں نہ کوئی ڈر ہے نہ خوف اور نہ تم غمگین ہو گے۔ (۴۹)

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۭ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾

اور دوزخ والے اہلِ بہشت کو صدائیں دیں گے کہ ہم پر تھوڑا سا پانی انڈیل دو یا کچھ اور دے دو جو رزق اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے، اہلِ بہشت کہیں گے، باری تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں کے لئے حرام کر رکھی ہیں۔ (۵۰)

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾

جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا تھا، اُنہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے اور فریب میں مُبتلا کر رکھا تھا پس! آج کے دن ہم بھی اُنہیں فراموش کر دیں گے ر بُھول جائیں گے، جیسے وہ بُھول گئے تھے اُس دن کی ملاقات کو جیسا کہ وہ ہماری آیات کے منکر تھے۔ (۵۱)

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

اور ہم نے اُن کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچا دی ہے جس کو ہم نے اپنے علمِ کامل سے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے جو ایمان لانے والی قوم کے لئے سراپا ہدایت اور رحمت ہے۔ (۵۲)

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَاۤ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ قَدْ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾

کیا وہ اِس کی حقیقت کے مشاہدے کے منتظر ہیں کہ اِس کا مضمون ظاہر ہو جائے جس روز اُس کی حقیقت آشکار ہوگی تو یہ لوگ جو اسے پہلے نظر انداز کر رکھا ر بُھلائے بیٹھے تھے کہہ اُٹھیں گے بے شک ہمارے رَبّ کے رسول سچی بات ر پیامِ حق لے کر آئے تھے کیا اب ہم کو یہاں کوئی سفارش کرنے والا ملے گا، جو ہماری سفارش کر سکے، یا ہم دنیا میں دوبارہ لوٹائے جائیں تا کہ ہم جو عمل کر آئے ہیں اس کے برعکس اچھے اعمال کریں، بے شک اُنہوں نے خود ہی اپنے کو خسارے میں ڈالا اور جُھوٹی باتیں جو وہ کرتے تھے سب گُم ہو گئیں۔ (۵۳)

الفاظ و معانی آیت ۴۸ تا ۵۳

﴿ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ ﴾ اور پکاریں گے اعراف والے۔ ﴿ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ ﴾ ان مردوں رکافروں کو جنہیں

Marfat.com

پہچان جائیں گے۔ ﴿ بِسِیْمٰهُمْ ﴾ سِیْمَا بمعنی نشان، علامت، چہرہ۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ساتھ اُن کی نشانیوں کے وہ سیاہ چہرے اور نیلی آنکھیں ہیں اور وہ پہچانے ہوئے لوگ کافروں کے سردار ہوں گے۔ جیسے ولید، مغیرہ، ابوجہل اور عاص بن وائل اور مثل اُن کے مُشرکوں میں سے جو دنیا میں کہتے تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ صحابہ کو اللہ جنت میں داخل کرلے اور ہمیں جہنّم میں، ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

﴿ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ ﴾ کہیں گے اُنہیں اہلِ اعراف کہ تم عذاب میں ہو دفع نہ کردیا تم سے عذاب۔

﴿ جَمْعُكُمْ ﴾ اس مال نے جسے تم جمع کرتے تھے یا تمہاری مدد کرنے والے حمایتی جو بکثرت تھے اُنہوں نے ﴿ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ اور جو غرور پر نازاں اور شوکتِ افتخار کرتے تھے اُن کے تکبّر نے بھی ان کا عذاب نہ روکا اور پھر اعراف والے حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت خباب رضی اللہ عنہ اور صہیب رضی اللہ عنہ اور اُن کے مثل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ کریں گے اور کافروں سے کہیں گے۔ ﴿ اَهٰٓؤُلَآءِ ﴾ کیا یہیں ہیں وہ گروہ/جمعیت۔

﴿ الَّذِيْنَ ﴾ وہ لوگ جو دنیا میں۔ ﴿ اَقْسَمْتُمْ ﴾ قسم کھاتے تھے۔ ﴿ اَقْسَمْتُمْ ﴾ تم نے قسم کھائی اِقْسَامٌ سے فعلِ ماضی جمع مذکر حاضر۔ ﴿ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ﴾ ہرگز نہ پہنچائے گا اللہ اُنہیں رحمت! اب دیکھو جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو' رحمتِ باری تعالٰی سے یہی لوگ جنّت میں ہیں اور جب اعراف والے اس کلام سے فارغ ہوں گے تو ربِّ جلیل اپنے کرمِ بے پایاں سے اُنہیں کہے گا۔ ﴿ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ ﴾ تم داخل ہوجاؤ جنّت میں۔

﴿ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ ﴾ کچھ خوف نہیں تم پر، اب کہاں حزن وملال۔ ﴿ وَلَآ اَنْتُمْ ﴾ اور نہ تم۔

﴿ تَحْزَنُوْنَ ﴾ غمگین ہوگے۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب اہلِ اعراف جنت میں داخل ہوں گے تو جہنّمی لوگوں میں یاس کے بعد اُمید فرحت محسوس ہوگی تو عرض کرنے کی جسارت کریں گے اے باری تعالٰی! ہمارے قرابت دار جنّت میں ہیں ہمیں اجازت دی جائے کہ اُن سے باتیں کریں/شرفِ ہمکلامی نصیب ہو حق تعالٰی حکم صادر فرمائے گا اہلِ جنّت دوزخ والوں کو دیکھیں گے اور اپنے اہلِ قرابت کو نہ پہچان پائیں گے اس لئے کہ وضع قطع اور صورت یکسر بدل گئی ہوگی مگر جہنّمی لوگ اُنہیں پہچان جائیں گے اُن کے نام اور کنیّت سے اُنہیں پکاریں گے اور اُن سے جنت کا کھانا پینا طلب کریں گے اور آرزو کریں گے۔

﴿ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا ﴾ ڈالو ہمارے اُوپر۔ ﴿ مِنَ الْمَآءِ ﴾ جنّت کے پانی میں سے اِس قدر کہ اُس سے ہماری پیاس بجھے۔

﴿ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا ﴾ اور جنہوں نے بنا رکھا تھا اپنا دین تماشا اور کھیل، ستم ظریفی تو دیکھئے عید کے دن وہ کعبہ کے گرد آتے تھے، تالیاں بجاتے اور کھیل کود مچاتے تھے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

﴿ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ﴾ اور فریب دیا اُنہیں دنیاوی زندگانی اور طول مہلت نے یہاں تک کہ وہ اللہ کو بھول گئے اور یہ نہ سمجھ پائے کہ نیرنگی دنیا غدّار، مکّار اور دھوکہ دینے والی ہے جیسا کہ مثنوی میں بتایا گیا۔

ع　سرمایۂ آفت ست زنہار　☆　خود را ز فریب اونگہدار

﴿ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ﴾ اور آج ہم اُنہیں بھلادیں گے، چھوڑ دیں گے، جیسے اُنہوں نے

Marfat.com

فراموش کر دیا تھا اور نہ دل میں خیال تک لاتے تھے اُس دن کی ملاقات کا۔ ﴿نَنْسٰھُمْ﴾ ہم اُن کو بھولے ہوئے کی طرح چھوڑ دیں گے نِسْیَان سے فعل مضارع جمع متکلم قواعد کے مطابق، نسیان بھلا دینے کے مفہوم میں آتا ہے۔ امام رازیؒ نے یوں تشریح کی ہے نسی بمعنی ترک، جس کے معنیٰ ہوئے ہم اُنہیں چھوڑ دیں گے اور اُن کو نجات نہیں ملے گی، ایک مطلب یہ مُراد لیا ہے، ہم اُن سے ایسا سلوک رکھیں گے جیسے ہم نے اُن کو فراموش کر دیا۔ (بحوالہ تفسیر امام رازیؒ)

﴿وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾ اور وہ ایسے تھے کہ عناد کی راہ اپناتے ہوئے انکار کرتے تھے ہماری رُبوبیّت کی علامتوں کو یا ہماری کتاب کی آیات کو۔ ﴿وَلَقَدْ جِئْنٰھُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ﴾ اور بے شک ہم نے عطائے خاص سے ایک کتاب عطا کی اور اس کے معنی مُفصّل بیان کر دیئے ہیں وہ سب کچھ جو کام آئے۔ ﴿عَلٰى عِلْمٍ﴾ اور یہ بیان علم کامل پر کیا ہے گویا ہم جانتے تھے مُفصّل طور پر۔ ﴿ھُدًى﴾ اور لائے ہم اس کتاب کو راہ دکھانے والی۔

﴿وَّرَحْمَةً﴾ اور رحمت والی۔ ﴿لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ اس قوم کے واسطے جو ایمان لاتے ہیں۔

﴿اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ﴾ مگر کتاب کے انجام اور اس کی حقیقت کے وعدے گویا وہ اس بات کے منتظر ہیں کہ اس کتاب میں جو ثواب اور عذاب کا وعدہ اللہ نے کیا ہے دیکھیں کہ وہ سچ ہوتا ہے یا نہیں۔ ﴿يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ﴾ جس دن کہا جائے گا انجام کاریوں سمجھئے کہ جس دن وعدے کے آثار ظاہر ہو جائیں گے گویا یہ قیامت کے دن ہوگا۔ تَـاْوِیْـلُ کے معنی ہیں کسی شئے کی اصل حقیقت اور انجام کار۔ (بحوالہ بیضاویؒ)

﴿قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا﴾ بلاشبہ آئے تھے رسول ہمارے رَبّ کے حق کے ساتھ اور ہم نے اُن کی تکذیب کی اور یہ ہماری بڑی خطا تھی۔ ﴿قَدْ خَسِرُوْٓا﴾ بے شک نقصان کیا اُنہوں نے۔ ﴿اَنْفُسَھُمْ﴾ اپنی جانوں پر کہ اپنی عمرِ عزیز کا سرمایہ بُتوں کی پرستش میں رائیگاں کر دیا ﴿وَضَلَّ عَنْھُمْ﴾ اور گم ہو گیا اُن سے۔

﴿يَفْتَرُوْنَ﴾ جو کچھ وہ افتراء کرتے تھے اور جھوٹ بولتے تھے کہ بُت ہماری سفارش رشفاعت کرنے والے ہیں اللہ کے پاس۔

تشریح وتوضیحات آیت ۴۸ تا ۵۳

آیت ۴۸ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اہلِ جہنّم کو اعراف والے لوگ اُن کی نشانیوں اور چہرے کی علامتوں سے جان جائیں گے، پہچان جائیں گے اور کہیں گے تمہیں تو اپنے مال وزر، شوکت جاہ وجلال پر بڑا گھمنڈ تھا، یہاں تو یہ تمہارے کچھ کام نہ آیا بلکہ ناروا اختیارات نے تمہیں تباہی سے ہمکنار کر دیا۔ اُس نے تو تمہیں کچھ نفع نہ دیا وہاں تو رَبّ کی بندگی اور حقِ بندگی اور اللہ کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری ہی کام آئے گی اور نہ ہی وہ ساز وسامان زندگانی ہی نے تمہیں کچھ فائدہ دیا جس پر تم کشاں کشاں نازاں تھے۔

آیت ۴۹ میں بتایا جا رہا ہے کہ یہ وہی اہلِ بہشت ہیں یہ وہی صاحبِ ایمان ہیں جنہیں دنیا میں تم غریب، مسکین اور نادار جان کر تمسخر اڑاتے تھے "یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے یہ تو کبھی بھی اللہ کی رحمت کے سزاوار

Marfat.com

نہیں ہو سکتے''۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

دنیا میں مشرک، بدعتی اور آئمہ کُفر، قسمیں اُٹھا کر دوسروں کو بے دین اور اللہ کی رحمت سے محروم سمجھتے تھے یومِ حشر اُنہیں آگاہی ہوگی کہ وہ خود بے عمل اور شرک جیسے گناہ میں مُبتلا تھے، اہلِ ایمان کو تو آج حکم ملا ہے جاؤ جنّت میں داخل ہو جاؤ! اب تم پر نہ کوئی خوف ہے نہ حزن و ملال اور نہ تم مغموم ہو گے۔ بہشت میں تمہیں کسی بات کی فکر نہ ہوگی نہ کسی نعمت کے زوال کا اندیشہ ہوگا اور نہ کوئی غم لاحق ہوگا۔

آیت ۵۰ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ غضبِ الٰہی کی ایک صورت ہے کہ اہلِ دوزخ بے قرار مضطرب ہو کر جنّت والوں کو ندا دیں گے کہ تمہارے قدموں کے نیچے تو چشمے رواں دواں ہیں باغات میں پھول کھلے ہیں پانی یا دوسری نعمتیں جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہیں، پانی ہی تھوڑا سا انڈیل دو، جو کچھ اللہ نے دیا ہے اس میں سے ہم پر بھی کچھ کرم ہو جائے شاید کہ کچھ افاقہ ہو جائے، کچھ کھانے کو ہی مل جائے، کچھ تو عطا ہو جائے وہ کہیں گے کافروں کے لئے تمام چیزوں کی بندش ہے اللہ نے یہ چیزیں حرام کر دی ہیں اہلِ کُفر پر۔ کھانے پینے کی تمام تر نعمتیں قیامت کے دن صرف اہلِ ایمان کو عطا ہوں گی چنانچہ آیت ۳۲ سورۂ اعراف میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ

''(اے حبیب ﷺ)! آپ کہہ دیجئے! یہ چیزیں اہلِ ایمان کے لئے ہیں اِس دنیاوی زندگی میں اور صرف اُنہیں کے لئے ہیں روزِ قیامت''۔

آیت ۵۱ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا سمجھ لیا اور جن کو دنیاوی زندگی کے شب و روز نے دھوکہ میں رکھا جو گیتی کائنات کی لطافتِ حسن اور کیف و سُرور کی لذت میں محو ہو کر یادِ باری تعالیٰ سے غافل رہے یہ کُفار قریش ہیں جنہوں نے دین کا تمسخر اُڑایا، ظالمانہ اور مشرکانہ طرزِ زندگی اپنا کر زندگی کی لطیف حقیقتوں سے بے خبر رہے حالانکہ دین کی تعلیمات کا ماحصل تو یہ ہوتا ہے کہ لوگ زندگی اور اُمورِ حیات کے ہر پہلو میں صحیح نقطۂ نظر کا ادراک کریں لیکن لوگ ہنگامہ زندگی میں کھو کر فریب میں آگئے دنیاوی اُلفت کے تقاضے نبھانے کی خاطر رسمِ التفات دنیا کے دامِ قفس میں محصور ہو گئے (مجازی محبوب کے عارض و کاکل سے کھیلتے رہے) اُفتادِ زمانہ میں اُلجھ گئے ''مجنوں کو لوگ تماشا بنائے پھرتے ہیں'' کے مصداق اُنہوں نے کسی بات کی پرواہ ہی نہیں کی آدمی صاحبِ فہم و ذکاء ہوتے ہوئے وہ عیش میں یادِ خدا ہی نہ رہی اور اُسے نیرنگی دنیا میں ڈوب جانے کے بعد خوفِ خدا ہی نہ رہا بلکہ قیامت کی ملاقات اور شرفِ دیدار باری تعالیٰ کو ہی بھول گئے، اگر کچھ خیال ہوتا تو دین، نبی کی تعلیمات سے سیکھتے، اللہ کی اطاعت اور رسول کی فرمانبرداری کو اپنا شعار بناتے لیکن یہ لوگ اللہ کی آیات کے منکر رہے۔ حدیثِ مُبارکہ میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت ایسے بندوں سے دریافت کرے گا'' کیا میں نے تمہیں بیوی اور اولاد نہیں دی تھی، کیا تم کو عزّت و اکرام سے نہیں سرفراز کیا گیا! کیا اُونٹ اور گھوڑے تمہارے لئے تابع نہیں کر دیئے، وہ کہے گا کیوں نہیں! اے اللہ! یہ سب باتیں درست ہیں باری تعالیٰ اُن سے دریافت فرمائے گا! کیا تجھے میری ملاقات کا یقین تھا! وہ کہے گا ''نہیں'' ربِّ جلیل فرمائے گا ''پس جس طرح تو مجھے بھولا رہا، آج میں تجھے بھول جاتا

Marfat.com

ہوں''۔(بحوالہ صحیح مسلم کتاب الزھد)

آیت ۵۲ میں بتایا جارہا ہے کہ لوگوں کے پاس باری تعالیٰ نے ایک ایسی کتاب بھیج دی ہے جس میں حقیقتِ علم، اَسرارِ علم اور رُموزِ علم کی مکمل تفصیل اور تفسیر ہے یہ بھی وضاحت کردی گئی ہے کہ دنیا کی زِندگی کے معاملات کو جاننے اور سمجھنے کے لئے کون ساعمل درست اور افضل ہے صحیح طرزِ زندگی اور ادائے حق بندگی کے اساسی اصول اور ضابطۂ عمل ہے یہ کتاب اہلِ ایمان کے لئے سراپا ہدایت اور رحمت ہے قرآنِ مجید کی خوبی یہ ہے۔ باری تعالیٰ نے نورِ علم کی اساس پر تمام اُمور کا تفصیلی بیان، بیان کردیا ہے جن سے فیضِ آ گہی دنیا وآخرت کی سعادت کے لئے امرِ لازمی ہے۔

آیت ۵۳ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ کیا یہ لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ کلامِ باری تعالیٰ میں جو عذاب کی دھمکیاں بتائی گئی ہیں اُس کی حقیقت آشکار ہوجائے اور حقائق سامنے آجائیں تب حق کو قبول کریں گے اِس بات کا انتظار کررہے ہیں کہ جب عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوں گے اُس وقت وہ سفارش کے متلاشی ہوں گے جو اللہ سے سفارش کر کے اُن کی سزا معاف کرا دے، ایسی سفارش اور شفاعت کرنے والا کافروں کو کوئی نہ ملے گا، پھر اُن کے دل میں آرزو ہوگی کہ اے کاش! ہمیں دنیا میں دوبارہ آنا نصیب ہوتا کہ پہلے کے مقابلے میں اچھے عمل کرسکیں لیکن اب اس خواہش کا کیا حاصل! کتابِ رُشدوہدایت تو اُن کے پاس آگئی! نوید بشارت تو مل گئی اُس کی دعوت فکروعمل نے علم وبصیرت کی روشنی عطا کی لیکن یہ حق کا انکار کرنے والے سرکش اور عناد والے اپنے تکبر میں رہے تو اُن کو کس پر ناز ہے کیا اُنہیں اپنی بداعمالیوں کے انجام کی خبر نہیں! جس دن انجامِ کار کا نتیجہ آئے گا اُس دن اس کی فرصت کب ملے گی کہ کوئی ایمان لائے اب تو فیصلہ کا دن ہوگا یہ مکافاتِ عمل کی گھڑی ہوگی اور یومِ حساب ہوگا ان لوگوں نے تو خود اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کرڈالا۔ بقول شاعر:

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے ☆ پیش کر غافل عمل گر چہ (کچھ) دفتر میں ہے

آیت ۴۸ تا ۵۳ پر ایک مطالعاتی نظر:

یہ اعراف والے لوگ، دوزخ کی اہم شخصیت کو اُن کی علامتوں سے پہچانتے ہوئے کہیں گے ذرا اپنی حالت تو دیکھو! کوئی پُرسانِ حال نہیں کہاں پڑے ہوئے ہو، تمہارے جتھے نے تمہیں کیا نفع دیا! تمہارے اسکتبار نے تمہیں کیا تحفظ فراہم کیا بتاؤ تو سہی، یہ لوگ ان بڑے مشہور مجرموں کو اس بات کی یاددہانی کرائیں گے تمہارا تو اہلِ ایمان کے بارے میں یہ احساسِ گُمان تھا کہ یہ گُمراہ ہوئے ہیں اور یہ تمام لوگ باری تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہیں آج انہیں کو پیام مُسرت ملا ہے جنت میں داخل ہوجاؤ، تمہارے لئے نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی رنج وملال۔

ایک آواز اہلِ دوزخ کی بھی سنائی دیتی ہے جو نہایت دردانگیز ہے، چند قطرے پانی کے ہمیں مل جائیں! کچھ رزق ہمیں کھانے کے لئے مل جائے۔ جواب دیا جائے گا یہ دونوں چیزیں منکرینِ حق پر حرام کردی گئیں ہیں۔ کیونکہ تمہیں دنیا کی زندگی میں دھوکہ رکھا ہے۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٥٤﴾

بے شک تمہارا ربّ اللہ ہے وہ جس نے زمین وآسمان چھ دن میں بنائے پھر عرش پر متمکن ہوا/عرش پر قائم ہوا (جیسا کہ اُس کی شان کے لائق ہے) وہ رات کو ڈھانک لیتا ہے دن سے، جو مسلسل ایک دوسرے کے آگے پیچھے دوڑتے ہوئے تیزی سے آتے ہیں اور جس نے پیدا کیا سورج، چاند اور ستاروں کو، وہ سب اِس کے حکم کے تابع /پابند ہیں سن لو! اُس کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم صادر کرنا، بڑی برکت والا ہے اللہ جو ربّ ہے سارے جہانوں کا۔ (۵۴)

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٥٥﴾

دعا کرو اپنے ربّ سے عاجزی کے ساتھ گڑگڑا کر اور چپکے چپکے /آہستہ آہستہ، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ (۵۵)

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٦﴾

اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اِس کی اصلاح کے بعد اور پکارو اللہ کو خوف اور توقع سے گویا دعا کرتے رہو اُس سے ڈرتے ہوئے اور اُمید رکھتے ہوئے بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب تر ہوتی ہے۔ (۵۶)

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٥٧﴾

اور وہی اللہ ہے کہ اپنی بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے جو کہ مژدہ نوید سناتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں اُٹھا لاتی ہیں بھاری بادلوں کو ہم لے جاتے ہیں کسی خشک سرزمین /ویران شہر کی طرف پھر ہم اس بادل سے پانی برسا کر طرح طرح کے پھل نکالتے ہیں اسی طرح ہم مُردوں کو بھی نکال لیں گے تا کہ تم نصیحت پکڑو /سمجھ سکو۔ (۵۷)

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ﴿٥٨﴾

اور زرخیز سرزمین کی پیداوار اللہ کے حکم سے خوب اچھی نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس سے گھٹیا /ناقص پیداوار نکلتی ہے، اِسی طرح ہم اپنی نشانیاں /مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لئے جو شکر گزار بننا چاہیں۔ (۵۸)

الفاظ و معانی آیت ۵۴ تا ۵۸

﴿ إِنَّ رَبَّكُمُ ﴾ بلاشبہ تمہارا ربّ پروردگار ہے جو جامع جمیع صفاتِ کمال ہے۔ ﴿ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ ﴾ وہ جس نے پیدا کیا آسمان ﴿ وَالْأَرْضَ ﴾ اور زمین۔ ﴿ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ﴾ چھ دن کی مقدار میں، یوں تو طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب یعنی صبح سے لے کر شام تک کے وقت کو دن کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے لیکن یہاں اس ساعت /وقت تذکرہ ہو رہا ہے جب کہ نہ سورج تھا اور صبح و شام کا تصور۔ اس لئے آیت مبارکہ میں ''یوم کا مفہوم مطلق وقت ہے اور لفظ یو

Marfat.com

کا اطلاق اس معنی میں عام طور پر رہتا ہے"۔ (بحوالہ علامہ راغب اصفہانیؒ از مفردات القرآن)
امام احمد بن حنبلؒ اور مجاہدؒ سے قول منقول ہے "یہاں چھ دن سے آخرت کے چھ دن مُراد ہیں"۔ تبیان میں لکھا ہے کہ ان چھ دن سے آخرت کے دن مُراد ہیں۔ ہر دن دنیا کے ہزار برس کے برابر ہے یہاں یہ سوال ذہن میں اُبھرتا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ تو اس بات پر قادر ومختار ہے کہ یہ سارا جہاں چشم زدن میں تخلیق کر دیتا۔ قرآنِ حمید میں مختلف عنوانات سے یہ بات بار بار بتائی گئی ہے کہ "آنکھ جھپکنے کے عرصہ میں ہمارا حکم نافذ ہو جاتا ہے چنانچہ اس اَمر کی وضاحت آیت ۸۲ سورۂ یٰس پارہ ۲۳ وَمَالِیَ سے ہو جاتی ہے:

اِنَّمَآ اَمۡرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡـًٔا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَهٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۸۲﴾

"اور یہ اس کی شان ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس کا اتنا کہہ دینا کافی ہو جاتا ہے کہ ہو جا "کُن" وہ اسی وقت ہو جاتا ہے"۔

اور اشیاء کو کلمۂ کُن سے تخلیق کی قدرت ہوتے ہوئے اُنہیں بتدریج معرضِ وجود میں لانا دلیل ہے، قادرِ مختار کی قدرتِ کاملہ پر اور اشارۂ لطیف ہے کاموں میں دیر کرنے کی رعایت کی جانب اور عجلت اور اضطراب نہ کرنے کی طرف اور اَلْعُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ وَالتَّاَنِّيْ مِنَ الرَّحْمٰنِ کا نکتہ اس بات کی تائید کرتا ہے۔ چنانچہ مولانا جلال الدین رومیؒ کی مثنوی میں کیا خوب اظہار ہے۔

ع مکر شیطان ست تعجیل وشتاب خوئے رحمٰن ست صبرو احتساب

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں حضرت محمد ﷺ نے فرمایا "غور وفکر کے ساتھ بتدریج کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے"۔ (بحوالہ شعب البیہقی ماخوذ از تفسیر مظہری)
اِس کو یوں سمجھئے کہ جلد بازی اختیار کرنے میں انسانی مسئلہ کے ہر پہلو پر غور وخوض نہیں کر پاتا اس لئے اکثر عُجلت کے سبب کام بگڑ جاتا ہے اور بعد میں پشیمان ہوتا ہے تدبّر، تفکر اور سہولت کے ساتھ کام انجام دیا جائے تو اِس میں برکت ہوتی ہے۔
آیت زیرِ مطالعہ میں زمین وآسمان کی تخلیق کا عمل چھ دن میں تکمیل پذیر ہونے کا ذکر ہے چنانچہ یہی مضمون آیت ۴ سورۃ الحدید پارہ ۲۷ قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ میں ارشادِ ربّی ہے:

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّةِ اَیَّامٍ

"وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا"۔

اور اس کا تذکرہ سورۂ یونس آیت ۳ پارہ یَعْتَذِرُوْنَ میں اور سورۂ حٰمٓ السجدہ آیت ۹ میں بیان کیا گیا۔

قُلۡ اَئِنَّکُمۡ لَتَکۡفُرُوۡنَ بِالَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ وَتَجۡعَلُوۡنَ لَهٗۤ اَنۡدَادًا ؕ

"اے حبیب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے! کیا تم اُس اللہ کا انکار کرتے ہو! اور تم اس کے شریک مقرّر کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین پیدا کر دی یہاں دن سے ایک ہزار سال کی مدت ہے"۔ (بحوالہ امام ابن جریرؒ)

''گویا کائنات ارضی وسماوی کی تخلیق چھ ہزار سال کے عرصہ میں آہستہ آہستہ مختلف مدارجِ حیات طے کرتے ہوئے ہوئی''۔ (ماخوذ از ضیاء القرآن جلد دوئم از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

﴿ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ پھر قصد کیا، اوپر پیدا کرنے عرش کے یا غالب ہوا اُس کا حکم عرش پر یا خود قرار پکڑا اُس نے عرش پر باری تعالیٰ کے قرار پکڑنے کی تخصیص اس جہت سے ہے کہ عرش سب مخلوقات میں بڑا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ عرش پر قرار پکڑنا ایک صفت ہے۔ باری تعالیٰ کی بے کیف اور بے وصف اور یہ متشابہاتِ قرآن میں سے ہے ہمارا اِس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کی تاویل حق سبحانہٗ تعالیٰ پر ہی چھوڑتے ہیں۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

﴿ اِسْتَوٰى ﴾ اُس نے قصد کیا قرار پکڑا، استویٰ کے لفظی معنیٰ قائم ہونے اور عرش شاہی تخت کو کہا جاتا ہے، بلند بالا ہوا۔ اِسْتَـــوَاءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق قرآنِ حمید میں۔ ﴿ اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ (بحوالہ قاموس القرآن) انور شاہ کشمیریؒ کی رائے ہے کہ ﴿ اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ سے رَبِّ جلیل کا عرش پر تجلّی ریز ہونا مُراد ہے۔

حضرت امام مالکؒ سے کسی نے سوال کیا کہ استویٰ علی العرش سے کیا مُراد ہے آپ نے کچھ دیر تامّل کے بعد فرمایا لفظ استواء کے معنیٰ تو معلوم ہیں'' اور اس کی کیفیّت اور حقیقت کا ادراک عقل انسانی نہیں کرسکتی، اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں کیفیت وحقیقت کا سوال کرنا بدعت ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد سوئم از مفتی محمد شفیعؒ)

یہ استواء متشابہات میں سے ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اللہ کی اس سے جو مُراد ہے حق ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا اِسْتِـــواء معلوم ہے اور اس کی کیفیّت مجھول ہے اور اِس پر ایمان لانا واجب ہے اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ آفرنیش کا خاتمہ عرش پر جا ٹھہرا۔ واللہ اعلم بمراد کتابہ۔ (بحوالہ کنز الایمان از احمد رضا خانؒ)

﴿ يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ ﴾ کھینچ لیتا ہے اللہ شب تاریک کو روز روشن میں گویا دن کی روشنی کو رات کی تاریکی سے چھپا لیتا ہے اور اُس کا عکس نہیں کہا ان دو متضاد الفاظ میں سے ایک کے بیان پر اکتفا کرنے کو۔ ﴿ يَطْلُبُهٗ ﴾ ڈھونڈتی ہے رات دن کو یعنی اِس کے پیچھے لگی ہوئی آتی ہے۔ ﴿ حَثِيْثًا ﴾ جلدی کرنے والی اور دن بھی جلدی کے ساتھ رات کا طالب ہے۔ اس مفہوم کو آسان انداز میں یوں سمجھئے، سحر وشام کا یہ انقلاب تمام عالم کو نُور سے اندھیرے میں یا تاریکی سے روشنی میں لے آتا ہے۔ ﴿ يُغْشِى ﴾ وہ ڈھانک دیتا ہے اَغْشَاء سے، فعلِ مضارع واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ يَطْلُبُهٗ ﴾ وہ اُس کو طلب کرتا ہے۔ طَلَبٌ سے فعل مضارع واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے ﴿ حَثِيْثًا ﴾ دوڑتا ہوا جلدی کے ساتھ حَــثٌّ سے کسی کام پر اُبھارنا اور رَغبت دلانا، قواعد کے مطابق اِسم ہے۔ ﴿ مُسَخَّرٰتٍ ﴾ تابع رفرمانبردار ہوئے اِس کے حکم سے۔ تَسْخِيْرٌ مصدر سے اسم مفعول جمع مؤنث۔

﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ﴾ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے پیدا کرنا ❶۔ عجائب مخلوق کا جو کچھ پیدا کیا گیا ہے اس میں

❶ ...... الامر سے مراد عالم مجردات یعنی قلب الروح والسرّ الخفی والاخفی۔ بحوالہ تفسیر مظہری۔

تصرف باری تعالیٰ کا ہی ہے، خلق کے معنی پیدا کرنا ہے اور امر کے معنیٰ حکم نافذ کرنا ہے عملاً کائنات کی تدبیر اللہ کے دائرۂ اختیار میں ہے گردشِ سحر و شام خود بہ خود نہیں ہو رہے بلکہ اللہ کے حکم سے ہو رہی ہے آفتاب و مہتاب، انجم و کواکب خود کسی طاقت کے مالک نہیں ہیں بلکہ ایک وسیع کائنات جو محض اُس کی قدرت کاملہ کے کرشمے سے اپنے اپنے فریضہ کو باقاعدگی سے سرانجام دے رہی ہے صوفیاءِ کرام کا قول ہے کہ ''خلق اور امر دو عالم ہیں'' خلق کا واسطہ مادّہ اور ماہیّت سے ہے اور اَمر کا تعلق مجردات لطیفہ کے ساتھ ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد سوئم از مفتی محمد شفیعؒ)

یوں کہیے کہ باری تعالیٰ نے یہ کائنات خلق / پیدا کی اور اسی کا اَمر و حکم ہر شئے میں جاری و ساری ہے یہ حق بھی خاص اللہ کا ہے کہ اس کائنات میں اس کا حکم چلے۔ ﴿ تَبٰرَكَ اللّٰهُ ﴾ بزرگ ہے اللہ ﷻ وحدانیت کے ساتھ، الوہیت میں یکتائی کے ساتھ رَبُوبیت میں۔ تبارَکَ لفظ برکت سے بنا ہے اور لفظ برکت کے اصل معنیٰ ہیں نُمو، بڑھنے، زیادہ ہونے کے، ثابت رہنے کے ہیں گویا اس میں رفعت و عظمت کے معنیٰ پوشیدہ ہیں۔

یوں سمجھیے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے بابرکت ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ رَبِّ جلیل کی خوبیوں اور بھلائیوں کی حد نہیں ہے اور وہ عظیم، بلند و بالا ذات ہے بلکہ یوں کہیے:

ع کہ ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق ☆ زبان اور دل کی شہادت کے لائق حالیؔ

﴿ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ پیدا کرنے والا اہلِ عالم کو۔ ﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ ﴾ پُکارو اپنے رَبّ کو۔

﴿ تَضَرُّعًا ﴾ عاجزی اور گریہ زاری کے ساتھ۔ ﴿ وَّخُفْيَةً ﴾ اور پوشیدگی کے ساتھ، گویا ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی اُسے پہچانو! اور اُس کی عبادت کرو تضرّع / عجز و انکساری تو آدمی کے محتاج ہونے کی علامت ہے اور مخفی / پوشیدہ رکھنا اخلاص کی دلیل ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ ﴾ بے شک وہ۔ ﴿ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴾ اللہ دوست نہیں رکھتا حد سے گزرنے والوں کو، مُعْتَدِيْن، اِعْتِدَاءٌ سے مشتق ہے اعْتَدٰ ى کے معنیٰ ہیں حد سے تجاوز کر جانا، اِسم فاعل جمع مذکر قواعد کے مطابق۔ دعا میں حد سے بڑھ جانے کی کئی صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ ایسے کلمات کا اظہار جس سے خشوع و خضوع میں فرق پڑھ جائے دعا میں نالہ و فریاد یہاں تک کیا جائے کہ ریا کا عنصر غالب آ جائے ایسی دعا کی جائے جس کی عقلاً و شرعاً ممانعت ہو، حرام چیز کے لئے دعا کرنا یا وہ چیز مانگتے ہیں جو اُن کے لائق نہیں۔ جیسے اَنبیاء کا مرتبہ۔ ﴿ وَادْعُوْهُ ﴾ اور پُکارو اللہ کو۔ ﴿ خَوْفًا ﴾ اس کے عذاب کے خوف سے۔

﴿ وَّطَمَعًا ﴾ اور اُس کے ثواب کی اُمید پر، طَمعًا توقع، اُمید یہ طَمِعَ يَطْمَعُ کا، مَصدر ہے اِسم ہے قواعد کے مطابق روحِ دعا کے آداب یہ ہیں کہ دعا میں عجز و انکساری کا عنصر غالب ہو، اپنی ذلت اور پستی کا احساس کرتے ہوئے اللہ سے اپنی حاجت طلب کرنا چاہیے دعا کو خفیہ اور آہستہ آہستہ مانگنا چاہیے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آہستہ دعا کرنا اعلانیہ دعا کرنے سے ستر درجہ افضل ہے حدیثِ مُبارکہ میں مذکور ہے۔ ''اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ '' دعا تو ساری عبادتوں کا لبِّ لباب ہے۔ دعا کی اہمیت اور افادیت قرآن مجید میں واضح طور پر بیان ہوئی ہے۔ قَالَ اللّٰهُ عزوجل :وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ

Marfat.com

اَسْتَجِبْ لَكُمْ " مجھ سے دعا مانگا کرو میں قبول کروں گا" کیا خوب کہا ہے ایک نامور عارف نے "دعا سے اہلِ حق کا مقصد تو خود حق تعالیٰ سے ہمکلام ہونا ہے اور ہمکلامی کی لذت شرف حاصل کرنا ہے"۔ میرے اُستادِ محترم خورشید حسن زیدیؒ نے کیا خوب تاثیر دعا کے بارے میں کہا:

ع دعا کے بعد اُمید اثر میں بیٹھے ہیں اُمید کی آخری منزل ہے یا تساہل ہے

ایک حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ سے جب دعا مانگو تو اِس حالت میں مانگو کہ تمہیں اِس کے قبول ہونے میں کوئی شک نہ ہو"۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی رحمت واسعہ سے مایوسی بھی کفر ہے۔ ع

نومید نیم کہ نا اُمیدی کفر است

﴿ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ ﴾ بے شک رحمت اللہ کی۔ ﴿ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے اور یہ لوگ نیک کام والے ہیں، جیسے عبادت کرنے والے یا نیک اُمید رکھنے والے ہیں جیسے گناہگار اور سب کو اس کی رحمت بے پایاں، بے غایت اور فضل بے نہایت کی اُمید ہے۔ اے باری تعالیٰ! اگر وفادار، فرمانبردار لوگ تجھ سے اُمید رکھتے ہیں تو جفا کار کی بھی تیرے سوا اور کوئی پناہ نہیں، یہاں ایک بات توجّہ طلب ہے رحمة کا اِنَّ اِسم ہے اور قریب اس کی خبر اور نحو کا کلّیہ یہ ہے کہ تذکیر و تانیث اسم و خبر میں یگانیت لازمی ہے یہاں رحمة اِسم مؤنث ہے اور قریب خبر مذکر ہے۔ علّامہ قرطبیؒ کا کہنا ہے کہ "قریب کبھی قرابت نسبی کے لئے مستعمل ہے اور کبھی قُربِ مکانی کے لئے۔ آیت زیر مطالعہ میں "قریب سے مُراد قرب نہیں بلکہ قُرب مکانی مُراد ہے اس لئے قریب درست ہے"۔ (ماخوذ ضیاء القرآن جلد دوئم از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ ﴾ اور وہ وہی ہے۔ ﴿ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ ﴾ بھیجتا ہے ہوائیں چاروں طرف اس میں ریاح رہوائیں ریح کی جمع ہے۔ ﴿ بُشْرًا ﴾ بشارت رخوش خبری دینے والی۔ ﴿ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ ﴾ یہاں تک کہ جب اُٹھاتی ہیں ہوائیں۔ ﴿ سَحَابًا ثِقَالًا ﴾ ابر بھاری کو۔ کہا گیا ہے بادِ صبا ابر کو زمین سے اُٹھاتی ہیں اور بادِ شمال جمع کرتی ہیں اور بادِ جنوب مینہ ر بارش برساتی ہیں اور بادِ دَبُور رالدّ بور پچھوائی ہوا۔ (بحوالہ مصباح اللغات)

برسنے کے بعد تمام اَبر کو متفرق کر دیتی ہے اور بہر تقدیر ہوائیں ابر کو اُٹھاتی ہیں سحاب کے معنی بادل ثقال، ثَقِیل کی جمع ہے بمعنی بھاری۔ ﴿ سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ ﴾ میت، سوق کے معنی کسی جانور کو ہانکنے اور چلانے کے ہیں بَلَد شہر بستی میّت مردہ اس کا مفہوم یہ ہوا ہانک لے جاتے ہیں ہم اوس ابر شبنم کو واسطے زندہ کرنے زمین مُردہ کے۔ ﴿ فَاَنْزَلْنَا ﴾ پھر نازل کرتے ہیں ہم۔ ﴿ بِهِ الْمَآءَ ﴾ سبب اس ابر کے پانی کو زمین پر۔ ﴿ فَاَخْرَجْنَا ﴾ پھر نکالتے ہیں ہم اس پانی کے سبب سے۔

﴿ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ﴾ ہر قسم کے میوے، ہر قسم کے ثمر، پھل، پھول جو مختلف رنگوں میں، مختلف خوشبوؤں اور الگ الگ ذائقوں میں ہوتے ہیں اور ان کی بناوٹ بھی ایک دوسرے سے جُدا جُدا ہوتی ہے۔

﴿ كَذٰلِكَ ﴾ جس طرح زمین کو نباتات سے ہم زندہ کرتے ہیں اسی طرح۔ ﴿ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى ﴾ زندہ کریں گے ہم، نکال لیں گے مردہ لوگوں کو اُن کی قبروں رلَحَد سے اور زمین کو زندہ کرنا۔ (نمو اور عملِ بالیدگی سے اور عملِ زیرگی سے اور علم

Marfat.com

نباتات کے عمل شعائی ترکیب سے)❶
جو مردوں کو زندہ کرنے کا نمونہ ہے اِس کا حال ہم نے بیان کیا۔﴿ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ تاکہ تمہیں سوچنے اور غور کرنے کا موقع مل سکے اور قیامت پر ایمان لاؤ اور اس صورت سے اِس معنیٰ پر دلیل پکڑو، سمجھو۔ اِس گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ جس طرح ہم پانی کے ذریعہ مُردہ زمین میں استعدادِ صلاحیت پیداواری پیدا کردیتے ہیں جس میں ہمہ قسم کے غلّے، اناج، پھل پیدا ہوتے ہیں اسی طرح روزِ قیامت تمام انسانوں کو جو مٹی میں سپردِ خاک ہو چکے ہوں گے ہم دوبارہ حیاتِ نو رزندگانی عطا کریں گے اور پھر اُن کا حساب لیا جائے گا۔﴿ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ﴾ اور جو زمین زرخیز ہے جس میں نشوونُما کی صَلاحیت ہے تو اُس کے حکم سے کثرت سے پیداوار ہوتی ہے، فوائد ملتے ہیں اور جو زمین ناقص ہے اِس میں پیداوار کم ہوتی ہے۔﴿ نَبَاتُهٗ ﴾ اُس کی پیداوار نَبات، گھاس سبزہ اِسم مرفوع نباتات جمع۔
﴿ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ﴾ ناقص ہوا خَبَاثَۃ ناپاک ہوا نَكِدًا بے فائدہ قلیل النفع اِسم صفت ہے قواعد کے مطابق۔
''ایک حدیث میں بیان اس طرح آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' مجھے باری تعالیٰ نے جو علم وہدایت دے کر مبعوث کیا ہے اُس کی مثال اس مُوسلا دھار بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسی، زرخیز حصّے نے پانی جذب کر کے چارہ اور گھاس اُگایا اس کے بعض حصّے سخت تھے اُنہوں نے پانی کو روک لیا اور اندر جذب نہیں ہوا۔ تاہم لوگ اس سے فیض یاب ہو گئے، خود بھی پیا اور کھیت کو بھی سیراب کیا کاشتکاری کی اور زمین کا کچھ حصّہ جو بالکل چٹیل تھا اُس نے پانی روکا اور اس سے کچھ نہ اُگایا، پس یہ مثال اُس شخص کی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے دین میں سمجھ پائی اور اللہ نے مجھے جس چیز کے ساتھ ارسل کیا اُس سے اُس نے نفع اُٹھایا، پس خود بھی علم حاصل کیا دوسروں کو بھی سکھایا اور مثال اس شخص کی بھی ہے جس نے کچھ نہیں سیکھا اور نہ ہی اس نے ہدایت قبول کی جس کے ساتھ مجھے ارسل کیا گیا''۔(بحوالہ صحیح بخاری شریف، کتاب العلم، باب فضل من علم وعلم)
﴿ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴾ جیسے مثال ہم نے بیان کی ہے اسی طرح پھیرتے ہیں ہم آیات اور احوال کے مطابق مثالیں دیتے ہیں اِس گروہ کے لئے جو فہم وادراک کی نعمت کا شکرادا کرتے ہیں۔

تشریح وتوضیحات آیت ۵۴ تا ۵۸

آیت ۵۴ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اللہ نے زمین اور آسمان کو چھ دن میں بنانے کے بعد اپنی حکمت سے اپنی بادشاہی کا سلطنت قائم رکھا اور سب ہی کچھ تو اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا، گردش سحروشام، شب وروز، سورج چاند ستارے سب اللہ کے حکم کے تابع ہیں، تمام مخلوق اللہ کی ہے تو حکم بھی اللہ کا ہے نیرنگی جہان میں برکت، رونق، نور، صرف اسی ایک اللہ کے وجود سے ہے گویا حقیقت یہ آشکار ہوئی کہ ارض وسماء، چاند، سورج، ستارے خود صاحبِ اختیار نہیں کہ کسی کا بھلا اور بُرا کرسکیں یہ

---

❶......نمو Produce، عملِ بالیدگی رعمل پیداوار Production، عمل زیرگی Polination، عمل نباتات Botony، عمل شعائی ترکیب Photosynthesis۔

Marfat.com

سب رَبِّ جلیل کے حکم کے فرمانبردار اور مطیع ہیں۔ پھر باری تعالیٰ کے حکم سے اپنے کام سرانجام دے رہے ہیں، حق سبحانہٗ تعالیٰ خود ہی تختِ شاہی پر جلوہ فگن ہے کسی کے تسلیم کرنے اور انکار کرنے سے نہیں جو مانے اُس کا بھی حاکم اعلیٰ اور جو نہ مانے اس کا بھی مالکِ کُل۔

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ نہ ماننے والوں کے لئے دوزخ رُدہکتی ہوئی آگ اور ماننے والوں کے لئے بہشت تیار کر رکھی ہے۔ جو یہ بات بتائی گئی کہ زمین وآسمان کو چھ دن میں پیدا کیا لیکن یوم کی وضاحت آیت ۴۷ سورۃ الحج پارہ ۱۷ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ میں یوں بیان ہوئی ہے:

وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾

''اور یہ بات یقینی ہے کہ تم لوگ شمار کر کے ہزار سال پورے کرو تب کہیں جا کر اللہ کے یہاں وہ مدت فقط دن شمار ہوتی ہے''۔

اِسی طرح آیت ۴ سورۃ المعارج پارہ ۲۹ تَبٰرَكَ الَّذِیْ میں ارشادِ ربّی ہے:

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾

''جس کی طرف فرشتے اور روح حضرت جبرائیل علیہ السلام چڑھتے ہیں ایک دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے''۔

یہ گیتی کائنات میں جو ہمیں نظر آتی ہے یہ دنیا اور اس دنیا کے رنگ و بُو یہ اللہ کی تخلیق ہے اور جو اللہ اپنی قدرت کاملہ اور تدبیر کے ساتھ چلاتا ہے اللہ کے ساتھ خلق میں اُس کا کوئی شریک نہیں، زندگی کے حقائق اور نیا طرزِ زندگی حرکت سے کس قدر مکمل ہیں اس وجدان حقیقت کے اظہار کے لئے قرآنِ مجید نے کس قدر عمدہ اسلوب بتایا ہے کہ گردش روز و شب کے ساتھ ساتھ گردشِ افکار، فکر کی گہرائی اور گیرائی کو سمجھنے کے لئے دن کے پیچھے رات کا تعاقب ہے یہ بات اچھی طرح سمجھ جایئے کہ قرآن انسانی فطرت سے مخاطب ہوتا ہے یہ فطرت اس خالق نے تخلیق کی ہے جو کتاب رُشد و ہدایت قرآن کے ذریعہ انسان سے ہمکلام ہے جب تک انسان کے اندر شعور آگہی اور وجدان بیدار نہیں ہو جاتے وہ ایک غافل انسان کی طرح ان حسین وجمیل مناظر سے متأثر ہوئے بغیر گذر جاتا ہے لیکن انسان پر یہ حقیقت کھُل جاتی ہے کہ یہ تمام مناظر اللہ کے حکم کے تابع ہیں وہ اپنے خالق کے احکامات کی تکمیل سے ذرّہ برابر انکار نہیں کرتے تو اس مقام پر قرآن انسان کو اپنے رَبّ کی طرف متوجّہ ہونے کی دعوت دیتا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کو انتہائی خُضوع کے ساتھ پکارو! اللہ کے بتائے ہوئے قانون کی اتباع کرو اور اس زمین پر اللہ کی شریعت سے بے نیاز ہو کر اپنی ہوائے نفس کی پیروی نہ کرو ورنہ ظلمتِ شب کی تاریکی میں ڈُوب جاؤ گے اور دن کے اُجالے میں بھی ہدایتِ نور سے محروم ہو جاؤ گے۔ العیاذ باللہ

آیت ۵۵ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ وضاحت کے ساتھ دعا کرو اپنے رَبّ سے عجز و انکساری کے ساتھ اور چپکے چپکے۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ حد سے زیادہ تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، حد سے زیادہ تجاوز کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ دعا چلّا کر نہ مانگی

جائے اس میں ادبِ دعا کو ملحوظ رکھا جائے اس میں ریا کاری اور دکھلاوا کا عنصر نہ ہو، غرور و نخوت سے بے نیاز ہو کر سراپا عجز بن کر اللہ سے رجوع کیا جائے۔ اِس یقین کے ساتھ کہ اللہ دعاؤں کا سننے والا ہے، قبول کرنے والا ہے جب دعا گڑگڑاتے ہوئے اور خُفیہ طور پر کرنے کا حکم دیا جارہا ہے تو دستِ طلب دَراز کریں آج ۲۷ رمضان المبارک کی شب مُبارک ہے یہ بندہ (احقر العباد) ان حسین لمحات کی گھڑی میں "لیلۃ القدر" کی سَعادت پاکر، رحمتِ ابر کرم کا طالب ہے رحمت کی بابرکت ساعت میں دعا کے لئے لبِ کُشا ہے اس فیوض و برکات والی رات میں یہ بندہ عاجز، عجز وانکساری کے ساتھ اپنے عَصیان سے نجات کا مُتلاشی ہے۔ شاعرِ مشرق اقبال کی زبان میں "لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری" اے باری تعالیٰ! تیری رضا کی خاطر۔ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً تو مجھ سے راضی ہو جا میں تجھ سے راضی، تیری رحمت پانے کے لئے، اَبر کرم کی توفیق کے لئے! یہ آنسو کے قطرے ٹپک گئے ہیں، ندامت کے اشکوں کے ساتھ احساسِ گناہ کا خوف طاری ہے تیرے ہی فرمان کے مطابق ملتمس ہوں۔ ﴿ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ﴾ (سورۂ بقرہ آیت ۲۸۶) "ہمیں درگزر فرما، ہمیں بخش دے، ہم پر رحم فرما"۔

اے اللہ! بارانِ رحمت آگیا، ابرِ رحمت چھا گیا یہ لیلۃ المبارکہ ہے اے شانِ کریمی موتی سمجھ کر چُن لے یہ گریہ، آہ زاری، آبدیدہ/اشکبار آنکھ اپنی خطاؤں کی معافی چاہتی ہے یہ قطرے عرق انفعال کے حاضر ہیں احساسِ شرمندگی کے ساتھ نیازمندانہ انداز میں، دل کی گہرائی اور گیرائی کے ساتھ دھیمی آواز میں، پُر اُمید لہجہ میں اِس ایقان اور یقین کے ساتھ کہ یہ عشرہ جہنّم کی آگ سے نجات/خلاصی کا ہے۔ اے اللہ! طلب ذوق طلب، جذبۂ طلب کے ساتھ یہ دیدۂ غمناک رات بھر تیری رحمت کی تلاش و جستجو میں بے قرار رہی۔ بڑی مشکل سے بے قراری کو قرار آیا ہے۔ ❶ بلکہ یہ کہیے "کام آخر جذبۂ بے اختیار آہی گیا" یہ جان کر۔

ع آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لئے ☆ بادلو ہٹ جاؤ دے دو راہ جانے کے لئے اقبالؔ

اے رَبِّ جلیل! ہم خوار ہیں، بدکار ہیں ڈوبی ہوئی ذِلّت میں ہیں، کچھ بھی ہیں پھر بھی تیرے محبوب کی اُمّت میں ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بَارِکْ وَسَلِّمْ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

آیت ۵۶ میں بتایا جارہا ہے کہ اور خطۂ زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کرو یعنی زمین کے انتظام اور اَنصرام کو پامال نہ کرو، اِس کو خراب نہ کرو، انسان کا اللہ کی بندگی سے بے نیاز ہو جانا اپنوں کی یا دوسروں کی بندگی اختیار کرنا، اللہ کی راہِ ہدایت ترک کر کے اپنے معاشرت اور تمدّن کی خاطر ایسے اُصول و ضوابط وضع کرنا جو باری تعالیٰ کے سوا کسی اور کی راہنمائی کے پابند ہیں فساد فی الارض کے زُمرے میں شامل ہیں احکاماتِ شرعیہ میں اپنی مرضی کے مطابق تحریف کرنا، اسلامی تعلیمات اور اسلامی طرزِ معاشرت کو چھوڑ کر ملحدانہ طرزِ حیات اپنانا اس فساد کو ختم کرنا قرآن کا اصل مقصد ہے بھلا اس میں کیا شک ہے کہ اللہ کی رحمت کاملہ نیک کاروں کے قریب ہے۔

❶......توبہ کر کے سکون پایا ہے بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔ (سورۃ النصر پارہ ۳۰ عَمّ)

Marfat.com

آیت ۵۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ دعوتِ حق کی ایک تمثیل ہے جب بادِ باراں چلتا ہے اور بارش برسنے کو ہوتی ہے تو پہلے بارانی ہوائیں نویدِ مسرّت کا پیام دیتی ہیں خشک، بے جان اور مُردہ زمین سر سبز و شاداب ہوجاتی ہے پھر بارش ہوجانے کے بعد اِس میں پھل نکلتے ہیں اِسی طرح ہم روزِ محشر مُردوں کو قبروں سے اُٹھا کر کھڑا کریں گے تاکہ اِس مشاہدے سے سبق سیکھو! اور پھر اُن سے، اُن کا جو اُنہوں نے زندگی میں کیا حساب لیں گے۔

آیت ۵۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ جو زمین ستھری ہوتی ہے زمین کی زرخیزی کے سبب اِس میں پیداوار خوب اُگتی ہے اور ناقص سرزمین پیداوار روئیدگی کم ہوتی ہے یہی کچھ معاملہ ہدایت وحی اور انقلاب کا ہے پہلے اس کی علامات کا ظہور ہوتا ہے پھر دعوتِ حق کی برکت سے مُردہ قلب میں عُقابی روح بیدار ہوتی ہے اور فضا معطر ہوجاتی ہے۔ بارانِ رحمت سے وہی زمین پیداواری صَلاحیت سے نفع پاتی ہے جس میں اِس کی استعداد ہو، ایسی زمین جس میں شور سیم و تھور ہو، قدرے بارش بھی ہو اس میں سبزہ نہیں اُگتا۔ چنانچہ دعوتِ قرآن سے وہی لوگ فیضِ تربیت پاتے ہیں، نفع پاتے ہیں جو در حقیقت صالح ہوتے ہیں۔ ناپاک، خبیث فطرت جو اپنی استعداد و صَلاحیت کو بروئے کار نہیں لاتے، اُن کے دامن میں ناکامی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ عرفانِ ذات کو پہچاننے کے لئے قرآن بتارہا ہے "میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے" قرآن نے طرح طرح سے دلائل واضح کردیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو اظہارِ تشکر کرتے ہیں۔

آیت ۵۴ تا ۵۸ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

اسلام کا نظریۂ توحید، ایک ایسا عقیدہ ہے جو باری تعالیٰ کے ذاتِ کمال اور صفاتِ جمال کے بارے میں ہر نوعیت کے انسانی تصوّرات کا خاتمہ کرتا ہے انسان دیکھتا ہے تو سمجھ لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی شانِ کریمی ایسی ہے کہ اس کا کوئی ہمسر نہیں! یہ تو ممکن ہے کہ صفاتِ باری تعالیٰ ہمارے فہم و ادراک کا موضوع ہوجائے اور چند سوالات ذہنِ انسانی میں اُبھر آئیں، اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو کس طرح پیدا کیا، اللہ تعالیٰ اپنے تختِ سلطنت پر کیسے جلوہ فرما ہوا، عرش کیا ہے؟

یہ تمام سوالات ایسے ہیں جو اسلامی تصوّرات و عقائد کے اصول کے خلاف ہیں، قرآن کی تعلیمات کے مطابق ہم اتنا جانتے ہیں حق سبحانہ تعالیٰ نے چھ روز میں زمین و آسمان کی تخلیق کی، پھر عرش پر قائم ہوا یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے کہ شمس و قمر پیدا کئے، اللہ تعالیٰ تمام عالم کا پروردگار ہے ہمیں جو کچھ طلب کرنا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے کیونکہ لب پہ دعا عجز و انکساری کا مظہر ہے۔ چپکے چپکے گڑگڑاتے ہوئے دستِ طلب بڑھنا چاہئے اس لئے کہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد کرنے سے ہمیں اجتناب کرنا چاہئے ہمارا یقینِ محکم ہے عمل پیہم ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت صالح لوگوں کے قریب سے قریب تر ہے اللہ تعالیٰ کا انعام ان لوگوں کا حصّہ ہے جو اظہارِ تشکر ادا کرتے ہیں۔

Marfat.com

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾

بے شک ہم نے بھیجا حضرت نوح (علیہ السلام) کو اُن کی قوم کی طرف تو اُنہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو! اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں! بے شک مجھے اَندیشہ خوف ہے/میں ڈرتا ہوں کہ تم پر ایک بڑے دن کا ہولناک عذاب نہ آجائے۔ (۵۹)

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾

اُن کی قوم کے لوگوں نے کہا اے نوح (علیہ السلام) ہم دیکھتے ہیں کہ تم کھُلی گمراہی میں مُبتلا ہو۔ (۶۰)

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾

آپ (حضرت نوح علیہ السلام) نے فرمایا میں ذرا بھی گُمراہی کی طرف مائل نہیں ہوں بلکہ میں تو رسول ہوں پروردگار عالم کا۔ (۶۱)

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

تم کو اپنے رَبّ کا پیغام/پیام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں، میں اللہ کی طرف سے اُن اُمور سے باخبر ہوں جن کو تم نہیں جانتے! (۶۲)

اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَ لِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾

اور تمہیں کیا اس بات پر تعجب ہوا کہ تمہارے پاس ایک نصیحت آئی تمہارے رَبّ کی طرف سے ایک مرد کی معرفت جو تمہیں میں سے ہے تا کہ وہ تمہیں غضب الٰہی سے ڈرائے تا کہ تم پر ہیزگاری اختیار کرو! اور تم پر رحم کیا جائے۔ (۶۳)

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾

پس اُنہوں نے حضرت نوح (علیہ السلام) کی تکذیب کی/اُنہیں جھُٹلایا تو ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اور اُن کے ساتھیوں کو جو تھے نجات دی اور جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی اُنہیں ڈبو دیا، بے شک وہ لوگ اَندھے ہو رہے تھے۔ (۶۴)

الفاظ و معانی آیت ۵۹ تا ۶۴

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا﴾ بے شک ہم نے بھیجا نوح بن ملک بن متوشلخ بن ادریس علیہ السلام کو توریت کے بیان کے مطابق آپ علیہ السلام کے والد کا نام ملک تھا "آپ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد پہلے رسول تھے"۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

کُفر کا آغاز اور مقابلہ حضرت نوح علیہ السلام سے ہوا۔ رسالت و شریعت کے لحاظ سے دنیا میں "وہ سب سے پہلے رسول تھے۔" (بحوالہ تفسیر ماجدی از مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ) حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے مابین دس قرن گزرے ہیں/روایت کے مطابق (ایک قرن عام طور پر ایک سو سال کا کہا جاتا ہے) بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ (بحوالہ مستدرک حاکم)

﴿اِلٰى قَوْمِهٖ﴾ اُن کی قوم کی طرف کہ وہ لوگ اکثر قابیل کی اولاد اور بُت پرست تھے۔ (بحوالہ تفسیر قادریؒ)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''حضرت نوح علیہ السلام کو چالیس برس کی عمر میں نبوت عطا ہوئی''۔ (بحوالہ مستدرک حاکم)

﴿قَالَ یٰقَوْمِ﴾ پھر فرمایا نوح علیہ السلام نے کہ اے میری قوم کے لوگو!۔

﴿اُعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ عبادت کرو اللہ کی کہ وہ یگانہ ہے اس جملے میں بیان ہے کہ نوح علیہ السلام نے اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دی ہے تاکہ ان میں یہ شعور اُجاگر ہو کہ قوم یگانت ہے ہم میں کوئی غیر نہیں، یہ احساس بیدار رہے کہ ہم سب ایک ہی قوم کے نمائندے ہیں اور مشترکہ طور پر ہمارا فائدہ اور خسارہ، عزت وتوقیر، ذِلّت اور رسوائی ایک ہی ہے کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ میں درست سمت سے تمہیں ہٹا کر غلط روش میں ڈال دوں گا۔ ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ﴾ تمہارا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں! احکم باری تعالیٰ کا مانو! اِس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہراؤ!۔ ﴿اِنِّیْٓ اَخَافُ﴾ بے شک میں ڈرتا ہوں، اس جملے میں شرک اور کفر سے بچنے کی تلقین ہے شرک کی ظلمت سے نجات پا کر توحید کی رفعتوں کو پانے کی دعوت ہے۔

﴿عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ﴾ مجھے تمہارے بارے میں، اگر ایمان نہ لاؤ گے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ لاحق ہے۔ اس عذاب عظیم / بڑے دن کے عذاب کا مفہوم ''وہ طوفان کا دن ہے یا قیامت کا روز''۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

﴿قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ﴾ کہا بزرگوں / سرداروں نے ان کی قوم میں سے مَلَا کے معنی قوم کے سرداروں روساء کے ہیں (ذی وقار لوگوں کے لئے مستعمل ہے) ﴿اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ نَرٰىکَ ❶ بے شک ہم دیکھتے ہیں تجھے اے نوح! (علیہ السلام) کھلی ہوئی گمراہی میں کہ ہمیں اپنے خداؤں کی عبادت سے منع کر کے ایک حق تعالیٰ کی راہ بتاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوتِ توحید دی۔ (قَالَ) کہا نوح علیہ السلام نے اُن کے جواب میں۔

﴿یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ﴾ اے میری قوم! میرے ساتھ کوئی گمراہی کی بات نہیں! اور راہِ حق اور طریق صواب سے کچھ دوری بھی نہیں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ میں تمہاری طرح ان آباؤ اجداد کی رسومِ جہالت کا پابند نہیں ہوں۔

﴿وَلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ﴾ مگر میں تو رسول ہوں۔ ﴿مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ سارے جہانوں کے پروردگار عالم کی طرف سے۔

﴿اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ﴾ پہنچاتا ہوں میں تمہیں پیغام اپنے رَبّ کے۔ ﴿اُبَلِّغُكُمْ﴾ میں تم کو پہنچاؤں۔ اُبَلِّغُ، تَبلِیغٌ سے بمعنیٰ پہنچانے کے ہیں فعل مضارع واحد متکلم قواعد کے لحاظ سے۔

﴿وَاَنْصَحُ﴾ اور میں نصیحت کرتا ہوں تمہاری بہتری کی خاطر۔ اَنْصَحُ میں نصیحت کرتا ہوں، نُصْحٌ سے فعل مضارع واحد متکلم کا صیغہ۔ ﴿وَاَعْلَمُ﴾ اور جانتا ہوں میں۔ ﴿مِنَ اللّٰهِ﴾ وحی الٰہی سے جو مجھ پر آئی ہے۔

﴿مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ جو کہ تم نہیں جانتے ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اُن کی اپنی قوم پر عذاب آنے کا نہیں سنا تھا جو اپنے نبی کی تکذیب کرتی ہے اور نہ جانتے تھے جب پیغام اور وحی کا حال سنا تو قدرے استعجاب / حیرت میں آئے حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا۔ ﴿اَوَعَجِبْتُمْ﴾ کیا تم تعجب کرتے ہو عَجِبْتُمْ اچھنبا محسوس ہوا عَجَبٌ سے فعل ماضی جمع مذکر حاضر

❶ ...... نَرٰىکَ ہم یقینی طور پر تجھے دیکھتے ہیں نرٰی، رُؤیۃ سے فعل مضارع جمع متکلم قواعد کے مطابق۔

قواعد کے مطابق۔ ﴿عَلٰی رَجُلٍ﴾ ایک مرد کی زبان سے۔ ﴿مِّنْكُمْ﴾ کہ وہ تمہاری جنس سے ہے یعنی آدمی تمہارا ہم زبان ہے۔ ﴿لِيُنْذِرَكُمْ﴾ تا کہ وہ تمہیں ڈرائے کفر اور گناہ کی عقوبت اور عذاب سے۔

یُـنْذِرَ وہ ڈرائے اِنْذَار سے فعل مضارع واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے ﴿فَاَنْجَيْنٰهُ﴾ پھر نجات دی ہم نے نوح علیہ السلام کو ڈوبنے سے اور اُن لوگوں کو بھی جو اُن کے ہمراہ تھے۔ ﴿فِی الْفُلْكِ﴾ کشتی میں اور وہ اسی (۸۰) آدمی تھے چالیس مرد اور چالیس عورتیں۔ (بحوالہ تفسیر قادری) ﴿وَاَغْرَقْنَا﴾ اور ہم نے ڈبو دیا طوفان سے۔

﴿الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ ان لوگوں کو جنہوں نے جھٹلایا تھا ہماری وحدانیت کی دلیلوں کو/آیات کو یا نوح علیہ السلام کی نبوت پر جو معجزات دلیل تھے۔ ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا﴾ بے شک وہ تھے قوم نوح علیہ السلام کے لوگ۔

﴿قَوْمًا عَمِيْنَ﴾ ایک گروہ دل کے اندھوں کا کہ وحدانیت کی نشانیوں سے اَندھے ہو گئے تھے۔ ﴿عَمِيْنَ﴾ اندھے/کور دل عَم کی جمع قواعد کے مطابق اسم ہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۵۹ تا ۶۴

آیت ۵۹ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو اُن کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا یہ ایک حقیقت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر اپنا رسول، ہدایت پانے کے لئے بھیجتا ہے تو اس قوم کے پاس دو ہی راستے اپنانے کے لئے رہ جاتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ اصلاح قبول کر لے۔ دوسرے یہ کہ ہلاکت سے ہمکنار ہو جائے، اِصلاح اپنانے کے لئے دینِ حق کو اپنانا ہے اس کے مقابلے میں کُفر اور گمراہی کے کئی راستے ہوتے ہیں جو انسانوں نے راہِ عدل سے ہٹ کر اپنائے اور ہوائے نفس کی لذّت میں محو ہوئے۔ چنانچہ بنی نوع انسان حضرت آدم علیہ السلام کے بتائے ہوئے اُصول اور طریق پر کار بند رہا جب قوم گمراہی میں مُبتلا ہوئی تو مشیت ایزدی جوش میں آئی اور حضرت نوح علیہ السلام نے دعوتِ حق دی کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی اختیار کرو اس کے سوا تمہارا کوئی مَعبود برحق نہیں لیکن ان کی قوم شرک کی ظلمت میں ڈوب گئی اور "اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھر کے صنم" کو خدا سمجھ بیٹھے۔ العیاذ باللہ!

یہ ایک اُصولی طرزِ عمل ہے کہ اللہ کے رسول اپنی قوم کے افراد کو دو عذابوں سے ڈراتے ہیں ایک وہ عذاب جو رسول کے جھٹلانے کے لازمی نتیجہ کے طور پر دنیا میں مَعرضِ وجود میں آتا ہے اور دوسرے اِس عذاب سے جس سے روزِ آخرت دوچار ہونا پڑے گا۔ عذابِ عظیم سے، چنانچہ یہی بیان آیت ۲۶ سورۂ ہود پارہ ۱۲ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ میں آیا ہے:

اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾

"کہ تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو میں تم پر ایک دردناک عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں"۔

آیت ۶۰ میں بتایا جا رہا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کے لوگوں کو دعوتِ توحید دی تو آپ کی قوم کے سرداروں نے آپ کی دعوت کو سنجیدگی سے قبول کرنے کے بجائے یہ کہا کہ اے نوح علیہ السلام! ہم تو آپ کو ایک کھُلی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں گویا حضرت نوح علیہ السلام پر الزام بھی تراشا گیا کہ وہ راہ سے بھٹک کر غلطی میں مُبتلا ہو گئے ہیں۔ یہی بات عرب کے

Marfat.com

مُشرکین نے آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کہی تھی ''یہ کہ آپ بے دین ہوگئے ہیں'' اور آپ نے دینِ ابراہیم سے رُوگردانی اختیار کرلی ہے۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن جلد دوئم از سید قطب شہیدؒ)

یہ بھی ایک حقیقت ہے جب فردِ واحد گمراہی کی ظلمت اور تاریکی میں ڈوب جاتا ہے تو وہ اُن لوگوں کو گمراہ جاننے لگتا ہے جو اُسے راہِ ہدایت کی طرف مائل کرتے ہیں جب کوئی فطرت سے اعراض کرتا ہے تو خودسری میں مُبتلا ہوجاتا ہے اور جب حق و باطل سے واقف ہونے کا اندازِ معیار بدل جاتا ہے تو انسان نفسانی خواہشات کا مطیع / پابند ہوجاتا ہے۔ دورِ جدید میں جو لوگ آج قرآن سے ہدایت پانے کے طلب گار ہیں اُن کو جدید ترقی یافتہ دُنیا کی جاہلیّت گمراہ کہتی ہے اور جو صرف جدید جاہلیّت کے افکار سے اُستفادہ کرکے اور مغربی تہذیب وتمدّن کے ماحول میں گم گشتہ منزل کی تلاش میں عقل وفہم کو کھو بیٹھے اور بے راہ روی اپنالے، اسے ہدایت یافتہ اور ترقی یافتہ کہا جاتا ہے یہ تہذیب نو ''خود ہی اپنے خنجر سے خودکشی کررہی ہے'' جو عورت اپنے جسم کو عریاں نہیں کرتی، نئے زمانے کے لوگ اس نیک، پاکباز اور صالح عورت کو ''رجعت پسند'' کا نام دیتے ہیں جو لوگ رقص وسُرور اور جام وسُبو کی محفل میں جانے سے کتراتے ہیں، کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں، دُور رہتے ہیں اُنہیں یہ لوگ غیر مہذّب اور غیر تعلیم یافتہ کے نام سے موسُوم کرتے ہیں۔ چنانچہ جب قوم نوح میں بھی یہی صورتِ حال ہوئی تو حضرت نوح علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی دعوتِ توحید اپنی قوم کو دی، تو وہ قوم کے بڑے لوگوں کو گمراہ نظر آئے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ

آیت ۶۱ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو یقین دلایا اے لوگو! میں قطعی گمراہ نہیں ہوں، میری سوچ، فکر، میری دعوت تو اِس حقیقت کا اظہار ہے کہ میں تو پروردگار عالمین کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، اور میں حاملِ رسالت ہوں، میری دعوت میں میری ذاتی کوئی مَنفعت پوشیدہ نہیں! میں ربّ کائنات کا پیام پہنچاتا ہوں تمہاری خیرخواہی کا طلبگار ہوں، میرے علم کا منبع باری تعالیٰ کی ذات ہے اب فیصلہ تم پر چھوڑتا ہوں کہ راہِ ہدایت سے کون بھٹکا ہوا ہے۔

آیت ۶۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم کو رَبُّ العَالَمین کا پیام پہنچاتا ہوں' کیونکہ میں اللہ کی طرف سے اُن اُمور سے باخبر ہوں جن کی تم کو خبر نہیں، میں وہ علم جانتا ہوں جس سے تم واقف نہیں چنانچہ علم کے جاننے کے بارے میں آیت ۵ سورۃ اَلْعَلَق پارہ ۳۰ عَمَّ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

''جس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا''۔

دینی دعوت کی صداقت کی اصل اَساس یہی ہے جسے قرآنِ مجید نے تمام اَنبیاء کرام کے حوالے سے مختلف مقامات پر بیان کیا ہے انسان تو فہم ادراک سے صرف ظاہری محسوسات کی حدتک سطحی علم کا حامل ہوسکتا ہے۔ انسان کی علمی صَلاحیّت اور استعداد محدود ہے انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس ایک ذریعہ موجود ہے اور وہ ذریعہ وَحی ہے صحیفے اور چار آسمانی کتابیں توریت، انجیل، زبور تو متروک ہوگئیں لیکن ''لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب'' کے مصداق قرآنِ مجید رُشد وہدایت کے لئے موجود ہے چنانچہ یہ ایک

حقیقت ہے کہ اس وحی کے علم کو اپنائے بغیر کارگہ حیات کے تمام مسائل حل نہیں کئے جاسکتے انسان کا وجدان اِس اَمر کا متقاضی ہے کہ مسائل کے حل کے لئے ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ طمانیت قلب پانا ہے تو اللہ کی کتاب سے ہدایت پائے۔

آیت ۶۳ میں بتایا جارہا ہے کہ رسول کی اِس دعوت پر اُنہیں اَستعجاب ہوا کہ اللہ نے انسانوں میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر کیونکر کائنات میں بھیجا، بھلا کیونکر اور کیسے ایک شخص تک باری تعالیٰ کا پیام پہنچ جاتا ہے اور دوسرے لوگ اِس پیام کی آمد سے بے خبر رہتے ہیں گویا ''اِن لوگوں کا خیال یہ تھا کہ نبوّت کے لئے انسان موزوں نہیں''۔ (بحوالہ القرآن الکریم از اردو تفسیر مولانا صلاح الدین یوسف)

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا جنہوں نے ساڑھے نوسوسال تبلیغ کی لیکن سوائے چند لوگوں کے کسی نے آپ کی تبلیغ کی دعوت قبول نہیں کی آخر کار اہلِ ایمان کے علاوہ سب کو غرق کردیا گیا حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم کے لوگو! روشِ شرک اور گمراہی ترک کردو تا کہ تم پر رحم کیا جائے، تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ اسی بات کا اظہار آیت ۲۴ سورۃ **المُؤمنون** پارہ ۱۸ **قَدْ اَفْلَحَ** میں کیا گیا ہے:

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۖۚ

''اُن کی قوم کے کافر سرداروں نے واضح طور پر کچھ کہہ دیا کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے یہ تم پر فضیلت اور بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اگر اللہ ہی کو منظور ہوتا تو کسی فرشتے کو نازل کرتا''۔

آیت ۶۴ میں اظہار بیان ہے کہ جنہوں نے باری تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی اور حضرت نوح علیہ السلام کی نصیحت قبول کرنے سے انکار کیا وہ طوفان آنے سے ڈوب گئے بلاشبہ وہ لوگ، اندھے تھے اور جو لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے اللہ تعالیٰ نے طوفان کے عذاب سے محفوظ رکھا۔ کسی بھی قوم پر زلزلہ، طوفانِ باراں، قحط اور وبائی امراض اور مصائب آتے ہیں تو اِن میں یہ ضروری نہیں ہوا کرتا اس کی آفت صرف ظالم اور مُجرموں تک ہی محدود ہے بلکہ سب خواہ بد ہوں یا نیک اس کی زَد میں آجاتے ہیں لیکن جب باری تعالیٰ کسی قوم پر اتمام حجّت کے بعد اُن کی بداعمالیوں کے سبب کوئی فیصلہ کُن عذاب نازل کرتا ہے تو اِس کے معاملات، اِن مصائب سے قدرے مختلف ہوتے ہیں اس نوعیّت میں عذاب سے وہ لوگ محفوظ ہو جاتے ہیں جو اصلاح کرنے والے اور اصلاح پانے والے ہیں لیکن اللہ کی آیات سے تکذیب کرنے والے اس سے نجات نہیں پاتے!۔

آیت ۵۹ تا ۶۴ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوتِ دین دی کہ '' ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق زبان اور دل کی شہادت کے لائق''، لیکن قومِ نوح نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ فرمایا! اگر تم میری دعوت قبول نہیں کرتے کہیں تم پر ایک بڑا عذاب نہ آجائے۔ لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو کہا آپ گمراہی کا شکار ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا میں گمراہی مین مُبتلا نہیں میں تو اللہ کا رسول ہوں اور تمہارا بھی خواہ ہوں۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾

اور عاد کی طرف اُن کے بھائی حضرت ہود (علیہ السلام) کو بھیجا اُنہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو! اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں! کیا تم اب بھی ڈرتے نہیں!۔ (۶۵)

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾

اُن کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے' بلاشبہ ہم تمہیں کم عقل دیکھتے ہیں رتم بالکل ناداں ہو ہم احساسِ گُمان کرتے ہیں کہ تم جھوٹوں میں سے ہو!۔ (۶۶)

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾

حضرت ہود (علیہ السلام) نے کہا اے میری قوم! مجھ میں ذرا بھی بے عقلی ربیوقوفی نہیں! بلکہ میں تو پروردگار عالم کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہوں (۶۷)

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾

اپنے باری تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچاتا ہوں! میں تمہارا سچا بھی خواہ اور امانت دار ہوں۔ (۶۸)

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ۗ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِى الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾

اور کیا تمہیں اِس بات پر حیرانگی ہوئی! کہ تمہارے پاس تمہارے رَبّ کی جانب سے ایک نصیحت آئی ایک آدمی کی معرفت جو تم ہی میں سے ہے تاکہ وہ ڈرائے تمہیں اللہ کے عذاب سے اور یاد رکھو اور بھول جاؤ کہ قوم نوح (علیہ السلام) کے بعد اس نے تمہیں اس کا جانشین کیا اور قد و قامت میں جسمانی لحاظ سے رتمہارے بدن کا پھیلاؤ بڑھا دیا تو اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو یاد کرو اور اللہ کے احسان کو مانو! امید ہے کہ تم فلاح پاؤ! رشاید کامرانی مل جائے۔ (۶۹)

الفاظ و معانی آیت ۶۵ تا ۶۹

﴿ وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ﴾ ہم نے قومِ عاد کی طرف اُن کے بھائی حضرت ہود (علیہ السلام) کو ہدایت کے لئے بھیجا، عاد بیٹا عوض کا، وہ بیٹا ارم کا، وہ بیٹا سام کا اور وہ بیٹا حضرت نوح (علیہ السلام) کا۔ قبیلہ عاد کے لوگ دراز قد اور فربہ تھے، عاد کے دادا کا نام ارم ہے چنانچہ آیت ۷ سورۃ الفجر پارہ عَمَّ ۳۰ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ'' ستونوں والے ارم کے ساتھ۔ اس قوم کو اپنی طاقت اور توانائی پر بڑا ناز تھا چنانچہ آیت ۱۴۹ سورۃ الشعراء پارہ ۱۹ وَقَالَ الَّذِيْنَ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

''اور تم پہاڑوں کو تراش تراش کر پُر تکلّف مکانات بنا رہے تھے''۔

عاد اور ثمود ارم کی دو شاخیں ہیں۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد سوم از مفتی محمد شفیع) ثمود کے بارے میں سورۃ الفجر آیت ۹ پارہ ۳۰

عَمَّ میں باری تعالیٰ نے فرمایا:

وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝

''اور ثمودیوں کے ساتھ جنہوں نے وادی میں بڑے پتھر تراشے تھے''۔

یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی اللہ نے اُنہیں تراشنے کی قوت اور صلاحیت دی تھی۔ اہلِ سیر کے نزدیک ہود کا نام عابد ہے وہ بیٹے صالح کے وہ بیٹے ارفخشد کے وہ بیٹے سام کے اور وہ بیٹے حضرت نوح علیہ السلام کے۔ حضرت ہود علیہ السلام رسول ہوئے اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا ﴿ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ ﴾ اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی اور اُس کی وحدانیت کے قائل رہو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں! اور بُت عبادت کے مستحق نہیں ہیں۔

﴿ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ کیا تم عذابِ الٰہی سے نہیں ڈرتے ہو! کافروں نے کہا ﴿ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ ﴾ بلاشبہ ہم دیکھتے ہیں تجھے کم عقلی ربیوقوفی میں کہ اپنے قدیم دین کو چھوڑ کر نئے دین کی دعوت دیتا ہے۔

﴿ لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴾ اور بے شک ہم گمان کرتے ہیں تجھے جھوٹ کہنے والوں میں سے اور اِس بات میں جو تو کہتا ہے۔ ﴿ لَنَظُنُّكَ ﴾ ہم تجھے سمجھتے ہیں۔ نظنّ، ظنّ سے فعل مضارع کا صیغہ جمع متکلم قواعد کے مطابق۔

﴿ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ﴾ اور میں تمہارے واسطے نصیحت کرنے والا سچا امانت دار ہوں۔

﴿ نَاصِحٌ ﴾ خیرخواہ نُصحٌ سے اسم فاعل واحد مذکر قواعد کے لحاظ سے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے قومِ عاد کو بُت پرستی ترک اور توحید اپنانے کی تلقین کی اور ظلم وجور کو چھوڑ کر عدل ومساوات اختیار کرنے کی دعوت دی مگر یہ لوگ ثروت ودولت اور طاقت وتوانائی کے نشے میں اِس قدر مگن تھے اُن کی ایک بات تسلیم نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن پر بارش نہ ہونے کا عذاب آیا، زمین پانی کی کمی سے خشک ہوگئی، باغات اُجڑ گئے لیکن اُنہوں نے شرک وبُت پرستی کا دامن نہیں چھوڑا۔ ایک اور عذاب کی صورت پیدا ہوئی سات راتوں اور آٹھ دن تک شدید آندھی کا عذاب آیا۔ ہونا کیا تھا تمام قومِ عاد ہلاکت سے دوچار ہوئی لیکن حضرت ہود علیہ السلام کے ہم نوا اور رُفقاء عذاب کے وقت بھی یہیں رہے اُنہیں کوئی نقصان نہیں ہوا۔ قوم کی تباہی کے بعد یہ باقی ماندہ لوگ مکۃ المکرّمہ کی طرف چلے گئے اور پھر یہیں فوت ہوئے۔ (بحوالہ بحر محیط)

﴿ وَزَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ﴾ قومِ نوح کے بعد تمہیں زمین کا مالک بنادیا شکل وصورت، قد وقامت میں توانائی عطا کی اور تمہیں مخلوق پر قوت میں زیادہ غلبہ ملا۔ ﴿ بَصْطَةً ﴾ وسعت رپھیلاؤ، کشادگی، اِسم مصدر ہے قواعد کے مطابق۔

تشریح وتوضیحات آیت ۶۵ تا ۶۹

آیت ۶۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ اور ہم نے عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا، اُنہوں نے دعوت دی اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی اور معبود لائقِ عبادت نہیں! کیا تم عذابِ الٰہی سے ڈرتے نہیں ہو؟۔ عاد کا شمار عرب کی قدیم اقوام میں تھا۔ طوفانِ نوح آنے کے بعد جو لوگ باقی ماندہ رہ گئے تھے ان میں سے اکثر دجلہ اور فرات کے دوآبہ سے عرب کی طرف احقاف کے علاقہ میں ہجرت کر کے آباد ہوگئے اور پھر رفتہ رفتہ بڑی شان وشوکت اور

Marfat.com

قوت حاصل کرلی، ہر نبی نے اپنی قوم کو یہی پیام دیا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور غیر اللہ کی عبادت ترک کردو۔

آیت ٦٦ میں بیان کیا جارہا ہے کہ اُن کی قوم کے سرداروں اور بڑے لوگوں نے جنہوں نے راہِ کُفر اختیار کی تھی نے کہا اے ہود! (علیہ السلام) ہم تو تمہیں ایک کُھلی ہوئی حماقت میں مُبتلا پاتے ہیں۔تم ہمیں قہر وعذاب سے خوف زدہ کررہے ہو یہ تو محض تمہاری بے عقلی ہے رسالت کے دعویٰ میں تمہیں صادق نہیں سمجھتے، نہیں جانتے باوجود اس کے حضرت ہود علیہ السلام نے بڑی شفقت ومحبت سے اُنہیں باطل معبودوں سے ترک تعلق کرنے اللہ تعالیٰ سے رشتہ عبودیت برقرار رکھنے کی دعوت دی اور حوصلے اور ہمت کے ساتھ اپنے فرائض منصبی کی تکمیل میں مصروفِ عمل رہے۔

آیت ٦٧ میں ذکر بیان یہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مجھ میں ذرا بھر نادانی کا عنصر نہیں اور مجھے احساسِ کم عقلی بھی نہیں اور مجھ میں کوئی حماقت نہیں، میں تو پروردگار عالم کی طرف سے بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔

آیت ٦٨ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ میں تم کو اپنے ربّ کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارے لئے سچا بہی خواہ ہوں اور امانت دار ہوں، کُفّار کا حضرت ہود علیہ السلام کے حضور گُستاخی کلام کہ تمہیں کم عقل جانتے ہیں، جھوٹا خیال کرتے ہیں انتہا درجے کی بے ادبی، بداخلاقی تھی، ہونا یہ چاہیے تھا کہ اِس کا جواب سخت لب ولہجہ میں دیا جاتا لیکن آپ کی شانِ ادب نے یہ گوارہ نہ کیا بلکہ اُن کی جہالت سے چشم پوشی اختیار کی۔ اپنے آپ کو خیر خواہ اور امانت دار کہنا اس بات کی غمّازی ہے کہ ''یہی علم کمال کو ضرورت کے موقع پر اپنے منصب وکمال کا اظہار جائز ہے''۔ (بحوالہ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن از محمد نعیم الدین مراد آبادی)

آیت ٦٩ میں بیان کیا جارہا ہے کہ کیا تمہیں اس بات پر حیرت ہوئی اور اس بات پر ششدر ہورہے ہو کہ اگر اللہ نے رسول بنانا تھا تو کسی فرشتے کو بنا دیا ہوتا یا ہم سے کوئی بڑا آدمی اس اعزاز کا مستحق ہوتا، قوم میں سے ایک عام آدمی کو نبوّت سے نواز دیتا، اب وہ ہمارے اعمال کے بارے میں خبر دے رہا ہے تو اپنے سے پہلے دُور کو یاد کرو جب ہم نے نوح علیہ السلام مَبعوث کیا تھا کیا اُن کی تعلیمات یہی نہیں تھیں لیکن لوگوں نے اس سے انکار کیا اور تباہ وبرباد ہوگئے، سب کچھ مٹ جانے کے بعد پھر زمین پر تم کو آباد کیا قد وقامت میں مضبوطی دی جسمانی اعتبار سے وسعت اور کشادگی بخشی ذرا غور وفکر کے مرحلے پر سوچو تو سہی! تم پر کس قدر انعامات ہوئے، مال ودولت کی فراوانی، اولاد کی نعمت سے مالا مال، شادانی اور فرحت، پھلوں کی کثرت، اولاد سب کچھ عطا کیا گویا اللہ نے تم کو جسمانی اور عقلی بے شمار صلاحیتوں سے سرفراز کیا اب قدرے فتنہ اور فساد میں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ کی شانِ کریمی، احسان اور انعام کو یاد کرو اللہ کی عظمت کمال وجمال کو یاد رکھو! یہی راستہ فلاح وصلاح کا ہے۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۷۰

انہوں نے کہا کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ کی ہی عبادت کریں اور اِن معبودوں کی پرستش ترک کر دیں، جن کی ہمارے آباؤ اجداد نے کی، سو لے آؤ ہم پر وہ عذاب جس کی دھمکی دیتے ہو! اگر تم سچے ہو۔ (۷۰)

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝۷۱

کہا حضرت ہود (علیہ السلام) نے بس اب تم پر اللہ کی طرف سے قہر وغضب اور عذاب آیا ہی چاہتا ہے۔ کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے رکھ رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے کوئی حجت / دلیل / سند نہیں اتاری سو تم بھی انتظار کرو! میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ (۷۱)

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝۷۲

پس ہم نے حضرت ہود (علیہ السلام) کو اور اُن کے ساتھیوں کو اپنی رحمت خاص سے بچالیا اور جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے / استیصال کرتے تھے ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی / یعنی بالکل ہلاک کر دیا وہ ایمان لانے والوں میں نہ تھے۔ (۷۲)

الفاظ و معانی آیت ۷۰ تا ۷۲

﴿قَالُوْا﴾ کہا قوم کے لوگوں نے حضرت ہود (علیہ السلام) سے۔ ﴿اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ﴾ کیا آئے ہو تم ہمارے پاس تا کہ ہم عبادت کریں اللہ کی۔ ﴿وَحْدَهٗ﴾ اکیلے تنہا / یکتا کی۔ ﴿وَنَذَرَ﴾ اور ہاتھ کھینچ لیں / ترک کر دیں اور ہم پرستش چھوڑ دیں۔ ﴿مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا﴾ اس چیز کی جسے پوجتے تھے ہمارے باپ دادا، ہم کسی طرح اُن کی پرستش نہ چھوڑیں گے جِئْتَنَا تو ہمارے پاس آیا۔ جئت، مجیءٌ سے فعل ماضی واحد مذکر قواعد کے مطابق۔

﴿مَا كَانَ يَعْبُدُوْا﴾ جو تھے پوجتے۔ ﴿وَنَذَرَ﴾ اور ہم چھوڑ دیں وَذْرَ سے مضارع جمع متکلم۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿قَالَ قَدْ وَقَعَ﴾ کہا ہود نے تحقیق کہ واجب ہو گیا۔ ﴿عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ﴾ تم پر یا اُترے گا تم پر تمہارے رَبّ کی طرف سے عذاب اور قہر وغضب۔ قَدْ بمعنیٰ تحقیق کبھی یہ حرف فعل کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے ماضی میں بھی داخل ہوتا ہے اور مضارع پر بھی۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿وَقَعَ﴾ بمعنیٰ وجب یا نزل ہے، لازم ہو گیا۔

وقوعٌ سے فعل ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿رِجْسٌ﴾ سے مُراد عذاب ہے۔ بعض مُفسرین نے رَجس کے مفہوم کو دل کی سیاہی کہا ہے جو حق کے انکار سے قلبِ حزیں پر جمتی چلی جاتی ہے اور فطری نورانیت اور صفائی قلب کو خراب / متاثر کرتی ہے۔ (بحوالہ قرطبی) ﴿اَتُجَادِلُوْنَنِيْ﴾ کیا جھگڑتے ہو تم مجھ سے۔

﴿تُجَادِلُوْنَ﴾ مُجادَلَۃٌ سے فعل مضارع جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿فِيْٓ اَسْمَآءٍ﴾ ان ناموں میں، اَسْمَاء

Marfat.com

سے مُرادوہ بُت ہیں جن کووہ پُوجتے تھے۔ الا صنام التی عبدوھا ۔(بحوالہ قرطبیؒ) جن کوتم نے اپنا مَعبود سمجھ لیا ہے اُن کی کوئی حقیقت اور اَصلیت نہیں، یہ بُت تمہارے اپنے تَراشے ہوئے ہیں ان ناموں کے نام کے کام میں ہرایک کا نام تم نے رکھ لیا ہے بعضوں کو ساقیہ کہا جاتا ہے، اُنہیں یہ گُمان تھا مینہ اُن کے حکم سے بَرستا ہے۔ بعض کو حافظ کا نام دیا گیا اُنہیں جانتے تھے کہ سفر میں یہی ہماری حفاظت کرتے ہیں اسی طرح اکثر کو''رازقہ'' اور اکثر کو''سالمہ'' کہا جاتا اس گُمان پر کہ یہ ہمارا رزق اور سلامتی اُنہی کی بدولت ہے اور یہ بے اَصل نام تھے اس لئے کہ بُت جو کنکر پتھر تھے بھلا ان کاموں کی اُن میں قدرت کہاں تھی۔ ❶ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا''تم جھگڑا کرتے ہوان چیزوں میں جہالت کی رُو سے''۔

﴿ سَمَّيْتُمُوهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ ﴾ نام رکھا ہے اُن کا تم نے اور تمہارے باپ دادا نے۔﴿ سَمَّيْتُمُوهَا ﴾ تم نے اُن کا نام رکھ لیا۔ ❷ اصل میں سَمَّیتُم واوَاشباع کا، تَسمِیَۃٌ سے فعل ماضی جمع (مذکر حاضر) ھَا ضمیر (واحد مؤنث غائب) قواعد کے مطابق۔﴿ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ﴾ نہیں اُتاری رَبھیجی اللہ نے اُن کے لئے کوئی حجت دلیل رَسند اور جب حق بات عیاں ہوگئی تو ناحق جھگڑے میں اُلجھتے رہے۔﴿ سُلْطٰنٍ ﴾ حجت رَسند برہان اسم ہے قواعد کے مطابق۔

﴿ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ﴾ پھر نجات دی ہم نے ہود علیہ السلام کو اور اُن لوگوں کو جو اُن کے ہمراہ تھے، دین میں اُن کی متابعت کرتے تھے۔﴿ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ﴾ وہ ہماری رحمت تھی اُن پر۔﴿ وَقَطَعْنَا ﴾ اور کاٹ دی ہم نے۔

﴿ دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا ﴾ ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا اور ایمان نہ لائے میری قدرت کی نشانیوں کو، تو ہم نے اُن کا اِستیصال کیا اور اَساس بنیاد سے اُنہیں اوکھاڑ دیا۔﴿ وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ اور نہ تھے قومِ عاد کے لوگ ایمان قبول کرنے والے ساتھ وحدت حق اور رسالت ہود علیہ السلام کے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۷۰ تا ۷۲

آیتِ ۷۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ قومِ عاد کے لوگوں نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا کیا تم اِس لئے مَبعوث ہوئے کہ ہم کو تلقین کرو ہم تنہا اللہ وحدہٗ لاشریک ہی کی عبادت کریں اور جس قدر معبود اپنے آباؤ اجداد نے بنا رکھے ہیں سب کو ترک کردیں، ایسا نہیں ہوگا آپ (علیہ السلام) کہہ رہے ہو، ہم کو دھمکی دی جارہی ہے کہ عذابِ الٰہی آیا ہی چاہتا ہے ہم کسی قہر وعذاب سے ڈر کر اپنے اَسلاف کی رسومات تو نہیں چھوڑیں گے، آباؤ اجداد کی پیروی ہر دور، ہر زمانے اور ہر قوم میں گمراہی کی اَساس رہی ہے قومِ عاد نے بھی حجت دلیل کو برقرار رکھا اور شرک کو چھوڑ کر دعوتِ توحید اختیار کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے جب مُشرکانہ طرزِ عمل اور حقیقت ایک حد سے تجاوز کر جاتے ہیں تو اللہ کا عتاب نازل ہوتا ہے اس کی دلیل یہ سمجھئے کہ سعادتِ توبہ کی توفیق سے انسان محروم ہوجاتا ہے اور انسان بُرائیوں میں شرمندہ ہونے کے فخر وتکبر میں مُبتلا ہوجاتا ہے یہ بھی عذاب کی ایک نوعیت ہے بہر نوع قومِ عاد نے اپنے پیغمبر کو کہہ دیا کہ اگر آپ سچے ہیں تو اللہ جس عذاب سے ہمیں ڈرا رہا ہے اُسے بھیج

❶ ......بحوالہ تفسیر قادری جلد اول۔

❷ ......صمود، صدا اور ہبنا بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوئم از محمد کرم شاہ الازہریؒ۔

Marfat.com

دے۔ پھر عذاب ٹوٹ کر برسا، اور ہوا کو ہی قومِ عاد پر بطورِ سزا عذاب مُسلّط کر دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے جب دعوتِ توحید اہلِ قریش کو دی تو بھی قریش نے جواب میں کہا۔ چنانچہ آیت ۳۲ سورۃ الانفال پارہ ۹ قَالَ الْمَلَاُ میں ارشاد فرمایا:

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۝

''اور جب کہ اِن لوگوں نے کہا اے اللہ! اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے حق ہے تو آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب بھیج دے''۔

ہوتا یوں ہے کہ شرک کرتے کرتے عقل پر پردہ پڑھ جاتا ہے اور فہم ودانش مفقود ہو جاتی ہے ہونا تو چاہئے تھا کہ کہا جاتا اے باری تعالیٰ! اگر یہ سچ ہے اور آپ ہی کی طرف سے ہے تو ہمیں قبول کرنے کی سعادت عطا کر۔

آیت ۷۱ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ جب تمہاری سَرکشی، ظلم وجور اور شرک، گستاخی، بے حیائی ایک حد سے بڑھ جائے تو سمجھ جاؤ! اللہ کا قہر وغضب تم پر ٹوٹ پڑا اب اس کے آنے میں کوئی دیر نہیں! حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو وعظ کرتے ہوئے بتایا کیا تم مجھ سے فرضی ناموں کے سلسلے میں جھگڑا کرنے پر آمادہ ہو جو تمہارے بنئے آباؤ اجداد نے نام رکھے ہیں یہ تو تمہارے کفر وشرک اور اعمال وعقائد کا سبب ہے کہ تم باری تعالیٰ کے عذاب کے مستحق قرار پائے اب صرف انتظار کی گھڑیاں باقی ہیں، ان پتھروں میں کہاں سے عبودیت اور الوہیّت کی صفات ہوگئیں جن کی کوئی حُجت دلیل نہیں! حقیقت تو یہ ہے کہ باوجود دانش کے جہل، شقاوت اور عناد کا پیمانہ اس قدر لبریز ہو گیا ہے کہ اب وہ ساعت قریب تر ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہمارے تمہارے ان جھگڑوں کا فیصلہ کر دے میں بھی تمہارے ساتھ ان فیصلوں کا منتظر ہوں!۔

آیت ۷۲ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ باری تعالیٰ نے اپنی رحمتِ خاص سے حضرت ہود علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کو رحمتِ خاص سے نجات دی، یہ قومِ عاد کے لوگ جو اپنی قوت، توانائی اور طاقت پر نازاں تھے ان پر بادِ تُند کا قہر وغضب، عذاب کی شکل میں آیا۔ آخر کار جن لوگوں نے اللہ کی آیات کی تکذیب کی، ان کا اِستیصال کر دیا بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ ان کا نام ونشان بھی صفحۂ ہستی سے مٹ گیا قومِ عاد تباہ ہوگئی تاریخ شاہد ہے اور قرآن اِس بیان کی تصدیق کر رہا ہے کہ عاد کی عظمت، جمال وجلال کے وارث وہی ہوئے جنہوں نے حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لانے کی سعادت پائی۔

آیت ۷۰ تا ۷۲ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب انسان کی فطرت میں شر اُبھرتا ہے اور فساد برپا ہوتا ہے اور انحراف پیدا ہوتا ہے تو پھر غور وفکر اور فکر وعمل سے انسان کام نہیں لیتا، اور دعوتِ حق کو سن کر سرکشی پر آمادہ ہو جاتا ہے جب حضرت ہود علیہ السلام نے دعوتِ حق دی تو قوم کے لوگوں نے کہا بھلا ہم کیوں ایک اللہ کی عبادت کریں ہم تو وہی کریں گے جو ہمارے اِسلاف نے کیا، اچھا تو لے آؤ وہ عذاب جس کی ہمیں دھمکی دی جاتی ہے ایمان نہ لانے والے ہلاک ہو گئے۔ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھی رحمتِ خاص سے بچ گئے۔

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً ۖ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ ۖ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾

اور قومِ ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا، اُنہوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! صرف اللہ کی عبادت کرو! اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں! بے شک رَبّ کی جانب سے تمہارے پاس کُھلی دلیل آچکی ہے، یہ اللہ کی اُونٹنی/ناقہ ہے تمہارے لئے ایک نشانی ہے اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے، اسے بُرائی کے لئے ہاتھ نہ لگانا ورنہ ایک دردناک عذاب تمہیں آ پکڑے گا۔ (۷۳)

وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٧٤﴾

اور یاد کرو جب کہ باری تعالیٰ نے تم کو عاد کے بعد جانشین مقرّر کیا اور تم کو زمین میں یہ توقیر/منزلت بخشی اور تم تعمیر کرتے ہو نرم زمین میں عالی شان محل/اور پہاڑوں کو تراش کر کے مکان بناتے ہو پس اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو اور زمین پر فساد برپا کرتے ہوئے نہ پھرو/فساد مت پھیلاؤ۔ (۷۴)

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا مُّرْسَلٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿٧٥﴾

اُن کی قوم کے متکبّر سرداروں نے، جنہیں وہ کمزور اور ناتواں سمجھتے تھے اور جو ان میں سے ایمان لے آئے تھے سے کہا کیا تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ صالح (علیہ السلام) تمہارے رَبّ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں؟ اُنہوں نے کہا صالح (علیہ السلام) کو جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہم اُس پر پورا ایمان رکھتے ہیں۔ (۷۵)

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنتُم بِهِ كَافِرُونَ ﴿٧٦﴾

تکبر کرنے والے لوگوں نے کہا: ہم تو اس چیز کے جس پر تم ایمان لائے ہو انکاری ہیں۔ (۷۶)

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٧٧﴾

سو اُنہوں نے اُونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں اور اپنے اللہ کے حکم کو نہ مانا/سَرکشی کی اور کہنے لگے اے صالح (علیہ السلام) لے آؤ وہ عذاب جس کا تم نے وعدہ کیا تھا تم واقعتہً رسولوں میں سے ہو۔ (۷۷)

فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٧٨﴾

سو اُن کو زلزلہ کے جھٹکوں نے آ پکڑا اور صبح کے وقت اپنے گھروں میں اُوندھے منہ پڑے کے پڑے رہ گئے۔ (۷۸)

الفاظ ومعانی آیت ۷۳ تا ۷۸

﴿وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا﴾ اور بھیجا ہم نے قبیلہ ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح علیہ السلام کو، قومِ ثمود عرب کے شمال میں رہائش پذیر تھی اُن کے ایک شہر کا نام حجر تھا ❶ جس کو عام طور پر مدائن صالح کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے قومِ ثمود بھی قومِ عاد کی طرح بہادر، جرأت مند اور صاحبِ ثروت تھی، سنگ تراشی اور فنِ تعمیر میں ان کو ملکہ حاصل تھا ان کا سلسلہ نسب ثمود بن

❶ ... حجر ملک حجاز اور شام کے مابین ہے اور یہ لوگ بھی بُت پرست تھے۔

Marfat.com

عامر بن ارم بن نوح علیہ السلام سے ملتا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام کی پانچویں پشت ثمود تھے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو وہی دعوتِ توحید دی جو سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر اُس وقت تک تمام اَنبیاء کرام علیہم السلام دیتے چلے آئے ہیں۔ ﴿ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ اے میری قوم کے لوگو! عبادت کرو اللہ وحدہٗ لاشریک کی اور اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں! جو مستحقِ الوہیت ہو سوائے اللہ کے، چونکہ قومِ ثمود اپنی طاقت اور توانائی پر نازاں تھی انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی، اس قوم کے لوگوں نے کہا ہمیں کوئی معجزہ دکھایا جائے تاکہ آپ کے نبوّت کی دلیل پتہ ہمیں چل جائے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا کیا مُعجزہ چاہتے ہو؟ وہ کہنے لگے ہمارے ہمراہ میدان میں چلیے کہ کل ہماری عید ہے ہم اپنے بتوں کو آرائش کر کے نکالیں گے، ہم بھی اپنے ناخداوں رُبّتوں سے کچھ مانگ لیں گے آپ (علیہ السلام) بھی اپنے اللہ سے طلب کر لینا، پھر جس کی دعا قبول ہو جائے دوسرے کو اسی کی فرمانبرداری کرنا چاہیے۔ یہ بات طے کر کے دوسرے دن باہر نکلے اِن لوگوں نے اپنی حاجت اور مُرادبُتوں سے مانگی کسی کے پورے ہونے کا ابھی اثر بھی ظاہر نہ ہوا پس کیا ہونا تھا سب رُسوا اور شرمندہ ہو کر سر جُھکائے ایک شخص جندع بن عمر نے ایک پتھر کی طرف اشارہ کیا کہ پتھر کی اس چٹان سے ایک اُونٹنی جسے نکلتے ہوئے ہم اپنی نظروں سے دیکھیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا اگر میرے اللہ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ایسی اُونٹنی پیدا کر دی تو تم کیا کرو گے اُنہوں نے کہا ہم ایمان لے آئیں گے اور تمہارے اللہ کی عبادت کریں گے اِس بات پر حضرت صالح علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا میں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ سے وہ مُعجزہ رُونما ہونے کی التجا کی، فوری طور پر پتھر کو حرکت ہوئی اور جیسے بچہ جنتے وقت اُونٹنی چلاتی ہے اسی طرح کی آواز ان پتھروں سے نکلی اور وہ پتھر پھٹ گیا اور اس قوم کے لوگ جیسی اونٹنی چاہتے تھے اس پتھر میں سے نکل آئی، جب جندع نے یہ منظر دیکھا تو فوراً ایمان لایا لیکن قبیلہ ثمود کے دیگر شرفاء گمراہ رہے اور منکر رہے، غرض یہ کہ وہ اُونٹنی اس قوم میں رہی اور ان کی چراگاہوں میں چرتی اور اُن کے کنوؤں کا پانی دوسرے دن اس کی باری پر اُسے ملتا رہا۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

﴿ فَذَرُوْهَا ﴾ پس چھوڑ دو اس اونٹنی کو۔ ﴿ وَلَا تَمَسُّوْهَا ﴾ اور ہاتھ نہ لگاؤ۔ تَـمَسُّـوْا، مَـسٌّ سے فعل مضارع جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ نہ چھوؤ اس کو بدنیت سے۔ ﴿ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ پس تمہیں آ پکڑے گا عذاب دردناک۔

﴿ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ ﴾ قوم عاد کو ہلاک کرنے کے بعد جگہ دی تمہیں زمین حجر میں۔

یاخذ پکڑے گا، اَخْذٌ سے فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ ﴿ بَوَّاَكُمْ ﴾ اُس نے تم کو جگہ دی بَوَّاَ، تَبْوِیَۃٌ بمعنی ٹھکانہ دینا، مناسب جگہ، فروکش کرنے کے ہیں واحد فعل ماضی کم ضمیر جمع مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے۔

﴿ تَتَّخِذُوْنَ ﴾ بناتے ہو، تعمیر کرتے ہو۔ ﴿ مِنْ سُهُوْلِهَا ﴾ نرم زمین اس کے نرم مقامات سُھُوْلٌ سَھْلٌ کی جمع ہے بمعنی نرم زمین کے ہیں قواعد کے مطابق اسم ہے۔ ﴿ قُصُوْرًا ﴾ قصر کی جمع ہے اونچی عمارت محل کو کہا جاتا ہے اسم ہے۔

﴿ وَتَنْحِتُوْنَ ﴾ اور کھود لیتے ہیں بنالیتے ہیں گرمی میں رہنے کے لئے اور تم تراشتے ہو نحت سے مشتق ہے جس کے معنی سنگ تراشی کے ہیں فعل مضارع مذکر جمع حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ﴾ گھر پہاڑوں میں، جبال کا واحد جبل ہے

Marfat.com

بمعنی پہاڑ۔ ﴿بُیُوْتًا﴾ بیت اس کا واحد ہے جو گھر کے کمرے کے لئے مستعمل ہے مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی اِس نعمت کو یاد کرو کہ اس نے قومِ عاد ہلاک کر کے اُن کی جگہ تم کو بَسایا، ان کی زمین قبضے میں دی اور یہ صَنعت سکھائی کہ تم محل رمکانات بنا لیتے ہو۔

﴿فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾ اور اللہ کی نعمتوں کو یاد کرتے ہوئے اِس کا احسان مانو اللہ کی فرمانبرداری کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے مت پھرو۔ اِس آیت سے اِس بات کا علم ہوا کہ ''اللہ کی نعمتیں دنیا میں کافروں کو بھی ملتی ہیں جس طرح کہ باری تعالیٰ نے قومِ عاد و ثمود پر ثروت اور شجاعت اور توانائی کے دروازے کھول دیئے تھے'' (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ) ﴿الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ﴾ وہ لوگ جو تکبّر اور سرکشی کرتے تھے قومِ صالح علیہ السلام میں سے۔

﴿لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا﴾ ان لوگوں کے واسطے جنہیں ضَعیف اور کمزور سمجھتے تھے یعنی عاجز اور بیچارے۔ ﴿اسْتُضْعِفُوْا﴾ ناتواں خیال کیئے گئے۔ اِستِضعَاف سے بمعنی کمزور شمار کرنے کے ہیں فعل ماضی مجہول جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

﴿فَعَقَرُوا النَّاقَةَ﴾ پس اُنہوں نے پاؤں کاٹ ڈالے اور ہلاک کیا اُونٹنی کو۔ ﴿عقروا﴾ اُنہوں نے کانچیں کاٹ دیں عَقرٌ سے فعلِ ماضی جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق لیکن عقر ذبح کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے قدار بن سالف جو ایک بدبخت انسان تھا اس نے تنہا یا اپنے چند ساتھیوں کی مدد سے اس اونٹنی کو قتل کیا۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ﴾ پھر پکڑ لیا اُنہیں اونٹنی کو ہلاک کرنے کے سبب سے بڑی سخت آواز کے ساتھ۔

﴿فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾ سو صبح کو ہو گئے اپنے گھروں میں اُوندھے بے جان مُردہ اپنی جگہ پر۔

﴿جٰثِمِيْنَ﴾ زانو کے بل گرنے والے جثوم سے مشتق معنی ہے سینہ کے بل اوندھے منہ بے حس و حرکت زمین پر پڑ جانا جاثِمٌ کی جمع اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر قواعد کے مطابق۔

تشریح و توضیحات آیت ۷۳ تا ۷۸

آیت ۷۳ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ قومِ ثمود کی طرف اُن کے برادر صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا اُنہوں نے لوگوں کو اطاعت باری تعالیٰ کی دعوت دی اور اس بات کا برملا اظہار اور اقرار کیا کہ اللہ کے سوا کوئی مَعبود لائق پرستش نہیں! اور کہا کہ ربّ کی طرف سے ایک روشن دلیل آ گئی ہے یہ اللہ کی اونٹنی ہے اگر اس کو کوئی گزند پہنچائی گئی تو وہ عذاب ٹوٹ پڑے گا جس کی میں نشان دہی کر رہا ہوں حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کے جواب میں اَن کی قوم کے لوگوں نے عذاب کا مطالبہ کر دیا۔ سورۃ الشعراء آیت ۱۵۶ پارہ ۱۹ وَقَالَ الَّذِيْنَ میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْۗءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾

''اور دیکھو اس اونٹنی کو تکلیف پہنچانے کی، بُری نیت سے کبھی چھونے کا خیال بھی نہ کرنا ورنہ ایک بڑے دن کے عذاب میں پکڑ لئے جاؤ گے''۔

﴿فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ﴾ ''ایک سخت عذاب نے اُنہیں آ پکڑا''۔ (سورۃ الشعراء آیت ۱۵۸)

۹ھ میں تبوک جاتے ہوئے آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا قوم ثمود کے مسکن اور وادی سے گزر ہوا جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''معذب قوموں کے پاس سے گذرو تو روتے ہوئے یعنی عذابِ باری تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہوئے گذرو''۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف، کتاب الصلوۃ، صحیح مسلم شریف کتاب الزھد)

آیت ۷۴ میں بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اِس نعمت کو یاد کرو اُس نے قوم عاد کی ہلاکت کے بعد غلبہ واقتدار سے تمہیں سرفراز کیا، اور تم کو فنِ تعمیرات میں مہارت عطا کی تم اللہ کے احسانات، انعامات کا شکر ادا کرو تمہیں توفیق بخشی کہ تم میدانی علاقوں میں عالی شان مکانات بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر اِن میں کمرے اور محل تعمیر کرتے ہو۔ اِس آیت سے علم ہوا کہ عالی شان محلات اور خوبصورت مکانات کی تعمیر بھی اللہ کی نعمت ہے اور ان کا بنانا جائز ہے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

اِن نعمتوں پر اللہ کا احسان مانو! اور اللہ کی فرمانبرداری کا راستہ اپناؤ! کفرانِ نعمت اور گناہ کا اَرتکاب کر کے اللہ کی زمین میں فَساد مچاتے ہوئے نہ پھرو۔

آیت ۷۵ میں بتایا جارہا ہے کہ اُن کی قوم میں جو سردار گھمنڈ اور غرور وتکبر کرنے والے تھے اُنہوں نے غریب لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لا چکے تھے دریافت کیا تمہیں اس بات پر یقین ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام اپنے رَبّ کی طرف سے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں؟ اُنہوں نے جواب میں برملا کہا یعنی جو دعوتِ توحید وہ لے کر آئے ہیں ہم تو اس پر کلی طور پر یقین رکھتے ہیں۔

آیت ۷۶ میں وضاحت سے بیان ہے کہ فخر وغُرور کرنے والوں نے کہا کہ ہم تو اس چیز کے اِنکاری ہیں جس پر تم ایمان لائے ہو۔ انبیاء علیہم السلام کی دعوتِ حق کو قبول کرنے میں ہمیشہ غریبوں اور کمزوروں نے ہی پہل کی ہے اس لئے وہ تکبر سے باز رہتے ہیں۔

آیت ۷۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ اُنہوں نے اونٹنی کو ہلاک کر دیا اور اللہ کے حکم سے سرکشی اختیار کی اور حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ اگر تم رَبّ کے فرستادہ ہو تو ہم پر عذاب لے آؤ جس سے ہمیں ڈرا رہے ہو۔

آیت ۷۸ میں بیان کیا جارہا ہے کہ آخر کار اُن کو زلزلہ نے آ پکڑا۔ چنانچہ دہلا دینے والی مُصیبت آگئی اور وہ اپنے گھروں میں اُوندھے منہ پڑے رہ گئے اُن کو اوندھا اس لئے گرایا تا کہ تکبر اور سَرکشی کے لئے مناسب سزا اُن کو دی جائے کڑک اور کپکپی کے نتیجے میں وہ ہراساں ہوئے اور بے حس وحرکت اُوندھے مُنہ گرے۔

Marfat.com

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾

پس حضرت صالح (علیہ السلام) نے پھیر لیا مُنہ اُن کی طرف سے اور (بصد یاس وحسرت) کہا اے میری قوم کے لوگو! بے شک میں نے اپنے رَبّ کا پیغام رسالت تم تک پہنچا دیا، میں نے تمہاری بھلائی چاہی مگر تم لوگ تو اپنے خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے۔ (۷۹)

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾

اور لوط (علیہ السلام) کو بھیجا، اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا تم لوگ بے حیائی اور فحش کام کرتے ہو! تم سے قبل جہاں میں کسی نے ایسی بے حیائی کا فعل نہیں کیا۔ (۸۰)

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾

بلاشبہ تم عورتوں کو چھوڑ کر مَردوں کے پاس شہوت رانی رخواہش پوری کرنے جاتے ہو، بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے ہو۔ (۸۱)

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾

اور اس کا اُن کے پاس کوئی جواب نہ تھا رُاُن کا ایک ہی جواب تھا اُنہیں بستی سے باہر نکال دو یہ لوگ تو بڑے پاک باز بنتے ہیں۔ (۸۲)

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڮ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾

سو ہم نے لوط (علیہ السلام) اور اُن کے گھر والوں کو نجات دی/بچا لیا بجز اُن کی بیوی کے، اس لئے کہ وہ اُنہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے۔ (۸۳)

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾

اور ہم نے اُن پر برسائی پتھروں کی بارش، سو نگاہ تو کر و ردیکھو تو سہی مُجرموں کا انجام کس قدر عبرت ناک ہوا۔ (۸۴)

الفاظ و معانی آیت ۷۹ تا ۸۴

﴿ فَتَوَلّٰى ﴾ پھر منہ پھیرا حضرت صالح علیہ السلام نے اُن سے جب اُنہوں نے اونٹنی کو ہلاک کیا تو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے فرمایا میں قوم ثمود کو جبرائیل کی آواز سے اور زلزلے سے ہلاک کروں گا۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

﴿ وَقَالَ ﴾ اور حسرت و یاس سے حضرت صالح علیہ السلام نے کہا۔ ﴿ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ ﴾ اے گروہ میرے اللہ کی قسم! کہ میں نے تمہیں اپنے رَبّ کا پیغام پہنچا دیا جیسا کہ پیغام پہنچانے پر میں مامور تھا۔

﴿ اَبْلَغْتُكُمْ ﴾ میں نے تم کو پہنچا دیا اَبْلَغْتُ، ابلاغ سے بمعنی پہنچانے کے ہیں فعل ماضی واحد مُتکلم قواعد کے مطابق

﴿ رِسَالَةَ ﴾ پیغام اَرْسَالٌ سے بھیجنے کے معنی آتے ہیں اِسم ہے (رَبِّیْ) اپنے پروردگار کا۔

﴿ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ ﴾ اور تم دوست نہیں رکھتے اور تم پیروی نہیں کرتے ہو۔ ﴿ النّٰصِحِيْنَ ﴾ نصیحت کرنے والوں کی کہ ازراہِ عنایت تمہیں ایمان کی طرف بلاتے ہیں اور نفس اور شیطان کی اتباع سے منع کرتے ہیں۔

﴿ وَلُوْطًا ﴾ اور لوط علیہ السلام کو بھیجا۔ لوط علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سگے بھتیجے تھے۔ لوط علیہ السلام کے والد کا نام حاران بن

تارح تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں سے تھے، پھر اللہ نے حضرت لوط علیہ السلام کو نبوت عطا کی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل سے ملک شام کی طرف متوجہ ہوئے تو حضرت لوط علیہ السلام بھی اُن کے ہمراہ تھے یہ علاقہ اردن اور بیت المقدس کے مابین تھا جسے سدوم کا نام دیا جاتا ہے یہاں کی زمین زرخیز اور شاداب تھی قرآن نے اس مقام کو مُؤتَفِکَاتْ کا نام دیا ہے حضرت لوط علیہ السلام سدوم میں ❶ آئے اور خلق کو خدا کی طرف بلایا اور اُنتیس (۲۹) برس ان لوگوں میں رہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

حضرت لوط علیہ السلام لوگوں کو نیکی کی ترغیب دیتے اور بُری باتوں سے منع کرتے تھے۔ ان لوگوں کے بُرے کاموں میں ایک لواطت تھی۔ ﴿اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ﴾ جب اُنہوں نے کہا اپنی قوم سے۔ ﴿اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ﴾ کیا تم کرتے ہو یہ بُرا کام یعنی لواطت۔ ﴿مَا سَبَقَكُمْ بِهَا﴾ تم سے پہلے یہ کام کسی نے نہیں کیا، الفاحشة فرما کر لطیف اشارہ کر دیا کہ یہ خلافِ فطرت فعل ہے گویا تمام فحش اُمور کا مجموعہ اور زنا سے زیادہ شدید ترین جُرم ہے۔ ﴿مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ یہ بدکاری تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہیں کی۔ عمرو بن دینار نے کہا کہ "اس قوم سے پہلے دنیا میں کبھی ایسی حرکت نہ دیکھی گئی تھی"۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

اُموی خلیفہ عبد الملک نے کہا کہ "اگر قرآن میں قومِ لوط کا تذکرہ مذکور نہ ہوتا تو میں کبھی گمان نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی انسان ایسا جُرم کر سکتا ہے۔ (بحوالہ ابنِ کثیر) ﴿اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ﴾ بلاشبہ لوط علیہ السلام اور ان کے پیروکار وہ لوگ ہیں جو پاک بننا چاہتے ہیں یعنی بُرے کاموں سے پاکی چاہتے ہیں یعنی اس کام میں ہم سے متفق نہیں! حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اُن کا یہ جواب ناپسند فرمایا اور اُن پر عذاب نازل ہوا اور جب عذاب آیا تو۔ ﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ﴾ پھر نجات دی ہم نے لوط علیہ السلام کو اور اس کے لوگوں کو اُن کے گھر والوں کو اور اُن کو جو ایمان لائے تھے۔ ﴿اِلَّا امْرَاَتَهٗ﴾ مگر اُن کی عورت / بیوی جس کا نام والہ تھا وہ اپنا کُفر چھپاتی تھی۔ ﴿كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ کیونکہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے تھی اس نے حضرت لوط علیہ السلام کا ساتھ نہ دیا۔ ﴿اَلْغٰبِرِيْنَ﴾ باقی / پیچھے رہ جانے والے، ہلاک ہونے والے اسم فاعل جمع مذکر ہے قواعد کے مطابق۔

﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا﴾ اور برسایا ہم نے قومِ لوط کے کافروں پر مینہ کیا عجب بارش تھی کہ قوم لوط کے سر پر پتھر برسے۔

تشریح و توضیحات آیت ۷۹ تا ۸۴

آیت ۷۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو پیام دیا کہ میں نے تمہیں باری تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے اور تمہاری بہتری / فلاح چاہی جس کے بعد اُنہوں نے اپنے ساتھیوں سمیت ہجرت کی، قوم میں اَبتری کا ایک مرحلہ وہ بھی آتا ہے جب تمام اخلاقی طرزِ عمل اور تمام اقدار اس قدر تبدیل ہو جاتے ہیں کہ قوم خیر خواہی کرنے والوں کو اپنا دشمن سمجھنے لگتی ہے اور پھر قوم تباہی سے ہمکنار ہوتی ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے قلبِ مُضطرب کے ساتھ حسرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی قوم کی بربادی کا نوحہ پڑھتے ہوئے وہاں سے بعض کے خیال کے مطابق شام کی طرف اور بعض کی رائے کے مطابق مکّہ کی طرف

❶ ...... سدوم اور عمورہ میں آگ اور گندھک کی بارش ہوئی تورات میں ہے۔ قرآن نے پتھروں کی بارش کا ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

رختِ سفر باندھا اور اہلِ ثمود کی لاشوں کے انبار دیکھ کر خطاب کیا جب کوئی شخص بھلائی کرنے والوں کی قدر نہیں کرتا تو انجامِ کار یہی ہوتا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے غزوۂ بدر کے بعد رسول اللہ ﷺ اس گڑھے کے کنارے تشریف فرما ہوئے جس میں مکّہ کے کافروں کے لاشے پڑے تھے، وہاں جا کر ارشاد فرمایا: ''اے ابوجہل، اے عتبہ، اے شیبہ، اور اے اُمیّہ! میرے اللہ نے نصرت و کامرانی رفتح کا جو وعدہ مجھ سے کیا تھا وہ تو اُس نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا''۔ جیسا کہ آیت ۱ سورۃ الفتح پارہ ۲۶ حٰمٓ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝١﴾ ''بے شک اے نبی! ہم نے آپ کو ایک کُھلم کُھلا فتح دی''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کہو تمہارے ساتھ جو تذلیل اور عذاب کا وعدہ تھا وہ بھی تکمیل پذیر ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ)! آپ تین دن کے مُردوں سے گفتگو فرما رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ''میرا خطاب تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو البتہ وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے''۔ (بحوالہ بخاری شریف و مسلم شریف)

اِس سے اس بات کا علم ہوا کہ '' کافر بھی قبر میں سنتا ہے اور جب ایسا ہے تو مؤمن قبر میں کیوں نہیں سنتا''۔ (بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوئم از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

آیت ۸۰ میں بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا، انہوں نے اپنی قوم سے کہا تم کُھلی بے حیائی کے مُرتکب ہو رہے ہو تم سے پہلے جہاں والوں نے کبھی اس کا اِرتکاب نہیں کیا! اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت لوط علیہ السلام سدوم اور اس کے گرد و نواح کی بستیوں میں، اللہ کی وحدانیّت کا پیام دینے اور اُن کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تا کہ انہیں فحش، خلافِ فطرت اور بے حیائی کے کاموں سے روکیں جس میں وہاں کے لوگ مُبتلا ہو گئے تھے۔ بلکہ مردوں کے ساتھ بدفعلی قوم لوط میں پھیلی۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اِس گندگی اور حرکتِ شیطانی کو دنیا سے مٹانا چاہا۔

آیت ۸۱ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ قومِ لوط میں عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کی دبر استعمال کرنا اور شہوت رانی کرنا ایک معمول بن گیا تھا حضرت لوط علیہ السلام نے اس فعلِ بد پر اظہارِ نفرت کیا اور بر ملا کہا کہ تم سے قبل کوئی شامت زدہ معاشرہ ایسا نہیں گذرا جس نے اِس غلاظت کو تمہاری طرح اپنایا ہو صرف یہی نہیں کہ ایک گناہ میں مُبتلا ہو رہے ہو بلکہ اس خلافِ فطرت فعل کا سرانجام دینا اِس کی دلیل ہے کہ تم دائرہ انسانیت کی حد سے باہر نکل چکے ہو، باری تعالیٰ نے مرد کی جنسی تسکین اور لذّتِ لطف کی خاطر عورت کی شرمگاہ (فرج) کو استعمال کرنے کا محل بنایا ہے ان ظالموں نے حد کر دی۔

آیت ۸۲ میں بتایا جارہا ہے کہ حضرتِ لوط علیہ السلام اپنی قوم کے لوگوں کو اُن کی برائی سے بچانا چاہتے تھے لیکن انہوں نے اپنے نبی کو بستی میں رہنے نہ دیا اور ازراہ تمسخر کہا کہ یہ لوگ بڑے پارسا بنتے ہیں یہ لوگ یہاں سے نکل جائیں کیونکہ انہوں نے ہماری بزم عیش و طرب کو بے کیف کر دیا ہے اپنی نصیحتوں سے، حد تو یہ ہوگئی کہ تہذیب جدید کا رَجعت پسند معاشرہ اور مغرب کے مہذب لوگوں نے تو یہ تہذیب اپنائی ہے کہ اب وہاں پر لواطت کو قانونی حق مل گیا ہے کہ یہ سرے سے جُرم ہی نہیں سمجھا جاتا، کئی ممالک نے اسے قانونی تحفظ دے کر جائز قرار دیا ہے جس میں جرمنی نے پہل کی ہے۔ العیاذ باللہ۔

آیت ۸۳ میں اظہار بیان یوں ہے کہ باری تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام اور اُن کے گھر والوں کو عذاب سے بچالیا بجز ان کی

Marfat.com

بیوی کے جو انہی لوگوں کے ساتھ رہی جو عذاب میں مُبتلا ہونے کے لئے باقی رہ گئے، حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی مسلمان نہیں تھی وہ مجرموں کی ہمدرد تھیں قوم کی عَصبیت کے سبب اُس نے قوم کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ دردناک انجام سے ہمکنار ہوئیں۔

آیت ۸۴ میں بیان کیا جارہا ہے کہ باری تعالیٰ نے اِن پر پتھروں کی برسات برسائی اور بتایا کہ دیکھو اگر "دیدۂ عبرت نگاہ" ہے تو اِن مجرموں کا کیا انجام ہوا۔ چنانچہ آیت ۸۲ سورۂ ہود پارہ وَمَامِنْ دَآبَّۃ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوا۔

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ　اور ہم نے اِن پر پتھروں کی بارش تہہ بہ تہہ برسائی۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ مرد کے لئے یہ بات قطعی غیر مناسب ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ لواطت کا عمل کرے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "ملعون من اتی المرأة فی دبرھا" "عورت سے یہ فعل کرنے والا ملعون ہے" (بحوالہ ابوداؤد) حضور اکرم ﷺ سے یہ الفاظ مُسند احمد اور ابنِ ماجہ میں مَنقول ہیں "لاینظر اللّٰه الی رجل جامع امرأته فی دبرھا"۔ باری تعالیٰ اُس مرد کی طرف ہرگز رحمت کی نظر نہ کرے گا جو عورت سے اس فعل کا مرتکب ہوا، محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "جس نے حائضہ عورت سے مجامعت رُضحبت کی یا عورت کے ساتھ عمل لواطت کیا یا کاہن کے پاس گیا اس کی پیش گوئی کو سچ سمجھا، اُس نے اِس تعلیم سے کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی"۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

آیت ۷۹ تا ۸۴ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

حضرت صالح علیہ السلام یہ کہتے ہوئے بستی سے نکل گئے کہ اے میری قوم! میں نے حق تعالیٰ کا پیام تم تک پہنچا دیا سرکشی اور نافرمانی کر کے اُن کی قوم نے اپنے آپ کو ہلاکت میں مُبتلا کیا۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بھی غیر اخلاقی اور غیر فطری عمل کو اپنا کر عذاب کی سزاوار بنی، قومِ لوط میں انسانی فطرت کے ایک ایسے بگاڑ کا تذکرہ ہے جس کی جُداگانہ نوعیت ہے بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو علیحدہ اصناف میں تخلیق کیا زن و مرد کے اِتصال کو ایسا ذریعہ بنایا جس کے سبب دونوں ایک دوسرے کے لئے نسلِ انسانی کا مُوجب بنے، دونوں کو ایک دوسرے کے لئے مناسب جسمانی اور نفسانی خواہش بخشی، اور دونوں کا باہم ملاپ نسلِ انسانی کی بَقا کا محرک ہوا، پھر اس ملاپ کے نتیجے میں دونوں کے لئے تسکین کی گہری لذّت و لطافت ودیعت کی اور اسے ایک فطری لَذّتِ لطف قرار دیا، تاکہ دلکشی اور کشش باہم کے ساتھ دونوں بقائے انسانی کی ذمہ داریاں اچھے انداز سے قبول کریں لیکن قومِ لوط نے فطرت کے اُصول سے اِنحراف کیا وہ قوم بے حیا ہوگئی عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش نفس کی تکمیل کی، اُن کی قوم عذاب میں مُبتلا ہوئی، قوم پر پتھروں کی بارش ہوئی، اس ہولناک انجام سے درس ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی تکذیب کرنے والوں کا یہ عمل تباہی و بربادی کا مُوجب ہوتا ہے، العیاذ باللہ۔

Marfat.com

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۗ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾

اور مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے کہا: اللہ کی عبادت کرو اِس کے سوا کوئی معبود لائقِ عبادت نہیں! تمہارے پاس، تمہارے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل آگئی ہے سُوناپ اور تول پورا پورا کیا کرو۔ اور لوگوں کی چیزوں کو گھٹا کر رکم کر کے مت دو! اور زمین میں انتظامِ اصلاح کے بعد فساد مت پھیلاؤ اس میں تمہارا ہی بھلا ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔ (۸۵)

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾

اور تم راستوں پر، لوگوں کو دھمکیاں دینے کے لئے مت بیٹھو! اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہو! جو ایمان لاتا ہے اِس کی راہ میں کجی رکاوٹ پیدا کرتے ہو اور یاد کرو وہ وقت جب تم تعداد میں تھوڑے سے تھے رقلیل تھے پھر اللہ نے تم میں اضافہ کر دیا دیکھو تو سہی کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا۔ (۸۶)

وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

اگر ایک گروہ تم میں سے ایمان لا چکا ہے جس کا حکم مجھ کو دے کر بھیجا گیا ہے، باقی لوگ رجماعت ایمان نہیں لا رہے ہیں تو ٹھہر جاؤ! ذرا صبر کرو! یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے ہمارے درمیان، وہی سب سے بہتر فیصلہ صادر کرنے والا ہے۔ (۸۷)

الفاظ و معانی آیت ۸۵ تا ۸۷

﴿وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا﴾ اور ہم نے مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا، مدین ایک شہر ہے جو بحرِ احمر کے ساحل پر کوہ طور کے جنوب مشرق کی سمت آباد تھا یہاں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم قیام پذیر تھی اہلِ مدین اقتصادی لحاظ سے بڑے مستحکم تھے یہاں پر تجارتی قافلے اپنا سامان تجارت فروخت کرتے اور ضرورت کی اشیاء خریدتے۔

﴿قَالَ يٰقَوْمِ﴾ کہا شعیب بن میکیل نے اپنی قوم سے اصلاح کی غرض سے، ﴿اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، نہیں ہے تمہارا معبود سوائے اللہ کے، یہ وہی دعوتِ توحید ہے جو تمام انبیاء اِس سے قبل دیتے رہے ہیں جو تمام عقائد اور عمل کی اصل اَساس روح ہے یہ قوم بھی کُفر کے علاوہ ناپ تول کی خیانت میں مُبتلا تھے اس لئے اس کو پیام دیا گیا کہ "قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ" تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح اور روشن دلیل آگئی ہے یہاں واضح دلیل کے مفہوم سے مراد مُعجزات ہیں جو حضرت شعیب علیہ السلام پر عیاں ہوئے حضرت شعیب علیہ السلام جب پہاڑ پر چڑھنا چاہتے تو پہاڑ اپنا سر جھکا دیتا۔

﴿فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ﴾ بھر پور اور درست کرو پیمانہ، کَیل کے معنی ناپ اور میزان بمعنی وزن تولنے کے لئے آتا ہے

گویا تم ناپ تول پورا کیا کرو۔
چنانچہ آیت ۳ سورۃ المطففین پارہ ۳۰ عَمَّ میں ارشادِ ربی ہے ''وَاِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَؕ‏ ۝'' ''اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں'' یعنی لینے اور دینے کے الگ الگ پیمانے رکھنا بڑی اخلاقی بیماری ہے اور آخرت میں جس کا نتیجہ تباہی ہے۔

﴿ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ ﴾ لوگوں کی چیزوں میں کمی کر کے انہیں خسارہ نہ پہنچایا کرو، یعنی خرید و فروخت میں خیانت نہ کرو، بَخس کے معنیٰ کسی کے حق میں تخفیف کر کے نقصان پہنچانے کے ہیں۔ گویا ہر طرح کے حقوق میں کوتاہی بھی بُری ہے ''خواہ مال سے متعلق ہو یا عزت و آبرو سے یا کسی اور چیز سے'' (بحوالہ بحرِ محیط)

اس سے پتہ چلا کہ ناپ تول میں حق سے کم دینا ناجائز ہے اِسی طرح حقوق انسانی میں حق تلفی اور کمی بھی ناجائز ہے کہ جس شخص پر اقدام اور تعظیم واجب ہے اس سے اِعراض کرنا یہ تمام اُمور اسی جرم میں شامل ہیں امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو جلدی جلدی رکوع و سجود کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ''قد طفّفت'' یعنی تم نے ناپ تول میں کمی کر دی'' مفہوم یہ ہے کہ تم نے نماز کا جو حق تھا اس کو پورا نہ کیا۔ (بحوالہ موطا امام مالکؒ)

﴿ وَلَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ ﴾ اور فساد نہ کرو زمین پر، کفر اور خیانت کے سبب سے۔ ﴿ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا ﴾ زمین کی درستگی کے بعد قومِ شعیب نے ان تمام اصولوں سے راہ فرار اختیار کر لی تھی جس کی بناء پر زمین پر ظاہری اور باطنی ہر دو نوعیت کا فساد برپا تھا اس لئے حکم نصیحت ہے کہ یہ اعمال زمین میں خرابی پیدا کرنے والے ہیں ان سے اجتناب کرو۔

﴿ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴾ یہی بات تمہارے لئے نفع بخش ہے اگر تم میری بات پر عمل کرو اگر ہو تم ایمان والے، حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے لوگ شہر میں رہ کر ناپ تول میں خیانت کرتے تھے اور میدانوں میں راہزنی کرتے تھے تو انہیں جس طرح باری تعالیٰ نے ناپ تول میں کم دینے کی ممانعت کی اِسی طرح راہزنی کرنے کی بھی ممانعت کی۔

﴿ وَلَا تَقۡعُدُوۡا بِكُلِّ صِرَاطٍ ﴾ اور نہ بیٹھو ہر راہ میں مال چھین لینے کے لئے اور ''تُوۡعِدُوۡنَ'' دھمکاتے ہو لوگوں کو۔

﴿ وَتَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ﴾ اور تم لوگ اللہ کی راہ میں کجی کی تلاش میں مُنہمک ہو کہیں موقع مل جائے تو لوگوں کو دینِ حق سے بیزار کریں۔ ﴿ وَانۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴾ اور دیکھو، عبرت کی نظر سے کیا انجام کار ہوا تباہ کاروں کا، تمہارے گرد و پیش میں بے شمار ایسے مقامات ہیں جو کھنڈرات بن گئے اس دور کے لوگوں کو اپنی شوکت جمال و جلال پر ناز تھا لیکن جب انہوں نے نافرمانی کی روش اختیار کی تو تباہی و بربادی سے ہمکنار ہوئے ذرا ایک نظر تو ڈالو، قومِ نوح، قومِ عاد و ثمود اور قومِ لوط پر کیا کیا عذاب آیا اب تو سمجھ سے، عقل و دانش سے کام لو! حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت ایمان کے بعد اُن کی قوم دو حصّوں میں منقسم ہو گئی کچھ نے ایمان قبول کر لیا اور کچھ منکر رہے۔

﴿ فَاصۡبِرُوۡا حَتّٰى يَحۡكُمَ اللّٰهُ بَيۡنَنَا ﴾ بس صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حکم کریں ہم دونوں گروہوں کے مابین، یعنی جلد بازی نہ کرو، باری تعالیٰ اپنی عنایت کرم سے مجرموں کو مُہلت دیتا ہے ﴿ وَهُوَ خَيۡرُ الۡحٰكِمِيۡنَ ﴾ اور اللہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اگر تم اسی

Marfat.com

طرح انکار کرتے رہے تو بہت جلد منکرین پر فیصلہ کُن عذاب آجائے گا۔

تشریح وتوضیحات آیت ۸۵ تا ۸۷

آیت ۸۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ ہی کی بندگی اختیار کرو اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں! پروردگار کی طرف سے روشن حجت آگئی ہے ناپ تول پورا پورا کرو اور لوگوں کی چیزوں میں اور حق کی ادائیگی میں کمی نہ کرو یہی کام تمہارے لئے اَحسن ہے قوم کو بُرائیوں سے بچنے کے لئے لائحہ عمل بتایا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو اُن کے کمالِ حسن استدلال اور جمال فصیحانہ طرزِ تکلّم کی وجہ سے ''خطیب الانبیاء'' کا نام دیا گیا۔ (بحوالہ ابن کثیر، بحرِ محیط)

آیت ۸۶ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ تم راستوں پر اس لئے نہ بیٹھا کرو کہ لوگوں کو ڈراتے اور دھمکیاں دیتے رہو، اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے مت روکو، ایسا کرنا ترک کردو، اِس کا انجام اچھا نہیں ہے تم تعداد میں کم تھے باری تعالیٰ نے ثروت ودولت سے مالا مال کیا اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات کا شکر اس وقت ادا ہوسکتا ہے جبکہ اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق کو پہچان لو کہ اس کی اصلاح میں مصروف عمل رہو، اللہ کی نعمت پاکر تکبّر نہ کرو بلکہ فساد اور خرابی پھیلانے والوں سے درسِ عبرت سیکھو! تاکہ اللہ کی عذابِ گرفت سے نجات پاؤ۔

آیت ۸۷ میں بیان کیا جارہا ہے کہ ایک گروہ کا ایمان لانا اِس بات کی علامت ہے کہ قوم کے لوگوں میں اصلاح پانے کی صلاحیت موجود ہے اگر ایک گروہ ایمان لانے کی صلاحیت سے محروم ہے تو صبر واستقلال کا دامن تھام لو! اللہ تعالیٰ قوم کو مُہلت دیتا ہے لیکن مُنکرینِ حق اِس کے لئے تیار نہ تھے یہ بات قابلِ غور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سب فیصلوں سے بہتر ہوتا ہے۔

الحمدللہ پارہ ۸ وَلَوۡاَنَّنَا اختتام پذیر ہوا

محمد لقیط خاں عفی اللہ

المرقوم ۲۱ رشوال المکرم ۱۴۲۹ھ

Marfat.com

عذرہائے من پذیر

سورۂ انعام پارہ ۸ وَلَوْ اَنَّنَا کے مطالعہ کی روشنی میں

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى

اور اگر ہم اُن پر فرشتے اُتارتے اور اُن سے مُردے گفتگو کرنے لگتے۔

انسان اپنی فطرت، بَصارت، بَصیرت اور عقلِ سلیم کو بروئے کار لا کر مظاہر کائنات کی نشانی دیکھ کر حق کو سمجھے اور ایمان لائے۔

اے راہِ حق کے طلب گارو! ذرا سوچو تو سہی اگر اللہ اُن پر فرشتے نازل کرتا اور مُردے باتیں کرنے لگتے تب بھی وہ ایمان نہ لاتے! ایمان کا انحصار درحقیقت اسی قلبی کیفیت پر ہے جو باری تعالیٰ سے عطا ہوتی ہے اس کیفیت کا احساس تو مزاجِ انسانی میں رکھ دیا گیا ہے مگر نورِ نبوّت ہی سے اس کی تابانی جلا پاتی ہے اور دلِ حزیں میں یہ جذبہ بیدار ہوتا ہے کہ اپنے رَبّ کی رضا کو پانا چاہیئے اس کا قُرب حاصل ہونا چاہیئے اللہ تعالیٰ کا قُرب پانے کے لئے اللہ پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے۔ اللہ کا منشاء تو یہ ہے کہ انسان اپنی فطرت، بصارت، بصیرت اور عقلِ سلیم کو بروئے کار لا کر مظاہرِ کائنات کی نشانی دیکھ کر حق کو سمجھے اور ایمان لائے یہی مفہوم یہاں بتایا جا رہا ہے کہ جن کو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور ہدایت سے فیض نہیں مل رہا ہے اُن کے دِل مُردہ ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلقِ قلبی پانے کی صَلاحیت و اَستعداد کھو چکے ہیں' ایسے لوگوں پر فرشتے اُتارے جائیں وہ اُن سے گفتگو کریں۔ مُردوں کو حیاتِ زیست دے کر زندہ کر دیا جائے وہ خود اُنہیں برزخ کے احوال بتائیں، بہشت اور جہنّم کو بھی اُن کے رُوبرُو کر دیا جائے تب بھی یہ ماننے کے نہیں، وہ ظلم اور گناہ کے بوجھ تلے دَب گئے ہیں وہ اس قدر فریب جہالت میں مُبتلا ہیں کہ اصل بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

شیاطین جِنّ و اِنس اَنبیاء کے دشمن ہیں:

اے صاحبِ آرزو! عام لوگوں کو اس بات کا علم ہونا چاہیئے کہ رسول اللہ ﷺ سے قبل جس قدر اَنبیاء جلوہ فگن ہوئے اُن کی تکذیب کی گئی، اُنہیں اِیذا پہنچائی گئی، اُنہوں نے ضمیر کا دامن تھامے رکھا استقامت اپنائی رکھی اس سے پتہ یہ چلا کہ شیطان کے پیروکار جِنّات میں سے بھی ہیں اور انسان بھی شیطان کے مکروفریب میں مبتلا ہے یہ وہی ہیں سرکش، باغی اور تکبّر والے ہیں دونوں گُروہ میں، یہ آپس میں ہمکلام ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو دھوکہ بھی دیتے ہیں شیاطین جِن واِنس اَنبیاء کے دشمن ہیں شیطان ایک دوسرے کو فریب کی باتیں اس لیے بتاتے ہیں کہ اُن کو سن کر لوگ گیتی کائنات کی لطافت و سُرور میں گُم ہو جائیں اور فِسق و فجور دلِ حزیں سے نکلنے نہ پائے۔

Marfat.com

سورۃ الانعام رکوع ۱۴ آیت ۱۱۱ تا ۱۲۲ کا خلاصہ

قرآنِ حمید، فرقانِ مجید ایک زندۂ جاوید معجزہ ہے:

اے طالبِ حُسن وعشق! اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے ایک کامل اور مقدس کتاب عطا کی ہے یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں تمام اُمور کی وضاحت ہے اہلِ کتاب جو شرک کرنے والوں کا ساتھ دے رہے ہیں اِس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جو کچھ نازل ہوا وہ سب کچھ باری تعالیٰ کی طرف سے اُترا ان کی آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کے بعثت کی نوید دی گئی ہے قرآنِ حمید، فرقانِ حمید ایک زندہ جاوید معجزہ ہے، کلام اللہ، صداقت اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے کوئی ایسا نہیں ہے کہ اس میں تغیّر وتبدیل کی جرأت کر سکے، اللہ بندوں کے احوال، اقوال سننے والا اور اُن کی ایک ایک حرکت ایک ایک ادا کو جاننے والا ہے وہ ہر ایک کو جزاء دینے پر قادر ہے۔

دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں اگر آپ نے اُن کی بات تسلیم کرلی تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں گے:

اے طالبِ حُسنِ سرور! حق وباطل کے تفاوت میں انسانوں کی کثرت وقلت معیار نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ حق کی صداقت کے بنیادی اُصولوں پر ہی فیصلہ صادر ہوتا ہے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ گمراہی، غفلت شعاری اور خود فراموشی کے سبب انسانوں کی اکثریت ایقان اور یقین محکم سے محروم رہ جاتی ہے جب نزُولِ قرآن کی ساعت آئی کائنات رنگ وبو میں ایسا ہی دَور تھا اکثریت فِسق وفجور میں مُبتلا تھی، حقیقتِ قرآن کی رُو سے اِس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حق صداقت کی راہ اپنانے والے تعداد میں کم ہوتے ہیں اور اہلِ باطل اکثریت میں، یہ بات درست ہے کہ دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں اگر آپ نے اُن کی بات تسلیم کرلی تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں گے اس لئے کہ اُن کے اوہام خرافات پر مبنی ہیں۔

سورۃ الانعام رکوع ۱۴ آیت ۱۱۱ تا ۱۲۲ کا خلاصہ

قرآنِ حکیم حکمتوں سے پُر اور سچّائی کا خزانہ انمول ہے:

اے نورِ شوق کے متوالو! حق بات تو یہ ہے کہ حقیقت کا علم تو صرف باری تعالیٰ کو ہے یا اللہ کی نازل کردہ کتاب میں مذکور ہے خلاصۂ کلام یہ کہ قرآن حکمتوں سے پُر اور سچّائی کا خزانہ انمول ہے مشرکوں کے پاس علم وحکمت کی کوئی روشنی نہیں وہ سمجھتے تھے کہ جن جانوروں کو بتوں کے نام پر وقف کیا گیا ہے، بتوں کے نام پر چڑھایا گیا ہے مویشی جو مختلف انداز سے مار جائے وہ کیوں حلال نہیں ہوسکتا، مُشرکینِ مکّہ کا عجیب احساسِ عمل ہے مسلمان جسے خود مارتے ہیں اُس کو تو کھالیتے ہیں اور اللہ کا مارا ہوا نہیں کھاتے، کُفّار تو حرام کھاتے ہیں بتوں کا نام لے کر جانور کو نجس کر دیتے ہیں ایک اصول ہے جس پر اللہ کا نام لیا جائے وہ حلال ہے۔ اور جو حرام ہے اللہ نے اس کی وضاحت آیات میں بیان کردی ہے کیفیتِ اضطرار جان بچانے کی خاطر اس قدر لے لینا کہ آدمی موت سے ہمکنار نہ ہو تو اس کا کوئی گناہ نہیں، بہر نوع کسی بھی حالت حرام کے قریب مت جاؤ، حلال کو حرام تصوّر کرنا باطن کی معصیت ہے حرام کو حلال سمجھنا قطعی کُفر ہے اسلام امن وسلامتی کا پیامِ درس دیتا ہے ظاہر وباطن کی نافرمانی سے روکتا ہے ایمان وکفر کی تمثیل یہ ہے کہ ایمان زندگی جاوداں اور علم وبصیرت کا نور ہے اور کفر عذاب اور پیامِ موت ہے ”کافر کے اُکسانے پر نہ ظاہر پر عمل کرو نہ دل میں شبہ رکھو“۔ (بحوالہ موضح القرآن)

Marfat.com

مؤمن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی:

اے صاحبِ حُسن وعشق! مؤمن کہ اعمال عقائد علم وایقان پر مبنی ہیں وہ کفر وشرک ،اُوہام وخرافات کا اثر کیونکر قبول کرے، یہ اور بات کہ شیطان اپنے رفقاءِ کار کے دل میں تلبیس وتلمیع اور وسوسہ فتنہ انگیز پیدا کر کے اُن کو طریق حق سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں جو لوگ مسلمانوں سے یا اللہ کے رسول سے اختلاف رکھتے ہیں اور گمراہی کی طرف مُبتلائے بلا ہوتے ہیں محض رسومات اور گمراہ کُن عملِ ذات اپناتے ہیں اگر تم نے ان کی بات مانی تو شرک جیسے گناہ عظیم کے مرتکب ہو گئے۔جس کے چاروں طرف تاریکی اور ظلمت ہے وہ کافر ہے جس کے قلب میں وہ فرحت ایمان کی لطافت ہے وہ مؤمن ہے کافر تو اپنے مال ودولت پر بھروسہ کرتا ہے اور مؤمن تو باری تعالیٰ کی رضا پانے کی خاطر بے تیغ اپنی جان سپرد باری تعالیٰ کرتا ہے۔بقول شاعر مشرق:

ع　کافر ہو تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مؤمن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی　اقبال

مؤمن کی یہ پہچان کہ گُم اس میں ہیں آفاق

اے اہلِ حسن وعشق! کافر ومشرک تو مُردہ ہیں اُن کے مقابلے میں مؤمن کی یہ شان جیسے مُردوں میں زندہ، حیاتِ نو رکھنے والے، جو شئے اوصاف سے محروم ہے وہ مُردہ ہے اور حیات اس صلاحیّت سے عبارت ہے جو تخلیق مقصد کو پانے کے لئے کسی بھی چیز میں پایا جاتا ہے اُسی اُصول کے پیشِ نظر ہر شئے تکمیلِ عمل کی ذمہ داری میں مصروف ہے خواہ آسمانی مخلوق ہو یا زمین میں آباد رہنے والی، اِسی طرح انسان بھی مخلوقِ کائنات ہے ایک فرد گمراہی اور جہالت کے سبب مُردہ تھا اللہ نے قلبِ مؤمن کو ایمان کی روشنی دے کر زندہ کر دیا ہے جس حیات کی راہیں اس کے لئے منور اور تابِاں ہو جاتی ہیں وہ ایقان اور راہِ ہدایت کے راستے پر گامزن ہوتا ہے اور کافر کُفر کی تاریکیوں میں بھٹکتا پھرتا ہے، ظلمتِ کُفر سے نکلنا اس کے لئے ممکن ہی نہیں! جس کا انجام رُسوائی، بربادی وہلاکت ہے علاّمہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

ع　کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گُم ہے
مؤمن کی یہ پہچان کہ گُم اس میں ہیں آفاق

یہ موضوعِ سخن کا اظہار آیت ۱۹ تا ۲۲ میں ہے وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ۔ ''اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں'' ۔وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ۔ ''نہ تاریکی اور روشنی'' آیت ۲۰ اندھے سے مُراد کافر اور آنکھوں والا سے مُراد مؤمن اندھیروں سے باطل اور روشنی سے حق مُراد ہے۔آیت ۲۲ وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اور زندہ اور مُردے برابر نہیں ہو سکتے۔

انسان تو تابندہ حیات کا مُتلاشی ہے ایمان ایک نُور ہے:

اے طالبِ حُسن وسرور! انسان کی زندگی کا مَقصد صرف صَنم کدۂ کائنات میں کُھو جانا ہی نہیں ہے کھانا، پینا، مرنا، جینا، ایک

Marfat.com

تسلسل حیات ہے ان سب چیزوں کی منفعت صرف دنیاوی زندگی کے رنگ وبُو کے لئے ہے انسان کا حسنِ عمل خالقِ کائنات کے قُرب کو اپنانے کی توفیق رکھتا ہے دنیا کی تمام تر مخلوق کی رونقِ حیات صرف دنیا کے ساتھ ساتھ ہے بلکہ انسان کی فضیلت تو یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے ہے اگر وہ اَبدی کامیابی پانے کے لئے اُمور سرانجام نہیں دے رہا ہے جس کی اساس ایمان ہے تو اس کی روح ایک مُردہ لاش کی طرح ہے انسان تو تابندۂ حیات کا مُتلاشی ہے ایمان ایک نور ہے اس لحاظ سے کہ راہِ زندگی کو منوّر کر دیتا ہے انسان اِس طویل سفر کے نشیب وفراز دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے تاریکی میں جانے کے بجائے درست سمت اختیار کر سکتا ہے۔ سبق صداقت، فکر وعمل کی راہ اختیار کر کے تجلّی خرد پا سکتا ہے کافر حقیقتِ نور سے نا آشنا ہے، مؤمن کے لئے اطاعتِ باری تعالیٰ میں گزرے ہوئے لمحاتِ زندگی، انمول موتی کی طرح سرمایۂ حیات وافتخار ہیں، جن لوگوں کو ایمان کے ساتھ آپ ﷺ سے شرفِ فیض عطا ہو جائے ان کے دل روشنی کے منبع نور بن گئے سب کچھ فیضِ تربیت رسول کے عملِ اتباع سے پایا جاتا ہے کافر جو اس روشنی سے محروم ہیں کُفر کی ظلمت وہم وگُمان میں سرگرداں ہیں وہ ایمان سے دُور ہیں اور اہلِ ایمان کے برابر نہیں ہو سکتے۔

کُفار نے تو سب کچھ حق کو مٹانے کے لئے کیا
مگر دامِ فریب میں خود گرفتارِ بلا ہوئے!

اے صاحبِ آرزو! ہر بستی کے سرداروں کو ڈھیل مل گئی ہے، وہ جُرم کر کے شعور وآگہی سے بے خبر خود فریب کھا رہے ہیں وہ لذت گناہ میں کھو گئے اللہ نے اُن کے دل ظلمتِ کُفر سے معمور کر دیئے، چنانچہ وہ اپنی بُرائیوں کو عام کرنے کی کوشش میں لگے رہے عام لوگ بھی اِس بُرائی اور ظلمت کُفر میں گھر گئے۔ کُفّار نے تو سب کچھ حق کو مٹانے کے لئے کیا مگر دامِ فریب میں خود گرفتار ہوئے اور اپنی دائمی زندگانی کو نامرادی اور ناکامی سے ہمکنار کیا۔

جب کوئی نشانی آتی ہے تو ایمان قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے! رسالت پانے کی جُستجو اور طلب رکھتے ہیں کتنے ناداں ہیں یہ لوگ نبوّت ورسالت کی توقیر وعظمت سے ناواقف آدابِ چمن ہیں۔ مال وزر ہے، اقتدار ہے سب کچھ ہونے کے بعد انسان نبی نہیں بن سکتا؟ باری تعالیٰ جسے ہدایت دینا چاہے اس کا سینہ قبولِ اسلام کے لئے کھول دیا جاتا ہے انعام پانا ہے تو کشف کی صَلاحیّت پیدا کرو کشف بہت بڑا انعام ہے باری تعالیٰ کسی پر آخرت اور اُس کی نعمتوں کو ظاہر کر دے تو دنیاوی رنج والم کا ملال کچھ بھی نہیں۔

آخرت میں سفرِ حشر کا انحصار رنگ ونسل پر نہیں عقائد واعمال کی اَساس پر ہے:

اے صاحب حسن وعشق! ظالموں کو ظالموں کے ساتھ کر دیا جاتا ہے کیونکہ اُن کے اعمال ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں، آخرت میں سفرِ حشر کا انحصار رنگ ونسل پر نہیں! عقائد واعمال کی اساس پر ہے۔ کافر کافر کے ساتھ ہوگا اور مؤمن مؤمن کے ساتھ، اللہ تعالیٰ جس کے دل میں شمع ایمان روشن کرنا چاہتا ہے وہ ہمارے دلِ حزیں کو باطنی اور ظاہری عناد، بُغض وکینہ اور کدُورت سے پاک کر لیتا ہے۔ باری تعالیٰ پھر کفر وظلمت اور جہالت کے حجابات سے دُور کر دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات ہی اللہ کی تعین کی ہوئی راہِ مستقیم ہے جو انسان کو عظمتِ انسانی سے معمور کر کے منزلِ مقصود کی طرف پہنچائے گی

Marfat.com

جہاں امن وسلامتی کا گہوارہ ہوگا، کوئی جھگڑا، کوئی فساد نہ ہوگا، چونکہ گیتی کائنات میں اُنہوں نے اپنی خواہشات کو ترک کر کے اللہ کی فرمانبرداری کا شعار اپنایا اُس کے صلہ میں ربِّ جلیل کا قُرب ملے گا، شیطان کی پیروی کرنے والوں کی زبان پر ہوگا ہم گمراہی میں مبتلا ہو کر ایک دوسرے کی بات تسلیم کرتے تھے یہاں تک کہ آغوشِ موت نے آگھیرا، باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے اس دن کی ملاقات کی خبر نہیں دی کیا تم کو خبر نہیں کہ بھٹکنے اور بہکانے والوں کا انجام آتشِ جہنّم ہے، ہم بدکاروں کو ایک جگہ جمع کر کے سب کو دوزخ کی آگ میں ڈال دیں گے یہ سب کچھ اُن کے اعمال کا نتیجہ ہوگا۔

ہر انسان اور جنّ کے الگ الگ درجات ہیں عمل کی اساس پر فرق وتفاوت کا انحصار ہے:

اے راہِ حق کے طلب گارو! کیا تم کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو آلام ومصائب اور آزمائشوں سے گذرنے سے پہلے ہی اپنے رسولوں کے ذریعہ خبردار کر دینے کے سلسلے کو مقدّم کر دیا تا کہ وہ ظُلم وزیادتی کا ارتکاب کر کے سزا پانے سے محفوظ رہیں، جب آدمی کو جہنّم میں ڈالا جائے گا تو اس سے جہنّم کے داروغہ دریافت کریں گے چنانچہ آیت ۸ سورۃ الملک پارہ ۲۹ تَبٰرَکَ الَّذِیْ میں ارشادِ ربّی ہے "الم یاتکم نذیر" "کیا تمہارے پاس ڈرانے والا کوئی نہیں آیا تھا" جس کے سبب تمہیں آج جہنّم کے عذاب کا مزہ چکھنا پڑا ہے۔

ہر انسان اور جنّات کے الگ الگ درجات ہیں عمل کی اَساس پر فرق وتفاوت کا انحصار ہے جنّات بھی انسانوں کی طرح جنّت اور دوزخ میں داخل کئے جائیں گے اگر انسان نے اچھا کام کیا تو اُس کے مطابق درجات کا تعیّن ہوگا اگر انسان نے یہ سوچ رکھا ہے کہ اس کے اعمال کے بارے میں کوئی پوچھنے والا نہیں تو یہ ہماری اپنی بھول ہے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہر ایک کے عمل اور ارادے سے باخبر ہے زمین پر جنّات فساد برپا کر دیئے تو آسمان سے فرشتوں کا نزُول ہوتا جو ان ظالموں کو سزا دیتے حقیقتِ اَحوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سَرکشی اور بغاوت کا انجام دنیا میں بھی آخرت میں بھی دائمی عذاب کی زندگی ہے۔

تم شرک اپنا کر کُفر کی تاریکی میں گُم ہو! شرک بڑا ظلم ہے!

اے صاحبِ حسن وعشق! اللہ تو بے نیاز ہے کوئی اُس کی عبادت وفرمانبرداری کرے یا نہ کرے اُن کی شان عظمتِ کریمی میں کوئی فرق نہیں پڑتا، تم شرک اپنا کر کُفر کی تاریکی میں گم ہو! شرک بڑا ظلم ہے اللہ سے ظلم کرنے والے بھلائی نہیں پاتے، کُفر اور مَعصیت پر قائم رہنے کی اجازت نہیں! کُفر اور مَعصیت کے ظُلم کا اثر تو دیکھئے اپنی اولاد کو قتل کرنا باعثِ افتخار جانتے، دورِ جہالت کی رسومات پر ایک نظر تو ڈالیے، جانور ذبح کرتے تو شکم سے زندہ بچہ نکل آئے تو وہ بھی ذبح کر دیتے۔ خرافات کی یہ مثال کہ وہ صرف مردوں پر حلال ہے اور عورتوں کے لئے حرام اور بچہ زندہ ہوتا تو سب پر حلال، رسمِ جہالت کی تکمیل میں اولاد کو قتل کر دینا اور رزق کو اپنے اوپر حرام قرار دینا کیا کم خسارہ ہے اِس خرافاتِ عمل کو مذہب کا نام دے کر اللہ پر لگانے

سورۃ الانعام رکوع ۱۶ آیت ۱۳۱ تا ۱۴۰ کا خلاصہ

Marfat.com

کے مُرتکب ہوتے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گمراہی پاتے گئے اور ہدایت کی نعمت سے محروم ہوتے چلے گئے۔

آخرت میں سب باطل باتوں کے سبب دائمی سزا مقرّر ہے اور جُرم کے عین مطابق سزا مختص ہوگی:

اے اہلِ آرزو! اس دور میں جس تہذیبِ نو سے ہم اپنی زیست کے سامان کر رہے ہیں اُن کا عالم بھی عجیب عالم ہے زمین کی آمدنی سے کچھ حصّہ اللہ کا، کچھ بتوں اور جنّات کے نام کا رکھتے، اگر تخفیف کی صورت ہوتی تو اللہ کا حصّہ نہ نکالتے جواب ہوتا اللہ تو بے نیاز ہے مگر صورتِ حال یہ ہوتی کہ غیر اللہ کا حصّہ پورا نکالتے مختلف جانوروں کو بتوں کے نام سے منسوب کر دیتے۔ بچیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے، بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور پر سواری کرنا ممنوع تھی بتوں کے نام پر جانوروں کی تعظیم اور توقیر کو عبادت قرار دیتے، باطل رسومات کو اپنانے کی سزا باری تعالیٰ دے گا دنیا میں بھی اکثر چیزوں کا نتیجہ دیکھ لیں گے آخرت میں سب باطل باتوں کے سبب دائمی سزا مقرّر ہے اور جُرم کے عین مطابق سزا مختص ہوگی۔

شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو وہ تمہارا دشمنِ جان ہے!

اے راہِ حق کے طلب گارو! اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بخشا ہے اُس سے نفع پاؤ، شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو، وہ تمہارا دشمنِ جان ہے، اللہ کی شانِ کریمی پر قربان جایئے ہرے بھرے کھیت، پھل پھول، مویشی سب کچھ تو باری تعالیٰ کی تخلیق کا ایک عمدہ نمونہ ہے اِن سب کو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے پیدا کیا اور یہ سب حضرتِ انسان کی خوراک کا ذریعہ ہیں مُشرکوں کا بھی عجیب حال ہے حلال جانور کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور اللہ کی حلال کردہ شئے کو حرام، اور حرام کو حلال، یہ سب کچھ شیطان کی پیروی کا نتیجہ ہے چوپائے عام طور پر آٹھ کُنبے میں منقسم ہیں دونوں کے نر و مادہ کو کھانے میں کچھ مانع نہیں ان جانوروں کے دودھ اور گوشت دونوں کو استعمال کرنے کی کلّی اجازت ہے اُونٹ اور گائے کے نر و مادہ بھی حرام نہیں قرار پائے۔ سنو اور دلیل کے ساتھ ذرا وضاحت تو کرو ذرا بتاؤ تو سہی! جب باری تعالیٰ نے اُن کو حرام قرار دیا تو کیا تم وہاں موجود تھے کیا تم نے بہ نفسِ نفیس یہ بات اپنے کانوں سے سنی؟ جب اس میں حقیقت کا کوئی عنصر نہیں تو ذرا بتاؤ تو سہی! اے صاحبو! اِس حقیقت میں جب کچھ صداقت نہیں ہے تو اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہے! جو اللہ پر بُہتان باندھے۔

اللہ کی حُجت دلیل ہی کامل ہے اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت عطا کر دیتا:

اے نورِ شوق کے متوالو! اللہ کا عذاب مُجرم لوگوں سے نہ ٹلے گا یہودیوں پر ناخن والے جانور حرام کر دیئے گئے تھے البتہ جو چربی گائے یا بکری کی پُشت پر ہو ہڈیوں کے ساتھ ملی ہوئی ہو یہ چربی کی مقدار حلال قرار پائی، اس کے علاوہ ہر طرح کی چربی دائرہ حرام میں شامل تھی۔ اے صاحبو! کہیں ایسا نہ ہو کہ مُشرکوں کو یہ گُمان ہو کہ اللہ کو اگر منظور ہوتا بھلا ہم کیسے شرک کا ارتکاب کرتے، ہمارے اَسلاف بھلا یہ کام کیسے سَرانجام دیتے کہ اپنی طرف سے چیزوں کو حرام اور حلال قرار دیں یہ ایک ایسا فریب ہے کہ اس سے قبل کافر بھی یہی کہتے کہتے تباہی کے مُرتکب ہوئے اور اللہ کے عذاب میں گرفتار ہو۔

سورۃ الانعام رکوع ۱۶ آیت ۱۳۱ تا ۱۴۱ کا خلاصہ

سورۃ الانعام رکوع ۱۷ آیت ۱۴۲ تا ۱۵۰ کا خلاصہ

رکوع ۱۸ آیت ۱۴۶ تا ۱۵۱ کا خلاصہ

Marfat.com

کوئی ان سے پوچھے کیا تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل ہے یہ صرف وہم وگمان ہے ظن اور تخمینیں کی بناء پر باری تعالیٰ نے حجت تمام کردی، اللہ کی محبت ہی کامل دلیل ہے اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت عطا کر دیتا۔

برتر زاندیشہ سود وزیاں ہے زندگی:

اے طالبِ حسن وسُرور! قرآن نے جن اُمور کو کرنے سے منع کیا ہے اُن کے سرانجام دینے والوں کو سزا، عذاب کا مزہ چکھنا ہے کسی جُرم کو ترک کردینے کی یہی گھڑی ہے اس مُہلت سے نفع پانا چاہئے کیا کبھی آپ نے سوچا! غور کیا، اس کائنات رنگ وبُو میں زلزلے کا آنا، طوفان کا برپا ہونا، بیماریوں کا آنا اور آفات میں مُبتلا ہونے کا کیا مطلب ہے، یہی نا کہ انسان غفلت سے بیدار ہوکر اپنے معاملات زندگی اللہ کی طرف رجوع کرے اور نافرمانیاں ترک کرے اور اچھی طرح جان لے

برتر زاندیشہ سود وزیاں ہے زندگی　　ہے کبھی تسلیم اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اَفترا باندھتے ہیں نئی نئی بدعت کی رسمیں اپناتے ہیں پھر ان رسومات بد کو اپنا کر انہیں نیکی کا باعث سمجھتے ہیں اور ان رُسوم قبیحہ کو اپناتے ہیں بھلا ایسے لوگوں کے عمل کا کیا اعتبار انہیں نہ تو قیامت کے برپا ہونے کا یقین ہے اور نہ انہیں توحید کی عظمت کا احساس ہے وہ ان حرام کاموں میں مُبتلا ہیں، شرک باللہ، والدین کی نافرمانی، قتلِ اولاد اور فحش اور بے حیائی کے کام ان تمام گناہوں کے کاموں سے بچنا ہے اِصلاح معاشرہ کی خاطر حقُوق کی ادائیگی کرنا ہے۔ اے صاحبو! دانش وخرد سے کام لینا حکم باری تعالیٰ ہے عقل سے کام لے کر اسلام کے بنیادی احکام پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔

یتیم کے مال میں بیجا تصرّف کرنا حرام ہے

عدل اور انصاف کی روش اپنائی جائے:

اے اہلِ حُسن وعشق! اصلاح معاشرہ کے اس اُصول پر توجّہ مرکوز رکھو یتیم کے مال میں بیجا تصَرف کرنا حرام ہے۔ ناپ تول میں اور حقوق وفرائض میں انصاف اور عدل کی روش اپنائی جائے جس کا جس قدر حق بنتا ہے اس کو ضرور دیا جائے غیر فطری تقسیمِ عمل بھی معاشرے کے لئے تباہی کا مُوجب ہے مغربی تہذیب کا تصور مساوات بھی حرف غلط کی طرح غلط ہے سچّی بات کہنے کا حوصلہ رکھو! حق گفتگو کے سلسلہ میں کوئی قریبی عزیز یا دوست ہی متاثر کیوں نہ ہو اللہ کے کئے عہد کی پاس داری ایمان کی علامت ہے ہم نے تو سعادت ایمان پانے کے بعد عہد کیا ہے اور ہر نماز میں اس کا اعادہ کرتے ہیں چنانچہ آیت ۵ سورۃ فاتحہ پارۂ ۱ میں اقرار باللسان اور قلب ہے۔ ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝'' ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اللہ کے حضور ہم انتہائی عجز اور کمالِ خشوع کا اظہار کرتے ہیں ''شریعت میں کمالِ محبت، خضوع اور خوف کے مجموعے کا نام ہے''۔ (بحوالہ ابن کثیر)

اپنے مرکز سے ہٹو گے تو بکھر جاؤ گے:

اے راہِ حق کے طلب گارو! اللہ کا دین اسلام ہے اور اللہ کا بتایا ہوا سیدھا راستہ ہے اِس پر مُسنَد ہی سے عمل کرو اللہ کی بتائی ہوئی راہ کی اتباع کرو! دوسری راہ اختیار کروگے تو اللہ کی راہ سے بھٹک جاؤ گے منشورِ انسانیت کی تعلیمات کا مرکز دین

Marfat.com

اسلام ہے ۔بقول اقبال عظیم

اپنے مرکز سے ہٹو گے تو بکھر جاؤ گے
خاک ہوجاؤ گے افسانوں میں ڈھل جاؤ گے

کُفر والحاد سے ہٹ کر سیدھی راہ پالو گے تو کامرانی تمہارا مُقدّر ہوگی اگر زندگی کے لمحات حسین اسلامی احکامات اور تعلیمات میں ڈھل گئے تو قُربِ الٰہی نصیب ہوگا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی ہدایت کی غرض سے کتاب ملی اس میں زندگی گذارنے کی صحیح راہ سمت واضح کی گئی لیکن اِن میں رَدوبدل کیا گیا، غلط باتوں کوشامل کیا گیا اب راہِ صداقت اپنانے کے لئے کتاب رُشد "القرآن" رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوگئی ہے جوسَراپا رحمت، باعثِ برکت وباعثِ اِنعام ہے اِس پر یقینِ محکم کے ساتھ عمل پیرا ہوجاؤ تاکہ بندوں کوخالقِ حقیقی کی مَعرفت عطا ہوجائے۔

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا، ادراک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا:

رکوع ۲۰ آیت ۱۵۶ تا ۱۶۶ کا خلاصہ

اے طالبِ حُسنِ سُرور! یہ برکت والی کتاب قرآنِ حمید تمہارے رَبّ کی طرف سے سراپا ہدایت، رحمت اور اِنعام ہے پس جو اس کی تکذیب کرے اُس کے احکامات پر عمل کرنے سے محروم رہے وہ ظلماتِ اندھیری تاریکی میں گُم گشتہ منزل کی تلاش میں کھو گیا ہے اس نے اپنے آپ پر ظُلم کیا ہے یہ بات یادرہے کہ باری تعالیٰ کے عطا کردہ کلام اللہ کو نہ ماننا خود کوتباہی میں ڈالنا ہے اور نوید تو یہ ہے کہ عنقریب بڑے عذاب میں گرفتار ہونا ہے، ابھی وقت ہے قرآن کی دعوت قبول کرنے کا، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، تقویٰ حاصل کرو، نزُولِ قرآن نے وہ حجت پوری کردی تمہارے باطل عقائد اور شُبہات کا اِزالہ ہوچکا۔یہ کتاب حکمت ودانائی کسی خاص قوم وملک کے لئے نہیں نازل کی گئی ہے اس کا مخاطب تو سارا جہاں ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فضل وکرم سے سرزمین عرب سے اللہ کا یہ آخری پیغام آج کائناتِ رنگ وبُو کے گوشے گوشے تک پہنچ گیا۔حالی کی زبان میں کہنے کی جسارت کررہا ہوں ع

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور ادراک نسخۂ کیمیاء ساتھ لایا

اور یہ نسخۂ کیمیا قرآن کے آنے کے بعد کیا اب وہ اِس بات کے مُنتظر ہیں کہ عذاب آجائے، مُوت نے پردے اُٹھا ڈالے، تو انکار کیونکر ممکن ہے۔اے صاحبو! اے نادانو! "موت سے کس کو رُستگاری ہے" میدانِ حشر برپا ہوگیا تو انکار کیسے کرسکو گے، باری تعالیٰ خود میدانِ حَشر میں جلوہ فگن ہوگا، یہ تو ہمارا ایمان ہے یہ کیسا ہوگا! یہ جاننا عقل وشعور کی رسائی اور آگاہی سے باہر ہے انتظار کی ضرورت ہے جب وقت آئے گا تو ہمیں دعوتِ مصطفیٰ ﷺ اور اپنے انکار کی مصیبت کا خود علم ہوجائے گا۔

ہر وہ عملِ جو اللہ کی رضا اور حضورِ اکرم ﷺ کی اطاعت میں کیا جائے نیکی ہے:

رکوع ۲۰ آیت ۱۵۶ تا ۱۶۶ کا خلاصہ

اے نَورِ شوق کے مَتوالو! تم کو خبر ہی نہیں! اللہ ہر نیکی پر کم ازکم دس گُنا اَجر عطا کرتا ہے اور زیادہ جس قدر چاہے اِس کا کوئی حدوحساب نہیں! ہر وہ عمل جو اللہ کی رضا اور حضورِ اکرم ﷺ کی اطاعت میں کیا جائے نیکی ہے۔اللہ تعالیٰ نے سیدھا

Marfat.com

خلاصہ رکوع ۲۰ آیت ۱۶۱ تا ۱۶۵

راستہ دکھادیا ہے یہ دینِ حنیف کی اساس ہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی راہ کا دائرہ عمل ہے ہمارا مرنا جینا سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اللہ تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں!۔

ہر شخص اپنے عمل کا جواب دہ ہے!
کوئی دوسرا شخص کسی کے گناہ کا بار نہیں اُٹھا سکتا!:

اے راہِ حق کے طلب گارو! ہر شخص اپنے عمل کا جواب دہ ہے کُفّار کا تو یہ طرزِ عمل تھا کہ دعوتِ توحید کے قبول کرنے میں بحث کرتے! فساد برپا کرتے اور بَرملا اظہار کرتے تم دعوتِ حق چھوڑ کر ہمارے راستے پر آجاؤ اگر اس میں کوئی گناہ سرزد ہو تو ہمارے ذِمّہ کس قدر نادانی کا طرزِ عمل تکلّم ہے چنانچہ آیت ۱۲ سورۃ العنکبوت پارہ ۲۰ اَمَّنْ خَلَقَ میں ارشادِ ربی ہوا:

قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ

''کافروں نے اہلِ ایمان سے کہا تم ہماری راہ پر چلو رتابعداری اختیار کرو تمہارے گناہ ہم اُٹھالیں گے''۔

خلاصہ رکوع ۲۰ آیت ۱۶۱ تا ۱۶۵

جواب مل گیا ہر ایک کا گناہ اسی کے ذِمّہ ہے کوئی دوسرا شخص کسی کے گناہوں کا بار اُٹھانے کی صَلاحیت نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ نے زمین پر انسان کو اپنا نائب مقرّر کیا ہے ایک قوم جاتی ہے تو دوسری قوم آجاتی ہے۔ اے صاحبو! یادرکھنے کی بات ہے تمہیں آخرت کا حساب لوگوں کے سامنے نہیں دینا ہے بلکہ تمہارا عمل تمہارے سامنے کردیا جائے گا پھر تمہیں اپنے اپنے اختلافات کا علم ہوجائے گا۔ ذرا سوچو تو سہی! ''عمل کی اپنی اساس کیا ہے بجز ندامت کے پاس کیا ہے'' کے مصداق مقامِ فکر ہے کہ اپنے علم اور اختیارات کس طرح بروئے کار لاتے ہو اور مخلوق کے حقوق سَلب کر کے ظلم وجور کرتے ہو تو اس کی جواب دہی امر لازمی ہے ایک امیر اور صاحبِ ثروت کے لئے اس کا مال آزمائش ہے، ایک درویش کے لئے اس کا انداز درویشی امتحان ہے گویا ہر ایک کو امتحان کی گھڑی سے گذرنا ہوگا اللہ تعالیٰ جلد ہی تمہیں عمل کا عذاب دینے والا ہے اس لئے عمرِ عزیز کے لمحات کی قدر کرو، درِ توبہ کُھلا ہوا ہے توبہ کرو!، یہ وقت بڑا غنیمت ہے۔

توبہ کا یہی وقت ہے کیا سوچ رہے ہو
سجدے میں جبینوں کو جُھکا کیوں نہیں دیتے

الحمدللہ سورۃ الانعام اللہ کی توفیق سے مکمل ہوئی

عذر ہائے من پذیر

سورۃ الاعراف

آیت ۱ تا ۸۷ کا خلاصہ مطالعہ مضامین کی روشنی میں

معرفتِ رسول ہی معرفتِ باری تعالیٰ کی اَساس ہے
معرفت کی دلیل فرمانبرداری ہی تو ہے:

اے طالبِ حُسن وسُرور! اللہ کی معرفت ایک ایسی کیفیت کا اَحساس ہے جو قلبِ انسانی پر وارد ہوتی ہے اور اللہ کی طرف سے یہ خزانہ انمول انبیاء کرام علیہم السلام کو بخشا جاتا ہے جب ہی تو کلام اللہ دل پر اُترتا ہے پھر اَنبیاء اِس نعمتِ عظیم کو اپنی اپنی اُمّت کو عطا کردیتے ہیں جس دل کو یہ نور ملتا ہے اس کا تزکیہ ہوتا چلا جاتا ہے پھر کہیں جا کر وہ کتاب وحکمت کی تعلیم کو سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے، معرفتِ رسول ہی معرفتِ باری تعالیٰ کی اساس ہے، معرفت کی دلیل فرمانبرداری ہی تو ہے۔

اَبدی راحت اور تسکینِ قلب ونظر کے لئے
اللہ کی اطاعت اور عبادت کو اپنا شعار بناؤ:

اے صاحب آرزو! یہ کتاب قرآنِ مجید، فرقانِ حمید جو اللہ کی طرف سے آپ ﷺ پر اُتاری گئی ہے اس کا ماحصلِ مدّعا ہے کہ نافرمانوں کو اعمالِ بد وقبیح کے نتائج سے آگاہی ہو اور اہلِ ایمان کو تربیت وتعلیم اِس اندازِ فکر وعمل سے دی جائے کہ قربِ الٰہی نصیب ہو جائے، آپ ﷺ کو ملول ورنجیدہ نہ ہونا چاہئے یہ باری تعالیٰ کا ذاتی کلام ہے کس قدر مشقّت اُٹھا کر اور بارِگراں سہہ کر لوگوں تک پہنچایا گیا ہے لیکن مقامِ افسوس ہے یہ بدنصیب مانتے نہیں آتشِ جہنّم اُن کی منتظر ہے یہ آقائے نامدار ﷺ کی فطری محبت اور شفقت تھی کہ لوگوں کے انجام کا دکھ محسوس کرتے۔ اے صاحبو! ابدی راحت اور تسکین قلب ونظر کے لئے اللہ کی اطاعت اور عبادت کو اپنا شعار بناؤ جنہوں۔نے شیطانی طرزِ عمل اختیار کیا وہ ہدایت سے محروم رہیں گے اور ناکامی ان کا مقدّر ہوگی۔

میری سنو! جو گوش نصیحت نیوش ہے:

اے صاحب حسن وعشق! ''میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے'' کے مصداق تمہارا ربّ تمہارا سب سے بڑا مددگار ہے باری تعالیٰ سے لُو لگاؤ! اللہ کی طرف رجوع ہونا انعام ہے جس نے اللہ کی یاد سے غفلت برتی، نافرمانی کے مُرتکب ہوئے وہ کتنے ہی صاحبِ فہم وذکاء تھے جنہیں عیش میں خوفِ خدا نہ رہا اللہ نے اُن کی غفلت، اوہام پرستی اور نافرمانی کی بناء پر انہیں ہلاک کیا اِن مُجرموں سے دریافت کیا جائے گا بتاؤ تو سہی! تم نے ہمارے رسول کا حکم کیوں نہ مانا، رسولوں سے بھی استفسار کیا

Marfat.com

جائے گا کیا تم نے ہمارا منشورِ عمل پہنچا دیا یا نہیں! لوگ تو کائناتِ رنگ و بُو نیرنگیٔ زمانہ کی لطافت میں اس قدر گُم ہو جاتے ہیں کہ عذابِ باری تعالیٰ کے مستحق ہو جاتے ہیں کتنی قومیں راتوں رات تباہ ہو گئیں۔

یوم قیامت میزان عدل پر سب کے اعمال کو پرکھا جائے گا، کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہو گی

اے راہِ حق کے طلب گارو! آج کارزارِ ہستی میں تمہاری سوچ ہے کہ صاحبِ ثروت کا پلّہ بھاری ہے اقتدار کی فکر میں کھوئے ہوئے ہو! مل جائے اقتدار تو فخر و انبساط کرتے ہو لیکن کیا تمہیں پتہ ہے یومِ قیامت میزانِ عدل پر سب کے اعمال کو پرکھا جائے گا اُس دن ٹھیک ٹھیک تول کیا جائے گا کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہو گی، اُس دن اعمال کا تولنا برحق ہو گا میزانِ عمل کے ایک پلڑے میں نافرمانیاں ہوں گی اور ایک پلڑے میں اطاعت اور نیکی کا عمل رکھ دیا جائے گا جس کی نیکی کا پلڑا بھاری ہو گا وہ کامران اور شاد کام ہو گا اور اگر گناہ اور معصیت کا پلڑا بھاری ہوا تو وہ بقدر گناہ دوزخ میں جائے گا یہ بڑے خسارے کی بات ہے کفر والحاد تو ایسا گناہ ہے جس کے ساتھ نیکی اپنا وجود ہی نہیں رکھتی۔ یہ ستاروں پر کمند ڈالنے والے اِس بات کو جان لیں کہ کفر ہمیشہ کی آفت ہے اللہ نے اپنی رحمتِ کاملہ سے زمین میں بسانے کے سامان مہیا کیے، ضرورت معاش کی ہر سہولت فراہم کی لیکن ہم ہیں کہ اللہ کے ناشکرے اور نافرمان رہے۔

گیا شیطان ایک سجدے کے نہ کرنے سے:

اے طالب حسن و عشق! انسانی زندگی کو محض ایک حادثہ کا نام تو نہیں دیا جا سکتا، اس کا ایک منظر اور پس منظر ہے جو ہماری فلاح و صلاح کے لئے بیان کر دیا جاتا ہے اس کا مقصد و مدعا پتہ چلے گا تو کامیابی اور ناکامی کے عناصر کا اندازہ کر لینا ہمارے لئے قدرے آسان ہو گا اب تو ترقی اور ارتقاء کے مادّی وسائل کو ہم نے کمالِ عروج سمجھ لیا ہے لیکن یہ بھول گئے کہ اصلی ضرورت تو روحانی ترقی میں مضمر ہے مادّی کمالات کا دائرہ کار اس کے زیر اثر ہے اگر روحانی مدارجِ ارتقاء سے انسان ناآشنا ہو جائے تو پھر مادّی انکشافات تو دکھوں کو مزید بڑھاتے ہیں۔ ہماری تخلیق سے پہلے، سکونت کے اسباب فراہم کئے گئے، گویا قیام و طعام کا سامان کیا، پھر اس مادّہ کو اس قدر دل کش دل رُبا اور جاذب نظر بنا کر حسین جمیل صورت تشکیل دی جو کسی دوسری مخلوق کو نہ بخشی گئی پھر کیا ہونا تھا۔

ع ملا جواب کے تصویر خانہ ہے دنیا
شب دراز عدم کا فسانہ ہے دنیا — اقبالؒ

کے مصداق پھر اس تصویر خاکی کو وہ روح اور حقیقتِ بالیدگی ملی پھر باری تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرما کر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کی خدمت کے لئے سرِ تسلیم خم کرو اُنہیں سجدہ کرنے کو کہا گیا سب جھک گئے، ابلیس نے انکار و سرکشی کو اپنا شعار بنایا کہنے لگا میں آدم سے افضل ہوں شیطان نے سجدہ نہ کیا۔ سجدہ نہ کرنے کی پاداش میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مرتبۂ قُرب سے نیچے گرا اور اللہ کی رحمت سے بہت دُور پھینک دیا گیا بالفاظ دیگر یوں کہیے:

Marfat.com

گیا شیطان اک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا — اقبالؔ

حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ تکبر اور فخر و افتخار کا جو عُنصر شیطان میں تھا، ناز تو اس بات کا تھا کہ وہ آگ سے پیدا ہوا ہے وہی اُس کی ہلاکتِ ابدی کا موجب ٹھہرا، آخر کار برقِ تپاں کی حَسد کے سبب جہنّم میں جا گرا اِس کے برعکس جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی تو عنصرِ خاکی نے ربِّ جلیل کے حضور عجز و اِنکساری فروتنی استطاعت دکھائی اور راہِ ہدایت پائی، آدم علیہ السلام کا وجود مٹی سے بنایا گیا۔ حافظ شمس الدین ابن القیم نے ''پندرہ دلائل وجوہ کے ساتھ مٹی کا آگ سے افضل ہونا ثابت کیا ہے''۔ (بحوالہ بدائع الفوائد)

اِبلیس عزّت وعظمت کے اس مقام پر اپنی عبادت کے سبب فائز تھا مگر غرور کے سبب اس مقام سے محروم ہوگیا:

اے راہِ حق کے طلب گارو! آسمانوں یا بہشت میں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی وہ مخلوق قیام پذیر ہوسکتی ہے جو اللہ کی فرمانبرداری بجالائے، نافرمانوں!، اور تکبّر میں مبتلا ہونے والوں کی وہاں کوئی گنجائش نہیں! بہرنوع اِبلیس عزّت وعظمت کے اس مقام پر اپنی عبادت اور ریاضت کے سبب فائز تھا تکبّر وغرور کے سبب اس مقام سے محروم ہوگیا، راندہ دربار ہوا، ذلیل ورُسوا ہوا تو قیامت تک مہلت طلب کی اللہ نے خاص وقت تک مُہلت بخشی! زندہ رہنے کے لئے ''اللہ قادر ہے دنیا میں کافر کی دعا بھی قبول کرلے تو اُسے کوئی مانع نہیں، مگر آخرت میں کافر کی دعا قبول نہ فرمائے گا۔ (بحوالہ ''اسرار التنزیل'' از امیر محمد اکرم اعوان)

حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ ''جب دنیا فنا ہوگی یعنی پہلا نفخہ ہوگا تو اِبلیس کو موت آئے گی''۔

ابلیس تو لوگوں کو گُمراہ کرنے کی تاک میں ہے تاکہ لوگ اللہ کے نافرمان بن جائیں:

اے طالبِ حُسن وسُرور! ابلیس تو لوگوں کو گُمراہ کرنے کی تاک میں ہے تاکہ لوگ اللہ کے نافرمان بن جائیں، جب گناہ کے نتیجہ میں دل سیاہ ہونے لگتے ہیں تو انسان بھی عجیب ہے بُرائی کو تقدیر کا خاصہ جان کر اسے باری تعالیٰ کے ذمّہ کرنے لگتا ہے اور اِذنِ حضوری سے محروم ہوکر شیطان کی طرح بے باک ہوجاتا ہے یہ بھی شیطان کی شرارت ہے وہ دل میں وسوسے ڈالتا ہے لیکن اللہ کی رضا پانے والا ان وسوسوں سے دُور رہتا ہے آدم علیہ السلام کو حکم ملا آپ علیہ السلام اور آپ کی زوجہ دونوں کو اختیار ہے بہشت میں رہو اور جو چاہو تناول کرو لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا، شیطان نے اپنا کام کیا دونوں کے دل میں وسوسہ پیدا کیا، فریب کھا گئے وہ دونوں نے پھل چکھا، اِبلیس نے وسوسے القاء کئے پھل کا کھانا تھا اُن کی شرم گاہیں عیاں ہوگئیں جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھیں، پھر ان کا پیراہن بہشت اُتر گیا، ربّ نے ندا دی کیا تمہیں روکا نہیں گیا اور بتا نہیں دیا گیا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اِس پر دونوں کو احساسِ ندامت ہوا اور ربّ سے اِلتجا کی عجز واِنکساری کے ساتھ دعا کی اے اللہ! ہم نے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنا خسارہ کرلیا، اے ربِّ جلیل اگر ہماری تقصیر معاف نہ ہوئی تو ہمارے پاس

Marfat.com

سوائے رسوائی اور بربادی کے سوا کچھ بھی نہیں!۔

یہ سلسلہ روز وشب چلتا رہے گا:

اے اہلِ آرزو! جاؤ زمین میں قیام کرو تمہارے لئے دنیا کی حیات ہے اور وہاں پر تم کو اور تمہاری نسل کو آغوشِ موت میں جانا ہے یہ سلسلہ روز و شب چلتا ہی رہے گا اور یہ دشمنی تمہارے درمیان ہوتی رہے گی کہیں غفلت کے شعار اپنا نہ لینا ایسا نہ ہو کہ ابلیس پھر تمہیں دامِ فریب میں مُبتلا کر کے اصل راہ سے ہٹا کر منزلِ مقصود سے محروم کر دے! اِسی سرزمین میں رہنا ہے اسی میں مرنا ہے اسی سے روزِ قیامت اُٹھائے جاؤ گے۔

انسان کا حُسن لباسِ تقویٰ میں مُضمَر ہے،

بے حیائی کا لباس شیطانی عمل کا مظہر ہے:

اے صاحبِ حُسن و عشق! تمہارے لئے لباس اُتارا گیا جو سَتر پوشی بھی کرتا ہے اور زینت کا بھی باعث ہے! مقامِ تردد ہے کہیں ابلیس لعین ہمیں بے لباس نہ کر دے، تہذیبِ جدید میں روشنی کے مینار یہ محفل نشاط و رنگ، یہ لوگ تو شیطان کی بات ماننے والے ہیں یہ تہذیبِ نو کے آذر! رسمِ بے حیائی نبھانے کی خاطر حیا اور بے حیائی سے بے خبر، نیم برہنہ لباس کی نمود، اور عریاں جسم کی نمائش کو فعلِ حسن قرار دیتے ہیں۔ ❶ اُن کو پتہ ہی نہیں انسان کا حُسنِ لباسِ تقویٰ میں مُضمر ہے بے حیائی کا لباس رپیرہن شیطانی عمل کا مظہر ہے۔ اصل لباس تو کردار حسن ہے جس سے باری تعالیٰ کی عظمت کا یقین اور اظہار ہوتا ہے صرف رنگ برنگ کے شوخ کپڑے سے جسم کو چھپانا ہی لباس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور عبادت کا ربط باہم جو خلوص دل و نگاہ سے ہو ایسا لباس ہے جو دو عالم کی رُسوائی اور تذلیل سے بچاتا ہے جس سے ابدی عظمت، شوکت جمال، شوکتِ کمال اور کامیابی نصیب ہوتی ہے نیکی اور اطاعت اللہ اور اطاعت رسول قلبِ حزیں کو منوّر اور تاباں کرتی ہے جس پر شیطانی خیالات اور وسوسے اثر انداز نہیں ہونے پاتے۔

ہر امر کی انجام دہی میں اعتدال شرط اوّل ہے:

اے نورِ شوق کے متوالو! ابلیس کہیں تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دے! سعادتِ ایمان سے محروم ہونے والے شیطان کے دوست رساتھی ہیں جب دل پر شیطان کے وسوسے چھا جاتے ہیں تو پھر بدکار کہنا شروع کر دیتے ہیں ہم نے جب سے آنکھ کھولی ہے گیتی کائنات میں یہی ہوتا چلا آیا ہے سب کچھ باری تعالیٰ نے بنایا ہے تو اس عمل میں احساس قباحت کیونکر! ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ گناہ پر ندامت ہوتی! لیکن یہی نئی تہذیب کا کرشمہ ہے اعجاز دل رُبائی ہے اُن کو خبر ہی نہیں یہ جہالت کی بات ہے بُرائی کر کے اُسے اللہ کا حکم بتایا جائے، کفر و الحاد کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ اللہ کا خوف نہیں رہتا، اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی بے حیائی کا حکم نہیں دیا، اللہ تمہیں عدل و انصاف اور میانہ روی کے راستے پر گامزن رکھنا چاہتا ہے ہر امر کی انجام دہی میں اعتدال شرط اوّل ہے۔

سورۃ الاعراف رکوع ۳ آیات ۲۶ تا ۳۱ کا خلاصہ

---

❶ ...... کس قدر نادان ہیں یہ شیطان کے دوست۔

Marfat.com

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق:

اے طالبِ حُسن و سرور! جب تمہیں اللہ کی عبادت کے لئے مسجد جانے کی سعادت ملے تو قبلہ کی سمت سجدہ کرتے وقت اپنا چہرہ سیدھا رکھو! بس اتنا ضرور جان لو!

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق
زبان اور دل کی شہادت کے لائق حالیؔ

کے مصداق اللہ کی اطاعت اور عبادت کرو پُوری یکسوئی اور توجّہ قلب کے ساتھ، خاص اللہ کی بندگی ہی پیشِ نظر ہو اور کائنات رنگ بُو کے دلدادہ نہ بنو سفرِ آخرت قریب تر ہے اس کی تیاری کے لئے لمحاتِ زندگی کو وقف کردو اچھی طرح جان لو! جس طرح تمہیں اس نے پہلی بار تخلیق کیا پھر دوبارہ تمہیں اُٹھائے گا۔

پاکیزہ زندگی کو اپنا شعار بناؤ!

اِسراف بے جا سے اَجتناب کرو:

اے صاحبِ آرزو! پاکیزہ زندگی کو اپنا شعار بناؤ، نزُولِ قرآن کے وقت بھی بے حیائی، بے شرمی اور برہنگی عروج پر تھی، حد ہوگئی عریانی کہ عرب کی تہذیب تو یہ ہوگئی کہ بَرہنہ ہو کر طواف کرنا عبادت میں شامل تھا، یہ اسلام کا اعجاز ہے کہ آج سے چودہ صدی پہلے اس بُرائی کو مٹا کر دکھایا۔ ادائیگیٔ نماز کے لئے زینتِ لباس کی تلقین کی گئی۔ اے صاحبو! دنیا میں ایک گُروہ ہدایت یافتہ رہا اور دوسرا گروہ ظُلمت و گمُراہی کا شکار، ایک گُروہ حق کا آئینہ دار اور اللہ کا اطاعت شعار دوسرا گُروہ شیطان کی پناہ میں چلا گیا اور ابلیس کی غلامی اختیار کی وہ گمُراہ ہوا اور اِسراف بیجا سے اَجتناب کرو اللہ فضول خرچ کو پسند نہیں کرتا۔

دنیا کی زینت والی زندگی مؤمن کے لئے ہے

اور آخرت میں بھی اُن کا حصّہ ہے:

اے صاحبِ حسن و عشق! دنیا کی زینت والی زندگی مؤمن کے لیے ہے اور آخرت میں بھی اُن کا حصّہ ہے مؤمن کے سبب کافر دنیا کی نعمتیں پاتے ہیں، آخرت میں نعمت اور رحمتِ عام نہ ہوگی بلکہ رحمت خاص اور اِنعام کا ظہور ہوگا آخرت میں کافر ہر طرح کی نعمت اور رحمت سے محروم ہو جائے گا۔ باری تعالیٰ نے بے حیائی کے اُمور کو حرام ٹھہرایا ہے خواہ وہ ظاہری ہوں یا مخفی باری تعالیٰ نے معصیت کے ہر کام کے کرنے کو منع کیا ہے خواہ ان کا تعلق اپنی ذات سے ہو یا ایسے معاملات جس کا سلسلہ دوسروں کے حقوق سے ہو، اللہ اپنی ذاتِ واحد میں کسی کو شریک کرنے کی اجازت نہیں دیتا، یہ تو بڑا ظلم ہے اللہ سے ایسی بات مَنسوب کرنا جس کا حکم نہیں ہے یہ ایک طرح کی اِفتراء کی علامت ہے۔ دین میں بدعات جاری کرنا فعلِ ناپسندیدہ ہے بدعات کو مروّج کر کے اپنی عاقبت کو خراب نہیں کرنا چاہئے۔

Marfat.com

حق پانے کے لئے رسول کی تعلیمات سے اِصلاح کرنا سیکھو!

حزن وملال سے دُور رہو گے:

اے طالبِ حُسن وسُرور! ہر اُمّت کے لئے ایک خاص ساعت تک، ایک حد تک مُہلت کا تعیّن ہے جب وہ گھڑی آئے گی لمحہ بھر کی تاخیر نہیں ہونے کی، جو لوگ انبیاء کی تعلیمات کے منکر رہے اور اپنے فخر ومباہات میں خود کو بڑا آدمی تصوّر کیا ایسے لوگوں کا انجام آتشِ جہنّم ہے۔ اُن کا جرم بھی تو عظیم تر ہے تعلیماتِ نبوت سے راہِ فرار، پھر ذاتِ باری کی وحدانیت سے انکار یہ اور بات کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے کائناتِ رنگ وبُو میں جو رزق اور عمرِ عزیز مقرّر کردی اکثر اوقات وہ اِس کا ضرور فائدہ اُٹھاتے ہیں حق وباطل اختیار کرنے کا ہر ایک کو اختیار ہے، حق پانے کے لیے رسول کی تعلیمات سے اصلاح کرنا سیکھو! غم وآلام اور حزن وملال سے دُور رہو گے۔ جب موت کے فرشتے رُوح قبض کرنے آئیں تو اُن سے دریافت کریں گے کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے تھے، روزِ محشر کافر اپنے باطل معبودوں کو تلاش کرنے میں مصروفِ عمل ہوں گے اِس دن میں وہ گُم ہو جائیں گے ان کو کہیں امان نہیں ملے گی۔

موت کے وقت فرشتہ کافر سے بھی ہمکلام ہوتا ہے:

اے راہِ حق کے طلب گارو! فیصلے کی ساعت کے وقت یہی حکم ملے گا کہ کافر انسان اور جن اپنے سے پہلے گذرنے والے نافرمان اور ظالموں کے ساتھ جہنّم میں داخل ہوتے چلے چلو!۔

موت کے وقت فرشتہ کافر سے بھی ہمکلام ہوتا ہے، جس درجے کا کُفر ہوگا ایسے درجے کے دیگر کافراُن کے ہمراہ دوزخ میں داخل ہوں گے اور اپنے سے قبل گروہ کو کلماتِ لعنت سے سرفراز کرے گا کہ جس قدر گُمراہی کی راہ دکھائی کہ ہم جس پر چل کر تباہ ہوگئے۔ اے اللہ ان کو دوگنا عذاب میں مُبتلا کردے، پہلے والے بَرملا کہیں گے تم بھی بُرائی میں ہم سے کچھ کم تو نہیں! تم نے کیوں احکاماتِ باری تعالیٰ کو طاقِ نسیاں سمجھ لیا رسم ِمراسم نبھانے کے لیے خُرافات کو کیوں اپنایا۔

شانِ تمکنت اور کرّوفر کرنے والوں کے لیے آسمانوں پر ’’بابِ بہشت‘‘ نہیں کُھلتے:

اے نورِ شوق کے متوالو! جو لوگ باری تعالیٰ کے ارشادات کو شرفِ قبولیت نہیں سمجھتے، شانِ تمکنت اور کرّوفر کو دیکھا کر محض دکھاوا ہی دکھاوا کرتے ہیں اُن کے سارے کمالات اور ذوقِ جمال کی صلاحیت زیرِ آسمان ہی رہتی ہے ان پر آسمان پر ’’بابِ بہشت‘‘ نہیں کُھلتے نہ ہی وہ جنّت میں داخل ہوسکیں گے یہاں تک کہ یہ ایک امرِ مشکل ہے جیسا کہ ایک اُونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزرنا۔ احادیثِ مبارکہ کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے کہ جب روح قفسِ عنصری سے پرواز کرتی ہے تو اس کے بعد روح کو آسمانوں سے اُوپر لے جا کر بارگاہِ الوہیّت کے سامنے حاضر کیا جاتا ہے روح قبض کرنے والے فرشتے بھی اسے توقیر وعزّت کے ساتھ لے کر جاتے ہیں ہر آسمان پر سعادت عزّت ملتی ہے اس کے بعد گورِ غریباں رقبر میں حساب

Marfat.com

وکتاب کا مرحلہ آتا ہے نیک لوگوں کے خوشبو، روشنی اور نظارے سب کچھ نصیب ہوتا ہے مگر کافر کا یہ حال کہ موت کے فرشتے ہیبت ناک شکل میں رونما ہوتے ہیں اُن کی رُوح کو بھی اذّیت دے کر قبض کرتے ہیں اُن کے لئے آسمانوں کا دروازہ بھی نہیں کُھلتا سوال اور جواب کے بعد قبر کا رابطہ دوزخ ہوتا ہے اُن کا نامۂ اعمالِ سجین میں رکھ دیا جاتا ہے نیچے والا سجین مبتلائے عذاب کا مسکن ہے۔ مُجرموں کو ایسی ہی سزا ملتی ہے۔

اہلِ ایمان، صاحبِ تقویٰ اور صالح لوگوں کے لئے دوامی جنّت مقدور ہے:

اے صاحبِ آرزو! اہلِ ایمان، صاحبِ تقویٰ اور صالح لوگوں کے لئے دوامی جنّت مقدور ہے اُن کے نیک اعمال کا اَجر ہے اہلِ بہشت کو نویدِ بشارت ہے دنیا میں باہم آپس میں کوئی مخفی رَنجش، کدورت، کینہ اور غلط فہمی ہو تو جنّت میں داخل ہونے سے پہلے رَبّ کی قدرتِ کاملہ سے اِن آلودگیوں سے اُن کے سینوں کو پاکیزگی مل جاتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جو راہِ ہدایت بتائی وہ صداقت اور حق کا راستہ ہے۔ اہلِ ایمان کے لئے نویدِ مُسرت ہے غیب سے نِدا آئے گی یہ تو جنّت ہے تم وارث ہو یہ اُس کا صلہ ہے جو کچھ دنیا میں کیا کرتے تھے اپنی خواہشِ نفس پر قابو پا کر اللہ کی فرمانبرداری کی! اور ہر قسم کے مصائب کے بارِ گراں سہہ کر ہمارے رسول کے بتائے ہوئے راستہ کو اختیار کرنے کی سَعادت حاصل کی!۔

کیا آپ کو نہیں معلوم! گُمراہی کا سبب آخرت پر اِیقان ویقین کی کمی ہے اور اِس کا انکار ہے:

اے طالبِ حُسن وسُرور! ایک نِدا یہ بھی آئے گی ظالموں پر اللہ کی لَعنت، متاعِ کارواں مٹائے گئے دوسروں کو بھی اللہ کی راہِ ہدایت سے روکنے کی کوشش میں سَرگرداں رہے۔ ہائے رہے افسوس! سَعی رائیگاں میں مصروف ومُنہمک رہے اپنی پسند کے غلط راستے اپناتے رہے اور آخرت کے انکاری رہے، آخرت میں تین گُروہ ہوں گے (الف) جہنّم والے۔ (ب) جنّت والے۔ (ج) وہ لوگ جو دوزخ اور بہشت کے درمیان میں کھڑے ہوں گے اور لوگوں کو جنّت میں جاتے ہوئے دیکھیں گے۔ حدیثِ مُبارکہ میں مذکور ہے کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ نورِ ایمان کی حرارت کے ساتھ عَصیاں کا بھی بوجھ ہوگا نیکی اور بُرائی مساوی ہوگی نہ بہشت میں جانے کی اجازت ہوگی اور نہ جہنّم میں ڈالے جائیں گے! وہ تو پُل صراط پار کر کے اِس جگہ روکے گئے جو جنّت اور دوزخ کے مابین حد فاصل ہے نہ اس پر جنّت کا انعام لطافت میسّر ہے اور نہ عذابِ جہنّم کا اثر۔ حدیث مبارکہ سے نوید ملتی ہے آخر کار اللہ اپنی رحمت خاص سے داخلِ بہشت کرے گا۔

انسانی بَصیرت کا تقاضا ہے کہ گیتی کائنات کے لیل ونہار صالح لوگوں کے ساتھ گذارے جائیں!:

اے راہِ حق کے طلب گارو! اہلِ اعراف لوگوں کو اُن کے چہرے سے پہچان رہے ہوں گے! اہلِ بہشت کو دیکھ کر

سورۃ الاعراف رکوع ۵ آیات ۴۰ تا ۴۷ کا خلاصہ

سورۃ الاعراف رکوع ۵ آیات ۴۰ تا ۴۷ کا خلاصہ

Marfat.com

فرحت فرحت، شاداں شاداں ہوں گے اہلِ جنّت کو سلامتی کا پیام ملے گا اہلِ دوزخ پر نگاہ پڑے گی تو پکار آئے گی اے ربِّ جلیل ہمیں ان ظالموں میں شمار مت کرنا، وہ غضب الٰہی سے لرزہ لرزہ مضطرب، مضطرب، پشیماں پشیماں پناہ کے طلب گار ہوں، انسان کی کوشش ہونی چاہئے کہ نیک لوگوں کے ساتھ رہیں انسانی بصیرت کا تقاضا ہے کہ گیتی کائنات کے لیل ونہار صالح لوگوں کے ساتھ بسر کرے تا کہ آخرت کے انعام واکرام کے مستحق بن جائیں۔

ع　صحبت صالح ترا صالح کند

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم، یہ بخیلی نہیں رزاقی تو ہے:

اے اہلِ حُسن وعشق! دنیا دار لوگ مال وزر اقتدار کو اور اللہ کی رضا مندی کو سند جان لیتا ہے کہ یہ سب کچھ ان کے لئے آخرت میں وبال کا مُوجب بنتی ہیں کائناتِ رنگ وبو کی لطافت میں کھو جانے والا ہوائے نفس کا شکار ہو جاتا ہے ایسی دولت اور اقتدار کس کام کا جو ذکر باری تعالیٰ سے بیگانہ کر دے یہ تو غضبِ الٰہی کا منظر نامہ ہے اہلِ دوزخ اہلِ جنت کو آواز دیں گے تمہارے قدموں تلے تو چشمے رواں دواں ہیں اور باغات میں رنگ نکہت ونور ہے باغ پھولوں سے سجے ہیں چند گھونٹ پانی مل جائے تو سکوں میسّر آجائے۔ ❶ آگ ہی آگ ہے چاروں طرف شاید کہ کچھ کھانے سے افاقہ مل جائے وہ جواب میں کہیں گے یہاں اپنا تو کچھ بھی نہیں، سب کچھ اللہ کا ہے اس نے تمام چیزوں سے کافروں کو محروم کر دیا ہے۔

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
یہ بخیلی نہیں رزاقی تو ہے　اقبالؔ

یہ رُبوبیت تقاضے سے بے نیاز ہو کر احساسِ تکبّر میں کھو کر آخرت کی گھڑی سے بے خبر رہے اللہ نے فیصلہ دے دیا ہے جن لوگوں نے دنیا میں اللہ کے فرمان پر دھیان نہیں دیا، آخرت کی کبھی فکر نہیں کی، آج ہم نے اُنہیں فراموش کر دیا ہے ممکن ہے کہ وہ کسی کی سفارش کے متمنی اور مُتلاشی ہوں لیکن اس وقت ان کا کوئی حمایتی نہ ہو گا عین ممکن ہے وہ اُس وقت دوبارہ دنیا میں جا کر عمل کرنے کی آرزو کریں اب فیصلہ کی گھڑی قریب تر ہے اب اپنے انجام پر نظر رکھنی ہو گی مکافاتِ عمل کا وقت آ گیا ہے۔

بے شک اللہ نے زمین وآسمان چھ روز میں تخلیق کیے، پھر عرش کا قیام عمل میں آیا:

اے نورِ شوق کے متوالو! بے شک اللہ نے زمین وآسمان چھ روز میں تخلیق کیے، پھر عرش کا قیام عمل میں آیا۔ زیرِ عرش بھی سب کچھ اللہ کا ہے اور بالائے عرش میں بھی اللہ ہی حاکم مطلق ہے وہ ذات واحد، اپنے وجود میں اور اپنی ذات میں کسی

❶ ......اے ناداں یہ دنیاوی زندگانی کا لمحۂ فکر ہے پانی کے قطرے کی طلب! کس قدر بے بسی کا عالم ہے خواہشِ نفس کے غلام، رقص وسرور میں مردوں عورتوں کا روپ، عورتوں کے ساتھ اُلفت کے تقاضے نبھانا یہ سب کچھ خرافات کو عبادت کے طور پر اپنائے ہوئے تھے دُنیا کی زندگی نے اُنہیں فریب میں ڈالے رکھا قیامت کی گھڑی کو بھول گئے اُنہیں تکبّر میں پتہ ہی نہیں چلا منکرِ آخرت بن گئے پھر عذاب میں مبتلا تو ہونا ہی ہے یہ اہلِ کُفر حسرت ویاس کے عالم میں کہیں گے۔ بقول شاعر　ع　الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا۔

کامحتاج نہیں ۔اے صاحبو! تم اس کی بے شمار نعمتوں کو پا کر فائدہ اُٹھا رہے ہو، کیف وسُرور کی لطافت سے لُطف اندوز ہو رہے ہو تو اب وقت آ گیا ہے اُس کو یاد کرو چُپکے چُپکے ادب کے ساتھ، عجز وانکساری کے ساتھ، طلب حاجات کے لیے اللہ سے دعا کرو، اللہ کی رحمت نیک کاروں کے قریب تر ہے۔ ''وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ '' اور ستارے اور درخت دونوں سجدہ کرتے ہیں۔ ''اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ '' آفتاب اور ماہتاب مقرّرہ حساب سے ہیں اللہ کے ٹھہرائے ہوئے حساب سے اپنی اپنی منزل پر رواں دواں رہتے ہیں اپنی حد سے آگے نہیں جاتے۔

میری توبہ کے بعد بھی یہ سماں، میرے اللہ میری توبہ ہے:

اے صاحبِ آرزو! جی میں آتا ہے اظہارِ عقیدت کے جذبے سے سرشار ہو کر کہہ دوں! دعا کی یہ کیفیّت ہو جائے:

ع　میری توبہ کے بعد بھی یہ سماں

میرے اللہ میری توبہ ہے　حفیظ جالندھری

اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اُس کی نافرمانی سے ڈرتے رہو اُس کی رحمت پر پوری اُمید کے ساتھ یقین کامل رکھو، فساد فی الارض مت کرو، اکثر یوں بھی ہوتا ہے لغزش سرزد ہو جاتی ہے مگر اطاعت کی کوشش انسان کرے تو توبہ کی توفیق ملتی ہے جو رحمت پالیتی ہے اپنی خطاؤں کا اعتراف اور اللہ کا دل میں خوف بھی ہو تو انعام ملتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو پیامِ حق دیا کہ

اللہ کی عبادت کو اپنا شعار بناؤ:

اے صاحبِ حُسن وسُرور! حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو پیامِ حق دیا، کہ اللہ کی عبادت کو اپنا شعار بناؤ اللہ کے سوا کوئی لائقِ پرستش نہیں! کہیں تم لوگ گمراہی میں مُبتلا ہو کر ایک بڑے دن کے عذاب کا شکار نہ ہو جاؤ چاہیے تو یہ تھا کہ قوم اِس دعوتِ حق کو قبول کرتی مگر قوم کے لوگوں کا معاملہ بھی عجیب رہا، تُہمت لگائی کہ حضرت نوح علیہ السلام خود گمراہی میں ہیں حضرت نوح علیہ السلام نے برمَلا کہا میں قطعی گمراہی میں نہیں ہوں میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری فلاح کا طالب ہوں۔

تقویٰ ایک ایسا طرزِ عمل ہے جو مُسرّت،

طمانیتِ قلب ونظر سے معمور ہوتا ہے:

اے اہلِ آرزو! لوگوں کا بھی عجیب حال ہے مال کی فراوانی، اولاد کی کثرت پر اس قدر اتراتے ہیں کہ اپنے اپنے مزاج کے مطابق زندگی گذارتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ کُفر وشرک کو اپناتے ہیں مُشرک کا یہ شیوہ ہوتا ہے کہ اپنی خواہشات کے مطابق رسم کفر والحاد کو مذہب کا درجہ دینے لگتے ہیں بہر نوع یہی صورت حال اُس وقت تھی جب حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے اللہ کی معرفت پانے کے لئے رسالت اور نبوّت ایک اہم کڑی ہے۔ رسول اور نبی بھی انسانوں میں سے ہوتے ہیں تاکہ انسان کو فائدہ ملے تقویٰ ایک ایسا طرزِ عمل ہے جو مسرت اور طمانیتِ قلب ونظر سے معمور ہوتا ہے اور مُردہ دل پُرنور

سورۃ الاعراف رکوع ۷ آیات ۵۴ تا ۵۸ کا خلاصہ

سورۃ الاعراف رکوع ۸ آیات ۵۹ تا ۶۴ کا خلاصہ

Marfat.com

نبوت کی روشنی بکھیرتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے (۹۵۰) نو سو پچاس سال۔ اپنی قوم کو راہِ ہدایت پر لانے کی کوشش جاری رکھی لیکن قوم کے لوگوں نے آپ کو کاذب کہا آپ علیہ السلام کی نبوت کی تکذیب کی، مگر صرف ایک محتاط انداز کے مطابق اسی (۸۰) عورت اور مرد ایمان لائے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کے ماننے والوں کو اللہ نے کشتی کے ذریعہ بچالیا باقی ماندہ لوگ طوفان میں غرق ہو کر تباہ ہو گئے۔

قومِ عاد پر ہوا کا عذاب، مُسلّط ہو گیا:

اے صاحبِ حُسن وعشق! حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد سے تھے اُنہوں نے بھی پیام دیا اے لوگو! صرف اللہ کی عبادت کرو انسانی زندگی کو استحکام اور قرار ملتا ہے تو اس کی اَساس توحید ہے دراصل توحید ہی اسلام اور دینِ حق کا سنگِ میل ہے۔

آج بھی ہم ایسے مسائل کی گرفت میں ہیں جہاں خود ساختہ نظریات پروان چڑھ رہے ہیں ہم ایک طرف سیاسی ہم آہنگی میں مغرب کے بت تراشنے میں مصروف ہیں توحید کا انحصار تعلقِ قلب اور ربط دل سے ہے جسے تقویٰ کا نام دیا گیا یہ تعلق ربط ٹوٹ جائے تو انسان کئی معبودوں کی پُرستش کرنے لگتا ہے اب تم ششدر ہو رہے ہو کہ اللہ کو رسول بنانا تھا تو کسی فرشتے کو بناتا، جس قدر معبود ہمارے آباؤ اجداد نے بنا رکھے تھے کیا سب کو چھوڑ دیں، آپ ہمیں جس عذاب سے ڈرا رہے ہیں آپ اُسے آنے دو ہم کسی عذاب کے خوف سے اپنی رسومات کو نہیں چھوڑیں گے۔ ہوا یوں کہ قومِ عاد پر ''ہوا'' کا عذاب مُسلّط ہو گیا ہوا تو زندگی کی ضرورت ہوتی ہے وہی ہوا موت اور تباہی کا سبب ہو گئی اس قدر تاریکی اور ظلمت دلوں پر غالب آگئی کہ وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہو کر عذابِ الٰہی کی لپیٹ میں آگئے۔

یہ نغمہ فصلِ گل ولالہ کا نہیں پابند، بہار ہو کہ خزاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اے نُورِ شوق کے متوالو! جب دل میں ایمان کی روشنی برقرار نہ رہے تو عبرت کے سامان نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں قومِ ثمود بھی کفر وشرک کے اسیرِ ابدی میں گرفتار ہوئے جب دلوں کی بستی اُجڑنے لگی تو رحمتِ اَبرِ کرم بھی برسا، اس نے گناہ میں ملوّث بندوں کو بھی محرومی اور ناکامی کی نذر نہ ہونے دیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو نبوت سے نوازا گیا پھر توحید کی صدا گونجی نغمہ توحید سے دل منوّر ہوئے حضرت صالح علیہ السلام اطمینان اور صبر کے ساتھ ایک اللہ کی عبادت اختیار کرنے کی تلقین کرتے رہے ''توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے'' کے مصداق نورِ ایمان کی کرن بکھیرتی چلی گئی، نویدِ مسرّت ایمان کی حرارت کو منوّر اور تاباں کر گئی بقول شاعرِ مشرق۔

یہ نغمہ فصلِ گل ولالہ کا نہیں پابند　　بہار ہو کہ خزاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ　(بحوالہ ضربِ کلیم)

قومِ ثمود اپنی طاقت کے سبب متکبّر ہو گئے اللہ کی اُونٹنی اس قوم کی طرف بطورِ نشانی پہاڑ سے نکلی حکم تھا اس کو کسی قسم کی گزند نہ پہنچائی جائے، یہ اللہ کی امانت ہے اِس کو ایذا دی گئی تو تم پر ایک بڑا عذاب آئے گا اُنہوں نے اونٹنی کو ہلاک کر دیا اللہ کا حکم نہ مانا سو تین روز کے بعد زلزلے شورشِ برقِ تپاں میں مُبتلا ہو کر تباہ و برباد ہو گئے۔

Marfat.com

قومِ لوط جنسی بے راہ روی کی ذِلّت میں مُبتلا ہوئی:

اے اہلِ آرزو! پھر حضرت لوط علیہ السلام کو نبوت ملی قومِ لوط جنسی بے راہ روی کی ذِلّت میں مُبتلا ہوئی فطرتِ انسانی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے وجود کے ہر حصے رجز و بدن کو اسی فطرت کے مطابق استعمال کرے جس کے لیے وہ تخلیق کیا گیا ہے حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کے لوگوں کو اس غیر فطری کام سے روکنے کی کوشش کی لیکن معاشرہ میں بُرائی پھیلتی گئی۔ اُنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی ایک بات تک نہ مانی اور اپنی خواہشِ نفس کی تسکین کے لیے عورتوں کے بجائے مردوں سے شہوت زانی کرتے اِس قبیح گناہ کی پاداش زمین قومِ لوط میں دھنسا دی گئی، پوری بستی پر اِس قدر دردناک عذاب آیا کہ اس کی مثال پہلے نہ تھی۔

اے اہلِ حُسن و عشق! حضرت شعیب علیہ السلام نے عبادت الٰہی کی طرف دعوت دی، جو بھی سیدھی راہ پر چلنے کا طالب ہے اس لیے اللہ کے نبی کا پیام موجود ہے دوسروں کی حق تلفی کرنا حرام ہے ناپ تول میں تخفیف کرنا چھوڑ دو! لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں برتنا چاہیے، گناہ اور کُفر میں مبتلا ہونے کی ایک آفت یہ ہے کہ وہ دوسروں کو بھی ایمان قبول کرتے ہوئے برداشت نہیں کرتا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا جلد بازی سے کام نہ لو، بہر نوع حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے مُہلت ضرور ملتی ہے ظُلم کا انجام کار سوائے تباہی کے اور کچھ نہیں! اِس وقت کو یاد رکھنے کی ضرورت ہے جب تمہارے مالی وسائل محدود تھے، افرادی قوت کی کمی تھی اللہ نے تمہیں کثرت مال اور اولاد کی نعمت سے سرفراز کیا، اقتدار ملا سطوت ملی، توقیر ملی ان سب نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو! اے صاحبو! ذرا! غور تو کرو تم سے قبل قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود، اور قومِ لوط کا کیا دردناک انجام ہوا۔

سورۃ الاعراف رکوع ۱۱ آیات ۸۵ تا ۸۷ کا خلاصہ

الحمدللہ

پارہ ۸ وَلَوْ اَنَّنَا اختتام پذیر ہوا

محمد شفیق

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ حکومت پاکستان

رجسٹریشن نمبر: R.R.OAUQ200/338

تاریخ: ۲/۱/۲۰۰۹

تصدیق نامہ

میں نے تفسیر عزیزی پارہ (۸) کے متن قرآن کریم کو بغور پڑھا جو کمی نظر آئی اصلاح کر دی گئی۔ اب الحمدللہ اس میں کوئی غلطی نہیں انشاء اللہ۔

محمد شفیق

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ

Marfat.com

رموزِ اوقاف قرآنِ مجید

ہر زبان کے اہلِ زبان، جب باہم گفت وشنید کرتے ہیں تو کہیں کہیں رُک (ٹھہر) جاتے ہیں، کہیں پر رُکنا اور ٹھہرنا کم ہوتا ہے کہیں پر تو زیادہ ٹھہر جاتے ہیں۔ اور کہیں پر بالکل کم ٹھہرتے ہیں۔ گو صحیح اندازِ گفتگو، اور بیان کا صحیح مطلب سمجھنے میں اس اندازِ تکلّم اور اندازِ تخاطب کو بڑا دخل ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ قرآنِ حکیم کی عبارت بھی گفتگو کے انداز کی بھر پور نمائندگی کرتی ہے۔ اسی لئے اہلِ علم نے اس کے ٹھہرنے، اور نہ ٹھہرنے کی مختلف علامتیں مقرّر کر دی ہیں۔ ان علامات کو رموزِ اوقاف قرآنِ مجید کے نام سے مُوسوم کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کی سعادت حاصل کرنے والوں کے لئے یہ امر ضروری ہے اِن رموز کو تلاوت کرتے وقت ملحوظ رکھیں۔ یہ علاماتِ رمُوز درج ذیل ہیں۔

o...... چھوٹا سا دائرہ وہاں لگا دیتے ہیں جہاں بات پوری ہو جاتی ہے۔ دراصل گول (ت) جو بصورت (ۃ) لکھی جاتی ہے۔ اور یہ وقفِ تام کی علامت کہلاتی ہے اس علامت پر ٹھہرنا چاہیے، اب (ۃ) تو لکھنے کا رواج نہیں رہا۔ اب (ۃ) تو نہیں لکھی جاتی ہے چھوٹا سا ''دائرہ'' بنا دیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں، دائرہ پر اگر کوئی علامت نہ ہو تو ٹھہر (رُک) جانا چاہیے، ورنہ علامت کے مطابق عمل کیا جائے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ علامت ''o'' دائرہ آیت کے ختم ہو جانے کی نشانی ہے۔

جہاں صرف علامتِ دائرہ ہو، وہاں پہنچ کر ٹھہر جانا چاہیے۔ دائرے کے اوپر ''لا'' درج ہو تو ٹھہرنا اولیٰ ہے۔ ضرورت ہو تو ٹھہر لیا جائے تو کچھ حرج نہیں، دائرے پر جو رمز وقف بھی ہو گی۔ وقف و وصل کے لئے اسی کا اعتبار ہو گا۔ یہ آیت کوفی ہے۔ اس کا حکم بھی وہی ہے جو دائرہ کا ہے۔

م...... لفظ لازِم کا مختصر ہے۔ اس رمز سے پہلے کلمے پر ''ٹھہر'' جانا لازمی ہے۔ گویا یہ علامت وقفِ لازم کی ہے۔ اس پر ضرور ٹھہرنا چاہئے، اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال یہ ہو سکتا ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے، اس کو یوں سمجھنا چاہیے کہ کسی سے یہ کہنا ہو کہ ''اٹھو۔ مت بیٹھو'' جس میں قواعدِ گرامر کے لحاظ سے 'اٹھنے' کا اَمر اور 'بیٹھنے' کی نہی ہے۔ تو اٹھو، پر ٹھہرنا لازم ہوا، اگر ٹھہرا نہ جائے تو ''اٹھو مت۔ بیٹھو'' ہو جائے گا۔ جس میں ''اٹھنے'' کی نہی اور بیٹھنے کے اَمر کا احتمال ہے۔ اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہو جائے گا۔

ط...... وقفِ مطلق کی علامت ہے مُطْلَق کا مخفف ہے اس رمز سے پہلے کلمے پر مطلقاً ٹھہر جانا چاہئے۔ یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب واضح اور پورا نہیں ہوتا، اور بات کہنے والا ابھی مزید کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔

ج...... وقف جائز کی علامت ہے یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

Marfat.com

ز...... یہ علامت وقفِ مجوّز کی ہے۔ یعنی یہ وقفِ جائز کی رمز ہے۔ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔ یہاں سے تجاوز کر جانا، یعنی گزر جانا چاہئے۔

ص...... یہ علامت وقفِ مرخص کی ہے۔ یہ لفظ مُرَخَّص کا مختصر ہے، یہاں ملا کر پڑھنا چاہئے۔ لیکن پڑھتے پڑھتے، سانس ختم ہو جائے یا کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو ''ص'' کی رمزِ وقف سے پہلے کلمے پر ٹھہر جانے کی رخصت ہے۔

صلے...... یہ اَلْوَصلُ اَوْلٰی کا مختصر ہے۔ وَصَلْ وہ مقام جہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق...... قِيْلَ عَلَيْهِ الْوَقْفُ ۔ (کہا گیا کہ اس مقام پر وقف ہے) یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

صل...... قَدْيُوْصَلُ کا مخفف ہے یہاں ٹھہرا بھی جاتا ہے اور کہیں نہیں، بوقت ضرورت وقف کر سکتے ہیں۔

قف...... یہ لفظ قِف ہے۔ يُوْقَفُ عَلَيْهِ کا مخفف، جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ یہاں سانس روک کر وقف کرنا چاہیے۔

سکتہ...... یہ سکتہ کی علامت ہے، یہاں سانس لیے بغیر کسی قدر ٹھہر جانا چاہیے، پڑھنے والا، یہاں کسی قدر ٹھہر جائے سانس نہ توڑے۔

وقفہ...... یہ لمبے سکتہ کی علامت ہے، یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہیے۔ لیکن سانس نہ توڑیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ سکتہ اور وقفہ میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ 'سکتہ' میں کم ٹھہرنا چاہیے، اور وقفہ میں قدرے زیادہ۔

لا...... ''لا'' کے معنی 'نہیں' کے ہیں، 'لا' کی علامت کہیں آیت کے اوپر استعمال کی جاتی ہے، اور کہیں عبارت کے اندر عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیے، آیت کے اوپر ہو تو بعض کا خیال ہے کہ ٹھہرنا چاہیے، بعض کے نزدیک نہیں ٹھہرنا چاہیے، لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب کی وضاحت میں خلل واقع نہیں ہوتا۔

علاماتِ متفرقہ

ک...... کَذٰلِکَ کا مخفف ہے۔ اس سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ جو رمز پہلی آیت میں آچکی ہے۔ اس کا حکم اس پر بھی ہے۔

∴...... یہ نقطے، تین نقاط والے ہوتے ہیں دو 'وقف' کے قریب قریب آتے ہیں۔ ان کو (مُعَانقه) 'معانقہ' یا مُراقَبَہ کہتے ہیں کبھی اس کو مختصر کر کے (مع) لکھ دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ دونوں وقف گویا معانقہ کر رہے ہیں۔ معانقہ حاشیہ پر لکھی جاتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ تین جملوں میں سے جن دو کو چاہو ملا لو۔ حاشیہ پر 'مع' ہوتا ہے دو آیتوں کے درمیان دو مقام پر '' ∴ '' دیئے جاتے ہیں۔

وقف معانقہ میں پہلے تین نقطوں پر وصل کر کے دوسرے تین نقطوں پر وقف کیا جائے، یا پہلے تین نقطوں پر وقف کر کے دوسرے تین نقطوں پر وصل کیا جائے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

احوالِ واقعی

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ! تفسیر عزیزی کا پارہ وَلَـوۡ اَنَّـنَـا (۸) اشاعت وطباعت کے مرحلے سے گذر کر آپ کے زیرِ مطالعہ ہے۔ اللہ ﷻ کے فضل وکرم اور توفیقِ رحمت سے حسبِ وعدہ پارہ ہشتم آپ کے ہاتھوں میں ہے ذوق وشوقِ قرآن فہمی کو اُجاگر کرنے کی سمت، میری تحریر اور کاوش کو آپ نے تحسین کی نظر سے دیکھا، آپ کی عنایت کا خلوصِ دل سے شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ جزاکم اللہ

آج ۲۷؍رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ کی شب مبارکہ ہے یہ بندہ ان حسین لمحات کی گھڑی میں شبِ قدر کی سعادت پاکر، رحمتِ ابرِ کرم کا طالب ہے، رحمت وبرکت کی ساعت میں دعا کے لئے لب کُشا ہے۔ اس بابرکت رات میں یہ بندہ عاجز، اپنے عصیاں سے نجات کا متلاشی ہے! ''لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری'' کے مصداق اپنے لئے، اے باری تعالیٰ تیری رضا کی خاطر، یہ آنسو کے قطرے ٹپک گئے، ندامت کے ساتھ، قلب کی آہوں کے ساتھ، اشکبار آنکھوں کے ساتھ، آنسوؤں کے ساتھ احساسِ گناہ کا خوف طاری ہے، دل کی گہرائی اور گیرائی، زبان پر آگیا، ﴿ وَاعۡفُ عَنَّا ﴾ اور درگذر فرما ہم کو۔ ﴿ وَاغۡفِرۡ لَنَا ﴾ اور بخش دے ہم کو۔ ﴿ وَارۡحَمۡنَا ﴾ اور رحم فرما ہم پر۔

اے اللہ! بارانِ رحمت آگیا، ابرِ رحمت چھا گیا، شرمائی ہوئی نظروں کے ساتھ، موتی سمجھ کر شانِ کریمی! چُن لے یہ گریہ آہ وزاری! یہ میری اشکبار آنکھ ودیدۂ تر اپنی خطاؤں کی معافی چاہتی ہے۔ یہ قطرے عرقِ انفعال کے حاضر ہیں، عجز وانکساری کے ساتھ دھیمی آواز میں، اِس ایقان اور یقین کے ساتھ یہ عشرۂ جہنم کی آگ سے نجات کا ہے۔

طلب، ذوقِ طلب، جذبۂ طلب کے ساتھ یہ دیدۂ نمناک رات بھر تیری رحمت کی طلب میں بے قرار رہی، بڑی مشکل سے بیقراری کو قرار آیا ہے یہ جان کر ''آہ جاتی ہے فلک پہ رحم لانے کے لئے''

بادلو! ہٹ جاؤ، دے دوراہ جانے کے لئے، خوار ہیں، بدکار ہیں، ڈوبی ہوئی ذلت میں ہیں کچھ بھی ہیں پر تیرے محبوب کی اُمت میں ہیں۔

اے اللہ! اپنی رحمتِ خالق سے اس تحریری کوشش کو بھی اپنی مُربیانہ بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرما! آمین۔ اے ذوالجلال والاکرام! جن نُفوسِ قدسیہ کی مُتبرک تصانیف وتالیف سے میں نے اِستفادہ کیا ہے اُن کی اَرواح پاک پر اپنی خاص رحمتوں کا دائمانزول فرماتے رہیئے! اور ان سب کو اپنے مقاماتِ قرب ورضا میں بلند درجات عطا فرمایئے۔ آمین

یا اللہ! اس تفسیر کے مطالعہ کرنے والوں کو بھی اس کے تمام تر علمی وعملی ذخائر سے بہرہ مند فرمایئے! اور جنہوں نے فکری وعملی طور پر میری ہمت افزائی کی اُن کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جزاکم اللہ

آخر میں اُن تمام بزرگوں، احباب واغیار کے لئے اظہارِ تشکر، جنہوں نے میرے کام میں رہنمائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ

المرقوم
۲۷؍رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۵ ستمبر ۲۰۰۸ء
۱۸/۹۲۷ امن آباد فیڈرل بی ایریا کراچی، پاکستان

احقر العباد
محمد لقیط خان عفا اللہ عنہ

Marfat.com

حرفِ چند

نام	:	محمد لقیط خان
ولدیت	:	مولوی عبدالبسیط خانؒ
جائے پیدائش	:	حیدرآباد دکن
وطن	:	کوٹ، فتح پور ہسوہ، یوپی، ہندوستان
تعلیم	:	ایم بی اے۔ایم اے۔ایل ایل بی
فیضِ تربیت	:	حضرت مولانا مطلوب الرحمٰنؒ برادر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

خطیب ر جنرل سیکریٹری مسجد اعظم، سی ایریا، لیاقت آباد کراچی، ناظم تعلیمات (جامعہ مدرسہ نورالقرآن لیاقت آباد، کراچی)

تفسیر عزیزی

از محمد لقیط خاں

- پارہ تیس......(۳۰) عَمَّ
- (۱) پارہ اوّل......(۱) الٓمٓ
- (۲) پارہ دوئم......(۲) سَیَقُوْلُ
- (۳) پارہ سوئم...(۳) تِلْكَ الرُّسُلُ
- (۴) پارہ چہارم (۴)......لَنْ تَنَالُوا
- (۵) پارہ پانچ (۵)......وَالْمُحْصَنٰتُ
- (۶) پارہ چھ (۶)......لَایُحِبُّ اللّٰهُ
- (۷) پارہ سات (۷)......وَاِذَا سَمِعُوا
- (۸) پارہ آٹھ (۸)......وَلَوْاَنَّنَا

تقسیم کنندگان سے طلب فرمائیے

پارہ (۹) وَقَالَ الْمَلَأُ..................(زیر طبع)

ادارہ نشریات ولی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أفلا يتدبرون القرآن أم على قلوب أقفالها

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

سورہ محمد آیت ۲۴ (القرآن الحکیم)

تفسیر عزیزی

پارہ (۸) ولو اننا

محمد لقیط خان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا اُنکے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

سورۃ محمد آیت: ۲۴ (القرآن الحکیم)

تفسیر عزیزی

پارہ (۹) قال الملأ

محمد لقیط خان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم نے آسان کیا، قرآن سمجھنے کے لئے
سو ہے کوئی جو سوچے سمجھے۔ (القرآن)

تفسیر عزیزی

پارہ (۹) قال الملأ

آسان ترجمہ، بمعہ ضروری توضیح اور تشریحات کے ساتھ

*

ذوقِ قرآن فہمی اُجاگر کرنے کی سمت ایک کوشش

از

محمد لقیط خان

اِدارۂ نشریاتِ ولی
18/927 سمن آباد، فیڈرل بی ایریا۔ کراچی
فون 021-36360656

۲۹۷۶۱۷
۱۱۰۹۴۹

جملہ حقوق محفوظ ہیں

طبع اوّل ...... اکتوبر ۲۰۱۰ء شوال المکرّم ۱۴۳۱ھ
تعداد ...... ایک ہزار
سرورق ...... رشید شاہد
باہتمام ...... سلمان نشیط، عدنان لطیف و برادران
تعاون ...... چوہدری محمد یعقوب
کمپوزنگ...... محمد جاوید اقبال ثاقب
مطبع ...... گلبدین پریس کراچی
ہدیہ ...... ۱۵۰/ایک سو پچاس روپے صرف
ویب سائٹ...... www.Tafseer-e-azizi.com

تقسیم کنندگان

☆ احمد بک سینٹر اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۲۳۴۸۷
☆ ویلکم بک پورٹ اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۹۵۸۱-۲۶۳۳۱۵۱
☆ فضلی بک سپر مارکیٹ اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۲۹۷۲۰-۵
☆ رحمٰن بک ہاؤس اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۲۶۷۵۱
☆ دارالاشاعت اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۱۸۶۱-۲۲۱۳۷۶۸
☆ علمی کتاب گھر اُردو بازار کراچی فون:
☆ فرید پبلشرز اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۲۰۰۵۷
☆ البلال بک سینٹر اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۲۲۶۳
☆ البدر بک کارنر اُردو بازار کراچی فون معرفت: ۲۶۳۳۱۴۰
☆ ہلال نیوز ایجنسی، ریگل صدر کراچی
☆ مکتبہ رحمانیہ اُردو بازار لاہور فون: ۷۲۲۱۳۹۵-۷۲۲۴۲۲۸
☆ جہانگیر بک ڈپو اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۶۵۰۸۶

Marfat.com

فہرست مضامین

مضامین آیاتِ مُبارکہ پارہ (۹) قَالَ الْمَلَاُ

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	سُوْرَةُ الْاَعْرَاف (۷) آیت ۸۸ تا ۲۰۶	
۸۸	قوم کے متکبر سرداروں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا، جو لوگ آپ کے ساتھ ایمان لائے ہیں، انہیں بستی سے نکال دیں گے یا تم ہماری مِلّت میں شامل ہو جاؤ انہوں نے کہا، کیا تب بھی جبکہ ہم اس سے نفرت کرتے ہیں	۱۳
۸۹	بھلا ہم کیونکر تمہارے دین پر لوٹ آئیں، جبکہ باری تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دی، ہمارے رَبّ کا علم ہر شئے پر محیط ہے ہم نے اپنے رَبّ پر توکل کیا، اے اللہ! ہماری قوم کے مابین صداقت رحق کے ساتھ فیصلہ کر دے تو بہترین فیصلہ صادر کرنے والا ہے۔	۱۳
۹۰	حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے مُنکر سرداروں نے اپنے لوگوں سے کہا، اگر تم حضرت شعیب علیہ السلام کی اتباع کرو گے تو نقصان اُٹھانے والے ہو جاؤ گے۔	
۹۱	پس اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا اُن کو لرزا دینے والی کپکپی نے آ پکڑا اور صبحدم وہ اپنے گھروں میں اُوندھے منہ، پڑے کے پڑے رہ گئے۔	۱۳
۹۲	جنہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی گویا وہ ایسے ہو گئے جیسے اس بستی میں وہ آباد ہی نہ ہوئے ہوں۔	۱۳
۹۳	وہ اُن کو چھوڑ کر یہ کہہ کر الگ ہو گئے، کہ اے میری قوم کے لوگو! میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی میں شب و روز ایک کر دیا، صد افسوس! کہ تم نے خود راہ ہلاکت اختیار کی۔	۱۳
۹۴	ہم نے جس بستی میں رسول بھیجا وہاں کے لوگوں کو مالی اور جسمانی مصائب سے آزمایا تاکہ سرکشی سے باز آجائیں اور ہماری طرف رجوع کریں۔	۱۹
۹۵	پھر ہم نے اُن کے دُکھ کو راحت میں بدل دیا تو وہ کہنے لگے، مُصیبت اور راحت تو ہمارے آباؤ اجداد کو بھی پہنچی ہیں۔ پھر ہم نے اُن کو اچانک پکڑ لیا، جس کا انہیں گمان تک نہ تھا یعنی وہ بے خبر تھے۔	۱۹
۹۶	اگر یہ بستی والے ایمان لاتے، تقویٰ اپناتے، تو ہم اپنی رحمت اور برکت سے ارض و سماء کے دروازے کھول دیتے۔ لیکن انہوں نے جھٹلایا اور اپنے کرتوتوں کی پاداش میں عذاب کے مستحق ٹھہرے۔	۱۹
۹۷	کیا بستیوں کے رہنے والے، اس قدر نڈر ہو چکے ہیں کہ ہمارا عذاب راتوں رات آ دھمکے اور وہ سوتے ہوئے پڑے رہیں۔	۱۹
۹۸	کیا ان بستیوں کے رہنے والوں کو، اللہ کی امان مل گئی ہے کہ وہ چاشت کے وقت کھیل کود میں مصروف ہوں تو عذاب آ جائے۔	۱۹
۹۹	کیا اُن کو اللہ تعالیٰ کی تدبیروں سے نجات مل گئی! اس سے تو صرف وہی لوگ بے خوف ہیں جو تباہ ہونے والے ہیں۔	۱۹
۱۰۰	کیا سبق نہیں ملا اُن کو، جو ملک کے وارث بن گئے، اللہ تعالیٰ چاہے تو گناہوں کے سبب انہیں ہلاک کر ڈالے، اُن کے دلوں پر مُہر ثبت ہو جائے گی پھر وہ کچھ سُن نہیں سکیں گے!۔	۲۴
۱۰۱	اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ پرانی بستیوں کی سرگزشتوں کے احوال کا کچھ قصہ سنا رہے ہیں اُن کے پاس اُن	

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے، تو وہ اُس کو جھٹلاتے رہے اللہ نے اُن کے دلوں پر مہر ثبت کر دی۔	۲۴
۱۰۲	ان میں، ہم نے اکثر میں عہد پاسداری نہ پائی ان میں اکثر بے عہد ہی نکلے۔	۲۴
۱۰۳	پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا، لیکن انہوں نے ہماری نشانیوں کے ساتھ ناانصافی برتی، تو دیکھو ان مُفسدوں کا کیا انجام ہوا۔	۲۴
۱۰۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: ''میں تمام جہانوں کے لیے رب کی طرف سے آیا ہوں''۔	۲۴
۱۰۵	مجھ پر واجب ہے کہ اللہ کی طرف سے جو کچھ کہوں سچ ہی کہوں! میں تمہارے پاس اللہ کی جانب سے روشن نشانیاں لے کر آیا ہوں! تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو جانے دو۔	۲۴
۱۰۶	فرعون نے کہا: اگر تم کوئی نشانی لے کر آئے ہو، تو اس کو پیش کرو اگر تم دعویٰ میں سچے ہو!	۲۴
۱۰۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر پھینک ر ڈال دیا وہ اچانک ایک اژدھا بن گیا۔	۲۴
۱۰۸	اور انہوں نے اپنا ہاتھ کھینچا تو ہو دفعتاً دیکھنے والوں کے لئے چمکتا ہوا نکلا۔	۲۴
۱۰۹	فرعون کی قوم کے سرداروں نے بر ملا کہا: یہ تو بڑا ماہر جادوگر ہے۔	۳۱
۱۱۰	یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے بے دخل کر دے، تو بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے	۳۱
۱۱۱	وہ بولے اُس کو اور اُس کے بھائی کو رہنے دو! مہلت دیجئے اور تمام شہروں میں ہرکارے نقیبوں کو بھیج دیجئے۔	۳۱
۱۱۲	کہ وہ تمام ماہر ساحروں کو آپ کے پاس لا کر حاضر کر دیں۔	۳۱
۱۱۳	جب وہ جادوگر آئے تو انہوں نے کہا اگر ہم غالب رہے تو ہمیں کیا بڑا صلہ ملے گا؟	۳۱
۱۱۴	فرعون نے کہا بلاشبہ تم ہمارے مقربین میں شامل ہو جاؤ گے۔	۳۱
۱۱۵	جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: پہلے آپ ابتداء ر پیش کر دیا پھر ہم پیش کرنے والے بنتے ہیں۔	۳۱
۱۱۶	موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم ہی ڈالو، پس جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں پر نظر بندی کر دی، اُن پر دہشت طاری کر دی اور وہ بڑا جادو بنا لائے تھے۔	۳۱
۱۱۷	اور ہم نے اُس وقت موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ تم بھی اپنا عصا ڈالو! سو جونہی عصا کا پھینکنا تھا تو وہ نگلنے لگا جو اس کو گھڑتے تھے۔	۳۱
۱۱۸	پس حق قائم رہ گیا۔ جو وہ کرتے تھے گویا باطل مٹ گیا۔	۳۸
۱۱۹	فرعون اور درباریوں کو یہاں مات ہوگئی اور پھر ذلیل ہو کر الٹے پھر گئے۔	۳۸
۱۲۰	اور جادوگر سربسجود زمین بوس ہو گئے۔	۳۸
۱۲۱	کہنے لگے ہم پروردگار عالم پر ایمان لائے۔	۳۸
۱۲۲	جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا بھی رب ہے۔	۳۸
۱۲۳	فرعون نے کہا یہ میرے حکم سے پہلے اس پر ایمان لے آئے؟ یہ ایک بڑی سازش ہے تاکہ تم اس شہر سے باشندوں کو بے دخل کر دو، سو تم کو ابھی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔	۳۸
۱۲۴	میں تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا ڈالتا ہوں اور تم سب کو سولی پر پھانسی دے دیتا ہوں۔	
۱۲۵	وہ کہنے لگے ہم کو تو اپنے اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر پھر جانا ہے۔	۳۸
۱۲۶	تم ہمارے درپے آزار صرف اس لئے ہو کہ ہم ربِ جلیل کی آیات پر ایمان لے آئے وہ جب ہمارے پاس آئیں۔ اے اللہ! ہم پر صبر کا فیضان عطا کر اور ہم کو مسلمان کر کے موت دے۔	۴۲
۱۲۷	قومِ فرعون کے سرداروں نے کہا کیا آپ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اس لئے چھوڑتے ہیں کہ وہ ملک	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	میں بدامنی پھیلائیں آپ کو اور آپ کے معبودوں کو چھوڑ بیٹھیں! فرعون نے کہا ہم بھی اُن کے بیٹوں کو مار ڈالتے ہیں اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتے ہیں ہم اُن پر ہر طرح سے حاوی رغالب ہیں۔	۴۳
۱۲۸	موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو، اور صبر طلب کرو کیونکہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جو اپنے بندوں میں جس کو چاہے وارث بنادے۔	۴۳
۱۲۹	انہوں نے کہا ہم تو آپ کے آنے سے پہلے ستائے گئے اور آپ کے آنے کے بعد میں ایذائیں دی گئیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا توقع ہے تمہارا رب دشمن کو پامال کردے اور تم کو اُن کا جانشین بنائے پھر دیکھے گا تم کیا روش اختیار کرتے ہو۔	۴۳
۱۳۰	ہم نے آلِ فرعون کو برسوں کی قحط سالی اور پھلوں ر میووں کی پیداوار کی کمی میں مبتلا کردیا تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔	۴۶
۱۳۱	پھر جب کبھی فراغ دستی نصیب ہوتی ہے تو کہتے ہیں یہ تو ہمارا حق ہے اور آفت بلا ٹوٹ پڑتی ہے تو اس کو موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں!۔	۴۶
۱۳۲	اور کہتے ہیں کہ خواہ تم کیسی ہی نشانیاں ہمیں مسحور کرنے کے لئے لاؤ! ہم تمہاری بات ماننے والے نہیں!	۴۶
۱۳۳	ہم نے اُن پر طوفان بھیجا، ٹڈی دل کا، مینڈک، جوئیں اور لہو کا، کھلی کھلی نشانیاں بنا کر، انہوں نے تکبر کیا، یہ مجرم لوگ تھے، وہ ایک نافرمان قوم تھی۔	۴۶
۱۳۴	جب ان پر عذاب آتا تو موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگتے اپنے رب سے دعا کرو کہ ہم سے عذاب دور کر دے ہم ضرور آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ علیہ السلام کے ہمراہ بنی اسرائیل کو جانے دیں گے۔	۴۶
۱۳۵	جب ہم اُن سے وہ عذاب ایک وقت تک کہ جس گھڑی تک اُن کا پہنچنا تھا ٹال دیتے تو وہ فی الفور	
	عہد شکنی کرنے لگتے۔	۴۶
۱۳۶	بالآخر ہم نے اُن کے جرم کی سزا دے کر اُن کو کیفر کردار تک پہنچا دیا انہیں سمندر میں ڈبو دیا اس لئے کہ انہوں نے ہماری نشانیوں کی تکذیب کی اور اس سے بے پرواہ بنے رہے۔	۴۶
۱۳۷	جس قوم کو حقیر تصور کیا گیا ہم نے ان کو اس سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث ٹھہرایا جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں، رب کا فرمان بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہوا، اس لئے وہ ثابت قدم رہے قوم فرعون پر غرق کے علاوہ بھی تباہی آئی جس سے ان کے شہر اور باغ اجڑ گئے۔	۵۱
۱۳۸	جب بنی اسرائیل کو سمندر میں اتار دیا، تو اُن کا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا جو کہ اپنے بتوں کی پرستش میں لگے تھے، بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے لئے بھی ایک ایسا معبود بنا دیجئے جیسا کہ ان کے لئے معبود ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو۔	۵۱
۱۳۹	یہ بت پرست جس میں لگے ہوئے ہیں وہ خود غلط ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ سب باطل ہے۔	۵۱
۱۴۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں! حالانکہ اُس نے تم کو اہل عالم پر فضیلت بخشی ہے۔	۵۱
۱۴۱	یاد کرو، جب ہم نے تم کو فرعون سے نجات دی، جو تم کو عذاب میں ڈالتے اور تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور عورتوں کو زندہ رکھتے، اس میں رب کی طرف سے تمہارے لئے بڑی ہی آزمائش تھی۔	۵۱
۱۴۲	موسیٰ علیہ السلام سے چالیس رات کا وعدہ پورا ہوا، انہوں نے اپنے بھائی ہارون کو جانشین مقرر کیا کہا اصلاح کرنا اور مفسدوں کی راہ نہ اختیار کرنا۔	۵۶
۱۴۳	جب موسیٰ علیہ السلام وقت مقررہ پر حاضر ہوئے تو رب تعالیٰ سے شرف ہمکلامی سے سرفراز ہوئے، پھر تجلی دیکھنے	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین متن	صفحہ نمبر
	کی طلب ہوئی فرمایا گیا تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے، جب اُن کے رَبّ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو وہ ریزہ ریزہ ہوگیا اور موسیٰ علیہ السلام غش کھا کر گر گئے ہوش آنے پر توبہ کی کہ میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں ہوں۔	۵۶
۱۴۴	فرمایا اے موسیٰ! میں نے اپنی پیغمبری اور ہمکلامی سے لوگوں پر تم کو فضیلت بخشی اسے لے کر پا کر شکر بجالاؤ۔	۵۶
۱۴۵	ہم نے موسیٰ کو تختیوں پر ہر چیز کی نصیحت رہدایت اور تفصیل تحریر کردی، اور کہا کہ پس اِس کو مضبوطی سے پکڑو اور قوم کو حکم دو کہ ان پر عمل کریں عنقریب تم کو نافرمانوں کا ٹھکانہ دکھاؤں گا۔	۵۶
۱۴۶	سرکش اور متکبر لوگ ان سب نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لائے، گمراہی کی راہ نے انہیں غفلت میں ڈال دیا ہے۔	۵۷
۱۴۷	جنہوں نے ہماری نشانیوں اور آخرت کی ملاقات سے اعراض کیا، اُن کے سب اعمال اکارت گئے، وہ بدلہ تو اُس کا پائیں گے جو کیا کرتے تھے۔	۵۷
۱۴۸	جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے تو اُن کی قوم نے اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنالیا حالانکہ نہ تو وہ گفتگو کرسکتا تھا اور نہ رہنمائی کرسکتا تھا جس کی بیل جیسی آواز تھی انہوں نے اپنے اوپر بڑا ظلم کیا۔	۶۲
۱۴۹	پھر کفِ افسوس ملنے لگے! شرمندہ ہوئے تو احساس ہوا کہ ہم گمراہی میں پڑ گئے، اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم نہ کیا تو ہم تباہ و برباد ہوجائیں گے۔	۶۲
۱۵۰	جب موسیٰ علیہ السلام رنج و ناراضگی کے عالم میں اپنی قوم کی طرف لوٹے تو افسوس کرتے ہوئے کہا تم نے کس قدر غلط طور پر میری جانشینی کی، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلے ہی جلد بازی کردی؟ انہوں نے تختیاں پھینک کر اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے باز پرس کی، ہارون علیہ السلام نے اپنی مجبوری و بے بسی کا اظہار کیا۔	۶۲
۱۵۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھ کو اور میرے بھائی کو بخش دے، ہمیں اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دے تو ہی بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔	۶۲
۱۵۲	بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا اُن پر اللہ تعالیٰ کا غضب لاحق ہوگا دنیا کی ذلت و رسوائی ہوگی ہم بہتان باندھنے والوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔	۶۶
۱۵۳	جنہوں نے بُرائی کا ارتکاب کیا پھر توبہ کی، اور ایمان لائے تو اللہ تعالیٰ توبہ کے بعد رحم کرنے والا ہے۔	۶۶
۱۵۴	جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ فرو ہوا تو تختیوں کو اُٹھالیا ان تختیوں پر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت تحریر تھی۔	۶۶
۱۵۵	موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ستر (۷۰) افراد کو وقت مقررہ کے لئے منتخب کیا کہ وہ قوم کی طرف سے میثاق کریں گے کہ آئندہ شرک نہ کریں گے پھر جب زلزلہ نے آلیا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے اللہ! تو چاہتا تو پہلے ہی اُن کو اور مجھ کو ہلاک کردیتا، جس کے مرتکب ہمارے اندر کے بے وقوف ہوئے، پھر موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے نجات ملی۔	۶۶
۱۵۶	اے اللہ! اس دنیا میں ہمارے نام بہتری لکھ اور آخرت میں بھی! اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میں جسے چاہتا ہوں عذاب دیتا ہوں میری رحمت ہر شے پر حاوی ہے بشرطیکہ لوگ بُرائیوں سے اجتناب کریں، زکوٰۃ کی ادائیگی کریں اور ہماری آیتوں پر ایمان لائیں۔	۶۶
۱۵۷	جب رسول اللہ ﷺ کی پیروی کریں گے جن کے ظہور قدوسی کی خبر وہ پہلی کتب سماوی میں لکھی پائیں گے جو نیکی کا حکم دے گا بُرائی سے روکے گا، پاک چیزیں اُن کے لئے حلال کرے گا اور ناپاک چیزوں کو حرام کرے گا، جو کوئی ان پر ایمان لائے گا	

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔	۶۷
۱۵۸	اے نبی (ﷺ) کہہ دیجئے! کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، زمین وآسمان پر اللہ تعالیٰ کی بادشاہت ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں! اس پر ایمان لاؤ! اس کے رسول اُمی ﷺ کی اتباع کرو تا کہ کامرانی کی راہ کھل جائے۔	۷۳
۱۵۹	موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حق کے ساتھ رہنمائی کرتا ہے جو صداقت کی راہ پر چلتا ہے۔	۷۳
۱۶۰	بنی اسرائیل کے ہم نے بارہ قبیلے الگ الگ کر دیئے قوم نے جب پانی طلب کیا تو یہ وحی کی کہ اپنا عصا پتھر پر مارو، پھر اس سے بارہ چشمے چھوٹ نکلے، ہر ایک کو اپنا اپنا گھاٹ معلوم ہو گیا۔ ان پر بدلیوں کا سایہ کیا، ان پر من وسلویٰ اتارا، پاک چیزیں کھانے کو کھلا دیا، وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔	۷۳
۱۶۱	پھر بنی اسرائیل کو کہا اس بستی میں رہو جہاں سے چاہو کھاؤ توبہ استغفار کرتے رہو، اس کے دروازے میں سے سجدہ کرتے ہوئے جانا تمہارے گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔	۷۳
۱۶۲	لیکن وہ ظالم وسرکش تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی بات بدل دی، اُن کی بدکاریوں کے سبب آسمان سے ایک بڑی بلا ہم نے نازل کر دی	
۱۶۳	ہفتہ سنیچر کے دن مچھلی کے شکار کی بنی اسرائیل کو ممانعت تھی اُن کا امتحان تھا، لیکن ایک گروہ، اس سے باز نہیں آیا، وہ سبت کے امتحان میں ناکام ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر لعنت کر دی۔	۷۷
۱۶۴	دوسرا گروہ انہیں روکتا رہا، تیسرا گروہ روکنے والوں کو منع کرتا رہا، تمہارا منع کرنا بے سود ہے وہ باز نہیں	

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	آئیں گے انہوں نے کہا ہم اس لئے روکتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچ جائیں۔	۷۷
۱۶۵	پھر انہوں نے بھلا دیں وہ تمام پندونصیحت جس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا اور اُن لوگوں کو نجات دی جو بُرائی سے روکتے تھے باقی سب کو نافرمانی کے سبب سخت عذاب میں پکڑ لیا۔	۷۷
۱۶۶	پھر جبکہ وہ نصیحت ربات جس سے انہیں منع کیا گیا تھا باز نہ آئے تو حُکم کر دیا کہ پھٹکارے ہوئے بندر ہو جاؤ۔	۷۷
۱۶۷	جب آپ کے رَبّ نے فیصلہ کیا اُن پر قیامت تک ایسے لوگ مُسلط کرتا رہے گا جو اُن کو سخت عذاب رتکلیف پہنچاتے رہیں گے۔ بے شک رب جلد پاداش دینے والا اور معاف کرنے والا نہایت مہربان بھی ہے۔	۷۷
۱۶۸	ہم نے ان کو گروہ در گروہ کر کے زمین میں مُنتشر کر دیا ان میں کچھ نیک بھی ہیں اور کچھ ان میں دوسری طرح کے، ہم نے انکو نعمتوں اور سختیوں سے آزمایا تا کہ وہ رجوع کریں۔	۷۷
۱۶۹	اُن کے بعد ایسے ناخلف رنا اہل کتاب کے وارث بنے اور دنیا پرستی میں مُبتلا ہوئے اور اپنے ہی اختراع کئے ہوئے سہاروں پہ اعتماد کرنے لگے۔ میثاق اور قانون باری تعالیٰ کو توڑ کر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ضرور مغفرت ہو جائے گی کیا ان سے کتاب میں یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت حق کے سوا اور کچھ نہ کہیں گے؟ نجات تو دراصل متقیوں کے لئے ہے۔	۷۸
۱۷۰	جو لوگ کتاب الٰہی کو مضبوطی سے تھامے ہوتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں ہم بھی نیکوں کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔	۷۸
۱۷۱	اور جب ہم نے بنی اسرائیل پر سائبان کی طرح	

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین متن	صفحہ نمبر
	پہاڑ اٹھایا انہیں گمان ہوا کہ وہ اُن پر ہی آپڑا، پھر وعدہ لیا، اس کتاب کو مضبوطی سے پکڑو، اس کے مطابق عمل کرو گے تو تم اللہ تعالیٰ کے غضب سے محفوظ رہو گے۔	۷۸
۱۷۲	اے نبی (ﷺ)! اور لوگوں کو یاد دلاؤ جب آپ کے ربّ نے بنی آدم کی پُشت سے ان کی اولاد کو باہر نکالا اور انہیں ان پر گواہ بنا کر کہا کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ سب نے کہا ہاں! ''تا کہ اتمام حجت ہو جائے''۔	۸۲
۱۷۳	یہ عذر نہ کرنا کہ ہمیں دعوت توحید نہیں ملی، ہمارے آباؤ اجداد نے پہلے سے شرک کیا انہوں نے ہی ہمیں شرک سکھایا تو کیا باطل پرستوں کے عمل کی پاداش میں تو ہم کو ہلاک کرے گا۔	۸۲
۱۷۴	اور ہم یوں ہی اپنی آیات کی تفصیل کرتے ہیں تا کہ اُن پر حجت قائم ہو جائے اور وہ رجوع کریں۔	۸۲
۱۷۵	اور اُن کو سرگزشت سناؤ جس کو ہم نے اپنی آیات دی تھیں سو وہ اُن سے نکل بھاگا، سو شیطان ان کے پیچھے پڑ گیا، سو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔	۸۲
۱۷۶	اگر ہم چاہتے تو اُن کو ان آیات کی برکت سے بلند مرتبہ کرتے لیکن وہ خود ہی پستی کی طرف مائل ہو گیا اپنی خواہش پر چلا ایسی مثال کتے کی سی ہے اگر تم اس کو دھتکارو تب بھی زبان نکالے رکھتا ہے اور یوں ہی چھوڑتے تو بھی......؟ کیا ہی بُری تمثیل ہے ان لوگوں کی (اہلِ مکہ) کی جنہوں نے ہماری آیات کو دانستہ جھٹلایا ان کو سرگزشت سناؤ تا کہ وہ غور کریں۔	۸۲
۱۷۷	جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی، انہوں نے اپنا نقصان کیا، ان کی خالت بُری ہے۔	۸۷
۱۷۸	جیسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا کرتا ہے وہی ہدایت پانے والا بنتا ہے اور جن کو گمراہ کرے تو وہی تباہ کار ہے۔	۸۷
۱۷۹	ہم نے بہت سے جن و انس جہنم کے لئے پیدا کئے ہیں ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں! ان کی آنکھیں جن سے وہ دیکھتے نہیں اُن کے کان ہیں، جن سے وہ سنتے نہیں، وہ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر، یہی ہیں وہ بے خبر۔	۸۷
۱۸۰	اللہ تعالیٰ کے سب ہی نام اچھے ہیں سو اُن کو انہیں سے پکارو، جو اس کی صفات میں کج روی برتتے ہیں وہ عنقریب اپنے کئے کا بدلہ پالیں گے۔	۸۷
۱۸۱	ہماری مخلوقات میں سے ایک ایسا گروہ بھی ہے جو حق کی راہنمائی کرتا ہے وہ گروہ معرفت حق سے سرشار ہو کر صداقت کی راہ دکھاتا ہے اور انصاف کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔	۸۷
۱۸۲	اور جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی، ہم اُن کو ٹھہر ٹھہر کر ایسا پکڑیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔	۹۱
۱۸۳	ہم اُن کو ڈھیل دیتے جاتے ہیں کیونکہ ہماری تدبیر بہت ہی مستحکم ہے۔	۹۱
۱۸۴	کیا انہوں نے اس بات پر تفکر نہیں کیا، کہ اُن کا نبی صاحب، دیوانہ نہیں! وہ تو محض صاف واضح طور پر ڈر سنانے والا ہے۔	۹۱
۱۸۵	کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کے انتظام اور اللہ کی پیدا کی ہوئی کسی شے کی طرف نگاہ نہیں کی! کیا انہوں نے غور وفکر نہیں کیا کائنات کے مشاہدہ پر، شاید اُن کی اجل قریب آگئی ہو، موت کی مدت پوری ہونے کے بعد وہ کس چیز پر ایمان لائیں گے۔	۹۱
۱۸۶	جس کو باری تعالیٰ گمراہ کر دے، تو پھر اس کو کوئی بھی ہدایت دینے والا نہیں یا وہ ان کو اُن کی سرکشی میں ہی سرگرداں چھوڑے رکھتا ہے۔	۹۱
۱۸۷	یہ آپ ﷺ سے دریافت کرتے ہیں قیامت کا وقت کب مقرر ہے، کہہ دیجئے وقت کا علم تو اللہ تعالیٰ	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	کو ہے وہ بھاری حادثہ ہے اچانک ہی آجائے گی لیکن اکثر ان کی بات کونہیں جانتے۔	۹۴
۱۸۸	آپ ﷺ کہہ دیجئے میں اپنے لئے بھی، نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر اس قدر کہ جتنا اللہ چاہے، غیب داں ہوتا تو، نفع حاصل کر لیتا، میں تو نذیر اور بشیر ہوں، اِس قوم کے لئے جو ایمان لائے۔	۹۴
۱۸۹	وہی اللہ ہے جس نے سب کو ایک جان سے تخلیق کیا، پھر اس سے اس کی بیوی پیدا کی، تاکہ اس کے پاس آکر اس سے تسکین پائے پھر جب وہ اُس سے لپٹ جاتا ہے تو حمل قرار پاتا ہے، پھر دونوں اپنے ربّ سے دعا کرتے ہیں اگر تو نے ہمیں تندرست اولاد بخشی تو تیری شکر گزاری کیا کریں گے۔	۹۶
۱۹۰	جب اللہ تعالیٰ انہیں تندرست اولاد دیتا ہے تو اس میں دوسری ہستیوں کو شریک ٹھہراتے ہیں، اللہ تعالیٰ برتر ہے اِن چیزوں سے جن کو یہ شریک ٹھہراتے ہیں اللہ پاک ہے اُن کے شرک سے۔	۹۶
۱۹۱	کیا وہ ان کو حصہ دار بناتے ہیں، وہ کچھ بھی تو پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ وہ خود مخلوق ہیں ربلکہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔	۹۶
۱۹۲	ان میں نہ تو اتنی صلاحیت ہے رطاقت ہے کہ خود اپنی مدد کریں اور نہ کسی اور کی مدد کر سکیں۔	۹۶
۱۹۳	اگر تم اُن کو راہ راست کی طرف بلاؤ تو وہ تمہاری نہ سنیں گے تو تم کو یکساں ہے خواہ تم ان کو پکارو یا چپ رہو۔	۹۶
۱۹۴	جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، وہ بھی تو تم جیسے بندے ہیں وہ تمہاری کسی پکار کا جواب نہیں دے سکتے۔	۹۶
۱۹۵	کیا ان کے پاؤں ہیں جس سے وہ چلتے ہیں، کیا ان کے ہاتھ ہیں جن سے پکڑتے ہیں، کیا اُن کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں کیا اُن کے کان ہیں جس سے وہ سنتے ہیں، کہہ دیجئے! تم اپنے شریکوں کو بلاؤ پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو اور مجھ کو مہلت نہ دو۔	۱۰۰
۱۹۶	میرا تو ایک اللہ ہی کارساز ہے جس نے کتاب اتاری، وہی نیک بختوں کی مدد کیا کرتا ہے۔	۱۰۰
۱۹۷	جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تو تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ خود ہی اپنی مدد کے قابل ہیں۔	۱۰۰
۱۹۸	اگر تم اُن مشرکین کو راہ راست کی طرف بلاؤ تو وہ تمہاری بات نہ سنیں گے اور آپ (ﷺ) ان کو اپنی جانب تکتے ہوئے دیکھتے ہو! حالانکہ اُن کو تو کچھ نہیں سوجھتا۔	۱۰۰
۱۹۹	نیکی کا حکم صادر کرو! آپ انہی سے درگذر کرو اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کرو۔	۱۰۰
۲۰۰	اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آجائے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ لیا کرو بے شک اللہ تعالیٰ سمیع اور علیم ہے۔	۱۰۳
۲۰۱	متقی لوگوں کو جب کبھی شیطانی خیال بھی چھو جائے تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان دیتے ہیں۔ اسی وقت راہ راست دیکھنے لگتے ہیں۔	۱۰۳
۲۰۲	جو لوگ ایمان اور تقویٰ سے محروم ہو جاتے ہیں وہ شیطان کے تابع ہیں، وہ اُن کو گمراہی میں مبتلا کئے جاتے ہیں پھر گمراہی بڑھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔	۱۰۳
۲۰۳	جب اُن کے پاس آپ ﷺ کوئی آیت نہیں لاتے تو ان کا کہنا ہوتا کیوں کوئی آیت نہ گھڑ لائے! آپ ﷺ کہہ دیجئے! میں تو اس کی اتباع کرتا ہوں جو مجھ کو میرے ربّ کی طرف سے وحی کیا گیا۔	۱۰۳
۲۰۴	مسلمانو! جب قرآن پڑھا جائے تو پوری توجہ سے	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	سنو! اور خاموشی اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔	۱۰۳
۲۰۵	صبح وشام اپنے اللہ کو دل میں گڑگڑا کر، عاجزی اور خوف کے ساتھ پست آواز کے ساتھ یاد کرو اور غافل نہ ہو جایا کرو۔	۱۰۳
۲۰۶	بے شک جو آپ کے رب کے پاس ہیں اس کی بندگی رعبادت سے سرتابی نہیں کرتے، اُس کی ہی تسبیح کرتے ہیں اور اسی کو ہی سجدہ کیا کرتے ہیں۔	۱۰۳
	سورۂ انفال (۸) آیات ۷۵	
۱	اے رسول (ﷺ)! لوگ مال غنیمت کے بابت دریافت کرتے ہیں یہ مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ہے اپنے باہمی معاملات کی اصلاح رکھو اور سچے مؤمن ہو اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو۔	۱۰۷
۲	مؤمن تو وہی ہیں جب اُن کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل کانپ اُٹھتے ہیں آیات سننے کے بعد ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے وہی اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں۔	۱۰۷
۳	وہ نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے دیتے ہیں۔	۱۰۷
۴	وہ سچے ایمان والے ہیں اُن کے لئے رب کے پاس درجات ہیں مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔	۱۰۷
۵	جس طرح اللہ تعالیٰ نے سچائی کے ساتھ آپ کو گھر سے نکالا، مسلمانوں کا ایک گروہ اس سے ناخوش تھا۔	۱۰۷
۶	حکمت کے ساتھ حق ظاہر ہونے کے بعد بھی وہ آپ سے ایسا جھگڑ رہے تھے، گویا وہ موت کی آغوش میں ہانکے جارہے ہیں اور وہ اُس کو بھی دیکھ رہے ہیں۔	۱۱۲
۷	اللہ تعالیٰ جبکہ دو چیزوں میں سے ایک کا وعدہ دیتا تھا کہ یہ تم کو ملے گی لیکن تم قافلے والوں سے آمادہ جنگ تھے، لیکن باری تعالیٰ نے یہ چاہا تھا کہ وہ اپنے کلمات سے حق کا بول بالا کردے اور دشمنان حق کی جڑ کاٹ دے۔	۱۱۲
۸	یہ اس لئے امر لازمی تھا، کہ حق کو حق اور باطل کو باطل ہونا ثابت کردے، اور مجرم خواہ بُرا منائے یا مانا کرے۔	۱۱۲
۹	جب تم نے اپنے رب سے فریاد کی، تو وہ اللہ تعالیٰ نے سن لی اور کہا ایک ہزار فرشتے تمہاری کُمک پر بھیجنے والا ہوں جو تمہاری مدد کو لگا تار چلے آئیں گے۔	۱۱۲
۱۰	یہ نوید بشارت اس لئے ہوئی، کہ دل کو قرار آجائے ورنہ مدد تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے وہ زبردست حکمت والا ہے۔	۱۱۲
۱۱	پھر اللہ تسکین دینے کے لئے تم پر اُونگھ طاری کر رہا تھا، اور تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ تم پاک ہو جاؤ اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور کردے اور تمہارے قلب کو مضبوط کردے اس سے تمہارے قدم جمائے۔	۱۱۵
۱۲	جبکہ آپ (ﷺ) کا رب فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، تم ایمان والوں کو جمائے رکھو! میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا، سو تم اُن کی گردنوں پر مارو، اور اُن کے ایک ایک جوڑ پر ضرب پہنچاؤ۔	۱۱۵
۱۳	یہ اس لئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے کو اُٹھے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کیا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُن کے لئے سخت پاداش والا ہے۔	۱۱۵
۱۴	اے دشمنانِ حق! سو یہ سزا چکھو! یہ سزا دنیا کی ہے آخرت میں آتشِ جہنم کا عذاب بھی ہوگا۔	۱۱۵
۱۵	اے ایمان والو! جب تمہارا کفار سے میدان	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین متن	صفحہ نمبر
	کارزار میں مقابلہ رمُدھ بھیڑ ہو جائے تو اُن کو پیٹھ نہ دکھاؤ۔	۱۱۵
۱۶	اور جو کوئی ایسے موقع پر پیٹھ دکھائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آگیا تو اُس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی بُری جگہ ہے	۱۱۸
۱۷	پس تم لوگوں نے اُن کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کیا! اے حبیب ﷺ! جب آپ نے اُن پر مشت خاک پھینکی تو (درحقیقت) یہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی یہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کی بہتر انداز میں آزمائش کر سکے اللہ تعالیٰ خُوب سننے والا اور جاننے والا ہے	۱۱۸
۱۸	یہ جو کچھ ہوا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو تو کافروں کا فریب بگاڑنا تھا رکافروں کی مخفی تدبیروں کو کمزور کرنا تھا۔	۱۱۸
۱۹	اگر تم فیصلہ کے طلب گار تھے تو اے کافرو! تمہارے لئے فیصلہ آگیا اگر تم باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے بہت ہی اچھا ہے اگر تم مدد کرو گے تو پھر ہم بھی مدد کریں گے تم کو تمہاری فوج رجمعیت کوئی کام نہیں آئے گی بے شک اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کے ساتھ ہے۔	۱۱۸
۲۰	اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کرو اُن کو سن کر منہ مت پھیر لیا کرو در سنتے جانتے رُوگردانی مت کرو۔	۱۲۱
۲۱	اِن لوگوں کی رَوش پر نہ چلو جن کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم نے سنا، حالانکہ وہ سنتے نہیں ہیں؟	۱۲۱
۲۲	اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین جانور یہ منکرین ہیں، جو اندھے، بہرے، گونگے لوٹ ہیں جو کچھ بھی عقل وشعور نہیں رکھتے!	۱۲۱
۲۳	اگر باری تعالیٰ ان میں کچھ بہتری جانتا تو اُن کو سنائی دیتا، اگر وہ سن بھی لیتے تو اعراض کرتے ہوئے مُنہ	

آیت نمبر	خلاصہ مضامین متن	صفحہ نمبر
	موڑ کر الٹے پھر جاتے۔	۱۲۱
۲۴	اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا کہا مانو، جب تم کو دعوت دی جائے حیات جاودانی عطا کرنے کی، اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے ارادہ و دل کے درمیان حائل ہوجایا کرتا ہے۔ یاد رہے کہ تم اُسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔	۱۲۱
۲۵	اس فتنہ سے بھی ڈرتے رہو! جو تم میں سے صرف خاص ظالموں ہی کو نہ پہنچے گا بلکہ عام ہوگا۔ جان رکھو! اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔	۱۲۱
۲۶	یاد رکھو! جب تم سرزمین مُقدس میں کم تھے، مغلوب تھے، خوف تھا کہ لوگ اُچک نہ لیں، باری تعالیٰ نے تمہیں پناہ دی۔ اور فتح سے ہمکنار کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے مدینہ میں جگہ دی اور اچھا رزق دیا تاکہ تم شکر گزار بنو۔	۱۲۱
۲۷	اے اہلِ ایمان! جو فرض تم پر عائد کیا گیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ خیانت نہ کرو، حالانکہ تم خوب جانتے ہو خیانت بُری چیز ہے۔	۱۲۱
۲۸	اس بات پر دھیان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے اور یہ بھی ہے کہ اللہ کے پاس اس کا بڑا اجر ہے۔	۱۲۲
۲۹	اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو! وہ تمہیں نصرت دے گا، تمہاری برائیاں دُور کر دے گا، مغفرت کرے گا اللہ فضل کرنے والا ہے۔	۱۲۹
۳۰	اے نبیؐ یاد کرو! جب کفار مکہ خفیہ تدبیر، سازش کرتے تھے کہ آپ کو گرفتار کریں، قتل کریں یا جلاوطن کریں تو باری تعالیٰ بھی تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ تعالیٰ سے بہتر تدبیر کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟	۱۲۹
۳۱	جب اُن کو آیاتِ ربانی پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں اچھا بھئی! سن لیا! ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا کہہ	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	سکتے ہیں، یہ تو صرف پہلے لوگوں کے افسانے ہیں۔	۱۲۹
۳۲	جب کفارمکہ نے کہا اے اللہ! اگر یہی امرِ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے، ہم پر عذاب الیم بھیج۔	۱۲۹
۳۳	اللہ تعالیٰ تو ایسا نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں موجود بھی ہوں، اور اللہ تعالیٰ اُن کو عذاب دے، جب لوگ معافی طلب کررہے ہوں تو اللہ تعالیٰ اُن کو عذاب دینے والا نہیں۔	۱۲۹
۳۴	اب باری تعالیٰ اُن کو کیوں نہ گرفتارعذاب کرے جبکہ وہ مسجد الحرام سے لوگوں کو روکتے ہیں یہ اس کے متولّی بھی نہیں، اس کے متولّی تو پرہیزگار ہی ہیں لیکن اکثر اس حقیقت سے آگاہی نہیں رکھتے۔	۱۳۴
۳۵	بیت اللہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا اُن کی نماز ہی کیا تھی، یومِ قیامت ان سے کہا جائے گا اپنے کُفر کے بدلے عذاب چکھو۔	۱۳۴
۳۶	کافر تو اپنا مال لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کے لئے صرف کررہے ہیں یہ مال کا خرچ کرنا اُن کے لئے باعث ندامت وحسرت یاس ہوگا کُفر کرنے والے جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔	۱۳۴
۳۷	اللہ تعالیٰ ناپاک رخبیث کو پاک سے جدا کردے گا اور بعض ناپاک کو بعض سے یکجا کردے گا یوم قیامت اُن کو پھر آتش جہنم میں ڈال دے گا۔	۱۳۴
۳۸	اِن کفر کرنے والوں سے کہہ دیا جائے اگر یہ باز آجائیں تو جو کچھ ہوچکا ہے، اُن کی تمام خطاؤں کو اللہ تعالیٰ معاف کردے گا اگر باز نہ آئیں گے تو پچھلی قوموں کی طرح اُن پر بھی عذاب نازل ہوگا۔	۱۳۴
۳۹	اب اِن سے اس وقت تک جنگ کروکہ فتنہ کی جڑ رکفر باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ تعالیٰ کا ہوجائے، اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا اور کوئی دین باقی نہ رہے پس وہ باز آجائیں تو باری تعالیٰ اُن کے کام دیکھ رہا ہے۔	۱۳۴
۴۰	یاد رکھنے کی بات ہے اللہ تعالیٰ ہی تمہارا کارساز ہے اور بہت ہی اچھا مددگار ہے۔	۱۳۴
	.... دل ہائے مَن پذیر	۱۴۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى
اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى
اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

Marfat.com

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَاؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ﴿۸۸﴾

کہنے لگے حضرت شعیب علیہ السلام سے! ان کی قوم کے فخر و تکبر کرنے والے سردار، ہم آپ علیہ السلام کو اور آپ کے ہمراہ جو ایمان لائے ہیں اُن کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تمہیں ہماری ملت میں واپس آنا ہوگا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے جواب دیا "کیا ہم بیزار ہوں تب بھی"۔ (۸۸)

قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَاؕ وَ مَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَاؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًاؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَاؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ﴿۸۹﴾

بے شک ہم تو باری تعالیٰ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے اگر ہم تمہاری ملت رمذہب پر پلٹ آئیں جب کہ باری تعالیٰ ہم کو اس سے نجات دے چکا ہے۔ اب ہمارے لئے یہ ممکن نہیں رہا کہ ہم لوٹ آئیں۔ اِلّا یہ کہ اللہ جو ہمارا پروردگار ہے وہ چاہے تو اور بات ہے ہمارے رَبّ کا علم ہر شے کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہے، ہم نے اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کیا۔ اے ہمارے پروردگار! فیصلہ صادر کردے حق رانصاف کے ساتھ ہماری قوم اور ہمارے مابین اور تُو تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے (۸۹)

وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىِٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾

اور کہا ان سرداروں نے جو کافر تھے۔ اُن کی قوم سے اگر تم نے شعیب علیہ السلام کی اِتباع قبول کرلی تو یقینی طور پر خسارہ اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔ (۹۰)

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۹۱﴾

پس یوں ہوا کہ ایک سخت زلزلے نے اُنہیں پکڑ لیا اور صبحدم وہ اپنے گھروں میں اُوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے۔ (۹۱)

الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۛۚ اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۹۲﴾

اُنہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی وہ برباد ہوگئے گویا ایسے مٹے کہ اِن گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ جنہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا وہ نقصان اُٹھانے والے ہوگئے۔ (۹۲)

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْۚ فَكَیْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ﴿۹۳﴾

پس حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے اے میری قوم کے لوگو! بے شک میں نے تمہیں اپنے رَبّ کے احکامات رپیغامات تم تک پہنچا دیئے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی۔ اَب اِس کافر قوم کے ہولناک انجام پر افسوس کرنے سے بھی کیا حاصل! (۹۳)

Marfat.com

الفاظ معانی آیت ۸۸ تا ۹۳

﴿قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ﴾ کہا سرداروں نے اپنے تکبر، فخر و گھمنڈ میں (خدا کی عبادت میں) قوم شعیب علیہ السلام سے انکارِ دعوت کے بعد۔ ﴿لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ﴾ (تو انہوں نے گستاخانہ انداز اور لہجہ میں کہا) اے شعیبؑ ہم آپ کو اور انہیں بھی جو آپ کے ساتھ ایمان لائے ہیں نکال دیں گے۔ ﴿مِنْ قَرْيَتِنَآ﴾ اپنی بستی سے۔ ﴿اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا﴾ یا تم ہمارے دین میں آجاؤ، جب کافروں نے کہا کہ آپ علیہ السلام کو ہم اور لوگوں کے ساتھ نکال دیں گے جو ایمان لائے ہیں تو جمع کیا سب کو باہم حضرت شعیب علیہ السلام نے۔ (بحوالہ کشاف)

﴿قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ﴾ حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا ہم تمہارا دین قبول نہیں کریں گے اگر تم نے راہِ جبر اختیار کی تب بھی ہم نہ مانیں گے، مشرکین کا ہمیشہ وطیرہ اور طرزِ عمل یہ رہا ہے کہ اپنا طریقہ منوانے کے لئے دھمکیوں سے کام لیتے ہیں جبکہ توحید کی دعوت دینے والے کبھی کسی پر جبر اور دباؤ سے اپنا دین غالب نہیں کرتے، بلکہ درست راستہ کی سمت دعوتِ حق دیتے رہتے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت رتلقینِ عمل سراپا اظہارِ حقیقت کی آئینہ دار تھی اس میں صداقت اور جرأت کا نور عیاں تھا۔ ایک ایک لفظ شفقت اور اخلاص سے پُر تھا اخلاص کا عنصر نمایاں تھا۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ آپ علیہ السلام کا پیغامِ حق سننے کے بعد اُن کے آئینۂ دل منور ہو جاتے اور اُن کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ چاک ہو جاتا لیکن ان کا آئینۂ قلب و نظر مسلسل سرکشی اور سرتابی کے سبب آلودہ ہو چکا تھا، باطل کا ہمیشہ یہی طرزِ عمل رہا ہے کہ دلیل و مہربانی سے شکست خوردہ ہو کر حق کو اپنی قوتِ بازو سے کچلنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اِن لوگوں نے تہذیب و تمدن کے تقاضے اور پاسِ ادب کے آداب سے بے نیاز ہو کر برملا دھمکی دینے کے انداز میں کہا کہ اگر آپ نے ہماری بات کو تسلیم نہیں کیا تو تارکِ وطن کر دیا جائے گا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا اب ہمیں اس قدر بھی ایسا نہ سمجھو کہ جامِ ظہورِ توحید کی لذت سے سرشار ہو کر ہم بھی ظلمت و کفر و شرک کی راہ اختیار کر لیں۔ حق تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں!۔ ﴿قَدِ افْتَرَيْنَا﴾ تحقیق ہم نے بہتان باندھ لیا۔ اِفْتِرَاءٌ سے فعل ماضی کا صیغہ جمع متکلم قواعد کے مطابق۔

﴿عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ خدا پر جھوٹ، "وسیط" میں تحریر ہے کہ "حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا عندیہ یہ تھا کہ باری تعالیٰ نے انہیں حکم لیا ہے کہ اُس طریقہ پر رہو اور اسی جہت سے اُسے ملت کہتے ہیں۔ پس حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ تمہاری ملت کی طرف پھر آنا اور یہ اعتقاد کر لینا کہ اس ملت پر رہنے کا وعدہ اللہ جل جلالہٗ نے کیا ہے یہ افتراء ہو جائے گا۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

حق کے داعی اور منکرینِ حق کے مابین یہی بات تو سبب نزاع رہی ہے کہ ہمارا قلب جس راہ کو حق سمجھتا ہے ہم اس پر ایمان رکھیں گے، دوسرے فریق کا یہ استدلال کہ نہیں ہم تمہیں جبراً اپنی راہ پر چلا کر چھوڑیں گے۔ "انسانی شرف و فضیلت کی قدروں پر ایمان لانے کے بعد ہم پر تو اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ ہماری رسائی تو اسلام کے چشمۂ صافی تک ہو گئی ہے"

(بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوم از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

﴿اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا﴾ اگر پھر آئیں ہم یعنی میری قوم جو مومن ہے وہ پھر آئے اور داخل ہوں تمہاری ملت ردین

Marfat.com

میں۔﴿عُدْنَا﴾ ہم نے پھر کیا/دوبارہ کیا عَوْدٌ سے فعل ماضی جمع متکلم کا صیغہ قواعد کے مطابق۔

﴿مَا كَانَ لَنَا أَنْ نَّعُودَ فِيهَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّنَا﴾ یعنی ہم تمہارے مذہب میں کوئی وجہ نہیں لوٹ آئیں بجز اس کے کہ ہمارے رَبّ کی ہی مشیت اور ارادہ ہماری گمراہی کا ہو جائے ﴿وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ اور ہمارے رَبّ کا علم ہر شے پر محیط ہے، علمِ قدیم کی رُو سے یعنی اس کے علم نے سب چیزیں گھیر لی ہیں اور سب کا انجام کار وہ جانتا ہے کہ ایمان ہے یا کُفر اور مُرتدّ ہو جانا یا نہ ہو جانا یا اس کے سوا کچھ ہے جو تم مؤمنوں کو نکال دینے کی دھمکی دیتے ہو اس سے میں گھبراتا اور مُضطرب نہیں ہوتا ہوں۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

﴿عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا﴾ اور ہم نے اللہ تعالیٰ پر توکّل رکھا، بھروسہ کیا ہے ہم نے اور اپنا کے کام اس پر چھوڑ دیا، پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے معاندین کی طرف سے مُنہ پھیر لیا، پھر وہ مُجیب الدعوات سے مناجات کرنے میں متوجہ ہوئے۔

''اس میں عجز و وصف کا اظہار اور اللہ پر توکّل و تفویض ہے جو کمالاتِ نبوّت میں سے ہے، ہم کیا ہیں جو کسی کام کے کرنے یا اس سے بچنے کا دعویٰ کر سکیں، کسی نیکی کا کرنا یا بُرائی سے بچنا سب اللہ ہی کے فضل سے ہے''۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد سوئم از مفتی محمد شفیعؒ)

قوم کے پُر غرور سرداروں سے ہمکلامی کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کو احساس ہوا کہ اِن لوگوں پر کسی بات کا کچھ بھی تو اثر نہیں ہوتا تو آپ علیہ السلام نے باری تعالیٰ سے دستِ دعا بڑھایا ﴿رَبَّنَا افْتَحْ﴾ اے ہمارے رَبّ حکم صادر فرما۔ ﴿بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا﴾ ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے مابین۔ ﴿بِالْحَقِّ﴾ ساتھ حق کے۔ ''یہاں افتح کا مفہوم ہے احکم یعنی ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ صادر کر کے کہ کون سچّا اور صادق ہے اور کون جھوٹا اور کاذب، تا کہ حقیقت کی وضاحت ہو جائے''۔ (بحوالہ بیضاوی) حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا لفظ فتح کی معنیٰ اس مقام پر فیصلہ کرنے کے ہیں اسی مفہوم سے ''فاتح بمعنیٰ قاضی آتا ہے''۔ (بحوالہ بحرِ محیط) زجاج رقمطراز ہے ''اے ہمارے اللہ ہمارے اَمر کو ظاہر کر دے، اس سے مُراد اُن پر ایسا عذاب آئے جس سے ان کا باطل ہونا اور حضرت شعیب علیہ السلام کے پیروی کرنے والوں کا حق پر ظاہر ہونا عیاں ہو''۔ (کنز الایمان از احمد رضا خانؒ)

﴿وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ﴾ اور تو بہتر سب حکم کرنے والوں کا ہے۔ ''اور اللہ جب فیصلہ کر لیتا ہے تو وہ یہی ہوتا ہے کہ اہلِ ایمان کو بچا کر مکذبین اور منکرین کو ہلاک کر دیتا ہے یہ گویا عذابِ الٰہی کے نزول کا مطالبہ ہے۔ (ماخوذ از قرآن کریم، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس سعودی عرب) ﴿إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ﴾ بے شک تم ہو جاؤ گے اس وقت نقصان پانے والوں میں سے کہ اپنا قدیم طریقہ چھوڑ کر نئے دین میں آ ؤ گے، بڑے کافروں نے بھی چھوٹے کافروں سے کہا کہ تم خسارے میں پڑو گے اس لئے کہ تمہارے نفع کا انحصار ہی کم مقدار تولنے میں ہے اگر تم نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بات تسلیم کر لی تو اچھی طرح سوچ لو! یہ دولت کی فروانی، یہ تجارتی ترقی، یہ مال و زر سب سے محروم ہو جاؤ گے اگر تم نے حضرت شعیب علیہ السلام کی اتباع کی تو احمق اور جاہل قرار پاؤ گے۔ (بحوالہ بحرِ محیط)

پھر وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحت پر عمل پیرا نہ ہوئے اور کُفر و خیانت سے باز نہیں آئے۔

﴿فَاَخَذَتْھُمُ الرَّجْفَةُ﴾ پس پکڑ لیا انہیں زلزلے نے۔ سورۂ ہود پارہ ۱۲ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ میں مذکور ہے کہ اہلِ مدین کڑک سے ہلاک ہوئے، علماء نے کہا کہ سخت کڑک ہوئی اور اُس نے زمین کو ہلا دیا یا کڑک زلزلہ سے قبل ہوئی اس لئے بات یہ ٹھہری کہ زلزلہ بے کڑک اور ہوا کہ ہوتا ہی نہیں۔ آیت نمبر ۶۷ سورۂ ہود پارہ ۱۲ وَمِنْ دَآبَّةٍ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ

اور ان ظالموں کو ایک زور دار آواز نے آ پکڑا پھر وہ صبحدم اپنے گھروں میں اُوندھے مُنہ گرے ہوئے پائے گئے۔ (سورۂ ہود آیت نمبر ۶۷)

حدیثِ مُبارکہ میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک سخت آواز کی اور اُن کے شہر میں زلزلہ آگیا اور سب تھرا گئے، ﴿اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا﴾ جنہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا وہ ایسے نیست و نابود کر دیئے گئے گویا جیسے کبھی آباد ہی نہ ہوئے تھے۔ ﴿لَمْ يَغْنَوْا﴾ اُنہوں نے قیام نہیں کیا غَنِیَ کا ایک مفہوم کسی مقام پر خوش خوش رخوشی کے ساتھ بسر کرنے کے بھی آتے ہیں۔ غنیٌ (باب سمع) سے فعل مضارع منفی بہ لَم جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

یہاں پر قومِ شعیب کے واقعہ سے دوسروں کو درسِ عبرت ملتا ہے اس عذاب کے بعد وہ ایسے ہو گئے جیسے یہاں کبھی عیش وعشرت کا نام ونشان نہ تھا۔ غنی کا مفہوم ہے کسی جگہ پر عرصۂ دراز تک قیام کرنا اِس کی جمع مغانی ہے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبی)

﴿فَتَوَلّٰى عَنْھُمْ﴾ پس مُنہ پھیر لیا اُن کافروں کی طرف سے، قوم پر عذاب کی گھڑی آتے ہوئے دیکھ کر حضرت شعیب علیہ السلام اور اُن کے رُفقاء نے یہاں سے رختِ سفر باندھ لیا، افسردگی، یاس وحرمان کا عالم دیکھ کر، جمہور مُفسرین کا قول ہے یہ لوگ یہاں سے مکہ شریف آگئے پھر آخر تک یہاں پر قیام کیا، ﴿فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ﴾ پھر کیوں کر تاسُّف اور غم کروں ہلاک ہونے پر ایک قوم کفار کے جس نے کہ میری تصدیق نہ کی، میں نے حقِ تبلیغ ادا کر دیا اور باری تعالیٰ کا پیغام اُن کو پہنچانے کی سعادت حاصل کرلی، اب کیا ملال وحزن کہ اس کے باوجود وہ اپنے کُفر اور شرک پر قائم رہے۔

تشریح وتوضیحات آیت نمبر ۸۸ تا ۹۳

آیت ۸۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے دعوت الی اللہ دی، اُنہوں نے اپنی قوم کو سمجھایا، حق تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اِس کے سامنے عِجز وانکساری سے جُھکو، اللہ تعالیٰ کی بندگی کا راستہ اختیار کرو، برائی کا کوئی پہلو ہو، فتنہ وفساد ہو یا کسی اور قسم کی بُرائی اس کی اساس توحید سے انکار اور انحراف ہے، متکبرین کی جماعت جو اپنی خواہشات نفسانی کو تقدس کا لبادہ اُوڑھائے ہوئے تھی حضرت شعیب علیہ السلام کا پیامِ حق اُن کی خاطر معصوم پر گراں گذرا، ان سرداروں کے گھمنڈ کا یہ عالم کہ اُنہوں نے دھمکی آمیز انداز میں کہا اے شعیب علیہ السلام ہمارے دین رملت پر واپس آجاؤ ورنہ تمہیں بھی اور تمہارے ساتھ ایمان لانے والوں کو بھی شہر بدر کر دیا جائے گا۔ حضرت شعیب علیہ السلام تو نبی تھے، اُنہیں تو کُفر سے نفرت تھی اُن سے کُفر کا ارتکاب ممکن ہی نہ تھا، اُنہوں نے کہا بھلا زبردستی کیوں کر کی جا سکتی ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے جواب دیا ہم تمہارے مذہب میں آجائیں" ہم تو اس کے باطل ہونے کی دلیل پر قائم اور دائم ہیں بھلا اس کو کیونکر اختیار کریں، تب ہم تو

Marfat.com

باریِ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت لگانے والوں میں شمار ہو جائیں گے ہم انسانی توقیر اور فضیلت کی قدروں پر ایمان لانے کے بعد کسی طمع میں آکر ان سے رُوگردانی کی راہ اختیار نہیں کریں گے۔

آیت ۸۹ میں بتایا جا رہا ہے کہ باطل اور جھوٹے مذہب کو سچائی سے منسوب کرنا، اللہ پر اِفتراء اور بُہتان باندھنا ہے اور صداقت سے کذب کی طرف آنا ہے، معاذ اللہ! یہ کیونکر ممکن ہے کہ حق وصداقت اور پیکرِ حق سے نکل کر جھوٹ کی طرف واپس آجائیں، بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ اس آبائی مذہب کو قبول کرلیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں نجات دی، ہم اللہ پر توکّل کا بَرملا اِظہار کرتے ہیں کہ تمہارے دین وملّت میں اب ہمارا پلٹ آنا ممکن ہی نہیں رہا کل کیا ہوگا اس حقیقت کا علم تو صرف اللہ کو ہے جو اللہ چاہے وہی ہونا ہے اور ہوتا ہے اس بات سے احساسِ علم یہ ہوا کہ مؤمن تکبّر اور بڑائی کا کوئی دعویٰ نہیں کرتا پھر اللہ پر مکمل توکّل ہے تو گفتگو کرتا ہے باری تعالیٰ کا علم اَمرِ حکمت پر محیط ہے اللہ کے فیصلے سے کسی کا بہتر فیصلہ نہیں ہوسکتا، حضرت شعیب علیہ السلام کے خطاب سے ظاہر ہوا کہ اَنبیاء کرامؑ کے دل، اللہ تعالیٰ کی عظمتِ کمال، جبروت جمال سے معمور ہوتے ہیں اور ہر آن اور ہر شان کے ساتھ اللہ پر توکّل غیر متزلزل ہوتا ہے۔ توکّل پالینا ہے اللہ کا ایک انعام ہے، بُرائی سے نجات پانے کا ایک ہی راستہ ہے وہ ہے فضل باری تعالیٰ جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"لولا اللہ مااھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا"

اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو ہمیں درست راستے کی ہدایت نہ ملتی، نہ ہم صدقات وخیرات کر پاتے اور نہ نماز پڑھ سکتے۔ (نہ نماز پڑھنے کی توفیق ملتی)۔

آیت ۹۰ میں وضاحت کے ساتھ اظہارِ بیان ہے کہ اہلِ مدین کے سرداروں نے محسوس کیا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوتِ دینِ حق لوگوں کے دلوں میں اثر انداز ہو رہی ہے اپنی قوم کو اقتصادی بُحران سے خوفزدہ کرنے کا آغاز کردیا، اور کہنا شروع کردیا، اگر تم لوگوں نے شعیب علیہ السلام کی اِتباع پر عمل کیا تو بربادی وتباہی میں گھر جاؤ گے کم تولنا، کم ناپنا چھوڑ دیا تو معاشی بدحالی اور اقتصادی تنزّلی میں مُبتلا ہو جاؤ گے، اصل بات تو یہ ہے کہ یہ اندازِ نصیحت صرف قومِ شعیب علیہ السلام کے لوگوں اور رؤساء تک ہی محدود نہیں ہے ہر دُور اور ہر زمانے میں لوگوں نے حق، صداقت، دیانت اور جرأتِ اِنصاف کی روش میں ایسے ہی خطرات محسوس کئے ہیں اور زمانے کے مُفسرین کا یہی طرزِ عمل رہا ہے کہ کاروبارِ زندگی، تجارتی سرگرمیاں، سیاست اور دیگر دنیوی معاملات، فریب، کِذب، بے ایمانی اور اخلاقی بدحالی کے بغیر نہیں چل سکتے، کارگہ ہستی کے معاملات میں ہر صورت میں دعوتِ حق کے مقابلے میں فریب کو فروغ ملا، مدین والوں کا یہ طرزِ عمل اور احساسِ عمل ٹھہرا کہ اگر آباؤ اجداد کا مذہب ترک کیا تو یہ دین کی خرابی ہوئی اور تجارتی سرگرمیوں میں ناپ تول صحیح رکھی تو یہ دنیا کا خسارہ ہے۔

آیت ۹۱ میں بتایا جا رہا ہے کہ آخر کار زلزلے نے آپکڑا، وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے، سورۂ ہود آیت ۹۴ میں اسی مضمون ومفہوم کے لیے الصَّیْحَۃُ چیخ کا لفظ استعمال کیا گیا سورۂ شعراء پارہ ۱۹ قَالَ الَّذِیْنَ آیت ۱۸۹ میں مذکور ہے ارشادِ ربّانی ہے:

Marfat.com

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ

پس جن لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بات کو جھٹلایا تو سائبان والے دن گے عذاب نے اُن کو گھیر لیا۔ (آیت ۸۹)

ظُـلَّة بادل کے سایہ کے مفہوم میں آتا ہے۔ عذاب میں تمام چیزوں کا اجتماع ہوا گویا سائے والے دن اُن پر عذاب نازل ہوا پہلے تو بادل نے اُن پر سایہ کیا، پھر شُعلے اُٹھے، چنگاریاں سُلگ گئیں اور آتش کے بھبھوکے اُٹھ رہے تھے، پھر آسمان سے چیخ اُٹھی اور زمین سے بھونچال آ گیا جس سے اِن کی رُوحیں قفسِ عُنصری کو پرواز کر گئیں۔ (بحوالہ ابن کثیر)

آیت ۹۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تھا اور اُن کے ساتھیوں کو بستی چھوڑنے کو کہا تھا ''سو عالم شوق کا ہے دیکھا نہ جائے گا'' کے مصداق سو وہ ہی نہ رہے اور نہ اُن کی بستیاں آباد رہیں جن کا یہ کہنا تھا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے ماننے والے تباہی و بربادی سے ہمکنار ہوں گے وہ خود ہی تباہی سے دوچار ہوئے اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے عذاب آنے کے بعد ایسے ہو گئے جیسے کبھی بسے ہی نہ تھے۔ مدین کی یہ تباہی تو ایک عرصۂ دراز تک قوموں کے لئے نشانِ عبرت بنی رہی، چنانچہ زبور جو داوٗد علیہ السلام پر اُتری اس مقام پر آتا ہے ''اے خدا! فلاں فلاں نے تیرے خلاف عہد باندھ لیا ہے اس لئے تو اُن کے ساتھ بھی وہی کر جو تو نے اہلِ مدین کے ساتھ کیا۔ آیت ۸۳۔ ۵ تا ۹ یسعیا نبی ایک مقام پر بنی اسرائیل کو تسلی کے الفاظ کے ساتھ کہتے ہیں، شور والوں سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں گو کہ وہ تمہارے مصریوں کی طرح ظلم کا اُرتکاب کرتے جا رہے ہیں لیکن کچھ گذرنے کے بعد خدا کی فوج اُن پر کوڑا برسائے گی اور انکا وہی حشر ہو گا جو اہلِ مدین کا ہوا۔ (بحوالہ یسعیاہ: ۱۰۔۲۱ تا ۲۶)

گویا نقصان میں وہی لوگ رہے جنہوں نے پیغمبر کو جُھٹلایا کہ نبی اور اُن پر ایمان لانے والے کی تکذیب میں ملوث رہنے والے کا خسارہ دونوں جہانوں میں ہوتا ہے۔ کائناتِ گیتی میں ذِلت و رُسوائی کا عذاب چکھا اور آخرت میں تو اس سے کہیں زیادہ شدید ترین عذاب ہے سورۃ الشعراء آیت ۱۸۹ پارہ نمبر ۱۹ وَقَالَ الَّذِيْنَ میں حکمِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ☆ بے شک وہ عذاب بڑے سخت دن کا تھا

آیت ۹۳ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے جاتے ہوئے حسرت و یاس کے عالم میں کہا اے لوگو! میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے اور اَزراہِ محبت و شفقت نصیحت بھی کی مگر نہ جانے تم نے اس کا احساس تک گوارہ نہیں کیا، اب ایسی قوم پر رنج و ملال کا کیا حاصل! چنانچہ مومنوں کو اپنے ساتھ لے کر مکّہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہوئے یادش بخیر آج بھی اُمت خیر البشر کو جوشِ عمل کا پیام ہے کہ آج بھی اگر ہم نے دعوتِ حق تسلیم نہ کیا، عناد، انکار کی روش اختیار کی تو ہمارا بھی وہی انجام ہو گا جو سابقہ منکرین کا ہوا ہے۔

آیت ۸۸ تا ۹۳ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

اے باری تعالیٰ! فیصلہ صادر کر دے حق و انصاف کے ساتھ، ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان، تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے یہ وہ التجائے دُعا کے الفاظ ہیں جو رسول اپنی قوم کی فلاح و صلاح سے مایوس ہو کر لب کُشا ہوتا ہے اسی طرح کی دعاؤں کا سلسلہ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں میں ملتا ہے اور یہ دعائیں قرآن کریم میں ملتی ہیں۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِیۡ قَرۡیَةٍ مِّنۡ نَّبِیٍّ اِلَّاۤ اَخَذۡنَاۤ اَهۡلَهَا بِالۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمۡ یَضَّرَّعُوۡنَ ﴿۹۴﴾

اور کسی بستی میں ہم نے کوئی نبی نہیں بھیجا جب تک کہ وہاں کے رہنے بسنے والوں کو پہلے سختی اور تکلیف میں مُبتلا نہ کیا ہو، تا کہ وہ عجز کے ساتھ گڑگڑانے لگیں (۹۴)

ثُمَّ بَدَّلۡنَا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الۡحَسَنَةَ حَتّٰی عَفَوۡا وَّقَالُوۡا قَدۡ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذۡنٰهُمۡ بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۹۵﴾

پھر ہم نے تکلیف کو راحت و بھلائی میں بدل دیا حتیٰ کہ وہ اُس میں خوب پھلے پھولے رترقی پائی اور کہنے لگے ہمارے اسلاف کو بدحالی اور خوش حالی رراحت و تکلیف ملتی رہی تب ہم نے اُن کو دفعتاً پکڑ لیا اور اُنہیں اس کا وہم و گمان رخیال تک نہ ہوا۔ (۹۵)

وَلَوۡ اَنَّ اَهۡلَ الۡقُرٰۤی اٰمَنُوۡا وَاتَّقَوۡا لَفَتَحۡنَا عَلَیۡهِمۡ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ وَلٰكِنۡ كَذَّبُوۡا فَاَخَذۡنٰهُمۡ بِمَا كَانُوۡا یَكۡسِبُوۡنَ ﴿۹۶﴾

اور اگر ان بستیوں کے باشندے ایمان لے آتے اور راہِ تقویٰ اختیار کرتے تو ضرور ہم اُن پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے باب کھول دیتے، مگر اُنہوں نے تکذیب کی تو ہم نے اُن کے اعمال رکرتوتوں کے سبب ان کو پکڑ لیا رگرفت مضبوط کی۔ (۹۶)

اَفَاَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰۤی اَنۡ یَّاۡتِیَهُمۡ بَاۡسُنَا بَیَاتًا وَّهُمۡ نَآئِمُوۡنَ ﴿۹۷﴾

پھر کیا بستی کے رہنے والے بے خوف رنڈر ہو گئے ہیں کہ ہمارا عذاب اُن پر رات کو آئے جب وہ محوِ نیند رسوتے پڑے ہوں۔ (۹۷)

اَوَاَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰۤی اَنۡ یَّاۡتِیَهُمۡ بَاۡسُنَا ضُحًی وَّهُمۡ یَلۡعَبُوۡنَ ﴿۹۸﴾

یا بستی والے اس بات سے بھی بے فکر ہو گئے ہیں کہ اُن پر ہمارا عذاب دن چڑھے رچاشت کی گھڑی میں آئے جب وہ کھیلوں میں مشغول ومصروف رہیں۔ (۹۸)

اَفَاَمِنُوۡا مَكۡرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاۡمَنُ مَكۡرَ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۹۹﴾

کیا یہ اللہ کی (خفیہ) تدبیر سے بے خوف ہیں ربے خبر ہیں پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے فکر بنے رہتے ہیں، سو ایسے ہی قوم کے لوگ خسارہ اُٹھانے والے ہوتے ہیں۔ (۹۹)

الفاظ ومعانی آیت ۹۴ تا ۹۹

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِیۡ قَرۡیَةٍ مِّنۡ نَّبِیٍّ﴾ اور نہیں بھیجا ہم نے کسی شہر ربستی میں، کوئی ایسا پیغمبر کہ اُس کی تکذیب لوگوں نے نہیں کی! یہاں پر ایک کلیہ کی وضاحت کی جا رہی ہے کہ جب کسی بستی میں نبی کی بُعثت ہوئی تو وہاں کے رہنے والوں نے اس کو جھٹلایا اور اس کی دعوتِ حق، تسلیم ورضا کو قبول کرنے سے انکاری رہے تو نتیجہ یہ نکلتا کہ اُنہیں اچانک تباہی و بربادی سے ہمکنار نہیں کیا جاتا، بلکہ اُنہیں تکلیف ومصیبت میں ڈال دیا جاتا ہے تا کہ غرور کا نشہ کم ہوتا کہ فقروفاقہ، تنگدستی، مرض وبیماری میں گرفتار رمُبتلا رہیں، تکبّر سے باز آجائیں، توبہ کریں، اللہ تعالیٰ کے حکم کی تابعداری کریں۔ ﴿اِلَّاۤ اَخَذۡنَا﴾ مگر یہ کہ پکڑ لیا ہم نے ﴿اَهۡلَهَا﴾ اس شہر کے لوگوں کو۔ ﴿بِالۡبَاۡسَآءِ﴾ سختی، مُفلسی، بؤس اور بَاۡسَاء کے معنی فقروفاقہ، قواعد کے

Marfat.com

مطابق اسم ہے۔ ﴿وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ﴾ تاکہ وہ عجز وانکساری کے ساتھ عاجزی کریں اور نصیحت مان کر اپنے نبی کی تصدیق کریں تاکہ اُن سے بلا دفع کردی جائے۔ (ضَرٌّ وَضَرَّا کے معنی بیماری اور مرض کے آتے ہیں قواعد کے لحاظ سے اسم ہے۔ قرآنِ حکیم میں یہ لفظ جابجا اس مفہوم کے معنی میں آیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے یہی معنی بتائے ہیں لغت میں لکھا ہے مالی نقصان کے لئے مستعمل ہے)

﴿يَضَّرَّعُوْنَ﴾ تَضَرُّعٌ سے فعل مضارع، تاکہ وہ عاجزی کریں، مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ قواعد کے مطابق۔

﴿لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ﴾ کے الفاظ سے یہ احساسِ علم ہوتا ہے کچھ غم و آلام اور مصائب تکلیف انسان کو خوابِ غفلت سے آگاہ کرنے کے لئے ہوتی ہیں ﴿ثُمَّ بَدَّلْنَا﴾ پھر ہم نے بدل دیا۔ ﴿مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ﴾ اس میں سیئۃ سے مُراد بیماری کی شدّت اور فقر و فاقہ ہے اور حَسَنَۃٌ کے معنی مال میں زیادہ/کثرت، آسودگی اور بھلائی ہے، آفتِ بلا اور بیماری کی جگہ صحت، راحت اور سلامتی اگرچہ یہ طریقہ بھی مؤثر نہ ہوا تو پھر اُن پر انعامِ رحمت اکرامِ کرم کے باب سے کھول دیئے جاتے ہیں، مال وزر، عزّت و توقیر، نعمتِ اولاد اور دیگر مختلف النوع سہولتیں فراہم کردی جاتی ہیں تاکہ وہ اپنے احسان کرنے والے خالقِ حقیقی کو اچھی طرح جان کر، پہچان کر اس کی نافرمانی سے گریز کریں اور اللہ جَلّ شانہٗ کی اطاعت اور فرمانبرداری کو اپنا شعارِ زندگی بنائیں اگر اب بھی نعمت و انعامِ رحمت پانے کے بعد اُن کے دلِ حزیں پر شکر گذاری اور اظہارِ تشکر کا جذبۂ عمل پیدا نہ ہو تو پھر اب اصلاحِ عمل کی کوئی صورت/اُمید نظر نہیں آتی ﴿حَتّٰى عَفَوْا﴾ وہ زیادہ ہوگئے مال میں بھی اور آدمیوں میں بھی اس وقت بھی اُنہوں نے کفرانِ نعمت کا آغاز کیا، لفظ عَفْو، عَفَوْا سے بنا ہے جس کے معنی بڑھنے، ترقی کرنے اور ترویج کرنے کے آتے ہیں اس مفہوم کے مطابق یہاں پر عَفَوْا کے معنی بڑھ گئے، فروغ پاگئے ہیں، عَفَوْ (نصر) فعل ماضی (جمع مذکر غائب) قواعد کے مطابق، عَفَوْ کی تحقیق کرتے ہوئے بتایا گیا اضدا سے اس کا معنی بڑھنا اور مٹ جانا بھی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عفو کے معنی كَثُرُوْا بتایا ہے۔ (بحوالہ قرطبی)

﴿وَقَالُوْا﴾ اور کہنے لگے یہ کوئی نئی بات تو نہیں بلکہ یہ کسی اچھے اور بُرے عمل کا نتیجہ ہے اور یہ تو زمانہ کی عادت اور فطرتِ طبیعت کا تقاضا ہے ﴿قَدْ مَسَّ﴾ بے شک یونہی پہنچا کرتی تھی ﴿اٰبَآءَنَا﴾ ہمارے آباؤ واجداد کو بھی ﴿الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ﴾ سختی اور خوشی گویا سابقہ دور میں بھی قحط پڑتا تھا کبھی ارزانی ہوا کرتی تھی، کبھی صحت تو کبھی بیماری، کسی وقت غم تھا تو کسی ساعت مسرّت و شادمانی، یہ سب کچھ کفر اور ایمان کے سبب نہ تھا بلکہ جب اس قوم نے ناشکری اختیار کی اور کفر پر مضبوطی اور پائیداری اپنائی۔ ﴿فَاَخَذْنٰهُمْ﴾ پس ہم نے پکڑا اُنہیں ﴿بَغْتَةً﴾ ناگہاں/اچانک یعنی اس کیفیت میں جب وہ بے خوف تھے۔ ﴿وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ اور وہ یہ نہ جانتے تھے کہ اُن پر عذاب آئے گا یہ اُن کی حسرت ہی رہی کہ پہلے سے عذاب آنے کے آثار دیکھ لئے ہوتے تو سمجھ گئے ہوتے کہ ہم پر عذاب کا نزول ہوا ہی چاہتا ہے، پھر اُن کو عذاب نے اچانک آگھیرا کہ اُن کو خبر ہی نہ ہوئی۔ ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى﴾ اور ان بستیوں کے لوگ جو گرفتارِ عذاب ہوئے یا مکّہ معظمہ اور اس کے گرد و پیش کے لوگ ﴿اٰمَنُوْا﴾ وہ ایمان لائے اللہ پر ﴿وَاتَّقَوْا﴾ اور راہِ پرہیزگاری اختیار کرتے اور محفوظ رہتے

Marfat.com

شرک سے اور پیغمبر ﷺ کی مخالفت سے ﴿لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ﴾ البتہ ان پر ہم کھول دیتے۔ ﴿بَرَكٰتٍ﴾ برکتیں۔ ﴿مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ❶ آسمان سے اُن کی دُعائیں قبول کر کے بارش برسا کر، اور زمین سے اُن کی حاجتیں پوری ہوتیں یا کھیتی پیدا ہونے کے سبب سے۔ بَرَکٰتٍ کے لفظی معنیٰ زیادہ ہونے کے آتے ہیں زمین اور آسمان کی برکتوں کا مفہوم یہ ہے کہ ہر طرح کی اچھائی پاتے، رحمت پاتے، برکت کا احساسِ اظہار کئی حالتوں سے ہوتا ہے کبھی تو یُوں بھی ہوتا ہے اصل شئے میں اضافہ ہو جاتا ہے جیسے آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کے معجزات میں ہے کہ ایک معمولی برتن کے پانی سے پورے قافلہ کا سیراب ہو جانا، یا کم مقدار کھانے سے ایک مجمع کا شکم سیر ہو جانا۔ روایات صحیحہ میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ ﴿وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا﴾ مگر اُنہوں نے جھٹلایا ہمارے رسولوں کو۔ ﴿فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ بہ سبب اس چیز کے جو کماتے تھے وہ کُفر اور معاصی رگناہ "حقائق سلمیٰ" میں اس کے معنیٰ تحریر ہیں کہ "اگر بندے باور کرتے میرے وعدے اور بچتے رہتے میرے حکم کی مخالفت سے اور ڈرتے میری دھمکی سے تو اُن کے دلوں کو اپنے مشاہدہ نُور سے ہم روشنی دے دیتے۔ آسمان کی برکت اس کی طرف اشارہ ہے اور ان کے جوارح اور اعضاء کو اپنی خدمت سے ہم آراستہ کر دیتے" زمین کی برکت اس سے عبارت ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدین")

﴿اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا﴾ اس سے کہ آئے ان پر عذاب ہمارا۔ ﴿بَيَاتًا﴾ رات کو ﴿وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ﴾ اور وہ سوتے ہوں، بالفاظ دیگر اُن کی غفلت کے وقت عذاب کا شب خون اُن پر آئے ﴿نَآئِمُوْنَ﴾ سونے میں، سوتے ہوئے نوم سے اسم فاعل جمع مذکر، نَـآئِـمٌ واحد قواعد کے مطابق۔ "ابھی سونامی میں ہزاروں افراد طوفانِ سیلاب میں مَر گئے، ۲۶ دسمبر ۲۰۰۴ء" (بحوالہ اخباری خبر)

﴿اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى﴾ کیا بے خوف ہو گئے اس شہر کے لوگ۔ ﴿اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا﴾ اس سے کہ آئے ہمارا عذاب اُن کے پاس۔ ﴿ضُحًى﴾ دن چڑھے۔ ﴿وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ﴾ اور وہ کھیلتے ہوں یعنی کائنات رنگ و بُو جو غافلوں کے کھیلنے کی جگہ ہے اُن ہی کھیل و کود کے کاموں میں مشغول ہوں۔ ﴿اَفَاَمِنُوْا﴾ کیا بے خوف ربے فکر ہو گئے جھٹلانے والے۔ ﴿مَكْرَ اللّٰهِ﴾ اللہ کی اچانک پکڑ سے مَکَرَ کے معنیٰ پوشیدہ داؤ کے ہیں کیا یہ لوگ اللہ کی خفیہ تدبیر و تقدیر سے مطمئن ہو گئے کیا اُنہیں خبر نہیں کہ اچانک ناگہانی کیسے آتی ہے زلزلے کی تباہ کاریاں شب و روز کا سیلاب جو اچانک رُونما ہوتا ہے کیا اُن کو اس بات کا گمان نہیں ہوتا کہ کوئی اچانک غیر معمولی بات نمودار ہونے والی ہے یہ سب کے سب غفلت میں، سرمستی میں مست رہتے ہیں اچانک اللہ کی پکڑ آ جاتی ہے۔ ﴿اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ مگر وہ قوم (نقصان پانے والے) کہ کُفر اور نفاق کے سبب دو جہاں میں نقصان کے مارے ہوئے ہیں درسِ عبرت ہے عقل مندوں کے لئے دوسروں کے حالات سے سبق سیکھیں اور وہ اُمور جو دوسروں کے لئے مُوجب ہلاکت و بربادی کا سبب بن گئے اُن کے سرانجام دینے سے باز رہیں۔

---

❶ ...... ہر طرف سے ہم ان پر خیر و برکت کی زیادتی کرتے جو نعمتیں عطا ہوئیں وہ قائم رہتیں، برکت آسمان سے مُراد بارش، برکت زمین سے مراد فصلیں اور نباتات)

Marfat.com

تشریح و توضیحات آیت ۹۴ تا ۹۹

آیت ۹۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب بھی کسی قریہ ربستی میں نبی کی بعثت ہوئی تو وہاں کے رہنے والوں نے دعوتِ حق کو قبول کرنے سے انکار کردیا تو باری تعالیٰ نے فوری طور پر اس قوم کو تباہی و بربادی سے ہمکنار نہیں کیا بلکہ ان کی مالی اور جسمانی مصائب سے آزمائش کی گئی تاکہ ان میں رجوع اِلی اللہ کا جذبہ عمل موجزن ہوجائے تاکہ وہ بالکل سارے فریب سے چھٹکارا پاکر حق کی راہ میں آکر اللہ کی رحمت پائیں عجز کے ساتھ اور تضرع سے اللہ کی طرف رجوع ہونا، اللہ کی رحمت پانا، اس لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں کیونکہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی بندگی کرنا انسانی وجود کا ماحصل حیات ہے حق بات تو یہ ہے کہ ربِّ کائنات کو انسانوں کی طرف سے عجز کرنے اور اظہارِ بندگی کی ضرورت نہیں ہے یہ انسانی زندگی کا مقصد ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کو اپنا شعار بنائے چنانچہ آیت ۵۶ سورۃ الذّٰرِیٰت پارہ ۲۷ قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ

''اور ہم نے جنّات اور انسانوں کو صرف اس لئے تخلیق کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں''۔

حق بندگی تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کے ساتھ گڑگڑا کر رحمت طلب کی جائے یہی حُسنِ بندگی ہے۔

آیت ۹۵ میں بیان کیا جارہا ہے کہ باری تعالیٰ نے دُکھ اور تکلیف کو راحت میں بدل دیا یہاں تک کہ خوشی اور فرحت کے لمحات پاکر، کہنے لگتے کہ ہمارے اسلاف پر اچھی اور بُری ساعتیں گذری ہیں۔ پھر ہم نے اُن کی اچانک گرفت کی جس کا اُنہیں وہم و گُمان تک نہ تھا اور اُنہیں اس عذابِ گرفت کی خبر تک نہ ہوئی۔ یہ مشیت ایزدی کا تقاضا ہے کہ جب نبی کے مبعوث ہونے کے بعد لوگ اَنبیاء کی تکذیب کرتے ہیں تو اَنبیاء کو جھٹلانے والوں کی آزمائشوں کا امتحان ہوتا ہے اور باری تعالیٰ لوگوں کو قحط، مرض، گردشِ باد و باراں اور تلاطم طُوفان کی آزمائش میں مُبتلا کردیتا ہے پھر وہ اصلاحِ احوال کی طرف توجہ نہیں دیتے اور قدرت باری تعالیٰ اور اس کے ارادہ کو سمجھنے سے قطعی محروم ہوتے ہیں تو اُنہیں ناگہانی طور پر عذاب میں مُبتلا کردیا جاتا ہے جن لوگوں کے دل انبیاء کی دعوتِ حق تسلیم نہیں کرتے اور ان کو توبہ و اصلاح کی توفیق نہیں ہوتی اور غفلت میں ڈوب کر گہری نیند طاری کرلیتے ہیں تو دفعتاً وہ عذاب میں پکڑے جاتے ہیں۔ مؤمن کا معاملہ کچھ مختلف ہوتا ہے، مؤمن کی یہ پہچان ہے کہ وہ راحت و مسرّت پانے پر باری تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں اور غم و آلام پہنچنے پر صبر اور استقامت کا دامن تھام لیتے ہیں یہی دونوں صورتیں اُن کے لئے خیر و برکت کا مُوجب ہوتی ہیں۔ (بحوالہ صحیح مسلم کتاب الزھد)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے سے انکار کرتے ہیں اور عاجزی نہیں اختیار کرتے ان کو اللہ کا عذاب آپکڑتا ہے چنانچہ یہی موضوعِ سخن آیت ۷۶ سورۃ المؤمنون ۲۳ پارہ قَدْ اَفْلَحَ ۱۸ میں بیان ہوا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اَخَذْنٰھُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَکَانُوْا لِرَبِّھِمْ وَمَا یَتَضَرَّعُوْنَ

''اور ہم نے اُنہیں بھی آپکڑا، پھر بھی یہ لوگ نہ اپنے رَب کے آگے جُھکے، اور نہ ہی عاجزی اختیار کی۔

آیت ۹۶ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ اگر بستی کے لوگ ایمان قبول کرلیتے اور پرہیزگاری اپنا لیتے تو باری تعالیٰ

119249
Marfat.com

کی طرف سے آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کُھل جاتے ،لیکن اُنہوں نے جھٹلایا اپنی کرتوتوں کی پاداش کے سبب وہ عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی اطاعت، خوش حالی کی نوید لے کر آتی ہے کیونکہ اطاعت کی تکمیل کے لئے تقویٰ اختیار کرنا ایک لازمی اَمر ہے اس آیت مبارکہ میں تقویٰ سے پہلے ایمان کا ذکر ہے۔

ایمان کی حقیقت نبی پر اعتماد میں مضمر ہے اور اسی یقین ، ایقان اور اعتماد کے سلسلے میں قلبِ نبوّت سے جو آگاہی کا احساس سالک کے دلِ حزیں پر پڑتا ہے تو وہ اس حقیقت کو آشکارا کر دیتی ہے کہ وہ ذاتِ باری تعالیٰ کو اپنے رُوبرُو پانے لگتا ہے اور نافرمانی کرنے کی ہمت تک نہیں کرسکتا، اگر اس نعمت کو پالیا جائے تو ارض وسماء سے رحمت بے پایاں اور نزولِ برکات کے باب کُھل کُھل جاتے ہیں۔

آیت ۹۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہ اہلِ قریہ اس قدر بے خوف وخطر ہو گئے ہیں کہ اللہ کا عذاب راتوں رات آئے اور وہ عذابِ الٰہی کی لپیٹ میں آجائیں جب شب بھر محوِ نیند، آرام سے سو رہے ہوں، تعجب تو اس بات پر ہے کہ حضرتِ انسان، کیف وسُرور اور لذّت غفلت میں پڑا ہوا ہے اپنے اگلے لوگوں کے حالات سے واقف ہونے کے باوجود اس بات پر بے فکر ہو گیا ہے کہ خیال ہی نہیں کرتا کہ نافرمانی تو تباہی کا مُوجب ہے۔

آیت ۹۸ میں بیان کیا جا رہا ہے کیا یہ بستی والے اس قدر بے فکر ہو گئے ہیں کہ اُن پر اللہ کا عذاب دن چڑھے چاشت کے وقت آجائے جب وہ کھیل وکود میں مشغول ہوں، یا سنجیدہ، حالتِ کیفیت میں ہوں، اس کا مقابلہ کرنے میں تو اُن کو جراٴت نہیں! رہا معاملہ عذابِ الٰہی کا تو انسان باخبر ہو یا بے خبر، اس کی بے بسی ہر دو صورتوں میں یکساں تصور ہو گی۔

آیت ۹۹ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ لوگ دنیاوی لطف وکرم سے سرفراز ہونے کے بعد عیش طرب میں پڑے رہے وہی اللہ کی ناگہانی گرفت سے نہ بچ سکے! اس لئے اللہ کی ان تدبیروں سے بے فکر نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ تکذیب اور راہِ کُفر اختیار کرنے والی قوم اللہ کے عتاب وعذاب کی مستحق قرار پاتی ہے، پھر پتہ ہی نہیں چلتا کہ گردشِ ایام لیل ونہار میں کس وقت عذاب کی گھڑی آپہنچے، پھر دیکھتے ہی دیکھتے بستیاں اُجڑ جاتی ہیں اس لئے اس بات کا احساس کرنا بے حد ضروری ہے کہ اس بے خوفی کا انجام سوائے خسارے کے اور کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ غفلت اور حد سے گذر جانا اور لاپرواہی کا نتیجہ نقصان ہے کیا ان کو پتہ نہیں! کیا اللہ کے داؤ اور تدبیر سے نڈر ہو گئے اس قدر جراٴتِ رندانہ حالانکہ یہ وہی لوگ ہیں جن کے اِسلاف کو نافرمانی کے جُرم میں ہلاک کر دیا گیا ان کے بعد سلسلہ روز وشب کے تسلسل میں اہلِ زمین کے وارث قرار پائے کیا اُن کی بربادی میں لوگوں کے لئے کوئی راہِ ہدایت اور نشانِ عبرت نہیں ہے اللہ کی تدبیر بے امان ہے اس لئے کسی طرح یہ جائز نہیں کہ بے خوف رہا جائے۔

کیا لوگ اللہ کے فتنہ سے بے خطر ہو گئے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ کے فتنے سے تو بے خوف وہی قوم ہوتی ہے جو بُرائی میں پڑنے والی ہے، حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ باری تعالیٰ اطاعت کرنے والوں کو نعمت نصیب کرتا ہے اور عاصی اور ناشکروں کو نافرمانی کے سبب مُبتلائے عذاب کرتا ہے۔ اللہ کے عذاب سے دنیا میں بے خوف نہیں ہونا چاہئے۔ (نتائج سے بے فکر رہنے والے سخت خسارے میں رہتے ہیں)

Marfat.com

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

کیا یہ راہِ ہدایت اُن کونہیں دکھائی جو وارث ہوئے، پہلے والے لوگوں کی تباہی کے بعد، اگر ہم چاہیں تو اُن کے گناہوں کی پاداش میں سزا دیں اور اُن کے دلوں پر مُہر ثبت کردیں تاکہ وہ کچھ سُن ہی نہ سکیں! (۱۰۰)

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

یہ وہ بستیاں ہیں جن کی کچھ کچھ داستانیں/احوال، خبریں ہم تمہیں سناتے ہیں۔ بے شک ان سب کے پاس ان کے رسول روشن دلیل لے کر آئے تھے، اُن سے تو یہ بھی نہ ہوا کہ جس کو پہلے جھٹلا چکے تھے اُس پر ایمان لاتے/بعد میں اسے سچ سمجھ کر مان لیتے، اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر یونہی مُہر ثبت کردیتا ہے/اللہ تعالیٰ اس وجہ سے منکرینِ حق کے دلوں پر ٹھپا لگا دیتا ہے۔ (۱۰۱)

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

اور اُن میں سے ہم نے اکثر کو قول و قرار میں سچّا نہ پایا، بلکہ اکثریت کو فاسق پایا/اکثر کو بے حکم ہی پایا۔ (۱۰۲)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

پھر بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اُس کے درباریوں کی طرف، سو اُنہوں نے انکار کیا، ہماری آیات کے سلسلے میں ظلم کا رویہ اپنایا، تو دیکھو تو سہی! کہ اِن مُفسدوں کا کیسا انجام ہوا!۔ (۱۰۳)

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا! اے فرعون! میں بلاشبہ پروردگارِ عالم کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہوں!۔ (۱۰۴)

حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۚ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾

میرا منصبِ رسالت یہی ہے کہ حق بات/سچ پر قائم رہوں اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں صرف حق بات ہی کہوں گا۔ میں تم لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے صریح دلیل/نشانی بھی لایا ہوں! سو میرے ساتھ/ہمراہ بنی اسرائیل کو جانے کی رُخصت/اجازت دے دیجیے۔ (۱۰۵)

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

کہا فرعون نے ایسی کوئی نشانی/معجزہ لے کر آئے ہو تو اس کو پیش کرو، اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو!۔ (۱۰۶)

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾

پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا، وہ دفعتاً/صریح صاف دکھائی دینے والا اژدھا بن گیا۔ (۱۰۷)

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو دیکھنے والوں کی نظروں نے دیکھا کہ یکایک وہ سفید روشن/خوب چمک دار ہوگیا۔ (۱۰۸)

الفاظ و معانی آیت ۱۰۰ تا ۱۰۸

﴿اَوَلَمْ یَهْدِ﴾ کیا بیان نہیں کیا رکیا ظاہر نہیں کر دیا، کیا اللہ تعالیٰ نے ہدایت نہیں دی۔ هَدٰی، یَهْدِیْ نشان دہی کے معنیٰ میں آتا ہے۔ ﴿لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ﴾ اُن لوگوں کے لئے جنہوں نے میراث پائی ہے زمین میں، قیام پذیر ہوئے ہیں زمین میں۔ ﴿مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ﴾ بعد ہلاک ہو جانے کے اس سے مُراد دورِ حاضر کے لوگ جو" سابقہ قوموں کے ہلاک ہونے کے بعد ان کے مکانوں اور زمین کے وارث قرار پائے یا آئندہ بھی وارث بنیں گے"۔ (بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ جلد چہارم)

"اس زمین کے لوگوں سے" اِس سے خاتم النبیین ﷺ کے زمانے کے کُفار مُراد ہیں اُنہوں نے اگلی اُمتوں کے مکانات لے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اوپر بیان کر دیا۔ (بحوالہ تفسیر قادریؒ جلد اوّل)

﴿اَنْ لَّوْ نَشَآءُ﴾ یہ کہ اگر چاہیں ہم تو۔ ﴿اَصَبْنٰهُمْ﴾ پکڑیں ہم اُنہیں۔ اَصَبْنَا اِصَابَةٌ سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مُتکلم قواعد کے مطابق۔ ﴿بِذُنُوْبِهِمْ﴾ اُن کے گناہوں کے سبب میں، کیا ہم ان پر عذاب کریں جیسا کہ اگلے لوگوں پر کیا۔ ﴿وَنَطْبَعُ﴾ اور مُہر کر دیں ہم نے طَبع کے معنیٰ چھاپنے اور مُہر لگانے کے ہیں ﴿عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ﴾ اُن کے دلوں پر پس وہ نہ سُنیں عقل اور عبرت کی رُو سے یا دلِ حزیں پر مُہر ہونے کے سبب اس واسطے کہ دل کھلا ہوا ہے تو جو کچھ آدمی سُنتا ہے اُسے سمجھ بھی لیتا ہے تو کلامِ حق سننے سے دل کے کان کو فائدہ ہی ملتا ہے۔ ع

ایں سخن از گوشِ دل باید شنود

اِس مفہوم کی یوں وضاحت کی جا سکتی ہے کہ یہ لوگ ماضی کے گزرے ہوئے واقعات سے کوئی عبرت نہیں لیتے اور ہدایت اختیار نہیں کرتے اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ غضب باری تعالیٰ سے اُن کے دلوں پر مُہر ثبت ہو جاتی ہے پھر تو وہ کچھ نہیں سنتے۔ حدیث مبارکہ میں آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کا (ارشاد) قول ملتا ہے کہ جب کسی انسان سے پہلے پہل کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو اُس کے دل پر سیاہی کا نقطہ لگ جاتا ہے اور جب وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو دوسرا سیاہی کا نقطہ اور جب تیسری بار گناہ کا اِرتکاب ہوتا ہے تو تیسرا سیاہی کا نقطہ لگ جاتا ہے، مسلسل گناہوں کے سبب یہ سیاہی کے نقطے اس کے سارے قلب کو گھیر لیتے ہیں اور انسان کے دل میں باری تعالیٰ نے جو فطری مادہ اچھائی اور بُرائی کی پہچان کے لئے بنایا ہوتا ہے وہ مغلوب ہو جاتا ہے، جس کا انجام کار یہ نکلتا ہے کہ وہ اچھی شئے کو بُری اور بُری شئے کو مُفید سمجھنے لگتا ہے اسی کیفیت کو طَبع مہر لگانے سے اس آیت میں تعبیر کیا گیا ہے۔ ﴿عَلٰی قُلُوْبِ الْكٰفِرِیْنَ﴾ دل پر کافروں کے، اِس سے مُراد وہ کُفارِ قریش ہیں جنہیں ربِّ جلیل نے جان لیا کہ وہ ایمان لانے کے نہیں۔ ﴿وَمَا وَجَدْنَا﴾ اور نہ پایا ہم نے اُن کو۔ ﴿لِاَكْثَرِهِمْ﴾ اگلی اُمتوں کے واسطے۔ ﴿مِّنْ عَهْدٍ﴾ وعدہ نبھانا رپورا کرنا جو میثاق کے دن اُنہوں نے باندھا تھا وہ عہد خوف اور مَضرت کی گھڑی میں کرتے تھے اگر ہمیں نجات مل گئی تو ایمان لائیں گے۔ کافروں کے دلوں پر نیکی رایمان اپنانے

Marfat.com

کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہتی۔

اکثر مفسرین نے ایفائے عہد سے ''عہدِ الست'' مُراد لیا ہے جو عالم ارواح میں لیا جاچکا تھا بعض کے نزدیک یہ عہد وہ ہے جو عذاب ٹالنے کے لئے وہ لوگ انبیاء کرام علیہم السلام سے کرتے تھے اور بعض کے نزدیک یہ وہ عہد ہے جو وہ باہم ایک دوسرے سے کرتے تھے اور وعدہ شکنی میں اس کو کچھ بھی نام دیا جائے اس عہد کی نوعیت کچھ بھی ہو، یہ سب فسق کے زمرے میں آتا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے یہ عہد جس میں باری تعالیٰ نے فرمایا ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ'' کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ اس وقت تمام انسانی ارواح نے اقرار وعدہ کے طور پر کہا بلیٰ بے شک اے اللہ! تو ہی ہمارا پروردگار ہے لیکن کائنات گیتی کے اکثر لوگوں نے اس عہد ازل کو فراموش کردیا اور ''عہد کی پاسداری نہ کی''۔ (بحوالہ کبیر)

﴿اَکْثَرَھُمْ لَفٰسِقِیْنَ﴾ اکثر ان میں عہد و پیمان توڑ ڈالنے والے نکلے، اَکْثَرَ سے لطیف اشارہ یہ ملتا ہے کہ بہت لوگ تو اس قدر سنگ دل اور ظالم ہوتے ہیں اور عالمِ پریشانی اور تردّد میں اُنہیں اللہ یاد نہیں آتا۔ فَاسِقِیْنَ نافرمان لوگ فاسق کی جمع۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی بے حُرمتی کرنے والا، فُسوق سے اسم فاعل واحد مذکر قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

فسق اور فسوق کے معنیٰ ہیں ''میوہ کا چھلکے سے الگ ہوجانا'' اسی سے شریعت کی حدود سے باہر ہوجانے کے معنیٰ پیدا ہوئے فسق تھوڑے گناہ کے اِرتکاب کو بھی کہا جاتا ہے اور بہت گناہ کے ارتکاب کو بھی ''فاسق'' اُس شخص کو کہا جاتا ہے جو اسلام کو بطورِ عقیدہ تسلیم کرلے اور اس کے احکامات سے عمل کرنے سے پہلوتہی کرے۔ (بحوالہ مفردات)

﴿فَانْظُرْ﴾ پھر دیکھ تو دیدۂ بصیرت سے کہ حق سے انکار کرنے کے بعد۔ ﴿کَیْفَ کَانَ﴾ کیسا ہوا۔ ﴿عَاقِبَۃُ الْمُفْسِدِیْنَ﴾ پس دیکھو تو سہی، انجامِ کار تباہ کاروں کا کہ غرق ہوگئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے قدم رنجہ فرماہوئے مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے اور اُن کی صاحبزادی صفورا کو عقد نکاح میں لائے، پھر مصر جانے کا قصد کیا، اُسی درمیان وادی ایمن میں پہنچ کر خلعتِ نبوّت پایا اور عصا اور یدِ بیضا کے معجزے کے ساتھ مخصوص ہوئے۔ باری تعالیٰ نے اُنہیں حکم صادر کیا کہ مصر جائیں اور فرعون کو اللہ کی راہ کی طرف بُلائیں تکبّر اور دعویٰ خُدائی سے منع کریں، حضرت موسیٰ علیہ السلام جلوہ فگن ہوئے اور مدت کے بعد جب فرعون سے ملے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُسے اللہ کی راہ کی طرف بلانا شروع کیا۔

﴿وَقَالَ مُوْسٰی﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ﴿یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ﴾ اے فرعون بلاشبہ میں ❶ رسول ہوں۔

﴿مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ اہلِ عالم کے رَبّ کی جانب سے تمہاری طرف اور تمہاری قوم کی طرف۔ حَقِیْقٌ میں رسالت کے لائق ہوں حقیق حقٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے اسم ہے قواعد کے مطابق۔

﴿قَدْ جِئْتُکُمْ بِبَیِّنَۃٍ﴾ بے شک میں تمہارے پاس آیا ہوں دلیل ظاہر کے ساتھ۔ ﴿مِنْ رَّبِّکُمْ﴾ تمہارے پروردگار کی طرف سے، کُھلا ہوا اور ظاہر معجزہ کہ میری رسالت پر گواہ ہو، بات یہ ہے کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں کہا، میرے دعویٰ حق

❶ ...... لفظ فرعون کے معنیٰ ''سورج مہادیو کی اولاد'' قدیم اہلِ مصر سورج کو بڑا خدا رَع کہتے تھے اور فرعون اس کی طرف منسوب تھا۔ قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت دو فرعون کا تذکرہ ملتا ہے، پہلا فرعون رعمیس دوائم تھا ۱۲۹۲ تا ۱۲۲۵ قبل۔ دوسرا فرعون منفتہ یا منفتاح بحوالہ تفہیم القرآن جلد دوئم مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ) ۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ وفات ۱۲۷۲ قبل مسیح ہے۔

Marfat.com

پر میرے معجزات بھی ہیں تقاضائے عمل تو یہ ہے کہ آپ میری بات سُنیں اور اعتراف تسلیم کریں۔ ﴿فَاَرۡسِلۡ مَعِیَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ﴾ پس میرے ساتھ بنی اسرائیل/اولادِ یعقوب کو بھیج دو اور اُن سے کام لینے سے باز آ جا تاکہ یہ مقدس سرزمین جواُن کے اسلاف کا وطنِ عزیز ہے وہ وہاں دوبارہ جا سکیں ''حضرت یوسف علیہ السلام کے دُور میں بنی اسرائیل فلسطین کو 'خیر آباد' کہہ کر مصر آ گئے تھے، لیکن مصریوں نے اُن پر ظلم وجور کیا اور اپنا غلام بنا لیا۔ (بحوالہ ضیاء القرآن از جلد دوئم از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

ملک ریان جو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون تھا جب اس کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا مُصعب جس کا نام تھا وہ بنی اسرائیل کی عزّت اور توقیر کا قائل تھا اور وہ اُن سے متعرض نہ تھا جب وہ بھی دارِ فانی سے کُوچ کر گیا تو ولید جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا فرعون تھا تختِ سلطنت پر متمکن ہوا اور اپنی شان پر فخر کرتے ہوئے زبان پر لایا۔ ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الۡاَعۡلٰى﴾ میں تمہارا پروردگار ہوں، بہت بلند ہوں، بنی اسرائیل نے اس دعویٰ کذب کو قبول نہ کیا اور اُنہیں اپنی غلامی کی زنجیر میں جکڑ لیا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی اور یہ بات برملا کہی کہ اے فرعون! بنی اسرائیل سے ہاتھ کھینچ تاکہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے وطن میں چلے جائیں، فرعون نے سُنی ان سُنی کردی ﴿قَالَ﴾ فرعون نے کہا۔

﴿فَاِنۡ كُنۡتَ جِئۡتَ بِاٰيَةٍ فَاۡتِ بِهَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ﴾ تم اپنے دعوے میں واقعی کوئی دلیل معجزہ لائے ہو تو دکھاؤ، اگر تو ہے سچوں میں سے۔ ﴿فَاَلۡقٰى عَصَاهُ﴾ پس ڈال دیا موسیٰ علیہ السلام نے عصا اپنے ہاتھ سے۔ ﴿فَاِذَا هِىَ﴾ پس وہی۔ ﴿ثُعۡبَانٌ مُّبِيۡنٌ﴾ ❶ اژدہا ہو گیا، ظاہر میں کسی کو اُن کے اژدھا ہونے میں شک تک نہ ہوا۔ روایت ہے کہ وہ عصا اژدھا ہو گیا مُونہہ کھولے ہوئے اس کے دونوں گلّوں میں اسّی گز کا فاصلہ تھا، لب کا نیچے کا حصّہ زمین پر رکھا اور اُوپری حصّہ لب کا فرعون کے محل کے کنگرہ پر، اور اس کے تخت کی طرف رُخ کیا سب خادم بھاگ گئے، فرعون بھی دوڑا، بھاگتے وقت ۲۵۰۰۰ (پچیس ہزار) افراد ہلاک ہوئے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈالا تو ایک بڑا اژدہا بن گیا، زرد رنگ مونہہ کھلے، قصر شاہی کی دیوار رفصیل پر اس نے رُخ کیا تو ''فرعون خوف کھا کر اپنے تخت سے کود کر بھاگا اور عالم تردّد ڈر کے سبب ریح کا اخراج ہوا''۔ (بحوالہ کنز الایمان، خزائن العرفان از احمد رضا خان بریلویؒ)

اِسی عالمِ گھبراہٹ میں فرعون چلّایا اے موسیٰ! میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں جس کا تو رسول ہے اپنا عصا اُٹھا لو! میں تجھ پر ایمان لاتا ہوں اور بنی اسرائیل کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اژدھے کو گردن سے پکڑا تو وہی عصا ہو گیا، فرعون پھر اپنے تخت پر آ کر براجمان ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا پھر اور کوئی معجزہ آپ علیہ السلام رکھتے ہیں۔ معجزے اور کرامت کا اس لئے عمل ظہور میں آتا ہے کہ جو کام عام انسان نہ کر سکے وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ہاتھوں سرانجام پاتا ہے اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اژدھا میں تبدیل ہو جانا کوئی حیرت رتعجب کی بات نہیں! اس کے بعد ﴿نَزَعَ يَدَهٗ﴾ نزع کے معنیٰ ایک شئے سے کسی قدر سختی کے ساتھ، نکالنے کے آتے ہیں مُراد یہ ہے کہ اپنے دستِ مبارک کو کھینچ کر نکالا۔

❶ ......ثعبان بڑے اژدھے کو کہا جاتا ہے اور اس کی صفت مبینٌ بیان کرکے واضح کر دیا گیا کہ اس لاٹھی کا اژدھا ہونا ایسا عمل نہیں کہ گوشہ میں ہو بلکہ سب کے سامنے پیش آیا۔

Marfat.com

﴿فَاِذَا﴾ اور نکالا اپنا ہاتھ پس وہی تھا اُن کا ہاتھ ﴿بَیْضَآءُ﴾ ایسا سفید کہ اس کی سپیدی کمالِ مرتبہ تھی اور نہایت ہی نورانیت سمیٹے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سفیدی بھی معمولی سپیدی نہ تھی بلکہ اس کے ہمراہ ایسی روشنی ہوتی تھی جس سے تمام تر فضا روشن ہوجاتی تھی۔ (بحوالہ تفسیر قرطبی) ﴿لِلنّٰظِرِیْنَ﴾ دیکھنے والوں کے لئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مثلِ گندم رنگ تھے، مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ جب گریبان میں ڈال کر نکالتے تو اس میں اس قدر نورانیت سما جاتی اس کی شعاعِ نور آفتاب پر غالب آجاتی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا داہنا ہاتھ فرعون کو دکھایا پھر گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ اس قدر سفید نورانی تھا کہ زمین تا آسمان اُس سے منوّر اور تاباں ہوگئے پھر گریباں میں ڈال کر نکالا تو جیسا تھا پھر ویسا ہی ہوگیا۔ (بحوالہ مدارک)

تشریح و توضیحات آیت ۱۰۰ تا ۱۰۸

آیت ۱۰۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ ہلاک ہونے والے تو اپنے انجام کو پہنچے، مگر کیا اُنہیں سبق عبرت نہیں ملا، جو ملک اور زمین کے وارث ہوئے اُنہیں جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے جب چاہے گناہ کے باعث سزا دے سکتا ہے اور اگلی قوموں کی طرح انسان اپنے اعمال کی شامت میں گرفتارِ بلا ہو کر مختلف تباہیوں سے ہمکنار ہوسکتے ہیں، پھر دوسری سزا ارتکاب جُرم میں مرتب ہوتی ہے کہ دل پر مُہر کردی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صدائے حق سے اُن کے کان جو بند ہوجاتے ہیں اور اللہ کی طرف سے سوچنے، سمجھنے اور کسی کی نصیحت سننے کی توفیق سے محروم ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قانونِ فطرت کا تقاضا یہی ہے کہ جو اپنی آنکھیں مُوند لیتا ہے اس کی عقلِ رسا، رسائی تک، سورج کی کرن کی روشنی تک نہیں پہنچ پاتی اُنہیں کچھ سُنائی نہیں دیتا وہ بہرے تو نہیں ہوتے! سب کچھ سماعت کرتے ہیں مگر اصل بات تو یہ ہے کہ باوجود وسائل کی دستیابی کے یہ لوگ ہدایت پانے سے محروم رہے۔

آیت ۱۰۱ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ ان تباہ شدہ بستیوں، عذابِ باری تعالیٰ میں گرفتار شدہ قوموں کے بعض قصے اور واقعات ہم اے حبیب! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سے بیان کرتے ہیں اُن کے پاس اُن کے رسول معجزات کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے مگر وہ صاحبِ ایمان نہ ہوئے وہ اپنی اَنا کے خول میں گم تھے، نازاں تھے اور جو جھوٹ اُنہوں نے اپنایا تھا اُسی پر اصرار کرتے رہے اور قبولِ حق سے قاصر رہے۔

جب انبیاء علیہم السلام اُن کے پاس آئے تو وہ اس سبب سے اُن پر ایمان نہیں لائے کہ وہ اس سے پہلے حق کو جھٹلا چکے تھے گویا یہی گناہ اُن کے ایمان نہ لانے کا سبب قرار پایا اور نُورِ ایمان کی نعمت اُن سے سلب کرلی گئی اس کو مُہر ثبت کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے، چنانچہ آیت ۱۰۹۔۱۱۰ سورۃ الانعام پارہ ۷ وَاِذَا سَمِعُوْا میں باری تعالیٰ کا حکم رفرمان ہے:

وَمَا یُشْعِرُکُمْ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔

''اور تم کو اس کی کیا خبر کہ وہ نشانیاں جس وقت آجائیں گی تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔ اور ہم بھی اُن کے دلوں اور اُن کی نظروں کو پھیر دیں گے جس طرح وہ پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے تھے''۔

Marfat.com

آیت ۱۰۱ میں یہاں نشانیوں سے مُرادکوئی طلب کیا ہوا معجزہ ہے۔ ان لوگوں کے ایمان قبول نہ کرنے کی یہ علت نہیں کہ نشانیاں اور معجزات موجود نہیں ہیں بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ اُن کے دل اور اُن کی آنکھیں پھیر دی گئی ہیں یہ اس سے قبل بھی کائنات رنگ وبُو کی بے شمار نشانیاں دیکھ کر بھی نابینا بنے رہے۔ اللہ نے اُن کے دلوں پر مُہر لگادی۔

آیت ۱۰۲ میں بتایا جارہا ہے کہ ان میں سے اکثر میں ''ایفائے وعدہ'' کی پاس داری اور استواری نہیں پائی، عہدازلی کی طرف اشارہ ہے کہ معجزہ دیکھ کر ایمان لانے کے بارے میں جو اقرارِ عام اُنہوں نے اپنے رَبّ سے کیا اگر عذاب ٹل جائے تو ضرور راہِ حق پر عمل ہوگا لیکن ان میں سے اکثر نے بدعہدی کی، اکثر جن کے دلوں پر مُہر لگادی جاتی ہے وہ سب جرم بدعہدی میں نافرمان ہوجاتے ہیں ''یوم الست کو'' جو وعدہ کیا گیا وہ وفا نہیں ہوا، راہِ زندگانی میں کتنے مرحلے مُشکلات کے آتے ہیں جب انسان یہ کہہ اُٹھتا ہے کہ اگر یہ مشکل ٹل گئی تو پھر عہد نبھایا جائے گا جب تک مصیبت سے چھٹکارا ملتا ہے تو پھر وہی راستہ اختیار کرلیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے! ہم نے جو عہدو پیمان حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے باندھ رکھا ہے ان کو استقامت کے ساتھ استوار کریں۔

آیت ۱۰۳ میں اظہار بیان ہے کہ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اور فرعون کے رؤساء اور اُمراء کی طرف نہایت واضح احکامات اور معجزات عطا کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا، مگر اُنہوں نے ظلم وزیادتی کا رویہ رکھا نبی کے ساتھ بھی اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کے دین اور آیات کے ساتھ بھی۔ ظالموں نے اس انداز سے انکار کیا گویا اُنہوں نے کُفر وشرک کا ارتکاب کیا، قرآن حکیم میں بارہا کُفر کے لئے فسق اور شرک کے لئے ''ظلم'' کا لفظ آیا ہے، جولوگ کُفر اور شرک کے مرتکب ہوتے ہیں درحقیقت وہ ایک عظیم صداقت کے ساتھ ظلم کرتے ہیں یہ تو ضرب ہے حاکمیت باری تعالیٰ اور عقیدۂ توحید کے ساتھ چنانچہ اس حقیقت کو سمجھ لیجئے کُفر ظلم ہے، قرآن پاک اِس بات کا اظہار کرتا ہے کہ جو انسان بھی کُفر اور ظلم اختیار کرتا ہے وہ راہِ مستقیم سے ہٹ کر غلط راستوں کو اپنا لیتا ہے فاسق اور فاجر ہوجاتا ہے اور آخر کار بہشت کے بجائے جہنم کا مستحق ہوتا ہے پھر دیکھئے ایسے فساد پرور لوگوں کا انجام کیا ہوا۔

آیت ۱۰۴ میں بتایا جارہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس توراۃ، نشانیوں اور معجزات کے ساتھ گئے اور فرمایا میں تمام جہانوں کے رَبّ کا رسول ہوں، حق وباطل اور ایمان وکُفر کے مابین یہ معرکہ حق کی تمہید ہے اس منظر اور پسِ منظر میں ایک طرف پروردگار عالم کی جانب سے دعوتِ عام ہے اور مدِ مقابل وہ طاغوتی قوت وطاقت ہے جس نے ربوبیت اور بعثت نبوت کے تمام حقوق اپنے لئے مختص کئے ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو بتادیا کہ تم صرف فرعون ہو اور میں اللہ کا رسول ہوں اور جو بات وہ کہتے ہیں، کرتے ہیں وہ باری تعالیٰ کی جانب سے کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کا یہ فریضہ ہے کہ وہ لوگوں تک یہ دعوتِ حق پہنچائیں۔

آیت ۱۰۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ بعثت نبوت اور اللہ کی ربوبیت کا تقاضا یہی ہے کہ میں رَبِّ جلیل کی طرف حق کے سوا کوئی اور غلط بات منسوب نہ کروں میں تمہارے پاس ایسی صریح، کھلی دلیل لے کر آیا ہوں اس لئے جو رسول حقیقت الوہیت سے باخبر ہے وہ اللہ کے بارے میں صداقت کے سوا اور کہہ بھی کیا سکتا ہے کیونکہ وہ مقام وحدت الوجود اور مرتبہ کبریائی سے

Marfat.com

واقف ہوتا ہے اس حقیقت عظیم کے نظریہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے کہا اے فرعون! اپنے ظلم وجبر سے توبہ کرو اور بنی اسرائیل کو میرے ہمراہ جانے دو اور رہنے کی آزادی دو! اور مصر سے نکل جانے دے۔

آیت ۱۰۶ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ فرعون نے جواب میں کہا کہ اگر تم کوئی نشانی رمعجزہ لائے ہو، تو اُس کو پیش کیا جائے اگر واقعی تم سچائی پر کاربند ہو! فرعون نے نشانی رمُعجزات کا مطالبہ اس لئے کیا کہ اگر یہ بات ثابت ہوجائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پروردگار عالم کے رسول ہیں تو اور جھوٹ دعویٰ کر رہے ہیں تو آپ علیہ السلام کی دعوت اختتام پذیر ہوجائے گی۔ حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ جن لوگوں کو یقین ہی نہ رہے گا پھر جیسا چاہیں کہتے رہیں وہ محض ایک بے دعویٰ کے دعویدار ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے دعویٰ حق میں پیکر صداقت تھے۔

آیت ۱۰۷ میں بتایا جارہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں اچانک عظیم معجزات کے سبب لوگ حیران وششدر رہ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے ایک اژدھا کا رُوپ دھار لیا اور اس کی حقیقت یوں آشکار ہوئی کہ اب اس کے اژدھا ہونے میں کسی کو شک ہی نہ رہا تھا۔

آیت ۱۰۸ میں بیان کیا جارہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باری تعالیٰ نے جو معجزات اپنی صداقت کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے عطا کئے تھے اُنہیں پیش کر دیا جب موسیٰ علیہ السلام اپنے دست کو بغل میں دے کر نکالتے تو سب دیکھنے والوں کے سامنے روشن ہوجاتا تھا، حقیقت تو یہ تھی کہ لوگوں کے پاس جیسے "کمالاتِ فن" معلوم ہوتے ہیں اسی طرح کے معجزات بھی انبیاء کرام علیہم السلام کو دیئے جاتے ہیں۔ فرعون کا دَور سحر اور کمالات جادو کے اظہار کا زمانہ تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزات سے سرفراز کیا گیا کہ جادُوگری پر اُن کی عظمت اور کمالِ عظمت ثابت ہوگئی اور ہاتھ کو بغل میں ڈال کر نکالا تو وہ روشن، تاباں اور سفید ہوگیا اور پورا ماحول چمکتا ہوا نظر آیا۔

آیت ۱۰۰ تا ۱۰۸ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

ہلاک ہونے والے تو اپنے انجام تک پہنچے۔ مگر ان کی ہلاکت سے بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت کا نشان چھوڑ دیا کیسی کیسی خوش حالی اور مضبوط ترین اور طاقت ور قومیں تھیں، جن کے پاس وسائل کی کمی نہ تھی، دولت وثروت تھی، مگر مسلسل گناہ میں ملوث رہنے کے سبب اللہ تعالیٰ کی عذاب گرفت میں آئے اور تباہی ایسی ہوئی کہ بس نشانِ عبرت کے سوا کچھ نہ رہا دل پر عمل کا اثر ضرور پڑتا ہے، اگر عمل اچھے نہ ہوں تو دل کا دروازہ حق بات کی ہدایت کے لئے بند ہوجاتا ہے۔ اُمتِ مُسلمہ کی رُشد وہدایت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تباہ شُدہ بستیوں اور عذابِ الٰہی کے احوال اور تمام واقعات بیان کر دیئے گئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم واضح دلیل روشن اور مُعجزات لے کر آئے لیکن حق کو لوگوں نے قبول نہیں کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دعوتِ حق دی، اور کہا میں تمام جہانوں کے رَبّ کا رسول ہوں! میں تمہاری تربیت کرنا چاہتا ہوں، کُفر وشرک سے اور ظلم وستم سے بچو بنی اسرائیل کو میرے ہمراہ جانے دو! فرعون کا دُور جادو کے کمالات کا دُور تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا پھینکا وہ اژدھا بن گیا اِس مُعجزہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کمالِ عظمت جادوگروں پر ثابت ہوئی۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٩﴾

کہنے لگے قومِ فرعون کے سردار/رئیس واقعی یہ شخص تو بڑا کاہن/جادوگر ہے۔(١٠٩)

يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿١١٠﴾

یہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری سرزمین سے باہر نکال دے اور اب کیا صلاح/مشورہ دیتے ہو!۔(١١٠)

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿١١١﴾

اُنہوں نے کہا (طے کر کے) آپ اُن کو اور اُن کے بھائی کو مُہلت دو! اور شہروں میں لوگ جمع کرنے والے/ہرکارے بھیج دو!۔(١١١)

يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿١١٢﴾

تا کہ وہ تمہارے پاس مہارت رکھنے والے جادوگروں کو لے آئیں۔(١١٢)

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٣﴾

اور بہت سارے کاہن/ماہر ساحر فرعون کے پاس آ گئے! کہا ہم کو واقعی بڑا صلہ/انعام ملنا چاہیے کہ اگر ہم موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں غالب آ جائیں۔(١١٣)

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿١١٤﴾

کہا فرعون نے کیوں نہیں! تم کو مقرب لوگوں میں شامل کر لیا جائے گا/تم دربار کے خاصانِ خاص میں داخل ہو جاؤ گے۔(١١٤)

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِىَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿١١٥﴾

کہنے لگے اے موسیٰ علیہ السلام آپ پہلے ڈالیں، یا ورنہ ہم ہی پہل کرتے ہیں ڈالنے میں۔(١١٥)

قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿١١٦﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم ہی ڈالو! پس جب اُنہوں نے ڈالا، تو لوگوں کی نظروں پر جادو کر دیا اور اُن پر ہیبت طاری کر دی/آنکھوں کو مسحور کر کے دلوں کو خوف زدہ کر دیا اور سحر کا بڑا کرتب دکھایا۔(١١٦)

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿١١٧﴾

اور ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی! کہ ڈالئے اپنا عصا پس کیا تھا کہ عصا کا ڈالنا تھا کہ نگلنے لگا فریب طلسم کو!(١١٧)

الفاظ و معانی آیت ١٠٩ تا ١١٧

﴿قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ﴾ کہا قومِ فرعون کے سرداروں نے، لفظ مَلَا کسی قوم کے مقتدر سرداروں کے لئے بولا جاتا ہے ﴿اِنَّ هٰذَا السٰحِرٌ عَلِيْمٌ﴾ جاننے والا، سحرو جادو، علیم بہت جاننے والا، علم سے مبالغہ عَلِمَ اس نے جانا، عِلْمٌ سے ماضی، واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔(بحوالہ قاموس القرآن)

Marfat.com

جب فرعون کے دربار کے لوگ لکڑی کے عصا کو مُہیب اژدھے کی صورت اختیار کرتے دیکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دستِ مبارک کو چندے آفتاب/روشن دیکھا تو یہ جان نہ سکے کہ یہ تو معجزہ ہے۔ ان کی عقل سلیم یہ سمجھنے سے قاصر رہی یہ فطرت اور قوانین کے خالق کی قدرت کی ایک نشانی ہے وہ تو صرف اتنا خیال کر سکے کہ یہ تو کاہن کا ایک فریب طلسمِ نظر ہے۔ یُرِیۡدُ چاہتا ہے یہ جادوگر۔ ﴿اَنۡ یُّخۡرِجَکُمۡ مِّنۡ اَرۡضِکُمۡ﴾ یہ کہ تمہیں نکال دے تمہاری زمین سے، مراد ولایتِ مصر ہے اور بنی اسرائیل کو حکومت سپرد کر دے فرعون نے جب یہ گفتگو سُنی تو کہنے لگا۔ ﴿فَمَاذَا تَاۡمُرُوۡنَ﴾ پھر کیا حکم کرتے ہو تم مجھے اس کی تدبیر کا! اے قومِ قبط! کے سردار باہم اپنی آراء کا اظہار کرو اس فتنہ کا تدارک کیسے کیا جائے؟ مقامِ حیف تو یہ ہے کہ اُنہیں یہ احساس ہی نہیں رہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں وہ اُنہیں اپنا سیاسی حریف جاننے لگے! حالانکہ اللہ کا رسول تو خیر خواہی میں مصروفِ عمل رہتا ہے اور قوم کے لوگوں کو ظلم سے نجات دلانا چاہتا ہے۔ ﴿قَالُوۡۤا اَرۡجِهۡ وَاَخَاهُ﴾ کہا اُنہوں نے ڈھیل/مُہلت دے، اَرۡجِهۡ، اِرۡجَاءٌ سے مشتق جس کے معنیٰ ڈھیل دینے اور آس دلانے کے آتے ہیں، فعل امر واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق ﴿وَاَخَاهُ﴾ اور اس کے بھائی ہارون علیہ السلام کو، تاخیر کرو اس کی مہم میں عجلت نہ کرو۔ ﴿وَاَرۡسِلۡ فِی الۡمَدَآئِنِ﴾ اور بھیج شہروں میں جو ''صعید'' مصر سے تعلق رکھتے ہیں۔ مَدَآئِنَ، مَدِیۡنَةٌ کی جمع ہے۔ جو ہر بڑے شہر کو کہا جاتا ہے ﴿اَرۡسِلۡ﴾ تو بھیج دے، پیغام دے۔ اِرۡسَالٌ سے فعل اَمر کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے ﴿حٰشِرِیۡنَ﴾ گروہ اکٹھا کرنے والے، اس کا واحد حَاشِرٌ ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ ''سپاہی جو اطراف ملک سے جادوگروں کو جمع کر کے لائیں''۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ)

﴿یَاۡتُوۡکَ بِکُلِّ سٰحِرٍ عَلِیۡمٍ﴾ لائیں تیرے پاس ہر کاہن/جادوگر کو جو جاننے والا ہو اور اپنے فن میں کامل ہو، مفسرین نے لکھا ہے کہ جس قدر ساحر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھے اس قدر/اتنے کسی دور میں نہیں ہوئے اور ساحروں کے سردار 'صعید' کے شہروں کے کنارے بسا کرتے تھے ''تفسیر دمیاطی'' میں ہے کہ مدائن صعید میں دو بھائی تھے اور انہیں ''فنِ جادو'' میں بڑی مہارت تھی جب فرعون کے بھیجے ہوئے ہرکارے/لوگ اُن کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنی والدہ سے کہا ہمیں ہمارے والد کی لحد/قبر پر جانے دیا جائے ماں کی اجازت پانے کے بعد وہ ماں کے ہمراہ قبر پر گئے اور اپنے والد کو صدا دی، اُس نے جواب دیا وہ/بولے اے ابا! شہنشاہ مصر نے طلب کیا ہے کیونکہ اُن کی سرزمین میں دو آدمی آ گئے ہیں اُن کے ساتھ لشکر ہے نہ سپاہ، انہوں نے شاہِ مصر کو تنگ کر دیا ہے اُن کے پاس ایک عصا ہے جب اُسے ڈالتے ہیں تو اژدھا ہو جاتا ہے اور جو کچھ اس کے سامنے آتا ہے نگل جاتا ہے فرعون نے اُن سے مقابلہ کرنے کا ہمیں حکم دیا ہے لحد سے باپ نے جواب دیا کہ جب تم مصر میں پہنچنا، تو دریافت کرنا جب وہ دونوں آدمی سوتے ہیں تو وہ عصا اژدھا ہوتا ہے یا نہیں! اگر اژدھا ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ جادو نہیں؟ اس لئے کہ جب جادوگر سوتا ہے تو اس کا جادو اثر نہیں کرتا، اگر حالِ کیفیت ایسی ہے تو تم کیا؟ جہاں میں کسی کو یہ قدرت نہیں کہ اُن سے مقابلہ کر سکے وہ دونوں بھائی اپنے شاگردوں اور مصاحبوں سمیت بارہ ہزار آدمی تھے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اول از مولوی فخر الدینؒ)

Marfat.com

اور ''زادالمسیر'' میں لکھا ہے کہ ستر ہزار مصری آئے اور فرعون کی ڈیوڑھی رمحل میں جمع ہوئے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے۔

﴿وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرۡعَوۡنَ﴾ اور آئے جادوگر فرعون کے پاس اُن کے بُلانے کے بعد اور جب فرعون سے اُن کی آنکھیں چار ہوئیں تو کہا جادوگروں نے ﴿قَالُوۡۤا اِنَّ لَنَا لَاَجۡرًا﴾ اور کیا ہوگا ہمارے لئے کچھ ربدلہ۔

﴿اِنۡ كُنَّا نَحۡنُ الۡغٰلِبِيۡنَ﴾ اگر ہم ہوں غالب موسیٰ علیہ السلام پر۔ ﴿قَالَ نَعَمۡ﴾ فرعون بولا ہاں! صلہ ربدلہ ملے گا۔

﴿وَاِنَّكُمۡ لَمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ﴾ اس پر کچھ اُجرت رانعام بھی ملے گا تم سب میرے پسندیدہ رمُقرّبین میں ہو جاؤ گے جب چاہنا میرے پاس چلے آنا تحریر ملتی ہے کہ ان جادوگروں کے گُروہ میں چار آدمی سردار تھے اور وہ دونوں بھائی جنہیں ''سابور'' اور ''عاذور'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے شامل تھے۔ ''مُصفّی'' اور ''شرح لباب'' میں لکھا ہے کہ ان چار سرداروں میں ایک ساحر اور سردار تھا جس کا نام شمعون تھا جب وہ مصر میں آئے تو ''سابور'' اور ''عاذور'' دونوں بھائیوں نے جب اپنے والد سے سوال جواب کا تذکرہ لوگوں سے کیا تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سونے جاگنے اور عصا کے اژدھا بن جانے کا حال خوب دریافت کیا، معلوم ہوا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سوتے ہیں تو عصا، اژدھا ہو کر اُن کی پاسبانی کرتا ہے اس بات سے ان جادوگروں کو خاصا تردد لاحق ہوا، دغدغہ ❶ ہوا۔

مگر اس حال کو پوشیدہ رکھا، یہاں تک کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بُلایا اور یہ بات قرار پا گئی کہ ساحروں سے مقابلہ کریں اور مقابلے کی مجلس کا اہتمام اور انتظام ہوا، پھر کیا ہونا تھا، جادُوگر چند عصے اور لاٹھیاں، عصے، رسیاں میدان میں لے کر آئے اور فرعون تخت شاہی پر فُروکش ہوا اور مصر کے لوگ تماشا دیکھنے کے لئے اکٹھے ہو گئے۔ ❷ ستر (٧٠) ہزار جادُوگر ایک طرف صف آراء ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام ایک جانب استادہ رکھڑے ہوئے جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ادب اور احترام کا معاملہ کیا پہلا موقع اُن کو دینے کی پیش کش کی۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

﴿قَالُوۡا يٰمُوۡسٰٓى﴾ کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ساحروں نے۔ ﴿اِمَّاۤ اَنۡ تُلۡقِىَ﴾ یا یہ کہ تو ڈال عصا اپنا۔ ﴿وَاِمَّاۤ اَنۡ نَّكُوۡنَ نَحۡنُ الۡمُلۡقِيۡنَ﴾ یا یہ کہ ہم ہی ہوں ڈالنے والے، رسیاں اور لاٹھیاں تُلۡقِیَ تو ڈالتا، القاء کے معنی ڈالنے کے آتے ہیں فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ جادوگروں کا یہ کہنا ''کہ آپ پہلے ڈالیں عظمت اقرار اور تکبّر اظہار تھا وہی قطعی بات کی پرواہ نہیں کی تھی کہ آغازِ عمل اُن کی طرف سے ہو کیونکہ بہر نوع اپنے فنِ مہارت پر یقین تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کے منشاء کو جانتے ہوئے، محسوس کرتے ہوئے اور اپنے مُعجزہ کامل پر یقین رکھتے ہوئے پہلا موقع اُن کو فراہم کر دیا۔

﴿قَالَ﴾ کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کرم اور خلق کی راہ جو انبیاءؑ کو ہوتی ہے۔ ﴿اَلۡقُوۡا﴾ تم ہی ڈالو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عزم واستقلال کا ثبوت دینے کے لئے اُن سے پہل کرائی اس میں ایک پہلو یہ بھی تھا کہ پہلے ساحر اپنی لاٹھیوں اور رسیوں کو

---

❶ ... دغدغہ بمعنی خوف راندیشہ رشک وشبہ بحوالہ فیروز اللغات۔

❷ ... اُن کی تعداد میں مختلف روایات ہیں ٩٠٠ سے لے کر تین لاکھ تک، اُن کے ساتھ لاٹھیوں اور رسیوں کا ایک انبار تھا جس کو تین سو (٣٠٠) اُونٹ میں لاد کر لایا گیا تھا۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

سانپ بنالیں تو پھر عصا موسیٰ کا معجزہ صرف یہی کہ وہ اژدہا بن جائے بلکہ اس کا اظہار اس طرح ہو کہ "وہ جادو سحر زدہ سانپوں کو نگل بھی جائے تاکہ فنِ جادوگری کی کھلی شکست پہلے ہی اُن پر عیاں ہو جائے"۔ (بحوالہ بیان القرآن)

﴿فَلَمَّآ اَلْقَوْا﴾ پھر جب ڈالا جادوگروں نے جو بنایا تھا۔ ﴿سَحَرُوْٓا اَعْیُنَ النَّاسِ﴾ جادو کر دیا، آنکھوں پر لوگوں کی یعنی دکھائی دی اُنہیں خیالی شئے جس کی حقیقت کچھ نہ تھی اور اصلیّت بھی نہ تھی آیت کے ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا جادو ایک نوعیّت کی فریبِ نظر اور تخیّل کا احساس تھا، جس سے دیکھنے والوں کو یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ رسیاں اور لاٹھیاں سانپ بن کر دوڑ رہے ہیں۔ ﴿وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ﴾ اور ڈرایا لوگوں کو، اِسْتَرْهَبُوْا، اِسْتِرْهَابٌ سے فعل ماضی جمع مذکر غائب کا صیغہ قواعد کے مطابق۔ یعنی اُنہوں نے لوگوں کو خوف زدہ کر دیا۔ ارھبوا باب استفعال، بابِ افعال کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہوتا رہتا ہے۔ ﴿وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ﴾ اور لائے جادو بڑا۔ گویا "بذعم خویش" اُنہوں نے فنِ سحر کا عظیم مظاہرہ کیا، موٹی موٹی رسیّوں کو درمیان سے خالی بٹا تھا اور روغن اُس پر چڑھایا تھا، لمبی لمبی لکڑیاں اندر سے خالی کر کے سب میں پارہ بھر دیا تھا جب تمازت آفتاب ان میں پہنچی تو وہ رسیاں اور لکڑیاں باہم لپٹنے لگیں۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

تفسیر عین المعانی میں تحریر ہے کہ "زمین کے نیچے جادوگروں نے کھود کر آگ جلا دی تھی جب زمین کے نیچے سے آگ کی گرمی اور اُوپر سے آفتاب کی حرارت نے اثر کیا تو شکلیں حرکت میں آ کر ایسی دکھائی دیں کی تمام میدان سانپوں سے بھرا ہوا ہے"۔ ﴿وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی﴾ اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام کی طرف۔ ﴿اَلْقِ عَصَاكَ﴾ ڈالے اپنا عصا، اَلْقِ تو ڈال، اِلْـقَـــاءٌ سے فعل اَمر کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈال دیا تو وہ اژدھا ہو گیا، منہ کھولے ہوئے۔ ﴿فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ﴾ پس جب عصا اژدھا ہوتا تھا تو نگل جاتا تھا جو کچھ فریب وہ کرتے تھے، اور خلق کو جھوٹ دکھاتے تھے۔ تَـلْـقَفُ وہ نگل جاتی ہے، لَقْفٌ سے جس کے معنیٰ کسی شئے کے پُھرتی کے ساتھ نگل جانے کے ہیں، فعل مضارع واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿یَاْفِكُوْنَ﴾ جس کو وہ پلٹ رہے تھے اِفْكٌ سے مُضارع جمع مذکر غائب، جب رسیوں اور لکڑیوں کو اژدھا نگل چکا تو تماشائیوں کی طرف رُخ کیا اور لوگ بھاگنے لگے اور اس بھیڑ میں لوگوں کی خاصی تعداد تباہی اور ہلاکت سے ہمکنار ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس اژدھے کو پکڑ لیا، وہی عصا ہو گیا اور حق تعالیٰ نے اُن رسیّوں اور لکڑیوں کو معدوم کر دیا۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ)

تشریح وتوضیحات آیت ١٠٩ تا ١١٧

آیت ١٠٩ میں اظہار بیان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے دیکھ کر قوم فرعون کے دربار کے لوگوں نے اُسے جادو سے تعبیر کر کے یہ کہہ دیا کہ یہ تو بڑا ماہر، دانا جادوگر ہے بھلا اس حقیقت سے کیا انکار، کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سحر اپنے عروج کمال پر تھا، "اس حادثۂ وقت کو کیا نام دیا جائے" کے مصداق اُنہوں نے معجزات کو بھی جادو قرار دیا، معجزہ میں کُلی طور پر انسان کو تو کچھ امتیاز ہی نہیں ہوتا، معجزات تو صرف باری تعالیٰ کی مشیّت اور رضا سے ظاہر ہوتے ہیں، جب فرعون کے

Marfat.com

دربار کے ❶ لوگوں نے لکڑی کے عصا مُہیب اژدھا کی شکل اختیار کرتے ہوئے دیکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کو سورج کی کرن سے روشن پایا تو یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ یہ مُعجزہ ہے، فطرت اور قانون فطرت کے خالق کی قدرت کا ایک کرشمۂ قدرت ہے اس معجزے کو بھی اُنہوں نے جادو سمجھ لیا۔

گیتی کائنات میں جادو کا اعتقاد، قدیم طریقۂ کار، عالمگیر گُمراہیوں میں ایک جَہل گُمراہی ہے جو آج تک دَورِ جدید میں بنی نوعِ انسان کے لئے، اُفتاد اور مصیبت کی علامت ہے قرآنِ حکیم نے چودہ صدی پہلے اس سِحر کی نشان دہی کر دی تھی، صد حیف! جہلِ فرد کی تاریکی میں مُبتلا ہو کر مسیحی جہل نے ہزاروں انسانوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

آیت ١١٠ میں بتایا جا رہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جن کو تم ''ماہر ساحر'' کے نام سے موسوم کرتے ہو! تمہیں تمہاری سرزمین روادی سے بے دخل کرنا چاہتا ہے تو اب بھلا بتاؤ تو سہی! تمہاری کیا صلاح ہے تو اے قوم قبط کے رئیسو! مشورہ تو دو اس فتنہ کا سدِّ باب کیونکر کیا جائے اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو دعویٰ کیا ہے وہ دوررس نتائج کا حامل ہیں، اس کا مقصد تو یہ ہوا کہ وہ سرزمین مصر سے ہمیں نکالنے کا متمنّی ہے اقتداء اور سلطنت سے ہمیں محروم کرنے کا خواہاں ہے وہ ہمارے نظام کے خلاف سازش کر رہا ہے'' بلکہ وہ انقلاب برپا کرنا چاہتا ہے دَورِ جدید میں اسے یہی کہا جا سکتا ہے''۔ (بحوالہ تفسیر ظلال القرآن از سید قطب شہید جلد سوئم) اس طرح فرعون اور اس کے ساتھیوں نے احساس کر لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوتِ حق کس قدر مؤثر ہے اور یہی حقیقتِ اَمر تمام طاغوتی قوتیں ہر دور میں اس کا ادراک کر لیتی ہیں ایک عرب نے ایک فطری دانش اور ادراک کی صلاحیّت کے بناء پر یہ کہا کہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگوں کو ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه'' کی دعوتِ ایمان و توحید دیتے ہیں یہ ایک ایسی دعوتِ حق ہے جسے بادشاہ پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے یہ عرب منکرین درحقیقت اصل عربی زبان کے مفہوم و معانی سے واقف تھے اُنہیں علم تھا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ورد اعلان حکمرانوں کے خلاف کھلی بغاوت کے مترادف ہے ایک قلب حزیں میں یا ایک سرزمین میں کلمہ کی شہادت اور پھر غیر اللہ کی اور خلافِ شریعت حکمرانی کا تصوّر قائم ہی نہیں ہو سکتا، اب فرعون اور اس کے لوگوں کے درمیان باہمی مشاورت اور مذاکرات اور مشوروں کا آغاز ہو گیا۔

آیت ١١١ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ باہمی گفت و شنید کے بعد یہ طے ہوا کہ فرعون سے بصد احترام یہ کہا جائے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے سلسلے میں عُجلت نہ کی جائے۔

اگر یہ جادوگر ہیں اور فنِ ساحری میں مہارت رکھتے ہیں اور جادو کے ذریعہ ہمارے ملک کو فتح کرنے کی کوشش میں ہیں تو اُن کا تقابلی مقابلہ ہمارے لئے کچھ مشکل تو نہیں ہمارے وطن میں فن جادو کے ماہرین کی ایک فوج ''ظفر موج'' موجود ہے تو جادوگر اپنے ساحر سے مات دیں گے چنانچہ کچھ لوگوں کو شہر سے اطراف میں بھیج دیا گیا۔

---

❶ ......فرعون اس لفظ کو لغت میں تفرعین سے مشتق بتایا ہے جس کے معنی غرور کرنے والے کے ہیں لیکن اصل بات یہ فروہ سے اخذ کیا گیا ہے جس کا مفہوم لغت قدیم مصر میں ''شہنشاہِ اعظم'' کے ہیں عربوں نے معرب کر کے فرعون اور اس کی جمع فراعنہ بنائی فرعون کسی بادشاہ کا نام نہیں بلکہ شاہانِ مصر کا لقب ہے جو مصر میں حام بن نوح کی نسل سے تھے، جس طرح برصغیر ہندوستان میں راجہ اور قدیم روم کے بادشاہ کو قیصر کہا جاتا ہے سلطنت مصر کے چار دور ہیں۔ (بحوالہ تفسیر فتح المنان، از عبدالحق حقانی جلد دوئم)

Marfat.com

آیت ١١٢ میں اظہارِ بیان ہے کہ ہر علم والے جادوگر کو آپ کے پاس لا کر حاضر کر دیں چنانچہ لوگ روانہ ہوئے اور ماہرین کو تلاش کر کے ہر شہر سے ساحروں کو جمع کر کے لائے تا کہ اُن کا مقابلہ کیا جائے، سو ایسا ہی کیا گیا، اُس وقت مصر میں کاہن اور جادوگری اپنے عروج پر تھی خود کاہن ہی جادوگری کا کام سرانجام دیتے تھے۔ گویا جادو بُت پرستانہ مذہب کا جزو بن گیا تھا۔ (بحوالہ اسرار التنزیل از امیر محمد اکرم اعوان) یہی موضوعِ سخن بیان کیا جا رہا ہے آیت ٥٧ سورۃ طٰہٰ پارہ قَالَ اَلَم ١٦ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى

فرعون کہنے لگا اے موسیٰ! کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ جادو کے زور سے ہمارے ملک سے ہمیں نکال دو گے۔ (آیت: ٥٧)

گویا جب فرعون کو واضح دلیل کے ساتھ وہ معجزات دکھائے گئے، جو عصا اور ید بیضا کی شکل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے تھے ہائے رہے! بدبختی! فرعون نے اُسے جادو کا کرتب سمجھا اور گویا ہوا، اِس سحر کی اثر پذیری کے ذریعہ سے کیا ہمیں ہماری سرزمین وطن سے بے دخل کرنا چاہتے ہو، مزید برآں اسی مفہوم کا بیان آیت ٥٩ سورۃ طٰہٰ پارہ ١٦ قَالَ اَلَم میں آیا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا وعدہ جشن کے دن کا ہے اور یہ لوگ دن چڑھے جمع کیے جائیں۔ (آیت ٥٩)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے "نوروز کا دن اور چاشت کی ساعت سب اکٹھے ہو جائیں"۔ (بحوالہ قرآن کریم، اردو تفسیر حواشی از صلاح الدین یوسف) اس زینت جشن سے مُراد فرعونیوں کی عید تھی اس میں وہ آراستہ ہو کر جمع ہوئے تھے" (بحوالہ کنز الایمان از احمد رضا خان")

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "یہ دن عاشورہ دسویں محرم کا تھا"۔

آیت ١١٣ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ بہت سے جادوگر فرعون کے پاس آ گئے ان جادوگروں نے اُجرت کا مطالبہ کیا اور کہا کہ ہمیں کیا انعام ملے گا، اگر ہم موسیٰ پر غالب رہے تو، حقیقت تو یہ ہے کہ پیشہ ور کاہن کا وطیرہ یہ ہوتا ہے کہ پیسہ کمایا جائے دنیا میں دستور یہ رہا ہے کہ ہمیشہ اہلِ علم طاغوتی اور ظالم شہنشاہوں کی خدمت کو اپنا شعار سمجھا۔

صاحبِ تفسیر کبیر نے یہ استدلال کیا ہے کہ "جادو کے بل بوتے پر کچھ ہو سکتا تو اُنہیں فرعون سے مطالبہ اُجرت کی کیا ضرورت تھی جادو کے زور سے مٹی کو سونا کر دیتے اور دنیا کے بادشاہ بن جاتے مگر جادو صرف فریبِ نظر ہے۔ شئے کی حقیقت کو نہیں تبدیل کر سکتا۔

آیت ١١٤ میں وضاحت کے بتایا جا رہا ہے کہ فرعون نے کہا بے شک تمہیں کامیابی کی صورت میں اُجرت تو پیش کی جائے گی اس کے علاوہ تم دربار کے خاصان خاص میں داخل ہو جاؤ گے اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ طاغوتی حکمرانوں نے ان پیشہ ور لوگوں کو انعام سے بھی نوازا ہے اور اپنا مقرب بھی بنایا ہے، فرعون نے یقین دہانی کرا کے اُنہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بلا خوف و خطر مقابلہ کریں لیکن اُن کو خبر ہی نہ تھی کہ یہ فریضہ سرانجام دینا اس قدر

Marfat.com

آسان تو نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شکست دی جائے یہاں معاملہ تخیلاتی سحر کا نہ تھا بلکہ اللہ کے رسول علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مُعجزات کے ساتھ تھا، جادوگر اُجرت کے سلسلے میں قدرے مطمئن ہو کر فرعون کی قربت پانے کی کوشش میں مقابلے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

آیت ١١٥ میں بتایا جا رہا ہے کہ جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ پہل کریں ورنہ ہم ہی عصا ڈالتے ہیں رگویا پہل کی ابتداء کرتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ پُر یقین اور پُر اعتماد تھے اس لئے کہا کہ تم ہی آغاز کر دو، مقابلے کی تاریخ کا تعین ہوا، ایک مقرّرہ مقام پر سب یکجا ہوئے ایک طرف مصر کے جادوگروں کا جمِ غفیر موجود تھا دوسری طرف صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت ہارون علیہ السلام سادہ لوح، دونوں بھائی جن کے پاس ساز و سامان کے کوئی اسباب مُہیّا نہ تھے، جادوگر اپنی قوت اور شجاعت پر نازاں تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نفس کے اندر ایمان، ایقان اور طمانیت قلب کا عزم پیکر تھا۔

آیت ١١٦ میں اظہارِ بیان ہے کہ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول تھے اور ربِّ جلیل کی تائید اور رضا اُنہیں حاصل تھی اور اُنہیں باری تعالیٰ کی مدد کا کامل یقین تھا اس لئے بلا کسی خوف اور خطر سے جادوگروں کو کہا کہ جو کچھ دکھانا چاہتے ہو کر دکھاؤ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اعتماد کامل تھا کہ اُن کے مُعجزے کے سامنے جادو ناکام ہو جائے گا، پس جب ساحروں نے جادو کیا تو لوگوں کی آنکھوں میں ''نظر بندی'' کے آثار نمایاں ہوئے اور عارضی طور پر اُن پر ہیبت طاری ہوئی اس کا اثر صرف نظر بندی تک اَثر انداز ہوا۔ علاّمہ ابن حُبان الاندلسی رقم طراز ہیں کہ ''جادو کسی شئے کی حقیقت کو نہیں بدل سکتا'' البتہ اس کے اثر سے دیکھنے والے یہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ ''چیز کی حقیقت بدل گئی ہے''۔ (بحوالہ بحرِ محیط)

آیت ١١٧ میں اظہارِ بیان ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا روحی کی 'اپنا عصا ڈال دیجئے'' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا پھینکتے ہی وہ عصا ایک خوفناک اژدھا کی صورت اختیار کر کے سب کچھ نگل گیا۔ ابن زید کا قول ہے کہ یہ اجتماع سکندریہ میں ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اژدھے کی دم سمندر پار پہنچ گئی تھی وہ جادوگروں کی سحر کاری کو ایک ایک کر کے نگل گیا اس طرح جادو کا خاتمہ ہوا۔ (بحوالہ کنز الایمان از احمد رضا خانؒ)

آیت ١٠٩ تا ١١٧ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

جادُو اور مُعجزہ میں خاصا فرق ہوتا ہے، جادُوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مُعجزہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برتری کے قائل تھے، جادوگر کا تعلق ربطِ شیطان سے ہوتا ہے جادوگر کا شمار بدکار میں ہوتا ہے۔ جبکہ نبی کا ربطِ عمل حسن ذاتِ باری تعالیٰ سے ہوتا ہے عقائد اور اعمالِ حسنہ میں لطافت اور پاکیزگی ہوتی ہے جادو کا عمل ذاتی فخر اور بات منوانے کی خاطر ہوتا ہے جبکہ مُعجزہ کا اظہار عظمتِ باری تعالیٰ کی حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے ہوتا ہے مُعجزات کے سلسلے میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ وہ قوموں کے مزاج اور رجحانات کے مطابق دیئے جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسے مُعجزے ملے، جس سے جادُوگروں کے طِلسم کو باطل کیا گیا۔ جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہا کہ اگر ہم غلبہ پا گئے تو کیا ہمیں بڑا صِلہ ملے گا، فرعون نے کہا بے شک تم مُقرّبین میں شامل ہو جائیں گے۔

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾
پس حق عیاں ہوا، اور جو کچھ انہوں نے کہا تھا غلط ثابت ہوا۔ (۱۱۸)

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾
پس وہ مغلوب ہوئے / وہ لوگ شکست خوردہ ہوئے اور ذلیل و رسوا پلٹے۔ (۱۱۹)

وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾
اور وہ جادوگر سجدے میں گر پڑے۔ (۱۲۰)

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾
اور (وہ بے ساختہ) بولنے لگے ہم ایمان لے آئے ہیں، سارے جہانوں کے پروردگار پر۔ (۱۲۱)

رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾
جو ربّ ہے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا۔ (۱۲۲)

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾
فرعون کہنے لگا! تم میری اجازت لینے سے قبل کیوں ایمان لائے ہو، یہ تو ایک فریب / سازش ہے جو تم لوگوں نے مل کر کی ہے، شہر میں۔ تاکہ یہاں کے باشندوں / رہنے والوں کو باہر نکال دو، سو اب تم کو اس سازش کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ (۱۲۳)

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾
قسم ہے میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری جانب کے پاؤں کٹوا دوں گا، پھر تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا۔ (۱۲۴)

قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾
جادوگروں نے جواب میں کہا ہمیں تو مر کر اپنے ربّ کی طرف لوٹ کر ہی جانا ہے۔ (۱۲۵)

الفاظ و معانی آیت ۱۱۸ تا ۱۲۵

﴿فَوَقَعَ الْحَقُّ﴾ پس ثابت اور ظاہر ہوگئی صداقت / سچائی، ﴿وَبَطَلَ﴾ اور زائل ہو گیا، مٹ گیا بَطَلَ، بُطْلَانٌ جس کے معنی ضائع ہونے کے آتے ہیں فعل ماضی کا صیغہ، واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ جو کچھ وہ عمل کرتے تھے جادو سے اور ساحروں نے کہا باہم کہ اگر یہ سحر / جادو ہوتا تو چاہئے تھا کہ ہمارے جادو کو زائل کر دیتا۔ ﴿فَغُلِبُوْا﴾ پھر مغلوب ہو گئے جادوگر۔ ﴿هُنَالِكَ﴾ جہاں سے موسیٰ ہوئے غالب اور فرعون اور اس کی قوم مغلوب اور منکوت ہار گئی۔

﴿وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ﴾ اور پھرے اس جگہ سے ذلیل، مایوس اور نامراد۔ ﴿وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ﴾ اور ڈال دیئے گئے جادوگر اپنے منہ کے بل ﴿سٰجِدِيْنَ﴾ سجدہ کرنے والے اللہ کو۔ سجدے میں ڈال دیئے گئے کہہ کر اس طرف لطیف اشارہ کر دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ، بوز و نما ہوا اُس کو دیکھ کر یہ ایسے مبہوت و بے بس ہو گئے کہ بے اختیار سجدہ ریز ہو گئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے توفیق بخش دی تو وہ سجدے میں چلے گئے۔ ﴿قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ﴾ کہا فرعون نے ساحروں سے تم ایمان لے آئے ہو موسیٰ علیہ السلام پر اور اس کی تصدیق تم نے کر دی۔ ﴿قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ﴾ تم نے میری اجازت سے پہلے ایمان قبول کر لیا۔ اٰذَنَ میں اجازت دوں، اِیْذَانٌ سے جس کا مفہوم اجازت دینے کے ہیں فعل مضارع کا

صیغہ واحد متکلم۔ ﴿لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا﴾ تا کہ تم نکالو اس شہر سے اُن لوگوں کو جو قبطی ہیں اور یہ ملک تمہارے اور بنی اسرائیل کے لئے خاص ہو جائے ﴿تُخْرِجُوْا﴾ تم نکالو گے اخراج سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے۔

﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ پس قریب ہے کہ تم جان لو گے نتیجہ اس عمل کا جو تم نے ترتیب دیا ہے یہ دھمکی تو مجمل رہے سود تھی، پھر اس کے اظہار کے لئے فرعون بولا۔ ﴿لَاُقَطِّعَنَّ﴾ البتہ کاٹوں گا میں۔ ﴿اَيْدِيَكُمْ﴾ داہنے ہاتھ تمہارے۔ ﴿اُقَطِّعَنَّ﴾ میں ضرور کاٹ لوں گا تَقْطِيْعٌ سے فعل مضارع واحد متکلم۔ ﴿وَاَرْجُلَكُمْ﴾ اور بائیں پاؤں تمہارے۔

﴿مِنْ خِلَافٍ﴾ مختلف سمتوں سے، یعنی ہر طرف سے ایک عضو۔ ﴿ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ پھر سُولی پر لٹکادوں گا تم سب کو فضیحت کرنے کے لئے اور دوسروں کو درسِ عبرت دینے کے لئے، کس قدر المناک سزا ہے جس کی ان نیک لوگوں کو دھمکی دے رہا ہے، ایک سمت کا ہاتھ اور ایک طرف کا پاؤں کاٹ کر، زندہ سولی پر چڑھا دینا کہ تڑپ تڑپ کر، ہچکیاں لیتے ہوئے موت کی آغوش سے ہمکنار ہو جائیں، لیکن اُن کو پتہ ہی نہیں عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے لوگ، عرفانِ محبت کی سزا جھیلنے کو ہمہ وقت بخوشی آمادہ رہتے ہیں۔ ﴿قَالُوْا﴾ بولے ساحر کہ ہمیں موت سے کیا خوفزدہ کرتا ہے، قتل کی کیا دھمکی دیتا ہے ہم تو موت کے اس قدر طلب گار ہیں جس قدر آدمی آبِ زُلال کا (آبِ زلال، صاف شفاف اور میٹھا پانی، نتھرا ہوا پانی، کسی بھیگی ہوئی دوا کا پانی)۔ (بحوالہ فیروز اللغات) اردو جدید، ﴿اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ﴾ بے شک ہم اپنے رَبّ کی طرف پھر کر جانے والے ہیں، پھر کیونکر ہم موت کے خواہاں نہ ہوں، مفہوم یہ ہے کہ موت تو ہمیں آنی ہی آنی ہے تختہ دار پر آئے یا کسی اور طریقہ سے!۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۱۸ تا ۱۲۵

آیت ۱۱۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ پس حق تو پھر ظاہر ہو گیا، ساحروں اور فرعون کے لوگوں کا تمام کا تمام فریب باطل ثابت ہوا، حق تو حق ہی ہوتا ہے باطل کی خوبی یہ ضرور ہوتی ہے کہ وہ عارضی طور پر آنکھوں کو چکا چوند کر کے دلوں کو مرعوب ضرور کرتا ہے اور پھر لوگ یہ سوچنے لگتے ہیں کہ جھوٹ غالب ہی رہے گا لیکن جب واسطہ ایک سنجیدہ پُر عزم اور صداقتِ حقیقت سے ہوتا ہے تو وہ غُبارے کی طرح ہوتا ہے جو فضائے بسیط پر بکھرتے ہی پھٹ جاتا ہے وہ مانندِ حباب گم ہو جاتا ہے اور محض گھاس کے شعلہ کی طرح ہوتا ہے جو فی الفور بجھ جاتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں جو اندازِ تعبیر کی وضاحت / بیان کی ہے اس سے اس بات کا احساسِ علم ہوتا ہے کہ حق ایک عظیم حقیقت کا عکاس ہے جو بھاری وجود کا مالک ہے، حق کے سوا تمام دیگر اُمور ہوا ر فضا میں محیط ہو کر تحلیل ہو جاتے ہیں اور صداقت باطل پر غالب آجاتی ہے۔

آیت ۱۱۹ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ فرعون اور اس کے لوگ میدان مقابلہ میں شکست سے دو چار ہونے کے سبب خوب رُسوا ہوئے اور تذلیل اُن کا مقدر بنی۔

آیت ۱۲۰ میں بتایا جا رہا ہے کہ کمالاتِ مُوسوی کی فیضانِ فتح کا منظر نامہ دیکھا تو جادوگر عقیدت سے مامور ہو کر سجدے میں چلے گئے اور اس ربِّ جلیل پر ایمان لانے کی خبر کا اعلان کر دیا جس کی اُلوہیت اور وحدانیت کی دعوت مُوسیٰ علیہ السلام اور ہارون

Marfat.com

علیہ السلام کی تھی۔ جب جادوگروں نے عصائے موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ نظروں کے سامنے دیکھا کہ وہ اژدھا کی صورت اختیار کر کے لاٹھیوں اور رسیّوں کو نگل گیا تو ساحروں کی سمجھ میں آیا، یہ تو جادو سے بالاتر، کوئی اور حقیقت ہے اور یہ علامتِ نشان دیکھ کر بے اختیار سجدے میں جا گرے۔ مفسرین نے تحریر کیا کہ ''حضرت مُوسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام نے ظہورِ حق پر سجدہ شکر ادا کیا''۔ (بحوالہ تفسیر عثمانی از حضرت شبیر احمد عثمانیؒ) ساحر معجزہ والے مقابلے میں شکست کے بعد اللہ تعالیٰ کے آگے جھک گئے، معلوم ہوا کہ ''کامیاب ہونے پر سجدہ کرنا اللہ کے مقبول بندوں کی سُنّت ہے''۔ (بحوالہ تشریح القرآن از عبدالکریم پاریکھ)

آیت ۱۲۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ ساحرون نے مان لیا، ایمان لے آئے پروردگارِ عالم پر، جادوگروں کے اندر حق پسندی اور سچائی کی روشنی کی کرن دبی ہوئی موجود تھی جو عصائے موسیٰ کے مُعجزات کے سبب بھڑک اُٹھی، انسان کے اندر جذبۂ صادق موجود ہو تو توفیق باری تعالیٰ سے وہ اپنا اثر دکھاتی ہے۔

آیت ۱۲۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ حضرت مُوسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا بھی پروردگار ہے، جادوگروں جب سَربسجود ہو کر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پر ایمان لانے کا اقرار کرلیا، فرعون کے ساتھی اس مغالطہ میں پڑ سکتے تھے کہ سجدہ فرعون کو کیا گیا جس کو وہ خدا مانتے تھے (العیاذ باللہ) اس لئے ان ساحروں نے حضرت مُوسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا رَبّ کہہ کر اس حقیقت کا اعترافِ حق کرلیا کہ یہ سجدہ ہم خالقِ کائنات وحدہٗ لاشریک کو کررہے ہیں جو تمام جہانوں کا رَب ہے۔

آیت ۱۲۳ میں بتایا جارہا ہے کہ فرعون نے کہا کہ تم لوگ میری اجازت طلب کئے بغیر حضرت مُوسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے ہو یہ ایک پُر فریب سازش ہے جو تم نے شہر میں کی ہے، اس کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُن کے باشندوں کو یہاں سے نکال دو تم عنقریب اس بات کو جان لوگے کہ فرعون نے زمین پر یقینی طور پر سرکشی کررکھی تھی، چنانچہ اسی موضوعِ سخن کا بیان آیت ٦ سورۃ القصص ۲۸ پارہ اَمَّنْ خَلَقَ ۲۰ کی آیت ٦ میں ارشادِ ربّی ہے:

وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ۔

اور اُن کو زمین میں قدرت واقتدار عطا کریں، فرعون اور ہامان اور اُن کے لشکروں کو وہ کچھ دکھادیں گے جن کا وہ اندیشہ رکھتے تھے، جس کے لئے اُنہیں ہر وقت ڈر اور خطرہ بنا ہوا تھا۔ آیت:٦

ہامان، فرعون کا وزیر تھا یہاں زمین سے مُراد ملک شام ہے اُنہیں جو اندیشہ تھا کہ ایک اسرائیلی کے ہاتھوں فرعون کی اور اس کے وطن ولشکر کی تباہی ہوگی اس اندیشہ کو ہم نے حقیقت کردیا۔

آیت ۱۲۴ میں بیان کیا جارہا ہے کہ فرعون نے اپنے زعم کے مطابق ان پاک داماں لوگوں سے کہا کہ میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں بے ترتیب کاٹ دوں گا پھر تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا اور تم نشانِ عبرت بن جاؤ گے! تشدد، اذیت، سخت گیر اور عبرت آموز سزائیں وہ محرکات وسائل، جو ہر طاغوتی نظام حکومت حق کے مقابلے میں لے آتی ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے ہر طاغوتی طاقت، جہل خرد میں کھوئی ہوتی ہے اور ہر طاغوتی طاقتِ متکبر اور مغرور ہوتی ہے ظلم وتشدد ہمیشہ سچائی کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے، سچا اور حقیقی ایمان اگر ایک لمحہ کے لئے بھی میسّر آجائے تو بصیرت، بصارت اور حکمت ایمانی کی توانائی

پیدا کر دیتا ہے اور کائنات رنگ و بُو کی کوئی طاقت اس کو مرعوب و معتوب نہیں کر سکتی، وہ ساحر جو حوصلہ و انعام کی طلب میں کوشاں تھے، ایمان لانے کے بعد ایسے بے نیاز ہو گئے کہ کوئی جسمانی اذیت کی دھمکی بھی انہیں متزلزل نہ کر سکی۔

آیت ١٢٥ میں اظہارِ بیان ہے کہ مؤمن ساحرین کی استقامت کا یہ عالم کہ انہیں نے کہا، کہ ہم کو تو اپنے رَبّ کی طرف ہی مرنے کے بعد رجوع ہونا ہے گویا وہ توحید اور شرابِ معرفت سے معمور اور مخمور ہو چکے تھے کہ گویا نظارہ بہشت و جہنم اُن کی نگاہوں کے سامنے تھا، بھلا انہیں فرعون کی دھمکی کی کیا پرواہ تھی ان کا برملا کہنا تھا کہ آخرت کے عذاب سے یہاں کی تکلیف آسان وہ ہے اللہ کی رحمت، اور خوشنودی کی راہ کی خاطر گیتیٔ کائنات کا رنج والم برداشت کرنا عاشقوں کے لئے سہل اور عزت و توقیر کا مُوجب ہے۔

آیت ١١٨ تا ١٢٥ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

جادوگروں کو مغلوب ہونا پڑا وہ رُسوا اور ذلیل ہو کر رہ گئے جس قدر رُعب اُنہوں نے جمایا تھا سب کا سب ختم ہو گیا، یہ حق کی جیت تھی اور باطل کی شکست، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساحروں پر عظیم فتح ملی اور لوگوں کو اس بات کا احساس ہو گیا تھا اُن کی اُن شعبدہ بازی کی کوئی حیثیت نہیں! اب ہونا کیا تھا، ذِلّت و رُسوائی کا احساس ہوا تو حقیقت کا پتہ چل گیا حق کو توقیر عزت ملی تو ''زمین بوس ہوئی قومِ حجاز'' کے مصداق وہ سب ساحر سجدے میں گر گئے اور خبر کے طور پر اعلان کیا گیا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی حقانیت اور احدیت کو تسلیم کر لیا ہے ہم ربّ پر ایمان لاتے ہیں، وہ پروردگار جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام اپنا رَبّ مانتے ہیں۔ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مُعجزہ دیکھا، فرعون اور اس کی قوم نے اس منظر کو اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھا، مگر ایمان لانے کی توفیق تو صرف اُن جادوگروں کو نصیب ہوئی یہ صلہ تھا اس بات کا کہ اُنہوں نے نبی کے ادب کا لحاظ کیا تھا، نبی کا تقدس کرنا سعادت کی دلیل ہے جب لوگوں کو احساس ہوا کہ جادوگر تو ایمان لا چکے ہیں تو دیگر احباب بھی اکثریت کے ساتھ اس طرف مائل ہوئے اور منادی کرا دی گئی کہ حق تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ مگر فرعون نے رُخ بدلا، نئی چال چلی کہنے لگا، اچھا اب مجھے پتہ چلا کہ یہ میرے ملک کے خلاف سازش تھی، تمہاری منشاء یہ ہے کہ اس طرح سے لوگوں کو سراسیمہ کر کے مسندِ اقتدار پر قابض ہو جاؤ اس تمام عمل کو ایک سیاسی سازش کا نام دے کر حقیقی اثر زائل کرنا، چاہا اور کہنے لگا، میں تمہاری اس حرکت پر سزا دے کر تمہارا راز افشاں کرتا ہوں اور تمہیں تمہارے ہاتھ اور پیر کاٹ کر تمہارے نصف بدن کو سولی پر لٹکا دیا جائے گا، لیکن ساحروں نے تو کہہ دیا تھا کہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے رَبّ پر ایمان لائے۔ جادوگروں کے اندر حق پسندی کی ایک کرن دبی ہوئی موجود تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مُعجزے کی برکت سے بھڑک اُٹھی، سعادت کا کوئی پہلو انسان کے اندر موجود ہو تو اللہ کی توفیق سے اپنا اثر دکھا جاتا ہے۔

ساحروں نے جواب دیا، ہم سب مر کر اپنے رَبّ کی طرف تو لوٹیں گے گویا غالب کی زبان میں یوں کہئے

ع موت کا ایک دن مُعیّن ہے

Marfat.com

وَمَا تَنۡقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنۡ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتۡنَا ؕ رَبَّنَاۤ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّتَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ ﴿۱۲۶﴾

اور تو نے ہم میں کیا بُرائی دیکھی، یہی نا کہ جب رَبّ کی نشانیاں ہمارے پاس آئیں تو ہم اپنے رَبّ کی آیتوں پر ایمان لے آئے، اے ہمارے رَبّ ہم پر انڈیل دے فیضان صبر اور ہمیں موت دے، حالتِ اسلام پر۔ (۱۲۶)

الفاظ و معانی آیت ۱۲۶

﴿وَمَا تَنۡقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنۡ اٰمَنَّا﴾ اور تو ہم سے اسی لئے بدلہ لیتا ہے/ ناپسند کرتا ہے مگر یہ کہ ہم ایمان لائیں۔ تَنۡقِمُ، نِعَمٌ سے غصہ کرتے اور ناپسند کرتے ہیں فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿لَمَّا جَآءَتۡنَا﴾ جبکہ آئیں وہ نشانیاں ہمارے پاس اور ہم نے دیکھ لیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر، ید بیضا تو معجزہ تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا، پھر فرعون کی جانب سے مُنہ پھیر کر اللہ جلّ جلالہٗ کی طرف متوجہ ہو کر انہوں نے کہا۔ ﴿رَبَّنَا﴾ اے ہمارے رَبّ! ﴿اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا﴾ ہم کو صبر عنایت فرما۔ تاکہ ہم تیرے اس دشمن کے عذاب کو سہہ لیں اور حق کے ساتھ ایمان پر استقامت کے ساتھ قائم رہیں اور بے صبری نہ کریں کیونکہ قرآن میں حکم ہے "اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ" اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے [1] تو اے اللہ! کامل صبر کی توفیق عطا فرما۔ ﴿وَتَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ﴾ اور مسلمان ہونے کی حالت میں ہمیں موت سے ہمکنار کرنا۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۲۶

آیت ۱۲۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ جادوگروں نے فرعون کو بر ملا کہا کہ اگر ہم سے کوئی خطا سرزد ہوتی یا کوئی بُرائی ہم انجام دیتے تو سزا دینا واقعی معقول بات تھی ہمارے لئے سزا اس لئے تجویز ہوئی کہ ہم نے اقرار کرلیا، اعتراف کرلیا، مان لیا، قبول کرلیا کہ اللہ "وحدہٗ لاشریک" ہے اور آیاتِ ربّانی پڑھ کر، سیکھ کر، اس کے رسول ﷺ کی صداقت کو حق سمجھ لیا ہے، سچائی وحقیقت کا تقاضا تو یہ تھا کہ انعام سے نوازا جاتا، لیکن کتنی بدنصیبی کا مقام ہے کہ ہمیں سزا کا مستحق قرار دیا جارہا ہے۔ خیر کوئی بات نہیں، ہماری جان تو اس مقصدِ حق پر نثار ہے کافر ہمیں ایذا پہنچائیں، اس کی فکر نہیں؟ اے اللہ ہمیں اسلام پر قائم رہتے ہوئے موت نصیب فرما، زندگی اور حیاتِ نو کے لُطف وکرم سے بڑھ کر اسلام عزیز ہے صبحدم آفتاب کے طلوع ہونے کے وقت جنہوں نے فرعون کے ساحر کا فن دیکھا یا انہیں شام ڈھلے آفتاب کی کرن نے موسیٰ کے رَبّ کے فرمانبرداروں میں دیکھا۔

بات یہ ہے کہ جادوگروں کی گفتگو مقابلہ کے آغاز سے پہلے نہایت ہی خوشامدانہ تھی، پھر اس کے بعد یہ پُرعزم اور ایمان کی حرارت میں ڈوبی ہوئی یہ گفتگو اس بات کی نشاندہی کر رہی ہے کہ اگر انسان کے دل ودماغ سے ایمان کی تابانی مفقود ہوجائے تو پھر اس سے زیادہ اور کیا شئے ہوسکتی ہے کہ اگر قلب ونظر میں ایمان کی تازگی ہے تو ایمان کی دولت سے انسان سرشار رہے تو اس سے زیادہ بلند وبالا کوئی منزل نہیں، جس رَبّ کی نشانیوں کو تسلیم کرنے سے ہم تیری نگاہ میں مجرم قرار پائے اُس رَبِّ جلیل سے ہم لب کُشا ہیں کہ وہ ہماری زیادتیوں سے درگزر فرما کر ہمیں صبرِ جمیل کی توفیق کرامت عطا فرمائے۔

[1] ..... نعمت میں اللہ کے شکر کی تلقین اور صبر میں باری تعالیٰ سے استقامت کی تاکید ہے

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ۗ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿١٢٧﴾

اور قومِ فرعون کے سرداروں نے کہا کیا آپ موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کو یونہی چھوڑے رہنے دو گے کہ وہ زمین پر فساد برپا کرتے رہیں اور وہ آپ کو اور آپ کے ٹھہرائے ہوئے معبودوں کو چھوڑ دیں رموقوف کر دیں، فرعون نے کہا، ہم قتل کر دیں گے اُن کے بیٹوں کو اور اُن کی بیٹیوں کو زندہ رکھیں گے اور ہم بلاشبہ اُن پر غالب ہیں راُن پر ہمارے اقتدار کی گرفت بھاری ہے رزور آور ہے۔(١٢٧)

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٢٨﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: کہ اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر کرو بے شک یہ زمین اللہ کی ہے اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے وارث بنا دیتا ہے اور انجام خیر تو اللہ سے ڈرنے والوں رپرہیزگاروں کے لئے ہی مخصوص ہے۔(١٢٨)

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۗ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٩﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا! آپ علیہ السلام کے آنے سے قبل بھی ہمیں ستایا جاتا تھا، ہم تو مصیبت میں ہی رہے، آپ علیہ السلام کے آنے کے بعد بھی، اُنہوں نے جواب دیا قریب ہے وہ ساعت کہ تمہارا ربّ ہلاک کر دے گا، تمہارے دشمن کو اور تمہیں اس سرزمین میں خلیفہ بنا دے گا اور پھر دیکھے گا کہ تم کیسے کام انجام دیتے ہو رعمل کرتے ہو۔(١٢٩)

الفاظ و معانی آیت ١٢٧ تا ١٢٩

﴿اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ﴾ کیا آپ موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کو یوں چھوڑ دیں گے تاکہ فساد کریں زمین مصر میں اور لوگوں کو آپ سے پھیر دیں، قبطی سَرداروں کو جب نظر آیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اثر و رسوخ میں روز بہ روز اضافہ ہو رہا ہے بنی اسرائیل کے علاوہ اُن کی اپنی قوم کے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف مائل بہ کرم ہوتے جا رہے ہیں تو اُنہیں اپنے آنے والے وقت کے بارے میں خطرات محسوس ہونے لگے، فرعون کو اس طرف راغب کیا کہ اگر یہی صورتِ حال رہی تو فساد و فتنہ کی چنگاری بھڑک اُٹھے گی، فساد پھیلانے والوں کا ہر دَور میں شیوہ رہا کہ اہل اللہ کو فتنہ انگیز اور اُن کی دعوتِ توحید اور دعوتِ ایمان و یقین کو فساد سے تعبیر کرتے ہیں سو قومِ فرعون نے بھی یہی کہا۔﴿وَيَذَرَكَ﴾ اور تمہاری پرستش ترک کر دیں۔﴿وَاٰلِهَتَكَ﴾ اور تمہارے معبودوں کی عبادت سے مُنہ موڑ لیں۔﴿اٰلِهَتَكَ﴾ تیرے بنائے ہوئے، اٰلِهَةٌ کا واحد اِلٰہٌ ہے اِلٰہ معبود کو کہتے ہیں قواعد کے مطابق اسم ہے۔

مُفسّرین نے لکھا ہے کہ ''فرعون خلق کو اپنی پرستش کا حکم کرتا تھا اور خود ستاروں کو پوجتا تھا'' [1] درست بات تو یہ ہے کہ اس

[1]......سدی کا قول ہے

Marfat.com

نے اپنی صورت کے بُت ترشوائے تھے اور اپنی قوم کے ہر ایک کو ایک بُت دیا تھا کہ اس کی پرستش کیا کرو تا کہ وہ اُنہیں فرعون سے قریب کر دے اور اسی سبب سے کہتا تھا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی یہ بُت تمہارے چھوٹے معبود ہیں اور ''میں تمہارا بڑا معبود ہوں'' ! العیاذ باللہ۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

﴿قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ﴾ فرعون نے عالم برافروختگی میں کہا، قریب ہے کہ ہم ان کے بیٹوں کو قتل کر دیں جیسا کہ اس سے پہلے کرتے تھے تا کہ اُن کی نسل منقطع ہو جائے جب اُن کے لڑکے قتل ہو جائیں گے تو پھر رفتہ رفتہ اُن کی بیٹیاں دوسری قوم میں چلی جائیں گی پھر اُن کی قوم کی نمائندگی ختم ہو جائے گی۔ ﴿وَنَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ﴾ اور زندہ چھوڑ دیں گے ہم اُن کی عورتوں کو تا کہ وہ ہماری خدمت پر مامور ہیں نَسْتَحْیٖ ہم زندہ رہنے دیں گے اِسْتِحْیَاءٌ سے فعل مضارع کا صیغہ جمع متکلم قواعد کے مطابق۔ ﴿وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ﴾ اور ہم اُن پر غالب ہیں اور وہ مغلوب اور ہمارے زیرِ حکم ہیں، ''قتل ابناء'' کا یہ منصوبہ فرعونیوں کی ایماء پر ترتیب دیا گیا اور اس سے پہلے بھی، جب موسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت نہیں ہوئی تھی ﴿قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ﴾ کہا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گروہ کو ﴿اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا﴾ اللہ سے مددگاری چاہو اور صبر واستقامت کا مظاہرہ کرو۔

﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ﴾ اور اچھا انجامِ کار، فتح ونصرت وبہشت مخصوص ہے پرہیزگاروں کے واسطے، جو اللہ سے ڈرتے ہیں، جب فرعون کی طرف سے دوبارہ اس جور وستم کی ابتداء ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو باری تعالیٰ سے مدد پانے اور صبر کرنے کی تلقین کی اور اطمینان دلایا کہ اگر تم درست سمت پر رہتے ہو تو زمین کا اقتدار بالآخر تمہارا ہی مقدر ہے۔ ﴿قَالُوْٓا اُوْذِیْنَا﴾ ایذاء دیئے گئے ہیں، ﴿اُوْذِیْنَا﴾ ہم کو ستایا گیا، قبطی ہم کو ایذاء دیتے تھے۔ اِیْذَاءٌ سے فعل ماضی مجہول کا صیغہ جمع متکلم قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا﴾ اس سے پہلے کہ آپ ہمارے پاس آئے ﴿تَاْتِیَنَا﴾ تم ہمارے پاس آئے تَاْتِیْ فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق یہ اشارہ لطیف ہے اِن جور وستم کا جو ولادت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبل ان پر وارد ہوتے رہے۔ ﴿وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا﴾ اور آپ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد بھی، ساحروں کے واقعہ کے بعد داستان ظلم وستم کا یہ نیا دور مظالم کا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رونق افروز ہونے کے بعد آغاز ہوا۔

﴿قَالَ مُوْسٰی﴾ موسیٰ علیہ السلام نے صاف کہہ دیا۔ ﴿عَسٰی رَبُّكُمْ﴾ تمہارا ربّ اُمید رآرزو رکھتا ہے، عَسٰی، امید ہے کہ قریب ہے فعل مقاربہ واحد مذکر غائب۔ (بحوالہ قاموس القرآن)۔ ﴿اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ﴾ یہ کہ وہ ہلاک کرے تمہارے دشمن کو کہ فرعون کو اس کی قوم سمیت، ﴿عَدُوٌّ﴾ دشمن، عَدَاوَۃٌ سے صفت مشبہ مذکر واحد وتثنیہ وجمع، قواعد کے مطابق، اس کی جمع اَعْدَاءٌ ہے، بحوالہ قاموس القرآن۔

﴿وَیَسْتَخْلِفَكُمْ﴾ اور خلیفہ بنا دے تمہیں انہیں ہلاک کرنے کے بعد۔ ﴿فِی الْاَرْضِ﴾ زمین مصر یا ارضِ مقدسہ میں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اظہار حقیقت امر کے لئے کہا کہ یہ بات بعد از مکان نہیں، کہ اگر تم لوگوں نے ہماری نصیحت پر عمل نہ کیا تو بہت جلد تم ہلاک وتباہ ہو جائے گا۔ ﴿فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ پھر دیکھے باری تعالیٰ کی رحمت، دولت، ثروت، راحت، اور اقتدار

Marfat.com

کے وقت تم کیسے عمل کرتے ہو! اور کیا کام کرتے ہو! کُفر یا شکر، عبادت یا معصیت تاکہ تمہیں اس کی جزا دے، بڑا ہی غور و طلب افکارِ عمل و فکر ہے۔ ﴿ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴾ تمہیں اختیارِ حکومت اور اقتدار مل جانے کے بعد، اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ دیکھے گا تم کہاں ربّ کی اطاعت و فرمانبرداری بجالاتے ہو، انصاف اور مساوات کے تقاضوں کی تکمیل میں کس قدر کاربند رہو گے، ایسا نہ ہو کہ اقتدار کی ہوس میں کھو کر اپنے سے قبل لوگوں کے انجام کو ہی بھول جاؤ، کیونکہ اقتدارِ حکومت بھی امتحان ہے اور مقصد اقتدار قیامِ عدل کی دعوت دیتا ہے اور مقامِ فکر یہ ہے کہ ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' کی کس حد تک تکمیلِ عمل ہوتی ہے یہ بھی آزمائش ہے۔

تشریح و توضیحات آیت ١٢٧ تا ١٢٩

آیت ١٢٧ میں اظہارِ بیان ہے کہ قومِ فرعون کے لوگوں نے فرعون سے کہا کیا تم موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں اور اُن کی قوم کے لوگوں کو اسی روش پر قائم رہنے دو گے کہ وہ تمہارے ملک میں انتشار اور بدامنی کی فضا پیدا کریں، سرزمین مصر میں مخالفت کے لئے نئی نئی راہیں تلاش کریں اور اہل مصر کے دین کو بدل ڈالیں، یہ اُنہوں نے اس لئے کہا تھا کہ جادوگروں کے ساتھ چھ لاکھ افراد ایمان لے آئے تھے۔ (بحوالہ مدارک) اور تمہارے ''ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھر کے صنم'' رمورتی کو ٹھکرائیں۔

فرعون اپنے زعم میں تھا اور خود اپنے آپ کو مصریوں کے سب سے عظیم دیوتا سورج کا اوتار سمجھتا تھا کس قدر کج فہمی میں مُبتلا تھا، ہاتھوں کے سجائے ہوئے پتھر کو بُت خانے میں بھگوان بنائے بیٹھا تھا، اپنی طاعت کے زعم میں اس قدر گفتار بلا رگرفتار تھا کہ کہا کرتا تھا کہ ہم اُن کی اولادِ نرینہ قتل کر دیں گے اور اُن کی بیٹیوں کو زندہ رکھیں گے، مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ ''صانع عالم کے وجود کا منکر تھا'' اس کا خیال تھا کہ عالمِ سُفلی کے مدبر کواکب ہیں اسی لئے اس نے ستاروں کی صورت پر بُت بنوائے تھے اُن کی خود بھی پوجا کرتا تھا اور دوسروں کو اُن کی پُوجا پاٹ کا حکم دیتا تھا''۔ (بحوالہ کنز الایمان، خزائن العرفان فی تفسیر القرآن از احمد رضا خانؒ)

آیت ١٢٨ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو نوید مُسرّت دی کہ اللہ سے مدد چاہو! اور استعانت رعملی مدد طلب کرو بلاشبہ زمین کا مالک اللہ ہے مصائب اور آلام میں گھبرانے کی قطعی ضرورت نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حوصلہ دے کر توقع دلائی کہ فرعون اور اس کی قوم ہلاکت سے دوچار ہوگی اور بنی اسرائیل اس سرزمین کے وارث ہوں گے، اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے وارث بنا دیتا ہے اپنی حکمت اور مصلحت کے ساتھ، جس کو چاہتا ہے کچھ عرصہ کے لئے اقتدار سونپ دیتا ہے، فتح و نصرت انہی کے لئے ہے جو انجامِ کار کی کامرانی کے لئے پرہیزگاری اپنا لیتے ہیں اور آخرت کی فکر کرتے ہوئے راہِ تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

آیت ١٢٩ میں بتایا جا رہا ہے کہ فرعون اور فرعونیوں نے لوگوں کو طرح طرح کے مصائب و آلام میں مُبتلا کر رکھا تھا اور لڑکوں کو بہت زیادہ قتل کر ڈالا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے کہا کہ آپ کے آنے سے قبل اور آپ کے جلوہ فگن ہونے کے بعد بھی ہم پر ظلم و ستم جاری ہے ابھی ہماری اولاد کو قتل کرنے کا منصوبہ رکھتا ہے تو ہماری مصیبت اور ہلاکت رفع دفع ہو گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اُمید ہے عنقریب ربّ ہمارے دشمن کو پامال کر دے گا اور اس کی جگہ تم کو زمین کا مالک بنا دے گا اور دیکھنا یہ ہے کہ تم کیسے کام سرانجام دیتے ہو اور کس طرح نعمتِ شکر ادا کر کے سرفراز ہوتے ہو!۔

Marfat.com

لَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٣٠﴾

اور ہم نے فرعون کے لوگوں کو پکڑے رکھا قحط سالی اور پھلوں کی پیداواری صلاحیت کی کمی میں کی تا کہ وہ نصیحت قبول کریں۔(۱۳۰)

فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَٰذِهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ ۗ أَلَا إِنَّمَا طَائِرُهُمْ عِندَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٣١﴾

پس جب اُنہیں خوش حالی/بھلائی ملتی تو کہتے ہم اس کے لائق/مستحق ہیں۔ اگر کوئی بُرائی/تکلیف پہنچتی تو اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے، سن لو! درحقیقت اُن کی بدحالی/نحوست تو اللہ کے پاس ہے، لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو تو نہیں جانتے۔(۱۳۱)

وَقَالُوا مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ آيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿١٣٢﴾

اور کہنے لگے تم کیسی ہی ہمارے پاس نشانی لے آؤ! ہمیں مسحور کرنے کے لئے/ہم پر اس کے ذریعہ جادو کرو تب بھی ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں۔(۱۳۲)

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿١٣٣﴾

پس ہم نے اُن پر طوفان بھیجا، ٹڈیاں، جوئیں/گھن کا کیڑا، مینڈک اور خون یہ سب جدا جدا اور واضح نشانیاں تھیں، پھر بھی وہ تکبّر کرتے رہے، وہ لوگ جرائم پیشہ مُجرم تھے۔(۱۳۳)

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَا مُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِندَكَ ۖ لَئِن كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿١٣٤﴾

اور جب اُن پر کوئی عذاب نازل ہوتا تو یوں کہتے اے موسیٰ! ہمارے لئے دعا کرو اپنے ربّ سے! جیسا کہ اس نے عہد دے رکھا ہے تم کو اگر آپ اس عذاب کو ہم سے ہٹا دیں گے/دور کر دیں گے تو بے شک ہم آپ کے کہنے سے ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آپ کے ساتھ کر دیں گے۔(۱۳۴)

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُم بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ ﴿١٣٥﴾

پھر جب ہم نے ایک مدت تک عذاب اُٹھا لیا جو ایک خاص مدت تک اُنہیں پہنچتا تھا تو وہ یک لخت ہی عہد شکنی کرنے لگتے۔(۱۳۵)

فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿١٣٦﴾

پس ہم نے اُن سے بدلہ لیا۔ سو ہم نے اُنہیں دریا میں غرق کر دیا اس وجہ سے کہ اُنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور اُن سے تغافل برتتے تھے/بے پرواہ ہو گئے تھے۔(۱۳۶)

الفاظ و معانی آیت ۱۳۰ تا ۱۳۶

﴿وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ﴾ اور پکڑا ہم نے فرعون کے خادموں اور تابعین کو، قحط تنگی اور خشک سالی کے

Marfat.com

ساتھ، آلِ فرعون سے مُراد فرعون کی قوم ہے سِنِیْنَ ❶ سال، قحط کے برس قواعد کے مطابق اسم ہے یعنی رحمت باراں کی کمی اور درختوں میں کیڑے وغیرہ لگ جانے سے پیداوار میں کمی کی ﴿وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ﴾ اور نقصان بعض کو اُن کے میووں میں تھے ﴿لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾ کہ ایسا ہو کہ وہ نصیحت مانیں اور کُفر سے باز آجائیں۔ ماحصل اس آزمائش کا یہ تھا کہ ظلم اور استکبار سے باز آجائیں جس میں مُبتلا تھے مگر وہ مُتنبہ نہ ہوئے۔

﴿فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ﴾ پھر جب اُن پر آئی بھلائی فراغت ارزانی حَسَنَةٌ سے مُراد بھلائی پھلوں اور میواجات کی فراوانی۔ ﴿قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ﴾ کہنے لگے ہمارے واسطے ہے یہ بھلائی یہ تو ہمارا ہی استحقاق ہے۔ ﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ﴾ اگر اُنہیں پہنچتی بُرائی جیسے قحط اور بلا۔ ﴿يَطَّيَّرُوْا﴾ تو بُری فال لیتے تَطَيَّرُوْا سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ اکثر اہلِ عرب کا مشغلہ تھا کہ پرندوں کی آوازوں سے بدشگونی پکڑتے "یہ شرک کرنے والوں میں فال گیری بہت قدیم ہے" اُن کے اوہام پرست مزاج "ہر شئے سے اثر قبول کرتے" کسی کام کو نکلے راستے میں کوئی جانور سامنے سے گزر گیا، کسی پرندہ کی آواز کان میں پڑھ گئی تو فوراً واپس گھر لوٹ آئے"۔ (ماخوذ از ضیاء القرآن جلد دوئم از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

﴿اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ جانو تم کہ اُن کی خیر و شر کا سبب اللہ کے پاس اور وہ اُن کے اعمالِ بد ہیں کہ کراماً کاتبین لکھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لے گئے ہیں اور اُن کے بُرے/ بدکاموں کی شامت اعمال اُنہیں پہنچی ہے۔ ﴿وَقَالُوْا﴾ اور کہا اہلِ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ جس وقت کہ تو لاتا ہے ہم پر۔ ﴿مِنْ اٰيَةٍ﴾ نشانی میں سے جس کے بارے میں گمان ہے کہ وہ آپ علیہ السلام کا مُعجزہ ہے جیسے قحط اور بیماری وغیرہ۔ ﴿لِتَسْحَرَنَا بِهَا﴾ تاکہ تو ہم پر جادو کرے تسحر، سحر، فتح سے فعل مضارع واحد مذکر حاضر، نا ضمیر جمع متکلم، قواعد کے مطابق مَهْمَا جب کبھی رکلمہ شرط ہے۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ پھر ہم ایمان لانے والے نہیں، مفہوم یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کتنی نشانیاں اور علامات اپنی نبوّت کی دکھا کر ہم پر اپنی چلانا چاہیں تو ہم ایمان قبول کرنے والے نہیں گویا قوم فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے تمام تر مُعجزات کو جادو کا نام دے کر نظر انداز کر دیا۔ ﴿فَاَرْسَلْنَا﴾ اور پس ہم نے بھیجا۔ ﴿عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ﴾ اُن پر طوفان۔ طوفان سے مراد مُفسرین کے نزدیک "پانی کا طوفان" ہے (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ) طوفان سے سیلاب اور کثرت باراں مراد ہے جس سے ہر شئے غرق ہوگئی، کثرت اموات بھی اس سے مراد لی گئی ہے جس سے ہر گھر میں صفِ ماتم بچھ گئی، لغت میں "ہر مہلک چیز کو طوفان کہا جاتا ہے" (بحوالہ ضیاء القرآن از محمد کرم شاہ الازہریؒ) ﴿وَالْجَرَادَ﴾ اور ہم نے ٹڈی بھیجی، جو فصلوں کی بربادی کا سبب ہیں۔ ﴿وَالْقُمَّلَ﴾ گھن یا کلّیان۔

ابن عباسؓ نے کہا قُمَّلَ وہ گھن ہے جو گندم کو لگ جاتا ہے اس کا ایک معنیٰ جوؤں اور پسوؤں کے بھی آتے ہیں جس سے جسمانی تکلیف پہنچتی ہے۔ ﴿وَالضَّفَادِعَ﴾ اور مینڈک۔ ضفدعۃ کی جمع ہے مینڈک، پانی جو ہڑوں میں ہوتا ہے یہ اُن کے کھانوں، بستروں اور غلوں میں ہر جگہ ہو گئے جس سے ان کا آرام کرنا مشکل ہو گیا۔ ﴿وَالدَّمَ﴾ اور خون، ہوا یوں کہ

❶ ......سِنِین جمع سِنۃ یہاں اس کے معنی قحط سالی ہے۔ بحوالہ قرطبیؒ۔

پانی خون بن گیا پانی بھی پینا ان کے لئے محال ہوگیا۔﴿ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ﴾ یہ کُھلے کُھلے جُدا جُدا معجزات تھے یہ قدرت کی نشانیاں تھیں جو ایک دوسرے سے جُدا ہوتیں ہر دو آیات میں ایک ماہ کی مدت تھی اور ہر نشانی ہفتہ بھر رہتی۔﴿ وَ لَمَّا وَقَعَ ﴾ اور جب واقع اور نازل ہوا۔﴿ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ ﴾ اُن پر عذاب، چھٹا عذاب اُن پر رِجز کے طور پر آیا یہ عام طور پر طاعون کی وباء کے لئے استعمال ہوتا ہے دیگر وبائی امراض، چیچک کے لئے بھی مستعمل ہے، تفاسیر میں مذکور ہے کہ ان لوگوں پر طاعون کی وباء پھیل گئی محتاط انداز کے مطابق ستر ہزار (۷۰۰۰۰) آدمی ہلاک ہوئے۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم)

﴿ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا ﴾ کہا اُنہوں نے عاجزی کے ساتھ اے موسیٰ علیہ السلام دعا کیجئے ہمارے واسطے ﴿ رَبَّكَ ﴾ اپنے رَبّ سے۔﴿ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ﴾ بسبب اس چیز کے کہ عہد کیا ہے اُس نے گویا اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام سے وعدہ کرلیا ہے جب آپ دستِ دعا دراز کریں تو وہ قبول فرمائے گا ﴿ عَهِدَ ﴾ اس نے عہد لیا عَهْدٌ سمع سے جس کے معنیٰ تاکید کرنے اور وعدہ کرنے اور دیکھتے رہنے کے ہیں۔ فعل ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔﴿ وَلَنُرْسِلَنَّ ﴾ اور البتہ بھیج دیں ہم۔﴿ نُرْسِلَنَّ ﴾ ہم ضرور بھیج دیں گے۔ مضارع بانون تاکید کا صیغہ جمع متکلم قواعد کے مطابق۔﴿ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو تاکہ جہاں تیرا جی چاہے اُنہیں لے جا۔﴿ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴾ پھر وہ وعدہ توڑ ڈالتے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ مصر میں سات (۷) دن رات مینہ برستا رہا اور بادلوں کی تاریکی میں لوگ پریشان رہے اور قبطیوں کے مکانوں میں پانی بھر گیا عورتیں اور مرد سب کھڑے رہے البتہ لڑکوں کو اُونچی جگہ بٹھا دیا جاتا، جو قبطی اپنے گھروں میں بیٹھنے کی کوشش کرتا ڈوب جاتا باوجود اس کے کہ بنی اسرائیل کے مکانات ان سے متصل تھے، لیکن بنی اسرائیل کے مکانات میں پانی کا کوئی قطرہ بھی نہیں ٹپکا آخر قبطیوں نے عاجز آکر فرعون کی طرف رجوع کیا اور اس سے مایوس ہوکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور دعا کرنے کی التجاء کی تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے یہ عذاب دفع کردے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے زمین پر پانی ہٹ گیا، مگر پھر اُنہوں نے کُفرانِ نعمت کیا پھر عناد کیا تو باری تعالیٰ نے آبِ نیل کو خون کردیا جب بنی اسرائیل پیتے تو صاف شفاف پانی ہوتا جب قبطی پانی پیتے تو پانی خون ہوجاتا۔﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ﴾ پس ہم نے اُن سے بدلہ لینے کا ارادہ کیا، اِنْتَقَمْنَا ہم نے بدلہ لیا اِنتقام سے فعل ماضی جمع متکلم قواعد کے مطابق۔﴿ فَاَغْرَقْنٰهُمْ ﴾ پھر ڈبو دیا ہم نے اُنہیں۔

﴿ فِي الْيَمِّ ﴾ دریائے قلزم میں مصر کے پاس۔﴿ بِاَنَّهُمْ ﴾ سبب اس کے کہ اُنہوں نے۔﴿ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ﴾ ہماری قدرت کی نشانیاں جھٹلائیں وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہونے کے لئے آمادہ ہی نہیں تھے۔﴿ وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴾ اور غور و فکر کرنے سے غافل رہے۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۳۰ تا ۱۳۶

آیت ۱۳۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ ہم نے آلِ فرعون کو قحط سالی اور پیداوار کی کمی میں اور فقر و فاقہ کی بلائے مصیبت میں گرفتار رکھا تاکہ وہ متنبہ ہو! اور کُفر و معصیت سے نجات پائے، مگر حالت بے اعتنائی کو کیا نام دیا جائے کہ فرعون نے اپنی چار سو سال کی عمرِ عزیز میں سے تقریباً تین سو بیس (۳۲۰) برس تو سکون کے ساتھ، عالم فرحت میں بسر کئے اور اس دوران کبھی

Marfat.com

بخار آیا نہ درد محسوس ہوا نہ بھوک میں مبتلا رہا اب کھٹن ساعت آئی، بارش کا فقدان ہوا، درختوں میں کیڑے لگنے سے پیداواری صلاحیت میں کمی آئی دورِ آزمائش کا آغاز ہوا تاکہ ظلم اور استکبار سے بچا جا سکے، امتحان کی گھڑی تو کاروانِ زیست کا ایک حصّہ ہے چنانچہ آیت ۲ سورۃ الملک پارہ ۲۹ تَبٰرَكَ الَّذِیْ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط

ترجمہ:..... اللہ وہ ہے جس نے زندگی اور موت پیدا کی تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کس کے کام اچھے رعمدہ ہیں۔ (آیت ۶)

آیت ۱۳۱ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ جب اُن کو مصائب و آلام اور زبوں حالی کے بعد فراغت، خوشحالی میسّر آتی ہے تو اسے اپنی سعادتِ استحقاق سمجھ لیتے ہیں اور برملا اظہار کرتے ہیں ذرا ہماری اقبال مندی، خوش طالع رخوش نصیبی تو دیکھو! یہ وسعت رزق یہ ارزانی، یہ امن و عافیت کی فضا، ہماری اپنی صلاحیت ادراک اور کاوشِ عمل کا ثمرہ ہے یہ خوش گوار فضا اور مسرور کُن لمحات کے تو ہم لائق تھے، کس قدر نادانی ہے کہ اس کو اللہ کا فضل نہ جانتے اور اللہ کی رحمت و برکت قرار نہیں دیتے اور جب کوئی آفت ٹوٹ پڑتی تو اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے حالانکہ اللہ کی حکمت خاص کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان بُرائی اور اچھائی میں مُبتلا رہتا ہے یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے تاکہ اللہ انسان کو آزمائے۔ قحط اور بدحالی کے تدارک کے لئے طرح طرح کی کوشش میں آج بھی لوگ مصروفِ عمل ہیں جب کامرانی سے ہمکنار ہوتے ہیں تو اسے تدبیر حسن عمل کا اور اپنی فہم کا کرشمہ بناتے ہیں اور جب نتیجہ اس کے برعکس نکل جاتا ہے نیک لوگوں کو اس کا قصوروار ٹھہراتے ہیں۔ اور ان کو اس بات کا قطعی علم ہی نہیں ہوتا کہ اللہ کا حکم آنے پر ان کی شومی تقدیر اور بدبختی نے ان کو آگھیرا۔

آیت ۱۳۲ میں اس بات کی وضاحت کی جا رہی ہے کہ اہلِ فرعون کا زعم تکلّم تو یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کچھ کہہ رہے ہیں کیسی ہی نشانی مسحور کرنے کے لئے ہمیں دکھائیں ہم آپ کی بات باور کرنے سے قاصر ہیں اُن کی سرکشی حد سے بڑھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کے حق میں دعا کی، نبی کا خاصا تو یہ ہوتا ہے وہ ''مستجاب الدعوات'' ہوتا ہے چنانچہ آپ علیہ السلام کی دعا مَبرور ہوئی، جب موسیٰ کے مُعجزات اور نشانیاں دیکھ کر وہ بضد رہے کہ ہم کسی طرح ایمان لانے والے نہیں، جب یہ آخری فیصلہ بتا دیا گیا تو باری تعالیٰ نے عظیم تر بلائیں اُن پر مُسلّط کر دیں۔

آیت ۱۳۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب ساحروں کے ایمان قبول کرنے کے بعد بھی اہل فرعون اپنے کُفر و سرکشی پر قائم رہے تو باری تعالیٰ اُن کو مختلف عذاب میں گرفتارِ بَلا کر کے حق کی طرف رجوع کی دعوت دیتا ہے اور عبرت کے لئے طوفان بادِ باراں بھیجا، ابر چھایا، تاریکی چھائی، کثرت سے مینہ برسا، پانی میں ڈوب گئے وہ جو بچ گئے، طاعون میں مُبتلا ہوئے، وقفے وقفے سے عذابِ الٰہی آتا رہا۔ کبھی ٹڈی دل، کبھی فصل گندم میں گھن، کبھی مینڈک کی کثرت، کبھی خون کا عذاب، مگر اُن کے تکبّر و نخوت کا یہ عالم کہ مَعصیت اور سرکشی اُن کی عادت بن گئی اور یہ قوم مُجرم ہی بنی رہی۔ عذاب کی نوعیت تو دیکھئے! فرعون جس پانی کو ہاتھ لگاتا وہ خون بن جاتا دریائے نیل خون آلود ہو گیا، ان نشانیوں کی تفصیل توراۃ کی کتاب خروج کے باب ۷۔ اور ۹ میں درج ہے۔ (بحوالہ تفسیر تدبّر القرآن از امین احسن اصلاحیؒ)

(ا) بارش کے طوفان سے مُراد ایسا طوفان جس میں اولے برسے تھے، بائبل میں ژالہ باری کے طوفان کا تذکرہ ہے۔

آیت ۱۳۴ میں بتایا جا رہا ہے کہ جب اُن پر آفت آپڑتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کرتے کہ ہم سے یہ آفتِ بلا دور ہوگئی تو ہم آپ علیہ السلام کی بات تسلیم کرلیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ہمراہ کردیں گے اور آپ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے لیکن ایسے بدبخت لوگوں کا ہمیشہ یہی انداز بے اعتنائی رہا ہے کہ جب اُفتاد پڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان کے وعدے کیا کرتے ہیں اور جب بلائے ناگہانی سے نجات مل جاتی ہے تو اپنی وہی روش اپنا لیتے ہیں۔

آیت ۱۳۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب ایک مدت تک اُن تک عذاب پہنچتا اور اس کو ہٹا لیا جاتا تو دفعۃً عہد توڑ دیتے اور عہد شکنی کرتے، گویا جب ایک عذاب نازل ہوتا تو اس سے عاجز ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے عذاب سے نجات پاتے تو ایمان کی سعادت پانے کے بجائے کفر و شرک اپناتے، دوسرا عذاب نازل ہوتا تو پھر اسی طرح کرتے، وقفے وقفے سے پانچ عذاب اُن پر نازل ہوئے لیکن رعونت اور احساسِ تکبّر نے اِن کے ذہن کو ایمان کی سعادت اپنانے سے محروم رکھا اس میں عبرت ہے اُن لوگوں کے لئے جو گناہ سرزد ہونے پر گرفتارِ عذاب ہوتے ہیں تو بہ کرتے ہیں پھر عہد توڑ دیتے ہیں اور جب باری تعالیٰ ایک مقررہ میعاد مدت عذاب ٹال دیتا ہے تو پھر ظلم کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

آیت ۱۳۶ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی اور اللہ کے احکامات کو ماننے سے بے خبر رہے، اُن کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا گیا اور اُنہیں سمندر میں غرق کر دیا گیا، اور اُنہیں ہلاک کر دیا گیا۔ "موضح القرآن" میں تحریر ہے کہ "یہ سب بلائیں اُن پر نازل ہوئیں، ایک ہفتہ کے فرق سے" حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون سے کہہ آتے کہ یہ عذاب تم پر نازل ہوگا وہی عذاب اُن پر آتا، عالمِ اضطراب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کرواتے دعا مقبول ہوتی تو پھر انکاری ہوتے، غرض یہ کہ نصف شب میں تمام شہر میں سے ہر ایک کا بیٹا ہلاک ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر شہر سے نکل آئے۔

آیت ۱۳۰ تا ۱۳۶ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

آلِ فرعون کو قحط سالی اور پیداواری صلاحیت کی کمی کا سامنا کرنا پڑا، یہ تباہی اور بربادی فوری طور پر معرضِ وُجود میں نہیں آئی بلکہ کچھ شدّت آفت آئی، تو اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیا جائے خوش حالی نصیب ہوتی تو اس کو اپنی نصیب کی خوش بختی کا حصّہ قرار دیتے، قحط کا تسلط ہوا، پھلوں کی کمی ہوئی، یہ اس لئے کہ اُنہیں اپنی بے بسی کا کچھ تو احساس ہو، موقع ملا تو بہ کرنے کا، مگر بدبختی کا یہ عالم کہ دِل کی سیاہی کا یہ حال کہ کہنے لگے یہ سب باتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جادُو کے اَثر سے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو دعوت دیتے رہے لیکن اِن کا کہنا ہوتا کہ آپ علیہ السلام پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے، اُن پر بارش اور پانی کا طوفان اُمڈ آیا، عذاب کا سلسلہ چلتا رہا، اُنہوں نے تکبّر کیا یہ مُجرم تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہتے تھے آپ علیہ السلام دعا کیجئے ہمارے حق میں ہم مصیبت سے نجات پائیں گے تو آپ علیہ السلام کی اطاعت کریں گے لیکن وہ عہد توڑ دیتے جب مصیبت ٹل جاتی، نافرمانیوں کے سلسلے میں اُنہیں سمندر میں غرق کیا کیونکہ اُنہوں نے اللہ کی نشانیوں کی تکذیب کی

Marfat.com

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰی عَلٰی بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

اور ہم نے اس قوم کو جس کو ذلیل، کمزور اور حقیر جانا تھا اس سرزمین کے مشرق و مغرب کا مالک / وارث بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے، اور آپ کے رَبّ کا وعدۂ خیر، بنی اسرائیل کے حق میں صبر کی وجہ سے پورا ہوا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کے منصوبے اور بلند عمارتیں وہ جو تعمیر کرتے تھے وہ سب کچھ برباد کردیئے۔ (۱۳۷)

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار اُتار دیا تو اُن کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو اپنے بُتوں کے گرویدہ بنے عبادت میں مگن بیٹھے تھے، بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لئے بھی ایک ایسا مَعبود مقرّر کردو جیسے اُن کے مَعبود ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یقینی طور پر تم لوگ جاہل اور ناسمجھ ہو۔ (۱۳۸)

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

بے شک یہ لوگ ایسے کام میں لگے ہوئے ہیں کہ برباد ہی ہو کر رہیں گے اور یہ کام نرا خسارے کا اور باطل ہے۔ (۱۳۹)

قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾

کہا گیا کہ اللہ کے سوا میں تمہارا کوئی اور معبود تلاش کروں! حالانکہ اس نے تم کو جہاں والوں پر فضیلت اور فوقیت دی ہے۔ (۱۴۰)

وَاِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ﴿۱۴۱﴾

اور وہ وقت یاد کرو! جب ہم نے تم کو اہلِ فرعون سے نجات دی تھی جو تم کو سخت سے سخت سزا / ایذائیں دیتے تھے یہاں تک کہ تمہارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں / بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اس میں تمہارے رَبّ کی طرف سے بڑا احسان فضل ہوا / یہ ایک بڑی آزمائش تھی۔ (۱۴۱)

الفاظ و معانی آیت ۱۳۷ تا ۱۴۱

﴿وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ﴾ اور میراث دی ہم نے قوم کو، وہ لوگ جو تھے ناتواں / کمزور، پکڑے گئے اہلِ فرعون کے ہاتھوں، یُسْتَضْعَفُوْنَ وہ کمزور سمجھے جاتے تھے، اِسْتِضْعَاف سے فعلِ مضارع مجہول جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿مَشَارِقَ الْاَرْضِ﴾ مشارق مشرق / پورب کی جمع اَلْاَرْضِ زمین سے شام اور مصر کے دونوں ملک مراد ہیں۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

شام کا علاقہ فلسطین جہاں حق تعالیٰ سبحانہ نے عمالقہ کے بعد بنی اسرائیل کو غلبہ بخشا، شام میں بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی رحلت کے بعد اس وقت گئے جب حضرت یوشع بن نون نے عمالقہ کو شکست سے دوچار کر کے بنی اسرائیل کے لئے راہ ہموار کی۔ ﴿وَمَغَارِبَهَا﴾ اور جہات غربی رپچھم زمین کا، مغارب، مغرب کی جمع ہے۔

﴿الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا﴾ اور وہ زمین کہ برکت رکھی جس میں، ارزانی اور کثرت محاصل کی وجہ سے یا وہاں پر انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم السلام کے آنے کے سبب، الفاظ قرآن کے ترتیب حُسن پر غور کر کے تو دیکھئے یہ نہیں کہا کہ جو قوم ناتواں اور کمزور تھی بلکہ اشارہ لطیف تو یہ ہے کہ جس کو قوم فرعون نے حقیر جان رکھا تھا یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ شام اور مصر کی ان زمینوں میں باری تعالیٰ نے خاص انداز میں اپنی برکتوں کو نازل کیا ہے شام کی زمین کثیر تعداد میں انبیاء کرام کا مسکن اور مدفن رہی ہے اور سرزمین مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کا مزار اقدس ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مصر کے دریائے نیل کو سیّد النہار سے موسوم کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''برکات کے دس حصے ہیں جس میں سے نو مصر میں ہیں اور باقی ایک پوری دنیا میں۔ (بحوالہ بحر محیط)

﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ﴾ اور پورا ہو گیا اور وفا ہو چکا وعدہ تمہارے پروردگار کا۔ ﴿الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِىٓ اِسْرَآئِيلَ﴾ نیکی رخیر کا وعدہ بنی اسرائیل پر، گویا فرعون کی ساری تدبیریں ناکام ہو گئیں اور باری تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے حکومت اور اقتدار عطا کرنے کا جو وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو گیا۔ ﴿بِمَا صَبَرُوْا﴾ اور یہ وعدہ اس وجہ سے پورا ہوا کہ وہ اُنہوں نے شدّت آلام اور مصیبتوں پر صبر کا دامن تھامے رکھا۔ ﴿وَدَمَّرْنَا﴾ اور ہم نے برباد کر دیا رہلاک کر دیا، تَدْمِیْر'' سے فعل ماضی کا صیغہ جمع متکلم قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ﴾ اور جس کو وہ اُونچا بلند کرتے تھے جیسے ہامان کا محل۔

(بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولانا فخر الدینؒ)

اس میں بلند و بالا محل اور مکانات شامل ہیں اور اونچے اونچے درخت اور ''انگور اور وہ بیلیں بھی جن کو چھتوں پر چڑھایا جاتا تھا'' (بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم) ﴿وَجٰوَزْنَا بِبَنِىٓ اِسْرَآئِيلَ الْبَحْرَ﴾ اور عبور کرا دیا ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے صحیح سلامت۔ ﴿فَاَتَوْا﴾ پس آئے اور گزرے۔ ﴿عَلٰى قَوْمٍ﴾ ایک گروہ قبیلہ لخم سے، یہ قافلہ جزیرہ سینا کے جنوب کے ساحل کے کنارے سے ہوتا ہوا مقام مفقہ تک پہنچا جہاں اہلِ مصر کا ایک ''بُت کدہ'' رصنم خانہ تھا۔ ﴿يَعْكُفُوْنَ﴾ وہ جو قائم رہتے تھے روہ جمے بیٹھے رہتے تھے عُکُوف سے فعل مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ قواعد کے مطابق۔

﴿عَلٰى اَصْنَامٍ لَّهُمْ﴾ بتوں کی پرستش پر بُت اُن کے پاس تھے بنی اسرائیل نے ایک قوم کو ''بُت کدہ'' کا مجاور دیکھا، ﴿الْحُسْنٰى﴾ بھلائی رخیر، خوبی، عمدہ حُسن سے فعل تفصیل اَحْسَن کا مؤنث ہے قواعد کے مطابق۔ ﴿قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾ کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بے شک تم ہو وہ گروہ کہ نادانی کرتے ہو اور جہل رکھتے ہو، اور دین میں خدا کے سوا اوروں کی عبادت کا خیال رکھتے ہو، اس سے بڑی نادانی اور ستم ظریفی اور کیا ہوگی کہ جس اللہ نے اُنہیں فرعون جیسے دشمنِ عظیم سے نہ صرف چھٹکارا دلوایا بلکہ اُن کی نظروں کے سامنے اُنہیں لشکر سمیت غرقِ آب کر دیا اور اُنہیں معجزانہ انداز میں دریا

Marfat.com

پار کرایا اب دریا کے عبور کرتے ہی وہ یادِ خدا اور خوفِ خدا سے غافل ہو کر ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھر بُت کے، صنم کے متلاشی ہو گئے، کہا جاتا ہے کہ یہ بُت گائے کے ہم شکل تھے جو پتھر کی بنی ہوئی تھی۔

﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ بے شک جس کام میں یہ مصروفِ عمل ہیں یہ تباہ ہونے والی شئے ہے یہ من جانب اللہ بھی تباہی سے برباد ہو جائے گا یہ تو دستورِ عمل رہا ہے کہ حق کو باطل پر غلبہ دے کر درہم برہم کر دیا جاتا ہے۔ مُتَبَّرٌ ٹوٹ جانے والے، ہلاک کیا جانے والا، ہر ٹوٹے ہوئے برتن کو بھی مُتَبَّر کہا جاتا ہے تَبِیْرٌ سے اسم مفعول قواعد کے مطابق۔ یہ مورتیوں کی پرستش کرنے والے، جن کا ماحصل امر باطل اور گھاٹے کا ہے اس نے تمہیں بھی فریب میں ڈال رکھا ہے۔

اے نادانو! کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ایسے لوگوں کی پیروی کرنے کے لئے مضطرب ہو، جو بہت جلد ہلاک اور تباہ ہونے والے ہیں اُن کا شرک کا بُطلان تباہی کا موجب ہے۔ ﴿وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ وہی اللہ ہے جس نے تمہیں دنیا کی تمام تر قوموں پر فضیلت افتخار عطا کی ہے، اُس دَور میں دنیا کی تمام تر اقوام پر بنی اسرائیل کی فوقیت واضح تھی۔ تمام تر مشرک قوموں میں بنی اسرائیل کو منصب رسالت ملا، بھلا کون نہیں جانتا! رسالت ایک عظیم فضل اور احسانِ عظیم ہے۔ ﴿وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ﴾ اور اس میں ربّ کا بڑا فضل ہوا جب حق سبحانہٗ تعالیٰ نے تمہیں اچھی اچھی نعمتوں سے سرفراز فرمایا تو تمہیں کب شایان ہے ، تم کو کب زیب دیتا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت کرو۔ جب تمہیں معزز بنا دیا گیا، حکمران بنا دیا گیا اب تو اچھا نہیں لگتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سرِ خم تسلیم کرنے کی سوچو!۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۳۷ تا ۱۴۱

آیت ۱۳۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ بنی اسرائیل جن کو فرعون نے غلامی کی زنجیر میں جکڑ رکھا تھا اور اُن پر ظلم وجبر روا رکھا جاتا تھا جب اللہ کی رضا ہوئی تو غلامی ومحکومی کے سخت شکنجوں سے نجات پا کر اُنہیں زمین کا وارث قرار دے دیا گیا اُنہیں رخصت بخشی گئی فلسطین کی وسیع تر حکومت کا اقتدار ملا، قومِ فرعون کو دریا میں غرق کر دیا گیا، تباہی ہوئی جس سے ان کے شہر اُجڑ گئے، اللہ کا وعدۂ خیر تکمیل پذیر ہوا۔ اسی موضوعِ سخن کا اظہار آیت ۵۔۶ سورۃ القصص ۲۸ پارہ اَمَّنْ خَلَقَ ۲۰ میں ہوا ہے۔

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ

اور ہم چاہتے ہیں کہ اُن لوگوں پر احسان کریں جنہیں زمین میں بے حد کمزور کر دیا گیا تھا ہم اُنہیں کو پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث بنائیں۔ (آیت ۵)

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ

اور ہم نے فیصلہ کر لیا کہ اُن کو اقتدارِ حکومت بخشا جائے اور فرعون اور ہامان اور اُن کے لشکروں کو اُن کے ہاتھوں وہ دکھائیں جن کا وہ اندیشہ رکھتے تھے۔ (آیت ۶)

Marfat.com

آیت ۱۳۸ میں بیان کیا جارہا ہے کہ بنی اسرائیل کو سمندر کے پار اُتار دیا گیا تو راستے میں ان کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو بتوں کی پرستش میں لگی ہوئی تھی، اُنہوں نے کہا اے موسیٰ (علیہ السلام) جس طرح اُن کے معبود ہیں اسی طرح ایک معبود ہمارے لئے بھی بنا دو، بنی اسرائیل کے اس مطالبہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مصر کی طویل عرصہ تک غلامی کے اثرات سے اُنہیں ذہنی، فکری اور اخلاقی سطح کو اس قدر پست کر دیا ہے وہ باری تعالیٰ کے جمال وجلال کی اس قدر نشانِ عظیم دیکھ کر اور اتنی نشانیاں اپنی نگاہوں سے دیکھ کر وہ فتنوں میں پھنسے رہے اور یہ سمجھ نہ سکے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور کسی کی عبادت جائز نہیں۔ (بحوالہ کنز الایمان از احمد رضا خانؒ)

بنی اسرائیل کی ذہنیت پر اہلِ مصر کی غلامی کا اثر یہ ہوا کہ مصر کو خیر باد کہنے کے ستّر (۷۰) برس بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ اوّل حضرت یوشع بن نون کو اپنے آخری خطاب میں کہنا پڑا ''اگر خداوند کی پرستش تم کو بُری معلوم ہوتی ہو تو آج ہی تم اُسے جس کی پرستش کرو گے چُن لو! اب رہی میری اور میرے گھرانے کی بات سو ہم تو خداوند ہی کی پرستش کریں گے''۔

(بحوالہ یشوع ۲۴، ۱۴، ۱۵، ماخوذ تفہیم القرآن جلد دوئم سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

آیت ۱۳۹ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نصیحت کی، بُت پرستی اور صنم پرستی کا یہ مذہب اہل حق اور میرے ہاتھوں سے تباہ اور نابود ہونے والا ہے جو کچھ یہ کرتے رہے ہیں وہ محض فریب، باطل اور بے حقیقت ہے اُن کے معبود ہی نہ رہیں گے تو عبادت کا کیا حاصل ہوگا یہ شرک وبُت پرستی، یہ بُت پرستانہ تہذیب وتمدن کا ماحول، جس میں کئی ناخدا ہوں یہ خرافات، یہ توہمات زندگی کے فاسد تصورات سب کچھ باطل پر مبنی ہے ان تصورات اور اعمال بد کو دنیائے رنگ وبُو میں ختم ہونا ہے ورنہ اُن کے لئے آخرت میں بھی ہلاکت ہے۔

آیت ۱۴۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں تمہارے لئے اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی اور معبود ڈھونڈوں! حالانکہ تم کو تمام اہلِ عالم پر فضیلت کا اعزاز حاصل ہے یہ بڑی ندامت کی بات ہے کہ جس مخلوق کو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے کارگہ حیات میں فوقیت اور افضلیت دی ہے وہ اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھر کے صنم کے سامنے سربسجود ہو جائے! پتھر اور لکڑی کے تراشے ہوئے بُت کا متلاشی ہونا ناشکری اور احسان ناشناسی ہے، یہ کہنا ایک حقیقت ہے کہ بنی اسرائیل توحید کی نعمت سے سعادتِ فیض پا کر گیتی کائنات میں فضیلت پاگئے اور مُشرک قوم کا شرک دیکھ کر پھر بدنیت ہو کر گمراہی پا کر اللہ کے عتاب اور غضب میں گھر گئے، توحید کی ناقدری کرنے والا، شرک کا ارتکاب کرنے والا عذابِ الٰہی سے بچ نہیں سکتا!۔

آیت ۱۴۱ میں اظہارِ حقیقت کے طور پر وضاحت کی جارہی ہے کہ کیا وہ وقت بھول گئے جب ہم نے تم کو آلِ فرعون سے نجات دی جو تمہیں اذیت ناک عذاب چکھاتے تھے، وہ تمہاری اولادِ نرینہ کو بے دردی سے قتل کر دیتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے، یقیناً یہ باری تعالیٰ کی طرف سے ایک بھیانک اور دردناک سزا تھی۔ یہ سزا بنی اسرائیل کو مُشرکانہ عقائد کی وجہ سے ملی، اسی موضوعِ سخن کو آیت ۵۰ سورۃ البقرۃ ۲ پارہ ا الٓمّ میں بیان کیا گیا ہے۔

Marfat.com

وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ

''اور جب ہم نے تمہیں آلِ فرعون سے نجات دی وہ تمہیں بُرے عذاب چکھاتے تھے، وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ (آیت ۵۰)

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ

اے اولادِ یعقوب! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی ہے میں نے تمہیں دنیا والوں پر فضیلت دے دی ہے''۔

فضیلت کا مفہوم دراصل یہ ہے کہ ''قوموں کی ہدایت اور راہنمائی کا وہ منصب ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایک خاص دور میں منتخب کیا، یہود کو یاد دلایا ہے یہ فضیلت و بزرگی اللہ کے فضل سے حاصل ہوئی۔ (بحوالہ تفسیر تدبر القرآن از امین احسن اصلاحیؒ)

آیت ۱۳۷ تا ۱۴۱ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

بنی اسرائیل جن کو فرعون نے غلامی کی زنجیر میں جکڑ رکھا تھا اور ظلم اِن پر کرتا تھا کرشمۂ قدرت تو دیکھئے اس سرزمین میں برکتیں عطا ہوئیں اور اُنہیں مکمل طور پر اقتدار اور اختیار بخشا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا، اُن کو اس سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنایا گیا اس لئے وہ استقامت پر ثابت قدم رہے، گویا باری تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کو جو فرعونیوں کے قبضے میں غلامی اور محکومی کے سخت عذاب میں مُبتلا تھے اُنہیں رفعت ملی، عزت ملی، فلسطین کی وسیع و عریض حکومت کا اقتدار ملا، قومِ فرعون غرقِ آب ہوئی اور تباہی کا یہ منظر بھی دیکھنے میں آیا کہ اُن کے شہر کے شہر ویران ہو گئے، باغ اُجڑ گئے۔

بنی اسرائیل کو جو اقتدار ملا اس کی وجہ یہ تھی کہ اُنہوں نے باوجود اپنی کوتاہیوں اور بُرائیوں کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرمانبرداری کی، یہی صبر کی علامت ہے ''آج بھی ہو جو براہیم سا ایمان پیدا'' کے مصداق اگر دورِ جدید میں ہم عزم و حوصلہ کے ساتھ، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر قائم رہیں اور دعوت توحید کی خاطر ایمان کی شمع روشن کرنے کا عزم کریں تو ''آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا'' کے مصداق حالات کو سدھرنے اور بدلنے میں دیر نہیں لگتی، اللہ کی نُصرت ہمارے ایمان کے ساتھ ہے۔

جب بنی اسرائیل سمندر پار ہو کر جزیرہ نمائے سینا میں قدم رکھتے ہیں تو اُنہوں نے فرعون اور اس کی قوم کی تباہی کا بھی منظر دیکھا، ابھی کچھ قدم ہی آگے آئے تو دیکھا کہ قوم کے لوگ بُتوں کی پُوجا میں مصروف ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہماری عبادت کے لئے ایسے ہی بُت تراش دو، تاکہ بُتوں کی عبادت کریں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم بڑے ہی جاہل ہو! تم مجھ سے کیوں توقع رکھتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں یہ ہو نہیں سکتا! کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اہلِ عالم پر فضیلت عطا کی اہلِ فرعون بیٹوں کو ہلاک کر دیتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رکھتے، یہ تمہارے لئے آزمائشیں تھیں۔

Marfat.com

وَوٰعَدْنَا مُوسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا
بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ
مُوسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ
وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس رات کا وعدہ کیا اور مزید دس رات کا اضافہ کیا سو پوری ہوگئی چالیس راتیں رب کی مقرر کردہ میعاد/مدت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جاتے وقت اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے کہا کہ میرے بعد میری قوم پر ان کا نائب رہنا اور اُن کی اصلاح کرتے رہنا اور فساد کرنے والوں کی راہ پر مت چلنا۔ (۱۴۲)

وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ
اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۗ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ
انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ
تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا
وَّخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ
تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

اور جب آئے موسیٰ علیہ السلام ہمارے مقرر کردہ وقت پر تو اُن کے رب نے اُن سے گفتگو فرمائی، عرض کیا! اے باری تعالیٰ! مجھے دیدار کرنے کی قوت دے تاکہ میں یارائے نظر پا کر تجھے دیکھ سکوں! ارشاد فرمایا مجھے تم ہرگز نہیں دیکھ سکتے، البتہ اس پہاڑ کی سمت دیکھو! اگر یہ اپنے مقام پر ٹھہرا رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے، جب اُن کے رب نے پھر پہاڑ پر تجلی فرمائی تو پہاڑ اس سے ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام غش کھا کر بے ہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو عرض کی اے اللہ! تو ہر عیب سے پاک ہے میں توبہ کرتا ہوں، تیرے حضور، میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔ (۱۴۳)

قَالَ يٰمُوسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ
بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ
مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

رب نے فرمایا میں نے تمہیں لوگوں میں منتخب کر لیا، رسالت کا پیغام پہنچانے اور اپنی ہمکلامی کے لئے اب تم کو جو کچھ عطا ہوا ہے اسے لے لو! اور شکر گذار بندوں میں ہو جاؤ۔ (۱۴۴)

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً
وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ
قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۗ سَاُورِيْكُمْ دَارَ
الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

اور ہم نے لکھ دی اُس کو تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل تحریر کر دی، اب اُسے پوری قوت سے تھامے رہو! اور اپنی قوم کو حکم دو کہ اچھی اچھی باتوں پر عمل کر کے نیکیاں اختیار کریں میں عنقریب تمہیں فاسقوں کا ٹھکانہ دکھا دوں گا جو میرا حکم نہیں مانتے!۔ (۱۴۵)

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ
بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ
وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ
وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ ذٰلِكَ

میں ایسے لوگوں کو اپنی آیات/احکامات سے برگشتہ/دور کر دوں گا، جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں اگر یہ لوگ ساری نشانیاں دیکھ لیں، تب بھی ایمان لانے والے نہیں! اگر راہِ ہدایت دیکھیں تب بھی اس پر چلنا پسند نہیں/گوارہ نہیں! اور اگر گمراہی کا راستہ/بغاوت کی راہ دیکھیں گے تو اُس طریقہ کو اپنا لیں گے، یہ تمام غلط رویوں سے کہ اُنہوں نے

Marfat.com

بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

ہماری آیات کو جھٹلایا، اُن سے بے خبر اور غافل رہے۔ (۱۴۶)
اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور آخرت کی ملاقات کے انکاری ہوئے اُن کے تمام اعمال اکارت گئے اور ان کو اس کی سزا دی جائے گی جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ (۱۴۷)

الفاظ و معانی آیت ۱۴۲ تا ۱۴۷

﴿وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی﴾ اور وعدہ کیا تھا ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے کتاب دینے کا۔ ﴿وٰعَدْنَا﴾ کے دراصل معنیٰ وعدے اور معاہدے کے ہوتے ہیں، وعدہ سے مشتق ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باری تعالیٰ کی طرف سے توراۃ عطا ہونے کا وعدہ تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب سے چالیس راتوں کے اعتکاف کا۔ ﴿ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً﴾ تیس شب روز کا، ماہ ذی القعدہ سے چونکہ عرب کے مہینوں کے حساب کا مدار چاند کے نظر آنے پر ہے وہ رات اور دن کو دکھائی دیتا ہے تو باری تعالیٰ نے تاریخ کو رات کے ساتھ متعین کر دیا۔ ﴿وَّاَتْمَمْنٰهَا﴾ اور تمام رمکمل کیا ہم نے ان تیس دن کو، تَمَّ کامل ہوا، پورا ہوا۔ اِتْمَامٌ سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق ﴿بِعَشْرٍ﴾ ساتھ اور دس کے، ماہ ذوالحجہ میں سے۔ ﴿فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖ﴾ پھر ایک معین میعاد پوری ہوئی وہ ساعت جو اس کے رَبّ نے مقرر کی تھی۔ ﴿اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً﴾ چالیس شب و روز۔ ❶ ہوا یوں کہ فرعون کی غلامی سے نجات پانے کے بعد بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سربراہی میں وادی سینا میں آکر آباد ہو گئے جہاں اُنہیں ہر طرح کی آزادی تھی مصر میں قیام کے دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم پر واضح کر دیا تھا کہ انعام حریت کے پاتے ہی باری تعالیٰ ایک مربوط کتاب عطا کرے گا جس میں زندگی بسر کرنے کی واضح ہدایات ہوں گی یہ عرصہ پہلے تیس دن اور دس دن کے اضافہ کے بعد چالیس دن کر دیا گیا یہ "وہ لمحاتِ زندگی ہیں جو اللہ کے ذکر وفکر میں منہمک ہو کر روح قلب کی تسکین کا موجب قرار پائیں "اولیاء کرام کی چالیس روزہ چِلّہ کشی کی یہی اصل ہے"۔ (ماخوذ از ضیاء القرآن، از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پہلے اعتکاف تیس دن کا اور دس دن کا اضافہ کر کے چالیس دن کر دیا گیا اس میں کیا حکمت ہے تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ "اس میں ایک حکمت تدریج اور آہستگی کی ہے"۔

فرعون اور اس کے لشکر کے غرق ہونے کے بعد اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ بنی اسرائیل رُشد و ہدایت اور راہنمائی پانے کے لئے کوئی کتاب اُنہیں دی جائے۔ ﴿وَقَالَ مُوْسٰی﴾ اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے ﴿لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ﴾ اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے کہ میں کتاب لینے کی خاطر کوہِ طور کی طرف جاتا ہوں۔ ﴿اُخْلُفْنِيْ﴾ تو میرا خلیفہ رجانشین رہ، اُخْلُفْنِيْ میرا خلیفہ ہو اُخْلُفْ، خِلَافَةٌ نصر سے فعل اَمر واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق ﴿فِيْ قَوْمِيْ وَ اَصْلِحْ﴾ میری قوم میں بنا جو کام بنانے کے لائق ہوں ان کاموں میں سے، چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام خود نبی تھے اور اصلاح و فلاح کا کام اُن کے فرائض منصبی میں داخل تھا۔ ﴿وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ اور عمل نہ کرنا راہِ مُفسدین پر۔ ﴿وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ﴾ اور کلام

---

❶ ...... (حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر میں درج ہے کہ یہ تیس رات ماہ ذی القعدہ کی تھیں اور دس راتیں ذوالحجہ کی بڑھا دی گئیں اس سے پتہ چلا کہ تورات کا عطیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یوم النحر عید الضحیٰ پر ملا۔ بحوالہ قرطبیؒ)۔

Marfat.com

کیا اُن کے ساتھ اُن کے رَبّ نے ﴿كَلَّمَهٗ﴾ اس نے بات کی اس سے۔ ﴿كَلَّمَ تَكْلِيْمٌ﴾ سے فعل ماضی واحد مذکر غائب ضمیر واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے ''تبیان'' میں تحریر ہے کہ ''حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے جب چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کریں تو طور کے سات کوس (بمعنی میل) کے فاصلہ پر، گرد اور تاریکی نے گھیر لیا اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اندھیرے میں قدم رکھا تو شیطان کو اُن کے پاس سے ہٹا دیا اور نامۂ اعمال تحریر کرنے والے دونوں فرشتوں کو بھی ان کے پاس سے دور کر دیا گیا اُنہوں نے فرشتوں کو ہوا میں کھڑے دیکھا ر استادہ اور عرشِ عظیم اُن پر ظاہر ہوا پھر حق تعالیٰ نے اُن سے کلام کیا''۔

''ینابیع'' میں لکھا ہے کہ ''حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چوبیس ہزار احکام سنائے''۔ کشاف میں ہے کہ باری تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چالیس شب و روز کلام کیا جب موسیٰ نے حق سبحانہٗ تعالیٰ کا کلام سنا اور اُن میں ذوقِ اُلفت بڑھا تو اس سرور و لطف میں اس قدر کھو گئے کہ احساس ہی نہیں رہا کہ میں دنیا میں ہوں بلکہ یہ خیال پیدا ہوا کہ میں فردوس اعلیٰ میں ہوں، چونکہ بہشت دیدار اور لقا کا مقام ہے ﴿قَالَ﴾ کہا موسیٰ علیہ السلام نے۔ ﴿رَبِّ اَرِنِيْ﴾ اے میرے رَبّ دکھا دے مجھے اپنی ذات ر دید۔ علامہ بیضاوی نے اَرِنی کے دو معنی بتائے ہیں:

اوّل:......ارنی نفسك بان تمكننی: ''مجھے اپنے دیکھنے کی تابِ نظارہ قدرت دے تا کہ میں تجھے دیکھ سکوں!''۔

دوئم:......او تجلی فانظر یعنی خود حجاباتِ عظمت اُٹھا تا کہ شوق، فیضِ لطف دید پالے۔

﴿اَنْظُرْ اِلَيْكَ﴾ نظر کروں میں تیری طرف۔ ﴿قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ﴾ کہا اللہ نے آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے اس میں اشارہ لطیف ہے کہ ''رؤیت نہیں ہو سکتی''۔ (ماخوذ از معارف القرآن جلد چہارم بحوالہ تفسیر مظہری)

''مدارک'' میں تحریر ہے کہ ''فنا ہو جانے والی آنکھ سے تو مجھے نہ دیکھ سکے گا بلکہ جمال باقی، دیدۂ باقی سے دیکھنا چاہئے اور دیدِ باقی بہشت میں ہوگا''۔ یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہئے کہ ''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی دید جو طلب کرنے کی خواہش کی یہ دلیل ہے دید جائز ہونے کی، اس واسطے کہ اگر دید محال ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سوال نہ کرتے''۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

﴿وَلٰكِنِ انْظُرْ﴾ اور نگاہ کر پہاڑ کی طرف۔ ﴿فَاِنِ اسْتَقَرَّ﴾ پس اگر پہاڑ برقرار اور ثابت رہے۔ اِستِقرار سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے ﴿مَكَانَهٗ﴾ اپنی جگہ پر جبکہ، میں اس پر تجلی کروں ﴿فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ﴾ تو قریب ہے کہ مجھے دیکھ سکو، اگر پہاڑ کو دیدار کی طاقت نہ ہو تو تم طلبِ دید کی سعادت سے محروم رہو گے۔ ﴿فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ﴾ پھر جس وقت کہ تجلّی کی موسیٰ علیہ السلام کے رَبّ نے، تجلّی کے معنی لغت عربی میں ظاہر ہونے اور منکشف ہونے کے آتے ہیں اور اہلِ صوفیہ کے مفہوم میں تجلّی کے معنی کسی شئے کو بالواسطہ دیکھنے کے ہیں، گویا اپنا نُور ظاہر کیا یا اپنے عرش کا نُور، سوئی کے ناکے کے برابر ﴿لِلْجَبَلِ﴾ پہاڑ پر، ''عین المعانی'' میں سہل ساعدی سے منقول ہے کہ ''اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے ستر ہزار پردوں کی آڑ سے ایک درہم کی قدر اپنا نور ظاہر کیا، اُس وقت روئے زمین پر جو دیوانہ تھا ہوش میں آ گیا، جو بیمار تھا شفا پا گیا، زمین سبزہ زار ہوگئی کھارا پانی میٹھا ہو گیا، بُت منہ کے بَل منہدم ہو گئے''۔ اس تجلّی کے سبب۔ ﴿جَعَلَهٗ دَكًّا﴾ کر دیا اللہ نے اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ ''تبیان'' میں لکھا ہے کہ پہاڑ اس عظمت اور بڑائی کے ساتھ پارہ پارہ ہو گیا اور چھ پہاڑ اس سے جُدا ہو گئے، تین پہاڑ جو مدینۃ المنورہ میں ہیں۔ (۱) جبلِ اُحد۔ (۲) ورقان۔ (۳) رضوی۔ اور دوسرے تین پہاڑ جو مکۃ المکرمہ میں واقع ہیں۔ (۱) غارِ ثور۔ (۲) ثبیر۔ (۳) غارِ حرا۔ جبلِ حرا کو یہ سعادت حاصل ہے کہ یہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

قلب اطہر پر قرآن کا نزول ہوا۔ ﴿وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا﴾ اور موسیٰ گر پڑے بے ہوش ہو کر، پہاڑ کو ریزہ ریزہ/ چورہ چورہ ہوتے دیکھ کر ''عرفہ کے دن جمعرات کی شام سے جمعہ کی شام تک بے ہوش رہے''۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ)

﴿فَلَمَّآ اَفَاقَ﴾ پس جس وقت ہوش میں آئے۔ ﴿قَالَ سُبْحٰنَكَ﴾ عرض کیا ''تو ہر نقص سے پاک ہے''۔ میں اپنے سوال طلبِ دید پر معذرت کرتا ہوں۔ ﴿تُبْتُ اِلَيْكَ﴾ توبہ کی میں نے طرف تیری۔ ﴿وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اور پہلا ہوں اُن لوگوں میں جو ایمان رکھنے والے ہیں، تیری عظمت اور جلال اور کبریائی کا، اس بات کا کہ دنیا میں کسی بشر کو تجھے دیکھنے کی قدرت نہیں۔

ع　چہ عجب مست گلی عاجز و بیچارہ شود　ای بیک لمحہ تو کوہ بصد پارہ شود

عجب رازِ حقیقت کہ پہاڑ اس عظمت و بڑائی کے ساتھ دیدار کا متحمل نہ ہوا اور انسان کے قلب کو۔ ﴿وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ﴾ کے حکم سے اس نظر کی طاقت ہے اس میں نکتۂ لطیف ہے کہ ''کوہ پر نظرِ ہیبت سے تجلی ہوئی تھی اور دل پر نظرِ رحمت شاد کر دیتی ہے''۔ (بحوالہ تفسیر قادری از مولوی فخر الدینؒ)

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طمانیتِ قلب کے لئے اور مقصودہ سے محروم رہنے سے جو رنج اُنہیں ہوا تھا اُسے دفع کرنے کی خاطر ﴿قَالَ﴾ فرمایا باری تعالیٰ نے۔ ﴿يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ﴾ (اصْطَفَيْتُكَ میں نے تجھے منتخب کیا۔ اصْطَفَيْتُ، اصطفاءٌ سے فعل ماضی کا صیغہ واحد متکلّم قواعد کے مطابق۔) اے موسیٰ (علیہ السلام) میں نے تمہیں برگزیدہ کر لیا، تمہاری ذات کی بقا اور احوال حالت کی درستگی کے لئے دیدار سے میں نے تجھے باز رکھا تو تمہیں کبیدہ خاطر ہونے کی ضرورت نہیں۔ ﴿عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ﴾ تمام لوگوں پر النّاس سے وہ لوگ مُراد ہیں جن کی طرف آپ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا گیا۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

یعنی آپ علیہ السلام کو پیامِ رُشد و ہدایت پہنچانے کے لئے منتخب کر لیا گیا اور آپ کو ہمکلامی کے شرف سے نوازا گیا، باری تعالیٰ سے کلام کرنے کی سعادت دو مرتبہ ملی۔ ایک مرتبہ اس سے پہلے جب آپ آگ لینے گئے تھے تو بات کرنے کی سعادت ملی۔ دوسری بار جب توراۃ ملی۔

ع　خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال　☆　کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے

﴿وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ﴾ اور ہم نے لکھ دیا موسیٰ کے لئے تختیوں پر ہر چیز لوحوں میں۔ اَلْوَاح، تختیاں، لوح کی جمع ہے قواعد کے لحاظ سے اسم ہے۔ ''زاد المسیر'' میں لکھا ہے کہ یہ دس تختیاں تھیں، تورات کی یہ تختیاں جو لکھیں گئیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کی گئیں، اُنہوں نے تختیوں کے مجموعہ کو ''توراۃ'' کے نام سے موسوم کیا، جس میں اُن کے لئے دینی احکاماتِ بیان اور حسنِ عمل سرانجام دینے کی ترغیب و ترہیب پوری تفصیل کے ساتھ درج تھیں۔

﴿سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ بہت جلد تمام لوگوں کو نافرمانوں کا مقام/ٹھکانہ دکھاؤں گا بے حکموں کے مقام سے مُراد جہنم ہے۔ قتادہؒ کا قول ہے ''میں تمہیں شام میں داخل کروں گا یا سابقہ اُمتوں کے منازل احوال دکھاؤں، جنہوں نے باری تعالیٰ کی مخالفت کی تا کہ اس سے عبرت ہو۔ دار الفسقین سے مُراد بے حکموں کا گھر، مقامِ دار سے مفہوم ہلاکت یا انجام بھی لیا جا سکتا ہے گویا فاسقوں کے ملک پر حکمرانی دوں گا اس سے مُراد ملک شام ہے، جس پر اس وقت عمالقہ قوم کی حکمرانی تھی جو حق سبحانہٗ تعالیٰ کے نافرمان تھے۔ (بحوالہ ابن کثیر)

﴿وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا﴾ اگر گمراہی کی راہ دیکھیں تو اس کو اپنا لیں۔ یَتَّخِذُوْا اختیار کریں، اِتِّخَاذٌ سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔ یہ ایک برموقع جامع انداز میں تذکیر ہے کہ کون سے لوگ ان تعلیمات کی قدر کرتے ہوئے اس سے استفادہ کریں گے اور وہ لوگ کون ہوں گے جو راہِ حق کے انکاری ہو کر آخرت کی محرومی سے دوچار ہوں گے۔ (بحوالہ تدبر القرآن از امین احسن اصلاحیؒ)

﴿حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ﴾ اُن کے اعمال اکارت گئے۔ حَبِطَتْ وہ ضائع ہوئی، حَبط سے فعل ماضی واحد مؤنث غائب (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ وہ بدلہ ہی پائیں گے جو وہ کیا کرتے تھے یعنی احکام باری تعالیٰ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نہیں ہوتی اور جو کچھ کام اپنی دانش اور حکمت سے کریں گے وہ اللہ کے یہاں مبرور نہ ہوگا جیسا کریں گے ویسا ہی اُنہیں بھگتنا پڑے گا۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۴۲ تا ۱۴۷

آیت ۱۴۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور اس کی تکمیل کی، مزید دس راتوں سے گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ تیس دن کا تھا جو کہ اُن کو شریعت دینے کے لئے تھا وہ فرطِ طرب سے اشتیاق کی خاطر وقت معین سے پہلے کوہ طور پر پہنچ گئے اس عجلت کے سبب اُن پر گرفت ہوئی اور مدت میں اضافہ کر کے چالیس دن کر دیا گیا، انبیاء کرام علیہم السلام اپنی خواہش سے مغلوب ہو کر کوئی خطا کرتے ہی نہیں اگر پیروی باری تعالیٰ کی رضا کے جوش میں ان کا کوئی قدم حدود سے بڑھ جاتا ہے تو ربِّ جلیل اس کی اصلاح کر دیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے کہا کہ میرے بعد میری قوم کی اصلاح کرتے رہنا اور فساد پھیلانے والے کی روش سے دور رہنا، ایسا لگتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے اندر فتنہ فساد کے عنصر سے آگاہ تھے اس لئے نصیحت کی کہ ان عناصر کو فتنہ برپا کرنے کا کوئی موقع نہ ملنے پائے اور میرے طریق کار پر عمل پیرا رہنا۔

آیت ۱۴۳ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ چالیس یوم کی مدت میعاد کی تکمیل کے بعد ربِّ جلیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو براہِ راست شرف ہمکلامی سے سرفراز کیا جب شرفِ کلام نصیب ہوا تو ذوقِ دیدار بھی بھڑکا، لذت لطف و کرم سے مسرور ہو کر اشتیاقِ دیدار کی تمنا کر دی، التجا کی اے ربّ! میرے اور اپنے درمیان سے حجاب اُٹھا دیجئے تاکہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ سکوں! تو ارشاد ہوا کہ نگہ حیات دیدار کا تحمل برداشت کی تاب نہیں لا سکتا! ذرا اس پہاڑ پر نظر کریں اگر یہ اپنی جگہ دائم قائم رہا تو پھر آپ بھی دیکھ سکیں گے، جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو وہ حصہ جس پر تجلی ہوئی ریزہ ریزہ ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تجلی کی تاب نہ لا سکے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے، گویا تاب نظارہ نہ تھی، پکار اُٹھے اے باری تعالیٰ! تیرا جمالِ مُبارک مادی نگاہوں کی رسائی سے بہت ہی بلند و بالا ہے میں اپنی بے تابانہ طلب سے معذرت خواہ ہوں میں توبہ کرتا ہوں! یعنی جب پہاڑ بھی ربّ کی تجلی کا متحمل نہ ہو سکا تو میں بھی ایک بندہ عاجز ہوں اس دنیا رنگ و بو میں تیرے دیدار، عظمت و جلال کا متحمل نہیں ہو سکتا!۔

''حدیث مبارکہ میں مذکور ہے ''یومِ قیامت سب لوگ بے ہوش ہوں گے! اور جب ہوش میں آئیں گے تو میں ہوش

Marfat.com

میں آنے والوں میں سب سے پہلا شخص ہوں گا، میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ تھامے کھڑے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آئے یا انہیں کوہِ طور کی بے ہوشی کے بدلے میں محشر کے میدان کی بے ہوشی سے مستثنیٰ رکھا گیا''۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف تفسیر سورۃ الاعراف، صحیح مسلم شریف، باب فضائل موسیٰ علیہ السلام)

''یہ بے ہوشی میدانِ محشر میں اُس وقت ہوگی جب باری تعالیٰ فیصلے صادر کرنے کے لئے نزول جلال فرمائے گا'' (بحوالہ ابن کثیر)

آیت ۱۴۴ میں بیان ہے کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) جو کچھ انعام اللہ کی طرف سے ہوا ہے اُس پر شکر بجالاؤ دیدار کی سعادت نہ ملی نہ سہی! یہ شرف وامتیاز کیا کم ہے پیغمبری ر رسالت سے سرفراز ہوئے، بلاواسطہ شرف ہمکلامی ملا، توراۃ عطا ہوئی سو جو قدر ومنزلت ہماری طرف سے ملی، طالبین کے لئے نوید مسرت ہے کہ مجاہدہ میں کوتاہی سے کام نہ لیں کیا کیا مقامات ملتے ہیں یہ سب دینا اللہ کا کام ہے جو مل جائے اس پر الحمد للہ کہنا ہمارا کام ہے۔

آیت ۱۴۵ میں اظہارِ بیان کہ باری تعالیٰ کی طرف سے تحریر کردہ تختیاں عطا ہوئیں، ان میں ہر قسم کی نصیحت اور تمام احکاماتِ ضروریہ کی تفصیل درج تھیں۔ (بحوالہ ابن کثیر) اپنی قوم کو حکم دیجئے ان احکامات پر بطریق احسن عمل کریں ان الواح میں ہر نوع کی ضروری ہدایات تھیں اس مرحلے میں دین وشریعت کے بارے میں ضروری باتیں بتادی گئیں تھیں جس کا مُدّعا یہ تھا کہ بنی اسرائیل بُت پرست قوموں کی خرافات نہ اپنائیں بلکہ پاکیزہ، ارفع واعلیٰ طریقِ عمل اپنائیں ورنہ نافرمانوں کا ٹھکانہ رانجام ہلاکت ہے۔

آیت ۱۴۶ میں بیان کیا جارہا ہے کہ گمراہی کا ایک سبب اللہ کی یاد سے غافل ہونا ہے اور باری تعالیٰ کی آیات کی تکذیب ہے جو لوگ ناحق فخر وتکبر میں ہیں انہیں اللہ کے حکم پر عمل کرنے کی توفیق نہیں ملتی بلکہ تکبّر اور مَعصیت کے اثر سے اُن کے دلوں میں ایسی کجی پیدا ہوجاتی ہے، ہر قسم کے مُعجزات دیکھنے کے بعد بھی نیکی کا راستہ اختیار کرنا اور ایمان لانا اُن کے نصیب میں نہیں ہوتا، بُرائی کی طرف مائل ہوتے ہیں، اللہ کی یاد سے غفلت بڑھتے بڑھتے آخرت کے انکار تک جاپہنچتی ہے آخرت کا یقین ہی نہ ہو تو نیک عمل بھی اکارت ہوجاتا ہے، تکبّر کا انجام تباہی ہے، دردناک عذاب ہے۔

چنانچہ اِسی موضوعِ سخن کا بیان آیت ۹۶، ۹۷ سورۂ یونس پارہ ۱۱ یَعۡتَذِرُوۡنَ میں آیا ہے:

اِنَّ الَّذِيۡنَ حَقَّتۡ عَلَيۡهِمۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ۔ جن پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے

وَلَوۡ جَآءَتۡهُمۡ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ۔

یہاں تک کہ اُن کے پاس ہر طرح کی نشانی آجائے کہ جب تک دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں۔

آیت ۱۴۷ میں وضاحت کے ساتھ بتلایا جارہا ہے کہ جنہوں نے باری تعالیٰ کی نشانیوں اور قیامت کے پیش آنے کی تکذیب کی اُن کے تمام اُمور اکارت گئے وہ بدلے میں وہی پائیں گے جو وہ کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو جھٹلانے اور آخرت کا انکار کرنے والوں کا انجام نہایت بھیانک ہے چونکہ اُن کے عمل کی اساس، صداقت اور حق پر مبنی نہیں، بلکہ ظلم وباطل پر ہے گویا اُن کے نامۂ اعمال کی فہرست میں شر ہی شر کا عنصر موجود اور غالب ہے اِس شر کا بدلہ اُن کو آخرت میں دیا جائے گا، ہائے رہے بدنصیبی! کُفر میں مُبتلا رہنا، عذابِ الٰہی ہے۔

Marfat.com

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۭ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾

اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اُن کے طور پر جانے کے بعد اپنے زیوروں سے بچھڑا کا جسد بنا لیا، جس میں سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی، کیا نہ دیکھا اُنہوں نے کہ نہ تو وہ اُن سے بات کرسکتا ہے اور نہ کسی معاملہ میں اُنہیں ہدایت کی راہ بتا سکتا ہے لیکن پھر بھی اُنہوں نے اسے معبود ٹھہرالیا وہ تو بڑے ظالم تھے۔ (۱۴۸)

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

اور جب ان کا فریبِ طلسم ٹوٹ گیا وہ سخت پشیمان ہوئے، پھر اُنہیں دکھائی دیا ہم تو راہِ راست سے بہک گئے (بھٹک گئے) گمراہی میں پڑ گئے، اب ہمارا ربّ اگر ہم پر رحم نہ کرتا اور ہمارے گناہ معاف نہ کرتا مغفرت نہ کرتا، تو ہم ضرور خسارے میں جا پڑتے۔ (۱۴۹)

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ڮ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَاۗءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف مضمحل اور غمگین ہو کر لوٹے (پلٹے) غضب اور غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا اے قوم تم نے میرے بعد بہت بُری جانشینی کی، کیا تم سے اتنا صبر نہ ہوا، تم نے ربّ کے فرمان سے پہلے عجلت کی (میرے پیچھے تم نے بڑی غیر معقول حرکت سرزد کی، غصہ میں اپنے بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے اور جلدی سے تختیاں ایک طرف ڈال دیں۔ ہارون علیہ السلام نے کہا اے میرے ماں جائی! اس قوم نے مجھے کمزور اور بے بس بنا دیا اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کرڈالتے اور تم مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو اور ان ظالم قوم کے گروہ میں شمار نہ (مت) کرو۔ (۱۵۰)

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ڮ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے التجا کی! اے میرے ربّ میری خطا بخش دے! اور میرے بھائی کی بھی، ہم دونوں کو اپنی رحمت کے اندر لے (ر) شامل کر، تو بہت ہی رحم کرنے والا ہے تمام رحم کرنے والوں سے۔ (۱۵۱)

الفاظ ومعانی آیت ۱۴۸ تا ۱۵۱

﴿وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ﴾ اور بنا لیا قوم موسیٰ (بنی اسرائیل) نے بعد میں اپنے زیورات سے ایک بچھڑے کی ہیئت بدن بے روح جس میں ایک آواز تھی اور کوئی کمال نہ تھا اور اس بچھڑے کو اُنہوں نے معبود ٹھہرالیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور کی طرف چلے گئے تا کہ باری تعالیٰ کی طرف سے ایک مکمل اور سند، مکمل ضابطہ

نیات لاکر انہیں پیش کریں تاکہ ان کی زندگانی اطاعتِ باری تعالیٰ کا ایک حسین مرقع قرار پائے لیکن وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی رمانبرداری بھول گئے اور اپنے ہاتھوں سے بنائے پتھر کے صنم کی طرح ایک بچھڑے کی مورتی کی پرستش کی، عقل وفہم سے بے نیاز ہو کر اس بے روح بدن مورتی کو الوہیت کا درجہ دے دیا۔ ستم ظریفی تو دیکھئے! موجودہ تورات کے مطابق بچھڑا بنانے کا الزام حضرت ہارون علیہ السلام پر ڈال دیا، قرآن کی عظمتِ صداقت کا کمال ہے کہ وہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کے عمل پاکیزگی کا نقیب ہے اس میں وضاحت بیان ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا دامن اس الزام سے پاک اور مبرا ہے اس کو سامری کی کارستانی کا نام دیا جاسکتا ہے۔

مُفسرین نے لکھا ہے کہ جب فرعون غرق ہونے لگا تو سامری نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو گھوڑے پر سوار دیکھا تھا اور اس نے اس گھوڑے کے پاؤں (ٹاپ) کے نیچے سے مٹھی بھر خاک اُٹھا کر اپنے پاس رکھ چھوڑی تھی جب قالب سے ڈھل کر بچھڑے کی شکل نکلی تو سامری نے اس خاک میں سے تھوڑی سی اس کے منہ میں ڈال دی، حق تعالیٰ نے اس بچھڑے کو زندہ کردیا اور اس نے آواز کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''جب اس بچھڑے کی آواز بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے کان میں گئی تو وہ سجدے میں جا گرے''۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اول از فخر الدینؒ)

﴿اَلَمْ يَرَوْا﴾ اور کیا نہ دیکھا انہوں نے نہ سمجھے وہ۔ ﴿اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ﴾ بے شک وہ بچھڑا اُن سے کلام بھی نہیں کرتا۔ ﴿اِتَّخَذُوْهُ﴾ اُنہوں نے اختیار کیا، فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ﴾ اور تھے وہ ظالم۔ لطائف قشیریؒ میں تحریر ہے کہ ''کس قدر فرق ہے اس اُمت میں جس نے اپنے مصنوع (بنائے جانے والے) کی پرستش کی اور اس اُمّت میں جو اپنے صانع (خالق) کی عبادت کرتی ہے۔

﴿وَلَمَّا سُقِطَ﴾ اور جبکہ اُنہیں خوب ندامت اور پشیمانی ہوئی ﴿فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ﴾ اُن کے ہاتھوں میں گویا اُنہیں احساسِ ندامت اس طرح ہوا جیسے کوئی شخص اپنے ہاتھ سے کوئی چیز پاتا ہے یہ لفظ عربی کلام میں پشیمان ہونے سے کنایہ ہے۔ نُدْ سُقِطَ فِيْ يَدِهٖ۔ (بحوالہ قرطبیؒ) اس کو یوں سمجھئے انتہائی پشیمانی کے عالم میں انسان اپنے ہاتھ کاٹتا ہے تو گویا وہ ہاتھ اُس سے جدا ہو کر الگ ہو جاتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ چاک ہوا تو احساس ہوا کہ ہم سے خطا ہوئی (بحوالہ بیضاویؒ) ﴿سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ﴾ وہ بہت پچھتائے، سُقُوط سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

اُن کا یہ پچھتاوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی کے بعد ہوا، جب اُنہوں نے آکر اس بات پر خفگی کا اظہار کیا اور بنی اسرائیل کو تنبیہ کی۔ ﴿غَضْبَانَ اَسِفًا﴾ بڑے غصہ میں، غمگین، اَسِفًا افسردگی کی کیفیت میں رحزن وملال (بحوالہ قرطبیؒ)، اَسَفًا ملال کرنا مصدر اسم ہے قواعد کے مطابق۔ ﴿قَالَ﴾ کہا موسیٰ نے۔ ﴿بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ﴾ بہت ہی بُرے انداز میں تم نے جانشینی کی میری مفارقت کے بعد۔ ﴿خَلَفْتُمُوْنِيْ﴾ بُری نیابت کی۔ خَلَفْتُمْ، خِلَافَةٌ سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ﴾ اور موسیٰ علیہ السلام نے ڈال دیں تختیاں جس میں احکامِ باری تعالیٰ لکھے تھے یعنی توراۃ تحریر تھی۔ ینابیع میں لکھا ہے کہ تختیاں پھینکی نہیں بلکہ ہاتھ سے جلدی رکھ دیں اس طرح جیسے کوئی کسی کو ڈال دیتا

Marfat.com

ہے۔ ﴿وَاَخَذَ﴾ پکڑلیا۔ ﴿بِرَاْسِ اَخِیْہِ﴾ بال اپنے بھائی کے سر کے، یعنی حضرت ہارون علیہ السلام کے سر کے۔ ﴿یَجُرُّہٗ اِلَیْہِ﴾ (یَجُرُّہٗ جَرٌّ مصدر اس کو کھینچتے ہوئے، فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق) اور اسے اپنی طرف کھینچتے غصّے میں اہانت کے طور پر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ گمان رہا کہ اس میں حضرت ہارون علیہ السلام غفلت اور فرض ناشناسی کا شکار رہے حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا ﴿یَابْنَ اُمَّ﴾ اے میری ماں جائی! میں نے کمی نہیں کی۔ ﴿اِنَّ اسْتَضْعَفُوْنِیْ﴾ اس قوم نے مجھے بے بس اور کمزور بنادیا اور مجھے تنہا پا کر حقیر سمجھا۔

﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ﴾ کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات سن کر، اے اللہ! بخش دے مجھے اس کام میں جو میں نے اپنے بڑے بھائی کے ساتھ کیا، یہ تختیاں جو کہ غصّہ سے پھینک دی تھیں اور میرے بھائی کو بھی بخش دے اگر منع کرنے میں اس سے کچھ کمی تقصیر ہوئی، اور داخل کر ہمیں اپنی رحمت میں! مفسرین نے لکھا ہے "دنیا میں اپنی عصمت کی پناہ میں ہمیں داخل کر اور عقبیٰ میں ریاض الجنۃ میں" (بحوالہ تفسیر قادری جلد اول مولوی فخر الدینؒ) "تو زیادہ رحم کرنے والا ہے تمام رحم کرنے والوں سے" (بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوئم از محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ) گویا یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ سب پر رحم، اللہ کی نظرِ رحمت کے باعث ہے۔ ع

تو بر اہلِ سخا انعام کردی ☆ بر بچگان اکرام کردند
بہر جاجوئی از رحمت ردانست ☆ زوریا ہائے جوت دام کردند

تشریح و توضیحات آیت ۱۴۸ تا ۱۵۱

آیت ۱۴۸ میں اظہار بیان ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام چالیس شب و روز کے لئے کوہ طور پر گئے تو اُن کی قوم اتباعِ نبوّت کے مقابلے میں اپنی عقل و دانش پر تکیہ کرتے ہوئے عجیب گمراہی میں مُبتلا ہوئی، سامری نے ان کی عدم موجودگی میں سونے کے زیور جمع کر کے ایک بچھڑا بنالیا جس کو معبود قرار دیا، سامری نے اس میں جبرائیل امین علیہ السلام کے گھوڑے کے سموں کی مٹی ڈال دی، جس میں کسی قدر حیاتِ آفرینی تھی وہ بچھڑا بیل کی سی آواز نکالتا تھا، "جب مٹی اس میں داخل ہوتی تو بیل رگائے کی سی آواز نکلتی۔ (بحوالہ ابن کثیر) یہ لوگ اس قدر فریب جہالت میں کھو گئے کہ صرف صدا آنے پر فدا ہو گئے اتنا بھی احساس نہیں رہا کہ سماعت کے بعد بات کو سمجھنا اور پھر جواب دینا عام انسانی وصف کی علامت ہے اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ نہ وہ اُن سے بولتا ہے، نہ کسی معاملے میں راہنمائی کرسکتا ہے، بچھڑے کی مورتی نہ تکلم کرسکتی ہے تو اس بے معنی وجود کی عبادت سے کیا حاصل؟ باری تعالیٰ نے اس قدر بڑا آسمان بلند کردیا، سورۂ رحمٰن آیت ۷ پارہ ۲۷ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ میں ارشادِ ربّی ہے:

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ

اور اس نے آسمان کو اونچا کیا اور اس میں میزان رکھی۔ آیت ۷

ہزاروں شمس و کواکب چمکتے اِدھر اُدھر کو لٹکتے نظر آتے چلے جاتے ہیں اس پر اُنہیں کچھ بھی حیرت اور ہیبت نہیں ہوتی،

لیکن ایک ہلکی سی آواز جو بے جان جسم سے سنائی دی اُن کے لئے عقیدہ توحید کے بگاڑ کا مُوجب قرار پائی۔

آیت ۱۴۹ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لوگوں نے الوہیت کے اوصاف کو ماننے سے انکار کیا، بچھڑے کی بنائی ہوئی طلائی مورتی سامری کی کارستانی کے سبب اس کی پرستش کی جب ان کا فریب طلسم ٹوٹا تو اُن کو احساس ہوا کہ وہ درحقیقت گمراہی کا شکار ہو گئے ہیں تو جُرم سیاہ کار میں مُبتلا ہونے کے بعد کہنے لگے اگر اللہ جَلّ جلالہٗ ہم پر رحم نہ فرمایا گیا اور ہماری خطا معاف نہ ہوئی تو ساری تباہی امرِ یقینی ہے۔ حقیقت احوال تو یہ ہے کہ احساسِ پشیمانی ان لوگوں کو ہوا جن میں کچھ سوجھ بُوجھ کا عنصر غالب تھا اور ان کے دل اتنے سخت نہ ہوئے جس طرح بعد میں ہوئے ''اللہ کی رحمت اور مَغفرت کے سوا ان کے لئے فلاح کا کوئی راستہ نہ تھا تو اُنہوں نے اس طرح توبہ کی''۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن از سید قطب شہیدؒ)

آیت ۱۵۰ میں بتایا جا رہا ہے کہ رَبِّ جلیل کی طرف سے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر ہوئی کہ اُن کی قوم گمراہی کی طرف مائل ہے وہ سخت غضبناک انداز میں واپس ہوئے اور اظہارِ برہمی کیا میری عدم موجودگی میں یہ کیا روش اپنائی ہے توحید سے اس قدر جلد انحراف کرنے لگے اے ناداں لوگو! باری تعالیٰ کے حکم آنے تک کا انتظار نہ کیا، کیا تم نبی کی تعلیمات آنے تک صبر نہ کر سکے اور اپنی عقل و دانش سے فیصلہ کر لیا کیا تمہیں پتہ نہیں انبیاء کرام کی تعلیمات کے مقابلے میں عقل کوئی حیثیت نہیں رکھتی! اُنہوں نے عجلت میں تختیاں ایک طرف رکھیں اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو سر کے بالوں سے پکڑ لیا حضرت ہارون علیہ السلام صالح نبی تھے، وہ برادرانہ انداز جذبات سے سرشار ہو کر لب کشا ہوئے، میری کوئی کوتاہی نہیں! آپ دشمنوں کو تمسخر اُڑانے کا موقع نہ دیں، میں اُنہیں منع کرتا رہا، نوبت یہاں تک آ گئی کہ وہ میرے قتل تک کے لئے آمادہ ہو گئے، نہ میں شرک کا مرتکب ہوا، نہ شرک کرنے کی اجازت دی، آپ علیہ السلام مجھے ان بدکاروں کی فہرست میں شامل نہ کیجئے۔

آیت ۱۵۱ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے دعا فرمائی اے باری تعالیٰ مجھے اور بھائی ہارون علیہ السلام کی مغفرت فرما! اور اپنی رحمت خاص عطا فرما! تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کے لئے دعائے مغفرت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس لئے فرمائی ممکن ہے کہ اُن سے کوئی فروگذاشت سرزد ہو گئی ہو قوم کو گمراہی سے باز رکھنے کے لئے اور اپنے لئے دستِ دعا اس لئے دراز کیا کہ عجلت کے ساتھ تختیاں توراۃ کی رکھ دیں جس پر قرآن کریم نے الواح کو ڈال دینے سے تعبیر کر کے ایک غلطی کی طرف نشاندہی کی ہے، خطا پر مغفرت طلب کرنے کا مقصد باری تعالیٰ کی رحمت پا لینا ہے اور دعا کا ادب بھی یہ ہے کہ دوسروں کے لئے دعا کرے تو اپنے آپ کو اس میں شامل کرے تاکہ اس کا استغناء محسوس نہ ہو یعنی کہ یہ اپنے آپ کو دعا کا محتاج نہیں سمجھتا۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ)

یہ بات غور طلب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے مقابلے میں عقلِ سلیم کی کوئی حیثیت ہی نہیں، نبی اور رسول کا فریضہ تو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی ہدایت کو لوگوں تک پہنچاتا ہے یہ بات جان جائیے کہ عقل اُمورِ دنیا تک کے لئے ہے آخرت کے معاملات میں عقل کی رسائی نہیں! چنانچہ یُوں ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں رکھ دیں اور حضرت ہارون علیہ السلام کے سَر کو بالوں سے پکڑ لیا اور ناراضگی کا اظہار کیا، پھر اصل بات سمجھ کر لب کُشا ہوئے اے اللہ! مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿١٥٢﴾

بے شک جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا عنقریب رب کی طرف سے غضب اور اُنہیں دنیاوی زندگی میں ذلت اور رسوائی پہنچے گی ، بہتان لگانے والوں کو اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں ۔ (۱۵۲)

وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٥٣﴾

اور جنہوں نے اعمالِ بد کیے پھر توبہ کی اور ایمان لے آئے تو آپ کا رَبّ بے شک اس کے بعد بہت بخشنے والا اور بہت ہی رحم کرنے والا ہے ۔ (۱۵۳)

وَلَمَّا سَكَتَ عَن مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۖ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿١٥٤﴾

اور جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ فُرو/کم ہوا، تو اُنہوں نے اُن تختیوں کو اُٹھالیا جن کی تحریر میں ہدایت اور رحمت درج تھی ، ان لوگوں کے لئے جو اپنے رَبّ سے ڈرتے تھے ۔ (۱۵۴)

وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا ۖ فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ ۖ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا ۖ إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ ۖ أَنتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۖ وَأَنتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ﴿١٥٥﴾

اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر آدمی منتخب کر لئے ، ہماری ساعت معین کے لئے ، پھر جب اُنہیں زلزلہ کے جھٹکوں نے آ پکڑا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا! اے میرے رَبّ اگر آپ چاہتے ہیں تو اس سے قبل ہی اُن کو اور مجھ کو ہلاک کر دیتے ۔ اے میرے رَبّ ! کیا ہم میں سے چند ناداں / بے عقل لوگوں کی حرکت کے سبب ہم سب کو ہلاک کر ڈالے گا ؟ مگر یہ تو آپ کی طرف سے ایک آزمائش / امتحان کی گھڑی تھی ، ایسی آزمائشوں سے جس کو آپ چاہیں گمراہی میں ڈال دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں ہدایت پر قائم رکھتے ہیں تو ہی ہمارا کارساز ہے پس بخش دے ہم کو، رحم فرما، تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے ۔ (۵۵)

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ۚ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾

اور لکھ دے اس دنیا میں ہمارے لئے خیر و برکت (بھلائی) اور آخرت کے لئے بھی ، بے شک ہم نے آپ ہی کی طرف رجوع کر لیا ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا! میں اپنا عذاب اس تک پہنچاتا ہوں جس پر چاہتا ہوں اور میری رحمت ہر چیز / شے پر محیط ہے تو عنقریب میں رحمت / نعمت ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو پرہیز گاری اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں ۔ (۱۵۶)

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي

اور وہ لوگ جو پیروی / اتباع کرتے ہیں رسول یعنی نبی اُمّی کی اور جس کو وہ اپنے یہاں توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں ، وہ اُن کو اچھی

Marfat.com

التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ١٥٧

رنیک باتوں کا حکم دے گا اور بُری باتوں سے روکے گا رمنع کرے گا اُن کے پاک چیزیں حلال قرار دیتا ہے ناپاک رگندی چیزیں حرام کرتا ہے اور اُن سے بارگراں ربوجھ رجو اُن کے گلے میں پڑے تھے اُتار ڈالے گا اور جو اس پر ایمان لائے ان کی تعظیم کی اور اس روش پر چلے جو اُن کے ساتھ نور اُتارا گیا، سو وہی خوش نصیب کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار ہوں گے۔ (۱۵۷)

الفاظ ومعانی آیت ۱۵۲ تا ۱۵۷

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ﴾ پھر باری تعالیٰ نے ان گوسالہ پرستوں کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا، جن لوگوں نے جہالت کے سبب پکڑا بچھڑے کو اور معبود قرار دے دیا اس کو، قریب ہے کہ اُنہیں پہنچے۔ ﴿غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ﴾ غضب اُن کے ربّ کی طرف سے اور غضب اور غصہ وہی تھا جو باری تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ ایک دوسرے کو قتل کر ڈالو اور دوسرے اُنہیں ذلت۔ ﴿فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ دنیا کی زندگی میں اور وہ جزیہ ہے یا جلا وطن کر دینا۔ ﴿وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ﴾ اور جس طرح ہم نے سزا دی بچھڑے کی پرستش کرنے والوں کو، اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں افتراء کرنے والوں اور بدعت کرنے والوں کو۔ جھوٹ بولنے والے دنیا میں ہی مغضوب اور ذلیل ورسوا ہو جاتے ہیں، چنانچہ سامری کو توبہ کی توفیق نہ ملی تو اس پر غضب اور ذلت کا نزول ہوا، بھلا باری تعالیٰ کی رحمت اور التفاتِ کرم سے محرومی سے بڑھ کر اور کون سی بڑی سزا ہے ایسے مجرموں کو تو دنیائے رنگ وبو میں ذلیل ورسوا کر دیا جاتا ہے تا کہ اُنہیں پتہ چل جائے کہ اللہ جلّ شانہٗ کی نافرمانی کر کے وہ دنیا میں سکون کا سانس نہیں لے سکتے۔

﴿وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا﴾ اور جن لوگوں نے بُرائیاں کیں، جن سے گناہ صغیرہ وکبیرہ یا شرک سرزد ہوا پھر توبہ کی، اُنہوں نے۔ ﴿مِنْۢ بَعْدِهَا﴾ بُرے کام کرنے کے بعد۔ ﴿وَاٰمَنُوْٓا﴾ اور ایمان لائے گویا وحدانیت کے ساتھ اللہ جلّ شانہٗ کی تصدیق کی اُنہوں نے کہ باری تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے، اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں اور کرمِ بخشش پر جانثار ہونے کو دل چاہتا ہے کوئی کتنا ہی خطا کار اور سیاہ کار ہو اس کے حضور طلبِ کرم وعطا کی خاطر حاضر ہو جائے تو اسے محروم نہیں کیا جاتا ﴿اِنَّ رَبَّكَ﴾ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ربّ! اس آیت میں اس مقام پر کہنا "اے مصطفیٰ! تیرا ربّ پروردگار کے الفاظ کتنے پیارے اور کتنے معنیٰ خیز ہیں"۔ (بحوالہ ضیاء القرآن از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

﴿مِنْۢ بَعْدِهَا﴾ توبہ کے بعد۔ ﴿لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ البتہ بخشنے والا ہے، تائبوں کے گناہ، مہربان ہے اُن پر اُن کی توبہ قبول کرنے میں۔ ﴿وَفِيْ نُسْخَتِهَا﴾ اس میں لکھا ہوا نُسْخَةٌ لکھی ہوئی چیز کتاب، مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث غائب، مضاف الیہ، اسم ہے قواعد کے مطابق۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باری تعالیٰ کا حکم پہنچا کہ بنی اسرائیل میں سے نیک لوگوں کی جمعیت اپنے

Marfat.com

ہمراہ طور پر لے جائیں اور وہ لوگ وہاں بچھڑے کی پرستش / پوجا سے عذر کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے قوم کے لوگوں سے یہ بات کہی تو اُنہوں نے مان لی۔ ﴿وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ﴾ اور چن لیا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے۔ ﴿اِخْتَارَ﴾ اُس نے چُن لیا۔ اِختارؔ سے جس کے انتخاب کرنے میں فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔

﴿سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا﴾ ستر مرد واسطے ہماری میعاد کے یعنی جس وقت کا ہم نے وعدہ کیا تھا ایک قول یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے کہا کہ باری تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام نہیں کیا اور جو تختیوں میں ہے یہ موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے، ربِ جلیل نے فرمایا اے موسیٰ! اولادِ یعقوبؑ میں سے بزرگوں کا ایک گروہ اپنے ہمراہ لاؤ تا کہ وہ میرا کلام سن لیں اور اس پر شہادت دیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر (۷۰) آدمی اپنے ساتھ لے گئے جب طور پر پہنچے تو ابر کے آثار نمایاں ہوئے اور اُن لوگوں کے مابین حائل ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ابر کے سائے میں آ گئے اور اُن کی قوم کے نیک لوگ سربسجود ہو گئے، باری تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شرفِ کلام کیا امرونہی کے وعدے ہوئے پھر ابر چھٹ گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے پوچھا کیا تم نے میرے ربّ کا کلام سُنا، اُنہوں نے کہا ہاں کلام تو سُنا مگر کلام کرنے والے کا علم نہیں ہوا، ہم تو اسی وقت ایمان لائیں گے جب اللہ جَلِّ جلالہٗ کو ظاہر میں دیکھیں یہ کہنا تھا کہ بجلی کی کڑک آئی جس سے یہ لوگ بے ہوش ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مضطرب ہو کر دستِ طلبِ دعا کے لئے اُٹھایا حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس کی خبر دیتا ہے۔ ﴿فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ﴾ پھر پکڑا ان (۷۰) ستر آدمیوں کو بجلی نے اور وہ جل گئے، وہ بظاہر مُردہ ہو گئے۔ سورۃ بقرہ میں ''اس جگہ صَاعِقَةٌ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی بجلی کی کڑک اور یہاں الرَّجْفَةُ زلزلہ کے معنی زلزلہ کے ہیں اس میں کوئی بعید نہیں کہ دونوں چیزیں جمع ہو گئی ہوں''۔ (ماخوذ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو احساسِ خوف ہوا کہ کہیں ایسا تو نہیں یہ مر جائیں اور بنی اسرائیل مجھ پر اُن کی ہلاکت کی تہمت لگائیں۔ ﴿قَالَ رَبِّ﴾ کہا موسیٰ علیہ السلام نے اے میرے پروردگار! ﴿لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ﴾ اگر آپ چاہتے تو ہلاک کر دیتے اُنہیں، ﴿مِنْ قَبْلُ﴾ اس سے پہلے کہ میں قوم سے باہر نکلا تھا اور مجھے بھی ہلاک کر دیتے۔ ''عین المعانی'' میں تحریر ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اُنہیں اس واسطے ہلاک کرتے کہ اُنہوں نے بچھڑے کی پوجا کی اور مجھے قبطی کو مار ڈالنے کے سبب سے۔ ﴿اَتُهْلِكُنَا﴾ کیا تو ہم کو ہلاک کرے گا۔ تُهلكُ اَهْلَكَ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، قواعد کے مطابق۔ ﴿بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا﴾ بسبب اس چیز کے جو کی ان چند احمقوں نے، ہماری قوم سے یعنی بچھڑا پوجنے کے باعث یا اس قوم نے طلب دیدار کی جرأت کی اس وجہ سے۔ ﴿اِنْ هِيَ﴾ نہیں ہے یہ کام۔ ﴿اِلَّا فِتْنَتُكَ﴾ یہ مگر تیری آزمائش اور مُبتلا کر دیا اپنے بندوں کو امتحان میں فتنة کہا جاتا ہے آزمائش اور امتحان کو، ای ما ھذا الا اختبارك وامتحانك۔ (بحوالہ قرطبی) کتاب فصل الخطاب میں خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ ''باری تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مقام بسط میں رکھا یہاں تک کہ کمال اُنس تک پہنچ کر اُنہوں نے ناز کی راہ سے یہ جرأت کی اور ناز مرتبہ محبوبیت میں ہے''۔ اور مقام بسط ہی سے ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ کلام کہ (بسط کشادگی، فراخی باب نصر سے مصدر، بحوالہ قاموس القرآن)

Marfat.com

﴿تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ﴾ گمراہ کرتا ہے تو اس فتنہ اور ابتلا کے سبب سے جسے تو چاہتا ہے کہ گمراہ ہو جائے۔ ﴿تُضِلُّ﴾ تو گمراہ کرتا ہے، اِضْلَالٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ﴾ اور تو ہدایت کرتا ہے اُسی کے سبب سے جسے تو چاہتا ہے کہ راہ پائے یہ بات یاد رہے کہ اگر انسان کو اللہ کی توفیق دستگیری مل جائے تو وہ امتحان اور آزمائش کی گھڑی میں کامرانی پالیتا ہے اور اگر ذرا سی بھی تائید باری تعالیٰ شاملِ حال نہ ہو تو معمولی سی آزمائش بھی انسان کی موجبِ لغزش بن جاتی ہے اس لئے انسان کی یہ کوشش ہونی چاہئے کہ اپنے عقل وفہم کی نارسائی اور اپنی بے بسی کو ہر لحہ مدِ نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا متلاشی رہے، حضورِ اکرم ﷺ کے یہ دعائیہ کلمات کس قدر دل نشین حقیقت پر مبنی ہیں لا تكلني الى نفسي طرفة عين واصلح لي شاني كله۔ "آنکھ جھپکنے کی صورت میں مجھے اے اللہ اپنی توفیق سے محروم کر کے میرے نفس کے سپرد نہ کرنا اور میرے معاملات رحالات کی خود اصلاح کر دیجئے۔" ﴿اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْلَنَا﴾ اور تو ہی ہے ہمارا متولی، کارفرما کارساز ہے پس بخش دے ہمیں، اللہ کے قادرِ مطلق اور مختارِ کل ہونے کا یقین کرنے کے بعد، اب دستِ دعا اور دامنِ طلب کا دائرہ کار وسعتِ طلب کی طرف مرکوز ہو رہا ہے وَلِيُّنَا۔ اے اللہ! ہمارے دین و دنیا کے تمام کام اُمور کا محافظ اور نگہبان آپ ہی کی ذات ہے، جب تک اس گیتی کائنات میں زندگی کے لمحات ہیں توفیق ہدایت اور ذوق وشوق عبادت سے سرفراز فرما، اور دار البقا کی طرف رُختِ سفر ہو تو مغفرت کے ساتھ، انعامات رحمت کرم وعنایات مرحمت فرما۔ ﴿اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ﴾ بلاشبہ ہم نے رجوع کیا ہے تیری طرف، یعنی قصور ونسیان اور گناہ سرزد کر کے تیری بارگاہ رحمت میں آگئے۔ هُدْنَا۔ ہم نے توبہ کی هُدُوٌ سے ماضی جمع متکلم قواعد کے لحاظ سے) کے معنیٰ ہیں رجوع کرنا، ہم آپ کی طرف خُلوص واطاعت سے رجوع کرتے ہیں، کیونکہ هُدْنَا ورجعنا اليك قال الليث الهدو، التوبه" ہم نے تیری طرف گناہ اور نافرمانی ترک کر کے رجوع کیا"۔ (بحوالہ تفسیر فتح المنان از عبدالحق حقانی) اس کے جواب میں ارشاد ہوا باری تعالیٰ کا ﴿قَالَ عَذَابِيْ اُصِيْبُ بِهٖ﴾ مجھ میں وصفِ غضب بھی ہے جس کو چاہوں اس میں مبتلا کر دوں، میری رحمت اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ ﴿مَنْ يَّشَآءُ﴾ میں جسے چاہوں، مَشِيَّةٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد متکلم قواعد کے مطابق۔ ﴿اُصِيْبُ﴾ میں ڈالتا ہوں رپہنچاتا ہوں، اِصَابَةٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔

﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ اور یہ میری رحمت اس کی خوبی یہ ہے کہ پہنچتی ہے سب چیزوں کو گویا دنیا میں مؤمن، کافر اس میں سب شامل ہیں بخشنے اور روزی پہنچانے کے سبب سے۔ بعض مُفسرین نے لکھا ہے "رحمت مہربانی ہے" یا "رحمت توبہ ہے" کہ علی العموم سب پر اس رحمت کا دروازہ کھلا ہے اور سب کو اس رحمت سے متصف ہونے کی دعوت دی ہے۔ ﴿وَتُوْبُوْآ اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾ اور تم مل کر اللہ کی طرف توبہ کرو!۔ ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ﴾ اور وہ لوگ ہیں صدقِ دل سے پیروی کرتے ہیں میرے رسول ﷺ کی اور اُن کی صفت کمال وجمال ہے وہ اُمّی ہیں، حضور ﷺ کو اُمّی کے لقب سے سرفراز کرنے کی علماء کرام نے کئی توجہات بیان کی ہیں، باوجود بغیر لکھے اور بغیر پڑھے ہونے کے کمالِ علم آپ ﷺ کا ایک مُعجزہ ہو سکتا ہے اسی طرح رسولِ اکرم ﷺ نے بھی کسی اُستاد سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا اس کے باوجود

Marfat.com

علوم ظاہری و باطنی سے سینۂ اطہر منور ہے "حضور ﷺ کا روشن معجزہ ہے"۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

"بحر الحقائق" میں تحریر ہے کہ "عرب اصل اور منشا کو اُم کہتے ہیں جیسے کہ مکہ کو اُمّ القریٰ کہتے ہیں، اس واسطے کہ مکہ معظمہ سب شہروں اور بستیوں کا مبدا اور اصل ہے اور لوحِ محفوظ کو "اُمّ الکتاب" کہتے ہیں اس واسطے کہ سب کتابوں کی اصل وہی ہے تو رسالت مآب ﷺ کو بھی اُمّ کی طرف منسوب کیا اور اُمّی کہا۔ ﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ﴾ پھر جو لوگ بنی اسرائیل میں سے نبی اُمّی کے دین میں آئے۔ ﴿وَعَزَّرُوْهُ﴾ اور تعظیم کی اُنہوں نے اُن کی، عَزَّرُوْا رفاقت کی، تَعْزِيْرٌ سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ تَعْزِيْرٌ، عَزْرٌ سے بنا ہے جس کے معنیٰ قوت پہنچانا، کسی کو بڑا تسلیم کر کے اس کی حفاظت اور حمایت کرنا۔ ﴿وَنَصَرُوْهُ﴾ مدد کی، نَصْرٌ سے مصدر ماضی جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ﴾ پیروی کر و اس نور کی جو۔ ﴿اُنْزِلَ مَعَهٗٓ﴾ نازل کیا گیا اس کی نبوت کے ساتھ، اس سے قرآنِ کریم مُراد ہے اور مُفسرین نے تحریر کیا کہ مَعَهٗ کا لفظ بقائے قرآن پر دلالت کرتا ہے قرآن کو نور کہنے میں نکتہ نہایت روشن اور ظاہر ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ) اس دنیا کے اُمور قرآن میں مفصل اور ظاہر ہیں۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۵۲ تا ۱۵۷

آیت ۱۵۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ غیر اللہ سے اُمید کی وابستگی، ذلت و رسوائی میں مُبتلا ہونے کی دلیل ہے باری تعالیٰ نے ایک قانون وضع کر دیا ہے جن لوگوں نے گوسالہ پرستی کو اپنا شعار بنایا اُنہیں گیتی کائنات میں بہت جلد اللہ تعالیٰ کا غضب اور ذِلت و رُسوائی سے ہمکنار ہونا پڑے گا ایسے افراد جو حالات سے مجبور ہو کر عجلت میں اللہ کا در چھوڑ کر کسی دوسری ذات سے وابستہ اُمید ہو جاتے ہیں اور اپنی فہم و دانش پر اتراتے ہوئے بچھڑے کو معبود قرار دیتے ہیں تو ان کو دو طرح کا عذاب بھگتنا پڑتا ہے ایک تو اللہ کا غضب جس کا انجام گمراہی اور عقیدے کا فساد ہے اور دوسرا عذاب پریشانی، پشیمانی ذلت اور رُسوائی ہے آج کا معاشرہ اس عذاب میں مُبتلا ہے، مغربی تہذیب و تمدن کے آثار، ظلم و تشدد کے آثار اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے، عزّتِ نفس کا تصور مٹتا جا رہا ہے، نئی تہذیب اپنے آپ سے خود کشی کر رہی ہے "دین میں بدعات اور رسومات بے جا کو اپنانا اللہ پر افتراء ہے اور ایسے لوگ ہی عذاب کا شکار ہوتے ہیں"۔ (بحوالہ تفسیر مظہری) جو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتے ہیں اُن کو باری تعالیٰ کی طرف سے سزا ملتی ہے۔

آیت ۱۵۳ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ جنہوں نے بُرے کام کئے پھر اس کے بعد توبہ کر لی، توبہ کا مفہوم ہے اپنا عقیدہ اور عمل صحیح کرنا، بنی اسرائیل کو تو توبہ کے لئے قتل کی سختی بھی سہنی پڑی جو قتل ہو گئے وہ راہِ حق کے شہید قرار پائے جو بچ گئے اُنہیں معاف کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ تو معاف کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے، پتہ چلا کہ توبہ سے ہر گناہ معاف کر دیا جاتا ہے بشرطیکہ توبہ خلوصِ دل سے اور اخلاص کے ساتھ ہو، عملاً توبہ کرنے والے کو باری تعالیٰ محروم نہیں کرتے۔

آیت ۱۵۴ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اظہار برہمی میں کمی واقع ہوئی تو اُنہوں نے تختیاں اُٹھا لیں جن کے نوشتہ تحریر یعنی توراۃ کے احکام میں ہدایت اور رحمت تھی، یہ بات ذہن میں رہے کہ توراۃ کو بھی قرآنِ حمید کی

طرح اپنے لوگوں کے باعثِ رحمت و ہدایت قرار دیا گیا جو اپنے رَبّ سے ڈرتے تھے۔

آیت ۱۵۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ستر (۷۰) آدمیوں کو مُنتخب کر کے کوہِ سینا پر اجتماعی توبہ کے لئے لے گئے پھر جب زلزلہ نے آ پکڑا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "زلزلہ میں مُبتلا ہونے کا سبب یہ تھا کہ قوم نے جب گوسالہ پرستی قائم کی تھی تو یہ اُن سے جُدا نہ ہوئے تھے"۔ (بحوالہ خازن) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ جو کچھ ہوا "چند نادانوں کی بدبختی اور حماقت کے سبب ہوا اور یہ تیری ذات سے بعید ہے کہ تو نادانوں کے کسی جُرم کی پاداش میں ہم سب کو ہلاک کر دے"۔ (بحوالہ تفسیر تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

حقیقت احوال تو یہ ہے کہ آزمائش سے قبل پناہ مانگنی چاہئے، اللہ تعالیٰ تو ہر شئے پر قادر ہے جس کو چاہے، جب چاہے ہدایت عطا کر دے اگر باری تعالیٰ خفا ہو جائے تو انسان گمراہ ہو سکتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ! تو ہمارا کارساز ہے ہمیں اپنی آزمائش سے ہمیں محفوظ رکھ! تو ہمارا مددگار ہے ہمیں معاف فرما!، ہم پر رحم فرما دے!، تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے!، تیری بخشش رِضا کا ایک پہلو یہ ہے کہ گیتی کائنات میں نیکی اور بھلائی ہمارا مقدر رہو! نیک عمل کی ہمیں توفیق مل جائے! اور آخرت میں اس نیکی کا اَجر تیری شانِ کریمی کے مطابق نصیب ہو! کیونکہ اے اللہ! تو سب معاف کرنے والوں میں سے زیادہ اچھا ہے۔

آیت ۱۵۶ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے پر محیط ہے، فرماتا ہے عذاب میں اسی کو مُبتلا کرتا ہوں جس کو چاہتا ہوں رحمتوں اور نعمتوں کو عنقریب ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں، اللہ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے ہیں یہ اللہ کی رحمت اور انعامِ رحمت کی وسعت کا ہی نتیجہ ہے کہ دنیا میں نیک، صالح، گنہگار، فاسق، مؤمن و کافر سب ہی اللہ کی رحمت سے فیض پاتے ہیں۔

حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ باری تعالیٰ کی رحمت کے سو حصے ہیں "یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک حصّہ ہے کہ جس سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے اور وحشی جانور تک اپنے بچوں سے شفقت کرتے ہیں اس نے اپنی رحمت کے ۹۹ حصے اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں"۔ (بحوالہ صحیح مسلم شریف) ابن ماجہ میں یہ آیتِ مبارکہ زیرِ مطالعہ اس بات کی طرف نشاندہی کر رہی ہے کہ قرآن کی عظمت یہ ہے کہ اس کی تعلیمات تمام گمراہیوں کا سدِ باب کرتی ہیں، گیتی کائنات میں اصل حقیقت اللہ کی رحمت ہے عذاب اور عقوبت نہیں! عذاب خاص مواقع کے لئے ہے اللہ کی رضا سے کائنات رنگ و بُو کا کوئی گوشہ خالی نہیں، اللہ کی رحمت کا قانون اس کی دائمی صفت کا مظہر ہے عذاب کا دینا، اللہ کی صفت نہیں! بلکہ عذاب ہمارے اعمالِ بد کا نتیجہ ہے۔

آیت ۱۵۷ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ رحمت دراصل اُن لوگوں کے لئے باعث عطائے انعام ہے جو نبی اُمّی کی اتباع کو اپنا شعار بناتے ہیں جس کا اظہار ذکر اُنہیں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے جس قدر صفات ان آسمانی کتابوں میں بیان ہوئی ہیں وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور توصیف کے لئے ہیں، بنی اسرائیل کتاب و شریعت سے قطعی ناآشنا لوگ سمجھے جاتے تھے اس لئے وہ لفظ اُمّی کو اپنے لئے بطورِ ایک امتیازی لقب کے بلا کسی احساسِ کمتری کے استعمال کرتے تھے،

Marfat.com

حالانکہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت کی خبر متعدد صحیفوں میں دی گئی تھی''۔ (ماخوذ تفسیر تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

مثال کے طور پر توراۃ اور انجیل کے باب میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کے بارے میں صاف اشارات موجود ہیں ملاحظہ کیجئے کتاب استثناء باب ۱۸ آیت ۱۵ تا ۱۹۔ انجیل متی باب ۲۱، آیت ۲۳ تا ۲۴۔ یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۵ تا ۱۷۔ یہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت تھی جس نے یہود کو تمام تر غیر فطری پابندیوں سے نجات دینے کا اعلان کیا، یہ آیت اس امر کی وضاحت کررہی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لائے بغیر اُخروی نجات قطعی طور پر ممکن ہی نہیں، ایمان وہی قابلِ عمل اور مُعتبر ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا ہے، معروف وہ ہے جسے شریعت نے اچھا کہا، اور منکر وہ ہے جسے شریعت نے بُرا ٹھہرایا۔ حضورِ اکرم ﷺ کی دعوتِ حق، دعوتِ دین، قرآنِ حکیم کی دعوت ہے، رسول اللہ ﷺ کی بعثت قرآن کی دعوتِ عمل کے ساتھ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ''مجھے آسان دین حنیفی کے ساتھ بھیجا گیا ہے''۔ (بحوالہ مسند احمد جلد پنجم)

اہلِ کتاب کے لئے رحمت باری کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں جو لوگ صدق دل سے اس دعوت پر یقین کریں گے اُن کے لئے کامیابی اور سعادت مقدر ہے، یہاں محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے تین اہم اُمور ہیں:

۱)......نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے اجتناب کرنا۔

۲)......پسندیدہ حلال اشیاء، جو اچھی ہیں ان کا استعمال جائز قرار پایا، جو ناپسندیدہ حرام چیزیں مُضر ہیں وہ ناجائز۔

۳)......جو لوگ گویا مذہبی احکامات کی بے جا اور ناقابلِ عمل پابندیاں، اوہام تو ہم پرستی، عالموں کی اندھی تقلید اختیار کی، اور جنہوں نے اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ کے ذہنوں کو مقید کرلیا اس سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا رہنے سے ایسا نُور ملتا ہے جو انسان کو بُرائی کی طرف مائل ہونے سے روکتا ہے جو لوگ نُورِ حق کی روشنی پاتے ہیں وحی کی تعلیمات اپناتے ہیں وہی لوگ کامیاب و کامران ہیں اور دنیا اور آخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔

آیت ۱۵۲ تا ۱۵۷ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

غیر اللہ سے اُمید کی وابستگی، رُسوائی اور ذِلت کا سبب ہے جن لوگوں نے بچھڑے کی پَرستش کو اپنا شعار بنایا اللہ کا غضب اُن کا مُقدر رہے حالات سے دِل برداشتہ ہوکر جو لوگ اللہ تعالیٰ کا دَر چھوڑ کر، اللہ کا سہارا چھوڑ کر، دوسری ذات سے آس لگائے رہتے ہیں یا اپنی عقل کو اپنا راہنما بنالیتے ہیں ''بُتوں سے تجھ کو اُمیدیں، خدا سے نا اُمیدی'' کے مصداق تو اُن کو دنیا میں طرح طرح کی مصیبت کا سامنا ہے، پہلا یہ کہ اللہ کا غضب وعتاب جس کا نتیجہ گمراہی اور عقیدے کا فساد ہے دوسرے یہ پریشانی، رُسوائی اور تذلیل، آج کا معاشرتی دَور اس کی عکاسی کرتا ہے، مغربی تہذیب کے آثار تو اس قدر غفلت کی ترجمانی کررہے ہیں آبرو کا تصور گُم ہوتا جارہا ہے، اللہ پر بُہتان باندھنا عذاب میں مُبتلا ہونا ہے دین میں بدعات اور رسومات کا جاری کرنا بھی اللہ پر افتراء ہے ابھی وقت ہے توبہ کا دَر کُھلا ہے عقیدہ اور عمل درست کرنے کا وقت آگیا ہے۔ جو ایمان لائے عزت پاگئے وہی فلاح پانے والے ہوگئے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨ
الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ يُحْیٖ وَيُمِيْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ
الَّذِیْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ
تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

آپ ﷺ کہہ دیجئے! اے لوگو! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف، جن کی بادشاہی آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی عطا کرتا ہے، وہی موت دیتا ہے، پس اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ! اور اُس کے رسول ﷺ پر جو نبی اُمی ہے جو اللہ پر اور اُس کے کلام پر ایمان لایا ہے سو اسی کی پیروی اختیار کرو تا کہ راہِ ہدایت پا جاؤ۔ (۱۵۸)

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤی اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

اور قومِ موسیٰ میں ایک گروہ ایسا ہے جو حق کی راہ بتاتے ہیں اور اسی حق کے ساتھ رمطابق انصاف کرتے ہیں۔ (۱۵۹)

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ
وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ
اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ
اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ
وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ
وَالسَّلْوٰی ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا
ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

اور ہم نے اُنہیں بارہ قبیلوں میں رگروہوں میں جدا جدا کر دیا اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام کی طرف جب اُن کی قوم نے پانی طلب کیا اُن سے، ہم نے وحی کی کہ اپنے عصا کو اس پتھر پر مارو، پس بارہ چشمے پھوٹ نکلے، ہر قبیلے نے اپنے پانی کا گھاٹ دریافت کر لیا اور ہم نے اُن پر سائبان کیا ابر ربادل کا اور ہم نے اُن پر من سلویٰ رترنجبین اور بٹیریں اُتارا، اور کہا کھاؤ نفیس اور پاک چیزیں جو ہم نے تم کو دی ہیں اور اُنہوں نے تو ہمارا کوئی نقصان رخسارہ نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔ (۱۶۰)

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا
مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ
سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾

اور جب کہا گیا کہ جا بسو اس شہر میں اور جہاں سے چاہو کھاؤ اور یہ کہتے ہوئے جانا کہ توبہ ہے، گناہوں سے توبہ ہے، اے کریم بخش دے ہمیں، جھکے جھکے دروازے میں داخل ہونا، ضرور سجدہ کرتے ہوئے تب ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے اور ہم عنقریب احسان کرنے والوں کو مزید فضل سے سرفراز کریں گے۔ (۱۶۱)

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِیْ قِيْلَ لَهُمْ
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

مگر اُن ظالموں نے اس کی جگہ دوسرا لفظ بدل ڈالا، تب ہم نے اُن کے ظلم کے سبب اُن پر ایک آفت سماوی بھیجی، گویا ظلم کی پاداش میں اُن پر عذاب آسمان سے نازل ہوا۔ (۱۶۲)

الفاظ و معانی آیت ۱۵۸ تا آیت ۱۶۲

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ اے لوگو! بلاشبہ میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کے لئے یہ نہیں کہ بعض کی طرف ہوں اور بعض کی طرف نہیں! جس طرح اور رسول تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول امام احمد کی ایک

Marfat.com

روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”جو میرا مبعوث ہونا سنے وہ میری اُمّت میں ہو یا یہودی و نصرانی اگر وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے گا تو جہنّم میں جائے گا“ جب اس بات کا علم ہو گیا کہ حضرت محمد ﷺ تمام اقوامِ عالم کے نبی و رسول ہیں تو اب پھر اُن کی پیروی کے سوا کوئی چارہ نہیں، خلاصہ گفتگو یہ کہ حضورِ اکرم ﷺ کا تمام موجود اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے ہر قوم ملک و ملّت کے لوگوں کے لئے رُشد و ہدایت کا پیغام لے کر آئے ہیں اب ہمارے لئے ہدایت اور فلاح و اصلاح کی ایک ہی راہ ہے اور نجات کا ایک راستہ ہے کہ اس کتاب کی پیروی کی جائے جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی۔ ﴿وَاتَّبِعُوْهُ﴾ اور پیروی اختیار کرو اس نبی کی اور فرمانبرداری کرو۔ ﴿لَعَلَّكُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾ شاید کہ تم ہدایت پاؤ۔

﴿وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰى﴾ اور قومِ موسیٰ میں سے۔ ﴿اُمَّةٌ﴾ ایک جماعت کے لوگ۔ ﴿يَهْدُوْنَ﴾ ہدایت کرتے ہیں خلق کو۔ ﴿بِالْحَقِّ﴾ بسبب حق کے۔ ﴿وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ﴾ حق اور راستی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں مُفسّروں نے کہا ہے کہ اس گروہ سے عبداللہ بن سلام اور اُن کے دوست مُراد لئے گئے ہیں۔ مشہور بات تو وہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور اُن کے خلیفہ یوشع علیہ السلام کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل کے لوگوں میں انتشار پھیلا، بُرائی عام ہوئی قتلِ انبیاء علیہم السلام اور دیگر گناہوں میں مشغول ہوئے، ان میں سے ایک گروہ نے کمالِ آرزو کے ساتھ باری تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ ہم میں اور ہماری قوم میں جُدائی ہو جائے، حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے زمین میں ایک راہ کھول دی وہ لوگ جو اس راہ سے داخل ہوئے ملک چین کے اس طرف نکلے اور وہاں مکانات تعمیر کر کے رہے ”سرکارِ دو عالم ﷺ نے شبِ معراج میں اُنہیں دیکھا اور قرآن کی دس سورتیں پڑھیں اور وہ لوگ جو حضرت محمد ﷺ پر ایمان لائے وہ لوگ مسلمان ہیں اور ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور مال کی زکوٰۃ دیتے ہیں اور باقاعدہ نماز قائم رکھتے ہیں یہ آیت اُن کی صفت میں ہے“۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

﴿وَقَطَّعْنٰهُمُ﴾ اور جُدا کیا قومِ موسیٰ کو اور کر دیا ہم نے۔ ﴿اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا﴾ بارہ قبیلوں میں سبط اولاد کو کہتے ہیں، ہر سبط ایک گروہ ہے اسباط جمع ہے سبط کی ﴿اُمَمًا﴾ گروہ، گروہ۔ گویا یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد مُراد ہے۔ (بحوالہ بیضاوی اور تفسیر مظہری) ﴿وَقَطَّعْنَا﴾ الگ الگ کر دیا ہم نے قواعد کے مطابق فعل ماضی متکلم کا صیغہ ہے جو تَقْطِيْعٌ سے اس کا مادہ قَطْعٌ ہے جو کاٹنے کے مفہوم میں آتا ہے۔ ﴿اَنِ اضْرِبْ﴾ یہ کہ مارو۔ ﴿بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ﴾ اپنے عصا سے اس پتھر کو (جب تیہ کے لق و دق صحرا میں) داخل ہوئے تھے تو پتھر نے آپ سے بات کی تھی اور کہا تھا کہ مجھے اُٹھا کر رکھ لو میں آپ کے کام آؤں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا اُٹھا کر اس پتھر پر مارا۔ ﴿فَانْۢبَجَسَتْ﴾ پھوٹ پڑے۔ نبجاسٌ سے جس کے معنیٰ کسی تنگ جگہ سے پانی کے بہہ نکلنے کے آتے ہیں فعل ماضی کا صیغہ (واحد مؤنث غائب) قواعد کے مطابق۔ ﴿مِنْهُ﴾ اس پتھر میں سے۔ ﴿اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا﴾ بارہ چشمے اسباط کے عدد کے موافق۔ ﴿قَدْ عَلِمَ﴾ تحقیق کہ جان لیا۔

﴿كُلُّ اُنَاسٍ﴾ سب آدمیوں نے (بارہ قبیلے کے) ہر سبط میں سے۔ ﴿مَّشْرَبَهُمْ﴾ اپنا اپنا مقام پانی پینے کا معلوم کر لیا اور ایک انعام یہ کہ ﴿وَظَلَّلْنَا﴾ اور سائبان کر دیا ہم نے۔ ﴿عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ﴾ اُن پر ابر کو کہ آفتاب کی تپش سے ایذا نہ پائیں۔ ﴿وَاَنْزَلْنَا﴾ اور اُتار دی ہم نے۔ ﴿عَلَيْهِمُ الْمَنَّ﴾ اُن پر ترنجبین ربیٹر کے مثل ایک میٹھی چیز۔ ﴿وَالسَّلْوٰى﴾ اور مُرغ طیار کے مشابہ اور کہا ہم نے۔ ﴿كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ کھاؤ پاکیزہ چیزوں میں سے وہ

Marfat.com

جو محض اپنی عنایت سے رزق دیا ہم نے تمہیں اور ذخیرہ نہ کر کر رکھنا، سو انہوں نے ہمارے حکم کے خلاف کیا اور من وسلویٰ میں سے ذخیرہ کر لیا اور وہ خراب ہو گیا۔ ﴿وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ﴾ اور جب کہا کہ اُن کو سکونت اختیار کرو اس شہر میں اریحا یا ایلیا میں (اس سے مُراد بیت المقدس کا شہر ہے) ﴿وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ﴾ اور کہو اے اللہ! درخواست ہماری حطہ ہے، ہماری توبہ ہے، بخش دے، ہمارے گناہ، لیکن اُنہوں نے حطہ کے بجائے حنطہ کہا یعنی گیہوں، یہ بھی از راہِ تمسخر اور بطورِ ہنسی تھا۔ ﴿نَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ﴾ تا کہ ہم بخش دیں تمہاری خطائیں رگناہ۔ ﴿فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ﴾ پھر بدل دیا ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا اپنے اوپر بنی اسرائیل میں سے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۵۸ تا ۱۶۲

آیت ۱۵۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب کی طرف سے اللہ کے رسول ہو کر جلوہ فگن ہوئے ہیں اس حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے جس کی بادشاہی زمین اور آسمانوں کی ہے، اللہ جلِ شانہٗ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں! اللہ ہی زندگی بخشتا ہے اور موت سے ہمکنار کرتا ہے تو اے لوگو! پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے نبی اُمّی رسول ﷺ پر جو ایمان رکھتا ہے اللہ اور اس کے احکامات اور کلمات پر اس "دعوت میں سب سے پہلا امر یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ ایمان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے کلمہ طیبہ پر منضبط کیا گیا"۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن از سید قطب شہیدؒ)

تا کہ تم راہِ حق وصداقت پر قائم اور دائم رہو، گویا نبی ﷺ کے دعوئے نبوت اور اُن کی دعوتِ حق وایمان کو کسی وہم، کسی گمان اور سیادت کی خواہش پر مبنی نہ جانو! نبی اکرم ﷺ خود اللہ پر، اُس کی نازل کردہ تعلیمات پر ایمان رکھتے ہوئے دعوت ایمان دے رہے ہیں یہ ختمِ نبوّت کا کمال، اعجازِ حسن ہے کہ اگر پہلے گزرے ہوئے انبیاء علیہم السلام بھی کائنات میں تشریف لائیں اُنہیں بھی آپ ﷺ کی اتباع کرنی ہوگی جیسا کہ حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ "حضرت موسیٰ علیہ السلام اگر آج بھی زندہ ہوتے تو میری اتباع کے علاوہ کوئی چارہ نہ پاتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ابھی آسمانوں پر تشریف رکھتے ہیں جب وہ دنیا میں آئیں گے تو باوجود کہ اپنی نبوّت پر برقرار رہیں گے، اتباعِ شریعت محمدی کا ہی کریں گے۔ (بحوالہ اسرار التنزیل از امیر محمد اکرم اعوان)

گویا اس آیت مبارکہ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا پیام رُشد وہدایت کا پیام ہے، ہدایت فلاح وصلاح کا ایک راستہ ہے جو کتابِ مبین باری تعالیٰ کی طرف سے نوید رُشد وہدایت ہے اس کی دل وجان سے اتباع عمل کی طرف مرکوز ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے انحراف کی جراٴت نہ کرو۔

آیت ۱۵۹ میں بیان ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی قوم میں ایک جماعت ایسے لوگوں کی بھی تھی جو حق کو اپنا کر راہنمائی کی طرف بلاتے اور اس کے مطابق حق وانصاف اپناتے: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بھی اچھے لوگ تھے ان میں ایک طبقہ ایسا تھا جو حق بات تسلیم کرتا اور عدل وانصاف سے کام لیتا تھا، اور خود نبی اکرم ﷺ کے دور میں ان میں بعض حق پرستوں نے دعوتِ اسلام کو قبول کیا، خاص کر وہ لوگ جو اپنے ہاں موجود توراۃ میں نبی اُمّی کے بارے میں لکھا ہوا پاتے تھے۔ اُن کے سرخیل آپ ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن سلام تھے یہ اس وقت کے یہودیوں کا مقابلہ ان پیش گوئیوں سے

Marfat.com

کرتے تھے جو نبی آخرالزماں کے بارے میں توراۃ میں موجود تھیں، نیز جو شریعت کے نصوص تھے وہ بھی اسلامی نظام کے قانون کے ساتھ ہم رنگ تھے''(بحوالہ فی ظلال القرآن از سید قطب شہیدؒ)

آیت ۱۶۰ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ یہ باری تعالیٰ کی خاص عنایتِ کرم تھی کہ جس کا سایۂ کرم حضرت موسیٰ علیہ السلام پر قائم اور دائم رہا بنی اسرائیل نے گوسالہ/بچھڑے کی عبادت کر کے کفر کیا اور اپنی خطا کا کفارہ ادا کرنے کے لئے معافی مانگی اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی خواہش طلب کا اظہار کیا اور زلزلے کے سبب اُن کی جان نکل گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گریہ زاری کے سبب دوبارہ اُن کو زندگی ملی، اسی طرح اُن کو بارہ گروہوں میں اُن کی شاخوں کے اعتبار سے منقسم کیا گیا اُن کے بارہ گروہ/جماعتیں تھیں اور ان کو ان بارہ فرقوں میں محض انتظام کے سبب پانی کی تقسیم کے لئے الگ الگ کیا گیا تا کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق پر دست درازی نہ کریں، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اُنہوں نے پانی مانگا تو وحی کے ذریعہ حکم صادر ہوا کہ فلاں چٹان پر اپنی لاٹھی مارو، پھر ہر گروہ نے اپنے پانی پینے کا موقع معلوم کرلیا، چونکہ صحرا کے اندر بہت تپش تھی ان پر بادلوں کا سایہ کیا گیا اور من وسلویٰ اُتارا گیا صحرا میں اُن کے لئے غذا کے فراہم ہونے کے باوجود اُنہوں نے اپنے آپ پر ظلم وکفر اور خود سزا اور عذاب کا مستحق ٹھہراتے رہے۔ یہ بات ذہن میں رکھئے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں بارہ فرزند میں بارہ سبط/قبیلے تشکیل پائے اور ہر قبیلے پر باری تعالیٰ نے ایک نقیب/نگراں مقرر کردیا۔''جس کی تمام تر وضاحت بائبل کی کتاب گنتی میں ملتی ہے''۔
(بحوالہ تفہیم القرآن جلد دوئم از سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

چنانچہ آیت ۱۲ سورۂ مائدہ پارہ ۶ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ میں ارشادِ ربّی ہے:

وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا اور ان میں سے بارہ نقیب/نگراں/سردار ہم نے مقرر کردیئے

''یہ اس وقت کا واقعہ ہے جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام جبابرہ سے قتال کے لئے تیار ہوئے تو اُنہوں نے اپنی قوم کے بارہ قبیلوں میں بارہ نقیب مقرر کئے تا کہ وہ جنگ کے لئے تیاری کریں اور اُن کی قیادت وراہنمائی کریں۔ (بحوالہ قرآنِ کریم تفسیر از مولانا صلاح الدین یوسف مطبوعہ شاہ فہد قرآنِ پرنٹنگ کمپلیکس)

آیت ۱۵۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ ان واقعات کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ جو تاریخ بنی اسرائیل سے عیاں ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ کے احسانات کا جواب یہ لوگ کیسی کیسی بے باک مجرمانہ طور پر دیتے ہیں اور پھر کس طرح مسلسل تباہی کی طرف مائل ہوتے رہے، اُن سے کہا گیا کہ اس بستی/شہر بیت المقدس میں سکونت اختیار کرو جو کچھ چاہو پاکیزہ چیزیں کھاؤ، توبہ اور استغفار اختیار کرتے ہوئے دروازے میں سرفگندہ/جھکتے ہوئے داخل ہونا تا کہ تمہاری خطاؤں کو بخش دیا جائے، نیک راہ اپنانے والوں پر اللہ تعالیٰ کا مزید فضل ہوگا۔

آیت ۱۶۲ میں بتایا جارہا ہے کہ جو لوگ ظلم اپنائے ہوئے تھے ان میں سے اُنہوں نے جو بات کہی تھی اس کو بدل ڈالا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان پر ایک آفت سماوی ظلم کی پاداش میں نازل ہوئی، بھلا اس حقیقت سے کیا انکار کہ رسومات اور بدعات کو اپنایا جائے تو عذابوں کا آنا یقینی ہوجاتا ہے، آج بھی اگر کوئی پناہ کا طلب گار ہے تو رسالت کا باب کھلا ہے، جو لوگ اتباعِ سنت کی پیروی کریں گے وہ فلاح وصلاح پائیں گے۔

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

اے حبیب (ﷺ)! ذرا اُن سے اِس بستی کا حال تو دریافت کیجئے! جو آباد تھی ساحلِ سمندر پر، جب وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے تجاوز کررہے تھے! جب ہفتہ کے روز اُن کی مچھلیاں پانی پر تیرتی اُن کے سامنے آتیں اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو وہ اُن کے پاس نہ آتیں، اسی طرح ہم اُن کی اسی طرح آزمائش کرتے، اس لئے کہ وہ نافرمانی کے مرتکب ہوئے۔ (۱۶۳)

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۗ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

اور جب کہا یوں اُن سے ایک جماعت رگروہ نے تم ایسے لوگوں رقوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو باری تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے تو انہوں نے جواباً کہا تا کہ ہم رب کے حضور معذرت پیش کرسکیں، اور اس لئے کہ شاید یہ ڈر جائیں (۱۶۴)

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَـِٔيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾

پس وہ اس کو بھول گئے! اُس نصیحت کو جو انہیں بتائی گئی تھی اور ہم نے نجات دی انہیں جو بُرائی کرنے سے منع کرتے تھے اور ظالموں کو اُن کے کرتوت کے سبب بُرے عذاب میں پکڑ لیا، اس لئے کہ وہ نافرمانی رب ے حکمی کیا کرتے تھے۔ (۱۶۵)

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿۱۶۶﴾

پھر جب اُنہوں نے راہِ سرکشی اختیار کی جس سے اُنہیں روکا گیا تو ہم نے اُن سے کہہ دیا کہ بندر ہوجاؤ تم ذلیل وخوار رراندے ہوئے ہو۔ (۱۶۶)

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ښ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾

اور جب آپ علیہ السلام کے رَبّ نے یہ بات بتادی کہ بنی اسرائیل ریہود پر ضرور قیامت تک کسی جابر کو مسلط کرتا رہے گا جو اُنہیں عذاب کا مزہ چکھائیں گے بلا شبہ آپ کا رَبّ جلد ہی عذاب دینے والا ہے، وہ مغفرت ربخشش کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔ (۱۶۷)

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۡ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾

اور اِن کی جماعتوں کو متفرق کرکے گروہ گروہ میں منقسم کردیا، ان میں کچھ نیک ہیں اور کچھ اس سے مختلف اور ہم نے اُن کی آزمائش اچھائیوں رخوبیوں میں کی، راحت اور تکلیفوں کے ساتھ، تاکہ وہ اللہ کی طرف رجوع کریں۔ (۱۶۸)

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ

پھر اُن کے بعد کچھ ایسے ناخلف آئے جو اُن کے جانشین روارث ہوئے جو کتاب الٰہی کے وارث ہوکر اس دنیا کا مال ومتاع سمیٹتے رہے

Marfat.com

وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

اور یہ بھی کہتے رہے کہ ہماری ضرور بخشش ہوجائے گی اور اگر دنیا کا مال واسباب آتا رہے تو اس کو بھی لے لیں گے کیا اُن سے کتاب میں اس بات کا عہدو پیمان نہیں لیا گیا تھا کہ اللہ کی طرف بجز حق کے اور کسی کی نسبت نہ کریں اور اُنہوں نے اس کتاب میں جو کچھ تھا اُس کو پڑھ لیا اور آخرت کا گھر اُنہی لوگوں کے لئے اچھا ہے جو پرہیز گار ہیں پھر کیا تم کو عقل نہیں آئے گی۔ (۱۶۹)

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾

اور جو لوگ کتاب کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں اور اُنہوں نے نماز کا اہتمام اور انصرام کیا ہم ایسے لوگوں کا جو اپنی اصلاح کریں اجر ضائع نہیں کریں گے۔ (۱۷۰)

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

اور کیا اُنہیں وہ وقت یاد ہے کہ ہم نے اُن پر بھی (قوم موسیٰ علیہ السلام پر) پہاڑ کو اُٹھایا کہ اُن پر گویا وہ سائبان ہے انہیں تو یہ گمان تھا وہ اُن پر گر پڑے گا! اور کہا جو کتاب ہم نے تم کو عطا کی ہے اسے پوری قوت، مضبوطی سے پکڑے رہو اور یاد رکھو جو احکام اس میں ہیں اس سے توقع رکھو کہ تم پرہیز گار بن جاؤ گے۔ (۱۷۱)

الفاظ ومعانی آیت ۱۶۳ تا ۱۷۱

﴿وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ﴾ اے حبیب ﷺ! آپ پوچھئے یہود سے دیہ کی خبر اور یہ تھا نزدیک دریائے شور کہ جس میں یہود رہتے تھے "جن کو ہفتہ کے دن شکار کرنا ممنوع تھا"۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ)

علماء کی اس میں مختلف آراء ہیں وہ بستی کون سی تھی امام زہریؒ نے اس کا نام طبریہ (مدین اور طور کے درمیان دریائے طور کے کنارے) کہا ہے۔ قتادہؒ نے اس کا نام مقفاء بتایا ہے۔

اِس بستی کے لوگ شریعت تورات پر عمل کرتے تھے، لیکن زیادہ صحیح قول وہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ اور سدیؒ سے مروی ہے کہ یہ ایلہ کا شہر تھا جو عقبہ کے نام سے مشہور ہے یہ شہر بحر قلزم کی اس آبنائے کے سرے پر واقع ہے جو دور تک خشکی میں چلی گئی ہے۔ (بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوئم از محمد کرم شاہ الازہری)

﴿اِذْ يَعْدُوْنَ﴾ جبکہ گزر گئے اللہ تعالیٰ کی حد اور حکموں سے اور تجاوز کر گئے اس تعظیم سے جس کا حکم انہیں تھا۔ عُدْوَان مصدر سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

﴿فِي السَّبْتِ﴾ ہفتہ کے دن کہ وہ مچھلی کا شکار نہ کریں اور انہوں نے اس کے خلاف کیا۔ ﴿اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا﴾ جب آئیں اُن کے پاس مچھلیاں ہفتہ / سنیچر کے دن حیتان، حوت سے مچھلی کی جمع شرعا شارع کی

جمع مفہوم ہے اوپر اُبھر اُبھر کر آنے والیاں۔ ﴿وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ﴾ اور جس دن نہ ہوتا ہفتہ سَبْتٌ ہفتہ یسبتون فعل مضارع منفی جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق اول معنی کے اعتبار سے مصدر ہے دوسرے معنی کے اعتبار سے اسم ہے السبت سنیچر کا دن یہ ایک مشہور دن اس میں اللہ نے پیدائش کی ابتداء کی اور زمین بھی اسی دن تمام ہوئی۔ بنی اسرائیل کو اس دن کام کاج چھوڑنے کا حکم تھا گیتی کائنات میں پیدائش آفرینش کا آغاز اس روز ہوا اور جمعۃ المبارک تک یہ سلسلہ برقرار رہا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا یہود کے لئے یوم شنبہ / سنیچر کا دن اور نصاریٰ کے لئے اتوار کا دن اس کے بعد باری تعالیٰ نے ہمیں لایا تو ہم کو جمعۃ المبارک کے دن نوید ہدایت کی گئی اس طرح وہ ہم سے قبل آئے اور یومِ قیامت وہ ہم سے پیچھے۔ ہم دنیا والوں میں اخیر والے ہیں اور قیامت کو پہلے اور خلائق سے پہلے ہمارا فیصلہ صادر ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ تھام کر فرمایا" اللہ جلِ شانہٗ نے مٹی کو شنبہ کے دن پیدا کیا اور پہاڑوں کو یک شنبہ کے روز، دوشنبہ کے روز درختوں کو اور مکروہ یعنی ناپسند امور کو سہ شنبہ / منگل کو اور خلق کو بدھ / چہار شنبہ کے روز خلق فرمایا اور پنجشبہ / جمعرات کے دن جانوروں کو منتشر کیا اور جمعہ کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی جو آخری مخلوق ہے اور جمعۃ المبارک کی آخری گھڑی / ساعت میں عصر سے لے کر رات کے مابین اُن کی تخلیق عمل میں لائی گئی" (بحوالہ صحیح مسلم شریف، مسند احمد بن حنبل اور نسائی)

﴿لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا﴾ کیوں نصیحت کرتے ہو ایسی قوم کو! تَعِظُوْنَ / تم نصیحت کرتے ہو وَعْظٌ سے فعل مضارع کا صیغہ (جمع مذکر حاضر) قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ﴾ اُن کو جنہوں نے ظلم کیا عذاب میں سخت، بَئِیْسٍ سخت بُرا بہت ہی خراب، اسم صفت مشبہ کا صیغہ ہے قواعد کے مطابق۔ ﴿فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا﴾ پھر جب سرکشی کی اس سے کہ، عَتَوْا کے معنی ہیں جو باری تعالیٰ کی نافرمانی میں حد سے بڑھ گئے۔ ﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ﴾ اُس وقت کو یاد کرو جب آپ کے رَبّ نے ان یہودیوں کو خوب اچھی طرح جتلا دیا با خبر کر دیا تھا، تَـــاَذَّنَ خبر کر دینا بمعنی اِعْلَام سے باب تفعل ہے یہ تَاَذَّنَ سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر قواعد کے مطابق۔

﴿يَبْعَثَنَّ﴾ وہ ضرور ہی بھیجے گا مضارع واحد مذکر غائب۔ ﴿وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا﴾ اور ہم نے اُن کو مختلف / جمعیت / گروہ میں بانٹ دیا اور ان کا شیرازہ بکھیر دیا گیا اور بنی اسرائیل کی قومی وحدت باقی / برقرار نہ رہی۔

﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ﴾ پھر اس کے بعد لوگ جانشین بنے، خَلَفَ پیچھے آیا، خَلَافَۃٌ سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وَرِثُوْا انہوں نے مناسبت کے طور پر کتاب حاصل کی وِرَاثَۃٌ اور مِیْرَاثٌ سے فعل مصدر ماضی جمع مذکر غائب، "یہود کی قومی سیرت کا ایک اور داغدار پہلو نمایاں کیا جا رہا ہے یعنی وہ مال و دولت جمع کرنے میں اتنے حریص تھے کہ وہ رشوت لے کر اللہ کے صریح اور واضح احکام میں رَدّ و بدل کر دیتے اور تورات کی آیات میں کُھلم کُھلا تحریف کر دیتے"

(بحوالہ ماخوذ از ضیاء القرآن جلد دوم از محمد کرم شاہ الازہری)

﴿عَرَضٌ﴾ سامان مراد مال و متاع جو زندگی کی ضرورت ہے عَـــرُوْضٌ سے جمع کا صیغہ قواعد کے مطابق اسم ہے۔ ﴿مِيْثَاقُ الْكِتٰبِ﴾ کتاب میں لکھی ہوئی ہدایات۔ میثاق ایسا حکم جس کے ماننے کا اور سننے والا اقرار کرے۔ ﴿وَدَرَسُوْا

Marfat.com

مَافِيْهِ﴾ انہوں نے پڑھ لیا جو اس میں تھا فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔
﴿يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ﴾ وہ پابند ہیں کتاب کے، تَمْسِيْكٌ سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ﴿نَتَقْنَا﴾ نَتْقٌ مصدر، ہم نے معلق کر دیا ماضی جمع متکلم۔ ﴿ظَنُّوْا﴾ انہوں نے گمان کیا ظَنٌّ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۶۳ تا ۱۷۱

آیت ۱۶۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ آپ ذرا اس بستی کا حال پوچھ کر دیکھیں جو دریا کے کنارے پر تھی بنی اسرائیل کا حال تو یہ تھا کہ سچائی کے ساتھ احکامِ دین پر عمل پیرا نہیں ہوتے، یہود کی شریعت میں سبت / ہفتہ کے روز سیر و شکار اور مچھلی کے شکار کی ممانعت تھی لیکن ان میں سے ایک گروہ نے ایک حیلہ تلاش کر کے حکم سے تجاوز کیا اور گڑھے کھود دیئے اور گڑھے کے اندر مچھلیاں پکڑ لیتے اور پھر یہ کہنا ہوتا کہ مچھلیاں خود بخود آئی ہیں ہم نے نہیں پکڑی ہیں گویا یہ ان کا امتحان تھا لیکن وہ اس امتحان میں ناکام ہو گئے اور باری تعالیٰ نے ان پر لعنت کر دی۔

آیت ۱۶۴ میں بتایا جا رہا ہے کہ ان میں ایک جمعیت کا تو کہنا تھا کہ تم ان لوگوں کو کیوں پند و نصیحت کرتے ہو جن کو باری تعالیٰ سخت ترین عذاب میں مُبتلا کرنے والا ہے یا اُنہیں موت کی آغوش میں جانا ہے اُنہوں نے کہا کہ ہماری جانب سے عذر بن سکے تا کہ یہ اللہ کے عذاب سے محفوظ ہو جائیں ایک بات تو یہ ہے کہ ہفتے کے دن مچھلیوں کے شکار نہ کرنے کے بارے میں ایلہ کی آبادی تین مختلف جماعتوں میں منقسم تھی ایک جماعت تو وہ تھی جو اس کھلی ہوئی نافرمانی کی مرتکب تھی۔ دوسری جمعیت وہ تھی جو خود تو شکار کا ارتکاب نہیں کرتی تھی مگر شکار کرنے والوں کو اس حکم عدولی سے منع بھی نہ کرتی تیسرا گروہ وہ تھا جو فریضہ تبلیغ کی ادائیگی میں مصروفِ عمل تھا۔

آیت ۱۶۵ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ جب انہوں نے فراموش کر دی وہ بات جس کی تلقین کی گئی تھی تو ہم نے نجات دی اُن لوگوں کو جو بُرائی سے روکنے والے تھے، گویا ناصحین کو بچا لیا گیا اور ظالم لوگوں کو سخت عذاب میں گرفتار کر لیا گیا "صرف ظالم پکڑے گئے یہ ہی عکرمہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اُن کے فہم کی داد دی" (بحوالہ تفسیر عثمانی از مولانا شبیر احمد عثمانیؒ) یہ بات قابل ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ لوگ بری نہیں ہوں گے جو خود اگرچہ بُرائی میں مُبتلا نہ ہوں لیکن دوسروں کے خیر و شر سے بے تعلق ہو کر زندگی گذاریں۔ (ماخوذ تفسیر تدبر القرآن از امین احسن اصلاحیؒ)

آیت ۱۶۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب وہ حد سے زیادہ سرکشی اختیار کرنے لگے، باوجود منع کرنے کے تم باز نہ آئے تو سزا بھی اعمال کے مطابق ہوتی ہے ہم نے فرمادیا تم ذلیل ہو؟ بندر بن جاؤ! حضرت شاہ ولی اللہؒ کا کہنا ہے کہ "منع کرنے والوں نے شکار والوں سے ملنا چھوڑ دیا اور درمیان میں دیوار اُٹھائی ایک دن صبح کو اُٹھے تو دوسروں کی آواز نہ سنی، دیوار سے دیکھا تو ہر گھر میں بندر تھے"۔

آیت ۱۶۷ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ باری تعالیٰ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یوم قیامت تک یہود پر اگر وہ احکام تورات پر عمل کرنا چھوڑ دیں تو اُن پر وقتاً فوقتاً ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو اُن کو بُرے عذاب میں گرفتارِ بلا رکھیں گے۔

کون نہیں جانتا کہ باری تعالیٰ کے اس فیصلے کی عملی تصدیق کے لئے تاریخ کے صفحات شاہد ہیں قومِ یہود کبھی یونانی اور کلدانی بادشاہت کے زیرِ حکومت رہی کبھی ''بخت نصر'' اور ٹیٹس سے لے کر ہٹلر کے دور تک ہر زمانے میں تاریخ میں اہل یہود کی ذِلت وبربادی کی لرزہ خیز کہانیاں پڑھنے کو ملتی ہیں البتہ درمیان میں جو مُہلت کی گھڑیاں آئی ہیں وہ بھی کسی تازہ مصیبت وآلام کا پیش خیمہ ثابت ہوئی ہیں۔

آیت ۱۶۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ اُن کو زمین میں گروہ در گروہ بکھیر دیا، ان میں کچھ نیک بھی ہیں اور کچھ اس سے ذرا مختلف بھی، ہم نے ان کی بھلائیوں کے سبب نعمت اور راحت دی اور بُرائیوں کے سبب شدت وتکلیف سے آزمایا، گویا یہ ایک لطیف اشارہ ہے اس حقیقت کی جانب کہ بنی اسرائیل کو منتشر کر کے گیتی کائنات کے مختلف حصّوں میں اُن کو پراگندہ کر دیا۔ یہ علامت پراگندگی اُن کی ایک قومی وصف کی صورت میں آج بھی مشہور ہے۔ گویا یہ کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ''کیونکہ گاہے حسنات سے ترغیب ہوجاتی ہے اور گاہے سیّئات سے ترہیب ہوجاتی ہے''۔ (بحوالہ بیان القرآن از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

آیت ۱۶۹ میں بتایا جارہا ہے کہ پہلے تو صالحین بھی تھے اس کے بعد ایسے ناخلف جانشین وارد ہوئے جو وارث وعامل بنے کتاب توراۃ کے، گویا کہ کتاب الٰہی کے وارث ہونے کے دعوے دار بھی ہیں اور دُنیا کا تھوڑا سا مال ومتاع لے کر اس کی آیات میں تحریف وکتمان کے مرتکب ہوئے اور پست ہمتی کی یہ کیفیت کہ جو حرام لقمہ بھی ملتا دکھائی دیتا اس کو چھوڑنے کا ارادہ ترک نہیں کرتے اور اگر کوئی خلش ضمیر میں اُجاگر ہوتی تو اس جھوٹی امید سے قلب ونظر کو بہلا لیتے کہ باری تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے طفیل ہمیں معاف کر دے گا۔ حالانکہ ان کو اللہ تعالیٰ کے جلال وجبروت کا علم بھی تھا لیکن اپنی خواہش نفس کے پیچھے لگ کر انہوں نے ہر امر کو بُھلا دیا، گو کہ انہوں نے اچھی طرح پڑھا تھا کہ آخرت بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو راہ تقویٰ اختیار کریں۔

آیت ۱۷۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ جو لوگ کتابِ الٰہی کو مضبوطی سے تھام کر عمل پیرا ہوتے ہی، نماز کا اہتمام اور انصرام کرتے ہیں تو ایسے صالح لوگوں کا اجر ضائع نہیں جاتا۔ یہ اِن لوگوں کو بتایا جارہا ہے جن سے عہد کے دوران، اقرارِ وفا لیا گیا کہ وہ اللہ کی کتاب کے احکام پر مکمل طور پر عمل کرنے کی سعی کریں گے، باوجود اقرارِ عہد کے اُنہوں نے پابندی عمل سے انکار کیا اور اپنے نظریۂ عمل کو نافذ کرنے سے قاصر رہے اللہ تعالیٰ کی کتاب پر دِل وجان سے عمل اختیار کرنا، نماز اور دیگر مَراسم عبودیّت پر قائم رہنا ''یہ اسلامی نظامِ حیات کے دو اہم پہلو ہیں''۔ (بحوالہ تفسیر فی ظلال القرآن از قطب شہیدؒ) اسلامی معاشرے کے لیے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت دل وجان سے کی جائے تاکہ دِلوں میں تقویٰ پیدا ہوجائے۔

آیت ۱۷۱ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ اس کے باوجود ہم نے اُن پر سائبان بنا کر اقرار عہد لیا تھا کہ اس کتاب کو مضبوطی سے تھام کر اس کے مطابق عمل کرو تا کہ تم بُرائیوں سے نجات پاؤ۔ اب اس امر کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر پوری توجہ اور طمانیت قلب کے ساتھ عمل کیا جائے تاکہ ہمارے دلوں میں تقویٰ کا وصف غالب آجائے۔

Marfat.com

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ (۱۷۲)

اے حبیب (ﷺ)! اور یاد کیجئے جب آپ کے رَبّ نے بنی آدم کی پشت سے اُن کی نسل نکالی، اُن سے اُن کے بارے میں ہی اقرار لیا گیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں! جواب میں سب نے کہا کیوں نہیں؟ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ ہی ہمارے رَبّ ہیں! یہ اس لئے ہوا کہ تم اب روزِ محشر یہ نہ کہہ سکو کہ ہم کو اس کی خبر نہ تھی۔ (۱۷۲)

اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ (۱۷۳)

یا یہ نہ کہنے لگو کہ شرک کا آغاز تو ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا تھا ہم اُن کی نسل سے بعد میں آئے، سو کیا آپ باطل پرستوں کے فعل پر ہم کو ہلاکت میں ڈال دیں گے۔ (۱۷۳)

وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ (۱۷۴)

اور اسی لئے ہم آیت صاف صاف بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غلط راستے / کُفر سے باز آجائیں۔ (۱۷۴)

وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ (۱۷۵)

اور اے محبوب (ﷺ)! اُن کو (اُس شخص کو) اس کا حال پڑھ کر سنایئے جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم دیا، وہ ان آیتوں سے کترا کر نکل بھاگا! تب اس کے پیچھے لگ گیا شیطان! سو وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہوگیا۔ (۱۷۵)

وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ یَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ (۱۷۶)

اور اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیات کے باعث اس کا مرتبہ بلند کردیتے لیکن وہ تو دنیا کی خاطر مائل ہوگیا / اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کی حالت کُتّے کی سی ہوگئی، اگر حملہ کیا جائے تو بھی زبان لٹکائے ہوئے ہانپے اور اگر چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے ہوئے ہانپتا رہے گا اسی ہی حالت / مثال اُن لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، آپ یہ حکایات اُن کو سناتے رہیے تاکہ وہ لوگ کچھ غور و فکر تو کریں۔ (۱۷۶)

الفاظ و معانی آیت ۱۷۳ تا ۱۷۶

﴿وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ﴾ اور جب باری تعالیٰ نے نکالا بنی آدم کی پیٹھوں سے اُن کی اولاد کو اور گواہ کردیا اُنہیں اُن کی ذاتوں پر، اور اُن کو عقلِ سلیم کی سمجھ دے کر ان ہی سے اُن کے بارے میں اقرار لیا۔ ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ کیا میں نہیں ہوں تمہارا پروردگار" ان آیتوں میں اولادِ آدم کے لئے لفظ ذُرّیّت استعمال فرمایا ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ)

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے یہ لفظ اصل لفظ ذرہ سے مشتق ہے جو پیدا کرنے کے معنیٰ میں آتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ سب کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ رپشت سے نکالنے کا مفہوم بھی یہی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے ان کی اولاد کو پھر اس سے ان کی نسل راولاد سے ترتیب وار پیدا کیا گیا ہے" علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کو "قرآن کی مشکل آیات میں شمار کیا ہے" (بحوالہ ضیاء القرآن از محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ) علامہ بیضاوی اس آیت کی تشریح کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کی واضح دلیل اُن کے لئے قائم کردی اور اولادِ آدم کو اتنی سمجھ عطا کردی کہ ان دلائل کی روشنی میں وہ اللہ کی الوہیت کا اقرار کریں"۔ ﴿قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا﴾ اس نے اقرار کرلیا۔ اَشْهَدَ، اَشْهَادٌ سے فعل ماضی کا صیغہ قواعد کے مطابق۔

مسلم بن یسار نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے اس آیت کا مطلب دریافت کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تو باری تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت اُن کی پشت پر پھیرا تو آپ کی ہونے والی تمام اولاد کا ظہور ہوا۔ (بحوالہ امام مالک، ابوداؤد، ترمذی شریف اور امام احمد)

﴿اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ﴾ تاکہ بے خبر یہ نہ کہیں کہ شرک تو صرف ہمارے آباؤ اجداد نے کیا تھا، شرک اور رسمِ بُت پرستی تو ہمارے بزرگوں نے اپنائی تھی اُن کے جُرم کی سزا ہمیں کس لئے دی جارہی ہے۔ باری تعالیٰ نے بتادیا کہ دوسروں کے فعل کی سزا کسی دوسرے کو نہیں دی جاتی، بلکہ یہ سزا تو خود تمہاری لاپرواہی اور غفلت کا نتیجہ ہے۔ ﴿وَكَذٰلِكَ﴾ اور جس طرح ہم نے بیان کیا عہد کا حال اسی طرح۔ ﴿نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ﴾ تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور عیاں کرتے ہیں اپنی قدرت کاملہ کی نشانیاں تاکہ وہ اس پر غور و فکر کریں۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ تاکہ وہ رجوع کریں تاکہ وہ آجائیں تقلید سے تحقیق کی جانب، تساہل اور کجروی اور کُفر سے اجتناب کریں۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ یہ آیات اور ہدایات اس لئے نازل ہوئیں کہ انسان راہِ فطرت پر گامزن ہوجائے اور ادراک عمل کی اس صلاحیت کو بروئے کار لائے جو اس کی فطرت کے اندر موجود ہے۔ ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ﴾ اے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان لوگوں کو عبرت کے لئے اس شخص کا حال پڑھ کر سنادیجئے جس کو ہم نے اپنی آیتوں کا علم دیا، یعنی جو کُتبِ سماوی ہم نے نازل کی اُن کا علم دیا ان میں ایک شخص اُمیہ بن صلت تھا وہ ان آسمانی کتابوں کو پڑھتا تھا اور اس بات سے باخبر ہوا کہ اس زمانے میں ایک رسول کو مبعوث ہونا ہے اس کا گمان تھا کہ وہ رسول میں ہی ہوں، جب رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اُمیہ حسد کی راہ اختیار کرکے کافر ہوگیا اور وہ آیات جو اس کے زیرِ مطالعہ تھیں کنارے رکھ دیں، چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ﴾ پس ہم نے اپنی آیات اور ان کا علم اور معرفت اس شخص کو دی لیکن وہ کُفر اور عناد کے سبب اس سے نکل گیا جس طرح سانپ کینچلی سے نکل آتا ہے انسلاخ کا لفظ درحقیقت جانور کے کھال کے اندر سے نکل جانے کے لئے بولا جاتا ہے انسلاخ سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ پھر پیچھے پڑا ان کے شیطان۔ ﴿فَكَانَ﴾ پھر ہوگیا وہ آیتیں جاننے والا۔ ﴿مِنَ الْغٰوِيْنَ﴾ گمراہوں میں۔ غاوین کج رو، اس سے مُراد بتوں کا پجاری، اسم فاعل ہے جمع مذکر، غَاوٍ بمعنی گمراہ واحد ہے۔ یعنی مفسرین کا کہنا ہے کہ وہ شخص ابو عامر راہب تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا

Marfat.com

لقب فاسق رکھا تھا، مسجد ضرار بنانے میں وہ ساعی رمعاون (کوشش کرنے والا) تھا رسول اللہ ﷺ کی صفات کُتب سماوی میں دیکھی تو آپ ﷺ کو پہچان کر ایمان لے آیا پھر انکار ہو کر کافر ہو گیا۔ یہ بات عام طور پر مشہور ہے کہ وہ بلعم باعورا تھا جو کنعان کا رہنے والا تھا، ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل میں سے تھا۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے اُس نے پڑھے تھے اور اسم اعظم سے واقف تھا، جس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے لشکر کے ساتھ اہلِ کنعان اور متکبروں کی ولایت کی طرف پھرے تو ان لوگوں نے بلعم بن باعورہ کی جانب رجوع کیا اس لئے کہ وہ مستجاب الداعوت تھا، لوگوں نے درخواست کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے حق میں بددعا کی جائے تو اس نے انکار کیا، پھر اپنی بیوی کے بہکانے میں آکر اس قوم سے رشوت طلب کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کے لئے بددعا کی، حق سبحانہٗ نے اسے اسم اعظم بھلا دیا اور وہ بے ایمان ہو گیا۔ ﴿وَلَوْشِئْنَا﴾ اور اگر چاہتے ہم تو۔ ﴿لَرَفَعْنٰهُ بِهَا﴾ البتہ بلند کر دیتے اپنی آیتوں کے سبب نیک لوگوں کے مقامات، لیکن وہ تو دنیائے رنگ و بُو کی لذت میں کھو گیا اور نفسانی خواہشات کی طرف مائل ہو گیا۔ ﴿وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ﴾ وہ پست ہمتی کے سبب جھک گیا۔ ﴿اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ﴾ اور اپنی خواہش کی پیروی کی۔ اَخْلَدَ، اِخْلَاد سے مشتق ہے فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے جس کا مفہوم ہے کسی شئے کی طرف میلان ہے۔ ﴿اِلَى الْاَرْضِ﴾ زمین کی طرف۔ دنیا کی جس قدر اشیاء ہیں وہ سب خود زمین کے متعلق ہیں، جیسے جائیداد، زراعت، کھیتی باڑی وغیرہ یا زمین سے پیدائش والی ہیں جن کا انسانی حیات میں عیش نشاط کا مدار ہے اس لئے لفظ ارض کہہ کر ''اس جگہ پوری زمین مُراد لی گئی ہے''۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ)

﴿فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ﴾ پس کیفیت اس کی ذلت اور خرابی میں مانند کُتّے کے ہے اس کے ذلیل اور خراب احوال میں۔ ﴿اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ﴾ اگر تو حملہ کرتا ہے اس پر وہ تب بھی ہانپے۔ ﴿يَلْهَثْ﴾ تو وہ زبان نکالتا ہے۔ ﴿اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ﴾ تَتْرُكْهُ تو اس کو چھوڑ دے تَتْرُكْ فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے یا اگر تو چھوڑ دے اُسے تو بھی زبان نکالتا ہے لفظ لھث کے اصل معنیٰ یہ ہیں کہ زبان نکال کر سختی کے ساتھ سانس لی جائے، جانوروں میں کُتا ایسا جانور ہے جس کو اپنے عمل تنفس میں زبان نکال کر زور لگانا پڑتا ہے۔ قرآنِ مجید میں اس شخص کی کُتّے سے تمثیل اس لئے دی ہے کہ وہ اللہ کے حکم کو نہیں مانا، اس لئے سزا ملی کہ زبان منہ سے نکل کر سینہ پر لٹک گئی تھی۔ ﴿ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ﴾ یہ مثال جو کہی گئی اُن لوگوں کے لئے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ ﴿كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ جھوٹ جانتے ہیں ہماری آیتوں کو، یہ گروہ مکہ کے کافر ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اہلِ مکّہ کی ہمیشہ یہ تمنّا رہی کہ اُن کے پاس کوئی ہادی آئے جو اللہ کی اطاعت کی طرف اُنہیں راغب کرے۔ ﴿فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ اے حبیب (ﷺ)! آپ اس شخص کا قصہ ان لوگوں کو سنا دیجئے، بعضوں نے کہا کہ اس سے مُراد قوم یہود ہیں، اُنہوں نے توریت کی آیتوں کی تکذیب کی تاکہ وہ غور و فکر کریں اور نصیحت مانیں اور اس واقعہ سے درسِ عبرت سیکھیں۔

Marfat.com

تشریح و توضیحات آیت ۱۷۲ تا ۱۷۶

آیت ۱۷۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب باری تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی ذرّیت کو نکال کر قیامت تک پیدا ہونے والی اولادِ آدم کو یکجا جمع فرمادیا اور اُن سے کہا کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو سب نے یک زبان ہو کر شہادت دیتے ہوئے کہا کہ ہم اقرار کرتے ہیں تو ہی ہمارا ربّ ہے گویا یہاں صرف اپنی الوہیّت کا اقرار نہیں بلکہ ربوبیت کا بھی اقرار لیا گیا ہے یہ بات حقیقت ہے کہ انسان جب حق سبحانہٗ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے اُمید باندھ لیتا ہے تو اللہ کی اطاعت ترک کر کے اس کی غلامی اختیار کرتا ہے لیکن اس کو اس بات کا یقینِ محکم ہو جائے کہ میرا ربِّ جلیل ایک ہے اور وہی میری تمام ضرورتوں کو پوری کرنے والا ہے تو پھر نافرمانی کی طرف مائل نہیں ہوتا اور اگر خطا سرزد ہو جائے تو توبہ کرتا ہے اور بخشش کا طلب گار رہتا ہے اس گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر انسان سے دنیا میں آنے سے پہلے یہ میثاق / عہد لیا گیا کہ ان کا ربّ صرف ایک ہے اور دین توحید ہی درحقیقت انسانیت کا دین ہے شرک بعد میں باطل پرست لوگوں نے شیطان کے فریب میں مبتلا ہو کر اپنایا، ورنہ انسانی فطرت کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہ توحید پر قائم و دائم رہے، لوگوں کو یہ بات اس لئے یاد دلائی گئی کہ روزِ محشر وہ اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم کو اس بات کی خبر ہی نہ تھی۔

آیت ۱۷۳ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ اب اس عذر کی قطعی کوئی گنجائش نہیں رہی کہ ہمارے اسلاف نے پہلے سے شرک کیا، ہم اُن کے بعد آئے اور ان اپنے آباؤ اجداد کی رسم اپنائی تو کیا ہم کو اب ان باطل پرستوں کے عمل کی پاداش میں ہلاکت میں ڈال دیا جائے گا! یہ بات تو واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیّت کا عقیدہ انسان کی سرشت میں شامل ہے یہ میثاقِ فطرت کا حوالہ ہے، انسان کی فطری صلاحیت اس بات کی غماز ہے کہ انسان کی فطرت میں اقرار صرف وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت اور ربوبیّت کا ہے اس کو یُوں سمجھا جائے کہ میثاقِ خاص کے بعد اب ''میثاقِ عام'' کا تذکرہ ہے۔ تمام اعمال، عقائد اور ادیانِ سماوی کا اساسی عمل یہ ہے کہ اللہ کی ذات اور ربوبیّت عام پر اعتقاد اور یقین رکھے، دراصل اعتقاد جب تک کامل نہ ہو مذہبی رجحان عمل میں عقل، دانش اور فکر و عمل کی راہنمائی نہ ملے انبیاء اور مُرسلینؑ کی ہدایت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی ''بہر حال ابتدائے آفرینش سے آج تک ہر درجہ طبقہ کے انسانوں کا خدا کی ربوبیت الکبریٰ پر عام اتفاق و اجماع اس کی زبردست دلیل ہے''۔ (بحوالہ تفسیر عثمانی از مولانا شبیر احمد عثمانیؒ)

جہاں تک توحید کی بات ہے یہ کسی دلیل کی محتاج نہیں یومِ قیامت ہر شخص سے اسی فطری اقرار کے سبب مُواخذہ ہوگا ''اسی باطنی شہادت سے انحراف کے لئے خارجی اثرات کا عذر اللہ کے ہاں قابلِ قبول نہ ہوگا''۔ (بحوالہ تفسیر تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

آیت ۱۷۴ میں بیان ہے کہ گذشتہ صداقت کی علامات، واقعات اور نشانیاں اس لئے بتائی جا رہی ہیں کہ یہ لوگ حق کی طرف اپنے آپ رجوع کریں یہ آیت اور ہدایات اس لئے اُتاری گئیں تاکہ انسان راہِ فطرت پر گامزن ہو سکے اور فطری صلاحیت جو اس میں پائی جاتی ہے اس کو بروئے کار لائے، باری تعالیٰ نے اپنی آیات اور دلائل پیش کر دیے ہیں تاکہ

Marfat.com

بنی نوع انسان اپنی فکر و نظر کی گہرائی اور گیرائی سے اس پر غور کرے لیکن وہ اس سے اپنا دامن بچا کر نکل بھاگا اور اپنی نفسانی خواہش کے ماتحت ہو گیا اور اس نے اللہ سے کئے ہوئے ''عہدِ میثاق'' کو مضبوطی سے نہ پکڑا گویا شیطان اُس پر غالب آ گیا اور وہ اللہ کی ہدایت سے بے نیاز ہو کر بے قرار اور گمراہ ہو کر تاریکی ظلمت میں بھٹکتا اور بھاگتا رہا۔

آیت ۱۷۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ لوگوں کو عرب کے صاحبِ فہم و ذکاء کا واقعہ سنایا جائے کہ جس کو باری تعالیٰ نے دلائل حق کی حکمت اور سمجھ عطا کی تھی اور وہ نفس کی خواہش میں مُبتلا ہو گیا اور ان آیات کی اس نے قدر نہ کی اور یہ خلعت شیطان کی پیروی اختیار کرنے کی وجہ سے چھین لی گئی اور محرومِ حق اور گمراہ ہو گیا۔ حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ جس کو اللہ نے اپنی کتاب یعنی قرآنِ حکیم کا علم عطا کیا پھر اُس نے دوسرے علوم کو قرآن پر ترجیح دی گویا یہ باری تعالیٰ کی نعمت عظیم کی بڑی ناقدری کا مرتکب ہوا۔

آیت ۱۷۶ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ کسی کو اپنے زہد اور عالم ہونے پر نازاں نہیں ہونا چاہئے علمِ دین ایک نعمت ہے اور احکامِ حق کی تعمیل اور تکمیل کی برکت سے بلند سے بلند رُتبے عطا ہوتے ہیں لیکن اگر کوئی طمع اور لالچ میں گرفتار ہو کر شیطان کی پیروی اختیار کرے اور خواہشاتِ نفس کا اسیر ہو جائے اور کج روی اور گمراہوں کی قطار میں شامل ہو جائے تو اُسے بلعم بن باعورہ کی طرح تباہ ہونے میں کچھ دیر نہیں لگتی وہ اس قدر رُسوا ہوا کہ اس کی مثال کُتے کی سی ہو گئی، جس کی زبان باہر لٹکی رہتی ہے اور ہر وقت ہانپتا رہتا ہے کُتے کی تو یہ خصلت ہوتی ہے کہ ہر وقت زبان باہر لٹکا کے زور زور سے سانس لے رہا ہوتا ہے خواہ اس پر بوجھ لاد دیا جائے یا کچھ نہ کہا جائے اور اس کو آزاد چھوڑ دیا جائے۔ جس خبر سے قرآن ہمیں باخبر کر رہا ہے یہی دورِ جدید کے ترقی پسند لوگوں پر صادق آتی ہے جس کسی کو اللہ نے علم دیا، ہدایت کی راہ بتائی لیکن اس حکمت و دانائی کے تقاضوں پر عمل پیرا نہ ہوئے، ایمان کی راہ اختیار نہ کی اور شیطان کے عمل کے تابع ہوئے ان کی مثال ''اس باؤلے کُتے کی طرح ہے جو زبان لٹکائے پھرتا رہے گا''۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن از سید قطب شہیدؒ)

یہ درسِ عبرت ہے جو لوگ احکاماتِ باری تعالیٰ کی مخالفت میں گرفتار ہوتے ہیں وہ شیطان کی پیروی اختیار کر کے گمراہی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

آیت ۱۷۲ تا ۱۷۶ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

آیاتِ زیرِ مطالعہ کی روشنی میں یہ بات تو کہی جا سکتی ہے کہ دینی شعور کی صلاحیت تو ازل سے ہی انسان کو ودیعت کر دی گئی عالمِ ارواح کو معرضِ وجود میں لا کر یونہی نہیں چھوڑ دیا گیا حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے پھر اُن کی اولاد در اولاد حتیٰ کہ قیامت تک آنے والی اولادِ آدم کو نکال کر یکجا جمع کر دیا پھر اُن کو خود اُن پر شاہد ٹھہرایا اور دریافت کیا گیا، کیا میں تمہارا رب نہیں! سب نے ربوبیت کا اقرار کیا، یہ عہد فطرت کا تقاضا ہے کہ انسان کی فطرت میں اقرار صرف اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کا ہے اس بات پر مشرک اور موحد سب متفق ہیں توحید کسی دلیل کی محتاج نہیں ''روزِ قیامت مواخذہ ہر شخص سے اسی فطری اقرار کی بناء پر ہوگا''۔ (ماخوذ تفسیر تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

سَآءَ مَثَلَاۨ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

بہت بری تمثیل ہے اُس قوم کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، ایسا کر کے وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔ (۱۷۷)

مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

جس کسی کو اللہ ہدایت عطا کرے وہی راہِ ہدایت پاتا ہے اور جنہیں اللہ ہدایت سے محروم کرے تو وہی خسارہ اُٹھانے والے ہیں۔ (۱۷۸)

وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓىٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

اور بے شک ہم نے پیدا کئے، بہت سے جنّات اور انسان دوزخ میں جانے کے لئے، وہ قلب تو رکھتے ہیں مگر اُس سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے، اور اُن کی آنکھیں تو ہیں مگر اس سے وہ دیکھتے نہیں! اور اُن کے کان تو ہیں وہ اُس سے سُنتے نہیں، یہ لوگ چوپایوں/حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ کُن! یہ/وہ ایسے لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں/یہی لوگ تو غافل اور بے خبر ہیں۔ (۱۷۹)

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اَسْمَآىٕهٖ ؕ سَیُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

اور اللہ ہی کے لئے اچھے اچھے نام ہیں تو اللہ کو ان ہی اچھے ناموں سے پکارو، ایسے لوگوں سے تعلق چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو سزا دی جائے گی جو وہ کرتے ہیں۔ (۱۸۰)

وَ مِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾

اور ہماری پیدا کردہ مخلوق میں ایک اُمت ایسی ہے جو راہ دکھاتی ہے حق کی اور حق کے مطابق ہی عدل و انصاف کرتی ہے۔ (۱۸۱)

الفاظ ومعانی آیت ۱۷۷ تا ۱۸۱

﴿سَآءَ مَثَلَاۨ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ﴾ بُری مثال ہے اُس قوم کی۔ ﴿اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا﴾ جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری آیات کو اور اِن آیتوں کو جان بُوجھ کر اُن پر دلیل قائم ہو جانے کے بعد، ﴿وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ﴾ اور اپنی جانوں پر ظلم کرتے مفعول کو مقدم رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ اُن کے ظلم کا وبال اُن کے سوا اور کسی پر نہ پڑے گا۔ ﴿فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ سو وہ گمراہوں کا گروہ ہے وہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں دو جہاں میں۔ ﴿وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ﴾ اور ہم نے دوزخ کے لئے بہت سے جنّات اور انسانوں کو پیدا کیا اور حکم ازلی اُن کی شقاوت پر صادر ہو چکا ہے اور ہمارے علمِ قدیم میں یہ بات عیاں ہے کہ وہ زندگی بھر کفر پر قائم رہیں گے اور جب آغوشِ موت سے ہمکنار ہوں گے تو شرک پر ہی موت آئے گی۔ ﴿لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا﴾ اُن کے پاس دل ہیں مگر مطلقاً کوئی حقیقت سمجھتے ہی نہیں وہ اپنے دلِ حزیں کو حق تک پہنچانے، جاننے کی طرف متوجہ نہیں کرتے اور اپنے آئینۂ دل کو انکار، غفلت کے زنگار ❶ سے صاف شفاف کر کے تصدیق اور اقبال کی ❷ جلا نہیں دیتے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

❶......زنگار، فارسی زبان میں رنگ یا تانبہ کا کیسا رصیقل۔ ❷......اقرار، برکت، خوش نصیب۔ (از فیروز اللغات اردو جدید)۔

Marfat.com

﴿وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا﴾ اور اُن کی آنکھیں تو ہیں وہ کسی صورت میں حق چیز دیکھتے ہی نہیں! گویا نگاہِ عبرت سے مخلوقات کو نہیں دیکھتے۔ ﴿وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا﴾ اُن کے کان تو ہیں کہ کسی طرح حق بات سُنتے نہیں، عقل وشعور رکھتے ہوئے ہوش کے ساتھ قرآن کی آیتیں نہیں سُنتے گویا دل ہے فہم وفراست سمجھنے کے لئے، دیکھنے کے لئے آنکھیں ہیں اور سماعت کے لئے، کان ہیں سب کچھ موجود تو ہیں اگر وہ اس کا صحیح استعمال بروئے کار لائیں تو صراطِ مستقیم کی حقیقت سے واقف ہو کر اپنے نفع ونقصان کو سمجھیں۔ ﴿اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ﴾ وہ حیوانوں کے مانند ہیں کھانے پینے اور سونے کی طرف اُن کی صلاحیت میں مصروف ہیں اور نعمتِ باقی اور دائمی لذت ولُطف کی طرف اُنہیں کچھ التفات نہیں! بلکہ یہ گمراہ در گمراہ ہیں۔ ﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ اور اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں سو اُن کو اُن کے ناموں سے پکارو۔ ذکرِ باری کی ترغیب اور اس کا طریقہ کار بتایا جارہا ہے اس کے ننانوے (۹۹) ❶ نام ہیں اُن کی فضیلت کا ذکر حدیث میں وارد ہوا ہے جو کوئی اُنہیں یاد کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ)

''زاد المسیر'' میں تحریر ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ آدمی نے اللہ کو نماز میں اسم اللہ سے بھی یاد کیا اور اسمِ رحمٰن سے بھی، ابوجہل بول اُٹھا کہ محمد ﷺ اور اس کے اصحاب تو کہتے ہیں کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں پھر یہ شخص کیوں دو خدا کو یاد کرتا ہے تو اس آیت کا نزول ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے نام ہیں، اللہ کو ان ناموں سے پکارو اسماء الحسنیٰ صرف اللہ ہی کی کمالِ صفات اور خصوصیت ہے کسی دوسری مخلوق کو یہ مقام حاصل نہیں ہوسکتا۔

''کشاف'' میں تحریر ہے کہ ''خدا کی صفتیں اچھی ہیں جیسے عدل، احسان، خیر، رحمت وغیرہ۔ ﴿فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ پس اس کو پکارو، گویا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کو ہی پکارو اسماءِ حُسنیٰ کے ساتھ۔ قرآنِ مجید میں دعا کا لفظ دو معنیٰ میں آتا ہے ایک تو ذکر اللہ، گویا باری تعالیٰ کی تعریف یعنی حمد وثناء تسبیح اور تحمید کے ساتھ، دوسرے مشکلات کے وقت اور حاجت روائی کے لئے، اپنی حاجت اور ضرورت کی تکمیل کے لئے باری تعالیٰ سے سب کچھ طلب کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ'' تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا ضرور اور قبول کروں گا۔'' ﴿وَ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ﴾ اور چھوڑ دو ان لوگوں کی متابعت جو نادانی کی وجہ سے جُھکتے ہیں کجی کی طرف، اللہ کے ناموں کے ساتھ کجروی اختیار کرنا تو یہ ہوا کہ ''باری تعالیٰ کے لئے وہ نام استعمال کیا جائے جو ''حدیث وقرآن'' میں اللہ کے لئے ثابت نہیں''۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ)

اِلْحَاد لغت میں میلان اور درمیانی راستے سے ہٹ جانے کو کہا جاتا ہے، بعضوں نے کہا ہے کہ ''خدا کے نام سے بتوں کے نام نکالنے کا نام الحاد ہے لات، اللہ سے، عُزّٰی، عزیز سے، مَنَات، منّان سے''۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل) علماء نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ''اللہ کے ناموں کی تعداد ۹۹ (ننانوے) پر منحصر نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ ہیں''۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر ''فتح القدیر'') ﴿مِمَّنْ خَلَقْنَآ﴾ اور ان لوگوں میں سے جنہیں ہم نے بہشت کے لئے پیدا کیا۔ ﴿يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ

❶ ...... بخاری شریف اور مسلم میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے (۹۹) ننانوے نام ہیں جو شخص ان کو محفوظ (یاد) کرلے وہ جنت میں داخل ہوگا''۔ امام ترمذی اور حاکم نے تفصیل کے ساتھ ان ناموں کے بارے میں بتایا ہے۔

یَعۡدِلُوۡنَ﴾ ایک گروہ ہے وہ حق کے ساتھ راہ دکھاتا ہے، عدل وانصاف کرتے ہیں اور وہ اپنے حاکموں میں مہاجر، انصار اور اُن کی متابعت کرنے والے ہیں۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۷۷ تا ۱۸۱

آیت ۱۷۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ کیا ہی بُری مثال ہے جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی، یہی حال مکہ کے لوگوں کا ہے جنہوں نے آیاتِ باری تعالیٰ کو دانستہ طور پر جھٹلایا۔ اے حبیب ﷺ! آپ اِن کو حالات سے آگاہی دیتے ہیں کہ جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اپنی ہی جانوں پر ستم ڈھایا اور اپنا ہی خسارہ کیا۔ قرآنِ مجید میں انسانوں کے لئے راہِ ہدایت کا جو طریقہ بتایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ عقل وخرد، تفکّر وتدبّر اور بصیرت کی راہ کو اختیار کیا جائے، سیدھی راہ پر چلنے ہی میں نجات ہے اور گمراہی کا راستہ جہالت کے باطل اُصول پر مبنی ہے جو لوگ اللہ کی بتائی ہوئی عقلِ سلیم کو اپنانے سے قاصر رہتے ہیں تو اُن پر خواہشاتِ نفسانی حد درجہ غالب آجاتی ہے اور پھر صلاحیّت غور وفکر مفقود ہو جاتی ہے اور اپنی جانوں پر ظلم کر کے ''صراطِ مستقیم'' نہیں پاتے۔

آیت ۱۷۸ میں بیان کیا جارہا ہے کہ جس کو باری تعالیٰ چاہے ہدایت دے سو وہی راہِ ہدایت پاتا ہے اور جن کو باری تعالیٰ گمراہ کرے وہی تباہی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صرف اسی شخص کو ہدایت بخشتا ہے جو ہدایت پانے کے لئے جدوجہد کرتا ہے، چنانچہ سورۃ عنکبوت آیت ۶۹ پارہ ۲۱ اُتۡلُ مَآ اُوۡحِیَ میں ارشادِ ربّی ہے:

وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا

جو لوگ ہمارے بارے میں جدوجہد کرتے ہیں اِن کو ضرور اپنے راستوں کی طرف راہنمائی کریں گے۔ (آیت:۶۹)

جو شخص دلائل ہدایت کو ترک کر کے اپنے لئے راہِ ضلالت اختیار کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی گمراہ اور بے راہ کر دیتا ہے

آیت ۱۷۹ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ ہم نے جنّات اور انسانوں میں سے بہتوں کو جہنّم کے لئے پیدا کیا، باری تعالیٰ نے انسانوں کو قلب، ذہن رسا، آنکھیں اور کان دے کر تخلیق کیا تا کہ علم وبصیرت کی راہِ ہدایت اپنائی جائے لیکن اُنہوں نے اس سے کوئی کام نہ لیا، اس لئے باری تعالیٰ نے کہا بہت سے جن اور انسانوں کو دوزخ کے لئے تخلیق کیا! یہ کیوں! جہنّم کے لئے پیدا ہوئے! اس لئے کہ وہ ازلی گمراہی کے حکم کے سبب اپنے اختیارات وقدرت خداداد کی صلاحیّت کو بروئے کار نہیں لاتے، اُن کے قلب ہیں وہ اپنے دلوں سے کچھ سمجھ نہیں پاتے، حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ہاتھوں سے تراشے ہوئے صنم، یہ وہ افراد ہیں جن کے نام کے یہ بُت ہیں قضا وقدر کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے پھر ستم ظریفی کو دیکھئے کہ اُن کو پوجتے بھی ہیں اور حاجت روا بھی سمجھتے ہیں، دوعالم کے تغیرات اور اس میں گونا گوں تصرفات دیکھتے ہیں جس سے ہر اہلِ قلب یہ سمجھ سکتا ہے کہ کوئی قادر ومختار پسِ پردہ اُن کو ہلا جلا رہا ہے مگر وہ نہیں سمجھتے، دنیا کی ہر چیز آنی جانی ہے اور عیش کو فانی دیکھتے ہیں یہ تو بالکل حیوان کے مانند ہیں بلکہ اس سے زیادہ گمراہ، بے خبر ہیں۔ (ماخوذ از عبدالحق حقانی تفسیر حقانی جلد دوئم)

آیت ۱۸۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں تو اُنہی اچھے ناموں سے موسوم کرو، حکم تو یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں اُن سے اُنہیں سخت سزا دی جائے گی، قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی جامع کمال وصفات کا تصوّر واضح کرنا چاہتا ہے وہ ابتداء سے انتہا تک حُسن وخُوبی کا تصوّر ہے ''اسماءِ الحسنٰی'' کا ذکر وتذکرہ خوبی وجمالیت کی صفات کا مظہر ہے اگر گہرائی اور گیرائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفات پر نظر ڈالی جائے تو قرآنِ مجید کا تصور بہت کامل نظر آتا ہے اگر ہمیں صحیح ادراک کی توفیق ہو جائے تو ہمیں اپنے وجود کے بارے میں خصوصاً کائنات کے رنگ وبُو کے بے شمار اسرار ورُموز کی معرفت مل سکتی ہے کیونکہ ہر مقام اُنہی صفات کا کمالِ ظہور ہے، مؤمن کو نویدِ مسرّت ہے کہ تم غفلت کے شعار سے بچو، غفلت سے نجات پانے کا ایک کلّیہ ہے اور وہ ہے اللہ کا ذکر، وحدہٗ لاشریک کی ذات پر یقین کامل اقرار باللسان اور اقرار بالقلب کے ساتھ اللہ کو اچھی طرح سے یاد کرنا، اللہ کی ذات میں کج روی سے اجتناب کرو، اللہ کو صرف اسی صفات سے اور اسماءِ الحسنٰی سے یاد کرنا چاہیئے جن کا اللہ کی الوہیت، اس کی قدرت اور اس کی شان یکتائی کے ساتھ تعلق ہو سکے، اللہ کے ناموں اور صفات کے بارے میں کج روی یہ ہے کہ اللہ پر ایسے ناموں اور صفات کا اطلاق کیا جائے جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی جو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی شانِ جمال واجلال کے لائق نہیں! اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی خوبیوں کا اطلاق غیر اللہ سے منسوب نہ کیا جائے ایسا نہ ہو کہ خالق کو مخلوق کی صف میں کھڑا کر دیا جائے ''یہ خدائی صفات کی بے حُرمتی ہے''۔

(بحوالہ تفسیر تدبّر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

آیت ۱۸۱ میں بتایا جا رہا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اِن میں ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی رہا ہے جو دعوتِ حق ر دعوتِ اسلام قبول کرتے ہوئے حق کے مطابق لوگوں کی راہنمائی کرتے ہیں اور اس کے مطابق ہی فیصلے صادر کرتے ہیں، گویا یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ تمام مخلوق تو گمراہی کی طرف مائل بھی نہیں! بلکہ ایک جمعیّت ایسی موجود ہے جو حق ر اسلام کی دعوت دیتی ہے اور خود بھی دعوتِ حق ر اسلام پر قائم ہیں یہ ایک ایسی خصوصی انعامِ فضیلت ہے جو انسانوں میں خوش نصیب لوگوں کا حصّہ ہے یہ کہنا موزوں لگتا ہے کہ یہ اُمتِ محمدیہ ﷺ کی صفات ہیں ان میں دو اُمور قابلِ غور ہیں پہلی بات یہ کہ اپنا عقیدہ، رسومات اور خرافات سے پاک ہو، حق وصداقت پر گامزن رہنے کے لئے قول وقرار میں تضاد نہ ہو! دوسروں کو دعوتِ ذکرِ باری تعالیٰ کا اہتمام اور اِنصرام کریں تو خود بھی اس کا اہتمام عملاً اختیار کریں اس کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ ہم راہِ حق ر اسلامی تعلیمات کو اختیار کر کے دنیا و آخرت میں سُرخرو ہو سکتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اُمّتِ محمدیہ ﷺ میں ایک جماعت ایسی ہو جو ہر نوع کی افراط تفریط اور کج روی سے جُدا ہو کر صداقت اور انصاف واعتدال کا راستہ اختیار کر کے اس کی طرف دوسروں کو راغب کرے اس آیۃ کریمہ کے مطالعہ سے اس بات کی وضاحت ہوئی کہ ''ہر زمانہ کے اہلِ حق کا اجماع حجت ہے اور کوئی زمانہ حق پرستوں اور دین کے ہادیوں سے خالی نہ ہوگا''۔ (ماخوذ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن احمد رضا خاںؒ نعیم الدین مراد آبادی) حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک گروہ میری اُمّت کا تا قیامت دینِ حق پر قائم رہے گا اور اس کو کسی کی عداوت، مخالفت ضرر نہ پہنچا سکے گی''۔

Marfat.com

وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾

اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تو ہم اُنہیں رفتہ رفتہ اپنی گرفت میں لے لیں گے وہ جان بھی نہ پائیں گے رانہیں علم تک نہ ہوگا۔(۱۸۲)

وَاُمْلِیْ لَهُمْ ۚ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۱۸۳﴾

اور میں اُن کو مہلت دیتا ہوں بے شک میری پوشیدہ تدبیر بہت مضبوط ہے۔(۱۸۳)

اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا ۗ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸۴﴾

کیا اِن لوگوں نے غور و فکر نہیں کیا؟ اُن کے صاحب پر یعنی پیغمبر ﷺ جنوں کا کچھ بھی تو اثر نہیں! وہ تو صاف صاف رکھلم کھلا ڈر سنانے والے ہیں۔(۱۸۴)

اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

کیا اُنہوں نے غور سے نظر نہیں ڈالی ،آسمانوں اور زمین کی وسیع سلطنت پر اور دوسری چیزوں پر جو اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی ہے شاید کہ قریب تر آگئی ان کی میعاد مقررہ رممکن ہے اُن کی اَجل نزدیک آپہنچی ہو، پھر قرآن کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔(۱۸۵)

مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ ؕ وَیَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ دکھانے والا نہیں! پھر اللہ اُن کی سرکشی کے سبب بھٹکنے کے لئے سرگرداں چھوڑ دیتا ہے۔(۱۸۶)

الفاظ و معانی آیت ۱۸۲ تا ۱۸۶

﴿وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا﴾ جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری آیات کو مکہ کے کفار یا تمسخر اُڑانے والے۔ ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ﴾ قریب ہے کہ ہم اُنہیں رفتہ رفتہ ربتدریج پکڑ لیں، اکثر تو یوں ہوتا ہے کہ انسان گمراہی کی طرف مائل رہتا ہے اور شب و روز اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مشغولِ عمل رہتا ہے اس کے باوجود اس کے مال و زر میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اس کی صلاحیت اقتدار اور اختیارات کے دائرہ میں وسعت پھیلتی رہتی ہے یہ درحقیقت بہتری کا کوئی سبب نہیں، بلکہ یہ تو اللہ کی طرف سے استدراج ہے استدراج کے معنیٰ ہیں" آہستہ آہستہ کی ہلاکت کے قریب کر دینا"۔ (بحوالہ تفسیر مظہری) استدراج کے معنیٰ رفتہ رفتہ، درجہ بدرجہ کوئی کام کرنے کے آتے ہیں"۔ (بحوالہ قرطبیؒ) ﴿مِنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ جہاں سے وہ نہیں جانتے، گویا جب وہ گناہ کرتے ہیں تو باری تعالیٰ اُن کے لئے نعمت اور زیادہ کر دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ مزید معصیت کی طرف آجاتے ہیں۔

امام قشیریؒ نے فرمایا "نعمت عطا کرنا اور شکر بجالانا استدراج ہے بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں نعمت دیتا ہے اور شکر گزاری اُن کے دل سے بھلا دیتا ہے تاکہ وہ عذاب کے مستحق قرار پائیں"۔ ﴿وَاُمْلِیْ لَهُمْ﴾ اور مہلت دیتا ہوں اُنہیں۔ ﴿اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ﴾ میری پوشیدہ تدبیر بڑی مستحکم ہے اس آیت میں استدراج کا بیان ہے گویا ایک مدت کے

Marfat.com

بعد پھر گرفت میں لے لیں گے۔ ''خذلان'' میں تحریر ہے کہ ایک شب حضرت محمد ﷺ کوہِ صفا پر پہنچ کر گروہ قریش میں سے ایک ایک کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا رہے تھے سردارانِ قریش میں سے ایک نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہا، یہ تمہارا ساتھی / صادق کامل ﷺ دیوانہ ہو گیا ہے، تمام رات محوِ دعوتِ کلام رہتا ہے۔ چنانچہ کُفار کے اس لغو کلام کی تردید کے لئے باری تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

﴿اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ﴾ کیا غور و فکر نہ کیا ان معاندوں نے اس بات میں اُن کو ذرا بھی جنون نہیں ہے ان کی حکمت و دانائی کے سامنے تو ساری دنیا کے عقلاء و حکماء ششدر اور حیران ہیں۔ یہ وہی صادقِ کامل اور امین محمد ﷺ ہے، جب اُنہوں نے راہِ حق کی طرف کھلم کھلا دعوت دینا شروع کی تو اُسے دیوانہ کہتے ہو۔ ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ وہ تو صرف صاف صاف ڈرانے والے ہیں عذابِ الٰہی سے ظاہر اور آشکارا! ''ان کی ذات کے بارے میں ''جنون'' کا گمان کرنا خود جنون ہے''۔ (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیع جلد چہارم) ﴿اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا﴾ کیا نہیں دیکھا اُنہوں نے دیدہ استدلال سے۔ مضارع منفی کا صیغہ جمع غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ﴾ اور وہ چیز جو اللہ نے بنائی ہے ''اِن سب میں اللہ کی وحدانیت اور کمالِ حکمت اور جمالِ قدرت کی کھلی دلیلیں ہیں''۔ (بحوالہ کنزالایمان، فی تفسیر القرآن از احمد رضا خاں محمد نعیم الدینؒ) ﴿وَاَنْ عَسٰۤى﴾ اور نظر نہ کی ہو اُنہوں نے اس پر کہ شاید۔ ﴿اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ﴾ یہ کہ ہو یقینی نزدیک آ گئی ہو مدت اُن کے فنا ہو جانے کی، آخر وہ صرفِ نظر اس بات پر کیوں کرتے ہیں شاید اُن کی اَجل قریب تر آ گئی ہو، موت سے پہلے ایسے کام کی طرف پیش قدمی دنیا میں بھلائی کا مُوجب اور فلاح جاودانی کا سبب ہے، وہ کُفر پر مر جائیں یا ہمیشہ کے لئے دوزخ کو اپنائیں، ایسی صورت حال میں عقلِ سلیم کو بروئے کار لا کر وہ سوچ! سمجھے! اور دلائل پر نظر کریں۔ ﴿اِقْتَرَبَ﴾ وہ نزدیک ہوا، قریب ہوا، اِقْتِرَابٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔

''فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ'' پس اس کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے، گویا قرآنی آیات پر ایمان نہ لائے تو پھر گیتی کائنات میں کون سی ایسی جامع حقیقت ہے جس پر ایمان قبول کرنے کی آس ہو سکتی ہے! اب تو اس بات کا ہی احساس ہوتا ہے کہ یہ جان لیا جائے کہ اِن کم نصیبوں کے نصیب میں دولت ایمان میسر ہی نہیں۔ ﴿وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ اُن کو سرکشی میں مُبتلا ہونے کے لئے چھوڑ دیتا ہے جب بندہ خود ہی دانستہ طور پر بدی اختیار کرنے کی ٹھان لیتا ہے تو اللہ بھی ایسے اندھیرے میں راستہ دکھانے کے بعد اسی حال میں گمراہی اپنانے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۸۲ تا ۱۸۶

آیت ۱۸۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ جو لوگ کُفر انکار کی راہ اپناتے ہیں، بُرائی کا راستہ اختیار کرتے ہیں وہ رفتہ رفتہ، بتدریج دستِ قدرت کی سخت / گرفت میں آ رہے ہیں مگر خود اُنہیں اس کا علم نہیں ہوتا، بات دراصل یہ ہے کہ ہر وہ عمل جو انسان کو غفلت میں ڈال دے اور انسان دائمی عذاب کا شکار ہو جائے تو اصطلاح شریعت میں یہ عمل ایسا عمل ہے جس میں انسان کی پکڑ ہے اور یہ گمراہی کی علامت ہے۔

آیت ۱۸۳ میں بیان کیا جارہا ہے کہ مفسرین اور منکرینِ حق کو باری تعالیٰ مُہلت اور ڈھیل دیتا ہے اگر گناہ پر فوری طور پر گرفت کرلی جاتی تو شاید انسان کا اختیار ختم ہوجاتا، ادھر خطا سرزد ہوئی اُدھر سزا وارد ہوگئی یہ تو ایک طرح سے خطا کرنے کی اجازت نہ دینے کے مساوی تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جب راستہ اختیار کرنے کا عمل انسان کی رائے اور پسند پر چھوڑ دیا ڈھیل دے دی گئی یہ مُہلت ر ایک وقت تک اسے جو کرنا ہے کرے۔ گویا قانون امہال ر مُہلت موجود ہے وہ آخر کار رفتہ رفتہ اپنے انجامِ کار تک پہنچ کر رہیں گے جو انکار اور سرکشی کا نتیجہ ہے غور تو فرمایئے کہ چند برسوں کے اندر ہی مکّہ کے قریش کی تمام تر طاقت وتوانائی نابود ہوگئی یہ اللہ کی طرف سے استدراج کا عمل تھا وہ فخر وانبساط کے عالم میں کھو کر یہ سمجھتے رہے کہ ہم پر عنایت ہورہی ہے، حالانکہ احوالِ حقیقت تو یہ ہے کہ اُنہیں انتہائی عذاب کے لئے تیار کیا جارہا تھا اللہ کی خفیہ تدبیر ایسی کاروائی کی حقیقت واضح کررہی تھی جس کا ظاہر رحمت اور باطن قہر وعذاب کا غماز، بلاشبہ اللہ کی تدبیر بڑی مستحکم ہے۔

آیت ۱۸۴ میں بتایا جارہا ہے کہ کیا اِن لوگوں نے بھی سوچنے، سمجھنے کی زحمت گوارا نہیں کی جو ہستی محترم اُن کے ساتھ ہے جس کو وہ صادق اور امین کے نام سے موسوم کرتے ہیں جو اُن کی اصلاح کے لئے شب وروز کوشاں ہے ان کو کچھ دیوانگی نہیں وہ تو صاف صاف واضح طور پر ڈرسنانے والے ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دعوتِ حق دینے والوں کو مکذبین نے ہمیشہ مجنون کا نام دیا، اگر دعوتِ اسلام سے انکار کرنے والے فکر ونظر کی گہرائی اور گیرائی سے کام لیں تو اُنہیں خود علم ہوجائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیّبہ کا ایک ایک پہلو کھلی کتاب ہے، جب حجرِ اسود کا معاملہ آیا تو اُنہوں نے آپ ﷺ کو مُنتخب کیا معاملہ کے لئے، آپ ﷺ کے تدبر اور فیصلہ کے سبب وہ ایک عظیم خانہ جنگی سے محفوظ رہے، آپ ﷺ کی زندگی کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں اب آخر وہ کیا بات ہے جس کے سبب اِن کو مجنون کہتے ہیں جس بات کو تم خبط کا نام دے رہے ہو وہ تو اضطراب اور بے چینی ہے جو تم کو عذاب کے خطرے سے محفوظ رکھنے کے لئے اُن کے اندر موجزن ہے وہ تو تمہیں ان حالات سے باخبر کررہے ہیں جو صداقت حق کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

آیت ۱۸۵ میں بیان کیا جارہا ہے کہ کیا اُنہوں نے آسمانوں اور زمین کے نظام پر نظر نہیں ڈالی جو باری تعالیٰ نے پیدا کی ہیں تمہیں اللہ کی آیات ماننے میں کیا عذر ہے؟ کیا تم نے سوچا نہیں کہ مُہلت زندگی کی ساعت قریب سے قریب آگئی ہے بتاؤ تو سہی! کیا سبب ہے کہ غفلت میں ڈوبے ہوئے ہو؟ موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کرلینی چاہئے، ایمان قبول کرنے کا وقت آگیا ہے اَجل کے آنے کے بعد ایمان لانے کے لئے کون سی بات باقی رہ جائے گی روح کا قفس عنصری میں پرواز کرنے کا وقت پردہ غیب میں مَستور ہے۔

آیت ۱۸۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ جن کو گمراہی سے ہمکنار کردے اُن کے لئے کوئی ہدایت دینے والا نہیں! اللہ ان کو سرکشی میں مُبتلا ہونے کے لئے ربھٹکتا چھوڑ دیتا ہے ہدایت اور ضلالت ہر شئے باری تعالیٰ کے دائرہ قدرت میں ہے، اللہ نے تاریکی میں مُبتلا کرکے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ قصور خود اِن کا ہے، حق سے خود ہی آنکھیں بند کرلیں، یہ لوگ اپنے ماحول سے غافل رہے جن کا تعلق اللہ سے ٹوٹ چکا اللہ نے اُن سے توفیقِ ہدایت سلب کرلی۔

Marfat.com

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

یہ لوگ آپ ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں یہ کب وقوع پذیر ہوگی! اے حبیب ﷺ! کہہ دیجئے اس کا علم تو صرف رَبّ ہی کے پاس ہے اس کی ساعت رگھڑی کو اللہ کے سوا کوئی اور ظاہر نہیں کرے گا وہ زمینوں اور آسمانوں میں بہت ہی گراں حادثہ ہے، وہ گھڑی اچانک ہی آجائے گی، وہ آپ سے اس طرح دریافت کرتے ہیں گویا آپ اس کی تلاش وتحقیق میں لگے ہوئے ہو۔ اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے! اس کی خبر تو رَبّ کے پاس ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے رسمجھتے نہیں۔ (۱۸۷)

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

اے محبوب ﷺ! کہہ دیجئے! میں خود اپنی ذات کے لئے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ جو چاہے وہی ہو کر رہتا ہے اگر میں علم غیب جانتا تو ہوتا یوں کہ میں بہت کچھ بھلائیاں رخیر حاصل کر لیتا اور مجھ کو کوئی ضرر رنقصان نہ پہنچتا! میں ایمان والوں کو ڈر اور خوش خبری ربشارت سُنانے والا ہوں۔ (۱۸۸)

الفاظ ومعانی آیت ۱۸۷ تا ۱۸۸!

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ﴾ اور دریافت کرتے ہیں آپ ﷺ سے قیامت کا حال، عربی لُغت کے اعتبار سے سَاعَةَ تھوڑے سے زمانہ کے لئے استعمال ہوتا ہے گویا سَاعَةٌ گھڑی، پل، اور لمحہ کے معنوں میں آتا ہے یہ اچانک اس طرح رُونما ہوجائے گی کہ ساری کائنات پل بھر میں درہم برہم ہوجائے گی ''قیامت کا اطلاق اس جہت سے ہے کہ قیامت ساعت بہ ساعت قائم ہوگی''۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولانا فخر الدینؒ)

یوم قیامت تمام خلائق کا حساب ایک ساعت سے بھی کم میں ہوجائے گا اتنا بڑا ایک دن اللہ کے نزدیک ایک ساعت ہوگا ﴿اَيَّانَ مُرْسٰىهَا﴾ کب ہے اس کا ظاہر ہونا اور قائم ہونا، اَيَّانَ کے معنی کب اور مُرْسٰي کے معنی ٹھہرنے کے آتے ہیں، اس دن تمام ترمخلوق رمخلوقات دوبارہ زندہ ہوکر اللہ کے حضور حاضر ہوگی۔ ﴿لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ﴾ اس کو اللہ کے سوا کوئی اور ظاہر نہیں کرے گا، مگر وہ ہے جو اُسے جانتا ہے، يُجَلِّيْهَا کھولنے اور ظاہر کرنے کے معنی میں آتا ہے، تَجْلِيَه سے مشتق ہے۔ ﴿ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ پوشیدہ زمین اور آسمانوں کے مابین۔ ثَقُلَتْ پوشیدہ ہے علم قیامت۔ قیامت کا جاننا، بہت بڑا اَمر ہے۔ ❶ قیامت کا علم اہلِ آسمان اور اہلِ زمین میں گویا ملائکہ اور جن وانس سب پر بھاری ہے اس کے ہول اور ہیبت کی جہت سے، گویا اس کے پوشیدہ راخفا میں یہی حکمت ہے حادثہ قیامت آسمانوں اور زمین پر بہت گراں ہوگا، زمین اور آسمان کے ٹکڑے ہو کر اُڑ جائیں گے اس لئے حکمت اس بات کی متقاضی ہے کہ ایسے عظیم

❶ …… یہ جو فرمایا گیا کہ اسے کوئی نہیں جانتا تو اس کے معنی ہوئے ''کسی کا علم محیط نہیں'' کوئی اس کی تفصیل اور پیش آنے والے واقعات کا احاطہ کئے ہوئے نہیں اور کوئی فکر ونظر اور سوچ سمجھ کر اسے نہیں جان سکتا۔ (بحوالہ روح المعانی جلد سوئم از علامہ محمود آلوسیؒ)

Marfat.com

حادثے کا اظہار پہلے نہ کیا جائے، ورنہ یقین کرنے والوں کی حیات تلخی سے دوچار ہو جائے گی اور منکرینِ حق کو تمسخر اُڑانے کا موقع ہاتھ آجائے گا، اس لئے فرمایا گیا۔ ﴿تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً﴾ قیامت تم پر اچانک ہی آئے گی۔ بَغْتَةً اچانک/ناگہاں۔ ﴿كَاَنَّكَ حَفِیٌّ﴾ گویا تو جاننے والا ہے حَفِیٌّ متلاشی/کسی چیز سے پورے طور پر باخبر، حَفَادَةٌ سے کسی کا حال پوچھنا، صفت مشبہ کا صیغہ ہے اسم ہے قواعد کے مطابق۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے قیامت کے دفعۃً/اچانک آنے کے بارے میں فرمایا کہ ''لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہوں گے، گاہک کو دکھانے کے لئے کپڑے کا تھان کھولا ہوا ہوگا اور ابھی معاملہ طے نہ کر پائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی''۔ (بحوالہ بخاری شریف، مسلم شریف)

﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ﴾ اور اگر میں غیب کی باتوں سے واقف ہوتا تو میں بہت فائدے حاصل کر لیتا اور مجھ کو کوئی تکلیف، رنج و غم نہ پہنچتی۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مجھے وحی کا اعزاز بخشا گیا ہے علم غیب کی کلید مجھے نہیں ملی، جس قدر مجھے اللہ نے اختیار دیا اتنا کچھ علم میرے پاس ہے اگر میں غیب کی ہر بات سے باخبر ہوتا تو بہت سی بھلائیاں پالیتا اور کبھی کسی ناخوشگوار حالت سے دوچار نہ ہوتا، یہ کس قدر نادانی ہے کہ تم مجھ سے دریافت کرتے ہو کہ قیامت کب واقع ہوگی یہ تو وہی بتا سکتا ہے جسے غیب کے علم سے واقفیت ہو۔ ﴿اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾ میں تو محض ایک خبردار کرنے والا اور بشارت سنانے والا ہوں جو میری بات تسلیم کریں، گویا محمد رسول اللہ ﷺ کا فریضہ منصبی صرف یہ کہ بدکاروں کو عذاب سے ڈرائیں اور نیک لوگوں کو ثوابِ عظیم کی نوید مسرت سنائیں۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۸۷ تا ۱۸۸

آیت ۱۸۷ میں اظہار بیان یہ ہے کہ قیامت کے بارے میں لوگ دریافت کرتے ہیں، قیامت کب واقع ہوگی اس کے وقت کا صحیح تعین اور علم تو اللہ کو معلوم ہے اس حقیقت سے آگاہ ہو جاؤ کہ اچانک آجائے گی۔ چنانچہ سورۃ الواقعۃ پارہ ۲۷ آیت ۱ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ'' جب ہونے والی ہو کر رہے گی، واقعہ بھی قیامت کے ناموں میں سے ہے اس کو ہر حال میں قائم ہونا ہے اس لئے اس کا یہ نام بھی ہے، جب یہ ساعت مقرر ہو جائے گی تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ خود اس کو ظاہر کر دیں گے کوئی واسطہ باہمی درمیان میں نہ ہوگا۔ اس کے ظہور کی ساعت کو ربّ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، قیامت کے لئے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک عظیم حادثہ ہوگا یہ بے خبری میں دفعۃً قائم ہوگی۔

آیت ۱۸۸ میں ذکر بیان یہ ہے کہ اے حبیب ﷺ! کہہ دیجئے کہ میں تو اپنے نفع اور خسارے، بھلے اور بُرے کی خود خبر نہیں رکھتا میں تمہیں کیا بتاؤں؟ میں تو صرف اللہ کا ایک بندہ ہوں، میں غیب داں نہیں ہوں۔ چنانچہ سورۃ کہف پارہ قَالَ اَلَمْ ۱۶ آیت ۱۱۰ میں ارشادِ ربی ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ ''کہہ دیجئے! میں بھی تم جیسا ایک بشر ہوں لیکن میری طرف وحی کا نزول ہوتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ ہی جب چاہتا ہے تو ان سب باتوں کا علم موقع پر عطا ہو جاتا ہے تمہیں پتہ تو ہے کہ میں حزن وملال کے نتائج سے خبردار کرتا ہوں اور نویدِ بشارت سے بھی آگاہ کرتا ہوں پس سمجھ لینا چاہئے کہ عالم الغیب صرف اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔

Marfat.com

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾

وہی اللہ ہے جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا، تاکہ اس سے سکون اور راحت حاصل کرے اور جب مرد نے عورت کو ڈھانپ لیا/چھپا لیا تو ہلکا سا حمل ٹھہر گیا باہمی اختلاط/ملاپ سے، پھر وہ حمل کے ساتھ چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل/بھاری ہوگئی تو میاں بیوی/دونوں دعا کرنے لگے اللہ سے جو ان کا ربّ ہے۔ اے اللہ! ہمیں عنایت کر تندرست فرزند تو ہم تیرے شکرگذار بندوں میں ہوجائیں گے۔ (۱۸۹)

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾

پس اللہ نے دونوں کو تندرست سالم اولاد عطا کی تو اس نعمت اور عنایت میں دوسروں کو اُس کا شریک ٹھہرانے لگے سو اللہ برتر اور بلند ہے/پاک ہے اُن کے شرک سے۔ (۱۹۰)

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾

کیا وہ ایسوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں جو پیدا نہ کرسکیں، ایک چیز بھی بلکہ خود ہی پیدا کئے جاتے ہیں ۔ (۱۹۱)

وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾

اور وہ اُن کو کسی قسم کی مدد نہیں پہنچا سکتے اور نہ ہی اپنی مدد آپ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ۔ (۱۹۲)

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ۭ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾

اور اگر تم اُنہیں راہِ ہدایت کی طرف بلاؤ تو تمہاری پیروی اختیار نہ کریں تمہارے لئے دونوں اُمر یکساں ہیں تم اُنہیں پکارو یا خاموش رہو۔ (۱۹۳)

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

بے شک (اے کُفار) جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو وہ بھی تو تم جیسے بندے ہیں تم اُنہیں پکارو! پس اُنہیں چاہئے کہ تمہاری فریاد قبول کریں/تمہارا کہا پورا کردیں، اگر تم سچے ہو۔ (۱۹۴)

الفاظ و معانی آیت ۱۸۹ تا ۱۹۴

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ وہی اللہ ہے جس نے پیدا کیا ایک ذات سے کہ اس سے مُراد آدم علیہ السلام ہیں ﴿وَجَعَلَ مِنْهَا﴾ ❶ اور پیدا کیا ان کا جوڑا اس سے مُراد حوّا علیہا السلام ہیں۔ ﴿لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا﴾ تاکہ اس سے راحت اور سکون حاصل کرے۔ اس آیت میں بتایا جارہا ہے کہ اللہ کی ذات واحد وہ ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے دلِ حزین کی تسکین اور فرحت و راحت کے لئے تمہارے جنس سے صنف نازک کو معرضِ وجود میں لایا گیا اور تمہارے مابین زَن و مَرد کا رشتہ اُلفت استوار کردیا۔ ﴿فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا﴾ پھر جب ڈھانپ لیا تو خلوت میں باہم ملاپ ہوا تو صحبت کی، تَغَشّٰىهَا چھپالیا ماضی کا صیغہ قواعد کے مطابق۔

﴿حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ﴾ تو حمل قرار پایا اور رحم میں حمل ٹھہر گیا پھر وہ چلی حمل کے ساتھ ﴿فَلَمَّا اَثْقَلَتْ﴾ پھر بوجھل ر بھاری ہوئی جو پیٹ میں تھا اس کے سبب جو کچھ یہ باہمی اختلاط ر مراجعت کے فطری عمل کا نتیجہ ہے۔ اَثْقَلَتْ وہ حمل سے ہوئی، اِثْقَالٌ سے بمعنیٰ گراں بار، بوجھل کے ہیں فعل ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿دَعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا﴾ پکارا آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام نے اللہ کو جو ان دونوں کا پروردگار ہے۔ دَعَوَا، دعا کی دُعَاءٌ سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ اگر تو ہمیں عطا کرے گا فرزند نیک تو ہم ہو جائیں گے شکر گذاروں میں سے اس نعمت پر، گویا دونوں اللہ سے دعا کرتے ہیں اور شکر ادا کرنے کا وعدہ عہد کرتے ہیں۔ ﴿فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا جَعَلَا لَهٗ﴾ ❶ پس اللہ نے دیا فرزند صالح، جسم تندرست کے ساتھ۔ ﴿شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ تو انہوں نے عبادت میں غیر اللہ کو شریک کر لیا گویا ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ شرک کے مرتکب ہوئے۔ بتایا جا رہا ہے کہ سو باری تعالیٰ پاک ہے شرک سے جس کو اِن لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ شُرَكَآءَ سے مُراد بت ہیں اور وہ بے جان سے ہیں، دونوں (شوہر اور زوجہ) اس لڑکے کو بتوں کے نام سے موسوم کرتے ہیں، جیسے عبد العزیٰ، عبد مناف، عبد قصی۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

کُفّار اور مُشرکین کا عقیدہ باطل تو یہ تھا کہ بُت عقل اور حیات ر زندگی رکھتے ہیں اس لئے اُن کے عقیدہ کے لحاظ سے اس کا تذکرہ کیا گیا۔ (بحوالہ بیضاوی، تفسیر مظہری) ﴿اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ﴾ کیا وہ شریک کرتے ہیں، میری عبادت میں اسے جس نے پیدا نہیں کی کوئی اَور شے بلکہ وہ تو خود پیدا کئے گئے ہیں، کیسے ناداں ہیں ان کو خالق کا شریک جانتے ہیں حالانکہ وہ خود مخلوق ہیں، بچوں کو ایسے ناموں سے موسوم کرنا، جن سے مُشرکانہ مفہوم لیا جا سکتا ہے چاہے نام رکھنے والوں کی نیّت یہ نہ ہو! وہ بھی ایک مُشرکانہ رسم ہونے کے سبب گناہِ عظیم ہے جیسے عبد الشّمس وغیرہ نام رکھنا۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ) ﴿وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ﴾ اور وہ توانائی اور قوت نہیں رکھتے کسی کو کسی قسم کی امداد پہنچانے کی، نہ خود اپنی ذات کو کچھ منفعت دے سکتے ہیں، اگر اس بات کو بت کی طرف منسوب کیا جائے تو خود پتہ چلتا ہے وہ خود انسانی تراش خراش کے محتاج بھی ہیں، انسانی تحفظ کے طلب گار بھی، یہود و نصاریٰ میں بھی ایسے راہب موجود تھے جو لوگوں کو گمراہی کی طرف مائل کرتے تھے، ان کا اپنا عقیدہ تک صحیح نہیں! جو لوگ اپنی مدد کرنے سے قاصر ہیں اور اپنا بوجھ دوسروں پر ڈال کر زندگی بسر کرتے ہیں بھلا وہ دوسروں کو کیا عطا کریں گے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ﴾ بے شک جنہیں پوجتے ہو تم اے مُشرکو! اللہ کے سوا، وہ بھی بندے ہیں تم جیسے ہی، یعنی جب وہ حیات تھے بلکہ اب تم اِن سے زیادہ کامل اور معزز ہو اب اِن میں دیکھنے کی صلاحیت نہیں، وہ سُن نہیں سکتے! تم میں دیکھنے اور سُننے کی صلاحیت موجود ہے۔ اس سے اس بات کا علم ہوا کہ مُشرکین جن کی مورتیاں بنا کر، سجا کر پرستش کرتے تھے۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے پانچ بتوں کے بارے میں صراحت سے موجود ہے وہ اللہ کے صالح بندے تھے۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف)

❶ ...... جَعَلَ تخلیق کیا ر بنایا جَعَلَ سے ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔

Marfat.com

تشریح وتوضیحات آیت ۱۸۹ تا ۱۹۴

آیت ۱۸۹ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان کی تخلیق کا عمل ایک مرد اور عورت سے مَعرضِ وجود میں آیا، اور مَردوزَن کو ایک فطری تقاضے کی تکمیل کی خاطر قلب ونظر کی تسکین اور راحت وآرام کا ذریعہ بنا اور جب مرد خلوتِ آغوش میں عورت سے لطف صحبت حاصل کرتا ہے تو اس قُربت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حمل قرار پاتا ہے، پھر وہ دونوں لَب کُشا ہوتے ہیں کہ اے باری تعالیٰ ہمیں تندرست وصحت مند اولاد عطا فرما ہم تیرے شکر گذار ہوں گے۔ اس بات کی وضاحت سورۃ النسآء آیت ا پارہ لَن تنالُوا ۴ سے ہوتی ہے:

رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً

''جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی زوجہ کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیے''۔

ایک جنس اپنی ہی جنس سے درحقیقت مانوس اور قربتِ لُطف پاتی ہے اور یہی قُرب وسکون پانے کے لئے ضروری ہے کہ اس بات کا اظہار باری تعالیٰ نے ایک اور مقام پر بھی کیا ہے چنانچہ آیت ۲۱ سورہ رُوم پارہ ۲۱ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ میں ارشادِ رَبّی ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تمہاری ہی جنس سے تمہارے لئے جوڑے پیدا کئے تا کہ تم ان سے راحت وسکون پاؤ اور تمہارے درمیان اُلفت/ پیار وہمدردی ودیعت کی۔ (آیت ۲۱)

آیت ۱۹۰ میں بیان کیا جارہا ہے کہ جب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ان کو صحت مند سالم اولاد دیتا ہے تو اس کی عطا کی ہوئی نعمت سے وہ اس کے لئے دوسرے کو شریک ٹھہراتے ہیں اللہ برتر واعلیٰ ہے ان چیزوں سے جن کو یہ شریک ٹھہراتے ہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان اپنی ضرورت اور احتیاج کی تکمیل کے لئے تو اپنے اللہ کی طرف متوجہ ضرور ہوجاتا ہے لیکن احتیاجات پوری ہوجاتی ہیں تو ''اپنی اس کامرانی کو دوسرے وسائل اور اسباب کا کرشمہ قرار دینے لگتا ہے اور اپنی خود فریبی میں پھر کھو جاتا ہے''۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن جلد سوئم از سید قطب شہیدؒ)

آیت ۱۹۱ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ وہ کیوں ایسی چیزوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو خود کسی شے کو پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ وہ خود مخلوق ہیں، آخر ان کے پاس کیا جواز ہے؟ یہ اِن بُتوں کی پرستش کیوں کرتے ہیں؟ لائق پرستش اور عبادت وہ ذات واحد ہے جو اپنے بندوں کی حفاظت کرنے کا اختیارِ کُل رکھتا ہے اور اپنی قوت سے اُن کی رہبری اور معاونت کرتا ہے، قوت، طاقت، غلبہ، اور بادشاہت تو صرف رَبِّ جلیل کے پاس ہے دَورِ جاہلیت اور عصرِ حاضر نے جو نئے پتھر کے صنم تراشے ہیں اس میں کسی بُت نے ارض وسَماء کو پیدا کیا ہے، متقاضی اس صنم کدہ کائنات میں کون بُت

Marfat.com

ایسا ہے جو نفع پہنچانے اور نقصان دینے کی صلاحیت رکھتا ہے دَورِ جدید کی انسانیت اس بات کی متقاضی ہے کہ اُسے اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے اُنہیں جاہلیت کی قیادت سے نکال کر، ظلمت سے نجات دلا کر نور کی طرف لایا جائے، جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ بے جان ہیں وہ اپنے لئے کچھ نہیں کر سکتے، تو دوسروں کے لئے کیا کریں گے قرآن کی تعلیمات یہ ہیں کہ وہ جس بُت پرستی میں مبتلائے بلا ہیں جو ایک کمزور احمقانہ عقیدہ ہے وہ ایسی چیزوں کو خدا کہہ رہے ہیں جو کسی شے کو پیدا کرنے کی مجاز نہیں!۔

آیت ۱۹۲ میں بتایا جا رہا ہے کہ وہ جن بُتوں کو پکارتے ہیں، وہ کوئی مدد نہیں کر سکتے، بلکہ وہ بُت تو خود اپنی امداد کرنے سے قاصر ہیں دورِ جدید کی جاہلیت تو احساس وشعور سے بے خبر ہو کر اللہ کے احکامات ترک کر رہی ہے اور تہذیب نو کے آذرنے، تو ایسے صنم تراش لئے ہیں کہ جو ان بُتوں کے احکام کو سینے سے لگا رہی ہے، دورِ حاضرہ کی بُت پرستی میں بُتوں کی شکل وصورت اگر چہ تبدیل ہوگئی ہے لیکن اِن کے اندر جو شرک ہے وہ بالکل نہیں بدلا، اب ہماری ذِمہ داری ہے کہ اللہ کے حکم کو تسلیم کریں اور اس کی شریعت کی پابندی کریں اس معاملے میں دھوکے کا شکار نہ ہوں۔

آیت ۱۹۳ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ اگر تم ان بُتوں کو راہنمائی کے لئے طلب کرو یا سیدھی راہ کی طرف آنے کے لئے پکارو تو تمہاری تقلید کی طرف قدم نہ اُٹھا سکیں گے وہ تمہاری کہی ہوئی بات پر عمل نہیں کریں گے خواہ تم ان کو صدائیں دو یا خاموشی اختیار کرو" اگر تم ان سے رُشد وہدایت طلب کرو تو وہ تمہاری نہیں مانیں گے اور نہ تمہیں جواب ہی دیں گے"۔ (بحوالہ فتح القدیر)

آیت ۱۹۴ میں اظہارِ ذکر یہ ہے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو یہ تو بالکل تمہاری ہی طرح اللہ کے بندے ہیں وہ تمہارے کسی سوال کا جواب دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے، حقیقت احوال تو یہ ہے کہ اہلِ عرب جن بُتوں کی پرستش کرتے تھے وہ اُن کے وہم وگمان کے مطابق فرشتوں، جنّات، چاند ستاروں کے بُت تھے اگر تمہیں زعم ہے کہ یہ تمہاری پُکار پر مدد کر سکتے ہیں تو تم اُنہیں بلاؤ تو سہی! کہ یہ تمہاری مدد کریں ان بُتوں کے بارے میں جن شرکیہ خیالات کو تم سچا سمجھ رہے ہو تو یہ نہایت ہی کم عقلی کی دلیل ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بارے میں "پانچ بُتوں کے سلسلے میں ذکر صراحت کے ساتھ موجود ہے وہ اللہ کے نیک بندوں میں سے تھے"۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف)

چونکہ عرب بُت پرستی میں ظاہری بُت پرستی شامل تھی اور گذرے ہوئے انسانوں کی طرف بھی اشارہ تھا، اس لئے قرآنِ حمید نے اُن کے لئے "ذوی العقول" کے صیغے استعمال کئے ہیں اور یوں لوگوں کی طرف خطاب کیا اور "خصوصاً" نشان دہی اُن شخصیات کی طرف سے ہے جن کی طرف سے بُتوں میں رمز تھا، بہر نوع دونوں طرز کا شرک اسلامی نظر میں باطل ہے اور قرآن اِس ذِلّت سے انسانیت کو نکالنے کے درپے ہے"۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن از سید قطب شہیدؒ)

Marfat.com

أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۗ قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونِ ﴿١٩٥﴾

کیا اُن کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں؟ کیا اُن کے ہاتھ ہیں جن سے گرفت کریں؟ کیا اُن کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں؟ کیا اُن کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟۔اے نبی (ﷺ)! آپ ﷺ کہہ دیجئے! تم سب اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں رمعبودوں کو بلا لو! پھر میرے خلاف سازش رضرر رسانی کی تدبیر کرو اور مجھے مُہلت بھی نہ دو۔(۱۹۵)

إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿١٩٦﴾

بے شک میرا مددگار رحمایتی تو اللہ ہے جس نے کتاب نازل کی۔ وہی نیک بختوں رنیک بندوں کی مدد کیا کرتا ہے۔(۱۹۶)

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿١٩٧﴾

اور جن کی تم پرستش کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر رکے سُوا وہ نہ تو تمہاری امداد کرسکتے ہیں اور نہ خود ہی اپنی مدد کر سکتے ہیں۔(۱۹۷)

وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَسْمَعُوا ۖ وَتَرَاهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿١٩٨﴾

اور اگر تم ان (مُشرکوں) کو راہِ راست کی طرف بلاؤ سنیں گے بھی نہیں! اگر آپ انؓ کو اپنی طرف تکتے ہوئے بظاہر دیکھتے ہو حالانکہ ان کو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔(۱۹۸)

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿١٩٩﴾

اے حبیب ﷺ! آپ ان سے درگذر، ونرمی اور معافی سے کام لیجئے، نیکی کی تلقین کیے جائیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کریں؟۔(۱۹۹)

الفاظ و معانی آیت ۱۹۵ تا ۱۹۹

﴿اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَا﴾ کیا ان بتوں کے پاؤں ہیں جس سے وہ اپنی ضرورتوں میں چلیں ان پیروں سے، جن سے تم چلتے ہو۔ یَمْشُوْنَ وہ چلتے ہیں، مَشْیٌ سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔﴿اَرْجُلٌ﴾ پاؤں، پیر رجلٌ کی اسم جمع ہے۔﴿يَبْطِشُوْنَ بِهَا﴾ پکڑتے ہیں، گرفت کرتے ہیں۔﴿اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ﴾ کیا اُن کی آنکھیں ہیں۔اَعْيُنٌ آنکھیں، عَيْنٌ اس کا واحد۔﴿يُبْصِرُوْنَ بِهَا﴾ دیکھتے ہیں ان آنکھوں سے جیسے تم دیکھتے ہو۔﴿اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا﴾ کیا وہ ان کانوں سے سنتے ہیں جس طرح تم قوت سماعت رکھتے ہو ان لوگوں کی جہالت اور نادانی کا اظہار کیا جارہا ہے کہ تم صاحب عقل وخرد ہوتے ہوئے لکڑی اور پتھر کے تراشے ہوئے بے جان، مجسموں کی پوجا کرتے ہو جن کی بے بسی تو یہاں تک ہے کہ نہ تو ان کے پیر ہیں کہ پاؤں سے چل سکیں اور نہ تو ہاتھ ہیں، کہ ان سے کچھ پکڑ سکیں، اور نہ تو آنکھیں ہیں کہ یہ نظروں سے دیکھ سکیں۔یہ آیت تو کافروں کی حماقت اور نادانی ثابت کرنے کی دلیل ہے اور جب اس دلیل کے سبب لاجواب اور ساکت ہوئے تو حضرت محمد ﷺ کو اپنے خداؤں سے ڈرانے لگے اور بولے ہمارے خداؤں کی مذمت مت کرو مبادا کہ وہ آپ کو آفت اور مصیبت پہنچائیں۔تو باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"قُلِ ادۡعُوۡا شُرَكَآءَكُمۡ ثُمَّ كِيۡدُوۡنِ" اے حبیب ﷺ! آپ کہہ دیجئے! تم پکارو اُنہیں جنہیں تم نے پرستش کے لئے اپنا معبود بنالیا ہے وہ بت میری عداوت میں جو کچھ ضرر رسانی کی تدبیر کر سکتے ہیں کر لیں۔ ﴿فَلَا تُنۡظِرُوۡنَ﴾ پھر مجھے ڈرائیں، میں اللہ کی حفاظت اور حمایت پر یقین رکھتا ہوں تمہارے قصد، مکر اور فریب سے ہر گز نہیں خوف کھاتا! ۔تُنۡظِرُوۡنَ تم مجھے مہلت دو اِنْظَارٌ سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيۡ نَزَّلَ الۡكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيۡنَ﴾ یقینی طور پر میرا مددگار اللہ ہے جس نے یہ (کتاب) قرآن نازل کیا اللہ دوست رکھتا ہے اور اُن کے نام بتاتا ہے یہاں ولی کے معنیٰ محافظ و مددگار کے ہیں "جو شخص کسی کی حفاظت کرے اور ہر قسم کے ضرر سے اُسے بچائے اُسے اُس کا ولی کہتے ہیں"۔ (بحوالہ قرطبیؒ) ﴿خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ﴾ عفو اور معافی دینے کی صفت اختیار کرو، گنہگاروں کو درگذر کرو، حکم دو نیکی کرنے کا، اقوال افعال میں جاہلوں اور نادانوں سے کنارہ کشی اختیار کرو ان سے دور رہو، اُن سے مت اُلجھو!"کشاف" میں تحریر ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے معلوم کیا کہ اِس کلام کی حقیقت کیا ہے؟ جواب عطا ہوا۔ باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو تم سے قطع تعلق کرے اس سے ملو، جو تمہیں محروم کرے اسے دو! جو تم پر ظلم کرے اسے درگذر (معاف کردو)"۔ یہ مکارمِ اخلاق کے اصول ہیں حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "قرآن میں اَخلاقِ حسنہ کے متعلق یہ جامع ترین آیت ہے"۔ (بحوالہ تفسیر ابن جریر طبریؒ)

۱)......خُذِ الۡعَفۡوَ: عربی لغت کے مطابق عفو کے کئی معانی ہیں عفو کہا جاتا ہے ہر ایسے کام کو جو بآسانی بغیر مشقت اور کسی تکلیف کے بغیر ہو سکے، عفو کے دوسرا معنیٰ معافی اور درگذر کرنے کے بھی آتے ہیں۔

۲)......وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ: عرف بمعنیٰ ہر مستحسن کام، ہر نیک کام اور عمل کی ہدایت کریں گویا "نیکی کا بدلہ نیکی سے، ظلم کا بدلا صرف انصاف سے ہی نہیں بلکہ احسان سے"۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ)

۳)......وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ: جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ اِن جاہلوں سے مُنہ پھیرلیں، کنارہ کشی اِن سے اختیار کی جائے، کنارہ کش ہونے سے مراد یہ ہے کہ "اُن کی برائی کا جواب برائی سے نہ دیں"۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

گویا ظلم کا انتقام چھوڑ کر اُن کے ساتھ ہمدردی، نرمی اور حُسنِ سلوک کو روا رکھا جائے اس کا مطلب یہ بھی نہ لیا جائے کہ اُن کو ہدایت کرنا چھوڑ دی جائے۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۹۵ تا ۱۹۹

آیت ۱۹۵ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ ان بتوں سے کہا جائے کہ اگر وہ ہاتھ پاؤں، آنکھیں اور کان رکھتے ہیں اور اگر کسی کے امداد کرنے کے قابل ہیں تو اُنہیں پکارو، لیکن دوسروں کی مدد تو درکنار وہ اپنی خود مدد کرنے کے قابل نہیں، بت پرستی تو دو اجزاء سے مرکب ہوتی ہے ایک تو وہ کیفیت جن کو بت پرست الٰہ مان کر قابلِ پرستش جانتے ہیں، دوسری وہ کیفیت جو مورتی کی شکل پیکر میں ڈھال کر تراشتے اور بناتے ہیں اور یہ گمان رکھتے ہیں کہ صفت الٰہ کے ان مظاہر کے اندر سمودی گئی ہے۔ جن بتوں کی پوجا تم خلاف عقل و خرد کرتے ہو وہ تم لوگوں کے کیا کام آئے وہ تو خود اپنی حفاظت کرنے سے قاصر ہیں، گو اُن کے ظاہری

ہاتھ، پاؤں، آنکھیں سب کچھ بنا لیتے ہو: کیا ان اعضاء میں وہ قوت اور صلاحیت موجود ہے جنہیں اعضاء کا نام دیا جائے، تم ان کے سامنے خاموش رہو یا آہ بکا کرو دونوں صورتیں یکساں ہیں نہ اُن سے کوئی فائدہ نہ نقصان۔ مُشرکین مکہ تو سرکارِ دوعالم ﷺ کو یہ دھمکی دے کر کہتے تھے کہ آپ ﷺ ہمارے بتوں کی بے ادبی کرنا ترک کر دیں ورنہ نہ معلوم کون سی آفت آپ پر آجائے، قرآن وضاحت کے ساتھ بتا رہا ہے کہ "تم سب رسول اللہ ﷺ کے خلاف اپنے سب منصوبے اور تدابیر پوری کرلو، پھر بھی تم رسول اللہ ﷺ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے"۔ (بحوالہ تفسیر عثمانیؒ از مولانا محمود الحسن عثمانیؒ)

یہ آپ ﷺ کو ڈراتے ہیں اِن بتوں سے کہ یہ آپ کو ضرر پہنچائیں اس بات کی وضاحت آیت ۳۶ سورۃ الزمر پارہ ۲۴ فَمَنْ اَظْلَمُ سے ہو جاتی ہے ارشادِ ربّی ہے:

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَ یُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ

"کیا اللہ اپنے بندوں کو کافی نہیں۔ یہ لوگ آپ کو اللہ کے سوا اوروں سے ڈراتے ہیں"۔ (آیت ۳۶)

آپ کو غیر اللہ سے ڈراتے ہیں لیکن اللہ حامی و ناصر ہو تو آپ ﷺ کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، وہ ان سب کے مقابلے میں آپ کو کافی ہے "جن کے ساتھ اُن کے قوم کے لوگوں نے ایذا رسانی کا سوچا اللہ تعالیٰ نے اُنہیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا اور اُن کی کفایت فرمائی"۔ (بحوالہ کنز الایمان، خزائن العرفان از احمد رضا خانؒ)

آیت ۱۹۶ میں بتایا جا رہا ہے کہ اللہ ہی ہمارا حامی و ناصر اور کارساز ہے جس نے ہماری رُشد و ہدایت کے لئے قرآنِ مجید فرقانِ حمید کو اُتارا، سچ تو یہ ہے کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس سے اہلِ حق ہر طاغوتی طاقت سے بڑی بے باکی سے مقابلہ کرتے ہیں اور آخر کار نیک اور فرمانبرداروں کو اس سے حمایت اور نصرت ملتی رہتی ہے۔

آیت ۱۹۷ میں بیان ذکر یہ ہے کہ "غیر اللہ کو" جو لوگ پکارتے ہیں، اُن کا عالم تو یہ ہے کہ نہ وہ تو اپنی ہی مدد کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور نہ کسی اور کو کچھ مدد پہنچا سکتے ہیں، اُن باطل اور جھوٹے معبودوں کا تو یہ عالم ہے کہ اُن کے معبود نہ اپنے پجاریوں کو کچھ نفع پہنچانے کی صلاحیت رکھتے ہیں، نہ ہی اپنے مخالفین کو کچھ زِک دے سکتے ہیں۔

آیت ۱۹۸ میں اس بات کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ اگر تم اُنہیں سیدھی راہ پر چلنے کے لئے آمادہ کرو تو وہ تمہاری بات سماعت رسننے کی بھی قوت نہیں رکھتے، ظاہری طور پر ایسا محسوس ضرور ہوتا ہے کہ وہ تمہاری طرف نظر اُٹھائے دیکھ رہے ہیں، فی الحقیقت وہ کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے۔ بتوں کی تصویریں اس طرح بنائی جاتی تھیں جیسے تمہیں کوئی دیکھ رہا ہے۔

آیت ۱۹۹ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ نہ نرم گفتگو کرنے کا انداز اپنایا جائے عفو و درگذر کو شعارِ زندگی بنایا جائے اور نیکی سرانجام دینے کی تلقین کی جائے، جاہلوں سے اُلجھنے کے بجائے اس سے اپنا دامن بچا کر دوری اختیار کی جائے۔
رسول اللہ ﷺ کو تلقین دعوت ہے کہ جب نیکی کا حکم صادر کر کے اتمام حُجت کر چکیں اور پھر بھی وہ آپ کی بات تسلیم نہ کریں تو اعراض کر لیجئے! اور اُن کی دھمکیوں کا جواب نہ دیں آپ اور آپ کے رُفقاء رساتھیوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ آپ توحیدِ حق اور "نیکی و عدل کی جو دعوت دے رہے ہیں اس پر جمے رہیں اور ان جاہلوں کی پرواہ مت کیجئے"۔ (بحوالہ تفسیر تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

Marfat.com

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۰۰

اور اگر شیطان تم کو وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرے تو اس کے شر سے بچنے کے لئے اللہ سے پناہ مانگو بلاشبہ اللہ ہی سب کچھ سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ (۲۰۰)

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝۲۰۱

بے شک جو لوگ پرہیز گاری اپناتے ہیں اُنہیں کوئی شیطانی خیال چھو بھی جائے تو وہ اللہ کی یاد/ذکر میں لگ جاتے ہیں تو اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ (۲۰۱)

وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِى الْغَىِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ۝۲۰۲

اور جو شیطان کے بھائی ہیں، تو شیاطین اُنہیں گمراہی اور کج روی میں کھینچ کر لے جاتے ہیں، اور اُنہیں گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھتے/گویا گمراہ کرنے میں پھر کوئی کمی نہیں کرتے۔ (۲۰۲)

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ مِنْ رَّبِّىْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۲۰۳

اور اے محبوب ﷺ! جب آپ کوئی نشانی/معجزہ اُن کے سامنے پیش نہیں کرتے تو وہ کہتے ہیں آپ کوئی آیت/معجزہ کیوں نہیں لائے۔ آپ ﷺ جواب میں کہہ دیجئے! میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے ربّ کی طرف سے وحی ہوتی ہے یہ بصیرت کی روشن دلیلیں تمہارے ربّ کی طرف سے ہیں رحمت اور ہدایت ہے، یہ سب اس قوم کے لئے ہے جو صاحبِ ایمان والے ہیں۔ (۲۰۳)

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۲۰۴

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ/انہماک کے ساتھ سُنو! خاموش رہو! تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (۲۰۴)

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝۲۰۵

اور یاد کرو اپنے ربّ کو دل ہی دل میں، عاجزی اور خوف کے ساتھ/ ڈرتے ڈرتے، چپکے چپکے، زبان سے بھی ہلکی آواز کے ساتھ صبح وشام اس کا ذکر کرتے رہو، اُن لوگوں میں نہ ہو جانا جو غفلت میں پڑے ہیں۔ (۲۰۵)

اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۩ ۝۲۰۶

بے شک جو لوگ ربّ کے مقرب ہیں وہ تکبر اور گھمنڈ چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں اور اللہ کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور اسی کے آگے سربسجود ہوتے ہیں۔ (۲۰۶)

الفاظ ومعانی آیت ۲۰۰ تا ۲۰۶

﴿وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ﴾ اگر شیطان کی طرف سے تجھے وسوسہ پہنچے۔ يَنْزَغَنَّكَ اُبھارنا، نَزْغٌ سے فعل مصدر ہے کسی نوک دار چیز سے چھیڑنا۔ ﴿فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ پس تو پناہ مانگ اللہ سے، اِسْتِعَاذَةٌ سے فعل اَمر، صیغہ واحد مذکر حاضر

Marfat.com

قواعد کے مطابق۔ یہاں خطاب محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے اور اس سے مُراد اُمّت ہے، اُمّت میں ہر ایک سے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب شیطان اشتعال میں لانے کی کوشش کرے تو اس کے شَرّ سے اللہ کی پناہ طلب کی جائے۔

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا﴾ بے شک جن لوگوں نے پرہیز کیا شرک سے اور گناہوں سے یا خوف کیا اللہ سے۔ ﴿اِذَا مَسَّهُمۡ طٰٓئِفٌ﴾ جب چُھو جاتا ہے اُنہیں کوئی وسوسہ خیال۔ ﴿مِّنَ الشَّیۡطٰنِ﴾ شیطان کی طرف سے، طائف یا طیف سے مُراد وہ تخیل ہے جو دل میں آئے یا خواب میں نظر آئے۔ اہلِ تقویٰ شیطان کے وسوسہ خیال سے چوکنا رہتے ہیں اس لئے کہ ''وسوسہ شیطانی بھی خیالی تصوّرات کے مشابہ ہے''۔ (بحوالہ فتح القدیر)

﴿قَالُوۡا لَوۡلَا اجۡتَبَیۡتَهَا﴾ کہتے ہیں کہ کیوں نہ بنائی اپنی طرف سے کوئی آیت۔ اِجْتَبَیْتَهَا تم نے چھانٹ لیا، اِجْتِبَاء سے فعل ماضی واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ تبیان میں تحریر ہے کہ اہلِ مکہ عیب جوئی اور بدگوئی کے سبب قرآن کی آیتیں مانگتے تھے اور جب اُن کے نزول میں تاخیر ہوتی تو وہ ازراہِ تمسخر کہتے کہ آپ ﷺ نے اور آیتوں کی طرح یہ آیت بھی کیوں نہ بنالی تو یہ آیت نازل ہوئی اور حکم آیا قُلْ اے حبیب! کہہ دیجئے! ﴿اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ﴾ میں صرف اِس کی پیروی کرتا ہوں۔ ﴿مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ﴾ جس چیز کی وحی کی جاتی ہے۔ ﴿مِنۡ رَّبِّیۡ﴾ میرے رَبّ کی طرف سے اور میں اپنی طرف سے قرآن نہیں بناتا۔ ﴿هٰذَا بَصَآئِرُ مِنۡ رَّبِّکُمۡ﴾ گویا اس میں بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رَبّ کی طرف سے اس سے راہِ حق نظر آتی ہے اور راہِ ہدایت دریافت ہوتی ہے، حاصل کلام یہ کہ یہ قرآن جو خود ایک بڑا مُعجزہ ہے۔ ﴿وَهُدًی وَّرَحۡمَۃٌ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ﴾ راہ دکھانے والا ہے بخشانے والا ہے یا ہدایت اور رحمت ہے اُس گروہ کے لئے جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر۔ ﴿وَاِذَا قُرِئَ الۡقُرۡاٰنُ فَاسۡتَمِعُوۡا لَهٗ﴾ اور جب قرآن مجید پڑھا جائے تو توجہ اور انہاک کے ساتھ سُنو۔ اِسْتَمِعُوْا تم کان لگا کر سنو، اِسْتِمَاعٌ سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

﴿وَاَنۡصِتُوۡا لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ﴾ اور چپ/خاموش ہو جاؤ تا کہ تم رحمت باری تعالیٰ کے مستحق ہو جاؤ۔

﴿وَاذۡکُرۡ رَّبَّکَ فِیۡ نَفۡسِکَ﴾ اور یاد کرو! اے محمد! اپنے رَبّ کو اپنے دل میں۔ ﴿تَضَرُّعًا﴾ عجز و انکساری کے ساتھ ﴿وَّخِیۡفَۃً وَّدُوۡنَ الۡجَهۡرِ مِنَ الۡقَوۡلِ﴾ ڈرتے ڈرتے، اس کے فضل کی اُمید پر اور خوف طاری کر و عدل کے ڈر سے، اور پُکارو آہستہ آہستہ اور بلند آواز کے درمیان۔ ﴿بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ وَلَا تَکُنۡ مِّنَ الۡغٰفِلِیۡنَ﴾ یوں یاد کرو صبحدم اور شام کو بھی اس سے ذکرِ دوام مُراد ہے یہ دونوں ساعتیں شب و روز کے سب اوقات میں اشرف اور افضل ہیں اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا اس اُمت میں سے کچھ لوگوں نے اس حکم اور خطاب کی تکمیل کر کے رات میں اس ذکر کی سعادت پا کر اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈھا ہے اور شعورِ عمل اور حضوری کے طفیل دائمی آگاہی سے مشرف ہو گئے ہیں۔ احوال یہ ہے کہ ایک رات کو رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب سے گذر ہوا تو دیکھا تو امیر المؤمنین چپکے چپکے ذکر میں مصروف ہیں اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس سے گزرے تو محسوس کیا گیا کہ وہ باآواز بلند محوِ ذکر ہیں۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم ملا کہ قدرے بلند آواز سے ذکر کیا کرو اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ہدایت ملی کہ قدرے

Marfat.com

آہستہ ذکر کرو۔ امام نودی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ "اگر ذکر کرنے والے کو ریاء کا اندیشہ ہو یا آرام کرنے والوں کو تکلیف پہنچنے کا امکان ہو تو پھر آہستہ ذکر کرنا بہتر ہے۔ بصورت دیگر ذکر بالجہر افضل ہے"۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ بلاشبہ فرشتے رملائکہ ہیں تیرے رَبّ کے پاس وہ اللہ کے مقرب ہیں وہ تکبّر فخر و انبساط نہیں کرتے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۲۰۰ تا ۲۰۶

آیت ۲۰۰ میں اظہار بیان یہ ہے کہ شیطان انسان کی فطری اور طبعی کوتاہیوں سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کسی ایسے اُمور پر اُکسائے جو تعلیمات قرآنی کے مطابق نہ ہو اور وسوسہ اندازی کر کے فریب کاری کی طرف متوجہ کرے تو اللہ کی پناہ چاہو! باری تعالیٰ ہر بات کو بھی سنتا ہے اور ہماری ہر التجا کو جانتا بھی ہے یقینی طور پر ہمیں شیطان کے مکروفریب اور شر سے بچائے گا۔ ہمیں تردّد میں پڑھنے کی چنداں ضرورت نہیں، اللہ اپنی قدرت کاملہ سے ہمیں محفوظ رکھے گا۔

آیت ۲۰۱ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ اہلِ تقویٰ کو اگر کوئی شیطانی اثر راہِ حق سے بھٹکانے لگتا ہے تو وہ اپنے ضمیر کو بیدار کرنے کے لئے اللہ کے ذکر میں مصروفِ عمل ہو کر توبہ اور استغفار کرتے ہیں، یہ عمل اُن کے قلب ونظر میں ایسی بصیرت، بصارت، قوت وہمت پیدا کر دیتا ہے کہ دفعۃً آنکھوں کے سامنے غفلت کی تاریکی کا سارا غبار چھٹ جاتا ہے اور قلب حزیں منوّر اور تاباں ہو جاتا ہے۔

آیت ۲۰۲ میں بتایا جارہا ہے کہ جو لوگ شیطان کی پیروی اختیار کرتے ہیں تو شیطان وسوسہ ڈال کر اُن کو گمراہی کی طرف مائل کرتے ہیں اور وہ لوگ ان گمراہ کُن وادیوں میں بھٹکتے ہوئے ایسی منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتے ہیں کہ بازگشت کا کوئی امکان ہی باقی نہیں رہ جاتا۔

آیت ۲۰۳ میں بیانِ مُدّعا یہ ہے کہ شیطانی طعنوں کی ایک تمثیل یہ ہے کہ جس سے رسول اللہ ﷺ کو ہر وقت سابقہ تھا اور کُفّار کہا کرتے تھے کہ ہم معجزہ کا جو مطالبہ کر رہے ہیں وہ آپ ﷺ کیوں نہیں پیش کرتے؟ کافروں کا تو یہ فضول مطالبہ اور فرمائش ہوتی کہ جب نزول وحی میں تاخیر ہوتی تو کہتے ہیں "اپنی طرف سے کوئی آیت گھڑ لیجئے روضع کر لیجئے"۔ (بحوالہ قرطبیؒ) ان ناسمجھ لوگوں کو بھلا مقامِ نبوت کی نزاکتوں کا احساسِ علم نہیں تھا، وحی کی تاخیر پر اہلِ کُفر کا یہ تمسخر تھا "آخر سارا قرآن تم نے بنایا ہی ہے العیاذ باللہ"۔ (بحوالہ تفسیر عثمانیؒ جلد اوّل) چنانچہ حکمِ رَبّی ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ کام نہیں کہ اپنی طرف سے اللہ پر افتراء کرے یا لوگوں کے کہنے پر وہ چیز طلب کرے جس کا عطا کرنا اللہ کی حکمت کے منافی ہے یا جس کے مانگنے کی اجازت نہیں ہے میرا تو یہ معمول ہے جو اللہ وحی بھیجتا ہے میں اس کی اتباع پر عمل پیرا ہوتا ہوں اور دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ قرآنِ حکیم کی آیت سے بڑھ کر اور کائنات میں کون سا عظیم الشان مُعجزہ ہو گا حقیقت تو یہ ہے کہ یہ رَبّ کی طرف سے روشن دلیلیں ہیں اور ایمان والوں کے لئے اس میں ہدایت اور رحمت موجزن ہے۔

آیت ۲۰۴ میں بتایا جارہا ہے کہ قرآنِ مجید ایسی دولت اور نعمت ہے کہ جب قرآن پڑھا جارہا ہے تو اس "سعادت سے فیض پانے کے لئے اُسے غور سے، توجہ سے، اَنہماک سے سنو! کہ کچھ بعید نہیں کہ اس سماعت کے دوران رحمت باری تعالیٰ کا فیض عام تم پر عام ہو جائے، رحمت کُھل جائے، اس کے ظاہری جمال اور کمالِ حُسن کی برکت سے متاثر ہو کر تمہیں یہ احساسِ یقین ہو جائے کہ یہ کسی انسان کا نہیں! بلکہ باری تعالیٰ کا کلام فصیح وبلیغ ہے، قرآن پڑھا جائے تو خاموشی اختیار کر کے سنا جائے تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

Marfat.com

آیت ۲۰۵ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ ربّ جلیل کو صبح وشام یاد کرو اور یہ ذکر عاجزی کے ساتھ، انکساری کے ساتھ ہو، دل میں خوف کے آثار نمایاں ہوں، رقت کی کیفیت طاری ہوں، ذکر اِس انداز سے کیا جائے کہ نہ تو آواز بہت بلند ہو آواز دھیمی اور پست ہو آواز میں ہیئت میں تضرع اور خوف کا غلبہ محسوس ہونا چاہئے تاکہ عظمت وجلال سے دل منوّر ہو جائے۔

کافروں کا یہ معمول تھا کہ قرآنِ کریم کی تلاوت کے وقت شور مچاتے تھے، تو بتایا جارہا ہے کہ اگر قرآن کی آیات کو توجّہ سے سنا جائے اور خاموشی طاری رہے تو شاید باری تعالیٰ تمہیں ہدایت سے سرفراز کردے، چنانچہ آیت ۲۶ سورۃ حٰمٓ السَّجدَۃ پارہ ۲۴ فَمَنْ اَظْلَمُ میں ارشادِ ربّی ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ

''اور کافروں نے کہا اس قرآن کو سنو ہی مت! اس کے پڑھے جانے کے وقت بیہودگی اختیار کرو''۔ (آیت ۲۶)

گویا اُنہوں نے کہا شور کرو، زور زور سے باتیں کرو تاکہ لوگوں کے کانوں میں قرآن کی آواز نہ جائے اور ان کے دل قرآن کی بلاغت اور فصاحت سے متاثر نہ ہوں۔

آیت ۲۰۶ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ جو لوگ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے مقرّب ہیں وہ اللہ کا ذکر کرتے وقت تکبّر اور افتخار نہیں کرتے، وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو ہی سجدہ کرتے ہیں ہمہ وقت اللہ کی یاد میں مشغولِ عمل رہتے ہیں۔ حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرّب ملائکہ کو اللہ کی بندگی سے عار نہیں تو ہم پر بھی لازم ہے کہ صبح وشام، ہر لمحہ، ہر لحظہ عبادت میں مصروفِ عمل رہیں اور کسی کے آگے سربسجود نہ ہوں۔ چنانچہ اِس آیت کے اختتام پر بھی سجدہ کرنا چاہئے یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عبادت اور تصوّر عبادت اور ذکر اللہ، دینِ اسلام کے اساس طریق کا ایک ذریعہ ہے یہ صرف علم تصوّف اور معرفت کا ہی طریق نہیں ہے بلکہ اس کا واسطہ اور تعلق ربط سلوک وعمل اور عملی حرکت کے ساتھ ہے، اس عمل احساس کو اپنا کر انسان دنیا کو مطلوب ہوتا ہے۔ گویا اس کا سرچشمہ عبادت تعلق باللہ اور اللہ کی نصرت میں مُضمر ہے اور یہی توشہ آخرت کی منزل کی طرف جانے کا ایک ذریعہ ہے۔ (بحوالہ ظلال القرآن جلد دوئم سید قطب شہیدؒ)

اس آیت میں لوگوں کو پند ونصیحت اور عبرت کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب لوگوں کی ایک خاص کیفیت حال بیان ہوئی ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں وہ اس کی عبادت میں تکبر نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا مطلب، اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ ہونا ہے جس میں سے سب فرشتے/ملائکہ، تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور اُمت کے صالحین شامل ہیں وہ اپنے ربّ کے حضور اپنے آپ کو محتاج وعاجز جان کر عبادت میں مصروف رہ کر تسبیح کرتے رہتے ہیں اور خلوصِ عقیدت سے سجدہ کرتے ہیں'' گویا اللہ تعالیٰ کی مَعصیت اُن کو حاصل ہے'' (بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ)

الحمدللہ سورۂ اعراف مکمل ہوئی۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ

الرقوم ۸ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۹ اگست ۲۰۰۹ء

ترتیب نزول ۸، آیات ۷۵، رکوع ۱۰

سُوۡرَۃُ الاَنۡفَالِ

یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی
کل حروف ۵۰۸۰، کلمات ۱۰۷۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے آغاز کرتا ہوں جو نہایت مہربان رحم والا ہے

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ ؕ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَیۡنِکُمۡ ۪ وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱﴾

اے حبیب (ﷺ)! آپ سے دریافت کرتے ہیں حکم مالِ غنیمت کے بارے میں۔ تو آپ ﷺ کہہ دیجئے! یہ انفال/مالِ غنیمت اللہ کا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کا، پس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور آپس میں باہمی معاملات صلح اور اصلاح کے ساتھ درست رکھو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری اختیار کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ (۱)

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ وَ اِذَا تُلِیَتۡ عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُہٗ زَادَتۡہُمۡ اِیۡمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ ۚ﴿۲﴾

صرف سچے ایمان والے تو وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل کانپ اُٹھتے ہیں/لرز جاتے ہیں اللہ کے ڈر سے اور جب اللہ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اُن کے ایمان میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور یہ لوگ اللہ پر کامل بھروسہ/توکل رکھتے ہیں۔ (۲)

الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ؕ﴿۳﴾

جو نماز قائم کرنے کا صحیح صحیح اہتمام/اور انصرام کرتے ہیں اور ہم نے جو رزق عطا کیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ (۳)

اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا ؕ لَہُمۡ دَرَجٰتٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ وَ مَغۡفِرَۃٌ وَّ رِزۡقٌ کَرِیۡمٌ ۚ﴿۴﴾

ایسے ہی لوگ سچے مؤمن ہیں، اُن کے رَبّ کے پاس اُن کے بڑے درجات ہیں، عزت ہے بخشش ہے، گناہوں سے معافی ہے اور بہترین رزق ہے۔ (۴)

کَمَاۤ اَخۡرَجَکَ رَبُّکَ مِنۡۢ بَیۡتِکَ بِالۡحَقِّ ۪ وَ اِنَّ فَرِیۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ لَکٰرِہُوۡنَ ۙ﴿۵﴾

جیسا کہ آپ ﷺ کے رَبّ نے حق کام کے لئے آپ کو گھر سے نکال لایا ہے اور بے شک اہلِ ایمان کے ایک گروہ پر یہ بات سخت گراں/ناگوار گذری۔ (۵)

الفاظ و معانی آیت ۱ تا ۵

اَنفال کے معنی مالِ غنیمت کے ہیں یہ نَفَل کی جمع ہے جس کے لغوی معنیٰ ہیں فضل و انعام، اصطلاحِ قرآن و سنت میں نَفَل اور انفال مالِ غنیمت کے لئے بھی مستعمل ہے جو کفار سے جہاد کے وقت حاصل ہوتا ہے دراصل قرآن میں اِس مفہوم کے لئے تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں، لفظِ انفال جو آیت ۱ میں استعمال ہوا ہے اور لفظ غَنِیۡمَۃ، سورۃ انفال کی آیت ۴۱ پارہ ۱۰

Marfat.com

وَاعْلَمُوْا میں آیا ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ

اس بات کو جان جایئے کہ مالِ غنیمت میں تم کو جو کچھ بھی ہاتھ آئے اس کا پانچواں حصہ ۲۰ رافیصد اللہ کے لئے ہے۔

تو پتہ چلا کہ مالِ غنیمت وہ ہے جو معرکہ اور جہاد کے ذریعہ ہاتھ آئے اور لفظ فئے اس کے بارے میں یہ ہے کہ وہ مال جو بلاقتال اور جہاد میسّر آجائے آیت ۷ سورۃ الحشر پارہ ۲۸ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ میں لفظ فئے اور اس کے بارے میں ارشادِ باری ہے "مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ" بغیر لڑائی کے جو مال اللہ نے کسی آبادی سے اپنے رسول ﷺ کو دلایا، مزید وضاحت کے لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ غَنِیْمَةِ عام طور پر اس مال کو کہا جاتا ہے جو معرکہ و جہاد کے ذریعہ فریق مخالف سے مل جائے اور فئے وہ مال ہے جو قتال اور جنگ کے بغیر کُفّار سے مل جائے خواہ وہ مال رضامندی سے دیں یا میدانِ کارزار میں چھوڑ کر بھاگ جائیں، نفل اور انفال کا لفظ اس انعام کے لئے کہا جاتا ہے جو امیر جہاد کسی خاص مجاہد کو حُسنِ کارکردگی کے صلہ میں علاوہ حصہ غنیمت بطورِ انعام دے۔ (بحوالہ تفسیر ابنِ جریر، تفسیر ابن کثیر)

"اَنْفَال کے اصلی معنیٰ اصل میں زیادتی کے آتے ہیں، اسی لئے زائد نماز کو نَافِلَةٌ کہتے ہیں"۔ (ماخوذ لغات القرآن از مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ) سورۂ انفال کا نفس مضمون مسلمانوں کی صلاح و فلاح، تقویٰ، باہمی اُلفت و اُخوت اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی اساس پر، تعظیم تنظیم اور حُرمت جہاد کی دعوت کے بابت ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا کہ یہ آیت اہلِ بدر کے حق میں نازل ہوئی ہے، جب غنیمت کے مال میں تقسیم کے وقت معاملات میں اختلاف رائے کی صورت پیدا ہوئی اور تلخی کی نوبت آئی تو حق سُبحانہٗ تعالیٰ نے یہ معاملہ رسول اللہ ﷺ کے سپرد کیا آپ ﷺ نے وہ مال مساوی طور پر تقسیم کرنے کا فریضہ سرانجام دیا۔ (بحوالہ مسند احمد، ترمذی شریف، ابنِ ماجہ اور مستدرک)

سورۃ الانفال کے مضامین پر غور کرنے سے یہ بات بخوبی واضح ہوئی ہے کہ اس سورۃ کا نُزول غزوۂ بدر کے فوراً بعد ہوا، اِس سورۂ مبارکہ کا بیشتر حصّہ غزوۂ بدر کے متعلق ہے۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے جانثارانِ توحید، بارہ تیرہ برس تک کُفّارِ مکّہ کے ظُلم واستبداد کو صبر وسکون سے سہتے رہے نبوّت کے بارہویں برس قبیلہ خزرج کا ایک کارواں جس میں پچھتر (۷۵) افراد شامل تھے مکہ میں وارد ہوا اور حضور ﷺ کے درِ اقدس پر حاضری دے کر دستِ حق پر بیعت کی سعادت حاصل کی اور شاید اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ حضور ﷺ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کریں۔ ہجرت کے بعد صورت حال یکسر تبدیل ہوگئی، وہاں کے دو بڑے قبیلے اوس اور خزرج میں اسلام کی شمع فروزاں ہوئی۔ حضور ﷺ کی مدینہ میں آمد، شمع رسالت کے پروانوں یعنی مہاجرین اور انصار کو رشتہ اُخوت میں پُرو دیا۔ اسلام کی بقاوترقی کے لئے معرکۂ حق و باطل ہوا، غزوۂ بدر کُفر و اسلام کا سب سے پہلا معرکہ تھا جس میں مسلمانوں کو فتح و نصرت ملی، کُفّار اور مُشرکین کا تکبّر وعناد، میدانِ بدر میں مجاہدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تقویٰ سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگیا، چند سو افراد کا جذبۂ جہاد اپنے نتیجہ واثر کے اعتبار سے تاریخ انسانی میں کامیابی و کامرانی کی ایک نئی داستان رقم کرگیا، قرآنِ حکیم کی آیت ا پارہ

حٰمٓ سُوْرَۃُ الْفَتْحِ میں نوید ملی ارشادِ ربّی ہوا: ''اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا'' بے شک اے حبیب ﷺ! ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی ہے۔ سورۃ فتح صُلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اس صلح کو بھی فتح فرما دیا۔

اِس معرکہ حق باطل میں وہ مال جو مجاہدین کو کامیابی کی صورت میں ملا، یعنی مالِ غنیمت، تو سوال پیدا ہوا کہ اس کا کیا کیا جائے، سابقہ اُمتوں کا حال تو یہ تھا کہ اس مال کو میدان میں اکٹھا کر دیا جاتا اور آسمان سے آگ آکر اس کو جلا دیتی تو یہ عمل جہاد کی قبولیت قرار پاتا، اکثر اوقات وہ نہ جلایا جاتا تو اس کو نحوست سمجھ کر استعمال نہ کیا جاتا۔ لیکن یہ آقائے نامدار ﷺ کے فضائل میں یہ بات شامل ہوئی کہ یہ غنیمت آپ ﷺ کے لئے حلال ٹھہری۔ قرآنِ مجید نے انفال کو اللہ اور رسول ﷺ کا مال قرار دے کر قاعدہ کُلّیہ بنا دیا کہ تمام مال امیر جہاد کے سامنے رکھ دیا جائے اور ایک سوئی تک نہ چھپائی جائے جس کو وہ تقسیم کرے بلکہ بعد میں اس مال کی تقسیم کا قانون وضع کیا گیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا ہوئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر علیہ السلام اور اُن کی اُمت کو نہیں ملیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کر دیئے گئے حالانکہ مجھ سے قبل کسی کے لئے حلال نہ تھے''۔ (بحوالہ بخاری، مسلم)

سورۃ الانفال کی آیت امیں حکم بتلایا کہ یہ مالِ غنیمت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اصل ملکیّت تو باری تعالیٰ کی ہے اور تصرّف کا حق اللہ کے رسول ﷺ کو ہے جو بحکم پروردگار اپنی صواب دید پر اُن کو تقسیم کرتے ہیں۔ ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ﴾ اے حبیب ﷺ! آپ سے سوال کیا جاتا ہے مالِ غنیمت کے حکم کے بارے میں کہ کافروں کی لُوٹ مار کا مال اس اُمت پر حلال ہے یا نہیں! ''وسیط'' میں تحریر ہے کہ اہلِ بدر نے غنیمتوں میں اختلاف کیا۔ جوانوں کا کہنا تھا ہم لڑتے ہیں غنیمت ہمارا ہے، عمر رسیدہ لوگوں کا مُدعا یہ تھا کہ ہم بھی مددگار رہے ہیں ہمیں بھی اس میں حصّہ ملنا چاہئے یعنی مہاجر اور انصار میں سے ہر ایک گروہ وہ سب غنیمت لے لینے کا داعی تھا، آخر کار رسالت مآب ﷺ سے استفسار کیا تو جواب میں وحی کا نزول ہوا! ﴿قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ غنیمتوں کا حکم لِلّٰہِ واسطے اللہ کے ہے اور اس کے رسول کے کہ جیسا چاہتا ہے اللہ کے حکم سے تقسیم کر دیتا ہے۔ ﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی غنیمتوں وغیرہ کے باب میں۔ جو وہ حکم صادر کریں چونکہ تم صاحبِ ایمان ہو، اس واسطے ایمان طاعت اور تقویٰ کا مقتضی ہے۔ ﴿وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾ اور جب پڑھی جائیں آیات اس کی یعنی قرآن، تو یہ اُن کے ایمان کو اور بڑھا دیتی ہیں تُلِيَتْ اس کی تلاوت کی گئی، تِلَاوَۃٌ سے فعل ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق، یعنی جب کسی آیت کا نزول ہوتا ہے اور اُن کے سامنے پڑھی جاتی ہے تو اس آیت پر بھی ایمان لاتے ہیں اور پہلے کی آیتوں کا وجدانِ ایمان ہے چنانچہ ''حقائق سلمی'' میں لکھا ہے کہ ''تلاوت کی فیوض و برکات سے اُن کے باطن میں ان کا نُورِ یقین اور زیادہ منوّر ہو جاتا ہے ان کے ظاہر میں اطاعت کی زیادتی اور ظاہر ہو جاتی ہے''۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کمالِ ایمان کا درجہ پانے کی خواہش ہر مؤمن کے دل میں ہونی چاہئے ''بحر الحقائق'' میں تحریر ہے کہ ''ایمان حقیقی ایک نُور ہے۔ دل جس قدر وسیع ہو اسی قدر وہ نُور دل میں چمکتا ہے''۔ جو لوگ اہلِ دل ہیں جب اُن کے

Marfat.com

سامنے قرآنِ مجید کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس کی برکت سے ان کا قلب اور زیادہ روشن ہو جاتا ہے اور نورِ ایمان کی چمک اُن کے دلِ حزیں پر پڑتی ہے تو نورِ جمال میں وہ لوگ مستغرق ہو جاتے ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ۔

﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا﴾ یہی لوگ سچے مومن ہیں راست اور درست ایمان کے ساتھ، اُن کو سچے مسلمان ہونے کی سعادت اِس لئے ملی کہ وہ اصلاحِ قلب اور جوارح اعمال کے ساتھ خوفِ باری تعالیٰ، اخلاص اور توکل کے اُمور انجام دیتے ہیں۔ اُن کے عمل میں نماز کی پابندی ہے، زکوٰۃ کی ادائیگی کا فریضہ شامل ہے، راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر رکوع اور سجود میں مصروف رہتے ہیں، توکل یقین سے ان کا ظاہر بھی نور کی صفات سے متصف ہے اور باطن بھی بقعۂ نور سے روشن اور تاباں ہے صدقات دے کر حق عبادت کا صلہ پاتے ہیں۔ ﴿كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ﴾ جس طرح نکال لایا آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے پروردگار نے گھر سے (مدینہ) سے راستی کے ساتھ، اَخْرَجَكَ اُس نے آپ کو نکالا، اَخْرَجَ فعل ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ، قواعد کے مطابق۔ ﴿وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ﴾ اور بے شک اہلِ ایمان کے ایک گروہ کی خاطرِ معصوم پر یہ بات گراں گذری، یہ بات ذہن میں رکھیے کہ مالِ غنیمت کے بارے میں یہ طریقِ عمل عرب لَـــكٰـــرِهُـــوْنَ کے مروجہ رسم ورواج سے قطعی مختلف تھا اس لئے کچھ لوگوں کی خاطرِ معصوم/طبیعت پر تکمیل کے لئے یہ بات شاق گزری، رَبّ کا حکم ہوا کہ اے محبوب (ﷺ)! اس میں لوگوں کی خوشی اور ناخوشی کا خیال مت کرو جو ہمارا حکم ہے اُس کی تعمیل کی جائے۔ چنانچہ اموالِ غنیمت کی تقسیم کے بارے میں وہی عمل مُوجبِ خیر وبرکت رہا جس کا حکم قرآن نے دیا۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱ تا ۵

آیت ۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ اے حبیب ﷺ: مالِ غنیمت کے بارے میں آپ ﷺ سے سوال کیا جا رہا ہے، غنیمت سے مُراد وہ مال جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو مفتوح دشمن سے میدانِ کارزار میں حاصل ہوتا ہے مالِ غنیمت کی تقسیم کا معاملہ غزوۂ بدر میں، معرکۂ حق وباطل کی فتح کے بعد پیدا ہوا یہ مالِ غنیمت اللہ اور اس رسول ﷺ کا ہے، پس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اگر تم مومن ہو، صدقِ دل کے ساتھ تم آپس کے معاملات میں صلح کرو اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی اختیار کرو۔

آیت ۲ میں بتایا جا رہا ہے کہ اہلِ ایمان کی شانِ ایمان تو یہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے خواہ زبان سے یا مخفی دل سے ہر دو صورتوں میں خوف اور ڈر سے اُن کے دل کانپ جاتے ہیں۔ اللہ کے ذکر وجمال سے اور عظمتِ کمال سے اور جب قرآن کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان آیتوں کے فیوض وبرکات سے اُن کے ایمان اور مضبوط ہو جاتے ہیں اور وہ اللہ پر مکمل توکل کرتے ہیں اور تمام احوالِ عمل اور عمل اعمال پر کامل اعتماد صرف ذاتِ باری تعالیٰ پر کرتے ہیں۔

آیت ۳ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ یہ لوگ ''اقامت صلوٰۃ'' پر کاربند ہوتے ہیں نماز کا اہتمام کرتے ہیں نماز پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں اور اللہ نے جو کچھ مال ومتاع اُن کو بخشا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں ''اقامت صلوٰۃ'' کا مفہوم یہ ہے کہ نماز کی پابندی پورے آداب وشرائط کے ساتھ کی جائے اس میں کوئی کوتاہی کا عنصر نہیں ہونا چاہیے

Marfat.com

قرآنِ مجید میں نماز کے برکات اور فوائد کا ذکر ملتا ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (آیت ۴۵ سورۃ العنکبوت پارہ ۲۱ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ)

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ❶

''بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور ہر گناہ سے'' یہ بھی اقامت صلوٰۃ پر موقوف اور مبنی ہے۔

چنانچہ آیت ۲ سورۃ المؤمنون پارہ قَدْ اَفْلَحَ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ

''جو لوگ اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں''۔

گویا جو لوگ اپنی نمازوں میں فروتنی/عاجزی اختیار کرتے ہیں یعنی نماز کی حالت میں بہ قصد خیالات اور وسوسوں کے ہجوم سے دل کو محفوظ رکھتے ہیں اور باری تعالیٰ کی عظمت و جلال کا نقش اپنے دل میں بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

آیت ۴ میں مدعا بیان یہ ہے کہ ایسے ہی لوگ سچے مؤمن ہیں جو اپنے اعمال اور حسن عمل کی کارکردگی سے اللہ کے پاس اپنے اپنے درجات کے صلے میں بڑے بڑے مقامات و مراتب قرب پر فائز کئے جائیں گے۔ اُن کے لئے مغفرت ہے اور باعزت روزی، اس آیت میں مؤمن کی مخصوص صفات کا بیان ہے جو ہر مؤمن کے قلب میں یہ صفت موجزن ہونی چاہئے:

اوّل خوبی:...... جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اُن کے دل سہم جائیں اللہ کی اُلفت و عظمتِ جمال اس طرح سے قلب میں رچی اور بھری ہوئی ہو کہ دل پر ہیبت اور خوف طاری ہو جائے ''ذکر اللہ'' کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ دل کو سکون ملتا ہے قرآن میں ارشاد ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ'' بے شک دلوں کو اطمینان اللہ ہی کی یاد سے ہوتا ہے۔

دوئم خوبی:...... مؤمن کی کامل خوبی یہ ہے کہ جب اس کے سامنے اللہ کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور دل اعمالِ صالحہ کی طرف مائل ہوتا ہے۔

سوئم خوبی:...... کہ مؤمن اللہ پر کامل اعتماد، توکل کرتا ہے حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے 'اجملوا فی الطلب وتوکلوا علیه' رزق اور اپنی حاجات پانے کے لئے متوسط انداز کی طلب اور مادی وسائل کے ذریعہ کوشش کرلو پھر معاملہ اللہ کے سپرد کردو۔

چہارم خوبی:...... یہ ہے کہ اقامت صلوٰۃ کی خوبی ہو اللہ کے آگے سرِ عبودیت سے جھکائیں اور نماز کی پابندی اختیار کریں۔

پنجم خوبی:...... یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس کو رزق دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔

آیت ۵ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ جب مالِ غنیمت لوگوں کی منشاء کے مطابق تقسیم نہ ہوا بلکہ حکم باری تعالیٰ کے احکامات کے مطابق مالِ غنیمت کی تقسیم عمل میں آئی تو کچھ لوگوں کو اس بات پر شاق ہوا کہ غزوہ بدر کے مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت کچھ لوگوں میں اختلاف رائے ہو گیا تھا پھر پروردگار کے حکم کے تحت سب نے آپ ﷺ کے حکم کو تسلیم کرلیا اور اسکے برکات اور بہتر نتائج کا ظہور سامنے آگیا۔

---

❶...... آیت ۴۵ سورۃ العنکبوت پارہ ۲۱ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ۔

يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۶﴾

وہ سچی بات کے معاملے میں آپ ﷺ سے جھگڑ رہے تھے حالانکہ وہ بات واضح ہو گئی تھی گویا کوئی اُن کو موت کی طرف ہانکے لیے جاتا ہے یعنی وہ موت کو دیکھ رہے ہیں۔(۶)

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷﴾

اور یاد کرو اُس وقت کو جب اللہ نے وعدہ دے کر فرمایا تھا کہ ان گروہوں میں ایک تمہارے لئے ہے (یعنی تمہارے ہاتھ ضرور لگے گا اور تمہاری خواہش یہ تھی کہ نہتہ گروہ تمہارے قابو/حصہ میں آئے، مگر باری تعالیٰ کا یہ ارادہ تھا کہ اپنے کلام/ارشادات سے حق کو سچ ثابت کر دکھائے اور ان کافروں کی جڑ ہی کاٹ دے۔(۷)

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸﴾

تا کہ حق سچ ہو کر رہے اور مٹا دے جھوٹ اور باطل کو، خواہ مجرموں کو یہ کتنا ہی ناگوار گذرے۔(۸)

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴿۹﴾

اور جب تم فریاد کر رہے تھے تو ربّ نے تمہاری التجا و دعا سُن لی اور بشارت دی یقیناً میں تمہاری مدد کے لئے پے در پے/قطار اندر قطار ایک ہزار فرشتے آنے والے ہیں۔(۹)

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾

اور یہ تو اللہ نے کیا اور تمہیں نوید مسرت دی تا کہ تمہارے دلوں کو قرار آ جائے (مطمئن ہو جائیں، تمام تر مدد اور نصرت تو اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے بے شک اللہ ہی بہت غالب اور حکمت والا ہے۔(۱۰)

الفاظ و معانی آیت ۶ تا ۱۰

﴿يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ﴾ جھگڑتے ہیں آپ ﷺ سے سچ اختیار کرنے میں یعنی حق بات، جہاد ہے جو اس کے بعد ظاہر اور عیاں ہو گیا کہ جہاد واجب ہے۔ آپ ﷺ کے بیان کرنے سے اُنہوں نے یہ بات تسلیم کر لی کہ دشمن پر فتح پائیں گے۔ ﴿كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ﴾ گویا وہ موت کی طرف دھکیلے جا رہے ہیں یہ بے سروسامانی کی کیفیت میں لڑنے کی وجہ سے بعض مسلمانوں پر یہ کیفیت گذر رہی تھی، اس کا اظہار ہے گویا وہ دیکھتے ہیں موت کی علامتیں اور سبب اس صورت کی ان کی امداد اور استعداد کم ہونے کی وجہ سے تھی۔ غزوۂ بدر میں مسلمان جو انتہائی کم اور بے بس تھے صرف ۳۱۳ مسلمان جنگ کے قابل تھے تمام لشکر میں صرف تین سو پچاس آدمی تھے۔ اور ستر اُونٹ (۷۰) دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولانا فخر الدینؒ)

ابو جہل کی سرکردگی میں مسلح لشکر کفار کے آنے کی خبر ملی تو صورت حال یکسر بدل گئی اہلِ مکہ کے تجارتی قافلہ کی، لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے ''وادی ذفران'' میں مشاورت کی تو شمعِ رسالت کے پروانوں نے جس بے باکی اور جان فروشی

Marfat.com

سے کام لیا تو اس سے لشکر اسلام کے حوصلے بڑھ گئے اور کسی کو بھی موت کا اندیشہ نہ رہا، مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے شاعرِ مشرق اقبالؔ کی زبان میں: ''ہو رزمِ حق و باطل تو فولاد ہے مؤمن''

﴿اَنَّهَا لَكُمْ تَوَدُّوْنَ﴾ وہ گروہ تمہارے واسطے ہے۔ اور تم دوست رکھتے ہو، ﴿تَوَدُّوْنَ﴾ تم دوست رکھتے ہو، آرزو کرتے ہو، وَدٌّ (سَمِعَ) سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ﴾ اور حق کو ثابت کرے بسبب آیتوں کے جو شرکت والی لڑائی کے باب میں نازل ہوئیں۔ يُحِقَّ الْحَقَّ کا مفہوم یہ ہے حق کو ظاہر کردے ''تا کہ اُن کو پہچاننے میں کسی کو دِقّت نہ ہو''۔ (بحوالہ قرطبیؒ) رسول اللہ ﷺ سے جو فتح و نصرت کے وعدے کئے گئے اُن کی وجہ سے یا کافروں کے قتل اور قید ہونے کے باب میں جو کلمات اَزلی لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں۔ ﴿وَيَقْطَعَ﴾ کاٹ ڈالے، قَطْعٌ سے فعل مضارع واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ جڑ کافروں کی کاٹ دی۔ اللہ تعالیٰ کو تو اسلام کا بول بالا کرنا ہی منظور تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا، بہت سے کُفّار ہلاک ہوئے بہت سے گرفتار ہو کر آئے ﴿وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ﴾ اور جھوٹا کردے باطل کو۔ ﴿اِنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ﴾ میں مدد دینے والا ہوں، تمہیں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ، مُرْدِفِيْنَ کے معنیٰ ہیں یکے بعد دیگر مزید فرشتوں کو لانے والا، اسم فاعل اِرْدَافٌ مصدر رَدْفٌ مادہ، چنانچہ اوّلاً ہزار فرشتوں کی مدد کا وعدہ ہوا تھا پھر تین ہزار ہو گئے، پھر پانچ ہزار، جیسا کہ سورۂ آلِ عمران میں ہے ''اس بات پر تمام مفسّرین کا اتفاق ہے کہ بدر کے روز آسمان سے مسلح ہو کر مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتے نازل ہوئے بعض مسلمانوں کو بھی دکھائی دیئے''۔ (بحوالہ تفسیر المنان، تفسیر حقانی جلد دوئم از عبدالحق حقانیؒ)

کُتب حدیث کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے بھی جنگ کی۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ''ایک شخص ایک مُشرک پر حملہ کرنے کے لیے دوڑا تو اس کے مارنے سے پیشتر ہی وہ زمین پر مرا ہوا پڑا تھا اور اس کے منہ پر کوڑے کا نشان تھا اور کوڑے کی آواز کے ساتھ یہ آواز بھی سنائی دی تھی اقدم حیزوم''۔ ﴿اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ﴾ مگر خوش خبری رنوید مسرت تمہاری نصرت کی تا کہ مطمئن ہوں۔ تمہارے دل اور قِلّت و ذِلّت کا خوف تمہارے قلب سے دور ہو جائے۔

تشریح و توضیحات آیت ۶ تا ۱۰

آیت ۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے اس امرِ حق پر جھگڑتے رہے اگرچہ ایک گروہ نے حضورِ اکرم ﷺ کا فیصلہ مان بھی لیا تھا لیکن دل ہی دل میں سخت ہراساں اور پریشان تھے، حالانکہ یہ بات عیاں ہو گئی تھی کہ کارواں تو بچ کر نکل گیا ہے اب جنگ میں لشکرِ قریش ہی کا سامنا ہے، مسلمانوں کی خواہش تھی کہ اہلِ مکہ کی فوج سے لڑائی کی نوبت نہ آئے کیونکہ مسلمان خود کو کمزوری کی حالت میں سمجھ رہے تھے، ڈرتے ڈرتے کہنے لگے وہ موت کی طرف ہانکے جارہے ہیں اور موت کو اپنی آنکھوں سے قریب تر دیکھ رہے ہیں حالانکہ سب نے دیکھ لیا سچی بات وہی تھی جو حضورِ اکرم ﷺ نے چاہی تھی اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی یہی تھی اسلام اور نظامِ جاہلیت دونوں میں سے ایک کو زندہ رہنا ہے۔

آیت ۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ باری تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ دشمن کے دو گروہوں میں ایک تمہارے ہاتھ آجائے اور تم یہ چاہ

Marfat.com

رہے تھے کہ غیر مسلح گروہ تمہارے قبضۂ قدرت میں آجائے اور اللہ کی رضا یہ تھی کہ وہ اپنے کلمات سے حق کو سرفراز کرے اور عدوِ حق کی جڑ کاٹ دی جائے۔

آیت ۸ میں بتایا جارہا ہے کہ یہ اس لئے ضروری تھا کہ معلوم ہو جائے سچ درحقیقت سچ ہے اور جھوٹ دراصل جھوٹ ہے خواہ مُجرموں کی طبع اُفتاد پر یہ بات کتنی ہی گراں گذرے، یہاں اشارہ لطیف غزوۂ بدر کی طرف ہے بتایا گیا کہ مالِ غنیمت کے بارے میں جس کمزوری کا اظہار ہوا اسی طرح کا طرزِ تغافل بعض لوگ غزوۂ بدر میں نکلنے اور شرکت کرنے میں، دکھا چکے ہیں وہ واقف تھے کہ نبی اکرم ﷺ کا نکلنا قریش کی اس فوج کے مقابلے کے لئے برسرِ پیکار ہونا ہے جو تجارتی کارواں کی حفاظت کا بہانہ تراش کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے لیکن اُن کی یہ کاوش رہی کہ رسول اللہ ﷺ غیر مسلح تجارتی قافلہ کا رُخ کریں ان آیات مبارکہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ کے رسول ﷺ کا نکلنا اور تجارتی قافلہ کے برعکس لشکر قریش سے مقابلہ کرنا تھا جو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے حکم سے تھا جو اس جنگ میں کافروں کے قلع قمع کرنے کا یعنی شکست فاش دینے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

آیت ۹ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر مسلمان تعداد میں بھی کم اور بے سروسامان تھے جب کہ کُفار کے پاس سامانِ حرب اور اسلحہ کی بھی فراوانی تھی اس صورت حال میں اہلِ ایمان کا سہارا صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ذاتِ واحد تھی جس سے وہ لب کُشا تھے گریہ زاری کے ساتھ، خود رسول اللہ ﷺ ایک خیمے میں نہایت عجز کے ساتھ گڑگڑا کر اللہ کے حضور مصروفِ دعا تھے۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف کتاب المغازی۔) اللہ تعالیٰ نے فریاد سُنی، نوید مسرّت ملی میں ایک ہزار فرشتے بھیجنے والا ہوں جو پے درپے نمودار ہوں گے اور مدد کے لئے آئیں گے۔ اہلِ ایمان فتح سے ہمکنار ہوئے، مقامِ بدر پر قریش کے ستر سردار ہلاک ہوئے جن میں ابوجہل بھی تھا اور ستّر افرادِ اہلِ کُفر مقید بھی ہوئے اِسی طرح کُفر کی ظلمت چھٹ گئی اور مُشرکینِ مکّہ شکست سے دوچار ہوئے۔

آیت ۱۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ کی مدد کی اور بشارت صرف اس لئے تھی کہ مضطرب اور بے قرار دلوں کو "طمانیت قلب" میسّر آجائے ورنہ اصل مدد تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے ہی ہے اہل اختیار اللہ کی مشیت کا ہوتا ہے اسباب کے معاملے میں، مؤمن کو اپنا ذہن پاک وصاف رکھنا چاہئے یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مدد کی خبر ایک خوش خبری تھی، جس کے ذریعہ اہلِ ایمان کو اطمینان دلانا مقصود تھا رہی نُصرت تو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھی، یقیناً اللہ تعالیٰ حکمت والا اور غالب ہے۔

فرشتوں کا نُزول تو صرف نُوید مسرت، طمانیتِ قلب کے لیے تھا، احادیثِ مُبارکہ کے مطالعہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ غزوۂ بدر میں فرشتوں نے شرکت کی اور کئی کُفار کو اُنہوں نے تہِ تیغ کیا۔ (بحوالہ صحیح مسلم شریف، صحیح بخاری شریف کتاب المغازی وفضائل الصحابۃ)

Marfat.com

اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَیُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَیُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾	اور یاد کرو جب باری تعالیٰ نے تم پر غنودگی رُاونگھ طاری کردی اپنی طرف سے تمہاری تسکین کی خاطر اور آسمان سے ابرِ رحمت رمینہ برسایا تا کہ تمہیں پاک اور ستھرا کردے اور دُور کردے تم سے شیطانی وسوسہ ر شیطان کی نجاست اور تمہارے دلوں کی ڈھارس اور ہمت بندھائے اور تمہارے قدم جمادے۔ (۱۱)
اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾	اور یاد کرو جب وحی بھیجتا تھا آپ کا رَبّ فرشتوں کی طرف اور حکم دیتا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، پس تم اہلِ ایمان کو ثابت قدم رکھو! میں ابھی کافروں کے دل میں تمہارا رُعب ر دہشت ڈال دوں گا تو تم اُن کی گردنوں کے اوپر چوٹ لگاؤ اور اُن کے پور پور پر چوٹ لگاؤ۔ (۱۲)
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾	اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کی یہی سزا ہوتی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے اس کا یہی انجام ہوتا ہے رُاُن پر اللہ کا شدید عذاب ہے۔ (۱۳)
ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾	سو یہ سزا ہے پس چکھو جگتو! یہ عذاب! کافروں کے لئے تو عذاب ر آتشِ جہنم مقدر ہے۔ (۱۴)
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾	اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تم ایک لشکر کی صورت میں کفار کے رُوبرو مقابل پر آؤ تو اُن سے پشت مت پھیر لینا۔ (۱۵)

الفاظ و معانی آیت ۱۱ تا ۱۵

﴿اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ﴾ اور یاد کرو اس گھڑی کو جب اللہ تعالیٰ نے تم پر اُونگھ رغنودگی طاری کردی تھی۔ یُغَشِّیْكُمْ، تَغْشِیَۃ سے مصدر، فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ جس فجر کے وقت فریقین سے مقابلہ ہونا تھا مسلمانوں کے دل ہراساں تھے اس وجہ سے کہ ان کا پڑاؤ ریگستان میں تھا چلتے تو پاؤں ریت میں دھنستے تھے لشکرِ اسلام کے پاس پانی بھی نہ تھا شیطان ملعون نے وسوسے پیدا کرنا شروع کردیئے کافروں کا قیام سخت زمین میں تھا، شانِ کریمی تو دیکھئے باری تعالیٰ نے برمحل پانی برسایا، رات کو بادل چھا گئے۔

﴿وَیُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ﴾ اور اُترا تم پر اَبر سے بارانِ رحمت یعنی موسلا دھار مینہ برسا، صحابۂ کرامؓ نے غسل اور وضو کر لئے۔ ریت جو اُن کے اور کافروں کے مابین تھی بیٹھ گئی اور وسوسہ جاتا رہا۔ ﴿وَلِیَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ﴾ تا کہ مضبوط کردے تمہارے دلوں کو باری تعالیٰ کی عنایت سے، یَرْبِطَ، رَبْطٌ سے وہ مضبوط کردے فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿وَیُثَبِّتَ بِهٖ﴾ اور ثابت کردے اس کے سبب سے تمہارے قدم، ثَبِّتُوْا تم استوار کرو تم قائم

Marfat.com

رکھو، ثبّت سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ﴿فَاضْرِبُوْا﴾ تم مار واے فرشتو! کافروں کو تلواریں۔ ﴿فَوْقَ الْاَعْنَاقِ﴾ گردنوں پر اُن کی۔ اَعْنَاق گردنیں، سر عُنُق کی جمع ہے اِسم ہے۔

امام واحدی، امام ابن الانباریؒ سے نقل کرتے ہیں ''کہ ملائکہ جب لڑنے پر مامور ہوئے تو نہ جانتے تھے کہ ضرب میں کس عضو کا قصد کرنا چاہئے، حق تعالیٰ نے فرمایا اُن کے سروں پر مارو''۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل) ﴿وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ﴾ یعنی کاٹ ڈالو کافروں کی سب اُنگلیاں پور پور۔ بنان ہاتھ پاؤں کی اُنگلیوں کو بھی کہتے ہیں اور بدن کے جوڑوں کو بھی۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

﴿اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ﴾ اور جب دیکھو تم اُنہیں جو کافر ہیں باہم ملے ہوئے ہیں تم سے لڑنے کو تو نہ پھیرو اُن کی طرف پُشت ریپٹھ یعنی بھاگو نہیں، زَحْفًا کے معنیٰ ایک دوسرے کے مدِ مقابل ہونا ہوتے ہیں، زَحْف کے لغت میں معنیٰ بچے کا زمین میں گھسیٹ کر چلنا ہے اس لئے آہستہ چلنے کو بھی زحف کہتے ہیں۔ (بحوالہ قرطبیؒ) اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب کافر اور مسلمان ایک دوسرے کے آگے صف آرا ہو جائیں جنگ کی خاطر تو میدانِ جنگ سے مسلمان کو پیٹھ پھیر کر بھاگ جانے کی اجازت نہیں ہے حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو! ان میں ایک ''وَالتَّوَلِّی یَوْمَ الزَّحْفِ'' مقابلے والے دن پیٹھ پھیر لینا ہے۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم کتاب الایمان)

تشریح و توضیحات آیت ۱۱ تا ۱۵

آیت ۱۱ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے مضطرب دلوں کو طمانیت کی خاطر سب پر نیند کا غلبہ طاری کر دیا جب آنکھ کھلی تو دلوں کا خوف و ہراس دور ہو چکا تھا۔ ابو یعلیٰؒ جو حافظ حدیث کے نام سے موسوم تھے نے نقل کیا ہے کہ غزوۂ بدر میں مسلمان پر ایک خاص قسم کی غنودگی مسلّط تھی اس شب ہم میں کوئی ایسا نہ تھا جو سو نہ گیا ہو صرف آقا محمد رسول اللہ ﷺ تمام رات بیدار رہ کر نمازِ تہجد میں مصروف رہے رات میں کسی قدر اُونگھ طاری ہوئی تو آپ ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو خیمے کے باہر پہرہ دے رہے تھے یہ اندازِ تبسّم فرمایا اے صدیق رضی اللہ عنہ جبرائیل امین علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور فتح کی نوید دی ہے، جس طرح غزوۂ بدر میں تھکاوٹ اور اُلجھن دور کرنے کے لئے باری تعالیٰ نے تمام صحابۂ کرامؓ پر نیند طاری اسی طرح کر دی تھی کہ غزوۂ اُحد میں بھی اس طرح کا واقعہ رونما ہوا تھا۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ)

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے ''جنگ کی حالت میں نیند کا آجانا امن و سکون کی علامت ہے اور نماز میں نیند کا غلبہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ (بحوالہ ابن کثیر) یہ بات ذہن نشین رہے کہ سورۃ انفال کے آغاز سے ہی اللہ تعالیٰ کے انعامات کا تذکرہ ہو رہا ہے غزوۂ بدر میں تو ایک خاص سلسلہ عنایات انعام ہے۔

اوّل:...... جہاد کے لئے مسلمانوں کو حکم۔

دوئم:...... دوسرا انعام، مدد کا وعدہ، خصوصاً فرشتوں کی مدد کا وعدہ۔

سوئم:...... دعا کا مبرور اور قبول ہونا۔

چہارم:...... جس میں مسلمانوں کو دو نعمت عطا کرنے کا ذکر ہے۔

Marfat.com

(الف) نیند کا آنا جس سے تکان اور پریشانی کا دُور ہونا۔ (ب) بارش کا ہونا جس کے ذریعہ پانی کی فراہمی اور میدان کارزار میں سطح زمین کی ہمواری اور دشمن کے لئے زمین کا دلدل بن جانا۔

پنجم:......امداد کی خاطر فرشتوں کا نزول ہونا۔

آسمان سے پانی برسا، جس سے مسلمانوں کو پاکیزگی بخشی گئی اور شیطان کے وسوسے دور ہوئے جس کی بدولت مسلمانوں کے دلوں میں مضبوطی ملی اور قدم جم گئے۔

آیت ۱۲ میں بیان کیا جارہا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اہلِ ایمان کی ہمت بڑھاؤ اور کافروں کے دلوں میں دہشت طاری کردی جائے اور اُن کی گردنوں پر ضرب کاری لگاؤ اُن کے پور پور زخمی کردو گویا یہ تائید غیبی کا حوالہ ہے جو مسلمانوں پر حوصلہ افزائی اور تقویت کی خاطر غزوہ بدر کے موقع پر آشکار ہوئیں دعا کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے ہزار فرشتوں سے مدد کی نوید، بارش کا ہوجانا، فرشتوں کا کُفار کو مرعوب کرنا اور توفیق باری تعالیٰ کے سبب مسلمانوں کے حق میں لڑائی کو فیصلہ کن بنانے میں اہم کردار ادا کرنا، مسلمانوں کے دلوں میں تصرف پیدا کر کے حوصلہ بڑھایا اور قتال میں فرشتوں نے حصہ لیا۔ (بحوالہ تفسیر دُرِ منثور، اور مظہری)

آیت ۱۳ میں بتایا جارہا ہے کہ اسلام کے دشمن سزا کے مرتکب اس لئے ہوئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی، جو اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو باری تعالیٰ سخت پاداش میں مُبتلا کرتا ہے۔

آیت ۱۴ میں بیان کیا جارہا ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت میں مصروف عمل رہتا ہے تو اُس کو سزا ضرور ملتی ہے مسلمانوں کے کُفار پر ہاتھوں سے اُن کے کرداریوں کی سزا تجویز ہوئی اور اس سے زیادہ سزا آخرت میں ملنے والی ہے تو اے کافرو! یہ ہمارا تھوڑا سا عذاب ہے اس کو چکھو اور جان لو! کافرو! جہنّم کا عذاب آنے والا ہے جو نہایت شدید عذاب ہے۔

آیت ۱۵ میں وضاحت کے ساتھ اظہار کیا جارہا ہے کہ اے اہلِ ایمان جب تم کُفار کے مدِ مقابل لڑائی کے لئے آجاؤ تو اُن سے اپنی پیٹھ نہ پھیر لینا یعنی جہاد چھوڑ کر جانے کی اجازت نہیں ہے جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنّم ہے۔ ''چونکہ اس جنگ بدر میں کامیابی بظاہر اسباب استقلال اور ثابت قدمی سے واقع ہوئی اس لئے ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کو ہر ایک جنگ میں صبر و استقلال کا حکم ملتا ہے۔'' (بحوالہ تفسیر حقانی جلد دوئم تفسیر فتح المنان از عبد الحق حقانی)

اِس بات کو یوں سمجھئے کہ اگر جنگ میں کُفار کے ساتھ دُو بدُو مقابلہ آن پڑے تو اس وقت راہِ فرار اختیار مت کرو! اگر یہ راہِ فرار کسی منصوبے کی خاطر ہے تاکہ دوبارہ، عزم نو کے ساتھ دشمن پر بھرپور وار کیا جائے یا دوبارہ حملے کی تیاری کرسکو، ان حالات کے سوا کسی اور صورت میں تم دشمن کو پیٹھ دکھاؤ گے تو پھر عذاب الٰہی کے مستحق ہوجاؤ گے، علماءِ جمہور اور مُفسرین کا قول ہے کہ یہ حکم عام ہے'' اور یہ کہ آمنے سامنے مقابلہ سے بھاگنا ان سات ''گناہِ کبیرہ'' میں سے ایک ہے جس کے بارے میں حضورِ اکرم ﷺ نے لفظ ''موبقات'' استعمال کیا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''ان سات گناہوں سے اجتناب کرو۔ الشرک باللہ، سحر، ایسے شخص کا قتل جس کا قتل حرام ہو، سود، مالِ یتیم کھانا، محض بے خبر مؤمن عورت پر الزام اور دُو بدُو جنگ میں پیٹھ پھیرنا۔ (بحوالہ بخاری شریف، مسلم شریف)

Marfat.com

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾

اور لڑائی کے موقع پر جنگ کے ہنر کا پینترا بدلنے کے لئے یا حکمتِ عملی سے دشمن کو مارنے کے لئے / اپنی فوج سے طاقت لا کر حملہ کرنے کے سوا کسی نے لڑائی چھوڑ کر دشمن کو پُشت دکھائی، تو وہ اللہ کے غضب / عذاب میں گھر جائے گا اور جہنّم اِس کا ٹھکانہ ہے اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے۔ (۱۱۶)

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾

پس تم نے انہیں قتل نہیں کیا۔ بلکہ انہیں اللہ نے قتل کیا اور اے حبیب ﷺ! وہ خاک، جو آپ نے پھینکی تھی، وہ آپ نے نہیں پھینکی تھی، بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔ اللہ نے احسان فرما کر اہلِ ایمان کو بڑی خوبی سے آزمایا تھا، بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہے اور جاننے والا ہے۔ (۱۷)

ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾

یہ تو ہوا، مگر اللہ کافروں کے مکروہ فریب کو اور اُن کی چالوں کو کمزور کرنے والا ہے۔ (۱۸)

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾

اے کافرو! اگر تم فیصلہ چاہتے ہو، تو لو وہ فیصلہ تمہارے پاس آ گیا، اگر باز آ جاؤ تو تمہارے لئے اِس میں بھلائی ہے اور اگر تم یہ کرو گے تو ہم بھی پھر یہی کریں گے اور تمہاری جمعیّت خواہ کتنی ہی زیادہ ہو تم کو نفع نہ دے گی اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کے ساتھ ہے۔ (۱۹)

الفاظ و معانی آیت ۱۶ تا ۱۹

﴿وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ﴾ اور جو کوئی پھیرے گا اُس دن اُن کی طرف اپنی پیٹھ۔ وَمَنْ اور کوئی یُوَلِّهِمْ، تَوْلِيَة مصدر سے ان کو جو پیٹھ دے گا اصل میں یُوَلِّی فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿اِلَّا مُتَحَرِّفًا﴾ مگر پھر چھٹنے یا رعب / دبدبے والا، مُتَحَرِّ فًا مصدر مڑنے والا، دشمن کو دیکھ کر پیٹھ پھیرنے والا، تاکہ پلٹ کر حملہ کرے۔ تحرف کے معنی کسی ایک جانب مائل ہونے کے آتے ہیں۔ (بحوالہ روح المعانی) ﴿اَوْ مُتَحَيِّزًا﴾ تَحَيُّزًا مصدر، یا سمٹ کر اپنی جماعت کے ساتھیوں کی مدد کے لئے دوبارہ حملہ کر دے یا پناہ لینے والا، اسم فاعل۔ ﴿اِلٰى فِئَةٍ﴾ گروہ کی طرف مسلمانوں میں ہی سے ﴿تَحَيُّزًا﴾ کے لغت میں معنی انضمام اور ملنے کے ہیں اور فِئَہ کے معنی اور مفہوم جماعت ہے "مطلب یہ کہ اپنی جماعت سے مل کر قوت حاصل کرنے اور حملہ کرنے کی نیت سے میدان چھوڑے تو یہ جائز ہے" (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیع جلد چہارم)

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے قتل کیا انہیں اس طرح تمہیں فتح و نصرت دی، اور ملائکہ کی مدد سے تم کو اُن پر

Marfat.com

غالب کردیا۔ ﴿وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی﴾ اور نہیں پھینکی اے حبیب ﷺ! آپ ﷺ نے دشمن پر وہ مٹھی بھر خاک ان کے منہ پر، جبکہ پھینکی آپ ﷺ نے اور آپ کا پھینکنا ایسا نہ تھا کہ وہ تمام لشکر کی آنکھوں میں پڑ جائے مگر اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے پھینکی وہ خاک یعنی سب کافروں کی آنکھوں میں پہنچا دی، اور وہ مشت خاک رمٹھی کنکریوں کی، سب کو سراسیمہ کر گئی گویا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے یہ اثر پیدا کیا چنانچہ ان کلمات پر ''رسول اللہ ﷺ کے ایک خاص معجزہ کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے جس کا مشاہدہ دوست و دشمن نے بدر کے میدان میں کیا، ایک کافر بھی ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں کو ریت کے ذرّات نے بھر نہ دیا ہو، سب کی آنکھیں دیکھنے سے معذور ہو گئیں'' (بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوئم از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اہلِ ایمان کے لئے جہاد کی نصرت سے زیادہ انمول ہدایت یہ تھی کہ جس نے اُن کے ذہن رسا کو اسباب سے پھیر کر ''مسبب الاسباب'' کی جانب وابستہ کر دیا جس سے یہ واضح ہوا کہ نصرت و ناکامی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تابع ہے اور فتح ان کا مقدر بنتی ہے جو ربِّ جلیل کے اطاعت گذار ہوتے ہیں چنانچہ مولانا جلال الدین رومیؒ نے ''مثنوی روم'' میں کیا خوب کہا ہے۔

مارمیت از رمیت گفت حق ☆ کارما برکارہا دارد سبق

﴿وَلِیُبۡلِیَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡہُ بَلَآءً حَسَنًا﴾ اور اللہ نے جو کچھ اس لئے کیا کہ دین کو ظاہر کر دے اور ایمان والوں کو اپنے پاس سے عطا فرمائے کیونکہ اچھی عطا نصرت اور غنیمت ہے فتح کی بشارت اس لئے دی کہ اہلِ ایمان کو محنت و کاوش کا صلہ دیا جائے۔ علّامہ زمخشریؒ نے یبلی اور بلاء کا مفہوم عطا بتایا ہے اور تفسیر مظہری میں یبلی کا معنٰی ......؟ اور بلاء کا نعمت لکھا ہے۔

''حقائق سلمی'' میں حضرت امام جعفر صادقؒ سے نقل ہے کہ ''بلاء حسن'' وہ ہے کہ نفوس سے انہیں فانی کر دے اور فنا کے بعد خود اُن کی ہیت کے ساتھ باقی کر دے۔ ﴿ذٰلِکُمۡ﴾ یہ ہے کام جو آپ نے دیکھا ﴿وَاَنَّ اللّٰہَ﴾ اور یہ بھی ہے کہ اللہ۔ ﴿مُوۡہِنُ کَیۡدِ الۡکٰفِرِیۡنَ﴾ سست اور باطل کرنے والا ہے کافروں کے مکر اور حیلہ کو، کید، حسن تدبیر، فریب۔ مُوۡہِنُ وَہۡنٌ اس کا مادہ ہے، کمزور کرنے والا، اسم فاعل ہے۔ اِیۡھَانٌ مصدر ہے قواعد کے مطابق ﴿اِنۡ تَسۡتَفۡتِحُوۡا فَقَدۡ جَآءَکُمُ الۡفَتۡحُ﴾ اگر اللہ کا فیصلہ چاہتے ہو تو وہ سامنے آچکا، حق غالب آگیا حق کو فتح اور باطل کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

تَسۡتَفۡتِحُوۡا، تم فیصلہ چاہتے ہو اِسۡتِفۡتَاحٌ سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ﴿وَاِنۡ تَعُوۡدُوۡا نَعُدۡ﴾ اور اگر پھر و گے مسلمانوں سے لڑنے کو تو پھیر دیں گے ہم بھی انہیں کی طرف فتح و نصرت۔ نَعُدۡ، عَوۡدٌ سے، ہم بھی دوبارہ کریں گے فعل مضارع کا صیغہ جمع متکلم۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۶ تا ۱۹

آیت ۱۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ اور جو کوئی جنگ میں اس روز پشت پھیرے گا کافروں کے مقابل میں بجز اس کے کوئی حیلہ جنگ کرتا ہو، یا لشکر میں پناہ کی خاطر آتا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہو گا عرب میں لڑائی کے دو طریقے مروّج تھے، ایک منظّم فوج کشی کا، اور دوسرا طریقہ جس کو ''گوریلا جنگ'' کا نام دیا جاتا ہے، اِس آیت میں منظّم فوج کشی کے بارے

Marfat.com

میں ہدایات ہیں کہ ''اس میں فرار کی راہ اختیار کرنا یا پیٹھ دکھانا حرام ہے البتہ جنگ کی نوعیت سے پیچھے ہٹنا جائز ہے'' (بحوالہ تدبر القرآن از امین احسن اصلاحیؒ) اور کوئی شخص لڑائی سے پیٹھ پھیرے گا اِس کے لئے سخت وعید آئی ہے تو اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

آیت ۱۷ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے پس تم لوگوں نے اُن کو قتل نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے اُن کو قتل کیا ہے، جب کُفار کی فوجیں، مسلمانوں کے مدِ مقابل آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے مشتِ خاک ہاتھ میں لے کر ''شاھت الوجوہ'' فرماتے ہوئے کافروں کی طرف پھینکی، کنکریوں کی ایک مٹھی بھر کر کُفار کی طرف پھینکنا ہی تھا کہ اس کے ساتھ اہلِ ایمان یکبارگی کے ساتھ کافروں پر حملہ آور ہوئے۔ کافروں کی یہ کیفیت ہوئی کہ اُن کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی وہ سب آنکھیں ملتے رہ گئے مسلمانوں نے اُن کا کام تمام کیا، یہ معجزہ بھی اس وقت اللہ تعالیٰ کی مدد سے ظاہر ہوا حقیقت یوں آشکار ہوئی کہ یہ خاک اے محبوب ﷺ! آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی تا کہ اہل ایمان کو اچھی طرح آزمائش میں مبتلا کر کے انہیں آزمایا جائے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر احسان کرنا چاہتا تھا اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔

آیت ۱۸ میں بیان اظہار یہ ہے کہ اصل بات تو اللہ تعالیٰ کا مقصد کُفار کی تدبیر کو کمزور کرنا تھا اور ان کی شوکت وناز کو توڑنا تھا، یعنی اس وقت بھی اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے مکّہ کے کافروں کے تمام کے تمام ترتیب دیئے ہوئے منصوبے خاک میں ملا دیئے اور بتایا گیا کہ آئندہ بھی اُن کی باطل تدبیروں کو سست کر دیا جائے گا۔

آیت ۱۹ میں ذکر ہو رہا ہے اور خطاب کُفار مکہ سے ہے وہ ہجرت سے قبل رسول اللہ ﷺ سے کہا کرتے تھے ''مَتٰی هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ'' ہمارے اور آپ کے مابَین یہ فیصلہ کب صادر ہوگا پس مکمل فیصلہ تو یوم قیامت ہوگا مگر ایک فیصلہ کُفار نے آج غزوۂ بدر میں بھی دیکھ لیا، تم کمزور مسلمانوں سے شکست خوردہ ہو گئے، تمہاری رُسوائی ہوئی پسپائی ہوئی تم اب اگر رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور شرک کُفر والحاد سے باز آجاؤ تو تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ ابو جہل نے مکّہ سے روانہ ہوتے وقت کعبہ کا پردہ پکڑ کر دعا کی تھی کہ اے اللہ دونوں فریق میں جو حق پر ہو اسے فتح نصیب کر، اس دعا کا اثر مل گیا مسلمان نصرت پا گئے اور کافر ذلیل وخوار ہوئے۔

یہ اہلِ قریش کے لیے ایک تنبیہ ہے کہ قریش کا دعویٰ تو یہ تھا کہ اس جنگ میں جس کو کامیابی حاصل ہوگی اس کو بر سرِ حق سمجھا جائے گا، دیدہ ور نے دیکھ لیا، اہلِ علم نے سمجھ لیا، عقل وخرد رکھنے والوں نے جان لیا، پہچان لیا، مسلمانوں کو فتح نصیب ہوگئی ہے۔ اے لوگو! اب بہتر بات یہی ہے کہ تم اور شرارت کی جُرأت سے باز آجاؤ یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لو! اور یاد رکھو! تمہارے لشکر کی کثرت، تمہارے مالِ ومتاع کی کثرت، ساز وسامان کی کثرت کچھ کام نہ آئے گی، مسلمانوں کی تائید اور حمایت کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿٢٠﴾

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو! فرمانبرداری کرو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی/اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانو، رُوگردانی مت کرو، حالانکہ تم اُسے سُن رہے ہو۔ (۲۰)

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾

اور اُن لوگوں کی طرح نہ بن جانا/ہوجانا جنہوں نے کہا ہم نے سُن لیا، حالانکہ وہ کچھ سُنتے ہی نہیں۔ (۲۱)

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾

بے شک سب جانوروں سے بدتر، اللہ کے نزدیک وہی بہرے، گونگے (اِنسان) ہیں جن کو کچھ عقل ہی نہیں/جو نہیں سمجھتے۔ (۲۲)

وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ ۖ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾

اور اگر اللہ ان میں کوئی خوبی اور بھلائی کو دیکھتا تو اُنہیں سننے کی توفیق دیتا اور اگر اب اُنہیں حق بات ضرور سنا دیتا، تب بھی یہ بے رُخی کے ساتھ رُوگردانی کرتے/انجامِ کار یہ ہونا تھا کہ ضرور بھاگتے/پلٹ جاتے منہ پھیر کر۔ (۲۳)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا اور جس وقت اللہ کا رسول ﷺ بلائے تم کو اس کام/امر کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے اور جان لو! کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے قلب کے مابین حائل ہوجایا کرتا ہے اور بے شک تم سب اللہ ہی کی طرف جمع کئے جاؤ گے/اُٹھائے جاؤ گے۔ (۲۴)

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾

اور بچو تم ایسے وبال اور فتنہ سے جو ہرگز تم میں خاص ظالموں کو یہ نہ پہنچے گا بلکہ عام ہوگا، اچھی طرح جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (۲۵)

وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٢٦﴾

اور اس وقت کو یاد کرو جب تم زمین پر کم اور مغلوب تھے، بے بس اور کمزور سمجھے جاتے تھے ملک (مکہ) میں ڈرا کرتے تھے، کہ لوگ تمہیں اُچک نہ لیں، تب اللہ نے تم کو جگہ دی اور تم کو اپنی نصرت سے قوت/طاقت بخشی اور تم کو پاکیزہ/اچھی روزی دی، تاکہ تم/بجالاؤ شکر کیا کرو۔ (۲۶)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو! اور اللہ رسول ﷺ کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کیا کرو اس کا وبال تم کو معلوم ہے۔ (۲۷)

Marfat.com

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَ اَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ﴿۲۸﴾ اور اچھی طرح جان لو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے ر یہ ایک امتحان کی چیز ہے اور بے شک اللہ ہی کے پاس اس کا اجرِ عظیم ہے۔(۲۸)

الفاظ و معانی آیت ۲۰ تا ۲۸

﴿اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ﴾ فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی۔ ﴿وَلَا تَوَلَّوۡا عَنۡهُ﴾ اور نہ اس سے انکار کرو، اطاعت کا جو حکم ہے اس سے یا جہاد سے منہ نہ پھیرو رسول اللہ ﷺ سے اِس واسطہ کے اس آیت سے اطاعتِ نبی ﷺ کا امر اور آپ ﷺ کی مخالفت سے نہی مُراد ہے۔ ﴿وَاَنۡتُمۡ تَسۡمَعُوۡنَ﴾ حالانکہ تم سنتے ہو اور اِس سُن سُنا کر اس سے نہ پھرو! کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت اور اللہ کی اطاعت ایک ہی بات ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اُس نے رسول ﷺ کی فرمانبرداری بجالائی۔ اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ کی فرمانبرداری اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت عقائد اسلام اور شریعتِ بیضاء کا سنگِ اساس ہے۔ قرآن کی آیات سننے کے بعد اطاعت باری تعالیٰ اور اطاعتِ رسول ﷺ میں تغافل بڑا تعجب خیز ہے اتباعِ قرآن کا تب ہی ہے جب اس کے ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کر دیا جائے۔ شریعت محمدی کی پابندی اور اس پر عمل قرآن کا ہی حکم ہے ماحصلِ کلام کہ قرآن اور کلمۂ حق سُن لینے کے بعد اطاعت سے رُوگردانی نہ کی جائے۔ ﴿وَلَا تَكُوۡنُوۡا﴾ اور نہ ہو تم۔ ﴿كَالَّذِيۡنَ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡنَ﴾ مثل ان لوگوں کے جنہوں نے کہا سنا ہم نے جیسے اہلِ کتاب رکفار رمنافق ر ﴿وَهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡنَ﴾ حالانکہ وہ نہیں سنتے یا اس انداز سے سنا جیسے سنا ہی نہیں، سننے کے بعد جب عمل کی باری آتی ہے تو عمل پیرا نہیں ہوتے اور عمل کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے، گویا غور و فکر اور صحیح سمجھ سے قطعی محروم ہیں گویا اُن کا سننا نہ سننے کے حکم میں آتا ہے۔ مثنوی میں کیا خوب کہا گیا ہے۔

ع مگو کہ می شنوم ہر چہ گفتہ سعدی ☆ چہ شد کہ می شنوی چون سخن نمی شنوی

حقیقت تو یہ ہے کہ ”جو سننا نفع نہ اُٹھائے اور نصیحت پذیر نہ ہو اُس کا سننا، سننا ہی نہیں ہے یہ مَنافقین و مُشرکین کا حال ہے“ مسلمانوں کو تو حکم دیا جاتا ہے کہ اس سے دُور رہیں۔ (بحوالہ کنز الایمان، خزائن العرفان فی تفسیر القرآن از سید محمد نعیم الدین“)

﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ﴾، چلتے پھرتے، چلنے والے دَابَّۃٌ کی جمع ہے ہر وہ جاندار جو چلتا پھرتا ہے اس کو دَابَّۃٌ کہتے ہیں۔ دَبّ سے اسم فاعل واحد مؤنث قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن) سورۂ نمل آیت ۸۲ پارہ ۲۰: اَمَّنۡ خَلَقَ میں ارشادِ ربی ہے:

وَاِذَا وَقَعَ الۡقَوۡلُ عَلَيۡهِمۡ اَخۡرَجۡنَا لَهُمۡ دَآبَّةً مِّنَ الۡاَرۡضِ تُكَلِّمُهُمۡ اَنَّ النَّاسَ كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوۡقِنُوۡنَ۔

”اور جب اُن پر عذاب کا وعدہ ثابت ہو جائے گا ہم زمین سے اُن کے لئے ایک جانور نکالیں گے جو اُن سے بات چیت کرتا ہوگا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے“۔ (آیت ۸۲)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ”دابۃ الارض“ سے کیا مُراد ہے حضرت شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ ”قیامت سے پہلے مکہ کا صفا پہاڑ پھٹ جائے گا اس میں سے ایک جانور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا کہ اب قیامت نزدیک ہے اور

Marfat.com

سچے ایمان والوں اور چھپے منکروں (منافقوں) کو نشان دے کر جُدا جُدا کر دے گا''۔

علامہ عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں ''بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بالکل آخر زمانہ میں طلوع الشّمس مِنَ المغرب (مغرب سے سورج نکلنے) کے دن ہوگا۔ قیامت تو نام ہی ہے اِس کا کہ عالم کا سب موجودہ نظام دَرہم بَرہم کر دیا جائے لہٰذا اس قسم کے خوارق پر کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے جو قیامت کی علامات قریبہ اور اس کے پیش خیمہ کے طور پر ظاہر کی جائیں ''شاید'' دابۃ الارض'' کے ذریعہ یہ دکھانا ہو کہ جس چیز کو تم پیغمبروں کے کہنے سے نہ مانتے تھے آج وہ ایک جانور کی زبانی ماننی پڑ رہی ہے مگر اس وقت کا ماننا نافع نہیں'' (بحوالہ تفسیر عثمانی)۔ ﴿الصُّمُّ﴾ بہرے ہیں لوگ حق سننے سے۔ ﴿الْبُكْمُ﴾ گونگے ہیں لوگ حق بات کہنے سے۔ ﴿الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ وہ لوگ نہیں دریافت کرتے حق کو، گویا وہ لوگ گونگے اور بہرے ہیں، اگر ان میں کچھ فہم ہوتی تو وہ عقل کو استعمال کرتے ہوئے اشاروں سے اپنی بات کہہ دیتے اور دوسروں کی بات سمجھ جاتے، ''یہ لوگ بہرے گونگے ہونے کے ساتھ بے عقل بھی ہیں''۔ (بحوالہ از معارف القرآن جلد چہارم مفتی محمد شفیعؒ)

عقل جس کے سبب انسان سب حیوانوں سے افضل ہے اس سے اُنہوں نے منہ پھیر لیا ہے ''تبیان'' میں لکھا ہے کہ ''اس قوم سے مراد عبد الدار کے لوگ ہیں اِن میں سے دو آدمیوں کے سوا کوئی ایمان ہی نہیں لایا''۔ ایک مُصعب بن عمیر اور دوسرے حرملہ۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل ''از فخر الدینؒ'')

﴿وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ﴾ اور اگر اللہ جانتا کہ اُن میں بھلائی ❶ ہے یا استعداد ہے کہ وہ آیات قرآن سے استفادہ کر سکیں گے تو سننے کی توفیق دیتا۔ ﴿وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ﴾ اور اگر اللہ اُنہیں سنا تا اور وہ تصدیق کرتے تو ﴿لَتَوَلَّوْا﴾ بے شک وہ پھر جاتے ایمان سے۔ ﴿وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ وہ انکار کرنے والے ہیں حق سے۔ ﴿اَسْمَعَهُمْ﴾ اُن کو سنا دیا، اَسْمَعَ، اِسْمَاعٌ سے فعل ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔

ایک قول ہے کہ مکہ معظمہ کے کافر کہتے تھے کہ اے محمد (ﷺ) قصی بن کلاب کو ہمارے واسطے زندہ کر دے وہ مرد متبرک تھا تیرے/آپ کے صدق پر وہ گواہی دے اور آپ ﷺ پر ایمان لائے تو ہم بھی ایمان لائیں گے۔ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ پھر ایمان والوں کو خطاب کر کے کہا کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا حکم مانو، یہ حکم ایک خاص انداز سے دیا گیا جس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا اپنا کوئی مفاد مضمر نہیں ہے، بالکل سارے کے سارے احکام تمہارے ہی، فائدہ کے لئے ہیں۔ ﴿اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ﴾ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا حکم قبول کرو۔ ﴿اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ﴾ اور جب رسول تمہیں پکاریں/بلائیں اس چیز کے لئے جو تمہیں زندہ کر دے یعنی علوم دینیہ کہ دل کی زندگی اسی سے ملتی ہے یا عقائد صحیحہ یا اعمالِ حسنہ/صالحہ کہ اُن کے سبب بہشت میں حیات ابدی مُیسّر ہوگی یا جہاد جو تمہاری بقا کا موجب ہے اگر جہاد نہیں کرو گے تو دشمن غلبہ پا کر تمہیں ہلاک کر دیں گے یا شہادت اللہ کے نزدیک زندگی ہے۔

❶ ......بھلائی سے مراد یہاں پر طلب حق ہے طلب ہی کے ذریعہ فہم وادراک کے باب عمل کھلتے ہیں اور اسی خیر حق/اعتقاد کی توفیق ہوتی ہے، یوں سمجھئے کہ جس میں طلب حق کی فکر جستجو نہیں گویا ان میں کوئی بھلائی نہیں۔

Marfat.com

بقول شاعرِ مشرق: ''شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مؤمن'' اقبال

وہ زندگی جس کا تذکرہ اس آیت کریمہ میں آیا ہے اس میں علمائے تفسیر نے مختلف اقوال کا اظہار کیا ہے سُدی نے کہا'' وہ حیات بخش شئے ایمان ہے کافر مُردہ ہے''۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کا حکم دوبارہ دینے کی حکمت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس امرِ حق کی طرف دعوت دے رہے ہیں'' وہ تمہارے پس مردہ دلوں کو زندہ کرنے والی اور تمہاری طیبہ روحوں کو تازگی ونشاط عطا کرنے والی ہے''۔ (بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوئم از محمد کرم شاہ الازہریؒ) سوال یہ اُبھرتا ہے کہ دل کی زندگی کیا ہے اس کا سادہ سا جواب ہے بندہ اور اللہ کے مابین جو غفلت اور نفس کی بُرائی کی خواہشات وغیرہ حجابات حائل ہیں وہ رکاوٹ راہ سے ہٹ جائے اور حجاباتِ ظلمت کی تاریکی چھٹ کر نورِ معرفت دل میں سما جائے۔

مَاحصلِ گفتگو یہ ہے کہ ایمان، قرآن، اتباعِ حق مسلمانوں کے دلوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ ﴿وَاعْلَمُوْا﴾ اور تم جان لو! ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ﴾ حائل ہوتا ہے۔ ﴿بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ﴾ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے انسان اور اس کے دل کے ارادوں کے درمیان۔ اس جملے کے دو مفہوم لئے جا سکتے ہیں اور دونوں میں ایک خاص حکمت وعظمت پوشیدہ ہے جسے ہر انسان کو ہمہ وقت یاد رکھنی چاہئے یعنی جب کسی نیک کام کے کرنے یا گناہ سے بچنے کا موقع آجائے تو اس نیک کام کو فوراً کر گذرنا چاہئے اس میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے، اس لمحۂ فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہئے بسا اوقات یہ بھی ممکن ہے کہ ارادے کے درمیان کوئی رکاوٹ، قضاءِ الٰہی سے حائل ہو جائے۔'' آدمی کتنا ہی صاحبِ فہم وذکاء ہو'' وہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک اللہ کی رضا شامل نہ ہو، قلبِ حزیں میں اللہ کی حکمرانی ہے۔ باری تعالیٰ چاہے تو نورِ عرفان سے اس کو درخشندہ اور تاباں کر دے اور چاہے تو ہدایت کے سب چراغ بجھا دے اور اندھیرا ہر طرف بکھر جائے اسی لئے سرکارِ دوعالم ﷺ اکثر دعا فرماتے'' اے دلوں کو پھیرنے والے، اس دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ''۔ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبُ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ۔ الحدیث۔

دوسرا مفہوم اس جملے کا یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کا اپنے بندے سے نہایت قریب ہونا بتایا گیا ہے بندہ کے ساتھ، قربِ الٰہی کی تمثیل اور تصویر ہے کہ ہمتیں توڑنے میں، بندے کے دل کا مالک اللہ ہی ہے، کہنے کی بات یہ ہے کہ انسان کا دل ہر وقت اللہ کے خاص تصرف میں ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ

''اللہ انسان کی شہ رگ رگ گردن سے زیادہ قریب ہے''۔

﴿وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ اور یہ کہ تم اسی کی طرف جمع ہوں گے اور وہ تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ ﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً﴾ اور تم اس فتنہ سے بھی ڈرتے رہو جو اگر برپا ہو گیا تو تم میں سے خاص ظالموں ہی کو نہ پہنچے گا بلکہ عام لوگ بھی اس سے متاثر ہوں گے۔ ﴿تُصِيْبَنَّ﴾ وہ پہنچے/واقع ہو، اِصَابَةٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ ﴿خَآصَّةً﴾ خاص کر، چُن کر، خَصٌّ سے جس کے لغوی معنی مخصوص کرنے کے ہیں اسم فاعل واحد مؤنث قواعد کے مطابق، ظالم اور دیگر دوسرے لوگوں کو اس فتنہ وشر انگیزی کا اثر پہنچے گا چونکہ بدعتیں رُونما ہوتی ہیں اور امر معروف

Marfat.com

اور نہی عن المنکر میں خیانت اور اخفا کرنے اور جہاد میں تساہل برتنے اور کاہلی کرنے کا وقت ہے وہ فتنہ کیا ہے جس کا شعلہ بھڑکتا ہے تو سب کا سب راکھ کا ڈھیر بن جاتا ہے اور یہ عذاب صرف چند لوگوں تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ تمام اقوام اِس عذاب کی لپیٹ میں آجاتی ہے۔

علمائے تفسیر نے اس سلسلے میں تین باتوں کا خصوصی انداز میں ذکر کیا ہے:

(الف):......نیکی کا حکم دینے اور بُرائی کو روکنے کی تلقین نہ کرنا، فسق و فجور میں مُبتلا ہونا اور احکامات شریعت کی پابندی نہ کرنا بھی اور بداعمالیوں کا تدارک نہ کرنا بھی ایک فتنہ ہے جس کا وبال پوری قوم پر اثر انداز ہوتا ہے۔

(ب):......ترکِ جہاد: جب کوئی قوم جہاد کرنا چھوڑ دیتی ہے اور اللہ کی راہ میں جان دینے سے کتراتی ہے تو اس قوم کو ذِلّت کا سامنا کرنا ہوتا ہے اور طوق غلامی میں اس کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

(ج):......معرکہ جہاد میں شامل ہوکر پھر جہاد سے راہِ فرار اختیار کرنا۔ (بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوئم از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

﴿لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ﴾ خیانت نہ کرو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی افشاءِ راز۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ جس کے حقوق میں خیانت، یہ بھی تو ہے کہ جلوت میں اللہ اور رسول ﷺ کا مطیع بن کر رہے، اور خلوت میں گناہ کا مرتکب ہو فرائض میں سے کسی فرض کی کوتاہی کی جائے اور بُرائی کا ارتکاب کیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت کا مفہوم ان الفاظ میں واضح کیا ہے کہ فرائض کو چھوڑ کر اللہ کے ساتھ خیانت نہ کرو اور سنت کو ترک کر کے رسول اللہ ﷺ سے خیانت نہ کرو۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خوب جان لو! کہ اللہ کا دین امانت ہے اس کی حدود کی پابندی کا تمہیں امین بنایا گیا ہے اس امانت میں خیانت نہ کرو۔ (بحوالہ تفسیر مظہری از ثناء اللہ پانی پتیؒ)

﴿وَتَخُوْنُوْا اَمٰنٰتِكُمْ﴾ اور خیانت نہ کرو امانتوں میں جو ایک دوسرے کے پاس رکھتے ہو امانت میں خیانت کرنا کوئی معمولی جُرم نہیں ہے جسے نظر انداز کر دیا جائے بلکہ یہ ایسا سنگین جُرم کا درجہ رکھتا ہے جس کے نتائج قوم کی تباہی کا موجب ہے۔

﴿وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ اور تم جانتے ہو کہ خیانت کرنے کا بڑا وبال ہے یا جانتے ہو کہ امانت کی حفاظت تم پر واجب ہے۔

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ﴾ اور جان لو! کہ یہ تمہارے مال۔ ﴿وَاَوْلَادُكُمْ﴾ اور تمہاری اولاد۔ ﴿فِتْنَةٌ﴾ سب آزمائش ہے، مال اور اولاد سے بڑھ کر سخت امتحان رآزمائش اور کونسی ہے۔

تشریح و توضیحات آیت ۲۰ تا ۲۸

آیت ۲۰ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ ایمان والوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی تعمیل کا حکم ہے اب اہلِ ایمان کو تلقینِ عمل ہے بتایا جارہا ہے کہ اُن کا معاملہ اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کے ساتھ کیسا ہونا چاہیے، عملِ ہدایت تو اس بات کا متقاضی ہے کہ کامل مؤمنِ صادق اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمانبردار ہو، احوال و حوادث خواہ اس کی راہِ عمل میں کتنے ہی حائل ہوں مگر وہ جب سب کچھ سُن چکا تو قولاً، فعلاً اور عملاً اس سے رُوگردانی نہ کرے۔

آیت ۲۱ میں بتایا جارہا ہے کہ کُفار کی حالت تو یہ ہے کہ دعویٰ زبان سے تو یہ کرتے ہیں کہ ہم نے سُن لیا لیکن سُنتے سناتے

Marfat.com

کچھ نہیں! بھلا یہ بھی کوئی سننا ہے کہ سُن کر سمجھے نہیں یا سمجھ گئے تو اس کو قلب ونظر کی گہرائی کے ساتھ قبول نہ کریں۔ کُفار کی تذلیلِ کیفیّت تو یہ ہے کہ سُن کر، زبانی اقرار کر کے عمل نہیں کرتے، پہلے بھی اہلِ یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا "سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا" ہم نے سُن لیا مگر مانا نہیں، اور مُشرکینِ مکہ کا تو یہ کہنا ہے "قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا" یعنی "جو قرآن آپ ﷺ سُناتے ہیں بس ہم نے سُن لیا اگر چاہیں تو اِسی جیسا کلام بنا کر لے آئیں، العیاذ باللہ۔ مدینہ کے منافقین کا تو یہ طرزِ عمل ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی موجودگی میں تو "اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ" کر گئے اور دل سے اسی طرح انکاری رہے گویا مُنکر کے مُنکر ہی رہے بہرِ نوع صادق مؤمن کی تو یہ شان ہے کہ دل کی گیرائی اور گہرائی کے ساتھ قلب سے، زبان سے، عمل سے، حاضر وغائب اللہ کے احکام پر، فرمان پر جان نثار کرتا رہے۔

آیت ۲۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ کے نزدیک جانوروں میں شمار یہ بہرے، گونگے لوگ ہیں، جو عقل ودانش سے کام نہیں کرتے۔ یہاں پر کمزور نوعیت کے مسلمانوں کو تنبیہ ہدایت ہے کہ پورے ضابطۂ وفاداری کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو، قرآن کی دعوت وتفکر وتدبیر بصارت وبصیرت پر مبنی ہے انسان جو اس کائنات رنگ وبُو میں بستے ہیں، کھلے دل ودماغ اور عقلِ رسا سے کام نہیں لیتے وہ درحقیقت انسان کہلانے کا حق نہیں رکھتے کیونکہ وہ نہ حق سننے کی صلاحیت رکھتے ہیں نہ حق کہنے ہیں وہ زبان وفہم سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش نہیں کرتے وہ جانوروں سے بہتر ہے اس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ یہ آیت بنی عبدالدار کے حق میں اُتری جو کہتے تھے کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ لائے ہم اس سے بہرے، گونگے اور اندھے ہیں، یہ سب لوگ غزوۂ اُحد میں ہلاک ہوئے صرف دو افراد ایمان لائے مصعب بن عمیر اور سویبط بن حرملہ۔

آیت ۲۳ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ باری تعالیٰ ان میں صلاحیت دیکھتا تو اُنہیں قوت سماعت کی توفیق دیتا، گویا ان کافروں میں قبولِ حق کی استعداد مفقود ہے اصل میں ان لوگوں کو فلاح پانے کی توفیق ہی نہیں ہے اگر فلاح وصلاح کی آرزو ہوتی تو ان کے قلبِ حزیں میں حق کی سچی تڑپ اور نورِ ہدایت، معرفت قبول کرنے کا عزم ہوتا تو ان کی قوتِ سماعت کو نافع بنا کر ان کو ایسی شعورِ عقل عطا کرتا جس سے وہ حق کو تسلیم کر لیتے اور حق اپنا لیتے چونکہ اُن کے اندر خیر کی طلب ہی نہیں ہے تو ضرور رُوگردانی کریں گے اس لئے کہ وہ صحیح فہم وفراست سے محروم ہیں۔

آیت ۲۴ میں بیان کیا جارہا ہے کہ اہلِ ایمان کے لئے یہ مژدہ نوید ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ جس اُمر کی طرف تمہیں دعوت دے رہے ہیں تو یہ دعوت تمہارے لئے قلب وروح کی دعوت ہے یہ دعوت سراپا بھلائی کی دعوت ہے اس پر عمل ہی زندگی ہے کیونکہ مفسرین نے اس سے جہاد مُراد لیا ہے اور بعض کے نزدیک احکام شرعیہ مراد لیا ہے اس لئے اس کی قدر کرنی چاہیے، اگر انسان تذبذب کا شکار ہو جائے تو اس کی قوت ارادی کے درمیان اللہ کا قانون رکاوٹ کا مُوجب بن جاتا ہے اور خیر کی توفیق سے یکسر محروم ہو جاتا ہے گویا فرمانبرداری میں تاخیر سے دل مُضمحل ہو جاتے ہیں۔ آدمی کتنا ہی صاحبِ فہم وذکاء ہو اگر اللہ کا حکم اس کی قوتِ ارادی میں حائل ہو جائے تو کچھ نہیں کر سکتا، اللہ کے حکم کی اطاعت صدق دل

Marfat.com

سے کرو کیونکہ باری تعالیٰ بندے سے اس قدر قریب ہے کہ اس کا دل بھی اس قدر قریب نہیں چنانچہ آیت ۱۶ سورۃ قٓ پارہ حٰمٓ ۲۶ میں ارشادِ ربّی ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ

''اور انسان کو ہم نے پیدا کیا ہم جانتے ہیں اس کے دل میں جو وسوسے گذرتے ہیں۔ اور ہم اُس کی رگِ جان سے زیادہ اس کے قریب ہیں''۔ (آیت ۱۶)

اس سے پتہ یہ چلا کہ اللہ اپنے بندوں کے دلوں پر کُلّی اختیار رکھتا ہے اور جب چاہتا ہے اُن کے اور قلوب کے مابَین حائل ہو جاتا ہے ''انسان اللہ کی مشیّت کے بغیر کسی چیز کو نہیں پا سکتا''۔ (بحوالہ فتح القدیر، امام ابن جریر)

رسول اکرم ﷺ دین میں ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتے اور دعا فرماتے ''اَللّٰھُمَّ مصرف القلوب صرف قلوبنا اِلٰى طاعتك '' اے دلوں کو پھیرنے والے میرے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کے لئے پھیر دے''۔ (بحوالہ صحیح مسلم، کتاب القدر) آخری آیت میں بیان ہوا کہ ہم سب کو اللہ ہی کی طرف اکٹھا ہونا ہے۔

آیت ۲۵ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ ایسے فتنہ وبال سے اجتناب کرو جو مخصوص طور پر اُنہیں لوگوں پر اثر انداز نہیں ہوگا جنہوں نے تم پر ارتکابِ جُرم کیا ہوگا۔ اس کا مفہوم یوں سمجھئے کہ جب ایک قوم کے لوگوں نے ظلم وتشدد اور عصیان کو اختیار کر لیا ہو اور چند لوگ اس سے کنارہ کش رہے۔ اُنہوں نے اس کی کوئی مزاحمت نہیں کی اور نہ نصیحت کی اور نہ اس ظلم وسیاہ کار میں اظہارِ نفرت کیا تو یہ وہ فتنہ ہے جس کی زد میں وہ ظالم اور خاموشی اختیار کرنے والے سب شامل ہو جائیں گے جب عذاب نازل ہوگا تو حسبِ مراتب اس عذابِ بلا میں مُبتلا ہوں گے کوئی بچ نہ پائے گا۔ (بحوالہ تفسیر عثمانی از علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)

گویا حکم تو یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو ماننے کے لئے ہمہ وقت آمادہ رہو اور نافرمانوں کو پند ونصیحت کرو اور اگر کوئی تمہاری نصیحت پر عمل پیرا نہ ہوں تو بیزاری کا اظہار برملا کرو اس آیت کا مفہوم شاہ ولی اللہؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ ''مسلمانوں کو ایسے فتنہ وفساد اور گناہ سے بالخصوص بچنا چاہئے جس کا بُرا اثر گناہ کرنے والے کی ذات سے ہو کر دوسروں تک پہنچتا ہے''۔ آخر میں بتایا گیا کہ خوب جان لو! اللہ سخت پاداش والا ہے۔

آیت ۲۶ میں بتایا جا رہا ہے کہ ہجرت سے قبل اور اس کے بعد بھی زمین میں تمہاری تعداد قلیل تھی تم کمزور تصوّر کئے جاتے تھے تمہاری کمزوری کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے تمہیں اندیشہ وخیال یہ تھا کہ لوگ تمہیں اُچک نہ لیں تو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے تمہیں پناہ دی، تم کو پاکیزہ رزق دیا اور اپنی نصرت سے سرفراز کیا، تمہیں مکہ کے مصائب وآلام سہنے کے بعد مدنی زندگی کے لمحات میں راحت وآرام اور آسودگی بخشی تا کہ شکرِ باری تعالیٰ بجا لاؤ۔ گویا نعمتوں پر شکر کرنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا لازم ہے کیونکہ نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔ چنانچہ آیت ۸ سورۃ التکاثر پارہ ۳۰ عَمَّ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ '' تم سے ان نعمتوں کے بارے میں ضرور پُرسش ہونی ہے۔ یقینی طور پر یہ دریافت کیا جائے گا کہ اِس دن سے بے خبر رہنے والوں کو دوزخ سے واسطہ پڑے گا اور دریافت کیا جائے گا۔ باری تعالیٰ

Marfat.com

نے جو قوتیں، صلاحیتیں اور نعمتیں ان کو عطا کی تھیں ان کا کتنا حصہ اُنہوں نے اللہ کی خوشنودی کے لئے استعمال کیا۔
آیت ۲۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اے اہلِ ایمان! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حقوق میں جانتے بوجھتے ہوئے خیانت مت کرو تمام حقوق، فرائض خواہ وہ کسی بھی عہد و میثاق کے زُمرے میں عاید ہوتے ہیں یا مَعروف فطری تقاضے اور قانون کے دائرے میں آتے ہیں ان کے خلاف خیانت ہے گویا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت یہ ہے کہ ان کے احکامات کی خلاف ورزی کی جائے ایک فرد دوسرے کے پاس جو امانت رکھواتا ہے اس میں خیانت نہ کی جائے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

لا ایمان لمن لا امانة لہٗ ولا دین لمن لا عھد لہٗ

''اس کا ایمان نہیں! جس کے اندر امانت کی پاسداری نہیں، اُس کا دین نہیں، جس کے اندر عہد کی پاسداری کا احساس نہیں'' (بحوالہ مسندِ احمد جلد دوم ومشکوٰۃ شریف)

آیت ۲۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ تمہارے اَموال اور تمہاری اُولاد ایک امتحان / آزمائش ہے، ہوتا تو یہ ہے کہ مال اور اولاد کی اُلفت میں گرفتار ہو کر انسان خیانت کا مرتکب ہوجاتا ہے اور اولاد کی محبت ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری سے گریز کرنے پر مجبور کرتی ہے اچھی طرح جان لیا جائے کہ اگر انسان اِس آزمائش میں کامیاب ہوتا ہے تو اللہ کے پاس اس کا بڑا اجر ہے بصورت دیگر یہی مال ومتاع اور اولاد اس لئے کہ عذابِ الٰہی کا مُوجب ہوجائے گی۔

آیت ۲۰ تا ۲۸ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

ایمان والوں کی یہ اہم ذِمّہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول ﷺ کی فرمانبرداری دل وجان سے کریں، نافرمانی سے اجتناب لازم ہے اور اِن لوگوں کا طرزِ عمل اختیار نہ کرو، جن کو دعویٰ تو ہے سماعت کا اور کہتے ہیں ہم نے سُنا، لیکن اُنہیں کچھ سُننے کی توفیق نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے لوگوں کی مثال یہ ہے کہ یہ بدترین جانوروں میں شمار کیے جاتے ہیں، کیونکہ یہ بہرے، گُونگے ہیں، دانش سے کام نہیں لیتے، عقلِ سلیم کو استعمال کرنے سے قاصر ہیں یہ عملاً نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں، اس لیے کہ علم وآگاہی سے اور شعور سے قطعی کام نہیں لیتے۔
اگر اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اِن میں کوئی خُوبی صلاحیت دیکھتا تو یقینی طور پر اِن کو سُننے کی سَعادت ملتی، کہ حق سُن سکیں تاکہ عمل کرسکیں، کیا تمہیں پتہ نہیں! رسول ﷺ کی دعوت، دعوتِ رُوح وقلب ہے اور یہ دعوتِ حق دراصل دعوتِ حیات ہے اس کی قدر کرو۔ تذبذب کا اگر شکار رہے تو اپنی قوت ارادی کو کھو بیٹھو گے، پھر خیر کی توفیق تم سے چھین لی جائے گی یاد رکھو! سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف اکٹھا ہونا ہے فتنہ سے بچو! باری تعالیٰ سخت پاداش والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پاکیزہ رزق دیا ہے اللہ تعالیٰ کے شکر گذار بنو! اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو تمہارا مال ومتاع اور تمہاری اولاد فتنہ ہے اَجر تو صرف اللہ تعالیٰ دینے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی نُصرت سے سَرفراز کیا ہے یہ کس قدر اَجرِ عظیم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۹

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ تم میں حق و باطل کی تمیز کی صلاحیت/توانائی پیدا کردے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما کر بخش دے گا اور اللہ تو بڑا ہی فضل والا/کرم والا ہے۔ (۲۹)

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰

اے محبوب (ﷺ)! اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے کہ جب کافر خفیہ تدبیریں آپ ﷺ کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کردیں یا آپ کو قتل کردیں یا آپ کو جلاوطن کردیں وہ تو اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور سب کے مقابلے میں اللہ کی تدبیر غالب آتی ہے۔ (۳۰)

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاۗءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۱

اور جب اُن کو ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتیں ہیں تو کہتے ہیں ہم نے سُن لیا۔ اگر ہم چاہیں تو ایسی باتیں ہم بھی بنا سکتے ہیں یہ کیا ہیں یہ تو اگلے لوگوں کی وہی کہانیاں ہیں۔ (۳۱)

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۲

اور جب اُنہوں نے کہا اے اللہ! اگر یہی قرآن تیری طرف سے حق ہے تو آسمان سے تو ہم پر پتھر برسا، اور ہم پر دردناک عذاب لے آ؟۔ (۳۲)

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝۳۳

اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ اُن پر آپ کے ہوتے ہوئے عذاب نازل کرے اللہ تعالیٰ اُنہیں عذاب دینے والا نہیں، جب تک وہ مغفرت طلب کر رہے ہوں/اس حالت میں کہ وہ استغفار کرتے ہوں۔ (۳۳)

الفاظ و معانی آیت ۲۹ تا ۳۳

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ﴾ اے ایمان والو! اگر اللہ سے ڈرتے رہو اور تقویٰ کو اپنا شعار بنالو! اللہ کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری سے ایک دلی لگاؤ اور قلبی کیفیت میں سکون نصیب ہوتا ہے جس کا نام تقویٰ ہے بالفاظ دیگر جو شخص عقل وخرد کو طبع مزاج فطرت پر غالب رکھ کر اس امتحان میں ثابت قدم رہے اور باری تعالیٰ کی اطاعت و اُلفت کو سب اُمور پر مقدم رکھے تو اس کو قرآن اور شریعت کی اصطلاح میں ''تقویٰ'' کہتے ہیں یہ کیفیت گناہ اور نافرمانی سے مانع بن جاتی ہے پرہیز گاری کا شعار اپنانے سے اس کے صلے میں تین نعمتیں/انعامات عطا ہوتی ہیں:

(الف):......نعمتِ فرقان: نعمتِ فرقان ایسی صلاحیت قوت ہے جو حق و باطل میں حق کو غالب کردے جو دو اُمور میں فرق کو واضح کردے۔ اِس لئے اس فیصلہ کو فرقان کہا جاتا ہے اس کے سبب اہلِ حق کو نصرت اور اس کے مخالف کو شکست ہوتی ہے اس کا ظہور غزوہ بدر میں ہوا جس کو ''یوم الفرقان'' کہا جاتا ہے، یہ بات جان جایئے کہ تقویٰ سکونِ قلب کا باعث ہے۔

(ب):...... دوسری نعمتِ انعام جو تقوٰی کے سبب عطا ہوتی ہے نیکی کا مجاہدہ اس کو کفارہ سیئات کا نام دیا جاتا ہے باوجود کوشش کے بشریت کے تقاضے کے سبب انسان سے خطا اور لغزش سرزد ہو جاتی ہے "باری تعالیٰ اعمالِ صالحہ کی توفیق دے کر ان خطاؤں کو معاف فرما دیتا ہے"۔

(ج):...... تیسرا انعام نعمت جو تقوٰی کے سلسلے میں عطا ہوتا ہے وہ آخری نجات اور عطائے بخشش ہے جس سے روزِ محشر پریشانی سے نجات پانا ہے۔ ﴿یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا﴾ اور پیدا کردے گا تم میں حق و باطل کا فرق۔ ﴿وَیُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ﴾ اور دور کردے گا تم سے تمہاری برائیاں اور تمہیں نصرت دے گا اس کے سبب سے، بصیرت اور فراست ملنے کے بعد ان کو اچھے اور برے میں فیصلہ کرنا آسان قدرے آسان ہو جاتا ہے۔

"بحر الحقائق" میں تحریر ہے کہ "اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تقوٰی کے سبب توفیق عطا فرماتا ہے کہ تم اپنے اپنے جلال کے اسرار اور اپنے جمال کے انوار میں فرق رتفاوت کرلو اور وجود اور عدم کے بھید پہچان لو"۔ ﴿وَیَغْفِرْ لَكُمْ﴾ اور بخش دے گا تمہارے گناہ کبیرہ توبہ کے سبب سے، یا اپنی مشیّت کے سبب سے تمہارے گناہوں کو درگزر کردے گا۔ ﴿اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ﴾ اور جنہوں نے کفر اختیار کیا تھا آپ کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ آپ ﷺ کو قید کریں یا قتل کردیں یا شہر بدر کردیں۔ "بات یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے جب محمد رسول اللہ ﷺ مکہ شریف میں تھے تو کفار آپ کے قید کرنے اور قتل کرنے کے باہم صلاح مشورے میں مصروف تھے۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے ان کے منصوبوں اور ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا، اور آپ عافیت کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے، چنانچہ اس واقعہ کا ذکر تفسیر ابن کثیر اور تفسیر مظہری میں بروایت محمد بن اسحاق و امام احمد اور ابن جریرؒ میں درج ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قریش کے کافروں رؤسائے مکہ نے دار الندوہ رجو قصی بن کلاب کا گھر تھا مسجد حرام کے متصل میں ایک خاص مجلس کا اہتمام کیا کہا جاتا ہے کہ اس اجتماع میں ابو جہل، نضر بن حارث، عتبہ، شیبہ، امیہ بن خلف اور ابو سفیان کے علاوہ قریش کے نامور افراد شامل تھے"۔

﴿لِیُثْبِتُوْكَ﴾ ❶ اِثْبَاتٌ مصدر تاکہ وہ آپ کو کرلیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿اَوْ یَقْتُلُوْكَ﴾ یا قتل کردیں آپ ﷺ کو تلواروں سے۔ ﴿اَوْ یُخْرِجُوْكَ﴾ یا نکال دیں آپ ﷺ کو مکّہ سے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام تدبیروں کو خاک میں ملا دیا، آخری آیت میں ارشاد ہوا۔ ﴿وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ﴾ اللہ تعالیٰ بہتر تدبیر کرنے والا ہے لفظ مکر کے معنی عربی لغت میں کسی تدبیر، حیلہ بہانے کے ذریعہ اپنے مدِ مقابل فرد کو اس کے ارادے سے روک دیا جائے۔

ابھی مجلس کا آغاز ہوا ہی تھا کہ ایک سن رسیدہ عربی شیخ کی شکل میں ابلیس لعین وارد ہوا، از راہِ مکر کہنے لگا کہ میں شیخ نجد ہوں تمہاری مجلس کی خبر ملی تو میں بھی حاضر ہوا ہوں، میں تمہارا دوست ہوں، مجھ سے کچھ نہ چھپانا، میں تمہیں بہترین رائے دینے اور تعاون کرنے آیا ہوں، چنانچہ اس اجتماع میں وہ شامل ہو گیا۔ ابو البختری ابن ہشام نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو آہنی زنجیروں میں مقید کرکے ایک مکان میں مضبوط بندشوں سے باندھ کر دروازہ بند کردو، معاذ اللہ! تاکہ وہ ہلاک

❶...... اس کا معنی ہے لِیُثْبِتُوْكَ تاکہ آپ کو محبوس کریں یا قید کریں۔ (بحوالہ قرطبی)

Marfat.com

ہوجائیں اس پر ابلیس لعین (یعنی وہ شیخ نجدی بنا بیٹھا تھا کہ) یہ رائے درست نہیں۔آپ ﷺ کے جانثار آئیں گے تم سے مقابلہ ہوگا اور آپ ﷺ کو تمہاری قید سے چھڑالیں گے کچھ کا خیال تھا شیخ نجد صحیح کہتا ہے،اتنے میں ہشام بن عمر و کھڑا ہوا اور اس نے کہا میرا مشورہ تو یہ ہے کہ محمد ﷺ کو اُونٹ پر سوار کر کے اپنے شہر سے باہر نکال دو، باہر جا کر یہ جو کچھ کریں ہمارا شہر فساد سے بچ جائے گا اور ہمیں جنگ وجدال بھی نہ کرنا پڑے گی، (شیخ نجدی) ابلیس لعین نے کہا یہ مشورہ بھی صحیح نہیں، تمہیں خبر ہی نہیں کہ جس شخص نے ہوش اُڑا دیئے اپنی دانش مندی اور شیریں کلامی سے اگر تم نے ایسا کیا تو وہ دوسری قوم کے دلوں کو تسخیر کر کے ان لوگوں کے ساتھ تم پر حملہ کر کے شکست سے دوچار کردیں گے،اب اَبُو جہل نے کہا جو بات کرنے کی تھی تم میں سے اسے کسی نے نہیں سمجھا، ابوجہل نے مشورہ دیا کہ قریش کے ہر خاندان کا ایک نوجوان منتخب کیا جائے اور اس کو تیز ترشمشیر دی جائے اور وہ سب آپ ﷺ پر حملہ آور ہو کر قتل کر دیں گے تو بنی ہاشم قریش کے تمام قبائل سے نہ لڑسکیں گے، خون کا بدلہ خون بہا کا معاوضہ دینا پڑے تو وہ دے دیا جائے گا۔ابوجہل کی اس تجویز کو ابلیس لعین نے پسند کیا اور سب نے اس پر اتفاق کیا۔سوال تو یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی غیبی طاقت کو یہ جاہل کہاں جان سکتے ہیں۔حضرت جبرائیل آمین علیہ السلام نے اس ساری صورت حال سے حضرت محمد ﷺ کو باخبر کر دیا اور تدبیر یہ بتائی کہ حضور ﷺ اپنی خواب گاہ میں اپنے بستر پر آرام نہ کریں اور آگاہ کیا کہ باری تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مکہ شریف سے ہجرت کی اجازت دے دی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے آج رات حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو اپنی خواب گاہ میں رہنے کا حکم صادر کیا اور فرمایا کہ چادرِ اطہر اُوڑھو!اور رسول اللہ ﷺ کی اس مشکل کو باری تعالیٰ نے ایک معجزہ سے حل کیا آپ ﷺ نے ایک مُشت خاک دستِ مبارک میں بھر کر باہر تشریف لائے اور آیت ''اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا'' تلاوت کرتے ہوئے محاصرہ کرنے والوں پر پھینکی اللہ تعالیٰ نے اُن کی نظروں کو آپ ﷺ کی طرف سے پھیر دیا سب اندھے ہو گئے اور حضور ﷺ کو نہ دیکھ پائے اور اللہ کے رسول ﷺ رفیقِ خاص سیدنا حضرت اَبُوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غارِ ثَور میں جلوہ فگن ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی امانتیں دینے کے لئے مکہ میں چھوڑا،رسول اللہ ﷺ کے لئے اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنا یہ سعادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص فضائل میں شامل ہے۔

﴿وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا﴾ اور جب پڑھی جاتی ہیں ہماری آیات اُن کے سامنے۔﴿قَالُوْا سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ﴾ تو کہتے ہیں کہ ہم نے یہ کلام سُن لیا اور اگر ہم چاہیں تو اس طرح کا کلام ہم بھی کہہ دیں، بات یہ ہے کہ نُضر بن حارث لعن اللہ علیہ فارس کے شہروں میں تجارت کی غرض سے آیا تھا یہاں رُستم اور اسفند یار کی کہانیاں خریدیں، داستانوں کی مشہور کتاب ''کلیلہ دمنہ'' کا عربی میں ترجمہ کر کے مکّہ شریف میں لے گیا جب رسول اللہ ﷺ سابقہ اُمتوں کے عبرت آموز واقعات بیان فرماتے تو وہ بڑے فخر سے دعویٰ اظہار کرتا کہ ایسی حکایات اور باتیں تو میں بھی سنا سکتا ہوں۔(بحوالہ قرطبی) لیکن باوجود دعویٰ کے وہ اس جیسی ایک سورۃ تو کیا اس جیسے ایک آیت بھی پیش کر سکے۔﴿اِنْ هٰذَآ﴾ نہیں ہے یہ۔﴿اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ﴾ مگر حکایتیں ہیں پہلے لوگوں کی، یہ آیت نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی، جس نے حضرت

Marfat.com

محمد ﷺ سے قرآن مجید سُن کر کہا تھا کہ "ہم چاہتے تو ہم بھی ایسی ہی کتاب کہہ لیتے اللہ تعالیٰ نے اُن کا مقولہ نقل کیا، اِس میں اِن کی کمال بے شرمی و بے حیائی ہے"۔ (بحوالہ کنز الایمان خزائن العرفان از احمد رضا خان تفسیر نعیم الدین مُرادآبادیؒ)

جب نضر بن حارث سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کلامِ اللہ" کا حق ہونا بیان کیا تو غلط طرزِ عمل پر پختگی دکھانے کی خاطر اس کے جواب میں یہ دعا کی جس کی خبر حق سبحانہ تعالیٰ دیتا ہے۔ ﴿اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ﴾ اور یاد کرو اُسے جب نضر نے اور اُس کی متابعت کرنے والوں نے جو اُس سے متفق تھے کہا کہ اے اللہ ﴿اِنْ كَانَ هٰذَا﴾ اگر ہے یہ قرآن! ﴿هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ﴾ صحیح اور درست اُتارا گیا ہے تیرے پاس سے۔ ﴿فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا﴾ پس تو برسا ہم پر۔ اَمْطِرْ تو برسا اِمْطَارٌ سے فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ پتھر آسمان سے، (جس طرح اصحاب فیل پر تم نے برسائے تھے)، یا کوئی دوسرا سخت عذاب نازل کر دیجئے قرآن حکیم نے اس کا جواب دیا۔ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ﴾ اور نہیں ہے کہ اللہ عذاب کرے اُن پر، اگرچہ دستِ دعا کر کے وہ عذاب طلب کرتے ہیں اور جلدی کرتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ اِن میں موجود ہیں اور سنت الٰہی تو یوں ہی قائم رہتی ہے کہ جب تک پیغمبر اپنی قوم میں رہے اس وقت تک اس قوم کو اللہ ہلاک نہیں کرتا کیونکہ اللہ رحمۃ للعالمین ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ اور اللہ اُن پر عذاب نازل کرنے والا نہیں جب تک وہ استغفار کرتے ہیں دانستہ کفر پر اصرار تو اس بات کا مقتضی ہے کہ اُن پر عذاب ہو لیکن اے حبیب (ﷺ)! آپ کا وجود سراپا رحمت ہے اُن پر عذاب نہیں نازل ہوگا۔

تشریح و توضیحات آیت ۲۹ تا ۳۳

آیت ۲۹ میں اظہار بیان یہ ہے کہ اگر اہلِ ایمان اللہ سے ڈرتے رہے اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کرتے رہے خیر و شر میں تفاوت برتتے رہے، تقویٰ اور صبر سے اپنی زندگی کو آراستہ کرتے رہے تو تقویٰ کے سبب باری تعالیٰ انعامات سے سرفراز فرمائے گا اور ہم سے ہمارے گناہ بھی بخش دے گا، اللہ تعالیٰ بڑا ہی فضل اور کرم کرنے والا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ "پرہیز گاری کی راہ پر گامزن ہونا بھی اللہ کی عطائے توفیق اور دستگیری کا ہی مرہونِ منت ہوتا ہے"۔ (بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوئم از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

خدا ترسی اگر اختیار کی جائے تو باری تعالیٰ ہماری بُرائیوں کو ہم سے دور کر دے گا سچ بات تو یہ ہے کہ "تقویٰ کی وجہ سے انسان کے دل میں بصیرت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان اپنی ہی مُشکلات میں درست فیصلے کر سکتا ہے۔" (بحوالہ فی ظلال القرآن جلد سوئم سید قطب شہیدؒ) ہمیں انسانیت کے لئے حق و صداقت، عدل و انصاف، خیر و سعادت کے سوا اور کوئی ماحصل زیست سامنے نہیں رکھنا چاہئے، آج بھی جذبۂ ایمان اور جذبۂ دروں کو تازہ کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ دور کہاں گیا ہماری زبان میں تاثیر تھی، یہی چشم خوں فشاں تھی یہی بصیرت قلب و نظر تھی تو آج بھی ضرورت ہے "براہیم سا ایمان پیدا کرنے کی"۔ یہ غور طلب فکر ہے جس پر عمل کر کے ہمیں راہِ تقویٰ اپنانا ہے تو اللہ ہی مغفرت فرمالے گا۔

آیت ۳۰ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ خیال کرو کہ جب کُفار سازش کر رہے تھے یہ اس سازش کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ جس میں مکہ کے قریش نے حضرت محمد ﷺ کے قتل پر اتفاقِ رائے کر دیا تھا یا حضور اکرم ﷺ کو جلاوطن کرنے میں

سرگرمِ عمل تھے لیکن کافروں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے تدبیر کی تھی جس سے بہتر کوئی تدبیر کا ادراک نہیں کر سکتا! لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بچالیا حتیٰ کہ آپ ﷺ بمعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غارِ ثور پہنچ گئے اور آپ ﷺ نے بحفاظت مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ملک شام رومیوں کے قبضہ میں تھا وہاں کا حکمران بھی کافر تھا اہلِ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ کے خلاف اِس حکمران کو بتایا کہ یہ بغیر باپ کے اور فسادی نعوذ باللہ۔ حکمران نے کافروں کی رااہلِ یہود کی بات مانتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینے کا فیصلہ کر لیا لیکن باری تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بحفاظت آسمان پر اُٹھالیا یہ بات آیت ۵۴ سورۂ آلِ عمران پارہ تِلْكَ الرُّسُلُ میں بتائی گئی ہے کہ ''وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ'' اور کافروں نے مکر کیا تو اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی۔

آیت ۳۱ میں بتایا جا رہا ہے کہ اور جب ان کو آیات کلامِ ربانی پڑھ کر سنائی جاتیں تو کہتے! بس ہم نے سُن لیا! ہم بھی اگر چاہیں تو ایسا کلام پیش کر سکتے ہیں! یہ تو بس، پرانی داستانیں ہیں کُفارِ مکہ کا جہل وشقاوت کو دیکھئے، دعویٰ محض یہ کہ ہم چاہیں تو قرآن جیسا کلام بنالائیں، تحریکِ اسلامی کے خلاف ''قسم قسم کے حربے اٹھ کھڑے ہوتے تھے ان حربوں میں ایک حربہ یہ بھی تھا کہ قرآن کریم کے بارے میں شکوک پھیلاتے جائیں کہ یہ پرانی کہانیاں ہی تو ہیں اگر وہ چاہیں کہانیاں تصنیف کر سکتے ہیں لیکن اس سے قبل قرآن نے ان کو بار بار چیلنج دیا تھا اور وہ ایسا کلام پیش کرنے سے عاجز تھے۔ (ماخوذ فی ظلال القرآن جلد سوئم از سید قطب شہیدؒ)

اب غزوہ بدر میں سب نے دیکھ کر کہا کہ یہ محض افسانے نہ تھے، وہ وعدہ عذاب لوگوں پر آیا، جیسے سابقہ لوگوں پر آیا تھا۔

آیت ۳۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ مشرکین مکہ انتہائی جہل اور شقاوت وبغض کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر واقعی یہی دین حق ہے اور ہم تکذیبِ بلا میں مُبتلا ہیں تو پھر دیر کس بات کی! اقوام سابقہ کی طرح عذاب کی گھڑی ہم پر نازل کر! ہم پر پتھروں کا مینہ کیوں نہیں برسایا جاتا یہ عجیب وغریب طرزِ تکلم ہے کہ اس سے اہلِ کُفر کے عناد کا اندازہ ہوتا ہے بات سچ تو یہ ہے کہ جب کبر نخوت، بُغض وعناد فطرت سلیم سے الگ ہو جائے تو پھر کیفیت یہ ہوتی ہے کہ غرور تکبر انسان کو بُرائی پر آمادہ کرتا ہے لیکن وہ سچائی کو قبول نہیں کرتے یہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا مقابلہ کرتے رہے، لیکن اس بُغض وعناد کے بعد میں یہ دعوتِ حق دعوتِ دین فتح سے ہمکنار ہوئی۔

آیت ۳۳ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ عذاب کے نازل نہ ہونے کی وجہ ایک یہ ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ ان میں موجود تھے، کچھ لوگ توبہ واستغفار کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کی سُنت تو یہ ہے کہ جب تک کثرت سے استغفار کیا جائے، توبہ کیا جائے دل کی گہرائی اور گیرائی سے۔ اللہ کی رحمت طلب کی جائے، لوگ مغفرت کے طلب گار رہیں تو اللہ کا عذاب نازل نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد عذاب کے آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہ جاتی ''جب باری تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مکہ شریف سے علیحدہ کر لیا تب مکہ والے بدر کے عذاب میں پکڑے گئے۔ (بحوالہ تفسیر عثمانی از مولانا شبیر احمد عثمانی)

Marfat.com

وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ ۚ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾

اور اُن میں کیا بات ہے، کہ اللہ اُن کو عذاب نہ دے، حالانکہ وہ مَسجدِ حرام جانے سے روکتے ہیں، جبکہ وہ لوگ اُس کے اختیار والے رمَتولّی نہیں۔ اس کے اہل رمتولی تو صرف پرہیزگار ہیں، لیکن اکثریت کو اِس بات کی خبر ہی نہیں رکہ اُن کے بہت سے لوگ اِس بات کو نہیں جانتے۔ (۳۴)

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٥﴾

اور اُن کی نماز کیا تھی، خانہ کعبہ کے پاس سیٹی بجانا اور تالیاں پیٹنا، پس اب عذاب چکھو! اِس سبب سے کہ تم انکارِ حق رکُفر کیا کرتے تھے۔ (۳۵)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾

جو لوگ یقینی طور پر کافر ہیں، وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں یہ لوگ تو اپنے مال کو خرچ کرتے ہی رہیں گے بالآخر پچھتائیں گے بڑی حسرت ویاس کے باعث پھر مغلوب کردیئے جائیں گے اور جنہوں نے راہِ کُفر اختیار کی وہ دُوزخ کی طرف اکٹھے کئے جائیں گے۔ (۳۶)

لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٣٧﴾

تاکہ اللہ تعالیٰ جدا کردے ناپاک کو پاک سے اور ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا دے اور پھر اس ڈھیر کو اکٹھا کر کے دوزخ رجہنّم میں ڈال دے، یہی لوگ خسارہ رنقصان اُٹھانے والے ہیں۔ (۳۷)

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ وَإِنْ يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٨﴾

اے حبیب (ﷺ)! آپ کہہ دیجئے! اگر وہ باز آجائیں تو اُنہیں بخش دیا جائے گا جو کچھ پہلے ہو چکا، سو ہو چکا، اگر یہ اسی سابقہ روش کا اعادہ کریں گے تو اگلوں کے ساتھ جو کچھ کیا گیا وہی اُن کے ساتھ بھی ہوگا (۳۸)

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٣٩﴾

اور تم لوگ ان کافروں سے جنگ کرتے رہو! یہاں تک کوئی فتنہ باقی نہ رہے۔ سارا دین اللہ جل شانہٗ کا ہی ہوجائے، بس اگر یہ لوگ اپنی حرکت سے باز رہیں تو اللہ اُن کے کام، جو کچھ وہ کرتے ہیں اسے خود دیکھنے والا ہے۔ (۳۹)

وَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ ۚ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ﴿٤٠﴾

اور اگر یہ لوگ اب بھی رُوگردانی کریں تو جان لو! اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔ اللہ بہت اچھا کارساز ہے حمایتی ہے اور بہت اچھا مددگار ہے۔ (۴۰)

Marfat.com

الفاظ و معانی آیت ۳۴ تا ۴۰

﴿وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ﴾ اور کیا ہے انہیں اور کیا مخل ہے یہ کہ اللہ اُن کو عذاب نہ دیں۔ ﴿يَصُدُّوْنَ﴾ حالانکہ وہ باز رکھتے ہیں رسول ﷺ اور مومنوں کو۔ ﴿عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ مسجد حرام سے عبادت کرنے سے۔ ﴿وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ﴾ وہ نہیں ہیں متولی، مُشرِکین اپنے آپ کو خانہ کعبہ کا پاسبان جانتے تھے۔ اس طرح جس کو چاہتے طواف کی اجازت دے دیتے اور جس کو چاہتے نہ دیتے تھے، چنانچہ مسلمانوں کو مسجد حرام میں آنے سے روک دیتے تھے اس میں صُلح حُدیبیہ کی طرف اشارہ ہے جبکہ ۶ھ میں رسولِ اکرم ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ادائیگی عمراہ کے لئے مکہ شریف پہنچے تھے اور مُشرکین مکّہ نے آپ ﷺ کو روک کر واپس جانے پر مجبور کیا تھا۔ ﴿اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾ اس کے متولی تو صرف پرہیزگار لوگ ہیں، قرآنِ کریم کی آیت زیرِ مطالعہ میں صرف یہ بات بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا کہ اُن مشرکین کو خانہ کعبہ کے متولی کیسے مانا جائے جبکہ قاعدہ کُلیہ یہ ہے کہ اس کے متولی صرف متقی مسلمان بن سکتے ہیں۔ ﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً﴾ اور بیت اللہ کے سامنے ان کی نماز سیٹی بجانے اور تالیاں پیٹنے کے سوا کچھ نہیں! بعض کافروں کی یہ عادت تھی مرد اور عورتیں برہنہ طواف کرتے اور سیٹیاں اور تالیاں بجاتے اور ایک قول یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تو وہ بھلا دینے کی خاطر، مُكَآءً سیٹی اور تَصْدِيَةً تالیاں بجاتے'' اس تقدیر پر صلوٰۃ سے مُراد وہ نماز ہے جس کا حکم کیا گیا ہو''۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از فخر الدینؒ)

اس بات سے یہ ظاہر ہوا کہ جس کو ذرا بھی عقل و شعور ہو! وہ ان افعال کو عبادت رنماز تو کیا کوئی صحیح انسانی فعل بھی قرار نہیں دے سکتا! پھر آخری آیت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ ﴿فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾ پس چکھو! اے کافرو! عذاب کہ قتل اور قید ہونا ہے غزوۂ بدر میں، عذاب سے مُراد یہ عذاب دینا ہے جو مقامِ بدر پر مسلمانوں کے ہاتھوں ہوا ''اس جگہ عذاب آخرت بھی مُراد ہو سکتا ہے''۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ بے شک کافر گویا لشکر بدر کو کھانا دینے والے۔ ﴿يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ﴾ خرچ کرتے ہیں مال اپنے اور اونٹ مول لے کر قتل کے مرتکب ہوتے ہیں اور کُفار کو کھلاتے ہیں۔ ﴿لِيَصُدُّوْا﴾ تاکہ باز رکھیں لوگوں کو۔ ﴿عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ اللہ کی راہ سے کہ رسول ﷺ کی متابعت ہے۔

اکثر نے کہا ہے کہ غزوۂ بدر کے بعد دو ہزار عرب کو ابوسفیان نے غزوۂ اُحد میں شرکت کی خاطر مزدوری پر مقرر رمامور کیا یہ لوگ اس لشکر کے علاوہ تھے جو خود آئے تھے یا جس کاروان کو ابوسفیان بہکا لایا تھا، ان لوگوں کے مال کا نفع پچاس ہزار مثقال سونا تھا، لشکر پر صرف کیا اور غزوۂ اُحد میں گئے اور یہ آیت نازل ہوئی کہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ) غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ عبادت تین نوعیت کی ہوتی ہے (۱) قولی۔ (۲) فعلی۔ (۳) اور مالی، قولی اور فعلی عبادت کی کیفیت کا تذکرہ تو پہلے ہو چکا اب مالی عبادت کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ یہ مال خرچ تو کرتے

Marfat.com

ہیں لیکن اللہ کی رضا کے لئے نہیں، بلکہ یادِ الٰہی اور ذکر اللہ سے لوگوں کو روکنے کے لئے۔ ﴿فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ﴾ پس قریب ہے کہ وہ اپنا مال خرچ کر دیں پھر ہو وہ خرچ کرڈالنا باعثِ حسرت و یاس، پھر وہ مغلوب ہو گئے۔ ذرا ذہن میں رکھئے غزوۂ بدر میں جو ایک ہزار جوانوں کا لشکر مسلمانوں کے مدِ مقابل لڑنے کے لئے گیا تھا اُن کے طعام و قیام وغیرہ کے کُل اخراجات مکّہ کے بارہ معزز سرداروں نے اپنے ذمّہ لئے تھے، جن میں ابو جہل عتبہ، شیبہ سرفہرست رشامل تھے اور اُنہوں نے دیکھ لیا کہ اِس کا نتیجہ کیا نکلنا تھا بجز حسرت، ندامت اور ذلّت کے کچھ نہ ہوا، ''اِن لوگوں کو اپنی شکست فاش کے ساتھ اپنے اموال ضائع ہونے پر بھی احساسِ ندامت اور رسوائی پیش آئی۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ﴾ اور جو لوگ راہِ کُفر پر ثابت رہے ان کا حشر دوزخ کی طرف ہوگا اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنّم ہوگا۔ ﴿لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾ اور یہ کافروں کا مغلوب ہونا اس واسطے ہے کہ اللہ جُدا کردے ناپاک کو پاک سے، لفظ خَبِــیْث، ناپاک، گندہ اور حرام کے لئے مستعمل ہے اور طیّب پاک صاف اور حلال کے لئے استعمال ہوتا ہے اس موقع پر دونوں متضاد لفظوں سے کافروں کے مال و احوال کے لئے خبیثہ اور مسلمانوں کے مال و اموال کے لئے طیّب لئے گئے ہیں اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کُفّار نے مال خرچ کئے وہ ناپاک تھے جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ مال بھی گیا اور جان سے بھی گئے اس کے مدِ مقابل مسلمانوں نے کم مال صرف کیا چونکہ وہ مال پاک صاف اور حلال تھا اس لئے اس کے خرچ کرنے والے کامرانی سے ہمکنار ہوئے اور خاصا مالِ غنیمت بھی ہاتھ آیا۔

﴿وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا﴾ باری تعالیٰ اکٹھا کر دیتا ہے ایک خبیث کو دوسرے خبیث کے ساتھ پھر اُن کو جمع کر دے گا۔ ﴿فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ﴾ جہنّم میں۔ يَرْكُمَهُ، رَكْم مصدر اس کو تہ بہ تہ کر کے انبار لگا دینا فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ یہی لوگ نقصان میں پڑنے والے ہیں۔

اس کی وضاحت کو یوں سمجھئے کہ جس طرح مقناطیس میں باہمی کشش ہوتی ہے، میلان ہوتا ہے وہ لوہے کو کھینچتا ہے قانونِ کشش، علمِ طبعیات physics کے مطابق law of Gravity۔

باہمی کشش رقوت کے چار بُنیادی اُصول ہیں:

الف:.......Gravitation Force قوت کشش مائل بہ مرکز۔

ب:.......Electro Magnetic Force برقی مقناطیسی قوت۔

ج:.......Strong Nuclear Force طاقتور نیوکلیئر صلاحیت۔

د:.......Weak Nuclear Force کمزور فضائی رنیوکلیئر صلاحیت۔

(بحوالہ: Dictionary Oxford Practical Book Comprehen sive Phy sics. By: M.I.Khan)

جدید سائنسی تجربات میں تمام کائنات کا نظام باہمی کشش پر قائم ہے اس طرح اعمال میں اخلاق کی بھی قوت صلاحیت ہے ایک بُرا عمل دوسرے بُرے عمل کو اور ایک اچھا طرزِ عمل دوسرے اچھے طرزِ عمل کو اپنی جانب راغب کرتا ہے رکھینچتا ہے۔

Marfat.com

''مال خبیث دوسرے مالِ خبیث کو کھینچتا ہے اور پھر یہ اموال خبیثہ، آثار خبیثہ پیدا کرتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں جتنے اموال خبیثہ ہیں سب کو جہنم میں جمع کردیں گے اور یہ مال والے بڑے خسارے میں پڑ جائیں گے'' (ماخوذ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ)

﴿اِنْ یَّنْتَهُوْا﴾ اگر باز رکھیں کفر سے اور رسول ﷺ کی عداوت سے تو بخش دیا جائے گا اُن کو۔ ﴿یُغْفَرْ لَهُمْ﴾ کفر سے باز رکھنے کا مطلب مسلمان ہونا ہے۔ حدیث مُبارکہ میں آیا ہے ''جس نے اسلام قبول کر کے نیکی کا راستہ اپنالیا اس کو ان گناہوں کی سزا نہیں ہوگی جو اس نے جاہلیت میں کئے ہوں گے اور جس نے اسلام قبول کر کے بھی بُرائی ترک نہ کی اس کا اگلے پچھلے سب عملوں کا مواخذہ ہوگا (بحوالہ صحیح بخاری شریف کتاب استیابۃ المرتدین مسلم شریف کتاب الایمان) ﴿مَاقَدْ سَلَفَ﴾ جو کچھ گذرا اُن کے گناہوں سے۔

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ اور اے مومنو! کافروں کو قتل کرو تا وقتیکہ نہ رہے فتنہ رشرک یعنی بُت پرست اور اہلِ کتاب میں سے کوئی مُشرک باقی نہ رہے کہ دین ہو جائے خالص کہ توحید ہے یا عبادت اللہ ہی کے واسطے ہے ''فتنہ کا معنیٰ فساد کیا گیا ہے''۔ ای فساد فی الارض ۔ (بحوالہ مظہری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فتنہ سے مُراد یہ مفہوم لیا ہے کہ وہ ایذاء اور عذاب اور مصیبت جو مکّہ کے کافروں کی طرف سے مسلمانوں پر ہمیشہ ہوتا رہتا تھا اس کے مقابل دین کا مفہوم قہر و غلبہ کے لئے آیا ہے گویا یہ بات معلوم ہو چکی کہ مسلمانوں کو کافروں سے اس وقت تک جنگ رقتال کرتے رہنا چاہئے جب تک مسلمان اُن کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ ہو جائیں۔

﴿فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾ اگر وہ باز آجائیں تو یقینی طور پر اللہ ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے اس کام کے موافق جزا دے گا۔ ﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ﴾ اگر وہ انکار کریں قبولِ حق سے تو پس جان لو! اللہ۔ ﴿مَوْلٰىكُمْ﴾ تمہارا مددگار ہے۔ ﴿نِعْمَ الْمَوْلٰى﴾ اچھا حمایتی دوست ہے۔ ﴿وَنِعْمَ النَّصِیْرُ﴾ اور خوب مددگار ہے کہ مسلمانوں کو مُشرک پر غالب کرتا ہے۔

تشریح و توضیحات آیت ۳۴ تا ۴۰

آیت ۳۴ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ مکّہ المکرمہ سے حضور اکرم ﷺ کی ہجرت کے بعد اب اللہ تعالیٰ ان کو کیوں عذاب نہ دے گا، جب کہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں، نزُول عذاب میں دو اُمور مانع ہیں ایک اُن کے درمیان رسول اللہ ﷺ کا جلوہ فگن ہونا دوسرا استغفار، اب ان پر عذاب آنے کا سبب یہ ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ اور اُن کے پیروی کرنے والوں کو بیت اللہ رحرم شریف میں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی عبادت سے روک رہے ہیں اس میں غلط فہمی کا شکار ہیں وہ خانہ کعبہ کے متوّلی رنگہبان ہیں حالانکہ مسجد حرام کے متوّلی ہونے کا شرف حق صرف پرہیزگاروں کو ہے اکثریت کو تو اِس کا علم ہی نہیں ہے، تفسیر ابن جریر میں تحریر ہے کہ ''آپ ﷺ کا مکّہ میں جلوہ نما ہونا مانع عذاب قرار دیا جائے'' مُفسّرین نے لکھا ہے کہ ''محمد رسول اللہ ﷺ کا دنیا میں ہونا قیامت تک باقی رہے گا کیونکہ آپ کی رسالت قیامت تک ہے''۔ (ماخوذ معارف القرآن جلد چہارم حضرت مفتی محمد شفیعؒ) کا یہ اقتباس قابلِ مطالعہ ہے آپ رقمطراز ہیں۔

Marfat.com

"خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اپنے روضہ میں زندہ ہونا اور آپ ﷺ کا قیامت تک قائم رہنا اس کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ قیامت تک دنیا میں ہیں، اس لئے یہ اُمّت قیامت تک عذابِ عام سے مامون رہے گی"۔ (بحوالہ تفسیر معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ)

آیت میں ۳۵ میں بیان کیا جارہا ہے کہ کُفّارِ مکّہ کا عمل کیا ہے؛ اصل اور حقیقی نمازی کو مسجد جانے سے روکتے ہیں اور خود اُن کی اپنی نماز کیا ہے ستم ظریفی اور ظلم کی انتہا تو دیکھئے کعبہ کا برہنہ ہو کر طواف کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بجائے تالیاں بجانا، سیٹیاں بجانا، اُن کی عبادت کیا تھی! شور اور بے معنی لغو باتیں لہو ولعب کے سوا کچھ نہ تھا "عجز و نیاز جو روحِ عبادت ہے اس سے اُنہیں کوئی واسطہ نہ تھا" (بحوالہ قرطبیؒ)

اہلِ قریش کو یہ زعم تھا کہ وہ خانہ کعبہ کے متولی ہیں حالانکہ حقیقت اُس کے برعکس تھی، اس لئے اُن پر عذاب نہیں نازل ہوسکتا بتایا جارہا ہے کہ اُن کے اندر وہ اوصاف باقی نہیں، جو بیت اللہ کی تولیت کے لئے لازمی ہیں، سیٹی اور تالی بجانے کی رسمِ فضول باقی رہ گئی تھی اُن کو دین کی سمجھ سے کوئی تعلق نہیں رہا تھا ایسے لگتا ہے ابراہیمی نماز کو حرم سے خارج کردیا تھا تو کُفر کی پاداش میں عذاب کا مزہ تو چکھنا تھا، وہ غرور و فخر میں کھو کر یہ بات بھول گئے کہ دین کی ہر بات میں وقار، عظمت، متانت، سنجیدگی اور اللہ تعالیٰ کے خوف کے ساتھ ساتھ "پاکیزگی کی صلاحیت معرفت کی جھلک اور روحانیت کی مہک ہوتی ہے"
(بحوالہ تدبیر القرآن از امین احسن اصلاحیؒ)

آیت ۳۶ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ جن لوگوں نے راہ کُفر اختیار کر رکھی ہے اُن کی عقل ودانش ادراک عمل سے محروم ہوگئی ہے کم عقلی تو دیکھئے، اللہ کے راہ سے روکنے کے لئے مال ومتاع خرچ کرتے ہیں، غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں لشکروں کی ترتیب وتیاری سے لے کر تا حال کافروں کی خلافِ اسلام کوششوں پر بے شمار سرمایا کا ضیاع کتنی عجیب سوچ ہے اللہ تعالیٰ نے مال دیا، عقل کی صلاحیت دی، سب کچھ دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے یہ ثروت ودولت دین کی مخالفت پر خرچ کرتے ہیں، بات تو ٹھیک سہی! اُن کا مال ضرور خرچ ہوگا، کاوش وکوشش اور محنت تو ہوگی مگر یہ سب کچھ اُن کی حسرت ویاس کا مُوجب ہوگا ناکامی کا سامنا ہوگا، شکست اُن کا مقدر ہوگی اور پھر ہوگا کیا اُن کا وقت، اُن کا مال، اُن کی سعی پیہم ضائع ہونے پر حسرت کریں گے "ملال کیوں نہیں ہوتا ملال ہوتا ہے" کے مصداق شانِ کریمی کا تو یہ اعجاز ہے کہ کُفر کی ساری کوششیں ناکامی سے دوچار ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ کا دین قائم ودائم ہے اور رہے گا دنیا کی رُسوائی اور ذِلّت کے بعد آخرت میں حسرت ناک انجام ہوگا کافروں کو ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنّم میں جھونک دیا جائے گا۔

آیت ۳۷ میں اظہار بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے چھانٹ کر الگ کردے گا آخرت میں اور ان کو تہ بہ تہ ڈھیر یکجا کر کے جہنّم میں جھونک دے گا گویا اہلِ کُفر جس طرح اس کائنات رنگ وبُو میں تائیدِ کُفر میں ایک دوسرے کی پشت پناہی کرتے ہیں اسی طرح آتش دوزخ میں ایک دوسرے کو جلانے کے لئے باہم ایندھن کا کام سرانجام دیں گے، یہی ہیں زیاں کار۔

Marfat.com

یہ بات یقینی ہے کہ روزِ قیامت خبیث اور طیّب بالکل جُدا جُدا ہو جائیں گے تمام کُفّار اکٹھا ہو کر جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اُس وقت انہیں احساس ہوگا، اللہ تعالیٰ کے دین کو مٹانے کی خاطر جو اپنا مال مُتاع خرچ کیا جو دولت وثروت صرف کی وہ سب رائیگاں گیا یعنی انہوں نے دنیوی اور اُخروی دونوں اقسام کا نقصان اور خسارہ اٹھایا۔

آیت ۳۸ میں بتایا جا رہا ہے کہ اگر اب یہ کُفّار، کُفر وعصیان اور عداوت اسلام سے باز آ جائیں، تو جو کچھ ہو چکا ہو وہ ہو چکا اور رسول اللہ ﷺ کی حلقہ بگوشی اختیار کرلیں، تو حالت کُفر میں جو گناہ ہو چکے ہیں، وہ سب معاف کر دیئے جائیں گے اور پھر جو کچھ کریں گے تو پہلوں کا دستور بھی چلا آتا ہے جس طرح پہلے لوگ نبی اور رسولوں کی تکذیب، بُغض اور عداوت سے تباہ ہوئے تو اُن پر بھی تباہی آسکتی ہے۔ سابقہ اُمتوں نے اپنے پیغمبروں کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اب بھی روش نہ بدلی تو ''قانون مکافاتِ عمل'' کے تحت تباہی وبربادی مقدر بن سکتی ہے۔

آیت ۳۹ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ مسلمانو! تم اُن سے جنگ کیے جاؤ یہاں تک کہ فتنہ کُفر ومعاصی کا خاتمہ ہو جائے اور زمین پر امن قائم ہو جائے فتنہ کا قلع قمع ہو جائے اور سرزمین حرم سے اسلام لانے والوں کو تنگ کرنے والوں کے فساد کا استیصال ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا اور دین باقی نہ رہے جہاد کا مقصد یہ ہے کہ کُفر کی طاقت ٹوٹ جائے اور دین حق سب پر غالب آ جائے چنانچہ آیت ۲۸ سورۃ الفتح پارہ حٰم (۲۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ؕ

وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ، تاکہ وہ اس کو غالب کرے سارے دینوں پر۔

اِس آیت میں مذکور ہے کہ اگر وہ باز آ جائیں تو خیر ورنہ تم اطمینان رکھو وہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے

آیت ۴۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ مسلمانوں کو یہ عزمِ مصمم اور پختہ یقین رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کا مددگار ہے اب مسلمانوں کو جذبۂ ایمان سے سرشار ہو کر اللہ تعالیٰ کی مدد، حمایت پر کامل ایقان رکھ کر توکل کے ساتھ جہاد کرنا چاہیئے، کُفّار کی کثرت اور ساز وسامان سے مرعوب نہیں ہونا چاہیئے، اگر کُفّار سازشیں بھی کریں اُن کے پاس مال واسباب بھی زیادہ ہو تو پھر بھی مسلمان اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر میدان عمل میں قدم رکھیں تو اللہ تعالیٰ کی مدد ساتھ ہوگی جو کامرانی اور فتح مندی کی ضمانت ہے غزوۂ بدر کی تاریخ شاہد ہے باری تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی کیا خوب امداد اور حمایت کی۔ بقول شاعرِ مشرق

ع　جہاں میں اہلِ ایمان صورتِ خورشید جیتے ہیں　اقبالؔ

وَمَا توفیقی الا باللّٰہ

الحمدللہ پارہ ۹ قال الملاء اختتام پذیر ہوا

Marfat.com

عذرہائے من پذیر

سورۃ الاعراف پارہ ۹ قَالَ الْمَلَاُ کے مطالعہ کی روشنی میں آیت ۸۸ تا ۲۰۶

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ

کہنے لگے قوم کے وہ سردار جو تکبر اور غرور کیا کرتے تھے: اے شعیب علیہ السلام ہم تم کو اور جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کو اپنی بستی سے نکال کے رہیں گے۔

انسان کے اندر اَنا ایک ایسی صفت ہے جو اگر غلط راہ اختیار کرے تو انجام تباہی ہے!۔

اے راہِ حق کے طلب گارو! ذرا سوچو تو سہی! کیا یہ حقیقت نہیں کہ انسان کے اندر اَنا ایک ایسی صفت ہے جو اگر غلط راہ/سمت اختیار کرے تو انجام کار تباہی ہے یہی ضد، یہی انا کا احساس قوم شعیب علیہ السلام کے بڑے سرداروں میں آچکا تھی، وہ مغرور اور متکبّر ہو گئے تھے۔ انہوں نے بَرملا کہا اے شعیب! ہمارے مذہب پر قائم ہو جاؤ ورنہ تمہیں اور تمہارے ساتھ، تم پر ایمان لانے والوں کو بھی شہر سے بے دخل کر دیا جائے گا۔ عجیب طرزِ فکر عمل ہے۔ کبھی مذہب بھی مسلّط کیا جا سکتا ہے باطل اور جھوٹا مذہب کو سچّا سمجھنا ہی، اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنا اور بہتان باندھنا ہے حضرت شعیب علیہ السلام تو ایک جلیل القدر نبی تھے جن سے کُفر کا ارتکاب ممکن ہی نہیں! بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے وہ راہِ صداقت سے نکل کر کذب کی طرف واپس جائیں! معاذ اللہ!۔

دین سے انحراف اللہ کی ناراضگی کا موجب ہوتا ہے!

اے طالبِ حسن وعشق! اپنی اختراع کی ہوئی رسُومات بے جا کو دین یا باعث ثواب سمجھنا ایک بُرائی ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسومات کی بُرائی سے نجات دی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے ہم نے اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا دین قبول کیا ہم اِس پر دائم اور قائم ہیں ہم کبھی اللہ کا بتایا ہوا دین نہیں چھوڑیں گے یہ اور بات ہے کہ کوئی خطا ہم سے ایسی سرزد ہو جائے اللہ تعالیٰ ہم سے نورِ ایمان سلب کرے تو پھر انسان گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے کیونکہ دین سے انحراف اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہوتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا علم وسیع سے وسیع تر ہے وہ دل کے اسرار سے واقف ہے اور اللہ تعالیٰ انسان کو توبہ کی توفیق دیتا ہے اس لئے ہم اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور اس کے حکم کے آگے ہمارا سر خم تسلیم ورضا ہے۔ پھر حضرت شُعَیب علیہ السلام نے دستِ دعا بڑھایا، اے اللہ! ہم تیرے حکم کے مطابق لوگوں کو سیدھے راستہ کی طرف دعوت دیتے آئے اب فیصلہ کا اختیار آپ کو ہے ایسا فیصلہ صادر ہو جائے کہ حق دار کو اُس کا حق مل جائے۔ پُر تاثیر دعا کے سبب اُن پر عذاب آیا قومِ شعیب علیہ السلام تین طرح کے عذاب سے ہمکنار ہوئی۔ (۱) ظُلّہ۔ (۲) صَیحہ۔ (۳) رجفہ۔ پہلے گھنے بادل اُمڈ آئے، اُنہوں نے سایہ کیا جس میں آگ کے شُعلے چنگاریاں تھی، پھر آسمان سے ہولناک جگر سوز آواز آئی اور پھر زمین پر نیچے سے زلزلہ طاری ہوا چنانچہ سب تباہ ہو گئے۔ (بحوالہ ابن کثیر)

سورۃ الاعراف رکوع ۱۱ آیت ۸۸ تا ۹۳ کا خلاصہ

سورۃ الاعراف رکوع ۱۱ آیت ۸۸ تا ۹۳ کا خلاصہ

Marfat.com

حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلانے والے، کُفر کی راہ اختیار کرنے والے ہی خسارے میں تھے۔

اے صاحب آرزو! یہ تاریخ کا المیہ ہے جو لوگ حضرت شعیب علیہ السلام کے آگے تکبّر سے نازاں تھے آپ علیہ السلام کو اور آپ علیہ السلام کے ماننے والوں کو شہر سے نکالنے پر آمادہ تھے، اپنے اقتدار کے نشے میں چُور تھے کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے زلزلے کے ایک زبردست جھٹکے سے آسودۂ خاک ہو گئے بالکل تباہ ہو گئے، قافلہِ حق کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والے ایک ایک کر کے اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچتے رہتے ہیں۔ ماحصل کلام یہ کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلانے والے اور کُفر کی راہ اختیار کرنے والے ہی خسارے میں تھے حضرت شعیب علیہ السلام نے عالمِ یاس وحسرت اور حرمان کی کیفیت میں فرمایا ''اے لوگو! میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا اور تمہیں نصیحت کر دی اب ایسے بد بختوں پر کوئی کہاں تک حسرت و یاس کرے۔

انبیاء کی تکذیب کرنے والوں پر قحط، سیلاب اور انتشار
مُسلّط کر دیئے جاتے ہے تا کہ اُن کا تکبّر ٹوٹے

اے طالبِ حُسن و سرور! اللہ تعالیٰ کا شعار یہ ہے کہ ہر بستی کے باشندوں کے لئے ایک رسول بھیجا جاتا ہے پھر انبیا علیہم السلام کی تکذیب کرنے والوں پر بیماری، قحط، سیلاب اور دیگر تفرقہ و انتشار مُسلّط کر دیئے جاتے ہیں تا کہ اُن کا تکبر ٹوٹے، اور وہ نرم پڑ جائیں اور اپنے کُفر و تکذیب سے توبہ کریں اور اُن کے دل عجز و انکساری سے آگاہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوں غم و ملال، اور اُن کو نفسیاتی اور روحانی مصائب میں مُبتلا کرنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کو بدنی اور مالی تکالیف اور اذیت کا مزہ چکھایا تا کہ اس دُکھ و درد کو سہہ کر کوئی سبق سیکھیں اور ان کے دلِ حزیں دوبارہ زندہ ہو کر کیف و سُرور حاصل کریں یہ دستورِ کُلیہ عمل ہے کہ جب انسان رنج و الم میں گرفتار ہوتا ہے تو اس کی شخصیت کے اندر کی خامیاں دور ہو جاتی ہیں اور اس کے اندر تہذیب غالب آجاتی ہے اور عقل و شعور کے اندر، خیر و برکت کے خشک موتی رسوتے تازہ دم ہو کر پھوٹ نکلتے ہیں دلِ زندہ کے اندر احساس تیز تر ہو جاتا ہے اور فطری تقاضا تو یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت، برکت کے سائے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب اندوہناک لمحات میں گھرے ہوئے کمزور اور ناتواں آدمی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی پُر فضا گھنگور گھٹائیں چلتی ہیں تو یہ خوشگوار لطیف جُھونکے بہنے لگتے ہیں تو انسان فرحت، راحت اور اطمینان محسوس کرتا ہے غرض مصیبت کے بعد نعمت ہوتی ہے اِس کی زیادہ قدر ہوتی ہے اور نعمت دینے والے کی آدمی اطاعت کرنے لگتا ہے۔

انسان کو اللہ کی طرف سے مُہلت ملتی ہے تو کمالِ عُروج پاتا ہے!

اے اہلِ آرزو! جب باری تعالیٰ نے بدحالی کی جگہ خوش حالی بدل دی، مال و ثروت ملا، اور خوب ترقی ملی، تو پھر ان کی کج فہمی تو دیکھئے، کہنے لگے وہ مصیبت ہم پر کُفر و تکذیب کے سبب سے نہ تھی ورنہ یہ راحت کیوں ملتی یہ تو اتفاقِ زمانہ ہے یہ تو گردشِ لیل و نہار کا عمل ہے ایسے غم و آلام تو ہمارے آبا و اجداد کو بھی پہنچے ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مُہلت ملتی ہے تو کمالِ عُروج پاتا ہے دولت و ثروت پا کر، اقتدار و اختیار پا کر عظمت باری تعالیٰ کو یکسر طاقِ نسیان کی طرح فراموش کر دیتا ہے یہ اسی وہم گمان میں رہتے ہیں کہ اچانک اللہ کے عذاب میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

سورۃ الاعراف رکوع ۱۲ آیت ۹۴ تا ۹۹ کا خلاصہ

انبیاء علیہم السلام کی فرمانبرداری میں خوشحالی کا راز مضمر ہے:

اے نورِ شوق کے متوالو! یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہئے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں یہ ان ہی کے کرتوتوں کا صلہ ہے اگر یہ لوگ رسولوں کی مانتے اور حق کے سامنے گردن جھکاتے حقیقت احوال تو یہ ہے کہ انبیاء کی فرمانبرداری میں خوش حالی کا راز مضمر ہے اگر یہ لوگ ایمان قبول کرتے، اور شعار تقویٰ اختیار کرتے تو اُن کو پتہ چلتا کہ تقویٰ کا عمل نُزول و برکات کا عمل ہے تقویٰ کا عمل رحمتِ ابرِ کرم ہے تقویٰ قلب کی اس احساسِ کیفیت کا نام ہے جو فیضان نبوّت سے عطا ہوتی ہے یہ نزول رحمت کی ساعت پر جب سالک کے دلِ حزیں پر پڑتی ہے تو ارض وسماء میں برکات اور رحمت بے پایاں کے باب کھل جاتے ہیں انسان ذات باری تعالیٰ کو اپنے روبرو پاتا ہے اور نافرمانی کی ہمت نہیں کرتا۔

اس گفتگو کا ماحصل یہ کہ آسمان اور زمین کی تمام تر مخلوقات اور موجودات کا انحصار برکات ایمان و پرہیزگاری پر ہے اگر ان کو اپنایا جائے تو آخرت کی اصلاح وفلاح کے ساتھ دنیائے رنگ و بُو کی نیکی اور برکت ملتی ہے ایمان اور پرہیزگاری سے دامن چھڑالیا جائے تو قہر الٰہی کسی وقت بھی ٹوٹ سکتا ہے۔ دور جدید کے حالات کے دائرہ کار کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت محسوس ہوتی ہے کہ آج تک کل ظاہری طور پر زمین کی پیداواری صلاحیت (Scale Of Prodution) بہ نسبت پہلے کے بہت زائد ہے اصول معاشیات کا نظریہ (Recordian Theory) ریکاڈو کا نظریہ ناکام ہو چکا ہے استعمال کرنے والے اشیاء کی بہتات ہے نئی نئی ایجادات نے بظاہر انسان کی زندگی کو سہولت عطا کردی ہے مال وزر، ساز وسامان کی کثرت بہت زیادہ ہے اس کے بعد دور جدید کا انسان بے کیفی کا شکار ہے سخت الجھن میں تنگدست دکھائی دیتا ہے راحت وآرام کا فقدان، اے صاحبو! کیا کبھی آپ نے غور کیا، اس کا سبب کیا ہے، اس کی وجہ ایک ہی ہے، برکت مٹ/اُٹھ گئی ہے۔ برکت کا مفہوم کیا ہے! برکت سے مراد ایسی فراوانی جس میں سکھ، چین، آرام وراحت ہو اور یہ فرحت وراحت، انسان کے مال پر بھی ہوتی ہے جان میں بھی، کام میں بھی، اور وقت میں بھی، گویا برکت ایک نعمت ہے۔

اگر حقوق اللہ، حقوق العباد کی پابندی کی جائے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہو جاتی ہے

اے صاحبو! جب خودغرضی اور نفسانفسی بام عروج کو پہنچ جاتی ہے اور انسان بے خبر ہو جاتا ہے تو اچانک اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا ہے عیش وطرب میں پڑ کر جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ناگہانی گرفت سے بے فکر ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تباہی اور بربادی ان کا مقدر بن جاتی ہے اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پابندی کی جائے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہو جاتی ہے۔

گویا مسلسل معصیت کے سبب لوگوں کے دلوں پر مُہر لگادی جاتی ہے

اے صاحبِ حُسن وعشق! دور حاضر کے لوگ جو سابقہ قوموں کے ہلاک ہونے کے بعد ان کی زمینوں اور مکانات کے وارث ہو گئے یا آئندہ ہوں گے، کیا انہوں نے ماضی کے حالات جو عبرت ناک تھے اُن سے یہ سبق نہیں سیکھا اور مسلسل کفر اختیار کر کے احکامات باری تعالیٰ کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں گناہ کے سبب ایسے تباہ ہوئے کہ سوائے عبرت کے باقی نہ بچا، کیا انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ اسی طرح یہ بھی انہیں جرائم کے مرتکب ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے قہر وعذاب سے انہیں کون

Marfat.com

بچا سکتا ہے! حالانکہ اُن کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب اور واضح نشانیاں موجود ہیں گناہوں کے سبب صرف عذاب ہی نہیں آتا، دلوں پر تالے بھی پڑ جاتے ہیں۔ گویا مسلسل مَعصیت کے سبب لوگوں کے دلوں پر مُہر لگا دی جاتی ہے وہ آوازِ حق کی سماعت سے نہ صرف محروم ہو جاتے ہیں بلکہ نصیحت وپَند بھی اُن کے لئے بیکار ہو جاتے ہیں وہ ہدایت پا ہی نہیں سکتے۔

اسلامی تعلیمات اور قرآنی منہاج انسانی نفسیات کے بدلتے ہوئے طریق زندگی کی اصلاح کرتا ہے

اے راہِ حق کے متوالو! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس توراۃ، مُعجزات اور دیگر نشانیوں کے ساتھ ارسال کئے گئے اور فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں مگر ان لوگوں نے مُعجزات کی بڑی بے اَدبی کی پھر سب نے دیکھا کہ فَساد برپا کرنے والوں کا کیا انجام ہوا، فرعون نے آپ علیہ السلام سے نبوّت کا نشان طلب کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو مُعجزات قابلِ ذکر ہیں، ایک ہاتھ سے عصا کو پھینکتے تو وہ عَصا اژدھا بن جاتا، دوسرا یہ کہ ہاتھ کو بغل میں دبا کر نکالتے تو وہ روشن اور سفید ہو جاتا لیکن پھر بھی فرعون اور اس کے سرداروں نے حق کو تسلیم کرنے سے انکار کیا، اسلامی تعلیمات اُور قرآنی منہاج تربیّت کا یہ طریقہ عمل ہے کہ وہ انسانی نفسیات کے بدلتے ہوئے طریق ہائے زندگی کی اصلاح کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اِنسانی زندگی صرف ایمان اور اسلام کی اَساس پر ہی صحیح ہو سکتی ہے جب تک اللہ وحدہٗ کو الٰہ نہیں مانا جاتا، جب تک سرزمین بندگی اور غلامی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خالص نہیں کر دی جاتی۔ حق بندگی تب ہی ادا اور قائم ہوگا جب ہم اللہ تعالیٰ کو حاکم تسلیم کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے جو اَنبیاء کرام علیہم السلام اولاد میں سے تھے، فرعون کی غلامی اور قید سے نجات دِلا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے اَرضِ مقدس لے جانا چاہتے تھے۔

جادُوگر کا شَیطان سے رابطہ ہوتا ہے نبی کا تعلّق ربط ذاتِ باری تعالیٰ سے ہوتا ہے

اے اہلِ حُسن وعشق! ایسا لگتا ہے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مُعجزات سے متاثر ہو کر، ہیبت زدہ ہو کر اپنے درباری اور دیگر لوگوں کو جمع کر کے اظہار کیا تو فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا یہ تو ماہر جادوگر ہیں معاذ اللہ! یہ ساحرانہ کرشمے کے ذریعہ مخلوق کو اپنی طرف راغب کر کے اثر واقتدار پیدا کر کے بنی اسرائیل کی حمایت اور حریت کا سہارا لے کر، یہاں کے باشندے قبطیوں کو اُن کے وطنِ عزیز مصر سے بے دخل کر دیں گے، بالآخر مشاورت کے ذریعہ یہ طے پایا کہ انہیں مُہلت دی جائے کہ اِس جادوگر کا مقابلہ اپنی قوم کے ماہر ساحروں سے کرائے تاکہ یہ شکست سے دوچار ہو کر اپنے انجام کو پہنچے۔ جب جادوگر جمع ہوئے تو اُنہوں نے کہا کہ اگر ہم کو غلبہ مل گیا تو ہمیں کیا صلہ ملے گا فرعون نے جوابًا کہا تم سب میرے مقرب لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے، ایک طرف مقابلے کے لئے فرعونی تکبّر کا لاؤ لشکر تھا، جادوگروں کی فوج ظفر موج تھی اور دوسری جانب اللہ کا پُرعزم رسول علیہ السلام اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے ہمراہ بالوں کے کمبل کا لباس کچے چمڑے کے جوتے اور ہاتھ میں عصائے تنہا، تائید باری تعالیٰ کے ساتھ جلوہ فگن تھا۔ جادُوگر ناواقف آداب رُبوبیّت ونبوّت تھے، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عَظمت، اعجازِ دلیل کے قائل ضرور ہو گئے تھے، یہ بات قابلِ ذکر ہے چنانچہ اِبن کثیر رقمطراز ہیں کہ

Marfat.com

"جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے ادب کا معاملہ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت بخشی فرعون نے غرور کیا لہٰذا محروم رہا۔" ادب کا ثمر ضرور ملتا ہے جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا پہلے آپ عصا ڈالیں گے یا ہمیں اجازت ہے کہ ہم پہلے لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں لوگوں کی نگاہوں پر جادو کر دیا، قوتِ تخیلات پر عمل سمر یزم کر کے آدمیوں کو خوفزدہ اور پریشان کر دیا، جادو اور معجزہ میں کئی طرح سے فرق ہوا کرتا ہے "جادوگر کا شیطان سے رابطہ ہوتا ہے اور وہ پلید اور بدکار رہتا ہے جبکہ نبی کا تعلق ذاتِ باری تعالیٰ سے ہوتا ہے اس لئے عقائد اور اعمال میں پاکیزگی کا عنصر پایا جاتا ہے۔

سحر عروج پر تھا، ایسے میں ربِ جلیل نے موسیٰ علیہ السلام کے قلب پر القا کیا، موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا "اپنا عصا ڈال دو" عصا کا پھینکنا تھا کہ عظیم اژدھا نمودار ہوا وہ سب کو نگلنے لگا، یہ حق کی جیت تھی، موسیٰ علیہ السلام نے ساحروں پر فتح عظیم پائی، اور باطل کو شکست ہوئی، وہ صرف مغلوب نہیں ہوئے بلکہ اُن کو رُسوائی بھی ملی حق غالب ہوا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا اور باطل جو انسانی فعل عمل تھا معدوم ہو گیا۔ عصائے موسیٰ کا معجزہ دیکھ کر اور جادوگر خُدائی نشان دیکھ کر بے اختیار سر بسجود ہو گئے، یوں کہیے کہ جادوگر عارفین حق بن گئے، یوں جادوگروں کے ایمان لانے کے بعد فرعون عالمِ پشیمانی اور صورتِ غیظ وغضب میں گویا ہوا، "یہ تم سب جادوگروں کی ملی بھگت ہے، غالباً موسیٰ تمہارا استاد ہوگا" (بحوالہ تفسیر عثمانی) فرعون نے کہا تم لوگ میری اجازت کے بغیر موسیٰ علیہ السلام کے دین پر ایمان لے آئے، یہ تم سب کی ایک گہری سیاسی سازش ہے تمہاری سازش کو پوشیدہ تدبیر کا نام دیا جاسکتا ہے کہ تم ملک کے باشندوں کو ملک سے بے دخل کر دو، تمہاری اس حرکت پر تم کو سزا دوں گا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کٹوا دوں گا اور اس نصف بدنی کو سولی پر لٹکا دیا جائے گا۔

☆......جو قلب کو تڑپا دے، جو روح کو گرما دے......☆

اے اہلِ آرزو! دین اور آخرت کا علم، یا صفات باری کی حقیقت دانش نہیں "قلبِ حزیں" سیکھا تا ہے، جذبہ یقین اور شوق شہادت کا جذبہ عمل تو دیکھئے ابھی چند ساعتوں پہلے جو جادوگر کافر تھے، مؤمن کی زندگی اپنانے کے بعد عزمِ یقین کی سعادت پاتے ہوئے کہنے لگے!! اگر تم ہمیں سولی پر چڑھا دو گے تو بڑا لطف آئے گا اور ہم رشد اور فیض جمال پا کر اپنے ربّ کے حضور پہنچ جائیں گے اور عظمت باری تعالیٰ پا جائیں گے، اگر اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لانے کی یہ سزا ہے تو "گر قبولِ افتدز ہے عزّ وشرف" کے مصداق ہم یہ جان اسی مقصدِ حیات پر نثار ہونی چاہئے پھر انہوں نے دعا کی اے ربِ جلیل ہمیں اسلام پر موت نصیب فرما، ہمیں صبر واستقامت عطا فرما، اقبال کی زبان میں　ع

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے　☆　جو قلب کو تڑپا دے جو روح کو گرما دے

یہ کہنا بجا ہے بلکہ یہ تو ایک حقیقت ہے کہ زندگانی کے اپنے اسرار و رموز ہوتے ہیں اور جن کو حیات کی تمام لذتوں سے بڑھ کر عظمتِ دین اسلام عزیز ہے اور جنہوں نے صبحدم آفتاب کے طلوع کے وقت فرعون کا سحر دیکھا تھا شام ڈھلے آفتاب کی ڈوبتی کرن نے انہیں موسیٰ علیہ السلام کے شہداء کی فہرست میں دیکھا۔ سبحان اللہ

Marfat.com

تمام پریشانیوں کا حل، اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا ہے،

جس کا آسان عمل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے

اے صاحبِ حُسن وعشق! جب حق کے نشان کی علامت دیکھنے کے بعد جادوگر سجدہ ریز ہوئے اور بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دستِ تعاون بڑھانا شروع کیا اور اکثر قبطیوں کا میلانِ طبع اُن کی طرف ہونے لگا تو فرعون کے رہنما، یوں کہئے کہ راہ نما، تو قدرے گھبرائے اور فرعون کو یہ کہہ کر تشدد وظلم پر اُکسایا کہ موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم بنی اسرائیل کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ وہ آزادرہ کر عام لوگوں کو اپنی طرف راغب کر کے علمِ بغاوت بلند کر دیں گے وہ سب مل کر ہمارے خلاف نبرد آزما ہو جائیں گے کیونکہ جادوگروں کا طلسمِ باطل تو ٹوٹ چکا ہے، موسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت سے قبل بھی فرعون نے بنی اسرائیل پر داستانِ ظلم کا آغاز کر دیا تھا، نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کر دیا جاتا، اس خوف سے کہ اہل نجوم نے فرعون کو خبر دے دی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے ہاتھ سے اُس کی عنانِ سلطنت زوال پذیر ہوگی، اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیا جاتا تا کہ وہ خدمت پر مامور رہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو وعظ میں بتایا تھا کہ نجات کا ایک نسخہ کیمیاء ہے تمام پریشانیوں کا حل اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا ہے جس کا آسان عمل اللہ کی اطاعت کو اختیار کرنا ہے اور صبر کا دامن تھامنا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ زمین کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کا زور نہیں چلتا، شعارِ تقویٰ اختیار کرو، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے اقتدار بخشتا ہے اقتدار تو نیابت اور خلافت کا نام ہے۔

☆......اقتدار بھی بڑے امتحان کی ایک منزل ہے......☆

اے راہِ حق کے طلب گارو! اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اپنے دامن عصیاں کو داغ دار مت کرو، فرمانبرداری کا شعار اپنا لیا جائے تو اللہ تعالیٰ اقتدار ظالم سے چھین کر مظلوم کو دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ رہا سوال آخرت اور دائمی زندگی کا تو اس کا فیصلہ تو صادر ہو چکا ہے، وہ صرف صالحین اور اہلِ تقویٰ کا حصہ ہے آخر کامرانی اور کامیابی صرف متقی اور پرہیز گار کے لئے ہے۔ استقامت انہیں نصیب ہوتی ہے جو نیکی کرتے ہیں اور گمراہی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں باری تعالیٰ عنقریب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا، اور تمہیں اللہ کی طرف سے اقتدار نصیب ہوگا۔ پھر وہ تمہیں آزمائے گا کیا طرزِ عمل اختیار کرتے ہو اگر اقتدار میں ظلم کی روش اختیار کی تو تم بھی اپنی تباہی و بربادی کا ساماں کرو گے۔ اقتدار بھی بڑے امتحان کی ایک منزل ہے ہر فرد اپنے عمل کا جواب دہ ہوگا غلطی کا ارتکاب کرنے والے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی گرفت میں پکڑے جائیں گے۔ العیاذ باللہ۔

انسان تو حسنات اور سیئات سے وابستہ رہتا ہے

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا کرتا ہے

اے طالبِ حسن وسرور! اللہ تعالیٰ نے اہل فرعون کو تنبیہ کے طور پر دنیاوی مصائب وآلام میں مُبتلا کیا ان پر قحط کا تسلّط ہوا پھلوں میں کمی ہوئی تا کہ وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیغمبرانہ نصیحت پر عمل پیرا رہیں لیکن وہ تو

اور زیادہ گستاخ ہو گئے جب قحط دور ہوا اور خوشحالی ملی تو اس نے اس کو اپنا استحقاق سعادت سمجھ لیا، جب وسعت رزق کی صلاحیت کا ادراک ہوا تو اس کو اپنی خوش نصیبی اور اقبال مندی جان لیا اگر قدرتی آفت کا شکار ہوئے تو اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رفقاء کی نحوست قرار دیا، لیکن یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بدکار کے اعمال کی نحوست ہی تباہی کا موجب ہوتی ہے اسی صورت حال سے یہ دوچار تھے، باری تعالیٰ کی حکمت تو اس بات کی متقاضی رہتی ہے کہ انسان تو حسنات اور سیئات سے وابستہ رہتا ہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا کرتا ہے تاکہ انسان کو آزمائش میں ڈالا جائے لیکن جن کے دل، حق، ایقان، ایمان اور صداقت سے محروم ہیں ایمان لانے والے نہیں، اس کی سیاہی قلب کا معاملہ تو یہ تھا کہ کہنے لگے یہ سب کچھ آپ کے جادو کے ثمرات کا اثر ہے اور ہم نے طے کر لیا ہے آپ علیہ السلام پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے پھر کیا ہونا تھا آلِ فرعون طرح طرح کے عذابات سے دوچار ہوئے طوفان بادِ باراں آیا، طاعون پھیلا، خون کا عذاب آیا، اللہ تعالیٰ نے ٹڈیاں بھیج دیں، جس سے نہ صرف کھیت تباہ ہوئے بلکہ دہقان کے گھر سے لکڑی کا سامان بھی کھا لیا، غلّہ میں گھن لگ گیا، مینڈک کا عذاب آیا، آخر کار مصائب کائناتِ رنگ و بُو سے گھبرا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی، دعا کا اثر یہ ہوا کہ بارش تھم گئی خسارے کے بجائے پیداواری صلاحیت میں اضافہ ہوا، عذاب سے نجات پا کر اہلِ فرعون نے پھر عہد توڑا، بار بار ایفائے عہد فراموش کر دیتے پھر عذاب میں گرفتار ہوتے تو ہر دفعہ موسیٰ علیہ السلام سے دعا کے لئے کہتے، اور یہ عندیہ دیتے اگر عذاب ٹل گیا تو ہم بنی اسرائیل کو آزادی سے ہمکنار کر دیں گے اور آپ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے لیکن "کچھ علاج اس کا اے چارہ گراں ہے کہ نہیں" کے مصداق ان کی بدبختی کا یہ شیوہ رہا کہ مصیبت کی گھڑی میں اللہ تعالیٰ سے عہد و پیماں کرتے اور جب بلا ٹل جاتی تو پھر وہی روش اپناتے جو کفر و معصیت کی ہے۔

ہونا کیا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ وہاں سے چل دیئے جب بنی اسرائیل جزیرہ نمائے سینا میں پہنچے تو دیکھا اہلِ کنعان کے ساتھ رہ کر وہ پھر بُت پرستی کا شکار ہو گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کیا تم مجھ سے توقع رکھتے ہو کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے در پر لے جاؤں گا یہ حرفِ غلط کی طرح غلط ہے۔ کیا تم نے یہ فراموش کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی فرعون اور اس کی قوم کو غرقِ آب، غرقِ دریا کر دیا۔

خلوت متوجہ الی اللہ ہونے میں بڑی اہمیّت کی حامل ہے

اصلاح باطنی کے لئے خلوت ضروری ہے

اے اہلِ حُسن و عشق! جب بنی اسرائیل کو طرح طرح کی پریشانیوں سے سکون ملا تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اگر بُت پرستی صحیح نہیں تو ہمارے لئے کوئی شریعت تو ہونی چاہئے جس پر ہم دل جمعی کے ساتھ عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت کی کامرانی پا لیں، تو باری تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ کم از کم تیس دن اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن کا اعتکاف کرو اور پے در پے روزے رکھو گے تو تم کو توراۃ عنایت کی جائے گی، خلوت کا فیضِ اثر یہ ہوتا ہے کہ خلوت متوجہ الی اللہ ہونے میں بڑی اہمیت کی حامل ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا "جو شخص چالیس روز خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو

Marfat.com

اس کے قلب سے حکمت کے چشمے جاری ہو جائیں گے'' اس حدیث مُبارکہ سے معلوم ہوا کہ اصلاحِ باطنی کے لئے خلوت ضروری ہے۔

ارض وسماء کہاں تیری وسعت کو پا سکے، میرا ہی دل ہے کہ جہاں تو سما سکے

اے صاحبِ حُسن وسرور! چالیس دن کی مدت پوری ہو چکنے کے بعد باری تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مخصوص وممتاز انداز میں شرف ہمکلامی سے مشرف کیا، اعزاز شرف کلام ملنے کے بعد، لذت بے پایاں پائی تو کمال اشتیاق سے جمالِ دیدار کی پھر طلب بڑھی، بے اختیار زبان پر آ ہی گیا، رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ! اے اللہ! میرے اور اپنے درمیان سے حجاب اٹھا دیجئے! تا کہ جلوۂ ذات کا دیدار کر سکیں، حضرت بہار کوٹی نے کیا خوب کہا ہے۔

نہ تابِ دید نہ یارائے اختیار مجھے ☆ نہ یوں قرار مجھے اور نہ یوں قرار مجھے

تجھ ہی پہ چھوڑ رہا ہوں اب اپنی کشتی کو ☆ نہ خود کا ہوش نہ اوروں پہ اعتبار مجھے

گیتی کائنات میں کسی بشر انسانی کا یہ فانی وجود، اللہ کے دیدار کا متحمل نہیں ہو سکتا! گویا انسان کی نظر مادی لحاظ سے کمزور تر ہے یہ تجلی انوار الٰہی کی تاب نہیں لا سکتی ''اہلِ سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ دنیا میں عقلاً ممکن شرعاً ممتنع الوقوع ہے'' (بحوالہ تفسیر عثمانی)

یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ انسان باری تعالیٰ کو دیکھ نہیں سکتا، صرف اُس کی نشانیاں دیکھ کر اِدراک کے سبب اس کو پہچان سکتا ہے اور قلب حزیں اپنے فہم وذکاء کے مطابق تصوّر کر سکتا ہے خواجہ میر درد نے کیا خوب کہا ہے

ارض وسماء کہاں تیری وسعت کو پا سکے ☆ میرا ہی دل ہے کہ جہاں تو سما سکے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مل جائے وہی سب سے بہتر انعام ہے

اے صاحبِ آرزو! حکم ہوا موسیٰ علیہ السلام کو! کہ پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو، ہم اپنے جمال کی ہلکی سی جھلک اس پر ڈالتے ہیں کوہِ طور پر تجلی الٰہی پڑی تو پہاڑ کا وہ حصہ جہاں تجلی کا پرتو ڈالا گیا وہ توریزہ ریزہ ہو گیا تجلی باری کی ایک جھلک دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے، ہوش سنبھلے تو کہہ اُٹھے اے اللہ! تیرا جمال ان مادی نگاہوں کی رسائی سے عظیم تر ہے دیدار نہ ہو سکا تو کیا ہوا، یہ شرف کیا کم ہے کہ رسالت سے سرفراز ہوئے، توراۃ عطا ہوئی اور بلا واسطہ کلام سے بھی سرفراز کیا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مل جائے وہی سب سے بہتر انعام ہے جو مل جائے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو، یہ انعام کس قدر عظیم تر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو تختیوں کا عطیہ ملا، جس پر ہر قسم کی ہدایات اور احکامات تحریر تھے۔ حکم ہوا کہ قوم کو نصیحت کیجئے کہ اس پر احسن طریق سے عمل کریں البتہ جو لوگ غرور وتکبر میں مُبتلا ہیں انہیں ان آیات کو ماننے کی توفیق ہی نہ ہوگی گُناہ کے سبب ان کے قلوب پر کجی پیدا کر دی جائے گی وہ نافرمانی اور عصیان کے سبب بطفیل انہیں دنیا میں تباہی اور رُسوائی کا سامنا کرنا ہوگا اور آخرت میں دوزخ اُن کا مُقدر رہے۔

سورۃ الاعراف رکوع ۱۷ آیت ۱۴۲ تا ۱۴۷ کا خلاصہ

Marfat.com

انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے سامنے عقل کی کوئی حیثیت نہیں

اے طالبِ حُسن وسرور! ذرا غور تو کرو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر چالیس دن گذارنے کے بعد اپنی قوم کی طرف رُخ کیا تو قوم کے لوگوں نے نبوّت کی پیروی اختیار کرنے کے بجائے اپنی عقل ودانش پر تکیہ کیا انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے سامنے عقل کی کوئی حیثیت نہیں وہ گمراہی کا شکار ہوئے اُن کی عدم موجودگی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کے نگراں مقرر ہوئے تھے لیکن قوم کے لوگوں نے دوسری قوموں کی روش کو اپنایا چند زیورات سے گائے بچھڑے کی طلائی مورتی بنا کر گوسالہ پرستی میں مصروف ہو گئے یہ زیور جیسے ڈھال کر بچھڑا کا رُوپ دیا اصل میں یہ زیور فرعون کی قوم قبیلے والوں کا تھا ان کے پاس سے بنی اسرائیل کے قبضہ میں آیا، سورۃ طٰہٰ پارہ ۱۶ قَالَ اَلَمْ میں بچھڑے کا تفصیل کے ساتھ احوال بیان کئے گئے ہیں یہاں ان کی حماقت کا ذکر کیا گیا ہے کہ ایک خود ساختہ مورتی سے گائے کی آواز سن لینے پر بچھڑے کو خدا سمجھ بیٹھے۔ گوسالہ پرستی کا منظر دیکھ کر غضب ناک انداز میں کہا کہ میرے بعد تم لوگوں نے یہ روش اپنا رکھی ہے توحید سے اس قدر جلدی انحراف کرنے لگے۔ اللہ کے حکم آنے کا بھی انتظار نہیں کیا اظہار برہمی کے بعد اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے سر اور داڑھی کے بال پکڑ کر اپنی جانب کھینچنے لگے اس دوران تختیاں ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھیں جب پتہ چلا کہ ہارون علیہ السلام بے قصور ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دعا کی۔

غیر اللہ سے اُمید وابستہ کرنا، رُسوائی اور ذِلّت کی علامت ہے

اے راہِ حق کے طلب گارو! جن لوگوں نے شرک کی راہ اختیار کی، بچھڑے کی پرستش کے سبب اُن پر عذاب باری تعالیٰ نازل ہوا غیر اللہ سے اُمید وابستہ کرنا رُسوائی اور ذِلّت کی علامت ہے۔ جن لوگوں نے عقل کو ہی راہ نما جان لیا ہے اُن کو کائنات کے رنگ وبُو میں دو طرح کے عذاب کا سامنا ہوتا ہے اوّل اللہ تعالیٰ کا غضب، جس کا سبب عقیدے کا فتنہ ہے اور دوسرے آلام وپریشانی اور تذلیل، آج کے جدید تہذیب وتمدن کے معاشرہ میں مغرب زدہ بیزار طرزِ معاشرت اسی کی عکاسی کرتی ہے عقائد کی داستان گمراہی کی طرف مائل ہے، آبرو نام کی کوئی شے اُن کے پاس نہیں، قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں کہ "دین میں بدعات اور رسومات کا اپنانا بھی اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے اور ایسے لوگ گرفتار عذاب ہوتے ہیں" راہ ہدایت پانے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اگر گناہ سرزد ہو گیا تو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے، ایمان لاکر، اپنی ظاہری اور باطنی اصلاح نفس کے لئے توبہ سچے دل سے کی جائے شرک وکُفر کے بعد توبہ کرے، تو رَبّ کریم کے یہاں رحمت اور معافی کی کچھ بھی کمی نہیں، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے برہمی اور خفگی کی کیفیت کم ہوئی تو وہ تختیاں اٹھا لیں جن میں توراۃ تحریر تھی ان میں راہ ہدایت تھی یہی برکت ورحمت کا سامان تھا کیونکہ توراۃ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا کلام تھا۔

خلاصہ سورۃ الاعراف رکوع ۱۸ آیت ۱۴۲ تا ۱۵۰ | خلاصہ سورۃ الاعراف رکوع ۱۹ آیت ۱۵۱ تا ۱۵۷

---

❶ ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کی چوٹی پر گئے اور ایک بدلی نے پہاڑ کو ڈھانپ لیا ایک کڑک محسوس ہوئی باری تعالیٰ کا جلال کوہِ سینا پر جلوہ نما ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام چالیس شب وروز وہاں رہے وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ دی گئی۔ (بحوالہ ملخصاً از سفر خروج باب ۲۴، ماخوذ تفسیر فتح المنان، از محمد عبدالحق حقانی)

Marfat.com

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام الٰہی اپنی قوم کو سنایا تو انہوں نے کہا کہ جب تک باری تعالیٰ کو دیکھ نہ لیں اس وقت ایمان قبول نہیں کریں گے تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ۷۰ افراد کو ایک وقت مقررہ کے لئے چُن لیا وہ قوم کی جانب سے ایفائے عہد کریں گے آئندہ شرک سے باز آجائیں گے پھر زلزلہ آگیا پھر موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے نجات ملی۔

☆......آزمائش سے پناہ طلب کرنی چاہئے......☆

اے اہلِ حُسن وعشق! اللہ تعالیٰ تو قادر ہے اللہ جس کو چاہے ایمان کی نعمت سے سرفراز فرمائے اور جس کو چاہے اطاعت نہ کرنے پر گمراہی کی راہ دکھائے، آزمائش سے پناہ طلب کرنی چاہئے لوگ بُرائیوں سے اجتناب کریں زکوٰۃ کی ادائیگی کریں اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لائیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ملتی ہے۔

☆......خاتم النّبیین حضرت محمد ﷺ کی نبوت عالمگیر ہے......☆

اے راہِ حق کے طلب گارو! رسول اللہ کی بعثت سے قبل انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی آمد کی خبر پہنچاتے رہے اور اپنی اپنی اُمت سے آپ ﷺ پر ایمان لانے کی نوید مسرت دیتے رہے، خصوصاً جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اُمت کے لئے اعلیٰ درجات کی درخواست کی تو حکم ملا، سب سے بلند درجات تو ان کا نصیب ہے جو نبی اُمّی ﷺ کا زمانہ پا کر ایمان کی سعادت سے سرفراز ہوں گے نبی اکرم ﷺ کی تابعداری، اُن سے باہمی محبت اور اظہار اُلفت کمال رہنمائے عروجِ دین ٹھہری، حکم ہوا کہہ دو، میں تم سب کی طرف اُس اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں تم ایمان لاؤ اور اتباع کرو اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعًا جمہور اہل اسلام اس آیت سے یہ مفہوم لیتے ہیں خاتم النّبیین حضرت محمد ﷺ کی نبوت عالمگیر ہے۔ بعثت کے بعد، جو آپ کا نام نامی اسم گرامی اور پیغام سنے اس پر ایمان قبول کرنا فرض ہو گیا اور آپ ﷺ پر ایمان نہ لانے والا کافر ٹھہرا۔ یہی شعار ختم نبوت ہے آپ کی بعثت سے تکمیل نبوت ہوگئی آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا اطاعت اللہ اور اطاعت رسول اس بات کی مظہر ہے کہ کلمۂ توحید کی گونج تا قیامت سنائی دیتی رہے گی، ایک جماعت اجتماعی غور پر ہر دور میں نورِ نبوت کی امین رہے گی۔

آپ ﷺ کی بعثت کے بعد آپ ﷺ پر ایمان لانا ہی فلاح کی اساس ہے

اے اہلِ آرزو! یہ کچھ لوگوں کی بے خبری ہے کیسی غلط فہمی ہے آدمی کسی بھی مذہب پر رہے بس اچھے کام سرانجام دے، کسی کو تکلیف نہ دے، نیکی کرے سچ بولے تو نجات مل جائے گی نہیں یہ قطعاً غلط ہے حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی بعثت کے بعد آپ پر ایمان لانا ہی بھلائی اور فلاح کی اساس ہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید کا قائل ہے تو بھی نجات کا حق دار ٹھہرا، ذرا سوچو تو سہی! کون سا ایسا گوشۂ رمز ہے آپ جہاں آقا ﷺ کے اسم مبارک کی روشنی نہ پہنچ رہی ہو ارض وسماء میں ہر جگہ اللہ کی حکومت اور حاکمیت ہے اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں! اللہ تنہا ہے، وحدہٗ لاشریک ہے وہی حیات بخشتا ہے اور موت بھی دیتا ہے تو اے بنی آدم! تمہاری فلاح وصلاح اس میں مضمر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا، اس کی یکتائی کا اقرار کرو اور نبی اُمی ﷺ پر ایمان لاؤ تا کہ ہدایت پاؤ۔ یاد رکھو! موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں بھی ایک ایسا گروہ ہے جو حق کی رہنمائی کرتا ہے اور حق سے انصاف کرتا ہے۔

Marfat.com

بنی اسرائیل کے ہم نے بارہ قبیلے جُدا جُدا کر دیئے جب موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے پانی طلب کیا تو یہ وحی تھی کہ اپنا عصا پتھر پر مارو، چنانچہ عصا مارا گیا تو اس سے بارہ چشمے نکلے، ہر گروہ کا الگ الگ چشمہ تھا جب پھر دھوپ سے تنگ ہوئے تو اُن کے لئے بادلوں کا سائبان بنا دیا گیا، آسمان سے بہترین کھانے من وسلویٰ کی شکل میں آئے جب بات تسلیم نہیں کی تو بدنصیبوں نے خود ہی نقصان اُٹھایا اب اللہ تعالیٰ کا کرم تو دیکھو! رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا یہ کس قدر انسانیت پر احسان ہے۔

اے صاحبو! تم تو رسومات کو دین سمجھنے لگتے ہو یہ تو آفاتِ سماوی کا مُوجب بنتا ہے اے بنی اسرائیل اس بستی میں رہو، حلال کھاؤ توبہ کرو، اللہ تعالیٰ جس دروازے سے گذریں سجدہ کرتے جانا اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا۔

آج کے جدید سائنسی دور میں پوری اُمّت مسلمہ فتنہ اَنتشار کا شکار ہے

ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ حق گوئی و بے باکی ہمارا شیوہ ہوتا؟

اے اہلِ حُسن وعشق! اہلِ یہود کی داستان، نافرمانیوں کا ایک طویل باب ہے، یہ اپنی زندگی کے طرزِ عمل میں دین حق کی تعلیمات کو یکسر نظر انداز کر کے ریاکاریوں سے اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے من مانے نظریات اپنائے ہوئے تھے، جیسا کہ اس سے پہلے کی آیات میں ذکر ہو چکا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی بات بدل دی، اللہ تعالیٰ کے احسانات کو وہ بھول گئے جس پر اللہ تعالیٰ نے اُن پر سخت عذاب! تارا، قرآن نے کئی مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے یہ اس لئے ضروری قرار پایا کہ اُمت مسلمہ گذشتہ قوموں کی ان بدکرداریوں سے محفوظ رہے لیکن ہائے ہماری بدنصیبی، ہم خود بھی ایسے عمل کر رہے ہیں جو یہود و نصاریٰ کے تھے ہم خود اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے سے بے نیاز ہو گئے ہیں آج کے جدید سائنسی دور میں پوری اُمت مسلمہ فتنہ انتشار کا شکار ہے اور وہی گروہ ہم پر غالب ہو رہے ہیں ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ درسِ عبرت سیکھ کر بداعمالیوں سے محفوظ رہتے اقبال کی زبان میں مردِ مومن بنتے، حق گوئی اور بے باکی ہمارا شیوہ ہوتا۔

☆......اہلِ یہود نے سبت کے حُکم کی حُکم عدولی کی یہ حرمت شکنی ہے......☆

اے طالبِ حُسن وسرور! یہود پر سبت (ہفتہ) کے دن، شکار کرنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مُمانعت تھی، لیکن اہل یہود نے سبت کے حُکم کی حُکم عدولی کی یہ حُرمت شکنی ہے۔ ہفتہ کے دن، تو مچھلیوں کی بے حد کثرت ہوتی، پانی کے اوپر سے دکھائی دینے لگتیں اور باقی دنوں میں نظر نہ آتیں یہ دراصل ایک آزمائش تھی ایلہ کے لوگ، سمندر کے کنارے بستی میں آباد تھے، انہوں نے پانی کی نالیاں مچھلیاں پکڑنے کے لئے کھود رکھی تھیں تو سَنیچر کے دن شکار کرنے پر آمادہ ہو گئے، اکثر نے منع کیا کچھ نے کہا اُن پر کوئی آفت آنی چاہیئے باوجود منع کرنے کے یہ باز نہ آئے سَرکشی اختیار کی، آخرکار دنیا میں اس کی سزا بھگتنی پڑی، چہرے مسخ ہو گئے جس سے بندروں کی شکل دکھائی دینے لگی نتیجہ یہ نکلا کہ تین دن بعد مر گئے بنی اسرائیل کے انبیاء کی معرفت باری تعالیٰ کا یہ اعلان ہوا کہ نافرمانی کے سبب یہود پر ہمیشہ کسی نہ کسی طاقت کا تسلط رہے گا جو اُن کو سخت ایذاء میں مُبتلا رکھے گی چنانچہ ہوا بھی یہی ان پر دشمن مُسلّط ہونا شروع ہوئے چنانچہ "سفرِ استثناء" کے باب گیارہ، درس ۲۸ میں اور خاص کر باب ۸ درس ۱۹ میں بتایا گیا بنی اسرائیل بدکاری کے مُرتکب ہوئے اِس لئے حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد سے

ان پر دشمنوں کا تسلط ہے، کبھی بابل، اور نینوا نے بنی اسرائیل کو غلامی کی زنجیر میں جکڑا، پھر شاہانِ مصر نے تباہ کیا پھر سکندر اعظم کے زمانے سے لے کر آج تک یہودی اسیر چلے آئے ہیں، معلوم یہ ہوا ہے حق کے خلاف کرنا، فرقہ بندی، گروہ بندی دنیا کے لئے عذاب الٰہی ہے۔ (بحوالہ تفسیر فتح المنان جلد دوئم از عبدالحق حقانی")

☆......انسان کی سرشت میں ربوبیت باری تعالیٰ کا عقیدہ داخل ہے......☆

اے نورِ شوق کے متوالو! جہاں تک دینی شعور کی بات ہے وہ ازل ہی سے انسان میں ودیعت کردی گئی ہے تمام عقائد اور ادیان سماوی کا اساسِ عمل یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ذات، اور ربوبیت پر ایقان اور اعتقاد رکھے انسان کی سرشت میں ربوبیت باری تعالیٰ کا عقیدہ داخل ہے ذرا عہد الست کی تحقیق پر غور تو کیجئے ارواح کو تخلیق کر کے یونہی نہیں چھوڑ دیا گیا باری تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے تمام اولاد کو نکالا پھر ان کو عقل سلیم اور گویائی عطا کی، اور کہا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، سب نے کہا بَلٰی کیوں نہیں، بے شک تو ہی ہمارا پروردگار ہے پھر کہا میں تم پر ساتوں آسمان، اور ساتوں زمین اور آدم علیہ السلام کو گواہ بناتا ہوں کہ تم روزِ قیامت یہ نہ کہنا کہ ہم کو خبر نہ تھی تم کو اس بات کا علم رہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تم میرا کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، اس عہدِ میثاق کی یاد دلانے کے لئے تمہارے پاس رسول آتے رہیں گے کتابیں نازل ہوتی رہیں گی۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت کا اقرار نہیں لیا بلکہ ربوبیت کا اقرار لیا گیا ہے'' (بحوالہ تفسیر اسرار التنزیل جلد سوئم از محمد اکرم اعوان) اس کی ایک واضح تمثیل یہ ہے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ کے سوا، اُمید وابستہ کرے اور اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کی غلامی اپناتا ہے لیکن اس کا عقیدہ واضح ہو جائے کہ میری تمام ضرورتوں کا کفیل صرف اللہ ہی تو ہے پھر کوئی قدم نافرمانی کی طرف نہیں جاتا اگر خطا ہو جاتی ہے تو اپنی نسیان پر توبہ کرتا ہے اور بخشش مانگنے لگتا ہے تو پتہ یہ چلا اس طرزِ عمل سے کہ ربوبیت کا اقرار لیا گیا، کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان آیات دیکھ کر اور ان کو حق ماننے کے بعد بھی گمراہی اختیار کر لیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان آیات پر عمل پیرا نہیں ہوتا، اور اپنی نفس کی خواہش کی تکمیل کے لئے اپنے تراشے ہوئے نظریات اپنا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ان کے باطل نظریات کے حوالے کر دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ استعداد صلاحیت کو غلط کاموں میں لگا دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سیدھی راہ سے ہٹ جاتا ہے ایسا آدمی آنکھیں، کان اور قلبِ حزیں رکھنے کے بعد ان سے کام نہیں لیتا، گویا وہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں ایسے معاشرے کے اندر افراد جہنم کے مستحق ہیں

اللہ تعالیٰ کے سب نام اچھے ہیں اللہ کو اچھے ناموں سے یاد کرو اس کے اسماء مبارکہ میں کج روی نہ کرو۔ سچی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں ایک گروہ ایسا ہے جو حق کی راہ نمائی کرتا ہے اور حق سے انصاف کرتا ہے۔

☆......تکذیب کرنے والوں کے لئے استدراج اور گناہ پر مہلت ڈھیل ہے......☆

اے نورِ شوق کے متوالو! جو لوگ کفر اور تکذیب کی راہ اختیار کرتے ہیں وہ برائی کی روش اپناتے ہیں اور رفتہ رفتہ دستِ قدرت کی سختی میں آتے ہیں ہائے رے افسوس! انہیں اس کی خبر ہی نہیں ہو پاتی، تکذیب کرنے والوں کے لئے

Marfat.com

استدراج، گناہ پر مُہلت ڈھیل ہے باری تعالیٰ قانون امہال رُمُہلت کے تحت منکرین حق کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سبب مُہلت دیتا ہے تاکہ انجام سے بے خبر لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر اس انداز سے پکڑا جائے کہ انہیں خبر بھی نہ ہو، ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر بہت ہی مستحکم ہے۔

☆......رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی حقانیت کی دلیل ہے......☆

اے اہلِ آرزو! کیا کبھی لوگوں نے یہ سوچنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی حقانیت کی دلیل ہے کیا تمہیں پتہ نہیں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اتنی مخالفتوں اور سختیوں کے باوجود شب و روز، مسلسل عزم نو کے ساتھ مشقت اٹھا کر اللہ کی آیات اور کلام کیوں پہنچاتے ہیں یہ دعوتِ دین وحق اس لئے دیتے ہیں کہ انہیں تمہارے لئے باعث رحمت و برکت بنا کر بھیجا گیا ہے وہ انسانوں کے خیر خواہ ہیں، انہوں نے اپنی عمر عزیز تمہارے ہی ساتھ گذاری ہے وہ امین اور صادق تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کا پیام اور پیغام لے کر آئے ہیں وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں تمام کائنات کی نشانیاں، اور رسول اللہ ﷺ کی دعوت فکر و عمل دینے کے بعد اب اللہ تعالیٰ کی آیات اور کتابِ ربانی تسلیم کرنے میں کیا عذر باقی ہے؟ اچھی طرح سمجھ لو، کہیں ایسا تو نہیں، موت و ہلاکت کی گھڑی قریب سے قریب تر آ گئی ہو، اور موت کی وادی میں قدم رکھنا پڑے، تو پھر کیا انجام ہوگا۔

☆......کھول آنکھ، زمین دیکھ، فضا دیکھ، فلک دیکھ......☆

اے طالبِ حُسن و سرور! اگر آیات ربّانی پر ایمان اب بھی نہ لایا گیا تو کون سا کلام ہے جس پر ایمان لانے کی آس لگائے بیٹھے رہو، اس لئے بہتر تو یہ ہے کہ بعد الموت جو کچھ تیاری کرنی ہے فی الفور کر لی جائے سورج کو ہر روز مشرق سے طلوع ہونا ہے اس لئے آنکھیں کھولنے کی ضرورت ہے فکر و عمل اور سارے سامانِ ہدایت کے رکھے رہ جائیں گے اس لئے اقبالؔ نے کہا

کھول آنکھ، زمین دیکھ، فضا دیکھ، فلک دیکھ ☆ مشرق کے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن کا تعلق باری تعالیٰ سے ٹوٹ گیا اور جب ربِّ جلیل ہی نے اُن کی توفیق ہدایت سلب کر لی تو بھلا اب کون انہیں ہدایت بخش سکتا ہے! کفّار سوال کرتے ہیں قیامت کب وقوع پذیر ہوگی، بات تو یہ ہے کہ اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے حکمت و مصلحت کے تقاضے کے پیش نظر یہ بات انسانوں سے پوشیدہ رکھی گئی ہے جب اس کا وقت آئے گا اچانک آ جائے گی کچھ بھی تاخیر نہیں ہوگی۔

☆......نبوّت کے مَنصبِ جلیلہ کے مطابق خود نبی اپنے نفع پر اختیار نہیں رکھتا:......☆

اے صاحبو! نفع و نقصان صرف اور صرف اللہ سبحانہٗ کے دستِ قدرت میں ہے نبوّت کے مَنصب جلیلہ کے مطابق خود نبی اپنے نفع پر اختیار نہیں رکھتا، غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے میں تمہارے سود اور خسارے کی کیا بات بتاؤں، اللہ جب

سورۃ الاعراف رکوع ۲۳ آیت ۱۸۲ تا ۱۸۸ کا خلاصہ

چاہتا ہے سب باتوں کا علم، موقع پر عطا کرتا ہے لوگوں کو یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہئے کہ خود رسول اللہ ﷺ کو خوشی ورنج سے واسطہ پڑتا رہا ہے رسول کے ذمہ تو اللہ کا پیام پہنچانا ہے غلط کاموں سے منع کرنا ہے برائیوں سے نجات دلانا ہے تا کہ قیامت کے روز، ذِلّت ورُسوائی نہ ہو اس لئے یہ زندگی جو عطا ہوئی ہے یہ لمحہ انعام ہے نیکی اختیار کرلو، عروج زندگی اور کمال زندگی کے لئے ضروری ہے کہ عقیدے اور عمل کی اصلاح مل جائے یہ نعمت تو ان کا مقدر رہے جو منزلِ ایمان پاتے ہیں رسول ﷺ سے فیض کی اساس ایمان ہے اور وہ بھی ایمان کامل۔

☆......گویا بنی نوع انسان کی تخلیق ایک ہی مرد عورت سے ہوئی ہے......☆

اے راہِ حق کے طلب گارو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک وجود آدم سے پیدا کیا پھر نسل انسانی کی بقاء کے لئے اُسی وجود میں سے اس کا جوڑا پیدا کیا گویا بنی نوع انسان کی تخلیق ایک مرد اور عورت سے ہوئی ان میں باہمی محبت اور ایک لذّت وصال رکھ دی، جب عورت ومرد کا باہمی اختلاط/ملاپ ہوا تو فطری مطالبہ کی تسکین کے لئے ایک دوسرے کو راحت وسکون کا ذریعہ بنا دیا جب یہ ایک دوسرے سے ملے تو حمل قرار پا گیا شکم مادر میں جب حمل کا ثقل محسوس ہوا تو دونوں نے باری تعالیٰ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ تندرست، بچہ عنایت کرتا کہ ہم تیرے شکر گزار بندے بن جائیں۔

جب حق سبحانہٗ تعالیٰ سالم وتندرست اولاد عطا کرتا ہے تو اُن کے اعتقادات میں یکسر تبدیلی آجاتی ہے اور انسان طرح طرح کے شرک میں مُبتلا ہو جاتا ہے گویا اللہ تعالیٰ کی عظمت جمال اور کمال صفات میں شریک بنانے لگتے ہیں وہم وگُمان گھڑ کر خیال کرتے ہیں یہ کسی بُت کی نذر ونیاز کے سبب ملا ہے توہمات اور توہمانہ رسم اپنانے لگتے ہیں، پھر یہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اُن کو پُکارتے ہیں جو بے جان ہیں وہ اپنے لئے تو کچھ نہیں کر سکتے! دوسروں کی مدد کیا کریں گے، بندۂ مؤمن تو بُتوں کی پرستش نہیں کرتا، بندۂ مؤمن کو علم ہے یہ پتھر کے صنم ہیں یہ تو انسانی تراش خراش کے خود ہی محتاج ہیں یہود ونصاریٰ میں بھی راہب تھے جو لوگوں کو گُمراہی کی طرف مائل کرتے تھے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کا در چھوڑ کر کسی دوسرے سے مدد کے طلب گار ہوتے ہیں کیا اُنہیں اس بات کا بھی علم ہے کہ ان بُتوں کے پاؤں تک نہیں جو چلنے کی صلاحیّت سے محروم ہیں، ان کی آنکھیں نہیں جو دیکھ سکیں، ان کے کان نہیں ان میں سننے کی صلاحیت نہیں۔

اے صاحبو! بندۂ مؤمن جانتا ہے اللہ تعالیٰ میری حمایت کرنے والا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکمت ودانائی سے پُر کتاب نازل کی ہے اللہ بندوں پر اپنے احکامات کے ذریعہ بندوں کو اصلاحِ نفس کی دعوت دیتا ہے اُن کے پاس ہر وقت موجود رہتا ہے ''تجلّی تیری ذات کا سو بہ سو ہے'' کے مصداق اللہ تعالیٰ ہر وقت اُن کی فریاد سنتا ہے جب اہلِ ایمان لوگوں کو دعوتِ حق دیتے ہیں تو مُشرک لوگوں کو حق بات ماننے اور سننے کے آمادہ نہیں ہوتے مؤمن کو تلقین عمل یہ دی جارہی ہے کہ مکارم اخلاق کا اعلیٰ اور ارفع نمونہ بن کر شرکتِ اسلام کی خاطر صبر، تحمّل، درگذر، اور بردباری کو اپنا شیوہ عمل بناؤ۔ عدو اسلام اور مخالفوں کی فتنہ پردازی، اور اشتعال انگیزی کا جواب دامن صبر، اور قوت ایمانی اپنا کر دیا جائے گا تو ایک دن ضرور ایسا آئے گا کہ حق وباطل کے اسرار ورُموز اِن لوگوں پر کھل جائیں گے اور آخرت میں ان کے طرزِ تغافل کے بدلے سب کچھ ظاہر ہونا ہی ہے۔

سورۃ الاعراف رکوع ۲۴ آیت ۱۸۹ تا ۲۰۶ کا خلاصہ

☆......جہاں میں اہلِ ایمان صورتِ خورشید جیتے ہیں......☆

اے صاحبِ حُسن وسرور! اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ کے حکم کی تکمیل اطاعت کرتے ہیں بقول اقبالؔ ''جہاں میں اہلِ ایمان صورت خورشید جیتے ہیں'' وہ شیطان کے وسوسے پر عمل نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ کے طالب ہوتے ہیں قرآن پڑھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کان لگا کر بڑی توجہ سے سنتے ہیں اور خاموشی اختیار کرتے ہیں انہیں پتہ ہے کہ قرآن باعث رحمت اور سراپا ہدایت ہے اس لئے باری تعالیٰ کی حمد وثنا میں مصروف عمل رہتے ہیں عبادت سے، ذکر اللہ سے، روحانیت کے بلند درجات پائے جاتے ہیں۔

الحمدللہ سورۃ الاعراف مکمل ہوئی وماتوفیقی الا باللہ

عذر ہائے من پذیر

سورۃ الانفال

☆......حصولِ تقویٰ پر اپنی توجہ مرکوز رکھو، اصل دولت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے......☆

اے طالبِ حُسن وسرور! مال غنیمت کے بارے میں جاننا چاہتے ہو تو جان لو! یہ مال ربّ جلیل کا ہے اور اللہ سبحانہٗ کی طرف سے اس کے رسول کا ہے یہ اور بات ہے کہ سابقہ اُمتوں کو مال غنیمت لینے کی اجازت نہیں تھی بتایا گیا کہ مال کی تقسیم میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرو، آپ باذن باری تعالیٰ فیصلہ صادر فرمائیں گے۔ لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ حصولِ تقویٰ پر اپنی توجہ مرکوز رکھو! اہل ثروت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اصول عمل سے عبارت ہے مال وزر کی تو کوئی قدر وقیمت ہی نہیں! غزوہ بدر کے معرکہ حق وباطل میں نوجوان اور عمر رسیدہ لوگ بھی شریک جہاد تھے کچھ لوگ رسول اکرم ﷺ کی حفاظت میں مامور تھے ان میں ہر ایک متمنی تھا کہ غنیمت کا مال ہمارا حق ہے حوصلہ اور ہمت عزم بڑھانے پر فرمادیا تھا کہ جہاد میں عزم وایثار، قوت وصلاحیت کا مظاہرہ کرنے والوں کو اس کا بدلہ غنیمت میں ملے نوجوان بھی اپنا حق طلب کرنے لگے اس مال غنیمت پر فیصلہ کرنے کے لئے آیات ربانی کا نزول ہوا ان میں اہل ایمان کو اصولی ہدایت کا عملی درس ملا مال غنیمت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے کیونکہ نصرت اللہ کی مدد سے ملتی ہے اس کے لئے تصرف پر حق اختیار بھی اللہ کے رسول کا ہے جو کچھ کیا جائے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جائے عہد کرو تو پورا کرو، اللہ کی ناراضگی سے خوف کھاؤ آپس میں چھوٹے چھوٹے امور پر مت اُلجھو، باہمی تعلقات میں اصلاح کرو ہر معاملے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کو مقدم رکھو۔

☆......ہر دل پر چھا رہا ہے رُعبِ جمال تیرا......☆

اے صاحبو! ایمان کا تقاضا تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے مؤمن کی شان تو یہ ہے کہ جب اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا نام آئے تو دل اللہ کے جلال وجمال سے کانپ اُٹھے، خوف باری تعالیٰ دل حزیں میں اِس انداز سے سما جائے کہ قلب ونظر کو سکون میسر

Marfat.com

آجائے ''ہر دل پہ چھا رہا ہے رُعب جمال تیرا'' کے مصداق جب ذکر باری تعالیٰ لب پہ آئے تو قلبی کیفیات میں رُوح کو تسکین وراحت کا احساس ہو جائے، اور جب مؤمن کے سامنے کلام اللہ کی تلاوت کی جائے، تو ایمان میں تازگی اور فرحت اور وُجدانی روجدانِ روح کو سکون میسر آجائے۔ اہلِ ایمان کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ ایمان میں فروغِ عمل اور عملِ صالح کرنے کی توفیق ملتی ہے مؤمن کا چونکہ آخرت پر ایمان ہوتا ہے اس لئے توکل کی نعمت نصیب ہوتی ہے وہ ہر صورت میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی سے حاجت مانگتا ہے اللہ کے سوا، کسی اور عبادت کرتے ہیں نہ کسی سے طلب کرنے کی انہیں حاجت ہوتی ہے۔ اہلِ ایمان کے لئے اقامت الصلوٰۃ بھی ایک نعمت ہے اپنی نماز میں آداب صلوٰۃ کا پورا پورا لحاظ رکھ کر ادائیگی نماز کرتے ہیں مؤمن کی شان یہ بھی ہے کہ باری تعالیٰ کی طرف سے جو رزق ملتا ہے اس کے حکم کے مطابق، شکر کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے حُکم کے مطابق صرف کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں سے مسلمانوں کی مدد کا جو وعدہ کیا تھا وہ پایۂ تکمیل تک پہنچا:

اے صاحبِ حُسن وعشق! جب اطاعت باری تعالیٰ کی تکمیل اور تعمیل کی خاطر، اس قدر مُحو ہو جائے کہ اپنی ذاتی انا اور رائے کو الگ رکھ کر صرف اللہ تعالیٰ کے حُکم کو بجالانے کا عزم برقرار رکھا جائے تو اس کے ثمرات کا کیا نتیجہ ہوا تھا اس کا ظہور غزوہ بدر سے پتہ چلا، اس پر آخرت کے ملنے والے انعامات سے قیاس کیا جا سکتا ہے جس طرح اللہ سبحانہٗ نے آپ ﷺ کو گھر سے نکالا، یہی حق کا عمل پیہم تھا رمضان المبارک کی مبارک ساعت تھی، خبر ملی کہ اہلِ مکّہ کا تجارتی قافلہ شام سے واپس آنے والا ہے اللہ تعالیٰ کا حُکم ہوا، جنگ کرنے کا، کافروں سے بدلہ لینے کی یہی گھڑی تھی، ایسا لگ رہا تھا کہ مسلمانوں میں لڑنے کے لئے کچھ ہچکچاہٹ ہے لوگ آپس میں اختلاف رائے رکھنے لگے، ایک خوف سا غالب تھا، کچھ منافق مسلمانوں نے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی، کیوں! جانتے ہوئے بھی آغوشِ موت میں ہم جا رہے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا کچھ اور تھی قریش سے اس مرحلے پر فیصلہ کن مقابلہ ہوا، مسلمانوں کو نصرت ملی، ایک ہجرت کئے ہوئے کچھ ہی ماہ وسال گذرے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا احساس ہوا ضرور تھا کہ اہلِ مکّہ کسی وقت بھی مدینہ منورہ پر حملے کا رُخ کر سکتے ہیں، صحابۂ کرام کو کُفار مکّہ کی نقل وحرکت پر نظر رکھنے کی تلقین ہوئی، خبر ملی کہ سوداگروں کا کارواں جس میں مال اسباب ہے سردار ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے خبر کر دی کہ مسلمانوں کے حملے کا خطرہ ہے یہ خبر کا سننا تھا کہ اہلِ مکہ کے بڑے بڑے سردار آمادۂ جنگ ہوئے ادھر آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ بھی صحابۂ کرام کے ساتھ مدینہ کو خیر باد کہہ کر باہر نکل آئے، ابو سفیان تو بچ بچا کر نکل گیا، جو لشکر جانب مدینہ قافلے کو بچانے آیا اس کا مسلمانوں سے معرکہ پڑا، باری تعالیٰ کی رضا بھی یہی تھی کہ مسلمان کافروں سے میدانِ کارزار میں جہاد کر کے فتح وکامرانی حاصل کریں تا کہ معرکہ حق وباطل کا فیصلہ ہو جائے اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں سے مسلمانوں کی مدد کا جو وعدہ کیا تھا وہ پایہ انجام تک پہنچا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ستر (۷۰) سردار ہلاک ہوئے اور ستر (۷۰) مشرک مقید ہوئے۔

☆ ......فرشتوں کا نزول فتح ونصرت کی بشارت کے ساتھ ساتھ اطمینان کا موجب ہوا!...... ☆

اے اہلِ آرزو! فرشتوں کا نزول فتح ونصرت کی بشارت کے ساتھ ساتھ اطمینان کا موجب ہوا، کُفار مکہ ذِلت ورُسوائی

Marfat.com

کے ساتھ لوٹے پتہ چلا کہ کامیابی کے لئے ظاہری ساز و سامان پر انحصار نہیں کرنا چاہیے اصل بات اللہ تعالیٰ پر ایمان اور توکل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر غالب ہے

میدان بدر میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں عطا ہوئیں،
مسلمانوں پر غنودگی طاری ہوئی خوف جاتا رہا،

اے طالبِ حُسن و سرور! غزوۂ بدر درحقیقت مسلمانوں کے لئے ایک آزمائش کی گھڑی تھی، تعداد میں کم، بے سروسامان، دوسری سمت کافر پورے ساز و سامان کے ساتھ کبر و نخوت کے نشہ میں سرشار تھے کفار نے ایسی جگہ پر قبضہ کرلیا تھا جو بلندی پر تھا، زمین قدرے مضبوط تھی مسلمانوں کا قیام نشیب میں تھا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مشورے سے، بلندی پر جہاں پانی بھی تھا ایک کٹیا سی بنادی گئی تھی جس میں صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شرفِ حضوری خدمت کی سعادت ملی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ دروازے پر پہرے پر مامور تھے، شیطان نے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ اگر واقعی تم اللہ کے مقرّب بندے ہو تو تائید ایزدی حاصل ہوتی، میدان بدر میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں عطا ہوتیں باری تعالیٰ نے مسلمانوں پر غنودگی طاری کی، خوف جاتا رہا، آنکھ کھلی تو قلب کو سکوں ملا، نوید مسرت ملی جبریل امین علیہ السلام تمہاری مدد کو آرہے ہیں عریش سے باہر قدم رکھا تو بارانِ رحمت نے بدن کو احداث سے اور دل کو شیطان کے وسوسے سے پاک کردیا۔

☆......جب دوزخ کی آگ جسم کو مس کرجائے گی تو دل تک اس کی تاثیر جائے گی!......☆

اے اہلِ حُسن و عشق! مزید نعمت انعام یہ کہ فرشتوں کو حکم ہوا، میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کے دلوں پر ایسا تصرّف القا کردو کہ وہ ثابت قدمی کو اپنالیں اور میں اپنی قدرت کاملہ سے اہل کفار کے دلوں میں رعب طاری کردوں گا تم اُن کی گردنیں کاٹ دو اور ایسی ضرب کاری لگاؤ کہ ان کے پور پور میں درد سا چھا جائے باری تعالیٰ کے عذاب کی ایک صورت یہ ہے کہ جسم کے کسی حصے کو چھوا جائے تمام بدن اثر انداز ہوتا ہے جیسے کہ جب دوزخ کی آگ جسم کو مس کرجائے گی تو دل تک اس کی تاثیر جائے گی اور عذاب اور شدید عذاب اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اختیار کی۔

مؤمن تو کبھی شکست سے دوچار ہوتا نہیں، شہید ہوگیا تو مراد مل گئی
یا پھر فاتح قرار پائے گا۔

اے راہِ حق کے طلب گارو! اللہ تعالیٰ کے اطاعت شعاروں کو پیام ہے کہ کفّار سے میدان میں اگر گھمسان کا رن پڑے اور مقابلہ دُو بہ دُو ہوجائے تو کبھی پشت نہ دکھاؤ مؤمن تو کبھی شکست سے دوچار نہیں ہوتا شہید ہوگیا تو مراد مل گئی یا پھر زندہ رہا تو فاتح قرار پائے گا۔ دشمنان اسلام سے جنگ کرتے وقت، خوف میں بھاگنا نہیں چاہئے مردِ آہنگ کی طرح لڑائی لڑنی چاہیئے بھاگنے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ گنہگار ہوگیا، البتہ کسی چال کو مدنظر رکھ کر پینترا بدلا جاسکتا ہے، معرکہ حق و باطل میں جو تم لوگوں کو ہلاک کیا وہ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کیا یہ تو فعل باری تعالیٰ تھا جو تم نے اپنے ہاتھوں سے سرانجام دیا۔ رسول

سورۃ الانفال رکوع ۲ آیت ۱۱ تا ۱۹ کا خلاصہ

Marfat.com

اللہ ﷺ نے مٹھی بھر میں جو خاک ہاتھ میں لے کر تین مرتبہ (شاھتِ الوجوہ) فرمایا وہ تو اللہ نے پھینکی تھی، جس سے متکبر شرکش فنا کی گھاٹ اُتر گئے اور کُفار کو رُسوا ہونا پڑا۔

دورِ جدید کا مشاہدہ ہے مسلمان نے عمل کا دامن چھوڑا، نتیجہ یہ ہوا کہ برکت اور رحمت چھن گئی

اے طالبِ حُسن و سرور! اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والے کے ساتھ ہے شرط یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کی جائے نصرت الٰہی ہر وقت ساتھ رہتی ہے، پھر انسان پر گیتی کائنات میں نہ ذلیل وخوار ہونے کا خطرہ اور نہ ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہونے کا اندیشہ جیسا کہ دورِ جدید کا مشاہدہ ہے کہ مسلمان نے عمل کا دامن چھوڑا تو نتیجہ یہ ہوا کہ ایمان کمزور ہوا اور ایمان کی کمزوری نے برکت اور رحمت چھین لی ہے کُفار کی حالت پر تو نظر کیجئے کہا جاتا ہے ہم نے سن لیا، حالانکہ وہ سننا ہی کیا ہے جو صحیح بات سن کر بھی سمجھے نہیں! اور پھر عمل پر آمادہ ہی نہ ہوا اہل یہود نے تو موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا "سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا" ہم نے سن لیا مگر مانا نہیں کفار مکہ کی کیفیت تذلیل تو دیکھئے! ان کا کہنا ہے کہ جو قرآن آپ سناتے ہیں بس ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہیں تو ایسا کلام خود بنالیں، مدینہ منورہ کے منافقین نے یہ شیوہ اختیار کیا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے سامنے اقرار باللسان کر کے دل سے اس کے عمل پر انکاری رہتے ہیں یہ کیسی بے اعتنائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گفتگو کرنے کو زبان، سننے کو کان، اور سمجھنے کو عقل و دانش دی لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان عطا کردہ نعمتوں سے کام لینے سے قاصر رہے اس میں کیا شک ہے ایسے لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔

☆......اللہ تعالیٰ کے حُکم کی تعمیل کرو، رسول اللہ کی باتِ حق کو تسلیم عمل کے لئے اپناؤ!......☆

اے راہِ حق کے طلب گارو! اللہ تعالیٰ کے حُکم کی تعمیل کرو، رسول اللہ ﷺ کی باتِ حق کو تسلیم عمل کے لئے اختیار کرو اس سے فیضِ ایمان ملتا ہے دل کو نور اور روح کو تجلیات سے سُرور ملتا ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت جس میں جہاد کی ترغیب مضمر ہو سراپا بھلائی ہے جہاد میں شریک ہونا باعث فخر وانبساط ہے زندگی سراپا جہاد ہے گویا جہاد حیات ہے اطاعت میں تاخیرِ عمل سے دل مضمحل ہوتے ہیں۔ ظلم کرنے سے لوگوں کو روکو! اجتماعی فتنے اور بُرے کام کا وبال اور ظلم کا وبال صرف کرنے والوں تک ہی محدود نہیں رہتا اوروں تک پہنچتا ہے بے حیائی، فحاشی، اجتماعی بدکاری زنا، قمار بازی، سے خود اجتناب کرو اور دوسروں کو بھی منع کرو گناہ کے کاموں میں سزا سب کو ملے گی اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ رزق عطا کیا ہے اللہ نے نعمتوں سے سرفراز کیا ہے بہرنوع اللہ تعالیٰ کے شکر گذار بندے بن کر رہو، امانت میں خیانت کے مرتکب نہ ہو۔

برکاتِ رسالت کے فیض کا دریا تمہارے سامنے روشن ہے اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول ﷺ سے فیض پاؤ!

اے اہلِ آرزو! مال ومتاع، اولاد یہ سب کچھ ہی امتحان کے موجب ہیں ابدی زندگی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ سے اجر پانے کی ضرورت برکاتِ رسالت کے فیض کا دیا تمہارے سامنے روشن ہے اطاعت الٰہی اور اطاعتِ رسول سے فیض پاؤ۔

سورۃ الانفال رکوع ۳ آیت ۲۰ تا ۲۶ کا خلاصہ

سورۃ الانفال رکوع ۳ آیت ۲۷ تا ۲۸ کا خلاصہ

اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے ایک دلی لگاؤ اور قلبی کیفیّات میں سکون نصیب ہوتا ہے

اے طالبِ حُسن وسرور! اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت سے ایک دلی لگاؤ اور قلبی کیفیات میں سکون نصیب ہوتا ہے جس کا نام تقویٰ ہے اور یہ صورت اظہار گناہ اور نافرمانی سے روکتی ہے پرہیزگاری اپنانے کا ثمر یہ ملتا ہے کہ نیکی پر مجاہدہ کا اختیار مل جاتا ہے مانا کہ ہزار کوشش کے باوجود بھی تقاضائے بشریت کے مطابق انسان سے خطا سرزد ہو جاتی ہے لیکن درِ توبہ کھلا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان لغزشوں کو معاف کرتا ہے پرہیزگاری کا ایک ثمر فیض یہ ہے کہ باری تعالیٰ آخروی نجات اور بخشش سے اپنے کرم سے گناہوں کی پردہ پوشی کرتا ہے اور روز محشر پریشانی سے نجات ملتی ہے۔ اے صاحبو! حقِ بندگی ادا کرتے رہو، اہلِ کرم کے تماشے دیکھنا ہے تو کائنات رنگ وبُو میں دیکھو مکہ کے کافروں نے کس قدر تدابیر اختیار کر کے حضور اکرم ﷺ کو ایذائیں پہنچائیں شہر بدر کی سازش، قتل کرنے کی کوشش، قید کرنے کی تدبیر، آپ ﷺ کے خلاف سازش میں ابلیس بھی شریک ہوا، ربّ جلیل نے بھی اس کا توڑ تدبیر ہی سے کیا، اللہ ہی کی تدبیر سب سے اعلیٰ، افضل اور سب پر غالب ہے نبی اکرم ﷺ کی مخالفت سے دل میں تاریکی پھیل جاتی ہے نور کا فقدان، حق کو جاننے اور سمجھنے کی صلاحیت سے محروم کر دیتا ہے۔

کیسی بدنصیبی ہے کہ انسان عمر بھر محنت کرے، کاوش کرے، مال صرف کرے پھر بھی دوزخ میں جانا پڑے!

اے صاحبِ آرزو! ہجرت کے بعد حضور ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف رُخ کیا غزوۂ بدر میں نُصرت ملی، جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور رحمت مل جائے تو پھر دوسروں سے کیا ڈرنا، کافروں کی صورتِ حال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات سنی ہیں تو بے اعتنائی سے کہتے ہیں ہم نے سُن لیا! اس میں کیا ہے؟ یہ تو قدیم داستان کا ایک قصہ ہے یہ ہم بھی تحریر کر سکتے ہیں حالانکہ ایک آیت بھی نہیں لا سکتے پھر زعمِ کفر وعناد تو دیکھئے، ارے بھئی! اللہ تعالیٰ کا دین سچا ہے تو آسمان سے کوئی سخت عذاب کیوں نہیں نازل ہوتا، آسمان سے پتھر ہی برستے، عذاب نہ آنے کی وجہ ایک تھی فخر کائنات حضرت محمد ﷺ کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ عذاب نازل نہیں کرتا، کچھ لوگ توبہ استغفار کرنے والے تھے جب اللہ تعالیٰ سے بخشش رحمت طلب کی جائے تو بخشش رحمت عطا ہوتی ہے۔ ربّ کریم عذاب نازل نہیں کرتے مکہ کے کافر جو کچھ حرم شریف میں کرتے ہیں وہ بھی محض تماشا اور رسم ورواج کی ظالمانہ حرکات وسکنات میں سیٹیاں بجانا، تالیاں بجانا، یہ سب کچھ ان کی عبادات کا حصہ تھیں پھر یہ دعویٰ کہ ہم بیت اللہ کے متولی ہیں حالانکہ حرم کے متولی کا حق تو اہل تقویٰ کا تھا بالآخر مختلف غزوات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عذاب کا نزول ہوا، یہ ایک حقیقت ہے کفر ہمیشہ ناکام ہوتا ہے اللہ کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ کش مکش حق وباطل میں ناپاک مال اور ناپاک اعمال اور ناپاک ارادوں کو پاک سے جدا کر کے یکجا کر دیا اور ایسے ہی نافرمان اور بُرے لوگ خسارے میں رہیں گے کیسی بدنصیبی ہے انسان عمر بھر محنت کرے، کاوش کرے مال خرچ کرے پھر بھی اس کو دوزخ میں جانا پڑے۔ العیاذ باللہ

Marfat.com

☆......اسلام میں داخل ہونے کی شرط یہ ہے کہ بُتوں کی پُوجا نہ کی جائے......☆

اے راہِ حق کے طلب گارو! اللہ تعالیٰ کے کرم کی کوئی انتہا نہیں، اگر کافر اب بھی کُفر وعناد اور اسلام کی دشمنی وعداوت سے باز آجائیں تو جو کچھ ہو چکا، سو ہو چکا، اور اللہ تعالیٰ کا دین اپنا لیں، اسلام میں داخل ہونا گزری ہوئی داستان عمل کے تمام جرائم کو مٹا دیتا ہے اسلام میں داخل ہونے کی شرط یہ ہے کہ بُتوں کی پرستش نہ کی جائے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو پہلی حالتِ کُفر میں جو گناہ سرزد ہو چکے وہ سب معاف کر دیئے جائیں گے۔ ''حقوق العباد معاف نہ ہوں گے'' اس کا مسئلہ علیٰحدہ ہے۔ (بحوالہ تفسیر عثمانی جلد اوّل)

☆......اہلِ قریش کو توبہ کرنے کی طرف مائل کرنے کی تلقین ہے......☆

اے صاحبِ حُسن وسرور! ان آیات میں اہلِ قریش کو توبہ کی طرف مائل کرنے کی تلقین ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنا ہے تو اللہ تعالیٰ کے رسول کی دعوتِ دین پر لبیک کہا جائے، اور اپنی روش بُت پرستی سے باز آجائیں ورنہ مسلمانوں کو قتال رجنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تا آنکہ سرزمین بیت اللہ سے اسلام قبول کرنے والوں کو، ستانے کے فتنہ سے نجات مل جائے اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا اور دین باقی نہ رہے، جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس کو باری تعالیٰ دیکھ رہا ہے مسلمانوں کو یہ یقین کامل رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہے اور ان کی حفاظت کا ذمہ دار ہے، بہرنوع معاون تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہے۔ مسلمانوں کا حامی ومددگار اللہ تعالیٰ ہے کسی کی پرواہ نہ کیا کرو، اللہ پر توکل رکھو! جس عمل پر عمل پیرا ہوں گے اللہ تعالیٰ کی مدد ساتھ ہوگی جو کامرانی کی نوید ہے۔

الحمدللہ سورۃ الانفال آیت ۴۰ تک کی تفسیر مکمل ہوئی

محمد لقیط خان...... الرقوم ۱۵ مئی ۲۰۱۰ بمطابق ۲ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ

محمد شفیق

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ حکومت پاکستان

رجسٹریشن نمبر: R.R.OAUQ200/338

تاریخ: ۲۰/۹/۲۰۱۰

تصدیق نامہ

میں نے تفسیر عزیزی پارہ (۹) کے متن قرآن کریم کو بغور پڑھا جو کمی نظر آئی اصلاح کر دی گئی۔
اب الحمدللہ اس میں کوئی غلطی نہیں ان شاء اللہ۔

محمد شفیق

محمد شفیق

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ

Marfat.com

رموزِ اوقاف قرآنِ مجید

ہر زبان کے اہلِ زبان، جب باہم گفت وشنید کرتے ہیں تو کہیں کہیں رُک (ٹھہر) جاتے ہیں، کہیں پر رُکنا اور ٹھہرنا کم ہوتا ہے کہیں پر تو زیادہ ٹھہر جاتے ہیں۔ اور کہیں پر بالکل کم ٹھہرتے ہیں۔ گو صحیح اندازِ گفتگو، اور بیان کا صحیح مطلب سمجھنے میں اس اندازِ تکلّم اور اندازِ تخاطب کو بڑا دخل ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ قرآنِ حکیم کی عبارت بھی گفتگو کے اَنداز کی بھر پور نمائندگی کرتی ہے۔ اسی لئے اہلِ علم نے اس کے ٹھہرنے، اور نہ ٹھہرنے کی مختلف علامتیں مقرّر کر دی ہیں۔ ان علامات کو رموزِ اوقاف قرآنِ مجید کے نام سے مُوسوم کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کی سعادت حاصل کرنے والوں کے لئے یہ امر ضروری ہے اِن رموز کو تلاوت کرتے وقت ملحوظ رکھیں۔ یہ علامات رمُز درج ذیل ہیں۔

o...... چھوٹا سا دائرہ وہاں لگا دیتے ہیں جہاں بات پوری ہو جاتی ہے۔ دراصل گول (ت) جو بصورت (ۃ) لکھی جاتی ہے۔ اور یہ وقفِ تام کی علامت کہلاتی ہے اس علامت پر ٹھہرنا چاہیے، اَب (ۃ) تو لکھنے کا رواج نہیں رہا۔ اب (ۃ) تو نہیں لکھی جاتی ہے چھوٹا سا ''دائرہ'' بنا دیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں، دائرہ پر اگر کوئی علامت نہ ہو تو ٹھہر (رُک) جانا چاہیے، ورنہ علامت کے مطابق عمل کیا جائے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ علامت ''o '' دائرہ آیت کے ختم ہو جانے کی نشانی ہے۔

جہاں صرف علامتِ دائرہ ہو، وہاں پہنچ کر ٹھہر جانا چاہیے۔ دائرے کے اوپر ''لا'' درج ہو تو ٹھہرنا اولیٰ ہے۔ ضرورت ہو تو ٹھہر لیا جائے تو کچھ حرج نہیں، دائرے پر جو رمز وقف بھی ہو گی۔ وقف وصل کے لئے اسی کا اعتبار ہوگا۔ یہ آیت کوفی ہے۔ اس کا حکم بھی وہی ہے جو دائرہ کا ہے۔

م...... لفظ لازِم کا مختصر ہے۔ اس رمز سے پہلے کلمے پر ''ٹھہر'' جانا لازمی ہے۔ گویا یہ علامت وقفِ لازم کی ہے۔ اس پر ضرور ٹھہرنا چاہیے، اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال یہ ہو سکتا ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے، اس کو یوں سمجھنا چاہیے کہ کسی سے یہ کہنا ہو کہ ''اٹھو۔ مت بیٹھو'' جس میں قواعد رگرائمر کے لحاظ سے 'اٹھنے' کا اَمر اور 'بیٹھنے' کی نہی ہے۔ تو اٹھو، پر ٹھہرنا لازم ہوا، اگر ٹھہرا نہ جائے تو ''اٹھو مت۔ بیٹھو'' ہو جائے گا۔ جس میں ''اٹھنے'' کی نہی اور بیٹھنے کے اَمر کا احتمال ہے۔ اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہو جائے گا۔

ط...... وقفِ مطلق کی علامت ہے مُطْلَق کا مخفف ہے اس رمز سے پہلے کلمے پر مطلقاً ٹھہر جانا چاہئے۔ یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب واضح اور پورا نہیں ہوتا، اور بات کہنے والا ابھی مزید کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔

ج...... وقف جائز کی علامت ہے یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

ز...... یہ علامت وقفِ مجوّز کی ہے۔ یعنی یہ وقفِ جائز کی رَمز ہے۔ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔ یہاں سے تجاوز کر جانا، یعنی گزر جانا چاہئے۔

ص...... یہ علامت وقفِ مرخص کی ہے۔ یہ لفظ مُرَخَّص کا مختصر ہے، یہاں ملا کر پڑھنا چاہئے۔ لیکن پڑھتے پڑھتے، سانس ختم ہو جائے یا کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو ''ص'' کی رمز وقف سے پہلے کلمے پر ٹھہر جانے کی رخصت ہے۔

صلے...... یہ اَلْوَصْلُ اَوْلٰی کا مختصر ہے۔ وَصْلٰی وہ مقام جہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق...... قِیْلَ عَلَیْہِ الْوَقْفُ۔ (کہا گیا کہ اس مقام پر وقف ہے) یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

صل...... قَدْیُوْصَلُ کا مخفف ہے یہاں ٹھہرا بھی جاتا ہے اور کہیں نہیں، بوقت ضرورت وقف کر سکتے ہیں۔

قف...... یہ لفظ قِف ہے۔ یُوْقَفُ عَلَیْہِ کا مخفف، جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ یہاں سانس روک کر وقف کرنا چاہیے۔

سکتہ...... یہ سکتہ کی علامت ہے، یہاں سانس لیے بغیر کسی قدر ٹھہر جانا چاہیے، پڑھنے والا، یہاں کسی قدر ٹھہر جائے سانس نہ توڑے۔

وقفہ...... یہ لمبے سکتہ کی علامت ہے، یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہیے۔ لیکن سانس نہ توڑیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ سکتہ اور وقفہ میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ 'سکتہ' میں کم ٹھہرنا چاہیے، اور وقفہ میں قدرے زیادہ۔

لا...... ''لا'' کے معنی 'نہیں' کے ہیں، 'لا' کی علامت کہیں آیت کے اوپر استعمال کی جاتی ہے، اور کہیں عبارت کے اندر عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیے، آیت کے اوپر ہو تو بعض کا خیال ہے کہ ٹھہرنا چاہیے، بعض کے نزدیک نہیں ٹھہرنا چاہیے، لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب کی وضاحت میں خلل واقع نہیں ہوتا۔

علاماتِ متفرقہ

ک...... کَذٰلِکَ کا مخفف ہے۔ اس سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ جو رمز پہلی آیت میں آ چکی ہے۔ اس کا حکم اس پر بھی ہے۔

ؔؔ...... یہ نقطے تین نقاط والے ہوتے ہیں دو 'وقف' کے قریب قریب آتے ہیں۔ ان کو (مُعَانَقہ) 'معانقہ' یا 'مُرَاقَبہ' کہتے ہیں کبھی اس کو مختصر کر کے (مع) لکھ دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ دونوں وقف گویا معانقہ کر رہے ہیں۔ معانقہ حاشیہ پر لکھی جاتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ تین جملوں میں سے جن دو کو چاہو ملا لو۔ حاشیہ پر 'مع' ہوتا ہے دو آیتوں کے درمیان دو مقام پر '' ؔ '' دیئے جاتے ہیں۔

وقف معانقہ میں پہلے تین نقطوں پر وصل کر کے دوسرے تین نقطوں پر وقف کیا جائے، یا پہلے تین نقطوں پر وقف کر کے دوسرے تین نقطوں پر وصل کیا جائے۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

احوالِ واقعی

اَلْحَمْدُلِلّٰہ! تفسیر عزیزی کا پارہ قَالَ الْمَلَاُ (۹) اشاعت وطباعت کے مرحلے سے گذر کر آپ کے زیر مطالعہ ہے۔اللہ ﷻ کے فضل وکرم اور توفیقِ رحمت سے حسبِ وعدہ پارہ نہم آپ کے ہاتھوں میں ہے ذوق وشوقِ قرآن فہمی کو اُجاگر کرنے کی سمت، میری تحریر اور کاوش کو آپ نے تحسین کی نظر سے دیکھا، آپ کی عنایت کا خلوصِ دل سے شکریہ! جزاکم اللہ

اگر میرے سامنے مُتقدمین کی تفاسیر وتشریحات نہ ہوتیں، جن کی علمی اور قرآنی خدمات ہمارے لئے علمی خزانہ ہے جنہوں نے قرآن کی ہر زوایہ نظر سے تشریح کی، زیرِ مُطالعہ مختصر تشریح وتوضیح انہیں علماء کرام اور مُفسّرین کی خوشہ چینی ہے۔

اگر اس میں کوئی خوبی پائی جائے تو یہ انہیں اکابرین ملّت کا طفیل اور تحفہ ہے اگر کوئی کمی یا خامی پائی جائے، تو یہ میری اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا نتیجہ ہے۔

باوجود احتیاط کے اگر کوئی غلطی، اظہارِ بیان، مفہوم ومعنیٰ اور مطالب میں ہوگئی یا رہ گئی ہو، تو میں اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتا ہوں۔

باوجود احتیاط کے بشری تقصیر کی وجہ سے ترجمہ قرآن، تشریح میں بھی غلطی، کوتاہی اور نقص کا امکان باقی رہتا ہے، اس بناء پر اہلِ دانش اور اربابِ ذی علم سے میری درخواست ہے کہ انہیں کوئی فروگذاشت نظر آئے تو ضرور مطّلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اِن استدرات سے استفادہ کیا جاسکے۔

اے اللہ! اپنی رحمتِ خاص سے اس تحریری کوشش کو بھی اپنی مُربّیانہ بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما! آمین۔

اے اللہ! جن نُفوسِ قدسیہ کی مُتبرک تصانیف وتالیف سے میں نے استفادہ کیا ہے اُن کی اَرْواح پاک پر اپنی خاص رحمتوں کا دائمًا نُزول فرماتے رہیے! اور ان سب کو اپنے مقاماتِ قُرب ورضا میں بلند درجات عطا فرمایئے۔ اور تفسیرِ عزیزی کی اشاعت کا ثواب میرے والدین کے اعمال میں ثبت فرمائے۔ آمین۔ چوہدری محمد یعقوب وفات پاگئے، اے اللہ! انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرما۔ آمین۔

آخر میں اُن تمام بزرگوں، احباب واغیار کے لئے اظہارِ تشکر، جنہوں نے میرے کام میں رہنمائی فرمائی۔ جزاکم اللہ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

المرقوم

۳ر جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۵ مئی ۲۰۱۰ء

۱۸/۹۲۷ امن آباد فیڈرل بی ایریا کراچی، پاکستان

دعا گو ودعا جو

محمد لقیط خان عفا اللہ عنہ

Marfat.com

قواعدِ عربی کے چند آسان اُصول

۱)......کلمہ: ہر بامعنیٰ لفظ کو "کلمہ" کہا جاتا ہے اس کی تین اقسام ہیں (ا) اسم، (ب) فعل، (ج) حرف۔

(۱) اسم......وہ ہے جو کسی شیئے کا نام ظاہر کرے مثلاً کِتَابٌ (کتاب)، مَاءٌ (پانی)

(ب) فعل......جو کسی کام کے ماضی (گذشتہ)، موجودہ اور آئندہ ہونے کے معنی کا اظہار کرے۔ ماضی: گذرا ہوا زمانہ، حال: موجودہ زمانہ، مستقبل: جن میں آنے والا زمانہ پایا جائے، مثال کے طور پر ذَهَبَ: وہ گیا، یَذْهَبُ: وہ جاتا ہے یا جائے گا۔

فعل کی چار اقسام ہیں، ماضی، مضارع (حال و مستقبل)، امر و نہی

(ج) حرف......جو اسم اور فعل کے مابین رابطہ کا کام سرانجام دے، یا باہم دو اسم کو ملا کر ان کے معانی پورے کرتا ہو، کسی بھی حرف کے معنی دوسرے لفظوں سے مل کر واضح ہوتے ہیں۔

عربی زبان کے چند حروف اور ان کے عمومی معانی: فِيْ (میں)، مِنْ سے، كَ مانند، عَلٰي پر، اِلٰي طرف، عَنْ سے، حَتّٰي تک یا یہاں تک، بِ ساتھ، لِ لئے وغیرہ وغیرہ، الفاظ کے ساتھ مثالیں۔ فِي الْجَنَّةِ: جنت میں، اِلَي الْبَيْتِ گھر تک، عَلَي الْمَلٰئِكَةِ فرشتوں پر۔

۲)......حرکاتِ عربی......(َ) زبر، (ِ) زیر، (ُ) پیش، میں سے ہر ایک کو حرکت کہا جاتا ہے، اور اعراب بھی کہا جاتا ہے دو زبر (ً) دو زیر (ٍ) دو پیش (ٌ) کو تنوین کہا جاتا ہے جس حرف پر تشدید (ّ) ہو وہ مُشدّد کہلاتا ہے، مثلاً مُحَمَّدٌ میں دوسرا "میم" مشدّد ہے۔

(۱)......رَفع یا ضمہ پیش (ُ) کو کہتے ہیں۔ وہ حرف جس پر (ُ) پیش ہو مَرْفُوْع کہلاتا ہے اور وہ لفظ بھی مَرْفُوْع کہلاتا ہے جس حرف کے آخر میں پیش ہو جیسے کِتَابٌ یا کِتَابُ اس میں بُ، بٌ مرفوع ہیں اور کِتَابٌ کِتَابُ دونوں مرفوع ہیں۔

(ب)......نَصْب، فَتحه: (َ) زبر کو کہا جاتا ہے اور مَنْصُوب، مفتوح وہ حرف، لفظ ہے جس کے آخری حرف پر (َ) زبر یا (ً) دو زبر ہوں۔ جیسے رَحْمَةً، رَحْمَةَ، میں ر، م، اور ة مفتوح ہیں اور رَحْمَةَ پورا مفتوح ہے اس لئے کہ آخری حرف پر زبر (َ) یا دو زبر (ً) ہیں۔

(ج)......جر یا کسرہ (ِ) کو کہا جاتا ہے مَجرُور یا مکسور وہ حرف یا لفظ ہے جس پر، یا جس کے آخری حرف پر زیر (ِ) یا (ٍ) دو زیر ہوں جیسے نَفْسٍ نَفْسِ۔

(د)......سُکون: جزم (ْ) کو کہا جاتا ہے اور مجزوم یا ساکن وہ حرف یا لفظ ہے جس پر، یا جس کے آخری حرف پر جزم ہو مثال کے طور پر لَمْ يَفْتَحْ۔

۳)......مذکر اور مؤنث: ہر اسم ان دو حالتوں مذکر اور مؤنث میں ہوتا ہے۔ مذکر کی مثال: رَجُلٌ، مرد، اَحْسَنُ، خوبصورت حسین مرد۔ مؤنث کی مثال:......اِمْرَاَةٌ، عورت۔ حُسْنٰي، خوبصورت عورت۔

۴)......واحد تثنیہ اور جمع، ایک کو واحد، دو کو تثنیہ اور دو سے زائد کو جمع کہا جاتا ہے۔ واحد مذکر کی مثال......عَبْدٌ بندہ، عَـابِدٌ عبادت گزار۔ واحد مؤنث کی مثال......عَابِدَةٌ، عبادت گزار عورت، مُؤْمِنَةٌ، ایمان والی عورت۔

(ا)......تثنیہ بنانے کا قاعدہ: واحد کے آخر میں ان یا ین لگانے سے تثنیہ بن جاتا ہے ان دونوں سے پہلے والا حرف مفتوح ہونا چاہیے۔ مثلاً عَبْدٌ سے عَبْدَيْنِ، اَمَةٌ سے اَمَتَيْنِ۔

(ب)......جمع بنانے کا قاعدہ (یعنی جمع سالم) اسم واحد مذکر کے آخر میں وْنَ بحالتِ رفع یا یْـــــنَ (بحالت نصب و جر) بڑھانے سے جمع بن جاتا ہے اسے جمع سالم کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں واحد کی صورت سلامت رہتی ہے۔ مثال کے طور پر مُسْلِمٌ سے مُسْلِمُوْنَ، (بحالتِ رفع) یا مُسْلِمِيْنَ، (بحالت نصب و جر) مُؤْمِنٌ سے مُؤْمِنِيْنَ اسم مؤنث ہونے کی صورت میں اس کے آخر میں، ات کا اضافہ ہوتا ہے، یعنی علامت مؤنث کو حذف کر کے، اگر پہلے سے موجود ہو جیسے مُسْلِمَةٌ سے مُسْلِمٌ پھر، مُسْلِمَاتٌ۔

Marfat.com

(ج)......جمع مکسر: یہ جمع کی ایسی قسم ہے جس کے بنانے کا کوئی خاص قاعدہ ر اصول نہیں، بلکہ یہ صرف سننے پر یا چند مخصوص اوزان پر آتی ہے اسے جمع مکسر کہا جاتا ہے اس لئے کہ اس میں واحد کی صورت ٹوٹ جاتی ہے مثال کے طور پر، رُسُلٌ، رَسُوْلٌ کی جمع ہے، یاد رہے! بہت سارے لفظوں کی تذکیر و تانیث، وحدت اور جمع غیر قیاسی ہوتی ہے گویا ان کا کوئی قاعدہ ر ضابطہ نہیں ہوتا، جس کی رو سے وہ بنیں، ایسے لفظوں کو ''سماعی'' کہا جاتا ہے جو اہلِ زبان سے سُنے گئے ہوں۔ مثال: خَلِيْفَةٌ واحد مذکر اس کی ۃ تانیث کی نہیں ہے اسی طریقہ سے سَنَةٌ (سال) جو مؤنث ہے اس کی جمع سِنُوْنَ آتی ہے (جو خلافِ قیاس ہے) اِمْرَاۃٌ کی جمع نِسَاءٌ آتی ہے اسی طرح سے اَرْضٌ مؤنث کا صیغہ ہے (جو بظاہر مذکر معلوم ہوتا ہے)۔

۵)......قیاسی اور سماعی الفاظ: جو الفاظ کسی قاعدہ کی رو سے بنائے جائیں انہیں قیاسی کہا جاتا ہے جو بغیر کسی کُلیہ کے یعنی اہلِ زبان کی گفتگو کے مطابق بولے جائیں انہیں سماعی کہا جاتا ہے۔

۶)......مرکبات: دو یا دو سے زائد کلمات باہم مل کر مرکب بنتے ہیں، مرکب کی دو اقسام ہیں۔

(ا) مرکب تام: مرکب تام وہ ہے جس میں کوئی بات پوری طور پر سمجھ میں آجائے مثال: اَللّٰهُ لَطِيْفٌ: اللہ باریک بین ہے، اَلرَّجُلُ حَسَنٌ: مرد حسین ہے۔

(ب) مرکب ناقص: مرکب ناقص وہ ہے جس میں بات پوری طور پر سمجھ میں نہ آسکے بلکہ وہ بات اُدھوری ہی رہے۔ مثال: رَجُلٌ حَسَنٌ (کوئی ایک خوبصورت مرد) مرکب ناقص کی کئی قسمیں ہیں پہلے کی صفت رخوبی بتائے۔ مثال: رَجُلٌ، صَالِحٌ، کوئی ایک نیک مرد، یہاں لفظ صَالِحٌ لفظ رَجُلٌ کی خوبی نیکی کا اظہار کرتا ہے۔ پہلے لفظ کو موصوف اور دوسرے کو صفت کہتے ہیں، یہ بات یاد رہے کہ اُردو میں عربی کے برعکس صِفت پہلے آتی ہے اور موصوف بعد میں آتا ہے۔ عَذَابٌ عَظِيْمٌ، بڑا ر شدید عذاب، اگر موصوف واحد استعمال ہو تو صفت بھی واحد ہوگی۔
مرکب اضافی وہ مرکب ہے جس کے دونوں جز واسم ہوں، اور پہلا دوسرے کی جانب منسوب ہو، اگر بزبان اردو ترجمہ کیا جائے تو بالعموم اس میں (کا، کے، کی) میں سے کوئی لفظ استعمال ہوتا ہے، مثال: رَسُوْلُ اللّٰهِ (اللہ کا رسول) اس میں پہلا لفظ رَسُوْلُ مُضاف ہے اور لفظ اَللّٰه مُضاف الیہ ہے عربی زبان میں مضاف پہلے آتا ہے اور بعد میں مضاف الیہ۔

۷)......اسمِ ضمیر: وہ اسم جو دوسرے اسم (ظاہر) کی جگہ آئے اس کو ضمیر کہا جاتا ہے مثال: يٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ (اے آدم تو اپنی اہلیہ کے ساتھ رہ) اس میں اَنْتَ (تو) اور كَ (تیری) ضمیریں ہیں، اور ان کا مرجع (یعنی جس کی طرف ضمیر لوٹے) اٰدَمُ ہے جو اسم ظاہر ہے۔
ضمیر کی دو قسمیں ہیں، (ا) منفصل جو فقرے میں بالکل الگ تھلگ مستعمل ہو جیسے، اَنْتَ، اُوپر کی مثال میں ملاحظہ فرمائیے۔ اَنْتَ وَزَوْجُكَ (ب) متصل، جو کسی اسم یا فعل کے ساتھ مل کر ایک کلمہ کی نوعیت اختیار کریں، جس طرح وَزَوْجُكَ میں كَ۔

۸)......اَسماءِ الاشارہ: اسم اشارہ سے مراد جن سے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جائے یہ دو قسم کے ہوتے ہیں، اشارہ قریب: یہ ایک کتاب ہے، هٰذَا كِتَابٌ اشارہ بعید کے لئے وہ کتاب ذٰلِكَ الْكِتَابُ ان دونوں مثالوں میں هٰذَا اور ذٰلِكَ اسماء اشارہ ہیں اور کتاب مشارٌ الیہ۔

۹)......اسم موصول: جس سے کسی خاص چیز کا پتہ چلتا ہو، اس کو اسم موصول کہا جاتا ہے، اور جس کا مفہوم اس کے بعد آنے والے جملہ سے پورا ہو، اس جملے کو اس کا صِلہ کہا جاتا ہے مثال: بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اس میں اَلَّذِيْنَ اسم موصول ہے اور اٰمَنُوْا اس کا صِلہ ہے۔

۱۰)......مادہ: عربی زبان میں حروف اصلی یا بنیادی حروف کو مادّہ کہا جاتا ہے یہ مختلف افعال اور اَسماء میں سے تین سے پانچ تک ہوتے ہیں تمام تر اسم مُشتق کے حروف اصلی اپنے صیغہ ماضی، (واحد غائب مذکر) سے پہچانے جاتے ہیں۔ مثال: ناصر اسم مشتق ہے، جس کا مادہ نصر، نَصَرَ سے ہے، جو درحقیقت صیغہ ماضی واحد مذکر غائب ہے، نَصَرَ اس نے مدد کی، نَاصِرٌ الف کے اضافے کے ساتھ اسمِ فاعل ہے۔ مصدر: یعنی جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا بغیر زمانے کے معلوم ہو، کسی بھی مادہ کے معانی کا صدور اس کے مصدر سے ہوتا ہے، مثال: عَبَدَ مادہ ہے جب کہ عِبَادَةٌ رعبادت کرنا، تَعْبِيْدٌ، غلام بنانا اس کے مصدر ہیں نصر مادہ ہے اور نَصْرٌ (مدد کرنا) مصدر ہے۔

۱۱)......فعل ماضی: فعل ماضی کے مختلف صیغوں کی تبدیلی ان حروف کی بناء پر ہوتی ہے، ا، و، ت، م، نا و تمن ماضی مطلق حروف کی گردان، یعنی جس

Marfat.com

کا فعل معلوم ہو، اس کو بالعموم حرف ماضی لکھا جاتا ہے فَعَلَ۔ اس ایک مرد نے کیا، واحد، غائب مذکر فَعَلَتْ اس عورت نے کیا، واحد غائب مؤنث، فَعَلْتَ تو ایک مرد نے کیا واحد مخاطب/حاضر مذکر، فَعَلْتِ، تو ایک عورت نے کیا، واحد، مخاطب/حاضر مؤنث، فَعَلْتُ۔ میں نے کیا، واحد متکلم مذکر و مؤنث، فَعَلْنَا ہم نے کیا، تثنیہ جمع، متکلم، مذکر مؤنث۔ ماضی مجہول: یعنی جس کا فاعل نہ معلوم ہو، ماضی کے پہلے حرف پر (ُ) پیش اور ماقبل آخر یعنی آخری سے پہلے پر (ِ) زیر لگانے سے ماضی معروف ماضی مجہول بن جاتا ہے جیسے فَعَلَ سے فُعِلَ۔

۱۲)...... فعل مضارع: اس میں حال اور مستقبل کے دونوں معنی آتے ہیں ماضی سے پہلے ی، ت، (الف)، ن لگا کر یا اس میں کچھ تبدیلی کر کے مضارع بنایا جاتا ہے، اور انہی کو علامتِ مضارع کہتے ہیں، مضارع معروف جس کا فاعل معلوم ہو، اس کو بھی عام طور پر حروف مضارع لکھا جاتا ہے۔ مثال: یَفْعَلُ/وہ کرتا ہے، کرے گا۔ واحد غائب مذکر، تَفْعَلُ وہ کرتی ہے، کرے گی، واحد غائب مؤنث اَفْعَلُ۔ میں کرتا ہوں، کرتی ہوں، /کروں گا، کروں گی، واحد، متکلم مذکر، مؤنث۔ مضارع مجہول: جس کا فاعل نہ معلوم ہو، مضارع معروف میں علامت مضارع کو (ُ) پیش اور ماقبل آخر کو (َ) زبر دینے سے مضارع مجہول بن جاتا ہے، یعنی یُفْعَلُ، مثال: یُعَلِّمُ/وہ سکھاتا ہے یُعَلَّمُ/وہ سکھایا جاتا ہے، یَقْبَلُ، وہ قبول کرتا ہے یُقْبَلُ وہ قبول کیا جاتا ہے۔

۱۳)...... فعل امر و نہی: امر کے معنی حکم کے ہیں فعل امر وہ ہے جس میں کسی کام دینے کا حکم ظاہر ہو، فعل نہی جس میں کسی کام سے روکا جائے۔ امر حاضر جس میں مخاطب کو حکم دیا جائے، فعل مضارع کی علامت ہٹا کر اس کی جگہ، ہمزۃ الوصل، یعنی وہ وصل کر کے پڑھنے میں نہیں آتا، مثال: وَانْصُرْ اس میں ''ا'' نہیں پڑھا جاتا، لکھا جاتا ہے، اور آخری حرف پر جزم آجاتا ہے، اِفْعَلْ تو ایک مرد کر، اِفْعَلِي تو ایک عورت کر، واحد مؤنث اِفْعَلَا/تم دو مرد کرو، اِفْعَلُوْا/تم سب مرد کرو، جمع مذکر، اِفْعَلْنَ/تم سب عورتیں کرو، جمع مؤنث۔ نہی حاضر: یعنی جس میں مخاطب کو کسی کام سے روکا جائے لَا تَفْعَلْ تو ایک مرد نہ کر واحد مذکر، لَا تَفْعَلِي تو ایک عورت نہ کر واحد مؤنث۔ لَا تَفْعَلَا تم دو مرد/دو عورتیں نہ کرو، تثنیہ مذکر، لَا تَفْعَلُوْا تم سب مرد نہ کرو، صیغہ جمع مذکر، لَا تَفْعَلْنَ تم سب عورتیں نہ کرو جمع مؤنث۔

۱۴)...... مُعرب و مَبنی: جن لفظوں کے آخر میں اعراب یا حروف بدلتے رہتے ہیں ان کو مُعرب کہا جاتا ہے، یہ اعراب اور حروف کا تبدیل ہونا قیاسی ہوتا ہے، جب کہ اس کے علاوہ جو لفظ ہیں ان کو مبنی کہا جاتا ہے۔ مثال: عِلْمٌ کو بعض مرتبہ جملے میں عِلْمًا لکھا جاتا ہے، رَحْمَةٌ یا رَحْمَةً وغیرہ اسم معرب ہیں۔

۱۵)...... فعل ماضی کی اقسام: ماضی کے شروع میں ''مَا'' لگا دینے سے ماضی منفی بنتا ہے۔ ماضی قریب: ماضی پر قَدْ اضافہ کر دینے سے اکثر ماضی قریب کے معنی ہو جاتے ہیں مثال: قَدْ جَآءَ، وہ آیا ہے۔ ماضی بعید کَانَ ماضی پر لگا دینے سے ماضی بعید ہو جاتا ہے، کَانَ ذَهَبَ، وہ گیا۔ ماضی استمراری کَانَ مضارع پر لگا دینے سے یہ ہو جاتا ہے، مثال: کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ، وہ کرتے تھے۔

۱۶)...... اسم مشتق و جامد: وہ اسم جو مادّہ و مصدر سے بنایا جائے، اسم مشتق کہلاتا ہے، جب کہ جامد وہ ہے جو کسی دوسرے لفظ سے نہ نکالا گیا ہو، بلکہ اپنا الگ مستقل وجود رکھتا ہو اسم مشتق کی حسب ذیل قسمیں ہیں۔

اسم فاعل: یہ اس ذات کو بتاتا ہے جو کام کرنے والا ہو، اسم مفعول: یعنی وہ ذات جس پر فعل واقع ہو، صفت مشبہ: یہ اسم اس ذات کو بتاتا ہے جس میں مصدری یا کوئی وصف پائیداری کے ساتھ پایا جائے۔ اسم تفضیل: اس ذات کو بتاتی ہے جس میں مصدری معنی اوروں کی نسبت زیادتی کے ساتھ پائے جائیں۔ اسم مبالغہ: جو کسی فعل میں کوئی خوبی، کثرت اور شدت کے ساتھ بتائے۔ اسم ظرفِ زماں، مکان۔ ظرف مکان وہ ہے جو وقوع فعل کی جگہ کو اور ظرف زماں وقوع فعل کے وقت کو بتاتا ہے۔ اسم آلہ: یہ اس آلہ کو بتاتا ہے جس سے کوئی کام لیا جائے۔ اسم صفت وہ ہے جس میں اسم فاعل اسم مفعول اور صفت مشبہ اسم تفضیل اور اسم مبالغہ موجود ہو۔

۱۷)...... کلمات الاستفهام: یعنی وہ حروف جن سے کوئی سوال یا چیز معلوم کی جائے۔ مَا، مَاذَا، اَیُّ، کَیْفَ، اَنّٰی۔

Marfat.com

حرفِ سخن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ

الحمدللہ چالیس برس سے قرآن حکیم میرے شب و روز کے فکر و نظر کا موضوع رہا ہے، اس کی ایک ایک سورت، ایک ایک مقام، ایک ایک آیت، ایک ایک لفظ پر میں نے غور و فکر کرنے کی کوشش کی ہے۔ وادیٔ علم میں قدم رکھنے کے بعد، مرحلوں پر مرحلے طے کئے ہیں، علومِ قرآن اور مضامینِ قرآن کے مباحث کا کوئی گوشہ نہیں، جس کی طرف سے حتی الوسیع ذہن نے تغافل اور جستجو نے تساہُل کیا ہو، علم و نظر کی راہوں میں آج کل علمی سفر، قدیم و جدید کے عنوانات میں قدرے مشکلات کا باعث ہے بہرنوع قرآن کا علم ایک وسیع مطالعہ اور فلسفہ زندگی کا آئینہ دار ہے اور مجھ جیسے طالب علم کے لئے یہ منزل طے کرنا ایک سعادت بابرکت ہے، علم کا ذوق و شوق، قرآن فہمی سے لگاؤ، نے اس جذبہ کو حوصلہ دیا۔

اس تمام عرصے کی جستجو و طلب کے بعد، قرآن مجید، فرقانِ حمید کو جیسا کچھ، جتنا کچھ، سمجھنے کی اللہ تعالیٰ نے صلاحیت و توفیق بخشی، اس کتاب کے صفحات پر پھیلا دیا ہے۔

میرا واحد مقصد یہ ہے کہ ایک عام مسلمان، قرآن اور اس کی آیات کا مفہوم خود سمجھ سکے اور تعلیماتِ قرآن سے وہی نتیجہ اخذ کرے جو قرآن کا مُدّعا ہے۔

اس کلامِ پاک کے تراجم، تفاسیر اور علوم کے ہر ہر پہلو پر، ہر زبان میں قیامت تک کام ہوتا رہے گا، انشاءاللہ تعالیٰ۔

بے شک کون نہیں جانتا، قرآن کی تلاوت بھی کارِ ثواب ہے، اُس کی تلاوت آنکھوں کا نُور، دلوں کی فرحت و شادابی، چین و سکون، راحت ہے۔ لیکن اصل بات تو قرآن کو سمجھنا، اس کے لفظ میں چھپے ہوئے وسیع و عمیق معنوں پر غور کرنا، اور اس میں بیان کی گئی ابدی ہدایت کی روشنی میں دینی و دنیوی زندگی بسر کرنا ہے۔ میں نے تفسیرِ عزیزی اُن عام پڑھے لکھے لوگوں کے لئے ترتیب دی ہے جو قرآنی تعلیمات سے منوّر ہو کر اپنے آپ کو صراطِ مستقیم پر لانا چاہتے ہیں، لیکن انہیں قرآن سے استفادہ کرنا نہیں آتا۔

ہر موضوع میں، آیاتِ مبارکہ اور ان کا ترجمہ، معنی اور مفہوم آپ کے زیرِ مطالعہ ہے۔ تفسیرِ عزیزی کی مدد سے ایک مسلمان کا بھی، قرآن حکیم سے قلبی لگاؤ اور حقیقی رابطہ پیدا ہو گیا اور وہ روحِ قرآن کے قریب سے قریب تر آ گیا تو یہ بات میرے لئے باعثِ طمانیتِ قلب ہو گی اور میں یہ سمجھ لوں گا کہ میری بخشش کا سامان ہو گیا۔

ایک عام آدمی کی ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مطالبِ آیات کو عام فہم، اُسلوبِ نگارش میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہی

Marfat.com

وجہ ہے کہ اس میں نہ تفسیر کی باریکیاں ہیں نہ تفصیلی مباحث، بلکہ اختصار کے ساتھ، قرآن فہمی کے لئے ایک ترغیب ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک ہم قرآن اور حدیث پر عمل نہ کریں، نہ تو ہماری دنیا سنور سکتی ہے اور نہ آخرت! بغیر قرآن اور حدیث کے ہم بھٹکتے ہی رہیں گے۔

مجھے بار بار، بلکہ ہزار بار اعتراف ہے کہ میری مساعی میری اپنی حیثیت سے بہت بڑی ہے۔ اس لئے کہ قرآن کی تشریح، توضیح اور تفہیم پر قلم اٹھانا کارِ طفلاں تو نہیں، لیکن والدین کی خواہش اور اُن کے حکم کے مطابق، اس بارِ گراں کو اٹھانے پر مجبور ہوا، حالانکہ ہمت ساتھ نہیں دے رہی تھی، تاہم تائید غیبی سے حوصلہ ہوا۔

اگر میرے سامنے ہمارے متقدمین کی تفاسیر و تشریحات نہ ہوتیں، جن کی قرآنی خدمت ہمارے لئے علمی خزانہ ہے جنہوں نے قرآن کی ہر زاویہ سے تشریح کی، زیرِ نظر مختصر تشریح و توضیح، انہیں علمائے کرام اور مُفسّرین کی خوشہ چینی ہے۔

اگرچہ اس میں کوئی خوبی پائی جائے، تو یہ انہیں اکابرینِ ملّت کا طفیل اور تحفہ ہے اور اگر کوئی کمی یا خامی پائی جائے تو یہ میری اپنی کم علمی اور کم مایگی کا نتیجہ ہے۔

باوجود احتیاط کے، اگر کوئی غلطی، اظہارِ بیان، مفہوم و معنیٰ اور مطالب میں ہوگئی ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتا ہوں۔

باوجود احتیاط کے بشری تقصیر کی وجہ سے ترجمہ قرآن اور تشریح میں بھی غلطی، کوتاہی اور نقص کا بھی امکان باقی رہتا ہے، اس بناء پر اہلِ دانش اور اربابِ ذی علم سے میری درخواست ہے کہ انہیں اس ترجمہ، تشریح و توضیحات، معنیٰ و مفہوم میں کوئی فروگزاشت نظر آئے، تو ضرور مُطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اِن اَستدراکات سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

آخر میں جناب انور صاحب اور محمد جاوید اقبال صاحب اور مولانا محمد شفیق صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے ذریعہ سے یہ کتاب منظرِ عام پر آئی، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور ہر پریشانی سے نجات دے۔

دعا فرمایئے، اللہ میری اس کاوش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور تفسیرِ عزیزی کی اشاعت کا ثواب میرے والدین کے اعمال میں ثبت فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

احقر العباد

محمد لقیط خان عفی عنہ

۱۹ ررمضان المبارک ۱۴۲۳ھ

یوم پیر

۱۸/۹۲۷ سمن آباد، فیڈرل بی ایریا کراچی، پاکستان

Marfat.com

حرفِ چند

نام	:	محمد لقیط خان
ولدیت	:	مولوی عبدالبسیط خانؒ
جائے پیدائش	:	حیدرآباد دکن
وطن	:	کوٹ، فتح پور ہسوہ، یوپی، ہندوستان
تعلیم	:	ایم بی اے۔ ایم اے۔ ایل ایل بی
فیضِ تربیت	:	حضرت مولانا مطلوب الرحمٰنؒ برادر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

خطیب و جنرل سیکریٹری مسجد اعظم، سی ایریا، لیاقت آباد کراچی، ناظم تعلیمات (جامعہ مدرسہ نور القرآن لیاقت آباد، کراچی)

تفسیر عزیزی

از محمد لقیط خاں

- (۱) پارہ تیس (۳۰)......عَمَّ
- (۲) پارہ اوّل (۱)......الٓمٓ
- (۳) پارہ دوئم (۲)......سَیَقُولُ
- (۴) پارہ سوئم (۳)......تِلْكَ الرُّسُلُ
- (۵) پارہ چہارم (۴)......لَنْ تَنَالُوا
- (۶) پارہ پانچ (۵)......وَالْمُحْصَنٰتُ
- (۷) پارہ چھ (۶)......لَايُحِبُّ اللّٰهُ
- (۸) پارہ سات (۷)......وَاِذَا سَمِعُوا
- (۹) پارہ آٹھ (۸)......وَلَوْاَنَّنَا
- (۱۰) پارہ نو (۹)......قَالَ الْمَلَاُ

تقسیم کنندگان سے طلب فرمائیے

پارہ (۱۰) وَاعْلَمُوْا..................(زیرِ طبع)

ادارہ نشریات ولی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا اُنکے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

سورہ محمد آیت ۲۴ (القرآن الحکیم)

تفسیر عزیزی

پارہ (۹) قال الملأ

محمد لقیط خان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالها

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (اُنکے) دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

سورہ محمد آیت ۲۴ القرآن الحکیم

تفسیرِ عزیزی

پارہ (۱۰) وَاعلَمُوآ

محمد لقیط خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم نے آسان کیا، قرآن سمجھنے کے لئے
سو ہے کوئی جو سوچے سمجھے۔ (القرآن)

تفسیر عزیزی

پارہ (۱۰) وَاعْلَمُوْا

آسان ترجمہ، بمعہ ضروری توضیح اور تشریحات کے ساتھ

*

ذوقِ قرآن فہمی اُجاگر کرنے کی سمت ایک کوشش

از

مُحمّد لقیط خان

ادارۂ نشریاتِ ولی

18/927 مؤمن آباد، فیڈرل بی ایریا۔ کراچی

فون: 021-36360656

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

طبع اوّل ...... اپریل ۲۰۱۱ء جمادی الاول ۱۴۳۲ھ

تعداد ...... ایک ہزار

سرورق ...... رشید شاہد

باہتمام ...... سلمان نشیط، عدنان لطیف وبرادران

تعاون ...... محمد طیّب

کمپوزنگ... محمد جاوید اقبال ثاقب

مطبع ...... گلبدین پریس کراچی

ہدیہ ...... ۱۵۰ / ایک سو پچاس روپے صرف

ویب سائٹ...... www.Tafseer-e-azizi.com

تقسیم کنندگان

- ☆ احمد بک سینٹر اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۲۳۴۸۷
- ☆ ویلکم بک پورٹ اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۹۵۸۱۔۲۶۳۳۱۵۱
- ☆ فضلی بک سپر مارکیٹ اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۲۹۷۲۰۔۵
- ☆ رحمٰن بک ہاؤس اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۶۶۷۵۱
- ☆ دارالاشاعت اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۱۸۶۱۔۲۲۱۳۷۶۸
- ☆ علمی کتاب گھر اُردو بازار کراچی فون:
- ☆ فرید پبلشرز اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۲۰۰۵۷
- ☆ البلال بک سینٹر اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۲۶۶۴
- ☆ البدر بک کارنر اُردو بازار کراچی فون معرفت: ۲۶۳۴۱۴۰
- ☆ ہلال نیوز ایجنسی، ریگل صدر کراچی
- ☆ مکتبہ رحمانیہ اُردو بازار لاہور فون: ۷۲۲۱۳۹۵۔۷۲۲۴۲۲۸
- ☆ جہانگیر بک ڈپو اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۶۵۰۸۶

Marfat.com

فہرست مضامین

مضامین آیاتِ مُبارکہ پارہ (۱۰) وَاعْلَمُوْا

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	سُوْرَةُ الْاَنْفَال (۸) آیت ۴۱ تا ۷۵	
۴۱	جان رکھو جو مالِ غنیمت حاصل کرو! اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول ﷺ کا اور باقی رشتہ داروں کا اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا اگر تم ایمان رکھتے ہو، ہم نے واضح کر دیا کہ اسلام حق ہے کُفر و شرک باطل ہے جب کہ دونوں لشکروں میں مُڈبھیڑ ہوئی اللہ ہر شئے پر قادر ہے۔	۱۳
۴۲	جبکہ تم وادی کے قریبی کنارے پر تھے اور دشمن دور والے کنارے پر تھے، قافلہ تم سے نیچے اُتر گیا تھا، تم دونوں باہم جنگ کا وعدہ کرتے تو دونوں میعاد مقرّرہ سے پہلو تہی کرتے، اللہ نے وہ کام کر دیا جو اُسے منظور تھا یعنی حق کو باطل پر غالب کر دیا، تاکہ کافروں پر حُجت تمام ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔	۱۳
۴۳	رسول اللہ ﷺ کے اُس خواب کی طرف اشارہ ہے جو غزوۂ بدر میں کافروں کی فوج کی تعداد کم دکھائی اگر زیادہ تعداد دکھائی جاتی تو مسلمانوں کا حوصلہ پست ہو جاتا، معاملہ میں اختلاف رائے پیدا ہوتا، اللہ نے بچا لیا، اللہ تعالیٰ دِلوں کے راز تک جانتا ہے۔	۱۳
۴۴	جب تم دشمن سے ملے تو تمہیں دشمن کی تعداد کم دکھائی دی اور دشمن کی نگاہوں میں تمہیں کم کر کے دکھایا تاکہ وہ کام سرانجام پائے جس کا ہونا مقدر تھا تو معاملات تو باری تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔	۱۳
۴۵	اہلِ ایمان کو مقابلے میں ثابت قدم رہنا چاہیے، بکثرت اللہ کا ذکر کرو تاکہ کامرانی حاصل رہے۔	۱۷
۴۶	اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کو اپنا شعار بناؤ آپس میں اختلاف نہ رکھو! ورنہ کم ہمت ر بزدل ہو جاؤ گے، صبر کا دامن تھام لو! اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔	۱۷
۴۷	اُن لوگوں کی مانند نہ ہو جانا، جو اپنے گھروں سے اَتراتے ہوئے اور لوگوں کو شان دکھلاتے ہوئے نکلتے ہیں جو کچھ وہ رکرر ہے ہیں باری تعالیٰ سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔	۱۷
۴۸	شیطان مُشرکوں کے بد اعمال کو زینت دار اور پُر خوشنما دکھا رہا تھا اور اس نے کہا کہ میں تمہارا مددگار ہوں تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا! جب دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا تو وہ اُلٹے پاؤں بھاگ گیا یہ کہہ کر کہ میرا اور تمہارا کوئی واسطہ رتعلق نہیں! میں جو کچھ دیکھتا ہوں وہ تم نہیں دیکھتے، اللہ سے ڈر لگتا ہے، اللہ سخت پاداش دینے والا ہے۔	۱۷
۴۹	مُنافقین اور یہودیوں کے دِلوں میں بیماری ہے وہ کہا کرتے تھے مسلمانون کو اُن کے دین نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اگر کوئی اللہ پر توکّل رکھے تو باری تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔	۲۰
۵۰	کاش آپ دیکھ پاتے، جب فرشتے کافروں کی رُوح قبض کرتے ہیں، اُن کے چہرے اور پشتوں پر ضرب لگاتے اور کہے جاتے ہیں کہ جلانے والے رجہنّم کے عذاب کا مزّہ چکھو۔	۲۰

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
۵۱	یہ تمہاری بداعمالی کا صلہ/انجام ہے اللہ تعالیٰ بندے پر ذرّا بھر بھی ظلم نہیں کرتا!۔	۲۰
۵۲	ان کافروں کا معاملہ بھی اہلِ فرعون جیسا ہے، اُنہوں نے اللہ کی آیات کی تکذیب کی، اللہ نے اُنہیں گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا، اللہ سخت عذاب رسزا دینے والا ہے۔	۲۰
۵۳	اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کسی قوم کو نعمت سے سرفراز فرمائے تو وہ اُس نعمت کو اس وقت تک بدل نہیں کرتا جب تک وہ قوم، خود ہی اپنے طرزِ عمل کو بدل نہیں دیتی، اللہ سُننے والا جاننے والا ہے۔	۲۰
۵۴	آلِ فرعون اور اس کے پہلے گزرنے والے لوگوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا، سرکشی کے سبب ان ظالموں کو گناہ کی پاداش میں ہلاک کیا گیا، قومِ فرعون کو غرقِ آب کیا گیا، یہ تمام لوگ ظالم تھے۔	۲۴
۵۵	بدترین جانور رچوپائے وہ لوگ ہیں، جنہوں نے حق کا انکار کیا اور ایمان لانے پر آمادہ نہیں ہوئے۔	۲۴
۵۶	جن لوگوں ریعنی یہودیوں نے آپ ﷺ سے صلح کا وعدہ کیا تھا، وہ ہر میثاقِ عہد توڑتے رہے اور بدعہدی کے وبال سے خوف نہیں کھائے۔	۲۴
۵۷	ایسے عہد شکن لوگوں کو میدانِ کارزار میں آپ ﷺ کے ذریعہ اُنہیں ایسی سخت سزا دی جائے کہ دیگر کافر/مشرکینِ مکہ کے بھی ہوش ٹھکانے ہوں رعبرت ناک سزا ہو!۔	۲۴
۵۸	اگر آپ ﷺ کو کسی قوم سے بدعہدی کا اندیشہ لاحق ہو تو ان کا عہد فسق کر کے اُن کے آگے پھینک دو، باری تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔	۲۴
۵۹	کافر کو ہرگز گمان نہ گزرے کہ وہ بازی لے جائیں گے وہ اللہ کی گرفت سے کیونکر بچ سکتے ہیں؟۔	۲۷
۶۰	جس حد تک ممکن ہو سکے، کُفّار سے مقابلہ کے لئے قُوت کے ساتھ تیار رہو!، تاکہ تم اللہ اور اعدائے اسلام اور دوسرے دشمنوں کو خوفزدہ کر سکو! تم نہیں جانتے اللہ اُنہیں جانتا ہے، اللہ کی راہ میں صَرف کرنے سے کمی نہیں ہوگی!۔	۲۷
۶۱	اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ ﷺ بھی اللہ پر توکل کرتے ہوئے صُلح کرنے پر آمادگی ظاہر کریں اللہ تعالیٰ سب کچھ سُننے والا، جاننے والا ہے۔	۲۷
۶۲	اگر وہ دھوکہ رفریب رآپ ﷺ کو دینے کا ارادہ رکھتے ہوں تو آپ ﷺ کے لیے اللہ ہی کافی ہے جس نے اپنی نصرت اور مؤمنوں کے ذریعہ آپ کی تائید اور حمایت کی۔	۲۷
۶۳	اُسی نے اُن کے قلب کو باہم جوڑا، اگر زمین میں جو کچھ ہے اگر آپ ﷺ اُسے صرف کر ڈالتے تو بھی اُن کے دِل میں باہم اُلفت پیدا نہ کر سکتے تھے، اللہ تعالیٰ نے سب کو جوڑ دیا، اللہ سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔	۲۷
۶۴	رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے باری تعالیٰ کا، آپ ﷺ کے لیے اور اہلِ ایمان کے لیے جو ربّ کے حکم پر عمل کرتے ہیں انہیں اللہ ہی کافی ہے۔	۲۷
۶۵	اے نبی ﷺ! ایمان والوں کو جہاد پر اُبھارے، ان میں سے (۲۰) بیس افراد بھی صبر واستقامت کا پیکر بن گئے تو دوسو پر غلبہ پائیں گے اگر ایک سو ہوں گے تو ایک ہزار پر غالب رہیں گے، کیونکہ کافر سمجھ بوجھ نہیں رکھتے!۔	۳۲
۶۶	اب اللہ تعالیٰ نے تمہارے بوجھ میں تخفیف کر دی، وہ جانتا ہے تم میں ناتوانی ہے اگر تم میں سے سو (۱۰۰) صابر ہوں گے تو (۲۰۰) دوسو پر غالب آئیں گے اور اگر ایک ہزار ہوں تو بحکمِ ربّی دو ہزار پر غالب آئیں گے، اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔	۳۲

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
۶۷	نبی ﷺ کے لئے یہ مناسب نہیں کہ جنگی قیدی اس کے پاس آئیں جب تک کہ ملک میں کفار کو اچھی طرح قتل نہ کر دیا گیا ہو، مسلمانو! تم دنیا کے مال کے طلبگار ہو اور اللہ تمہارے لئے آخرت چاہتا ہے، اللہ ہی غالب اور حکمت والا ہے۔	۳۲
۶۸	اگر پہلے سے اللہ کا حکم نہ لکھا جاتا تو جو کچھ مالِ غنیمت رفدیہ تم نے لیا ہے اس پر ایک عظیم سزا آجاتی۔	۳۲
۶۹	پس جو کچھ پاکیزہ غنیمت تم نے پالیا ہے اسے تم کھا سکتے ہو! اللہ سے ڈرتے رہو! اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔	۳۲
۷۰	غزوۂ بدر کے کچھ قیدیوں کا خیال تھا کہ ہمیں مجبور کر کے لایا گیا ہے، ہمارا ارادہ جنگ کا نہ تھا اے نبی ﷺ! ان سے کہہ دیجئے اگر اللہ تمہارے دلوں میں نیک نیتی دیکھے گا تو جو کچھ مال چھن چکا ہے اس سے اچھا عطا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردے گا وہ مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔	۳۶
۷۱	یہ اگر آپ ﷺ سے بے عہدی کا ارتکاب کریں تو اس سے قبل بھی اللہ سے خیانت کر چکے ہیں جس کی سزا یہ ملی کہ وہ آپ کے قبضہ میں آگئے۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔	۳۶
۷۲	ایمان لانے والے، ہجرت کرنے والے، جہاد کرنے والے اور جنہوں نے مہاجرین کو پناہ دی وہ باہم دوست ہیں وہ لوگ جو ایمان تو لائے لیکن ہجرت نہیں کی تمہارا ان سے ولایت کا کوئی تعلق نہیں جب تک وہ ہجرت نہ کرلیں، البتہ دین کے بارے میں مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرنا لازم ہے مگر یہ تعاون کسی ایسی قوم کے ساتھ ہو جن کے ساتھ تمہارا میثاق رعہد ہوا ہو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔	۳۶
۷۳	اور جو کافر ہیں وہ تو ایک دوسرے کے دوست ر وارث ہیں اگر تم بھی باہم ایسا نہ کرو گے ایفائے عہد پر کار بند نہ ہوں گے تو ملک میں فتنہ ہوگا اور فساد ہوگا۔	۳۶
۷۴	اہلِ حق! اہلِ ایمان اور ہجرت کرنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے، اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی، یہی لوگ سچے مؤمن ہیں ان کے لیے عزّت کا رزق اور بخشش ہے۔	۳۶
۷۵	اور جو لوگ ہجرت نبوی کے بعد ایمان لائے اور پھر ہجرت کر کے آگئے آپ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد میں شرکت کی، وہ بھی تم میں شامل ہیں ورنہ تقسیم میراث میں تو رشتہ دار ہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔	۳۷
	سورۃ التوبۃ (۹) آیت ۱ تا ۹۳	۴۲
	سورۃ توبہ مدنی ہے اور اس میں ایک سو انتیس آیات اور سولہ (۱۶) رکوع ہیں	
	سورۃ توبہ پر بسم اللہ نہیں لکھی گئی یہ ایمائے باری تعالیٰ سے ہوا ہے۔	
۱	جن مشرکوں سے معاہدے رکھے گئے تھے اب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلانِ برأت ہے۔	۴۲
۲	مشرکو تم زمین میں چار ماہ تک چل پھر لو! اور جان لو! تم اللہ کے قابو سے باہر نہیں جاسکتے! اللہ کی طرف سے کافروں کی رسوائی ہے۔	۴۲
۳	یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے حجِ اکبر کے دن، لوگوں میں اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بری الذمہ ہے، توبہ کرنا تمہارے حق میں بہتر ہے، اگر اعراض کرو گے تم اللہ کو ہرا نہیں سکتے، ان کافروں کو ایک دردناک	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین متن	صفحہ نمبر
	عذاب کی نوید سنا دیجیے۔	۴۲
۴	جن مُشرکوں سے میثاقِ عہد ہوا اُنہوں نے وہ عہد نہیں توڑا اور نہ ہی تمہارے خلاف کسی کی مدد کی، تو تم بھی اُن کے معاہدے کی میعاد اُن کے ساتھ پوری کرو، اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو پسند کرتا ہے۔	۴۲
۵	حُرمت کے چار ماہ گذر جانے کے بعد تو ان مُشرکون کو جہاں پاؤ قتل کرو، ان کا محاصرہ کرو، اُنہیں پکڑو! اور ان کی تاک میں ہر گھاٹی پر بیٹھو! اگر توبہ کریں، پابند صوم وصلوٰۃ ہوجائیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کی جان چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ درگذر کرنے والا اور مہربان ہے۔	۴۲
۶	اگر کوئی مُشرک امان کا طلب گار ہے تو اس کو امان دے دو! تا کہ اطمینان کے ساتھ وہ اللہ کا کلام سُن سکے، پھر اسے امن کی جگہ پہنچا دو دراصل اُن کو اللہ کی باتوں کا علم نہیں!۔	۴۳
۷	مُشرکوں کا عہد، اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کیونکر مُعتبر ہوسکتا ہے، ماسوائے اُن کے جنہوں نے عہد وپیمان مسجد حرام کے پاس کیا ہے! یہ رعایت اس لئے دی جارہی ہے کہ مُشرک کے لیے اتمام حُجّت کا کوئی عُذر باقی نہ رہے وہ وعدہ نبھائیں تو تم بھی اُن کے ساتھ سیدھے رہو، اللہ اہلِ تقویٰ سے محبت رکھتا ہے۔	۴۸
۸	مُشرکین کا کیا اعتبار! اگر یہ تم پر غلبہ پائیں تو تمہارے معاملے میں نہ کسی قرابت داری کا لحاظ کریں گے اور نہ اپنے میثاقِ عہد کا، وہ صرف باتوں ہی سے مطمئن کرنا چاہتے ہیں اُن کے دل تمہاری بات تسلیم کرتے تمہاری، ان میں اکثر بدعہد ہیں۔	۴۸
۹	اُنہوں نے آیاتِ ربانی کو تھوڑے سے دام پر فروخت کردیا اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روک دیا یہ جو کچھ کررہے ہیں یہ بہت ہی بُرا عمل ہے۔	۴۸
۱۰	کسی اہلِ ایمان کے معاملے میں نہ اُنہیں کسی قرابت دار کا لحاظ ہے اور نہ کسی عہد کا، وہ شر میں آگے بڑھ گئے ہیں۔	۴۸
۱۱	یہ ظالم ہیں اگر توبہ کرلیں، نماز کا اہتمام کریں اور ادائیگی زکوٰۃ کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں، ہم تو جاننے والوں کے لئے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کررہے ہیں۔	۴۸
۱۲	اگر وہ عہد کرکے اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں نیش زنی کریں تو کُفر کے علمبرداروں سے لڑائی کرو، کیونکہ اُن کے قول وقرار اور قسم کا کوئی اعتبار نہیں! ان سے جنگ ضروری ہے، ممکن ہے اس طرح وہ باز آجائیں!	۵۲
۱۳	جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑا، رسول اللہ ﷺ کو مکّہ سے نکالنے کی جسارت کی، آغازِ جنگ بھی اُنہوں نے کیا، کیا تم ان سے ڈرتے ہو! اصل ڈرنے کا حق دار تو اللہ ہے اگر تم مؤمن ہو تو صرف اللہ سے ڈرو!	۵۲
۱۴	تم دوسرے لوگوں سے خوف کھانے کے بجائے صرف اللہ سے ڈرا کرو، اللہ تمہارے ہاتھوں اُنہیں عذاب دے گا، اُنہیں رُسوا وذلیل کرے گا، تم ان پر غلبہ پاؤ گے اور اہلِ ایمان کو طمانیت قلب دے گا۔	۵۲
۱۵	اُن کے دلوں کا غم وغُصّہ دُور کرے گا، جس کو چاہے گا، اس کو توبہ کی توفیق بھی عطا کرے گا، حق سبحانہٗ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔	۵۲
۱۶	کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے! حالانکہ ابھی تک اس نے تمہیں پوری آزمائش میں مبتلا کیا ہی نہیں! اللہ نے ابھی تک یہ معلوم ہی نہیں کہ کیا کون مجاہد ہے، اللہ اور اس کے رسول کے اور	

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	اہلِ ایمان کے سوا کسی کو اپنا ولی رفیق نہیں بنایا، اللہ اس سے واقف ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔	۵۲
۱۷	مُشرکوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کی مساجد آباد کریں وہ تو اپنے کُفر کے خود شاہد ہیں، ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے! وہ ہمیشہ جہنّم میں رہیں گے۔	۵۶
۱۸	اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا تو اس کا کام رذمہ داری ہے جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر یقین رکھے، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے، نماز ادا کرے زکوٰۃ دے، تو توقع کی جاتی ہے کہ ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔	۵۶
۱۹	کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے، مسجد حرام آباد کرنے کو ان لوگوں کے عمل کے برابر سمجھ لیا ہے جو اللہ پر، آخرت پر ایمان لے آئے اور راہِ خدا میں جہاد کرے۔ یہ باہم مساوی نہیں! اللہ ظالموں کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا!۔	۵۶
۲۰	ایمان لانے والے، ہجرت کرنے والے، اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنیوالے اللہ کے نزدیک ان کا بڑا رُتبہ ہے اور ایسے ہی لوگ کامیاب اور کامرانی پانے والے ہیں۔	۵۶
۲۱	اُن کا ربّ ان کو اپنی رحمت کی نوید دیتا ہے اُن کے لیے ایسے باغات ہیں جس میں اَبدی نعمتیں ہیں۔	۵۶
۲۲	اہلِ ایمان کو چاہئے کہ اپنے بھائی، باپ کو اپنا رفیق نہ بنائیں، اگر کُفر ان کو عزیز ہے تو! جو لوگ ایمان کو کُفر پر ترجیح دیتے ہیں وہی ظالم ہیں۔	۵۹
۲۳	وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے اللہ کے یہاں ان کے لئے بڑا اَجر ہے۔	۵۹
۲۴	اے حبیب ﷺ! آپ مسلمانوں کو بتا دیجئے کہ تمہارے باپ، بیٹے، قریبی اعزاء اور خاندان کے لوگ اور وہ مال جو تم نے کمایا ہے اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے رکساد بازاری کا تمہیں اندیشہ ہے	
	اور وہ مکانات جو تم نے تعمیر کئے ہیں یہ سب چیزیں تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آجائے۔ اللہ نافرمانوں کو راہِ ہدایت نہیں دکھاتا۔	۵۹
۲۵	بہت سے موقعوں پر اللہ نے تمہیں فتح دی غزوۂ حُنین والے دن بھی تمہاری مدد کی، جب کہ تم اپنی کثرت پر نازاں تھے، وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت رکشادگی کے باوجود تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ دکھا کر بھاگ گئے۔	۶۳
۲۶	پھر اللہ نے اپنے رسول اور اہلِ ایمان پر تسکین نظر رسکینت نازل کی، نہ نظر آنے والے لشکر اُتار کر مدد کی اور کافروں کو شکست دی، یہی کافروں کا بدلہ ہے۔	۶۳
۲۷	اللہ جسے چاہتا ہے توبہ کی توفیق دیتا ہے اللہ ہی بخشش اور مہربانی کرنے والا ہے۔	۶۳
۲۸	اس سال کے بعد مُشرکوں کا مسجد حرام میں داخلہ ممنوع قرار پایا؛ اگر تمہیں مُفلسی کا خوف لاحق ہے تو اللہ تمہیں جلد ہی اپنے فضل سے غنی کردے گا، اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔	۶۳
۲۹	جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان چیزوں کو حرام نہیں جانتے جن کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا تو ایسے اہلِ کتاب سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے فدیہ ادا کریں اور ماتحت بن کر زندگی گذارنے پر راضی ہوں۔	۶۳
۳۰	یہود کا کہنا ہے ''عزیر اللہ کا بیٹا ہے'' نصاریٰ کا کہنا ہے ''مسیح اللہ کا بیٹا ہے'' یہ تو ان کی باتیں ہیں آگے منکرین کی بھی یہ بات نقل کرنے لگے، اللہ اُنہیں	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	غارت کرے، ان کی عقل تو اُلٹی ہوتی جارہی ہے۔	۶۹
۳۱	ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر، معاذ اللہ! علماء اور مشائخ کو بھی اللہ کا درجہ دے دیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی، جب کہ اُنہیں صرف ایک ہی معبود کی عبادت کا حکم ملا تھا ربّ/اللہ ان چیزوں سے پاک ہے، جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔	۶۹
۳۲	وہ تو یہ خواہش رکھتے ہیں کہ اللہ کے نُور کو اپنی پھونکوں سے گُل کردیں اور اللہ کا اٹل فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نُور کو پورا کرکے رہے گا خواہ یہ بات کافروں پر کتنی ہی گراں گذرے۔	۶۹
۳۳	اللہ نے رسول کو دینِ حق اور ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اس دین کو سب ادیان پر برتری حاصل رہے، خواہ یہ بات مُشرکوں کو کتنی ہی ناگوار لگے۔	۶۹
۳۴	اہلِ ایمان! یہ جان لو کہ یہود کے سردار، عالم اور درویش لوگوں کا مال باطل طریقے سے ہڑپ کرجاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں، سونا چاندی اکٹھا کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے! اے حبیب ﷺ! آپ اُنہیں ایک دردناک عذاب کی نوید سُنا دیجئے۔	۷۳
۳۵	جس دن سونے اور چاندی کو آتشِ دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیوں، اُن کے پہلو ماتھے اور اُن کے پشت کو داغا جائے گا اور پھر ندا دی جائے گی یہ ہے وہ خزانہ/ذخیرہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا، اب اپنی اکٹھا کی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔	۷۳
۳۶	جس دن سے آسمان وزمین کی تخلیق ہوئی، زمانہ کی گردش کے لئے بارہ ماہ کی گنتی مختص ہے، ان میں سے چار مہینے حُرمت والے ہیں یہی درست دین ہے، ان مہینوں میں قتل ناحق سے اپنے پر ظلم نہ کرو	

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	مُشرکوں سے جنگ کرو جس طرح وہ تم سے لڑتے ہیں اللہ تقویٰ والے لوگوں کے ساتھ ہے۔	۷۳
۳۷	رسمِ جاہلیت کیسی! یعنی مہینوں کو پیچھے ہٹا دینا، کُفر میں مزید ایک اضافہ ہے جس سے کافر گُمراہی کا شکار ہوتے ہیں یہ ایک برس میں کسی مہینے کو حلال کرلیتے ہیں اور دوسرے سال وہی ماہ حرام کرلیتے ہیں اپنی خواہش کے لیے کسی مہینے کو حلال، کسی ماہ کو حرام کرنا غلط طریقۂ عمل ہے، جس کو باری تعالیٰ نے امن کے مہینے قرار دیا وہی درحقیقت حلال ہیں۔ اللہ کُفّار کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔	۷۳
۳۸	اے اہلِ ایمان! آخر تمہیں کیا ہوگیا ہے! جب تمہیں راہِ جہاد میں نکلنے کو کہا جاتا ہے تو تم تغافل کیوں کرتے ہو! کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیائے رنگ وبُو کی زندگی کو پسند کرلیا ہے، آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگانی کا فائدہ بالکل ہیچ ہے۔	۷۷
۳۹	اگر جہاد کے لیے نہ اُٹھو گے تو اللہ تمہیں دردناک سزا دے گا! اور تمہاری جگہ دوسرے لوگ لے آئے گا، اللہ ہر شے پر قادر ہے۔	۷۷
۴۰	اگر تم اللہ کے رسول ﷺ کی مدد نہ کروگے تو کوئی پرواہ نہیں! اللہ نے ان کی مدد اِس وقت بھی کی جب کُفّار نے اُنہیں مکہ سے نکال دیا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، تیسرا ان کے ساتھ اللہ تھا، اور وہ دونوں میں سے دوسرا (غارِ ثور) میں اپنے ہمدم سے کہہ رہا تھا ''غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے'' اللہ نے اپنی طرف سے سکونِ قلب عطا کیا اور ایسے لشکروں سے ان کی مدد کی جو دکھائی نہیں دیتے تھے، کافروں کی بات کو سرنگوں کردیا اور اللہ کا کلمہ ہی بلند رہا، اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔	۷۷
۴۱	اللہ کا حکم آنے پر اپنے مال وجان سے جہاد پر نکل	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	پڑو ، اگرچہ سازوسامان ہلکے ہو یا بوجھل ، یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جانو رسمجھو!۔	۸۲
۴۲	سفر آسان ہوتا تو یہ منافقین آپ کے ساتھ ہو لیتے ، مگر مسافت کی دُوری سے اُن کی منزل کٹھن ہوگئی ، یہ لوگ اپنے آپ کو خود ہلاکت میں ڈال رہے ہیں ، یہ لوگ جھوٹے ہیں ، اللہ جانتا ہے۔	۸۲
۴۳	اے نبی ﷺ! اللہ آپ کو معاف کرے ، آپ نے اِن کو اجازت کیوں دی ، تاوقت کہ آپ پر یہ ظاہر ہو جاتا کہ ان میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔	۸۴
۴۴	جن کو اللہ اور آخرت پر سچا ایمان و یقین ہوتا ہے وہ کبھی آپ سے جان و مال سے جہاد نہ کرنے ، طلبِ رُخصت کے لیے آپ کے پاس نہیں آئیں گے ، اللہ پرہیزگاروں سے خوب واقف ہے۔	۸۴
۴۵	اجازت تو وہی طلب کرنا چاہتے ہیں جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے! وہ شک میں مُبتلا ہیں اور اسی شک میں ان کے دل متردد ہیں۔	۸۴
۴۶	اگر وہ جہاد کے لیے نکلنے پر آمادہ ہوتے تو اس کے لئے کچھ سامان تیار ہی کر لیتے ، لیکن باری تعالیٰ کو ان کی روانگی پسند ہی نہ تھی ، اس لئے اُنہیں روک دیا گیا ، کہہ دیا گیا ، بیٹھنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو	۸۴
۴۷	اگر وہ چلے بھی جاتے تو لشکر اسلامی کے لیے خرابی کا سبب بنتے ، فتنہ پردازی پھیلاتے ، اللہ ایسے ظالموں سے خوب باخبر ہے۔	۸۴
۴۸	یہ لوگ اس سے قبل بھی فتنہ انگیزی میں مُبتلا رہے اور اُمور کو درہم برہم کرنے کے لئے تدابیر اختیار کیں ، لیکن حق غالب رہا ، سچائی نمایاں ہوئی گو یا وہ ناخوش ہی رہے۔	۸۷
۴۹	ان لوگوں میں سے کچھ کا کہنا ہے: ہمیں رُخصت دے دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالیے ، فتنہ میں تو یہ پہلے	
	ہی گرے ہوئے ہیں ، بلاشبہ جہنم کُفار کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔	۸۷
۵۰	اگر آپ ﷺ کو فتح ملے ، تو آپ کی کامیابی اُن کے لئے دُکھ کا سبب ہے اگر آپ پر کوئی اُفتاد پڑے تو وہ خوش خوش واپس چلے جاتے ہیں ۔ بڑے ہی اتراتے ہوئے۔	۸۷
۵۱	اے حبیب ﷺ! اُنہیں کہہ دیجئے! ہمارا اللہ پر کامل توکّل ہے ہم تک وہی چیز پہنچائی گئی ، جو اللہ نے ہمارے لئے مقرر کر رکھی ہے ، کیونکہ اس میں ہمارے لیے بہتری ہی ہوگی۔	۸۷
۵۲	اے محبوب ﷺ! کہہ دیجئے! تم ہمارے لیے جس بات کے مُنتظر ہو وہ دو بھلائیوں میں سے ایک ہے ، نصرت یا شہادت ۔ ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں شامل ہیں ، اللہ تم پر عذاب نازل کر دے یا ہمارے ہاتھوں سے تمہیں سزا دلوائے۔	۸۷
۵۳	اے نبی مکرم ﷺ! فرما دیجئے! تم خواہ خوشی سے خرچ کرو یا بادل نخواستہ! تمہارا کوئی انفاق قابلِ قبول نہیں! کیونکہ تم ایک نافرمان رفاسق گروہ ہو!۔	۸۷
۵۴	انفاق نہ قبول ہونے کا ایک ہی سبب ہے وہ یہ کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مُنکر ہو اور تغافل اور سُستی سے نماز ادا کرنے آتے ہو اور خرچ بھی بڑی ناگواری سے کرتے ہو!	۸۷
۵۵	اُن کی دولت و ثروت اور ان لوگوں کی کثرت اولاد کو آپ کچھ وُقعت نہ دیں ، ان چیزوں کے ذریعہ اُنہیں دنیا کی زندگانی میں سزا ملے گی ، اللہ کی طرف سے بُخل و نفاق اُن کے لیے وبالِ جان ہے ، حالتِ کُفر میں ہی اُنہیں موت کی آغوش میں آنا ہے۔	۹۱
۵۶	یہ قسم کھا کر یقین دلانا چاہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	میں ہی سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں وہ تو ڈرپوک ہیں۔	۹۱
۵۷	اُن کے دِلوں پر خوف اس قدر طاری ہے کہ اگر اُن کو کوئی پناہ کی جگہ غار یا کہیں اور سر چھپانے کی مل جائے تو یہ تیز رفتاری سے دوڑتے ہوئے جا چھپیں گے!۔	۹۱
۵۸	ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو صدقات کی تقسیم میں تم پر الزام تراشی کرتے ہیں، اگر کچھ مل جائے تو راضی رہتے ہیں اور کچھ نہ ملے تو اظہارِ برہمی کرتے ہیں۔	۹۱
۵۹	اگر وہ اس بات کا اظہار کر دیتے کہ اللہ اور اس کے رسول کے دیئے پر خوش اور راضی ہیں اور اللہ ہی ہمیں کافی ہے تو وہ اپنے فضل وکرم سے نوازے گا تو یہ اُن کے لئے بہتر ہوتا۔	۹۵
۶۰	صدقات تو صرف محتاجوں، فقیروں، مسکینوں اور ان کارندوں کے لیے ہیں جو اُن کی وصولی پر مقرر اور مامور ہیں، یا جن کے دلوں میں نظامِ حق کی محبت پیدا کرتے ہوئے قرض داروں کے قرض اُتارنے کے لئے، جہاد کے تمام کاموں کے لئے اور مسافروں کے لئے مختص ہیں یہ ایک فریضہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہے اللہ علم والا اور حکمت والا ہے۔	۹۵
۶۱	کچھ وہ ہیں جو نبی اکرم ﷺ کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں معاذ اللہ ''وہ کانوں کا کچا ہے'' آپ کہہ دیجئے! آپ سراپا گوشِ اُن کی فلاح کے لیے سُننے والے ہیں، آپ اللہ پر اور مومنوں کی بات پر یقین رکھنے والے ہیں اور جو اہلِ ایمان ہیں ان کے لئے سراپا رحمت ہیں جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو دُکھ پہنچاتے ہیں اُن کے لیے المناک عذاب ہے۔	۹۵
۶۲	یہ مسلمانوں کو جھوٹی قسمیں کھا کر تمہیں مطمئن کرنا چاہتے ہیں اگر وہ واقعی ایمان والے ہوتے تو سمجھ لیتے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ حق دار ہے، اُنہیں راضی کیا جائے۔	۹۵
۶۳	کیا اُنہیں علم ہی نہیں کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مقابلہ کرتا ہے، اس کا مقدر آتشِ جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہنا ہے، یہ تو بڑی رُسوائی کی بات ہے۔	۹۵
۶۴	ان منافقوں کو اس بات کا بھی اندیشہ لاحق ہے کہ کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جس سے منافقوں کے دل کا حال بتا دے، آپ کہہ دیجئے تمسخر اُڑاتے رہو! جس بات کا تمہیں خوف رڈر ہے اللہ اسے یقینی ظاہر کر دے گا۔	۹۵
۶۵	اگر اُن سے دریافت کیا جائے ایسی باتیں رسخن گستری کیوں کرتے ہو تو جواباً کہتے ہیں ہم تو صرف مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ اے حبیب ﷺ! کہہ دیجئے! کیا تمہارا تمسخر اور ہنسی اللہ کی اس آیات اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔؟	۹۵
۶۶	اب بہانے مت بناؤ! حقیقت یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد تم کُفر کے مرتکب ہوئے! اگر ایک گروہ کو درگزر بھی کرلیں تو دوسرے کو سزا ضرور دیں گے، اس سبب سے کہ وہ مُجرم ہیں۔	۹۶
۶۷	سب منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک ہی ہیں، بُرائی کا حکم دیتے ہیں، بھلائی سے رُوکتے ہیں، صدقے دینے سے اپنا ہاتھ بھینچ لیتے ہیں، وہ اللہ کو بھول گئے، تو اللہ نے بھی بھلا دیا، درحقیقت یہ منافق نافرمان ہیں۔	۱۰۱
۶۸	منافق مرد، منافق عورت اور کُفار کے لئے اللہ نے آتشِ جہنم کا وعدہ کر رکھا ہے، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ان پر اللہ کی پھٹکار ہے اور دائمی عذاب ہے۔	۱۰۱

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
۶۹	یہ بھی ان ہی لوگوں کے مانند ہیں جو اُن سے قبل تھے وہ تم سے کہیں زیادہ صاحب ثروت، طاقت وراور اولاد والے تھے، اُنہوں نے اپنے مقدر کے مزے لوٹے، تم نے بھی اپنے حصے سے استفادہ کیا، تم نے بھی وہی تمسخرانہ بحث کی، وہ بھی اسی طرح کی بکواس کرتے رہے، ان کے اعمال دنیاوآخرت میں برباد ہوجائیں گے یہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔	۱۰۱
۷۰	کیا اُن تک ان لوگوں کے حالات نہیں پہنچے، جو اُن سے قبل گذر چکے، قومِ نوح، عاد، ثمود، قوم ابراہیم اور اصحابِ مدین ان کی بستیاں اُلٹ دی گئیں ان سب کے پاس ان کے رسول روشن دلیل اور کھلی نشانیاں لے کر آئے اللہ کے شایان نہ تھا وہ ان پر ظلم کرتا وہ خود اپنے تئیں ظلم کررہے تھے۔	۱۰۱
۷۱	مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں، بھلے کام کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی تابع داری کرتے ہیں، نماز کی پابندی کرتے ہیں، ادائیگی زکوٰۃ کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم فرمائے گا، بلاشبہ اللہ غلبے والا حکمت والا ہے۔	۱۰۱
۷۲	مؤمن مرداور مؤمن عورت کے لئے اَبدی باغات کا اللہ کا وعدہ ہے، پاکیزہ قیام گاہ اُن کے لیے ہوگئیں جس تین نہریں جاری ہیں، اللہ کی خوشنودی تو ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے، یہی بڑی کامرانی ہے۔	۱۰۲
۷۳	اے محبوب ﷺ! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اُن کے ساتھ سختی برتو! اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے جو بہت ہی بری جگہ ہے۔	۱۰۷
۷۴	اُنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد کافرانہ بات کی حالانکہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں اُنہوں نے اس کام کا قصد کررکھا تھا جسے وہ نہ کرسکے، اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کردیا اب بھی اگر وہ باز آجائیں تو اُن کے لیے اچھا ہے اگر باز نہ آئے تو اللہ اُنہیں دنیاوآخرت میں دردناک عذاب کی نوید دیتا ہے۔	۱۰۷
۷۵	ان میں سے کچھ وہ بھی ہیں جنہوں نے میثاقِ عہد کیا تھا اگر باری تعالیٰ اپنے فضل سے مال ودولت سے نوازے گا تو وہ نیک کار ہوجائیں گے اور صدقہ وخیرات ضروردیں گے۔	۱۰۷
۷۶	مگر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مال عطا کیا تو وہ بخل کرنے لگے اور کمالِ بے اعتنائی سے اپنے عہد سے پھر گئے۔	۱۰۷
۷۷	اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر نفاق ڈال دیا جس دن وہ اللہ سے ملیں گے، وہ جھوٹ بولتے رہے اور جو وعدہ کیا اس کی خلاف ورزی کی۔	۱۱۰
۷۸	کیا اُنہیں خبر نہیں! اللہ اُن کے راز اور سرگوشی سے خوب واقف ہے، اللہ غیب کی سب باتوں کو جانتا ہے۔	۱۱۰
۷۹	اُن کا طرزِ عمل تو یہ ہے کہ جو خوش دلی سے صدقہ کرنے والے اہلِ ایمان ہیں ان میں نکتہ چینی کرتے ہیں ان تنگ دست مسلمانوں پر جو مشقت سے مزدوری کرکے انفاق کرتے ہیں یہ منافق ان کا بھی مذاق اُڑاتے ہیں، اللہ ان کا مذاق انہی پر ڈال دے گا، اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔	۱۱۰
۸۰	آپ ﷺ ان کے لیے بخشش کی دعا کریں یا نہ کریں اگر ستر باران کے لیے دعائے مغفرت کی جائے تو بھی ان کی بخشش نہیں ہوگی اس کے لیے اُنہوں نے راہِ کُفر اختیار کی۔ فاسق لوگ اللہ کی ہدایت نہیں پاتے۔	۱۱۰

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
۸۱	جن کو پیچھے رہ جانے کی اجازت ملی وہ اپنے گھر بیٹھنے پر شاداں ہیں اُنہوں نے بُرا جانا کہ اللہ کی راہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کرتے، گرمی میں نکلنا پسند نہ کیا کاش! وہ لوگ سمجھتے آتشِ دوزخ اس سے بہت زیادہ گرم ہے۔	۱۱۳
۸۲	اُنہیں چاہئے کہ ہنسیں کم اور اُنہیں اپنی بداعمالی کے بدلے زیادہ رونا ہوگا۔	۱۱۳
۸۳	اے حبیب ﷺ! اگر باری تعالیٰ آپ کو ان منافقوں کے گروہ کی طرف واپس لائے جنہوں نے جہاد پر نکلنے کی اجازت طلب کی تو کہہ دیجئے میرے ہمراہ نکلنے کی ضرورت نہیں! نہ دشمن سے مقابلہ کرو تم پہلے کی طرح پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔	۱۱۳
۸۴	اگر ان منافقوں میں سے کوئی مرجائے تو اُن کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے اور نہ دعائے خیر کے لئے ان کی قبر پر کھڑے رہنا، اس لیے کہ اُنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ انکاب کُفر کیا اور اسی نافرمانی کی حالت میں فوت ہوئے۔	۱۱۳
۸۵	ان کے اموال اور کثرت اولاد پر آپ حیرت نہ کریں اللہ اسی سبب سے ان کو دنیا میں سزا دینا چاہتا ہے اُن کی جانیں اسی کُفر کی حالت میں نکل جائیں۔	۱۱۳
۸۶	جب کبھی سورت جہاد کے لئے اُترتی ہے تو ان کے صاحب مقدرات گھر میں بیٹھے رہنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔	۱۱۳
۸۷	یہ سوجھ بوجھ رعقل نہیں رکھتے کیونکہ اُن کے دلوں پر مُہر ثبت ہوگی ہے اس لئے اُنہوں نے گھر بیٹھے رہنے والیوں کے ساتھ رہنا پسند کیا۔	۱۱۷
۸۸	رسول ﷺ اور جو ان کے ساتھ ایمان لانے والے تھے اپنے اموال اور جانوں سے جہاد کیا ان ہی لوگوں کے لئے برکت اور رحمتیں ہیں، یہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں۔	۱۱۷
۸۹	ایسے ہی لوگوں کے لیے اَبدی نعمتیں ہیں اللہ نے ایسے باغات تیار کرر کھے ہیں جن میں نہریں رواں دواں ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے یہی بڑی کامرانی ہے۔	۱۱۷
۹۰	صحرائی بدوؤں ردیہاتیوں میں سے بہانے باز آئے کہ اُنہیں رُخصت مل جائے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹا عہد کیا تھا اور جو کُفر کے مرتکب ہوئے، عنقریب اُنہیں دردناک عذاب ملے گا	۱۱۹
۹۱	کمزور رضعیف، مریض اور وہ لوگ جن کے پاس شرکتِ جہاد کے لیے صَرف کرنے کو کچھ بھی نہیں! اور پیچھے رہ جائیں تو کچھ حرج نہیں، شرط یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خیرخواہ ہوں، نیک کاروں پر بھی کوئی الزام نہیں! اللہ درگزر کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔	۱۱۹
۹۲	نہ وہ موردِ الزام ہیں جو آپ کے پاس آتے ہیں اور سواری طلب کرنے کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے لیے سواری کا کوئی انتظام نہیں! تو وہ واپس چلے گئے غم سے ان کی آنکھیں غمناک تھیں کہ اُن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ بھی نہیں!۔	۱۱۹
۹۳	دراصل الزام تو اُن لوگوں پر ہے جو صاحبِ ثروت ہو کر آپ ﷺ سے پیچھے رہنے کی اجازت طلب کرتے ہیں یہ خانہ نشین رخواتین کا ساتھ دینے پر مسرور ہیں، اُن کے قلب پر مُہر لگادی گئی، اللہ نے پس وہ علم سے محروم ہوگئے!۔	۱۱۹
	عذرہائے ناپذیر	۱۲۲

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۱

اور جان رکھو! جو کچھ تمہیں غنیمت ملے، کسی چیز سے پس اللہ کے واسطے ہے اس میں سے پانچواں حصہ اور رسول اللہ ﷺ کے واسطے اور رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے، اگر تم ایمان لائے اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم نے اُتاری اپنے بندے پر فیصلے کے دن، (جو یوم حق و باطل کی جُدائی کا تھا) جس روز دونوں لشکر آمنے سامنے تھے/دونوں فوجیں بھڑ گئی تھیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔(۴۱)

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۭ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۴۲

جب تم وادی کے قریب والے کنارے پر تھے اور وہ (لشکرِ کُفار) دور والے کنارے پر تھے اور تم قافلے کی نیچی سمت کے جانب تھے، اور اگر جنگ کا وقت پہلے سے متعین کر کے ایک دوسرے کے مدِّ مقابل ہوتے تو ایسے موقع پر پہنچ نہ سکتے تھے۔ لیکن اللہ کو ایک کام کر ہی ڈالنا تھا جو مقدر ہو چکا تھا تاکہ جو ہلاک ہو، دلیل کے ساتھ ہلاک ہو، اور جو زندہ رہے وہ بھی دلیل حق کے ساتھ جیئے/زندگی پائے۔ اور اللہ بہت ہی سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔(۴۲)

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۴۳

جبکہ اے حبیب (ﷺ)! اللہ نے آپ کو کافروں/لشکرِ کفار کی تعداد خواب میں کم دکھائی اور اگر اُن کی تعداد تمہیں بہت زیادہ دکھائی جاتی تو ضرور تمہاری ہمت/حوصلہ میں کمی آتی/تم بزدلی دکھاتے، اور آپس میں اس معاملے میں جھگڑنے لگتے/اختلاف کرتے، مگر اللہ نے بچالیا تمہیں، بے شک جو کچھ سینوں میں ہے ان بھیدوں سے وہ خوب واقف ہے۔(۴۳)

وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۴۴

اور جب لشکرِ کفار سے تمہارا مقابلہ ہوا تو تمہاری نظروں میں کافر قلیل تعداد میں دکھائے اور اُن کی نگاہوں میں تمہیں کم کر کے پیش کیا تاکہ اللہ تعالیٰ اس فیصلے/کام کو انجام کار تک پہنچا دے جو کرنا ہی تھا اور آخر کار سب کاموں کو اللہ ہی کی طرف رجوع ہونا ہے۔(۴۴)

الفاظ و معانی آیت ۴۱ تا ۴۴

(وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ) اور جان لو! تم اے مؤمنو! جو غنیمت لی ہے تم نے، کافروں سے غالب ہو کر، غنیمت سے مراد وہ مال ہے جو کافروں سے جنگ میں غلبہ و نُصرت ملنے کے بعد حاصل ہو۔ سابقہ اُمتوں میں اس لیے یہ دستور تھا کہ لڑائی ختم ہونے کے بعد کافروں سے ملا ہوا تمام مال ایک جگہ جمع کر دیا جاتا، آسمان سے آگ آتی اور اسے جلا کر خاک کر ڈالتی، گویا وہ بھسم ہو جاتا لیکن اُمتِ مسلمہ پر یہ مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا، غَنِمْتُمْ قواعد کے مطابق فعل معروف جمع

Marfat.com

مذکر حاضر فعل ماضی۔ غَنَمٌ اور غَنِیمَۃٌ کے معانی نُصرت کے بعد دشمن سے چھینا ہوا مال، شرع میں صرف اس مال کو مال غنیمت کہا جاتا ہے جو کافروں سے قوت غلبہ اور لشکر کشی سے حاصل کیا جائے۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

(مِنْ شَیْءٍ) کسی چیز سے، جس کا مفہوم یہ ہوا کہ جو کچھ بھی کم یا زیادہ چیز مالِ غنیمت میں حاصل ہو وہ سب اسی قانون کے تحت آتی ہے۔ ''کسی چیز کو معمولی یا چھوٹا سمجھ کر کوئی فرد قانونِ تقسیم کے علاوہ اگر لے لے گا تو وہ سخت مُجرم قرار پائے گا''۔

(ماخوذ معارف القرآن جلد چہارم مفتی محمد شفیعؒ)

(فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ) اور اللہ کے لیے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لیے۔ (وَلِذِی الْقُرْبٰی) اور رسول کے رشتہ داروں بنی ہاشم ❶ اور بنی عبد المطلب کے لئے ہے۔ (وَالْیَتٰمٰی) اور مسلمانوں کے یتیموں کے واسطے۔ (وَالْمَسٰکِیْنِ) اور فقیر محتاج کا ہے جو مسلمان ہوں۔ (وَابْنِ السَّبِیْلِ) اور مسافروں کے لیے گویا مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ الگ رخمس مختص کر لیا جائے اور باقی ماندہ چار حصے غازیوں اور مجاہدوں کے لیے ہیں۔

یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ مالِ غنیمت کی تقسیم عمل کا یہاں بیان ہو رہا ہے لیکن قرآن نے صرف اس کے پانچویں حصے کی تقسیم کے ضابطہ کا تذکرہ کیا ہے باقی چار حصوں کا بیان نہیں ہوا اس میں کیا امر راز مُضمر ہے اور باقی ماندہ چار حصوں کا کیا قانون ہے! حکمت قرآن پر تدبّر کے انداز سے ان دونوں اُمور کا جواب ان لفظوں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ قرآنِ کریم نے جہاد میں حصہ لینے والے مسلمانوں سے بیان کیا (مَا غَنِمْتُمْ) جو کچھ تم نے مال غنیمت حاصل کیا، کس قدر لطیف اشارہ ہے کہ یہ مال ان حاصل کرنے والوں کا حق ہے۔ ارشادِ ربّی ہے ''ان میں پانچواں حصہ اللہ اور رسول کا ہے''۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اول از مولوی فخر الدینؒ)

اس خمس کے اصلی مصارف پانچ رہ گئے ہیں، رسولؐ، قرابت دار، یتیم، مسکین اور مسافر، باری تعالیٰ نے خمس غنیمت کے صرف اور تقسیم کرنے کا استحقاق صرف محمد ﷺ کو دیا ہے جس کا اندازہ طحاویؒ اور تفسیر مظہری کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے جب اس خُمس میں سے ایک خدمت گذار کا سوال بارگاہِ رسالت میں پیش کیا تو حضرت محمد ﷺ نے یہ عذر پیش کر کے اُن کو دینے سے انکار کر دیا کہ میرے سامنے تمہاری ضرورت سے زیادہ اہلِ صُفہ صحابہ کرامؓ کی ضرورت زیادہ مقدم ہے جو انتہائی فقر و افلاس میں ہیں، میں اُنہیں چھوڑ کر تمہیں نہیں دے سکتا۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف، مسلم شریف)

(اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ) اگر تم کو یقین ہے اللہ پر۔ (وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ) اور اس چیز کے ساتھ جو اُتاری ہے ہم نے آیات یا ملائکہ یا فتح و نصرت کی مدد سے اپنے بندہ پر کہ وہ ذاتِ اقدس ہے محمد ﷺ کی غزوۂ بدر کے دن، جس روز حق باطل سے جدا ہوا تھا۔ (یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ) جس دن کے دو گروہ مسلمانوں اور کافروں کے ملے تھے وہ یوم جمعۃ المبارک کا تھا اور رمضان المبارک کی سترہویں تاریخ ہجرت کا دوسرا سال تھا۔ (اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَۃِ الدُّنْیَا) اور یاد کرو وہ کہ تم تھے ، میدان کے کنارے، مدینہ سے بہت نزدیک اور وہ ایک تہا ریگستان تھا، اس لیے تمہارے پاؤں دھنستے تھے اور تمہارے پاس پانی تک موجود نہ تھا، عُدْوَۃٌ کے معنیٰ ایک جانب، سمت کنارہ کے ہوتے ہیں قواعد کے مطابق

❶ ...... بعض کے نزدیک صرف بنی ہاشم ہیں۔ ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں، حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تصریح کی ہے کہ حضور ﷺ کے رشتہ داروں کا حصہ قیامت تک بحال رہے گا۔

Marfat.com

اسم ہے۔ دنیا کا مادہ ادنیٰ سے بنا ہے جس کے معنی قریب تر، اس جہاں رنگ و بُو کو دنیا اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عالمِ آخرت کی نسبت انسان کی طرف قریب تر ہے۔ (وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ [1] اَسْفَلَ مِنْكُمْ) اور وہ تمہارے دشمن تھے ،میدان کی طرف، رسمت اور مدینہ سے بہت دور اور اُن کی زمین مضبوط تھی اور ان لوگوں کے پاس پانی بھی تھا۔ لفظ قُصْوٰی ،مادہ اقصٰی سے بنا ہے جس کے معنی بعید تر / دور تر۔ (وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ) تم سے قافلے کی نیچے کی طرف، یعنی ابوسفیان ،اور اس کے ساتھی، بہت نیچے تمہارے مکان سے تین کوس کے فاصلہ پر، اس لیے وہ بدر میں راہ میں مُڑ کر جدا جدا ساحل کی طرف روانہ ہوئے۔ (وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ) اور اگر قتال کا وعدہ ہوتا تم میں اور اہلِ قریش میں، تو تم ان کے لوگوں کو ہتھیاروں کی کثرت سے باخبر پاتے، البتہ تم اختلاف رائے کرتے، وقت مقررہ پر نہ پہنچتے۔ (اخْتَلَفْتُمْ) تم نے اختلاف کیا، اختلاف سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے۔ (وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا) اور اللہ نے جمع کر دیا تمہیں اور اُنہیں بلا ارادہ تاکہ اللہ پورا کردے اس کام کو جس کو ہو کر رکھنا ہے یعنی وہ کام کیا جائے اس میں دوستوں کے لیے نصرت ہے اور دشمنوں پر قہر، جس سے حق و باطل کا فرق ہر سمجھ دار انسان کے سامنے آگیا۔ (لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ) اس واسطے کہ ہلاک ہوجائے جو ہلاک ہوتا ہے، دلیل ظاہر سے جو قائم ہے ساتھ حق کے۔ (لِيَهْلِكَ هَلَاكٌ) تاکہ ہلاک ہوجائے یا کافر بنا رہے، فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ (وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ) اور جیتا رہے جو کوئی جیتا ہے دلیل روشن کے ساتھ۔

(وَيُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا) اور تھوڑا کر دیا تمہیں بھی دشمنوں کی نظروں میں یہاں تک کہ تم سے جنگ کرنے میں دلیر ہوئے اور کچھ حساب نہ کیا اسباب جس قدر درکار تھا مُہیا نہ کر لیا۔ نقل ہے کہ ابوجہل نے کہا ان لوگوں کے ساتھ ہتھیار سے نہ لڑو بلکہ یوں ہی پکڑ کے مشکیں باندھ لو اور جب جنگ میں مشغول ہوئے تو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکوں کی نگاہوں میں دُوگنا کر دیا، اس سبب سے کافر مشرک دل شکستہ بھی ہوئے اور مبہوت ہوگئے اور اُنہیں شکست کا سامنا ہوا، یہ صورت عجیب نشانیوں میں سے ہے کہ کم تعداد میں فرد نگاہ میں بہت زیادہ دکھائی دیتے ہیں اور بہت آدمی تھوڑے دکھائی دیتے ہیں بے شک یہ اللہ جلّ شانہٗ کی قدرتِ کاملہ کا اعجاز ہے۔ (لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا) تاکہ دکھائے اللہ وہ کام جو ہو کر رہنا تھا۔ "لروں کے مشاہدات پر تصرف جو عیاں ہوا اس لیے کہ جو کام باری تعالیٰ کرنا چاہتے تھے وہ مکمل ہوجائے۔ (وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ) سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

تشریح و توضیحات آیت ۴۱ تا ۴۴

آیت ۴۱ میں اظہار بیان ہے کہ مالِ غنیمت میں جو کچھ بھی حاصل کرو اس کا پانچواں حصہ یعنی ۲۰ر بیس فیصد حصہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے، اور ان کے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے، تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دورِ جاہلیت میں "قبائل کے سردار ایسے مال میں سے اپنی ذاتی مصرف ایک چوتھائی وصول کرتے تھے،

[1] ......الرَّكْبُ، کارواں، قافلہ، سوار، راکب کی جمع رَکُوب سے اسم فاعل کا صیغہ اور حاضر مذکر قواعد کے مطابق۔

Marfat.com

(بحوالہ تفسیر تدبّر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ) قرآن نے وضاحت کی اللہ اور اس کے رسول کے لیے پانچواں حصّہ مقرر کیا گیا۔ اور اس کو اجتماعی طور پر معاشرہ کی فلاح بہبود کے لیے مختص کر دیا گیا، اس کے تقسیم کے طریقہ کار کو یوں سمجھئے کہ تمام تر مال میں سے پانچ حصّے کر کے تو ان مجاہدوں اور غازیوں میں منقسم ہو جائیں گے، جنہوں نے عملاً لڑائی میں حصّہ لیا سُنت نبوی سے ہمیں معلوم ہوا کہ پیدل چلنے والے ر پیادہ مجاہد کو ایک حصّہ ملے گا اور سوار کو تین حصّے، حصّے میں آئیں گے، پھر اس خُمس کے پانچ حصّے کئے جائیں گے، ایک حصّہ آقائے نامدار ﷺ کا اور آپ ﷺ کے بعد اُسے مفاد عامہ میں صرف کیا جائے گا، ارشادِ رسول ﷺ ہے۔ ''وَالۡخُمُسُ مَرۡدُوۡدٌ عَلَیۡکُمۡ'' میرا جو پانچواں حصّہ ہے وہ بھی مسلمانوں کے مصالح پر ہی خرچ ہوتا ہے۔ (بحوالہ سنن نسائی، مسند احمد) دوسرا حصّہ رسولِ اکرم ﷺ کے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا ہے، بتایا جاتا ہے یہ خُمس ضرورت کے لحاظ سے صرف کیا جائے گا بشرطیکہ اگر تم ایمان رکھتے ہو جو کچھ اللہ نے نازل کیا، مُراد نصرت باری تعالیٰ ہے جو غزوۂ بدر میں ظاہر ہوئی۔

آیت نمبر ۴۲ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ جب تم وادی کے قریب ہی کنارے پر تھے اور وہ دُور فاصلے پر ر کنارے پر تھے اور قافلہ تم سے نشیب میں تھا۔ یہاں پر لطیف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخفی تدابیر کیسے کارفرما ہوئیں ایک طرف تو دشمنان اسلام کا لشکر آرہا تھا اور دوسری جانب آپ ﷺ کے چند جانثار، عزم اور حوصلے لئے شہر سے نکل کر قریب تر، نا کے کے پاس پہنچے تھے، ممکن تھا کہ اگر لڑائی کے لئے باقاعدہ دن اور تاریخ کا تعین ر اقرار ر وعدہ ہوتا تو کوئی ایک فریق جنگ کے بغیر ہی پسپائی کی راہ اختیار کر لیتا۔ لیکن لڑائی کا ہونا باری تعالیٰ نے لکھ دیا تھا اس لیے ایسے اسباب ہوئے کہ مقامِ بدر پر مسلمان رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں ایسے وقت پہنچے کہ کافروں سے مقابلہ ہو ہی گیا، اور کُفّار کو شکست ہوئی، معرکہ حق و باطل نے تاریخ کا رُخ ہی بدل دیا، جسے ہلاک ہونا تھا حُجت اتمام دیکھ کر ہلاک ہوا اور جسے زندگی کے لمحات حاصل ہونے تھے وہ بھی دلیل حق کے زندہ رہا بھلا اس میں شک ہی کیا ہے اللہ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔

آیت ۴۳ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ غزوۂ بدر سے قبل حضرت محمد ﷺ نے خواب دیکھا تھا اس میں دشمنوں کی ناکامی کی خبر تھی اور مسلمانوں کو نصرت و کامرانی کی بشارت تھی، یہ نوید اس لئے تھی کہ کافروں کی تعداد خواب میں کم دیکھائی، وہی تعداد آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے بیان کی جس سے مسلمانوں کے اندر ہمّت اور حوصلے بڑھ گئے عین ممکن تھا کہ کافروں کی تعداد میں اضافہ نظر آتا تو لوگ پست ہمتی کی طرف مائل ہوتے اور اختلاف معاملے میں پیدا ہوتا۔ لیکن باری تعالیٰ نے اِن دونوں باتوں سے مسلمانوں کو بچالیا، اللہ تعالیٰ دلوں کے حال سے باخبر ہے۔

آیت نمبر ۴۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہ اللہ کی تدبیر کی ایک دوسری مثال ہے کہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں کافروں کی تعداد قلیل دکھائی اور جنگ کے آغاز پر کفار کو مسلمانوں کی تعداد کم نظر آئی تا کہ دونوں فریق مقابلے کے وقت خوف نہ کھائیں اور معرکہ برپا ہو کر رہے جس کا وقوع پذیر ہونا اللہ کی تدبیر میں طے تھا، ایسا لگتا ہے رسول اللہ ﷺ پر کافروں کے لشکر کی معنوی اور اخلاقی کیفیت صورت حال بے نقاب کی گئی اور کافروں کو مسلمانوں کی تعدادی حیثیت کا اندازہ کرایا گیا اصل بات تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے اور تمام تر اُمور اللہ ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو! جب کسی مخالف فوج سے تمہارا مقابلہ ہوجائے تو ثابت قدم رہو، اور کثرت سے اللہ کو یاد کرو تا کہ تم اپنی مُراد کو پہنچو! رتا کہ تمہیں کامیابی مل جائے۔ (۴۵)

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾

اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی تابع داری رفرمانبرداری کرتے رہو! اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ پست رکم ہمت ہوجاؤ گے، ورنہ تمہاری بندھی ہوئی ساکھ جاتی رہے گی۔ اور صبر کرو! یقینی طور پر اللہ صبر کرنے والے کے ساتھ ہے۔ (۴۶)

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾

اور ان جیسے نہ ہوجانا! جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے نکلے تھے، محض لوگوں کے دکھاوے کے لیے اور ان کا مقصد اللہ کی راہ سے روکنا تھا، جو کچھ وہ کرتے ہیں، اُن کے سب کام اللہ کے دائرہ حکمت اور قابو میں ہیں۔ (۴۷)

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْۤ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾

اور یاد کرو جب شیطان نے خوشنما کر دیا تھا، ان کی نگاہوں میں اُن کے عملوں کو رگویا اُن کے کرتوت رعمل بھلے کر دکھائے اور کہا آج تم پر کوئی غالب نہیں ہوسکتا! ان لوگوں میں سے۔ اور میں تمہارا حمایتی رنگہبان ہوں رتم میری پناہ میں ہو، اور جب دونوں لشکر رفوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو وہ اُلٹے پاؤں لوٹ گیا ربھاگا اور کہا میں تم سے الگ ہوں رتمہارے ساتھ نہیں ہوں، میں وہ دیکھ لیتا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتا، میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (۴۸)

الفاظ و معانی ۴۵ تا ۴۸

(يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً) اے ایمان والو! جب تم کو کافروں کی کسی جماعت سے مقابلے کا اتفاق ہوجائے تو فَاثْبُتُوْا کھڑے رہو تم اور اُن کے مقابلہ سے منہ نہ موڑو، بالفاظ دیگر ثابت قدم رہو (اُثْبُتُوْا) تم ثابت قدم رہو۔ نَصَرَ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق ثُبَاتٌ سے یعنی ثابت قدم رہنا، جمے رہنا، جس میں ثبات قلب، اور اثبات قدم دونوں شامل ہیں یہ بات ضرور ہے کہ جب تک کسی آدمی کا دل مضبوط، طاقتور، ثابت نہ ہو اس کے اَقدامات اور اعضاء بھی طاقتور نہیں رہتے۔ یہ ایک ایسی بات ہے ہر کوئی خواہ کافر ہو یا اہلِ ایمان دونوں جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اقوام عالم کا ہر ملک اپنی جنگ رلڑائیوں میں اس کا اہتمام کرتا ہے یہ بات اہلِ تجربہ سے کوئی پوشیدہ نہیں، میدانِ کارزار میں سب سے اوّل اور سب سے زیادہ کامیاب اوزار ثباتِ قدم ہے دیگر سارے آلہ کار اس کے بغیر بے سود ہیں۔ (وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ) اور یاد کرو اللہ کو کثرت کے ساتھ اور زبان سے تا کہ مُراد پاؤ یعنی کامیابی نصیب ہوجائے۔ مفسرین نے لکھا ہے ذکر سے یہاں تکبیر مُراد ہے ذکر اللہ، وہ

Marfat.com

مخصوص عمل ہے جس سے مؤمن کے علاوہ تمام دنیا کے لوگ غافل ہیں ذکر اللہ کی اپنی ذاتی برکات ہیں بھلا اس سے کیا انکار! اللہ کی یاد، اور اللہ پر توکّل وہ برقی طاقت ہے جو ایک ناتواں انسان کو پہاڑوں سے ٹکرا جانے پر آمادہ کر دیتی ہے، کیسی مصیبت، کیسی اُلجھن! کیسی فکر، اللہ کی یاد تو سب غم بھلا دیتی ہے۔ اقبال کی زبان میں کہنے کی اجازت دیجئے!

پہاڑ   جن کی ہیبت سے رائی

یہ تو فراست مؤمن کی شان ہے ذکر اللہ کثرت سے کرے تا کہ طمانیت پائے۔ (لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ) تا کہ تم فتح و نصرت پا کر کامیابی سے ہمکنار ہو جاؤ۔ اہلِ فکر و نظر بتاتے ہیں ثبات اور ذکر اللہ یہ دو گُر ایسے ہیں جن کو استعمال میں لایا جائے تو میدانِ کارِ زار کا رہگہ حیات میں فلاح و کامیابی تمہاری ہے۔ ذکر اللہ کے بعد اب تلقین یہ ہے کہ (وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ) اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی۔ گویا رسول کی اطاعت کو لازم پکڑو اللہ کی مدد کے لیے اطاعت ضروری ہے (وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا) اور آپس میں نہ جھگڑو تفشلوا تم بزدل ہو جاؤ گے / نامُراد ہو جاؤ گے فشل سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ (وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا) آپس میں کشاکش نہ کرو ورنہ بزدلی کا عنصر پھیل جائے گا ورنہ تمہاری عظمت ساکھ بکھر جائے گی اور دشمنوں کی نظروں میں رُسوا اور حقیر ہو جاؤ گے اس لیے صبر کو لازم پکڑو، قرآن نے ہدایت کے ساتھ صبر کی تلقین کی ہے۔ (وَاصْبِرُوْا) اور صبر کرو مقاتلہ میں، ❶ صبر کی تلقین کا عمل ایک نوید مسرّت دے رہا ہے۔ (اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ) بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے گویا اللہ تعالیٰ ہر وقت، ہر حال میں صبر کرنے والوں کا رفیق ہوتا ہے یہ کس قدر عظیم نعمت ہے، یہ اس قدر بڑی دولت ہے کہ دونوں جہان کی ساری دولت اس کے مقابلے میں کم ہے۔ (وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا) اور نہ ہو تم مانند ان لوگوں کے جو اپنے گھروں سے نکلے اتراتے ہوئے، اکڑتے ہوئے اور فخر کرتے ہوئے۔ (وَرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) اور اِن لوگوں کو دکھانے کی خاطر، اِن لوگوں سے مُراد اہلِ مکّہ ہیں، جو کاروان کی حمایت کو نکلے تھے اور جب راستے میں خبر ملی کہ قافلہ بعافیت بدر سے گذر گیا تو اِن لوگوں نے آنے کا قصد ارادہ کیا اس پر ابو جہل نے کہا لازم ہے کہ ہم مقام بدر پر جائیں اور جام وسبو سے لطف اندوز ہوں تا کہ ہماری عظمت اور تکبّر کی شہرت عرب میں پھیل جائے اور لوگ ہماری شوکت و شجاعت دیکھ لیں۔ تو باری تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے تم اپنے گھروں سے کافروں کی طرح نہ نکلو کیونکہ وہ ریاکاری کا اظہار کرتے ہوئے نکلے ہیں اور باز رکھتے ہیں لوگوں کو اللہ کے دین کی راہ سے۔ (وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ) اور یاد کرو جب شیطان نے آراستہ کر دیئے اُن کے اعمال، رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں حقائق سلمٰی میں تحریر ہے کہ "اُن کی قوّت اُنھیں دکھا دی یہاں تک کہ اُنہوں نے اس پر اعتماد کیا"۔ (وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ) میں ہی تمہارا فریاد رس اور بچانے والا ہوں قوم کنانہ سے۔ علامہ بیضاویؒ نے تحریر کیا ہے کہ شیطان کا یہ قول الفاظ کی حقیقت میں نہ تھا بلکہ وسوسہ اندازی کی شکل میں تھا، صرف اِن کے دلوں میں یہ وسوسہ پیدا کرتا تھا کہ اُن کی کامیابی یقینی ہے۔ (وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ) وہ بولا (شیطان) میں بیزار ہوں تمہیں بچانے سے بے شک میں دیکھتا

❶ ...... ایسا لگتا ہے صبر کے بغیر اس گیتیٔ کائنات کی پُرخار وادی جس میں زندگی کی لطافت ہے طے کرنا قدرے ناممکن ہے اس لئے صبر استقامت کی دعوت عمل دی جا رہی ہے۔

ہوں۔ (اِنِّیۡۤ اَرٰی) اَرٰی میں دیکھتا ہوں رُؤیۃ سے فعل مضارع صیغہ واحد متکلم قواعد کے مطابق۔ جو تم نہیں دیکھتے یعنی میں دیکھتا ہوں کہ فرشتے مسلمانوں کی مدد کو آتے ہیں فعل مضارع۔ (تَرَوْنَ) تم دیکھتے ہو فعل مضارع قواعد کے مطابق۔ (مَالَا تَرَوْنَ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰہَ) بے شک میں ڈرتا ہوں اللہ سے۔ ابن عباس ﷛ نے کہا ہے کہ اس اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا کہ اگر اللہ سے ڈرتا تو یہ حال نہ ہوتا، فعل مضارع جمع مذکر غائب۔

تشریح و توضیحات آیت ۴۵ تا ۴۸

آیت ۴۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب مسلمانوں کا کسی جماعت سے مقابلہ ہو جائے تو پہلی بات جس پر عمل کرنا، جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ناگزیر ہے وہ ہے ثبات اور استقلال ہے اس کے بعد، دوسری بات یہ کہ اللہ کو کثرت سے یاد کرو، ذکرِ اللہ کا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو دوسرے جنگ آزماؤں سے ممتاز بھی کرتی ہے پتہ چلا کہ ایمان والے دل کی استقامت اور ذکر اللہ کی فیوض و برکات سے غالب آتے ہیں اسباب ظاہر کا اتنا زیادہ بھروسہ نہیں ہوتا، جتنا کہ اللہ کو یاد کرتے ہوئے جم کر لڑتے رہنے سے ہوتا ہے، جہاد کے ہر مرحلے میں دل ہی دل میں اللہ کی یاد، دشمن پر فتح و نصرت کی نوید بھی ہے اور دشمن پر فتح مندی اور سرفرازی کی کلید بھی گویا کامیابیوں کا انحصار اللہ کے ذکر میں مضمر ہے۔

آیت ۴۶ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ ہر حالت میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت، نظم و ضبط اور کامل تعین عمل کے ساتھ اختیار کرو، آپس میں اختلاف رائے مت پیدا کرو! اگر فرمانبرداری مکمل تابعداری کے ساتھ نہ ہوئی تو باہمی تنازع میں اُلجھ جاؤ گے، اختلاف رائے کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تمہاری قوت عمل سلب رمفقود ہو جائے گی کیونکہ ذرا سی بھی نافرمانی اللہ کی نصرت سے محرومی کا باعث بن سکتی ہے اس لئے حکم ہے کہ صبر کرو، اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے جنگ میں کتنی بھی شدّت آجائے، مشکلات کا جس قدر سامنا ہو، مرحلہ کتنا بھی کٹھن، ہو صبر کا دامن تھام لو! رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "جب کبھی دشمن سے جنگ کا موقع پیدا ہو جائے تو صبر کرو اور جان لو! کہ بہشت تلواروں کے سائے تلے ہے"۔ (بحوالہ صحیح بخاری کتاب الجہاد)

آیت ۴۷ میں بتایا جا رہا ہے کہ مشرکین مکہ جب جب قافلے کی حفاظت اور جنگ کی غرض سے نکلتے تو غرور تکبر کی روش اپناتے، مسلمانوں کو اس شیوہ کافری سے روکا جا رہا تھا اور اشارہ لطیف یہ ہے کہ کافروں کو اپنے وسائل اور سامانِ حرب کی بہتات پر گھمنڈ ہے، مسلمانوں کو پیام دیا جا رہا ہے کہ تمہاری لڑائی اللہ کی عبادت ہے اس لئے حق بندگی اور عبدیت کی فروتنی ہر جگہ تم میں نمایاں رہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ سب کاموں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

آیت ۴۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ شیطان نے اُن کے اعمال اُن کی نظروں میں خوشنما کر دیے اور کہا کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آئے گا میں تمہارا نگہبان ہوں! گویا شیطان نے ان کو غلط رنگ میں مسحور کر دیا تھا لیکن لڑائی کے آغاز پر شیطان بھاگ نکلا، اور کہنے لگا میں ایسی بات دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے! جھوٹ کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اللہ کی پکڑ بہت ہی سخت ہے۔ یعنی اللہ سخت پاداش رسزا دینے والا ہے۔

Marfat.com

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَاۗءِ دِيْنُهُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾

جب مُنافق کہنے لگتے تھے اور وہ بھی جن کے دِلوں میں شک کا آزارِ مرض تھا کہ اُن لوگوں کو اُن کے دین نے فریب میں ڈال دیا ہے ، اگر اللہ پر جو کوئی بھروسہ کرے ، تو بے شک اللہ تعالیٰ زبردست غالب اور حکمت والا ہے۔(۴۹)

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾

اور اے کاش! اگر تم دیکھو! جب کہ فرشتے کافروں کی جان نکالتے ہیں اور وہ اُن کے چہروں پر، اُن کی پُشت پر کولہوں پر ضرب ، مار لگائے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں اب تم جلنے (عذاب) کا مزہ چکھو!۔(۵۰)

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾

یہ ان کاموں کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے پہلے ہی آگے بھیجا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظُلم کرنے والا نہیں !۔(۵۱)

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾

جیسا فرعون والوں کا اور اُن کے اگلوں کا دستور تھا، اُنہوں نے آیاتِ ربّانی کے ساتھ کُفر کیا، اُنہیں جُھٹلایا، تو باری تعالیٰ نے اُنہیں ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا قوت والا اور سخت عذاب دینے والا ہے۔(۵۲)

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰي قَوْمٍ حَتّٰي يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾

یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہرگز بدلتا نہیں اس نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو بخشی ہو، جب تک وہ خود ہی اپنے آپ بدل نہ ڈالیں اور بے شک اللہ سب کچھ سُننے اور جاننے والا ہے۔(۵۳)

الفاظ ومعانی آیت ۴۹ تا ۵۳

(اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ) اسے بھی یاد کرو جب مدینہ کے مُنافقوں نے کہا۔ (وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ) اور ان لوگوں نے جن کے دِلوں میں شک اور نفاق ہے، یہ بات کسی قدر درست ہے کہ قریش میں سے ایک گروہ نے اسلام ظاہر کیا تھا مگر اُن کے دِل ایمان کے نُور سے منّور نہ تھے، جو زندگی اور موت، نُصرت وشکست، عزّت ورُسوائی کے اسلامی معیارِ آداب سے آگاہ نہ تھے، جب قریش کا لشکرِ کُفار آیا تو اس کے ہمراہ وہ بھی میدانِ بدر میں آئے اور ان کا خیال تو یہ تھا کہ جو لشکر زیادہ ہوگا اس کی طرف رُخ کریں گے کیونکہ ہجرت نہ کر کے نافرمانی کے مرتکب ہو گئے تھے تو بدر کے روز اس نافرمانی کی شامت اور وبال نے اُنہیں پہنچا دیا اس مقام پر کہ وہ مؤمنوں کی کمی دیکھ کر بولے۔ (غَرَّ هٰٓؤُلَاۗءِ دِيْنُهُمْ ۭ) مغرور کر دیا ہے اُن کے دین نے، باوجود اس قدر قلتِ اسباب اور کمی کے یہ ۳۱۳ فرزندانِ توحید نہتے سپاہی اس قدر عظیم فوج ظفر موج سے ٹکر لینے جارہے ہیں ان بے چاروں کو اُن کے دین نے دھوکہ میں مُبتلا کر دیا ہے بھلا دیکھو تو سہی! اُنہیں اپنے نفع وخسارہ کا بھی اندازہ نہیں! کس خوشی اور مسرّت کے عالم سے سرشار ہو کر آغوشِ موت میں چھلانگ لگانے جارہے ہیں، باری تعالیٰ اُن کے جواب میں ارشاد فرماتا ہے۔

Marfat.com

(وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ) اور جو کوئی توکل رکامل بھروسہ اللہ پر کر کے، اور اپنا کام اسی پر چھوڑ دے تو یقیناً وہ غالب ہے۔ جو اللہ پر کامل بھروسہ رکھتا ہے وہ کبھی رُسوا نہیں ہوتا، اللہ کی حکمت کے آگے سب کی عقل ودانش دھری کی دھری رہ جاتی ہے، اللہ مُتوکّل کی مددگاری کرتا ہے بالآخر مُتوکّل کامیاب وکامران ہوگیا۔ (وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ) اے حبیب! ﷺ اگر آپ اس وقت کا منظر دیکھیں جب فرشتے روحیں قبض کرتے ہیں اُن لوگوں کی جو کافر ہو گئے ہیں مارتے ہیں اُن کے چہروں اور پشتوں پر اور کہتے ہیں۔ (ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ) اور چکھو آگ کا عذاب، (يَضْرِبُوْنَ) وہ مارتے ہیں ضَرْبٌ سے فعل مضارع جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ (وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ) اللہ سُبحانہٗ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظُلم کرنے والا نہیں ہے! یہ اہلِ کُفّار سے خطاب ہے یہ عذاب تمہارے اپنے ہی اعمال کی بدولت ہے اللہ تعالیٰ بلاسبب کسی کو عذاب میں مُبتلا نہیں کرتا۔ (كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ) مفہوم یہ ہے کہ آلِ فرعون اور اُن سے پہلے کافروں جیسا کافروں کا حال تھا اب جیسی عادت، فرعون سے پہلے لوگوں کی تھی، دأب کے معنی عادت کے ہیں ان سے قبل بھی قوم عاد، قوم ثمود کو مختلف عذابوں سے ہلاک کیا تھا اُن کی عادت تھی یہ کہ (كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ) ان لوگوں نے کُفر اختیار کیا، اللہ کی نشانیوں سے اور ان دلیلوں سے جو حق تعالیٰ نے اپنی توحید پر قائم کی تھیں اور اللہ کی آیات کو جھٹلایا تو اللہ نے اُن کو اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔ (بِذُنُوْبِهِمْ) بہ سبب اُن کے گناہوں کے کہ کُفر کیا تھا اور تکذیب، (اِنَّ اللّٰهَ) بے شک اللہ۔ (قَوِيٌّ) قُوّت اور قدرت والا ہے۔ (شَدِيْدُ الْعِقَابِ) سخت عذاب کرنے والا ہے اِنکار اور جھٹلانے والوں پر۔ (بِاَنَّ اللّٰهَ) بسبب اس کے۔ (لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً) اللہ بدلنے والا نہیں۔ (نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا) نعمت جو انعام کی ہے۔ (عَلٰى قَوْمٍ) کسی قوم پر۔ (حَتّٰى يُغَيِّرُوْا) اس وقت تک کہ اس گروہ کے لوگ تغیّر اور تبدیل کر دیں۔

(مَا بِاَنْفُسِهِمْ) جو اُن کے دِلوں میں ہے یہاں اس بات پر توجہ رکھنے کی ضرورت ہے کہ نعمت کے دینے کا کوئی کلیہ بیان نہیں کیا عطائے نعمت کے لئے کوئی قید وشرط نہیں، نہ نعمت کی عطا اس بات پر ہے کہ کوئی نیک عمل بجالائے، اگر یہ بات ہوتی تو غور فرمایئے ہمارا سراپا وجود بھی تو ایک نعمت ہے یہ حسنِ نعمت اس وقت مل گئی تھی، جب ہم تھے نہ ہمارا کوئی حُسن عمل، اس بات سے پتہ چلا کہ انعامات، احسانات اور بخشش وکرم کا انحصار صالح اعمال پر موقوف نہیں! سُبحان اللہ! اللہ کی نعمت ورحمت اللہ کی خاص عنایت ہے اس لئے باری تعالیٰ عالی صفات ہے کہ وہ رحمن بھی اور رَحیم بھی ہے، کُفّار قریش اور آلِ فرعون کا ذکر یہاں پر اس لیے آیا ہے کہ جب باری تعالیٰ نے اِن کو نعمت اور رحمت سے مالا مال کیا تھا تو سب کے سب کافر اور مُشرک تھے! لیکن ہائے رے بدنصیبی! انعامات، اکرامات اور نعمت پانے کے بعد بھی اپنی فتنہ انگیزی رپردازی اور شرپسندی میں اور آگے بڑھ گئے آیت زیرِ مطالعہ سے یہ احساسِ علم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض مرتبہ اپنی نعمت سے ایسے لوگوں کو بھی سرفراز کر دیتے ہیں جو اس کے قطعی مُستحق نہیں ہوتے، اگر نعمت مل جانے کے بعد اصلاح کی طرف رُخ نہ کیا تو زیادتی اور بداعمالی کے سبب یہ نعمت نہ صرف چھین جاتی ہے بلکہ وہ عذابِ الٰہی سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ العیاذ باللہ اس آیت میں قریش کو تنبیہ ہے انہوں نے بُت پرستی اختیار کر کے اور رسول اللہ ﷺ کی عداوت اور قرآن کی تکذیب کر کے اور اہلِ ایمان کو

Marfat.com

ایذا دے کر اپنے اعمال کو بدتر کرلیا۔ (وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ) بے شک اللہ سُننے والا ہے مُشرکوں کی نالائق باتیں۔ (عَلِيۡمٌ) جاننے والا ہے اُن کے باطل عقیدے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۴۹ تا ۵۳

آیت ۴۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب مسلمان جو تعداد میں قلیل تھے، بے سُر سامان تھے جنگ کی خاطر، میدانِ کارزار میں مقامِ بدر کی طرف گئے تو مُشرکین، عین ممکن ہے کہ مدینہ کے رہنے والے یہودی مُراد ہوں، مُنافقین نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ اُن لوگوں کو اُن کے دین کے نشہ نے مغرور کر دیا ہے اس مقام پر لطیف طنز تو یہ ہے کہ یہ تو حقیقت ہے کہ دِینِ حق کی سرشاری نے اور ایمانی قُوت نے مسلمانوں کو عزم وحوصلہ بخشا تھا یہ اس لئے کہ جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے جن کا توکّل باری تعالیٰ کی ذات پر ہوتا ہے اللہ اُنہیں بے سہارا نہیں چھوڑتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قُوت ایمانی کا یہ فیض ہے کہ مسلمان ہر وقت غالب رہتا ہے اس حقیقت کو اہلِ کُفر بھول چکے تھے۔

آیت ۵۰ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ غزوہ بدر میں جب فرشتے کافروں کی روح قبض کر رہے تھے اور ضرب لگا رہے تھے اُن کے چہروں پر اور پُشت کی جگہ، تو کہہ رہے تھے تم ابھی اس عالمِ برزخ میں عذاب کا مزہ چکھو! اور آخرت میں بھی آتشِ جہنّم چکھنا، ''لوہے کے گرز جو آگ میں لال کئے ہوئے ہیں اور ان سے جو زخم لگتا ہے اس میں آگ پڑتی ہے اور سوزش ہوتی ہے اُن سے مار کر فرشتے کافروں سے کہتے ہیں''۔ (بحوالہ کنزالایمان، خزائن العرفان از احمد رضا خاںؒ)

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب مُشرکین مسلمانوں کی جانب رُخ کرتے تو مسلمان ان کے چہروں پر تلوار سے وار کرتے، جس سے نجات پانے کے لئے وہ پیٹھ دکھا کر بھاگتے تو فرشتے اُن کی دُبروں/پشت کی جگہ تلوار مارتے، چنانچہ اسی موضوعِ سخن سے متعلق آیت ۹۳ سورۂ انعام پارہ ۷ وَاِذَا سَمِعُوۡا میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَوۡ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ فِىۡ غَمَرٰتِ الۡمَوۡتِ وَالۡمَلٰۤـئِكَةُ بَاسِطُوۡۤا اَيۡدِيۡهِمۡ‌ ۚ اَخۡرِجُوۡۤا اَنۡفُسَكُمُ‌ ؕ اَلۡيَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡهُوۡنِ بِمَا كُنۡتُمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ غَيۡرَ الۡحَـقِّ

اے کاش آپ اس منظر کو دیکھ پاتے! جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا کر کہیں گے نکالو اپنی جانوں کو! آج تم کو ذِلّت کا عذاب دیا جائے گا اس لئے کہ تم ناحق اللہ پر تہمت جوڑتے تھے۔

بعض مُفسرین نے تحریر کیا ہے کہ فرشتوں کی یہ مار یومِ قیامت، دوزخ کی طرف جاتے ہوئے ہوگی اور جہنّم کے داروغہ کے یہ الفاظ ہوں گے تم آتشِ جہنّم کا عذاب چکھو! العیاذ باللہ۔

آیت ۵۱ میں بتایا جا رہا ہے کہ اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں! یہ ضرب، یہ قہر عذاب تمہارے اپنے کرتُوتِ اعمال کا نتیجہ ہے۔ حدیث قُدسی میں بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی ہے۔ پس تم ایک دوسرے پر ظلم مت کرو! اے میرے بندو! یہ تمہارے ہی اعمال ہیں جو میں نے شمار کر رکھے ہیں! سو جو اپنے اعمال میں بھلائی چاہے اس پر اللہ کی حمد و ثناء کرے اور جو اپنے آپ کو اس کے برعکس پائے وہ اپنے آپ پر خود ہی ملامت کرے۔ (بحوالہ صحیح مسلم شریف، کتاب البر، باب تحریم الظلم)

119870

Marfat.com

آیت ۵۲ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ مُشرکین کی عادت تو یہ ہے کہ اللہ کی آیات کا اِنکار کرتے، اوراس کے مقابلے میں سَرکشی کا طرزِ عمل اختیار کرتے، اور جب اُن کی سرکشی حد سے تجاوز کر گئی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُن کے گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا، جان لو! کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

آیت ۵۳ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس انعام کو جو وہ کسی قوم پر کرتا ہے اُس وقت تک نہیں بدلتا ، جب تک وہ خود اس کو نہ بدلے، جس کا تعلق خود اس سے ہو، اللہ سُننے والا اور جاننے والا ہے، جب کوئی فرد یا قوم اپنی حالت کو بدل ڈالے تو اللہ بھی اِس نعمت کو اس مقام پر رکھنے کا فیصلہ تبدیل کر دیتا ہے، اور یہ نعمت کسی اور کو دے دی جاتی ہے یا پھر اللہ اس کو اس نعمت سے محروم کر دیتا ہے، اقتدارِ حکومت، عزّت وتوقیر، مال ومتاع، صحت وتندرستی، علم وہنر، فکر وعقل ودانش امن اور خیر کا ہر کام، اولاد کا ہونا، یہ سب کی سب اللہ کی نعمت ہی تو ہے نعمت ملنے پر اس کو صحیح طور پر استعمال کرنے کا استحقاق بھی انسان کو ہے اس نعمت پر باری تعالیٰ کا شکر بھی ادا کیا جائے کیوں! اس لئے کہ قرآنِ حکیم میں پارہ عَمَّ ۳۰ سورۃ التکاثر آیت ۸ میں ارشادِ ربّی ہے: ''ثُمَّ لَتُسۡئَلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ '' پھر ضرور اُس دن تم سے ان نعمتوں کے بارے میں دریافت رسوال کیا جائے گا۔ یہ آنکھ، یہ کان، یہ دل، یہ دماغ اور یہ سوچ، ہر ایک سے سوال ہوگا کیا ان نعمتوں کا استعمال اللہ کی ہدایت کے مطابق کیا گیا ہے یا نہیں! اور جنہوں نے کُفرانِ نعمت کیا ہوگا وہ دھرے جائیں گے!۔

آیت نمبر ۴۹ تا ۵۳ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

جن مُنافقوں کے دلوں میں نفاق کا مرض تھا اُن کا یہ کہنا کہ ان مسلمانوں کو اُن کے دین نے فریب میں مُبتلا کر رکھا ہے حالانکہ اللہ پر توکّل ہی کامیابی کا راز ہے مجاہدین بدر کو مدینہ کے یہودی اور مُنافق طعنہ دیتے تھے، بھلا یہ بے سروسامان مٹھی بھر لوگوں کا قریش جیسی طاقتور جماعت سے ٹکر لینا دیوانگی کی علامت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیوانے یہ مسلمان نہیں یہ خود دیوانے ہو گئے ہیں ان آیات میں روئے سخن ان کافروں کی طرف ہے جو غزوۂ بدر میں ہلاک ہوئے انہیں خبر ہی نہیں کہ موت کے وقت فرشتے ان کے چہروں اور پشتوں پر چوٹیں لگائیں گے اور دوزخ کی نوید بھی سنائیں گے، پھر کہا جائے گا یہ سزا تمہارے شامت اعمال کے سبب مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والا ہے، وہ ہر قسم کے جور وستم سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تمہیں سزا دینے کو کوئی شوق نہیں۔

یہ بات تو واضح ہے کہ آلِ فرعون، قوم، ثمود، قوم عاد اور قوم نوحؑ وغیرہ میں اور ان مُشرکین میں کوئی زیادہ فرق نہیں! ان کا طرزِ عمل بھی اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار تھا وہ بھی سرکشی اختیار کر چکے تھے یہ لوگ بھی وہی کچھ فعلِ عمل سرزد کر رہے ہیں چنانچہ وہ عتاب میں آئے اُن کو بھی عتاب بدر میں مُبتلا ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ سزا دینے کی قوت رکھتا ہے۔

اللہ جل جلالہٗ کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اگر باری تعالیٰ کسی قوم کو نعمت سے سرفراز کرے تو اس نعمتِ اکرام کو اس وقت تک نہیں بدلتا، جب تک وہ قوم خود اپنے طرزِ عمل، طرزِ فکر کو بدل نہیں دیتی۔ یاد رہے کہ نیت کے فتور سے نعمت چھن جاتی ہے ارتکاب گناہ سے نعمتیں سلب ہو جاتی ہیں اس لئے لازم ہے کہ گناہوں سے دُوری اختیار کی جائے۔

Marfat.com

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾

اہلِ فرعون اور اس سے اگلے لوگوں کا طرزِ عمل تھا کہ اُنہوں نے اپنے ربّ کی آیتوں کو جھٹلایا/ان آیات کی تکذیب کی، اُن کے گناہوں کی پاداش میں ہم نے آلِ فرعون کو غرق کردیا/ہم نے ہلاک کیا اور وہ سب کے سب ظالم تھے۔ (۵۴)

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾

بے شک اللہ کے نزدیک بدتر جانوروں میں وہ ہیں جنہوں نے راہِ کُفر اختیار کی، وہ کسی بھی طرح ایمان نہیں لاتے!۔ (۵۵)

اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾

اور وہ جنہوں نے آپ ﷺ سے کئی بار معاہدہ عہد و پیمان کیا پھر ہر بار اپنا عہد توڑتے رہے وہ اپنی وعدہ خلافی سے ذرا پرہیز نہیں کرتے/اور وہ ڈر نہیں رکھتے! (۵۶)

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

پس اگر آپ کبھی اُنہیں کہیں میدانِ جنگ میں پاؤ تو اُنہیں ایسی عبرت ناک سزا دو کہ اُنہیں اچھی طرح یاد رہے اور اُنہیں منتشر کردو جو اُن کے پیچھے ہیں تاکہ اُنہیں عبرت ہو!۔ (۵۷)

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

اور اگر تم کو کسی قوم سے خیانت/دغا کا اندیشہ لاحق ہو تو اعلانیہ طور پر صلح کا قول و قرار اُن کی طرف پھینک دو! تاکہ میثاقِ عہد میں مساوات/برابری قائم رہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا خیانت کرنے والوں کو۔ (۵۸)

الفاظ و معانی آیت ۵۴ تا ۵۸

(كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ) جیسے عادت فرعون کی۔ (وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ) جو اُن سے پہلے تھے۔ (كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ) اُنہوں نے جھٹلایا اپنے ربّ کی آیتوں کو۔ (فَاَهْلَكْنٰهُمْ) پس ہلاک کردیا ہم نے اُنہیں۔ امام فخر الدین رازیؒ نے یہاں ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ لطیف کیا ہے اور رقم طراز ہیں "پہلی آیت میں (كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ) ربِّ جلیل کی آیات سے انکار کیا۔ دوسری آیت میں (كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ) انہوں نے اللہ سُبحانہٗ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا، پہلی آیت دلائل توحید اور اُلوہیت کے انکار کی طرف نشان دہی کرتی ہے اور دوسری میں تربیت پرورش کی طرف اشارہ ہے گویا دونوں کا طبعی نتیجہ جُدا جُدا بیان کردیا۔ (بحوالہ تفسیر رازیؒ)

(بِذُنُوْبِهِمْ) بسبب اُن کے گناہوں کے یا یوں سمجھئے قریش نے قرآن کی تکذیب کی اور بدر میں ہم نے اُن کو قتل کیا (وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ) اور ہم نے ڈبو دیا دریائے قلزم میں فرعون کے لوگوں کو رہتا بعد ازوں کو یہ بات یاد رہے کہ دوسری قوموں کی ہلاکت کی صورت یہاں بیان نہیں ہوئی، دیگر آیات میں اس کا ذکر آیا ہے۔ کسی پر زلزلہ آیا، تو کہیں لوگ زمین بوس ہوگئے، کئی کی شکلیں مسخ ہوگئیں اور کسی پر ہوا کا طوفان آیا بالآخر مشرکین مکہ پر غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں

عذاب مُسلّط ہوا۔(اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) بدتر چلنے والے زمین پر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو پختہ ہو گئے کفر میں۔ اس سے معانِدین قریش مُراد ہیں جیسے ابوجہل، عتبہ اور شیبہ اور ان کے مثل وہ یہود مقصود ہیں جیسے کعب بن اشرف اور اُن کے گُروہ کے لوگ دوابّ، دابة کی جمع ہے جس کے لُغت میں معنی زمین پر چلنے والے کے ہیں اس لئے کہ انسان اور جانور سب ہی زمین پر چلتے ہیں، عام محاورہ میں یہ لفظ چوپائے جانوروں کے لئے مستعمل ہے گویا مفہوم یہ واضح ہوا تمام جانوروں اور انسانوں میں سب سے زیادہ بدتر جانور یہ لوگ ہیں۔(فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ) پس یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے ان لوگوں کی زندگی کا ماحصل جانوروں کی طرح کھانا، جاگنا اور سونا ہے، بھلا ان کی رسائی ایمان تک کیونکر ممکن ہے! (اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ) وہ لوگ تو ہیں کہ آپ نے عہد کیا اُن کافروں سے، وہ بنی قریظہ تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے اقرارِ عہد کیا تھا عٰهَدْتَّ عہد باندھا آپ نے مُعَاهِدَةٌ سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

(ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ) پھر توڑ دیتے ہیں وہ اپنے عہد ہر بار۔ تبیان میں تحریر ہے کہ" بنوقریظہ نے عہد کیا تھا کہ حضور ﷺ کے دشمنوں کی مدد نہیں کریں گے اور بدر کے دن مُشرکوں کو ہتھیار سے مدد دی۔ پھر کہنے لگے ہم بھول گئے اور دوبارہ عہد کیا اور غزوۂ خندق کے دن ابوسفیان سے مل کر عہد توڑ دیا"۔(وَهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ) وہ پرہیز نہیں کرسکتے عہد توڑنے سے یا نہیں خوف کھاتے بیوفائی کے عذاب سے۔ چونکہ یہ لوگ کائنات رنگ و بُو کی مستی و سرشاری میں مدہوش ہیں اس لئے اُنہیں آخرت کی فکر ہی نہیں! (بحوالہ قرطبیؒ)

(فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِى الْحَرْبِ) پس اگر آپ اُنہیں پائیں لڑائی میں۔(تَثْقَفَنَّهُمْ) اگر آپ اُن کو کبھی پائیں ثَقْفٌ کے معنیٰ "پانے کے" ہیں فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔(فَشَرِّدْ بِهِمْ) پس بھگا دیں اُنہیں، مُنتشر کر دیں ایسی سخت سزا دی جائے تا کہ دوسرے دیکھ کر بھاگ جائیں فعل اَمر کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے۔ لُغت میں تشرید کے معنی ہلاک کرنا اور پراگندہ کرنا ہے۔ علامہ قرطبیؒ کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کو اس انداز سے سزا دی جائے کہ جسے دیکھ کر دوسرے لوگ اُن کی راہ اختیار کرنے سے باز رہیں۔(بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

(مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ) جو لوگ اُن کے پیچھے ہیں تا کہ وہ عبرت پکڑیں، نصیحت سیکھیں۔(اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً) اور اگر کسی قوم سے آپ ﷺ کو خیانت کا اندیشہ ہو۔(تَخَافَنَّ) آپ کو ڈر ہو۔(خَوْفٌ) سے فعل مضارع بانون تاکید کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔(فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ) پس پھینک دو اُن کی طرف ان کا عہد برابر عہد شکنی جاننے میں گویا ان کا عہد اُن کی طرف اس صورت سے واپس کر دیں کہ وہ اور آپ برابر ہو جائیں۔(اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ) بے شک اللہ دوست نہیں رکھتا خیانت کرنے والوں کو اور اُن کے عمل پسند نہیں کرتا،" اگرچہ یہ خیانت دشمن کافروں کے حق میں کی جائے وہ بھی جائز نہیں ہے"۔(بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ) اور مسلمانوں کو اس بات کی تلقین کی جاتی کہ عہد کو توڑنے سے قبل کوئی تیاری بھی اُن کے خلاف نہ کی جائے۔(بحوالہ تفسیر مظہری)

تشریح وتوضیحات آیت ۵۴ تا ۵۸

آیت ۵۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ اِن کافروں کا وہی طرزِ عمل ہے جو اس سے قبل اہلِ فرعون اور گذری ہوئی قوموں کا تھا وہ

Marfat.com

اللہ کی آیات کی تکذیب کرتے تھے تو اُن کو گُناہوں کی پاداش کے سبب ہلاک کیا گیا اور فرعونیوں کو غرق کردیا گیا یہ تمام کے تمام ظالم تھے اگر اس تنبیہ سے قریش نے کچھ سبق نہ سیکھا تو بالآخر اس طرح کا عذاب آجائے گا جیسا کہ فرعون اور دیگر قوموں پر آیا تھا اللہ نے ان کو غرق کر کے اُن پر ظلم نہیں کیا یہ تو خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ چنانچہ آیت ۴۶ سورۃ حٰم السجدہ پارہ ۲۵ اِلَیۡهِ یُرَدُّ میں ارشادِ ربّی ہے: وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيدِ اور آپ کا ربّ بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا نہیں!

آیت ۵۵ میں بیان کیا جارہا ہے کہ بلاشبہ زمین پر چلنے والوں کے نزدیک وہ بد سے بدتر ہیں جنہوں نے کُفر کیا سو وہ ایمان نہیں لاتے، اس لئے وہ اپنے کُفر پر مصر ہیں ایمان نہیں لاتے، حقیقت تو یہ ہے کہ بدترین انسان وہ ہیں جنہوں نے راہِ کُفر اختیار کیا وہ جانور بلکہ جانوروں میں سب سے بدتر جانور بن گئے بالفاظ دیگر اللہ کے احکامات کے مطابق اپنے حواس، فکر عمل اور دانش سے کام نہیں لیتے، اور گیتیٔ کائنات میں، بکھری ہوئی پھیلی ہوئی نشانیوں کا درست ادراک رکھنے سے قاصر ہوتے ہیں وہ اندھوں کی طرح ایام زندگی بسر کرتے ہیں ایسے لوگ انسانیت کے بلند مقام سے گر جاتے ہیں کُفر کی بدولت، حقیقت شناسی سے نا آشنا ہوکر ایمان کی راہ علم وبصیرت سے محروم ہوجاتے ہیں اس لئے یہاں پر کُفّار کو بدترین جانور سے تعبیر کیا گیا ہے۔

آیت ۵۶ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ جن سے نبی اکرم ﷺ نے عہد و پیمان کا وعدہ لے لیا تھا وہ اپنا ایفائے عہد ہر بار توڑ دیتے تھے وہ برابر معاہدوں کی خفیہ یا اعلانیہ طور پر خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے ہیں مدینہ کے یہودی جہاں ان کی تین بستیاں آباد تھیں بنی قینقاع، بنی نضیر اور بنی قریظہ، جب حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں قدم رنجا فرمایا تھا ان سب نے آپ ﷺ سے معاہدے کئے ''جس میں یہ شرط شامل تھی کہ سب قبیلے رگروہ ایک قوم بن کر رہیں گے اگر ایک فریق پر دشمن نے وار کیا تو باہم سب ان کی مدد کریں گے''۔ (بحوالہ ابن ہشام) لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد اہلِ یہود نقص عہد کے مُرتکب ہوئے، قریشِ مکہ اور دیگر قبائل جو اسلام کے مخالف تھے اُن سے مل کر مسلمانوں کی تحریکِ نو کے خلاف سازش کا آغاز کردیا، یہ تو وہ بھی جانتے تھے کہ ہر عہد شکنی شرمناک جُرم ہے وہ اس سے ذرا بھی ڈرتے نہیں!

آیت ۵۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ پس اگر تم اُنہیں جنگ میں پاؤ تو اُنہیں قتل کرو اور اُنہیں اس قدر پس ماندہ رمنتشر کر کے تتر بتر کردو کہ اُن کے ساتھیوں میں بھگدڑ مچ جائے اور ان میں اس قدر خوف غالب آجائے کہ اس طرف رُخ ہی نہ کرسکیں اور اپنی شکست سے عبرت حاصل کریں، اُنہیں ایسا سبق سکھایا جائے کہ دوسروں کی آنکھیں کُھل جائیں اور لوگ ارتکاب جُرم سے باز رہیں۔

آیت ۵۸ میں بیان کیا جارہا ہے کہ کسی قوم کے ساتھ عہد و پیمان کا معاہدہ ہو پھر اُن سے میثاقِ عہد ٹوٹنے کا اندیشہ ہو تو معاہدہ اُصول کے مطابق اُنہیں سزا دینا یا اُن پر حملہ آور ہونا درست عمل نہیں بلکہ ہونا تو یہ چاہئے کہ اِن کا عہد لوٹا دیا جائے اور واضح کردیا جائے کہ اُمید ہے تم سے عہد کی پاس داری کی اُمیدِ وفا نہیں رہی اس لئے اس عہد کو ہم فسخ کرتے ہیں، اب اگر زیادتی کے مرتکب ہوں گے تو سزا پاؤ گے آئندہ ہمارے اور تمہارے مابین کوئی معاہدہ باقی نہیں رہا، دونوں فریق اپنے اپنے معاملات اور حفاظت کے خود ذمہ دار ہیں اس گفتگو کا ماحصل یہ کہ اسلام کے اصول حکمرانی کے مطابق کافر سے بھی خیانت کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، باری تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

Marfat.com

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝۵۹

اور کافر ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ وہ بچ کر بھاگ نکلے، یقینی طور پر وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے!۔(۵۹)

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝۶۰

اور تیار رکھو تم اُن کے مقابلے میں اپنی بھرپور طاقت دقوت، یعنی جنگی سامان، پلے ہوئے گھوڑے (اور جو کچھ استطاعت رکھتے ہو) تاکہ اس سے تم خوف زدہ کرو، اُن کے دلوں میں ڈھاک بٹھاؤ اپنے اور اللہ کے دشمنوں پر، اور اُن کے سوا دوسرے پر بھی ہیبت جمائے رکھو! تم نہیں جانتے البتہ اللہ انہیں جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ صَرف رخرچ کرو گے، اللہ تمہیں اَجر ربدلہ پورا پورا دے گا، کسی طرح تمہارا حق نہیں مارا جائے گا رتمہارے ساتھ ہرگز ظلم نہیں کیا جائے گا۔(۶۰)

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۶۱

اور اگر کافر صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لئے آمادہ ہو جاؤ اور بھروسہ کرو اللہ پر، یقیناً وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔(۶۱)

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝۶۲

اگر وہ تمہیں فریب دینے کا ارادہ کریں تو بے شک اللہ ہی تمہارے لئے کافی ہے وہی ہے جس نے آپ ﷺ کی حمایت کی اور اہلِ ایمان کا ساتھ دے کر آپ ﷺ کی نصرت فرمائی!۔(۶۲)

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۶۳

اور اُن کے دلوں میں باہمی اُلفت ڈال دی، ان میں محبت پیدا کرنے کے لئے۔ اگر آپ جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ صرف بھی کر دیتے تو ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے۔ لیکن اللہ نے اُن کے دلوں میں اُلفت پیدا کر دی راللہ نے اُن کے دل ملا دیئے، بے شک اللہ ہی غالب اور حکمت والا ہے۔(۶۳)

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۶۴

اے حبیب ﷺ! آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی پیروی کرنے والے جتنے اہلِ ایمان ہیں سب کے لئے بس اکیلا اللہ ہی کافی ہے۔(۶۴)

الفاظ ومعانی آیت ۵۹ تا ۶۴

(وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا)❶ اور گمان نہ کیجئے! وہ کافر بچ کر نکل گئے! میرے عذاب سے، اس سے بدر کے بھاگے ہوئے لوگ یا عہد توڑنے والے مُراد ہیں۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل) حق سُبحانہٗ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اے محمد ﷺ آپ یہ نہ سمجھو کہ اُن پر عذاب کرنے سے ہم عاجز ہو گئے! بلکہ (اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ) بے شک یہ لوگ اپنی اپنی چالاکی سے

❶ ..... سَبَقُوْا وہ آگے نکل آئے سَبَقَ سے فعل ماضی بعید کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

Marfat.com

اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے! چاہیے تو یہ تھا کہ کافر یہ گمان نہ کریں کہ ہم اُن پر عذاب کرنے سے عاجز ہیں جب اللہ اُن کو پکڑنا چاہے گا یہ ایک قدم بھی سرک نہ پائیں گے، یہ بھی عین ممکن ہے کہ دنیا میں ہی دھر لئے جائیں ورنہ آخرت میں تو ان کی پکڑ ظاہر ہے اس آیت کے مطالعہ سے یہ اَمر واضح ہوا کہ اگر کوئی مُجرم رگنہگار کسی اُلجھن، پریشانی اور مصیبت سے نجات پائے اور پھر بھی توبہ کی توفیق نہ ہو اور اپنے ارتکابِ جُرم پر ڈٹا رہے تو اس کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ وہ سُرخرو ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے اس کو چھوٹ مل گئی وہ تو ہمہ وقت اللہ کی گرفت میں ہے، یہ عارضی ڈھیل اور مُہلت اُس کے عذاب اور مصیبت کو اور بڑھا رہی ہے گو اس احساس سے وہ بے خبر ہے۔

(وَاَعِدُّوۡا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ) اور سامانِ جنگ کی تیاری کرو کُفار کے واسطے جس قدر تم سے ہو سکے۔ (اَعِدُّوۡا) تم تیار رکھو۔ (اسۡتَطَعۡتُمۡ) جو تم سے ہو سکے۔ استطاعۃ سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ (مِّنۡ قُوَّةٍ) قوت سے۔ لڑائی کے سازوسامان میں سے، کیونکہ لشکر اس کے سبب قوت پاتا ہے۔ عقبہ بن عامر ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ منبر پر فرماتے تھے اَلَا اِنَّ الۡقُوَّةَ الرَّمۡیُ یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ قوت تیر اندازی میں ہے قوت سے تیر مارنا مُراد ہے بعض علماء نے کہا کہ تیر لگانے کو خاص طور پر بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ تیر و کمان سب زیادہ قُوت والا ہتھیار ہے حضرت ابو علی رودباری قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی حمایت پر اعتماد کرتے اور اس کی عنایت پر یقین واثق رکھنے کا نام قُوت ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدین)

(اَعِدُّوۡا) سے فعل اَمر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، قواعد کے مطابق۔ قرآن کی تعلیم مسلمانوں کے لئے یہ ہے کہ "اللہ پر توکّل کرو" اور ہمہ وقت سامانِ جنگ سے لیس رہا کرو، یہاں کسی خاص ہتھیار یا اسلحہ کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی ہے ہر وہ شے جس سے لڑائی میں توانائی اور طاقت مل جائے استعمال کی جاسکتی ہے گویا وہ تمام اسلحہ جو اُس وقت دستیاب تھے اور قیامت تک ایجاد ہونے والے ہتھیار شامل ہیں۔ (مِنۡ رِّبَاطِ الۡخَيۡلِ تُرۡهِبُوۡنَ بِهٖ) تیاری کرو بندھے گھوڑوں سے تاکہ اس تیاری اور مستعدی سے ڈرائیں۔ رِبَاطِ باندھا، سرحد پر پہرہ دینا یہ اسم بھی ہے اور مصدر بھی بمعنی گھوڑے باندھنے کے آتا ہے (تُرۡهِبُوۡنَ) تم ڈراؤ گے اِرۡهَابٌ سے بمعنی خوف زدہ کرنا فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے۔ (عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمۡ) دُشمن اللہ کو اور اپنے دشمن کو جو کفار مکہ ہیں اُن پر اپنی ڈھاک بٹھاؤ، اس کو یوں سمجھئے کہ سامانِ حرب اور سامانِ دفاع سے لیس ہونے کا اصل مدعا یہ نہیں ہے کہ اُنہیں قتل اور ہلاک کیا جائے بلکہ شرک اور کُفر کا خاتمہ کرنا ہے یہ قلم کے ذریعہ سے اور زبان کے ذریعہ بھی ہو سکتا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ اُنہیں قتل و قتال ضروری ہو، گویا ہر ایک اَمر کو مدِ نظر رکھ کر دفاع کرنا فرض ہے۔ (وَاِنۡ جَنَحُوۡا لِلسَّلۡمِ فَاجۡنَحۡ لَهَا وَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ) اور اگر مُشرکین جھکیں صلح کے لیے تو پس آپ بھی اُن کی طرف صلح کے لیے مائل ہو جائیں اور اللہ پر کلی طور پر بھروسہ کرو یعنی اس بات سے قطعی خوف نہ کھاؤ کہ فریب رمکر سے صلح کا ہاتھ انہوں نے بڑھایا ہے۔ (اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ) اللہ خوب سُننے والا ہے اور جاننے والا ہے، اللہ تمہیں محفوظ رکھے گا اُن کا وبال مکر ان پر ہی ڈال دیا جائے گا۔ جَنَحُوۡا وہ مائل ہوئے جنوحٌ سے جھکنے یا آمادہ ہونے کے ہیں فعل ماضیہ کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ (فَاِنَّ حَسۡبَكَ اللّٰهُ) پس اللہ ہی کافی ہے آپ کے لیے۔ (يَّخۡدَعُوۡكَ) خدعٌ آپ کو فریب دیں۔ (اَنۡ يَّخۡدَعُوۡكَ) یہ کہ دھوکہ دیں آپ کو، فعل مضارع جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔

Marfat.com

(وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ) اور اسی نے اُن کے دلوں کے مابین اُلفت پیدا کردی۔ (اَلَّفَ) تو نے اُلفت ڈال دی، تالیفٌ سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، قواعد کے مطابق۔ قبیلہ اوس اور خزرج میں ایک سو بیس (۱۲۰) برس سے تعصب اور عداوت تھی، لوٹ مار کرتے تھے، حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو صلح و محبت کا پیامبر بنا کر گیتی کائنات میں بھیجا رارسل کیا تو سارے جزیرۂ عرب میں جہاں ہر طرف چار سو نفرت و عداوت کی فضا چھائی ہوئی تھی آپ ﷺ کی آمد کی برکت سے اُن کے دِلوں میں اُلفت ڈال دی، اور چند ہی دنوں میں ایسا انقلاب رُونما ہوا کہ بغض و عناد کی جگہ محبت اور اخلاص نے لے لی لوگوں کے دلوں میں باہمی محبت و اخلاص اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور اس حصولِ انعام کے لیے اللہ کی اطاعت و رضا جوئی اور حضور ﷺ کی فرمانبرداری شرط ہے، ہوتا یوں ہے جیسے کہ قرآن میں آیا ہے:

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا

اور نیک عمل کریں تو باری تعالیٰ اُن کے آپس میں محبت و مودّت پیدا کر دیتے ہیں

وہ دل جن میں نفرت بھری ہوئی ہو ان میں محبت کا ڈالنا اور پھر ایک دوسرے کا جانثار بنا دینا کوئی سہل بات نہیں یہ تو اللہ کا فضل ہے کہ اللہ نے بغض، عناد اور عداوت کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو بجھا دیا چنانچہ حکم ہوا:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

اور اللہ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے محبت پیدا کردی ان میں بلاشبہ وہ قادر ہے اور غالب ہے جو چاہے کرے وہ جاننے والا ہے۔ (وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ) اور جنھوں نے آپ ﷺ کی پیروی کی رجو آپ کے فرمانبردار ہیں اہلِ ایمان میں سے۔ یہ آیت غزوۂ بدر میں قتال سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی تقویت اور صحابہ کرامؓ کی تسلی کے لئے نازل ہوئی۔ بعض نے کہا کہ ۳۳ مرد اور چھ عورتیں حضرت محمد ﷺ پر ایمان لا چکے تھے اور جب حضرت عمر ؓ مشرف بہ اسلام ہوئے تو چالیس کی گنتی پوری ہوگئی تو یہ آیت نازل ہوئی، اے محبوب! (ﷺ) آپ کی فتح کامرانی اور اعانت کے لیے اللہ اور آپ کے جانثار، عاشقانِ مصطفیٰ ہی کافی ہیں آپ کو کسی غیر کے سہارے کی بھلا کیا ضرورت ہے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ) (اتَّبَعَكَ) اس نے آپ کی پیروی کی۔ اِتّباعٌ سے فعل ماضی (واحد مذکر غائب) كَ ضمیر (واحد مذکر حاضر) قواعد کے لحاظ سے۔

تشریح و توضیحات آیت ۵۹ تا ۶۴

آیت ۵۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ معاندینِ حق قطعی یہ گمان نہ کریں کہ وہ اللہ کی گرفت سے نکل بھاگیں گے وہ ہمارے قابو سے قطعی طور پر باہر نہیں جا سکیں گے وہ ہرگز عاجز نہیں کرسکیں گے، بتایا جارہا ہے کہ جو کفار ابھی عذابِ گرفت سے دوچار نہیں ہوئے اور غزوۂ بدر کی شکست کے اثرات سے بچ نکلے تھے وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ اللہ کی پکڑ سے باہر ہیں۔ ان کو نہ تو دنیاوی عذاب کی گرفت سے رستگاری ملی ہے اور نہ ہی وہ آخرت کے عذاب سے بچ پائیں گے اُنھیں خبر ہی نہیں کہ کفر کا آخر انجام، دو عالم کا دائمی عذاب ہے۔ روئے زمین پر بے شمار سائنسی ایجادات کی ترقی کے باوجود کُفار ہر طرح سے عذابِ بلا

Marfat.com

میں گرفتار ہیں، مغربی تہذیب نو کے معاشرہ میں جولوگ رہتے ہیں ان کی اخلاقی حالت جنسی بے راہ روی، اُن کی رقص وسرور کی محفل میں جنسی اختلاط کی فضا اور اُن کے بدلے میں آسمانی آفت طوفان، زلزلے، اور جدید ترین بیماریاں یہ سب عذابِ الٰہی کی مختلف اشکال کی ترجمان ہیں اور تو اور ذرا مشرق کی صورت حال پر ایک نظر ڈالیے تو سہی، ان کا کھانا تک عذاب کی ایک عجیب وغریب کیفیت ہے۔ کہیں کتے کھاتے ہیں، کہیں چوہے اور سانپ غذا میں شامل ہے، کہیں آفاتِ سماوی کا آنا یہ سب کچھ عذاب نہیں تو اور کیا ہے! اس کو "سوامی" کا نام دیا جائے یا طوفان بلاخیز کہا جائے بھلا یہ کُفار اللہ کے احاطۂ قدرت وتسلط سے نکل کر کیسے بھاگ سکیں گے اس لئے مسلمانوں کو تسلی دی جارہی ہے کہ وہ اللہ پر بھروسہ کر کے اللہ کے احکامات کی تکمیل کریں تو سب پر غالب آجائیں گے۔

آیت ۶۰ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اسلام کے دشمنوں سے مقابلے کے لیے ہر نوع کی فوجی قوت وصلاحیت پیدا کرو، مسلمانوں پر فرض ہے کہ جہاد کے لئے، کُفر اور جارحیت کو روکنے کے لیے اپنی مقدور کے مطابق جہاں تک ممکن ہو سکے سامان جہاد فراہم کرو اسلامی لشکر کو جدید اسلحہ سے لیس کرو، حضور ﷺ کے عہد مبارک میں خوشنما پلے ہوئے گھوڑے شمشیر زنی اور تیر اندازی کی مشق اس دور کا سامانِ حرب تھا، آج کے دور جدید میں، بندوق، توپ، آبدوز، کشتیاں بحری ر سمندری بیڑے جرنیل راکٹ، ٹینک، دیگر اسلحہ اور آلات حرب یہ سب کچھ سامانِ جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پاکستان جیسے اسلامی ملک کو جوہری توانائی بھی حاصل ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی تیاری مکمل رکھیں تاکہ اللہ کے دشمنوں پر تمہاری ہیبت رہے یہ سب سامان اور جنگی تیاری دشمنوں پر رُعب جمانے دھاک بٹھلانے کی ایک ظاہری صورت ہے، باقی رہی فتح ونصرت تو وہ اللہ کی مدد سے ملتی ہے جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا تم کو پورا پورا صلہ دیا جائے گا اور تمہارے معاملے میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

آیت ۶۱ میں بتایا جارہا ہے کہ کہ جنگ کے بجائے اگر دشمن بھی مصالحت کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ اگر صلح سے اس بات کا امکان ہو کہ کافروں کا مقصد دھوکہ اور فریب ہو تو ایسی صورت حال کے پیشِ نظر بھی تردّد کی کوئی بات نہیں! اللہ پر مکمل توکل رکھو! یقینی طور پر اللہ دشمن کے فریب سے محفوظ رکھے گا، جس نے پہلے بھی مدد فرمائی اپنی تائید اور فتح سے سرفراز کیا، فرشتوں کا نزول ہوا اور انعامات سے نوازا گیا۔ یہ صلح قبول کرنے کی اجازت اس صورت میں ہے جب کہ مسلمان اپنے آپ کو کم زور جانتے ہوں اور باہمی عمل وصلح میں اسلام اور مسلمانوں کا مفاد مُضمر ہو یہ بات ذہن نشین رہے کہ جب کافر کمزور ہوں اور مسلمان وسائل اور قوت میں مضبوط ہوں تو کُفار کی شوکت عظمت اور کمالِ قوت کو توڑنا لازم ہے چنانچہ یہی موضوع سخن آیت ۳۵ سورہ محمد پارہ حٰم ۲۶ میں بیان ہوا ہے:

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ۔

پس تم ہمت نہ ہارو اور سُستی نہ دکھاؤ، اور سمجھوتے کی دعوت نہ دو اور تم ہی غالب رہو گے اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال کے بارے میں تمہارے ساتھ خیانت نہیں کرے گا۔ آیت ۳۵

Marfat.com

گویا بتانا یہ مقصود ہے کہ صلح و سمجھوتے کی ایسی صورت میں ضرورت نہیں ہے، بلکہ عزم، حوصلے اور ایمان کے ساتھ، جہاد کے لئے تیار رہو تم ہی سَر بلند رہو گے، بے شک اللہ سُننے والا اور جاننے والا ہے۔

آیت ۶۲ میں بیان کیا جارہا ہے کہ اگر کُفار تم کو فریب دینے کا عزم کریں تو تمہارے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ اگر دشمنوں نے کوئی چال چلنے کے لیے سوچا تو اللہ تعالیٰ کی نُصرت و حمایت تمہارے شاملِ حال ہوگی اسی ہدایت کی روشنی میں سرکار دو عالم ﷺ کا طرزِ عمل دیکھئے اُنہوں نے قریش کے ساتھ حُدیبیہ میں صلح کی۔

آیت ۶۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ آغاز اسلامی تحریک میں تم لوگ باہم لڑنے میں مصروف رہا کرتے تھے، حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ایک دوسرے کے دلوں میں اُلفت و محبت کی فضا پیدا کردی، یہ نعمت ہے ایک مشکل کام آسان ہوگیا اگر تم دنیا کے خزانے بھی لٹا دیتے تو امن کی آتشی کی یہ باہمی محبت پیدا نہیں ہوسکتی تھی یہ سب کچھ اللہ کی عنایت اور انعام ہے کہ سب کچھ بغض و عداوت کو بھول کر آپس میں شیر و شکر ہو گئے۔ یہ اہلِ ایمان پر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی برکت بعثت سے احسان فرمایا ہے، باری تعالیٰ نے اس انعام اور احسان کا تذکرہ آیت ۱۰۳ سورہ آلِ عمران پارہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ میں کیا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ

اور اللہ کی رَسّی کو مِل کر تھام لو! اور پھوٹ نہ ڈالو اپنے اُوپر اللہ کے فضل کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو باری تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی پس تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔

صدیوں پرانی دُشمنی کو ختم کر کے باہمی خُلوص و ایثار پیدا کرنا اللہ کی خاص عنایت ہے، بے شک اللہ غالب ہے اور حکمت والا ہے۔

آیت ۶۴ میں بیان کیا جارہا ہے کہ اے نبی! ﷺ آپ کے لیے اللہ ہی کافی ہے اور اُن اہلِ ایمان کے لئے جنہوں نے آپ ﷺ کی اتباع اختیار کی ہے، مسلمانوں کے لیے اللہ ہی کافی ہے اس کے دو مفہوم لئے جاسکتے ہیں اَسلاف کی اکثریت اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ جب حمایت اور ہدایت کے لیے اللہ ہی کافی ہے تو کسی بھی قلت کے احساس سے اور عالم بے سروسامانی سے گھبرانا قطعی نہیں چاہیئے، کچھ علماء اس خیال کا اظہار کرتے ہیں کہ اے حبیب! ﷺ فی الحقیقت اللہ وحدہٗ لاشریک ہی آپ کے لیے کافی ہے ظاہری اسباب کے لحاظ سے مخلص مسلمانوں کی محبت خواہ کتنی کسی قدر ہی قلیل ہو۔ (بحوالہ تفسیر عثمانی جلد اوّل از مولانا شبیر احمد عثمانیؒ)

اللہ نے مسلمانوں کے دل میں محبت پیدا کردی، جو کسی کے اختیار کی بات نہ تھی، جب رسول اللہ ﷺ سرزمین عرب میں مبعوث ہوئے تو تمام روئے زمین پر کفر و بُت پرستی کے تاریک مہیب سائے چھائے ہوئے تھے، جونہی مکّہ مکرمہ میں آفتاب رسالت و ہدایت طلوع ہوا اس نے تمام عالم کو منوّر کیا، عرب میں محبت کے آثار پیدا ہوئے۔ تحریک اسلامی کی تحریک نے شمعِ رِسالت کے پروانوں کو حوصلہ دیا اور اِن کے عَزم کو حیاتِ نو عطا کرنے کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾

اے نبی ﷺ! ترغیبِ شوق دلائیے اہلِ ایمان کو جہاد کے لیے اگر تم میں سے صبر کرنے والے بیس آدمی ہوں تو وہ دوسو پر غلبہ پالیں گے اور اگر تمہارے سو آدمی ہوں تو ایک ہزار منکرینِ حق پر غالب رہیں گے کیونکہ یہ کافر لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔ (۶۵)

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

اب بوجھ ہلکا کردیا ہے تم پر سے، اس کو معلوم ہے کہ تم میں کمزوری ہے، پس اگر تم میں سے ہوں سو شخص ثابت قدم رہنے والے ہوں تو وہ غالب آئیں گے دوسو پر، اور اگر تم میں سے ہزار آدمی ایسے ہوں جو صابر ہوں تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے اور اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو صبر کرنے والے رثابت قدم رہنے والے ہیں۔ (۶۶)

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾

نہیں مناسب نبی ﷺ کو کہ اپنے ہاں رکھے قیدیوں کو جب تک کہ ملک میں خوب خونریزی کی جنگ نہ ہوجائے تم چاہتے ہو دنیا کا مال ومتاع راسباب دنیا اور اللہ کا تو چاہنا ہے تمہاری آخرت بن جائے اور اللہ تعالیٰ تو ہر طرح غالب، حکمت والا ہے۔ (۶۷)

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾

اگر اللہ کا نوشتہ پہلے سے تحریر نہ ہوتا، جو کچھ تم نے لیا ہے، وہ تمہارے لیے بڑی سزا اور زبردست تکلیف کا موجب ہوتا۔ (۶۸)

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾

پس جو کچھ تم نے حلال اور پاکیزہ مالِ غنیمت حاصل کیا ہے اُسے کھاؤ! اور اللہ سے ڈرتے رہو! بے شک اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (۶۹)

الفاظ ومعانی آیت ۶۵ تا ۶۹

(يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ) اے نبی ﷺ! رفیع قدر، یا خبر دینے والے، تحریض کیجیے اہلِ ایمان کو اور جہاد کے لیے رغبت شوق پر اُبھاریے، کافروں کے ساتھ قتال پر، اگر مسلمان صبر کا دامن مضبوطی سے تھام لیں تو اپنے سے دس گُنا کافروں کے لشکر پر غالب آجائیں گے، اگرچہ خبر یہ ہے لیکن معنوی لحاظ سے امر ہے کہ مسلمان دس گُنا قوت کے سامنے ڈٹ جائیں اور قدم پیچھے نہ ہٹائیں کافر اپنی تعداد کی کثرت کے بل بوتے پر مسلمانوں کو مَغلوب نہیں کرسکیں گے۔ (بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوم از محمد کرم شاہ الازہریؒ) (اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ) اگر ہوں تم میں سے بیس آدمی صبر کرنے والے معرکہ قتال میں تو غالب ہوں گے دوسو (مُشرکوں) پر یہ شرط حکم کے معنی پر ہے، مفہوم اس کا یوں سمجھئے کہ تم میں سے ایک مسلمان دس مُشرکوں کے مقابلے میں صبر کرے اور بھاگے نہیں۔ (وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ) اگر

Marfat.com

ہوں تم میں سے سو آدمی (یَغْلِبُوْٓا اَلْفًا) غالب ہوں گے تائیدِ الٰہی سے ہزار آدمیوں پر۔ (مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ) ان میں سے جو کافر ہوئے اور یہ تمہارا اُن پر غالب ہونا، اور اس سبب سے ہے کہ وہ گروہ ہے نادان کہ اللہ کو اور روزِ قیامت کو نہیں پہچانتے۔ اس لئے نجات اور درجات سے غافل ہو کر گمراہی کے وقت اہلِ ایمان کے سامنے ثابت قدم اور مستقل رہنے کی قوت نہیں رکھتے اس کا سبب یہ ہے کہ کُفار کی جنگ کسی خاص مقصد کے لیے نہیں ہے وہ تو محض بغض، عناد اور تعصب کا نتیجہ ہے۔ (اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ) اب بوجھ ہلکا کر دیا اللہ تعالیٰ نے تم پر سے۔ (خَفَّفَ) اس نے تخفیف کی رکی کر دی، تَخْفِیْفٌ سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق یہاں یہ اَمر یاد رہے کہ یہ وعدہ اُن نام نہاد مسلمانوں سے نہیں ہے جو آزمائش اور مصیبت کی گھڑی میں ہمت کا دامن چھوڑ دیتے ہیں، بلکہ یہ نوید مسرت ان سچے اہلِ ایمان سے جو راہِ حق میں جوشِ ایمانی کو بڑھا دیتے ہیں اور صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں، جن کا جذبہ ایمان یہ ہوتا ہے اقبال کی زبان میں ''پہاڑ اُن کی ہیبت سے رائی'' وہ ظُلم و کُفر کے سامنے فولادی چٹان بن کر اُبھرتے ہیں۔

(وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ) اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اعانت اور حمایت کے سبب سے جو کوئی صَبر کرے گا فتح وُنصرت پائے گا۔ الصَّبْرُ مَطِیَّة الظَّفر صبر سواری ہے نُصرت وظفر کی، کیا خوب کہا ہے: ع

صبرو ظفر دوستان قدیم اند ☆ صبر کن اے دل کہ بعد از ان ظفر آید

(مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ) نبی کو مناسب نہیں کہ جب تک زمین پر کفار کا خون نہ بہائے، کافروں کو صرف قیدی بنا کر رکھنا۔ غزوۂ بدر میں حضرت محمد ﷺ ستر قیدی کُفّار کے لے کر مدینہ منورہ میں آئے، ان قیدیوں کے بارے میں جن میں حضورِ اکرم ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی عَقیل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ لوگوں سے مشورہ طلب کیا گیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا فدیہ دے کر چھوڑ دیجئے آپ کی قوم ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت کی توفیق سے سرفراز فرمائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا قتل کر دینا چاہیے تا کہ کُفر ظلمت کا زور ٹوٹ جائے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا ''آگ میں جلا دیجئے آپ ﷺ نے اس مشورہ کو قبول کر لیا جن میں قیدیوں کے معاملے میں رحمت اور سہولت تھی۔ بالآخر رسول اللہ ﷺ کو سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے پسند آئی، چنانچہ ہر ایک سے چالیس اوقیہ لے کر چھوڑ دیا۔ اوقیہ سونے کا ایک وزن تھا جس میں چالیس درہم ہوتے تھے درہم کچھ کم چار آنے تھا۔ (بحوالہ تفسیر فتح المنان تفسیر حقانی جلد دوم عبدالحق الحقانیؒ)

اس آیت میں (حَتّٰى یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ) کے الفاظ آئے ہیں، یُثْخِنَ، اثخان سے مَصدر کثرت سے خوب بہا دے، فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ لفظ اثخان کے معنی لغت میں کسی قوت و شوکت کو توڑنے میں مبالغہ سے کام لینے کے ہیں اس معنیٰ کی تاکید کے لئے لفظ فِی الْاَرْضِ لایا گیا جس کا حاصل یہ ہے کہ دشمن کی شوکت کو خاک میں ملا دے۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ) اثخان کا معنی ہے کسی چیز کا گاڑھا ہو جانا تا کہ وہ بہہ نہ سکے، ویسے یہ مستعمل ہے کثرتِ قتل، غلبہ اور تسلط جو کثرتِ قتل کا مُوجب ہے کہ معانی میں بھی ہوتا ہے۔ (بحوالہ قرطبیؒ) (فِی الْاَرْضِ) بیچ زمین کے اس لئے کہ یہ صورت کفّار کی ذِلّت اور قلّت کا سبب، اور اسلام کی عزّت اور ابرار کی شوکت ظاہر ہونے کا باعث ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ ۱۸۸۷ء)

Marfat.com

(تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا) یعنی تم لوگ دنیا کو چاہتے ہو! دنیا کا مال بہت جلد زائل ہوجانے والا ہے۔(وَاللّٰہُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ) اور اللہ چاہتا ہے تمہارے لئے ثواب آخرت کہ وہ بہشت اور نعمت دائمی ہے۔(وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ) اور اللہ غالب ہے دوستوں کو دشمنوں پر غلبہ دیتا ہے (حَکِیْمٌ) دانا ہے اس بات میں کہ جو بندوں کے ساتھ کرتا ہے اس آیت میں لطیف اشارہ ملتا ہے کہ اللہ بڑی حکمت والا ہے اگر آپ لوگ جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرتے تو وہ اپنے فضل وکرم سے آئندہ فتوحات میں تمہارے لئے مال دولت کے سامان اسباب بھی مہیا کردیتا۔(فَکُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَیِّبًا) پس اب جو مالِ غنیمت تمہیں ملی ہے اور فدیہ بھی اس میں ہے وہ اب کھا سکتے ہو، اور آیندہ کے لیے تمہارے لئے حلال کردیا گیا۔ آیت زیر مطالعہ میں مالِ غنیمت کو پاکیزہ قرار تو دیا گیا مگر یہ شرط بھی لگادی گئی۔(وَاتَّقُوا اللّٰہَ) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو، اور اس کے حکم کی مخالفت میں لڑو، پس اُمید رکھو۔(اِنَّ اللّٰہَ) بلاشبہ اللہ۔(غَفُوْرٌ) بخشنے والا ہے اس نے تمہارا گناہ بخش دیا۔(رَّحِیْمٌ) مہربان ہے کہ غنیمت تم پر حلال کردی، اور سابقہ اُمتوں پر حرام تھی، اشارہ لطیف یہ ہے کہ "مالِ غنیمت اگرچہ حلال کردیا گیا مگر وہ بھی ایک قانون کے تحت حلال ہوا ہے اُس قانون کے تحت خلاف یا اپنے حق سے زائد لیا جائے گا تو وہ جائز نہیں"۔(بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ)

تشریح وتوضیحات آیت ۶۵ تا ۶۹

آیت ۶۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جہاد سے قبل صحابہ کرامؓ کو تلقین عمل کی دعوت دیتے کہ تم مسلمانوں کو تعداد کی کمی سے متعلق ہراسان ہونے کی ضرورت نہیں ہے تمہارے لئے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اور اُنہی قلیل مسلمانوں کی رفاقت کافی ہے، ربِ جلیل کی رحمت بے پایاں سے دس گنا دشمنوں پر غالب آئیں گے، اہلِ ایمان جب جذبہ شوق شہادت سے سرشار ہوتا ہے تو ایمان کی روشنی اس کے قلبِ حزیں میں پھیل جاتی ہے، مسلمانوں کی جنگ محض باری تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہوتی ہے وہ اللہ کی رضا کو پہچان کر اور یہ جان کر میدانِ کارزار میں قدم رکھتا ہے کہ راہِ حق میں جان نثار کردینا ہی اصل زندگی کا مقصد ہے "شہادت ہے مقصود مطلوب مؤمن" کے مصداق اللہ کی راہ میں مرنا ہی اصل زندگی ہے پھر مردِ مؤمن کو یقین کامل ہوتا ہے کہ میری تمام تر قربانیوں کا ثمر، آخرت میں ضرور بہ ضرور ملنے والا ہے۔ حقیقت احوال تو یہ ہے کہ بیس مسلمان جم کر لڑائی کرنے والے دوسو پر بھاری ہوں گے اور ایک سو مسلمان ایک ہزار لشکر جرار کا منہ پھیر دے گا، یہ اصل طاقت دلوں کی طاقت ہے مسلمان جب اللہ کے حکم کی تکمیل شوق میں سربہ کف ہوتے ہیں تو اُنہیں اللہ کی نصرت بھی ملتی ہے، کافر تو عظمتِ الٰہی سے بےخبر اور بیگانہ ہے وہ تو اللہ کی معرفت کا شعور نہیں رکھتے، دشمن کا گروہ تو عقل وادراک فہم وآگاہی اور سُوجھ بُوجھ سے قطعی عاری ہے ان میں تعصب کا عنصر غالب ہے محض جوش وعداوت سے مجبور ہوکر جنگ کررہے ہیں یہ تو علم وبصیرت سے محروم ہیں گو تعداد میں زیادہ ہوں، وہ اہل ایمان کی بصیرتِ علم ودانش کے آگے ٹھہرنے سے قاصر ہیں۔ چونکہ مُشرکین بھرپُور وسائل کے ساتھ اور کثیر تعداد میں میدان میں مقامِ بدر پر آگئے تو حضور اکرم ﷺ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "ایسی بہشت میں جانے کے لیے صف آرا ہوجاؤ جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے مساوی ہے"۔ ایک صحابی عمیر

Marfat.com

بن حمام ؓ نے اظہارِ مسرت کرتے ہوئے کہا میں بھی جنّت میں جانے والوں میں سے ہوں گا پھر وہ حضرت عمیر ؓ جامِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ (بحوالہ صحیح مسلم)

آیت ۶۶ میں بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ذمہ داری پُرتخفیف کردی ہے اور جان لیا کہ تم میں ضعف اور کمزوری ہے سو اگر تم میں سے سوصبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دوسو پر غالب آئیں گے اور تم میں سے ہزار ہوں گے تو باری تعالیٰ کے حکم سے دو ہزار پر غلبہ پائیں گے اور تم میں سے جو صبر کرنے والے ہیں اللہ اُن کے ساتھ ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ آیت مبارکہ مسلمانوں کی کثرت کے دور میں اُتری، اللہ نے مسلمانوں پر جو پچھلا حکم عائد ہوا تھا اس ذمہ داری میں کمی کردی'' چنانچہ اس حکم میں اسلام میں نئے داخل ہونے والوں کی معرفت و بصیرت کی کمزوری کا بھی لحاظ رکھا گیا''۔ (بحوالہ تفسیر تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

آیت ۶۷ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ غزوۂ بدر میں ستر کفّار مسلمانوں کے ہاتھوں مقید ہوئے باری تعالیٰ نے اُن کے بارے میں دو اشکال مسلمانوں کے سامنے رکھیں (۱) ہلاک یا قتل کردینا۔ (۲) فدیہ لے کر اُن کو رہا کردینا اس شرط پر کہ اگلے سال اسی تعداد میں تمہارے آدمی قتل کئے جائیں گے۔ حقیقت احوال تو یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ کی طرف سے اِن دونوں صورتوں کا منتخب کرنا دراصل آزمائش اور امتحان کی کٹھن گھڑی تھی تاکہ اس بات کا پتہ چل جائے کہ مسلمان اپنے مشورے اور مزاج فطرت کے مطابق کس طرف جھکتے ہیں بہرِ نوع اس سلسلے میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی رائے پر عمل ہوا۔ اس آیۃ مبارکہ میں بتایا جارہا ہے کہ دنیا میں نبی اس لئے مبعوث نہیں ہوئے کہ اُن کی اطاعت کرنے والے اپنے دشمنوں سے فدیہ طلب کریں بلکہ ان کا ارفع و اعلیٰ مقصد دعوتِ حق ہے اس لئے نبی کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ جب تک ملک میں خونریزی کی جنگ نہ ہوجائے کافروں کو قیدی بنائے۔ اے مسلمانو! تمہاری نظر دنیا کے مال و متاع پر لگی ہوئی ہے تم مالِ دنیا چاہتے ہو! باری تعالیٰ تمہارے لئے آخرت کے انعام و اکرام کو پسند کرتا ہے۔

آیت ۶۸ میں ذکر ہورہا ہے کہ اگر اللہ کا نوشتہ، پہلے سے موجود نہ ہوتا تو جو طرزِ عمل اور روش اپنا رکھی ہے اس کے سبب تم پر ایک عذاب عظیم ٹوٹ پڑتا، یہاں اس غلط روش کے بارے میں اہلِ قریش نے جو رویہ اختیار کر رکھا تھا اس کا جواب دیا گیا ہے کہ بدر میں جو کچھ معاملہ درپیش ہوا اس کی ذمہ داری نبی پر نہیں بلکہ خود تم پر عائد ہوتی ہے جب دنیا میں تمہارا یہی شیوہ رہا ہے تم نے جو شر پھیلایا تھا وہ تو اس بات کا متقاضی تھا کہ عذابِ عظیم تمہیں پکڑتا، لیکن ربِ جلیل کے قانون کے تحت تمہیں مہلت مل گئی۔

آیت ۶۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ خیر جو کچھ تمہیں مالِ غنیمت ہاتھ آیا ہے اس کو حلال اور پاکیزہ سمجھ کر کھاؤ، اللہ سے ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے، جب اس سابقہ آیت کا نزول ہوا تھا تو صحابۂ رسول ﷺ نے جو فدیے وصول کیے تھے اُن سے ہاتھ رُوک لیا تھا اس پر یہ آیت مبارکہ اُتری اور بیان ہوا کہ تمہاری غنیمتیں حلال کی گئی ہیں اُنہیں کھاؤ صحیحین کی حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے ہمارے لئے غنیمتیں حلال کردیں اور ہم سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کی گئیں تھیں۔

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾

اے نبی! (ﷺ) جو قیدی آپ کے ہاتھ رقبضہ میں ہیں اُن سے کہہ دیجئے! اگر اللہ کو معلوم ہوا کہ تمہارے دلوں میں کچھ خیر رنیکی ہے تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تم کو عطا کرے گا اور تمہارے قصور رگناہ بخش دے گا اللہ تعالیٰ تو واقعی بہت درگزر کرنے والا اور مہربان ہے۔ (۷۰)

وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

اور اگر وہ آپ کے ساتھ خیانت ردھوکہ دہی کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس سے پہلے بھی یہ لوگ اللہ کے ساتھ خیانت کے مُرتکب ہو چکے ہیں اسی لئے اللہ نے اُنہیں تمہارے قابو میں دے دیا رقیدی بنا دیا، اللہ سب کچھ جانتا ہے اور حکمت والا ردانا ہے۔ (۷۱)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾

یقینی طور پر جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کے لیے وطن چھوڑا رہجرت کی اور جہاد کیا، اپنے مالوں سے، اپنی جانوں سے، اللہ کی راہ میں اور جن لوگوں نے ہجرت کرنے والوں کو پناہ دی اور ان مہاجرین کی مدد کی ہر طرح سے پس یہی لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو لوگ ایمان تو لے آئے مگر ہجرت اختیار نہیں کی، یعنی ایمان کی خاطر اپنے گھر بار نہیں چھوڑ پائے تمہارے لیے اُن کی رفاقت نہیں ر تم پر اُن کی دیکھ بھال کی کوئی ذِمہ داری نہیں، جب تک وہ ہجرت کر کے نہ آ جائیں البتہ اگر وہ تم سے دین کے معاملہ میں مدد طلب کریں تو تم پر لازم ہے کہ اُن کی مدد رحمایت کرو مگر یہ مدد رامداد اُن کے مقابلے میں نہیں دی جائے گی جن کے درمیان صلح کا عہد و پیمان ہے۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو خوب دیکھ رہا ہے۔ (۷۲)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ؕ ﴿۷۳﴾

اور وہ لوگ جنہوں نے راہِ کُفر اختیار کی وہ ایک دوسرے کے مددگار ررفیق بنے ہوئے ہیں اگر تم آپس میں ایک دوسرے کے دوست بن کر نہ رہو گے تو زمین پر بڑا فساد برپا ہو گا رملک میں فتنہ پھیل جائے گا۔ (۷۳)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾

اور جو لوگ ایمان لائے، گھر بار چھوڑا ہجرت کی، اللہ کی راہ میں جہاد کیا راللہ کے راستے میں محنت اُٹھائیں رجدوجہد کی جنہوں نے پناہ دی اور مدد پہنچائی یہی لوگ سچے ایمان دار ہیں اُن کے لئے بخشش ہے اور باعزت روزی ہے۔ (۷۴)

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۷۵

اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کر کے آگئے اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا وہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور رشتہ دار عزیز و اقارب ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہیں/ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں اللہ کی کتاب کے قانون سے بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ (۷۵)

الفاظ و معانی آیت ۷۰ تا ۷۵

(وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ) اور اگر وہ آپ سے دھوکہ دہی کا ارادہ رکھتے ہیں تو وہ پس خیانت کر چکے اللہ کے ساتھ، اس سے پہلے کفر کے سبب پس باری تعالیٰ نے قدرت دی آپ کو ان پر یہاں تک کہ غزوۂ بدر کے دن وہ گرفتار ہوئے آپ لوگوں کے ہاتھوں اور اس کے بعد اب ممکن ہے کہ اللہ آپ کو اور غالب کر دے۔ (خَانُوْا) اُنہوں نے خیانت کی، دغا دی، خِيَانَة سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ غزوۂ بدر میں قید ہونے والوں میں کچھ لوگوں نے تو مسلمان ہونے کا شرف پالیا مگر اُن کے بارے میں، لوگوں کے دل میں خلش باقی رہ گئی تھی، یہ مکہ جا کر کہیں اسلام سے منہ نہ موڑ لیں، پھر کوئی خسارہ پہنچائیں اس لیے پہلے تو میثاقِ ازل میں جو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا پروردگار ہونے کا اقرار کیا تھا اس کی خلاف ورزی کرنے لگے تھے، اُن کی یہ خیانت/دھوکہ دہی خود ان کے لیے نقصان دہ رہی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذلیل و رُسوا بھی ہوئے اور پکڑے بھی گئے۔ (وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ) اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے اس آیت میں ترہیب کے ذریعہ بتایا جا رہا ہے کہ تمہاری دنیا و آخرت کی بھلائی کا انحصار اسلام اور ایمان میں مُضمر ہے۔ (اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) بے شک/بالیقین وہ لوگ جو ایمان لائے۔ (وَهَاجَرُوْا) اور ہجرت کی۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اپنے وطن/گھر بار چھوڑے۔

(وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ) اور جہاد کیا اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنے مال کو ہتھیار/حرب اور محتاجوں کے مصارف میں صرف کیا۔ (وَاَنْفُسِهِمْ) اور اپنی جانوں کے ساتھ قتال میں مصروف رہے۔ (فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُذُوْا) اللہ کی راہ میں یہ مہاجر لوگ ہیں اور جنہوں نے جگہ دی مہاجروں کو اور مدد کی رسول اللہ ﷺ کی، اس گروہ سے مُراد انصار ہیں۔ انہوں نے جگہ دی اِیْوَا سے فروکش، فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ تفسیر قادریؒ از مولوی فخر الدینؒ) (اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ) وہ گروہ بعضے اُن کے دوست ہیں اور بعض کے متولی ہیں میراث میں، ابتداء میں یہ حکم تھا کہ مہاجر اور انصار ہجرت اور نصرت کے سبب ایک دوسرے کی میراث لیں۔ اِس آیت میں اسلامی ملت سے تعلق رکھنے والے، مختلف نوع/گروہ کا اُن کی اپنی علیحدہ حیثیت سے تذکرہ کیا۔ ہے اس کے ساتھ ساتھ اور سیاسی اُمور کے تعلقات اور ان کے حقوق کا ذکر کیا ہے۔ ضیاء القرآن جلد دوم میں محمد کرم شاہ الازہریؒ رقمطراز ہیں ''اس لحاظ سے کہ یہ آیت اسلام کی عادلانہ خارجہ پالیسی کا ستون قرار دی گئی۔ (وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) جو لوگ ایمان لائے۔ (وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ) اور جنہوں نے ہجرت نہیں کی، تمہارا اُن سے کوئی رشتہ ولایت نہیں، تاوقتیکہ وہ ہجرت نہ کریں۔ قابلِ غور بات یہ کہ اس

آیت کے زیرِ مطالعہ میں لفظ وَلِیٌّ اور ولایت استعمال کیا گیا ہے جس کا معنیٰ کے لحاظ سے مفہوم دوست اور گہرے مراسم کے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مجاہد، حسن، قتادہ وغیرہ جیسے ائمہ تفسیر نے ولایت سے مفہوم وراثت اور ولی کا معنیٰ وارث لیا ہے اور اکثر مُفسّرین نے ولایت کے لغت میں معنی دوستی اور اعانت مُراد لیے ہیں۔ وَلی بمعنیٰ دوست، محبوب، محبّ، عزیز، محافظ، مددگار، حاکم ولایۃ اور تولی کے معنیٰ حفاظت، نگرانی اور حکومت کے ہیں وَلی بمعنیٰ فاعل اور بمعنیٰ مفعول دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اور بندوں دونوں کے لیے آیا ہے اس کی جمع اولیاء ہے ولی اللہ وہ ہے جو صاحبِ ایمان ہو اور صاحبِ تقویٰ بھی۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

(وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ) اور وہ مسلمان جنھوں نے ہجرت نہیں کی اگر تم سے مدد چاہیں دین کے کام میں اگر ان میں اور کافروں میں مقابلہ واقع ہو اور وہ تم سے مدد طلب کریں۔ (فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ) تو تم پر واجب ہے اُن کی امداد کرنا۔ مگر ان کے مقابلے میں نہیں کہ تم میں اور اُن میں باہم عہد صلح کا ہو۔ عہد و پیمان یعنی جس سے عہد ہے اس سے عہد نہ توڑو۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر ایسا ہی ایک واقعہ رُونما ہوا جس وقت سرکارِ دو عالم ﷺ نے کُفارِ مکہ سے صلح کر لی اور صلح کی یہ شرائط میں یہ بات شامل تھی کہ مکّہ سے جو فرد/آدمی اب مدینہ طیبہ جائے تو اس کو رسول اللہ ﷺ واپس کر دیں اسی معاملہ صلح کے وقت ابو جندل رضی اللہ عنہ جنہیں کُفّارِ مکّہ نے مقید کر کے طرح طرح کی ایذا اور تکالیف میں مُبتلا کیا تھا ہر صورت وہ کسی طرح خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اپنے ظُلم و ستم کا اظہار کر کے حضور ﷺ سے مدد کے طلبگار ہوئے، یقینی طور پر ایک مظلوم کی پکار سُن کر آپ ﷺ کس قدر متاثر ہوئے، اس کے باوجود آیتِ زیرِ مطالعہ کے حکم کے مطابق آپ ﷺ نے مدد کرنے کا عذر فرما کر واپس کر دیا۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیع)

(وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ) اور اللہ جو کچھ تم سے عہد ایفائے عہد یا عہد شکنی کرتے ہو دیکھنے والا ہے۔ (وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا) اور جو لوگ کافر ہوئے۔ (بَعْضُهُمْ) بعض اُن کے۔ (اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ) وہ دوست/حمایتی ہیں بعض کے باہم امداد کرنے میں اس لئے اس آیت سے پتہ چلا کہ کافر لوگ، آپس میں ایک دوسرے کے وارث قرار پائیں گے اور "تقسیم وراثت کا جو قانون اُن کے اپنے مذہب میں رائج ہے اُن کی وراثت کے معاملے میں اسی قانون کو نافذ کیا جائے گا"۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیع)

حاصل گفتگو یہ کہ عائلی مسائل غیر مسلم کا اپنا مذہبی ضابطہ اسلامی مملکت میں محفوظ رکھا جائے گا، اس سلسلے میں یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ تعلیمات قرآن کا اعجاز تو دیکھیے، انسانی تمدن اور معاشرتی اُمور کو زبان، منصب اور دولت کی اساس پر منقسم نہیں کیا جاسکتا۔ اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں تقسیم کا انحصار عمل، ایمان اور کُفر پر ہے اہلِ ایمان بلا امتیاز نسل و رنگ، زبان اور ملک ایک طبقہ کے افراد ہیں اور اسی نوعیت سے کُفّار کا اپنا ایک طبقہ ہے، لگتا ہے یہی انسان معاشرہ کی درست سمت میں تقسیم ہے جس کو عقل و دانش اتنی ہے جانتی ہے۔ (اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ) اگر تم اس حکم پر عمل پیرا نہ ہوں گے جو حکم ہم نے کیا ہے باہم ملنے، مدد اور محبت کرنے کا تو تمام تر زمین میں فتنہ و فساد پھیل جائے گا، اس کو یوں سمجھیے اگر مسلمان باہم دوسرے کے رفیق/مددگار نہ ہوتے تو اُن کے کام بگڑ جاتے اور کافر غلبہ/ظہور کریں گے، بھلا اس سے زیادہ فتنہ

Marfat.com

وفساد اور کیا ہوسکتا ہے اور حق تعالیٰ جب مہاجر اور انصار کی امداد اور وراثت کی خبر دے چکا اور اس کے ترک پر تہدید ❶ کر چکا تو دوبارہ اُن کی ہجرت اور حمایت کرنے کی جزا کی خبر دیتا ہے۔ (اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا) وہ گروہ وہ ہے جو سچے مؤمن ہیں۔ (لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ) اُن کے واسطے بخشش ہے اللہ کی طرف سے، اور اچھی روزی ہے اُن کے لئے مغفرت مقدر رہے۔ صحیح حدیث میں مذکور ہے۔ الا سلام یھدم ما کان قبلہ والھجرۃ تھدم و کان قبلھا۔ یعنی مسلمان ہوجانے کا شرف پچھلے گناہوں کے انبار کو چھپالیتا ہے اسی طرح ہجرت کرنا سابقہ گناہوں کو ختم کردیتا ہے۔ (وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) اور وہ لوگ جو ایمان لائے۔ (مِنْ بَعْدُ) بعد صلح حدیبیہ کے۔ (وَهَاجَرُوْا) اور ہجرت کی اُنہوں نے۔ جیسے ابونصر اور ابو جندل وغیرہ۔ (وَجَاهَدُوْا) اور جہاد کیا (مَعَكُمْ) ساتھ آپ کے، یعنی آپ ﷺ کے مددگار ہوئے۔ (فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ) تو وہ گروہ آپ میں ہیں یعنی سابقہ اور اگلے ایمان اور ہجرت اور جہاد میں مساوی ہیں، یہ قابل ذکر بات ہے کہ صلح حدیبیہ سے قبل ہجرت کرنے والے اور فتح ونُصرت دین کے لئے جانثاروں کا مقام بلاشبہ عظیم سے عظیم تر ہے لیکن بعد میں بھی جنہوں نے ہجرت اختیار کی اور اسلام کی سرفرازی اور عظمت اسلام کی خاطر اپنے آپ کو سپرد خدمت کردیا وہ بھی احکامِ شرعیہ اور جملہ تمام سیاسی حقوق میں برابر ہیں ضرورت پڑنے پر ایک دوسرے کی نصرت حمایت بھی کریں گے اور ایک دوسرے کے وارث بھی ہوں گے۔

(وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ) اور قرابت والے/رشتہ دار اور بعض/نسب ورثہ میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں اللہ کے حکم کے مطابق۔ لوحِ محفوظ میں یہ آیت اُسی گروہ کے وارث ہونے کی ناسخ ہے جو ہجرت اور نُصرت کے بعد سب ایک دوسرے کی میراث لیتے تھے۔ اس آیت نے یہ کلّیہ بتادیا کہ تقسیم وراثت اقربا کے معیار پر ہونا چاہئے لفظ اُولُوا الْاَرْحَامِ صرف اقرباء اور رشتہ داروں کے لیے استعمال ہوتا ہے ان میں خاص خاص عزیز واقارب کے حصّہ کا ذکر سورۃ نسآء میں وضاحت کے ساتھ بتادیا گیا ہے، خاص خاص رشتہ داروں کے حصّے خود باری تعالیٰ نے مقرر کردیئے ہیں جن کو اصطلاح شریعت میں ذوی الفروض کہا جاتا ہے اور باقی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ (اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ) بے شک اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۷۰ تا ۷۵

آیت ۷۰ میں اظہارِ بیان ہے ان قیدیوں کا جو قیدی فدیہ کے لیے روک لئے گئے تھے ان سے کہا جارہا ہے کہ اگر باری تعالیٰ تمہارے دلوں میں نیک نیّتی دیکھے گا یا کوئی بھلائی پائے گا تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تم کو عطا کیا جائے گا کسی قسم کا شک تم کو نہیں رکھنا چاہئے باری تعالیٰ تم کو بخش دے گا وہ بہت مہربان معاف کرنے والا ہے ایسا ہی یہی حکم آیت ۴ سورۃ محمد پارہ ۲۶ خم میں بیان ہوا ہے:

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ط

❶ ...... تہدید، ڈانٹ/دھمکی/سزا بحوالہ فیروز اللغات، از مولوی فیروز الدینؒ۔

Marfat.com

پس جب کافروں سے تمہارے مقابلے کی نوبت آجائے تو ان کی گردن پر وار مارو۔

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ

جب ان کو اچھی طرح کچل دو تو اب اچھی مضبوط قید و بند سے گرفتار کرو پھر اختیار ہے کہ خواہ احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے کر ویسا کر لینا یہاں تک کہ لڑائی کا زور ٹوٹ جائے۔ (آیت ۴)

آیت ۷۱ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ اگر یہ نبی ﷺ سے خیانت کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس سے پہلے بھی یہ خیانت کے مرتکب ہو چکے ہیں اب بھی اگر وہ دغا کرنا چاہیں تو کچھ پرواہ کی بات نہیں! اس لئے بدعہدی پر اُن کو گرفتار کرلیا جائے باری تعالیٰ حکمت والا اور علم والا ہے۔ اس آیت کریمہ میں یہاں پر غزوۂ بدر کے قیدیوں کے تمام تر معاملات کو جذبات سے ہٹ کر عقل و دانش اور انصاف کے اُصول پر غور کرنے کا پیام ہے اگر وہ اپنی پہلی روش پر قائم رہیں تو ایفائے عہد توڑنے کی سزا اور دھمکی ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ رقمطراز ہیں مضمون سے ظاہر ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے قیدیوں کو فدیہ لے کر جو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس فیصلہ کو پسند کیا اور اس کے نتیجہ میں اُن کے قبولِ اسلام اور مغفرت کی راہیں کھلنے کا امکان ظاہر فرمایا"۔ (بحوالہ تفسیر تدبر القرآن)

آیت ۷۲ میں بتایا جارہا ہے کہ ایمان لانے والے لوگ، جنہوں نے ہجرت بھی کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال و متاع سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے پناہ دی اور امداد کی یہی لوگ ایک دوسرے کے رفیق ہیں، یہ بات ذہن میں رہے کہ اسلام سے قبل باہمی اعانت اور نُصرت کی اساس قبائل اور خاندانی عصبیت پر موقوف تھی۔ یہ اسلامی تعلیمات کا اثر ہے کہ مہاجرین اور انصار کے مابین ایمان و اسلام اور ہجرت و جہاد کی وجہ سے رشتہ ولایت معرضِ وجود میں آیا، رہے وہ لوگ جو ایمان تو لے آئے مگر اُنہوں نے ہجرت نہیں کی تو بتایا گیا کہ تمہارا ان سے کوئی رشتہ ولایت نہیں تاوقتیکہ وہ ہجرت نہ کریں۔ چنانچہ اس بات کی تشریح کرتے ہوئے سید ابو اعلیٰ مودودیؒ تفہیم القرآن جلد دوم میں رقمطراز ہیں "یہ آیت اسلام کے دستوری قانون کی ایک اہم دفعہ ہے اس میں یہ اُصول مقرّر کیا گیا ہے کہ "ولایت" کا تعلق صرف ان مسلمانوں کے درمیان ہوگا جو یا دارالاسلام کے باشندے ہوں یا اگر باہر سے ہجرت کر کے آجائیں۔ باقی رہے وہ مسلمان جو اسلامی ریاست کے حدودِ ارضی سے باہر ہوں، تو اُن کے ساتھ مذہبی اُخوّت تو ضرور قائم رہے گی لیکن وراثت کا تعلق نہ ہوگا"۔ (تفہیم القرآن جلد دوم از سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

اِس آیت مبارکہ میں مزید وضاحت کی جارہی ہے کہ گویا ہجرت نہ کرنے والوں کی مدد اور نُصرت کی ذِمّہ داری تم پر نہیں، لیکن دین کی بابت رسلسلے میں اُن کی معاونت کرنا ضروری ہے لیکن یہ حمایت کسی ایسی قوم کے مقابل میں نہ ہوگی جس سے مسلمانوں کا میثاق رمعاہدہ ہو چکا، اس بارے میں معاہدہ کا احترام تِقدس مقدم ہوگا اور تم جو کچھ کرتے ہو حق سبحانہٗ تعالیٰ اُس کو دیکھ رہا ہے۔

آیت ۷۳ میں اظہارِ بیان یوں ہے کہ اور جنہوں نے کُفر اختیار کیا وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست رحامی و مددگار ہیں اسی طرح اگر تم لوگوں نے بھی ایمان کی اساس پر ایک دوسرے کی معاونت رحمایت نہ کی، تو ملک میں ظلم اور بڑا فساد ہوگا جیسا کہ احادیث مبارکہ میں وضاحت کے ساتھ واضح کر دیا گیا کہ اگر تم لوگ وراثت میں کُفر و ایمان کو نظر انداز کر کے محض رشتہ داری کو پیش نظر رکھو گے تو اس سے عظیم فتنہ و فساد پھیل جائے گا۔

آیت ۷۴ میں بتایا جارہا ہے کہ جو لوگ ایمان کی سعادت سے مشرف ہوئے، ہجرت کی اللہ کی راہ میں عزم جہاد کیا اور

Marfat.com

وہ لوگ جنہوں نے لوگوں کو پناہ دی اور ان کے ساتھ تعاون کیا، یہی لوگ سچے مؤمن قرار پائے، یہ کس قدر خوش نصیبی کی بات ہے کہ جب باری تعالیٰ اُن کے مؤمن برحق ہونے پر گواہ ہے پھر اُنہیں کسی دوسرے گواہ کی گواہی کی بھی بھلا کیا ضرورت ہے اُن کے لئے مغفرت کی نوید بھی ہے اور باعزت روزی بھی عطا ہے۔

آیت ۷۵ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کر کے آ گئے اور آپ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے وہ بھی تم ہی میں شامل ہیں، اس کو یوں سمجھئے کہ ہجرت کا اہم موقع مسلمانوں کی قوت کو جہاد کے لیے آمادہ کرنا تھا کہ گویا ہجرت ایمان ونفاق کے جانچنے کی کسوٹی بھی ہے"۔ (بحوالہ تفسیر تدبر القرآن از امین احسن اصلاحیؒ)

ہجرت کے بعد رسالت مآب ﷺ نے انصار اور مہاجرین میں جو رشتہ اُخوت / بھائی چارہ قائم کیا تھا اس کے سبب وہ ایک دوسرے کے وارث بھی ہوا کرتے تھے، لیکن اس آیت کے مطابق توارث کا یہ طریقہ ختم کیا گیا اور صرف قریبی عزیز و اقارب تک وراثت محدود کر دی گئی۔

آیت نمبر ۷۰ تا ۷۵ کے اہم نکتہ پر ایک مطالعاتی نظر:

آیت ۷۰ میں ان قیدیوں کا ذکر ہے جن قیدیوں کو فدیہ کے لیے روک لیا گیا، بتایا جارہا ہے کہ جو فدیہ لیا گیا اس سے بہتر تمہیں اسلام قبول کرنے کے بعد دیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ جوان قیدیوں کی فہرست میں شامل تھے، سعادت ایمان پا کر مسلمان ہو گئے تو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اُنہیں دنیوی مال ومتاع اور دولت وثروت سے خوب سرفراز کیا، ان آیات میں بتایا گیا کہ تمہاری نیتیں صاف ہیں تو تمہیں کوئی کھٹکا نہیں! اللہ تمہیں اپنے فضل وکرم سے عطا کرے گا، لیکن اگر وہ زبان سے تو اسلام قبول کرنے کا اقرار کریں لیکن ان کا مقصد فریب دینا ہو! تو کفر وشرک اختیار کرنے سے کیا حاصل! سوائے رُسوائی اور تذلیل کے۔ اسی موضوعِ سخن کا اظہار آیت ۴ سورۂ محمد پارہ ۲۶ حٰمٓ میں ہورہا ہے۔

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ ۔ اور جب کافروں سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان کی گردنوں پر مارو یہاں تک کہ اُنہیں کچل دو! ۔ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً ۔ اس حکم میں تم کو یہ بھی سہولت دی جاتی ہے کہ قیدیوں کو احسان کر کے چھوڑ دو، یا فدیہ وصول کر کے چھوڑنا ہو تو ویسا کر لینا۔ آیت ۴ سورہ محمد۔

جن لوگوں نے ہجرت کی مدینہ آئے اپنے مال وجان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے مدینے میں ایسے لوگوں کی مدد کی جیسے دو فریق ایک دوسرے کے رفیق / دوست ہیں، جو لوگ فتنہ فساد کرتے ہیں، دوسرے کے دین کو مٹانے کا عزم رکھتے ہیں، پھر اُن کے خلاف جہاد لازمی ہے جب تک فتنہ ختم نہ ہو جائے۔

تقسیم میراث میں اہلِ قرابت / رشتہ دار ہی ایک دوسرے کی میراث کے وارث ہیں۔

الحمدللہ سورۃ انفال اختتام پذیر ہوئی

Marfat.com

ترتیب نزول ۹، آیات ۱۲۹، رکوع ۱۶

سُوْرَۃُ التَّوْبَۃ[1]

یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی
کل حروف ۱۰۴۸۸، کلمات ۲۰۷۸

بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ؕ﴿۱﴾

صاف صاف جواب ہے (اعلانِ برأت ہے) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے، اُن مُشرکوں کو، جن سے آپ ﷺ نے عہد و پیمان کرلیا تھا۔ (۱)

فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ ۙ وَاَنَّ اللّٰہَ مُخْزِی الْکٰفِرِیْنَ ﴿۲﴾

پس اے مُشرکو! تم ملک میں چار ماہ تک چلو، پھرو اور جان رکھو! تم اللہ کو نہیں عاجز کرنے والے/ تم تھکا نہ سکو گے اللہ کو اور یہ بھی جان لو! اللہ یقیناً رُسوا کرنے والا ہے کافروں کو۔ (۲)

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۙ وَرَسُوْلُہٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۙ﴿۳﴾

اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان عام ہے، بڑے حج کے دن کہ اللہ مُشرکوں سے دستبردار ہے اور اس کا رسول ﷺ بھی پس اگر تم توبہ کرلو تو یہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم نے رُوگردانی کی تو جان لو! تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہ کرسکو گے۔ اے حبیب ﷺ! اب آپ کافروں کو دردناک عذاب کا مژدہ سُنا دیجئے!۔ (۳)

اِلَّا الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْکُمْ شَیْئًا وَّلَمْ یُظَاھِرُوْا عَلَیْکُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَیْھِمْ عَھْدَھُمْ اِلٰی مُدَّتِھِمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۴﴾

بجز اُن مُشرکوں کے جن سے آپ عہد کرچکے ہو اور جنہوں نے اب تک /نوید/خوش خبری آپ ﷺ سے قول و قرار کی پابندی کی/ کچھ بے عہدی بھی نہ کی اور نہ آپ کے مقابلے میں کسی کی مدد کی ہے تو اُن سے عہد کی پابندی کرو اُن کی مقررہ میعاد تک، بے شک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے پرہیز گاروں کو۔ (۴)

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْھُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ وَخُذُوْھُمْ وَاحْصُرُوْھُمْ وَاقْعُدُوْا لَھُمْ کُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَھُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵﴾

پس حُرمت والے مہینوں کے بیت/گذر جانے کے بعد تو مُشرکوں کو قتل کرو جہاں پاؤ، اُنہیں گرفتار کرو اور ان کو گھیر لو/محاصرہ کرلو اور اُن کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو! ہاں اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک باری تعالیٰ معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔ (۵)

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ فَاَجِرْہُ

اگر مُشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ طلب کرے تو اس کو پناہ

[1] ......''اس سورت کے دس نام ہیں ان میں سے توبہ، برأت دو نام مشہور ہیں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام اس سورۃ کے ساتھ بسم اللہ لے کر نازل ہی نہیں ہوئے تھے نبی کریم ﷺ نے بسم اللہ لکھنے کا حکم نہیں فرمایا''۔ کنز الایمان از محمد احمد رضا خان۔

حَتّٰی یَسۡمَعَ کَلٰمَ اللّٰہِ ثُمَّ اَبۡلِغۡهُ مَاۡمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا یَعۡلَمُوۡنَ ۞ دو، تاکہ وہ کلام اللہ سُن سکیں پھر اُس کو اس کی امن کی جگہ پہنچا دو یہ اس لئے کہ یہ قوم بے علم ہے رجو قرآن کو نہیں جانتے!۔(۶)

الفاظ و معانی آیت ۱ تا ۶

(بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖۤ) یہ اعلان قطع تعلق ربیزاری ہے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی جانب سے۔ (اِلَى الَّذِيۡنَ عَاهَدتُّمۡ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ) ان مشرکوں سے جن سے عہد و پیمان باندھا ہے، اصل بات یہ ہے کہ مُشرکین عرب اور مسلمانوں کے مابین عہد تھا ان میں سے چند کے علاوہ سب نے عہد شکنی کی تو اُن کا عہد ساقط کر دیا، ایک وقت معین تک بنی نمرہ اور کنانہ کے سوا ان سب نے میثاقِ عہد کو توڑا، تو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اس کا مضمون برأت ربیزاری ردست برداری ہے مشرکوں کی بدعہدی کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ نے بھی اللہ کے حکم سے اُن پر عہد ساقط کر دیا۔ (فَسِيۡحُوۡا فِى الۡاَرۡضِ اَرۡبَعَةَ اَشۡهُرٍ) پس حکم ہوا اے سید المرسلین ﷺ کہہ دیجئے زمین پر چلو پھرو، چار ہفتے رماہ مسلمانوں کے تعرض سے بے خوف ہوکر بقر عید کے دن سے، ''یہ اعلان ۱۰ ذی الحجہ ۹ ھ کو ہوا تھا اس وقت سے ۱۰ رربیع الثانی ۱۰ ھ تک چار مہینہ کی مُہلت ان لوگوں کو دی گئی''۔ (بحوالہ تفہیم القرآن جلد دوم از ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

اور بعض کا قول یہ ہے کہ یہ آیت شوال کے آغاز میں نازل ہوئی تو چار مہینے کی مدت آخر محرم تک ہے۔ (فَسِيۡحُوۡا) پس سیاحت کرو سَاحَ یَسِیۡحُوۡا سے بمعنیٰ زمین پر چلنے اور سفر کرنے کے ہیں یہ اَمر کا صیغہ ہے جو سیاحت سے لیا گیا ہے جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ کلبیؒ کے حوالے سے علامہ قرطبیؒ رقمطراز ہیں ''یہ چار ماہ کی مدت ان لوگوں کے لیے تھی جن کے معاہدے کی مدت کم تھی یا مدت مقرر ہی نہ تھی لیکن جن کے ساتھ چار ماہ سے زیادہ کے عرصہ کا معاہدہ تھا اُن کے متعلق حکم ہوا، اس کو مقررہ وقت تک نبھاؤ'' (بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوئم از محمد کرم شاہ الازہریؒ) جن لوگوں نے عہد شکنی کی تھی اُن میں سے بعضوں کی مدت چار مہینے سے بہت کم تھی اور بعضوں کی مدت زیادہ باقی تھی۔ امام ثعلبیؒ کے قول کے مطابق۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

(فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّكُمۡ غَيۡرُ مُعۡجِزِى اللّٰهِ ۙ) اور جان لو! تم اللہ کو تھکا نہیں سکتے ہر چند کہ اللہ نے تمہیں مہلت دی، مگر تم پر عذاب کرنے میں اللہ عاجز نہیں ہے کہ (اِنَّ اللّٰهَ مُخۡزِى الۡكٰفِرِيۡنَ) اور یہ بھی جان لو! اللہ رُسوا کرنے والا ہے کافروں کو دنیا میں قتل کر کے اور آخرت میں جلا کر۔ (مُخۡزِیۡ) رُسوا کرنے والا۔ اِخۡزَاء سے اِسم فاعل واحد مذکر قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن) اِخۡزَاء کے معنی ہوتے ہیں رُسوا کُن ذِلّت۔ (بحوالہ رازیؒ)۔ (وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖۤ) اور منادی ر پکار دینا ہے، آگاہ کر دینا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔ (اِلَى النَّاسِ يَوۡمَ الۡحَجِّ الۡاَكۡبَرِ) سب لوگوں میں بڑے حج کے دن۔ یعنی بروزِ عید قربان، دس ذوالحجہ جسے یوم النحر کہا جاتا ہے حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد کرتے ہوئے حاضرین سے دریافت کیا، یہ کونسا دن ہے لوگوں نے بتایا یوم النحر ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''ھٰذا یوم الحج الاکبر'' ''یہ یومِ حج اکبر ہے،'' اہلِ عرب کا دستور تھا کہ عمرہ کو حج اصغر کہتے تھے اور وہ حج جو ذی الحجہ کی مقررہ تاریخوں میں کیا جاتا تھا حجِ اکبر کہلاتا ہے۔'' (بحوالہ تفہیم القرآن از جلد دوم ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

Marfat.com

حضرت سفیان ثوریؒ اور دیگر ائمہ کرام نے مختلف اقوال کو یکجا کر کے فرمایا کہ حج کے پانچوں دن یوم الحج اکبر کا مصداق ہیں جس میں عرفہ اور یوم النحر دونوں شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی اصطلاح میں ہر سال کا حج ''حج اکبر'' ہے عوام میں یہ بات مروّج ہے کہ ''جس سال عرفہ بروز جمعہ واقع ہو صرف وہی ''حج اکبر'' ہے۔ اس کی اصلیت اس کے سوا نہیں ہے کہ اتفاقی طور پر جس سال رسولِ اکرم ﷺ کا حجۃ الوداع ہوا ہے اس میں عرفہ بروزِ جمعہ ہوا تھا یہ اپنی جگہ فضیلت ضرور ہے۔ (ماخوذ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیع) (اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ) یہ کہ سب لوگوں کے لیے اعلان ہے کہ اللہ اور اس کے رسول مشرکوں سے دستبردار ہیں۔ اس آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف سے مشرکین معاہدین سے بیزاری اور برأت کی گئی ہے، اب اور تمہارا کچھ عہد باقی نہیں رہا''۔ (بحوالہ تفسیر فتح المنان از عبدالحق حقانی جلد دوم) (فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ) پس تم اگر توبہ کرو کفر اور بیوفائی سے تو تمہارا بھلا ہے، درِ توبہ اب بھی کھلا ہوا ہے توبہ کر کے سرورِ لطف وکرم میں آجاؤ ندامت سے تمہاری سابقہ خطاؤں کو معاف کر دیا جائے گا۔ (وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ) اور اگر اب بھی توبہ سے منہ پھیرے رہے اور کفر کو ترک نہ کرو گے تو جان لو! اچھی طرح اور اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو، اور نہ اس سے بھاگ سکتے ہو! اور نہ اس ے مقابلہ کرنے کی سکت رکھتے ہو!۔ (اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ) مگر وہ لوگ کہ عہد وپیمان کیا جن سے تم نے مشرکوں میں سے۔ (ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْكُمْ شَیْــٴًـا) اور جنہوں نے ذرّہ بھر کمی نہیں کی کسی چیز کی تمہارے عہدوں میں گویا انہوں نے تمہارے ساتھ عہد نہیں توڑے۔ (لَمْ یَنْقُصُوْا) انہوں نے قصور نہیں کیا، انہوں نے کمی نہیں کی۔ جحد معروف، جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ (اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ) اللہ دوست رکھتا ہے پرہیز گاروں کو، تقویٰ میں عہد کرنا اور اس کی شرائط پوری کرنا لازمی ہے۔ شیخ ابو قاسم نصیر آبادیؒ نے فرمایا: اہلِ تقویٰ کی چار نشانیاں ہیں۔ (۱) حدوں کی حفاظت۔ (۲) کمائی خرچ کرنا۔ (۳) عہدِ وفا پر قائم رہنا۔ (۴) اور جو کچھ ہو اُس پر قناعت کرنا۔ اِس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نزدیک معاہدوں کی پابندی کی اہمیت بالکل واضح ہے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ اب اُن مشرکوں کا حال بیان ہو رہا ہے جن میں عہد نہیں ہے ارشادِ ربّی ہے: فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ۔ پس جب حُرمت کے مہینے گذر چکے تو جہاں کہیں مشرکین کو پاؤ قتل کرو۔ سلخ کے معنی ہیں ایسی چیز کو اُتار پھینکنا جو جسم کے ساتھ، چمٹی ہوئی ہو۔ اَلْخُرُ جلدۃ بکری کے بچے کی کھال اُتارنا۔ (بحوالہ مصباح اللغات) یہاں مُراد ہے ان مہینوں کا ختم ہو جانا، (اَشْهُرُ الْحُرُمُ) کا مفہوم یہاں وہ چار ماہ ہیں جو کافروں رمشرکوں کو مہلت کے طور پر دیئے گئے تھے اور مسلمانوں کو چار ماہ تک تاکید کی گئی کہ کافروں کے ساتھ تعرض نہ کریں پھر اسکے بعد کہیں مل جائے تو قتل کیا جائے، یا غلام بنایا جائے۔ (حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ) اور جہاں پاؤ حرم کے اندر اور پکڑو اُنہیں قیدی بناؤ اور باز رکھو اُنہیں مسجد حرام کے طواف سے۔ (اُحْصُرُوْهُمْ) اُن کو مقید رکھو۔ اُحْصُرُوا الحصر سے معنی قید کرنے اور تنگ کرنے کے ہیں فعل امر کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ (وَاقْعُدُوْا) تم بیٹھو! قُعُوْدٌ سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ (كُلَّ مَرْصَدٍ) ان کی ہر راہ گھات پر اُن کے لئے راہیں بند کر دو تا کہ وہ شہر اور بستی میں نہ پھیلیں۔ (فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ) اور اگر وہ شرک سے تائب ہو کر توبہ کر لیں اور شرک وکفر ترک کر کے ایمان قبول کر لیں اور نماز کا اہتمام اور

Marfat.com

انصرام کریں۔ (وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ) اورزکوٰۃ دیں اپنے مالوں کی اور ان دونوں اُمور سے ان کے تصدیق کی دلیل ظاہر ہوجائے۔ (فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ) پس خالی کردو اُن کی راہ، بالفاظ دیگر اُن سے ہاتھ کھینچ لو اور اُنہیں راستہ دے دو کہ یہاں سے چلے جائیں۔ فَخَلُّوْا پس تم چھوڑ دو "تَخْلِيَةٌ" سے کسی خالی مکان کو چھوڑ دینے کے ہیں فعل امر کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق (اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ) بے شک اللہ ان لوگوں کے گذرے گُناہ بخشنے والا ہے اور بہت مہربان ہے، انہیں ثواب/اَجر بے حساب دینے میں۔ (وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ) اور کوئی ان مشرکوں میں سے۔ (اسْتَجَارَكَ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ) پناہ چاہے آپ سے تو اُنہیں پناہ فراہم کرو تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سن سکے۔ (اسْتَجَارَكَ) اُس نے تم سے پناہ مانگی۔ اِسْتِجَارٌ بمعنی پناہ طلب کرنے کے ہیں فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ اس سلسلے میں سید محمد نعیم الدینؒ نے تحریر کیا ہے "مہلت کے گزرنے کے بعد تاکہ آپ سے توحید کے مسائل اور قرآن پاک سنیں جس کی آپ دعوت دیتے تھے۔ (بحوالہ خزائن العرفان کنزالایمان از احمد رضا خان بریلویؒ)

(ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ) اگر کوئی ایمان نہ لائے تو پہنچادو اُسے اُس کے گھر امن کی جگہ پھر اسکے ساتھ مقابلہ کرو۔ (اَبْلِغْهُ) اس کو پہنچادو۔ بَلِّغْ، اَبْلَاغٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ضمیر واحد مذکر غائب مفعول قواعد کے لحاظ سے۔ اگر کوئی مُشرک قرآنِ حکیم کی تعلیمات کو سمجھنے کی خاطر عرصہ چار ماہ کے گذرنے کے بعد بھی آجائے تو اس کو اس بات کی قطعی اجازت دی جائے کہ وہ حق کی روشنی کو سمجھے اور حتی المقدور اس بات کا موقع دیا جائے کہ کافر صداقتِ اسلام کی روشنی کو سمجھے اور اپنے شکوک کا ازالہ کرے اس سے کسی قسم کا تعارض نہ کیا جائے۔ (بحوالہ قرطبیؒ) (ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ) یہ حکم اس لئے کہ یہ قوم تو ایک بے علم قوم ہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱ تا ۶

آیت ۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ ان مُشرکوں سے اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ کی طرف سے صاف صاف جواب ہے اور اعلانِ برأت ہے کہ جن مُشرکوں سے آپ ﷺ نے عہد و پیمان کئے تھے، مُشرکین سے مُراد "وہ مُشرکین عرب ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ معاہدات کو وفاداری اور راست بازی کے ساتھ نباہ نہیں رہے تھے"۔ (ماخوذ تفسیر تدبر القرآن از امین احسن اصلاحیؒ) گویا مُشرکوں کے ساتھ معاہدات فسخ قرار پائے ۹ھ فتح مکہ کے بعد رسول اکرم ﷺ نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابۂ کرامؓ کو قرآنِ کریم کی یہ آیات اور اس کے احکامات دے کر نوید دی کہ مکہ مکرمہ میں یہ منادی کی جائے کہ کوئی بھی شخص حرمِ کعبہ/بیت اللہ شریف کا برہنہ طواف نہیں کرے گا، آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "آئندہ سال سے کسی مُشرک کو بیت اللہ کے حج کی ہی اجازت نہیں ہوگی۔ (بحوالہ صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، مسلم شریف، کتاب الحج، باب لا یحج البیت المشرک)

آیت ۲ میں بیان اس بات کا ہے کہ اس امر کی اجازت ہے کہ اب ملک میں چار مہینے تک چل پھرلو، اور اس بات کو بھی جان رکھو اچھی طرح کہ تم اللہ کو تھکا نہیں سکتے یہ اعلانِ برأت ان مُشرکوں کے لئے جن کا معاہدہ چار مہینے کا تھا یا اس سے زیادہ ایک خاص میعاد تک تھا لیکن اُن کی طرف سے عہد پاس داری نہیں کی گئی یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ کی طرف سے جو تقدیر اور مشیت کا حکم ہے وہ اٹل ہے اللہ کی طرف سے/جانب سے مسلّط ذِلت ورُسوائی سے کافر نہیں بچ سکتے اُمہلت کا مقصد یہ تھا

کہ اس میں خیر خواہی مُضمر ہے تا کہ جو توبہ کر کے مسلمان ہو جائے اس کے لئے بھلائی ہے۔ احوال یہ ہے کہ ۶ ھ میں "حدیبیہ" کے مقام پر جب حضورِ اکرم ﷺ اور قریش کے مابین معاہدہ صلح ہو گیا تھا تو بنی خزاعہ، مسلمانوں کے اور بنی بکر قریش کے حلیف قرار پائے، بنی بکر نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے خزاعہ پر حملہ آور ہوئے۔ قریش نے اسلحہ سمیت ظالم حملہ آوروں کی معاونت کی، اس طرح یوں قریش اور اُن کے حلیف دونوں "معاہدۂ حدیبیہ" قائم نہ رکھ سکے، جس کے جواب میں رسولِ اکرم ﷺ نے فوری حملہ کر کے مکہ شریف فتح کر لیا، ان قبائل کے علاوہ، دیگر قبائل عرب سے مسلمانوں کا معاہدہ تھا کسی میں مُدّت کا تعین تھا اور کسی میں میعاد مقرر نہ تھی۔ ہوا یہ بھی کہ بعض نے اپنے معاہدے برقرار رکھے اور کچھ ایسے تھے جس سے کسی قسم کا کوئی میثاق عہد نہیں ہوا۔ بہرِ نوع چار ماہ کی مُدّت مُہلت اس لئے دی گئی، اس وقفہ میعاد کے اندر وہ اسلامی برادری میں شمولیت کر لیں یا وطن ترک کر کے مرکز ایمان، وتوحید سے اپنا انخلا کر لیں یا جنگ کے لئے تیار ہو جائیں اگر تم نے اسلام کو قبول نہ کیا تو اللہ تعالیٰ تم کو دنیا و آخرت میں رُسوا کرنے والا ہے۔

آیت ۳ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑے حج کی منادی کر دی جائے، اللہ اور اس کا رسول مُشرکوں سے بری الذمہ ہے۔ (بخاری شریف، مسلم شریف) اور دیگر احادیث میں یہ ثابت ہے کہ یوم "حجِ اکبر" سے مُراد یوم النحر ہے یعنی ۱۰ ذی الحجہ کا دن ہے اس لئے مقامِ منیٰ پر "اعلان برأت" کا اعلان ہوا اگر سب لوگ شرک وکفر سے توبہ کر لیں تو یہ اُن کے حق میں بہتر ہے اُن کی دنیا سنور جائے گی اور آخرت میں انجام اچھا ہوگا، نہیں تو حق سبحانہٗ تعالیٰ کا جو ارادہ ہے اس کو تو پایۂ تکمیل تک پہنچنا ہی ہے کوئی قوت اور تدبیر اس کو مغلوب کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور کافروں کو تو بدعہدی کی سزا ملنا ہی ہے۔

آیت ۴ میں بتایا جا رہا ہے کہ ایسے مُشرک جنہوں نے اب تک آپ لوگوں سے قول وقرار کو برقرار رکھا اور کسی امر میں وعدہ خلافی کے مرتکب نہیں ہوئے اور تمہارے کسی مخالف کے ساتھ دست تعاون نہیں بڑھایا تو تم پر بھی لازم ہے کہ عہد کی پاس داری کرو، بالفاظ دیگر معاہدہ کی قرار مدت ہی تک تعلق قائم کرنے کی اجازت ہے یہ میعاد گذر جانے کے بعد کسی نئے معاہدہ کی اجازت نہیں ہے اس کا سبب یہ ہے کہ مُشرکین کے ساتھ معاہدہ کا مقصد ان کے ساتھ ہمیشہ نباہ کرنا نہ تھا بلکہ دعوت دین اور فروغ تبلیغ دین کے تقاضائے مصلحت کو مدِ نظر رکھا گیا بے شک اللہ نقص عہد سے بچنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

آیت ۵ میں بیان اس بات کا ہے کہ ادب، تقدس والے مہینے جن میں جنگ منع ہے جب وہ گذر جائیں تو جہاں پاؤ مُشرکوں کو گرفتار کرو، ان کا گھیراؤ کرو اور اُنہیں قتل کرو اور اگر یہ تائب ہو جائیں، توبہ کر لیں، اپنے گُناہوں سے اقرار معافی کر لیں، نماز کا اہتمام کریں، مال کی زکوٰۃ ادا کریں، تو یہ اصل ایمان ہے ایسا کریں تو ان کی جان چھوڑ دو۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ بخشنے والا اور بہت مہربان ہے اگر کوئی شخص نماز ترک کرتا ہے، زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو وہ مسلمان اس کا راستہ روک سکتے ہیں۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے والوں سے جہاد کیا اور فرمایا کہ اللہ کی قسم میں ان لوگوں سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کریں گے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے جو جہاد کیا تھا، تاریخ کُتب حدیث میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف، کتاب الزکوٰۃ) امام احمدؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ تارک الصلوٰۃ اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل

کردے"۔ (بحوالہ تفسیر عثمانیؒ جلد اوّل) حضرت امام ابوحنیفہؒ کا فرمانا ہے اسے خوب زدوکوب کیا جائے اور قید میں رکھا جائے۔

آیت ۶ میں بیان کچھ یوں ہے کہ مشرکوں میں سے جو امان کا طالب ہو، پناہ مانگے تو اس کو پناہ اور امان دے دو تا کہ وہ اللہ کا کلام سُن لے اور اسے اسلام کے سمجھنے کا موقع مل جائے، اگر وہ اللہ کا کلام سُننے کے بعد بھی مسلمان ہونے کا شرف حاصل نہیں کرتا تو اس کو اس کے جائے امن تک پہنچا دیا جائے۔ اِس آیۃ مبارکہ کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ "اسلام کی بے حد خواہش ہے کہ ہر شخص ہدایت پائے اور راہِ راست پر آجائے، اگر مشرکین میں سے کوئی شخص دارالاسلام میں پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دینا دارالاسلام کا فرض ہے"۔ (بحوالہ تفسیر فی ظلال القرآن جلد سوئم از سید قطبؒ شہید) اصل حقیقت یہ ہے کہ پناہ مانگنے والوں کو پناہ کی رخصت کی رعایت اس لئے دی گئی ہے کہ یہ بے علم لوگ ہیں جنہیں اللہ کی باتوں کا علم نہیں ہے۔

نکات آیت ۱ تا ۶ کے اہم نکات پر ایک مطالعاتی نظر:

جن مشرکوں سے آپ ﷺ نے عہدو پیمان کر رکھا تھا اب اللہ اور اس کا رسول ﷺ ایسے معاہدوں سے دستبردار ہوتے ہیں بات یہ ہے کہ ۶ ھ میں صلح حدیبیہ ہو چکی تھی، بنوخزاعہ نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا تھا اور بنوبکر قریش کے حلیف ہوئے، صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ تھی کہ دس سال تک قریش اور مسلمان ایک دوسرے پر حملہ آور نہ ہوں گے، نہ حملہ آوروں کے ساتھ تعاون کیا جائے گا، لیکن صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قریش نے بنوبکر کی اسلحہ کے ساتھ مدد کی، مسلمانوں کے لئے بنوخزاعہ کی مدد، از روئے معاہدہ ضروری تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے ساتھ رمضان ۸ ھ میں مکہ کو فتح کر لیا تو مسلمانوں پر سے وہ پابندیاں خود بہ خود اُٹھ گئیں جو مشرکین مکہ نے مسلمانوں کے ساتھ بیت اللہ میں داخلے، عبادات، طواف اور حج وعمرہ پر لگا رکھی تھیں جب ۹ ھ میں حضور اکرم ﷺ شام کی طرف غزوۂ تبوک کو تشریف لے گئے تو آپ ﷺ کی عدم موجودگی میں بہت سی قوموں نے بدعہدی کی، رسول اللہ ﷺ نے حاجیوں کے قافلے کا امیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ناقہ پر سوار کر کے آیاتِ ربانی سنانے کی نوید دی اور اعلان ہوا کہ آئندہ سال بیت اللہ شریف کوئی مشرک نہ آئے، نہ کوئی برہنہ بیت اللہ کا طواف کرے، جیسا کہ ایامِ جاہلیت میں دستور تھا۔ مشرکین متعاہدین سے بیزار اور برأت کی گئی۔ مشرکین کو بتایا گیا اب ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی میثاقِ عہد نہیں رہا۔ چار ماہ کی مُہلت ہے جزیرۃ العرب سے باہر نکل جاؤ! تمہارے لئے دنیا و آخرت کی رُسوائی مقدر ہو چکی، اس اعلان سے عرب میں بُت پرستی اختتام کو پہنچی۔ مسلمانوں کو مُنافقوں سے جُدا رہنے کا حکم ملا، دستورِ عمل یہ طے پایا کہ مکہ میں صرف اسلامی تحریک کو اپنانے والے لوگ ہوں گے جو اسلامی طرزِ معاشرت کو اپنا شعار بنائیں، اسلامی نظام زندگی اپنا امن اور سلامتی کی ضامن ہے، اس میں جو لوگ توبہ کر لیں، اپنی عملی زندگی کا رُخ اسلام کی طرف کر لیں، نماز ادا کریں، زکوٰۃ دیں تو شوق سے رہیں مشرکین کو قتل کا حکم ہوا۔ اگر مشرکین پناہ طلب کریں تو ان کو پناہ دی جائے تا کہ طمانیت قلب کے ساتھ کلامُ اللہ سُن سکیں!۔

Marfat.com

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

اِن عہد شکن مُشرکوں کے لئے کیونکر کوئی عہد، اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک ہوسکتا ہے، بجز اِن لوگوں کے جن سے تمہارا معاہدہ مسجد حرام کے پاس ہوا، پس جب تک وہ تمہارے ساتھ سیدھے رہیں تم بھی اُن کے ساتھ سیدھے رہو رجب وہ تم سے عہد نباہیں تم بھی اُن سے صلح پر قائم رہو، بے شک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں سے محبّت رکھتا ہے۔(۷)

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

بھلا کیونکر اُن کے ساتھ صلح اور عہد و پیمان باقی رہے گا جبکہ ان کا تو یہ حال ہے کہ تم پر قابو پائیں تو نہ تمہارے معاملے میں کسی قرابت دار کالحاظ کریں اور نہ کسی عہد کا، تم کو اپنی منہ کی بات سے راضی کر لیتے ہیں اور اُن کے دل انکاری ہیں ان میں سے اکثر فاسق ہیں راُن کی کثیر تعداد وعدہ خلاف لوگوں کی ہے۔(۸)

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

اُنہوں نے اللہ کی آیات کو کم قیمت پر بیچ دیا رکم مول پر سودے بازی کی اُنہوں نے اللہ کی راہ سے رُوکا، بلا شبہ وہ بُرے کرتوت تھے جو وہ کیا کرتے تھے۔(۹)

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝

یہ تو کسی مؤمن کے معاملے میں نہ تو قرابت داری کالحاظ کرتے ہیں نہ کسی عہد کا پاس کرتے ہیں یہی لوگ حد سے بڑھنے والے رسرکش ہیں۔(۱۰)

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

پس اگر یہ توبہ کرلیں، نماز کا اہتمام وانصرام کریں اور زکوۃ کی ادائیگی کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ہم اپنی آیات، سمجھ دار لوگوں کے لئے تفصیل سے رکھول کھول کر بیان کر دیتے ہیں۔(۱۱)

الفاظ ومعانی آیت ۷ تا ۱۱

(كَيْفَ يَكُوْنُ) کیونکر ہو، كَيْفَ یہاں استفہام کے لئے نہیں ہے بلکہ حیرت اور تعجب کے اظہار کے لئے ہے۔ (لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ) یہاں بھی اُنہی مشرکوں کا ذکر ہے جنھوں نے عہد رمعاہدوں کو توڑنا اپنا وطیرہ بنالیا ہے۔(عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ) اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک، اسلام ظاہر ہونے پر حق و باطل میں بغاوت رفرق ہونے کے بعد۔(اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) مگر وہ لوگ جن سے عہد کیا تم نے یعنی بنی ضمرہ اور بنی کنانہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ میثاقِ عہد کیا تھا، مسجد حرام کے قریب یعنی حدیبیہ میں جو مکّہ شریف کے قریب تر ہے۔ (فَاسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ) پس جب تک عہد و پیمان قائم رکھیں تم بھی قائم رہو اپنے عہد پر۔اُن کے ساتھ

Marfat.com

(اسْتَقَامُوْا) وہ سیدھے، ثابت قدم رہیں، اِسْتِقَامَۃٌ سے بمعنی سیدھا پکڑنے کے ہیں فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ مصلحت کا تقاضا کچھ بھی ہو، حالات کیسے بھی اشتعال کی فضا پیدا کر رہے ہوں عہد شکنی کی ابتداء فرزندانِ توحید کو زیب نہیں دیتی، اگر وہ عہد کا پاس نہیں کرتے تو تمہیں بھی اجازت ہے۔ اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دو۔

(کَیْفَ وَاِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْکُمْ لَا یَرْقُبُوْا فِیْکُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّۃً) کیونکر مُشرکوں کے عہد کا لحاظ رکھا جائے؟ حال ان کا تو یہ ہے کہ اگر وہ فتح پائیں / غالب آجائیں تم پر، تو کچھ لحاظ نہ رکھیں عہد کے باب میں اور نہ حق قرابت کے ساتھ وفا کریں۔ یَظْهَرُوْا، ظُهُوْرٌ سے وہ غالب آجائیں گے فعل مضارع جمع مذکر غائب۔ (لَا یَرْقُبُوْا) رعایت نہیں کریں / لحاظ نہیں کریں گے۔ رَقَبَ سے مضارع منفی جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔ (کَیْفَ) اس مقام پر بھی حیرت اور استعجاب کے لئے استعمال کیا گیا ہے اِلًّا یہاں رشتہ داری کے مفہوم میں آیا ہے اور ذِمَّۃً کے معنی یہاں پر معاہدہ ہے، کہنے کا مدعا یہ ہے کہ بھلا ایسے لوگوں کے عہد اور معاہدہ کا کیا اعتبار جو اگر حالات پر قابو پائیں تو آمادۂ کشت وخون ہوں اور جو تمہارے ساتھ ان کے رشتے کا تعلق / ربط ہے اسے بھی بھُلا دیں، امن وصلح اور پیمان وفا کو بھی طاق نسیان کی طرح بھُلا دیں ان کا یہ اندازِ تکلم اُور طرزِ بیان ظاہرداری کا مظہر ہے ورنہ دل کے اندر تو عناد وبغض کی کیفیت دشمنی کی شکل میں موجود ہے۔ (یُرْضُوْنَکُمْ) اِرْضَاء سے مصدر جو تم کو راضی کر دیں مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ (بِاَفْوَاهِهِمْ) اپنی زبان سے ایمان اور اطاعت کا وعدہ کرتے ہیں، خوش کُن میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہیں۔ (وَتَاْبٰی) اور انکار کرتے ہیں۔ (قُلُوْبُهُمْ) دل اُن کے، گو دل وزبان کی بات میں یکسانیت نہیں بقول شاعر کے ع

دل در خیال عذر وزبان و رادای شکر
اے من غلام آنکہ دلش بازبان یکی ست

(اشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا) اللہ کی آیتوں کے بدلے تھوڑے دام مول لئے گویا بدلا اختیار کیا اُنہوں نے قرآن کے ساتھ، ایسی چیز کو جو تھوڑی قیمت رکھتی ہے متاعِ دنیا میں سے۔ خزائن العرفان میں سید محمد نعیم الدینؒ نے کیا خوب تحریر کیا ہے "اور دنیا کے تھوڑے سے نفع کے پیچھے ایمان وقرآن چھوڑ بیٹھے اور جو عہد رسولِ کریم سے کیا تھا وہ ابوسفیان کے تھوڑے سے لالچ دینے سے توڑ دیا"۔ (بحوالہ کنز الایمان از احمد رضا خان بریلویؒ)

(فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ) پس اگر وہ توبہ کریں اور قائم رکھیں نماز۔ (وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ) اور دیں زکوٰۃ۔

(فَاِخْوَانُکُمْ) تو وہ تمہارے بھائی ہیں "دینِ اسلام میں، اُنہیں بھی وہی حق ہے جو تمہیں تھا اور اُن پر بھی وہی ہے جو تم پر ہوگا"۔ (ماخوذ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ)

تشریح وتوضیحات آیت ۷ تا ۱۱

آیت ۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ بھلا مُشرکین کے ایفائے عہد اور اُن کے وعدہ کا کیا اعتبار وہ بھی اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک۔ جب کہ نہ تو اُنہیں عظمت باری تعالیٰ کا احساس ہے اور نہ ہی اُنہیں رسول اللہ ﷺ کی عظمت

رسالت کا کچھ لحاظ ہے، اُن کے اندر کُفر وشرک اس قدر سما گیا ہے کہ ایسے لوگوں سے طلبِ خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی، اُنہوں نے خود ہی بدعہدی کا آغاز کیا اور خود ہی خسارے میں رہے۔ جنہوں نے آپ سے مسجد الحرام کے پاس عہد کیا تھا اب ہر ایک پر اُمر لازم ہے کہ پوری استقامت کے ساتھ معاہدہ کی پابندی کرے، عہد کی پاسداری اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے ہاں ایک نہایت پسندیدہ فعل ہے۔ چنانچہ اس معاملے میں احتیاط لازم ہے جب تک وہ اس معاہدے پر دائم اور قائم ہیں اور کوئی بات اس کے خلاف نہ ہو تو آپ بھی اُن کے لئے معاہدے پر قائم رہیں، یہ اشارہ لطیف ''معاہدہ حُدیبیہ'' کی طرف ہے جو قریش کے مابین ہوا تھا، اس معاہدہ کو اس وقت نبھانے کی ہدایت کہ گئی تھی، جب تک اہلِ قریش اس کو قائم رکھیں، ان آیات کے نازل ہونے کے بعد ہی قریش نے معاہدہ کی صریحاً خلاف ورزی کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے حلیف بنی خزاعہ کے خلاف اپنے حلیف بنی بکر کے ساتھ تعاون کیا، جس کی بناء پر نبی اکرم ﷺ نے مکہ پر فوج کشی کر کے اس کو فتح سے ہمکنار کیا آخر میں بتایا جا رہا ہے کہ باری تعالیٰ نقضِ عہد سے بچنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

آیت ۸ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ مشرکین کے احوال کی بھی عجیب ہیں اگر آپ پر برتری اور غلبہ حاصل ہو جائے اُنہیں تو نہ تو رشتہ داری کا خیال کریں گے اور عہد کا بھی پاس نہیں کریں گے یہ تو بے عہدی کرنے والے ہیں ان سے بھلائی کی اُمید توقع نہیں رکھنی چاہئے ان کا تو کام ہے کہ زبانی گفتگو کر کے خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں ان مشرکوں نے تو تمہاری عظمت اور خشیت کو تو دل وجان سے قبول ہی نہیں کیا، اِن کے قلب پر کج رَوی کی کیفیات ہیں، اکثر ہوتا تو یوں ہے کہ جب تک دِل صاف نہ ہوں عملاً دیکھا گیا ہے کہ بڑے خوش گفتار بھی عملی طور پر بدکرداری کا مظاہرہ کرتے ہیں ان مشرکین کی اکثریت تو محض دنیا کی مال ومتاع کی طلب ہیں مصروفِ عمل ہے۔

آیت ۹ میں اظہارِ ذکر اس طرح کیا جا رہا ہے کہ یہ مُشرک لوگ، صرف اور صرف دنیا کے طالب ہیں اور ''دنیوی مفاد میں اس قدر ے مگن ہو جاتے ہیں کہ ''احکامِ الٰہی'' کو بیچ کر کھاتے ہیں، لوگوں کو گُمراہ کرنے میں مصروف رہتے ہیں''۔ (بحوالہ اسرار التنزیل جلد دوم از امیر محمد اکرم اعوان) کُفارِ مکہ کہ حالت تو یہ ہے کہ اُنہوں نے اِحکامِ الٰہیہ کے بدلے میں متاع ناپائیدار کو اپنا لیا ہے دین کو چھوڑ کر ''کائنات رنگ و بُو'' کی نیرنگیوں میں کھو گئے ہیں حُبِ دُنیا زیادہ محبوب ہوگئی اور عہد شکنی میں دنیوی غرض وغایت نظر آنے لگی۔ جنہوں نے اللہ کی ہدایت سے رُخ موڑا اور اس کے مدِ مقابل دنیا کی متاع حقیر کو فوقیت دی تو پھر اُن کا معاملہ خالق سے بھی دُرست نہیں! یہ بُہت ہی بُرا ہے جو کچھ یہ کر رہے ہیں۔

آیت ۱۰ میں بیان اس بات کا ہے کہ مُشرکین اور یہود کی اسلامی دشمنی اور اُن کے دلوں کے اندر پوشیدہ عداوت کے احساسات اور جذبات کو بے نقاب کیا جا رہا ہے اِن غدار مُشرکین کو اس بات کی تلقین ہے کہ یہ سوچ وفکر سے کام لیں اپنی اصلاح پر توجہ دیں، ان مُشرکین اور یہود کی کج روی کا تو یہ عالم ہے کہ اِن لوگوں نے عہد کرنے والے مسلمانوں کے ساتھ بے وفائی کی رُاُن کے ساتھ غداری کے مرتکب ہوئے ہیں ان کے رشتہ اُخوت کو پیچھے ڈال دیا ''عہد و پیمان'' کو توڑ دیا، ان مذکورہ حالات کا فطری تقاضا تو یہ ہے کہ مسلمان اساس بیداری۔ کے ساتھ ہمیشہ کے لئے ان سے اظہارِ بیزاری کریں اور باہمی برادرانہ تعلقات ومراسم کو قائم کرنے کے لئے قطعی رضامند نہ ہوں۔

آیت ۱۱ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ قرآن کی تعلیمات عدل وانصاف کی روشنی میں ان کے لئے موقع ہے کہ اب یہ لوگ توبہ کرلیں ، نماز کا اہتمام کریں ، زکوٰۃ ادا کریں تو اب بھی یہ تمہارے دینی بھائی ہیں ، نماز ، اقرار توحید ورسالت پر یقین رکھ کر اللہ کی عبادت میں مصروف ہوکر دعا اور مناجات کریں اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کی عظمت جلال ، کمالِ جمال سے سرشار ہوکر عجز وانکساری کے ساتھ فرائض دین کی تکمیل میں مصروف ہوجائیں ، نماز اور زکوٰۃ اسلام کا اہم رُکن ہیں اس لئے حدیث مبارکہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی شہادت کے بعد دو باتوں کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے : رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ! اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں''۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف کتاب الایمان ، مسلم شریف کتاب الایمان) آخر میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ سمجھ دار لوگوں کے لئے اللہ کے احکامات خوب تفصیل سے بیان کردیئے گئے ہیں۔

آیت ۷ تا ۱۱ کے اہم نکات پر ایک مطالعاتی نظر :

ذِمیوں کی معاندانہ سرگرمیاں اپنے عروج پر تھیں کافرومشرک قبائل ، اعلانِ براُت سے پہلے ہی اپنے عہد وپیمان توڑتے اور دین میں طعنہ زنی کرنا ان کا عمل بن گیا تھا ، حکم ہے کفر کے اِن علمبرداروں سے لڑائی کرو ، ان کو قسموں کا کچھ بھی اعتبار نہیں ! اُن کے دل اسلام کی طرف قطعی مائل نہ تھے محض وقتی مصلحت کے تحت اور مسلمانوں کے دباؤ کے تحت دائرۂ اسلام میں آگئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں تو انہیں ایسا موقع نہیں ملا ، لیکن آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد اُنہوں نے عہد کو توڑا اور پھر مُرتد ہوگئے ، کچھ قبائل نے بغاوت کرنے کی کوشش کی ، اس کو اعجاز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے کہ اس آیت کے مصداق آپ رضی اللہ عنہ نے اُن کی خوب سَرکوبی کی ، اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ ''جو آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی کوئی بات کرے وہ واجب القتل ہے''۔ (بحوالہ تیسیر القرآن جلد دوئم از عبدالرحمٰن کیلانیؒ)

اِن آیات میں کُفّار سے لڑائی کرنے کی ترغیب ہے کہا جارہا ہے تم ان مُشرکوں سے آمادۂ جنگ کیوں نہیں ہوتے ! جنہوں نے عہد کی پاس داری سے انکار کیا۔ ستم ظریفی کی انتہاء ہے اُنہوں نے مکّہ شریف سے رسول اللہ ﷺ کو جلا وطن کرنے کا قَصد کیا تھا یہ کُفّارِ مکّہ ہی تھے جو سب کچھ کرتے رہے ، اب مسلمان ان کے خلاف اسلحہ اُٹھانے پر مجبور ہوئے ہیں اس تمام تر حالات کے اصل ذِمّہ دار یہ کافر ہی تو ہیں اس جنگ کا مدعا یہ تھا کہ کُفّار ظُلم وجبر سے باز آجائیں ، یہ لڑائی دفاعی لڑائی تھی ، انتقام اس کا مقصد نہ تھا ، سرداروں کو ظُلم سے بدکرداروں سے باز رکھنا مقصود تھا۔ چنانچہ قرآن کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ ناگزیر حالات سے زیادہ ایک لمحہ کے لئے جنگ کرنا جائز نہیں رکھا گیا۔

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾

اور اگر یہ لوگ عہد و پیمان کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین پر نُکتہ چینی کریں طعنہ ردے کر عیب نکالیں تو تم بھی ان کُفر کے پیشواؤں رسرخیلوں سے جنگ کرو! اُن کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں! ممکن ہے اس طرح یہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں۔ (۱۲)

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

کیا تم اس قوم سے نہیں لڑو گے! جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ دیا رقول سے مکر گئے، اور رسول کو نکالنے رجلاوطن کرنے کی جسارت کی، یہ وہی ہیں جن کی طرف سے جنگ چھیڑنے میں پہل ہوئی، کیا تم اس سے ڈرتے ہو، سنو! حق تو یہ ہے کہ اللہ سے ڈرنا تم اس سے ڈرو! اگر تم سچے ایمان والے ہو!۔ (۱۳)

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

جنگ کرو اُن سے اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب رسزا دے گا، اُنہیں ذلیل و رُسوا کرے گا! اور اُن کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور مسلمانوں کی ایک قوم کے دل ٹھنڈے کرے گا۔ (۱۴)

وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾

اور اُن کے دِلوں کا غم و غصّہ دور فرمائے گا اور توبہ کی توفیق نصیب کرے گا، جس کو چاہے، اللہ تو بڑا ہی جاننے والا ر دانا اور حکمت والا ہے۔ (۱۵)

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے۔ یہ خیال کر رہے ہو کہ یوں ہی چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ اللہ نے تم میں سے اُنہیں ممتاز نہیں کیا دیکھا ہی نہیں رمعلوم ہی نہیں کیا جنہوں نے جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مؤمنوں کے سوا کسی محرم راز ردلی دوست نہیں بنایا اور اللہ اس سے خوب باخبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ (۱۶)

الفاظ و معانی آیت ۱۲ تا ۱۶

(وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ) اور یہ مُشرک لوگ، اگر توڑ دیں قسمیں اور اپنے عہد۔ (مِنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ) اپنا عہد ر میثاق کرنے کے بعد۔ (وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ) اور طعن کریں گویا دینِ اسلام پر اعتراض کریں۔ (طَعَنُوْا) اُنہوں نے طعن کیا رعیب دیا۔ طَعَنَ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، قواعد کے مطابق۔ گویا تمہارے دین میں اور احکام اسلام میں عیب جوئی کریں۔ (فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ) پس قتل کرو کُفر کے پیشواؤں اور مُشرکوں کے سرداروں کو اَئِمَّةَ جمع ہے امام کی، معنی یہ ہوئے کہ یہ لوگ اپنی عہد شکنی کے سبب کفر کے حق دار ہو گئے کہ اُن سے لڑائی کی جائے اس میں حکم قتال کی

Marfat.com

وجہ سے اور علت بھی بیان کردی گئی ہے۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ ''یہاں اَئِمَّةَ الۡكُفۡرِ سے مُراد قریشِ مکہ کے وہ سردار ہیں جو لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے میں مصروف رہتے تھے۔(اِنَّهُمۡ لَاۤ اَيۡمَانَ لَهُمۡ) یہ ایسے ہیں کہ اُن کی قسم کا کوئی اعتبار نہیں۔حقیقت تو یہ ہے کہ ان کا عہدو پیمان درست نہیں ہوتا! اگر درست ہوتا تو ٹوٹتا نہیں! یہ عہد شکنی رتوڑنے کے عادی ہو گئے ہیں۔(لَعَلَّهُمۡ يَنۡتَهُوۡنَ) شاید کہ وہ باز آجائیں شرک سے یا دین پر نیش زنی کرنے سے باز رہیں۔(وَهَمُّوۡا بِاِخۡرَاجِ الرَّسُوۡلِ وَهُمۡ بَدَءُوۡكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ) اور قصد کیا مُشرکوں نے رسول اللہ کو نکالنے کا۔لباب میں تحریر ہے کہ قریش نے حدیبیہ میں ارادہ کیا کہ رسولِ اکرم ﷺ کو عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ کی راہ دیں اور پھر اُنہیں باہر کردیں۔ثناء اللہ پانی پتی تفسیر ''مظہری'' میں رقم طراز ہیں کہ ''یہ آیت یہود، منافقین اور کُفارِ مدینہ کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک پر روانہ ہوئے تو انہوں نے آپ ﷺ کو مدینہ سے نکال دینے کا قصد کیا''۔(بحوالہ تفسیر مظہری)

گویا لڑائی اور قتال کا آغاز انہی لوگوں کی طرف سے ہوا اور اُنہوں نے پہلی مرتبہ زیادتی کی ابتداء کی اور عہد توڑنے میں پہلی بار پیش قدمی کی۔(اَتَخۡشَوۡنَهُمۡ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشَوۡهُ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ) کیا تم ڈرتے ہو۔اُن کے محاربہ اور لڑائی سے۔ڈر اور خوف کھانا صرف اللہ سے چاہئے کیا تم کافروں کے ساتھ لڑائی کرنے میں اس لئے پہلو تہی کرنا چاہتے ہو کہ تمہیں گمان ہے کہ وہ تُم پر غلبہ پالیں گے اس اندیشہ خیال کو دل سے نکال دو، غیر اللہ سے ڈرنا، خوف زدہ ہونا کسی مسلمان رمؤمن کو زیبا نہیں! اگر تم جنگ کے لئے آمادہ ہوجاؤ تو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی مدد تمہارے شاملِ حال ہوگی۔اگر تم یقین رایمان کامل رکھنے والے ہو تو احساس کرو جس کام کا حکم ہے اس کے ترک کرنے میں اللہ کا عذاب ہوگا اس لئے (قَاتِلُوۡهُمۡ) لڑو مشرکوں سے۔(يُعَذِّبۡهُمُ اللّٰهُ) تاکہ اللہ اُنہی کو تمہارے ہاتھوں عذاب دے، یعنی تمہاری تلواروں سے وہ مقتول ہوجائیں۔(يُعَذِّبۡهُمۡ) عذاب دے گا تَعۡذِيۡبٌ سے فعل مضارع واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق (وَيُخۡزِهِمۡ) اور اُنہیں رُسوا کرے گا۔يُخۡزِهِمۡ سے اخزاء سے مصدر ذلیل کرے گا مضارع واحد مذکر غائب۔قواعد کے لحاظ سے۔

(وَيُذۡهِبۡ غَيۡظَ قُلُوۡبِهِمۡ) اور دور کردے گا رنج والم ان لوگوں کے دل کا جو کافروں کی ایذا رسانی کے سبب سے رنجیدہ اور ملول ہیں کئی برس گذر گئے وہ تمہیں تنگ کر رہے ہیں اب وقت آگیا ہے جہاد اور قتال کے ذریعہ تم کُفر وفسق کے پھیلانے والوں کی نخوت وغرور کو خاک میں ملا دو، تمہارا بوجھ بھی ہلکا ہوجائے گا اور ان کے غم وغصہ کی لہر کا انتقام خود بہ خود ختم ہوجائے گا۔(وَيَتُوۡبُ اللّٰهُ) اور توبہ عطا کرتا ہے اللہ، پھر آتا ہے اپنے فضل کے ساتھ۔(عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ) اور جس کو چاہتا ہے توبہ کرنے کی توفیق دیتا ہے اور اس کی توبہ بھی قبول کرلیتا ہے اس آیتِ مبارکہ میں بعض کُفار کے توبہ کرنے کی خبر دی، اور یہ بات بھی پتہ چلی کہ ابوسفیان، عکرمہ بن ابوجہل اور سہیل بن عمرو اسلام لائے۔(وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ) اور اللہ جاننے والا ہے بعض کی توبہ۔(حَكِيۡمٌ) حکم کرنے والا ہے توبہ قبول ہونے کا۔(اَمۡ حَسِبۡتُمۡ) کیا گمان کرتے ہو تم کہ کافروں کے ساتھ لڑائی کرنے سے کراہت رکھتے ہو۔(وَلَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ) نہیں دیکھا ہے اللہ نے۔(الَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا) اُن لوگوں کو جو جہاد کرتے ہیں۔(مِنۡكُمۡ) تم میں سے۔(وَلَمۡ يَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ) اور نہیں اختیار کرتے ہیں سوائے اللہ کے۔(وَلَا رَسُوۡلِهٖ) اور اس کے رسول ﷺ

Marfat.com

کے۔(وَلَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ) سوائے اہلِ ایمان کے (وَلِیۡجَۃً) دوست ولی/راز دار مفہوم یہ ہے کہ فقط ایمان کا دعویٰ کرنے سے تم چھوٹ نہ جاؤ گے اور اللہ اور اس کے رسول کے سوا کسی کو دوست نہیں بنایا اس آیت میں روئے سخن ان مسلمانوں کی طرف ہے جو مُشرکوں کے ساتھ اپنے تعلقات سلسلہ مراسم سے ابھی پوری طرح آزاد نہیں ہوئے اور در حقیقت اعلانِ برأت اُن کے لئے ایک کٹھن آزمائش ہوگی (تُتۡرَکُوۡا) تمہیں چھوڑ دیا جائے گا تَرۡکٌ سے مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔(وَاللّٰہُ خَبِیۡرٌ) اللہ جاننے والا ہے۔

(بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ) جو چیز تم کرتے ہو اور کافروں کے اُمور سرانجام دینے میں جو تمہارا مقصد ہوتا ہے وہ اُسے معلوم ہے۔

مُفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو قید کیا گیا تو مسلمانوں نے اُنہیں ترک، اور رشتہ داری چھوڑنے کی ملامت کی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ ہماری بُرائیاں کرتے ہو اور بھلائیوں کا کچھ ذکر نہیں کرتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم میں کیا بات ہے جسے ہم بھلائیوں میں شمار کر سکیں اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہم مسجد حرام کا تقدس کرتے ہیں خانہ کعبہ کی تعظیم کرتے ہیں اور حاجیوں کو زم زم پلاتے ہیں اور قیدیوں کو رہا کرتے ہیں۔(بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ)

تَشۡرِیح وَتَوۡضِیۡحَات آیت ۱۲ تا ۱۶

آیت ۱۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ کُفر کے سرخیل/سردار عرب میں اہلِ قریش کے سوا دوسرے نہیں ہو سکتے اگر یہ عہد کی پاس داری نہ کریں، عہد توڑ دیں اور کُفر سے باز نہ آئیں بلکہ دینِ حق کے بارے میں طعنہ زنی اور گستاخانہ طرزِ عمل اختیار کریں، عیب جوئی کر کے اسلام کے خلاف طنز اور طعنہ کے جس قدر تیر و نشتر پھینکتے رہیں اور ظاہری طور پر یہ قسمیں بھی کھائیں تو ان کی قسم کا کوئی اعتبار نہیں! کُفر کے ان سرغنوں سے بھر پور انداز میں جنگ کرو کیونکہ ان کا قول و قرار برقرار نہیں رہا انہوں نے میثاقِ عہد کو توڑا ہے حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ اور دیگر علماء کرام دین نیش زنی کو بھی ''نقص عہد'' کہتے ہیں ''اس طرح نقص عہد کی صورت میں قتل جائز ہے''۔(بحوالہ فتح القدیر) ممکن ہے کہ کُفر کے علمبردار تمہارے ہاتھوں سے کچھ سزا پا کر اپنی ایذا رسانی اور سرکشی سے باز آجائیں۔

آیت ۱۳ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ اہلِ قریش نے قسمیں توڑ دیں، عہد و پیمان پر بھی قائم نہ رہے، خلافِ معاہدہ بنوخزاعہ کے مقابلے میں بنوبکر کی امداد کی، ہجرت سے قبل نبی اکرم ﷺ کو مکہ شریف سے نکالنے کی تجاویز کے بارے میں سوچا، حد ہوگئی دار الندوہ میں مشاورت عمل میں آئی، قید کرنے اور قتل کرنے کی سازش ہوئی۔ معاذ اللہ! مکہ میں بے قصور مسلمانوں پر ظلم کا آغاز کیا، ہونا کیا تھا آخر کار مسلمانوں کو اُن سے لڑنا پڑا اور مکہ المکرمہ کو مشرکوں کے قبضہ سے پاک کیا، جو قوم ظلم کرتی ہے اس کے خلاف مسلمانوں کو کسی وقت بھی جنگ میں تامل نہیں کرنا چاہئے مانا کہ کُفر کو اپنی طاقت پر ناز ہے لیکن اہلِ ایمان کو کافروں کی تعداد اور قوت سے متاثر نہیں ہونا چاہئے مؤمن کی تو یہ شان ہے کہ اسے اللہ کا ڈر ہوتا ہے حق تو یہ ہے کہ مؤمن کو صرف اللہ کا خوف ہونا چاہئے ایمان تو اس بات کا متقاضی ہے کہ صرف اللہ کے قہر و غضب اور عتاب سے ڈرا جائے کیونکہ نفع و نقصان سب کچھ اللہ کے دائرۂ اختیار میں ہے۔

Marfat.com

آیت ۱۴ میں بیان یہ مذکور ہے کہ کافروں سے جنگ کرو اللہ تمہارے ہاتھوں اُن کو عذاب دے گا لڑائی میں اُنہیں ذلّت ورُسوائی کا سامنا ہوگا برسہا برس سے ایمان کی حرارت والوں میں یہ آگ، برق تپاق کی طرح سلگ رہی ہے کہ ہر طرح کا دُکھ درد سہہ کر بھوک پیاس برداشت کر کے، جلاوطنی اختیار کر کے، لڑائی کا خطرہ مول لے کر ایمان کو قلب میں محفوظ رکھا جائے، جنگ میں حصّہ لے کر اس تشنگی کو ختم کیا جائے باری تعالیٰ نے اب فتح دے کر نُصرت وکامرانی بخش کر دل کو ٹھنڈک عطا کی ہے قلبِ حزیں کو سکون اور طمانیت مل گئی ہے اب سب غم جاتے رہے۔

آیت ۱۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے دل کا حزن وملال دور کر دے گا اور جس کو چاہے گا ''توفیق توبہ'' عطا فرمائے گا بڑے بڑے رؤساء مکہ نے توبہ کی اور اسلام میں ان کو عظمت ومرتبہ حاصل ہوا اور وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے سرفراز کرتا ہے باری تعالیٰ علم وحکمت والا ہے۔

آیت ۱۶ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو ابھی یہ معلوم ہی نہیں کیا کہ تم میں سے آخر وہ کون سے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے راستے میں جان فشانی کی اللہ کے رسول ﷺ اور اہلِ ایمان کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہیں سمجھا، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تو پہلے ہی ہر چیز کا خوب علم ہے یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جہاد کی حکمت اور راز میں مُضمر ہے کہ اس فرماں بردار اور نافرمان لوگوں کی حقیقت کا پتہ چل جاتا ہے جنہیں ہر فرد وبشر، بآسانی دیکھ بھی لیتا ہے اور پہچان بھی لیتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں ایسے لوگوں کی کمی نہ تھی جو حدود سے آگے نکل جاتے تھے وہ جمعیت سے مشاورت کے بغیر دشمنوں سے راہِ پیہم رکھتے تھے جو اپنے مفاد کے تحفظ کی خاطر، گو کہ اس سے اسلامی تحریک کو نقصان ہوا'' اور یہ لوگ مسلمانوں اور مُشرکوں کے درمیان پائے جانے والے تعلقات سے فائدہ اُٹھاتے تھے کیونکہ ابھی تک مسلمانوں اور مُشرکین کے درمیان مکمل تعلق نہ ہوا تھا''۔ (ماخوذ تفسیر فی ظلال القرآن جلد سوئم از سیّد قطب شہیدؒ)

آیت ۱۲ تا ۱۶ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

بات دراصل یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایمان درجہ کمال پر اسی وقت تصور کیا جائے گا جب کہ ان پر یہ خوف طاری ہے کہ اگر باری تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کریں گے تو سزا سے دوچار ہوں گے، ان مشرکوں سے قتال کرنے کی اجازت ہے، اللہ تعالیٰ اپنی کمالِ قدرت اور جمالِ قدرت سے مُشرکوں کو سزا دلوانا چاہتا ہے، کیونکہ اہلِ کُفر نے مسلمانوں پر ظُلم وجور توڑ رکھا تھا، کیونکہ جب مسلمان کمزور تھے تو ان مشرکوں نے ظلم وستم کرنے میں کوئی دقیقہ فراموش نہیں کیا تھا، اب ہلاک ہوں گے تو پتہ چل جائے گا کیا تمہارے ذہن رسا نے سوچ لیا ہے کہ تم اہلِ ایمان اور مُنافق کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا بلکہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کُفّار کو تمہارے سامنے رُسوا کرے گا جہاد سے، باری تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ تم میں مؤمن کون ہے اور اور اس میں علامت منافقت پائی جاتی ہے، اللہ ایسے لوگوں کو اپنا دوست بناتا ہے جو اس کی رضا کی خاطر جہاد میں حصّہ لیتے ہیں۔

Marfat.com

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۱۷	نہیں ہے مُشرکوں کا کام کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جبکہ خود ہی اپنے نفسوں پر کُفر کا اقرار کر رہے ہیں، یہی ہیں جن کے عمل ضائع ہو گئے یہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔(۱۷)
اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۸	صرف وہی اللہ کی مساجد کو آباد کر سکتا ہے جو اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور نماز قائم کرتا ہو، اور زکوٰۃ دیتا ہو، اور اللہ تعالیٰ کے سوا، کسی سے بھی ڈرتا نہ ہو۔ سو یہ لوگ اُمید رکھیں کہ یہی ہدایت پانے والے ہیں۔(۱۸)
اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۹	کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اس شخص کے مانند ربرابر کر دیا ہے جو ایمان لے آیا، اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان لایا اور جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اللہ کے یہاں درجہ میں یہ دونوں یکساں نہیں اور باری تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا!۔(۱۹)
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝۲۰	جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت اختیار کی اور باری تعالیٰ کی راہ میں بھی اپنی جان اور مال سے بھی جہاد کیا تو اللہ کے نزدیک اُن کے بڑے درجات ہیں یہی لوگ کامیاب ہو گئے رہی اپنی مُراد کو پائیں گے۔(۲۰)
يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝۲۱	اُنہیں ان کا ربّ اپنی رحمت کی نوید بشارت دیتا ہے اور ایسے باغوں کا ثمرہ دیتا ہے جہاں اُن کے لئے ناز و نعیم اور دائمی نعمت ہوگی۔(۲۱)

الفاظ و معانی آیت ۱۷ تا ۲۱

(مَا كَانَ) نہیں لائق ہے۔(لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا) مُشرکوں کو کہ وہ آباد کریں رتعمیر کریں۔(مَسٰجِدَ اللّٰهِ) اللہ کی مسجدیں بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ مسجد حرام کو لفظ جمع کے ساتھ، ذکر کیا ہے کہ وہ تمام مساجد کی قبلہ ہے۔ اس آیتِ مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ مُشرکوں کا مسجد آباد کرنا صحیح نہیں کیونکہ مسجد صرف وہ مقام ہے جو اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہے۔(اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ) وہ گروہ مُشرکین کے تباہ اور باطل ہو گئے ہیں شرک کے سبب، اُن کے عمل اکارت گئے جن پر وہ فخر کرتے ہیں، ہم مسجد آباد کرتے ہیں اور زمزم پلانے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔(اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ) اللہ کی مساجد کو آباد کرنا انہی لوگوں کا کام ہے جو ایمان لائے اللہ پر، اور اللہ کے ساتھ اس کے رسول ﷺ پر اور روزِ آخرت پر۔ مطلب یہ ہوا کہ مسجدوں کی اصل تعمیر اور آباد کرنے کا استحقاق اُنہی لوگوں کو ہے جو عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے اللہ کے احکام کے پابند ہوں يَعْمُرُوْا عمران مصدر آباد کرتے ہیں مضارع جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

Marfat.com

ایک بار صحابۂ کرامؓ سے حضرت محمد ﷺ نے دریافت کیا کیا تم جانتے ہو ایمان کیا ہے! صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ پر ایمان یہ ہے کہ دل سے اس کی شہادت دی جائے کہ اللہ کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں! اور یہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں''۔ (بحوالہ صحیحین) اس حدیث سے علم ہوا کہ ''رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا اللہ پر ایمان لانے میں داخل اور شامل ہے''۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

(فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ) پس توقع ہے یہ لوگ ہوجائیں گے نجات کی راہ پانے والوں میں سے، نجات کی راہ کی اُمید رکھنا مشرکوں کی طمع قطع ہونے کی جہت ہے گویا جن لوگوں میں کمالاتِ علمیہ اور کمالاتِ عملیہ کی صفات موجود ہیں توقع ہے کہ یہ لوگ راہ یاب ہونے والے بنیں۔ (بحوالہ تفسیر تدبّر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ) (لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ) وہ مساوی / ایک جیسے نہیں ہیں۔ (لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ) اور نہیں ہیں یہ لوگ اللہ کے نزدیک برابر۔ اِسْتَوَا فعل مصدر، مضارع جمع مذکر غائب، قواعد کے لحاظ سے اور منزلِ مقصود کی راہ نہیں دکھاتا ہے مشرکوں کے گروہ کو۔ جو ظلم کے سبب اپنے اُوپر زیادتی کرتے ہیں۔ (اَعْظَمُ دَرَجَةً) بہت بڑے درجہ کی وجہ سے ان کا مرتبہ بہت بڑا ہے۔

(عِنْدَ اللّٰهِ) اللہ کے نزدیک۔ (وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ) اور وہ گروہ جن میں یہ کمالات ہیں اور وہ جو ایمان لائے اور (وَهَاجَرُوْا) اور جنہوں نے ہجرت کی وہ ہیں دو جہاں کی مُراد پانے والے۔ (اَلْفَآئِزُوْنَ) کامیاب۔ انتہائی مقصود پانے والے۔ فَائِزٌ اس کا واحد ہے اسم فاعل جمع مذکر قواعد کے مطابق۔ (لَهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ) اُن کے لئے اس میں دائمی نعمتیں ہیں۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۷ تا ۲۱

آیت ۱۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ مُشرکین کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کا انتظام اور انصرام کریں وہ تو خود اپنے کُفر کے شاہد ہیں ان لوگوں کے تمام تر عمل ضائع ہوگئے، یہ تو دائمی طور پر دوزخ میں رہنے والے ہیں۔ اصل نیکی صرف یہ نہیں ہے کہ حاجیوں کو پانی پلانے کی سعادت مل جائے اُن کے اعمال جو بظاہر صالح نظر آتے ہیں طواف، عمرہ کیونکہ ایمان کے بغیر یہ عمل مُشرکانہ رسوم کی علامت ہے، اللہ کا قُرب حاصل کرنے کی ایک ہی صورت ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور یومِ آخرت پر صدقِ دل سے یقین کیا جائے مشرکانہ طرزِ عمل اختیار کرنے والے ہمیشہ عذاب میں رہیں گے، ایمان قبول کئے بغیر یہ اعمال اس شجر کی طرح ہیں جو بے ثمر ہے۔ گلدستہ پھول تو موجود ہے لیکن پھولوں میں خوشبو کی مہک موجود نہیں ہے۔

آیت ۱۸ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ مؤمن کی خوبیِ اعمال تو یہ ہے کہ وہ کاربند ہے ایمان باللہ پر، پابندی نماز پر اور ادائیگی زکوٰۃ پر، اللہ کے سوا کسی سے ڈرتا نہیں ہے۔ اس بات سے معلوم یہ ہوا کہ اسلام کے فکری منہاج اور عملی اُمور کی سرانجام دہی میں سوائے اللہ کے دل میں کسی اور کا خوف اور دہشت ہے تو وہ بھرپور مکمل مؤمن نہیں ہوسکتا، اہلِ ایمان کی صفت تو یہ ہے کہ وہ صرف اللہ کی دوستی اور اس کے قُرب کو مُقدم جانتے ہیں، اہلِ دنیا سے صرف اس قدر مراسم اور تعلق ربط رکھتے ہیں جتنی اس دنیا میں ضرورت ہے اس قدر قلبی تعلقات لوگوں سے نہیں رکھتے، کہ وہ دعوت الی اللہ کے سلسلے میں رکاوٹ بن جائیں، اہلِ قریش تو شرک کو بطورِ دین اور عقیدہ اختیار کرنیوالے تھے اور کُفر کے مرتکب تھے، بھلا

Marfat.com

ایسے لوگوں کو کہاں حق پہنچتا ہے کہ وہ بیت اللہ کے مُتولی قرار پائیں، کَعبۃ اللہ، کائنات رنگ و بُو میں خالص اللہ کی عبادت کا مرکز، اور اہلِ توحید کا قبلہ ہے بیت اللہ میں عبادت کرنا، بیت اللہ کی تعمیر کرنا، اس کو آباد کرنا یہ کام تو دراصل اہلِ ایمان کے کرنے کا ہے وہ اس کو تعمیر و توسیع کریں، اس کی مرمت کریں، صفائی اور کسوۃ کعبہ کا اہتمام کریں۔ (بحوالہ بیضاوی)

آیت ۱۹ کے بیان میں یہ مذکور ہے کہ کافروں کو اہلِ ایمان سے کچھ نسبت نہیں ہے کافر کا عمل اور مؤمن کا یکساں نہیں ہے کیونکہ کُفّار کے عمل سعی لاحاصل کی طرح رائیگاں ہیں، وہ اکارت گئے خواہ وہ حاجیوں کو پانی پلانے کا انتظام کریں مسجد حرام کی خدمت میں مامور ہوں سید محمد نعیم الدینؒ نے کیا خوب لکھا ہے ''اُن کے اعمال کو مؤمن کے اعمال کے برابر قرار دینا ظلم ہے''۔ (بحوالہ کنزالایمان از احمد رضا خانؒ) یوم بدر میں جب حضرت عباس ﷺ کو گرفتار کیا گیا تو اُنہوں نے اصحابِ رسول اللہ ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''اگر تم کو اسلام اور ہجرت میں اور جہاد میں سبقت حاصل ہے تو ہم کو بھی مسجد حرام میں حاجیوں کو پانی پلانے کا شرف حاصل ہے''۔ جس پر اس آیت کا نزول ہوا اور بتایا گیا کہ جو عمل ایمان کے ساتھ نہ ہو وہ عمل ضائع ہو گیا۔

آیت ۲۰ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اگر اللہ کے پاس مقامِ قُرب و رضا پانا ہے یا مقامِ قدر و منزلت یا اعزاز و اکرام کے درجات پر فائز ہونا ہے تو صرف ایمان کے بغیر کوئی عزت و توقیر نہیں ملتی، جو لوگ ایمان لائے، جنہوں نے ہجرت کی جہاد فی سبیل اللہ میں اپنے جان و مال سے حصّہ لیا اُن کے مراتب اور درجات اللہؐ کے پاس بلند ہیں، فضیلت اور عظمت کا ایک معیار ہے اور سب سے بڑا درجہ ان لوگوں کا ہے جو ایمان اور عمل کے امتحان میں پورے اُترے، حاجیوں کو پانی پلا دینا اور مسجد حرام کی رسمی خدمت کر دینا، ایمان باللہ ایمان بالآخرت اور جہاد فی سبیل اللہ کے ہم پلّہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ''شرک کے ساتھ جو نیکی کرتے ہیں وہ نقش بر آب ہوتے ہیں''۔ (بحوالہ تدبر القرآن از امین احسن اصلاحیؒ)

آیت ۲۱ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نوید مسرت سُناتا ہے کہ اہلِ ایمان کے لئے اللہ کی رحمت بھی ہے اور اس کی رضا بھی۔ یہ ایک افضل ترین بشارت ہے کہ باری تعالیٰ کی رحمت پانا اور اللہ کی رضا حاصل کر لینا زندگی کا اصل مقصدِ حیات'' ہے جن کو رحمت باری تعالیٰ کا عرفان اور فیض ملتا ہے اُنہیں جنت کے باغوں کی بشارت ہے اور یہ ایک ہمیشہ قائم رہنے والی نعمت ہے ''اللہ اُنہیں ایسی جنتوں کی بشارت دیتا ہے جہاں اُن کے لئے پائیدار عیش کے سامان ہیں''۔ (بحوالہ تفہیم القرآن جلد دوم از سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ) اللہ کی رحمت کا کرم، اوّل رضوان، اپنی خوشنودی کی نوید کہ اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ خوش رہے گا۔ دوم جنّت رہشت گویا ایسے باغات میں گے جن میں قیام دائمی ہے۔ سوئم اس میں ہمیشہ رہا کریں گے، یہ تینوں انعام تو اہلِ ایمان کی مساعی جمیلہ کے صلے میں ہیں، رَبِّ جلیل کی نظرِ کرم پہ تو نظر ڈالئے کہ ایک اور انعام کا مژدہ نعمت ہے سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیا ہے؟ آسان سا جواب ہے ''اَجرِ عظیم'' گویا ''دیدار جس سے بڑھ کر اور کوئی اجر نہیں''۔ (بحوالہ تفسیر فتح المنان از ابو محمد عبدالحق حقانیؒ)

Marfat.com

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾

وہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یقینی طور پر اللہ کے پاس، خدمات کا اَجر/ثواب دینے کو بہت کچھ ہے۔ (۲۲)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو اپنا دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کُفر کو ترجیح دیں / یا کُفر کو پسند کرتے ہوں تو پھر اُن سے رسمِ اُلفت نہ نبھاؤ/ تم میں سے جو کوئی اُن سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہوگا۔ (۲۳)

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾

اے محبوب ﷺ! آپ کہہ دیجئے! اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی اور بیویاں اور تمہارے کنبہ اور قبیلہ اور برادری اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت / کاروبار جس میں کمی / تخفیف سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکانات، جن کو تم پسند کرتے ہو، تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز / پیارے ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا عذاب لائے / یا اللہ کا حکم تمہارے بارے میں آجائے۔ اور اللہ تعالیٰ جو قوم فاسق ہے اس کو ہدایت نہیں دیتا۔ (۲۴)

الفاظ ومعانی آیت ۲۲ تا ۲۴

(خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا) یہ گروہ ہمیشہ رہنے والے ہیں جنتوں میں، ان لوگوں کو کبھی ان نعمتوں سے الگ نہ کرنے کی یقین دہانی کی / اطمینان دلایا۔ (اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ) بے شک اللہ کے پاس ہے بڑا ثواب، اجر بھی اتنا بڑا کہ دنیا کی نعمت اس کے سامنے حقیر تصور کی جائے گی اور بہشت میں جو نعمت، برکت، رحمت اور رضا مندی ہوگی اس سے بڑھ کر کونسی نعمت ہوگی "کشف الاسرار" میں تحریر ہے کہ رحمت گنہگاروں کے لیے ہے اور رضوان گویا رضامندی فرمانبردار / مطیع کے لیے اور جنت سب مسلمانوں کے واسطے۔ رحمت باری تعالیٰ کا اس لئے ذکر پہلے کیا کہ گنہگار مایوس اور نا اُمید نہ ہوں، کیا خوب کہا ہے "گناہ کتنا ہی بڑا ہو، رحمت اس سے بڑھ کر ہے"۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ)

(يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ (لَا تَتَّخِذُوْٓا) نہ ❶ بناؤ۔ (اٰبَآءَكُمْ) اپنے باپ دادا کو۔ (وَاِخْوَانَكُمْ) اور اپنے بھائیوں کو۔ (اَوْلِيَآءَ) دوست، رفیق۔ (اِنِ اسْتَحَبُّوا) اگر وہ پسند کریں۔ (الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ) کُفر کو ایمان پر۔ (لَا) نہیں (وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ) اور جو کوئی دوست رکھے اُنہیں تم میں سے یعنی ان کا یہ کام پسند کرے۔ (فَاُولٰٓئِكَ) تم وہ گروہ دوست رکھنے والا۔

❶ ...... تم مت بناؤ/ تَتَّخِذُوْا تم پکڑتے ہو/ اختیار کرتے ہو تو بناتے ہو/ اِتِّخَاذٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ بحوالہ قاموس القرآن۔

Marfat.com

(هُمُ الظّٰلِمُوْنَ) وہ لوگ ظالم ہیں۔ وہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں کہ بے محل رسم دوستی نبھاتے ہیں اس لئے یاد رہے کہ دوستی مسلمانوں سے کرنی چاہئے مُشرکوں سے نہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی تو جولوگ ہجرت سے منہ پھیرے ہوئے تھے، تو وہ کہنے لگے اب تک تو ہم اپنے کُنبے رقبیلے میں ہیں تجارت کے معاملات میں مشغول رہ کر اپنی معاشی ضرورت کی تکمیل کرتے ہیں، اگر ہجرت کریں گے تو تجارت بھی ہاتھ سے جاتی رہے گی تو ہمارے باپ دادا، عزیز و اقارب بے مال رہ جائیں گے تو پھر یہ دوسری آیت نازل ہوئی۔ (قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ) اے محبوب! کہہ دیجئے ہجرت چھوڑ کر بیٹھنے والوں کو اگر میں تمہارے باپ اور بیٹے تمہارے اور تمہارے بھائی (وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ) اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ۔ (وَاَمْوَالُ ِۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا) اور وہ مال جو تم نے کمایا۔ اِقْتِرَافٌ سے جن کے معنی کمانے کے ہیں فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

(وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا) اور وہ تجارت جس کے مندی ہونے ربند ہونے سے تم ڈرتے ہو۔ (مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ) اور حویلیاں رمکانات جس کو تم پسند کرتے ہو۔ (تَرْضَوْنَهَا) پسند کرتے ہو، جو تم کو زیادہ پیاری ہیں (اَحَبَّ) جنہیں تم دوست رکھتے ہو افعل التفضیل کا صیغہ قواعد کے مطابق۔ مفہوم اس کا یہ ہے کہ اگر یہ چیزیں جن کا ذکر ہوا ہے اُنہیں طبعی محبت سے نہیں بلکہ اختیاری محبت کے سبب سے عزیز رکھتے ہو، سورۂ توبہ کی یہ آیت درحقیقت اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے مکہ سے ہجرت فرض ہونے کے احکامات صادر ہونے کے وقت ہجرت نہیں کی۔ ماں باپ بہن بھائی، بیوی اور اولاد کی اور خاص طور سے مال وجائیداد کی طلبِ محبت نے اُنہیں فریضۂ ہجرت کی ادائیگی سے باز رکھا۔ عزیز و اقارب اور دیگر لوگوں سے تعلق اُلفت ایک فطری جذبہ ہے اور یہ سب انسانی فطرت کے تقاضے ہیں۔

(مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ) اگر یہ چیزیں تم کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں تو تم مُنتظر رہو رامید رکھو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم صادر فرمادے۔ مجاہدؒ کا قول ہے ''حکم سے مُراد جہاد، قتال اور فتح مکہ کا حکم ہے''۔ گویا مطلب واضح ہے اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا اور کوئی شئے عزیز ہے تو پھر عذاب باری تعالیٰ کا انتظار کرو، نافرمانوں کا مقدّر ذلیل و رُسوا ہونا ہے۔ اللہ نے جو حکم دیا ہے اس پر عمل نہ کیا جائے تو عذاب جلدی یا دیر سے آنا ہی آنا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: کہ اس جگہ حکم کا مفہوم حکم عذاب ہے ہجرت نہ کرنے والوں پر عذاب عنقریب آنے والا ہی ہے کائنات رنگ و بُو میں عذاب تو آئے گا ہی ''ورنہ عذاب آخرت تو یقینی ہے''۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ)

(وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ) اور اللہ ہدایت نہیں دیتا۔ ''نافرمانوں کی قوم کو۔ فاسقوں کے گروہ کو اس آیت میں بڑی تہدید ہے''۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل) اس گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ ایمان کامل اس کے بغیر نہیں ہوسکتا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت تمام دنیا اور خود اپنی جان سے بھی زیادہ ہو اس لئے ایک صحیح حدیث جو صحیحین میں بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ منقول ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

''کوئی آدمی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اولاد اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں''۔ (حدیث مبارکہ)

اس حدیث کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوئی کہ ''ایمان کی تکمیل اس پر موقوف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت سب محبتوں پر غالب ہو''۔

تشریح وتوضیحات آیت ۲۲ تا ۲۴

آیت ۲۲ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اہلِ ایمان کی اپنی ایک فضیلت ہے، سعادت ایمان، شرفِ ہجرت اور جہاد یہ بشارت کے انعامات ہیں بلاشبہ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا ان کا مرتبہ بلند ہوگیا، ایمان باللہ، ہجرت اور جہاد یہ بشارت کی منزلیں ہیں کہ اور اُن کی منزل کو پانے والے اللہ کی رحمت، رضا اور دائمی نعمت کے مستحق قرار پائے۔ ابوحبانؒ نے تحریر کیا ہے ''رحمت'' ایمان پر مرتب ہے۔ ایمان نہ ہو تو آخرت میں اللہ کی رحمت کرم اور فضل عطا کی عنایت سے کوئی حصہ نہیں ملتا، ہجرت، اللہ کی خوشنودی کے لئے وطن عزیز اور گھر بار چھوڑنے کا نام ہے اس لئے مہاجر کو نوید دی گئی، تمہارے وطن سے اچھا وطن، تمہارے گھر سے بہتر گھر اور مسکن تم کو دیا جائے گا جس میں ہمیشہ کے اعلیٰ ارفع درجہ کی آسائش اور راحت اور فرحت میسر ہوگی ''جہاد فی سبیل اللہ'' ایک اعزاز ہے مجاہد کی یہ شان ہے کہ وہ اللہ کی رضا کی خاطر تمام انسانی خواہشات اور تعلقات ترک کر کے اللہ کے راستے میں اپنی جان و مال قربان کر کے اللہ کی خوشنودی پانے کے لئے قربانی کا نذرانہ پیش کرتا ہے اس کا صِلہ بھی عظیم ہے باری تعالیٰ جہاد کرنے والوں کو اپنی رحمت کی نوید سُناتے ہیں اُنہوں نے ایمان اور عزم و حوصلے کے ساتھ میدانِ کارزار میں اپنی جان لڑادی، تو اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنی بہشت کی خبر اُنہیں دیتا ہے، جس میں نعمتِ عظیم ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیش قیام کریں گے، نہ اِن نعمتوں میں کچھ کمی آئے گی اور اُن کی مُدت قیام بھی دائمی ہوگی۔

آیت ۲۳ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور ایمان والوں کے مقابل میں کافروں اور مُشرکوں کو اپنا دوست، دلی اور معتمد نہ بناؤ، مسلمانوں کے مابین تعلقات، مراسم، دوستی اور اعتماد کی اساس نَسب اور خاندان پر موقوف نہیں بلکہ ایمان پر ہے، ایسے لوگوں کو رسمِ اُلفت نبھانے کی قطعی ضرورت نہیں، جو اسلام کی بجائے کُفر کی طرف مائل ہیں خواہ ان میں شامل تمہارے والدین، بھائی بہن ہی کیوں نہ ہوں۔ جسم کا رشتہ صرف اور صرف بقائے نسل اور دنیا کی ضرورت کی تکمیل کا مُوجب ہے، ایمان کا رشتہ حقیقی رشتہ ہے جس پر آخرت کی کامیاب زندگی کا انحصار ہے اگر تمہارے عزیز و اقارب اور دوست ابھی تک کُفر پر قائم ہیں تو بھلا تمہارے دوست کہاں ہوسکتے ہیں! بلکہ وہ تو تمہارے دُشمن کی فہرست میں شامل ہیں اگر تم اُن سے محبت کا رشتہ استوار کرو گے تو تم ظالم شمار کئے جاؤ گے۔ اسی موضوعِ سُخن کی طرف لطیف اشارہ آیت ۱۱۸ سورۃ آلِ عمران پارہ لَنْ تَنَالُوْا میں بیان کیا گیا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَۃً مِّنْ دُوْنِکُمْ لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا ۔ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ

Marfat.com

الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ۔

ترجمہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم اپنا دوست رولی ایمان والوں کے سوا کسی اور کو نہ بناؤ وہ تمہاری تباہی میں کسر نہ چھوڑیں گے وہ تو چاہتے ہیں تم کو دُکھ پہنچے، اُن کی عداوت تو ان کی زبان سے خود عیاں ہو چکی ہے۔ مگر جو اُن کے دل میں چھپا ہوا ر پوشیدہ ہے وہ تو اور بھی زیادہ ہے"۔ (آیت ۱۱۸ سورۂ آل عمران)

آیت ۲۴ میں بیان یہ مذکور ہے کہ اگر والدین، اولاد بھائی بہن یا بیبیاں اور تمہارے عزیز و رشتہ دار اور تمہاری دولت وثروت اور تمہاری تجارت اور کاروباری سرگرمیاں جس میں کمی یا بند ہونے کا اندیشہ ہو یا پسندیدہ مکانات، اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے زیادہ عزیز ہیں یا یہ تمام اللہ کی راہ میں جہاد کرنے میں رکاوٹ کا باعث بن رہے ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تم پر فیصلہ صادر کردے اور عذابِ الٰہی کے مُنتظر رہو، جو لوگ مُشرکین کی باتوں میں آکر اور دنیوی خواہشات میں پھنس کر اللہ کے احکامات کی تکمیل کرنے سے قاصر رہتے ہیں ان کو درست کامیابی کا راستہ نہیں ملتا، نافرمانی کرنے سے انسان رَبِّ جلیل کی ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے ایک موقع پر سیدنا حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا! "یارسول اللہ ﷺ مجھے آپ اپنے نفس کے سوا، ہر شئے سے زیادہ محبوب ہیں" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک میں اس کے اپنے نفس سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اس وقت تک وہ مؤمن نہیں۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں کہا "واللہ اب آپ مجھے اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں" آپ ﷺ کا ارشاد ہوا اے عمر (ؓ)! اب تم مؤمن ہو۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف کتاب الایمان)

آیت ۲۲ تا ۲۴ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

ایمان کی تکمیل کا ایک تقاضا ہے اگر باپ یا بھائی کُفر کا ارتکاب کریں تو ان سے قرابت داری تو کیا، رفاقت بھی نہ رکھی جائے، اگر مسلمان یا مؤمن اسلامی تعلیمات کے معیار پر پورا نہیں اُترتا تو یہ سمجھ لیجئے ابھی وہ کامل ایمان کی منزل سے دور ہے۔ ایمان والوں کی خوبی یہ ہے کہ غیر تو خیر، غیر ہیں اگر اپنے والدین، بھائی، بہن اور دیگر اہلِ خاندان اللہ سے سچّا، محکم رشتہ قائم کرنے کی راہ میں رکاوٹ بن جائیں تو اُن کے مقابلے میں اللہ کی دوستی کو مقدم اور افضل جانتے ہیں ان سے صرف اتنا تعلق ربط ہوتا ہے، جتنی اس کائنات رنگ و بُو میں ضرورت ہے، کوئی دعوت الی اللہ کے کاموں میں حائل ہو تو اس سے گہرے تعلقات نہیں قائم کرنا چاہئے۔

اہلِ ایمان کا طرزِ عمل یہ ہوتا ہے۔ اوّل کام کی ترجیح اللہ کی عبادت ہے اور پھر اللہ کی اطاعت ضروری ہے ان آیات میں ایمان کی فضیلت کی نشان دہی کی گئی ہے، جنہوں نے ہجرت کی، اپنی جان اور مال ومتاع کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے، اللہ کے نزدیک انہی کا درجہ بلند ہے اور یہی اللہ کی رحمت، رضامندی اور دائمی نعمت کے حق دار ہیں۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝۲۵

یقیناً اللہ تعالیٰ بہت سے جنگی میدانوں میں تمہاری مدد کر چکا ہے اور غزوۂ حُنین والے دن بھی، جب کہ تمہیں اپنی کثرت پر ناز رگھمنڈ ہو گیا تھا اور وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت رکشادگی کے باوجود تم پر تنگ ہوئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر ردکھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔(۲۵)

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَعَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۶

پھر اللہ نے اپنی سکینت راپنی خاص تسکین اپنے رسول ﷺ اور مومنوں پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اُتارے جو تم نہیں دیکھ پائے اور منکرینِ حق رکافروں کو عذاب دیا، اُن کُفّار کی یہی سزا ہے ریہی کافروں کا بدلہ ہے۔(۲۶)

ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۷

پھر اس کے بعد اللہ جسے چاہے گا توبہ کی توفیق بخش دے گا ررحمت سے توجہ کرے گا اللہ تعالیٰ درگذر کرنے والا ربخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔(۲۷)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَاۗءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۲۸

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو! یہ مشرکین بالکل نجس رناپاک ہیں تو یہ اس برس کے بعد، مسجد حرام کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں رقریب نہ آنے پائیں، اگر تمہیں معاشی بدحالی رمُفلسی کا اندیشہ ہو تو بعید نہیں کہ باری تعالیٰ تم کو غنی کردے گا، اپنے فضل وکرم سے اگر چاہے گا۔ بے شک اللہ خوب جاننے والا اور حکمت ولا ہے۔(۲۸)

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰي يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝۲۹

جنگ کرو اُن لوگوں سے جو اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان نہیں لاتے جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے حرام ٹھہرائے ہوئے کو حرام نہیں سمجھتے، اور سچّے دین ردینِ حق کی پیروی نہیں کرتے اُن سے بھی بلا شبہ لڑائی کرو! تاکہ وہ مغلوب ہو کر جزیہ ادا کریں اور ماتحت بن کر زندگی بسر کرنے پر آمادہ رراضی ہو جائیں۔(۲۹)

الفاظ ومعانی آیت ۲۵ تا ۲۹

(لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ) بے شک اللہ تعالیٰ نے مدد دی تمہیں اے مومنو! بہت سے مقامات پر، یعنی جنگ کے موقعوں پر اور قتال کے معرکوں پر، جیسے غزوۂ بدر کے دن اور بنی نضیر کی لڑائی میں اور بنی قریظہ کی جنگ میں اور احزاب کے دن صُلح حُدیبیہ کے روز اور جنگ خیبر میں جس دن مکہ معظمہ فتح ہوا۔ (وَيَوْمَ حُنَيْنٍ) اور سو اس کے بعد حُنین کے روز، گویا غزوۂ حُنین کے دن بھی باری تعالیٰ کی مدد پہنچی ۔ حُنین ایک مقام میدان ہے مکہ اور طائف کے درمیان۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ اس مقام پر قبیلۂ ہوازن اور قبیلۂ ثقیف کے لشکر سے لڑے، مکّہ فتح ہوجانے کے بعد''جب کُفرو شرک کا حصار، پیوند خاک کر دیا جاتا ہے''۔(بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوئم از محمد کرم شاہ الازہریؒ) اور جب دونوں قبیلوں نے اتفاقِ رائے سے مسلمانوں کے قتل کا قصد کیا یہ خبر حضرت محمد ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ بارہ یا سولہ ہزار آدمیوں سے اُدھر متوجّہ ہوئے۔(بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ) اور وہ چار ہزار آدمیوں پر مشتمل تھے ایک صحابی نے کہا''لن نغلب الیوم من قلۃ''یعنی ہم آج مغلوب نہ ہوں گے قلت لشکر کُفار کی وجہ سے، اپنے لشکر کی تعداد کثرت پر گھمنڈ کیا ❶ یہ بات حضور اکرم ﷺ نے سماعت فرمائی اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا اس عذر کے سبب لشکر اسلام پہلے تو شکست سے دوچار ہوئے۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ قصہ یاد دلاتا ہے کہ اللہ نے غزوۂ حنین کے دن تمہیں مدد دی۔

(اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ) جب خوش ہوئے تم اپنی کثرت پر، یعنی تم کو اپنی کثرت تعداد سے غرّہ ہوگیا تھا۔(فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ) پھر دفع نہ کیا تم سے بھاری کثرت، پھر وہ کچھ کام نہ آئی تمہارے۔(شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ) اور تنگ ہوگئی تم پر اُس میدان کی زمین۔ ضَاقَتْ وہ تنگ ہوگئی ضِیق سے ماضی واحد مؤنث غائب قواعد کے مطابق۔(بحوالہ قاموس القرآن)

(بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ) پھر فراخی اور کشادگی کے ساتھ جو وہ زمین رکھتی تھی پھر پشت کردی تم نے دشمن کی طرف، اور تم پھرے لڑائی سے حال یہ ہے کہ یہ شکست کھانے والے تھے، مالک بن عوف کی قیادت میں قبیلۂ ہوازن کے لوگوں نے اچانک ہلّہ بول دیا، مالک نے تیر چلانے کا حکم دیا، برستے تیر اور غیر متوقع بارش کی وجہ سے مسلمانوں کے لشکر کے پاؤں اُکھڑ گئے اور بھاگنے لگے، فقط چار آدمی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہ گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ حالت دیکھ کر رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم صادر فرمایا ''حضرت عباس رضی اللہ عنہ مرد بلند آواز تھے اُنہوں نے ندا دی''یا عباداللہ ھذا رسول اللہ یا اصحاب الشجرۃ یا اصحاب سورۃ البقرہ''رسول اللہ ﷺ یہاں ہیں، وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے جہاد کی بیعت کی تھی، سورۂ بقرہ والے لوگ کہاں ہیں، وہ انصار کدھر ہیں، کہاں ہیں، جنہوں نے جان کی بازی لگانے کا عزم/عہد کیا تھا! سب کو چاہیے کہ داپس آئیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی صدا مانند برق دوڑ گئی سب میدان چھوڑنے والوں کو قدرے پشیمانی کا احساس ہوا پھر شجاعت اور جواں مردی سے جو مؤمن کی شان ہے دشمن کا مقابلہ کیا پھر کیا ہونا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو دعا پڑھنے کا الہام ہوا وہی دعا''جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا پھٹنے کے دن پڑھی تھی''۔(بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل) اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مدد بھیجی آپ ﷺ نے اُسی طرح خچر پر سوار یا اٹھ کر ایک مٹھی بھر خاک اور سنگریزے زمین سے اُٹھا کر یا اصحاب سے طلب کر کے اُن کی طرف پھینکے اللہ کی قدرت تو دیکھئے! کوئی کافر ایسا نہ تھا جس کی آنکھ میں سنگریزے بھر نہ گئے ہوں اور چہرہ پر خاک، کافروں کا سپہ سالار مالک بن عوف سب مال و متاع چھوڑ کر اور اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر بھاگ کر طائف کے ایک قلعہ میں رُوپوش ہوگیا، دشمنوں کو شکست ہوئی اور اہلِ ایمان کے دل کو تسکین ملی، جیسا کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا ارشاد ہوا

❶ ......اُن کی تعداد کے بارے میں اہل تاریخ کے مختلف قول ہیں علامہ ابن حجر نے رائج اس کو قرار دیا کہ چوبیس یا اٹھائیس ہزار کا مجمع تھا۔(بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ)

(ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ) پھر نازل فرمائی اللہ نے۔(سَکِیْنَتَہٗ) رحمت اپنی کہ قلب کو فرحت اور سکون ملے۔ (وَعَلٰی رَسُوْلِہٖ) اپنے رسول پر اور آپ ﷺ نے تنہا لڑنے کا داعیہ عزم باندھا اور دشمنوں کی کثرت سے اندیشہ خوف نہ کیا۔ (وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ) اہلِ ایمان پر، تسکین اور تسلی پانے کا مفہوم یہ ہے کہ اُن کو اپنی کامیابی قریب تر نظر آنے لگی ''تسلی کی دو قسمیں تھیں ایک بھاگنے والوں کے لئے دوسرا رسول اللہ ﷺ کے جمے رہنے والوں کے لئے''۔(بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ)

(وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا) اور ایسے لشکر بھیجے جن کو اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا تم نے، ان لشکروں کو، مگر کافر تو دیکھتے تھے اور وہ فرشتے تھے، سفید لباس پہنے ہوئے، سرخ عمامہ باندھے ہوئے اور عماموں کے سرے دونوں شانوں کے بیچ لٹکائے ہوئے ابلق گھوڑوں پر سوار اور وہ پانچ یا آٹھ یا (۱۶۰۰۰) سولہ ہزار تھے''۔(بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ) (وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا) اور عذاب دیا اللہ نے کافروں کو اس طرح کہ اُن میں سے اکثر ہلاک ہوئے اور اُن کے اہل وعیال میں سے چھ ہزار کو کنیز اور غلام بنایا اور چوبیس ہزار اُونٹ اور چار ہزار اَوقیہ ❶ اور چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں ہاتھ آئیں۔

(وَذٰلِکَ) اور یہ جو ہوا۔ (جَزَآءُ الْکٰفِرِیْنَ) جزاء ہے کافروں کی۔ ذٰلِکَ کے لفظ سے یہ مفہوم سامنے آیا کہ کافروں کا انجام طبعی یہی ہے کہ ہر میدان میں ناکامی سے دوچار ہونا پڑے''اور قیامت کے ابدی عذاب سے پہلے دنیا میں اپنے کئے کی سزا بھگت لیں''۔(ماخوذ ضیاء القرآن جلد دوم از کرم شاہ الازہریؒ)

(ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰہُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ ❷ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ) پس جب باری تعالیٰ چاہیں تو توفیق توبہ نصیب فرمادے گا۔ (وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ) اور اللہ بخشنے والا ہے توبہ کرنے والوں کے گناہ (رَّحِیْمٌ) مہربان ہے کہ توبہ کے بعد مواخذہ نہ کرے گا۔ (یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا) اے وہ گروہ جو ایمان لائے ہو۔ (اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ) یہی بات ہے مشرک ناپاک ہیں، خبث باطنی اور عقیدہ ناپاکی کے سبب سے یا اس وجہ سے نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتے یا خباثت سے غسل نہیں کرتے۔ ابن عباس ﷺ نے کہا کہ ''مشرک لوگ نجس العین'' ہیں کتوں کی طرح۔ (فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ) پس چاہیئے کہ قریب نہ ہوں مسجد حرام کے جو بیت الحرم کو گھیرے ہوئے ہے۔ (لَا یَقْرَبُوْا) قریب نہ آئیں قُرْبٌ سے مصدر نہی جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

(بَعْدَ عَامِھِمْ ھٰذَا) اس برس کے بعد سے مُرادن برأت ہے وہ ہجرت سے نواں سال تھا یا دسواں یعنی حجۃ الوداع کا سال، حضرت امام اعظم، ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس آیت سے کافروں کو حج اور عمرہ سے منع کرتا ہے۔ حضرت امام مالکؒ نے سب مسجدوں میں مشرکوں کے داخلے کو ممنوع قرار دیا ہے۔ امام شافعیؒ صرف مسجد حرام میں داخل ہونے کو منع کرتے ہیں، دوسری مسجدوں میں ان کا داخلہ ممنوع نہیں!۔(بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

(وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَۃً) اور اگر تمہیں اندیشہ ہو مُفلسی رتنگدستی کا۔ (فَسَوْفَ یُغْنِیْکُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖٓ اِنْ شَآءَ) تو اللہ چاہے گا تو اپنے فضل ورحمت سے غنی کردے گا۔ یعنی اگر تمہیں اقتصادی مُشکلات کا اندیشہ لاحق ہے تو یہ بات اچھی طرح

❶ ...''یعنی کُفار کی یقینی فتح رُسواکن شکست میں بدل گئی ستر آدمی قتل ہوئے''۔(بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوم از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

❷ ...غزوۂ حنین میں ہونے والے واقعات کی جو تفصیل بتائی گئی ہے اس کا کچھ جز تو قرآن میں مذکور ہے اور باقی مستند روایاتِ حدیث سے اخذ کیا گیا ہے۔(بحوالہ ابن کثیر اور تفسیر مظہری)

Marfat.com

جان لو! رزق کی بست وکشاد کا اختیار کُل اللہ کے دستِ قدرت میں ہے۔ (فَسَوْفَ) پس جلد ہی، عنقریب ہے یہ حرف استقبالِ بعید کے معنیٰ دیتا ہے اور مضارع پر داخل ہوتا ہے''۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

(یُغْنِیْ) مال دار بنا دے گا اِغْنَاء سے مضارع مرفوع واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ (قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ) قتل کرواے مومنو! اور جنگ کرو اُن لوگوں سے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے! یعنی اہلِ یہود دو خداؤں کے قائل ہیں اور نصاریٰ جو تثلیث / تین خدا ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں، اہلِ کتاب کے ساتھ لڑائی کرنے کی اجازت کا سبب بتایا گیا کہ ان میں چار اساسی بُرائیاں پائی جاتی ہیں (۱) اوّل اللہ جَلَّ جَلالہٗ کی ذات پر اُن کا ایمان نہیں۔ (۲) دوئم یومِ قیامت جوروزِ جزاء وسزا ہے اس کے بارے میں غلط تصورات قائم کررکھے ہیں۔ (۳) سوم اُن کی کُتب سماوی میں جو احکامات ہیں اس کو اُنہوں نے اپنی خواہش نفس کے مطابق کرلیا ہے۔ (۴) چہارم اللہ کے جس حکم کو چاہا تسلیم کرلیا اور جس کو چاہا اس سے انکاری رہے۔ دینِ حق / اسلام اور ان کی تعلیمات کو ماننے سے انکار کردیا۔ (وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ) اور نہ ایمان رکھتے ہیں روزِ قیامت پر۔ (وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ) اور نہ اسے حرام جانتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کیا ہے جیسے شراب اور سور گویا یوں کہئے جس شئے کی حُرمت کتاب وسُنت سے ثابت ہوتی ہے اسے حرام قرار نہیں دیتے! ۔ (وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ) اور قبول ہی نہیں کرتے دینِ حق کو جو اسلام ہے۔ (لَا يُحَرِّمُوْنَ) نہ حرام جانتے نہ برتتے ہیں۔ تَحْرِیم سے وہ حرام نہیں قرار دیتے فعل مضارع منفی کا صیغہ قواعد کے مطابق۔

معارف القرآن جلد چہارم میں مفتی محمد شفیع رقمطراز ہیں ''اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوگیا کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کو حلال سمجھنا صرف ایک گناہ کا ارتکاب نہیں بلکہ کُفر ہے''۔ (ماخوذ معارف القرآن)

(مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ) اور ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی۔ (حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ) جب تک وہ ماتحت ہوکر اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں۔ ''جزیہ دینا ہی ''اُن کی ذِلت'' ہے جیسا کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں نہ کہ اور زیادہ اہانت''۔ (بحوالہ تفسیر فتح المنان تفسیر حقانی جلد دوم از ابو محمد عبدالحق حقانیؒ) صٰغِرُوْنَ ذلیل وخوار لوگ، اسم فاعل جمع مذکر اس کا واحد صاغر۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

آیت زیرِ مطالعہ میں ان لوگوں سے جہاد اور قتال کرتے رہنے کی ایک حد کا تعین بتا دیا گیا ہے یہ حکم قتال اس وقت جاری رکھا جائے جب تک کہ جزیہ دینا قبول نہ کرلیں جزیہ کا مفہوم بدلے جزاء کے لئے مستعمل ہے اصطلاح شریعت میں اس سے مُراد وہ رقم ہے جو کافروں سے قتل کے بدلے میں وصول کی جاتی ہے۔ حقیقت احوال تو یہ ہے کہ کفر وشرک اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بغاوت ہے جس کی درحقیقت سزا قتل ہے لیکن باری تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کی سزا میں کمی کردی، اسلامی حکومت میں وہ ماتحت بن کر رہیں تو جزیہ کی رقم ادا کرکے رہ سکتے ہیں۔

تشریح وتوضیحات آیت ۲۵ تا ۲۹

آیت ۲۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ اے مسلمانو! اللہ بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد کرچکا ہے تعداد کی کمی اور اسباب کی

Marfat.com

قلّت کے باوجود تم کو نصرت ملی، اور تم غالب رہے غزوۂ حُنین ہی کو دیکھ لو جہاں تم اپنی کثرت دیکھ کر نازاں ہوئے، اترانے لگے، پھر وہ تو تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی باوجود وسیع ہونے کے تم پر زمین تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلے، حُنین کے میدان میں کثرت تعداد کے سبب مسلمانوں میں گھمنڈ اور تکبر پیدا ہو گیا تھا، بعض اوقات کثرت تعداد بھی ہزیمت کا سبب بنتی ہے اس میں ایسے لوگ بھی شامل ہو جاتے ہیں ''جنہوں نے نظریۂ حیات کو اچھی طرح سمجھا اور پرکھا نہیں ہوتا بلکہ وہ حالات کے دھارے میں بہہ نکلے ہوتے ہیں''۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن جلد سوئم از قطب سیّد شہیدؒ)

نُصرت وفتح کا انحصار تعداد کی زیادتی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ راز یہ ہے کہ کامیابی اور کامرانی اللہ کے ساتھ ربط باہم اور اللہ کی مدد سے ملتی ہے۔

آیت ۲۶ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور مسلمانوں پر سکینت رد الجمعی بھیجی، گویا غیبی مدد سے تمہارے دل پر جرأت اور ہمت پیدا کی اور ایسی فوج ملائکہ کی نازل فرمائی جس کو تم نہیں دیکھتے تھے جس سے مخالفین کو مقہور کیا اور کفّار کو سزا دی اور یہ بدلہ ہے کافروں کے لئے، جو حق کا انکار کرتے ہیں، مُنکرینِ حق کی یہی سزا ہے وہ قتل ہوتے ہیں لٹتے ہیں اور شکست سے دوچار ہوتے ہیں۔

آیت ۲۷ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ پھر اس کے بعد اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے جس کو چاہا توفیق توبہ نصیب کی اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور نہایت ہی مہربان ہے۔ شانِ کریمی تو دیکھئے، مغفرت کا دروازہ، باری تعالیٰ کی رحمت کرم سے ہمیشہ کھلا رہتا ہے اور خطا کار جب چاہیں جس وقت چاہیں توبہ کر کے واپس آسکتے ہیں اللہ ہی بخشش دینے والا ہے۔

آیت ۲۸ میں بیان اظہار کچھ یوں ہے کہ مسلمانو! مُشرک تو نرے نجس اور گندے ہیں سو اُنہیں اس سال کے بعد مسجد الحرام کے پاس بھی آنے نہ دیا جائے اگر تم کو مُفلسی اور تنگدستی کا خوف لاحق ہے تو ربِّ جَلیل چاہے گا تو اپنے فضل سے ابھی دولت مند رغنی کر دے گا بلاشبہ اللہ، باخبر اور حکمت والا ہے۔ اِن آیاتِ مبارکہ میں دو حکم صادر ہوتے ہیں پہلا حکم یہ کہ مُشرکین اس سال کے بعد جس میں کہا گیا کہ وہ مسجد الحرام رخانۂ کعبہ میں داخل نہ ہونے پائیں اس لئے کہ وہ پلید رناپاک ہیں۔ نجس کے لفظ سے بعض علماء نے مشرکین کو نجس العین کہا ہے کہ ان کا ہاتھ بھی کسی پاک چیز سے لگنا درست نہیں!۔ (ماخوذ تفسیر فتح المنان، تفسیر حقانی از عبدالحق الحقانیؒ) شرک کے ناپاک ہونے کا مفہوم عقائد اور اعمال کے لحاظ سے ناپاک ہونا ہے۔

امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ''مساجد میں ممانعت نہیں! کیونکہ ثمامہ اثال کو رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کے ستون سے باندھ رکھا تھا اور وفد ثقیف کو بھی اُنہیں اتارا تھا اور دوسرا حکم ہے ''کہ زمین پر توحید و رسالت پھیلاؤ اور اس کے مخالفوں کی شوکت توڑ و کہ دینِ اسلام کا اعلیٰ کام ہے''۔ (بحوالہ تفسیر فتح المنان از عبدالحق حقانیؒ)

آیت ۲۹ میں بیان ہے کہ ان لوگوں سے جنگ جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے وہ کافر لوگ جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ اُنہیں یومِ آخرت پر یقین ہے اور نہ ہی دینِ حق کو قبول کرنے کی اُنہیں توفیق ہوتی ہے اُن کے لئے مقامِ عبرت ہے جو محض وہم گمان میں پھنس کر مغرب کی تقلید کو بھاگتے ہیں اور جہاں سارا دین گنوا بیٹھتے ہیں دینِ حق سے راہِ

Marfat.com

فرار اختیار کرتے ہیں پھر جو چیز اللہ نے حرام کی ہے اور جس شئے کو رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا ہے اُنہیں وہ حرام قرار نہیں دیتے! حالانکہ وہ اہلِ کتاب ہیں! یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں کتاب دی گئی ہے، وہ حُرمت جو کتاب اللہ میں مذکور ہے وہ حُرمت جس کا بیان حدیث مبارکہ میں ملتا ہے جو بات قرآن میں آئی ہے جو رسول اللہ ﷺ کا قولِ حدیث ہے دونوں کا درجہ ایک ساتھ ارشاد ہوا! حدیث مبارکہ کا حکم بھی اللہ کا حکم ہے قرآنِ حکیم میں ذکر بیان ہے ''وَاَطِیْعُوااللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ'' اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو، اب اس کے مُنکر سے ''دعوتِ جہاد'' ہے مشرکین کے قتال عام کے حکم کے بعد اس آیت میں یہود و نصاریٰ سے قتل کا حکم صادر ہو رہا ہے یہاں تک کہ وہ مسلم سلطنت کے ماتحت رہنا پسند کریں اور اپنے ہاتھ سے جذیہ ادا کریں یعنی اسلامی ریاست کو محاصل ادا کریں یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ یہاں چار اسباب کا ذکر ہے: ایمان باللہ، ایمان بالآخرت، حرام کو حرام اور حلال کو حلال قرار دینا اور دینِ حق کو بطورِ دین تسلیم کرنا ان چاروں اُمور سے کوئی خوبی پائی نہ جائے گی تو ایسے لوگوں کا صرف ایک راستہ ہے صرف ذمی بن کر جزیہ/محاصل ادا کریں ماتحت بن کر مسلم ریاست میں رہیں گے ورنہ اُن سے جہاد کرنا ہوگا اور ریاست کو فتنہ وفساد سے پاک کیا جائے گا۔

آیت ۲۵ تا ۲۹ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

ایسے کئی موقع آئے جب باری تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی، غزوۂ حنین کے دن بھی، تمہاری مدد کی، لیکن فخر وانبساط اور اپنی تعداد پر فخر کرنا، کوئی قابلِ تحسین کام نہیں! یہ کثرت تمہارے کام نہیں آئی اور تم کو باوجود وسیع ہونے کے زمین تم پر تنگ ہوگئی، غزوۂ حنین میں ملائکہ کا نزول ہوا۔

بالآخر اللہ نے غیبی مدد بھیجی اور تمہارے دلوں میں جُرأت پیدا ہوئی، عزم اور حوصلہ بڑھا، اللہ نے اپنی عنایت خاص سے فرشتوں کی فوج اُتاری، جس کو دیکھنے سے تم قاصر تھے، رسول اللہ ﷺ کا ریت مٹھی پھینکنا تائیدِ الٰہی اور نُصرتِ الٰہی کی ایک صورت تھی، مدد کرنے کی کئی اشکال ہیں ان میں سے دو کا تذکرہ ان آیات میں بتایا گیا ہے، اُونگھ طاری کر کے مسلمانوں کو تسکین ملی ''فرشتوں کا نزول جو اس جنگ میں لڑے نہیں صرف کافروں کو مرعوب کرنے کی خاطر بھیجے گئے''۔ (ماخوذ تیسیر القرآن جلد دوئم از عبدالرحمٰن کیلانیؒ)

جب باری تعالیٰ نے مسلمانوں پر طمانیت قلب اور تسکین نازل کی، کرم تو دیکھئے، مسلمانوں کو فتح ملی اور جو مسلمان اس لڑائی سے راہِ فرار اختیار کر چکے اُن کو بھی معافی مل گئی اور ان میں بھی مالِ غنیمت تقسیم کیا گیا فتح مکہ کے بعد مسجد حرام کا انتظام اور انصرام مسلمانوں کے پاس آ گیا۔ مُشرکین انتظامی اُمور سے محروم رہے ۱۰ھ میں حکم ہوا کوئی مُشرک اس عظیم عبادت گاہ کے قریب بھی نہ آئے کیونکہ مُشرک نجس اور ناپاک ہیں ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتے حکم دیا گیا کہ جہاد کے لئے پُرعزم رہو اگر وہ اس سرزمین میں قیام کرنا چاہیں تو جزیہ ادا کریں اور مطیع بن کر رہیں اگر انکاری رہیں تو ان سے جہاد کرو یہاں تک کہ اللہ کا دین غلبہ پا جائے۔

Marfat.com

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾

اور کہا یہود نے عزیر علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ رعیسائی کہہ چکے ہیں مسیح علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے بے سر پا باتیں اُن کے اپنے مُنہ کی بات ہے یہ اپنے سے پہلے لوگوں کی نقل اُتار رہے ہیں جنہوں نے ارتکاب کُفر کیا تھا اللہ انہیں غارت رہلاک کرے کہاں بہکے بھٹکے چلے جارہے ہیں یہ لوگ۔ (۳۰)

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾

اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے درویشوں رپادریوں اور راہبوں کو اور مریمؑ کے فرزند مسیح علیہ السلام کو بھی ربّ بنالیا ہے حالانکہ اُنہیں حکم وہی دیا گیا تھا، کہ صرف ایک اللہ ہی کی پرستش کرتے رہیں اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں! راس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ پاک ہے اس سے جسے وہ اس کا شریک بناتے ہیں۔ (۳۱)

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾

یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھادیں، باری تعالیٰ اپنے نور کو پورا کیے بغیر نہ رہے گا۔ خواہ کافروں کو کتنا ہی گراں رنا گوار ہو۔ (۳۲)

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

وہی تو ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ ہر دین پر اُس کو غالب کردے اگرچہ مُشرکوں کو یہ غلبہ کتنا ہی یہ ناگوار گذرے۔ (۳۳)

الفاظ ومعانی آیت ۳۰ تا ۳۳

(وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ) اور کہا یہود نے عزیر بیٹا ہے اللہ کا، عزیر بن شرخیا حضرت یعقوب ں کی نسل سے ہیں اور "چودہ پشتوں میں حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام سے اُن کا سلسلہ نسب ملتا ہے"۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل) جب یہود کی نافرمانیاں حد سے زیادہ ہوگئیں تو اللہ کا عذاب بخت نصر متوفی ۵۶۱ ق م کی شکل میں نمودار ہوا، نافرمانی کا یہ عالم یہاں تک کہ توریت جن جن اجزاء میں تحریر تھی وہ سب نذرِ آتش کردیئے گئے، بیت المقدس کو منہدم کیا گیا، سب کو قتل کردیا گیا۔ باقی بنی اسرائیل کو کنیز اور غلام بنایا گیا حضرت عزیر علیہ السلام بھی قیدیوں میں شامل تھے توراۃ کی تلاوت کرتے، کم عمر تھے ان کا پڑھنا کچھ شمار میں نہ تھا ورنہ اُنہیں بھی ہلاک کردیا جاتا، جب عزیر علیہ السلام قوم میں آئے تو لوگوں نے اس بات کی تصدیق کی اور امتحان لیا توراۃ لکھنے پڑھنے کا۔

امام ثعلبی اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں "اُن کے داہنے ہاتھ کی پانچوں اُنگلیوں میں پانچ قلم باندھے وہ پانچ اُنگلیوں سے توراۃ لکھتے تھے دل سے یہاں تک کہ توراۃ تمام ہوئی"۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ) بخت نصر کے دور میں ایک شخص نے توراۃ ایک مضبوط برتن کے اندر احتیاط سے پہاڑ پر رکھ دی تھی کچھ لوگ وہاں تک گئے اور توراۃ وہاں سے اُٹھالائے جب

Marfat.com

مجمع میں اس کو پیش کیا گیا تو حضرت عزیر علیہ السلام نے جو توراۃ تحریر کی تھی اور اس توراۃ میں قطعی ایک حرف کا بھی فرق نہیں تھا، اظہارِ تعجب کرتے ہوئے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کے قلب میں توراۃ ڈال دی اس کا سبب یہ تھا کہ وہ اگلے یہود اس بات کے قائل تھے کہ عزیر علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے، نصاریٰ کا کہنا تھا عیسیٰ علیہ السلام مسیح بیٹا ہے اللہ کا۔ (ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ) یہ جو مذکور ہوئی بات اُن کی زبانوں سے۔ قرآنِ حمید میں جس جگہ قول کے ساتھ منہ یا لسان (زبان) آیا ہے اس کا مفہوم اور معنی یہ ہے کہ مہمل/بات ہے زبان سے ادا کرتے ہیں کچھ اصلیت اور حقیقت نہیں رکھتی۔ (يُضَاهِئُوْنَ) مشابہ کرتے ہیں اپنی بات کو۔ (قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) ان لوگوں کی بات سے جو کافر ہو گئے۔ (مِنْ قَبْلُ) اُن سے پہلے ''یہودی اور عیسائی جو حقیقت میں توحید کے علمبردار تھے ان میں مُشرکانہ نظریات سرایت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے گرد جو مُشرک قومیں آباد تھیں وہ خدا کو مجسّم چیز مانتی تھیں۔ (بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوم از محمد کرم شاہ الازہریؒ) یعنی کہ بنو مدلج کہتے ہیں کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں یا عرب کے بعض کافروں کی بات ہے کہ وہ حق تعالیٰ کو لات وعزیٰ کا باپ کہتے ہیں''۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ)

(قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ) اللہ تعالیٰ اُنہیں ہلاک کرے/غارت کرے۔ (اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ) کہاں بہکے جاتے ہیں، بالفاظ دیگریوں کہئے کیوں بھٹکے چلے جا رہے ہیں راہِ حق سے باطل کی طرف۔ (اِتَّخَذُوْٓا) بنا لیا۔ (اَحْبَارَهُمْ) اپنے عالموں کو۔ (وَرُهْبَانَهُمْ) اور اپنے عابد لوگوں کو۔ (اَرْبَابًا) بہت سے خدا۔ (مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ) سوائے اللہ کے۔ (وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ) اور مریم کے بیٹے مسیح علیہ السلام کو بھی ربّ بنا لیا، یعنی عیسیٰ ابن مریم کو خدا ٹھہراتے ہیں۔

محمد عبدالحق حقانیؒ تفسیر فتح المنان جلد دوم میں رقمطراز ہیں ''اسلام میں بھی جو اپنے مشائخ اور اُن کی قبور سے ایسا کرتے ہیں اور قاضی الحاجات جانتے ہیں اور خلافِ شریعت باتوں کو مانتے ہیں وہ اس میں داخل ہیں۔ (اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ) اَحْبار جمع ہے حبر کی، یہودیوں کے بڑے بڑے علماء حبر کے معنیٰ ہیں اچھا اثر، بڑے عالم کو حبر اس لئے کہا گیا ہے کہ اس کے علوم وکمالات کے اثرات عوام میں باقی رہتے ہیں عرفاً اس لفظ کا استعمال علماء یہود کے لئے ہوتا ہے۔ (بحوالہ قاموس القرآن) رھبان راہب کی جمع ہے تارک الدنیا۔ (رَهْبَانِيَّةً) سے اسم فاعل جمع مذکر قواعد کے مطابق۔ رُهْبَانًا اہل کتاب میں سے وہ لوگ ہوتے ہیں جو دنیا سے بے تعلق ہو کر غاروں میں جا بیٹھتے ہیں۔ (بحوالہ قاموس القرآن) اسلام جو مذہبِ فطرت ہے، ایسی بے تعلقی کو جائز قرار نہیں دیتا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام میں رہبانیت نہیں ہے''۔

(يُرِيْدُوْنَ) چاہتے ہیں یہود و نصاریٰ۔ (اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ) کہ بجھا دیں اللہ کے نُور کو۔ يُطْفِئُوْا، اِطْفَآءٌ سے مصدر کہ وہ بجھا دیں مضارع منصوب جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ (بِاَفْوَاهِهِمْ) اپنی پھونکوں سے۔ (هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ) وہی اللہ ہے جس نے بھیجا۔ (بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ) اپنا رسول ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو ہر دین پر غالب کر دے، تمام ادیان کے احکام منسوخ کر دے اور آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُترنے کے بعد یہ ہوگا کہ ساری رُوئے زمین پر دینِ اسلام کے سوا اور کوئی دین نہ ہوگا۔ (وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ) اگرچہ ناگوار گذرے، یہ صورت مُشرکوں کو بات یہ ہے کہ اس گیتیٔ کائنات میں محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا ایک مقصد عظیم یہ بھی تھا کہ سرزمین حرم مقدس کُفر وشرک کی ہر آلائش سے پاک وصاف ہو جائے اور دعوتِ ابراہیمی کا مرکز اس دعائے خلیل کے موجب تمام عالم رنگ و بُو کے لئے سرچشمہ

ہدایت اور نُور بن جائے اس لئے فرمایا کہ "تمام مُشرکین کی کوششوں کے علی الرغم دین اسلام اس سرزمین کے ہر دین پر غالب ہو کر رہے گا"۔ (بحوالہ تفسیر تدبّر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

تَشرِیح وَتوضِیحات آیت ۳۰ تا ۳۳

آیت ۳۰ میں اظہارِ بیان اس بات کی وضاحت کر رہا ہے کہ ایمان باللہ وہی قابلِ عمل ہے جو اُن اوصاف کی خوبیوں کے ساتھ ہو جو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد کی ہیں، اس کے علاوہ حق تعالیٰ کو ماننا بھی تو وہ نہ ماننے کے دائرہ کار میں آ گیا جیسے اہلِ کتاب اللہ پر اور آخرت پر یقین وایمان تو رکھتے تھے مگر ظلم تو دیکھئے ظالموں نے اللہ جلّ شانہٗ کے لئے اولاد تجویز کر دی، اہلِ یہود کا اعتقاد، جو یثرب میں مقیم تھے یہ تھا کہ عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اسی طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا، بغیر کسی حُجت اور دلیل کے محض اپنی مرضی سے، اللہ اُنہیں غارت کرے۔ یہ کیسی غلط بات اُنہوں نے اپنا لی ہے یہ اُن لوگوں کی پیروی کر رہے ہیں جو اُن سے قبل کُفر کی ضلالت میں مُبتلا تھے اور بدیہی حقائق کو تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہیں! جانے کہاں ان کی عقل اُلٹی جا رہی ہے"۔ (ماخوذ تفسیر تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

آیت ۳۱ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ یہود اور نصاریٰ کی گُمراہی تو یہ ہے کہ اُنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء مشائخ کو اپنا ربّ بنا لیا ہے بے کیفی عمل کا عالم تو دیکھئے، حضرت عیسیٰ روح اللہ کی باقاعدہ عبادت کرتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کا حکم دیا تھا حق بات تو یہی ہے کہ اللہ پاک کی ذات کے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں! اللہ پاک ہے ان چیزوں سے جس کو یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب یہ آیت سُنی تو حضرت محمد ﷺ سے عرض کرنے کی جسارت کی "یہود، نصاریٰ نے تو اپنے علماء کی کبھی عبادت نہیں کی، پھر یہ کیوں کہا گیا کہ اُنہوں نے ان کو پروردگار بنا لیا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا "یہ ٹھیک ہے کہ اُنہوں نے اُن کی عبادت نہیں کی، لیکن یہ بات تو ہے کہ اُن کے علماء نے جس کو حلال قرار دے دیا اس کو اُنہوں نے حلال اور جس کو حرام کر دیا اس کو حرام ہی سمجھا، یہی ان کی عبادت کرنا ہے"۔ (بحوالہ صحیح ترمذی شریف، بیہقی فی السنن) یہ بات یاد رہے کہ حق و باطل حرام اور حلال کرنے کا اختیار صرف اللہ کو ہے۔

آیت ۳۲ میں بتایا جا رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نُور کو اپنی پھونکوں سے بُجھا دیں مگر اُن کو پتہ ہی نہیں کہ پھونکوں سے یہ چراغ بُجھایا نہ جائے گا۔ ربِّ جَلیل اپنے نُور کو کامل کر کے رہے گا یہ اپنے کُفر میں اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ اپنی غلط روایات میں کھو گئے ہیں کہ دینِ حق کو لوگوں سے اُوجھل کر دینا چاہتے ہیں، اللہ سُبحانہٗ تعالیٰ نے رسولِ اکرم ﷺ کو ہدایت، نُور اور دینِ حق دے کر بھیجا ارسل کیا ہے، مُشرکین اور یہود و نصاریٰ کی خواہش تو یہ ہے کہ اپنے جدل (جدل بمعنیٰ لڑائی مؤنث عربی بحوالہ فیروز اللغات) افتراء سے مٹا دیں، لیکن اس کو مٹانا ناممکن ہے وہ تمام ادیان پر غالب آ کر رہے گا دینِ حق خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار لگے۔

آیت ۳۳ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت کا نُور یعنی قرآنِ حکیم

Marfat.com

اور دینِ حق یعنی اسلام دے کر اس لئے ارسل رہبجا گیا تا کہ اس کو کائنات گیتی کے تمام مذاہب پر غلبہ عطا ہو جائے اور شمع رسالت کے پروانے غلبۂ اسلام کی خاطر اپنی جدوجہد برقرار رکھیں گے۔ تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ اسلام نے مذاہب باطلہ کو شکست سے دوچار کر دیا اور روئے زمین پر پھیلتا چلا گیا، قرآنِ مجید میں کئی آیات آئی ہیں جن میں یہ وعدہ ہے کہ دینِ اسلام دنیا کے تمام مذاہب پر غلبہ حاصل کر لے گا یہ بات حضرت مقداد ﷺ کی حدیث سے معلوم ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''رُوئے زمین پر کوئی کچا پکا باقی نہ رہے گا جس میں اسلام کا کلمۂ حق داخل نہ ہو جائے۔ تفسیر مظہری میں ثناء اللہ پانی پتی رقمطراز ہیں ''دینِ اسلام کو تمام دوسرے دینوں پر غالب کرنے کی یہ خوشخبری اکثر زمانوں اور اکثر حالات کے اعتبار سے ہے''۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی رقمطراز ہیں ''پس بعثتِ رسول کی غرض اس آیت میں بتائی گئی ہے جس ہدایت اور دین حق کو وہ خدا کی طرف سے لایا ہے اسے دین نوعیت رکھنے والے تمام طریقوں اور نظاموں پر غالب کر دے''۔ (ماخوذ تفہیم القرآن جلد دوم) یہ بات ذہن نشین کر لیجئے اگر آج بھی ہم جذبۂ صادق سے سرشار ہو کر اپنی عملی زندگی اسلام کی تعلیمات کے تابع کر لیں تو آج بھی روئے زمین پر غلبہ عطا کرنا اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا کام ہے یہ دورِ جدید کے ازم اور مغرب کی تہذیب نو یا جمہوریت صرف شخصی اور ذاتی پسند کی حکومتیں مسلمانوں کو اسلام اور اسلامی تعلیمات سے دُور لے جانے کا موجب ہو رہی ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے کیا خوب تحریر فرمایا ''رسولِ کریم ﷺ اور سلف صالحین کے عہد مبارک میں تو اس نُور کی تکمیل واہتمام کا مشاہدہ ساری دنیا کر چکی ہے اور آئندہ بھی دلائل اور حقائق کے اعتبار سے ہر زمانے میں اسلام ایک مکمل دین ہے کہ کسی معقول پسند انسان کو اس پر حرف گیری کا موقع نہیں مل سکتا۔ (ماخوذ، معارف القرآن جلد چہارم)

آیت ۳۰ تا ۳۳ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

وہی اللہ تو ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو دینِ حق اور ہدایت دے کر کائنات رنگ و بُو میں بھیجا، تا کہ دینِ اسلام کو تمام ادیانِ عالم پر فضیلت مل جائے، خواہ یہ بات مشرکوں کے ''خاطرِ معصوم'' پر کتنی ہی گراں گزرے، حضور اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد اسلام کی نظریاتی سیاسی اور عملی بالادستی ہے۔ بھلا اس سے کیا انکار دورِ نبوی میں یہودیت دین سمجھا جاتا تھا ''عیسائیت، مجوسیت، منافقت، صابیت مشرکین کا دین تھا۔ (بحوالہ تیسیر القرآن جلد دوئم از عبدالرحمن کیلانیؒ)

بھلا اس کو کیا کہا جائے کہ صدیوں تک سیاسی نظریاتی برتری قائم رہی لیکن مسلمانوں میں اخلاقی، معاشرتی اور سیاسی انحطاط اور انتشار پھیلا تو مسلمانوں سے یہ نعمت چھین لی گئی، اہلِ یہود کے ناجائز طریقۂ عمل کو اپنانا، سود کو جائز قرار دیا گیا، سونا چاندی جمع تو کر لیتے مگر اللہ کی راہ میں اس کو خرچ نہیں کیا جاتا، شادی اور غم میں غلط رسم اپنانے کا طریقہ مروّج ہوا۔ رؤساء اور بادشاہوں کی ہوائے نفس کی تسکین کی خاطر نکاح وطلاق کے شرعی ضابطہ اصول کو چھوڑ کر نئے طریقے اپنائے گئے، نصوص قرآن کو فراموش کر دیا گیا۔ حدیث کی اہمیت کے انکاری رہے مسلمانوں نے دین پر عمل کیا تو انہیں دنیا میں توقیر، عزت ملی، اللہ کا وعدہ ہے مسلمانوں کو ہی فتح نصیب ہوگی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡاَحۡبَارِ وَالرُّهۡبَانِ لَيَاۡكُلُوۡنَ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ وَالَّذِيۡنَ يَكۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ وَلَا يُنۡفِقُوۡنَهَا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿۳۴﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت سے اہلِ کتاب کے علماء، عابد اور پادری، لوگوں کا مال ناحق رناجائز طریقوں سے کھا جاتے ہیں اور رُوکتے ہیں لوگوں کو اللہ کی راہ سے اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ جمع کر کے رکھتے ہیں اور اُسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اُنھیں دردناک عذاب کی نوید سُنا دیجئے!۔(۳۴)

يَّوۡمَ يُحۡمٰى عَلَيۡهَا فِىۡ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوٰى بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوۡبُهُمۡ وَظُهُوۡرُهُمۡ‌ؕ هٰذَا مَا كَنَزۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ فَذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ تَكۡنِزُوۡنَ ﴿۳۵﴾

جس دن اس خزانے رسونا چاندی کو جہنّم کی آگ میں تپایا جائے گا ریعنی دوزخ کی آگ دہکائی جائے گی، پھر اُس سے اُن کی پیشانیاں پہلو اور پشتیں داغی جائیں گی، پھر اُنھیں بتایا جائے گا یہ وہی کچھ ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کر کے رکھا تھا سو اب چکھو مزہ اِس کا جو تم نے خود اکٹھا کر رکھا تھا۔(۳۵)

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوۡرِ عِنۡدَ اللّٰهِ اثۡنَا عَشَرَ شَهۡرًا فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ مِنۡهَاۤ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ‌ؕ ذٰ لِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظۡلِمُوۡا فِيۡهِنَّ اَنۡفُسَكُمۡ‌ وَقَاتِلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوۡنَكُمۡ كَآفَّةً‌ؕ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۳۶﴾

بلاشبہ مہینوں کی تعداد، اللہ کے نزدیک (کتاب اللہ) بارہ مہینے ہیں جس دن سے اس نے زمین وآسمان بنائے ران کی تخلیق کی، ان بارہ ماہ میں چار مہینے حُرمت والے رادب والے ہیں یہی درست رصحیح دین ہے تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ ہونے دو اس میں خود تمہارا ہی خسارہ ہے اور لڑائی رجہاد کرو تمام مشرکوں سے جیسے وہ تم سب سے جنگ کرتے ہیں جان لو! اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔(۳۶)

اِنَّمَا النَّسِىۡٓءُ زِيَادَةٌ فِى الۡكُفۡرِ‌ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يُحِلُّوۡنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوۡنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔـوۡا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوۡا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ‌ؕ زُيِّنَ لَهُمۡ سُوۡۤءُ اَعۡمَالِهِمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۳۷﴾

مہینوں کا ہٹا دینا اور اضافہ کر دینا رمہینوں کو ہٹا کر گھٹاتے بڑھاتے ہیں اس طرح سے کافر لوگ خود ہی فریب میں ڈالے جاتے ہیں ایک برس تو اسے حلال قرار دیتے ہیں، ایک سال تو اسی کو ادب والا کرلیتے ہیں اور کسی سال اس کو حرام ٹھہرا دیتے ہیں تاکہ حرام کئے ہوئے مہینوں کی گنتی پوری کر دیں تاکہ اس بہانے سے حلال کرلیں جسے حرام کیا تھا اُن کے بُرے کام رکرتوت اُن کی نظر میں بھلے لگتے ہیں اللہ ہدایت نہیں بخشتا اس قوم کو جو راہِ کفر اپنائے۔(۳۷)

الفاظ ومعانی آیت ۳۴ تا ۳۷

(يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا) اے ایمان والو!۔(اِنَّ كَثِيۡرًا) بے شک بہتیرے (بہت سے) (مِّنَ الۡاَحۡبَارِ وَالرُّهۡبَانِ) یہود اور نصاریٰ کے پادری رپوپ اور علماء اور مذہبی درویش۔(لَيَاۡكُلُوۡنَ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ) البتہ

کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناجائز طریقہ سے یعنی رشوت لینے کا حکم دیتے ہیں اور باز رکھتے ہیں لوگوں کو اللہ کی راہ پر چلنے سے، یعنی منع کرتے ہیں اسلام میں داخل ہونے سے، ذرا ستم تو دیکھئے! بنی اسرائیل کے راہب قانون سازی کے اختیارات کو بدلتے ہوتے مختلف حیلے بہانوں میں لوگوں کا مال ومتاع لوٹنا شروع کیا چونکہ عیسائی مذہبی پیشواؤں کا قرون وسطی میں اقتدار اور تسلّط غالب رہا اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے رسمِ ناجائز اپناتے ہوئے کس قدر بے رحمی کے ساتھ اپنے عقیدت مندوں کو جالِ طلسم میں پھنسا کر اُن کی ثروت کو اپنے قبضہ میں لے لیا، یہ داستان بڑی دلچسپ اور اَندوہ ناک ہے۔ محمد کرم شاہ ازہری تحریر فرماتے ہیں ''یحلّوُنَہ'' فرقہ کا پوپ جنّت کے ٹکٹ قیمتاً فروخت کیا کرتا تھا اور اس کے نائب بخشش گناہ کے لکھ کر دیا کرتے تھے''۔ (ماخوذ ضیاء القرآن جلد دوم)

(وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ) جو اہل کا تب حرص اور بخل کے سبب جمع کرتے ہیں سونا اور سونے کے خزانے رکھتے ہیں صرف اسی پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ وہ اپنی حرص کی طلب کی تسکین کے لئے یہ نازیبا حرکات اور سکنات کے مرتکب ہوتے ہیں اور پھر دلوں میں شکوک وشُبہات ڈال کر لوگوں کو حق قبول کرنے سے رُوکتے ہیں حالانکہ بعض علماء نے اس آیت کو بھی ''اہلِ کتاب سے مخصوص کیا ہے لیکن درست بات یہ ہے کہ ''اس میں اہلِ کتاب اور سب مسلمان داخل ہیں، جس میں یہ خرابی ہوگی وہ اس سزا کا مُستحق ہوگا (بحوالہ تفسیر قرطبی)

(وَالْفِضَّۃِ) اور چاندی کا۔ (وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا) اور خرچ نہیں کرتے ان سونے اور چاندی کے خزانوں کو۔ (فِیْ سَبِیْلِ اللہِ) اللہ کی راہ میں۔ بالفاظ دیگر زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں کرتے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں ''ما ادی زکوۃ فلیس بکنز ❶ یعنی جس مال کی زکوٰۃ دی گئی وہ خزانہ نہیں۔ (فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ) پس خبر سُنا دو خزانہ رکھنے والوں کو، زکوٰۃ نہ دینے والوں کو دردناک عذاب کی۔ (یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی) جس دن آگ گرم کی جائے گی رسُلگائی جائے گی ان ❷ خزانوں پر آتشِ دوزخ میں پھر داغ دی جائے گی۔ (یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْھَآ اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ) جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین ان میں چار ماہ حُرمت رادب کے ہیں بارہ مہینوں میں جو قمری ہیں سال کی تقسیم کسی انسان کا عمل نہیں ان بارہ قمری ماہ میں چار مہینے محرم، ذیقعدہ، ذوالحجہ، رجب حُرمت والے ہیں۔ (وَقَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ) اور جنگ کرو تمام مُشرکوں سے۔

تَشْرِیْح وَتَوْضِیْحَات آیت ۳۴ تا ۳۷

آیت ۳۴ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اہلِ کتاب کے بہت سے فقہی اور راہب تو لوگوں کو دھوکہ دے کر ناجائز طریقوں سے لوگوں کا مال کھا رہے ہیں اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روک رہے ہیں جو لوگ سونا چاندی کے ڈھیر جمع کر رہے ہیں اور اُنہیں اللہ کی راہ میں مال ومتاع خرچ کرنے کی توفیق نہیں تو ایسے لوگوں کو عذابِ الیم کا مژدہ سُنا دو! اب ان کی اصلاح کیسے ہوگی یہ نفاق کے کاموں اور معاملات میں تغافل برت رہے ہیں، بدنصیبی کہئے کہ بہت سے علماء مسلمین کا بھی یہی حال ہے

❶ ......بحوالہ ابوداؤد، احمد، ❷ ......اے باری تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے صدقے میں اس آگ کے دردناک انجام سے بچنے کی توفیق عطا فرما! آمین

Marfat.com

حضورِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے "لتتبعن من کان قبلکم تم سابقہ اُمتوں کے طور طریقوں کی ضرور پیروی کرو گے"۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف، کتاب الاعتصام) بات یہ ہے کہ اگر مال وزر کے انبار رکھتے ہوئے کوئی آدمی مُفلسوں اور ناداروں کے حقوق کی ادائیگی سے بے پرواہ ہے اور دعوتِ دین اور "جہاد فی سبیل اللہ جیسی نعمت کے کاموں سے لاتعلق اور بے خبر ہو جائے تو وہ "عند اللہ مواخذہ سے بری نہیں ہوسکتا اگرچہ اس نے اپنے مال میں سے زکوٰۃ کا قانونی مطالبہ پورا کر دیا"۔ (ماخوذ تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

آیت ۳۵ میں بتایا جا رہا ہے کہ یہ مال وزر جس کو تم نے اپنی طمع نفس کی تسکین کر کے اکٹھا کر رکھا ہے قیامت کے دن اس مال کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے اُن کی پیشانیاں، پسلیوں اور پیٹھوں کے پہلو پر اور کمر کو داغا جائے گا، پھر اُن سے کہا جائے گا یہ وہ مال وزر ہے جس کو تم اپنے لئے جمع کر کے رکھتے تھے اپنے جمع کئے ہوئے مال کا مزہ چکھو، حدیث مبارکہ میں مذکور ہے "جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا قیامت والے دن اس کے مال کو آگ کی تختیاں بنا دیا جائے گا اور اس کے پہلوؤں کو، پیشانی کو داغا جائے گا یہ دن پچاس ہزار سال کا ہوگا اور لوگوں کے فیصلہ ہو جانے تک ان کا یہی حال ہوگا اس کے بعد جنت یا دوزخ میں اسے لے جایا جائے گا"۔ (بحوالہ صحیح مسلم شریف کتاب الزکوٰۃ، باب اِثم مانع الزکوٰۃ) اس موضوع سخن کے سلسلے میں آیت ۲ سورۃ الھمزہ پارہ ۳۰ عَمَّ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ۔ جو مال کو جمع کرتا جائے اور گنتا جاتا ہے۔

اس آیت نمبر ۲ کا مفہوم یہ ہے کہ مال وزر کو اکٹھا کرنا اور سینت سینت کر رکھنا اور اس کو اللہ کی راہ میں صرف نہ کرنا۔ آیت نمبر ۳ سورۃ الھمزۃ میں اللہ کا فرمان ہے یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗٓ اَخْلَدَہٗ۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا گویا وہ طمع اور حرص کے بندے ہیں جو ہر طرف سے مال سمیٹے اور مارے بخل کے مال گن گن کر رکھتے ہیں وہ بے خبر ہیں موت آئے گی تو یہ دولت اور مال ومتاع یونہی پڑا رہ جائے گا تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے، میری تفسیر، تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ کا صفحہ ۱۱۳۔

آیت ۳۶ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ کے نوشتہ الٰہی میں مہینوں کا شمار بارہ مہینے ہیں جن میں سے چار تکریم اور حُرمت والے ہیں یہ تو بالکل سیدھی راہ ہے سو تم ان ماہ مبارک میں اپنے نفسوں پر زیادتی اور ظلم نہ کرو اور مُشرکوں سے جہاد کرو جیسے کہ وہ تم سے لڑتے ہیں اللہ متقیوں کے ساتھ ہے "عہد حضرت اسماعیل علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کے عہد تک عرب کا یہ دستور تھا کہ وہ ان چار مہینوں کی نہایت تعظیم کرتے تھے ان میں مار دھاڑ، چڑھائی سب موقوف ہو جاتی۔ (ماخوذ تفسیر فتح المنان جلد دوم از مولانا عبدالحق الحقانیؒ)

اصل بات تو یہ ہے کہ ابتدائے آفرینش میں سے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے بارہ ماہ مقرر کر دیئے ہیں جب سے زمین وآسمان کی تخلیق کی گئی۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "زمانہ گھوم کر پھر ایسی حالت پر آ گیا ہے جس حالت پر اس وقت تھا جب باری تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا جن میں چار ماہ حُرمت والے ہیں تین لگاتار ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور چوتھا رجب مضر جو جمادی الثانی اور شعبان کے مابین ہے"۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف کتاب التفسیر سورۃ توبہ اور صحیح مسلم شریف، کتاب القسامۃ)

آیت ۳۷ میں بیان مذکور ہے کہ جاہلیت کی رسم نسیٔ کفر میں ایک اضافہ ہے مشرکینِ عرب نے ایک نظام مروّج کر لیا تھا

اسی طرح حُرمت والے مہینوں میں تقدیم وتاخیر، ردّوبدل کرتے رہتے تھے تجارتی مقاصد میں ترویج کی خاطر حج وعمرہ کے معتدل موسم میں لانے کا انتظام بنالیا تھا وہ قمری مہینوں کو عیسوی رشمسی مہینے کے برابر کرنے کے لئے ہر آٹھ قمری برس میں تین ماہ کا اضافہ کرلیتے جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ حُرمت کے مہینے اپنی جگہ سے ہٹ جاتے، ایک ماہ کی حُرمت توڑ کر اس کی جگہ دوسرے ماہ کو حُرمت والا ٹھہرانے سے ان کا مدعا یہ تھا کہ اللہ جلِ شانہٗ نے جو چار ماہ ادب والے رکھے ہیں ان کی گنتی پوری رہے مہینے کا ہٹا دینا صرف کُفر کی بدعت ہے جس سے کافر فریب دیئے جاتے ہیں۔'' اس طریقہ کو قریش کے کُفر میں ایک اضافہ قرار دیا ہے جو ملّت ابراہیم سے اُن کے مزید انحراف کا موجب ہوا''۔ (ماخوذ تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ) اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں بخشتا۔

آیت ۳۴ تا آیت ۳۷ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

یہود ونصاریٰ کے اکثر رہبان اور عابد، مال وزر کی تلاش کی خاطر، کلام الٰہی میں تحریف اور تغیّر کر کے لوگوں کی منشاء اور مرضی کے مطابق مسئلے بیان کرتے، اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ ہدایت پانے سے روکا جائے یہ اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں وہ اپنے مشائخ کی اس قدر بات مانتے تھے کہ ''اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرح حلال اور حرام کرنے کا مجاز سمجھنے لگے'' (بحوالہ فتح المنان جلد دوئم از عبدالحق حقانیؒ) مال وزر کی طلب کا انجام کیا ہوتا ہے ان کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا۔

صرف یہود ونصاریٰ ہی دولت وثروت کے طلبگار نہیں ہیں یہ مال وزر کی طمع ایک ایسی بلا اور عذاب ملامت ہے کہ اس سے نجات پانا قدرے مشکل ہے اور تو اور دور جدید کی مغربی تہذیب اور روشن خیالی کے فلسفہ نے مسلمانوں کے کئی گھروں کو اس لپیٹ میں لے رکھا ہے یہ نیرنگیٔ کائنات کے لیل ونہار، یہ راگ ورنگ کی محفلیں، لہو ولعب کو دین سمجھ لینا، صنم کدۂ کائنات میں کھو کر بے پردگی، بے حیائی اور ضمیر فروشی کی راہ اختیار کرنا یہ سب غلط تقلید کا نتیجہ ہے۔

ابھی وقت ہے تاریکی اور ظلمت سے دور نجات پانا ہے تو تاریکی میں سر ٹکرانے کے بجائے چراغ ہدایت کو روشن کیا جائے رسول اللہ ﷺ دین حق اور راہ ہدایت پانے کے لئے دنیا میں بھیج دیئے گئے ہیں انسانیت کی ڈوبی ہوئی کشتی کو تھام لو! زمانہ کی ناخوشگوار فضا سے منہ موڑ کر اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے احکامات کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہو جاؤ تاریخ کے صفحات بتاتے ہیں حضرت اسماعیلؑ سے رسول اللہ ﷺ کے عہد تک عرب کا دستور یہ تھا کہ وہ چار حرمت والے مہینوں کی تکریم کرتے، جس دن سے ارض وسماء معرض وجود میں آئے ہیں بارہ مہینے ہیں ان مہینوں میں گناہ اور ظلم منع ہے ان مہینوں کا آگے پیچھے کر دینا کُفر کی علامت ہے۔ ان مہینوں میں مسجد الحرام کے پاس لڑائی نہیں کرنی چاہئے بات اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر قوم کی رہنمائی نہیں کرتا۔

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہیں کیا ہو گیا ہے جب تم کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں باہر چلنے ❶ کو کہا جاتا ہے تو تم زمین میں لپٹے جاتے ہو / زمین کی طرف گرے / جھکے جاتے ہو، کیا تم نے آخرت کے عوض / بدلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے۔ جب کہ دنیا کا سامان / دنیا کی آسائش، آخرت کے مقابلے میں بہت ہی قلیل ہے / یہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں بہت ہی حقیر ہے۔ (۳۸)

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾

اگر تم نہ اُٹھو گے / باہر نہ نکلو گے تو باری تعالیٰ تم کو دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ دوسرے لوگ لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے / تم اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں دے سکتے وہ ہر شئے پر قدرت رکھتا ہے۔ (۳۹)

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾

اگر تم رسولؐ کی مدد / حمایت نہ کرو گے تو کیا ہوا! اللہ نے اُن کی مدد اس وقت کی جبکہ اُنہیں جلاوطن کر کے کافروں نے وطن سے نکال دیا تھا وہ صرف دو کا دوسرا تھا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے، جو اپنے ساتھی / رفیق سے کہہ رہا تھا کچھ غم نہ کرو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، پس باری تعالیٰ نے اُن پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور اُن کی مدد ایسے لشکر فوج سے کی جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور کافروں کی بات کو سرنگوں کر دیا / کافروں کے قول کو پست کر دیا اور اللہ ہی کی بات ہمیشہ سربلند ہے اور اللہ تعالیٰ بہت زبردست حکمت والا ہے۔ (۴۰)

الفاظ و معانی آیت ۳۸ تا ۴۰

(يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ) اے اہلِ ایمان کیا ہے تمہیں کلمۂ دین بلند کرنے کو۔ (اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) اِنْفِرُوْا کے معنی ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ تیزی کے ساتھ منتقل ہونا جب کہا جاتا ہے کہ کوشش کے ساتھ، جذبۂ ایمان کے ساتھ اللہ کی راہ میں دین کے دشمنوں سے جہاد کرو۔ مقصد اظہارِ بیان یہ ہے کہ توجہ فکرِ آخرت کی زندگی میں دینی چاہئے فکرِ آخرت ہی دراصل تمام معاملات کی کامیابی کا مکمل سدِ باب ہے دنیا میں اَمن و سکون اور اصلاحِ عملی عقیدہ آخرت کے بغیر قائم ہی نہیں ہو سکتا۔ (اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ) اثاقلتم کا معنیٰ ہے بوجھل ہو جانا مفہوم یہ کہ کیا سبب ہے کہ جہاد کی نعمت سے سرشار ہونے کے لئے تمہارے قدم نہیں آگے بڑھ رہے ہیں، بوجھل ہو جاتے ہو دیر لگاتے ہو یعنی زمین میں جھکے جاتے ہو کاہلی کے سبب۔ (اَرَضِيْتُمْ) کیا خوش ہو گئے تم۔ (بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ) کیا تم نے آخرت

❶ ...... جہاد کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

Marfat.com

کے بدلے دنیاوی زندگی پر قناعت کرلی ہے، کیا تم صرف گیتیٔ کائنات کے رنگ و بُو میں مگن ہو گئے ہو دنیاوی زندگی سے نفع پانا تو کچھ بھی نہیں ہے یہ تو بہت عرصہ قلیل وحقیر ہے۔

(اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا) اور اگر نہیں نکلتے اس جنگ کے لئے جس کا تمہیں حکم ہوا ہے تو اللہ تمہیں عذاب دے گا! عذاب دردناک اس طرح کہ دشمن کو تم پہ فتح دے دے گا یا کسی سبب سے تمہیں ہلاک کردے گا۔ (وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا) اور بدل کر لے آئے گا کوئی دوسری قوم تمہارے علاوہ اور دین پر عمل نہ کرنے سے تم اللہ کو یا اس کے رسول کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔ دینِ اسلام کی ترویج اور خدمت سرانجام دینا صرف تم ہی پر موقوف نہیں ہے اسلام کا نُور تو تا ابد فروزاں رہے گا۔ (وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ) اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہر چیز پر تغیّر تبدل میں (قَدِيْرٌ) قادر ہے۔ (اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ) اگر مدد / حمایت نہ کرو گے اس کے پیغمبر کی تو قریب ہے کہ اللہ اپنے حبیب ﷺ کی مدد کرے اور آئندہ اُسے نہ چھوڑے۔

(فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ) پس اللہ تو اس کی مدد کرچکا، اس وقت۔ (اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) جب کہ کافروں نے اُنہیں مکہ سے نکالنے کا قصد کیا تھا، باری تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو نکلنے کی اجازت دی۔ (ثَانِيَ اثْنَيْنِ) اس حال میں کہ رسول دوسرا تھا دو آدمیوں میں یعنی رسولِ اکرم ﷺ تھے اور سیدنا حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ تھے اور مدد دی اللہ نے۔ (اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ) جب وہ دونوں میں تھے غارِ ثور میں۔ وہ غار ہے جبلِ ثور کی چوٹی پر مکہ مکرمہ کی داہنی طرف تقریباً تین میل کی راہ پر، اس وقت کوئی وہاں نہ پہنچتا تھا۔ حضرت محمد ﷺ پنج شنبہ (جمعرات) کی شب غرہ ربیع الاوّل کو مکہ سے سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے مکان سے قدم رنجہ فرمایا اور حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اسی شب ببول کا درخت غار کے داہنے پر اُگا دیا اور یہ بھی کہا اور جنگلی کبوتر کے جوڑے کو حکم دیا کہ وہ جھونج بنائے، انڈے دے اور مکڑی / عنکبوت کو حکم کردیا کہ غار کے داہنے پر جالا بنالے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ)

(لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا) غمگین مت ہو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے دشمنوں پر مدد دینے اور اُن سے بچانے میں۔

(فَاَنْزَلَ اللّٰهُ) پس اُتاری اللہ نے سکینتہ رحمت اپنی اور تسکین۔ (عَلَيْهِ) رسول پر۔ (وَاَيَّدَهٗ) اور دور فرمائی، قوت دی اللہ نے اپنے محبوب کو۔ (بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا) بہ سبب لشکر ملائکہ کے تم نے نہیں دیکھا اُنہیں یعنی فرشتوں کو بھیجا اور اُنہوں نے غار میں آپ کی حفاظت کی۔ "بدر، حُنین اور احزاب کے غزوہ میں جو ملائکہ اُترتے تھے وہ مُراد ہیں"۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

(وَجَعَلَ) اور کردی۔ (كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى) اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات اور تدبیر نیچی کردی یعنی وہ ناکام رہے۔ (وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا) اور بات اللہ کی یعنی کلمۂ شہادت یا دعوتِ اسلام یا توحید وہ بہت بالا، بلند اور عالی قدر ہے (وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ) اللہ غالب ہے، حکمت والا ہے اور موحدوں کو عزیز رکھتا ہے، مُشرکوں کو ذلیل وخوار کرتا ہے۔

مفسّرین کی تفسیر کا مطالعہ کیا جائے تو اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ان آیات مبارکہ میں غزوۂ تبوک کا ذکر ملتا ہے فتح مکہ کے بعد جب آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف رُخ کیا تو شاہ رُوم ہرقل کی افواج کے اکٹھا ہونے کی خبر ملی، عرب کے عیسائی قبائل نے یہودیوں کو دعوت اس بات کی دی کہ اسلامی ریاست کے خلاف برسرِ پیکار نہ ہوئے تو مسلمان تم

Marfat.com

پر غالب ہوجائیں گے چنانچہ اس نے سال بھر تنخواہ بطورِ پیشگی فراہم کر کے ایک لشکر جرار ترتیب دیا جس کی خبران تاجروں نے مدینہ پہنچائی جو تیل کی تجارت کے سلسلے میں آتے جاتے رہتے تھے۔

۹ شوال ہجرت کے نویں سال حضورِ اکرم ﷺ نے غزوۂ طائف سے واپسی کے بعد غزوۂ تبوک کی تیاری کا اعلان کر دیا کہ شام سے ایک قافلہ نے اطلاع دی کہ شاہ ہرقل کو، رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوگیا ہے اس لئے اس نے قباد کو چالیس ہزار فوج کا سامان مقرر کر دیا اور عرب کے نصرانی قبائل لخم وجذام، عاملہ وغسان وغیرہ کو اس کی مدد کے لئے ذمہ داری سپرد کر دی حضورِ اکرم ﷺ کو جب اس خبر کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو جہاد کرنے کا حکم صادر کر دیا جو بقائے دین کے لئے سب سے ارفع واعلیٰ فریضہ ہے۔ ''چلی سمیت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا کھِل اُٹھا'' کے مصداق جہاد کا حکم سُنتے ہی عرب کے قبائل نقیب بھیج دیئے گئے کہ تیاری کا آغاز کیا جائے قبل اس کے کہ وہ مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوں سرحدوں پر ہی اس سے مقابلہ کیا جائے اس سال قحط تھا، گرمی کے ایام تھے، اگلی فصل پک کر تیار ہو رہی تھی، مسلمانوں میں مُفلسی اور تنگدستی تھی کرم خوردہ چربی خوراک تھی، دُور دُور تک پانی کا نشان نہ تھا اس کے باوجود کہ تواتر کے ساتھ آٹھ سال جنگ کی صورت میں بسر ہوئے تھے، مگر قربان جایئے جانثاروں کے کہ حضور ﷺ کا حکم سُنتے ہی بلا تاخیر تیاری کے لئے تیار ہوگئے، اسی غزوہ میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کا تمام کا تمام مال دے دیا تھا ❶ آپ ﷺ نے دریافت کیا گھر کے لئے کیا چھوڑا ہے گویا ہوئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت واُلفت۔ مولانا شبلیؒ کی زبان میں ع

صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آدھا اپنے گھر کا مال دیا۔ ❷ دیگر صحابۂ کرام نے بڑھ چڑھ کر معاونت کی، خواتین نے شوق وارفتگی کے اپنے زیورات جمع کروائے۔ مُنافقین کی باتوں سے کچھ لوگوں میں تردّد کا احساس تو ہوا مگر رسالت مآب کی اُلفت کے طفیل اُنہیں استقامت ملی، اگرچہ عُسرت / پریشانی کی ساعت کے ایام تھے'' اس لئے اس کو غزوۃ العدۃ وحبشین الحرۃ وغزوۃ فاضحہ بھی کہتے ہیں کہ جس میں مُنافقوں کی فضیحت ہوئی''۔ (ماخوذ تفسیر فتح المنان از عبدالحق حقانیؒ)

امیر محمد اعوان نے کیا خوب تحریر کیا ہے'' اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اگر جہاد ترک کرو گے تو اس کی پاداش میں بہت دردناک عذاب دیا جائے گا جس کی صورت دنیا میں یہ ہوگی کہ اقتدار تمہارے ہاتھ سے نکل کر دوسروں میں چلا جائے گا''۔ (ماخوذ اسرار التنزیل جلد سوئم) اللہ سُبحانہٗ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے باری تعالیٰ نے جہاد سے گریز کرنے والوں کے نصیب میں غلامی لکھ دی ہے اب مسلمانوں کا اپنا اختیار ہے جذبۂ جہاد سے سرفراز ہوتا ہے آخرت کی منزلِ کامرانی کا نوید مسرت کا مژدہ سنائی گئی اور دائمی نُصرت وفتح مقدر رہوگا۔ اے صاحبو! دورِ جدید کا ترقی پسند عابد وزاہد ذرا اپنی سوچ کے پیمانے میں فکرِ ایمان کی روشنی کو تلاش کرے تو آیت ۲۱ سورۃ الحشر پارہ ۲۸ قَدۡ سَمِعَ اللہ میں دعوت فکر وعمل ملتی ہے:

وَتِلۡكَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ

❶ ..... جس کی مقدار چار ہزار درہم تھی''۔ (بحوالہ کنز الایمان از نعیم الدین) ❷ ..... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس غزوہ میں بڑی فراخ دلی سے خرچ کیا دس ہزار مجاہدوں کو سامان فراہم کیا اور دس ہزار دینار اس غزوۂ پر صرف کئے، نوسو اُونٹ اور سو گھوڑے تھے ساز وسامان اس کے علاوہ ہیں۔

Marfat.com

اور یہ مثالیں لوگوں کے لئے ہم بیان کرتے ہیں کہ وہ سوچیں۔

ذرا مقامِ فکر و عمل کو اپنایئے! امریکہ کی جوہری توانائی، برطانیہ کی تہذیب نو کی مغربی سوچ فرانس کی چمکتی ہوئی روشن خیالی بے حیائی جاپان کی فنی صلاحیت، چین کی صنعتی ترقی اور سائنسی ترویج کے تسلط سے آزد ہو کر اسلامی تحریک، اسلامی طرزِ معاشرت کی فکر اپنانے کی ضرورت ہے، کوئی ہماری مدد کرے یا نہ کرے ہمیں تو اللہ کی مدد کافی ہے دینِ اسلام کا پرچم تو ہمیشہ فروزاں رہے گا اگر ہم اس کے غلبہ اور بقا کی خاطر، کوشش میں شریک ہوں گے تو یہ خود ہمارے لئے سعادت ہے۔ ورنہ تو وہ بھی ساعت تھی جب کافروں نے رسول اللہ ﷺ کو شہر مکہ کی فضاؤں کو خیر باد کہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ربِّ جلیل کی مدد اور حمایت اس وقت بھی اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ تھی جب دو میں کا دوسرا اس کا ساتھی و ہمدم تھا ثانی اثنین جب کہ وہ دونوں غارِ ثور میں موجود تھے، آپ اپنے ساتھی سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے میری فکر کی ضرورت نہیں! اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی کیا فضیلت ہے کیا اعلیٰ مقام ہے سبحان اللہ وہ کائناتِ رنگ و بو میں ثانی گویا دوسرے ٹھہرے، فارسی میں علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے ع

آن امن الناس برمولائے ما ☆ آن کلیم دادنی سینائے ما
دولت اوکشت ملت راچوں ابر ☆ ثانی اثنین وغار بدر وقبر

ایک گھڑی وہ بھی آئی، جب ظلمتِ کفر چھپ گئی ''کفر کا سر نیچا ہوا اور اللہ کا کلمہ بلند ہوا''۔ (ماخوذ تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

تشریح وتوضیحات آیت ۳۸ تا ۴۰

آیت ۳۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ اہلِ ایمان کو اللہ کی راہ میں دعوتِ جہاد دی جاتی ہے تو جہاد وہ کیوں کرنے سے گریز کرتے ہیں آخر کار تمہیں کیا ہو گیا ہے کیا تم آخرت کے مقابلے میں گیتیٔ کائنات کے لیل ونہار میں کھو کر دنیا کی حقیر زندگی پر ہی خوش ہو! اس آیۂ مبارکہ کا روئے سخن ان منافقین کی جانب ہے جن کو مفاد پرستی اور تن آسانی سے لگاؤ ہے اور جہاد جیسی عظیم نعمت سے جی چرا رہے ہیں عجب صورت حال ہے آخرت کی دائمی فتح ونصرت سے صرف نظر کر کے حیاتِ نو کی راحتوں اور لذتوں کو ہی پسند کر لیا ہے۔

آیت ۳۹ میں وضاحت سے بیان کیا جا رہا ہے کہ اگر تم جہاد کی سعادت پانے سے محروم رہو گے تو حق سبحانہٗ تعالیٰ تم پر دوسری قوم مسلط کر دے گا اور تم اس کو کچھ بھی تو نقصان نہیں پہنچا سکتے! باری تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے کچھ لوگ اپنی کاہلی کرتے ہوئے راہِ فرار چاہتے تھے اس کا مظاہرہ بعض لوگوں کی طرف سے ہوا لیکن اس کو سب کی طرف منسوب کر دیا۔ (بحوالہ فتح القدیر) اس آیتِ مبارکہ میں اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے کہ جماعتوں کے نظام عروج وکمال میں بقائے اصلح وانفع کے قانونِ عمل کا تذکرہ ہے گویا ''استبدال اقوام'' کا بیان ہے اگر فرائض کی تکمیل میں کوتاہی کی گئی تو ربِّ جلیل کا دستورِ عمل یہ ہے کہ کسی قوم گروہ کو لا کھڑا کرے گا اور تم اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے!

آیت ۴۰ میں مذکور یہ ہے کہ اگر تم اللہ کے رسول ﷺ کی مدد اور حمایت نہ کرو گے تو اس کی کوئی پرواہ نہیں! جب کافروں

Marfat.com

نے آپ ﷺ کو بے دخل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اللہ نے اس وقت آپ ﷺ کی مدد فرمائی اللہ نے اپنی سکینت نازل فرمائی اُن کی مدد ایسی فوجوں کے ذریعہ ہوئی جن کو تمہاری نظروں نے دیکھا ہی نہیں، کافروں کی ہمت پست ہوئی اور اللہ کا کلمہ ہی بلند وعزیز ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کے رفیق قدرے پریشان ہوئے تو فرمایا گیا "غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یا "ابا بکر ماظنك باثنین الله ثالثهما" "اے ابوبکر تمہارا ان دونوں کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے گویا اللہ کی تائید اور نصرت بھی ہمارے شاملِ حال ہے۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف) تفسیر سورۃ توبہ۔ مدد اور تائید کی دو اشکال ہیں ایک سکینت دوسرے فرشتوں کی تائید! اس طرح اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات نیچی کی وران کی تدبیر خاک میں ملادی"۔ (بحوالہ تفسیر عثمانیؒ از حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی جلد اوّل)

آیت ۳۸ تا ۴۰ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

جہاد میں عملی طور پر حصّہ لینا ہے تو ایک عزم، حوصلے اور ہمت کے ساتھ شریک ہونا ہے تو مل کر پیادہ یا سوار، ہلکے ہو یا بھاری، اسلحہ سے لیس ہو یا تنہا، خاندان کے ساتھ ہو اہلِ ثروت ہو یا غُربت کی زندگی بسر کر رہے ہو جوان ہو یا عمرِ عزیز بڑھاپے کی طرف مائل ہو، جذبہ یقین کو عمل بیداری کا پیغام دیتے ہو، ہر حال میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سورہ توبہ کی تلاوت کر رہے تھے جب اس آیت پر آئے تو اُنہوں نے کہا ہمارے رَبّ نے ہمیں جہاد کی تیاری کا حکم دیا ہے، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے دنیا سے پردہ کرلیا سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے ساتھ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جہاد میں شرکت کی وہ بھی خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی معرکۂ حق و باطل میں شرکت کی وہ بھی دنیا سے رخصت ہوگئے، لوگوں نے کہا ہم آپ کی طرف سے جہاد کریں گے لیکن عزم ہے "جواں ہے تم تو فولاد ہے مؤمن" کے مصداق آپ رضی اللہ عنہ نے بحری بیڑہ کی طرف رُخ کیا، سمندر نے آپ کو آغوشِ موت نے آلیا، بحریہ کو کوئی جزیرہ نہ ملا، نودن کے بعد اُنہیں جزیرہ ملا اُن نو دنوں میں ان کے جسم میں تغیّر واقع نہیں ہوا۔ چنانچہ اسی جزیرے میں دفن کیا گیا"۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن جلد سوئم از سید قطب شہیدؒ)

ادھر مُنافقوں کی عجیب کیفیت حالت ہے بہانے تراشتے ہیں، ان کو عارضی فائدے نظر آتے ہیں، سفر میں سہولت میسّر آنے کی صورت نظر آئے تو بلا تامّل نکل پڑتے ہیں اور راہ کٹھن ہو تو یہ حیلہ کرتے ہیں، سفر طویل ہے، مشقت زیادہ ہے، جہاد میں شریک ہونے سے جی چُراتے ہیں۔

مُنافق جھوٹی قسم کھا کر کہیں گے ہم کو قدرت اور توانائی ہوتی تو ہم ضرور جہاد کرتے! اللہ تعالیٰ جانتا ہے وہ ضرور جھوٹے ہیں ان کا یہ عذر، ان کی گفتگو آخرت کی دائمی زندگی سے راہِ فرار ہے وہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔ کس قدر بے خبری کا عالم ہے کیا وہ بھول گئے! کیا اُنہیں احساس نہیں ہے! جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ ہے۔

Marfat.com

اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۱﴾

جہاد کے لئے نکلو (ہر حال میں) ہلکے ہو یا بوجھل / گراں بار اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اسی میں تمہارے لئے بہتری اور بھلائی ہے اگر تم اپنا (فائدہ اور خسارہ) جانتے / سمجھتے ہو!۔ (۴۱)

لَوۡ كَانَ عَرَضًا قَرِيۡبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوۡكَ وَلٰـكِنۡۢ بَعُدَتۡ عَلَيۡهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسۡتَطَعۡنَا لَخَـرَجۡنَا مَعَكُمۡ ۚ يُهۡلِكُوۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ ۚ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ اِنَّهُمۡ لَـكٰذِبُوۡنَ ﴿۴۲﴾

اگر سر دست فائدہ / نفع ہوتا اور سفر بھی کم ہوتا تو یہ ضرور آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہو لیتے / ہمراہ ہوتے لیکن ان کو مسافت / مشقت، کٹھن دیکھائی دی، یہ تو ابھی اللہ کی قسمیں کھائیں گے اور کہیں گے کہ اگر ہمیں قدرت ہوتی / قوت و توانائی ہوتی تو یقینی طور پر آپ کے ساتھ نکلتے وہ اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے وہ ضرور جھوٹ بول رہے ہیں۔ (۴۲)

الفاظ و معانی آیت ۴۱ تا ۴۲

(اِنۡفِرُوۡا) نکلے غزوۂ تبوک کے لئے۔ (خِفَافًا) ہلکے اور بھاری، خفاف جمع ہے خفیف کی ثقال کا واحد ثقیل ہے مفہوم یہ ہے کہ تم کسی بھی کیفیت حال میں ہو جب جہاد کا حکم عام صادر ہو جائے تو دنیا کی کوئی رکاوٹ اور بے بسی، مجبوری اور عذر تمہیں میدانِ جہاد کا رُخ کرنے سے باز نہ رکھے۔ (بحوالہ روح البیان) امام قشیریؒ کا قول ہے ''خفاف وہ لوگ ہیں جو شہود و ماسوا کی قید سے آزاد ہیں اور ثقال وہ لوگ ہیں جو قید میں ہیں۔ اس کو یوں سمجھئے کہ خواہ عمر رسیدہ ہو یا جوان، فقیر ہو یا رئیس، ہر صورت جہاد کا اعلان ہونے کے بعد رزم گاہ حق و باطل میں شرکت ہر مسلمان پر فرض ہے ''خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں جہاد کے لئے تیار ہو جائیں ورنہ گنہگار رہوں گے''۔ (ماخوذ ضیاء القرآن جلد دوم از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

''بحر الحقائق'' میں تحریر ہے ''خفاف مجذوب لوگ ہیں کہ کشش عنایت سے راہِ سلوک پر آ گئے اور ثقال سالک کہ پرورش ہدایت سے جذبۂ حقانی کی طرف متوجہ ہو گئے''۔

حکم صادر ہوا اس جنگ کے واسطے نکل پڑو اے وہ لوگو! جو ہلکے ہو مال و متاع کے بار سے اور اے وہ لوگو! جو بھاری ہو بوجھ اُٹھانے کے سبب سے۔ (وَ جَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ) اور جہاد کرو، اپنے مالوں کو خرچ کرو اور ہتھیار مہیا کرو، اپنی جانوں سے جنگ میں شرکت کرو اللہ کی راہ میں (ذٰلِكُمۡ) یہ نکلنا اور لڑنا ہے۔ (خَيۡرٌ لَّـكُمۡ) بہتر ہے تمہارے لئے جہاد نہ کرنے سے۔ (اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ) اگر تم جانتے ہو جہاد کرنے کا ثواب اور جہاد میں شرکت نہ کرنے کا عذاب۔ تفاسیر میں لکھا ہے کہ جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو غزوۂ تبوک کا حکم صادر کیا تو لوگ تین گروہ میں منقسم ہو گئے۔

[۱] ... ایک گروہ نے جلدی کی اور حکم سنتے ہی قبول کر لیا وہ بڑے نامور مہاجر اور انصار تھے۔

[۲] ... کچھ ضعیف لوگوں کو گراں گزرا مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کو خواہش نفس پر مقدم رکھا اور عمل کیا۔

[۳] ... اور کچھ لوگوں نے نہ جانے کی اجازت چاہی وہی لوگ منافق تھے اور اُن کے لئے اس آیت مبارکہ کا شانِ نزول ہوا۔

Marfat.com

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا اگر وہ چیز نزدیک تر رقریب تر ہوتی جس کی طرف انہیں بلایا جا رہا ہے وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ اگر سفر آسان رسہل ہوتا تو ضرور پیروی کرتے۔

(وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ) اور اگر وہ دُور ہوئی۔ (عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ) اور مسافت کو مشقت سے طے کرنا پڑے کیونکہ مسافت بڑی طویل تھی۔ (وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ) تو ممکن ہے قسم کھائیں گے خدا کی، یہ خبر قرآنِ حمید کے مُعجزوں میں سے ہے کہ قبل وقوع یہ اظہارِ بیان ہے کہ اے حبیب ﷺ! جب آپ تبوک سے واپس آؤ گے تو یہ خلاف ورزی کرنے والے عذرِ معذرت کرتے ہوئے قسم کھائیں گے۔ (لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ) اگر ہم میں سفر کی استطاعت رتوانائی ہوتی تو ہم ضرور آپ کے ساتھ نکلتے اور آپ ﷺ کے ہمراہ رفاقت اختیار کرنے میں موافقت کرتے۔ (يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ) یہ تو خود اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں یعنی یہ جھوٹی قسم کھا کر اپنی ذات کو عذاب کا مُستحق کر رہے ہیں۔ (وَاللّٰهُ يَعْلَمُ) اور اللہ جانتا ہے۔ (اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ) وہ قطعی جھوٹے ہیں۔

تشریح وتوضیحات آیت ۴۱ تا ۴۲

آیت ۴۱ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ خواہ ہلکے ہو یا بوجھل بہر نوع اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہو! خواہ تمہاری طبیعت کو یہ بات گراں گزرے، یا جذبہ ایمان سے سرشار ہو کر خوشی سے آمادۂ جہاد ہو بس یہی تمہارے لئے بہتر ہے غریب ہو یا کہ دولت مند، بوڑھے یا جوان، ضعیف آدمی قدرے احساس بوجھل کا شکار ضرور ہوتا ہے لیکن جذبہ عشق سے سرشار ہونے والا تیار ہو کر عزم وحوصلہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدانِ عمل میں کُود پڑتا ہے۔ اسلاف کی تو یہ صفت رہی ہے کہ ہر حال میں جنگ میں شریک ہوتے ۔امام شوکانیؒ کا قول ہے ''آیت کا حمل تمام معانی پر ہو سکتا ہے تم کوچ کرو چاہے نقل وحرکت تم پر بھاری ہو یا ہلکی''۔

حیان ابن زید شرعبیؒ سے مروی ہے کہ ''میں نے انس جاتے ہوئے فوج میں شرکت کرنے کے لئے ایک بہت ہی ضعیف آدمی کو دیکھا، جس کی بھوئیں آنکھوں پر آگری تھیں، میں نے کہا کیا اللہ نے بوڑھوں کو معاف نہیں کیا، اُنہوں نے کہا ''اللہ نے ہمیں ہر حال میں نکل کھڑے ہونے کا حکم صادر کیا ہے''۔

آیت ۴۲ میں وضاحت کے ساتھ اس بات کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر سفر آسان ہوتا تو یہ ضرور آپ کے پیچھے ہوتے، لیکن سفر کی دوری کے سبب ان پر یہ منزل کٹھن ہوگئی، مُنافقین حیلے بہانے بنا رہے ہیں، موسم کی شدت، طویل ترین مسافت اور منظم فوج سے مقابلے کے خطرات کو دیکھتے ہوئے جہاد میں شرکت سے گریز کر رہے ہیں اور دوروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے جھوٹے عذر کا بہانہ تراش کر ''اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے، یہاں اُن کے جھوٹ کے بیان کو آشکار کیا ہے''۔ (بحوالہ تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

☆☆☆☆☆

Marfat.com

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾

درگذر فرمایا باری تعالیٰ نے آپ کو آپ ﷺ نے اُن کو اجازت ہی کیوں دی یہاں تک کہ خود ہی آپ کو سچے لوگوں کا حال ظاہر ہو جاتا اور جھوٹوں کو بھی آپ معلوم کر لیتے۔ (۴۳)

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان و یقین رکھتے ہیں وہ تو اپنے مال و جان سے جہاد کرنے میں رگھر سے نکلنے کی آپ سے اجازت طلب نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔ (۴۴)

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾

صرف وہی آپ سے رُخصتِ اجازت مانگتے ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اُن کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں سو وہی اپنے شک میں بھٹکتے رمتردد ہو رہے ہیں۔ (۴۵)

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾

اور اگر باہر نکلنا منظور ہوتا رتو ارادہ کیا ہوتا جہاد کا تو اس کی کچھ تیاری بھی کرتے، لیکن اللہ کو ہی اُن کا اُٹھنا پسند نہیں آیا، اس لئے اُنہیں پست ہمت کر دیا رسُست کر دیا اور یہ کہہ دیا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ تم بھی بیٹھے رہو۔ (۴۶)

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

اگر آپ کے ہمراہ سفر میں نکلتے تو آپ کے درمیانی فتنہ پردازی اور فساد کے لئے دوڑ دھوپ کر کے بگاڑ کرنے کی تلاش میں کوشش کرتے اور تم میں اور اُن میں بعض جاسوس بھی ہیں اور ابھی تک موجود ہیں اور اللہ ایسے ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ (۴۷)

الفاظ و معانی آیت ۴۳ تا ۴۷

(عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ) اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا، "لفظ معافی سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ معافی تو جرم و گناہ کی ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ معافی جیسے گُناہ کی ہوتی ہے ایسے ہی خلافِ اولیٰ اور ناپسندیدہ چیز کے لئے بھی معافی کا استعمال کیا جا سکتا ہے اور وہ عصمت کے منافی نہیں"۔ (ماخوذ معارف القرآن جلد چہارم مفتی محمد شفیعؒ) اس کا مفہوم یوں سمجھئے کہ یہاں یہ الفاظ کسی کی معافی کا ذکر کرنے کے لئے مستعمل نہیں ہوئے بلکہ یہ تو اظہارِ تکریم اور تعظیم کے کلمات ہیں عرب کے لوگوں میں یہ مروّج تھا کہ جب کسی کی توقیر اور عزّت کرنا ہوتی تو بات چیت ایسے الفاظ سے کیا کرتے۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں "کہ ان کلمات سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی تعظیم اور توقیر میں علیٰ مبالغہ فی تعظیمہ و توقیرہ بڑے مبالغہ کا اظہار فرمایا ہے، مفسّرین اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض رُخصت راجازت مانگنے والوں کو غزوۂ تبوک سے باز رہنے کی اجازت دے دی تھی اللہ جلِ شانہٗ نے یہ اجازت دینا درگذر کر دیا۔

(لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا) کیوں اجازت دی آپ نے اُنہیں رُخصت کی، اُن کے عذر اور حیلے بہانے سُننے چاہئے تھے یہاں تک عیاں ہو جاتے ظاہر ہو جاتے آپ پر سچ کہنے والے۔(وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ)اور جان لیتے آپ جھوٹ بولنے والوں کو۔(اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ)صرف وہی اجازت مانگتے ہیں آپ سے۔(لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ) جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔(وَارْتَابَتْ) اور شک میں مُبتلا ہیں۔(قُلُوْبُهُمْ) دل اُن کے وہ حقیقت اسلام سے متردّد ہیں دل اُن کے ڈاواں ڈول ہیں۔(فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ)پس وہ لوگ شک میں سرگرداں اور حیران پھرتے ہیں۔

یہاں مُنافقوں کی کیفیت کا اظہار ہے کہ نہ تو سچّے دل سے مؤمن ہیں اگر صدقِ دل سے ایمان کی روشنی سے سرشار ہوتے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں ہمہ وقت مستعد ہوتے اور نہ ہی اپنے کُفر عیاں کرنا چاہتے ہیں عجیب کشمکش میں مُبتلا ہیں ایک تو ایمان کے تقاضے کی تکمیل کرنے سے قاصر و بے بس ہیں دوسرے یہ کہ اپنے آپ کو آشکار کرنے کی صلاحیت سے مفقود ہیں۔(وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ) اگر یہ مُنافق لوگ نکلتے غزوۂ تبوک کے لئے جہاد کی خاطر۔(لَاَعَدُّوْا لَهٗ)تو تیاری کی ہوتی جہاد میں شرکت کی۔(عُدَّةً) سامان جو سفر میں کام آئے۔(وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ)اور اللہ نے پسند نہ فرمایا اس کا اُٹھنا اس سفر میں۔(فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ)پس باز رکھا اُنہیں ڈر اور سُستی رتغافل اُن پر غالب کر دیا اور کہا گیا کہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔

ان میں بعض لوگ کہنے لگے کہ حضور ﷺ تو آمادۂ جہاد تھے، تیاری بھی تھی لیکن چند ایسی مجبوریاں تھیں کہ ہمیں روکنا پڑا باری تعالیٰ نے فرمایا ظالم جھوٹ بول رہے ہیں اگر ان کی بات صحیح ہوتی تو کچھ تیاری بھی کی جاتی، کچھ سامان اور مال اکٹھا بھی کیا ہوتا، یہ عُذر کوئی درست نہیں ہے اس کو یوں سمجھئے اگر آدمی نمازِ جمعہ کی ادائیگی کا اہتمام کرے کوئی ایسا شرعی عذر آ گیا جس کے سبب نمازِ جمعہ ادا نہ کر سکا تو ایسے شخص کو باری تعالیٰ اس کی عبادت کا پورا اَجر عطا کرتے ہیں یہ تو اللہ کی شانِ کریمی ہے۔ (وَلَاَاَوْضَعُوْا) اور البتہ وضع کرتے۔

(خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ)اور تمہارے مابین سُخن چینی اور فتنہ وفساد ڈھونڈتے، تم میں مخالفت اور پھوٹ ڈالتے یا "تمہیں رومیوں کی لڑائی سے ڈراتے" (ماخوذ تفسیر قادری جلد اوّل)(وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ) اُن کے جو جاسوس ہیں تمہاری خبریں اُن تک پہنچاتے۔(وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ)اور اللہ جانتا ہے ظالموں رمُنافقوں کو۔

تشریح و توضیحات آیت ۴۳ تا ۴۷

آیت ۴۳ میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شانِ کریمی کے مطابق درگذر کر دیا، بتایا گیا کہ آپ ﷺ نے جہاد میں عدمِ شرکت کی اجازت مانگنے والوں کو کیوں رُخصت اجازت دی! اگر آپ ایسا نہ کرتے تب بھی یہ جہاد میں شامل ہونے سے قاصر رہتے ان سب لوگوں پر حقیقت آشکار ہو جاتی اور اُن کا نفاق واضح ہو جاتا اور جھوٹوں کو بھی آپ جان لیتے آیت ۶۲ سورۃ النور پارہ ۱۸ قَدْ اَفْلَحَ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ

Marfat.com

پس جب ایسے لوگ آپ ﷺ سے اپنے کسی کام کے لئے اجازت مانگیں تو آپ جسے چاہیں اجازت دیں

آیت ۴۴ میں بتایا جا رہا ہے کہ خُلوصِ کار ایمان داروں کی یہ عادت اور فطرت ہے کہ نہایت ہی جذبۂ ایمان کے ساتھ، ذوق وشوق کے ساتھ جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں مؤمن کی تو یہ شان ہے کہ اللہ کی راہ میں جان و مال صرف کرنے کے لئے ہمہ وقت آمادۂ عمل رہتے ہیں وہ کبھی جہاد نہ کرنے کی آپ ﷺ سے رُخصت اجازت نہیں طلب کرتے، باری تعالیٰ اپنے پرہیز گار لوگوں کو خوب جانتا ہے یہ بات خاص طور سے غور طلب ہے کہ یہاں جس جہاد کا تذکرہ ہے یہ میدانِ کارزار میں عملاً کُفر اور ظُلم کے خلاف جنگ کرنے کا نام ہے ''ہو معرکۂ حق وباطل تو فولاد ہے مؤمن'' کے مصداق اہلِ ایمان کبھی جہاد سے جی نہیں چُراتے بلکہ جہاد میں حصہ لینا اپنی ذات کے لئے باعث توقیر جانتے ہیں۔

آیت ۴۵ میں وضاحت کے ساتھ ان مُنافق لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے جھوٹے بہانے بنا کر حضور اکرم ﷺ سے جہاد میں شرکت نہ کرنے کی اجازت مانگی ہے یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے! ان کے قلب کو رشتۂ اُلفت ومحبت تو نصیب ہوتا! وہ تو ابھی شک میں مُبتلا ہیں وہ اپنے شک میں ہی سرگرداں ہو کر اپنی عمرِ عزیز کو رائیگاں کر رہے ہیں۔

آیت ۴۶ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ مُنافقین نے جُھوٹ بول کر اجازت مانگی تھی اگر جہاد میں جانے کا ان کا عزم ہوتا تو یقینی بات تھی اس لئے تیاری کا مرحلہ طے کرتے، اصل بات تو یہ ہے کہ اطاعتِ رسول کی توفیق عمل بھی اللہ کی رضا سے ہوتی ہے جنہوں نے حضورِ اکرم ﷺ سے محبت کا اظہار نہیں کیا تو اللہ جلِ شانہٗ نے ان کی آپ ﷺ کے ہمراہ جہاد میں شرکت تو پسند نہیں فرمایا اور یہی رَبِّ جَلیل کی مرضی کی دلیل ہے، کہ جن کے دل میں آپ کی عظمت اور توقیر نہیں تو پھر اللہ نے اُن کے نکلنے کو پسند ہی نہیں کیا! ان کو رُوک دیا گیا ''وہ سُستی کے سبب مسلمانوں کے ساتھ نہیں نکل سکے''۔ (بحوالہ السیر التفاسیر)

آیت ۴۷ میں بیان اس بات کا ہے کہ اگر مُنافقین کی جماعت اسلامی لشکر کے ساتھ، شریکِ سفر ہوتی تو مسلمانوں میں انتشار کا مُوجب ٹھہراتے، وہ بددلی پھیلانے کی ہمہ تن کوشش کرتے چونکہ ان میں تو اکثر جاسوسی کا فریضہ انجام دے رہے تھے وہ مسلمانوں کی حمایت کرنے کی بجائے مسلمانوں کے ارادوں اور اس کے معاملات سے دشمن کو باخبر کرنے کی کاوش کرتے سادہ لوح اہلِ ایمان ان کے فریب کی باتوں کو سُن کر پریشان ہو جاتے تو اللہ نے مسلمانوں کو مُنافقین کے شر سے محفوظ رکھا اللہ ظالموں سے باخبر ہے۔

آیت ۴۳ تا ۴۷ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

رسول اللہ ﷺ پر تنبیہ سے پہلے معافی کا اعلان ہو گیا تبوک کے موقع پر مُنافقوں نے یہ روش اپنائی کہ غلط حیلے تراش کر آپ سے مدینہ منورہ میں رہ جانے کی اجازت طلب کرتے تھے، باوجود اس بات کے آپ ﷺ کسی حد تک جانتے تھے کہ ان کی یہ معذرت حقیقتِ احوال نہیں ہے آپ اپنی نرم طبع کی بناء پر انہیں اجازت دے دیتے تھے۔ باری تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی، اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ مُنافق لوگوں کا مکر و فریب کھُل کر سامنے آجائے اگر ان کا ارادہ جہاد میں شرکت کا ہوتا تو یہ یقینی طور پر جہاد کی تیاری کرتے یہ فتنہ برپا کرنے کے مُتلاشی تھے اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

Marfat.com

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾

بلاشبہ اے محبوب ﷺ! اس سے پہلے بھی ان لوگوں نے فتنہ برپا کرنے کی کوشش کی تھی اور آپ کے لئے بہت کچھ جوڑ توڑ لگائے تھے تاکہ تدبیریں ناکام کردیں یہاں تک کہ حق آ گیا اللہ تعالیٰ کا حکم غالب ہوگیا وہ ناخوش ہی رہ گئے/بُرا مانتے ہی رہ گئے۔ (۴۸)

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾

اور ان میں سے بعض کا کہنا ہے کہ ہمیں رُخصت دیجئے! اور فتنہ میں مُبتلا مت کیجئے! آگاہ رہو فتنہ میں تو وہ خود ہی پڑے ہیں اور بلاشبہ کافروں کو جہنم نے گھیر رکھا ہے۔ (۴۹)

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۰﴾

اگر آپ کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے ان کو رنجیدہ خاطر کرتی ہے/انہیں بُرا لگتا ہے اگر آپ کو کوئی مُصیبت پیش آتی ہے تو اُن کا کہنا ہوتا ہے ہم نے تو اپنا معاملہ/کام پہلے ہی ٹھیک/درست کرلیا تھا اور خوشیاں مناتے ہوئے جاتے ہیں۔ (۵۰)

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

اے حبیب ﷺ! آپ کہہ دیجئے جو کچھ اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے بجز اس کے ہم پر کوئی اُفتاد/مصیبت نہیں پڑے گی، اللہ ہی ہمارا کارساز اور مولیٰ ہے اہلِ ایمان کو اللہ کی ذات پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔ (۵۱)

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾

اے محبوب ﷺ! کہہ دیجئے تم ہمارے متعلق جس چیز کے منتظر ہو! وہ دو بھلائیوں میں سے ایک ہے ان دونوں خوبیوں میں سے ایک نہ ایک مل کر رہے گی شہادت یا فتح اور ہم تمہارے حق میں اس بات کی راہ کے مُنتظر ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف کا عذاب بھیجے یا ہمارے ہاتھوں سے کوئی سزا دلائے پس تم راہ دیکھو ہم بھی تمہارے ہمراہ انتظار کرتے ہیں۔ (۵۲)

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾

اے حبیب ﷺ! آپ کہہ دیجئے! خواہ تم اپنا مال بہ خوشی خرچ کرو یا ناگواری سے وہ ہرگز قابلِ قبول نہ ہوں گے یقیناً تم فاسق ہو!۔ (۵۳)

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾

اور ان کی خیرات/دیئے ہوئے مال قبول نہ ہونے کی بجز اس کے کوئی وجہ نہیں کہ اُنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کردیا ہے/کفر کیا ہے! اور وہ نماز کی ادائیگی کے لئے آتے ہیں تو کسماتے ہوئے اور محض سُستی سے آتے ہیں اور راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں تو بھی محض بُرے دل سے/بادلِ نخواستہ۔ (۵۴)

Marfat.com

الفاظ ومعانی آیت ۴۸ تا ۵۴

(لَقَدِابْتَغَوُا الْفِتْنَةَمِنْ قَبْلُ) وہ کوشاں رہے کہ لوگوں کو متفرق کردیں/انتشار پیدا کردیں اس موقع پر جھوٹی خبریں/افواہیں پھیلا کر دشمن کا دبدبہ آپ کے قلب میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے ان کا نہ جانا ہی بہتر ہوا۔ اس سے قبل وہ غزوۂ اُحد میں آپ ﷺ سے پھر گئے (۳۰۰) تین سوافراد کی نفری مسلمانوں سے جُدا ہوگئی اور غزوۂ خندق میں بھی اُنہوں نے کہا ''یا اہل یثرب (لَا مَقَامَ لَكُمْ) اے اہلِ مدینہ تمہارے واسطے کوئی جگہ نہیں۔ (وَقَلَّبُوْالَكَ الْاُمُوْرَ) اور اُلٹ دیئے آپ کے کام یعنی آپ ﷺ کے کاموں میں خرابی پیدا کرنے کے لئے مکراور حیلے بہانے بنائے آپ ﷺ کی دعوت کو ناکامی سے ہمکنار کرنے کی خاطر ہر طرح کی تدبیر کرتے اور تجویزیں دیتے ہیں۔ (بحوالہ روح البیان) آخر کار حق غالب ہوا اور تابانی حق نے دشمنوں کی تمام سازشوں کو ناکام بنا دیا۔ (وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ) اور ان میں سے جو کہتا ہے اجازت دی جائے مجھے اس لڑائی سے باز رکھنے کی۔ (وَلَا تَفْتِنِّيْ) تو مجھے فتنہ میں نہ ڈال۔ تَفْتِنِیْ، فُتُوْنٌ سے معنی گمراہی/فتنے میں ڈالنے کے ہیں۔ فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ (اَلَا فِي الْفِتْنَةِسَقَطُوْا) آگاہ ہو جاؤ فتنہ میں پڑے ہیں کہ فتنہ اُن کے نفاق کا ظہور ہے۔ (سَقَطُوْا) وہ گرے، سُقُوْط سے ماضی جمع مذکر غائب۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

(وَاِنَّ جَهَنَّمَ) اور بے شک دوزخ میں داخل ہونے کے سبب سے۔ (لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ) البتہ پکڑنے والے اور گھیرنے والے ہیں کافروں کو '' آخرت میں جہنم اُن کو گھیرے میں لے لے گی جس سے وہ نکل نہیں سکتے''۔ (بحوالہ معارف القرآن) (اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ) اگر پہنچے آپ کو بعض لڑائی میں بھلائی، فتح اور غنیمت جیسے کہ غزوۂ بدر میں ہوا تھا تو رنجیدہ اور غمگین کرتی ہے اُنہیں کمالِ حسرت کے سبب، (تُصِبْكَ) تجھے پہنچے تَصِیْبُ اِصَابَۃ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے۔ (وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا) اگر آپ کو پہنچے آپ ﷺ کو بعض جنگوں میں زخم اور شدّت اُفتاد، جیسے غزوۂ اُحد میں ہوا تھا تو۔ (يَقُوْلُوْا) کہتے ہیں خود پرستی کی راہ سے ہم نے پہلے ہی احتیاطی تدبیریں کر رکھی تھیں۔ (مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا) یعنی ہم نے پہلے ہی دُور اندیشی کی اور اس میں شریک نہ ہوئے اور لوٹتے ہیں۔ (وَهُمْ فَرِحُوْنَ) خوشیاں مناتے ہوئے۔ (وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ) اور اہلِ ایمان کو چاہئے کہ توکل کریں اللہ پر، توکل کرنے کا نتیجہ مُرادوں کا حصول اور مہمات کی تکمیل ہے یوں سمجھئے جب دنیا والے مادّی اسباب و وسائل پر بھروسہ کرتے ہیں تو اہلِ ایمان اللہ کی نُصرت وحمایت پر نظر رکھتے ہیں اور ایمان والوں کا تو یہ شیوہ ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا پر راضی ہوتے ہیں، اس سعادت کو پانے کے لئے وہ اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے آمادہ ہوتے ہیں اس کی تشریح کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع رقمطراز ہیں ''اس آیت نے مسئلہ تقدیر اور مسئلہ توکل کی اصل حقیقت بھی واضح کردی، اعتقاد تقدیر/استعمال تدبیر کے ساتھ ہونا چاہئے''۔ (ماخوذ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ)

(وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا) اور ہم اُمید رکھتے ہیں تمہارے واسطے ایک دو چیزوں میں سے یہ کہ پہنچائے تمہیں اللہ عذاب اپنے پاس سے جیسے کڑک، زلزلہ، زمین میں دھنسا دینا تاکہ تم ہلاک ہو جاؤ

Marfat.com

یا پہنچائے تمہیں عذاب ہمارے ہاتھوں سے، تمہیں کفر کے سبب ہم قتل کردیں۔ (فَتَرَبَّصُوْا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ) پس تم انتظار کرو اس چیز کا جو ہمارے واسطے چاہتے ہو بے شک ہم تمہارے واسطے مُنتظر ہیں اس کے واسطے جو تمہارے واسطے چاہتے ہیں۔ (قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ) اُن سے کہہ دیجئے تم اظہارِ خوشی سے خرچ کرو یا ناگواری سے خرچ کرو تمہارا کوئی انفاق قبول نہیں ہوگا۔ نَتَرَبَّصُ، تَرَبُّصٌ مصدر ہم انتظار کرتے ہیں مضارع کا صیغہ جمع متکلّم قواعد کے مطابق۔ (يُتَقَبَّلَ) ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا مضارع مجہول منصوب (واحد مذکر غائب)، قواعد کے لحاظ سے۔

(اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ) بے شک تم ایک نافرمان قوم ہو جو ایک ایسا گروہ ہے جو باہر نکلے ہوئے ہو دائرہ اسلام سے۔ (اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ) اس لئے کہ اُنہوں نے کُفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ۔ (وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ) اور نہیں ادائیگی کرتے نماز کی۔ (اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ) مگر وہ تغافل برتتے ہیں یعنی نماز کو آتے ہیں کاہلی، سستی اور کراہت کے ساتھ، صدق اور ارادت سے نہیں آتے اور راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے وہ اس طرح جیسے وہ بیزار اور ناخوش ہیں خرچ کرنے میں ثواب کی اُمید نہیں رکھتے اور اس کے ترک کردینے میں عذاب اور عتاب سے خوف نہیں کھاتے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۴۸ تا ۵۴

آیت ۴۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ مُنافق اس سے قبل بھی فتنہ انگیزی کے مُتلاشی رہے گویا مُنافقین کا تو یہ شیوہ رہا ہے کہ تقریباً ہر غزوہ میں مسلمانوں کو زک دینے اور اُن کے مابین فساد برپا کرنے میں معاملات کو بگاڑنے میں سرگرم رہے ان کا جنگ میں نہ نکلنا مصلحت باری تعالیٰ کے عین مطابق تھا یہاں تک کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا حکم ظاہر ہوا حق کا غلبہ ہوا وہ اُنہیں ناگوارِ طبع تھا، فتح مکہ ہوگیا اکثر عرب مسلمان ہوگئے مگر یہ مُنافقین کفر و حسرت و یاس ملتے ہی رہے۔

آیت ۴۹ میں بیان یہ ہے کہ ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جن کا کہنا ہے ہمیں رُخصت اجازت دیجئے اور فتنہ میں مت ڈالئے اچھی طرح واقف ہونے کی ضرورت ہے یہ تو فتنہ میں پڑھ گئے بلاشبہ جہنّم کافروں کا احاطہ کئے ہوئے ہے جہاد سے پیچھے ہٹنا اور جہاد سے گریز کرنا خود ایک فتنہ ہے اور سخت معصیت کا کام ہے جس میں یہ ملوث ہوگئے اس آیت مبارکہ کی شانِ نزول یہ ہے کہ جدّ بن قیس جو مُنافق تھا اس کے حق میں یہ آیت اُتری جب رسالتِ مآب ﷺ نے غزوۂ تبوک کی تیاری کی تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میری قوم کو پتہ ہے میں عورتوں کا رسیا ہوں مجھے اس بات کا اندیشہ ہے حسین رومی عورتوں کی طرف نظر کروں گا تو مجھ سے ضبط نہ ہو سکے گا اس لئے آپ مجھے یہاں ٹھہرنے کی اجازت دیجئے۔ اور اُن عورتوں کو فتنہ میں نہ ڈالئے۔ (بحوالہ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن از محمد نعیم الدین مُرادآبادی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ اس کا حیلہ تھا، سوائے نفاق کے اس میں کوئی علت نہ تھی حضورِ اکرم ﷺ نے اس کی طرف سے اپنا چہرہ انور پھیر لیا اور اسے اجازت دے دی۔

آیت ۵۰ میں وضاحت کے ساتھ بیان مذکور ہے کہ مُنافقین کی صورت حال یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کو کامیابی ملتی ہے تو

Marfat.com

اُنہیں دُکھ ہوتا ہے مصیبت پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں، ان لوگوں کی جھوٹی دین داری کی قلعی کا انکشاف ہو گیا کہ ان کے قلب پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کس قدر کینہ اور بغض بھرا ہوا ہے۔

آیت ۵۱ میں بتایا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کا صبر و حوصلہ تو دیکھئے جب اس بات کا پتہ چلا کہ انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا، کیونکہ مسلمانوں کا کارساز اللہ ہے اور مسلمانوں کو اللہ پر ہی توکّل کرنا چاہئے، اللہ کی طرف سے مقدّر کام ہر حال میں ہوتا ہے جو بھی اُفتاد پڑتی ہے یا بھلائی ملتی ہے وہ اسی تقدیرِ الٰہی کا حصّہ ہے جب یہ حقیقت آشکار ہوئی تو مصیبت کا برداشت کرنا سہل ہو گیا اور اس سے حوصلہ بڑھ گیا گویا اہلِ ایمان کو اللہ پر توکّل کرنا زیبا ہے۔

آیت ۵۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ تم ہمارے بارے میں جس بات کا انتظار کر رہے ہو وہ دو نیکیوں میں سے ایک ہے یعنی کامرانی فتح رشہادت ایمان والوں کے لئے دُکھ، تکلیف، مُصیبت، راحت وسُکھ، زندگی اور موت دونوں میں خیر ہوا کرتی ہے ایک سے مؤمن کو دولت صبر ملتی ہے، خامیوں کی اصلاح ہوتی ہے اور توبہ کی توفیق ملتی ہے اور دوسری سے شکرِ نعمت، ادائے حقوق اور احسان کی ترغیب ہوتی ہے''۔ (بحوالہ تفسیر تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ رقمطراز ہیں ''مؤمن کی کامیابی و ناکامی کا معیار یہ نہیں ہے کہ اس نے کوئی ملک فتح کیا یا نہیں! بلکہ اس کا معیار یہ ہے کہ اس نے اپنے خدا تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے اپنے دل و دماغ اور جسم و جان کی ساری قُوّتیں لڑا دی یا نہیں!۔ (بحوالہ تفہیم القرآن جلد دوم) ہم تمہارے سلسلے میں دو برائیوں میں سے ایک بُرائی کے مُنتظر ہیں یا تو رَبِّ جَلیل آسمان سے تم پر عذاب اُتارے کہ جس سے تُمہیں ہلاکت ملے یا ہمارے ہاتھوں سے تمہیں قتل کیا جائے ان دونوں اُمور پر اللہ قادر ہے تم بھی انتظار کرو دوسری طرف تمہارے ساتھ ہم بھی مُنتظر ہیں۔

آیت ۵۳ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ تم خرچ کرو گے تو وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا خواہ خرچ کرتے ہوئے تمہیں احساس مسرّت ہو یا ناگواری، کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ باری تعالیٰ کے حضور شرفِ قبولیّت کے لئے صاحبِ ایمان ہونا لازم ہے اس اَمر کی وضاحت کے لئے آیت ۸۰ سورۃ التوبہ پارہ ۱۰ وَاعْلَمُوْٓا میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ

اُن کے لئے مغفرت چاہو یا نہ چاہو اگر تم اُن کے لئے ۷۰ ستر بار بھی مغفرت چاہو گے تو بھی اللہ اُن کو نہیں بخشے گا''۔ (آیت ۸۰)

آیت ۵۴ میں بتایا جا رہا ہے کہ یہ اپنے انفاق کی قبول سعادت سے اس لئے محروم ہوئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مُنکر ہیں اور نماز ادا کرنے آتے ہیں تو بڑی کاہلی اور سستی اور بے اعتنائی کے ساتھ، خرچ کرنا ہوتا ہے تو بادل نخواستہ ہی خرچ کرتے ہیں کوئی انفاق اللہ کے لئے مقبول بارگاہ نہیں کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں رکھتے، نماز میں ریاکاری کے مرتکب ہوتے ہو! باری تعالیٰ کسی کے مال کا محتاج نہیں! ان کا انفاق قابلِ قبول ہے جو صدق دل سے اور جذبہ ایمان واخلاص کے ساتھ دیتے ہیں۔

Marfat.com

فَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ ؕ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ﴿۵۵﴾

پس آپ اُن کے مال اور اولاد سے تعجب میں نہ پڑیں، باری تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اُنہیں دنیا کی زندگی میں ہی عذاب/سزا دے، اور جب اُن کی جانیں نکالی جائیں تو (یعنی وہ مریں تو کُفر کی حالت میں ان کا دم نکالا جائے۔ (۵۵)

وَيَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمۡ لَمِنۡكُمۡ ؕ وَمَا هُمۡ مِّنۡكُمۡ وَلٰـكِنَّهُمۡ قَوۡمٌ يَّفۡرَقُوۡنَ﴿۵۶﴾

اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں اور کہا کرتے ہیں ہم تم ہی میں سے ہیں حالانکہ وہ لوگ تم میں سے نہیں ہیں وہ تو ایسے لوگ ہیں جو تم سے ڈرتے ہیں/خوف زدہ ہیں/یہ ڈرپوک لوگ ہیں۔ (۵۶)

لَوۡ يَجِدُوۡنَ مَلۡجَاً اَوۡ مَغٰرٰتٍ اَوۡ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوۡا اِلَيۡهِ وَهُمۡ يَجۡمَحُوۡنَ﴿۵۷﴾

اگر اُن کی کوئی پناہ کی جگہ/کوئی غار یا کوئی گھس بیٹھنے کی جگہ مل جائے تو رسیاں توڑاتے ہوئے، بس اِدھر کو بھاگ کر چھپ جائیں گے۔ (۵۷)

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّلۡمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنۡ اُعۡطُوۡا مِنۡهَا رَضُوۡا وَاِنۡ لَّمۡ يُعۡطَوۡا مِنۡهَاۤ اِذَا هُمۡ يَسۡخَطُوۡنَ﴿۵۸﴾

اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو صدقات کی تقسیم میں آپ پر الزام تراشتے/طعن کرتے ہیں۔ پس اُنہیں کچھ دے دیا جائے تو خوش ہوجاتے ہیں اور اگر نہ ملے تو فوراً/بہت ناراض ہوجاتے ہیں۔ (۵۸)

وَلَوۡ اَنَّهُمۡ رَضُوۡا مَاۤ اٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ ۙ وَقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ سَيُؤۡتِيۡنَا اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَرَسُوۡلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوۡنَ﴿۵۹﴾

اور کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ لوگ اس بات پر راضی ہوجاتے جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے اُن کو دیا اور یوں کہتے! اللہ ہی ہمیں کافی ہے! باری تعالیٰ اپنے فضل سے عطا فرمائے گا! اور اس کا رسول بھی بے شک ہم بس ربِّ جلیل کی طرف راغب ہیں/ہم اللہ کی طرف ہی نظریں جمائے ہوئے ہیں۔ (۵۹)

الفاظ و معانی آیت ۵۵ تا ۵۹

(فَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ) یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے اور مُراد آپ کی اُمّت ہے۔ پس تمہیں مُتعجب نہ کریں مال مُنافقوں کے اور نہ اولاد اُن کی کیونکہ کثرت مال اور اولاد کی کثرت اُن کے لئے وبال ہے یوں کہئے کہ مُنافقین کے لئے یہ سب نعمت نہیں ایک عذاب ہے۔ (اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا) اللہ یہی چاہتا ہے کہ اُن کو عذاب میں رکھے۔ درحقیقت دنیا کی طمع، طلب، ذوقِ طلب کی تمنا دنیا کی محبت میں جذبۂ انہماک، انسان کے لئے ایک عذاب اور مصیبت ہے ہر وقت نعمت جو اللہ کے ذکر، اللہ کی یاد سے غافل کردے اور اس کے محبوب ﷺ کی اُلفت کے جذبۂ شوق کو سرد کردے تو یہ بڑا عذاب ہے کون نہیں جانتا! کائنات رنگ و بُو میں مال اکٹھا کرنے کی تکلیف اور مشقت اور پھر اس کی حفاظت کرنے کے سبب اولاد سے جو تکالیف پہنچتی ہیں اس کا موجب یہی مال و متاع کی حرص ہے۔

(وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ) اور نکلے ان کی رُوح یعنی سانس اُن کے بدن بڑی سختی کے ساتھ یعنی وہ کُفر کی حالت میں ہی مریں، اس وقت نہ مال ان کی دستگیری کرے اور نہ ان کی اولاد کی فریاد پہنچے، یہ دنیاوی آن بان اور شان ان

Marfat.com

کی بربادی کا سبب ہے کیونکہ مال کی طلب میں اولاد کی اُلفت میں یوں ہی مدہوش رہے کہ قبولِ حق کی اُنہیں سعادت ہی نہیں ملی۔(وَتَزۡهَقَ) وہ نکلے گی۔زُهُوۡقٌ سے جس کے معنیٰ غم سے جان نکلنے اور کسی چیز کے مِٹ جانے کے ہیں فعل مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ (وَيَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمۡ لَمِنۡكُمۡ)اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی وہ مسلمان ہیں یعنی تم ہی میں سے ہیں۔(وَمَا هُمۡ مِّنۡكُمۡ وَلٰـكِنَّهُمۡ قَوۡمٌ يَّفۡرَقُوۡنَ)اور وہ ایک ایسا گروہ/قومیں ہیں وہ دوڑتے ہیں تم سے اس لئے کہ کہیں تم ان کے ساتھ قتل اور قید سے اس انداز میں پیش نہ آؤ جیسے تم برتاؤ مُشرکین کے ساتھ کرتے ہو اس لئے اتباع کی خاطر اسلام ظاہر کرتے ہیں۔فَرَقٌ مصدر ڈرپوک مضارع جمع مذکر قواعد کے مطابق(لَوۡ يَجِدُوۡنَ مَلۡجَاً اَوۡ مَغٰرٰتٍ اَوۡ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوۡا اِلَيۡهِ وَهُمۡ يَجۡمَحُوۡنَ)اگر پائیں کوئی پناہ گاہ/جگہ جس کی وجہ سے آڑ کرلیں جیسے قلعہ پہاڑ کی چوٹی یا غاروں میں۔مَلۡجَاً پناہ گاہ،مغارات چھپ کر بیٹھنے کا مقام اس کا واحد مغارہ ہے(مُدَّخَلًا) وہ جگہ جس میں دشواری یا تکلیف کے ساتھ داخل ہوا جاسکے۔البتہ منہ پھیرلیں اس کی طرف ڈر سے دوڑتے ہوئے ، بھاگتے ہوئے۔(يَجۡمَحُوۡنَ) بھاگتے ہوئے جمح، جماحٌ مصدر مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

مُفسّرین نے تحریر کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ غنیمت تقسیم فرماتے تو ابوالجواظ جو مُنافق تھا اس نے صحابہ کرامؓ سے ازراہِ طعن کہا کہ ”اپنے دوست کو دیکھو تمہارے صدقے بکریاں چرانے والوں کو دیتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ میں عدل کرتا ہوں۔(بحوالہ تفسیر قادری جلد اول)تو یہ آیت اُتری۔(وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّلۡمِزُكَ)وہ شخص جو عیب لگاتا ہے۔

(فِى الصَّدَقٰتِ) صدقے بانٹنے میں،مُنافقین کے بدفضائل میں یہ بھی شامل ہے کہ جب آپ ﷺ پر حضورِ اکرم ﷺ صدقات،زکوٰۃ اور مالِ غنیمت میں الزام لگاتے ہیں،الزام کی کئی وجوہات تھیں ایک وجہ یہ تھی کہ اعراض ہونا۔صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ تقسیم کررہے تھے تو بنی تمیم کا ایک آدمی جس کا نام حرقوس بن زبیر اور دوسرا شخص قلب ذوالخویصرہ تھا۔بعض مُفسّرین نے تحریر کیا کہ یہ آیت ابن ابوالخویصرہ کے لیے نازل ہوئی جو حرقوس بن زبیر کی طرح ایمان سے خارج ہونے والوں کا سردار تھا“ اور ”ینابیع“ میں تحریر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”تم اس قوم سے قتال کرو“ ،تفسیر امام ثعلبیؒ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نہروان میں جب موجود تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن کے ساتھ قتال کیا اس حکایت کا ذکر ”جواہر التفسیر“ میں ہے۔

دیگر مُفسّرین نے لکھا ہے کہ غنیمت کی تقسیم پر عیب،طعن اور اعتراض کرنے والا متعب بن قشیر تھا اس کا مقصد اسے نفع پانا تھا اللہ کا ارشاد ہے (فَاِنۡ اُعۡطُوۡا مِنۡهَا) پس اگر دیئے جائیں صدقات میں اس قدر جتنا ان کا دل چاہتا ہے تو۔(رَضُوۡا) پسند کریں اس تقسیم کو۔اُعۡطُوۡا ان کو دیا گیا اِعۡطَاءٌ سے جس کے معنی عطا کرنے اور دینے کے ہیں،ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔(وَاِنۡ لَّمۡ يُعۡطَوۡا مِنۡهَا)اور اگر نہ دیئے جائیں ان کی مرضی کے مطابق تو۔(اِذَا هُمۡ يَسۡخَطُوۡنَ)اللہ کے حکم کے مطابق اسے صرف کرتے،مُنافقین کا طرزِ عمل بھی عجیب تھا مل جاتا تو قدرے خوشی پاتے اور کچھ نہ ملتا توقع کے مطابق تو برہمی کا اظہار کرتے۔

Marfat.com

تشریح وتوضیحات آیت ۵۵ تا ۵۹

آیت ۵۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ مُنافقوں کے مال اور اولاد کو کچھ وقعت دینے کی ضرورت نہیں ہے باری تعالیٰ تو بس اتنا کچھ چاہتا ہے کہ یہی مال ومتاع، ثروت اُن کے لئے اس دنیا ئی زندگی میں مُوجبِ عذاب ٹھہریں اور ان کی جانیں حالتِ کُفر میں نکلیں، مانا کہ نافرمانی پر اُن کو اولاد اور مال کی ترقی نصیب ہوئی ہے۔اس سے حیرت نہ کرو کہ پیہم نافرمانی کرنے کے بعد بھی پھلتے پھولتے ہیں یہ وبال ہے دولت وثروت اور کثرت اولاد کا، اس کے تلف ہونے پر لازمی بات ہے کہ اُن کو عذاب پہنچے اور آخرت کا بھی۔مریں تو بدنصیب اس دُھن میں بے ایمان مریں۔(ماخوذ تفسیر حقانی جلد دوئم از عبدالحق حقانیؒ) اُن کے لئے یہ کچھ ایک آزمائش ہے چنانچہ اُن کا زیادہ وقت تو مال کمانے، اولاد کو بسانے اور سنوارنے کے نظر ہوگیا، نادانوں کو خبر ہی نہیں کہ یہ گیتیٔ کائنات کے لیل ونہار بطورِ آزمائش قلیل مُدت کے لئے ہیں چنانچہ آیت ۱۳۱ سورۃ طٰہٰ پارہ ۱۶ قَالَ اَلَمۡ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ اِلٰى مَا مَتَّعۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ زَهۡرَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا لِنَفۡتِنَهُمۡ فِيۡهِ ؕ

"اور اُن کو ہم نے حیاتِ دنیا کی رونق والی کئی قسم کی چیزیں بطورِ آزمائش قلیل مُدت کے لئے برتنے کو دی ہیں اور اپنی نگاہوں کو ان چیزوں کی طرف نہ دوڑانا"۔آیت ۱۳۱ سورۃ طٰہٰ

ان مُنافقوں کو تو کُفر کی حالت میں آغوشِ موت میں جانا ہے اس لئے وہ اللہ کے رسول ﷺ کو صدق دل سے تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے وہ اپنے کُفر ونفاق پر قائم اور دائم ہیں۔

آیت ۵۶ میں بتایا جارہا ہے کہ یہ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر اقرارِ حلف لیتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں حقیقت اس کے برعکس ہے وہ تمہارے تم میں سے نہیں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔بات یہ ہے کہ تفرقہ ڈالنے والے ایسا ہی کرتے ہیں یہ مسلمانوں میں سے نہیں صرف طلبِ دنیا کی دوڑ میں فائدہ حاصل کرنے کے لئے اسلام سے چمٹے ہوئے ہیں، حق گوئی وبے باکی کی تو دور کی بات ہے ان میں اتنی بھی جرأت نہیں کہ اعلانیہ کافر ہونے کا اظہار کریں سید قطب شہیدؒ رقمطراز ہیں۔"یہ پرلے درجے کے بزدل ہیں اور اندازِ بیان ایسا ہے کہ یہ لوگ مجسّم طور پر سمٹے ہوئے کھڑے نظر آتے ہیں اُن کے نفس اور دِل میں فرار ہے ان کے روئے میں خوف ہے"۔(بحوالہ فی ظلال القرآن جلد سوئم)

آیت ۵۷ میں بیان ذکر یوں ہے کہ ان مُنافقوں کا تو یہ طریقہ کار ہے کہ اگر یہ کوئی ٹھکانہ، غار یا گھُس کر چھپ جانے کی جگہ پاتے ہیں تو اس طرف لگام توڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں اگر اُنہیں کُفر کے دامن میں ہی سہی، کوئی پناہ گاہ مل جائے تو ایسے بھاگنے لگتے ہیں کہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھیں دورِ جدید کے کچھ لوگ ایسے ہیں اگر کسی مغربی معاشرہ یا کفار ملک میں پناہ مل جائے تو قطعی تأمل نہیں کرتا خواہ دین ہی چھوڑنا پڑے یہ لوگوں کا رویہ ہوگیا ہے اور اہلِ مُنافق کی ایک علامت میں یہ بھی بڑی نشانی ہے کہ دنیا کا مال ملتا ہے عارضی عظمت تو قیر نظر آتی ہے، دین چھوڑ کر اس جانب لپک پڑتا ہے۔

آیت ۵۸ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ جو صدقات حضورِ انور ﷺ اُنہیں تقسیم

Marfat.com

فرماتے ہیں اس پر اطمینان کا اظہار نہیں کرتے بلکہ ناروا تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور عیب لگاتے ہیں ''یہ وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی تقسیم کو دیکھ کر دل ہی دل میں گھٹتے تھے اور تقسیم کے موقع پر آپ کو طرح طرح کے الزمات سے مطعون کرتے تھے''۔

(ماخوذ تفہیم القرآن جلد دوم سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

آیت ۵۹ میں بیان کیا جارہا ہے تو قانع رہتے اور اس حصّہ کی تقسیم پر خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا کرتے اور کہنا یہ چاہیے تھا کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور ربِ جلیل اپنی رحمت کرم سے عطا فرمائے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی تقسیم مالِ غنیمت اللہ کے حکم سے تھی، جو کچھ باری تعالیٰ اپنے رسول کے ہاتھ سے نعمت دلوائے اس پر راضی اور قانع ہونا بھی ایک عظیم نعمت ہے آدابِ ایمان تو یہ ہے کہ انسان اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی تقسیم پر راضی ہو اللہ اور رسولِ اکرم ﷺ کے احکامات کی تکمیل سر تسلیم کر دے اللہ پر توکل کرنا اسلامی ادب کا تقاضا ہے ''صدقات اور زکوٰۃ ایک فریضہ ہے جو اغنیاء سے لیا جاتا ہے اور یہ بھی فرض ہے کہ فقراء میں تقسیم کیا جائے''۔ (ماخوذ فی ظلال القرآن جلد سوئم از سیّد قطب شہیدؒ)

آیت ۵۵ تا ۵۹ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

مُنافقین نے باری تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کی نہیں! جب اللہ کی رضا سے آدمی غافل ہو جائے تو پھر اللہ کی چاہت یہی ہے کہ اُنہیں گیتیٔ کائنات کے لیل و نہار میں اُنہیں سزا کا مستحق قرار دیا جائے، سزا کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مال و دولت اور اولاد بھی عذاب کی ایک صورت ہے، دولت کی فراوانی بھی انسان کی زندگی کو مصائب سے دوچار کرتی ہے، نافرمان اولاد بھی پریشانی کا سبب ہے، یہ ایسے اُمور ہیں جو اُن کے لیے باعثِ راحت اور سکون نہیں ہیں۔ عجیب صورتِ حال ہے قسمیں کھا کھا کر اس بات کا یقین دلانے کی سعی کرتے ہیں کہ ہمیں اپنا مخالف نہ جانو! ہم بھی تو تم ہی میں سے ہیں۔ حقیقت اس کے برعکس ہے دل نفاق سے پُر ہیں ذہن ہے کہ فتنہ پردازی کی طرف مائل ہے، سوچ ہے تو اس میں خوف اور ڈر ہے، چونکہ دلوں میں کج روی بس گئی ہے رسا گئی ہے اس لئے ہمہ وقت سہمے سہمے سے رہتے ہیں، اکثر کام دل حزیں کی خواہش کے مطابق نہیں کرتے ہیں بلکہ صرف مسلمانوں کے ڈر سے کرتے ہیں مدینہ منوّرہ میں جتنے مُنافق تھے سب عمر رسیدہ اور صاحب ثروت تھے۔ یہ بات حقیقت ہے کہ مُنافق کا مطمع نظر صرف دنیاوی مفاد کا پانا ہوتا ہے اب اُنہیں مشکل یہ درپیش آئی کہ ان کی اولادیں اسلام قبول کر کے مسلمان ہوگئیں، ان مسلمانوں کے نزدیک عظمت جاہ کا معیار یہ تھا کہ جو بھی حق سبحانہٗ تعالیٰ کا شیدائی ہوگا، اطاعت شعار ہوگا وہ اتنا ہی اسلامی معاشرہ میں محترم اور صاحب عظمت وعزت سمجھا جائے گا یہ تھا وہ نظریاتی اختلاف یا کشمکش نظریات جس نے ان کو اپنی اولاد کی نظروں میں بے توقیر کر دیا تھا وہ اپنی انا کی ذات میں خود پرستی میں گھر گئے یہاں تک کہ انہیں موت آگئی جس کے سبب بے چارگی کی زندگی گذارا ایامِ زندگی بسر کر رہے تھے اور اس فکر میں تھے کہ کوئی ایسی پناہ گاہ مُیسّر آجائے جہاں اسلامی حکومت کا تسلّط ہو۔ مُنافقین کی یہ بھی تغافل کی دلیل ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکت کو صدقات کی تقسیم میں غیر مصنف خیال کرتے، اگر یہ اللہ اور اس کے رسول کے دیئے ہوئے پر خوش ہوتے تو اللہ کا فضل اُنہیں مل جاتا!

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ؕ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۞۶۰

صدقات یعنی تقسیم زکوٰۃ تو صرف اُن کے لئے ہے جو فقیر، مسکین حاجت منداور محتاج ہیں یا اُن لوگوں کے لئے ہے جو صدقات کے کام میں اپنا وقت صرف کرتے ہیں یہ اُن کا حق ہے جو تالیفِ قلب/دل موہ لیتے ہیں یہ دینا چاہئے غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے، قرض داروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے ہے یہ فریضہ اللہ کی طرف سے مقدر ہو چکا اور اللہ تعالیٰ خبردار اور حکمت والا ہے۔(۶۰)

وَمِنْهُمُ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ وَیَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَیْرٍ لَّكُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَیُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۞۶۱

اور ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو (اپنی بدکلامی) سے نبی ﷺ کو ایذاء بھی دیتے ہیں/اور ان کو تکلیف پہنچاتے ہیں اور کہا کرتے ہیں وہ تو کانوں کا کچا ہے۔ اے حبیب ﷺ! کہہ دیجئے! وہ تو تمہاری بھلائی کو بہت جلد سُنتا ہے اور نبی ﷺ تو ایمان رکھتا ہے اللہ پر، اور مسلمانوں کی بات مانتا ہے/اہلِ ایمان پر بھروسہ/اعتقاد کرتا ہے اور جو تم میں سے ایمان لائے اُن کے لئے سراپا رحمت ہے اور جو لوگ اللہ کے رسول کو اذیت دیتے ہیں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔(۶۱)

یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِیُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ۞۶۲

وہ تمہارے لئے محض خوش کرنے کی خاطر اللہ کی قسمیں کھایا کرتے ہیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ مستحق ہے کہ وہ اسے راضی کریں اگر وہ مؤمن ہوتے تو یہ کام اُنہیں پہلے کر لینا چاہئے تھا۔(۶۲)

اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ ۞۶۳

کیا وہ نہیں جانتے! جو بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے اس لئے آتشِ دوزخ ہے جس میں ہمیشہ رہے گا، یہی بڑی رُسوائی اور ذِلت ہے۔(۶۳)

یَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَیْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۞۶۴

مُنافقوں کو یہ خوف/ڈر لگا رہتا ہے کہ ان پر کہیں کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو اُن کے دل کی بات کر دے! اے حبیب ﷺ! کہہ دیجئے تم مذاق اُڑاتے رہو! یقینی طور پر جس سے تم خوفزدہ ہو اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والا ہے۔(۶۴)

وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۞۶۵

اور اگر آپ اُن سے پوچھیں گے تو صاف کہہ دیں گے ہم تو آپس میں یونہی ہنسی دل لگی کرتے ہیں۔ اے محبوب ﷺ! کہہ دیجئے! کیا ہنسی مذاق بھی کرتے تھے تم اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ہی سے!۔(۶۵)

Marfat.com

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۶۶

بہانے مت تراشو! یقینی طور پر تم ایمان لا کر ضرور کافر ہو چکے! /گویا اظہارِ ایمان کے بعد، اگر ہم ایک گروہ کو تم میں سے معاف بھی کر دیں تو کچھ لوگوں کو اُن کے جُرم کی سزا/عذاب دیں گے کیونکہ وہی اصل مُجرم ہیں۔(۶۶)

الفاظ ومعانی آیت ۶۰ تا ۶۶:

(اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ) صدقات، جس کا واحد صدقہ ہے صرف اُن کے لئے ہے۔ صدقہ لغت میں اس مال کے جزو کو کہتے ہیں جو اللہ کے لئے صرف کیا جائے۔ (بحوالہ قاموس القرآن) امام راغبؒ کے مطابق ''صدقہ کو اس لئے صدقہ کہا جاتا ہے اس کا دینے والا گویا اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ میں اپنے قول وفعل میں سچّا ہوں اس کے صَرف کرنے میں کوئی دنیاوی مفاد نہیں بلکہ صرف اللہ کی رضا کی خاطر خرچ کر رہا ہوں۔ (بحوالہ مفردات القرآن)

لفظ صدقہ اپنے اصل کے اعتبار سے عام ہے نفلی صدقہ کو بھی کہا جاتا ہے گو یا نفل کے لئے عام طور پر مُستعمل ہے کہ صدقہ فرض کے طور پر زکوٰۃ کے لئے بہت مقامات پر استعمال ہوا ہے جیسے (خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً) باری تعالیٰ نے صدقات کی تقسیم کے لئے مستحقوں کا ذکر بیان کر کے معترضین کو ہمیشہ کے لئے روک دیا۔ تفسیر قرطبیؒ میں لکھا ہے کہ ''قرآن میں جب لفظ صدقہ بولا جاتا ہے تو اس سے صدقہ فرض ہی مُراد لیا جاتا ہے۔ حدیث کی روایات کا مطالعہ کیا جائے تو لفظ ''صدقہ'' ہر نیک عمل/کام کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہ حدیث مبارکہ میں مذکور ہے ''کسی مسلمان سے خوش ہو کر ملنا بھی صدقہ ہے''۔ صدقات یعنی زکوٰۃ۔ (لِلْفُقَرَآءِ) فقیروں کے واسطے ہے (وَالْمَسٰكِيْنِ) مساکین کے لئے/بیچاروں کے لئے۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں ''فقیر وہ ہے جو سوال نہ کرے اس جہت سے اس وقت کہ وہ کفالت مَعیشت رکھتا ہوں اور مسکین وہ ہے جو سوال کرے اس وجہ سے کہ اس وقت کفایت مَعیشت/معاش کا متحمل نہیں ہے۔ ''صدقہ کسی غنی یا مال دار کے لئے حلال نہیں''۔ (ماخوذ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ)

(وَالْعٰمِلِيْنَ) اور اس پر عمل کرنے والوں کے واسطے یہاں عاملین/کارکُن کا مفہوم یہ ہے کہ ایسے لوگ جو اسلامی ریاست کی جانب سے، صدقات، زکوٰۃ، عُشر حاصل کر کے بیت المال میں اکٹھا کرنے کی خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ (عَامِلِيْنَ) کام کرنے والے/کارندے عامل کی جمع بحالت نصبی وجری۔ (بحوالہ قاموس القرآن) یہ بات یاد رہے کہ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں ❶ زکوٰۃ شریعت کا ایک اہم رُکن ہے۔ صدقہ، زکوٰۃ کی فرضیت صحیحہ یہ ہے کہ اسلام کے آغاز میں ہی مکہ شریف میں نازل ہو چکی، چنانچہ آیت ۲۰ سورہ مزمّل پارہ ۲۹ تَبٰرَكَ الَّذِيْ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ''نماز کا اہتمام رکھو، زکوٰۃ دیتے رہو''۔ (آیت ۲۰)

(۱) فقراء۔ (۲) مساکین۔ (۳) زکوٰۃ کی وصولیابی کرنے والے۔ (۴) تالیفِ قلب/اسلام کی طرف مائل کرنے

❶ ......جو اس آیتِ مبارکہ میں بیان کر دیئے ہیں۔ (بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوم)

Marfat.com

کے لئے دل جوئی مطلوب ہو۔ (۵) غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے۔ (۶) قرض داروں کے لئے۔ (۷) فی سبیل اللہ/اللہ کی راہ میں۔ (۸) ابن السبیل/مسافروں کے لئے۔ (وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ) اور اُن لوگوں کے لئے جن کے دل ملائے گئے ہیں، راغب کئے گئے ہیں، اسلام تو اُنہوں نے قبول کرلیا مگر اُن کی نیّت میں ابھی اخلاص کی جھلک نہیں، اس لئے ''تالیفِ قلب'' اُنہیں محفوظ کرنا چاہئے رسول اللہ ﷺ نے اس بات کا احساس کرتے ہوئے اُن کے دلوں میں دینِ حق پانے کی طَلب ہے اور اسلام قبول کرنے کی طرف اُلفت ہے ایسے لوگوں کو غزوۂ حنین کی غنیمتوں میں سے پورا حصّہ عطا کیا جیسے ابوسفیان، عتبہ بن حصن اور اقرع بن حابس وغیرہ ''ظہورِ اسلام اور مسلمانوں کے غلبہ کے بعد صحابہ کرام کے اجماع سے یہ حصّہ ساقط ہوگیا''۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ) اس آیتِ مبارکہ میں بیان کردیئے ہیں۔ رقاب رقبہ کی جمع ہے اصل میں گردن کو رقبہ کہتے ہیں۔ (بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوم از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

(وَفِی الرِّقَابِ) اور گردن کے چھڑانے میں۔ بندوں کی گردن چُھڑانے میں بندگی کے پھندے سے اس سے مُراد وہ کنیز اور غلام جن کو اسلام نے غلامی سے نجات دلانے کے لئے جہاں کہیں کاوش سرانجام دی ہاں یہ بھی کوشش کی کہ زکوٰۃ کی رقم کا ایک حصّہ غلام کو آزاد کرنے کے لئے مختص کیا جائے۔

علامہ قرطبیؒ رقمطراز ہیں ''ایک مسلمان غلام کو آقا کی غلامی سے آزاد کرنا عبادت ہے''۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ) غلام کو چھڑانے کے لیے زکوٰۃ سے مدد دینا چاہئے۔ امام مالکؒ اور امام حنبلؒ اس بات پر متفق ہیں کہ مالِ زکوٰۃ سے کنیز، غلام لے کر آزاد کرنا چاہئے''۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل) (وَالْغَارِمِيْنَ) قرض داروں کے لئے، غارم کی جمع ہے ایسے مُفلس قرض دار جنہوں نے اپنے لئے قرض لیا ہو اور گناہ میں نہ صرف کیا ہو۔ (وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ) اور اللہ کی راہ اور مسافروں کے لئے۔ اللہ کی راہ میں اس لئے خرچ کیا جائے کہ غازی، فقیروں پر صرف کریں یا مجاہدین کو اسلحہ/ہتھیار مول لے کر دیں اور کچھ مُفسّرین نے یہ لکھا ہے کہ اس سے مُراد یہ ہے کہ ''حج کرنے والے اور جہاد کرنے والے ہیں جن کے پاس زادِ راہ نہ ہو اور اپنے افلاس کی وجہ سے وہ جنگی ساز وسامان نہ مہیا کرسکتے ہوں ان کی اعانت بھی زکوٰۃ سے کی جاسکتی ہے''۔ (ماخوذ ضیاء القرآن جلد دوم از کرم شاہ الازہریؒ)

(وَابْنِ السَّبِيْلِ) اور راہ چلنے کے لئے۔ جو اپنے مال سے دور ہوگیا ہو۔ ربِّ جلیل نے ان لوگوں کے واسطے زکوٰۃ فرض کی ہے۔ (فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ) فرض کرنا ثابت ہے اللہ کی طرف سے۔ (وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ) اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکم کرنے والا ہے۔ (وَمِنْهُمْ) اور ان میں سے یعنی مُنافقوں میں سے۔ (الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ) وہ لوگ ہیں ایذا/دُکھ دیتے ہیں نبی ﷺ کو وہ تو ہر بات سُننے والا ہے جو کچھ اُن سے کہا جاتا ہے سُن لیتے ہیں، حضورِ اکرم ﷺ کا کسی بات کا سُن لینا کے دو پہلو ہیں ایک بطورِ صدیق کہ دل سے اس کو درست جانیں اور دوسرا خوش خلقی کیونکہ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں نفسِ کریمی کی صفات موجود ہیں۔ (یُؤْذُوْنَ) اِیْذَاءٌ مصدر دُکھ دیتے ہیں فعل مضارع معروف جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ (وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ) اور جو لوگ دُکھ/تکلیف دیتے ہیں قول اور فعل سے رسول اللہ ﷺ کو اُن کے ساتھ دردناک عذاب ہے آخرت میں۔ (اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا) کیا نہیں جانتے وہ۔ (اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ) جو کوئی

Marfat.com

خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اور حد سے گذر جائے محادراۃ کے معنیٰ ہوتے ہیں ''کسی کے مقابلے میں اپنا الگ محاذ بنالینا۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ) ماحصل یہ کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں ان کا ٹھکانہ جہنّم ہے۔

(فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا) تو لائق بات تو یہ ہے کہ اس کے واسطہ مقدر ہوئی آتشِ دوزخ اور اس میں ہمیشہ رہتا ہے۔ (اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ) بے شک ظاہر کرنے والا ہے اس چیز کو جس کو عیاں کرنے میں تم خوفزدہ ہوتے ہو اس کو ظاہر کردینے کا مفہوم باری تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو اُن کے احوال اور اُن کے اسماء کے علم سے آگاہ کرے۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

(اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ) تم ہو کہ اللہ سے اس کی آیاتِ اور اس کے رسول ﷺ سے تم استہزاء کیا کرتے ہو، کیا اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کے سوا اور کوئی نہیں رہا جس کے ساتھ تم از تمسخر دل لگی کرسکو، بات یہ ہے کہ مُنافقوں کا تو یہ پسندیدہ شُغل رہا کہ مسلمانوں کے ساتھ بدکلامی کریں، گستاخانہ طرزِ عمل اپنائیں، رسالت مآب ﷺ کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کریں، اہلِ ایمان پر پھپتیاں کس کر محض ہنسی اور تمسخر کا مظاہرہ کریں، طنزیہ انداز میں یہ کہنا کہ دیکھو تو سہی! شہنشاہِ روم سے لڑائی کرنے چلے ہیں، رومی افواج اُن کو شکست سے ہمکنار کردیں گی، اور تو اور یہ زعم بھی کہا جاتا کہ ہاتھ پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی اور جب اُن سے دریافت کیا جاتا، مؤمنین کا استہزاء کرتے ہو تو صاف مُکر جاتے اور کہتے ہم محض جی کو خوش کرنے کے لئے ایسی گفتگو کررہے تھے یہ یقینی طور پر مُنافقوں کا عملی اظہار ہے جو آیاتِ ربّانی اور ہمارے رسول ﷺ کے خلاف اُن کے دلوں میں پایا جاتا ہے۔

(لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ) نہ عذر کرو یہ تمہارا عذر محض جھوٹ ہے بے شک تم نے اظہارِ کُفر کیا حضور ﷺ پر طعن کرکے اس کے بعد ایمان ظاہر کیا تھا تم نے۔ (اِنْ نَّعْفُ) اگر ہم معاف کریں۔ (عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ) بعضوں کو جو توبہ کریں جیسے مخشی بن حمیر تھا اس نے باری تعالیٰ کے حضور توبہ کی اور التجا کی کہ شرفِ شہادت کی سعادت پائے اور جنگ یمامہ میں جامِ شہادت سے سرفراز ہوا۔ (نُعَذِّبْ طَآئِفَةً) عذاب کریں گے دوسرے گروہ پر۔ (بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ) اس سبب سے کہ وہ مجرمین میں سے ہیں گنہگار ہیں نفاق قائم رکھنے کے سبب۔

تشریح وتوضیحات آیت ۶۰ تا ۶۶

آیت ۶۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ صدقات واجبہ کی تقسیم تو صرف فقیروں، مسکینوں، محتاجوں، عاملین صدقات اور تالیف قلوب جن پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاتی ہے ان کے لئے مختص ہے اسلامی تعلیمات کا پیام انسانیت کی علمبرداری کا مظہر ہے اور عالم اسباب میں مال ومتاع کی تقسیم انسانیت کی آزمائش کا ایک طریقہ اور ذریعہ ہے اسلام نے اقتصادی نظام (Ecomonic System) میں بچت کا چالیسواں حصہ غریبوں میں تقسیم کرنا فرض قرار دے دیا اور صدقہ نافلہ کی تلقین بھی بہت زیادہ کی اس لئے یہ گردنوں کے چھڑانے، (۱) تاوان زدہ زکوٰۃ کو آزاد کرانے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کی مدد کے لئے صرف کئے جائیں یہ ربِّ جلیل کا مقرر کردہ فریضہ ہے اور اللہ علم والا اور حکمت والا ہے (۲) مکاتب رمکتب کی جمع ہے مدرسہ سے اور غیر مکاتب میں علماء نے اس سے ہر قسم کے غلام مُراد لئے ہیں امام شوکانیؒ نے

Marfat.com

اسی رائے کو ترجیح دی، ہر اللہ کی راہ میں اور مسافروں کی مدد کے لئے صرف کئے جائیں۔ (۳) اس کی دو صورتیں ہیں کسی غلام کو خرید کر آزاد کرایا جائے بقیہ رقم دے کر اسیروں کو رہا کرایا جائے۔

آیت ۶۱ میں بتایا جارہا ہے کہ ان میں سے چند وہ مُنافقین ہیں جو نبی ﷺ کو ایذا دیتے ہیں اور رسول کے خلاف ہرزہ سرائی یہ کرتے ہیں کہ وہ ہر ایک کی بات سُن لیتا ہے حالانکہ پیغمبر ﷺ فلاح کی خاطر سراپا گوش ہیں چونکہ مُنافقوں کا استدلال یہ تھا کہ آپ ﷺ ان مسلمانوں کی باتوں پر اعتماد نہ کریں جو ان لوگوں کی سازشوں اور شرارتوں اور فتنہ وفساد کے حالات سے آپ کو باخبر کرتے ہیں جواباً ارشاد ہوا رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتا ہے اور اہلِ ایمان کی بات یاد کرتا ہے نبی ﷺ کا ایسا کرنا درحقیقت تمہارے ہی حق میں بہتر ہے جو تم میں سے اہلِ ایمان ہیں اُن کے لئے نوید یہ ہے کہ اُن پر اللہ کی رحمت ہے اور جو لوگ رسول کو دُکھ پہنچاتے ہیں تو اس ہجو پر ایسے لوگوں کی گرفت سخت کی جاتی ہیں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

آیت ۶۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ مُنافقوں کی جب کوئی سازش، دغا، افشاں ہوتی ہے تو وہ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اور جھوٹے بیان پر تا کہ تمہیں مطمئن کریں اُن کو اس بات کی خبر ہی نہیں کہ یہی طرزِ تکلّم اور اندازِ گفتگو اُن کی مُنافقت کی مزید تقویت پہنچا رہا ہے حالانکہ اللہ کا خوف اُن کے اندر ہوتا تو وہ غلط روش کا اعتراف کرتے اور اپنے گُناہوں پر نادم ہو کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو راضی کرنے کے لئے سرگرداں ہوتے تو درحقیقت یہ عمل اُن کے اللہ پر یقین رکھنے کی ایک دلیل بن سکتا تھا۔

آیت ۶۳ میں بیان کچھ یوں ہے کہ کیا ان کو خبر ہی نہیں! کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مقابلہ کرے گا اس کا مقدر جہنّم کی آگ ہے جس میں اس کو ہمیشہ ہی رہنا ہے یہ تو ایک بہت بڑی رُسوائی ہے، رُسوائی بھی دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو آپ نے سازش کی، راز افشا ہوا، ذِلّت ہوئی اپنی صفائی پیش کی رُسوائی میں کچھ خفت ہوئی، ایک رُسوائی وہ رُسوائی ہے جو یومِ قیامت سب کے سامنے اُٹھانی ہوگی جب سب کچھ عمل شرارت کا، فساد کا، ظُلم کا، بربریّت کا سامنے آجائے گا اور معذرت کی مُہلت کا موقع بھی نہ مل پائے گا پھر دائمی آتشِ دوزخ کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ پھر زبان بھی۔ غالب کی زبان میں یہ کہنے سے قاصر رہے گی۔ ع

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی ☆ بندگی میں تیرا بھلا نہ ہوا

آیت ۶۴ میں اظہارِ بیان کچھ یوں ہے کہ مُنافقوں کو اندیشہ اس بات کا لگا رہتا ہے کہ مبادا اُن پر مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو اُنہیں مُنافقین کے دلوں کا حال بتادے حکم صادر ہوا کہ آپ ﷺ کہیے! ہنستے جاؤ اللہ کو ضرور عیاں کرنا ہے وہ جس کا تمہیں ڈر ہے، اس آیۃ مبارکہ میں جولب ولہجہ نظر آیا تو گھبرایئے! اُن کے سارے اسرار کو بے نقاب کر کے رکھ دیا! فرمایا اب ایسا ہی ہوگا"۔ (ماخوذ تفسیر تدبّر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

آیت ۶۵ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ اُن سے دریافت کریں کہ کیا باتیں کر رہے تھے تو اُن حماقتوں کا جواب یہ ہوگا کہ ہم تو صرف سخن گستری اور دِل کو بہلانے کے لئے باتیں کر رہے تھے ہم تو صرف دل لگی اور مذاق کر رہے تھے احکامِ دین کے ساتھ، اندازِ تمسخر کرنا اس قدر بڑا جُرم ہے کہ صریحاً کفر ہے ایسا کرنا تو ایمان کے بعد اظہارِ کُفر کا

Marfat.com

مُوجب ہے۔ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ جس طرح ربِّ جلیل کا مذاق اُڑانا اور رسالت مآب ﷺ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ تمسخر کُفر ہے بعینہٖ دین کے احکامات سے مذاق کُفر کی دلیل ہے۔

آیت ۶۶ میں بتایا جارہا ہے کہ بہانے نہ بناؤ! یقینی امر یہ ہے کہ تم اپنے ایمان لانے کے بعد بے ایمان ہوگئے یعنی تم جو ایمان ظاہر کررہے ہو اور ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہو!'' اس لئے اُن پر کُفر کا فتویٰ صادر ہوا کہ اُنہوں نے کُفریہ کلمات کہے ہیں، چنانچہ ان کو خوفناک انجام سے ڈرایا جاتا ہے، اگر وہ جلدی توبہ کرلیں اور صحیح ایمان لے آئیں تو یہ عذاب اُن سے ٹل بھی سکتا ہے''۔ (ماخوذ فی ظلال القرآن جلد سوئم سید قطب شہیدؒ) دوسرے گروہ میں کچھ ایسے بھی ہیں جو نفاق پر قائم رہے اُنہیں توفیق تو یہ بھی نصیب نہ ہوئی اُنہیں ضرور سزا ملے گی کیوں کہ وہ مُجرم ہیں'' اور یقیناً عذاب میں مُبتلا ہوں گے کہ یہ جُرم ایسا ہے جو توبہ بھی سَلب کرادیتا ہے''۔ (بحوالہ اسرار التنزیل جلد سوئم از امیر محمد اکرم اعوان)

آیت ۶۰ تا ۶۶ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

صدقات تو درحقیقت فقیروں، مسکینوں اور ان کارندوں کے لئے ہیں جو اُن کی وصولی پر مقرر کئے گئے ہیں گویا زکوٰۃ کو وصول کرنے والے اور حساب و کتاب کا اندراج کرنے والے اور دیگر عملہ امورِ زکوٰۃ سے معاوضہ یا تنخواہ لینے کا حق رکھتا ہے یہ بات ذہن نشین کرلیجئے کہ زکوٰۃ کی فراہمی اور اس کی تقسیم کا عمل حکومت کی ذِمّہ داری ہے اور تقسیم اسلامی حکومت کا فریضہ ہے، انفرادی لحاظ سے زکوٰۃ صرف ایسی صورت میں ادا کرنی چاہئے جب کوئی جامع نظام زکوٰۃ قائم نہ ہو، اگر کوئی برادری اور خاندان اپنے طور پر، اجتماعی طور پر فراہمی زکوٰۃ تقسیم کرنے کا اہتمام اور انصرام کرے تو انفرادی ادائیگی سے بہتر ہے۔

مقروض کے قرضہ کی ادائیگی زکوٰۃ سے کی جاسکتی ہے اور قرض دار سے مراد ایسا مقروض ہے اگر اس کے مال سے سارا قرض ادا کردیا جائے تو اس کے پاس نقد نصاب سے کم مال رہتا ہو۔ یہ مقروض خواہ برسرِ روزگار ہو یا بے روزگار ہو، خواہ فقیر ہو یا غنی ہو۔ اس حد سے اس کا قرض ادا کیا جاسکتا ہے۔ (بحوالہ تیسیر القرآن جلد دوئم از عبدالرحمن کیلانیؒ)

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ محتاج زکوٰۃ کے زیادہ حق دار ہیں، جو شخص تندرست، توانا، طاقت ور ہو اور کمانے کے قابل ہو وہ زکوٰۃ کا حق دار نہیں ہوتا۔

مُتّقی کی بات قابلِ اعتبار ہے:

رسول اللہ ﷺ سنتے تو سب کی ہیں مگر قابلِ اعتماد ان لوگوں کو جانتے ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے جھوٹ اور چُغل خوری سے اجتناب کرنے والے ہیں۔

جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مقابلہ کرے اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قرآن اور حدیث میں اتنی زیادہ تاکید آئی ہے کہ جس سے بعض علماء نے اس فریضہ کو فرضِ کفایہ جان لیا ہے۔

Marfat.com

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾

مُنافق مرد اور مُنافق عورتیں باہم ایک جیسے ہیں یہ بُرائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی / نیک کاموں سے رُوکتے ہیں اور اپنے ہاتھ خیر سے سکیڑ لیتے ہیں / بند رکھتے ہیں، یہ اللہ کو بھول گئے رَبّ نے بھی اُنہیں بھلا دیا کوئی شک نہیں! مُنافق ہی فاسق اور بڑے ہی بد ہیں۔ (۶۷)

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِىَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾

وعدہ کیا ہے اللہ نے مُنافق مردوں اور مُنافق عورتوں اور کُفار سے آتش دوزخ کا، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اُن پر اللہ کی لعنت / پھٹکار ہے یہی اُن کے لئے کافی ہے اور دائمی عذاب اُن کے لئے ہے۔ (۶۸)

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾

تمہاری حالت بھی ایسی ہے جیسے تم سے اگلے لوگ تھے، وہ تم سے زیادہ زور آور / بہت زیادہ قوی بہت صاحب ثروت اور زیادہ اولاد والے تھے، وہ اپنا حصّہ برت گئے پس اُنہوں نے لُطف اُٹھایا، تم نے بھی اپنے دُنیوی حصّہ سے فائدہ اُٹھالیا، تم بھی ایسی لذّتوں میں / ڈوبے رہے تم بھی چلتے رہے انہی کی سی چال اُن کے اعمال دُنیا و آخرت میں ضائع / اکارت گئے یہی لوگ پڑے رہے نقصان میں۔ (۶۹)

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ڏ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾

کیا اُن کے پاس ان سے پہلے لوگوں کی خبریں نہیں پہنچی، قومِ نوح علیہ السلام کی قوم عاد کی اور ثمود کی اور قومِ ابراہیم علیہ السلام کی اور مدین کے باشندوں کی اور اُن کی جن کی بستیاں اُلٹی ہوگئیں، اُن کے پاس اُن کے رسول کھلی نشانیاں / معجزات لے کر آئے اللہ کے شایان نہ تھا کہ وہ اُن پر ظُلم کرتا مگر اُنہوں نے خود ہی اپنے آپ پر ظُلم کیا۔ (۷۰)

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں، ایک دوسرے کے مددگار / رفیق ہیں اچھی باتیں سکھاتے ہیں اور بُرائی سے رُوکتے ہیں اور وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری / فرمانبرداری کرتے ہیں۔ پس یہی لوگ ہیں جن پر اللہ جلِّ جلالہٗ بہت جلد رحم عنایت کرے گا بلاشبہ باری تعالیٰ غلبے والا اور حکمت والا ہے۔ (۷۱)

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾

اللہ تعالیٰ نے ایمان دار مردوں اور عورتوں سے ایسے باغات کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں، اس میں ہمیشہ رہا کریں گے اور اُن کے لئے اللہ کی رضا مندی رخوشنودی سب سے بڑی نعمت ہوگی یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔(۷۲)

الفاظ و معانی آیت ۶۷ تا ۷۲

(اَلْمُنٰفِقُوْنَ) مُنافق مرد کہ تین سو (۳۰۰) تھے۔ (وَالْمُنٰفِقٰتُ) اور مُنافق عورتیں ایک سوستّر (۱۷۰) تھیں۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ) (بَعْضُهُمْ مِّنْ ۢ بَعْضٍ) بعضے اُن بعض میں سے ہیں یعنی نفاق میں سب ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ (يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ) حکم دیتے ہیں بُرائی کا جو کام کُفر ہے یا گُناہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب۔ (وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ) اور باز رکھتے ہیں نیکی سے، یا ایمان ہے یا طاعت سے یا محمد ﷺ کی تصدیق اور متابعت سے۔ (وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ) وہ اپنے ہاتھ بندر کھتے ہیں خیرات اور صدقات سے اور دعا اور مناجات کے لئے ہاتھ نہیں اُٹھاتے عاجز اور محتاج کی مدد سے ہاتھ روکتے ہیں۔ علامہ قرطبیؒ رقمطراز ہیں "ہاتھ بندر کھنے سے مُراد ترک جہاد اور حقوق واجبہ کا ادانہ کرنا ہے"۔ (بحوالہ تفسیر قرطبی) گویا نیک کام نہیں مالی اعانت کی طرف مائل کیا جائے تو باوجود دولت کی فراوانی سے اُنہیں توفیق نہیں ہوتی کہ مال خرچ کریں۔ (نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ) اُنہوں نے اللہ کی فرمانبرداری چھوڑ دی پس اللہ تعالیٰ نے بھی اُنہیں اپنے فضل سے باز رکھا، اس کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے احکامات کو یکسر فراموش کر دیا تو ربّ جلیل نے بھی ثوابِ آخرت کے سلسلے میں "ان کو ایسا ہی چھوڑا کہ نیکی اور ثواب میں کہیں ان کا نام نہ رہا"۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد چہارم از مفتی محمد شفیعؒ)

(اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ) بے شک مُنافق مرد اور عورتیں وہ فاسق ہیں جو دائرہ ایمان سے باہر ہیں اُنہوں نے اپنے طرزِ عمل سے عیاں کر دیا ہے کہ اُنہیں اپنا اللہ یاد نہیں رہا۔ (وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ) وعدہ کیا ہے اللہ نے مُنافق مردوں سے۔ (وَالْمُنٰفِقٰتِ) اور مُنافق عورتوں سے۔ (وَالْكُفَّارَ) اور کافروں سے خواہ مرد ہوں یا عورتیں۔ (نَارَ جَهَنَّمَ) آتشِ دوزخ کا۔ (خٰلِدِيْنَ فِيْهَا) ہمیشہ رہیں گے اس آگ ہی میں۔ (كَالَّذِيْنَ) اے مُنافقو! تم مانند رمثل ہو، ان لوگوں کے جو تھے۔ (مِنْ قَبْلِكُمْ) تم سے پہلے یعنی گذری اُمتیں۔ گویا تمہارا شمار بھی اپنے سے پہلے لوگوں میں سے ہے جو دنیائے رنگ و بُو کی لذت میں منہمک ہو کر آخرت کی فکر سے بے نیاز ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے جب یہ سنا تو فرمایا! ما اشبه الليلة بالبارحة آج کی رات سابقہ رات سے کس قدر مشابہ اور ملتی جلتی ہے "یہ بنی اسرائیل ہیں ہمیں ان کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے"۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

(هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ) یہی کافی ہے اُنہیں، اُن پر اللہ کی پھٹکار ہے اس لئے یہ اللہ کے غضب کا مظہر ہے اور رحمت الٰہی سے قطعی محرومی کی دلیل ہے"۔ (بحوالہ اسرار التنزیل جلد چہارم از امیر محمد اکرم اعوان) (وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ) اور انہی کے لئے دائمی عذاب ہے گویا مُنافقوں کے لئے عذاب پائیدار کہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔ گیتیِ کائنات میں برابر مُبتلائے عذاب

Marfat.com

ہیں کہ وہ نفاق ہے اور حسد کا رنج ہے یوں کہئے کہ رحمت اور عنایت کے مستحقین کی فہرست سے تو ان کا نام خارج کر دیا گیا''۔ (بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوم از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

(فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ) پس فائدہ/لطف اُٹھایا اُنہوں نے اپنے حصّے سے دنیا کی لذّتوں میں سے اور مال اور اولاد سے فائدہ اُٹھایا تم میں سے لُطف اُٹھایا اپنے حصّے سے فنا ہونے والی آرزوں میں سے جس جس طرح فائدہ حاصل کیا اُنہوں نے جو تم سے پہلے گذرے۔ (اِسْتَمْتَعُوْا) اُنہوں نے فائدہ اُٹھایا اِسْتِمْتَاعٌ سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تمہاری نوشتہ تقدیر میں دنیا کا جس قدر حصّہ تحریر کر دیا گیا اس کو برت لو جس طرح سابقہ لوگوں نے اپنا حصّہ برت لیا۔ پھر آغوشِ موت سے ہمکنار ہوئے، یا عذاب میں گرفتار ہوئے پہلے لوگوں یا سابقہ لوگوں سے مُراد اہل کتاب لیے گئے ہیں یعنی یہود و نصاریٰ۔

(وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ) یہی لوگ دونوں جہان میں نقصان پانے والے ہیں اُولٰٓئِكَ سے مُراد وہ لوگ ہیں جو قوّت میں تم سے زیادہ اور مال و دولت اور اولاد میں بھی تم سے زیادہ تھے اس کے باوجود عذابِ الٰہی سے نجات نہ پاسکے۔ (وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا) اور تم بھی بیہودگی میں پڑے رہے انہی کی چال تم بھی چلتے رہے گویا مفہوم یوں سمجھے ''تم نے اتباع باطل اور تکذیبِ خدا اور رسول اور مؤمنین کے ساتھ استہزاء کرنے کی راہ اختیار کی''۔ (بحوالہ کنزالایمان، خزائن العرفان از سید محمد نعیم الدینؒ) خَاضُوْا انہوں نے بحث کی (خُضْتُمْ) تم نے قدم ڈالے رکھے، تم نے بحث کی۔ (ماخوذ قاموس القرآن) خَوْضٌ سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

(اَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ) کیا ان لوگوں (منافقوں) کے پاس خبر نہیں آئی کہ دنیا کی لذّت پر غُرور کرنے سے اور لُطفِ باقیہ حاصل کرنے سے دُور رہیں جو لوگ اس سے پہلے گذر چکے یعنی قومِ نوح اور قومِ عاد اور قومِ ثمود کی، حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کہ طوفان سے ڈوب گئی اور قومِ عاد کہ تیز ہوا سے ہلاک ہوئے اور قومِ ثمود کہ کڑک/ برق تپاں اور زلزلہ سے موت سے ہمکنار ہوئی۔ (وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کہ طرح طرح کے عذاب میں گرفتار ہوئی اور نمرود مچھر کے ڈنگ سے موت کی آغوش میں چلا گیا۔ (وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ) اہلِ مدین یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم یعنی ''یوم الظلہ'' یعنی سائبان کا دن کہ ان پر اس دن ابر چھایہ جس سے وہ غارت ہو گئے۔ (وَالْمُؤْتَفِكٰتِ) اور وہ بستیاں جنہیں اُلٹ دیا گیا یعنی قومِ لوط کہ کس طرح ہلاک ہوئی۔ موتفکات اُلٹ جانے والی بستیاں اِنْتِفَاک سے اسم فاعل جمع مؤنث ''اس سے مُراد قومِ لوط کی بستیاں ہیں''۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

حضرت لوط علیہ السلام کی بستی کا نام سدوم تھا اُن پر ایک تو پتھر برسائے گئے اور اُن کی بستی کو اوپر اُٹھا کر نیچے کی جانب پھینکا گیا جس سے تمام کی تمام بستی اُوپر نیچے ہوگئی اس لحاظ سے اُنہیں ''اصحاب موتفکات کہا جاتا ہے''۔ (بحوالہ قرآن کریم از صلاح الدین یوسف) (وَالْمُؤْمِنُوْنَ) اور مؤمن مرد۔ (وَالْمُؤْمِنٰتُ) اور مؤمن عورتیں۔ (بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ) ایک دوسرے کے معاون اور مددگار ہیں یہاں پر یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ اس آیت میں مُنافقین اور مؤمنین کے حالات کے تقابل کے لحاظ سے تذکرہ ہے مُنافق کے آپس کے مراسم اور رابطے محض خاندانی اشتراک ہوتا ہے اس کے برخلاف ''مؤمن ایک

دوسرے کے سچے، مخلص ہوتے ہیں''۔ (بحوالہ قرطبیؒ) مؤمن ایک دوسرے کے غم گسار اور غم دار ہوتے ہیں۔ حدیث مبارکہ میں مذکور ہے ''مؤمن، مؤمن کے لئے ایک دیوار کی طرح ہیں جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کی مضبوطی کا ذریعہ ہے''۔ (بحوالہ صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ) یہاں مؤمن کی صفت کاملہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ (یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ) حکم کرتے ہیں نیکی کا، کیونکہ نیکی ہی ایمان اور فرمانبرداری ہے۔ (وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ) اور باز رکھتے ہیں بُرائی سے ''کہ وہ کُفر اور گنہگاری ہے''۔ (ماخوذ از تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ)۔ (وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ) اور نماز قائم کرتے ہیں اس کی شرائط کے ساتھ، (وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ) اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے ہیں، ان آداب اور شرائط کے ساتھ جو زکوٰۃ کے متعلق اور مصارف ہیں۔ (وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ) اور فرمانبرداری کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی۔ (وَرَسُوْلَهٗ) اور اُس کے رسول ﷺ کی تمام احکامات میں۔ (اُولٰٓئِكَ) وہ گروہ/یہی لوگ۔ (سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ) قریب ہے کہ اللہ اُن پر رحم کرے۔ (اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ) بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے جو چاہے کرے دانا ہے ہر شئے کو اس کے محل پر رکھتا ہے۔ (وَيُطِيْعُوْنَ) وہ اطاعت کرتے ہیں وہ حکم مانتے ہیں، اَطَاعَةٌ سے فعل مضارع جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ (ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ) اور یہی تو بڑی کامیابی ہے۔ وہ کامیابی ہے کہ دنیا کی نعمت اس کے سامنے حقیر ہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۶۷ تا ۷۲

آیت ۶۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ مُنافق مرد اور مُنافق عورتوں کی مشترک خوبی یہ ہے کہ ان سب کو بُرائی سے لگاؤ اور نیکی سے عداوت ہوتی ہے۔ کوئی بُرا کام سرانجام دے، تو اُن کی ہمدردیاں، اُن کے مشورے، اُن کی سفارش، اُن کی مداح سرائی ان سب کے لئے وقف ہوتی ہیں یعنی بُرے اُمور کُفر بتاتے ہیں اور نیک باتوں یعنی ایمان اور اسلام کی دعوت قبول کرنے سے روکتے ہیں خیرات نہیں کرتے اُنہوں نے باری تعالیٰ کو بھلا دیا تو ''باری تعالیٰ نے بھی اُن کو نظرانداز کر دیا ہے یہ مُنافق بڑے ہی بدعہد ہیں''۔ (بحوالہ تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ) مُنافقین کی حالتِ کیفیت تو یہ ہے کہ اگر کوئی بھلائی کے کام کی ترغیب کرے تو اُن کو اس کام خیر سے احساس صدمہ ہوتا ہے اور ان کا دل اس کے تصوّر سے دُکھتا ہے کسی کو بھلائی کی طرف مائل ہوتا دیکھتے ہیں تو یہ دیکھ کر اس کی راہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں، ان کی دولت وثروت حرام کاموں میں صرف ہوتی ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کتاب وسُنت میں اس قدر زیادہ تاکید آئی ہے کہ ''جس سے بعض علماء نے اس فریضہ کو فرضِ کفایہ کے بمعنی سمجھ لیا ہے اور یہ مُنافق خواہ مرد ہوں یا عورتیں سب اس فریضہ کے برعکس کام کرتے ہیں''۔ (ماخوذ تیسیر القرآن جلد دوئم از مولانا عبدالرحمن کیلانیؒ)

آیت ۶۸ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مُنافق مردوں، مُنافق عورتوں اور اہلِ کُفر سے جہنّم کا وعدہ کر لیا ہے ان کا قیام ہمیشہ اس میں رہا کرے گا یہی اُن کو کافی ہے باری تعالیٰ نے ان پر پھٹکار کر دی ہے اور ان کے مقدر میں دائمی عذاب ہے ''یہاں مُنافقین کو اہلِ ایمان سے چھانٹ کر الگ اور مُشرکین کے شریک وسہیم قرار دیا ہے''۔ (بحوالہ تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ) گمراہ کُن طبقہ انسانی تاریخ میں ہمیشہ رہتا ہے اسلام سے پہلے بھی مُنافقین کا یہی طرزِ عمل فسق وفجور کے مطابق ایسا ہی

رہا ہے کیونکہ ان لوگوں کی فطرت میں کجی آجاتی ہے اور وہ صحیح راہ پر نہیں چلتے''۔(ماخوذ فی ظلال القرآن جلد سوئم سید قطب شہیدؒ)

آیت ۶۹ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے جس طرح تم سے پہلے اُمت ہوئی جو تم سے بہت زیادہ توانا تھے ان کے پاس دولت وثروت زیادہ تھی گویا ''تم لوگوں کے رنگ ڈھنگ وہی ہیں جو تمہارے پیش رووں کے تھے''۔(ماخوذ تفہیم القرآن جلد دوئم ابوالاعلیٰ مودودیؒ) یہاں پر مُنافقین کا غائبانہ انداز میں ذکر کرتے ہوئے بتایا جارہا ہے کہ اُنہوں نے اپنے حصّے سے فائدہ پالیا، تم نے بھی مقدر بھر اپنا حصّہ برت لیا، تم نے بھی تمسخر کیا جس طرح اُنہوں نے ہنسی کی تھی، جس طرح دنیا رنگ وبُو میں وہ لہو ولعب میں مگن رہے تمہارا بھی یہی طرزِ عمل رہا، یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا وآخرت میں اکارت گئے وہی خسارے میں رہے آیاتِ ربّانی اور اللہ کے پیغمبروں کی تکذیب کی۔ حدیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں کی ضرور متابعت کرو گے بالشت بہ بالشت، ذراع بہ ذراع اور ہاتھ بہ ہاتھ، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے بل میں گھسے ہوں گے تو تم بھی ضرور گھسو گے''۔ لوگوں نے دریافت کیا اس سے آپ کی مُراد اہل یہود ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ''اور کون''۔(بحوالہ صحیح بخاری شریف کتاب الاعتصام، مسلم کتاب العلم، بحوالہ تفسیر طبری) اس کا مفہوم یوں سمجھئے کہ جس طرح اگلی قوموں کے اعمال دنیا وآخرت میں غارت ہوگئے اور وہ نامُراد ہوئے اس طرح تم بھی نامراد ہوگئے۔ ''حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ'' حبط اعمال کا مطلب یہ ہے کہ اُن کے اعمال بنیاد ہی سے باطل ہوگئے کیونکہ وہ ایک ایسے پودے کے مانند تھے جس کی جڑیں نہ تھیں، ایسا پودا لگانے والے، آخر کار گھاٹے میں ہوتے ہیں۔(ماخوذ فی ظلال القرآن جلد سوئم سید قطب شہیدؒ)

آیت ۷۰ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اُن کے پاس ان سے پہلوؤں کی سرگزشت نہیں پہنچی قوم نوح، قوم عاد وثمود، قوم ابراہیم اصحابِ مدین جن کی بستیاں اُلٹی ہوگئیں اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل رُمعجزات لے کر آئے اللہ تعالیٰ کے شایان نہ تھا کہ وہ اُن پر ظُلم کرتا، اُنہوں نے خود ہی اپنے اُوپر ظلم کیا اس کے بعد عذابِ الٰہی کا آنا ناگزیر ہے، باری تعالیٰ کو اُنہیں عذاب دینے کی ضرورت نہ تھی بلکہ جس طریقِ زندگی کو انہوں نے اختیار کیا اور اس پر مصر رہے وہ راستہ ہی ہلاکت اور بربادی کا تھا''۔(ماخوذ تیسیر القرآن جلد دوئم از مولانا عبدالرحمن کیلانیؒ) تاریخ کے صفحات اس بات کا احساس دلاتے ہیں کہ ایک منحرف انسان کو قوت، دولت اور اقتدار سرکش بنا دیتا ہے اور انسان بادۂ غفلت اور مئے نخوت کی مستی میں کھو جاتا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ آنکھ کھول کر دیکھیں ماضی کے سرکش لوگ اور صاحبان جاہ وحشم کا انجام کیا ہوا جب وہ دولت وثروت کے نشے میں ڈوبے اور انبیائے کرام سے نافرمان ہوئے تو شعلہ عذابِ الٰہی نے اُن کو نیست ونابود کر دیا۔

آیت ۷۱ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں ایک دوسرے کے ساتھی رُرفیق ہیں اچھی باتوں کو سکھاتے ہیں اور بُری باتوں سے اجتناب کی تلقین کرتے ہیں، نماز کا اہتمام اور انصرام کرتے ہیں، زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور ''یہی طرزِ عمل مؤمن کا اصلی ہدف ہے اللہ کی شریعت اور رسول اللہ کی سُنت کے سوا اُن کے لئے کوئی دستور نہیں ہوتا۔(بحوالہ فی ظلال القرآن از قطب شہیدؒ) ان لوگوں کو اللہ اپنی رحمتِ کاملہ سے سرفراز فرمائے گا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے، یقیناً اللہ اس بات پر قادر ہے کہ جماعت مؤمنین کو

Marfat.com

ایک دوسرے کا رفیق بنائے اور اُن کو شرفِ اعزاز عطا فرمائے اور پھر مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کے احکامات اور فرائض ادا کریں مؤمنین کی جماعت، حکمت وفراست سے برسرِ اقتدار آکر روئے زمین اصلاح کا کام کر کریں اور لوگوں کے درمیان کلمہ کی تلقین وحفاظت کریں اہلِ ایمان کے لئے مسرّت کے سامان ہیں اور دائمی خوشیاں اور انعامات اُن کے انتظار میں ہیں۔

آیت ۷۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ مؤمن کی شان تو دیکھئے کہ باری تعالیٰ نے ایمان دار مرد اور ایمان والی عورتوں سے ایسے باغات کا وعدہ کرلیا ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اس میں ہمیشہ وہ رہیں گے، لطفِ کیف تو دیکھئے سدا بہار باغات اور قیام گاہوں کا وعدہ ہے اور اللہ کی رضا اور خوشنودی اس سے بڑھ کر یہ ایک بڑی کامیابی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی خوشنودی سے کیا مُراد ہے؟ جواب یہ ہے کہ جنّت کی نعمتیں، لاتعداد، بے شمار اور لازوال ہیں احادیثِ مُبارکہ میں مذکور ہے "اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کو بہشت میں داخل کرنے کے بعد نِدا دے گا اہل جنت "لبیک" کہیں گے باری تعالیٰ دریافت فرمائے گا "تم اب خوش ہو!" وہ جواب دیں گے کیا ہم اب بھی خوش نہ ہوں ہمیں ہر طرح کی نعمتیں عطا ہوگئیں ہیں"، پھر اہلِ بہشت پوچھیں گے کہ ان نعمتوں سے افضل کیا ہے! اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب میں تم پر اپنی رضا اور خوشنودی اُتارتا ہوں اور آج کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہ ہوں گا"۔ (بحوالہ بخاری شریف، کتاب التوحید) گویا آخرت مؤمن، مؤمنہ کو خود فلاح کی خبر دی ہے۔ (ماخوذ تدبر القرآن از مولانا اصلاحیؒ) حدیث میں آتا ہے کہ "بہشت کی تمام نعمتوں کے بعد اہلِ جنت کو سب سے بڑی نعمت رضائے الٰہی کی صورت میں ملے گی"۔ (صحیح بخاری، مسلم)

آیت ۶۷ تا ۷۲ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

ان آیات میں موضوعِ سخن یہ ہے کہ مشرکین کی مشترکہ صفات یہ ہیں کہ عورت اور مرد میں ایک ہی بات عیاں ہے کہ ان سب کو خرافات ربُرائی سے اُنس ہوتا ہے اور بھلائی کی بات ان پر گراں گزرتی ہیں بلکہ یوں کہئے اُنہیں فلاحی اُمور سے نفرت ہوتی ہے اور معاشرہ میں کوئی بُرائی کا کام سرانجام دینا ہوتا ہے تو اُن کی تمام ہمدردیاں اور مشورے اُن کے خاص طور پر مخصوص ہوتے ہیں اور وہ ہمہ تن ان کی سرگرمیوں میں دل وجان سے معاونت کرتے ہیں اور دیگر لوگوں کو بھی اس طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کوئی نیکی کا کام سَرانجام دے تو اِس سے اُن کو صدمہ اور دُکھ ہوتا ہے اور اُن کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں تاکہ کوئی بھی نیکی کو پروان نہ چڑھا سکے، اِن مُنافقوں پر اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے ایسے لوگوں کے تمام اعمال دنیا وآخرت میں غارت ہو جائیں گے ایک دُور تھا ان اقوام کی شہرت کا ڈنکا بجتا تھا، انہوں نے اللہ کی آیات کی تکذیب کی، نافرمانی کی اللہ کے رسول ﷺ کی تو اللہ کی طرف سے ارضی وسماوی عذاب آیا بستیاں تباہ ہوگئیں، قومِ لوط کی بستیاں اُلٹائی گئیں، سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں ان بستیوں کو اپنے اوپر اُٹھایا اور بلندیوں پر لے جا کر زمین پر دے مارا۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی نہ کچھ عداوت تھی اور نہ اللہ عذاب دینا چاہتا ہے کسی قوم کو، بلکہ جو طریقِ زندگی اُنہوں نے اپنایا اور اس پر مصر رہے، وہ راہ ہلاکت اور بربادی کی تھی حالانکہ رسولوں کے ذریعہ پیامِ ہدایت کی خبر دی جاچکی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۷۳

اے نبی ﷺ! کافروں اور مُنافقوں سے لڑائی رجنگ کیجئے! اور اُن کے ساتھ سختی رتُند خوئی سے پیش آیئے اور ان کا ٹھکانہ جہنم رآتشِ دوزخ ہے وہ کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی۔ (۷۳)

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝۷۴

اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ بات ہم نے نہیں کہی، بے شک کُفر کا کلمہ ان کی زبان سے ادا ہوا اور اسلام لانے کے بعد مُنکر ہو گئے رکافر ہو گئے اور اُنہوں نے قصد بھی کیا، اس چیز کا جسے وہ نہ حاصل کر سکے ر پورا نہ کر سکے، یہ سب کچھ بدلہ اُنہوں نے اس بات کا دیا کہ اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے دولت مند رمال دار کر دیا اور اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اُنہیں بہت کچھ دے دیا، سو وہ توبہ کریں تو یہ اُن کے کے لئے بہتر ہوگا! اور اگر منہ پھیر لیں ررُوگردانی کریں گے تو اللہ اُن کو دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور روئے زمین پر بھی ان کا نہ کوئی حمایتی ہوگا نہ مددگار۔ (۷۴)

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۷۵

اور ان میں وہ بھی ہیں جو اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ اللہ اگر ہمیں اپنے فضل سے نواز دے گا تو ہم ضرور صدقہ وخیرات کریں گے اور ضرور نیکوکار ہو جائیں گے رصالح بن جائیں گے۔ (۷۵)

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۷۶

پس جب اللہ نے اُنہیں دیا اپنے فضل سے تو وہ بخل پر اُترے اور اپنے وعدے سے ایسے پھرے کہ اُنہیں اس کی کچھ پرواہ تک نہ رہی۔ (۷۶)

الفاظ و معانی آیت ۷۳ تا ۷۶

(يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ) اے نبی! جہاد کیجئے کافروں سے تلوار سے مُنافقوں سے جہاد یہ ہے کہ اُنہیں زبان سے نصیحت کی جائے جہاد کا حکم کافروں کے لئے ہے اور سختی کر کے مُنافقوں سے، اس آراء میں کوئی تضاد نہیں حالات کے مطابق کسی رائے پر عمل کرنا جائز ہے"۔ (بحوالہ ابن کثیر) اور مُنافقوں سے دلیل سے الزام دے کر اور اس پر حد قائم کر کے۔ (وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ) ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے (وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ) اور بُری پھر جانے کی جگہ دوزخ ہے۔

اِس آیت میں کافروں اور مُنافقوں دونوں سے جہاد کرنے اور اُن کے معاملات میں شدت اختیار کرنے کا حکم نبی اکرم ﷺ کو دیا گیا ہے کافروں سے تو جہاد کرنا واضح ہے لیکن مُنافقین سے جہاد کا مفہوم تعامل سے یہ ثابت ہوا کہ ان کے ساتھ جہاد سے مراد زبانی جہاد ہے۔ (ماخوذ معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ) امام قرطبیؒ نے فرمایا اس جگہ غلظت استعمال کرنے کا

Marfat.com

مفہوم دراصل عملی عظمت ہے کہ ان پر احکامات شرعیہ جاری کرنے میں کوئی رعایت اور نرمی نہ برتی جائے زبان اور کلام میں غفلت اختیار کرنا مراد نہیں! (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ اور تفسیر مظہری)

(یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ مَا قَالُوْا) قسم کھاتے ہیں اللہ کی کہ نہیں کہی ہے اُنہوں نے وہ بات، مُنافقوں کا تو یہ طرزِ عمل تھا کہ انہوں نے دل سے ایمان قبول نہیں کیا تھا صرف دنیاوی فائدے اور سیاسی مصلحت کے تحت، مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے دکھائی دیتے تھے وہ جھوٹی قسم سے اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے تھے حالانکہ باری تعالیٰ سب رازوں کا جاننے والا ہے۔ (وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ) اور بالیقین اُنہوں نے کفر کی بات کی تھی۔ (وَکَفَرُوْا) اور کُفر ظاہر کیا۔ (بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ) اپنا اسلام لانے کے بعد۔ اِسْلَامِهِمْ اپنا اسلام ظاہر کرنے کے بعد۔ (وَهَمُّوْا) اور قصد کیا اُنہوں نے۔ (بِمَا لَمْ يَنَالُوْا) ایسی چیز کا جو وہ پا سکے۔

غزوۂ تبوک سے واپسی پر مُنافق لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کے خلاف ایک سازش کا جال بچھایا، جس میں اُنہیں کامیابی نہیں مل سکی اُن کا منصوبہ یہ تھا کہ آپ ﷺ پر حملہ کر دیں (معاذ اللہ) وحی کے ذریعہ آپ کو علم ہوا آپ ﷺ نے اپنا بچاؤ کر لیا مُنافقوں کی ایک منصوبہ / چال یہ بھی تھی کہ حضور پُرنور ﷺ کو مدینہ منورہ سے نکال دیا جائے اور مہاجروں کو جلاوطن کر دیا جائے، ان کا مقصد یہ تھا کہ منصوبہ ابن اُبی کے سر پر سلطنت کا تاج رکھیں اور اُسے بادشاہ بنائیں۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ)

(فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ) پس اگر مُنافق توبہ کریں نفاق سے تو اُن کے حق میں بہتر ہے (وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ) اور وہ اگر توبہ سے رُوح گردانی کریں اور نفاق پر قائم رہیں تو اللہ اُنہیں دردناک عذاب دے گا، دنیا میں قتل کے سبب سے اور آخرت میں جلانے کے سبب سے۔ (وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ) اور نہیں ہے روئے زمین میں کوئی ان کا دوست / ہمدم جو ہاتھ پکڑے اور نہ کوئی حمایتی اور مددگار کہ اُنہیں عذاب سے روکے بعض روایات میں ہے کہ ''جلاس نامی ایک شخص یہ آیات سُن کر صدقِ دل سے تائب ہوا اور آئندہ اپنی زندگی خدمتِ اسلام میں قربان کر دی۔ (بحوالہ تفسیر عثمانی جلد اوّل از تفسیر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ)

(وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ) اور ان مُنافقوں میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے باری تعالیٰ سے عہد کیا تھا (عٰهَدَ) اُس نے عہد کیا / اقرار کیا۔ مُعَاهَدَ سے فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ (لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ) اگر اللہ دے ہمیں اپنے فضل سے۔ (لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ) ہم ضرور خیرات دیں گے اور ہم ضرور ہوں گے نیک کاروں میں۔ (بَخِلُوْا بِهٖ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ) اور انہوں نے بخل کیا اور اس مال کے ساتھ اور اللہ کا حق نہیں دیا اور عہد و پیمان سے منہ موڑ لیا۔ اَخْلَفُوْا انہوں نے خلاف کیا / وعدہ خلافی کی اخلاف سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق

تشریح وتوضیحات آیت ۷۳ تا ۷۶

آیت ۷۳ میں اظہارِ خیال یہ ہے کہ اے حبیب ﷺ! کافروں اور مُنافقین سے جہاد کرو اور ان پر سخت بن جاؤ اور اُن پر نرمی مت برتو، حضورِ اکرم ﷺ کے اوصافِ حمیدہ کی یہ صفت تھی کہ آپ ﷺ ہر ایک سے نرمی سے پیش آتے، گفتگو میں لطافت

ہوتی۔ اب رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد ہو رہا ہے کہ کُفّار اور مُشرکین سے جہاد کریں یہ بات تو عیاں ہے کہ جہاں کا فر آغاز جنگ کریں تو مقابلے میں لڑنا، جہاد ہے "کفّار سے جہاد تلوار سے اور مُنافقین سے زبان سے کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (بحوالہ تفسیر حقانی جلد دوم از عبد الحق حقانیؒ) پہلے تو کُفار کے خلاف جہاد اور قتال کا حکم صادر ہوا تھا وہی اب مُنافقین کے لئے دیا جا رہا ہے۔ اہل نفاق کا حال تو یہ ہے کہ نرمی اور کریم النفس سے فیض یاب ہوتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو کر کافرانہ اور مُنافقانہ چالوں پر عمل پیرا ہو رہے ہیں اب ان میں اصلاح کی کوئی صورت باقی نہیں رہی اس لئے تاکید ہو رہی ہے کہ "ان کے بارے میں اپنا رویہ سخت کرو تاکہ یہ کیفر کردار کو پہنچیں"۔ (بحوالہ تدبر القرآن از امین احسن اصلاحیؒ) یہ سختی کا برتاؤ اس لئے بھی امر لازمی ہے کہ اس کارگر حیات میں خیر و شر میں باری تعالیٰ کا محبوب گروہ، پھلے اور پھولے "توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے کے" مصداق ملحدانہ انداز فکر و عمل کو بدلنا ہے جہاد کا حکم دیا جا رہا ہے کہ جہاد میں شدت کا رویہ بروئے کار لایا جائے کوئی نرم گوشہ اختیار نہ کیا جائے، لڑائی کا اپنا ایک اصول ہے نرمی سے جنگ میں فتح نہیں ہوا کرتی، اسلام نے جنگ کے اصول مرتب کر دیئے ہیں حدود قیود بتا دیئے ہیں ان پر عمل پیرا ہونے میں کوئی نرمی کی گنجائش نہیں! شریعت پر مکمل عمل کا اہتمام مسلمان امیر کا فریضہ ہے مسلمان حکومت کو فریضہ جہاد سے غفلت نہیں کرنی چاہیئے اگر کافر اور مُنافق نے اپنی اصلاح پر توجہ نہ دی اور اس حال میں گیتیٔ کائنات سے عدم کی طرف کوچ کر گئے تو ان کا انجام جہنّم ہے اور دوزخ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔ العیاذ باللہ۔

آیت ۷۴ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ مُنافقوں کی عادت یہ ہے کہ کبھی ایمان لانے پر معترض ہوتے تو کبھی اسلامی احکامات میں نقص نکالتے ہیں برملا اس بات کا اظہار کر کے یہ بات ہم نے نہیں کی ہے حالانکہ وہ لازمی طور پر کُفر کا کلمہ کہہ چکے، اسلام قبول کرنے کے بھی منکر حق رہے یہ ظاہری طور پر مسلمان ہونے کا اقرار تو کرتے ہیں بلاشبہ یہ اللہ کے نزدیک کافر ہی ہیں اور یہی ان کی غیر یقینی قلبی کیفیت مُنافقت کی علامت ہے یہ اپنی محفلوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا تمسخر اُڑاتے ہیں، انہوں نے ایسی بات کا قصد کر رکھا تھا جسے وہ نہ کر سکے اسلام سے پہلے یہ لوگ غربت کی زندگی بسر کر رہے تھے یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مہربانی کی کہ اُنہیں سہولتیں بہم پہنچائیں اللہ نے اُن کو رزق کی کشادگی بخشی، اس کا صلہ اُنہوں یہ دیا کہ آسودگی پانے کے بعد اسلام کے خلاف ہی سازش کرنے لگے اُنہی سے دشمنی کی، اب بھی اُن کے حق میں بہتر ہے کہ وہ توبہ کر لیں توبہ ہر جُرم کو معاف کرا دیتی ہے اگر یہ اعراض کریں تو ان کا مقدر دردناک عذاب ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور روئے زمین پر کوئی ان کا دوست ہوگا اور نہ حمایتی۔

آیت ۷۵ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے حق سبحانہٗ تعالیٰ سے میثاق عہد کر رکھا تھا کہ اگر ہمیں اپنی رحمت سے مال و دولت بخش دے تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور اللہ کے نیک بندے بن جائیں گے، مخلوقِ خدا کی بھلائی کے اُمور سرانجام دیں گے۔

آیت ۷۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ جب اللہ نے اپنے فضل سے مال عطا کیا تو کنجوسی کرنے لگے مگر کمال بے اعتنائی سے اپنے وعدے سے پھر گئے جب مال ہاتھ آیا تو مال کیا خرچ کرنا تھا بخل کی راہ اختیار کی۔

Marfat.com

فَاَعۡقَبَہُمۡ نِفَاقًا فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ اِلٰی یَوۡمِ یَلۡقَوۡنَہٗ بِمَاۤ اَخۡلَفُوا اللّٰہَ مَا وَعَدُوۡہُ وَبِمَا کَانُوۡا یَکۡذِبُوۡنَ ﴿۷۷﴾

بس اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اس دن تک ریعنی اپنی ملاقات کے روز تک، کیونکہ اُنہوں نے باری تعالیٰ سے وعدہ خلافی کی اُنہوں نے اللہ سے جھوٹا وعدہ کیا اور جھوٹ بولتے رہے۔ (۷۷)

اَلَمۡ یَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ سِرَّہُمۡ وَنَجۡوٰىہُمۡ وَاَنَّ اللّٰہَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ ﴿۷۸﴾

کیا اُنہیں خبر نہیں کہ اللہ جانتا ہے اُن کی پوشیدہ سرگوشیاں اور محض راز، بے شک اللہ تمام غیب کی باتوں سے پوری طرح باخبر ہے۔ (۷۸)

اَلَّذِیۡنَ یَلۡمِزُوۡنَ الۡمُطَّوِّعِیۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ اِلَّا جُہۡدَہُمۡ فَیَسۡخَرُوۡنَ مِنۡہُمۡ ؕ سَخِرَ اللّٰہُ مِنۡہُمۡ ۫ وَلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۷۹﴾

یہ جو عیب لگاتے ہیں مسلمانوں پر رالزام تراشی کرتے ہیں مومنوں پر جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں ان پر بھی طعنہ کستے ہیں جس کے پاس محنت مزدوری کے سوا کچھ نہیں ان پر بھی ہنستے ہیں اللہ تعالیٰ سزا دے گا اُنہیں اس تمسخر کی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (۷۹)

اِسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ ؕ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ سَبۡعِیۡنَ مَرَّۃً فَلَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰہُ لَہُمۡ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ کَفَرُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۸۰﴾

اے حبیب ﷺ! آپ ان کے لئے بخشش طلب کریں یا نہ کریں اگر آپ ستر مرتبہ بھی اُن کے لئے بخشش چاہیں گے تب بھی اللہ تعالیٰ اُن کو کبھی نہیں بخشے گا یہ اس لئے کہ اُنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا اللہ تعالیٰ فاسق ر بدکار قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔ (۸۰)

الفاظ و معانی آیت ۷۷ تا ۸۰

(فَاَعۡقَبَہُمۡ نِفَاقًا فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ) پس اُن کے دلوں میں نفاق کا اثر رکھ دیا باری تعالیٰ نے اُن کی بدعملی اور بدعہدی کے سبب، ان کے دلوں میں نفاق کو مزید پختہ کر دیا کہ وہ توبہ کرنے کی سعادت کی توفیق سے بھی محروم رہے یعنی نفاق کا جو مرض ان میں موجود تھا اس پیہم وعدہ خلافی، بدعملی کے سبب اور زیادہ بڑھ گیا۔ (اَعۡقَبَہُمۡ) ان میں اثر رکھ دیا گیا۔ اَعۡقَابٌ، اِعۡقَابٌ سے وارث بنانے کے ہیں فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

(اِلٰی یَوۡمِ یَلۡقَوۡنَہٗ) اس دن تک جس دن دیکھیں اپنے عمل یعنی ''اس کی جزاء اور وہ دن قیامت کا ہوگا''۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اول مولانا فخر الدینؒ) (اِسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ) تم بخشش مانگو اُن کے لئے یا بخشش نہ مانگو اُن کے لئے اِستغفار سے بخشش چاہنا معافی مانگنا باب استفعال سے مصدر اِسۡتَغۡفَرَ اس نے بخشش چاہی دعائے مغفرت کی، استغفار سے ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

مراد یہ ہے کہ یہ دونوں امر بے فائدہ ہونے میں برابر ہیں۔ فخر الدین رازیؒ رقمطراز ہیں کہ ''عبداللہ بن اُبی، مُنافق کا یہ طریقہ تھا کہ جب حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تو کھڑا ہو جاتا اور خوشامد کرتے ہوئے کہتا ''یہ اللہ کے سچے رسول ہیں اللہ اُنہیں عزت و نُصرت عطا فرمائے'' جب غزوۂ اُحد کے بعد اس کا نفاق واضح ہو گیا پھر کسی موقع پر اس نے کھڑے ہو کر یہی

Marfat.com

الفاظ دہرائے، حضرت عمر فاروق ؓ سے رہا نہ گیا آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اللہ کے دشمن تیرا کفر اب چھپائے نہیں چھپ سکتا۔ (بحوالہ ضیاء القرآن جلد دوم از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

(سَبْعِيْنَ مَرَّةً) ستر بار۔(فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ) تو بھی اللہ ہرگز نہ بخشے گا اُنہیں۔ مُفسّرین نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اللہ اُنہیں بخش دے گا، ستر بار سے زیادہ استغفار کرنے سے تو میں ستر بار سے زیادہ مرتبہ ان کے لئے استغفار کرتا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی، پھر رسول اللہ ﷺ نے مُنافقوں کے واسطے دعائے مغفرت نہیں کی۔ (وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ) ایسے فاسق لوگ/قوم کو ربِّ جلیل ہدایت نہیں دیتا ہدایت کا مطلب وہ ہدایت ہے جو انسان کو درکار ہے ایمان کی راہ دکھانے کے لئے، ورنہ ہدایت کا مفہوم راہ کی نشان دہی ہے اس راہ پر چلنے کے لئے اہتمام ہر اہلِ ایمان اور کافر کے لئے ہے۔ چنانچہ آیت ۳ پارہ ۲۹ تَبَارَكَ الَّذِىْ سورۃ الدھر میں ارشادِ ربی ہے:

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا

انسان کے لئے ہم نے راستے کی ہدایت میں آزادی رکھی، اب چاہے شکر کی راہ پکڑے یا کفر کی۔

تشریح و توضیحات آیت ۷۷ تا ۸۰

آیت ۷۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ مُنافقین میں سے کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے یہ عہد کر رکھا تھا کہ اگر باری تعالیٰ ہمیں مال و دولت سے نوازتا تو وہ شکرانے کے طور پر راہِ خدا میں خلقِ خدا کی بھلائی میں اپنا مال خوب خرچ کریں گے اور نیک عمل سرانجام دیں گے لیکن وعدہ مُفلسی اور فقر و فاقہ کے حالات میں تھا مگر جب دولت و ثروت ہاتھ آئی تو وعدے کی خلاف ورزی کی اور لوگوں نے کنجوسی اور بخل کو اپنا شعار بنالیا اس میں اشارہ ثعلبہ بن حاطب کی طرف ہے جس نے حضور ﷺ سے اس عہد پر دعا کرائی تھی کہ اللہ مجھ کو مال عطا کرے گا تو میں خیرات دوں گا اور عمل صالح کروں گا، رسول اللہ ﷺ کی فیض دعا کی برکت سے اس قدر مال عطا ہوا کہ اس کے پاس اس قدر بھیڑ بکریاں ہوگئیں کہ مدینہ منورہ کے جنگل میں نہ سما سکیں تو وہ مدینہ طیبہ سے اپنے مویشی لے گیا یہاں تک کہ اس نے نماز جمعہ تک ترک کردی، حتیٰ کہ زکوٰۃ لینے لوگ گئے تو اس نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کردیا اس پر یہ آیت اُتری۔ (بحوالہ تفسیر حقانی جلد دوم از عبدالحق حقانیؒ) وعدہ خلافی اور جھوٹ بولنے کے سبب اور نفاق کے سبب یہ لوگ آخر وقت تک مُنافق رہے اور بُرے انجام کو پہنچے۔

آیت ۷۸ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ کیا دعویٰ ایمان کے باوجود ان کو اس بات پر قطعی علم اور پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے بھید اور رازوں سے باخبر ہے باری تعالیٰ تمام غیب کو خوب جانتا ہے مُنافقوں کا تو یہ طرزِ عمل ہوتا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ سے عہد و پیمان کئے جاتے ہیں اور اس کے خلاف عمل کرتے ہیں یہ عادت ''غلط بیانی سے کام لیتے ہیں ان کے قول و عمل میں تضاد ہوتا ہے جھوٹ بولنا، عہدِ میثاق کے بعد عہد شکنی کرنا ان کا دستور العمل ہے امانت میں خیانت، یہ تمام افعال قبیح اور جرم ہیں باری تعالیٰ انسان کی ہر حرکت فعلِ عمل اور نیتوں تک کے حال سے باخبر ہے۔

آیت ۷۹ میں بیان کیا جارہا ہے کہ مُنافقین کی عادت طعنہ زنی ہے یہ لوگ مسلمانوں کا تمسخر اُڑاتے ہیں اور ان کا بھی

جو راہِ خدا میں دل کھول کر اللہ کی راہ میں خیرات کرتے ہیں، صدقہ دیتے ہیں، یہ تو ان کا بھی مذاق اُڑاتے ہیں جو دن بھر کی مزدوری میں کھاتے ہیں اور حسبِ توفیق اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں غزوۂ تبوک میں تیاری کا حکم ملنے کے بعد اور مال و زر سے امداد کی ترغیب پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ چار ہزار لائے اور کہا کہ نصف اہل و عیال کے لئے رکھ لیا ہے رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں دعائے برکت دی، حضرت ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ نے اڑھائی سیر چھوہارے لائے اور خدمت رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا رات بھر کی مزدوری میں پانچ سیر ملے تھے نصف گھر میں دے دیئے باقی حاضر ہیں مُنافقوں نے طعن اور ریاکاری کا اظہار کیا، صالح لوگوں کے ساتھ تمسخر بہت بڑا جُرم ہے یہ لوگ اہلِ ایمان کے صدقات کے سلسلے میں طنز کرتے، اُن پر پھبتیاں کستے، اللہ اس طعنہ زنی کے سلسلے میں اُنہیں دردناک عذاب دے گا۔

آیت ۸۰ میں بیان انداز یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اتباع اطاعت کرنے والوں کے ساتھ ''مذاق دراصل توہین رسالت ہے اور مُنافق کی سزا یقینی ہے''۔ (ماخوذ اسرار التنزیل جلد سوئم از محمد اکرم اعوان) سرکار دو عالم ﷺ سے خطاب کیا جارہا ہے کہ آپ ﷺ اُن کی مغفرت کی دعا بخششِ رحمت کریں یا نہ کریں اُنہیں یقینی طور پر عذاب ہوگا، اگر آپ ستر بار بھی بخشش طلب کریں تو بھی باری تعالیٰ اُنہیں نہیں بخشے گا یہ اس لئے کہ اُنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کیا، ''اللہ بدعہدوں کو راہ یاب نہیں کرتا''۔ (ماخوذ تدبر القرآن تفسیر از امین احسن اصلاحیؒ)

آیت ۷۷ تا ۸۰ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

مُنافقوں کا طرزِ عمل بھی کچھ ایسا تھا جو اللہ کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے خلاف تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان کے دلوں کو قیامت تک کے لئے نفاق کے مرض میں مبتلا کر دیا، نفاق جب دل میں رچ بس جاتا ہے تو عہد و پیمان کو توڑنے کا عنصر غالب آجاتا ہے تو پھر مُنافقین کو سزا دی گئی، اس لئے وہ عادتاً، فطرتاً جھوٹ بولتے تھے، قول و فعل میں تضاد رکھتے تھے، وعدہ کر کے بھول جانا ان کی عادت بن گئی، امانت میں خیانت کرنے کو اپنا شعار بنا لیا! یہ سب عمل تو جُرم کے دائرے میں آتے ہیں کیا اُنہیں خبر ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہر عمل سے باخبر ہے مخفی راز اور سرگوشیوں تک کو جانتا ہے۔

اپنے جدید معاشرے پر نظر ڈالئے! معاشرے کے تمام طبقات میں نفاق کی علامات پائی جاتی ہیں، بتائیے تو سہی! کیونکہ باہمی اتحاد اور یکجہتی کی فضا ہموار ہوسکتی ہے وہ آخر کون لوگ ہیں جو دیارِ غیر کے اشارہ پر ملّت اسلامیہ کے خلاف تخریب کاری کررہے ہیں، مقام فکر ہے خود ہمارے اندر نفاق پھیل رہا ہے کیا ہمارا یہ عمل غفلت اور تساہل ہماری معاشرتی اور تہذیبی زندگی تباہ نہیں کررہا ہے! اگر یہ درست ہے تو مُنافق کی چال سے دھوکہ نہ کھایئے!

Marfat.com

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾

خوش ہوئے، پیچھے چھوڑے جانے والے، اپنی جگہ پر بیٹھے رہنے سے، رسول اللہ ﷺ کے جہاد میں جانے کے بعد اُنہیں ناگوار تھا کہ وہ جہاد کریں کہ اپنے مال اور جان کو اللہ کی راہ میں لگادیں، اُنہوں نے کہہ دیا دوسروں سے بھی کہ اس سخت گرمی میں مت نکلو۔ اے حبیب ﷺ! آپ کہہ دیجئے! دوزخ کی آگ اس سے بہت زیادہ گرم ہے کاش! اُنہیں کچھ اس بات کی سمجھ ہوتی/شعور ہوتا!۔ (۸۱)

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

پس اُنہیں چاہئے کہ ہنسیں تھوڑا/کم اور روئیں زیادہ یہ بدلہ/سزا ہے اس کی جو وہ کماتے تھے۔ (۸۲)

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿۸۳﴾

اے حبیب ﷺ! پس وہ لے جائیں آپ کو کسی جماعت کی جانب پھر یہ آپ ﷺ سے جنگ میں نکلنے کی اجازت مانگیں تو آپ کہہ دیجئے تم میرے ساتھ ہرگز چل نہیں سکتے اور نہ میرے ہمراہ کسی دشمن سے لڑائی کر سکتے ہو! تم نے تو پہلی مرتبہ بھی بیٹھے رہنے کو پسند کیا، پس تم تو پیچھے رہ جانے والوں میں ہی بیٹھے رہو۔ (۸۳)

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾

اور ان میں سے کسی کی میت پر/اس کے جنازے کی ہر نماز ہرگز نہ پڑھنا اور نہ کھڑے ہوں ان کی قبر پر، بے شک جو اللہ اور اس کے رسول سے منکر ہوئے اور وہ مرے ہیں اس حال میں کہ وہ فاسق تھے۔ (۸۴)

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

اے محبوب ﷺ! اور ان کے مال اور اولاد پر آپ ﷺ کو تعجب نہ ہونا چاہئے اللہ یہی چاہتا ہے کہ اُنہیں دنیا میں عذاب دے، اور ان کی جان/سانس اس حال میں نکلے کہ وہ کافر ہوں۔ (۸۵)

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ کو مانو/ایمان لاؤ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو آپ سے طاقت والے/خوش حال لوگ بھی اجازت مانگتے ہیں کہ ہم کو چھوڑ دیجئے گھر بیٹھنے والوں کے ساتھ ہی پڑے رہنے دیجئے!۔ (۸۶)

الفاظ و معانی آیت: ۸۱ تا ۸۶

(فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ) خوش ہوئے جنگ سے باز رکھنے والے مُخَلَّفُوْنَ کا واحد ہے مخلف سے جس کے معنیٰ متروک یعنی جس کو چھوڑ دیا گیا ہو مُنافق تو خوش فہمی میں مُبتلا ہو گئے کہ ہم نے اپنی جان کو مصیبت میں پڑنے سے بچا لیا ہے، اُنہیں اس

Marfat.com

بات کا احساس ہی نہیں ہوا کہ وہ ایک فضیلت سے محروم رہے اور رسول اللہ کی ہمرکابی کی سعادت سے محروم رہے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس بدبختی پر افسردہ ہوتے اور قسمت برگشتہ پر کفِ افسوس ملتے، بدنصیبی تو یہ ہے کہ اُن کو اس پر اظہارِ مسرت یہ تھا کہ چلو بچ گئے۔

(بِمَقۡعَدِهِمۡ) بہ سبب اپنے جینے کے۔(خِلٰفَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ) رسول اللہ ﷺ کے خلاف۔لفظ خلاف کا مفہوم ایک تو پیچھے اور بعد کے ہو سکتے ہیں۔ابو عبید نے یہی معنیٰ بتائے ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ حضور ﷺ کے جہاد پر جانے کے بعد آپ ﷺ کے پیچھے یا آپ کی مخالفت میں مدینہ میں بیٹھے رہے۔علامہ قرطبیؒ نے فرمایا کہ خلف بمعنیٰ فسد کے بھی ہوتے ہیں اس آیت کے معنیٰ یہ ہوئے کہ''فساد برپا کرنے والے کے ساتھ بیٹھے رہو''۔(بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)

یہ مُنافق صرف خود ہی گھر نہیں بیٹھے بلکہ دیگر لوگوں کو بھی تلقین کی کہ (لَا تَنۡفِرُوۡا فِی الۡحَرِّ) گرمی کے موسم میں جہاد کے لئے نہ نکلو، مفہوم یوں سمجھئے کہ گرمی میں نہ خود گئے بلکہ مسلمانوں کو بھی روکنا چاہا۔(قُلۡ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا) کہہ دیجئے اُن سے جہنّم کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے۔(لَوۡ كَانُوۡا يَفۡقَهُوۡنَ) کاش اُنہیں شعور آگہی اے حبیب ﷺ ہوتی کہ آتشِ دوزخ کے مقابلے میں دنیا کی شدت کی گرمی کوئی حیثیت نہیں رکھتی اس بات کو صرف دانا ہی جان سکتا ہے ان نادانوں کو کیا خبر! حدیث مبارکہ میں مذکور ہے''دنیا کی یہ آگ جہنّم کی آگ کا سترواں حصّہ ہے گویا دوزخ کی آگ کی شدت دنیا کی آگ سے ۶۹ حصّے زیادہ ہے''۔(بحوالہ صحیح بخاری شریف باب صفۃ النار) (اے اللہ! ہمیں اس آگ سے محفوظ رکھ)۔

(فَلۡيَضۡحَكُوۡا قَلِيۡلًا) اُنہیں چاہئے کہ ہنسیں تھوڑا، يَضۡحَكُوۡا ضَحَاكٌ سے فعل امر اُن کو ہنسنا چاہئے امر کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔(قَلِيۡلًا) تھوڑا مطلب یہ ہے کہ ہنسیں گے تو تھوڑا رکم۔(وَّلۡيَبۡكُوۡا كَثِيۡرًا) اور چاہئے کہ روئیں بہت زیادہ، یہ خبر ہے صیغۂ امر کے ساتھ''اس وجہ سے وارد ہوئی کہ اس بات پر دلالت کرے کہ قیامت کے دن اُنہیں تھوڑا ہنسنا اور بہت رونا لازم ہے''۔(بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخر الدینؒ)

اس کا مفہوم یوں سمجھئے کہ''اس فانی زندگی کے چند روز ہنسی خوشی گذار دیں گے لیکن آئندہ آنے والی ابدی زندگی میں اُنہیں رونا ہی رونا ہے''۔(بحوالہ تفسیر قرطبیؒ)(وَقُلۡ لَّنۡ تَخۡرُجُوۡا مَعِىَ اَبَدًا) آپ کہہ دیجئے ہرگز نہ نکلو گے میرے ساتھ کبھی بھی، اگر یہ لوگ آئندہ کسی جہاد میں شرکت کا قصد بھی کریں تو چونکہ اُن کے دلوں میں ایمان نہیں! اس لئے اُن کے قول وفعل میں تضاد ہے اگر درحقیقت وہ جہاد میں شرکت کے لئے کہیں تو اُنہیں جہاد میں شریک ہونے سے روک دیا جائے کہ تم پہلی بار جہاد میں نہیں گئے اس لئے شرکت کی اجازت نہیں!۔

(اِنَّكُمۡ رَضِيۡتُمۡ بِالۡقُعُوۡدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ) بے شک تم راضی ہوئے ساتھ بیٹھ رہنے کے اور خلاف کرنے کے پہلی بار یعنی غزوۂ تبوک میں۔(رَضِيۡتُمۡ) تم راضی ہوئے، رَضِیَ سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، قواعد کے لحاظ سے۔(وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ) اور نہ پڑھئے کسی کی نماز جنازہ مُنافقوں میں سے جو مرے۔(اَبَدًا) کبھی بھی۔(لَا تُصَلِّ) لائے نہی ہے (تُصَلِّ) تو نماز پڑھ۔تَصۡلِیَه سے معنی نماز پڑھنے اور دعا کرنے کے آتے ہیں فعل نہی کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔(وَلَا تَقُمۡ عَلٰى قَبۡرِهٖ) اور نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر، دفن، زیارت یا دعا استغفار کے واسطے۔تَقُمۡ تو کھڑا ہو۔ قَامَ

Marfat.com

یقُوْمِ ہ سے نہی کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے۔ (وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ) اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے قرآن کی۔ (اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ) ایمان لاؤ اللہ پر۔ (وَجَاھِدُوْا مَعَ رَسُوْلِہٖ) اور جہاد کا عزم عمل کرو اس کے رسول ﷺ کی معیت میں (اسْتَاْذَنَکَ) اجازت چاہتے ہیں آپ ﷺ سے باز رہنے میں۔ (اُولُوا الطَّوْلِ مِنْھُمْ) مال اور قدرت والے منافقوں میں سے۔ اُولُوا الطَّوْلِ کا مفہوم صاحبِ حیثیت اور دولت مند طبقے ہیں اُن کے پاس اللہ کا دیا ہوا سب کچھ تھا۔

تشریح وتوضیحات آیت ۸۱ تا ۸۶

آیت ۸۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کی نافرمانی بہت بڑی بدنصیبی ہے مُنافقوں کا تو یہ حال تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت سے جی چُرا کر خوش فہمی میں مُبتلا تھے ہمیں امان مل گئی، مال بھی بچا، جان کو بھی تکلیف نہیں پہنچی۔ حقیقت احوال تو یہ تھی کہ اُنہیں راہِ خدا میں جان و مال کو خرچ کرنا، کسی طرح گوارا ہی نہ تھا گناہ سرزد ہو جانے کا اثر یہ بھی نکلتا ہے کہ نیکی کی سعادت حاصل کرنے کی دل میں جگہ نہیں رہتی بلکہ دوسروں کو فریب کاری میں ملوث ہونے کی تلقین کرتے ہیں کہ اس شدّت کی گرمی میں مت جاؤ، گھر سے مت نکلو، سفر طویل ہے جھلسا دینے والی گرمی ہے ان مُنافقوں کی ایک صفت مشترکہ طور پر تھی کہ جہاد پر جانے والوں کی حوصلہ شکنی کرتے تھے۔ باری تعالیٰ نے فرمایا اس گرمی کا علاج تو تم نے جان لیا، سوچو! کیا مگر اس کے بدلے میں جہنّم کی آگ جو اس سے بہت زیادہ گرم ہوگی اس کا تمہارے پاس مداوائے علاج کیا ہے، دنیا میں تو گرمی سے بچنے کے لئے چھاؤں میں بیٹھ جاؤ گے، دوزخ میں دائمی آتش کا سامنا ہے مُنافقین کا تو احوال یہ ہے کہ بُرائی اور عیب کے کام کرنے میں اُنہیں لُطف آتا ہے نیکی کرنے سے دور بھاگتے ہیں لیکن ان لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ جہنّم کی آگ بہت زیادہ ہے اس کی مشکلات بہت دردناک اور ہیبت ناک ہیں خود کو مصیبت میں ڈالنے کے لئے کیوں کوشاں ہیں یہ بدنصیب لوگ اُنہیں سوچنا چاہئے کہ گُناہ ایسا کون سا ہے جو بخشوانے سے نہ بخشا جائے۔ (بحوالہ تفسیر عثمانی جلد اوّل از شبیر احمد عثمانیؒ)

قرآن تو دعوت فکر و عمل دے رہا ہے کہ کاش یہ لوگ کچھ سمجھتے! چنانچہ آیت ۶۴ سورۃ نساء پارہ ۵ وَالْمُحْصَنٰتُ میں ارشادِ ربّی ہے:

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا

اور ایسے لوگ جو خود اپنے آپ پر ظُلم کرتے ہیں اگر آپ ﷺ کے پاس آتے اور اللہ سے اپنے گُناہوں کی معافی طلب کرتے، اور رسول اللہ ﷺ پھر اللہ تعالیٰ سے اُن کے حق میں مغفرت کی دعا کرتے تو یہ لوگ باری تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے۔ (آیت ۶۴ سورۃ نساء)

آیت ۸۲ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ بس اُنہیں چاہئے کہ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ اپنے کئے ہوئے کی پاداش میں جس نوعیت سے کہ وہ لوگ کام سرانجام دے رہے ہیں تقاضائے عمل تو تھا کہ بہت کم ہنستے اور اشکبار ہوتے زیادہ، اگر آج اُن کی عقلِ سلیم یہ سمجھنے سے قاصر ہے تو قیامت میں یہی کچھ اُنہیں کرنا ہوگا کیونکہ "وہ اپنے کرتُوتوں کا بدلہ پا کر رہیں گے"۔ (ماخوذ تشریح القرآن از عبدالکریم پاریکھ) جو لوگ حزب اللہ پر ہنسی اُڑا کر راحت محسوس کر رہے ہیں عنقریب اُنہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس کا انجام کیا ہے! مدتوں آتشِ جہنّم میں پڑے ہوئے روتے رہیں گے کسی صورت بھی اس سے چھٹکارا نہ ہوگا۔ سید قطب شہیدؒ نے کیا خوب لکھا ہے "اور آخرت میں ہمیشہ کے لئے رونا ہوگا اور جو جیسا کرے گا ویسے بھرے گا یہ نہایت ہی منصفانہ جزا ہے"۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن جلد سوم)

Marfat.com

آیت ۸۳ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ دعوتِ اسلامی کی تحریک اور اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے نہایت حوصلہ مند، راست باز، اور سلیم الفطرت لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کے ارادے مصمم ہوں، جن میں فکر انگیز صلاحیت ہو اگر راحت طلب، عیش پسند لوگ ان میں شامل ہوجائیں تو مشکلات کی گھڑی میں ایسے لوگ انتشار کا موجب بنتے ہیں اس لئے کہ حضورِ اکرم ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ ان لوگوں کو اسلامی صفوں میں نہ شریک کیا جائے جب آپ سے یہ لوگ کسی غزوہ میں شریک ہونے کے لئے اجازت طلب کریں تو آپ انکار کردیجئے کہ تم لوگ میرا ساتھ دینے والے بن کر نہیں نکل سکتے! تم انہی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو، چونکہ میری ہمرکابی کی سعادت سے ہمیشہ کے لئے محروم کردیئے گئے اس لئے اب میرے ہمراہ چلنے کی تمنّا کرو اور نہ آرزو کرو میرا ساتھ دینے کی کیونکہ خُلوص جیسی عظیم سعادت سے تم محروم ہوگئے اب تمہارے مقدّر میں توفیق جہاد نہیں پہلے تم میری اتباع کے بجائے پیچھے رہ کر نافرمان ہوگئے اب اُنہیں کے ساتھ رہو اور اپنا انجام بھگتو!۔

آیت ۸۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ مُنافقوں کی نمازِ جنازہ نہ پڑھائی جائے اور نہ اُن کی قبر پر کھڑے رہیں اس لئے کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کُفر کیا یہ "لاعمل فاسق تھے" اُن کی موت ایمان پر نہیں کُفر پر ہوئی۔ "لہٰذا یہ پیغمبر ﷺ کی دعاؤں کا زادراہ لے کر اپنے آخری سفر پر روانہ نہ ہوسکے"۔ (ماخوذ تدبر القرآن از امین احسن اصلاحیؒ) اس آیت کے نُزول کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مُنافقوں کی نمازِ جنازہ پڑھانا یا اُن کے حق میں استغفار کرنا چھوڑ دیا لیکن آپ کی زندگی کے بعد کسی پر نفاق کا فتویٰ لگانا بہت مشکل کام ہے کیونکہ دلوں کے احوال تو اللہ ہی جانتا ہے (بحوالہ تیسیر القرآن جلد دوم از عبدالرحمن کیلانیؒ) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ احتیاطاً ایسے شخص کا جنازہ نہ پڑھتے تھے جس کی نماز میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ شریک نہ ہوں۔

آیت ۸۵ میں اظہارِ بیان یوں ہے کہ تم مُنافق لوگوں کے مال وزر، اور اُن کی اولاد کو کچھ توقیر اور وقعت نہ دو، اللہ چاہتا ہے کہ ان تمام اموال اور اعمال کے سبب دنیا میں اُن کو عذاب سے ہمکنار کرے اور حالتِ کُفر میں ہی ان کی جانیں نکل جائیں۔ تحریک اقامت دین کے لئے ہمہ گیر لائحہ عمل ہدایت ہے کہ کسی کی دولت وثروت سے متاثر ہوکر اس کو اعزاز توقیر نہ دیا جائے کیونکہ مال ودولت کی کثرت اللہ کے ذکر سے انسان کو غافل کردیتی ہے، پھر انسان میں تکبّر کا مادّہ بھی پیدا ہوجاتا ہے جس کا نتیجہ رُسوائی اور ذِلّت ہے بات یہ ہے کہ مدینہ میں زیادہ تر مُنافق دولت مند تھے اور ان مُنافقوں کا مطمع نظر دنیاوی مفاد تھا اولاد و مال ودولت کی فراوانی تھی اب اُن کے لئے مُشکل مرحلہ یہ پیش آیا کہ ان کی اولادیں مسلمان ہوگئیں اُن نظریاتی اختلاف نے اُن کو اپنی اولاد کے سامنے رُسوا کردیا، اس طرح باری تعالیٰ نے اُن کو اُن کی اولاد ہی کے سبب دنیا میں سزادی، وہ آغوشِ موت میں آگئے اور نفاق اور تذلیل کے ساتھ دنیا سے رُخصت ہوئے۔

آیت ۸۶ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا حق ادا کرو اور اللہ کے رسول کے ہمراہ عزم جہاد کی طرف مائل ہو تو ان میں سے صاحبِ ثروت اجازت کے طلب گار ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجئے ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ ہی رہیں گے، یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے حیلے بہانے کرکے پیچھے رہنے کو مقدم جانا ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ طبقہ پیچھے رہ جانے والوں کا ساتھ نہ دیتا کیونکہ اُن کے پاس اللہ کا دیا سب کچھ تھا سوائے توفیق عمل کے۔

Marfat.com

رَضُوْا بِاَنْ یَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾

انہیں پسند آیا / خوش ہوئے پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہ جانا، مہر ثبت ہوگئی اُن کے دلوں میں وہ تو اب کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ (۸۷)

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الْخَیْرٰتُ ؗ وَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾

لیکن رسول اللہ ﷺ اور اُن کے ساتھ جو ایمان لائے اُنہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے تمام تر بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ کامرانی وفلاح پانے والے ہیں۔ (۸۸)

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۸۹﴾

اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے بہشتیں تیار کر رکھی ہیں، اُن کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں رواں دواں / جاری ہیں اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔ (۸۹)

الفاظ ومعانی آیت ۸۷ تا ۸۹

(رَضُوْا) خوش اور راضی ہوئے۔ (یَكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ) کہ وہ ہو جائیں ساتھ عورتوں اور پیچھے رہنے والوں کے ساتھ۔ (وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ) اور مُہر لگادی گئی اُن کے دلوں پر نفاق سے، یہ اُن کی کم عقلی اور نادانی کی علامت ہے کہ جب اُنہیں باری تعالیٰ نے ایمان کو جِلا بخشنے، اپنے گناہ کو معاف کرانے کا موقع عنایت کیا تو اس میں اُنہوں نے استفادہ نہیں کیا، ابرِ کرم آیا رحمت کی گھٹا چھائی اور سوکھے کھیتوں کو سرسبز وشاداب کر کے چلی گئی لیکن اُنہیں اپنی غفلت کی تلافی کرنے کا موقع نہیں ملا، دلوں پر مُہر لگ جانا تسلسل گناہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔

(فَهُمْ یَفْقَهُوْنَ) پس وہ نہیں سمجھتے اس انوارِ سعادت کو جو جہاد میں ہے۔ (اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الْخَیْرٰتُ) اُنہی لوگوں کے واسطے نیکیاں ہیں دونوں جہان میں، ''دنیا میں غنیمت اور نُصرت عقبیٰ میں بہشت اور کرامت''۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل از مولوی فخرالدینؒ) (وَهُمُ الْمُفْلِحُوْنَ) اور یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں اور مقصود کو پہنچنے والے ہیں۔ (اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ) اللہ نے اُن کے لئے جنت تیار کی ہے۔ (تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا) جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ (ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمِ) یہی رستگاری بڑی کامیابی ہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۸۷ تا ۸۹

آیت ۸۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ اُنہوں نے پسند کیا پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ رہنے میں، اُنہیں تو خوشی ہے کہ وہ تکلف اور دُکھ سے نجات پاگئے اور راحت وسکون سے بیٹھے ہیں مگر حقیقت احوال تو یہ ہے کہ اُن کے گناہوں کی پاداش میں اُن کے دلوں پر مُہر لگادی گئی ہے یہ ''سود وزیان کی سمجھ ہی کھو بیٹھے ہیں''۔ (بحوالہ اسرار التنزیل جلد سوم از محمد اکرم اعوان) اللہ تعالیٰ ہر انسان کو زندگی میں ایک موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ کوتاہیوں کا مداوا کرسکے کچھ ایک بدنصیب ایسے بھی ہیں جو اس سنہری موقع سے فائدہ اُٹھانے سے قاصر رہتے ہیں۔

Marfat.com

آیت ۸۸ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ جولوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایمان لائے اور اپنے جان و مال سے جہاد فی سبیل اللہ کرنے کی سعادت سے سرفراز ہوئے اُن کے لئے ہی دین و دنیا میں بھلائیاں، راحت وسکون اور عزّت ہے وہی دنیا و آخرت میں فلاح وصلاح کے مستحق ہیں۔

آیت ۸۹ میں بیان کیا جارہا ہے کہ جولوگ اپنی زندگانی اورعملِ زندگی کوغلبہ اسلام کی کوشش میں صرف کرنے پر منہمک ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جنت تیار کی ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں باغات ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور عظمت انسانی کی حقیقی اور دائمی کامرانی ہے یہ عظیم مدارج کی سمت کامیابی کی بڑی راہ ہے ایسے لوگ حیات دائمی کی طرف مسرّت وانبساط سے ہمکنار ہوں گے۔

آیت ۸۷ تا ۸۹ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

گرچہ اس حقیقت سے کیا انکار کہ مال ودولت، عظمت وشوکت جمال، خوش حالی اور آسودگی، اللہ کی عطا کردہ ایک نعمت ہے مگر یہ تمام شہرت، عزّت، مال ومتاع حق سبحانہٗ تعالیٰ کے احکامات کوتسلیم کرنے میں رکاوٹ کا سبب بن جائیں تو یہی عمل فتنہ اور عذاب کا مُوجب قرار پاتی ہے، بھلا نفاق کی بیماری قلب وروح میں سماجائے اور عیش وعشرت کے لمحات بھی عمرِعزیز کونصیب ہوجائیں تو مُنافق کو مال ودولت خرچ کرنا اللہ کی راہ میں کیونکر گوارہ ہوسکتا ہے! بھلا اُسے کیا ضرورت کہ جہاد کے لئے سفر کی صعوبتیں برداشت کرے، حیلہ بہانہ، معذرت کرنا ایک عادت بن جاتی ہے، مُنافق کی اس عادت کومُہر ثبت کرنے سے تعبیر کیا ہے۔ عجیب حال ہے ان کا، ترغیب جہاد دی جائے توکسی طرح اثر قبول نہیں کرتے، اپنی بزُدلی اور بےغیرتی پر نادم ہونے کے بجائے، جہاد میں جانے کے بجائے پیچھے جانے کوترجیح دیتے ہیں اور اپنی اس شرمناک حرکت پرخوش ہوتے ہیں۔

کامیاب اور کامران تو وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے پر ایمان لائے، اپنے مال وجان سے جہاد کیا، یہ خوش نصیب لوگ ہیں اور دنیا وآخرت میں ان کے لئے کامیابی مقدر ہے۔

جولوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور اپنی اولادوں کوبھی اللہ کی راہ میں قربان ہونے کی تلقین کرتے ہیں یہی لوگ مُراد پانے والے ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے دنیا وآخرت میں اللہ نے جنتیں تیار کررکھی ہیں وہ ہمیشہ کے لئے مسرّت وانبساط کے لمحات گذاریں گے۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾

اور آئے عرب کے بدو بہانے تراشنے والے، اُنہوں نے عذر پیش کیا کہ اُنہیں اجازت / رُخصت مل جائے اور وہ بیٹھے ہی رہیں وہ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا تھا اب ان میں سے جتنے بھی کافر ہیں عنقریب ان کو دردناک عذاب پہنچے گا۔(۹۰)

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾

ضعیفوں، بیماروں، کمزوروں پر کوئی حرج نہیں، یا وہ لوگ بھی جو شرکت جہاد کے لئے راہ نہیں پاتے / یا جو خرچ کرنے کا مقدر نہیں رکھتے ان لوگوں کو بھی رُخصت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیر خواہی کرتے ہیں۔ ایسے نیک لوگوں پر الزام نہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔(۹۱)

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ۭ

اور اُن لوگوں پر بھی کوئی نہ حرج / اور اعتراض کا موقع ہے جو آپ کے پاس حاضر ہوئے اور سواری طلب کی تو آپ نے جواب میں فرمایا "میں تمہاری سواری کے لئے کچھ بھی نہیں پاتا میں کہ تمہیں سوار کروں تب وہ واپس لوٹتے ہیں افسوس کے ساتھ کہ رنج و غم سے اُن کی آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں کہ اُنہیں خرچ کرنے کے لئے کچھ مال بھی میسّر نہیں!۔(۹۲)

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

بلاشبہ! الزام تو اُن لوگوں پر ہے جو باوجود صاحبِ ثروت / مال دار ہونے کے، آپ سے بہانہ بنا کر اجازت طلب کرتے ہیں اور وہ خانہ نشین کا ساتھ دینے پر راضی ہوئے اُن کے دل پر اللہ نے مُہر ثبت کر دی ہے وہ کچھ نہیں جانتے! اللہ کے پاس اس روش کا کیا انجام نکلنے والا ہے۔(۹۳)

الفاظ و معانی آیت ۹۰ تا ۹۳

(وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ) اور آئے غزوۂ تبوک کی طرف توجہ کرنے کے وقت عذر کرنے والے، معذرون جس کے پاس کوئی اصلی عذر نہ ہو۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ) (مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ) تا کہ اُنہیں بھی رُخصت مل جائے، رُخصت طلب کرتے ہیں پیچھے رہ جانے کے لئے کہ جہاد یعنی غزوۂ تبوک میں جانا نہ پڑے، گرمی اور افلاس کے دور کی لڑائی اور مقابلے میں قیصر روم تھا اس کی ہیبت ان کم اعتقادوں کے دلوں پر طاری تھی یہ ایک کڑے امتحان کی ساعت تھی، اہلِ ایمان جن کا ایمان عزم مصمم تھا اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ جانثاروں کے لئے آمادہ ہو گئے ان دیہاتی بہانہ ساز میں اسد اور غطفان بھی تھا تو اُنہوں نے قلّت مال اور کثرت کا بہانہ عذر پیش کیا، اس کے علاوہ مُنافقین بھی تھے جن کی دو قسمیں تھیں ایک تو وہ جن کو دعوتِ جہاد ملی تو غلط رجھوٹے حیلے يُؤْذَنَ، اَذِنَ سے فعل مضارع مجہول اجازت دی جائے مضارع منصوب واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ گھر میں بیٹھ رہنے کی اجازت مانگنے لگے۔ دوسری قسم ان مُنافقین کی جنہوں نے حکم جہاد کی تلقینِ عمل سُنی

Marfat.com

تو بے نیازِ عمل ہو کر گھروں میں رہنا ہی پسند کیا اور اپنے فخر و تکبّر میں کھو کر اتنا بھی لحاظ نہ کیا کہ کوئی عذر پیش کرتے ۔ایسے ہی فخر و انبساط اور کُفر و عناد میں رہنے والوں کے لئے فرمایا کہ آخر دم تک اُنہیں دائمی دردناک عذاب میں مُبتلا کر دیا جائے گا۔ دنیا میں عذاب پہنچے گا قتل کے سبب اور آخرت میں جلنے کے باعث۔

(سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ) سَيُصِيْبُ. اَصَابَةٌ مصدر سے پہنچے گا واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے ۔(اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ) خیر خواہی کریں اللہ اور اس کے رسول کے واسطے ،نُصح اصلاح ،نَصَحُوْا ،وہ خلوص رکھیں، یانیت خالص کرنا ہے۔جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق ۔(اِذَا مَآ اَتَوْكَ) جب آئے آپ کے پاس اور درخواست کی ۔اَتَوْكَ وہ آپ کے پاس آئے اَتَوْا فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

(لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ) آپ اُنہیں سوار کریں آپ نے کہہ دیا کہ تمہارے سوار کرانے کو میرے پاس تو کچھ نہیں !(اَحْمِلُكُمْ) کہ میں تمہیں سوار کروں جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق ۔(اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ) الزام تو ان لوگوں پر ہے جو اجازت کے طلب گار ہیں حالانکہ وہ غنی اور صاحب ثروت ہیں۔ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ. اِسْتِيْذَان مصدر سے ،وہ اجازت مانگتے ہیں مضارع مرفوع جمع مذکر غائب ۔زادِراہ اور سواری اُن کے پاس تیار ہے ۔(وَطَبَعَ اللّٰهُ) اور مُہر کردی اللہ نے (عَلٰى قُلُوْبِهِمْ) اُن کے دلوں پر (فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ) پس وہ نہیں جانتے اپنا انجام، اپنی عقوبت اور عاقبت جو بہت جلد اس نافرمانی کا نتیجہ ہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۹۰ تا ۹۳

آیت ۹۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ کفار اور مُنافقوں میں کچھ صحرائی علاقوں کے دیہاتی بہانے باز ایسے بھی تھے جن سے بیشتر نے اسلام کی بڑھتی صورت حال کو دیکھ کر، مرعوب ہو کر اس کی سیاسی سیادت کو تو مان لیا تھا لیکن اسلام کی تعلیمات ان کے ذہنِ رسا کے اندر رَچ بَس نہ تھی اس لئے جہاد کے لئے تیار نہ تھے اُن کے دلوں میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے عناد اور کُفر تھا وہ خود اپنی تباہی و بربادی کے سامان کر رہے تھے اُنہوں نے جھوٹ بولا تھا اللہ اور اس کے رسول سے اس لیے اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

آیت ۹۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ کمزور ضعیف اور بیمار وہ لوگ جن کے پاس جہاد میں شریک ہونے کے لئے خرچ نہیں ہے تو کوئی بات نہیں !اصل شرط تو یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے خیر خواہ ہوں گے گویا جہاد میں شرکت کے لئے تین طرح کے لوگ مستثنیٰ قرار دیئے گئے ہیں۔

۱)......اوّل ایسے معذور اور ناتواں کہ جہاد پر جانے کے قابل نہ ہوں۔

۲)......دوئم ایسے مریض جو اس وقت جہاد پر شرکت سے قاصر ہوں یا ایسے تیمادار بھی اس میں شامل ہیں جن کا مریض کے پاس رہنا ضروری ہو، غزوۂ بدر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ صرف اس وجہ سے شرکت نہ کر سکے کہ ان کی زوجہ جو رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی تھیں سخت علیل تھیں اور جب مجاہدین واپس آئے تو آپ ؓ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔

ع　خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

۳)......سوئم وہ لوگ جن کے پاس جہاد کے لئے خرچہ نہ ہو اس لئے اس دور میں مجاہد کے لئے یہ لازم تھا کہ اپنی سواری اسلحہ اور زادِ راہ خود بندوبست کرے، جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ نہ ہوں ان کا کوئی بھی عذر قابلِ قبول نہیں ہوگا اسی طرح کے لوگ مُنافق ہیں۔ کچھ لوگوں نے عذر پیش کیا اور کچھ نے نہ آنے کی وجہ بتانے کی زحمت بھی گوارہ نہیں کی اور اپنے مقام پر بیٹھے رہے، البتہ عامر بن عقیل کے قبیلے والوں نے یہ عذر بتایا کہ اگر ہم جہاد کے لئے نکلے تو عرب کے بدو ہمارے مویشیوں اور ہماری اولاد پر ٹوٹ پڑیں گے۔ (بحوالہ ابن جریر)

آیت ۹۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ اِن لوگوں پر بھی کوئی گناہ نہیں جن کے پاس جہاد میں شمولیت کے لئے سواری نہیں اور وہ آپ ﷺ کے پاس سواری طلب کرنے حاضر خدمت ہوتے ہیں لیکن اے محبوب! آپ کے پاس بھی ان کی سواری کے لئے کچھ نہیں اور وہ حضرات لوٹتے ہیں اس حال میں کہ ان کی کیفیت یہ ہے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اس غم سے کہ کاش ہمارے پاس کچھ ہوتا ہم راہِ جہاد میں اس کو صرف کرتے۔ ضعیفوں، معذور اور بیمار لوگوں پر کوئی گناہ نہیں کہ اگر وہ خرچ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے البتہ اُنہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا خیر خواہ ہونا چاہئے نیک اُمور سرانجام دیں'' جنگ میں شریک نہ ہونے پر کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ (بحوالہ تشریح القرآن از عبدالکریم پاریکھ) اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

آیت ۹۳ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ الزام تو بس اُن پر ہے جو رُخصت طلب کرتے ہیں حالانکہ صاحبِ ثروت ہیں گھر میں عورتوں کے ہمراہ بیٹھے رہنا پسند کرتے ہیں، یہ بدنصیب لوگ ان نعمتوں کو پہچاننے سے قاصر ہیں۔

الحمدللہ پارہ ۱۰ کی تفسیر مکمل ہوئی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

Marfat.com

عذر ہائے من پذیر

سورۃ الانفال پارہ (۱۰) وَاعْلَمُوْٓا کے مطالعہ کی روشنی میں آیت ۴۱ تا ۹۳

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ

اور جان لو! کہ جو کچھ بطورِ غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے ہے۔

سورۃ الانفال آیت ۴۱ تا ۴۴ کا خلاصہ

☆ اُمّتِ مسلمہ کے لیے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا ☆

اے راہِ حق کے طلب گارو! اُمّت مسلمہ کے لئے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا۔ مالِ غنیمت وہ مال ہے جو خالص اللہ کی طرف سے بطورِ انعام ملا، آپ ﷺ کے لیے اور آپ ﷺ کی اُمّت کے لئے، اَموالِ غنیمت کا پانچواں حصّہ اللہ اور اس کے رسول کا باقی ماندہ ۵/۴ حصّہ مجاہدین کا ہے، مالِ غنیمت کی تقسیم کا کلّیہ یہ ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کا پانچواں حصّہ تھا اس کے پانچ مصارف بیان ہوئے ہیں (۱) اپنی ذات پر۔ (۲) ان رشتہ داروں پر یعنی بنی ہاشم، بنی مطلب پر جنہوں نے اللہ کے کام پر آپ کی فتح و نُصرت میں مدد دی اور اسلام کی خاطر آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔ ان لوگوں کے لیے زکوٰۃ کا مال لینا ممنوع قرار دیا گیا۔ (۳) یتیموں پر۔ (۴) حاجت مند مسلمانوں پر۔ (۵) مسافروں پر۔ پھر جو چار حصّے باقی رہ جائیں ان کو لشکروں پر تقسیم کر دیا جائے۔ ''بعض علماء کا خیال ہے'' آپ کی وفات کے بعد، آپ ﷺ کا اور آپ کے قرابت داروں کا حصّہ ختم ہوا''۔ (بحوالہ تیسیر القرآن جلد دوئم از عبدالرحمٰن کیلانیؒ)

☆ حق غالب رہا اور باطل کو شکست ہوئی، غزوۂ بدر فیصلہ کُن معرکہ تھا ☆

اے نورِ شوق کے متوالو! اگر تمہیں باری تعالیٰ کے ساتھ ایمان کی سعادت نصیب ہے اور اس غیبی امداد پر یقین ہے جو ربِّ جلیل نے اپنے محبوب بندے پر اس روز نازل کی تھی جو فیصلہ کا دن تھا یعنی ''یوم الفرقان'' جس نے ہر طرح سے فرق نمایاں اور عیاں کر دیا کہ حق غالب رہا اور باطل کو شکست ہوئی غزوۂ بدر حق و باطل میں فیصلہ کُن معرکہ تھا، غزوۂ بدر میں قریش کا تجارتی قافلہ ساحل سمندر کے کنارے، مکۃ المکرمہ کی طرف جا رہا تھا اس قافلہ کے مال پر قبضہ کرنا مقصود تھا، لیکن وہ تو بچ کر نکل گیا، کافر مسلمانوں کے مقابلے کے لیے آئے، اس طرح دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوگئی یہ سب کچھ اللہ کی مشیت کے مطابق ہو رہا تھا۔

اے طالبِ حُسن و سُرور! یہ بھی باری تعالیٰ کی مدد کی ایک شکل تھی کہ قریش میں جب حضور اکرم ﷺ گریہ زاری کے ساتھ کامیابی و کامرانی کی خاطر دستِ دعا بڑھایا تو آپ ﷺ پر نیند کا غلبہ طاری ہوا۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں کافروں کی تعداد کم دکھائی اس سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے، اللہ سب جانتا ہے کہ کس چیز سے دلوں میں عزم، ہمت اور شجاعت پیدا ہوتی ہے اور کس بات سے احساسِ نامرادی۔ جب مسلمانوں نے عزم اور حوصلے سے دلیرانہ حملے کیے تو فرشتوں کا لشکر مدد کو آیا اس وقت کافروں کو مسلمان دُو گنے نظر آنے لگے۔ چنانچہ آیت ۱۳ سورۂ آلِ عمران پارہ تِلْكَ

سورۃ الانفال آیت ۴۱ تا ۴۴ کا خلاصہ

Marfat.com

الرُّسُل میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ

ایک جماعت تو اللہ کی راہ میں لڑ رہی تھی اور دوسرا گروہ کفار کا تھا، وہ اُنہیں اپنی آنکھوں سے دُگنا دیکھتے تھے۔

☆معرکہ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن☆

اے طالبِ حُسن و عشق! جب کسی گروہ سے تم برسرِ پیکار ہو تو ثابت قدم رہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرو یہی کامیابی کی راہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ''دشمن سے مقابلے کی آرزو مت کرو اگر مڈبھیڑ ہو ہی جائے تو پھر پوری ہمت اور ثابت قدمی سے مقابلہ کرو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ (بحوالہ بخاری شریف کتاب الجہاد)

اللہ کے ذکر کی تاثیر یہ ہے کہ ذکر اللہ میں مشغول رہنے سے طمانیت قلب اور صبر کی عادت، استطاعتِ عمل میں اضافہ ہو جاتا ہے ''معرکہ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن'' شاعر مشرق کی زبان میں، معرکہ حق و باطل کی سرفرازی کے لیے کلیدی صفت یہ ہے کہ جہاد کے ہر مرحلے میں دل ہی دل میں کثرت سے اللہ کا ذکر، دعا، تکبیر، نماز کا اہتمام اور توکل اور اطاعت اللہ، اطاعت رسول یہی کامیابی کا راز ہے، ذکر قلبی عمل کی اساس فراہم کرتا ہے۔ ذکر اللہ کے بارے میں آیت ۲۸ سورہ رعد پارہ ۱۳ وَمَا اُبَرِّئُ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللّٰهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾

جو لوگ ایمان لاتے ہیں اُن کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کے ذکر ہی سے دل اطمینان پاتا ہے۔ (آیت ۲۸)

جب انسان اللہ جل جلالہٗ کی یاد، ذکر میں لگ جاتا ہے تو وہ کیے ہوئے عیوب پر اظہارِ پشیمان کرتا ہے، پھر اس کا نفس اس کی برائیوں پر ملامت کرنے لگتا ہے اور جب انسان کو یہ توفیق مل جاتی ہے تو وہ ذکر اللہ کی کثرت کرتا ہے چنانچہ آیت ۲۷، ۲۸ سورۃ الفجر پارہ ۳۰ عَمَّ میں اللہ کا فرمان ہے ''يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ'' ''اے اطمینان پانے والی روح! جب انسان کا نفس نیک عمل کی ترغیب دینے لگتا ہے تو وہ راہِ ہدایت پر چلنے اور ذکر اللہ میں سکون اور فرحت محسوس کرتا ہے۔ آیت ۲۸ میں بیان ہے ''ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً'' ''چل تو اپنے ربّ کی طرف اس حال میں کہ تو اللہ سے راضی اور اللہ تجھ سے راضی۔

☆اللہ کی رضا، اطاعتِ رسول پر منحصر ہے☆

اے نور و شوق کے متوالو! اللہ کی فرمانبرداری کے درجہ کمال کو پانا ہے تو اطاعتِ رسول کو اپنی زندگی کا ماحصل بنالو! کیونکہ اللہ کی رضا، اطاعتِ رسول پر منحصر ہے، آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ بکھر جاؤ گے! باہم اعتماد کا فقدان، باعثِ اختلافِ رائے کا موجب ہوتا ہے، اختلافِ رائے کا شکار ہو گئے تو پست ہمتی بڑھ جاتی ہے اور شیطان اپنی چال چلنے میں قدرے کامیاب ہو جاتا ہے، جب فخر و انبساط، ریا اور تکبر آ جائے تو انسان دلیل حق کی کوشش میں منہمک ہو جاتا ہے،

سورۃ الانفال آیت ۴۸ تا ۴۵ کی ۶۴ کا خلاصہ

سورۃ الانفال آیت ۴۸ تا ۴۵ کی ۶۴ کا خلاصہ

Marfat.com

شیطان ایسے حیلے بہانے بناتا ہے کہ بُرائی بھی بُرائی نظر نہیں آتی، بلکہ بھلائی دکھائی دیتی ہے، لشکر کفّار تو شان وشوکت کا مظاہرہ کرنے میں لگے تھے، راستہ میں اُنہیں ابوسفیان کا یہ پیغام مل چکا تھا کہ قافلہ خطرے سے بچ نکلا ہے تم لوگ واپس جاؤ لیکن ابوجہل تکبّر کے نشہ میں چُور محفلِ طرب ونشاط سجانے کی آرزو دل میں رکھتا تھا رقص وسرور، حش وحرکت اور اندازِ تکبّر وریا، یہ سب جاہل اقوام کی مذموم طرزِ عمل ہے گوکہ چند سرداروں نے ابوجہل کو جنگ سے روکا بھی مگر جب وہ پندار اور غُرور آجائے تو لڑائی روکنے والوں کو بُزدلی کے طعنے ملتے ہیں آخر کیا ہوا اللہ کی مشیت پوری ہوگئی اور ابوجہل کو عذاب سے دوچار ہونا پڑا اور وہ ذِلت کی موت مرا۔

☆ ”آئین جواں مردی حق گوئی وبے باکی“ مؤمن کا شیوۂ عمل ہے ☆

اے طالبِ حُسن وسُرور! ”آئین جواں مردی حق گوئی بے باکی“ مؤمن کا شیوۂ عمل ہے، مسلمانوں کی قلیل تعداد اور بے سروسامانی میں اپنے سے کئی گنا بڑے لشکر سے دلیری اور جرأت سے مقابلہ کرنا دیکھ کر منافقین پر گراں گذرا اور وہ کہنے لگے مسلمانوں کو ان کے دین نے فریب میں ڈال رکھا ہے حالانکہ باری تعالیٰ نے جواب دیا کہ یہ مسلمانوں کا فریب نظر نہیں، بلکہ کائنات کے رنگ وبُو کے لوگوں کو اس بات کا احساس نہیں کہ اللہ کی ذات پر ایمان کامل ہوجائے اللہ اپنے پر بھروسہ کرنے والوں کو بے سہارا نہیں رکھتا، مغربی تہذیب کے تازہ واردان بساط ہوائے دل جو مغربی معاشرہ پر فدا ہیں انہیں خبر ہی نہیں! کُفر کا، آخر کار انجام دو عالم کا عذاب ہے، اہلِ کُفر اللہ کے عذاب کی گرفت سے نکل کر بھاگ نہیں سکتے جو لوگ اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں وہ دوجہانوں میں امان پاتے ہیں اس لئے شاعر مشرق نے کیا خوب کہا ہے۔ ع

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جُرم خانہ خراب کو تیرے عفو بندہ نواز ہیں　　اقبال

اے اہل آرزو! جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا منکر حق رہے تو اللہ نے ان کے گناہوں کی پاداش میں اُنہیں پکڑ لیا اور جو لوگ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی بے قدری کرتے ہیں، باری تعالیٰ ان کو ان نعمتوں سے محروم کردیتا ہے اور پھر وہ نعمت اس وقت نہیں ملتی جب تک وہ قوم اپنے طرزِ عمل کو خود نہ بدل ڈالے، آلِ فرعون اور دیگر اقوام پر انعامات کی رحمت باراں آئی تھی لیکن ناقدری اور نافرمانی کے سبب اور سرکشی اختیار کرنے پر تباہی سے ہمکنار ہونا پڑا، آلِ فرعون کو تو سمندر میں غرق کرکے ان کا نام ونشان تک ختم کرڈالا گیا۔

☆ طاقوں میں سجایا جاتا ہوں ☆ آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں ☆

اے نورِ شوق کے متوالو! ہم بھی عملی وفکری طور پر اللہ کی عطا کردہ نعمت کی ناشکری کررہے ہیں اللہ کی سب سے بڑی نعمت ”قرآنِ کریم“ ہمیں عطا ہوئی ہے ہم نے اپنی خواہش کی تکمیل میں کھو کر اس کو پسِ پست ڈال دیا ہے اور ماہر القادری کی زبان ”قرآن کی فریاد“ ہماری فکرِ رسا کو آواز دے رہی ہے۔

ع　طاقوں میں سجایا جاتا ہوں　　آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں

سورۃ الانفال آیت ۹ تا ۵۸ کی ۴۳ کا خلاصہ

سورۃ الانفال آیت ۹ تا ۵۸ کی ۴۳ کا خلاصہ

Marfat.com

ہم نے قرآن پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے ہم نے میثاقِ عہد توڑ دیا۔ ہم نے خیانت کی راہ اپنالی ہے صد افسوس! ہم کو کیا ہو گیا ہے خیانت کے مرتکب ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

سورۃ الانفال آیت ۵۹ تا ۶۴ رکوع ۸ کا خلاصہ

☆عہد و پیمان کی پاسداری بہر نوع امرِ لازمی ہے☆

اے راہِ حق کے طلب گارو! عہد و پیمان کی پاس داری بہر نوع امرِ لازمی ہے ایک مسلمان کا فریضہ ہے کہ مصالحت کے لئے ہر وقت کوشاں رہے لیکن کافروں سے مقابلے میں ہمہ وقت جنگی ساز و سامان سے اور اسلحہ کی مدد سے تیاری لازمی ہے تا کہ جہاد کے لیے اپنے دشمنوں کو خوفزدہ کر سکو، گویا سامانِ حرب و فنونِ سپہ گری کی ترغیب ضروری ہے، جنگی تربیت اور جنگی سامان کی فراہمی کے لیے رسول اللہ ﷺ کے شوقِ جہاد کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے تیر اندازی سیکھی، پھر اسے چھوڑ دیا وہ ہم سے نہیں، یا اس نے نافرمانی کی''۔ (بحوالہ مسلم شریف کتاب الامار)

اے صاحبو! مانا کہ دورِ جدید تیر و تلوار کا زمانہ نہیں! میزائل کا دور ہے سائنسی جدید آلات کا دور ہے، آج مسلمانوں کو جدید جنگی اسلحہ اور جدید آلات سے واقف ہونا ضروری ہے اس لئے جدید اسلحہ کی تربیت سے آگاہی ضروری ہے اللہ کا شکر ہے کہ ہماری مملکت خداداد، جوہری توانائی ❶ کی ڈور میں شامل ہو گئی ہے مسلمانوں کے لئے ایک خوش آئند امر ہے۔

سورۃ الانفال آیت ۶۵ تا ۶۹ رکوع ۹ کا خلاصہ

☆ایک مسلمان دس کافر پر غالب آتا ہے، شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مؤمن☆

اے صاحبِ آرزو! اگر منافقین اور کافر آپ کو دھوکہ دینے کا عزم رکھتے ہیں تو کیا ہوا آپ کی تائید اور حمایت کے لیے بس اللہ ہی کافی ہے ایسے اہلِ ایمان کے لئے جو آپ کی اتباع کرتے ہیں، خواہ ان کی تعداد کم ہی کیوں نہ ہو۔

☆مؤمن جان دینے اور شہادت پانے کو زندگی سمجھتا ہے☆

اے صاحب حُسن و عشق! جہاد کے لیے پُرعزم ہو جاؤ! بندہ مؤمن کا اپنی جان نثار کرنے کا ماحصلِ زیست اللہ کے کلمہ کی سربلندی، بالادستی اور رضائے الٰہی کا حصول ہے کیونکہ ایک مسلمان دس کافروں پر غالب آتا ہے اور اہلِ ایمان کا یہ یقین کامل ہے کہ مرنے کے بعد ہی وہ سیدھے بہشت میں جائیں گے، بہر نوع کافر کو موت ناگوار گذرتی ہے اہلِ ایمان کا جذبہ ایمان یہ ہے کہ مؤمن جان دینے اور شہادت پانے کو مقصودِ زندگی جانتا ہے۔ اقبال کی زبان میں یوں کہیے ''شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مؤمن'' صبر، توکل اور معرفت سے قُربِ الٰہی کا درجہ عطا ہوتا ہے، میدانِ جنگ میں جہاد کے مصائب جھیلنا اور استقامت اپنانا اعلیٰ درجے کا صبر ہے، غزوۂ بدر میں بہت سے مُشرکین مکہ مقید ہوئے تو یہ سوال اُبھرا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے عام مشورے کے مطابق فیصلہ صادر فرمایا کہ فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے اور جن قیدیوں سے فدیہ نہیں ملا انہیں روک لیا جائے اس لئے حکم صادر ہوا، نبی کے لیے مناسب نہیں کہ جنگ کے قیدی آئیں ان کے پاس جب تک ملک میں کافروں کو اچھی طرح ہلاک نہ کر دیا گیا ہو، تمہیں نیرنگیٔ کائنات کا مال و متاع عزیز ہے۔ باری تعالیٰ تمہارے لئے آخرت کی بھلائی چاہتا ہے، اگر پہلے سے اللہ کا حکم تحریر نہ ہوتا تو جو فدیہ تم نے پالیا ہے اس کی پاداش میں بڑی سزا دی جاتی۔ جو مالِ غنیمت تم نے پالیا

❶...... پاکستان ایٹمی طاقت بن چکا ہے اب ایمانی حرارت کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔

ہے یہ پاکیزہ اور حلال ہے اللہ سے ڈرتے رہو، اس کی رضا کے طلب گار رہو، یہی عافیت کی راہ ہے۔

سورۃ الانفال رکوع ۱۰ آیت ۷۰ تا ۷۵ کا خلاصہ

وہ لوگ جو کفار کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کرنے آئے اللہ نے اُنہیں بھی سزا دی

اے صاحبِ حُسن وسُرور! ایمان واسلام لانے کی نیت اور اسے قبول کرنے کا جذبہ ان قیدیوں میں ہو تو نیک نیتی کے سبب جو فدیہ وصول کیا گیا ہے بہتر عطا کرے گا۔ حضرت عباس ﷺ اور دیگر مقید قیدیوں نے مسلمان ہونے کی سعادت پائی تو سبحانہٗ تعالیٰ دنیوی مال ودولت خوب سے خوب سرفراز کیا، اگر ان جنگی قیدیوں کا اسلام قبول کرنے کا مدعا صرف آپ ﷺ کو فریب دینا ہو تو بھی کوئی بات نہیں، اُن پر اعتماد کیا جائے، اس سے قبل بھی بنی ہاشم کے لوگوں نے حضرت ابوطالب نے آپ ﷺ کی حیات میں آپ کی حمایت کا وعدہ کیا تھا، قسمیں کھائی تھیں، پھر چند لوگ کفار کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کرنے آئے، اللہ نے اُنہیں بھی سزا دی، وہ آپ ﷺ کے قیدی بن گئے اگر لوگ اب بھی بدعہدی کے مرتکب ہوں گے تو اللہ کی گرفت سے نہیں بچ سکتے۔

انصار اور مہاجرین جو مدینہ آچکے ہیں یہ فضیلت والے ہیں یہ ایک دوسرے کے حمایتی اور ولی بھی ہیں۔ جیسا کہ سورۂ نساء آیت ۳۳ پارہ ۵ وَالۡمُحۡصَنٰتُ سے بھی واضح ہوتا ہے:

وَلِكُلٍّ جَعَلۡنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الۡوَالِدٰنِ وَالۡاَقۡرَبُوۡنَ ؕ

اور ہم نے سب کے لیے مال کے مستحق / وارث بنادیئے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ اور قرابت والے۔

گویا ہر مرد اور عورت جو کچھ چھوڑ جائیں ان کے وارث ان کے ماں باپ اور قریبی رشتہ دار ہوں گے۔

سورۃ الانفال رکوع ۱۰ آیت ۷۰ تا ۷۵ کا خلاصہ

☆ مہاجرین اور انصار کی اصل منزل، مقصد جہاد کی غایت ہے ☆

اے اہلِ آرزو! جو لوگ فتنہ وفساد پھیلانے کے مرتکب ہوئے ہیں اور دین کو مٹانے کی خاطر سرگرم عمل رہتے ہیں ان کے خلاف جہاد کرنا لازمی اُمر ہے جب تک فتنہ وفساد کی آگ ٹھنڈی نہ ہوجائے، ہر انسان کے ضمیر کی آزادی برقرار رکھنی چاہئے لیکن یہ بھی ذہن میں رہے کہ کُفّار بھی باہم اہل دوسرے کے دوست ہیں، اہلِ کُفر خواہ یہود ہوں، خواہ نصاریٰ یا مُشرکین ہوں وہ سب آپس میں تمہارے مقابلے میں ایک دوسرے کے مددگار ہوجاتے ہیں۔

اے صاحبو! اگر تم آپس میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کروگے تو فتنہ ٔکفر اور بڑا فساد قائم ہوجائے گا۔ حقیقت احوال تو یہ ہے کہ آج کل مسلمانوں کی جو سلطنتیں زوال پذیر ہیں اس کی وجہ سے تاریخ شاہد ہے ”کہ اندلس میں عیسائیوں نے تمام مسلمانوں کو مقہور کیا، مسلمانوں کے دیگر بادشاہ مدد کو نہ پہنچے، اسی طرح سلطان ترکی پر چڑھائی ہوئی، ایران اور کابل نہ اُٹھے برخلاف اس کے کہ ان کے ایک ادنیٰ عیسائی کی مدد میں سب مدد کو آمادہ ہوجاتے ہیں“۔ (بحوالہ تفسیر حقانی جلد دوم از عبدالحق حقانیؒ)

جو لوگ اہلِ ایمان ہوئے ہجرت کی، باہم ایک دوسرے کے ساتھ رسمِ اُلفت بڑھائی، تعاون کیا گویا مہاجرین اور انصار کی اصل منزل، مقصد جہاد کی غایت ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

عذر ہائے من پذیر

سورہ توبہ

☆ آج بھی منہاج اسلام کے نظام کو مروّج کرنا دین کا ایک اہم فریضہ ہے ☆

سورۃ التوبۃ رکوع ۱ آیت ۱ تا ۶ کا خلاصہ

اے نورِ شوق کے متوالو! جن مُشرکوں نے عہد و پیمان کیا تھا اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان کو صاف صاف جواب ہے، گویا تمام کافروں سے صلح رمعاہدے توڑ دیئے گئے ہیں وہ دائرۂ اسلام میں آ کر اسلامی ریاست قائم کرنے میں معاونت کریں یا کعبۃ المکرمہ سے چلے جائیں ورنہ ان کے ساتھ لڑائی کی جائے گی جن مُشرکین نے مسلمانوں کا معاہدہ صلح نہیں ہوا تھا، اُنہیں چار ماہ کی مُہلت رمدت دی گئی، اس مدّت کا مقصد ان کی بھلائی اور خیر خواہی تھا تا کہ وہ توبہ کر کے مسلمان ہو جائیں یہ بات یقینی ہے کہ اللہ کی طرف سے جو ذلّت ورُسوائی تم پر مسلّط ہے تم اس سے بچ نہیں سکتے۔

اے صاحبِ آرزو! گیتیٔ کائنات کے رنگ و بُو میں کھو جانے والو! عقل وخرد کو بروئے کار لاتے ہوئے احساسِ عمل بیدار کرو، آج بھی منہاج اسلام کے نظام کو مروج کرنا دین کا ایک اہم فریضہ ہے گوشۂ نشینی اختیار کر کے اسلامی تحریک، اُمورِ اسلامی ریاست سے کنارہ کشی جائز نہیں! اسلامی زندگی امن اور سلامتی کی راہ ہے، درِ توبہ کھلا ہوا ہے شکر ادا کرو، مُہلت زندگی مل گئی جن لوگوں نے اللہ کے احکامات ماننے کو تسلیم کیا، کافرانہ روش سے ہٹ کر توبہ کی خُلوص نیت کے ساتھ، اہتمام کیا، زکوٰۃ کی ادائیگی کا عزم کیا، پھر مسلمانوں کو اُن سے تعرض کرنے اور ان کا راستہ روکنے کی قطعی اجازت نہیں! ''امام احمدؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ ''تارک الصلوٰۃ اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دو۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں اسے خوب زدوکوب کرے، قید میں رکھے حتی یموت ویتوب (یہاں تک کہ مرجائے یا توبہ کر لے)'' (بحوالہ تفسیر عثمانیؒ جلد اول از مولوی شبیر احمد عثمانیؒ)

مُشرکوں کے وعدوں کا کیا اعتبار! کفر و شرک مزاج میں رچی بسی ہو تو خیر کی کیا توقع کیا جاسکتی ہے

سورۃ التوبۃ رکوع ۱ آیت ۷ تا ۱۲ کا خلاصہ

اے طالبِ حُسن وسرور! مُشرکوں کے وعدوں کا کیا اعتبار! مزاج میں کفر و شرک کی آمیزش رچی بسی ہو تو خیر کی ان سے کوئی توقع نہیں کی جاسکتی! عہد اور میثاقِ وعدہ کی پاسداری اللہ کے ہاں بہت پسندیدہ امر ہے، اس لیے اس سلسلے میں احتیاط ضروری ہے، بدعہدی کرنے والے صرف خوش کلامی سے زبانی باتیں کر کے خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے قلب نے اہلِ ایمان کی حیثیت کو قبول ہی نہیں کیا، ان کے اعمال کا انحصار کیفیات قلب پر ہوتا ہے یہ لوگ صرف رنگ و بُو کی لذّت میں کھو کر صرف دنیا کے طلب گار ہیں، لوگوں کو گمراہی کی طرف مائل کرتے ہیں، دنیوی فائدے کی خاطر، آیاتِ ربّانی کو کم دام پر فروخت کرتے ہیں اور لوگوں کو گمراہی کی طرف مائل کرتے ہیں، اگر یہ اپنا طرزِ عمل بدل لیں توبہ کی توفیق اُنہیں مل جائے، اقرارِ ایمان کر لیں، نماز کا اہتمام اور انصرام کریں زکوٰۃ ادا کریں تو پھر ان کی سابقہ روش پر ملامت نہ کی جائے، ان کے زمانۂ کُفر کے اعمال کو بھلا دو، ان کے برادرانہ حقوق کی پاس داری کی جائے اگر یہ عہد شکنی کے مرتکب

سورۃ التوبۃ رکوع ۲ آیت ۷ تا ۱۲ کا خلاصہ

ہوں اور بدستور کفر اختیار کریں اور اسلام پر طعن تشنیع کریں تو پھر کوئی رعایت کے حق دار نہیں، کفران کے رگ رگ میں سما گیا ہے توان کے ساتھ پوری شدت کے ساتھ جہاد کیا جائے۔

اے صاحبو! نہ جانے آج کے دانش ور! اور سیاست دان کو کیا ہو گیا ہے، اسلامی حدود کو جو کتاب مبین میں بیان ہوئی ہیں۔ اُنہیں وحشیانہ سزاؤں کا نام دے کر تمسخر اُڑاتے ہیں "ایسا کرنے والے نہ صرف کافر ہیں بلکہ کُفر کے پیشوا ہیں"۔

(ماخوذ اسرار التنزیل از جلد سوئم از محمد اکرم اعوان)

تم ان لوگوں کی سرکوبی کے لیے آمادہ کیوں ہوئے جنہوں نے حضور ﷺ کو جلا وطن کرنے کا منصوبہ بنایا، جیسے یہود مدینہ، اللہ جلِ جلالہٗ نے ان کو جہاد کا حکم دیا وہ خود رسوائے زمانہ ہو کر نکالے گئے۔ یہ بات معلوم ہونی چاہئے جو شخص بھی اسلامی ریاست میں نفاد اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے اور نظامِ حکومت میں اشترا کی سرمایہ درانہ نظام اور اشاعت اپنانا چاہتا ہے اس کے خلاف جہاد کیا جانا ضروری ہے حق بات تو یہ ہے کہ مؤمن صرف اللہ سے ڈرتا ہے یہ تو اللہ ہی کو زیب ہے کہ اس سے ڈرا جائے، اللہ کے سوا کسی اور سے، یہود، نصاریٰ، کُفّار کی مادی، طاقت اور جبری توانائی سے مرعوب ہونا ایمانی عظمت کے خلاف ہے اور مسلمانوں کو ایسا کرنا مناسب نہیں!

☆ باطل سے دبنے والے اے آسمان نہیں ہم ☆

اے راہِ حق کے طب گارو! جو لوگ ظُلم کر رہے ہیں اللہ اور اس کے نبی ﷺ کے دین کو مٹانے کی فکر میں منہمک ہیں ان کے لئے تمہارا طرزِ عمل عذاب نازل کرنے کا سبب ہوگا! بعثت رسول اللہ نے صلاحیت ایثار و عمل عناصر فطرت سے چھین کر اہلِ ایمان کے ہاتھ میں دے دی ہے۔ خُلوص نیت کے ساتھ باطل کو مٹانے کے لیے کارِزار میدان میں اُتر جاؤ، نفاذ اسلام کی کلید تمہارے ہاتھ میں ہے صرف باطل کو مٹانے کی فکر کی ضرورت ہے شاعر مشرق نے کیا خوب کہا ہے

ع   باطل سے دبنے والے ایک آسمان نہیں ہم   اقبال

سورۃ التوبۃ رکوع ۳ آیت ۱۷ تا ۲۲ کا خلاصہ

جب تک انسان کارگہٗ حیات میں زندہ ہے اس کو کارزار حیات میں جہاد ❶ کے لیے کمربستہ ہونا چاہئے یہ جہاد فکری چاہئے، یہ جہاد عملی چاہئے، یہ جہاد بالنفس چاہیے، یہ جہاد باللسان چاہئے، یہ جہاد اس دورِ جدید کی اہم ضرورت ہے۔ اے صاحبو! غور سے سُن لو! محض دعوئے ایمانی پر نجات ممکن نہیں! بلکہ احساسِ عمل تو اس بات کا تقاضا کر رہی ہے پوری ہمت و محنت سے جہاد کیا جائے صرف رسمِ اُلفت محبتِ ایقان وعمل کا تقاضا یہ ہے کہ دلی دوستی قلبی لگاؤ صرف اللہ سے، اللہ کے رسول ﷺ سے، ایمان دار لوگوں سے رکھی جائے۔

☆ مسجدوں کو آباد کرنا اہلِ ایمان کا فریضہ ہے ☆

اے صاحب حُسن وعشق! بیت اللہ کو آباد کرنا، اس کی تعمیر کرنا، یہ خالصًا اہلِ ایمان کا کام ہے یہ ان لوگوں کو سعادت

❶ ...... چنانچہ آیت ۹ سورہ تحریم پارہ ۲۸ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ۔ اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔

سورۃ التوبۃ رکوع ۳ آیت ۱۷ تا ۲۴ کا خلاصہ

حاصل نہیں جو کُفر وشرک کا ارتکاب کریں، حرم پاک مرکز توحید ہے جب بیت اللہ کو بتوں سے پاک کر دیا گیا ہے تو ۹ھ حج کے موقع پر خبردار کر دیا گیا کہ آئندہ سے کوئی مشرک خانہ کعبہ کی حدود میں داخل نہ ہوگا مساجد اللہ کی عبادت کے لئے ہیں اس میں رسومات ادا کرنے کی اجازت نہیں ہے، مسجدوں کو آباد کرنا اہلِ ایمان کا فریضہ ہے "کسی کافر کو مسجد کا متولی بنانا جائز نہیں نہ ہی کُفار و مُشرکین کا چندہ تعمیر مسجد میں لگانا جائز ہے۔" (بحوالہ اسرار التنزیل جلد سوئم از محمد اکرم اعوان)

جنہوں نے ہجرت کی مال ومتاع کے ساتھ
جہاد میں حصّہ لیا وہی کامیاب لوگ ہیں

اے اہلِ آرزو! جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے مال ومتاع کے ساتھ جہاد میں حصّہ لیا وہی کامیاب لوگ ہیں، بارگاہِ رَبُّ العزت میں ان کا درجہ افضل ہے اور وہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رحمت، رضامندی اور دائمی نعمت کے حق دار ہیں لیکن جو لوگ اسلام کے مقابلے میں کُفر کو عزیز رکھتے ہیں ایسے لوگوں سے اہلِ ایمان کو کوئی تعلق ربط اور واسطہ نہیں رکھنا چاہئے خواہ وہ ہمارے رشتہ دار، والدین اور بھائی ہی کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ بتایا کہ جہاد وہجرت میں ان کی محبت واُلفت آڑے نہ آئے اگر وہ ایمان نہیں لائے تو تمہارے دوست نہیں، دشمن ہیں وہ ظالم ہیں چنانچہ آیت ۲۲ سورۃ المجادلہ پارہ ۲۸ قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ میں اللہ کا ارشاد ہے:

لَا تَجِدُ قَوۡمًا یُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ یُوَآدُّوۡنَ مَنۡ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ

آپ ﷺ! ایسی قوم نہ پائیں گے جو ایک طرف تو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو اور دوسری جانب ان لوگوں سے دوستی قائم رکھے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن ہیں۔

جو لوگ اللہ کی نافرمانی کرنا پسند کرتے ہیں اللہ اُنہیں راہِ ہدایت نصیب نہیں کرتا!۔

سورۃ التوبۃ رکوع ۴ آیت ۲۵ تا ۲۹ کا خلاصہ

☆ خطا سرزد ہونے پر دنیاوی خسارہ ضرور ہوتا ہے ☆

اے طالبِ حسن وسُرور! اللہ تعالیٰ نے بے شمار مواقع پر تمہاری مدد کی، باوجود قلّت تعداد اور اسباب کی کمی کہ تم فاتح اور غالب ٹھہرے۔ لیکن عجیب بات تو یہ ہے کہ غزوۂ حُنین جو ۸ھ میں ہوا، اس وقت تم اپنی کثرت پر نازاں تھے، تمہیں یہ احساس ہوگیا تھا کہ یہ لشکر تو ہمارے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ یہ زعم رَبُّ العزّت میں ناپسند ٹھہری، بہتر یہ تھا کہ کہا جاتا کہ آج بھی فتح ونُصرت باری تعالیٰ عطا فرمائے گا اس پر پکڑ ہوئی، دنیاوی معاملات میں پریشانی سے دوچار ہوئے، خطا سرزد ہونے پر دنیاوی خسارہ ضرور ہوتا ہے، بنوہوازن لڑائی کے لئے یکبارگی ٹوٹ پڑے انہوں نے اپنی کمین گاہوں سے تیروں کی بارش کر دی، دن غُبار آلود فضا سے رات کا سماں بن گیا، لشکر اسلام میں ابتری کے آثار نمایاں ہوئے یہ اس وقت کا ذکر ہے ارشاد ہوا "زمین اپنی وسعتوں سمیت تم پر تنگ ہوگئی، مسلمانوں کو قدم جمانا قدرے مشکل ہوگیا، آقائے نامدار ﷺ نے یہ رجز پڑھا، استغناء اور طمانیت کے ساتھ "انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب" آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ندا دی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو صدا دی، لوگ متوجہ ہوئے، باری تعالیٰ کے فضل وکرم سے اہلِ ایمان پر طمانیت قلب اور سکینت نازل ہوئی پھر مسلمانوں کو فتح ونُصرت

ملی، ہوازن شکست در شکست کھاتے ہوئے طائف جا پہنچے اللہ جسے ہدایت دے اور اللہ جس کی توبہ قبول فرمائے۔

☆حدودِ حرم میں داخلے کی ممانعت ہے☆

اے راہِ حق کے طلب گارو! اسلام کسی کو مٹانے کے لئے نہیں بلکہ خلق کو راہِ ہدایت دکھانے کے لئے جہاد کا حکم دیتا ہے، مُشرک اور کافر نجس ہیں مُشرکین کو ارضِ مقدس میں داخلے کی اجازت نہیں! حدودِ حرم میں داخلے کی ممانعت ہے۔ مُشرکین کی حدودِ حرم میں ممانعت کی وجہ سے چند مسلمانوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ایامِ حج میں لوگوں کی آمدورفت سے تجارتی سرگرمیوں میں اضافہ ہوتا ہے، آمدنی متاثر ہوگئی، بتایا گیا کہ مُفلسی اور تنگ دستی کا کوئی خطرہ نہیں اللہ اپنے فضل سے تمہیں غنی کردے گا۔

اے اہلِ آرزو! جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے! دینِ حق کو تسلیم نہیں کرتے اور یومِ آخرت پر جن کا ایمان نہیں ہے جو شئے اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دی ہے اُنہیں حرام نہیں جانتے! تو ان سے جہاد کرو، ایسے لوگ ذمّی بن کر محاصل ادا کر کے ماتحت بن کر مسلم ریاست میں قیام کرسکتے ہیں ورنہ ریاست کو فتنوں سے پاک کرنے کے لیے یہود و نصاریٰ سے قتال کا حکم موجود ہے۔

سورۃ التوبۃ رکوع ۴ آیت ۲۵ تا ۲۹ کا خلاصہ

☆حق بات تو یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں☆

اے صاحبِ آرزو! کیا تمہیں پتہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کے بعد، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کے سبب یہودیوں پر زوال آیا بخت نصر بابل نے فلسطین پر حملہ آور ہو کر اس کو تباہ کردیا توراۃ اور دیگر مذہبی کُتب کو نذرِ آتش کر کے بنی اسرائیل کی کثیر تعداد کو اپنے ساتھ بابل لے گیا، ان ہی کم سن قیدیوں میں حضرت عزیر علیہ السلام تھے، اس واقعہ کا ذکر آیت ۲۵۹ سورۃ البقرہ پارہ ۳ تِلْكَ الرُّسُلُ میں مذکور ہے اس کے بعد چالیس برس کی عمر میں آپ کو نبوت ملی، آپ کو توراۃ مکمل طور پر زبانی یاد تھی آپ نے ازسرِ نو توراۃ تحریر کی، توراۃ میں آپ کا نام عذرا ہے، یہودی آپ کی تکریم کرتے تھے، بعض نے تو اس درجہ غلو کیا کہ اُنہیں اللہ کا بیٹا کہا اور نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا، جس کی وجہ ان کی معجزانہ ولادت، آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ معجزات اور آسمان پر اُٹھایا جانا تھا، جس کا تذکرہ قرآنِ حکیم میں جا بجا آتا ہے عجیب بات یہ ہے کہ اہلِ کتاب اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان کے قائل تھے، مگر ظُلم کی انتہاء کہیے کہ ظالموں نے اللہ کے لئے اولاد تجویز کردی، یہود نے عزیر کو اللہ کا بیٹا قرار دیا، عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا فرزند کہہ دیا، جبکہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کا حکم دیا، حق بات تو یہ ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں!

سورۃ التوبۃ رکوع ۵ آیت ۳۰ تا ۳۲ کا خلاصہ

☆پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا☆

اللہ اور نبی کے احکامات اور ارشاد کے خلاف بات کو ثواب جان کر کرنا کُفر ہے یہود و نصاریٰ اپنے کُفر میں اس قدر کھو گئے ہیں کہ غلط باتوں اور روایات سے دینِ حق سے لوگوں کو دور رکھنا چاہتے ہیں اُنہیں خبر ہی نہیں کہ دینِ اسلام گیتی کائنات میں غالب رہنے کے لئے ہے، شمعِ رسالت کے پروانے غلبۂ اسلام کی بقا کی خاطر اپنی جدوجہد برقرار رکھتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے، اسلام نے مذاہب باطلہ کو شکست سے دوچار کردیا، اسلامی تعلیمات نے حق کی تعلیم دی ہے، اسلام

Marfat.com

نے باطل اور فرسودہ رسوم کو اپنانے سے منع کیا ہے، اسلام کی روحِ عمل نے زندگی کے ہر موڑ پر سفرِ حیات میں، میدانِ عمل میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے تو ان کو علم ہی نہیں ''پھونکوں سے چراغ بجھایا نہ جائے گا'' کے مصداق اُنہیں پتہ ہی نہیں اب تک ان کی تمام تدبیریں، دینِ حق کی روشنی کو نہیں بجھا سکیں، باری تعالیٰ نورِ ہدایت یعنی قرآنِ حکیم کی روشنی مکمل کرے گا اور یہ شمع نورِ ہدایت تمام دنیا میں پھیل کر رہے گی۔

☆ تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی ☆

اے صاحبو! دینِ حق کے علماء وہ ہیں جو گمراہ لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف مائل کرتے ہیں اگر ہماری حیاتِ نو کا طرزِ عمل اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو جائے تو روئے زمین پر مسلمان اللہ کی شانِ کریمی سے غلبہ پا سکتے ہیں لیکن دورِ جدید کی حکومتیں مسلمانوں کو اسلام سے دور لے جانے کا موجب بن رہی ہیں۔ مجھے کہنے کی اجازت دیجیے! شاعرِ مشرق اقبال کی زبان میں ''تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی'' تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ آج مسلمان پوری دنیا میں پریشان ہیں۔ مغرب کی تہذیب نو کی جمہوریت، اسلامی تعلیمات اور دین سے بے توجہی برت رہی ہے یہ بے نیازی کا احساس مشائخ کے لیے لمحۂ فکر ہے۔ جو لوگ عابد اور زاہد دکھائی دے رہے ہیں اُنہوں نے درحقیقت آخرت کو بھلا دیا ہے، صرف دولت کی طلب کی خاطر، ناجائز طریقوں سے مال کھانے کے لئے اپنے آپ کو کتاب اللہ کے احکامات سے دور کر لیا ہے۔ ثروت کی طمع میں کھو کر لوگوں کو بھٹکا رہے ہیں جو لوگ اللہ اور آخرت کی فکر سے بے نیاز ہو کر محض سونا چاندی جمع کرتے ہیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے ان مذہبی پیشواؤں کا احکام دین میں اپنی طرف سے ردوبدل کرنا اور لوگوں کے اپنے وضع کردہ فیصلوں کو احکامِ سماوی سمجھ کر تسلیم کرنا مشرکین کی ''نسی'' سے ملتا جلتا ہے، ان مذہبی علماء کی زیادتی کا تو احساس کیجئے یہ مہینوں کے نام بدل دیتے ہیں جو حکم اللہ کی طرف سے جس ماہ کے ساتھ مختص ہے اس پر عمل پیرا ہونا اسی مقررہ اوقات میں ثواب اور فرمانبرداری کہلائے گا یہ چاند اور ستارے ماہ و سال کے شمار کرنے کا ذریعہ بھی ہیں چنانچہ آیت ۵ سورۃ الرحمن پارہ ۲۷ قَالَ فَمَا خَطۡبُكُمۡ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اَلشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ'' آفتاب اور ماہتاب مقرر حساب سے ہیں۔ یہ سورج اور چاند اللہ کے ٹھہرائے ہوئے حساب سے اپنی اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتے ہیں ان سے تجاوز نہیں کرتے۔

☆ چلی سمت غیب سے اک ہوا　　کہ چمن سرور کا کھل اُٹھا ☆

اے نورِ شوق کے متوالو! اچھی طرح جان لو! بقائے دین کے لئے جہاد سب سے ارفع اور اعلیٰ ہے اور ذاتی ریاضت وتحفظ بھی جہاد ہی کا ثمر ہے بات یہ ہے کہ ''چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن کا سرور کا کھل اُٹھا'' کے مصداق جب باری تعالیٰ نے جذبہ جہاد کے لئے ابھارا تو اللہ کی مدد ہر حال، بہرِ نوع نبی کے ساتھ تھی شام کے تاجر جو روغن زیتون کی تجارت کرتے تھے، حدیبیہ سے گزرے تو اُنہیں خبر ملی کہ مسیحی قبائل نے لشکر تیار کر رکھا ہے اور شاہ روم ہرقل نے مدد طلب کی ہے تاکہ مدینہ منورہ پر حملہ کیا جائے۔

سورۃ التوبۃ کی ع ۵ آیت ۳۰ تا ۳۷ کا خلاصہ

سورۃ التوبۃ کی ع ۶ آیت ۳۸ تا ۴۲ کا خلاصہ

Marfat.com

☆صدیق کے لیے خدا کا رسول بس☆

اے اہلِ آرزو! شمع رسالت کے پروانے حضور ﷺ کے حکم پر میدانِ کارزار میں آئے، قحط سالی تھی، شدید گرمی تھی، ایسی حالت میں جانثاروں نے تیاری کا آغاز کر دیا اسی غزوہ میں سب نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق حصّہ لیا خواتین نے زیور تک جمع کرا دیئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارا سامان اور مال دے دیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا گھر میں کیا چھوڑا ہے جواب تھا اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ مولانا شبلی کی زبان میں:

ع پروانے کو چراغ، عنادل کو پھول بس صدیق کے لیے خدا کا رسول بس

سفر طویل تھا کچھ مسلمانوں اور منافقوں پر یہ حکم گراں گزرا، ۹ھ ہجرت کے نویں سال رسولِ اکرم ﷺ نے غزوہ کرنے کے بعد جنگِ تبوک کا اعلان کر دیا اور واضح طور پر بتا دیا گیا کہ اگر جہاد سے گریز کرو گے تو ترکِ جہاد کی پاداش میں سخت سزا بھگتنی پڑے گی یہ گیتیٔ کائنات تو عارضی ہے، فانی ہے اور جہاد میں حصّہ لینے کی سعادت یہ ہے کہ آخرت کی کامیاب زندگی کی نوید بشارت ہے جو دائمی ہے، جہاد سے جی چرانے کا مطلب تو یہ ہوا، آپ نے اپنی زندگی کو غلامی کی زنجیر میں جکڑ لیا، دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی تو نہیں!۔

اے صاحبو! کیا تم کو خبر نہیں ذکر اللہ اور عبادت کا لُطف تلوار کے سائے میں ہے بشرطیکہ تلوار حق کی سربلندی اور باطل کے مقابلے میں اُٹھائی جائے، واضح طور پر بتا دیا گیا، اللہ ہر شے پر قادر ہے، فیصلہ کا حق تمہارے اختیارِ عمل میں ہے۔

☆ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت☆

اے راہِ حق کے متوالو! منہاج اسلام کی دینی سوچ رکھنے والی اُمّتِ مُسلمہ آج اغیار کے غلبہ اور دباؤ سے نجات پا سکتی ہے صرف جذبۂ جہاد کو اُبھارنے کی ضرورت ہے مانا کہ "تہذیب کے آذر نئے بُت تراش رہے ہیں" غور کرنے کی ضرورت ہے امریکہ کی جوہری توانائی، برطانیہ کی مغربی سوچ، فرانس کی چمکتی ہوئی روش بے اعتدال جاپان کی فنی صلاحیت چین کی صنعتی اور تکنیکی ترقی، سائنسی ایجادات یہ سب کچھ عروج دنیا کی زینت کے لئے عارضی ہے، اُس کا انجام کیا ہے، بالآخر سب کو فنا ہونا ہے ذہن رسا، خیال و فکر میں سوچ رہا ہے۔ اقبال نے کہا

ع ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات اقبال

ایسا لگتا ہے امروز کی نیرنگی حیات نے ہمارے احساسِ عمل کو ماند کر دیا ہے مجھے کہنے کی اجازت دیجیے، امانت دار قیادت کے لیے کوشاں رہنا، عملاً کاوش کرنا بہت بڑا جہاد ہے، دینِ حق تو ہمیشہ رہے گا، اور اسلام کا پرچم ہر دور میں سرفراز رہے گا، دینِ اسلام کی بقا کے لئے اللہ کی مدد ہی کافی ہے، جب مکۃ المکرمہ میں کُفّار کا ظلم وستم اپنے انتہاء کو تھا اور حضورِ انور ﷺ کو قتل کرنے کی تدبیر ہوئی تو آپ ﷺ کو ہجرت کرنے کی سعادت ملی، اللہ نے آپ ﷺ کو امان دی، آپ جبلِ ثور پہنچے اسی طرح جب دو میں کا دوسرا ثانی اثنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ہمرکاب تھے شاعر مشرق نے کیا خوب کہا ہے۔

ع دولتِ او کشتِ ملت را چوں ابر ثانی اثنین و غار و بدر و قبر

Marfat.com

☆ کھول آنکھ زمین دیکھ فضا دیکھ، کے مصداق نکلو جہاد کے لیے ☆

اللہ نے اپنے محبوب پر سکینت اُتاری، ایسی کیفیت حسن و جمال نازل فرمائی کہ قلب کو تسکین ملی، کیا شانِ کریمی کی رحمت ہے کہ دنیا و مافیہا کا حزن و ملال قریب تک نہ رہا، حضرت صدیقِ اکبر ﷛ کی فضیلت پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے ۔ یہ غارِ ثور ہے، صدیق ﷛ کی گود ہے، ربِ کائنات کے محبوب کا جسم اطہر ہے یہ سعادت فیض کس قدر برکات سمیٹے ہوئے ہے، کیا شانِ جمال ہے، کیا حُسن جمال ہے، حضرت ابوبکر صدیق ﷛ کی ذاتِ اقدس ہے حکم دیا جارہا ہے ''کھول آنکھ زمین دیکھ فضا دیکھ کے مصداق نکلو جہاد کے لیے صد حیف! اللہ کی قسمیں کھا کر مختلف انداز سے بہانے تراشتے ہیں، یہ اپنی جانوں کو خود ہلاکت میں ڈال رہے ہیں، اللہ کو اُن کے دلوں کا حال معلوم ہے جو کچھ عذر یہ کر رہے ہیں اللہ خوب جانتا ہے۔

☆ اطاعتِ رسول ﷺ کی توفیق اللہ کی مرضی سے ملتی ہے ☆

اے صاحبِ حُسن و سرور! جن لوگوں کے دلوں میں ایمان کی حرارت موجزن ہے جن کا اللہ پر کامل ایمان اور ایقان ہے اور جو یومِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہ اپنے مال اور اولاد سے جہاد میں شریک ہونا سعادت جانتے ہیں، منافقین کا تو یہ حال ہے کہ پہلے ہی جہاد سے گریز کر رہے تھے۔ اے حبیب ﷺ! اُنہوں نے جھوٹے حیلے تراش کر جہاد میں نہ جانے کی اجازت طلب کرلی ہے اور آپ ﷺ معلوم کر لیتے! تو ان دروغ گوئی کرنے والوں کا راز کُھل جاتا، جب رسول اللہ ﷺ جہاد سے واپس تشریف لائے تو اس دوران عبداللہ بن اُبی اور اس کے ہمراہ لوگ دشمنوں سے ساز باز میں لگے رہے اور اندرونی خلفشار اور انتشار کی کوشش کرتے رہے لیکن انجامِ کار یہ ہوا کہ اسلام فتح و نُصرت سے ہمکنار ہوا، منافقین کی بھی عجیب کیفیت احوال ہے، جب مسلمانوں کو نوید مسرت کامیابی اور بھلائی ملتی ہے تو یہ بات ان کو خاطر معصوم پر گراں گزرتی ہے کیونکہ یہ تو اللہ کی رحمت اور انعام سے محروم رہتے ہیں۔ مؤمن کی شان تو یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ نے تو مؤمن کے حق میں فتح مقدر کردی ہے، اگر اسے فتح ملے تو بھی کامیاب، شہادت ملے تو بھی کامیاب، رہا کافر تو ہر طرح ناکام ہے''۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن از جلد سوئم از سید قطب شہیدؒ)

اے راہِ حق کے متوالو! کیا تمہیں معلوم ہے اطاعت رسول کو توفیق اللہ کی مرضی سے ملتی ہے اور نیکی کرنے کی سعادت بھی اللہ کی رضا سے ملتی ہے، نافرمان اور بدعقیدہ لوگوں کا طرزِ عمل تو یہ ہے کہ محض زبان سے اللہ کا اقرار ہے'' یہ نافرمان لوگ منافقت کے اسیر ہیں اور جہاد سے جی چراتے ہیں''۔ (بحوالہ اسرار التنزیل جلد سوئم از محمد اکرم اعوان)

ان کو تو یہ عادت ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں تو بھی بے دلی سے، منافق بظاہر عبادت بھی کرتا ہے، لیکن نفاق کُفر کے بدترین اثرات اس میں پائے جاتے ہیں۔ منافقین ہر وقت احساسِ خوف کی صورت میں رہتے ہیں، گیتیٔ کائنات میں ان کی نیرنگی خیال کی مستی باطنی۔ بے قراری اور دلی پریشانی کی صورت اختیار کئے رہتی ہے، ان پر انجانا سا خوف ہر وقت طاری رہتا ہے کیونکہ اُنہیں پتہ ہے یہ مادی آسائشوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں ان کو ڈر یہ ہے کہ اُنہیں اس بات کا انکشاف نہ ہو جائے کہ اُنہیں حرام و حلال کی تمیز ہی نہیں! احکامات باری تعالیٰ کے انکاری، ذہنی دباؤ اور اندرونی

Marfat.com

خلفشار کے شکار ہیں اس لئے کہ نفاق کا مرض ان میں سما گیا ہے یہ ایک بڑا عذاب ہے۔

☆ہستی اپنی حباب کی سی ہے　یہ نمائش سراب کی سی ہے☆

اے صاحبِ آرزو! جانے آج کے مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے، کافر معاشرہ کو اپنانے کے لئے کوشاں دولت کی طلب میں لگے ہوئے ہیں، یہ خواہش ایسی ہوگئی ہے کہ دنیا کا مال ومتاع نظر آتا ہے تو دین کو چھوڑ کر اس ثروت کو پانے میں لگے رہتے ہیں۔ یہ منافقین کی فطرت بھی عجیب ہے، آپ ﷺ خیرات اور صدقات عنایت فرماتے ہیں تو اس سے قطعی مطمئن نہیں ہوتے (حضورِ اکرم ﷺ سے بڑھ کر کون انصاف کرنے والا ہے)، طعنہ زنی کرتے ہیں، بلکہ یوں کہیے ناروا تنقید ان کا مزاج ہو گیا ہے، زیادہ کچھ مال ومتاع مل جائے تو اظہارِ خوشی اور کم پاتے ہیں تو اظہارِ برہمی کرتے ہیں اور حقیر جانتے ہیں کیا انہیں خبر نہیں! یہ زندگی!۔ ع ہستی اپنی حباب کی سی ہے، یہ نمائش سراب کی سی ہے۔　میر تقی میر

صدقات کی تقسیم کا عمل اللہ جلِ شانہٗ کا مقرر کیا ہوا ہے

زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں

اے اہلِ حُسن وعشق! صدقات کی تقسیم کا عمل اللہ کا مقرر کیا ہوا ہے صدقات واجبہ کی تقسیم محض اندازے سے نہیں ہوسکتی باری تعالیٰ نے زکوٰۃ کی تقسیم کسی نبی کے ہاتھ میں نہیں دی ہے، زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ارشاد فرمائے گئے۔ (۱) فقیر۔ (۲) مسکین۔ (۳) عاملین، حکومت وقت کی طرف سے مقرر کردہ جو تحصیل زکوٰۃ پر مامور ہیں۔ (۴) تالیف قلب ان میں ان لوگوں کا شمار ہے جنہیں خوف لاحق ہو کہ قبولِ اسلام کے بعد وہ مُفلس ہو جائیں۔ (۵) غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے یا جنگی قیدیوں کی ضرورت کے لیے۔ (۶) تاوان ادا کرنے کے لئے، یا مقروض کا قرض اُتارنے کے لئے۔ (۷) اللہ کی راہ میں جہاد فی السیف کرنے یا اصلاحی وتبلیغی ضرورت مصالح کے اُمور کے لئے۔ (۸) وہ مسافر جو سفر کی حالت میں صاحبِ نصاب نہ رہا ہو۔

اے اہلِ آرزو! منافقین کا تو یہ حال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتے ہیں یہ نبی کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہیں۔

☆احکامِ دین کے ساتھ تمسخر کرنا کُفر ہے☆

اے صاحبو! جو لوگ دُکھ پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے، اہلِ نفاق کو یہ خطرہ لاحق رہتا ہے کہ مسلمانوں پر کہیں ایسی سورت نہ اُتار دی جائے، جس سے ان کے نفاق کا معاملہ عیاں ہو جائے جو رُموز ان کے دلوں میں مخفی ہیں ان کا اظہار نہ ہو جائے، ان کے تمسخرانہ اندازِ تکلم کو تو طشت بام ہونا ہے یہ اندازِ گستاخی کب تک راز رہے گا یہ راز باطن ظاہر ہو گیا ہوا یوں کہ سورۃ مبارکہ کا نزول ہوا مسلمانوں کو خاص خاص منافقوں کی منافقت کا پتہ چل ہی گیا، اللہ اور اس کے احکامات تسلیم نہ کرنا جُرم ہے، احکامِ دین کے ساتھ تمسخر کرنا کُفر ہے اور عذاب کی گرفت میں آنا ہے یہ جُرم اس قدر شدید قابل گرفت ہے جس سے توبہ بھی سلب ہو جاتی ہے۔

سورۃ التوبۃ رکوع ۱۲ آیت ۵۸ تا ۵۹ کا خلاصہ

سورۃ التوبۃ رکوع ۱۸ آیت ۶۰ تا ۶۲ کا خلاصہ

سورۃ التوبۃ رکوع ۱۸ آیت ۶۲ تا ۶۰ کا خلاصہ

Marfat.com

سورۃ التوبۃ رکوع ۹ آیت ۶۷ تا ۷۲ کا خلاصہ

☆ ''منافق مرد اور منافق عورتیں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں'' ☆

اے صاحبِ حُسن وسُرور اچھی طرح جان جایئے! منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک ہی ہیں، بالفاظ دیگر ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں، برائی کے کاموں کی ترغیب دیتے ہیں اور بھلے کاموں سے روکتے ہیں، رسم ورواج اپنانے، دکھلاوا کرنے میں پیش پیش ہیں، اور حرام کاموں میں اپنی دلی مرضی اور فراخ دلی سے خرچ کرتے ہیں، لیکن جہاد کے لیے رقوم دینے میں، حصہ لینے میں اُن کے دلِ حزیں میں گھٹن پیدا ہوجاتی ہے اس لئے اللہ نے ان منافقوں کو اپنی رحمت اور فضل سے محروم کردیا ہے اور مسلمانوں کی نظر میں اللہ نے اُنہیں رُسوا اور ذلیل کردیا ہے، ان پر اللہ کی پھٹکار اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔

اے صاحبو! ذرا سوچو توسہی آج بھی وہی اندازِ فکر ہے آج کے دور کے اعتراضات سُن کر محسوس ہوتا ہے وہی انداز سوچ جو کل تھا، آج بھی وہی ہے جو گستاخانہ سلوک ابتدائے اسلام میں کُفار ومشرکین کا تھا وہی آج تہذیبِ نو کے علمبر دار نے اپنالیا ہے، بُتوں سے اُمیدیں، خدا سے نااُمیدی، کے مصداق ہر شخص یہود ونصاریٰ کی حرکات وسکنات اور عمل اپنانا چاہتا ہے درحقیقت اس میں خاصی حد تک نفاق کے مہلک جراثیم ہوتے ہیں، مجھے کہنے کی اجازت دیجیے! ضروری ہے اب کے ہر مسلمان اپنا محاسبہ کریں! فکرِ دین کی راہ اپنایئے۔

جب کہ اللہ کے حبیب ﷺ واضح رُشد وہدایت ان لوگوں کے سامنے لے کر آئے تو اُنہوں نے پیروی کرنے سے انکار کیا۔ اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ تمام منافق اور کافر، اس دنیاوی زندگی گذارنے کے بعد دوزخ کی آگ میں پڑے رہیں گے یہ اللہ کے غضب وعتاب کے مستحق ہوں گے، سابقہ قوموں کے لوگ بھی گیتیٔ کائنات میں مال ودولت اولاد اور سلطنت کی قوت وطاقت سے سرشار ہوکر گمراہی میں مُبتلا تھے ان کو احساس نہیں ہوا کہ ظُلم کا نتیجہ کیا نکلا، کیا اُنہیں پتہ نہیں کہ قوم نوح، قوم عاد وثمود کے ساتھ کیا ہوا تباہی وبربادی سے ہمکنار ہوئے، تم بھی چند روز کی زندگی کے لیل ونہار سے فائدہ اُٹھالو اللہ کے عذاب سے کیونکر نجات پاسکتے ہو! مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں تو ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں ان کی زندگی کا مقصد دین کی سرفرازی ہے کے مصداق وہ نماز کا اہتمام کرتے ہیں، عبادت باری تعالیٰ میں مصروفِ عمل رہتے ہیں، اُنہیں مال کی طلب نہیں! ہمیشہ ہر وقت وہ اللہ کی یاد میں لگے رہتے ہیں یہی لوگ دنیا وآخرت میں کامرانی کے مستحق ہیں۔

سورۃ التوبۃ رکوع ۱۰ آیت ۷۳ تا ۸۰ کا خلاصہ

☆ کافروں اور منافقوں سے جہاد کا سلسلہ عزم جاری رکھو! ☆

اے راہِ حق کے طلب گارو! کافروں اور منافقوں سے جہاد کا سلسلہ عزم جاری رکھو! ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے چنانچہ آیت ۲۹ سورۃ الفتح پارہ ۲۶ حٰمٓ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں۔

اللہ کے محبوب کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ شفیق اور مہربان ہیں، آپ ﷺ کی اس صفت کا اظہار آیت ۱۲۸ سورۃ توبہ میں آیا ہے:

Marfat.com

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

جو تمہاری منفعت کے بہت بڑے خواہش مند رہتے ہیں، ایمانداروں کے ساتھ شفیق اور مہربان ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے منافقین کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا "ایک عرصہ تک آپ ان سے صرف نظر کرتے رہے اور چشم پوشی فرمائی لیکن اب صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، خوش اخلاقی کی بھی ایک حد ہوتی ہے"۔ (ماخوذ فی ظلال القرآن جلد سوم از سید قطب شہیدؒ)

نرمی کا دور ختم ہوا، سختی کا تقاضا ہو تو سختی سے پیش آنا لازمی ہے۔ منافقین کی فطرت طبع بھی عجیب ہے بدکرداری کا عمل تو دیکھیے اللہ کی نعمتیں پا کر بھی شکر ادا کرنے کے بجائے کُفرانِ نعمت کر رہے ہیں ان کا فرانہ اور منافقانہ طرزِ عمل کی وجہ سے ان سے سختی برتنے کا حکم ملا ہے یہ دروغ گو، فاسد اور سازشی ہیں اللہ نے فضل کیا کہ مسلمانوں کو ان کی فتنہ پرداز کاروائی سے بچا لیا۔

☆ منافق کے لیے اللہ کا غضب اور عتاب ہے ☆

اے نورِ شوق کے متوالو! ذرا سوچو تو سہی! منافقین کے لیے اللہ جلِ شانہٗ کا غضب اور عتاب ہے ان کے لیے دعائے مغفرت مستجاب نہ ہوگی، اصل بات تو یہ ہے کہ منافق جو عہدِ میثاق کرتے ہیں اس کی پاس داری نہیں کرتے، ان کا خیال وہم و گمان ہے کہ باری تعالیٰ ان کی مخفی بات اور رازوں کو نہیں جانتا یہی ان کی بھول ہے اللہ جلِ شانہٗ سب کچھ جانتا ہے۔ مقام غور و فکر ہے کہ آج جدید معاشرہ، شبِ ظلمت کی تاریکی میں ڈوب گیا ہے معاشرتی ترقی ہو کہ اقتصادی خوش حالی، زندگی کے ہر موڑ پر علامات پائی جاتی ہیں، اب ذرا بتاؤ تو سہی اتحادِ عمل کی کیا صورت نکل سکتی ہے یکجہتی کا عنصر کیونکر غالب ہو سکتا ہے، کیا ہم میں منافقت کا رنگ نہیں غالب ہے مغربی تہذیب کے آذر نے ایسے صنم تراش لیے ہیں اور ہر وقت تخریب کاری میں مصروف عمل ہیں یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ ہماری سیاست اور معیشت اور معاشرتی زندگی تباہی کی طرف مائل ہے۔ ذرا سوچیے تو سہی! ذرا جان جایئے منافق کے دامِ فریب میں اُلجھ کر دھوکہ نہ کھایئے سورۃ البدر آیت ۱۰ پارہ ۳۰ عمّ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ" ہم نے دکھا دیئے ہیں اس کو دونوں راستے خیر بھی اور شر بھی، ایمان کی سعادت بھی عطا ہوگی اور شقاوت بھی، اب فیصلہ آپ کیجیے!۔

☆ کس قدر بدنصیبی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری سے محروم رہا جائے ☆

اے طالبِ حُسن و عشق! سوچو تو سہی کس قدر بدنصیبی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری سے محروم رہا جائے آپ ﷺ کی اطاعت سے نافرمانی اختیار کرنے والے خوش ہیں، کہ مال بھی بچا جان کو بھی امان مل گئی انہیں اس بات کا علم ہونا چاہیئے کہ اللہ کے حبیب کی اطاعت ترک کر کے وہ ہیبت ناک مصیبت میں اپنے آپ کو گرفتار بلا کر رہے ہیں، ترکِ اطاعتِ رسول ایک گناہ ہے، جس کے ساتھ ابدی رنج والم ہے وہی آئی جہنم کی آگ اس سے بہت سخت ہے، کیسی کم نصیبی کی علامت ہے، اللہ کے حکم سے انحراف کر رہے ہیں! کیسی کٹھن منزل ہے! سوچ رہے ہیں اللہ کی راہ میں صدقات، خیرات کی ادائیگی سے بچ گئے۔ تمہاری بدقسمتی ہے حزب اللہ کے ساتھ تمسخر کر رہے ہیں لُطف اندوز ہو رہے ہیں! عنقریب علم ہو جائے گا اس کا انجام کیا ہے! مدتوں آتشِ جہنم میں روتے رہو گے نجات ناممکن ہے عنقریب آغوشِ موت میں جانا ہے، وہ تمہیں آکر

Marfat.com

گھیرے گی جانو! تو سہی! رُسوائی تمہارا مقدر ہے تم لوگ میرا ساتھ دینے والے بن کر نہیں نکل سکتے۔ جاؤ! جاؤ اسی حالت میں پیچھے رہنے والوں کے ہمراہ رہو، اب تمہیں توفیقِ جہاد ہونے کی نہیں! اب اپنا انجام بھگتو!۔

ارکانِ دین سے تمسخر منافقت کی دلیل ہے

ایسے شخص کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں!

اے صاحبو! تم کو خبر نہیں مگر ایک سادہ لوح کو جس کے پاس دولت ثروت زیادہ ہے اور وہ بے دین ہے تو ایسا انسان اللہ کے ذکر و فکر سے غافل ہو جاتا ہے بُری خصلت دل میں اُبھرتی ہے، تکبّر آ جاتا ہے اور اس کے نتیجہ سے بے خبر ہو کر اولاد نافرمان پیدا ہوتی ہے، والدین کی رُسوائی کا مُوجب ہوتی ہے، جس کی نوعیت یہ کام دنیائے رنگ و بُو میں کر رہے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا یہ بہت کم ہنستے اور روتے زیادہ! صد حیف! آج اُنہیں سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کاش یہ لوگ کچھ سمجھتے کل قیامت میں ان کا انجام کیا ہوگا، وہ نافرمانی کی حالت میں مر گئے! ارکانِ دین سے تمسخر منافقت کی دلیل ہے ایسے شخص کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ یہ ایک بڑی سزا ہے جو منافق کے حصّے میں آئی آخرت کی شفاعت سے محرومی کا یہ منظر اور پسِ منظر موت ہی سے واضح ہو گیا ہے۔

جہاد کے لئے جنہوں نے اجازت طلب کرنے کی زحمت بھی گوارہ نہیں

اُنہیں توبہ کی توفیق مہلت بھی نہ ملی

اے راہِ حق کے طلب گارو! بات تو سچ ہے مدینہ منورہ سے باہر کے قبائل میں کچھ نا سمجھ ایسے بھی تھے جو کسی حقیقی عذر کے سبب سے جہاد میں حصّہ لینے سے قاصر رہتے تھے ان میں کچھ منافق بھی شامل تھے جو حیلہ بہانہ کرتے رہے جہاد کے لیے اُنہوں نے اجازت طلب کرنے کی زحمت بھی گوارہ نہیں کی، اور اُنہیں توبہ کی توفیق مُہلت بھی نہیں ملی، بعض کا دعویٰ دین اور ایمان صداقت پر مبنی نہ تھا اُن کے لئے دردناک عذاب کے سوا اور کیا ہے!

اے صاحبو! جو لوگ معذور تھے ضعیف تھے، کچھ بیماری میں مُبتلا تھے، کچھ کے پاس سواری کے وسائل نہ تھے ایسے لوگوں کو تو موردِ الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا ❶ البتہ ایسے لوگ قابلِ گرفت ہیں! جو لوگ خانہ نشین عورتوں کا ساتھ دینے پر مسرور ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مُہر لگا دی ہے اس لیے وہ جانتے ہی نہیں کہ جہاد میں دنیا و آخرت کے لئے کیا فائدے ہیں۔

کچھ ایسے بھی لوگ تھے جن کے پاس جنگی قوت تو تھی، لیکن اُنہیں سواری میسّر نہ تھی، اور طویل سفر پر نہیں جا سکتے تھے۔ ایسے لوگ مجبوری کی بنا پر رہ گئے، لیکن اُن کے دل افسردہ تھے، اور آنسوؤں سے اشک جاری تھے کہ اعزاز جہاد کی سعادت سے عارضی مجبوری کی بنا پر محروم ہو رہے ہیں۔ جہاد کی سچّی چاہت کی یہ کسی قدر حسین امتزاج ہے۔

❶ ...... جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ تھے جن کے دل جہاد میں شرکت کے متمنی تھے، جو مجاہدین سے اظہارِ اُلفت کرتے، اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دشمنی رکھتے! ایسے لوگ جہاد میں شرکت سے محروم رہتے تو اُن پر کوئی گناہ نہیں!۔

Marfat.com

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ط

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی

احوالِ واقعی

جرأت ملی خیال ملا اور قلم ملا
یہ سب ملے تو قرآن پہ اِذنِ رقم ملا

اَلحَمدُ لِلّٰہ! تفسیر عزیزی کا پارہ وَاعلَمُوٓا (۱۰) اشاعت وطباعت کے مرحلے سے گذر کر آپ کے زیرِ مطالعہ ہے۔ قرآن پہ اذن رقم ملا کی سعادت ملی، ۱۲ ربیع الاول کی مبارک ساعت جب کائنات سے تاریکی دور ہوئی نورِ مجسم کی آمد آمد ہوئی ظلمتِ شب گذر گئی تو نورِ مجسم محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس جلوہ فگن ہوئی، ''صبحدم دروازہ خاور کھلا'' کے مصداق رحمت کی ساعت آئی نعمتِ عظیم سے دنیا منور ہوئی، شکر صد شکر، یہ برکت کی گھڑی باعثِ اکرام وانعام ہے

توفیقِ رحمت اور اللہ جل جلالہٗ کے فضل وکرم سے حسبِ وعدہ پارہ دہم آپ کے ہاتھوں میں ہے ذوق وشوقِ قرآن فہمی کو اُجاگر کرنے کی سمت، میری تحریر اور کاوش کو آپ نے تحسین کی نظر سے دیکھا، آپ کی نوازشِ کرم اور عنایت کا خلوصِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں! **جزاکم اللہ**

اگر میرے مطالعہ میں مُتقدمین کی تفاسیر وتشریحات نہ ہوتیں، جن کی علمی، فکری اور قرآنی خدمات میرے لئے علمی خزانہ ہے جنہوں نے قرآن کی ہر زاویہ نظر سے تشریح کی، آپ کے زیرِ مُطالعہ مختصر تشریح وتوضیح انہیں علماء کرام اور مُفسّرین کی خُوشہ چینی ہے۔

اگر اس میں کوئی خوبی پائی جائے تو یہ انہیں اکابرینِ ملّت کا طفیل اور تحفہ ہے اگر کوئی کمی یا خامی پائی جائے، تو یہ میری اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا نتیجہ ہے۔

باوجود احتیاط کے بشری تقصیر کی وجہ سے ترجمۂ قرآن، اظہارِ بیان مفہوم ومعنیٰ اور مطالب میں کوئی کوتاہی، غلطی ہوگئی یا رہ گئی ہو، تو میں اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتا ہوں۔

اربابِ ذی علم سے میری استدعا ہے کہ انہیں کوئی فروگذاشت نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں ان استدرات سے استفادہ کیا جائے۔ اے اللہ! اپنی رحمتِ خاص سے اس تحریری کوشش کو بھی اپنی مُربیانہ بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما! آمین۔

اور تفسیرِ عزیزی کی اشاعت کا ثواب میرے والدین کے نامۂ اعمال میں ثبت فرما۔ آمین۔

آخر میں اُن تمام بزرگوں، احباب واغیار کے لئے اظہارِ تشکّر، جنہوں نے میرے کام میں رہنمائی فرمائی۔ جزاکم اللہ

وَاٰخِرُ دَعوٰنَآ اَنِ الحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ

الرقوم

۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۷ فروری ۲۰۱۱ء

۱۸/۹۲۷ سمن آباد فیڈرل بی ایریا کراچی، پاکستان

دعاگو ودعا جو

محمد لقیط خان عفا اللہ عنہ

Marfat.com

قواعدِ عربی کے چند آسان اُصول

۱)......کلمہ: ہر بامعنی لفظ کو "کلمہ" کہا جاتا ہے اس کی تین اقسام ہیں (ا) اسم، (ب) فعل، (ج) حرف۔
(ا) اسم......وہ ہے جو کسی شئے کا نام ظاہر کرے مثلاً کِتَاب (کتاب)، مَاءٌ (پانی)
(ب) فعل......جو کسی کام کے ماضی (گذشتہ)، موجودہ اور آئندہ ہونے کے معنی کا اظہار کرے۔ ماضی: گذرا ہوا زمانہ، حال: موجودہ زمانہ، مستقبل: جن میں آنے والا زمانہ پایا جائے، مثال کے طور پر ذَهَبَ: وہ گیا، يَذْهَبُ: وہ جاتا ہے یا جائے گا۔
فعل کی چار اقسام ہیں، ماضی، مضارع (حال و مستقبل)، امر و نہی
(ج) حرف......جو اسم اور فعل کے مابین رابطہ کا کام سرانجام دے، یا باہم دو اسم کو ملا کر ان کے معانی پورے کرتا ہو، کسی بھی حرف کے معنی دوسرے لفظوں سے مل کر واضح ہوتے ہیں۔

عربی زبان کے چند حروف اور ان کے عمومی معانی: فِيْ (میں)، مِنْ سے، كَ مانند، عَلٰي پر، اِلٰي طرف، عَنْ سے، حَتّٰي تک یا یہاں تک، بِ ساتھ، لِ لئے وغیرہ وغیرہ، الفاظ کے ساتھ مثالیں۔ فِي الْجَنَّةِ: جنت میں، اِلَى الْبَيْتِ گھر تک، عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فرشتوں پر۔

۲)......حرکاتِ عربی......(َ) زبر، (ِ) زیر، (ُ) پیش، میں سے ہر ایک کو حرکت کہا جاتا ہے، اور اعراب بھی کہا جاتا ہے دو زبر (ً) دو زیر (ٍ) دو پیش (ٌ) کو تنوین کہا جاتا ہے جس حرف پر تشدید (ّ) ہو وہ مُشدّد کہلاتا ہے، مثلاً مُحَمَّدٌ میں دوسرا "میم" مُشدّد ہے۔
(ا)......رَفع یا ضمہ پیش (ُ) کو کہتے ہیں۔ وہ حرف جس پر (ُ) پیش ہو مَرْفُوْع کہلاتا ہے اور وہ لفظ بھی مَرْفُوْع کہلاتا ہے جس حرف کے آخر میں پیش ہو جیسے کُتَابٌ یا کِتَابٌ اس میں بُ، بٌ مرفوع ہیں اور کُتَابٌ کِتَابٌ دونوں مرفوع ہیں۔
(ب)......نَصب، فَتحہ: (َ) زبر کو کہا جاتا ہے اور مَنْصُوب، مفتوح وہ حرف، لفظ ہے جس کے آخری حرف پر (َ) زبر یا (ً) دو زبر ہوں۔ جیسے رَحْمَةَ، رَحْمَةً، میں ر، م، اور ةَ مفتوح ہیں اور رَحْمَةً پورا مفتوح ہے اس لئے کہ آخری حرف پر زبر (َ) یا دو زبر (ً) ہیں۔
(ج)......جَر یا کسرہ (ِ) کو کہا جاتا ہے مَجْرُور یا مکسور وہ حرف یا لفظ ہے جس پر، یا جس کے آخری حرف پر زیر (ِ) یا (ٍ) دو زیر ہوں جیسے نَفْسِ نَفْسٍ۔
(د)......سُکون: جزم (ْ) کو کہا جاتا ہے اور مَجْزُوم یا ساکن وہ حرف یا لفظ ہے جس پر، یا جس کے آخری حرف پر جزم ہو مثال کے طور پر لَمْ يَفْتَحْ۔

۳)......مذکر اور مؤنث: ہر اسم ان دو حالتوں مذکر اور مؤنث میں ہوتا ہے۔ مذکر کی مثال: رَجُلٌ، مرد، اَحْسَنُ، خوبصورت حسین مرد۔ مؤنث کی مثال:......اِمْرَأةٌ عورت۔ حُسْنٰي، خوبصورت عورت۔

۴)......واحد تثنیہ اور جمع، ایک کو واحد، دو کو تثنیہ اور دو سے زائد کو جمع کہا جاتا ہے۔ واحد مذکر کی مثال...... عَبْدٌ بندہ، عَابِدٌ عبادت گزار۔ واحد مؤنث کی مثال...... عَابِدَةٌ عبادت گزار عورت، مُؤْمِنَةٌ، ایمان والی عورت۔
(۱)......تثنیہ بنانے کا قاعدہ: واحد کے آخر میں ان یا ین لگانے سے تثنیہ بن جاتا ہے ان دونوں سے پہلے والا حرف مفتوح ہونا چاہیے۔ مثلاً عَبْدٌ سے عَبْدَيْنِ، اَمَةٌ سے اَمَتَيْنِ۔
(ب)......جمع بنانے کا قاعدہ (یعنی جمع سالم) اسم واحد مذکر کے آخر میں وْنَ بحالت رفع یا يْنَ (بحالت نصب وجر) بڑھانے سے جمع بن جاتا ہے اسے جمع سالم کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں واحد کی صورت سلامت رہتی ہے۔ مثال کے طور پر مُسْلِمٌ سے مُسْلِمُوْنَ (بحالت رفع) یا مُسْلِمِيْنَ، (بحالت نصب وجر) مُؤْمِنٌ سے مُؤْمِنِيْنَ اسم مؤنث ہونے کی صورت میں اس کے آخر میں، ات کا اضافہ ہوتا ہے، یعنی علامت مؤنث کو حذف کر کے، اگر پہلے سے موجود ہو جیسے مُسْلِمَةٌ سے مُسْلِمٌ پھر، مُسْلِمَاتٌ۔

(ج)......جمع مکسر: یہ جمع کی ایسی قسم ہے جس کے بنانے کا کوئی خاص قاعدہ/اصول نہیں، بلکہ یہ صرف سننے پر یا چند مخصوص اوزان پر آتی ہے اسے جمع مکسر کہا جاتا ہے اس لئے کہ اس میں واحد کی صورت ٹوٹ جاتی ہے مثال کے طور پر، رُسُلٌ، رَسُوْلٌ کی جمع ہے، یاد رہے! بہت سارے لفظوں کی تذکیر وتانیث، وحدت اور جمع غیر قیاسی ہوتی ہے گویا ان کا کوئی قاعدہ/ضابطہ نہیں ہوتا، جس کی رو سے وہ بنیں، ایسے لفظوں کو ''سماعی'' کہا جاتا ہے جو اہلِ زبان سے سُنے گئے ہوں۔ مثال: خَلِیفَۃٌ واحد مذکر اس کی قاتانیث کی نہیں ہے اسی طریقہ سے سَنَۃٌ (سال) جو مؤنث ہے اس کی جمع سِنُوْنَ آتی ہے (جو خلافِ قیاس ہے) اِمْرَاۃٌ کی جمع نِسَاءٌ آتی ہے اسی طرح سے اَرْض مؤنث کا صیغہ ہے (جو بظاہر مذکر معلوم ہوتا ہے)۔

۵)......قیاسی اور سماعی الفاظ: جو الفاظ کسی قاعدہ کی رو سے بنائے جائیں انہیں قیاسی کہا جاتا ہے جو بغیر کسی کُلیّہ کے یعنی اہلِ زبان کی گفتگو کے مطابق بولے جائیں انہیں سماعی کہا جاتا ہے۔

۶)......مرکبات: دو یا دو سے زائد کلمات باہم مل کر مرکب بنتے ہیں، مرکّب کی دو اقسام ہیں۔

(ا) مرکّب تام: مرکّب تام وہ ہے جس میں کوئی بات پوری طور پر سمجھ میں آجائے مثال: اَللّٰہُ لَطِیفٌ: اللہ باریک بین ہے، اَلرَّجُلُ حَسَنٌ: مرد حسین ہے۔

(ب) مرکّب ناقص: مرکّب ناقص وہ ہے جس میں بات پوری طور پر سمجھ میں نہ آسکے بلکہ وہ بات ادُھوری ہی رہے۔ مثال: رَجُلٌ حَسَنٌ (کوئی ایک خوبصورت مرد) مرکّب ناقص کی کئی قسمیں ہیں پہلے کی صفت/خوبی بتائے۔ مثال: رَجُلٌ صَالِحٌ، کوئی ایک نیک مرد، یہاں لفظ صَالِحٌ لفظ رَجُلٌ کی خوبی نیکی کا اظہار کرتا ہے۔ پہلے لفظ کو موصوف اور دوسرے کو صِفت کہتے ہیں، یہ بات یاد رہے کہ اُردو میں عربی کے برعکس صِفت پہلے آتی ہے اور موصوف بعد میں آتا ہے۔ عَذَابٌ عَظِیمٌ، بڑا/شدید عذاب، اگر موصوف واحد استعمال ہو تو صِفت بھی واحد ہوگی۔

مرکّب اضافی وہ مرکّب ہے جس کے دونوں جزو اسم ہوں، اور پہلا دوسرے کی جانب منسوب ہو، اگر بزبان اردو ترجمہ کیا جائے تو بالعموم اس میں (کا، کے، کی) میں سے کوئی لفظ استعمال ہوتا ہے، مثال: رَسُوْلُ اللّٰہِ (اللہ کا رسول) اس میں پہلا لفظ رَسُوْلُ مُضاف ہے اور لفظ اَللّٰہ مُضاف الیہ ہے عربی زبان میں مضاف پہلے آتا ہے اور بعد میں مضاف الیہ۔

۷)......اسمِ ضمیر: وہ اسم جو دوسرے اسم (ظاہر) کی جگہ آئے اس کو ضمیر کہا جاتا ہے مثال: یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ (اے آدم تو اپنی اہلیہ کے ساتھ رہ) اس میں اَنْتَ (تو) اور کَ (تیری) ضمیریں ہیں، اور ان کا مَرجع (یعنی جس کی طرف ضمیر لوٹے) اٰدَمُ ہے جو اسم ظاہر ہے۔ ضمیر کی دو قسمیں ہیں، (ا) منفصل جو فقرے میں بالکل الگ تھلگ مستعمل ہو جیسے، اَنْتَ، اُوپر کی مثال میں ملاحظہ فرمائیے۔ اَنْتَ وَزَوْجُکَ (ب) متصل، جو کسی اسم یا فعل کے ساتھ مل کر ایک کلمہ کی نوعیت اختیار کریں، جس طرح وَزَوْجُکَ میں کَ۔

۸)......اَسْمَاءُ الاشارہ: اسم اشارہ سے مراد جن سے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جائے یہ دو قسم کے ہوتے ہیں، اشارہ قریب: یہ ایک کتاب ہے، هٰذَا کِتَابٌ اشارہ بعید کے لئے وہ کتاب ذٰلِکَ الْکِتَابُ ان دونوں مثالوں میں هٰذَا اور ذٰلِکَ اسماء اشارہ ہیں اور کتاب مشارٌ الیہ۔

۹)......اسم موصول: جس سے کسی خاص چیز کا پتہ چلتا ہو، اس کو اسم موصول کہا جاتا ہے، اور جس کا مفہوم اس کے بعد آنے والے جملہ سے پورا ہو، اس جملے کو اس کا صِلہ کہا جاتا ہے مثال: بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اس میں اَلَّذِیْنَ اسم موصول ہے اور اٰمَنُوْا اس کا صِلہ ہے۔

۱۰)......مادہ: عربی زبان میں حروف اصلی یا بنیادی حروف کو مادّہ کہا جاتا ہے یہ مختلف افعال اور اسماء میں سے تین سے پانچ تک ہوتے ہیں تمام تر اسم مُشتق کے حروف اصلی اپنے صِیغہ ماضی، (واحد غائب مذکر) سے پہچانے جاتے ہیں۔ مثال: ناصر اسم مشتق ہے، جس کا مادہ نصر، نَصَرَ سے ہے، جو درحقیقت صِیغہ ماضی واحد مذکر غائب ہے، نَصَرَ اس نے مدد کی، نَاصِرٌ الف کے اضافے کے ساتھ اسم فاعل ہے۔ مصدر: یعنی جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا بغیر زمانے کے معلوم ہو، کسی بھی مادہ کے معانی کا صدور اس کے مصدر سے ہوتا ہے، مثال: عَبَدَ مادہ ہے جب کہ عِبَادَۃٌ رعبادت کرنا، تعْبِیدٌ، غلام بنانا اس کے مصدر ہیں نصر مادہ ہے اور نَصْرٌ (مدد کرنا) مصدر ہے۔

Marfat.com

۱۱)......فعل ماضی: فعل ماضی کے مختلف صیغوں کی تبدیلی ان حروف کی بناء پر ہوتی ہے، ا، و، ت، م، ن اور تمن ماضی مطلق حروف کی گردان۔ یعنی جس کا فعل معلوم ہو، اس کو بالعموم حرف ماضی لکھا جاتا ہے فَعَلَ، اس ایک مرد نے کیا، واحد، غائب مذکر فَعَلَتْ اس عورت نے کیا، واحد غائب مؤنث، فَعَلْتَ تو ایک مرد نے کیا واحد مخاطب/حاضر مذکر، فَعَلْتِ، تو ایک عورت نے کیا، واحد، مخاطب/حاضر مؤنث، فَعَلْتُ۔ میں نے کیا، واحد متکلم مذکر ومؤنث، فَعَلْنَا ہم نے کیا، تثنیہ جمع، متکلم، مذکر مؤنث۔ ماضی مجہول: یعنی جس کا فاعل نہ معلوم ہو، ماضی کے پہلے حرف پر (ُ) پیش اور ماقبل آخر یعنی آخری سے پہلے پر (ِ) زیر لگانے سے ماضی معروف ماضی مجہول بن جاتا ہے جیسے فَعَلَ سے فُعِلَ۔

۱۲)......فعل مضارع: اس میں حال اور مستقبل کے دونوں معنی آتے ہیں ماضی سے پہلے ی، ت، (الف)، ن لگا کر یا اس میں کچھ تبدیلی کر کے مضارع بنایا جاتا ہے، اور انہی کو علامتِ مضارع کہتے ہیں، مضارع معروف جس کا فاعل معلوم ہو، اس کو بھی عام طور پر حروف مضارع لکھا جاتا ہے۔ مثال: یَفْعَلُ، وہ کرتا ہے، کرے گا۔ واحد غائب مذکر، تَفْعَلُ وہ کرتی ہے، کرے گی، واحد غائب مؤنث أَفْعَلُ، میں کرتا ہوں، کرتی ہوں، کروں گا، کروں گی، واحد، متکلم مذکر، مؤنث۔ مضارع مجہول: جس کا فاعل نہ معلوم ہو، مضارع معروف میں علامت مضارع کو (ُ) پیش اور ماقبل آخر کو (َ) زبر دینے سے مضارع مجہول بن جاتا ہے، یعنی یُفْعَلُ، مثال: یَعْلَمُ، وہ سکھاتا ہے یُعْلَمُ، وہ سکھایا جاتا ہے، یَقْبَلُ، وہ قبول کرتا ہے یُقْبَلُ وہ قبول کیا جاتا ہے۔

۱۳)......فعل امر ونہی: امر کے معنی حکم کے ہیں فعل امر وہ ہے جس میں کسی کام دینے کا حکم ظاہر ہو، فعل نہی جس میں کسی کام سے روکا جائے۔ امر حاضر جس میں مخاطب کو حکم دیا جائے، فعل مضارع کی علامت ہٹا کر اس کی جگہ، ہمزۃ الوصل، یعنی وہ وصل کر کے پڑھنے میں نہیں آتا، مثال: وَانْصُرْ اس میں ''ا'' نہیں پڑھا جاتا، لکھا جاتا ہے، اور آخری حرف پر جزم آجاتا ہے، اِفْعَلْ تو ایک مرد کر، اِفْعَلِي تو ایک عورت کر، واحد مؤنث اِفْعَلَا تم دو مرد کر و، اِفْعَلُوْا تم سب مرد کرو، جمع مذکر، اِفْعَلْنَ تم سب عورتیں کرو، جمع مؤنث۔ نہی حاضر! یعنی جس میں مخاطب کو کسی کام سے روکا جائے لَا تَفْعَلْ تو ایک مرد نہ کر واحد مذکر، لَا تَفْعَلِي تو ایک عورت نہ کر واحد مؤنث۔ لَا تَفْعَلَا تم دو مرد/دو عورتیں نہ کرو تثنیہ مذکر، لَا تَفْعَلُوْا تم سب مرد نہ کرو، صیغہ جمع مذکر، لَا تَفْعَلْنَ تم سب عورتیں نہ کرو جمع مؤنث۔

۱۴)......مُعرب ومبنی: جن لفظوں کے آخر میں اعراب یا حروف بدلتے رہتے ہیں ان کو مُعرب کہا جاتا ہے، یہ اعراب اور حروف کا تبدیل ہونا قیاسی ہوتا ہے، جب کہ اس کے علاوہ جو لفظ ہیں ان کو مبنی کہا جاتا ہے۔ مثال: عِلْمٌ کو بعض مرتبہ جملے میں عِلْمًا لکھا جاتا ہے، رَحْمَةٌ یا رَحْمَةً وغیرہ اسم معرب ہیں۔

۱۵)......فعل ماضی کی اقسام: ماضی کے شروع میں ''مَا'' لگا دینے سے ماضی منفی بنتا ہے۔ ماضی قریب: ماضی پر قَدْ اضافہ کر دینے سے اکثر ماضی قریب کے معنی ہو جاتے ہیں مثال: قَدْ جَاءَ، وہ آیا ہے۔ ماضی بعید کَانَ ماضی پر لگا دینے سے ماضی بعید ہو جاتا ہے، کَانَ ذَهَبَ، وہ گیا۔ ماضی استمراری کَانَ مضارع پر لگا دینے سے یہ ہو جاتا ہے، مثال: کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ، وہ کرتے تھے۔

۱۶)......اسم مشتق وجامد: وہ اسم جو مادّہ ومصدر سے بنایا جائے، اسم مشتق کہلاتا ہے، جب کہ جامد وہ ہے جو کسی دوسرے لفظ سے نہ نکالا گیا ہو، بلکہ اپنا الگ مستقل وجود رکھتا ہو اسم مشتق کی حسب ذیل قسمیں ہیں۔
اسم فاعل: یہ اس ذات کو بتاتا ہے جو کام کرنے والا ہو، اسم مفعول: یعنی وہ ذات جس پر فعل واقع ہو، صفت مشبہ: یہ اسم اس ذات کو بتاتا ہے جس میں مصدری یا کوئی وصف پائیداری کے ساتھ پایا جائے۔ اسم تفضیل: اس ذات کو بتاتی ہے جس میں مصدری معنی اوروں کی نسبت زیادتی کے ساتھ پائے جائیں۔ اسم مبالغہ: جو کسی فعل میں کوئی خوبی، کثرت اور شدّت کے ساتھ بتائے۔ اسم ظرفِ زماں، مکاں۔ ظرف مکان وہ ہے جو وقوعِ فعل کی جگہ کو اور ظرف زماں وقوعِ فعل کے وقت کو بتاتا ہے۔ اسم آلہ: یہ اس آلہ کو بتاتا ہے جس سے کوئی کام لیا جائے۔ اسم صفت وہ ہے جس میں اسم فاعل اسم مفعول اور صفت مشبہ اسم تفضیل اور اسم مبالغہ موجود ہو۔

۱۷)......کلمات الاستفہام: یعنی وہ حروف جن سے کوئی سوال یا چیز معلوم کی جائے۔ مَا، مَاذَا، أَيْنَ، كَيْفَ، أَنَّى۔

Marfat.com

حرفِ سخن

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ط

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَحدَہٗ

الحمد للہ چالیس برس سے قرآن حکیم میرے شب و روز کے فکر و نظر کا موضوع رہا ہے، اس کی ایک ایک سورت، ایک ایک مقام، ایک ایک آیت، ایک ایک لفظ پر میں نے غور و فکر کرنے کی کوشش کی ہے۔ وادیٔ علم میں قدم رکھنے کے بعد، مرحلوں پر مرحلے طے کئے ہیں، علوم قرآن اور مضامینِ قرآن کے مباحث کا کوئی گوشہ نہیں، جس کی طرف سے حتی الوسیع ذہن نے تغافل اور جستجو نے تساہل کیا ہو، علم و نظر کی راہوں میں آج کل علمی سفر، قدیم و جدید کے عنوانات میں قدرے مشکلات کا باعث ہے، بہر نوع قرآن کا علم ایک وسیع مطالعہ اور فلسفۂ زندگی کا آئینہ دار ہے اور مجھ جیسے طالب علم کے لئے یہ منزل طے کرنا ایک سعادت بابرکت ہے، علم کا ذوق و شوق، قرآن فہمی سے لگاؤ، نے اس جذبہ کو حوصلہ دیا۔

اس تمام عرصے کی جستجو و طلب کے بعد، قرآن مجید، فرقانِ حمید کو جیسا کچھ، جتنا کچھ، سمجھنے کی اللہ تعالیٰ نے صلاحیت و توفیق بخشی، اس کتاب کے صفحات پر پھیلا دیا ہے۔

میرا واحد مقصد یہ ہے کہ ایک عام مسلمان، قرآن اور اس کی آیات کا مفہوم خود سمجھ سکے اور تعلیماتِ قرآن سے وہی نتیجہ اخذ کرے جو قرآن کا مُدّعا ہے۔

اس کلامِ پاک کے تراجم، تفاسیر اور علوم کے ہر ہر پہلو پر، ہر زبان میں قیامت تک کام ہوتا رہے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

بے شک کون نہیں جانتا، قرآن کی تلاوت بھی کارِ ثواب ہے، اُس کی تلاوت آنکھوں کا نُور، دلوں کی فرحت و شادابی، چین و سکون، راحت ہے۔ لیکن اصل بات تو قرآن کو سمجھنا، اس کے لفظ میں چھپے ہوئے وسیع و عمیق معنوں پر غور کرنا، اور اس میں بیان کی گئی اَبدی ہدایت کی روشنی میں دینی و دنیوی زندگی بسر کرنا ہے۔ میں نے تفسیرِ عزیزی اُن عام پڑھے لکھے لوگوں کے لئے ترتیب دی ہے، جو قرآنی تعلیمات سے منور ہو کر اپنے آپ کو صراطِ مستقیم پر لانا چاہتے ہیں، لیکن انہیں قرآن سے استفادہ کرنا نہیں آتا۔

ہر موضوع میں، آیاتِ مبارکہ اور ان کا ترجمہ، معنیٰ اور مفہوم آپ کے زیرِ مطالعہ ہے۔ تفسیرِ عزیزی کی مدد سے ایک مسلمان کا بھی، قرآن حکیم سے قلبی لگاؤ اور حقیقی رابطہ پیدا ہو گیا اور وہ روحِ قرآن کے قریب سے قریب تر آ گیا تو یہ بات میرے لئے باعثِ طمانیتِ قلب ہو گی اور میں یہ سمجھ لوں گا کہ میری بخشش کا سامان ہو گیا۔

ایک عام آدمی کی ضرورت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے مطالبِ آیات کو عام فہم، اُسلوبِ نگارش میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہی

Marfat.com

وجہ ہے کہ اس میں نہ تفسیر کی باریکیاں ہیں نہ تفصیلی مباحث، بلکہ اختصار کے ساتھ، قرآن فہمی کے لئے ایک ترغیب ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک ہم قرآن اور حدیث پر عمل نہ کریں، نہ تو ہماری دنیا سنور سکتی ہے اور نہ آخرت! بغیر قرآن اور حدیث کے ہم بھٹکتے ہی رہیں گے۔

مجھے بار بار، بلکہ ہزار بار اعتراف ہے کہ میری مساعی میری اپنی حیثیت سے بہت بڑی ہے۔ اس لئے کہ قرآن کی تشریح، توضیح اور تفہیم پر قلم اٹھانا کارِ طفلاں تو نہیں، لیکن والدین کی خواہش اور اُن کے حکم کے مطابق، اس بارِ گراں کو اٹھانے پر مجبور ہوا، حالانکہ ہمت ساتھ نہیں دے رہی تھی، تاہم تائیدِ غیبی سے حوصلہ ہوا۔

اگر میرے سامنے ہمارے متقدمین کی تفاسیر وتشریحات نہ ہوتیں، جن کی قرآنی خدمت ہمارے لئے علمی خزانہ ہے جنہوں نے قرآن کی ہر زاویہ سے تشریح کی، زیرِ نظر مختصر تشریح وتوضیح، انہیں علمائے کرام اور مُفسّرین کی خُوشہ چینی ہے۔

اگر چہ اس میں کوئی خوبی پائی جائے، تو یہ انہیں اکابرینِ ملت کا طفیل اور تحفہ ہے اور اگر کوئی کمی یا خامی پائی جائے تو یہ میری اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا نتیجہ ہے۔

باوجود احتیاط کے، اگر کوئی غلطی، اظہارِ بیان، مفہوم ومعنیٰ اور مطالب میں ہوگئی ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتا ہوں۔ باوجود احتیاط کے بشری تقصیر کی وجہ سے ترجمہ قرآن اور تشریح میں بھی غلطی، کوتاہی اور نُقص کا بھی امکان باقی رہتا ہے، اس بناء پر اہلِ دانش اور اربابِ ذی علم سے میری درخواست ہے کہ انہیں اس ترجمہ، تشریح وتوضیحات، معنیٰ ومفہوم میں کوئی فروگزاشت نظر آئے، تو ضرور مُطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اِن اُستدراکات سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

آخر میں جناب انور صاحب اور محمد جاوید اقبال صاحب اور مولانا محمد شفیق صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے ذریعہ سے یہ کتاب منظرِ عام پر آئی، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور ہر پریشانی سے نجات دے۔

دعا فرمایئے، اللہ میری اس کاوش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور تفسیرِ عزیزی کی اشاعت کا ثواب میرے والدین کے اعمال میں ثبت فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

احقر العباد

محمد لقیط خان عفی عنہ

Marfat.com

محمد شفیق

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ حکومت پاکستان

رجسٹریشن نمبر: R.R.OAUQ200/338

تاریخ: ۱۷/۴/۲۰۱۱

تصدیق نامہ

میں نے تفسیر عزیزی پارہ (۱۰) کے متن قرآن کریم کو بغور پڑھا جو کمی نظر آئی اصلاح کردی گئی۔
اب الحمدللہ اس میں کوئی غلطی نہیں ان شاء اللہ۔

محمد شفیق

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ

تفسیر عزیزی

از محمد لقیط خاں

(۱) پارہ تیس (۳۰)......عَمّ

(۲) پارہ اوّل (۱)......الٓمٓ

(۳) پارہ دوئم (۲)......سَیَقُوْلُ

(۴) پارہ سوئم (۳)......تِلْکَ الرُّسُلُ

(۵) پارہ چہارم (۴)......لَنْ تَنَالُوا

(۶) پارہ پانچ (۵)......وَالْمُحْصَنٰتُ

(۷) پارہ چھ (۶)......لَا یُحِبُّ اللّٰہُ

(۸) پارہ سات (۷)......وَاِذَا سَمِعُوا

(۹) پارہ آٹھ (۸)......وَلَوْ اَنَّنَا

(۱۰) پارہ نو (۹)......قَالَ الْمَلَاُ

(۱۱) پارہ دس (۱۰)......وَاعْلَمُوْا

تفسیر کنندگان سے طلب فرمائیے

پارہ (۱۱) یَعْتَذِرُوْنَ..................(زیرِ طبع)

ادارہ نشریاتِ ولی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالها

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا اُنکے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

سورہ محمد آیت ۲۴ القرآن الحکیم

تفسیر عزیزی

پارہ (۱۰) واعلموا

محمد لقیط خان

Marfat.com